القرآن الحکیم

تفسیر بیان القرآن (مکمل)

جلد دوم

سورۃ الاعراف تا سورۃ النور

مولانا محمد اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ رحمانیہ

اقرأ سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

القرآن الحکیم

تفسیر بیان القرآن (مکمل)

مع اردو ترجمہ مسائل السلوک

ومع عربی وجوہ المثانی مع توجیہ الکلمات والمعانی

لکل از تصانیف حضرت حکیم الامت ماہر العلوم قرآنیہ رأس المفسرین صاحب الشریعۃ والطریقۃ

مولانا محمد اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جلد دوم

سورۃ الاعراف تا سورۃ النور

تسہیل ترجمہ

مولانا سید انظر شاہ کشمیری

خلف الرشید علامہ سید انور شاہ کشمیری

تخریج

مولانا حافظ محبوب احمد خان صاحب

مدرس مدرسہ رحمۃ للعالمین ڈیفنس روڈ لاہور

تفسیر بیان القرآن اور اس کے متعلقہ تمام رسائل کی کمپوزنگ اس قدیم نسخے کو سامنے رکھ کر کی گئی ہے جو حکیم الامت کا نظر فرمودہ ہے اس پر حکیم الامت کی تصدیق (دستخط) بھی موجود ہیں اس کے علاوہ مولانا شبیر علی صاحب کے اضافہ جات بھی شامل ہیں۔ یہ نسخہ ۱۹۵۳ء میں اشرف المطابع تھانہ بھون سے شائع ہوا تھا اس نسخے کا عکس بھی جلد اول کی ابتداء میں لگا دیا گیا ہے۔

مکتبہ رحمانیہ

اقرأ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

فون: 042-7224228-7221395

MAKTABA-E-REHMANIA

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکتبہ رحمانیہ

نام کتاب: .... تفسیر بیان القرآن (مکمل) (جلد دوم)

مؤلف: .... مولانا محمد اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ناشر: .... مکتبہ رحمانیہ

مطبع: .... لٹل سٹار پرنٹرز لاہور

استدعا

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کتابت' طباعت' تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔

بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو ازراہ کرم مطلع فرما دیں۔ ان شاء اللہ ازالہ کیا جائے گا۔ نشاندہی کے لیے ہم بے حد شکر گزار ہوں گے۔ (ادارہ)

فہرست

مضامین تفسیریہ ومنصوصہ قرآنیہ (مکمل)

پارہ : ۱۰

سورۃ التوبۃ ۹

پارہ: ۱۱

سُوْرَةُ يُوْنُسَ ⑩

سُوْرَةُ هُوْدٍ ⑪

پارہ: ۱۲

سورۃ یوسف ۱۲

پارہ: ۱۳

سورۃ الرعد ۱۳

سورۃ ابراہیم ۱۴

سورۃ الحجر ۱۵

پارہ: ۱۴

سورۃ النحل (۱۶)

پارہ ۱۵

سورۃ بنی اسرائیل (۱۷)

سورۃ الکہف (۱۸)

پارہ: ۱۶

سورۃ مریم (۱۹)

سورۂ طٰہٰ ۲۰

پارہ: ۱۷

سورۂ الانبیاء ۲۱

سورۂ الحج ۲۲

پارہ: ۱۸

سورۃ المؤمنون ۲۳

سورۃ النور ۲۴

سُورَةُ الْأَعْرَافِ ۷ مَكِّيَّةٌ ۳۹ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۲۰۶ رُكُوْعَاتُهَا ۲۴

سورۂ اعراف مکہ میں نازل ہوئی | شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والے ہیں | اور اس کی دو سو چھ آیتیں اور چوبیس رکوع ہیں

الٓمّٓصٓ ۝۱ كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝۲ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝۳ وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ ۝۴ فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝۵ فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ۝۶ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ۝۷ وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ ِۨ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۸ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ۝۹

یہ ایک کتاب ہے جو آپ کے پاس اس لئے بھیجی گئی ہے کہ آپ اس کے ذریعہ سے ڈرائیں سو آپ کے دل میں اس سے بالکل تنگی نہ ہونا چاہئے اور یہ نصیحت ہے ایمان والوں کے لئے تم لوگ اس کا اتباع کرو جو تمہارے پاس تمہارے ربّ کی طرف سے آئی ہے اور خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے رفیقوں کا اتباع مت کرو۔ تم لوگ کم ہی نصیحت مانتے ہو اور بہت بستیوں کو ہم نے تباہ کر دیا اور ان پر ہمارا عذاب رات کے وقت پہنچا' یا ایسی حالت میں کہ وہ دوپہر کے وقت آرام میں تھے۔ سو جس وقت ان پر عذاب آیا۔ اس وقت ان کے منہ سے بجز اس کے اور کوئی بات نہ نکلتی تھی کہ واقعی ہم ظالم تھے۔ پھر ہم ان لوگوں سے ضرور پوچھیں گے۔ جن کے پاس پیغمبر بھیجے گئے تھے اور پیغمبروں سے ضرور پوچھیں گے۔ پھر ہم چونکہ پوری خبر رکھتے ہیں ان کے روبرو بیان کر دیں گے اور ہم کچھ بے خبر نہ تھے اور اس روز وزن بھی واقع ہوگا پھر جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا سو ایسے لوگ کامیاب ہوں گے اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا سو یہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنا نقصان کر لیا بسبب اس کے کہ ہماری آیتوں کی حق تلفی کرتے تھے ۞

تفسیر: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سُوْرَةُ الْاَعْرَافِ مکية وهی ثمان و الاثمانی ایٰت من قوله وَاسْاَلْهُمْ ...... وَاِذْ نَتَقْنَا کذا فی البیضاوی۔ اس سورت کے متعلق تین مناسبتیں لکھی جاتی ہیں ایک مناسبت اس کے اول کو سورت گزشتہ کے اخیر سے جس کی تقریر یہ ہے کہ اس کے اخیر میں قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ الخ میں دین حق کی تعیین فرمائی تھی اور اس کے بعد هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ الخ میں ترغیب و ترہیب باعتبار ثواب و عذاب آخرت کے مذکور تھی اس کے اول میں كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ الخ میں اس دین حق کی تبلیغ کا حکم ہے اور فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ الخ میں آخرت کے معاملات سوال و وزن اعمال و جزا و سزا کا بیان ہے پس وہ دونوں مضمون ان دونوں مضمون سے متحد ہو گئے۔ دوسری مناسبت باہم اس سورت کے مجموعہ اجزاء میں اس کی تقریر یہ ہے کہ تمام سورت پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ مضامین اس میں معاد اور نبوت کے متعلق ہیں۔ چنانچہ شروع ہی کتاب اُنْزِلَ الخ میں نبوت اور فَلَنَسْـَٔلَنَّ الخ میں معاد کی تحقیق ہے اور رکوع چہارم کے نصف کے بعد سے رکوع ششم کے ختم تک بالکل معاد کی بحث ہے پھر رکوع ہشتم سے رکوع بست و یکم کے ختم تک انبیاء علیہم السلام کے اور ان کے امم کے ساتھ جو معاملات ہوئے مذکور ہیں یہ سب مسئلے رسالت کے مثبت ہیں کہ رسالت کوئی امر مستغرب قابل انکار نہیں پہلے سے بھی رسول ہوتے آئے ہیں اور ان قصص میں ساتھ ساتھ منکرین رسالت کی سزاؤں کا بھی ذکر چلا آیا ہے تا کہ منکرین موجودین کو عبرت ہو اور رکوع بست و دوم کے نصف سے رکوع بست و سوم

کے ختم تک پھر معاد کی بحث ہے صرف رکوع ہفتم وبست ودوم کے شروع میں اور رکوع بست وچہارم جو کہ آخری رکوع ہے اس کے اکثر حصہ میں توحید پر خاص بحث ہے اور رکوع دوم وسوم میں امور حقہ مثل رسالت ومعاد کی تکذیب وانکار کی وجہ کی طرف کہ اغواء ہے اشارہ کرنے کے لئے قصہ عُداوتِ شیطان کا بیان فرما کر اس سے احتیاط وحذر کی تاکید فرمائی ہے اور بقیہ حصہ اقل قلیل سورت کا جو رہ گیا اس میں بعض امور جزی وفرعی مناسب مقام مذکور ہیں غرض زیادہ کلام معاد اور نبوت میں ہے اور ان دونوں کا مع اپنے متعلقات کے مناسب ہونا معلوم ہے پس اس سے باہم اجزائے سورت میں وجہ ارتباط ظاہر ہوگئی۔ تیسری مناسبت اس سورت کے مجموعہ کو پہلی سورت کے مجموعہ سے سو پہلی سورت کے شروع تمہید میں جو اس کے مباحث کا خلاصہ لکھا گیا ہے اس کو سورت ہذا کے خلاصہ سے ملانے سے وہ بھی ظاہر ہو جاتی ہے کہ اس میں یہ دونوں بحثیں بھی مع بحث توحید اور ان کے منکرین کے ساتھ مکالمہ ومحاجہ تھا اور ان سب کا باہم تعلق ظاہر ہے سو سب سے اول تَذَكَّرُوْنَ تک قرآن کا حق اور واجب الاتباع ہونا بیان فرماتے ہیں پھر وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ سے اس کے انکار ومخالفت پر دنیوی اور اخروی سزا سے ڈراتے ہیں اور شاید مسئلہ رسالت کی تقدیم مسئلہ بعث پر یہاں اس لئے ہو کہ علم بعثت علم رسالت پر موقوف ہے **واللّٰه اعلم باسرارِ کلامه۔**

حقیقت ووجوب اتباع قرآن مجید: الٓمّٓصٓ (الی قولہ تعالی) قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝۲ ۔ الٓمّٓصٓ (اس کے معنی کی تو اللہ ہی کو خبر ہے آگے سے لکھا جاتا ہے) یہ (قرآن) ایک کتاب ہے جو (اللہ کی جانب سے) آپ کے پاس اس لئے بھیجی گئی ہے کہ آپ اس کے ذریعہ سے (لوگوں کو سزائے نافرمانی سے) ڈرائیں۔ سو آپ کے دل میں (اگر کوئی نہ مانے تو اس) اس (کو نہ ماننے تو اس) سے بالکل تنگ نہ ہونا چاہئے (کیونکہ کسی کے نہ ماننے سے آپ کے انذار میں تو جو کہ اصل غرض ہے خلل نہیں پڑتا پھر آپ کیوں تنگ ہوں) اور یہ (قرآن خصوصیت کے ساتھ) نصیحت ہے ایمان والوں کے لئے (آگے عام امت کو خطاب ہے کہ جب قرآن کا منزل من اللہ ہونا معلوم ہو گیا تو) تم لوگ اس (کتاب کا) اتباع کرو جو (بواسطہ رسول کے) تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے آئی ہے (اتباع یہ کہ تصدیق بھی کرو عمل بھی کرو) اور خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر (جس نے تمہاری ہدایت کو قرآن نازل کیا) دوسرے رفیقوں کا (جو تم کو گمراہ کرتے ہیں جیسے شیاطین الانس والجن) اتباع مت کرو (مگر باوجود اس شفیقانہ فہمائش کے) تم لوگ بہت ہی کم نصیحت مانتے ہو (چنانچہ ظاہر ہے کہ گمراہ اور گمراہی زیادہ ہے)۔

ربط: اوپر قرآن کا حق واجب الاتباع ہونا مذکور تھا آگے اس کے انکار ومخالفت پر عذاب دنیوی واخروی سے ڈراتے ہیں جیسا کہ تمہید سورت کے اخیر میں بھی بیان ہو چکا۔

ترہیب بر انکارِ حق: وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا (الی قولہ تعالی) بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ۝۹ اور کتنی ہی بستیاں ہیں کہ ان کو (یعنی ان کے رہنے والوں کو ان کے کفر وتکذیب پر) ہم نے تباہ کر دیا اور ان پر ہمارا عذاب (یا تو) رات کے وقت پہنچا (جو کہ آرام کا وقت ہوتا ہے) یا ایسی حالت میں (پہنچا) کہ وہ دوپہر کے وقت آرام میں تھے (یعنی کسی کو کسی وقت، کسی کو کسی وقت) سو جس وقت ان پر ہمارا عذاب آیا اس وقت ان کے منہ سے بجز اس کے اور کوئی بات نہ نکلتی تھی کہ واقعی ہم ظالم (اور خطاوار) تھے (یعنی اس وقت اپنے جرم کا اقرار کیا جب کہ اقرار کا وقت گزر گیا یہ تو دنیوی عذاب ہوا) پھر (اس کے بعد عذاب اخروی کا سامان ہوگا کہ قیامت میں) ہم ان لوگوں سے (بھی) ضرور پوچھیں گے جن کے پاس پیغمبر بھیجے گئے تھے (کہ تم نے پیغمبروں کا کہنا مانا یا نہیں **کقوله تعالیٰ** مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ [القصص: ٦٥] اور ہم پیغمبروں سے (بھی) ضرور پوچھیں گے (کہ تمہاری امتوں نے کہنا مانا یا نہیں **قوله تعالیٰ** يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ؕ [المائدة: ١٠٩] اور دونوں سوالوں سے مقصود توبیخ ہوگی کفار کو) پھر ہم چونکہ پوری خبر رکھتے ہیں (خود ہی) ان کے روبرو (ان سب کے اعمال کو) بیان کر دیں گے اور ہم (ان کے اعمال سے) کچھ بے خبر نہ تھے اور اُس روز (یعنی قیامت کے روز اعمال وعقائد کا) وزن واقع ہونے والا ہے (تاکہ عام طور پر ہر ایک کی حالت ظاہر ہو جاوے) پھر (وزن کے بعد) جس شخص کا پلہ (ایمان کا) بھاری ہوگا (یعنی وہ مؤمن ہوگا) سو ایسے لوگ (تو) کامیاب ہوں گے (یعنی ناجی ہوں گے) اور جس شخص کا پلہ (ایمان کا) ہلکا ہوگا (یعنی وہ کافر ہوگا) سو یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنا نقصان کر لیا۔ بسبب اس کے کہ ہماری آیتوں کی حق تلفی کرتے تھے (یعنی ان پر ایمان نہ رکھتے تھے) **ف**: چونکہ اکثر ظلم کا اطلاق کفر پر آیا ہے اس لئے اس اخیر آیت کو کفار کے باب میں سمجھا گیا اور تقابل کی وجہ سے فَمَنْ ثَقُلَتْ الخ کی تفسیر مطلق مؤمن کے ساتھ کی گئی نیز سورۂ مؤمنون میں خَفَّتْ کے بعد فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ آیا ہے یہ بھی قرینہ تفسیر مذکور کا ہے اور پلہ کا ہلکا ہونا بوجہ قلت ایمان کے نہ ہوگا بلکہ بوجہ عدم ایمان کے ہوگا یعنی جو پلہ ایمان کے رکھنے کے لئے مخصوص ہے وہ خالی ہوگا اور دوسرے پلہ میں کفر ہوگا۔ لامحالہ خالی پلہ بھرے پلے کے مقابلہ میں ہلکا ہوگا لیکن اس تفسیر سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ بجز ایمان وکفر کے اور اعمال حسنہ یا سیئہ کا وزن نہ ہوگا کیونکہ قرآن مجید کی بعض آیات میں جیسے: وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ؕ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ [الانبیاء: ٤٨] اور احادیث کثیرہ میں عنوان کلی سے یا تصریح سے تمام اعمال کا موزوں ہونا مذکور ہے غایت[1] مافی الباب یہ کہ بعض آیات تعمیم حکم سے ساکت ہیں لیکن نافی نہیں۔ پس اس قسم کی آیات میں فلاح سے مراد مطلق نجات ہوگی گو بعد سزائے اعمال سہی پس اس میزان میں ایمان وکفر کا بھی وزن کیا جاوے گا اور اس وزن

میں ایک پلہ خالی رہے گا اور ایک پلہ میں اگر وہ مؤمن ہے تو ایمان اور اگر وہ کافر ہے تو کفر رکھا جاوے گا جب اس قول سے مؤمن و کافر متمیز ہو جاویں گے پھر خاص مؤمنین کے لئے ایک پلّہ میں ان کے حسنات اور دوسرے پلہ میں اُن کے سیئات رکھ کر ان اعمال کا وزن ہوگا اور جیسا کہ درمنثور میں ابن عباسؓ سے مروی ہے اگر حسنات غالب ہوئے تو جنت اور اگر سیئات غالب ہوئے تو دوزخ اور اگر دونوں برابر ہوئے تو اعراف اس کے لئے تجویز ہوگی پھر خواہ شفاعت سے قبل سزا خواہ سزا کے بعد مغفرت ہو جاوے گی اب بحمد اللہ کسی آیت اور حدیث میں کوئی اشکال نہ رہا اور اس کی تحقیق کہ اعمال جب اجسام نہیں تو ان میں وزن کیسے ہو گا سو اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ نامۂ اعمال وزن کئے جاویں جیسا کہ بعض روایات میں وارد ہے اور دوسری صورت یہ کہ وزن کے لئے جسمیت کا شرط ہونا شرائط عادیہ سے ہو جو اس عالم کے ساتھ خاص ہو اور اس عالم میں غیر اجسام میں بھی وزن ہو اور بعض نے جو تیسری صورت جواب کی اختیار کی ہے کہ میزان میں تاویل کر دی یہ ظاہر نصوص کے خلاف ہے چنانچہ احادیث مرفوعہ میں اس کے لئے کفہ کا ثبوت مصرح ہے رواہ الترمذی وابن ماجة وغیرهما اور ابن عباسؓ سے بیہقی نے اس کے لئے لسان اور کفتین کا ہونا روایت کیا ہے اور دہ فی الدر المنثور پس ایسی تاویل جو بلا ضرورت ہو اور روایات کے متصادم ہو مقبول نہیں گو کیسا ہی بڑا شخص کہے رہا کہ اس میں حکمت کیا ہے سو ممکن ہے کہ عام خلائق کے روبرو اظہار معدلت اور قطع معذرت اس کی حکمت ہو اور هُمْ قَآئِلُوْنَ بتفسیر مذکور باعتبار اکثر کے فرما دیا کیونکہ بعض تو اس وقت بھی کاروبار میں ہوتے ہیں اور اگر مطلق داخلون فی نصف النهار سے تفسیر کی جاوے تو حکم عام رہے گا۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِىْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ الخ لِتُنْذِرَ متعلق ہے اُنْزِلَ کے، پس اس میں مرشد کو ارشاد کا امر ہے اور اگر مخاطب اس ارشاد کو قبول نہ کرے تو مرشد کو غم کرنے سے نہی ہے پس مرشد نہ بالکلیہ مستغنی ہو اور نہ رنج وضیق میں پڑے۔ قولہ تعالیٰ: فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ الخ ثَقُلَتْ کی تفسیر یہ کی گئی ہے کہ غالب ہوں اور خَفَّتْ کی تفسیر یہ کی گئی ہے کہ مغلوب ہوں یعنی اول آیت میں حسنات کے غالب ہونے کا حکم ہے اور دوسری آیت میں ان کے مغلوب ہونے کا ذکر ہے اور اسی سے دونوں کی تساوی کا حکم معلوم ہو جاوے گا یعنی وہ دونوں حالتوں کے درمیان میں ہوں گے اور یہ لوگ ایک قول میں اہل اعراف ہیں اور لوگوں کے ساتھ دنیا میں اسی کے موافق معاملہ کرنا چاہئے کہ جس کی غالب حالت اصلاح ہو اس کو صالح سمجھا جاوے اگرچہ اس میں کچھ خفیف سی برائی بھی پائی جاوے۔ ہاں خود اس شخص پر یہ ضرور واجب ہے کہ اپنے نفس کی اصلاح کرے۔

الحواشی: (۱) یعنی دیگر آیات اور احادیث میں جو تمام اعمال کا موزون ہونا آیا ہے ان بعض آیات کو تفسیر مذکور کی بنا پر ان کا معارض نہ سمجھا جاوے کیونکہ یہ آیات نافی نہیں بلکہ ساکت ہیں اور ساکت معارض نہیں ہوتا ناطق کے ساتھ ۱۲ منہ۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قوله فی حرج منه** اگر کوئی اشارة الی تقدير مضاف ای من خوف تكذيبه ويشهد له قوله تعالى فلعلك تارك بعض ما يوحى اليك الخ۔ ۲؎ **قوله بعده** کیونکہ اشار الى ترتيب الفاء على الانذار فالانذار مقدم فی الاعتبار فافهم ۱۲۔ ۳؎ **قوله فی ذکری** اور یہ اشارة الى تقدير المبتدأ هو ثم عطف الجملة على هذا الكتاب ۱۲۔ ۴؎ **قوله فی للمؤمنين** خصوصیت اشار الى ان وجه التخصيص بالمؤمنين لانتفاعهم به ۱۲۔ ۵؎ **قوله فی اليكم** بواسطة فلا ينافى قوله اليك فيما قبل ۱۲۔ ۶؎ **قوله فی فجاء** اور اشار لى ان الفاء لمطلق العطف بمعنى الواو فانه اسهل من قول بعضهم فى اهلكنا اردنا اهلاكها ۱۲۔ ۷؎ **قوله فی قائلون** آرام كما فى القاموس القائلة نصف النهار او هى الراحة والدعة نصف النهار وان لم يكن معها نوم ۱۲۔ ۸؎ **قوله فی الحق** واقع ہونے والا ہے اشار الى كونه خبر اللوزن ويومئذ ظرف للوزن ولا يضر قلة اعمال المصدر المعرف لان القلة لا ينافى الصحة والفصاحة ۱۲۔ ۹؎ **قوله فی موازين** پلّہ اشار الى ان الموازين جمع ميزان وهو الظاهر الموافق لقوله تعالى ونضع الموازين وجمعه كما فى الخازن لان العرب قد توقع لفظ الجمع على الواحد وقيل انه ينصب لكل عبد ميزان وقيل لانه يشتمل على الكفتين والشاهين واللسان ولا يتم الوزن الا باجتماع ذلك كله ۱۲۔

اللغات: قوله البيات مصدر بمعنى بايتين الدعوى مصدر بمعنى دعاء وقيل بمعنى ادعاء۔

البلاغۃ: قوله ما انزل اليكم فى الروح جعل منزلا اليهم لتاكيد وجوب الاتباع ۱۲۔ فى الروح وانما خص انزال العذاب اليهم فى هذين الوقتين لما ان نزول المكروه عند الغفلة والدعة اقطع وحكايته للسامعين از جروا روع عن الاغترار باسباب الا من والراحة قوله بآياتنا عدى الظلم بالباء لتضمنه معنى التكذيب والجحود كذا فى الروح۔

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِى الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۰﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ

ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۱۱﴾ قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿۱۲﴾ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۱۳﴾ قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴﴾ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۱۵﴾

اور بے شک ہم نے تم کو زمین پر رہنے کی جگہ دی اور ہم نے تمہارے لئے اس میں سامان زندگانی پیدا کیا تم لوگ بہت ہی کم شکر کرتے ہو اور ہم نے تم کو پیدا کیا پھر ہم نے ہی تمہاری صورت بنائی پھر ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ سب نے سجدہ کیا بجز ابلیس کے۔ وہ سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا تو جو سجدہ نہیں کرتا تجھ کو اس سے کون امر مانع ہے جب کہ میں تجھ کو حکم دے چکا۔ کہنے لگا میں اس سے بہتر ہوں۔ آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو آپ نے خاک سے پیدا کیا ہے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ تو آسمان سے اُتر، تجھ کو کوئی حق حاصل نہیں کہ تو تکبر کرے آسمان میں رہ کر سو نکل بے شک تو ذلیلوں میں شمار ہونے لگا وہ کہنے لگا کہ مجھ کو مہلت دیجئے قیامت کے دن تک اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تجھ کو مہلت دی گئی۔

تفسیر ربط: اوپر تذکیر قسم سے انکار حق پر ترہیب تھی آگے تذکیر نعم سے قبول حق پر ترغیب ہے اول مَكَّنّٰكُمْ میں نعمت تربیت مزکور ہے پھر خَلَقْنٰكُمْ الخ میں نعمت ایجاد پھر قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ میں نعمت اکرام تا کہ اطاعت کی کامل رغبت ہو اور نعمت سوم کے تتمہ میں بضمن قصہ ابلیس انکار حق و نافرمانی اور مخالفت کا جس پر او پر بھی ترہیب تھی بدنتیجہ کہ حرمان اور خسران ہے ذکر فرمادیا جس میں من وجہ اس طرف بھی اشارہ ہو گیا کہ ابلیس ضال ان منکرین کا مضل ہو رہا ہے۔

ترغیب بر اطاعت بذکر بعض نعم مع دلالت بقصہ ابلیس بر وخامت معصیت: وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ (الی قولہ تعالی) لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۱۱﴾ اور بیشک ہم نے تم کو زمین پر رہنے کی جگہ دی اور ہم نے تمہارے لئے اس (زمین) میں سامانِ زندگانی پیدا کیا (اور اس کا مقتضا یہ تھا کہ تم اس کے شکر یہ میں اطاعت کرتے لیکن) تم لوگ بہت ہی کم شکر کرتے ہو (مراد اس سے اطاعت ہے اور کم اس لئے فرمایا کہ تھوڑا بہت نیک کام تو اکثر لوگ کر ہی لیتے ہیں لیکن بوجہ ایمان نہ ہونے کے وہ معتد بہ نہیں یہ تو نعمت تربیت ہوئی) اور ہم نے تم کو پیدا (کرنے کا سامان شروع) کیا (یعنی آدم علیہ السلام کا مادہ بنایا کہ اسی مادہ سے تم لوگ ہو) پھر (مادہ بنا کر) ہم نے تمہاری صورت بنائی (یعنی اس مادہ میں آدم علیہ السلام کی صورت بنائی کہ وہی ان کی اولاد میں چلی آ رہی ہے یہ نعمت ایجاد ہوئی) پھر (جب آدم علیہ السلام بن بنا گئے اور علوم اسماء سے مشرف ہو چکے تو) ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم (علیہ السلام) کو (اب) سجدہ کرو (اور یہ نعمت اکرام ہوئی) سو سب (فرشتوں) نے سجدہ کیا بجز ابلیس کے (کہ) وہ سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا (اور سجدہ نہ کیا)۔ **ف**: سورۂ بقرہ کے چوتھے رکوع میں اس کے متعلق کچھ لکھا گیا ہے ملاحظہ کر لیا جاوے۔

تتمہ قصہ: قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ (الی قولہ تعالی) وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿۱۲﴾ حق تعالیٰ نے فرمایا تو جو سجدہ نہیں کرتا تجھ کو اس (سجدہ) سے کون امر مانع ہے جب کہ میں (خود) تجھ کو (سجدہ کا) حکم دے چکا کہنے لگا (وہ مانع یہ ہے کہ) میں اس (آدم) سے بہتر ہوں (کیونکہ) آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور اس (آدم) کو آپ نے خاک سے پیدا کیا ہے (یہ ایک مقدمہ ہوا اور آگ بوجہ نورانی ہونے کے افضل ہے خاکِ تیرہ سے یہ دوسرا مقدمہ ہوا (افضل کی فرع بھی غیر افضل کی فرع سے افضل ہے یہ تیسرا مقدمہ ہوا) اور افضل کا سجدہ کرنا غیر افضل کو نامناسب ہے یہ چوتھا مقدمہ ہے اس لئے میں نے سجدہ نہیں کیا) **ف**: پہلا مقدمہ تو بایں معنی کہ انسان میں جزو غالب خاک ہے صحیح ہے اور باقی مقدمے باطل ہیں لہٰذا نتیجہ بھی غلط ہے چنانچہ دوسرے مقدمہ میں یہ غلطی ہے کہ عناصر میں کسی کو کسی پر فضل کلی نہیں اور فضل جزئی مفید نہیں اور تیسرے مقدمہ میں یہ غلطی ہے کہ بعض اوقات مؤمن کی فرع کافر اور کافر کی فرع مؤمن ہوتا ہے اور چوتھا مقدمہ اس لئے غلط ہے کہ ممکن ہے کہ فاضل کو مفضول کے اکرام کا کسی حکمت کی وجہ سے حکم ہو جیسے تحصیل تواضع و تہذیب نفس وغیرہ اور جن لوگوں نے اس قصہ سے قیاس فقہی کو باطل کیا ہے سخت غلطی ہے کیونکہ ابلیس کا قیاس متصادم نص کے ہے اور قیاس فقہی مستند نص سے ہے اور ابلیس جو کافر ہوا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے حق تعالیٰ کے حکم پر اعتراض کیا جس کا منشاء تکبر تھا اور یہ کفر ہے ورنہ اگر براہِ تحقیق کسی حکم کی حکمت کا سوال کرے تو کفر نہیں۔

تتمہ قصہ: قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۱۳﴾ حق تعالیٰ نے فرمایا (جب ایسا نافرمان ہے) تو (اچھا پھر) آسمان سے اتر تجھ کو کوئی حق حاصل نہیں کہ تو تکبر کرے (کیونکہ بندہ کو سرافگندہ ہونا لازم ہے اور خاص کر) آسمان میں رہ کر (جہاں سب فرمانبردار ہی فرمانبردار جمع ہیں) سو (یہاں سے) نکل (دور ہو) بیشک تو (اس تکبر کی وجہ سے) ذلیلوں میں شمار ہونے لگا (اور آسمان جگہ ہے عزت والوں کے رہنے کی اس لئے یہاں سے لسا بن) **ف**: درمنثور میں ابن جریر سے سعید بن منصور کا قول سورۂ کہف میں نقل کیا ہے ایک بار ملائکہ سے جنات کو ان کی نافرمانی کی سزا دلائی گئی چنانچہ بہت سے جنات قتل ہوئے یہ ابلیس بچہ سا تھا اس کو آسمان پر لا کر رکھا گیا اور فرشتوں کے ساتھ عبادت میں مشغول تھا آ اب آسمان سے نکلنے کا حکم ہوا۔

تتمہ: قَالَ اَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ﴿۱۴﴾ (الی قولہ تعالی) قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ وہ (ابلیس) کہنے لگا کہ مجھ کو (مرنے سے) مہلت دیجئے قیامت کے دن تک اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تجھ کو مہلت دی گئی **ف**: یہاں چند تحقیق ہیں اول اس جواب میں ظاہراً مہلت کا وہی وقت منظور کیا گیا جو اس نے درخواست میں عرض کیا تھا اور دوسری آیت میں اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ [الحجر : ۳۸] آیا ہے پس دونوں سے مراد ایک ہی ہوگا پھر اس کے مرنے کے وقت میں کلام ہوا ہے عرائس میں کعب احبار سے خاص یوم حشر میں اس کا مرنا منقول ہے اور اس اشکال کا کہ وہ تو زندہ ہونے کا دن ہے نہ کہ مرنے کا بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ ممکن ہے اس کے اول جزو میں مر جاوے اور اس کے بعد زندہ کیا جاوے اور مستدرک حاکم میں عبداللہ بن مسعودؓ سے قیامت کے قریب دابۃ الارض کا اس کو ہلاک کرنا منقول ہے اور وقت معلوم کی یہ تفسیر کی ہے۔ یہ دونوں روایتیں روح المعانی میں مذکور ہیں اس قول پر یوم بعثت میں مجاز ہوگا یعنی قرب قیامت کو یوم قیامت کہہ دیا۔ چنانچہ محاورات میں مستعمل ہے اور مجھ کو یہ قول بعید معلوم ہوتا ہے کہ یوم بعث اور یوم الوقت المعلوم کو متغائر کہا جاوے اور اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ میں یوم البعث کو معتبر نہ مانا جائے بلکہ یوم الوقت المعلوم مقدر کیا جاوے اور یہ کہا جاوے کہ اس کی درخواست ناتمام منظور ہوئی وجہ بعد یہ ہے کہ ایسی ضروری قید کا مقدر کرنا خصوصاً جب کہ اس کے خلاف کا ایہام ہو جیسا یہاں وقوع فی الجواب موہم تقدیر اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ کا ہے خلاف مقتضائے حال ہے اس کے بعد نظر ثانی کے وقت تفسیر ابن جریر میں ایک روایت نظر سے گزری جس میں سدیؒ سے منقول ہے **فلم ینظره الٰی یوم البعث ولکن انظره** اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ [ایضًا] **وهو**: یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ [الأنعام : ۸۴] **النفخة الاولٰی**: فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ [الزمر : ۶۸] **فمات الخ** اس روایت پر اس کی موت کا وقت وہی ہے جو سب خلائق کی فنا کا وقت ہے اور یہی اقرب معلوم ہوتا ہے اب صرف یہ بات رہ گئی کہ آیا یہ وقت یوم بعثت کا مغائر ہے یا اس کے ساتھ متحد سو سدیؒ تو متغائر مانتے ہیں لیکن احقر کو اقرب اتحاد معلوم ہوتا ہے اس طرح سے کہ نفخۂ اولیٰ کے وقت سے دخولِ جنت و نار تک ایک یومِ طویل ہوگا اس کے مختلف حصوں میں مختلف واقعات ہوں گے انہی واقعات کی بناء پر اس یوم کو ہر واقعہ کی طرف اضافت کر سکتے ہیں مثلاً اس کو یوم نفخ بھی کہہ سکتے ہیں یوم بعث بھی کہہ سکتے ہیں اس سے سب اشکالات رفع ہو گئے **والحمد لله علی ذٰلك**۔ دوم اس سے معلوم ہوا کہ کافر کی دعا بھی گاہے قبول ہو جاتی ہے اور یہ مستلزم اکرام و محبت نہیں اور وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ [المؤمن : ۵۰]۔ سے جو اس کے خلاف کا شبہ ہوتا ہے سو اس کا مطلب یہ ہے کہ آخرت میں قبول نہ ہوگی اور یہ قول بعید معلوم ہوتا ہے کہ یہ جواب درخواست کی منظوری نہیں ہے بلکہ اخبار ہے کہ تو کیا درخواست کرتا ہے تو تو پہلے ہی سے ہمارے مقتضائے حکمت سے ہمارے علم میں مہلت دیا گیا ہے وجہ بعد یہ کہ دوسری آیت میں فَاِنَّكَ آیا ہے جس سے ظاہراً انظار کا ترتب اس کے سوال ہی پر معلوم ہوتا ہے۔ سوم یہ قصہ کئی جگہ آیا ہے اور ہر جگہ اس سوال و جواب کی عبارت مختلف ہے اور ظاہر ہے کہ واقع کسی خاص طور پر واقع ہوا تھا پھر سب کی صحت کی کیا صورت ہے اصل یہ ہے کہ محکی عنہ گو خاص طور پر واقع ہوا ہو لیکن حکایت باللفظ ضروری نہیں بلکہ نفس مدلول محفوظ رہتا ہے اور طرقِ دلالت و تعبیر ہر مقام کے مناسب مختلف ہو سکتے ہیں **کذا فی روح المعانی** چہارم یہ مہلت کیوں دی گئی جواب حقیقی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کا احاطہ نہیں ہو سکتا اور ظاہری حکمتیں ظاہر ہیں۔ پنجم ظاہر یہ ہے کہ یہ سب مکالمات بلاواسطہ ہوئے تھے۔ رہا یہ کہ یہ جرأت کیسے ہوئی وجہ یہ کہ ادھر سے تجلی عظمت کا استتار اور ادھر سے بے حیائی اس جرأت کا سبب ہوئی۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِی الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِیْهَا مَعَایِشَ ؕ اول کا حاصل جاہ ہے اور ثانی کا مال اور ان دونوں کا موقع منت میں ذکر کرنا دلیل ہے ان کے نعمت قابل شکر ہونے کی سو یہ دونوں چیزیں مذموم نہیں۔ ہاں ان کی تحصیل میں انہماک یہ بیشک مذموم ہے۔ قولہ تعالیٰ: قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ الخ اور اس تقدیم رائے علی النص میں ایسا شخص ابلیس کا وارث ہے جو اپنی رائے کو یا رویت خواہ کشف سے ہو یا وجدان و ذوق سے ہو شرع پر ترجیح دیتا ہو۔ قولہ تعالیٰ: قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا یعنی درگاہِ الٰہی سے دور ہو کیونکہ تکبر اس درگاہ کے منافی ہے کذا فی الروح بس اس میں دلالت ہے اس پر کہ کبر درگاہِ الٰہی میں وصول مقبولیت سے مانع ہے۔ قولہ تعالیٰ: اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ اس میں دلالت ہے کہ دعا کا قبول ہو جانا یہ قبولیت کی دلیل نہیں جیسے بعض جہلاء سمجھتے ہیں۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قوله فی مکنا** جگہ **ای جعلنا کم فی الارض مکانا وقرارا وهو المعنی الحقیقی له وهو المناسب ههنا واخترت فی اول الانعام المعنی المجازی اقدرناکم علی التصرف لمناسبة ذلك المقام**۱۲۔ ۲؎ **قوله فی معایش** سامان **جمع معیشة مصدر من العیش بمعنی ما تعیشون به**۱۲۔ ۳؎ **قوله فی خلقنا** شروع **کما فی الروح وجوز ان یکون التجوز فی الفعل والمراد ابتدأنا خلقکم ثم تصویر کم بان خلقنا آدم ثم صورنا ویعود هذا الی ابتداء خلق الجنس وابتداء خلق کل جنس بایجاد اول افراده فهو نظیر قوله تعالٰی خلق الانسان من طین اه فیظهر وجه العطف فی قوله تعالٰی ثم قلنا الخ**۔ ۴؎ **قوله فی اسجدوا** اب **اشار الی کون الامر للتخییر فلا ینافی**

الامر بالسجود قبل خلقه كما فى قوله تعالىٰ فاذا سويته الخ فانه كان معلقا ۱۲ ۔ ۵ قوله فى الا تسجد توجوالے قوله سجدہ سے اشار به الى توجيهين الاول كون لا زائدة كما يدل عليه قوله تعالىٰ ما منعك ان تسجدوا الثانى وكونها غير زائدة وكون المصدر اى ان لا تسجد ظرفا وكون مفعول ما منعك مقداراً اى ما منعك السجود وقت عدم سجودك كما فى قولهم آيتك خفوق النجم ۱۲ ۔ ۶ قوله فى منها آسمان المبدلول عليها بذكر الملائكة لكونهم فى السماء ۱۲ ۔ ۷ قوله فى اخر الترجمة اس لئے اشارة الى ان جملة انك الخ للتعليل ۱۲ ۔ ۸ قوله فى انظرنى مرنے سے اى لا من العذاب لانه معلوم الانتفاء ۱۲ ۔

اللغات: جعلنا انشأنا وابدعنا ۱۲ ۔

البلاغة: لم يكن الخ لم يكتف بالاستثناء لان المقام كان خليقا بالتصريح به لكونه مقام التشهير بتلك القبيحة ۱۲ ۔ قوله قال لم يقل قلنا للالتفات وفيه كما فى الروح اشعار بعدم تعلق المحكى بالمخاطبين كما فى حكاية الخلق والتصوير قوله ما منعك الخ وفى حكاية التوبيخ ههنا بهذه العبارة وفى مواضع اخر بعبارات اخرىٰ دلالة على ان كلها قد وقعت لكن اقتصر عند الحكاية فى كل موطن على ما ذكر فيه اكتفاء بما ذكر فى مواطن اخر من الروح قوله فى ف منشائے تكبر يدل عليه ما سيليه فما يكون لك ان تتكبر الخ وهو الاوضح والاقرب قوله فما لك ان تكبر فيها الانكار راجع الى المقيد والقيد جميعاً قوله فاخرج تاكيد لقوله اهبط ۔

قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِىْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ﴿۱۷﴾ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹﴾ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۱﴾ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ؕ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۲﴾ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ٚ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۲۴﴾ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ﴿۲۵﴾ ع

وہ کہنے لگا بسبب اس کے کہ آپ نے مجھ کو گمراہ کیا ہے۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ میں ان کے لئے تیری سیدھی راہ پر بیٹھوں گا۔ پھر ان پر حملہ کروں گا ان کے آگے سے بھی اور ان کے پیچھے سے بھی اور ان کی داہنی جانب سے بھی اور ان کی بائیں جانب سے بھی اور آپ ان میں اکثروں کو احسان ماننے والا نہ پائیے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہاں سے ذلیل وخوار ہو کر نکل جو شخص ان میں سے تیرا کہنا مانے گا میں ضرور تم کو جہنم سے بھر دوں گا اور ہم نے حکم دیا کہ اے آدم تم اور تمہاری بی بی جنت میں رہو پھر جس جگہ چاہو دونوں آدمی کھاؤ اور اس درخت کے پاس مت جاؤ۔ کبھی ان لوگوں کے شمار میں مت آ جاؤ جن سے نامناسب کام ہو جایا کرتے ہیں۔ پھر شیطان نے ان دونوں کے دل میں وسوسہ ڈالا تاکہ ان کا پردہ کا بدن جو ایک دوسرے سے پوشیدہ تھا دونوں کے روبرو بے پردہ کر دے اور کہنے لگا کہ تمہارے ربّ نے تم دونوں کو اس درخت سے اور کسی سبب سے منع نہیں فرمایا مگر محض اس وجہ سے کہ تم کہیں فرشتے ہو جاؤ یا کہیں ہمیشہ زندہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ اور ان دونوں کے روبرو قسم کھائی کہ یقین جانئے کہ میں آپ دونوں کا خیرخواہ ہوں۔ سو ان دونوں کو فریب سے نیچے لے آیا۔ پس ان دونوں نے درخت کو چکھا دونوں کا پردہ کا بدن ایک دوسرے کے روبرو بے پردہ ہو گیا اور دونوں اپنے اوپر جنت کے پتے جوڑ جوڑ کر رکھنے لگے اور ان کے ربّ نے ان کو پکارا کیا میں تم دونوں کو اس درخت سے ممانعت نہ کر چکا تھا اور یہ نہ کہہ چکا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔ دونوں کہنے لگے کہ اے ربّ ہمارے ہم نے اپنا نقصان کیا اور اگر آپ ہماری مغفرت نہ کریں گے اور ہم پر رحم نہ کریں گے تو واقعی ہمارا بڑا نقصان ہو جائے

گا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ نیچے ایسی حالت میں جاؤ کہ تم باہم بعضے دوسرے بعضوں کے دشمن رہو گے اور تمہارے واسطے زمین میں رہنے کی جگہ ہے اور نفع حاصل کرنا ایک وقت تک فرمایا کہ تم کو وہاں ہی بسر کرنا ہے اور وہاں ہی مرنا ہے اور اسی میں سے پھر پیدا ہونا ہے۔

تفسیر: **تتمہ** : قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ (الی قولہ تعالی) لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ وہ (ابلیس) کہنے لگا کہ بسبب اس کے کہ آپ نے مجھ کو (بحکم تکوین) گمراہ کیا ہے میں قسم کھاتا ہوں کہ میں ان (کے یعنی آدم اور اولادِ آدم کی رہزنی کرنے) کے لئے آپ کی سیدھی راہ پر (کہ دین حق ہے جا کر) بیٹھوں گا پھر ان پر (ہر چہار طرف سے) حملہ کروں گا ان کے آگے سے بھی اور ان کے پیچھے سے بھی اور ان کے داہنی جانب سے بھی اور بائیں جانب سے بھی (یعنی ان کے بہکانے میں خوب کوشش کروں گا جس سے آپ کی عبادت نہ کرنے پاویں) اور (میں کامیاب بھی ہوں گا چنانچہ) آپ ان میں اکثروں کو (آپ کی نعمتوں کا) احسان ماننے والا (کہ احسان مان کر اطاعت کریں) نہ پایئے گا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہاں (آسمان) سے ذلیل وخوار ہو کر نکل (اور تو جو بہکانے کو کہتا ہے تو جا بہکا میں کسی کی عبادت کی پرواہ نہیں رکھتا بلکہ جو ایسا کرے گا اسی کا ضرر ہے چنانچہ) جو شخص ان میں سے تیرا کہنا مانے گا میں (بھی) ضرور تم سے (یعنی تجھ سے اور ان سے) جہنم کو بھر دوں گا (اور جہنم میں جانے کو کون کامیابی کہہ دے گا)

ف: چند فائدے سمجھنا چاہئے اول دشمن کا قاعدہ ہے کہ انہی چہار طرف سے حملہ کرتا ہے پس یہاں کلام میں استعارۂ تمثیلیہ ہے مراد یہ ہے کہ جس جس طرح بن پڑے گا خوب کوشش کروں گا اور کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھوں گا چنانچہ ابن آدم کے بدن کے اندر داخل ہو کر خون کی طرح چلنا پھرنا جیسا احادیث میں ہے نیز اس میں داخل ہو گیا پس چار طرف کی تخصیص سے یہ شبہ کرنا کہ بدن کے اندر نہیں جا سکتا محض باطل ہے اور اسی طرح اس تفسیر سے اوپر اور نیچے آنے کی نفی بھی نہیں ہوئی جیسا کہ اثبات بھی نہیں ہے۔ دوم یہ امر ابلیس کو کیسے معلوم ہوا کہ میں اکثر کو بہکا سکوں گا۔ یہ قرائن سے معلوم ہوا جیسا دوسری آیت میں اس کو ظن سے تعبیر فرمایا ہے۔ وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ [سبا : ۲۰] سوم پہلے جو اخراج کا حکم ہوا ہے وہ تجویز تھی اور یہاں جو حکم ہوا وہ اس کا نفاذ ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ پہلے اخراج کی تاکید ہو چہارم یہ جو اس نے اغواء کی نسبت حق تعالیٰ کی طرف کی **کلمة حق ارید بها الباطل** کا مصداق ہے یعنی اغواء بمعنی خلق غوایت وضلال نہ کہ بمعنی ترغیب بالغوایت کی نسبت بوجہ اس کے کہ وہ خالق کل شئے ہے فی نفسہٖ صحیح ہے لیکن اس کا قصد اعتراض ہے اور یہ باطل اور ضلال محض ہے۔ پنجم یہاں یہ قسم مجملاً نقل فرمائی دوسری آیت میں اس کا بیان ہے: فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ [صٓ : ۸۲] واللہ اعلم۔

تتمہ: وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۝۱۹ اور ہم نے (آدم علیہ السلام کو) حکم دیا کہ اے آدم تم اور تمہاری بی بی (حواء) جنت میں رہو پھر (وہاں) جس جگہ سے چاہو (اور جس چیز کو چاہو) دونوں آدمی کھاؤ اور (اتنا خیال رہے کہ) اس (خاص) درخت کے پاس (بھی) مت جاؤ (یعنی اس کا پھل مت کھاؤ) کبھی ان لوگوں کے شمار میں آ جاؤ جن سے نامناسب کام ہو جایا کرتا ہے۔

فائدہ: ایسی ہی آیت سورۂ بقرہ کے رکوع چہارم میں آ چکی ہے وہاں اس کے متعلقات ضرور یہ ملاحظہ کر لئے جاویں۔

تتمہ: فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ (الی قولہ تعالی) فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ پھر شیطان نے ان دونوں کے دل میں وسوسہ ڈالا تا کہ (ان کو وہ درخت کھلا کر) ان کا پردہ کا بدن جو ایک دوسرے سے (اور وہ خود اپنے سے بھی) پوشیدہ تھا دونوں کے روبرو بے پردہ کر دے (جیسا کہ اس درخت کے کھانے کی تاثیر تھی بالذات یا بوجہ ممانعت کے) اور (وہ وسوسہ یہ تھا کہ دونوں سے) کہنے لگا کہ تمہارے رب نے تم دونوں کو اس درخت (کے کھانے) سے اور کسی سبب سے منع نہیں فرمایا مگر محض اس وجہ سے کہ تم دونوں (اس کو کھا کر) کہیں فرشتے (نہ) ہو جاؤ یا کہیں ہمیشہ زندہ رہنے والوں میں سے (نہ) ہو جاؤ (جو کہ واقعی ممانعت کے وقت آپ کے لئے یہ ملکیت وحیات ابدیہ مناسب حال نہ تھی اور اب حالت میں ترقی ہو کر مناسب بن گئی وہ ممانعت اس وقت کے ساتھ متعلق ہی نہیں) اور ان دونوں کے روبرو (اس بات پر) قسم (بھی) کھالی کہ یقین جانئے میں آپ دونوں (صاحبوں) کا (دل سے) خیر خواہ ہوں سو (ایسی باتیں بنا بنا کر) ان دونوں کو فریب سے نیچے لے آیا (باعتبار حالت اور رائے کے بھی اور باعتبار مکان کے بھی حتیٰ کہ اپنی رائے عالی سے اس کی رائے سافل کی طرف مائل ہو گئے جس سے جنت سے اسفل کی طرف اتارے گئے۔ **ف**: توجیہ اس دھوکے میں آ جانے کی سورۂ بقرہ کے رکوع چہارم میں بہت بسط کے ساتھ مذکور ہوئی ہے اور یہ وسوسہ چونکہ ایک نفسانی تصرف ہے اور نفسانی تصرف میں بعد مکانی حائل نہیں ہوتا اس لئے اس کے اثبات کی حاجت نہیں کہ شیطان مشافہۃً ان صاحبوں سے ملا ہو اور بات کی ہو بلکہ زمین ہی پر رہ کر وسوسہ ڈالا ہو اور آدم علیہ السلام کو اس کا وسوسہ ہونا نہ معلوم ہوا ہو واللہ اعلم۔

ف: نظر ثانی کے وقت اُخْرُجْ مِنْهَا کے مرجع میں اور وسوسہ کے ترجمہ میں کچھ خدشہ ہو گیا اس کی تحقیق بھی سورۂ بقرہ میں اضافہ کر دی گئی اس کو بھی وہاں دیکھ لیا جاوے۔

تتمہ: فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا (الی قولہ تعالی) لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۝۲۳ پس ان دونوں نے جو درخت کو چکھا (فوراً) دونوں کا پردہ کا بدن

ایک دوسرے کے روبرو ہو گیا (اور جنت کا لباس اتر پڑا اور شرما گئے) اور (بدن چھپانے کے لئے) دونوں اپنے (بدن کے) اوپر جنت کے (درختوں کے) پتے جوڑ جوڑ رکھنے لگے اور (اس وقت) ان کے رب نے ان کو پکارا کیا میں تم دونوں کو اس درخت (کے کھانے) سے ممانعت نہ کر چکا تھا اور یہ نہ کہہ چکا تھا کہ شیطان تمہارا صریح دشمن ہے (اس کے اغواء سے بچیو کما فی قوله اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ الخ) دونوں کہنے لگے اے ہمارے رب ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا (کہ پوری احتیاط اور تامل سے کام نہ لیا) اور اگر آپ ہماری مغفرت نہ کریں گے اور ہم پر رحم نہ کریں گے تو واقعی ہمارا بڑا نقصان ہو جاوے گا۔ **ف**: اس کی تحقیق کہ آدم علیہ السلام کا یہ فعل گناہ نہ تھا اور باوجود گناہ نہ ہونے کے یہ عتاب ہونا اور ان کا توبہ کرنا یہ سب سورۂ بقرہ میں گزر چکا ہے اور یہاں بھی ترجمہ میں غور کرنے سے بالخصوص ظَلَمْنَآ کے ترجمہ وتوضیح سے گناہ نہ ہونا ظاہر ہو سکتا ہے اور یہ جو کہا کہ ہمارا نقصان ہو جاوے گا ترقی نہ ہونا یہ بھی نقصان ہے یا تواضعاً ایسے الفاظ کہے ہوں۔

تتمہ: فَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ (الی قوله تعالی) وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ حق تعالیٰ نے (آدمؑ وحوا علیہما السلام سے) فرمایا کہ (جنت سے) نیچے (زمین پر) ایسی حالت میں جاؤ کہ تم (یعنی تمہاری اولاد) باہم بعضے دوسرے بعضوں کے دشمن رہو گے اور تمہارے واسطے زمین میں رہنے کی جگہ (تجویز کی گئی) ہے اور (اسبابِ معیشت سے) نفع حاصل کرنا (تجویز ہوا ہے) ایک وقت (خاص) تم (کہ وہ موت کا وقت ہے اور یہ بھی) فرمایا کہ تم کو وہاں ہی زندگی بسر کرنا ہے اور وہاں ہی مرنا ہے اور اسی میں سے (قیامت کے روز) پھر پیدا ہونا ہے (آگے پھر جیسا عمل ہوگا ویسے ٹھکانے پر جانا ہوگا جیسا سورۂ بقرہ میں ہے فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ [البقرة: ۴۰] الخ) **ف**: مطلب فِيْهَا تَحْيَوْنَ الخ کا یہ ہے کہ مسکن اصلی اور معتاد تمہارا یہ ہوگا اور اگر کسی عارض کی وجہ سے خرقِ عادت ہو جاوے تو اس کی نفی نہیں ہے پس اس سے عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر زندہ جانے اور رہنے کی نفی پر استدلال کرنا محض باطل ہے۔ **ف**: سورۂ بقرہ میں ایسی آیت آ چکی ہے ملاحظہ کر لیا جاوے۔

ربط: اوپر کے قصہ میں ابلیس کی ضلالت اور بنی آدم سے اس کی عداوت مذکور تھی آگے اس کے اضلال اور اس سے حذر اور احتیاط کی تاکید کا بیان ہے مطلقاً بھی جیسا لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ وغیرہ اور بعض خاص خاص امور علمیہ وعملیہ میں بھی جیسا ان آیات کے اسباب نزول سے معلوم ہوتا ہے چنانچہ ابن المنذر نے عکرمہ سے قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا الخ میں نقل کیا ہے کہ یہ آیت قریش اور دیگر قبائل عرب کے بارے میں نازل ہوئی کہ وہ گوشت نہ کھاتے تھے ور بجز قریش کے دوسرے قبائل برہنہ طواف کرتے تھے اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے سدی سے فَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً الخ میں نقل کیا ہے کہ بعض عرب برہنہ طواف کرتے تھے اور جب اس کی وجہ پوچھی جاتی تو کہتے: وَجَدْنَا عَلَيْهَا اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا اور مسلم نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ عورتیں برہنہ طواف کرتیں اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ اور قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الخ اور کلبیؒ نے نقل کیا ہے کہ اہل جاہلیت ایام حج میں کھانا سدرمق سے زیادہ نہ کھاتے اور چکنائی چھوڑ دیتے بعض مسلمانوں کو ایسا خیال ہوا تو كُلُوْا وَاشْرَبُوْا الخ نازل ہوا اور ابوالشیخ نے ابن زید سے نقل کیا ہے کہ بعض لوگ بکری کے دودھ اور گوشت اور گھی کو حرام کر لیتے تھے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الخ اور ابن جریر وغیرہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ اہل جاہلیت بہت سی حلال چیزوں کو جیسا کپڑا وغیرہ حرام سمجھتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی قُلْ مَنْ حَرَّمَ الخ اور ابوالشیخ نے ابن عباسؓ سے اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الخ میں نقل کیا ہے کہ مَا ظَهَرَ الخ سے برہنگی مراد ہے کہ برہنہ طواف کرتے تھے اور مَا بَطَنَ سے زنا۔ یہ روایات درمنثور اور لباب اور روح المعانی سے نقل کی ہیں اور ان امور کی تخصیص کو اس مقام سے خاص مناسبت بھی ہے کیونکہ اوپر قصہ میں شیطان کی عداوت کا اثر آدم علیہ السلام کے ساتھ طعام ولباس میں معلوم ہو چکا کہ شجرہ منہی عنہ کھلا کر بقیہ اطعمہ سے محروم کر دیا اور لباس بھی اتروا دیا اور یہی اثر ان کی اولاد کے ساتھ ظاہر ہوا کہ عقائد فاسدہ میں مبتلا کر کے اطعمہ والبسہ سے محروم کرتا ہے و نیز اوپر اپنے انعامات کا ذکر فرمایا تھا جیسا تمہیداً آیت وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ میں گزر چکا آگے اطعمہ والبسہ کے عطا فرمانے کا بیان ہے کہ یہ بھی نعمت ہے، غرض کئی وجہ سے باہم تناسب ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قوله تعالی: قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا الخ ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلام بلا واسطہ ہوا ہے سو اس سے معلوم ہوا کہ ہم کلام ہونا بھی علاماتِ قبول سے نہیں۔ قوله تعالی: فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ (الی قوله تعالی) فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا اس میں دلالت ہے کہ عصمت کے ساتھ ایسا تصرفِ شیطانی جمع ہو سکتا ہے جو حد معصیت تک نہ پہنچا ہو کیونکہ آدم علیہ السلام کے فعل کا معصیتِ شرعیہ ہونا ثابت نہیں ہوا اگرچہ لغۃً حق تعالیٰ نے اس کو معصیت فرمایا ہے وہ صرف ایک اجتہادی خطا تھی جس پر ثواب بھی ملتا ہے اور اس خطا پر جو سزا جاری کی گئی ہے وہ صرف دونوں کے بدن کا ایک دوسرے کے سامنے کھل جانا ہے جو زوجین میں مباح ہے اور جب اس کا خطا اجتہادی ہونا معلوم ہو گیا تو اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ یہ بھی باوجود قطعی الثبوت ہونے کے ظنی الدلالۃ تھی جس میں اجتہاد کی گنجائش تھی تو اس سے یہ مسئلہ ثابت ہوا کہ جس دلیل ظنی میں اجتہاد کی گنجائش ہو اس کا ترک کرنا طرد وعقاب کا موجب نہیں البتہ اس سے دنیوی

ضرر ہو جاتا ہے اور (اشتراک علت سے) یہی حکم ہے کشف والہام کی جو کہ محتمل خطا ہیں مخالفت کا کہ اس کے خلاف کرنے سے عذاب اخروی تو نہیں ہوتا لیکن کچھ دنیوی ضرر لاحق ہو جاتا ہے اس کو یاد رکھو کیونکہ علماء تو اس کی بالکل مخالفت کو بھی جائز کہتے ہیں اور مشائخ اس کو بالکل حرام سمجھتے ہیں۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله في فبما قسم اشار الى تقدير اقسم وتعلق باء السببية به ۱۲۔ ۲ قوله في توضيح لاتينهم عبادت نہ کرنے پاویں اشار به الى مقصود كلامه وكذا اشار في جوابه الى الجواب عن مقصوده فانظر واشكر فانه من المواهب ۱۲۔ ۳ قوله في شاكرين احسان كما في الروح مطيعين ۱۲۔ ۴ قوله في يادم حکم دیا اشار الى تقدير قلنا كما صرح به في البقرة ۱۲۔ ۵ قوله في لا تقربا یعنی اشار به الى المقصود والمبالغة ۱۲۔ ۶ قوله في ما ورى عنهم الخ ایک دوسرے نے في الروح كان لا يريانها من انفسها ولا احدهما من الأخر ۱۲۔ ۷ قوله في قال ما نهكما وہ وسوسہ اشار الى ان قال بيان لوسوس ۱۲۔ ۸ قوله في تكونا نہ ہو جاؤ اشارة الى تقدير لا ليصح كونه مفعولا له ۱۲۔ ۹ قوله في اهبطوا آدم وحوا لقوله تعالٰى في طٰه قال اهبطا والجمع لاشتمالها على ذريتهما ۱۲۔

اللغات: قوله الذأم الذم كذا في القاموس۔ في البيضاوى التدلية والا ولاء ارسال الشيء من اعلى الى اسفل اه واعتبرت هذا المعنى في الترجمة وتوضيحها قوله يخصفان يلصقان واصل معناه الخرز في طاقات النعال ونحوها۔

النحو: بغرور اى بما غر هما به من القسم او متلبسين به فالباء للمصاحبة او الملابسة قوله عليهما راجع الى آدم و حواء او الى سواتهما قوله اقل معطوف على انهكما اى الم اقل۔

البلاغة: قوله لاقعدن تشبيه بقعود القطاع للسابلة وكذا في قوله لآتينهم كما في المتن وفي الروح وانما عدى الفعل الى الاولين بحرف الابتداء لانه منهما متوجه اليهم والى الآخرين بحرف المجاوزة فان الا اتى منهما كالمنحرف عنهم المار على عرضهم ونظيره قولهم جلست عن يمينه اه والاقرب ان يقال ان الصلات سماعية ۱۲۔ قوله يآدم اسكن تخصيص الخطاب بآدم عليه السلام للايذان باصالة الزوج في السكنى وكون المرأة تابعة وتعميم الخطاب في كلا لكونها اسوة في الاكل ۱۲۔ سوأتهما جمع السؤات لاستثقال الجمع بين التثنيتين قوله ليبدى اللام للعاقبة او للتعليل وتخصيص الابداء مع انه ادنى المضار لعله لايذان بكمال عداوته لهما حيث لم يغب عن نظره ادنى المقار فكيف باعلاها فدل على سائر المضار بالاولى او لما في العرى وكشف العورة من المهابة ۱۲۔

يٰبَنِيٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ۭ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝۲۶ يٰبَنِيٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ۭ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۭ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۲۷ وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَاۗءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ۭ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَاۗءِ ۭ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَي اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۲۸ قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ ۣ وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ڛ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ۝۲۹ۭ فَرِيْقًا هَدٰى وَفَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ۭ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝۳۰ يٰبَنِيٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝۳۱ۧ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِىَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝۳۲ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ

مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا

تَعْلَمُوْنَ ﴿٣٣﴾ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿٣٤﴾

اے اولادِ آدم کی ہم نے تمہارے لئے لباس پیدا کیا جو تمہاری پردہ داریوں کو بھی چھپاتا ہے اور موجب زینت بھی ہے اور تقویٰ کا لباس' یہ اس سے بڑھ کر ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ یہ لوگ یاد رکھیں۔ اے اولادِ آدم کی شیطان تمہیں کسی خرابی میں نہ ڈال دے جیسا اس نے تمہارے دادا دادی کو جنت سے باہر کرا دیا ایسی حالت میں کہ ان کا لباس بھی ان سے اُتروا دیا تاکہ ان کو ان کا پردہ کا بدن دکھلائی دینے لگے اور اس کا لشکر تم کو ایسے طور پر دیکھتا ہے کہ تم ان کو نہیں دیکھتے ہو ہم شیطانوں کو انہی لوگوں کا رفیق ہونے دیتے ہیں جو ایمان نہیں لاتے اور وہ لوگ جب کوئی فحش کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طریق پر پایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی ہم کو یہی بتلایا ہے آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ فحش بات کی تعلیم نہیں دیتا۔ کیا خدا تعالیٰ کے ذمہ ایسی بات لگاتے ہو جس کی تم سند نہیں رکھتے۔ آپ کہہ دیجئے کہ میرے رب نے حکم دیا ہے انصاف کرنے کا اور یہ کہ تم ہر سجدہ کے وقت اپنا رخ سیدھا رکھا کرو اور اللہ کی عبادت اس طور پر کرو کہ اس عبادت کو خاص اللہ ہی کے لئے رکھا کرو۔ تم کو اللہ تعالیٰ نے جس طرح شروع میں پیدا کیا تھا اسی طرح پھر تم دوبارہ پیدا ہو گے۔ بعض لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی ہے اور بعض پر گمراہی کا ثبوت ہو چکا ہے۔ ان لوگوں نے شیطانوں کو رفیق بنا لیا اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اور خیال رکھتے ہیں کہ وہ راہ پر ہیں۔ اے اولادِ آدم کی تم مسجد کی ہر حاضری کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو اور خوب کھاؤ اور پیو اور حد سے مت نکلو بے شک اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے حد سے نکل جانے والوں کو۔ آپ فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے کپڑوں کو جن کو اس نے اپنے بندوں کے واسطے بنایا ہے اور کھانے پینے کی حلال چیزوں کو کس شخص نے حرام کیا ہے آپ کہہ دیجئے کہ یہ اس طور پر کہ قیامت کے دن بھی خاص رہیں دنیوی زندگی میں خالص اہل ایمان ہی کے لئے ہیں۔ ہم اسی طرح تمام آیات کو سمجھداروں کے واسطے صاف صاف بیان کرتے ہیں۔ آپ فرمائیے کہ البتہ میرے رب نے حرام کیا ہے تمام فحش باتوں کو ان میں جو علانیہ ہیں اور ان میں جو پوشیدہ ہیں وہ بھی اور ہر گناہ کی بات کو اور ناحق کسی پر ظلم کرنے کو اور اس بات کو کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہراؤ جس کی اللہ تعالیٰ نے کوئی سند نازل نہیں فرمائی اور اس بات کو کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کے ذمہ ایسی بات لگا دو جس کی تم سند نہ رکھو اور ہر گروہ کے لئے ایک میعاد مقرر ہے سو جس وقت ان کی میعاد معین آ جائے گی اس وقت ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے۔ ۞

تفسیر: **تحذیر از اضلال ابلیس عموماً و خصوصاً**: يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا (الی قولہ تعالی) فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿٣٤﴾ اے اولادِ آدم کی (ایک ہمارا انعام یہ ہے کہ) ہم نے تمہارے لئے لباس پیدا کیا جو کہ تمہارے پردہ دار بدن کو بھی چھپاتا ہے اور (تمہارے بدن کے لئے) موجب زینت بھی (ہوتا) ہے اور (اس ظاہری لباس کے علاوہ ایک معنوی لباس بھی تمہارے لئے تجویز کیا ہے کہ وہ) تقویٰ (یعنی دینداری) کا لباس (ہے کہ) یہ اس (لباس ظاہری) سے بڑھ کر (ضروری) ہے (کیونکہ اس ظاہری لباس کا مطلوب شرعی ہونا اسی تقویٰ کے وجوب کی فرع ہے۔ پس اصل مقصود جو ہر حالت میں ہے وہ یہ لباس ہے) یہ (لباس کا پیدا کرنا جس سے تستر اور تزین دونوں نفع ہیں) اللہ تعالیٰ (کے فضل و کرم) کی نشانیوں میں سے (ہوتا) ہے تاکہ یہ لوگ (جن کو یہ بات بتلائی گئی ہے اس نعمت کو) یاد رکھیں (اور یاد رکھ کر منعم کا حق ادا کریں اور وہ حق وہی ہے جس کو لباسِ تقویٰ فرمایا ہے) اے اولادِ آدم کی (جب تم کو اوپر تقویٰ کا وجوب اور اس سے اوپر شیطان کی عداوت کا حال معلوم ہو چکا تو اس بات کا ذرا خیال رکھنا کہ) شیطان تم کو کسی خرابی میں نہ ڈال دے (کہ خلاف تقویٰ اور دین کے تم سے کوئی کام کرا دے) جیسا اس (کم بخت) نے تمہارے دادا دادی (یعنی حضرت آدم و حوا علیہما السلام) کو (خرابی میں ڈال دیا تھا کہ ان کو) جنت سے باہر کرا دیا (یعنی ان سے ایسا عمل کرا دیا کہ وہ جنت سے باہر ہو گئے اور باہر بھی ایسی حالت سے (کرایا) کہ ان کا لباس بھی ان کے (بدن) سے اتروا دیا تاکہ ان (دونوں) کو ان کے پردہ کا بدن دکھائی دینے لگے (جیسا اوپر آ چکا غرض وہ تمہارا دشمن قدیم ہے اس سے بہت ہوشیار رہو اور زیادہ احتیاط اس لئے اور بھی ضروری ہے کہ) وہ اور اس کا لشکر تم کو ایسے طور پر دیکھتا ہے کہ تم ان کو (عادۃً) نہیں دیکھتے ہو (اور ظاہر ہے کہ ایسے دشمن سے بہت ہی حذر چاہئے اور اس سے حذر کا طریقہ یہی ہے کہ تقویٰ اور ایمان کامل اختیار کرو کیونکہ) ہم شیطانوں کو انہیں لوگوں کا رفیق ہونے دیتے ہیں جو ایمان نہیں لاتے (اگر بالکل ایمان منتفی ہے تو کامل رفاقت اور قدرت ہوتی ہے اور اگر کمال ایمان منتفی ہے تو ناتمام رفاقت اور قدرت ہوتی ہے بخلاف مؤمن کامل کے اس پر اصلاً قابو نہیں چلتا لقولہ تعالی: اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ [النحل: ۹۹] وقولہ: اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ [ص: ۸۳] اور (جو لوگ ایمان نہیں لائے ان پر اس کے قابو چلنے کی یہ حالت ہے کہ) وہ لوگ جب کوئی فحش کام کرتے ہیں (خواہ عقائد میں سے جیسے شرک کہ اعلیٰ درجہ کی بے حیائی ہے خواہ اعمال میں سے (جیسے طواف کے وقت برہنہ ہو جانا اور اس سے کوئی منع کرتا ہے) تو (جواب میں) کہتے ہیں کہ ہم نے (تو) اپنے باپ دادا کو اسی طریق پر پایا ہے اور (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ نے بھی ہم کو یہی بتلایا ہے (اور ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کیا قابو

چلے گا کہ کفر و شرک میں مبتلا کر رکھا ہے۔ آگے جواب کی تعلیم ہے کہ اے محمد (ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ فحش بات کی (کبھی) تعلیم نہیں دیتا (ہرگز خدا تعالیٰ نے ایسی باتوں کی اجازت نہیں دی) کیا (ایسا دعویٰ کرکے) خدا کے ذمہ ایسی بات لگاتے ہو جس کی تم سند نہیں رکھتے (اور اسی سے وَجَدۡنَا عَلَيۡهَا کا جواب نکل آیا کیونکہ تقلید اس مسئلہ میں جائز ہے جس میں تقلید کرنے کے لئے اذن و سند شرعی ہو جو موقوف ہے اس کے شرائط کے اجتماع پر اور یہاں خود نص قطعی کی مخالفت سے شرائط مفقود ہیں پس ایسی تقلید سے احتجاج خود باطل ہو گیا) آپ (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ (جن باتوں کا حکم کرنا تم خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہو وہ تو غلط ٹھہریں اب وہ بات سنو جس کا حکم کرنا خدا تعالیٰ کی طرف واقعی منسوب ہے وہ یہ کہ) میرے رب نے (تو ایسی اچھی اچھی باتوں کا) حکم دیا ہے (مثلاً) انصاف کرنے کا (حکم دیا) اورؔ (مثلاً) یہ (حکم دیا ہے) کہ تم ہر سجدہؔ (یعنی عبادت) کے وقت اپنا رخ (یعنی قلب) سیدھا (اللہ کی طرف) رکھا کرو (یعنی بت وغیرہ کو سجدہ اور کوئی عبادت مت کیا کرو) اور اللہ کی عبادت اس طور پر کرو کہ اس عبادت کو (باعتبارِ عقیدہ کے) خالص اللہ ہی کے واسطے رکھا کرو (یعنی شرک کا عقیدہ مت رکھا کرو ان مامورات میں سب اصول شریعت آ گئے۔ قِسۡط میں حقوق العباد اقیموا میں اعمال و طاعت مخلصین میں عقائد مطلب یہ ہے کہ اللہ کے تو یہ احکام ہیں ان کو مانو کیونکہ صرف تم کو حکم دے کر نہیں چھوڑ دیا جاوے گا بلکہ ایک وقت حساب و کتاب کے لئے بھی آنے والا ہے یعنی قیامت چنانچہ) تم کو اللہ تعالیٰ نے جس طرح (اپنی قدرتؔ سے) شروع میں پیدا کیا تھا اسی طرح تم (ایک وقت پر) پھر دوبارہ پیدا ہو گے (قدرتِ الٰہیہ پر نظر کرتے ہوئے استبعاد لغو ہے۔ غرض جب دوبارہ پیدا ہوں گے اس وقت جزا و سزا واقع ہوگی آگے جزا و سزا کا محل بتلاتے ہیں کہ) بعض لوگوں کو تو اللہ تعالیٰ نے (دنیا میں) ہدایت کی ہے (ان کو اس وقت جزا ملے گی) اور بعض پر گمراہی کا ثبوت ہو چکا ہے (ان کو اس وقت سزا ملے گی اور وجہ ان لوگوں کے گمراہ ہونے کی یہ ہوئی کہ) ان لوگوں نے شیطانوں کو (اپنا) رفیق بنا لیا اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر (یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہ کی اور شیاطین کی اطاعت کی) اور (باوجود اس کے پھر اپنی نسبت) خیال رکھتے ہیں کہ وہ راہ (راست) پر ہیں (یہ خیال راستی کا خواہ بزعم خود باعتبار دین حق ہونے کے ہو خواہ باعتبارِ قرین مصلحت ہونے کے ہو) اے اولاد آدم کی (جب برہنہ طواف کا فحش اور مذموم عند اللہ ہونا معلوم ہو گیا تو) تم مسجدؔ کی ہر حاضری (یعنی عبادت) کے وقت کہ اس میں نماز و طواف سب آ گیا) اپنا لباس پہن لیا کرو اور (جس طرح لباس کا ترک کرنا ضلالت شیطانیہ ہے اسی طرح حلال ماکولات و مشروبات کا حرام سمجھ کر چھوڑ دینا جیسا کہ اہل جاہلیت اس میں بھی مبتلا تھے نیز ضلالت شیطانیہ ہے اس سے بھی باز آؤ اور حلال چیزوں کو) خوب کھاؤ اور پیو اور (خواہ مخواہ ان کو حرام اعتقاد کرکے) حد (شرعی) سے مت نکلو بیشک اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے حد سے نکل جانے والوں کو آپ (ان لوگوں سے جو کہ ملبوسات و مطعومات و مشروبات کو بلا دلیل بلکہ خلافِ دلیل حرام سمجھ رہے ہیں یوں) فرمائیے کہ (یہ بتلاؤ) اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے کپڑوں کو جن کو اس نے اپنے بندوں کے (استعمال کے) واسطے بنایا ہے اور کھانے پینے کی حلال چیزوں کو (جن کو خدا نے حلال بنایا ہے) کس شخص نے حرام کیا ہے (یعنی تحریم کے لئے تو محرم کی ضرورت ہے وہ محرم خدا کے سوا کون ہے اب اس مقام پر اَخۡرَجَ لِعِبَادِهٖ سے کفار کو وہم ہو سکتا تھا کہ ہم بھی اللہ کے بڑے محبوب و مقبول ہیں کہ ہمارے لئے کیسے کیسے ملبوسات و مطعومات پیدا کئے۔ اس لئے بطور دفع دخل کے ارشاد فرماتے ہیں کہ اے محمد (ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ (مطلق استعمال کی اجازت دلیل مقبولیت کی نہیں ہاں جس استعمال کے بعد بھی کوئی وبال نہ ہو وہ البتہ دلیل مقبولیت کی ہے سو ایسا استعمال خاص اہل ایمان کا حصہ ہے چنانچہ) یہ اشیاء (یعنی زینت اور طیبات مذکورہ) اس طور پر کہ قیامت کے روز بھی (کدورات سے) خالص رہیں دنیوی زندگی میں خاص اہل ایمان ہی کے لئے ہیں (بخلاف کفار کے کہ یہاں گو تنعم ہے مگر چونکہ اس تنعم کا حق ادا نہیں کیا بلکہ کفر و شرک میں مبتلا رہے اس لئے وہاں یہ نعمتیں وبال بن جاویں گی جیسے حاکم عدالت اپنے دو اہلکاروں کو کچھ کام بتلا دے اور کام کی میعاد ختم ہونے تک اپنے گھر سے ان کو کھانا بھی منگا کر کھانے کی اجازت دے صرف یہ اجازت دلیل خوشنودی کی نہیں یہ تو اعانت ہے۔ جس نے وہ کام کر لیا اس کا کھایا پیا سب جان کو لگا جس نے کام نہ کیا سب کھایا پیا ناک کی راہ کو نکلا) ہم اسی طرح (یعنی جیسا یہ مضمون بیان کیا) تمام آیات کو سمجھ داروں کے واسطے صاف صاف بیان کرتے ہیں آپ (ان سے یہ بھی) فرمائیے کہ (تم نے جن اشیاء کو بلا دلیل حرام اعتقاد کر کے چھوڑ رکھا ہے اور بعض اوقات ان کی تحریم کو حق تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیتے ہو ان کو تو اللہ تعالیٰ نے حرام نہیں کیا) البتہ میرے رب نے صرف (ان چیزوں کو جن میں سے اکثر میں تم مبتلا ہو) حرام کیا ہے (مثلاً) تمام فحش باتوں کو ان میں جو اعلانیہ ہیں وہ بھی (جیسے برہنہ طواف کرنا) اور ان میں جو پوشیدہ ہیں وہ بھی (جیسے بدکاری) اور (مثلاً) ہر گناہ کی بات کو (حرام کیا ہے) اور (مثلاً) ناحق کسی پر ظلم (و زیادتی) کرنے کو (حرام کیا ہے) اور مثلاً اس بات کو حرام کیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک (عبادت) ٹھہراؤ جس (کے شریک ہونے) کی اللہ نے کوئی سند (اور دلیل) نازل نہیں فرمائی (نہ کلیاً نہ جزئیاً) اور (مثلاً) اس بات کو (حرام کیا ہے) کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کے ذمہ ایسی بات لگا دو جس کے (منسوب الی اللہ ہونے) کی تم سند نہ رکھو (یعنی جو واقع میں حلال ہیں ان کو تو تم نے حرام سمجھا اور جو واقع میں حرام ہیں ان کو حلال سمجھا عجب جہل میں گرفتار ہو اور جس طرح قُلۡ اَمَرَ رَبِّیۡ بِالۡقِسۡطِ الخ میں تمام مامورات داخل ہو گئے تھے اسی طرح یہاں اِنَّمَا حَرَّمَ الخ میں تمام منہیات داخل ہیں بغی میں تو سب معاملات آ گئے اور

اَنْ تُشْرِكُوْا وَ اَنْ تَقُوْلُوْا میں تمام عقائد فاسدہ آ گئے اور اثم میں تمام اعمال ومعاصی آ گئے جن میں سے فحش معاصی کی تخصیص ذکر کے ساتھ اہتمام کے لئے کی گئی) اور (اگر ان محرمات کے ارتکاب کرنے والوں کو فوراً سزا نہ ہونے سے ان کی تحریم میں کسی کو شبہ ہو جاوے تو اس کا جواب یہ ہے کہ علم الٰہی میں) ہر گروہ (کے ہر فرد کی سزا) کے لئے (بمقتضائے حکمت) ایک میعاد معین ہے سو جس وقت ان کی (وہ) میعاد معین (نزدیک) آ جاوے گی اُس وقت ایک ساعت نہ (اس سے) پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آ گے بڑھ سکیں گے۔ (بلکہ فوراً ہی سزا جاری ہو جاوے گی اس میعاد کے قبل سزا نہ ہونا اس کی دلیل نہیں کہ ان محرمات پر سزا نہ ہو گی)

ف: چند فوائد ضروری سمجھنا چاہئے اول یہ جو ارشاد فرمایا لَا تَرَوْنَهُمْ الخ مطلب اس کا یہ ہے کہ انسان کا جنات کو دیکھنا عادت فاشیہ وشائعہ کے خلاف ہے اور دیکھنے کی قطعاً نفی نہیں ہے۔ پس بعض اوقات انبیاء علیہم السلام کا یا غیر انبیاء کا خواص یا عوام سے جنات کو دیکھنا اس آیت کے خلاف نہیں ہے۔ دوم: خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ الخ میں جو تخصیص وقت کی گئی ہے حالانکہ ستر عورت دوسرے اوقات میں بھی واجب ہے، وجہ اس کی یہ ہے وہ لوگ وقت مذکور میں برہنہ ہو جایا کرتے و نیز اس وقت وجوب زیادہ مؤکد ہوتا ہے۔ سوم: قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا الخ کی جو تفسیر احقر نے اختیار کی ہے درمنثور میں بروایت طبرانی وغیرہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے الفاظ اس کے یہ ہیں **قال ينتفعون بها في الدنيا لا يتبعهم فيها ما ثم يوم القيمة**۔ چہارم: مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا کی قید واقعی ہے اور اس میں کلیاً اور جزئیاً سے تعمیم کر دی گئی وجہ اس کی یہ ہے کہ تمام حجج شرعیہ کو شامل ہو جاوے کیونکہ نصوص منزلہ کلیاً ان کے معتبر ہونے پر دال ہیں۔ پنجم: يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ میں جو تعمیم کی گئی کہ خواہ دین حق ہونے کی ہوا لخ اس کی توضیح یہ ہے کہ بعض کفار تو اپنے مذہب کو واقع میں حق سمجھتے ہیں ان پر تو يَحْسَبُوْنَ کا صادق آنا ظاہر ہے اور بعض باوجود باطل سمجھنے کی اس پر جمے رہتے ہیں ان پر اس کا صدق اس اعتبار سے ہے کہ اس صورت میں لابد یہ اصرار کسی مصلحت مزعومہ موہومہ کی وجہ سے ہوگا اور اس مصلحت کی تحصیل ورعایت کو وہ کسی وجہ سے ضروری ومناسب سمجھتے ہیں اور ضروری کی رعایت کرنا عقلی اہتداء ہے اور اگر کسی کو صورت اول میں شبہ ہو کہ ایک شخص واقع میں اپنے کو حق پر سمجھتا ہے گو غلطی پر ہو پھر اس پر کیا الزام وہ معذور ہونا چاہئے کیونکہ اس کو اپنی غلطی کی اطلاع ہی نہیں جواب یہ ہے کہ معذور اس لئے نہیں کہ اس نے باوجود دلائل قویہ وصحیحہ کے قائم ہونے کے جن سے بالاضطرار بالطبع تردد واحتمال جانب مخالف کا قلب میں پیدا ہو جاتا ہے تامل کیوں نہیں کیا اور آیت میں جن کی مذمت ہے وہ ایسے ہی تھے بلکہ اکثر تو اپنے طریق کے باطل سمجھنے والے تھے البتہ جو شخص طلب حق میں اپنی کوشش خرچ کر چکے اور پھر بھی اس کی نظر مطلوب صحیح تک نہ پہنچے اس کی نسبت روح المعانی میں ہے **ومذهب البعض انه معذور ولم يفرقوا بين من لا عقل له اصل ومن له عقل لم يدرك به الحق بعد ان لم يدع في القوس منزعا في طلبه الخ قلت وكذا من لم يخطر في باله تردد واحتمال النقيض وقلت وبسط القول في المسئلة الغز الي في التفرقة بين الاسلام والزندقة وقلت والسلامة في امثال ذلك التفويض الى الله تعالٰى وهو اعلم العالمين واحكم الحاكمين**۔ اور اگر کسی کو صورت ثانی میں شبہ ہو کہ جب یہ شخص حق کو حق اور باطل کو باطل سمجھتا ہے تو مؤمن ہونا چاہئے پھر اس کو کفار میں کیوں شمار کیا گیا۔ جواب اس کا یہ ہے کہ جیسے قلب سے تکذیب کرنا کفر ہے اسی طرح زبان سے تکذیب کرنا اور برتاؤ میں مخالفت وعداوت انبیاء سے کرنا بھی کفر ہے خوب سمجھ لو۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ روح میں ہے کہ یہ قضیہ مطلقہ ہے دائمہ نہیں پس اگر کوئی شخص جنات کو ان کی اصلی صورت میں دیکھنے کا دعویٰ کرے خاص کر جب کہ مظنہ کرامت کا بھی ہو اس کو فاسق اور جھوٹا نہ کہا جاوے گا اور آیت کا حاصل صرف اتنا ہے کہ عادۃً اس طرح نہیں دکھائی دیتے۔ قولہ تعالیٰ: وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ۔ اس آیت میں حکم ہے اصلاح ظاہر و باطن کو جمع کرنے کا اَقِيْمُوْا میں اول اور مُخْلِصِيْنَ میں ثانی کی طرف اشارہ ہے۔ قولہ تعالیٰ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ الخ یہ اشارہ ہے رذائل قوت بہیمیہ کی طرف اور بغی میں رذائل قوت سبعیہ کی طرف اور اَنْ تَقُوْلُوْا میں رذائل قوت نطقیہ کی طرف۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله في انزلنا** پیدا **لما في الروح خلقنا لكم ذلك باسباب نازلة من السماء كالمطر الذي ينبت به القطن**۱۲۔ ۲ **قوله في كما اخرج** خرابی میں **اشار الى تقدير الكلام هكذا كما فتن ابويكم بان اخرج الخ ليصح التشبيه**۱۲۔ ۳ **قوله في اخرج** کرا دیا **اشارة الى ان الاسناد الى السبب**۱۲۔ ۴ **قوله في من حيث** ایسے طور پر **فهو مجاز لان حقيقة المكان او الزمان**۱۲۔ ۵ **قوله في واقيموا** اور یہ کہ **اشارة الى انه معطوف على القسط بتقدير ان**۱۲۔ ۶ **قوله في عند كل مسجد الاول** سجدہ یعنی الخ **اشارة الى ان المصدر ميمي والى انه مجاز بطريق اطلاق المقيد على المطلق**۱۲۔ ۷ **قوله في كما بداكم قدرت اشار الى فائدة التشبيه**۱۲۔ ۸ **قوله في عند كل مسجد الثاني** مسجد کی ہر حاضری **اشارة الى كون المراد به المعنى المتعارف كان نزولها في الطواف الذي يكون في المسجد**۱۲۔ ۹ **قوله في لا تسرفوا**

حرام اعتقاد کذا فی روح المعانی وھو الانسب بالمقام ۱۲۔ ۱۰؎ قوله فی كل امة ہر فرد لما فی روح المعانی قالوا التقدير ولكل احد من امة ۱۲۔ ۱۱؎ قوله فی فاذا جاء نزدیک كما فی قوله اذا بلغن الی قوله فامسكوهن ای قاربن فاندفع به الاعتراض المشهور بانه لا يتصور الاستقدام عند مجيئه فلا فائدة فی نفيه وهذا مما القی فی روعی قد ما ثم رأيته فی الروح منقولا عن البعض وان لم يرض به صاحب الروح وللناس فيما يعشقون مذاهب اما الفائدة فی نفی الاستقدام بعد تصور صحته فبيان سر تاخير هلاكهم مع استحقاقهم له كما ان فائدة نفی الاستيخار بيان عدم خلاصهم من العذاب ۱۲۔

الكلام : قوله بالفحشاء فی الروح والمراد بالقبح العقلی هنا نفرة الطبع السليم واستنقاص العقل المستقيم لا كون الشئ متعلق الذم قبل ورود النهی عنه فلا دلالة فيه للمعتزلة اه قلت ثم هو نفی للعادة لا للامكان يثبت به كون العقل حاكما فافهم قوله انا جعلنا الشيطين وقوله انهم اتخذوا فی المجموع دليل لاهل الحق فی كون الحق خالقا والخلق كاسبا فافهم ۱۲۔

اللغات : الريش الزينة اخذا من ريش الطير الذی هو زينه له وهو من عطف الصفة على الصفة القبيل الجماعة۔

النحو : قوله فريقا حق ای اضل فريقا دل عليه قوله حق الخ۔

البلاغة : لباس التقوىٰ كلجين الماء

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۶﴾ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ۭ اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿۳۷﴾ قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ ۭ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ۭ حَتّٰٓي اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَاۗءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ڛ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَاۗءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰي يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۱﴾

اے اولاد آدم کی اگر تمہارے پاس پیغمبر آئیں جو تم ہی میں سے ہوں گے جو میرے احکام تم سے بیان کریں گے۔ سو جو شخص پرہیز رکھے اور درستی کرے سو ان لوگوں پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے اور جو لوگ ہمارے احکام کو جھوٹا بتائیں گے اور ان سے تکبر کریں گے وہ لوگ دوزخ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ سو اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیتوں کو جھوٹا بتلا دے ان لوگوں کے نصیب کا جو کچھ ہے وہ ان کو مل جائے گا۔ یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ان کی جان قبض کرنے آئیں گے تو کہیں گے وہ کہاں گئے جن کی تم خدا کو چھوڑ کر عبادت کیا کرتے تھے۔ وہ کہیں گے کہ ہم سے سب غائب ہو گئے اور اپنے کافر ہونے کا اقرار کرنے لگیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جو فرقے تم سے پہلے گزر چکے ہیں جنات میں سے بھی اور آدمیوں میں سے بھی ان کے ساتھ تم بھی دوزخ میں جاؤ جس وقت بھی کوئی (کفار کی) جماعت داخل (دوزخ) ہوگی اپنی جیسی دوسری جماعت کو لعنت کرے گی۔ یہاں تک کہ جب اس میں سب جمع ہو جائیں گے تو پچھلے لوگ پہلے لوگوں کی نسبت کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ان لوگوں نے گمراہ کیا تھا' سو ان کو دوزخ کا عذاب (ہم سے) دوگنا دیجئے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ سب ہی کا دوگنا ہے لیکن (ابھی) تم کو (پوری) خبر نہیں اور پہلے لوگ پچھلے لوگوں سے کہیں گے کہ پھر تم کو ہم پر کوئی فوقیت نہیں۔ سو تم بھی اپنے کردار کے مقابلہ میں عذاب کا مزہ چکھتے رہو۔ جو لوگ ہماری آیتوں کو جھوٹا بتلاتے ہیں اور ان (کے ماننے) سے تکبر کرتے ہیں ان کے لئے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے اور وہ

لوگ کبھی جنت میں نہ جائیں گے جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ کے اندر نہ چلا جائے اور ہم مجرم لوگوں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔ان کیلئے آتش دوزخ کا بچھونا ہوگا اور ان کے اوپر اسی کا اوڑھنا ہوگا اور ہم ایسے ظالموں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔

تفسیر ربط : اوپر عقائد واعمال میں ابلیس کے اتباع وموافقت اور احکامِ الٰہیہ کی مخالفت سے ممانعت فرمائی گئی ہے۔آگے یہ بتلاتے ہیں کہ اس مضمون کا خطاب تم کو کچھ جدید نہیں بلکہ عالمِ ارواح ہی میں یہ عہد لے لیا گیا تھا اور وعدہ وعید سنا دیا گیا تھا اب اسی کا اعادہ ہے اور اس میں مسئلہ رسالت اور معاد کا اثبات بھی ہو گیا جو کہ اعظم مقاصد سورت ہذا سے ہے۔

حکایت عہد قدیم باطاعت ربّ کریم و بیان نعیم وجحیم : يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ (الی قولہ تعالیٰ) هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (ہم نے عالم ارواح ہی میں کہہ دیا تھا) اے اولاد آدم کی اگر تمہارے پاس پیغمبر آویں جو تم ہی میں سے ہوں گے جو میرے احکام تم سے بیان کریں گے سو (ان کے آنے پر) جو شخص (تم میں ان آیات کی تکذیب سے) پرہیز رکھے اور (اعمال کی) درستی کرے (مراد یہ کہ کامل اتباع کرے) سو ان لوگوں پر (آخرت میں) نہ کچھ اندیشہ (کی بات واقع ہونے والی) ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے اور جو لوگ (تم میں سے) ہمارے ان احکام کو جھوٹا بتاویں گے اور ان (کے قبول کرنے) سے تکبر کریں گے وہ لوگ دوزخ (میں رہنے) والے ہوں گے (اور) وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

ربط : اوپر عہد مذکور میں نعیم وجحیم کا اجمالاً بیان تھا آگے بطور تفریع کے اس کا کسی قدر مفصل ذکر ہے۔اول اہل جحیم کا پھر اہل نعیم کا۔

تفصیل سزائے مکذبین : فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا (الی قولہ تعالیٰ) وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ (جب تکذیب کرنے والوں کا مستحقِ وعید شدید ہونا اجمالاً معلوم ہو گیا) سو (اب تفصیل سنو کہ) اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے (یعنی جو بات خدا کی کہی ہوئی نہ ہو اس کو خدا کی کہی ہوئی کہے) یا اس کی آیتوں کو جھوٹا بتلاوے (یعنی جو بات خدا کی کہی ہوئی ہو اس کو بے کہی ہوئی بتلاوے) ان لوگوں کے نصیبؔ کا جو کچھ (رزق اور عمر) ہے وہ (تو) ان کو دنیا میں مل جاوے گا (لیکن آخرت) میں مصیبتؔ ہی مصیبت ہے) یہاں تک کہ (برزخ میں مرنے کے وقت تو ان کی یہ حالت ہوگی کہ) جب ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ان کی جان قبض کرنے آویں گے تو (ان سے) کہیں گے کہ (کہو) وہ کہاں گئے جن کی تم خدا کو چھوڑ کر عبادت کیا کرتے تھے (اب اس مصیبت میں کیوں نہیں کام آتے) وہ (کفار) کہیں گے کہ ہم سے سب غائب ہو گئے (یعنی واقعی کوئی کام نہ آیا) اور (اس وقت) اپنے کافر ہونے کا اقرار کرنے لگیں گے (لیکن اس وقت کا اقرار محض بے کار اور بعض آیات میں ایسے ہی سوال و جواب کا وقوع قیامت میں بھی مذکور ہے۔سو دونوں موقعوں پر ہونا ممکنؔ ہے اور قیامت میں ان کا یہ حال ہوگا کہ) اللہ تعالیٰ فرماوے گا کہ جو فرقے (کفار کے) تم سے پہلے گزر چکے ہیں جنات میں سے بھی اور آدمیوں میں سے بھی ان کے ساتھؔ تم بھی دوزخ میںؔ جاؤ (چنانچہ) آگے پیچھے سب کفار اس میں داخل ہوں گے اور یہ کیفیت واقع ہوگی کہ) جس وقت بھی کوئی جماعت (کفار کی) داخل (دوزخ) ہوگی اپنی جیسی دوسری جماعت کو (جو انہی جیسے کافر ہوں گے اور ان سے پہلے دوزخ میں جا چکے ہوں گے) لعنت کرے گی (یعنی باہم ہمدردی نہ ہوگی، بلکہ بوجہ انکشاف حقائق کے ہر شخص دوسرے کو بری نظر سے دیکھے گا اور برا کہے گا) یہاں تک کہ جب اس (دوزخ میں سب جمع ہو جاویں گے تو (اس وقت) پچھلے لوگ (جو بعدؔ میں داخل ہوئے ہوں گے اور وہ یہ لوگ ہوں گے جو کفر میں دوسروں کے تابع تھے) پہلے (داخل ہونے والے) لوگوں کی نسبتؔ (یعنی ان لوگوں کی نسبت جو بوجہ رئیس و پیشوائے کفر ہونے کے دوزخ میں پہلے داخل ہوں گے) کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ان لوگوں نے گمراہ کیا تھا سو ان کو دوزخ کا عذاب (ہم سے) دوگنا دیجئے۔اللہ تعالیٰ (ارشاد) فرماویں گے کہ (ان کو دوگنا ہونے سے تم کو کونسی تسلی و راحت ہو جاوے گی بلکہ چونکہ تمہارا عذاب بھی ہمیشہ آناًفاناً بڑھتاؔ جاوے گا اس لئے تمہارا عذاب بھی ان کے دوگنے عذاب ہی جیسا ہو گیا۔پس اس حساب سے) سب ہی کا (عذاب) دوگنا ہے لیکن (ابھی) تم کو (پوری خبر نہیں) کیونکہ ابھی تو عذاب کی ابتداء ہی ہے اس تزاید کو دیکھا نہیں اس لئے ایسی باتیں بنا رہے ہو جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے تضاعفِ عذاب کو اپنے لئے موجب شفائے غیظ و تسلی سمجھ رہے ہو) اور پہلے (داخل ہونے والے) لوگ پچھلے (داخل ہونے والے) لوگوں سے (خدا تعالیٰ کے اس جواب سے مطلع ہو کر) کہیں گے کہ (جب سب کی سزا کی یہ حالت ہے تو) پھر تم کو ہم پر (تخفیف عذاب کے بارہ میں) کوئی فوقیت نہیں (کیونکہ تخفیف نہ ہم کو نہ تم کو) سو تم بھی اپنے کردار (بد) کے مقابلہ میں عذاب (متزائدؔ) کا مزہ چکھتے رہو (یہ حالت تو کفار کی دخولِ نار کی ہوئی اب حرمانِ جنت کی کیفیت سنو کہ) جو لوگ ہماری آیتوں کو جھوٹا بتلاتے ہیں اور ان کے (ماننے) سے تکبر کرتے ہیں ان (کی روح کے صعودؔ کے) لئے (مرنے کے بعد) آسمان کے دروازے نہ کھولے جاویں گے (یہ تو حالت مرنے کے بعد برزخ میں ہوئی) اور (قیامت کے روز) وہ لوگ کبھی جنت میں نہ جاویں گے جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے کے اندر سے نہ چلا جاوے (اور یہ محال ہے پس معلق بالمحال بھی ہمیشہ کے لئے منفی ہوگا) اور ہمؔ ایسے مجرم لوگوں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں (یعنی ہم کو کوئی عداوت نہ تھی جیسا کیا ویسا بھگتا اور اوپر جو دوزخ میں جانا مذکور ہوا ہے وہ آگ ان کو ہر چہار طرف سے محیط ہوگی کہ کسی طرف سے کچھ راحت

نہ ملے چنانچہ یہ حال ہوگا کہ ان کے لئے آتشِ دوزخ کا بچھونا ہوگا اور ان کے اوپر اسی کا اوڑھنا ہوگا اور ہم ایسے ظالموں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں (جن کا ذکر فَمَنْ اَظْلَمُ میں اوپر آیا ہے)

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ : اِنَّ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ روح میں ہے کہ اسی طرح ایسے لوگوں کے لئے دنیا میں ابوابِ ملکوت کشادہ نہیں ہوتے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قوله فی نصيبهم رزق اور عمر كذا فی التفاسير ۱۲۔ ۲؎ قوله قبل حتى مصیبت ہی مصیبت کرو لذكر ما فی البرزخ والآخرة بعده ۱۲۔ ۳؎ قوله فی ضلوا ممکن فلا دليل فيه لمن فسر الآية بحملها على الآخرة وتاويل يتوفون بيستوفون فی المحشر ۱۲۔ ۴؎ قوله فی امم ساتھ ففی بمعنی مع ۱۲۔ ۵؎ قوله فی النار دوزخ میں جاؤ اشارة الى ان فی النار متعلق بقوله ادخلوا ۱۲۔ ۶؎ قوله فی اخراهم بعد میں الی تابع لان الترتيب فی دخول النار باعتبار التفاوت فی الكفر ۱۲۔ ۷؎ قوله فی لاولهم نسبت وفی اخراهم سے اشارة الٰى ان اللام فی الاولی للتعليل وفی الاخرٰی للتبليغ كذا فی الروح ۱۲۔ ۸؎ قوله فی لكل ضعف بڑھتا جاوے گا كما يدل عليه قوله تعالٰى فی النحل زدناهم عذابا فوق العذاب وقوله كلما نضجت الخ وقوله لا يخفف عنهم الآية ۱۲۔ ۹؎ قوله فی فذوقوا العذاب متزائد فاللام للعهد ۱۲۔ ۱۰؎ قوله فی لا تفتح روح کے صعود كما فی حديث طويل رواه احمد وفيه فيستفتح له فلا يفتح ثم قرأ رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تفتح لهم ابواب السماء ولا يدخلون الجنة حتى يلج الجمل فی سم الخياط وفيه فيطرح روحه طرحا ثم قرأ ومن يشرك بالله فكانما خر من السماء فتخطفه الطير او تهوی به الريح فی مكان سحيق ۱۲۔ ۱۱؎ قوله فی المجرمين والظالمين ایسے المراد بالقيد الكفار لان هذا العذاب الشديد مخصوص به ۱۲۔

اللغات: قوله اداركوا اصله تداركوا الحق آخرهم اولهم كذا فی القاموس قلت حاصل معناه اجتمعوا وفيه ايضا ادرك الشئ وبلغ وقته وانتهى دفنی (ومنه) ادارك علمهم فی الآخرة جهلوا علمها ولا علم عندهم من امرها اه۔

النحو: قوله فی الدر المنثور اخرج ابن جرير عن ابی سيار السلمی فقال ان الله تبارك و تعالٰى جعل آدم وذريته فی كفه فقال يا بنی آدم الآية ثم هنهم اه قلت وعليه فسرت الآية ويؤيده قوله تعالٰى فی البقرة قلنا اهبطوا منها جميعا فاما ياتينكم منی هدى الاية فان الظاهر منه ان هذا الخطاب كان قبل ارسال الرسل فی عالم الارواح ولعله كان مع اخذ الميثاق على الربوبية والاصل فی الآيتين المتوافق خصوصاً مع تقارب الالفاظ والله اعلم ۱۲۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَاۤ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَنَزَعْنَا
مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۫ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَاۤ
اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ؕ وَنُوْدُوْۤا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾
وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ؕ قَالُوْا نَعَمْ ۚ
فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَیْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِیْنَ ﴿۴۴﴾ الَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَیَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَهُمْ
بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَبَیْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ یَّعْرِفُوْنَ كُلًّاۢ بِسِیْمٰىهُمْ ۚ وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ
عَلَیْكُمْ ۫ لَمْ یَدْخُلُوْهَا وَهُمْ یَطْمَعُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ
الظّٰلِمِیْنَ ﴿۴۷﴾ وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا یَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِیْمٰىهُمْ قَالُوْا مَاۤ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۸﴾
اَهٰۤؤُلَآءِ الَّذِیْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا یَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ؕ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَیْكُمْ وَلَاۤ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ

النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۚ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ۝۵۱

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے ہم کسی شخص کو اس کی قدرت سے زیادہ کوئی کام نہیں بتاتے اور ایسے لوگ جنت والے ہیں۔ وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور جو کچھ ان کے دلوں میں غبار تھا ہم اس کو دور کر دیں گے۔ ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ لوگ کہیں گے اللہ کا لاکھ لاکھ احسان ہے جس نے ہم کو اس مقام تک پہنچایا اور ہماری کبھی رسائی نہ ہوتی اگر اللہ تعالیٰ ہم کو نہ پہنچاتے واقعی ہمارے رب کے پیغمبر سچی باتیں لے کر آئے تھے اور ان سے پکار کر کہا جائے گا کہ جنت تم کو دی گئی ہے تمہارے اعمال کے بدلے اور اہل جنت اہل دوزخ کو پکاریں گے کہ ہم سے جو ہمارے رب نے وعدہ فرمایا تھا ہم نے تو اس کو واقع کے مطابق پایا سو تم سے جو تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا تم نے بھی اس کو مطابق واقع پایا وہ کہیں گے ہاں۔ پھر ایک پکارنے والا دونوں کے درمیان میں پکارے گا کہ اللہ کی مار ہو اُن ظالموں پر جو اللہ تعالیٰ کی راہ سے اعراض کیا کرتے تھے اور اس کو ٹیڑھا تلاش کرتے رہتے تھے اور وہ لوگ آخرت کے بھی منکر تھے اور ان دونوں کے درمیان ایک آڑ ہوگی اور اعراف کے اوپر بہت سے آدمی ہوں گے۔ وہ لوگ ہر ایک کو ان کے قیافہ سے پہچانیں گے اور اہل جنت کو پکار کر کہیں گے کہ اسلام علیکم۔ ابھی یہ اہل اعراف جنت میں داخل نہ ہوئے ہوں گے اور اس کے امیدوار ہوں گے اور جب انکی نگاہیں اہل دوزخ کی طرف جا پڑیں گی تو کہیں گے اے ہمارے رب ہم کو ان ظالم لوگوں کے ساتھ شامل نہ کیجئے اور اہل اعراف بہت سے آدمیوں کو جن کو کہ ان کے قیافہ سے پہچانیں گے پکاریں گے کہیں گے کہ تمہاری جماعت اور تمہارا اپنے کو بڑا سمجھنا تمہارے کچھ کام نہ آیا۔ کیا یہ وہی ہیں جن کی نسبت تم قسمیں کھا کھا کر کہا کرتے تھے کہ ان پر اللہ تعالیٰ رحمت نہ کرے گا ان کو یوں حکم ہو گیا کہ جاؤ جنت میں' تم پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ تم مغموم ہو گے اور دوزخ والے جنت والوں کو پکاریں گے کہ ہمارے اوپر تھوڑا سا پانی ہی ڈال دو یا اور ہی کچھ دے دو جو اللہ تعالیٰ نے تم کو دے رکھا ہے۔ جنت والے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں چیزوں کی کافروں کے لئے بندش کر رکھی ہے۔ جنہوں نے دنیا میں اپنے دین کو لہو و لعب بنا رکھا تھا اور جن کو دنیوی زندگانی نے دھوکا میں ڈال رکھا تھا۔ سو ہم بھی آج کے دن ان کا نام نہ لیں گے جیسا کہ انہوں نے اس دن کا نام تک نہ لیا اور جیسا کہ یہ ہماری آیتوں کا انکار کیا کرتے تھے۔ ۝

تفسیر ربط: اوپر سزائے مکذبین کی تفصیل تھی آگے جزائے مؤمنین کی تفصیل ہے۔ **تفصیل جزائے مؤمنین:** وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (الی قولہ تعالیٰ) بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ اور جو لوگ (آیات الہیہ پر) ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے (اور یہ نیک کام چنداں مشکل بھی نہیں کیونکہ ہماری عادت ہے کہ ہم کسی شخص کو اس کی قدرت سے زیادہ کوئی کام نہیں بتلاتے (یہ جملہ معترضہ تھا غرض) ایسے لوگ جنت (میں جانے) والے ہیں (اور) وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور (ان کی حالت اہل دوزخ کی سی نہ ہوگی جن میں وہاں بھی تلاعن و تباغض رہے گا بلکہ ان کی یہ کیفیت ہوگی کہ) جو کچھ ان کے دلوں میں (کسی معاملہ کی وجہ سے دنیا میں باقتضاء طبعی) غبار (اور رنج) تھا ہم اس کو (بھی) دور کر دیں گے (کہ باہم خوب الفت سے رہیں گے اور) ان کے (مکانات کے) نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ لوگ (غایت فرح و سرور سے) کہیں گے اللہ کا لاکھ لاکھ احسان ہے جس نے ہم کو اس مقام تک پہنچایا اور ہماری کبھی (یہاں تک) رسائی نہ ہوتی اگر اللہ تعالیٰ ہم کو نہ پہنچاتے (اس میں یہ بھی آ گیا کہ یہاں تک پہنچنے کا جو طریقہ تھا ایمان اور اعمال وہ ہم کو بتلایا اور اس پر چلنے کی توفیق دی) واقعی ہمارے رب کے پیغمبر سچی باتیں لے کر آئے تھے (چنانچہ انہوں نے جن اعمال پر جنت کا وعدہ کیا تھا وہ سچا ثابت ہوا) اور ان سے پکار کر کہا جاوے گا کہ یہ جنت تم کو دی گئی ہے تمہارے اعمال (حسنہ) کے بدلے۔ **ف:** یہ ندا کرنے والا ایک فرشتہ ہوگا جیسا درمنثور میں بروایت ابن ابی حاتم کے ابی معاذ بصری سے مرفوعاً منقول ہے اس کے الفاظ یہ ہیں فيذهب الملك فيقول: سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اور بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ سے ظاہراً اعمال کا سبب دخول جنت ہونا معلوم ہوتا ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ اعمال کے سبب کوئی جنت میں نہ جاوے گا بلکہ رحمت الٰہی کے سبب جاویں گے۔ اصل یہ ہے کہ آیت میں سبب ظاہری مراد ہے اور حدیث میں سبب حقیقی۔ پس ظاہری کے اثبات اور حقیقی کی نفی میں کوئی تعارض نہیں۔

ربط: اوپر اہل جنت و اہل نار کی جزا و سزا کی تفصیل تھی آگے بطور تتمہ کے ان میں جو باہم مکالمات و مخاطبات ہوں گے ان کا بیان ہے اور ان کے ساتھ اہل اعراف کا بھی جن کی حالت ابتداء میں بین بین ہوگی کچھ حال اور مقال مذکور ہے۔

مکالمات اہل جنت و اہل اعراف و اہل نار ☆ وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ (الی قولہ تعالیٰ) وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ۝ (جب اہل جنت جنت میں جا پہنچیں گے اس وقت وہ) اہل جنت اہل دوزخ کو (اپنی حالت پر خوشی ظاہر کرنے کو اور ان کی حسرت بڑھانے کو) پکاریں گے کہ ہم سے جو ہمارے رب نے

وعدہ فرمایا تھا (کہ ایمان اور اعمال صالحہ اختیار کرنے سے جنت دیں گے) ہم نے تو اس کو واقع کے مطابق پایا سو (تم بتلاؤ کہ) تم سے جو تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا (کہ کفر کے سبب دوزخ میں پڑو گے) تم نے بھی اس کو مطابق واقع کے پایا (یعنی اب تو حقیقت اللہ ورسول کے صدق اور اپنی گمراہی کی معلوم ہوئی) وہ (اہل دوزخ جواب میں) کہیں گے ہاں (واقعی سب باتیں اللہ ورسول کی ٹھیک نکلیں) پھر (ان دوزخیوں کی حسرت اور جنتیوں کی مسرت بڑھانے کو) ایک پکارنے والا (یعنی کوئی فرشتہ) دونوں (فریق) کے درمیان میں (کھڑا ہوکر) پکارے گا کہ اللہ کی مار ہو ان ظالموں پر جو اللہ کی راہ (یعنی دین حق) سے اعراض کیا کرتے تھے اور اس (دین حق) میں (ہمیشہ بزعم خود) کجی (کی باتیں) تلاش کرتے رہتے تھے (کہ اس میں عیب اور اعتراض پیدا کریں) اور وہ لوگ (اس کے ساتھ) آخرت کے بھی منکر تھے (جس کا نتیجہ آج بھگت رہے ہیں یہ کلام تو اہل جنت کا اور ان کی تائید میں اس سرکاری منادی کا مذکور ہوا آگے اعراف والوں کا ذکر ہے) اور ان دونوں (فریق یعنی اہل جنت واہل دوزخ) کے درمیان ایک آڑ (یعنی دیوار) ہوگی (جس کا ذکر سورۂ حدید میں ہے فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ الخ اس کا خاصہ یہ ہوگا کہ جنت کا اثر دوزخ تک اور دوزخ کا اثر جنت تک نہ جانے دے گی۔ رہا یہ کہ پھر گفتگو کیونکر ہوگی۔ سو ممکن ہے کہ اس دیوار میں جو دروازہ ہوگا جیسا سورۂ حدید میں ہے بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ اس باب میں سے یہ گفتگو ہو جاوے یا ویسے ہی آواز پہنچ جاوے) اور (اس دیوار کا یا اس کے بالائی حصہ کا نام اعراف ہے اور اس پر جنتی اور دوزخی سب نظر آویں گے سو) اعراف کے اوپر بہت سے آدمی ہوں گے (جن کی حسنات اور سیئات میزان میں برابر وزن کی ہوئیں) وہ لوگ (اہل جنت اور اہل دوزخ میں سے) ہر ایک کو (علاوہ جنت اور دوزخ کے اندر ہونے کی علامت کے) ان کے قیافہ سے (بھی) پہچانیں گے (قیافہ یہ کہ اہل جنت کے چہروں پر نورانیت اور اہل دوزخ کے چہروں پر ظلمت اور کدورت ہوگی جیسا دوسری آیت میں ہے وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ۔ ضَاحِكَةٌ الخ) یہ (اہل اعراف) اہل جنت کو پکار کر کہیں گے السلام علیکم ابھی یہ اہل اعراف جنت میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے اور اس کے امیدوار ہوں گے (چنانچہ حدیثوں میں آیا ہے کہ ان کی امید پوری کر دی جاوے گی اور جنت میں جانے کا حکم ہو جاوے گا) اور جب ان کی نگاہیں اہل دوزخ کی طرف جا پڑیں گی تو (اس وقت ہول کھا کر) کہیں گے اے ہمارے رب ہم کو ان ظالم لوگوں کے ساتھ (عذاب میں) شامل نہ کیجئے اور (جیسے ان اہل اعراف نے اوپر اہل جنت سے سلام وکلام کیا (اسی طرح یہ) اہل اعراف (دوزخیوں میں سے) بہت سے آدمیوں کو (جو کہ کافر ہوں گے اور) جن کو کہ ان کے قیافہ (ظلمت وکدورتِ چہرہ) سے پہچانیں گے کہ یہ کافر ہیں پکاریں گے اور کہیں گے کہ تمہاری جماعت اور ہمارا اپنے کو بڑا سمجھنا (اور انبیاء کا اتباع نہ کرنا) تمہارے کچھ کام نہ آیا (اور تم اسی تکبر کی وجہ سے مسلمانوں کو حقیر سمجھ کر یہ بھی کہا کرتے تھے کہ یہ بیچارے کیا مستحق فضل وکرم ہوتے جیسا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا [الأنعام: ۵۳] سے بھی یہ مضمون مفہوم ہوتا ہے لو ان مسلمانوں کو تو اب دیکھو) کیا یہ (جو جنت میں عیش کر رہے ہیں) وہی (مسلمان) ہیں جن کی نسبت تم قسمیں کھا کھا کر کہا کرتے تھے کہ ان پر اللہ (اپنی) رحمت نہ کرے گا (لو ان پر تو اتنی بڑی رحمت ہوئی کہ) ان کو یہ حکم ہو گیا کہ جاؤ جنت میں (جہاں) تم پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ تم مغموم ہوگے (اور اس کلام میں جو رجالاً کی تخصیص کی غالباً وجہ اس کی یہ معلوم ہوتی ہے کہ ہنوز عصاۃ مؤمنین بھی دوزخ میں پڑے ہوں گے قرینہ اس کا یہ ہے کہ جب اہل اعراف ہنوز امید جنت میں ہیں اور داخل جنت نہیں ہوئے تو عصاۃ جن کے سیئات اہل اعراف کے سیئات سے زیادہ ہیں ظاہر اً بدرجہ اولیٰ دوخ سے ابھی نہ نکلے ہوں گے مگر ایسے لوگ اس کلام کے مخاطب نہ ہوں گے واللہ اعلم) اور (جس طرح اوپر جنت والوں نے دوزخ والوں سے گفتگو کی اسی طرح) دوزخ والے جنت والوں کو پکاریں گے کہ (ہم مارے بھوک اور پیاس اور گرمی کے بے دم ہوئے جاتے ہیں خدا کے واسطے) ہمارے اوپر تھوڑا پانی ہی ڈال دو (شاید کچھ تسکین ہو جاوے) یا اور ہی کچھ دے دو جو اللہ تعالیٰ نے تم کو دے رکھا ہے (اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ امید کر کے مانگیں گے کیونکہ غایت اضطراب میں بعید از توقع باتیں بھی منہ سے نکلا کرتی ہیں) جنت والے (جواب میں) کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں چیزوں کی (یعنی جنت کے کھانے اور پانی کی) کافروں کے لئے بندش کر رکھی ہے جنہوں نے دنیا میں اپنے دین کو (جس کا قبول کرنا ان کے ذمہ واجب تھا) لہو ولعب بنا رکھا تھا اور جن کو دنیوی زندگانی نے دھوکہ (اور غفلت) میں ڈال رکھا تھا (اس لئے دین کی کچھ پرواہ ہی نہ کی اور یہ دار الجزاء ہے جب دین نہیں اس کا ثمرہ کہاں۔ آگے حق تعالیٰ اہل جنت کے اس جواب کی تصدیق وتائید میں فرماتے ہیں) سو (جب ان کی دنیا میں یہ حالت تھی تو) ہم بھی آج (قیامت) کے روز ان کا نام نہ لیں گے (اور کھانا پینا خاک نہ دیں گے) جیسا انہوں نے (اس عظیم الشان) دن کا نام تک نہ لیا اور جیسا یہ ہماری آیتوں کا انکار کیا کرتے تھے۔

ف: درمنثور میں مرفوع وموقوف روایات اس مقام میں اور سورۂ حدید کی آیت : فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ الخ میں بہت سی مذکور ہیں جن سے یہ امور مستفاد ہوتے ہیں اعراف اور سور ایک چیز ہے اہل اعراف وہ ہیں جن کے حسنات اور سیئات مساوی ہیں۔ اہل اعراف آخر میں جنت میں داخل کر دیئے جاویں گے ونیز دلالۃ النص سے ان کا داخل جنت ہونا معلوم ہوتا ہے کیونکہ عصاۃ اہل نار باوجود غلبۂ سیئات کے جب دوزخ سے نکل آویں گے تو اہل اعراف بدرجۂ اولیٰ نکلیں گے۔ جیسا کہ اثنائے تقریر ترجمہ میں رجالاً کی تخصیص کے فائدہ میں عصاۃ کا اس وقت تک دوزخ میں رہنا نیز دلالۃ النص سے ثابت کیا گیا ہے اور جو

گفتگو باہمی ہوگی اس میں دو احتمال ہیں یا تو کیف ما اتفق بعض کی بعض سے ہو یا خاص جان پہچان والوں سے ہو۔ واللہ اعلم۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ اسی طرح شیخ بھی مرید کو باب اصلاح میں اس کے تحمل سے زیادہ اس کو تکلیف نہیں دیتا۔ قولہ تعالیٰ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ روح میں ہے کہ ان کے قلوب میں جو بمقتضائے طبیعت بعض معاملات دنیویہ کے سبب کچھ مخفی عداوت و کینہ تھا وہ نکال دیں گے اھ اس سے ثابت ہوا کہ جو کینہ طبعی غیر اختیاری ہو وہ دخولِ جنت سے مانع نہیں۔ قولہ تعالیٰ: وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ اس سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ وصول الی المقصود وہبی ہے کسبی نہیں اور جس کسب کا ظاہراً کچھ دخل بھی ہے وہ کسب خود وہبی ہے۔ قولہ تعالیٰ: وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ بعض نے کہا ہے کہ چونکہ یہ کفار شکم کے بندے اور کھانے پینے کے حریص تھے تو اسی حالت میں مرے اور اسی حالت پر ان کا حشر ہوا کہ کھانا اور پانی ہی مانگتے رہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ذمائم بعد مرگ بھی باقی رہتے ہیں۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله في** الحمد لا کھ لا کھ احسان افاده كون اللام للاستغراق وكون الحمد اعم من الشكر ۱۲۔ ۲ **قوله في** نادی اپنی حالت الخ اشار الى ان الكلام ليس للاخبار ولا للاستخبار ۱۲۔ ۳ **قوله في** يصدون اعراض فهو لازم كما في قوله منهم من آمن به ومنهم من صد عنه ۱۲۔ ۴ **قوله في** اعراف بالائی لما في الروح اعراف الحجاب اى اعاليه وهو السور المضروب بينهما جمع عرف منستعار من عرف الديك اه (لارتفاعه على ما سواه من جسده) وفي المعالم عن السدى انم سمى السور اعرافا لان اصحابه يعرفون الناس اه فحصل ان الاعراف اما السور واما اعاليه ۱۲۔ ۵ **قوله في** ادخلوا حکم اشارة الى انه من قول اهل الاعراف بتقدير قيل ولم اره لغيرى وهو عندى خال عن التكلف ۱۲۔ ۶ **قوله في** رزقكم دےدو اشارة الى ان الكلام من قبيل علفتها تبنا و ماء باردا اى وسقيتها ۱۲۔ ۷ **قوله في** ننساهم نام نہ لیں گے اشارة الى كونه مجازا عن الترك ۱۲۔ ۸ **قوله في** وما كانوا اور جيسا اشارة الى كونه معطوفا على نسوا وداخلا في حيز الكاف وهى للتعليل ليصح في الفعلين لا للتشبيه ۱۲۔

النحو: لو لا ان هدانا جوابه محذوف لدلالة ما قبله عليه وليس اياه لامتناع تقدم الجواب على الصحيح كذا في الروح ۱۲۔

البلاغۃ: قوله لا نكلف معترضة للترغيب في اكتساب ما يؤدى الى النعيم المقيم ببيان سهولة مناله ۱۲۔ قوله الحمد لله قصد به التلذذ لا التعبد فان امثال هذا الكلام في امثال هذا المقام مما لا يتمالك ان لا يقوله ۱۲۔ قوله اورثتموها فيه مجاز اى اعطيتموها والنكتة في هذا التعبير الاشارة الى ان الميراث كما يحصل بلا اكتساب كذلك الجنة ليس في نيلها كبير دخل للاكتساب بل مدارها محض الفضل ۱۲۔

وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۵۳﴾ ع ۱۲ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۫ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۵۴﴾ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۵۵﴾ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ؕ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ حَتّٰٓى اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾

وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ۭ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ﴿۵۸﴾ ۷ ع ۱۴

اور ہم نے ان لوگوں کے پاس ایک ایسی کتاب پہنچادی ہے جس کو ہم نے اپنے علم کامل سے بہت ہی واضح کر کے بیان کر دیا ہے ذریعہ ہدایت اور رحمت ان لوگوں کے لئے جو ایمان لے آتے ہیں۔ ان لوگوں کو اور کسی بات کا انتظار نہیں صرف اس کے اخیر نتیجے کا انتظار ہے۔ جس روز اس کا اخیر نتیجہ پیش آئے گا' اس روز جو لوگ اس کو پہلے سے بھولے ہوئے تھے یوں کہنے لگیں گے کہ واقعی ہمارے ربّ کے پیغمبر سچی سچی باتیں لائے تھے۔ سو اب کیا کوئی میرا سفارشی ہے کہ وہ ہماری سفارش کر دے۔ یا کیا ہم پھر واپس بھیجے جاسکتے ہیں تاکہ ہم لوگ ان اعمال کے جن کو ہم کیا کرتے تھے برخلاف دوسرے اعمال کریں بے شک ان لوگوں نے اپنے کو خسارہ میں ڈال دیا اور جو باتیں تراشتے تھے سب گم ہو گیا۔ بے شک تمہارا ربّ اللہ ہی ہے۔ جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا۔ پھر عرش پر قائم ہوا۔ چھپا دیتا ہے شب سے دن کو ایسے طور پر کہ وہ شب اس دن کو جلدی آلیتی ہے اور سورج چاند اور دوسرے ستاروں کو پیدا کیا۔ ایسے طور پر کہ سب اس کے حکم کے تابع ہیں۔ یاد رکھو اللہ ہی کے لئے خالص ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا۔ بڑی خوبیوں سے بھرے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ جو تمام عالم کے پروردگار ہیں۔ تم لوگ اپنے پروردگار سے دعا کیا کرو تذلل ظاہر کر کے بھی اور چپکے چپکے بھی (البتہ یہ بات واضح رہے کہ) واقعی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ناپسند کرتے ہیں جو حد سے نکل جائیں اور دنیا میں بعد اس کے کہ اس کی درستی کر دی گئی ہے فساد مت پھیلاؤ اور تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اور امیدوار رہتے ہوئے بیشک اللہ تعالیٰ کی رحمت نزدیک ہے نیک کام کرنے والوں کے اور وہ (اللہ) ایسا ہے کہ اپنی باران رحمت سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے کہ وہ خوش کر دیتی ہیں یہاں تک کہ جب وہ ہوائیں بھاری بادلوں کو اُٹھالیتی ہیں تو ہم اس بادل کو کسی خشک زمین کی طرف ہانک لے جاتے ہیں پھر اس بادل سے پانی برساتے ہیں پھر اس پانی سے ہر قسم کے پھل نکالتے ہیں۔ یوں ہی ہم مردوں کو نکال کھڑا کریں گے۔ تاکہ تم سمجھو اور جو سرزمین ستھری ہوتی ہے اس کا پیداوار تو خدا کے حکم سے خوب نکلتا ہے اور جو خراب ہے اس کا پیداوار (اگر نکلا بھی) بہت کم نکلتا ہے۔ اسی طرح ہم (ہمیشہ) دلائل کو طرح طرح سے بیان کرتے رہتے ہیں۔ ان لوگوں کے لئے جو قدر کرتے ہیں۔

تفسیر ربط: اوپر تفصیل جزا و سزا کی بیان کی گئی ہے آگے یہ فرماتے ہیں کہ اس واشگاف بیان کا اور نیز دیگر مضامین قرآنیہ کا تو مقتضا یہ ہے کہ کفر و مخالفت سے باز آجاویں۔ چنانچہ اہل ایمان اس سعادت سے مشرف ہوتے بھی ہیں لیکن کفار و معاندین کی اس درجہ قساوت بڑھی ہے کہ یہ قبل وقوع سزا کے نہ مانیں گے لیکن اس وقت ماننا کام نہ آوے گا۔

ہدایت بودن قرآن باز بدو منتفع نبودن اہل طغیان ☆ وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ (الی قولہ تعالی) وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۵۳﴾ اور ہم نے ان لوگوں کے پاس ایک ایسی کتاب پہنچادی ہے (یعنی قرآن) جس کو ہم نے اپنے علم کامل سے بہت ہی واضح واضح کر کے بیان کر دیا ہے (اور یہ بیان سب کے سنانے کو کیا ہے لیکن) ذریعہ ہدایت اور رحمت ان (ہی) لوگوں کے لئے (ہوا) ہے جو (اس کو سن کر) ایمان لے آتے ہیں (اور جو باجود اتمام حجت ایمان نہیں لاتے ان کی حالت سے ایسا مترشح ہوتا ہے کہ) ان لوگوں کو اور کسی بات کا انتظار نہیں صرف اس (قرآن) کے (بتلائے ہوئے) اخیر نتیجہ (یعنی وعدہ سزا) کا انتظار ہے (یعنی وعید ثابت بالدلیل سے نہیں ڈرتے تو گویا خود اس ما بہ الوعید کا وقوع چاہتے ہوں گے سو) جس روز اس کا (بتلایا ہوا) اخیر نتیجہ پیش آوے گا (جس کی تفصیل دوزخ وغیرہ اوپر مذکور ہوئی) اس روز جو لوگ اس کو پہلے سے بھولے ہوئے تھے (مضطر ہو کر) یوں کہنے لگے کہ واقعی ہمارے رب کے پیغمبر (دنیا میں) سچی سچی باتیں لائے تھے (مگر ہم سے حماقت ہوئی) سو اب کیا کوئی ہمارا سفارشی ہے کہ وہ ہماری سفارش کر دے یا کیا ہم پھر (دنیا میں) واپس بھیجے جاسکتے ہیں تاکہ ہم لوگ (پھر دنیا میں جا کر) ان اعمال (بد) کے جن کو ہم کیا کرتے تھے برخلاف دوسرے اعمال (نیک) کریں (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اب کوئی صورت نجات کی نہیں) بیشک ان لوگوں نے اپنے کو (کفر کر کے) خسارہ میں ڈال دیا اور یہ جو جو باتیں تراشتے تھے (اس وقت) سب گم ہو گیا (اب بجز سزا کے اور کچھ نہ ہو گا)

ربط: اوپر معاد کی تفصیل تھی چونکہ مشرکین دوبارہ زندہ ہونے کو مستبعد سمجھتے تھے اس لئے آگے اپنی قدرت اور تصرفِ کامل کا بیان فرماتے ہیں جس کو سماوات والارض کی تخلیق کے ذکر سے شروع فرمایا اور بارش کے ذکر پر جس کا اثر حیات ارض میتہ ہے ختم کیا۔ چنانچہ: كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى کی تصریح سے اس کی مقصودیت کی تائید ہوتی ہے و نیز ضَلَّ عَنْهُمْ [الأنعام: ۲٤] میں شرکاء کا کام نہ آنا مذکور تھا اور اس سے شرک کا ابطال ہوتا تھا اس مناسبت سے آگے توحید کا بیان فرمایا و نیز اوپر قرآن سے باوجود اس کے خطاب عام ہونے کے صرف مؤمنین کا منتفع ہونا مذکور تھا آیت: وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ میں اس کی مثال ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے

باراں کہ در لطافتِ طبعش خلاف نیست ☆ در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

چنانچہ درمنثور میں اس تمثیل سے اس کی تفسیر کرنا بہت سے سلف سے نقل کیا ہے۔

اثبات توحید و قدرت و مثال بعث و مثال منتفع بقرآن ☆ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ (الی قولہ تعالی) كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ﴿۵۸﴾ بیشک تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے سب آسمانوں اور زمین کو چھ روز (کے برابر وقت) میں پیدا کیا پھر عرش پر (جو مشابہ ہے تخت سلطنت کے اس طرح) قائم (اور جلوہ فرما) ہوا (جو

کہ اس کی شان کے لائق ہے) جس سے سننے والے کے قلب میں بلزوم عرفی دو شانیں متحضر ہو جاتی ہیں ایک رفعت وعلو دوسری احکام شاہی کا صدور کیونکہ عادتاً تخت شاہی پر جلوہ افروز ہونے کے لئے یہ دو امر لازم ہیں چنانچہ دوسری شان کا آگے بھی ذکر ہے کہ) چھپا دیتا ہے شب (کی تاریکی) سے دن (کی روشنی) کو (یعنی شب کی تاریکی سے دن کی روشنی پوشیدہ اور زائل ہو جاتی ہے) ایسے طور پر کہ وہ شب اس دن کو جلدی سے آلیتی ہے (یعنی دن آناً فاناً گزرتا معلوم ہوتا ہے حتیٰ کہ دفعۃً رات آجاتی ہے) اور سورج اور چاند اور دوسرے ستاروں کو پیدا کیا ایسے طور پر کہ سب (اپنی رفتار وانوار وآثار میں) اس کے حکم (تکوینی) کے تابع ہیں (کہ جس طرح اللہ تعالیٰ ان میں تصرف کرنا چاہیں کرتے ہیں) یاد رکھو اللہ ہی کے لئے خاص ہے خالق ہونا (جیسا خلق سے معلوم ہوا) اور حاکم ہونا (جیسا بامرہ سے معلوم ہوا) بڑی خوبیوں کے بھرے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ جو تمام عالم کے پروردگار ہیں (انہی خوبیوں میں خالق ہونا اور حاکم ہونا ہے اور جب پروردگار میں ایسی خوبیاں ہیں تو) تم لوگ (ہر حالت اور ہر حاجت میں) اپنے پروردگار سے دعا کیا کرو تذلل ظاہر کر کے بھی اور چپکے چپکے بھی (البتہ یہ بات) واقعی (ہے کہ) اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ناپسند کرتے ہیں جو (دعا میں) حد (ادب) سے نکل جاویں (مثلاً محالات عقلیہ یا محالات شرعیہ یا مستبعدات عادیہ معاصی یا بیکار چیزیں مانگنے لگیں مثلاً خدائی یا نبوت یا فرشتوں پر حکومت غیر منکوحہ عورت سے تمتع یا فردوس کے داہنی طرف کا سفید محل اور امثال اس کے مانگنے لگے یہ سب ادب کے خلاف ہے ہاں جنت یا فردوس کی دعا مطلوب ہے اس میں یہ فضول قیدیں ممنوع ہیں) اور دنیا میں بعد اس کے کہ (تعلیم توحید وبعثت انبیاء وایجاب احکام شرعیہ سے) اس کی درستی کر دی گئی ہے فساد مت پھیلاؤ (یعنی امور حقہ توحید وغیرہ کے ماننے اور ان پر چلنے سے جن کی اوپر تعلیم ہے عالم میں امن قائم ہوتا ہے تم تعلیم مذکور کو چھوڑ کر نقض امن مت کرو) اور جیسا تم کو اوپر خاص دعا کرنے کا حکم ہوا ہے اسی طرح بقیہ عبادات کا حکم کیا جاتا ہے کہ) تم اللہ تعالیٰ کی عبادت (جس طریق سے تم کو بتلا دیا ہے) کیا کرو خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اور امیدوار رہتے ہوئے (یعنی عبادت کر کے نہ تو ناز ہو اور نہ مایوسی ہو آگے عبادت کی ترغیب ہے کہ) بیشک اللہ تعالیٰ کی رحمت نزدیک ہے نیک کام کرنے والوں سے اور وہ (اللہ) ایسا ہے کہ اپنے باران رحمت سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے کہ وہ (بارش کی امید دلا کر دل کو) خوش کر دیتی ہیں یہاں تک کہ جب وہ ہوائیں بھاری بادلوں کو اٹھا لیتی ہیں تو ہم اس بادل کو کسی خشک سرزمین کی طرف ہانک لے جاتے ہیں پھر اس بادل سے پانی برساتے ہیں پھر اس پانی سے ہر قسم کے پھل نکالتے ہیں (جس سے مثل تصرفات بالا توحید ہماری بھی ثابت ہوتی ہے اور قدرت علی البعث بھی ثابت ہوتی ہے چنانچہ) یوں ہی (قیامت کے روز) ہم مردوں کو (زمین سے) نکال کھڑا کریں گے (یہ سب اس لئے سنایا) تاکہ تم سمجھو (کہ جو اس مذکور پر قادر ہے وہ بعث پر بھی قادر ہے) اور (گو ہمارا کلام ہدایت کے لئے فی نفسہ کافی ہے جس کا مقتضا یہ تھا کہ اس کو سن کر سمجھ کر سب توحید و رسالت وبعث وغیرہ امور حقہ کے قائل ہو جاتے لیکن قابل وناقابل کے تفاوت سے کوئی منتفع ہوتا ہے کوئی نہیں اس کی مثال اسی بارش مذکور ہی کے آثار میں غور کر کے سمجھ لو کہ) جو سرزمین ستھری ہوتی ہے اس کا پیداوار تو خدا کے حکم سے خوب نکلتا ہے اور جو خراب ہے اس کا پیداوار (اگر نکلا بھی تو) بہت کم نکلتا ہے (اور جس طرح ہم نے یہاں دلائل قاطعہ بیان کئے ہیں) اسی طرح ہم (ہمیشہ دلائل کو طرح طرح سے بیان کرتے رہتے ہیں (مگر وہ سب) ان (ہی) لوگوں کے لئے (نافع ہوتے ہیں) جو (ان کی) قدر کرتے ہیں (اور ان کو اپنی فلاح کی چیز سمجھ کر ان میں غور کرتے اور ان پر عمل کرتے ہیں)

ف: خلاصہ ان آیات کا جیسا کہ تمہید میں بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ جب حق تعالیٰ کے یہ کمالات ذاتی وصفاتی ثابت ہوئے تو عبادت اور طلب حاجت میں ان کے ساتھ کسی کو شریک مت کرو اور ان کی قدرت کو اور نمونہ کو پیش نظر رکھ کر بعث کا انکار مت کرو اور ہم نے بیان کافی کر دیا اگر کوئی نہ مانے تو مثل زمین شورہ کے اس کی ناقابلیت ہے اور یہ جو فرمایا کہ ہوا بادل کو اٹھا لیتی ہے اٹھانے کا مطلب یہ ہے کہ بادل کے اجزاء کو ہوا باہم ملا دیتی ہے دوسرے یہ کہ ہوا کی وجہ سے وہ اجزاء معلق رہتے ہیں ورنہ مرکز کی طرف مائل ہو جاتے۔ تیسرے یہ کہ ہوا کے سبب ایک جگہ سے دوسری جگہ بادل پہنچتا ہے **کذا فی الکبیر** اور یہ جو فرمایا کہ بارش سے پہلے ہوا آتی ہے مراد باعتبار غالب کے ہے پس ایک کا بدوں دوسرے کے ہونا محل اشکال نہیں **کذا فی الکبیر**۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ سلف کا مذہب ایسے نصوص میں تفویض مراد کی حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف ہے یعنی جو استواء حق تعالیٰ نے مراد لیا ہے اور وہ حق تعالیٰ کی شان کے موافق ہے وہی مراد ہے اور اکثر حضرات صوفیہ کا یہی مذہب ہے۔ قولہ تعالیٰ: اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ روح میں ہے کہ سفیان بن عیینہ نے اس سے کلام الٰہی کا غیر مخلوق ہونا مستنبط کیا ہے یعنی کلام حق اس کا امر تو یقیناً ہے اور امر کو مقابل فرمایا ہے خلق کا تو معلوم ہوا کہ وہ خلق سے منزہ ہے اور یہ استدلال کچھ نہیں اس لئے کہ یہاں دوسری تفسیر بھی محتمل ہے جیسا کہ ابن ابی حاتم نے روایت کی ہے کہ خلق تو ماتحت عرش کے ہے اور امر مافوق عرش کے ہے آہ حاصل اس تفسیر ثانی کا یہ ہو سکتا ہے کہ خلق مادیات کے ساتھ خاص ہے تو کلام اللہ وامر کی مادیت کی نفی سے غیر مخلوق ہونا لازم نہیں آتا اور اس سے مجردات پر عالم امر کے اطلاق کی صحت معلوم ہوتی ہے اور صوفیہ نے جو لطائف کو عالم امر سے کہا ہے اور اس کو فوق العرش بھی کہا ہے اس سے اس کی اصل نکل آئی یعنی فوق العرش کی تفسیر یہی ہے کہ وہ مادیات میں سے نہیں تو اس بناء پر صوفیہ کے ان احکام کی اصل سلف سے بھی معلوم ہوتی ہے اور ممکن ہے کہ وہ دوسری

تفسیر محتمل یہ ہو کہ الامر تخصیص بعد التعمیم ہو یعنی پیدا کرنا بھی اسی کا کام ہے اور حکم کرنا بھی کہ ایک فرد ہے پیدا کرنے کی یعنی خطاب کو پیدا کرنا تو اس بناء پر اس میں صوفیہ کی یہ تائید نہ ہوگی۔ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً فی الروح ای اعبدوہ تضرعا خفیة اشارة الی طریق الجلوة والخلوة اوادعوہ بالجوارح والقلب انه لا یحب المعتدین المتجاوزین هما امروا به بترك الامتثال او الذین یطلبون منه سواہ آہ۔) قولہ تعالیٰ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً اس میں اشارہ ہے طریق جلوت و خلوت کی طرف یا عبادت جوارح وقلب کی طرف۔ قولہ تعالیٰ: وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ وَالَّذِیْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا یہ اس شخص کی مثال ہے جس میں وعظ مؤثر ہوتا ہے اور جس میں مؤثر نہیں ہوتا یعنی طیب الاستعداد و فاسد الاستعداد کی پس اس میں مسئلہ استعداد کی دلیل ہے۔

ملحقات الترجمة: ۱ **قوله** فی علی علم اپنے علم سے اشارة الی انه حال من فاعل فصلنا ومعناه عالمین علی اکمل وجه حتی جاء حکیما متقنا ۱۲۔ ۲ **قوله** فی ینظرون گویا اشارة الی ان المراد انهم بمنزلة المنتظرین فلا یقال کیف ینتظرونه وهم جاحدون کذا فی الروح ۱۲۔ ۳ **قوله** فی نرد کیا اشارة الی عطفه علی الجملة قبله داخل معه فی حکم الاستفهام ای هل لنا من شفعاء او هل نرد الخ ۱۲۔ ۴ **قوله** فی ستة ایام برابر کما فی الروح ای فی بمقدار ستة ایام کقوله تعالیٰ ولهم رزقهم فیها بکرة وعشیا فان المتعارف ان الیوم من طلوع الشمس الی غروبها ولم تکن هی حینئذ ۱۲۔ ۵ **قوله** جو اس کی شان الخ هذا هو الذی علیه جمهور السلف من حمل الاستواء علی الحقیقة المبهمة لنا (فهذه الحقیقة عامة للحقیقة) للغویة والمجاز اللغوی) ثم تفویضها الی الله تعالیٰ والمنع علی الخوض فهاء وما الکلام علی الاستواء مع اقسام المتشابه واحکامه مفصلا فی رسالة التواجه المذکورة فی حاشیة آیة المتشابهات من آل عمران مع ضمیمة الرسالة وهذا المنع معقول لان ادراکنا قاصر عنه کما یمنع الا کمه عن الخوض کنه اللون بعین هذه العلة وایاك ان تقیس استواہ مثلا علی بعض التفاسیر علی استواك لان الصفة تختلف حقیقتها باختلاف الموصوف کما ان استقرار زید علی شیء یغایر بکهنه استقرار الرأی علی امر وکما ان طول الخشب یغایر بکهنه طول اللیل مع کون کل من الاستواء والطول حقیقیاً واذا کان المستوی غیر معلوم الکنه فکان الاستواء لا محالة غیر معلوم الکنه فای وجه یقاس مجهول الکنه علی معلوم الکنه کیف ومثل استوائك یستحیل علیه تعالیٰ للدلائل العقلیة عند الخواص وهی مذکورة فی الکتب الکلامیة وعند العوام لان استواء اعظم الجبال بل اصغرها علی الجزء الذی لا یتجزی لیس باستواء فی لغة نزل بها القرآن مع کونهما متناهین فکیف اذا کان احد الشیئین متنا هیًا والآخر غیر متناہ هذا کله کان علی مذهب السلف واختار الخلف مسلك التاویل لمصلحة سهولة فهمه العوام ولهذا التاویل وجوه اقربها الی العربیة واوفقها بقوله تعالیٰ یدبر الامر ونحوه حمله علی التدبیر فقوله تعالیٰ یدبر الامر تفسیر الاستواء عند الخلف و بیان للحکمة (کما ستاتی) عند السلف ولا یرد علی الخلف ان الملك لم یزل الله تعالیٰ فما معنی تاخیرة عن خلق العالم لانی اقول ان المراد التدبیر الخاص فی السمٰوت والارض وظاهر انه یتاخر عن خلقهما ولا یلزم منه حدوث الصفة بل حدوث الفعل ولا محذور فیه فافهم ۱۲۔ ۶ **قوله** جس سے سننے والے کے الخ اشارة الی حکمة بیان الاستواء وتفصیل الحکمة فی رسالتنا المسماة بتمهید الفرش فی تحدید العرش ۱۲۔ ۷ **قوله** فی یغشی چھپا دیتا ہے ولم افسر بالعکس مع احتماله لان باخترته یتاید بقوله تعالیٰ واللیل اذا یغشی فانه نص فی کون اللیل غاشیا والمحتمل یرجع الی النص ثم تخصیص کون اللیل غاشیا بالذکر دون عکسه مع ان الواقع کلاهما فلعله لکونه اول علی القدرة لان سلب النور عن النهار اوهش للعقول من عکسه ولعله هو المبنی للحکم یکون طلبه له حثیثا لان اللیل متشابه اجزاء ہ لا یدرك انقضاء ہ فیه بادی النظر بخلاف النهار فانه لعدم تشابه اجزاءہ ودلالة الظل والشمس بالانتقاص والازدیاد فی کل حین یدرك انقضاء ہ وذهابه بسرعة ۱۲۔ ۸ **قوله** فی یغشی و مسخرات ایسے طور پر اشارة الی کونهما حالین ۱۲۔ ۹ **قوله** فی بامرہ تکوینی لانه اظهر واسلم وان صح حمله علی ما یقتضی کون المامور اذا شعور ۱۲۔ ۱۰ **قوله** فی تبارك خوبیوں اشار الی انه من البرکة بمعنی الکثرة ولو باعتبار الصفات لا الذات لو حدتها ۱۲۔ ۱۱ **قوله** فی ادعواالاول دعا وفی الثانی عبادت بقرینة کر التضرع والحقیقة فی الاول وبقرینة ذکر خوفا وطمعا فی الثانی کما فی السجدة یدعون ربهم خوفا وطمعا وکون تفسیرہ متعینا بصلٰوة اللیل وانظر تفسیر تضرعا وخفیة فی حواشی قوله تعالیٰ الانعام قل من ینجیکم الخ ولعل تقدیم الامر بالدعاء علی الامر بالعبادة علی هذا التقریر مع کون العبادة مقصودة للایذان بان ما شرع لکم انما روعی فیه مصلحتکم حقیقة حتی انا اذنا لکم فی طلب حاجاتکم قبل سائر طاعاتکم ۱۲۔

۱۲؎ **قوله فی البلد** سرزمین لما فی الروح ای الارض واستعمال البلد بمعنی القریة عرف طار ومن قبیل ذاك اطلاقه علی مكة المكرمة ۱۲۔ ۱۳؎ **قوله فی یخرج نباته** خوب بقرینة مقابلة بنكدا وایضا بقرینة قوله باذن ربه وانه كثیرا ما یستعمل فی ما یرغب ویتمنی ۱۲۔ ۱۴؎ **قوله هناك** اس کا پیداوار اشار الی تقدیره هكذا لا یخرج نباته الا نكدا فحذف المضاف واقیم المضاف الیه مقامه فصار مرفوعا مستترا كذا فی البیضاوی ۱۲۔ ۱۵؎ **قوله فی نكدا** اگر نکلا بھی زدته لئلا یرد ان بعض السباخ لا یخرج شیئا ۱۲۔

الکلام : استدل بقوله ان رحمة الله علی بعد غیر المحسنین عنها والجواب انه لا دلالة علی الحصر ۱۲۔

اختلاف القراءة: فی قراءة نشرا كرسل جمع نشور بمعنی ناشر وفی قراءة نشرا بالتخفیف وفی قراءة نشرا بفتح النون علی انه مصدر فی موقع الحال بمعنی ناشرات ۱۲۔

اللغات: التاویل ای عاقبة وما یؤل الیه امره من تبین صدقه بظهور ما اخبر به من الوعد والوعید كذا فی الروح۔ بشرا هو تخفیف بشرا بضمتین جمع بشیر ثقالا بالماء جمعه لان السحاب بمعنی السحائب وافراد الضمیر فی سقناه باعتبار اللفظ ۱۲۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۵۹﴾ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۶۰﴾ قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۱﴾ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰی رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِیُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۶۳﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَیْنٰهُ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ فِی الْفُلْكِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِیْنَ ﴿۶۴﴾ ع ۸ / ۱۵

ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا۔ سو انہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم تم (طرف) اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا کوئی تمہارا معبود (ہونے کے قابل) نہیں۔ مجھ کو تمہارے لئے ایک بڑے سخت دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔ ان کی قوم کے آبرودار لوگوں نے کہا ہم تم کو صریح غلطی میں دیکھتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم مجھ میں تو ذرا بھی غلطی نہیں لیکن پروردگار عالم کا رسول ہوں۔ تم کو اپنے پروردگار کے احکام پہنچاتا ہوں اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں اور میں خدا کی طرف سے ان امور کی خبر رکھتا ہوں، جن کی تم کو خبر نہیں اور کیا تم اس بات پر تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس ایک ایسے شخص کی معرفت جو تمہاری ہی جنس کا ہے کوئی نصیحت کی بات آ گئی تاکہ وہ شخص تم کو ڈرائے اور تاکہ تم ڈر جاؤ اور تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ سو وہ لوگ ان کی تکذیب ہی کرتے رہے تو ہم نے نوح علیہ السلام کو اور جو لوگ ان کے ساتھ کشتی میں تھے، بچالیا جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا ان کو ہم نے غرق کر دیا۔ بے شک وہ لوگ اندھے ہو رہے تھے۔

تفسیر ربط : شروع سورت سے یہاں تک نبوت اور معاد اور توحید کا اثبات اور اتباع کی ترغیب اور مخالفت پر ترہیب اور اضلال ابلیس کا بیان تھا جیسا سرخیوں سے ظاہر ہے آگے ان ہی مضامین کے مناسب چند قصص انبیاء علیہم السلام اور ان کی امم کے مذکور ہوتے ہیں نبوت سے تو مناسبت ظاہر ہے کہ جب اور انبیاء بھی ہو چکے ہیں پھر آپ کی نبوت پر کیا استعجاب ہوتا ہے اور توحید سے مناسبت اس طرح ہے کہ یہ سب حضرات انبیاء توحید کی تعلیم فرماتے رہے اور ترہیب سے یہ مناسبت کہ ان قصص میں مختلف عذابوں کے نزول کا ذکر ہے ان کو سن کر مخاطبین کو بھی خوف پیدا ہوا اور اسی ترغیب کا فائدہ بھی حاصل ہوتا ہے کہ اگر وہ مخالفت نہ کرتے تو ان مصائب سے محفوظ رہتے اور اسی سے معاد کا مقصود بھی حاصل ہو گیا کہ جیسے پہلے امم کو چندے مہلت ہونا دلیل نہ تھی معذب نہ ہونے کی تم کو اگر زیادہ مہلت بھی ہو تب بھی اس سے عذاب آخرت سے تم کو مامون نہ ہونا چاہئے اور نیز قصص کے بعض الفاظ سے ان حضرات کا اپنی امم کو عذاب آخرت و معاد سے ڈرانا معلوم ہوتا ہے اور اضلال ابلیس کا اشتراک سب کفار سابقین ولاحقین میں ظاہر ہے اور ان سب فوائد کے ساتھ ان قصص میں آپ کی تسلی بھی ہے کہ پہلے سے بھی تکذیب ہوتی چلی آئی ہے سو شروع سورت میں جو فَلَا یَكُنْ فِیْ صَدْرِكَ حَرَجٌ آیا ہے اس کی تقویت بھی ہو گئی و نیز صحیح طور پر مدعی رسالت کے لئے خود قصص غائبہ کا اخبار بلا نقل مستقل معجزہ و دلیل نبوت ہے پس مسئلہ نبوت کے مضمون سے ارتباط اس وجہ سے اور زائد ہو گیا۔

قصہ اول حضرت نوح علیہ السلام با قوم او ☆ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ (الی قوله تعالی) اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِیْنَ ﴿۶۴﴾ ہم نے نوح علیہ السلام) کو (پیغمبر بنا کر) ان کی قوم کی طرف بھیجا سو انہوں نے (اس قوم سے) فرمایا کہ اے میری قوم تم (صرف) اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود

(ہونے کے قابل) نہیں (اور بت پرستی چھوڑ دو جن کا نام سورۂ نوح میں ہے وداور سواع اور یغوث اور یعوق اور نسر) مجھ کو تمہارے لئے (دوصورت میرا کہنا نہ ماننے کے) ایک بڑے (سخت) دن کے عذاب کا اندیشہ ہے (کہ وہ یوم قیامت ہے یا یوم طوفان) ان کی قوم کے آبرودار لوگوں نے کہا کہ ہم تم کو صریح غلطی میں (مبتلا) دیکھتے ہیں (کہ توحید کی تعلیم کر رہے ہو اور عذاب کا ڈراوا دکھلا رہے ہو) انہوں نے (جواب میں) فرمایا کہ اے میری قوم مجھ میں تو ذرا بھی غلطی نہیں لیکن (چونکہ میں پروردگار عالم کا بھیجا ہوا رسول ہوں) انہوں نے مجھ کو توحید پہنچانے کا حکم کیا ہے اس لئے اپنا منصبی کام کرتا ہوں کہ) تم کو اپنے پروردگار کے پیغام اور (احکام) پہنچاتا ہوں اور (اس پہنچانے میں میری کوئی دنیوی غرض نہیں بلکہ محض) تمہاری خیرخواہی کرتا ہوں (کیونکہ توحید میں تمہارا ہی نفع ہے) اور (عذاب یوم عظیم سے جو کہ تم کو تعجب ہوتا ہے تو تمہاری غلطی ہے کیونکہ) میں خدا کی طرف سے ان امور کی خبر رکھتا ہوں جن کی تم کو خبر نہیں (تو اللہ تعالیٰ نے مجھ کو بتلا دیا ہے کہ ایمان نہ لانے سے عذاب یوم عظیم واقع ہوگا) اور (تم کو جو میرے رسول ہونے پر بوجہ میرے بشر ہونے کے انکار ہے جیسا سورۂ مؤمنون میں تصریح ہے مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰۗىِٕكَةً الخ تو) کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس ایک ایسے شخص کی معرفت جو تمہاری ہی جنس کا (بشر) ہے کوئی نصیحت کی بات آ گئی (وہ نصیحت کی بات یہی ہے جو مذکور ہوئی اُعْبُدُوا (الی قولہ تعالی) اِنِّيْٓ اَخَافُ) تاکہ وہ شخص تم کو (بحکم خداوندی عذاب سے) ڈراوے اور تاکہ تم (اس کے ڈرانے سے) ڈر جاؤ اور تاکہ تم (ڈرنے کی وجہ سے مخالفت چھوڑ دو جس سے) تم پر رحم کیا جاوے سو (باوجود اس تمام تر فہمائش کے) وہ لوگ ان کی تکذیب ہی کرتے رہے تو ہم نے نوح (علیہ السلام) کو اور جو لوگ ان کے ساتھ کشتی میں تھے (طوفان کے عذاب سے) بچا لیا اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا ان کو ہم نے (طوفان میں) غرق کر دیا بیشک وہ لوگ اندھے ہو رہے تھے (حق و باطل نفع نقصان کچھ نہ سوجھتا تھا)

ف: کشتی کا قصہ سورۂ ہود میں آوے گا اور طوفان میں بجز اہل کشتی کے سب کا غرق ہو جانا سورۂ نوح میں آوے گا اور اس پر ظاہراً جو عموم بعثت کا اشکال لازم آتا ہے اس کا جواب سورہ آل عمران آیت: فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ الخ [آل عمران: ۵۲] کے تحت میں گزر چکا ہے اور ایک قصہ کا مختلف الفاظ سے قرآن میں مذکور ہونے کی تحقیق و توجیہ اسی سورت کے رکوع دوم آیت: قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ الخ کے تحت میں گزر چکی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ انبیاء سے سب اقوال صادر ہوئے ہوں اور قوم میں سے کسی نے کچھ کہا ہو کسی نے کچھ کہا ہو یا مختلف مجالس میں مختلف گفتگو ہوئی ہو۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالی: اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَاۗءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰي رَجُلٍ مِّنْكُمْ اور یہی طریقہ ہے جاہلوں کا اپنے ہم عصر اولیاء کے ساتھ کہ محض معاصرت کے سبب ان سے منافرت کرتے ہیں۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله في** اعبدوا صرف يدل عليه ما لكم الخ۱۲۔ ۲ **قوله في** ضلالة ذرا دل عليه تاء المرة زيدت للمبالغة ليكون ابلغ ردا لقولهم البالغ في الاثبات۱۲۔ ۳ **قوله في** اوعجبتم اوركيا اشارة الى ما اختاره سيبويه من الهمزة من اجزاء المعطوف قدم على الواو تنبيها على اصالتها في التقدير كما في الروح وعلى هذا لا حاجة الى تقدير المعطوف عليه۱۲۔ ۴ **قوله على** رجل معرفت اشارة الى تقدير مضاف اى على يد او لسان رجل اى بواسطته۱۲۔ ۵ **قوله في** كذبوه کرتے رہے اشار الى ان المعنى فاستمروا على تكذيبه۱۲۔ ۶ **قوله في** الفلك ان کے ساتھ کشتی میں تھے اشار الى ان الجار والمجرور متعلق بما تعلق به الظرف الواقع صلة الى استقروا معه في الفلك كذا في الروح۱۲۔

اللغات: الملأ الاشراف لانهم يملئون القلوب بجلالهم والعيون بجمالهم ۱۲۔ عمين اصله عميين فخفف۱۲۔

البلاغۃ: قوله لكني رسول معنى الاستدراك ههنا انه لما قال ليس بي ضللة اورث لهم شبهة ان الضلالة لما كانت منفية فلم يقول هذه الاقوال لانهم زعموا حصر سبب هذه الاقوال في الضلالة فدفعها ببيان سبب هذه الاقوال وهذا من المواهب ولا يشكل عليك ان الامر بالتوحيد لا يتوقف على كون الرجل رسولا كما يوهمه الاستدراك المذكور لاني اقول ان الامر به بهذا النهج الخاص من اقترانه بدعوى الرسالة وتخويف العذاب الخاص يتوقف لا محالة على الرسالة ويحتمل كون لكن للتاكيد كما نقل البعض عن المختار بن بونته في هوامش الفية بن مالك وتاتي للتاكيد۱۲۔

وَاِلٰي عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ۭ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ

مِّن رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٧﴾ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ ﴿٦٨﴾ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى

رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ ۭ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ

فَاذْكُرُوْٓا اٰلَاۗءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٦٩﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَاۗؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا

تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿٧٠﴾ قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ ۭ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ

اَسْمَاۗءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَاۗؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّىْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿٧١﴾

فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿٧٢﴾ ع ۹ ۸ ۱۲

اور ہم نے قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا۔ انہوں نے فرمایا اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں سو کیا تم نہیں ڈرتے ان کی قوم میں جو آبرودار کافر تھے انہوں نے کہا کہ ہم تم کو کم عقلی میں دیکھتے ہیں اور ہم بے شک تم کو جھوٹے لوگوں میں سے سمجھتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم مجھ میں ذرا بھی کم عقلی نہیں لیکن میں پروردگار عالم کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں۔ تم کو اپنے پروردگار کے احکام پہنچاتا ہوں اور میں تمہارا سچا خیر خواہ ہوں اور کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس ایک ایسے شخص کی معرفت جو تمہاری ہی جنس کا (بشر) ہے کوئی نصیحت کی بات آ گئی تا کہ وہ شخص تم کو ڈرائے اور تم یہ حالت یاد کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو قوم نوح کے بعد آباد کیا اور ڈیل ڈول میں تم کو پھیلاؤ (بھی) زیادہ دیا۔ سو خدا تعالیٰ کی (ان) نعمتوں کو یاد کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ کیا آپ ہمارے پاس اس واسطے آئے ہو کہ ہم صرف اللہ کی ہی عبادت کیا کریں اور جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے ہم ان کو چھوڑ دیں اور ہم جس عذاب کی دھمکی دیتے ہو اس کو ہمارے پاس منگوا دو اگر تم سچے ہو۔ انہوں نے فرمایا کہ اب تم پر بس خدا کی طرف سے عذاب اور غضب آیا ہی چاہتا ہے۔ کیا تم مجھ سے ایسے ناموں کے باب میں جھگڑتے ہو۔ جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے (آپ ہی) ٹھہرا لیا ہے۔ ان کے معبود ہونے کی خدا تعالیٰ نے کوئی دلیل (عقلی یا نقلی) نہیں بھیجی سو تم منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں۔ غرض ہم نے ان کو اور ان کے ساتھیوں کو اپنی رحمت سے بچا لیا اور ان لوگوں کی جڑ تک کاٹ دی جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا اور وہ ایمان والے نہ تھے۔ ۞

تفسیر: قصہ دوم حضرت ہود علیہ السلام با قوم او ☆ وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ۭ (الی قولہ تعالی) وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ؏ اور ہم نے قوم عاد کی طرف ان کے (برادری یا وطن کے) بھائی (حضرت) ہود (علیہ السلام) کو (پیغمبر بنا کر بھیجا۔ انہوں نے (اپنی قوم سے) فرمایا اے میری قوم تم (صرف) اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود (ہونے کے قابل) نہیں (اور بت پرستی چھوڑ دو جیسا آگے وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَاۗؤُنَا ۚ سے معلوم ہوتا ہے) سو کیا تم (ایسے بڑے جرم عظیم یعنی شرک کے مرتکب ہو کر عذاب الٰہی سے) نہیں ڈرتے ان کی قوم میں جو آبرودار لوگ کافر تھے انہوں نے (جواب میں) کہا کہ ہم تم کو کم عقلی میں (مبتلا) دیکھتے ہیں (کہ توحید کی تعلیم کر رہے ہو اور عذاب سے ڈرا رہے ہو) اور ہم بیشک تم کو جھوٹے لوگوں میں سے سمجھتے ہیں (یعنی نعوذ باللہ نہ توحید صحیح مسئلہ ہے اور نہ عذاب کا آنا صحیح ہے) انہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم مجھ میں ذرا بھی کم عقلی نہیں لیکن (چونکہ) میں پروردگار عالم کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں (انہوں نے مجھ کو تعلیم توحید اور انذار عذاب کا حکم کیا ہے اس لئے اپنا منصبی کام کرتا ہوں کہ) تم کو اپنے پروردگار کے پیغام (اور احکام) پہنچاتا ہوں اور میں (اس بارہ میں) تمہارا سچا خیر خواہ ہوں (کیونکہ توحید و ایمان میں تمہارا ہی نفع ہے) اور (تم جو میرے بشر ہونے سے میری نبوت کا انکار کرتے ہو جیسا سورۃ ابراہیم میں بعد ذکر قوم نوح و عاد و ثمود کے ہے قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا اور سورۃ فصلت میں بعد ذکر قوم عاد و ثمود کے ہے قَالُوْا لَوْ شَاۗءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰۗىِٕكَةً الخ تو) کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس ایک ایسے شخص کی معرفت جو تمہاری ہی جنس کا (بشر) ہے کوئی نصیحت کی بات آ گئی (وہ نصیحت کی بات وہی ہے جو مذکور ہوئی اُعْبُدُوا اللّٰهَ (الی قولہ تعالی) اَفَلَا تَتَّقُوْنَ) تا کہ وہ شخص تم کو (عذاب الٰہی سے) ڈراوے (یعنی یہ تو کوئی تعجب کی بات نہیں کیا بشریت و نبوت میں منافات ہے اور اَفَلَا تَتَّقُوْنَ میں ترہیب تھی آگے ترغیب ہے) اور اے قوم) تم یہ حالت یاد کرو (اور یاد کر کے احسان مانو اور اطاعت کرو) کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو قوم نوح کے بعد (روئے زمین پر) آباد کیا اور ڈیل ڈول میں تم کو پھیلاؤ (بھی) زیادہ دیا سو خدا تعالیٰ کی (ان) نعمتوں کو یاد کرو (اور یاد کر کے احسان مانو اور اطاعت کرو) تا کہ تم کو (ہر طرح کی) فلاح ہو وہ لوگ کہنے لگے کہ کیا (خوب) آپ ہمارے پاس اس واسطے آئے ہوں گے کہ ہم صرف اللہ ہی کی عبادت کیا کریں اور جن (بتوں) کو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے ہم ان (کی عبادت کو) چھوڑ دیں (یعنی ہم ایسا نہ کریں گے)

اور ہم کو (نہ ماننے پر) جس عذاب کی دھمکی دیتے ہو (جیسا اَفَلَا تَتَّقُوْنَ سے بھی معلوم ہوتا ہے) اس (عذاب) کو ہمارے پاس منگوادو اگر تم سچے ہو انہوں نے فرمایا کہ (تمہاری سرکشی کی جب یہ حالت ہے تو) بس اب تم پر خدا کی طرف سے عذاب اور غضب آیا ہی چاہتا ہے (پس عذاب کے شبہ کا جواب تو اس وقت معلوم ہو جاوے گا اور باقی توحید پر جو شبہ ہے کہ ان بتوں کو معبود کہتے ہو جن کا نام تو تم نے معبود رکھ لیا ہے لیکن واقع میں ان کے معبود ہونے کی کوئی دلیل نہیں تو) کیا تم مجھ سے ایسے (بے حقیقت) ناموں کے باب میں جھگڑتے ہو (یعنی وہ مسمیات بمنزلہ محض اسماء کے ہیں) جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے (آپ ہی) ٹھہرالیا ہے (لیکن) ان کے معبود ہونے کی خدا تعالیٰ نے کوئی دلیل (نقلی یا عقلی) نہیں بھیجی (یعنی جدال میں مدعی کے ذمہ دلیل ہے اور خصم کی دلیل کا جواب بھی سو تم نہ دلیل قائم کر سکتے ہو نہ میری دلیل کا جواب دے سکتے ہو پھر جدال کیا معنی) سو تم (اب جدال ختم کرو اور عذاب الٰہی کے) منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں غرض (عذاب آیا اور) ہم نے ان کو اور ان کے ساتھیوں کو (یعنی مؤمنین کو) اپنی رحمت (وکرم) سے (اس عذاب سے) بچالیا اور ان لوگوں کی جڑ (تک) کاٹ دی (یعنی بالکل ہلاک کر دیا) جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا اور وہ (بوجہ غایت قساوت کے) ایمان لانے والے نہ تھے (یعنی اگر ہلاک بھی نہ ہوتے جب بھی ایمان نہ لاتے اس لئے ہم نے بمقتضائے اس وقت کی حکمت کے خاتمہ ہی کر دیا) **ف**: مشہور اہل نسب کے نزدیک یہ ہی ہے کہ ہود علیہ السلام قوم عاد کے نسبی بھائی اور خود قوم عاد سے ہیں اور بعض قلیل دوسری قوم کا بتلاتے ہیں اور اَخَاهُمْ کے معنی صاحبھم لیتے ہیں واللہ اعلم اور عاد اصل میں ایک خاص شخص کا نام ہے پھر اس کی اولاد کو بھی عاد کہنے لگے اور یہ لوگ بڑے قد آور اور قوی الجثہ ہوتے تھے زَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْطَةً کے یہ ہی معنی ہیں اور قَطَعْنَا دَابِرَ الخ سے بعض نے کہا ہے کہ ان کی نسل بالکل منقطع ہوگئی اور بعض نے کہا ہے کہ کفار بالکل ہلاک ہوگئے اور مؤمنین باقی رہے اور ممکن ہے کہ کفار کی صغار اولاد بھی رہ گئی ہو ان کی نسل آگے بڑھی ان کو عاد اخریٰ کہتے ہیں اور سابقین کو عاد اولیٰ اور بعض مفسرین نے عرائس ثعلبی سے نقل کیا ہے کہ ان عاد میں سے بعضے لوگ جو اس وقت اطراف مکہ میں گئے ہوئے تھے بچ رہے تھے ان کو عاد اخریٰ کہتے ہیں اور اول قول والوں نے کہا ہے کہ اولیٰ ان کو اس لئے کہتے ہیں کہ بعد قوم نوح کے جتنی قومیں ہلاک ہوئیں ان میں یہ اول تھے اور ارم جو لفظ عاد کے ساتھ سورۂ فجر میں بطور بدل آیا ہے بعض نے کہا ہے کہ ارم اجداد عاد سے ہے اس قبیلہ کے دونوں لقب ہیں بعض نے کہا ہے کہ ارم ایک شعبہ ہے عاد کا پس یہ بدل البعض ہو جاوے گا در منثور تفسیر سورۂ نجم میں یہ قول نقل کیا ہے اور مشہور تر یہ ہے کہ ارم کے ایک بیٹے عوص کا بیٹا عاد اول ہے اور ارم کے دوسرے بیٹے جثو کا بیٹا ثمود عاد ثانی ہے ایک کی اولاد عاد اولیٰ کہلاتی ہے دوسرے کی اولاد عاد اخریٰ اور کچھ تحقیق اس کی سورۂ نجم اور سورۂ فجر میں آوے گی اور عذاب اس قوم عاد کا ریح صرصر تھی جیسا کئی جگہ قرآن میں منصوص ہے اور سورۂ فصلت میں جو صاعقہ آیا اس سے مراد مطلق عذاب ہے اور سورۂ مؤمنون میں بعد قصہ نوح علیہ السلام کے جو ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ آیا ہے جنہوں نے اس کی تفسیر قوم عاد سے کی ہے وہ قائل ہوئے ہیں کہ ان پر صیحہ بھی آیا ہے اور ریح بھی وَاللّٰهُ اَعْلَمُ اور اس کا مسکن دوسری آیت میں احقاف آیا ہے جو بقول محمد بن اسحٰق ایک ریگستان ہے عمان اور حضر موت کے درمیان میں۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ یہی طریقہ سفہاء کا پہلے سے چلا آیا ہے کہ عقلائے دین کو سفیہ کہا کرتے ہیں اس زمانہ میں بھی اس کا مشاہدہ ہو رہا ہے تو ان حضرات کو صبر کرنا چاہئے۔ قولہ تعالیٰ: وَّزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْطَةً ۚ فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ اس سے معلوم ہوا کہ قوت اور جسامت کی زیادتی بھی حق تعالیٰ کی نعمت ہے تو دنیوی نعمتوں کی تحقیر زہد میں داخل نہیں جیسا بعض متشددین کا مذاق ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله نظنك سمجھتے ہیں اشارة الى كون الظن بمعنى العلم ۱۲۔ ۲ قوله في خلفاء آباد فالخلافة في الارض لا في المسكن ۱۲۔ ۳ قوله في الخلق ڈیل ڈول اشارة الى كونه بمعنى الابداع والتصوير وقيل في المخلوقين ۱۲۔ ۴ قوله قد وقع عليكم آیا ہی چاہتا ہے ماخوذ من الكشاف قد وقع عليكم اى حق عليكم ووجب او قد نزل عليكم جعل المتوقع الذى لا بد من نزوله بمنزلة الواقع ونحوه قولك لمن طلب عليك بعض المطالب قد كان ذلك الخ۔ ۵ قوله في توضيح اسماء بمنزلہ اشارة الى ان المراد بالاسماء اصنام سميت باسماء مبالغة في بطلانها وهذا كما يقال لما لا يليق ما هو الا مجرد الاسم ۱۲۔ ۶ قوله في ما كانوا مؤمنين یعنی اگر الخ كذا في الروح كما قال جل شانه في آية اخرى وما كانوا ليؤمنوا ۱۲۔

اللغات: الآلاء جمع الى بكسر فسكون كحمل واحمال وقيل غيره كذا في الروح اللبسطة مشهور ورسم كتابته بالصاد كما في قراءة وقرأ حفص بالسين ولذا يكتب السين على الصاد بقلم دقيق۔ قوله اجئتنا مجاز عن القصد الى الشئ والشروع فيه فان جاء وقعدو قام وذهب يستعملها العرب لذلك تصوير اللحال كذا في الروح ۱۲۔

النحو: اخاهم مفعول لارسلنا المقدر۔ قوله اذ جعلكم مفعول لاذكروا كما اختاره الزمخشرى كذا في الروح ۱۲۔ وحده عند

جمہور النحویین اسم موضوع موضع المصدر اعنی ایجاد الموضوع موضع الحال عنی موحدا کذا فی الروح۔

وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰیَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِیْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَیَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۷۳﴾ وَاذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِی الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُیُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۷۵﴾ قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا بِالَّذِیْۤ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوْا یٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۷۷﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ﴿۷۸﴾ فَتَوَلّٰی عَنْهُمْ وَقَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّیْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِیْنَ ﴿۷۹﴾

اور ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا انہوں نے فرمایا اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں۔ تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک واضح دلیل آ چکی ہے۔ یہ اونٹنی ہے اللہ کی جو تمہارے لئے دلیل ہے سو اس کو چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھاتی پھرا کرے اور اس کو برائی کے ساتھ ہاتھ بھی مت لگانا کبھی تم کو دردناک عذاب آ پکڑے اور تم یہ حالت یاد کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو عاد کے بعد آباد کیا اور تم کو زمین پر رہنے کو ٹھکانا دیا کہ نرم زمین پر محل بناتے ہو اور پہاڑوں کو تراش تراش کر ان میں گھر بناتے ہو سو خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد مت پھیلاؤ۔ ان کی قوم میں جو متکبر سردار تھے انہوں نے غریب لوگوں سے جو کہ ان میں سے ایمان لے آئے تھے پوچھا کہ کیا تم کو اس بات کا یقین ہے کہ صالح اپنی رب کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ بے شک ہم تو اس پر پورا یقین رکھتے ہیں، جو ان کو دے کر بھیجا گیا ہے وہ متکبر لوگ کہنے لگے کہ تم جس چیز پر یقین لائے ہوئے ہو۔ ہم تو اس کے منکر ہیں۔ غرض اس اونٹنی کو مار ڈالا اور اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی اور کہنے لگے کہ اے صالح جس کی آپ ہم کو دھمکی دیتے تھے اس کو منگوایئے اگر آپ پیغمبر ہیں۔ پس آ پکڑا ان کو زلزلے نے سو اپنے گھر میں اوندھے کے اوندھے پڑے رہ گئے۔ اس وقت صالح ان سے منہ موڑ کر چلے گئے اور فرمانے لگے کہ اے میری قوم میں نے تو تم کو اپنے پروردگار کا حکم پہنچا دیا تھا اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی لیکن تم لوگ خیر خواہوں کو پسند ہی نہیں کرتے تھے۔

تفسیر: قصہ سوم حضرت صالح علیہ السلام با قوم او ☆ وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا (الی قولہ تعالی) وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِیْنَ ﴿۷۹﴾ اور ہم نے قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح (علیہ السلام) کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا انہوں نے (اپنی قوم سے) فرمایا اے میری قوم تم (صرف) اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود (ہونے کے قابل) نہیں (انہوں نے اک خاص معجزہ کی درخواست کی کہ اس پتھر میں سے ایک اونٹنی پیدا ہو تو ہم ایمان لاویں چنانچہ آپ کی دعاء سے ایسا ہی ہوا کہ وہ پتھر پھٹا اور اس کے اندر سے ایک بڑی اونٹنی نکلی رواہ محمد بن اسحق آپ نے فرمایا کہ) تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک واضح دلیل (بھی میرے رسول ہونے کی) آ چکی ہے (آگے اس کا بیان ہے) یہ اونٹنی ہے اللہ کی جو تمہارے لئے دلیل (بنا کر ظاہر کی گئی) ہے (اور اسی لئے اللہ کی اونٹنی کہلائی کہ اللہ کی دلیل ہے) سو (علاوہ اس کے کہ میری رسالت پر یہ دلیل ہے خود اس کے بھی کچھ حقوق ہیں منجملہ ان کے یہ ہے کہ) اس کو چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں (گھاس چارہ) کھاتی پھرا کرے (اسی طرح اپنی باری کے دن پانی پیتی رہے جیسا دوسری آیت میں ہے) اور اس کو برائی (اور تکلیف دہی) کے ساتھ ہاتھ بھی مت لگانا کبھی تم کو دردناک عذاب آ پکڑے اور (اے قوم) تم یہ حالت یاد کرو (اور یاد کر کے احسان مانو اور اطاعت کرو) کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو (قوم) عاد کے بعد (روئے زمین پر) آباد کیا اور تم کو زمین پر رہنے کو (دلخواہ) ٹھکانا دیا کہ نرم زمین پر (بھی بڑے بڑے) محل بناتے ہو اور پہاڑوں کو تراش تراش کر ان میں (بھی) گھر بناتے ہو سو خدا تعالیٰ کی (ان) نعمتوں کو (اور دوسری نعمتوں کو بھی) یاد کرو (اور کفر و شرک کر کے) زمین میں فساد

مت پھیلاؤ (یعنی ایمان لے آؤ مگر باوجود اس قدر فہمائش کے کچھ غربا ایمان لائے اور ان میں اور رئیسوں میں یہ گفتگو ہوئی یعنی) ان کی قوم میں جو متکبر سردار تھے انہوں نے غریب لوگوں سے جو کہ ان میں سے ایمان لے آئے تھے پوچھا کہ کیا تم کو اس بات کا یقین ہے کہ صالح (علیہ السلام) اپنے رب کی طرف سے (پیغمبر بنا کر) بھیجے ہوئے (آئے) ہیں انہوں نے (جواب میں) کہا کہ بیشک ہم تو اس (حکم) پر پورا یقین رکھتے ہیں جو ان کو دے کر بھیجا گیا ہے وہ متکبر لوگ کہنے لگے کہ تم جس چیز پر یقین لائے ہوئے ہو ہم تو اس کے منکر ہیں غرض (نہ صالح علیہ السلام پر ایمان لائے اور نہ اونٹنی کے حقوق ادا کئے بلکہ) اس اونٹنی کو (بھی) مار ڈالا اور اپنے پروردگار کے حکم (ماننے) سے (بھی) سرکشی کی (وہ حکم اعتقاد توحید ورسالت تھا) اور (اس پر یہ بیبا کی کہ) کہنے لگے کہ اے صالح جس (عذاب) کی آپ ہم کو دھمکی دیتے تھے (جیسا کہ: لَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾ اور شعراء کی آیت: اَلَا تَتَّقُوْنَ [شعراء: ۱۰۶] سے تعرض ناقہ اور کفر پر موعود ہے) اس کو منگوایئے اگر آپ پیغمبر ہیں (کیونکہ پیغمبر کا صادق ہونا لازم ہے) پس آ پکڑا ان کو زلزلہ نے سو اپنے گھر میں اوندھے کے اوندھے پڑے رہ گئے اس وقت صالح (علیہ السلام) ان سے منہ موڑ کر چلے اور (بطورِ حسرت کے فرضی خطاب کر کے) فرمانے لگے کہ اے میری قوم میں نے تو تم کو اپنے پروردگار کا حکم پہنچا دیا تھا (جس پر عمل کرنا موجب فلاح تھا) اور میں نے تمہاری (بہت) خیر خواہی کی (کہ کس کس طرح شفقت سے سمجھایا) لیکن (افسوس تو یہ ہے کہ) تم لوگ (اپنے) خیر خواہوں کو پسند ہی نہیں کرتے تھے (اس لئے ایک نہ سنی اور آخر روز بد دیکھا)

ف: دوسری آیت میں صیحہ یعنی فرشتہ کے نعرہ سے ہلاک ہونا آیا ہے بعض نے کہا ہے کہ اوپر سے صیحہ نیچے سے زلزلہ آیا تھا اور بعض نے کہا کہ رجفہ سے مراد قلب کی حرکت ہے جو صیحہ کے خوف سے پیدا ہوئی تھی اور جس نے اونٹنی کو قتل کیا تھا اس کا نام قدار آیا ہے اور آیت میں سب کی طرف اس لئے نسبت کی کہ راضی سب تھے اور وجہ اس کی اہل سیر نے یہ لکھی ہے کہ چونکہ بہت بڑی اونٹنی تھی اس لئے جس جنگل میں وہ چرتی تھی اور مواشی اس سے ڈر کر بھاگ جاتے اور جس کنوئیں میں پانی کی باری مقرر ہوئی تھی وہ اپنی باری میں گردن کنوئیں میں ڈال کر تمام پانی پی جاتی اس روز اور مواشی کو وہاں پانی نہ ملتا اس سے وہ لوگ تنگدل ہوئے اور اس کو قتل کر ڈالا اور تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ چاہے وہ کسی کا کھیت چرتی پھرے بلکہ مطلب یہ ہے کہ مباح گھاس چرنے میں اس سے تعرض نہ کیا جاوے اور دوسری آیت میں ان کے رہنے کا مقام حجر آیا ہے جو کہ حجاز اور شام کے درمیان میں ایک مقام تھا اور ظاہر آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ صالح علیہ السلام یہاں سے بعد ہلاک قوم کے تشریف لے گئے اور یہ خطاب فرضی اظہار تحسر کے لئے تھا اور بعض نے کہا کہ آثار ہلاک دیکھ کر زندوں سے یہ خطاب کر کے چلے گئے تو آیت میں تقدیم و تاخیر ہوگی پھر بعض نے شام کو جانا اور بعض نے مکہ کو جانا نقل کیا ہے واللہ اعلم۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ یہ اضافہ تشریف کے لئے ہے جیسے مسجد کو بیت اللہ کہتے ہیں میں کہتا ہوں کہ حدیث میں جو آیا ہے ان اللہ خلق ادم علی صورتہ اس سے اضافت کی اسہل توجیہات یہ ہو سکتی ہے قولہ تعالیٰ: وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَاۗءَ اللّٰهِ اس سے معلوم ہوا کہ کسی صنعت میں مہارت یہ بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے ابھی وَّزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْۜطَةً میں ایسا ہی مضمون گزرا ہے۔ قولہ تعالیٰ: فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ ظاہراً یہ خطاب بعد اہلاک کے ہے تو اس سے ظاہراً اسماع موتی معلوم ہوتا ہے جب تک کوئی دلیل قوی نفی نہ کرے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قولہ فی من سہولہا زمین پر اشارۃ الی ان من بمعنی فی کما فی من یوم الجمعۃ ۱۲۔ ۲؎ قولہ فی الجبال ان میں اشارۃ الی ان نصبہ بنزع الخافض کما فی آیۃ اخرٰی وتنحتون من الجبال ۱۲۔ ۳؎ قولہ فی لمن آمن منہم ان میں سے اشارۃ الی ان الضمیر المجرور عائد الی القوم لا للذین استضعفوا ۱۲۔

اللغات: قولہ بواکم فی الروح انزلکم وجعل لکم مباءۃ قولہ عقروا فی الروح عن الازہری اصل العقر عند العرب قطع عرقوب البعیر ثم استعمل فی النحر لان ناحر البعیرۃ یعقرہ ثم ینحرہ قولہ جاثمین فی القاموس جثم وقع علی صدرہ ۱۲۔

البلاغۃ: تتخذون استیناف مبین لکیفیۃ التبویۃ فان ہذا الاتخاذ باقدارہ سبحانہ وتعالیٰ قولہ فی دارہم فی الروح المراد من الدار البلد کما فی قولك دار الحرب ودار الاسلام وقد جمع فی آیۃ اخرٰی بارادۃ منزل کل واحد الخاص بہ وذکر النیسابوری انہ حیث ذکر الرجفۃ وحدت الدار وحیث ذکرت الصیحۃ جمعت لان الصیحۃ کانت من السماء کما فی غالب الروایات لامن الارض کما قیل لبلوغہا اکثر وابلغ من الزلزلۃ فقرن کل منہما بما ہو الیق بہ فتدبر آہ۔

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَاۗءِ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ

قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۖ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۖ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۸۴﴾ ع ۱۷

اور ہم نے لوط کو بھیجا جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم ایسا فحش کام کرتے ہو جس کو تم سے پہلے کسی نے دنیا جہان والوں میں سے نہیں کیا۔ یعنی تم مردوں کے ساتھ شہوت رانی کرتے ہو عورتوں کو چھوڑ کر بلکہ تم حد انسانیت ہی سے گزر گئے ہو اور ان کی قوم سے کوئی جواب نہ بن پڑا بجز اس کے کہ آپس میں کہنے لگے کہ ان لوگوں کو تم اپنی بستی سے نکال دو۔ یہ لوگ بڑے پاک صاف بنتے ہیں۔ سو ہم نے لوط کو اور ان کے متعلقین کو بچالیا بجز ان کی بیوی کے کہ وہ ان ہی لوگوں میں رہی جو عذاب میں رہ گئے تھے اور ہم نے ان پر ایک نئی طرح کا مینہ برسایا (کہ وہ پتھروں کا تھا) سو دیکھ تو سہی ان مجرموں کا انجام کیسا ہوا۔

تفسیر: قصۂ چہارم حضرت لوط علیہ السلام با قوم او ☆ وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ (الی قولہٖ تعالٰی) فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۸۴﴾ اور ہم نے لوط (علیہ السلام) کو (چند بستیوں کی طرف پیغمبر بنا کر) بھیجا جب کہ انہوں نے اپنی قوم (یعنی اپنی امت[۱]) سے فرمایا کہ کیا تم ایسا فحش کام کرتے ہو جس کو تم سے پہلے کسی نے دنیا جہان والوں میں سے نہیں کیا (یعنی) تم مردوں کے ساتھ شہوت رانی کرتے ہو عورتوں کو چھوڑ کر (اور اس کام کے ارتکاب میں یہ نہیں کہ تم کو کوئی دھوکہ ہو گیا ہو) بلکہ (اس باب میں) تم حد (انسانیت) ہی سے گزر گئے ہو اور (ان مضامین کا) ان کی قوم سے کوئی (معقول) جواب نہ بن پڑا بجز اس کے کہ (آخر[۲] میں بیہودگی کی راہ سے) آپس میں کہنے لگے کہ ان لوگوں کو (یعنی لوط علیہ السلام کو اور ان کے ساتھی مؤمنین کو) تم اپنی (اس) بستی سے نکال دو (کیونکہ) یہ لوگ بڑے پاک صاف بنتے ہیں (اور ہم کو گندہ بتلاتے ہیں پھر گندوں میں پاکوں کا کیا کام یہ بات انہوں نے براہِ تمسخر کہی تھی) سو (جب یہاں تک نوبت پہنچی تو) ہم نے (اس قوم پر عذاب نازل کیا اور) لوط (علیہ السلام) کو اور ان کے متعلقین کو (یعنی ان کے گھر والوں کو اور دوسرے ایمان والوں کو بھی اس عذاب سے) بچالیا (اس طرح کہ وہاں سے نکل جانے کا پہلے ہی حکم ہو گیا) بجز ان کی بیوی کے کہ وہ (بوجہ ایمان نہ لانے کے) ان ہی لوگوں میں رہی جو عذاب میں رہ گئے اور (وہ عذاب جوان پر نازل ہوا یہ تھا کہ) ہم نے ان پر ایک نئی طرح کا مینہ برسایا (کہ وہ پتھروں کا مینہ تھا) سو (اے دیکھنے والے) دیکھ تو سہی ان مجرموں کا انجام کیسا ہوا (اگر تو غور سے دیکھے گا تو تعجب کرے گا اور سمجھے گا کہ نافرمانی کا کیا انجام ہوتا ہے)

ف: پتھروں کا مینہ دوسری آیات میں آیا ہے اور دوسری آیات میں ان بستیوں کا الٹ دینا بھی مذکور ہے جس کا بیان ان آیات کی تفسیر کے ساتھ ہوگا ان شاء اللہ تعالٰی اور اہل سیر نے کہا ہے کہ لوط علیہ السلام بھتیجے ہیں ابراہیم علیہ السلام کے بابل سے ان ہی کے ساتھ ہجرت کر کے ملک شام میں تشریف لائے ابراہیم علیہ السلام فلسطین میں مقیم ہوئے اور لوط علیہ السلام کو سدوم میں رہنے کا اور اس شہر اور اس کے گرد و نواح کے شہر والوں کی ہدایت کا حکم ہوا کبھی ابراہیم علیہ السلام بھی جا کر نصیحت فرماتے تھے وہ لوگ لواطت کے عادی تھے جس کا ارتکاب بقول عمرو بن دینار ان سے پہلے کسی نے نہیں کیا ذکرہ فی الروح عن البیھقی اور بَلْ اَنْتُمْ کی تفسیر کا حاصل یہ ہے کہ بعض معاصی میں تقلید آباء وغیرہ سے دھوکا ہو جاتا ہے اس میں تو یہ بھی نہیں اور بعض آیتوں میں جو تَجْهَلُوْنَ آیا ہے اس سے شبہ نہ ہو کہ ان کو اس کی قباحت معلوم نہ تھی کیونکہ وہاں جہل سے مراد یہ نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ تم کو اس کا انجام بد یعنی عذاب معلوم نہیں اور یہ بیوی کافرہ تھی جب لوط علیہ السلام کو قبل عذاب بستی سے نکل جانے کا حکم ہوا بعض نے تو کہا ہے کہ یہ بیوی ساتھ نہیں گئی بعض نے کہا ہے کہ ساتھ چلی تھی پھر لوٹنے لگی اور ہلاک کر دی گئی اور لوط علیہ السلام پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آرہے اور اگر شبہ ہو کہ عورتوں پر عذاب کیوں نازل ہوا جواب یہ ہے کہ عذاب کا ایک سبب کفر بھی تھا اور وہ مشترک تھا اور بعض روایات میں ہے کہ آپس میں ان کی عورتیں بھی مساحقت کرتی تھیں نقلہ فی الدر المنثور عن حذیفۃ و محمد بن علی اس صورت میں شبہ بھی ساقط ہو گیا اور اگر شبہ کیا جاوے کہ اگر بعض مرد اور عورتیں اس خبث کا ارتکاب نہ کرتے ہوں ان کے عذاب میں اس کو کیا دخل ہوگا جواب یہ ہے کہ نکیر نہ کرنا اور معاونت بھی مثل اصل فعل کے ہوتا ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالٰی اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ فاحشہ کا عدم سبق کے ساتھ مقید کرنا اس پر دال ہے کہ منکر کی ایجاد اس کی اقتداء سے اشد ہے اور اسی سے بدعت کا درجہ سمجھ لو۔

ملحقات الترجمۃ: [۱] قولہ فی لقوم امت لانہ لم یکن من نسبھم ۱۲ [۲] قولہ فی الا ان قالوا آخر میں اشارۃ الی جواب سوال تقریرہ ان الآیات الاخر ناطقۃ بما جری بینہ وبین قومہ من المحاورات غیر ھذہ کقولھم لئن لم تنتہ یٰلوط لتکونن من المخرجین فما معنی

الحصر تقرير الجواب ظاهر ان هذا كان آخر ما تحاوروا به فلم يختل الحصر ۱۲۔ ۳ قوله فی اهله یعنی ان کے گھر الخ فالاهل فيه عموم المجاز فبقى العموم وبقى الاستثناء متصلة ۱۲۔ ۴ قوله فی مطرا نئ فالتنوين للتنويع ۱۲۔ ۵ قوله فی فانظر تعجب الخ اشارة الى ان المقصود بالامر بالنظر هو التعجيب من حالهم والتحذير من افعالهم لا التكليف بالنظر ۱۲۔

اللغات: قوله ما كان اى ما صح وهو عام لنفى اللياقة او الامكان فيحمل حسب ما يقتضيه المقام ۱۲۔

النحو: لوطا عامله مقدر ولم يذكر المرسل اليهم لانهم غير معروفين باسم قوله انكم الخ فى الروح يحتمل الاستيناف البيانى والنحوى وهو مبين لتلك الفاحشة اه قوله شهوة فى الروح جوز ان يكون منصوبا على المصدرية وناصبه تاتون لانه بمعنى تشتهون وجوز ان يكون المراد بهذا التقييد لانكار عليهم وتقريعهم على اشتهائهم تلك الفعلة القذرة الخبيثة التى من شانها ان لا تشتهى متجاوزين النساء اللاتى هن محل الاشتهاء عند ذوى الطباع السليمة اه۔

البلاغة: قوله ما سبقكم فى الروح لا يتوهم ان سبب انكار الفاحشة كونها مخترعة بل الجملة مؤكدة للنكير لانها موذنة باختراع السوء ولا شك ان اختراعها اسوء قوله الرجال فى الروح ايراد لفظ الرجل دون الغلمان والمردان ونحوهما مبالغة فى التقبيح كانه قال لتاتون امثالكم قوله بل انتم ما قررت به الاضراب هو من المواهب۔ قوله فما كان جواب فى الروح والنظم الكريم من قبيل ع تحية بينهم ضرب وجيع والقصد منه نفى الجواب على ابلغ وجه اه لان ما ذكر لا يصلح جوابا ۱۲۔

وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۗ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ قَدْ جَاءَتْكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ ۖ فَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿٨٥﴾ وَلَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوعِدُونَ وَتَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِهِ وَتَبْغُونَهَا عِوَجًا ۚ وَاذْكُرُوا إِذْ كُنتُمْ قَلِيلًا فَكَثَّرَكُمْ ۖ وَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ﴿٨٦﴾ وَإِن كَانَ طَائِفَةٌ مِّنكُمْ آمَنُوا بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ وَطَائِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوا فَاصْبِرُوا حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللَّهُ بَيْنَنَا ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ﴿٨٧﴾ قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِن قَوْمِهِ لَنُخْرِجَنَّكَ يَا شُعَيْبُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَكَ مِن قَرْيَتِنَا أَوْ لَتَعُودُنَّ فِي مِلَّتِنَا ۚ قَالَ أَوَلَوْ كُنَّا كَارِهِينَ ﴿٨٨﴾ قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللَّهِ كَذِبًا إِنْ عُدْنَا فِي مِلَّتِكُم بَعْدَ إِذْ نَجَّانَا اللَّهُ مِنْهَا ۚ وَمَا يَكُونُ لَنَا أَن نَّعُودَ فِيهَا إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّنَا ۚ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۚ عَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ ﴿٨٩﴾ وَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَوْمِهِ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا إِنَّكُمْ إِذًا لَّخَاسِرُونَ ﴿٩٠﴾ فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَاثِمِينَ ﴿٩١﴾ الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا كَأَن لَّمْ يَغْنَوْا فِيهَا ۚ الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا كَانُوا هُمُ الْخَاسِرِينَ ﴿٩٢﴾ فَتَوَلَّىٰ عَنْهُمْ وَقَالَ يَا قَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۖ فَكَيْفَ آسَىٰ عَلَىٰ قَوْمٍ كَافِرِينَ ﴿٩٣﴾

اور ہم نے مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب علیہ السلام کو بھیجا انہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں۔ تمہارے پاس تمہارے ربّ کی طرف سے واضح دلیل آ چکی ہے تو تم ناپ اور تول پوری پوری کیا کرو اور لوگوں کا ان چیزوں میں نقصان مت کیا کرو اور روئے زمین میں بعد اس کے کہ اس کی درستی کر دی گئی‘ فسادات مت پھیلاؤ‘ یہ تمہارے لئے نافع ہے اگر تم تصدیق کرو اور تم سڑکوں پر اس غرض سے مت بیٹھا کرو کہ اللہ پر ایمان لانے والوں کو دھمکیاں دو اور اللہ کی راہ سے روکو اور اس میں کجی کی تلاش میں لگے رہو اور اس حالت کو یاد کرو جبکہ تم کم تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تم کو زیادہ کر دیا اور دیکھو کہ کیسا انجام ہوا فساد کرنے والوں کا اور اگر تم میں سے بعضے اس حکم پر جن کو دے کر مجھ کو بھیجا گیا ہے ایمان لائے ہیں اور بعضے ایمان نہیں لائے تو ذرا ٹھہر جاؤ یہاں تک کہ ہمارے درمیان اللہ تعالیٰ فیصلہ کئے دیتے ہیں اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہیں۔ ان کی قوم کے متکبر سرداروں نے کہا کہ اے شعیب ہم آپ کو اور جو آپ کے ہمراہ ایمان لانے والے ہیں ان کو اپنی بستی سے نکال دیں گے یا یہ ہو کہ تم ہمارے مذہب میں پھر آ جاؤ۔ شعیب علیہ السلام نے جواب دیا کہ کیا ہم تمہارے مذہب میں آ جائیں گر ہم اس کو (بدلیل وبصیرت) مکروہ ہی سمجھتے ہوں۔ ہم تو اللہ پر بڑی جھوٹی تہمت لگانے والے ہو جاتے۔ اگر (خدا نہ کرے) ہم تمہارے مذہب میں آ جائیں (خصوصاً) بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس سے نجات دی ہو اور ہم سے ممکن نہیں کہ تمہارے مذہب میں پھر آ جائیں لیکن ہاں یہ کہ اللہ ہی نے جو ہمارا مالک ہے (ہمارے) مقدر میں کیا ہو۔ ہمارے ربّ کا علم ہر چیز پر محیط ہے۔ ہم اللہ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہمارے اور ہماری (اس) قوم کے درمیان فیصلہ کر دیجئے حق کے موافق اور آپ سب سے اچھا فیصلہ کرنے والے ہیں اور ان کی قوم کے (ان ہی مذکور) کافر سرداروں نے کہا کہ اگر تم شعیب علیہ السلام کی راہ پر چلنے لگو گے تو بے شک بڑا نقصان اٹھاؤ گے۔ پس ان کو زلزلہ نے آ پکڑا سو اپنے گھروں میں اوندھے کے اوندھے پڑے رہ گئے۔ جنہوں نے شعیب کی تکذیب کی تھی ان کی یہ حالت ہوگئی ہے جیسے ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے۔ جنہوں نے شعیب علیہ السلام کی تکذیب کی تھی وہی خسارے میں پڑ گئے۔ اس وقت شعیب ان سے منہ موڑ کر چلے اور فرمانے لگے کہ اے میری قوم میں نے تم کو اپنے پروردگار کے احکام پہنچا دیئے تھے اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی پھر میں ان کافروں پر کیوں رنج کروں۔ ۞

تفسیر: قصہ پنجم شعیب علیہ السلام با قوم او ☆ وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا (الی قولہ تعالی) فَكَیْفَ اٰسٰی عَلٰی قَوْمٍ كٰفِرِیْنَ ؏ تنبیہ: قرآن میں ان کا اہل مدین اور اصحاب ایکہ کی طرف مبعوث ہونا اور اہل مدین پر کہیں رجفہ کہیں صیحہ کا عذاب اور اصحاب ایکہ پر ظلہ کا عذاب ہونا مذکور ہے پس بعض نے دونوں قوموں کو ایک ہی کہا ہے اور بعض نے الگ الگ کہا ہے کہ ایک قوم یعنی اہل مدین کے ہلاک کے بعد دوسروں کی یعنی اصحاب ایکہ کی طرف جو مدین ہی کے قریب رہتے تھے اور اس قرب کی وجہ سے ان میں بھی کم تولنے ناپنے کا مرض مشترک تھا مبعوث ہوئے اور اکثر کا قول یہی ہے اور انواع عذاب میں دو کا یا تینوں کا جمع ہو جانا کچھ مستبعد نہیں جیسا روح المعانی میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ان پر گرمی شدید مسلط ہوئی کہ گھر میں بھی چین نہ آتا تھا اس میں ایک بدلی آئی جس میں سے سرد ہوا نکلی اور اس کے سایہ میں سب میدان میں جمع ہو گئے اس وقت اس میں سے آگ برسی اور زمین کو بھی زلزلہ آیا سب جل مر گئے اس صورت میں دار سے مراد مطلق ارض ہوگا جیسے دارالاسلام و دارالحرب میں یہی مراد ہے اور صیحہ اور رجفہ کے جمع ہونے کی توجیہ قصہ سوم میں گزر چکی ہے اور بعد ہلاک ان کفار کے آپ مکہ میں آ رہے تھے اور وہاں ہی وفات پائی اور مدین اصل میں ابراہیم علیہ السلام کے ایک فرزند کا نام پھر قبیلہ اور شہر پر اطلاق ہونے لگا جو ان کی اولاد تھے یا اس اولاد کا مسکن تھا یہ سب اہل سیر نے لکھا ہے آگے تفسیر آتی ہے۔

تفسیر: اور ہم نے مدین (والوں) کی طرف ان کے بھائی شعیب (علیہ السلام) کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا انہوں نے (اہل مدین سے) فرمایا کہ اے میری قوم تم (صرف) اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی معبود (بننے کے قابل) نہیں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے (میرے نبی ہونے پر) واضح دلیل (کہ کوئی معجزہ ہے) آ چکی ہے (جب میری نبوت ثابت) تو (احکام شرعیہ میں میرا کہنا مانو چنانچہ میں کہتا ہوں کہ) تم ناپ اور تول پوری پوری کیا کرو اور لوگوں کا ان کی چیزوں میں نقصان مت کیا کرو (جیسا کہ تمہاری عادت ہے) اور روئے زمین میں بعد اس کے کہ (تعلیم و توحید و بعثت انبیاء علیہم السلام و ایجاب عدل و ادائے حقوق مکیال (میزان سے) اس کی درستی (تجویز) کر دی گئی فساد مت پھیلاؤ (یعنی ان احکام کی مخالفت اور کفر مت کرو کہ موجب فساد ہے) یہ (جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس پر عمل کرنا) تمہارے لئے (دنیا و آخرت دونوں میں) نافع ہے اگر تم (میری) تصدیق کرو (جس پر دلیل قائم ہے اور تصدیق کر کے عمل کرو تو امور مذکورہ دارین میں نافع ہیں آخرت میں تو ظاہر ہے کہ نجات ہو اور دنیا میں عمل بالشرع سے امن و انتظام قائم رہتا ہے خاص کر پورا ناپنے تولنے میں بوجہ اعتبار بڑھنے کے تجارت کو ترقی ہوتی ہے) اور تم سڑکوں پر اس غرض سے مت بیٹھا کرو کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والوں کو (ایمان لانے پر) دھمکیاں دو اور (ان کو) اللہ تعالیٰ کی راہ (یعنی ایمان) سے روکو اور اس (راہ) میں کجی (اور شبہات) کی تلاش میں لگے رہو (کہ بے جا اعتراض سوچ سوچ کر لوگوں کو بہکاؤ یہ لوگ ضلال مذکور سابق کے ساتھ اس اضلال میں بھی مبتلا تھے کہ سڑکوں پر بیٹھ کر آنے والوں کو بہکاتے کہ شعیب علیہ السلام پر ایمان نہ لانا نہیں تو ہم تم کو مار ڈالیں گے آگے تذکیر نعمت سے ترغیب اور تذکیر نقمت سے ترہیب ہے یعنی) اور اس حالت کو یاد کرو جب کہ تم (شمار میں یا مال میں) کم تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تم کو (شمار یا مال میں) زیادہ کر دیا (یہ تو ترغیب تھی ایمان لانے پر) اور دیکھو کیسا (برا) انجام ہوا فساد (یعنی کفر و تکذیب و ظلم) کرنے والوں کا (جیسے قوم نوحؑ اور عاد اور ثمود گزر چکے ہیں اسی طرح تم پر عذاب آنے کا اندیشہ ہے یہ ترہیب ہے کفر پر) اور اگر (تم کو عذاب نہ آنے کا اس سے شبہ ہو کہ) تم میں سے بعضے (تو) اس حکم پر جس کو دے کر مجھ کو بھیجا گیا ہے ایمان لائے ہیں اور بعضے ایمان نہیں لائے (اور پھر بھی دونوں فریق ایک ہی حالت میں ہیں یہ نہیں کہ ایمان نہ لانے والوں پر عذاب آ گیا ہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا عذاب سے ڈرانا بے اصل ہے) تو (اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ فوراً عذاب نہ آنے سے یہ کیسے معلوم ہوا کہ عذاب نہ آوے گا) ذرا ٹھہر جاؤ یہاں تک کہ ہمارے (یعنی دونوں فریق کے) درمیان میں اللہ تعالیٰ (عملی) فیصلہ کئے دیتے ہیں (یعنی عذاب نازل کر کے مؤمنین کو نجات دیں گے اور کفار کو ہلاک کریں گے) اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہیں (کہ ان کا فیصلہ بالکل مناسب ہی ہوتا ہے) ان کی قوم کے متکبر سرداروں نے (جو یہ باتیں سنیں تو انہوں نے گستاخانہ) کہا کہ اے شعیب (یاد رکھیے) ہم آپ کو اور آپ کے ہمراہ جو ایمان والے ہیں ان کو اپنی بستی سے نکال دیں گے یا یہ ہو کہ تم ہمارے مذہب میں پھر آ جاؤ (تو البتہ ہم کچھ نہ کہیں گے یہ بات مؤمنین کے لئے اس لئے کہی کہ وہ لوگ قبل ایمان کے اسی طریق کفر پر تھے لیکن شعیب علیہ السلام کے حق میں باوجود اس کے کہ انبیاء سے کبھی کفر صادر نہیں ہوتا اس لئے کہی کہ ان کے سکوت قبل بعثت سے وہ یہ ہی سمجھتے تھے کہ ان کا اعتقاد بھی ہم ہی جیسا ہوگا) شعیب (علیہ السلام) نے جواب دیا کہ کیا ہم تمہارے مذہب میں آ جاویں گے گو ہم (بدلیل و بصیرت) اس کو مکروہ (اور قابل نفرت) ہی سمجھتے ہوں (یعنی جب اس کے باطل ہونے پر دلیل قائم ہے تو ہم کیسے اس کو اختیار کر لیں) ہم تو اللہ پر بڑی جھوٹی تہمت لگانے والے ہو جاویں اگر (خدا نہ کرے) ہم تمہارے مذہب میں آ جاویں (خصوصاً) بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس سے نجات دی ہو (کیونکہ اول تو مطلقاً کفر کو دین حق سمجھنا یہی اللہ پر تہمت لگانا ہے کہ یہ دین معاذ اللہ اللہ کو پسند ہے خصوصاً مؤمن کا کافر ہونا چونکہ بعد علم و قبول دلیل حق کے ہے اور زیادہ تہمت ہے ایک تو وہی تہمت دوسری وہ تہمت کہ اللہ نے جو مجھ کو دلیل کا علم دیا تھا جس کو میں حق سمجھتا تھا وہ علم غلط دیا تھا اور شعیب علیہ السلام نے لفظ عود دیا تو تغلیباً دوسروں کے اعتبار سے یا ان کے گمان

کوفرض کرکے یا مشاکلۃً برتا) اورہم سے ممکن نہیں کہ تمہارے مذہب میں پھر آجاویں لیکن ہاں یہ کہ اللہ ہی نے جو ہمارا مالک ہے (ہمارے) مقدر (میں) کیا ہو (جس کی مصلحت انہی کے علم میں ہے تو خیر یہ اور بات ہے) ہمارے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے (اس علم سے سب مقدرات کے مصالح کو جانتے ہیں مگر) ہم اللہ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں (اور بھروسہ کرکے یہ امید کرتے ہیں کہ وہ ہم کو دین حق پر ثابت رکھے اور اس سے شبہ نہ کیا جاوے کہ ان کو اپنے خاتمہ بالخیر کا یقین نہ تھا انبیاء کو یہ یقین دیا جاتا ہے بلکہ مقصود واظہار عجز اور تفویض الی المالک ہے جو کہ لوازم کمال نبوت سے ہے اور دوسرے مؤمنین کے اعتبار سے لیا جاوے تو کوئی اشکال ہی نہیں یہ جواب دے کر جب دیکھا کہ ان سے خطاب کرنا بالکل مؤثر نہیں اور ان کے ایمان لانے کی بالکل امید نہیں ان سے خطاب ترک کرکے حق تعالیٰ سے دعا کی کہ) اے ہمارے پروردگار ہمارے اور ہماری (اس) قوم کے درمیان فیصلہ کر دیجئے (جو کہ ہمیشہ حق کے موافق (ہوا کرتا ہے کیونکہ خدائی فیصلہ کا حق ہونا لازم ہے یعنی اب عملی طور پر حق کا حق اور باطل کا باطل ہونا واضح کر دیجئے) اور آپ سب سے اچھا فیصلہ کرنے والے ہیں) اور ان کی قوم کے (ان ہی مذکور) کافر سرداروں نے (شعیب علیہ السلام کی یہ تقریر بلیغ سن کر اندیشہ کیا کہ کہیں سامعین میں اس کا اثر نہ ہو جاوے اس لئے انہوں نے بقیہ کفار سے کہا کہ اگر تم شعیب (علیہ السلام) کی راہ پر چلنے لگو گے تو بے شک بڑا نقصان اٹھاؤ گے (دین کا بھی کیونکہ ہمارا مذہب حق ہے حق کو چھوڑنا خسارہ ہے اور دنیا کا بھی اس لئے کہ پورا ناپنے تولنے میں بچت کم ہوگی غرض وہ سب اپنے کفر وظلم پر جمے رہے اب عذاب کی آمد ہوئی) پس ان کو زلزلہ نے آ پکڑا سو اپنے گھر میں اوندھے کے اوندھے پڑے رہ گئے جنہوں نے شعیب (علیہ السلام) کی تکذیب کی تھی (اور مسلمانوں کو ان کے گھروں سے نکالنے کو آمادہ تھے خود) انکی یہ حالت ہوگئی جیسے ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے جنہوں نے شعیب (علیہ السلام) کی تکذیب کی تھی (اور ان کے اتباع کرنے والے کو خاسر بتلاتے تھے خود) وہی خسارہ میں پڑ گئے اس وقت شعیب (علیہ السلام) ان سے منہ موڑ کر چلے اور (بطور حسرت کے فرضی خطاب کرکے) فرمانے لگے کہ اے میری قوم میں نے تو تم کو اپنے پروردگار کے احکام پہنچا دیئے تھے (جن پر عمل کرنا ہر طرح کی فلاح کا سبب تھا) اور میں نے تمہاری (بڑی) خیر خواہی کی (کہ کس کس طرح سمجھایا مگر افسوس تم نے نہ مانا اور یہ روز بد دیکھا پھر ان کے عناد وکفر وغیرہ کو یاد کرکے فرمانے لگے کہ جب انہوں نے اپنے ہاتھوں یہ مصیبت خریدی تو) پھر میں ان کافر لوگوں (کے ہلاک ہونے) پر کیوں رنج کروں (ایسی تیسی میں جائیں جیسا کیا ویسا بھگتا)

ربط: اوپر جن قوموں کا قصہ مذکور ہوا ہے چونکہ اور قوموں کے بھی ایسے قصے واقع ہوئے ہیں آگے عام عنوان سے اجمالاً ان سب کی حالت جرم کی اور جرم پر بھی اول مہلت ملنے کی اور پھر بھی نہ سمجھنے پر سزا جاری ہونے کی مذکور ہے اور حکایت کے بعد آیت اَوَلَمْ یَهْدِ الخ سے غرض حکایت پر کہ عبرت حاصل کرنا ہے تنبیہ فرمائی گئی ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ [الشعراء: ۱۸۳] مدلول نص پر اس کو بھی قیاس کیا جاوے گا جس میں اکثر اہل علم مبتلا ہیں کہ دوسرے اہل فضیلت کے اس حق کی تنقیص کرتے ہیں کہ ان کے ساتھ جو توقیر اور ان کے اظہار فضیلت کا معاملہ کرنا چاہئے نہیں کرتے۔ قولہ تعالیٰ فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ﴿۹۳﴾ بجائے عَلَيْهِمْ کے عَلٰى كٰفرين کہنا اشعار ہے کہ کفر کے سبب یہ لوگ مستحق تاسف کے نہ رہے اس سے معلوم ہوا کہ مبغوضین پر ترحم نہ چاہئے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قولہ فی بینة کوئی معجزہ لا یضر عدم تعیینها فی الذکر ۱۲۔ ۲ قولہ فی کل صراط سڑکوں استفید الجمع من کل ۱۲۔ ۳ قولہ فی توعدون مارڈالیں گے کذا فی الدر المنثور عن ابن عباس ۱۲۔ ۴ قولہ فی کنتم قلیلا شمار یا مال قولان للمفسرین ۱۲۔ ۵ قولہ فی لتعودن سکوت کذا فی الروح ۱۲۔ ۶ قولہ فی بالحق ہمیشہ فالتقیید لیس للاحتراز بل لاظهار النصفة ۱۲۔

اللغات: الکیل المراد به آلته بقرینة المیزان وبدلیل ما فی هو واوفوا المکیال الخ۔

النحو: توعدون وتصدون عن سبیل اللہ من آمن معمول لاقرب الفعلین والا لقیل تصدونهم لکنی ترجمت بالحاصل ۱۲۔ قوله معك هو عندی حال ای کائنین معلك قوله الذین کذبوا فی الموضعین مبتدأ والخبر ما بعده اختاره الزمخشری ۱۲۔

البلاغة: قوله لا تبخسوا تاکید لما افاده اوفوا للمبالغة ۱۲۔ قال الملأ الذین استکبروا ثم بعده قال الملأ الذین کفروا لما کان منشأ القول الاول استکبار والقول الثانی مطلق الکفر حسن ذاك التفنن۔ قوله الذین کذبوا فی الموضعین فی الروح هذا الاستیناف (والتکرار) من غیر عطف جار علی عادة العرب فیقولون فی مثل هذا المقام اخوك الذی نهب ما لنا اخوك الذی هتك سترنا اخوك الذی ظلمنا آه قوله فکیف اٰسٰی فی الروح وهذا نوع من البدیع یسمی الرجوع وهو العود علی الکلام السابق بالنقض وقد جاء کثیرا فی کلامهم ومنه وقول زهیر۔ قف بالدیار التی لم تعفها القدم۔ بلی وغیرها الارواح والدیم والنکتة فیه الاشعار بالتوله والذهول من

شدة الحيرة لعظم الامر بحيث لا يفرق بين ما هو كالمتناقض من الكلام وغيره اه۔ ويحتمل ان يكون توبيخا لهم ويكن حاصل الكلام يا قوم لقد ابلغتكم رسٰلٰت ربی ونصحت لكم ولكن لم تنتهوا عن مخالفة الله ومخالفتي فاصابكم ما اصابكم واذا كان الامر كذلك فلا اسٰى عليكم اذ كنتم قوما كافرين وكيف اسٰى على قوم كافرين ۱۲۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّبِیٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ یَضَّرَّعُوْنَ ﴿۹۴﴾ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّیِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۹۵﴾ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَیْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿۹۶﴾ اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ یَّاْتِیَهُمْ بَاْسُنَا بَیَاتًا وَّهُمْ نَآىٕمُوْنَ ﴿۹۷﴾ اَوَ اَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ یَّاْتِیَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ یَلْعَبُوْنَ ﴿۹۸﴾ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ فَلَا یَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹۹﴾ اَوَلَمْ یَهْدِ لِلَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِ اَهْلِهَاۤ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَیْكَ مِنْ اَنْۢبَآىٕهَا وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِیُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ كَذٰلِكَ یَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۰۱﴾ وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ وَاِنْ وَّجَدْنَاۤ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِیْنَ ﴿۱۰۲﴾

اور ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا کہ وہاں کے رہنے والوں کو ہم نے محتاجی اور بیماری میں نہ پکڑا ہوتا کہ وہ ڈھیلے پڑ جائیں پھر ہم نے اس بدحالی کی جگہ خوشحالی بدل دی یہاں تک کہ ان کو خوب ترقی ہوئی اور (اس وقت براہ کج فہمی) کہنے لگے کہ ہمارے آباؤ اجداد کو بھی تنگی اور راحت پیش آئیں تھیں تو ہم نے ان کو دفعتہً پکڑ لیا اور ان کو خبر بھی نہ تھی اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیز کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے لیکن اُنہوں نے تو (پیغمبروں کی) تکذیب کی تو ہم نے (بھی) ان کو ان کے اعمال (بد) کی وجہ سے پکڑ لیا۔ کیا پھر بھی ان بستیوں کے رہنے والے اس بات سے بےفکر ہو گئے ہیں کہ ان پر (بھی) ہمارا عذاب شب کے وقت آ پڑے جس وقت وہ پڑے سوتے ہوں اور کیا ان (موجودہ) بستیوں کے رہنے والے اس بات سے بےفکر ہو گئے ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب دن دوپہری آ پڑے جس وقت کہ وہ اپنے لایعنی قصوں میں مشغول ہوں۔ ہاں تو کیا اللہ تعالیٰ کی اس (ناگہانی) پکڑ سے بےفکر ہو گئے ہو (سمجھ رکھو) خدا تعالیٰ کی پکڑ سے بجز ان کے جن کی شامت ہی آ گئی ہو اور کوئی بےفکر نہیں ہوتا اور ان (گزشتہ) زمین پر رہنے والوں کے بعد جو لوگ (اب) زمین پر بجائے ان کے رہتے ہیں کیا ان واقعات مذکورہ نے ان کو یہ بات (ہنوز) نہیں بتلائی کہ اگر ہم چاہتے تو ان کو ان کے جرائم کے سبب ہلاک کر ڈالتے اور ہم ان کے دلوں پر بند لگائے ہوئے ہیں اس سے وہ سنتے نہیں۔ ان (مذکورہ) بستیوں کے کچھ کچھ قصے ہم آپ سے بیان کر رہے ہیں اور ان سب کے پاس ان کے پیغمبر معجزات لے کر آئے تھے۔ پھر جس چیز کو انہوں نے اوّل (وہلہ) میں (ایک بار) جھوٹا کہہ دیا یہ بات نہ ہوئی کہ پھر اس کو مان لیتے۔ اللہ تعالیٰ اسی طرف کافروں کے دلوں پر بند لگا دیتے ہیں اور اکثر لوگوں میں ہم نے وفائے عہد نہ دیکھا اور ہم نے اکثر لوگوں کو بےحکم ہی پایا۞

تفسیر بیان اجمالی حالت کفار سابقین برائے عبرت کفار لاحقین ☆ وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّبِیٍّ (الی قولہ تعالیٰ) وَاِنْ وَّجَدْنَاۤ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِیْنَ ﴿۱۰۲﴾ اور ہم نے (ان مذکورہ اور ان کے علاوہ بھی دوسری بستیوں میں سے) کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا کہ وہاں کے رہنے والوں کو (اس نبی کے نہ ماننے پر اول اول تنبیہ نہ کی ہو اور تنبیہ کی غرض سے ان کو) ہم نے محتاجی اور بیماری میں نہ پکڑا ہوتا کہ وہ ڈھیلے پڑ جاویں (اور اپنے کفر و تکذیب سے توبہ کریں) پھر (جب اس سے متنبہ نہ ہوئے تو استدراجاً یا اس غرض سے کہ مصیبت کے بعد جو نعمت ہوتی ہے اس کی زیادہ قدر ہوتی ہے اور نعمت دینے والے کی آدمی بالطبع اطاعت کرنے لگتا ہے) ہم نے اس بدحالی کی جگہ خوشحالی بدل دی یہاں تک کہ ان کو (غنی اور صحت کے ساتھ مال و اولاد میں) خوب ترقی ہوئی اور (اس وقت براہ کج فہمی) کہنے لگے کہ (وہ پہلی مصیبت ہم پر کفر و تکذیب کے سبب نہ تھی ورنہ پھر خوش حالی کیوں ہوتی بلکہ یہ اتفاقات زمانہ سے ہے چنانچہ)

ہمارے آباؤ اجداد کو بھی (یہ دو حالتیں کبھی تنگی اور کبھی) راحت پیش آئیں تھیں (اسی طرح ہم پر بھی یہ حالتیں گزر گئیں جب وہ اس بھول میں پڑ گئے) تو (اس وقت) ہم نے ان کو دفعۃً (عذاب مہلک میں) پکڑ لیا اور ان کو (اس عذاب کے آنے کی) خبر بھی نہ تھی (یعنی گو ان کو انبیاء نے خبر کی تھی مگر چونکہ وہ اس خبر کو غلط سمجھتے تھے اور عیش و آرام میں بھولے ہوئے تھے اس لئے ان کو گمان نہ تھا) اور (ہم نے جو ان کو عذابِ مہلک میں پکڑا تو اس کا سبب صرف ان کا کفر اور مخالفت تھی ورنہ) اگر ان بستیوں کے رہنے والے (پیغمبروں پر) ایمان لے آتے اور (ان کی مخالفت سے) پرہیز کرتے تو ہم (بجائے ارضی و سماوی آفات کے) ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے (یعنی آسمان سے بارش اور زمین سے پیداوار ان کو برکت کے ساتھ عطا فرماتے اور گو اس ہلاکت سے پہلے ان کو خوشحالی ایک حکمت کے لئے دی گئی تھی لیکن اس خوش حالی میں اس لئے برکت نہ تھی کہ آخر میں وہ وبال جان ہوگئی بخلاف ان نعمتوں کے جو ایمان واطاعت کے ساتھ ملتی ہیں کہ ان میں یہ خیر و برکت ہوتی ہے کہ وہ وبال کبھی نہیں ہوتی نہ دنیا میں نہ آخرت میں حاصل یہ کہ اگر وہ ایمان وتقویٰ اختیار کرتے تو ان کو بھی یہ برکتیں دیتے) لیکن انہوں نے تو (پیغمبروں کی) تکذیب کی تو ہم نے (بھی) ان کے اعمال (بد) کی وجہ سے ان کو (عذاب مہلک میں) پکڑ لیا (جس کو اوپر اَخَذۡنٰھُمۡ بَغۡتَۃً سے تعبیر فرمایا ہے آگے کفار موجودین کو عبرت دلاتے ہیں) کیا (ان قصص کو سن کر) پھر بھی ان (موجودہ) بستیوں کے رہنے والے (جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دورۂ نبوت میں موجود ہیں اس بات سے بے فکر ہو گئے ہیں کہ ان پر (بھی) ہمارا عذاب شبؔ کے وقت آ پڑے جس وقت وہ پڑے سوتے ہوں اور کیا ان (موجودہ) بستیوں کے رہنے والے (باوجود کفر وتکذیب کے جو کہ کفار سابقین کے اہلاک کا سبب تھا) اس بات سے بے فکر ہو گئے ہیں کہ (ان ہی سابقین کی طرح) ان پر ہمارا عذاب دن دو پہرؔی آ پڑے جس وقت کہ وہ اپنے لایعنی قصوں میں مشغول ہوں (مراد اس سے دنیوی کاروبار ہیں) ہاںؔ تو کیا اللہ تعالیٰ کی اس (ناگہانی) پکڑ سے (جس کا اوپر بیان ہوا ہے) بے فکر ہو گئے سو (سمجھ رکھو کہ) خدا تعالیٰ کی پکڑ سے بجز ان کے جن کی شامتؔ ہی آ گئی ہو اور کوئی بے فکر نہیں ہوتا (آگے اس کی علت بتلاتے ہیں کہ ان کو عذاب سے کیوں ڈرنا چاہئے اور وہ علت ان کا امم سابقہ کے ساتھ جرم کفر میں شریک ہونا ہے یعنی) اور ان (گزشتہ) زمین پر رہنے والوں کے بعد جو لوگ (ابؔ) زمین پر بجائے ان کے رہتے ہیں کیا ان واقعاتؔ مذکورہ نے ان کو یہ بات (ہنوز) نہیں بتلائی کہ اگر ہم چاہتے تو ان کو (بھی مثل امم سابقہ کے) ان کے جرائم (کفر وتکذیب) کے سبب ہلاک کر ڈالتے (کیونکہ امم سابقہ ان ہی جرائم کے سبب ہلاک کی گئیں) اور (واقعی یہ واقعات تو ایسے ہی ہیں کہ ان سے سبق لینا چاہئے تھا لیکن اصل یہ ہے کہ) ہم نے ان کے دلوں پر بند لگائے ہوئےؔ ہیں اس سے وہ (حق بات کو دل سے) سنتے (بھی) نہیں (اور ماننا تو درکنار رہا پس اس بند لگانے سے ان کی قساوت بڑھ گئی کہ ایسے عبرت خیز واقعات سے بھی عبرت نہیں ہوتی اور اس بند لگانے کا سبب انہی کا ابتدا میں کفر کرنا ہے لقولہ تعالیٰ :طَبَعَ اللّٰہُ عَلَیۡھَا بِکُفۡرِھِمۡ [النساء : ۱۵۵] آگے شاید رسول اللہ ﷺ کی تسلی کے لئے سارے مضمون مذکور کا خلاصہ ہے کہ ان (مذکورہ) بستیوں کے کچھ کچھؔ قصے ہم آپ سے بیان کر رہے ہیں اور ان سب (بستیوں میں رہنے والوں) کے پاس ان کے پیغمبر معجزات لے کر آئے تھے (مگر) پھر (بھی ان کی ضد اور ہٹ کی یہ کیفیت تھی کہ) جس چیز کو انہوں نے اول (وہلۂ ایک بار) میں جھوٹا کہہ دیا یہ بات نہ ہوئی کہ پھر ان کو مان لیتے (اور جیسے یہ لوگ دل کے سخت تھے) اللہ تعالیٰ اسی طرح کافروں کے دلوں پر بند لگا دیتے ہیں اور (ان میں سے بعضے لوگ مصیبتوں میں ایمان لانے کا عہد بھی کر لیتے تھے لیکن) اکثر لوگوں میں ہم نے وفائے عہد نہ دیکھا (یعنی زوال مصیبت کے بعد پھر ویسے کے ویسے ہی ہو جاتے تھے) اور ہم نے اکثر لوگوں کو (باوجود ارسال رسل واظہار معجزات ونزول بلیات وتوثیق معاہدات) بے حکم ہی پایا (پس کفار ہمیشہ سے ایسے ہی ہوتے رہے ہیں آپ بھی غم نہ کیجئے)

ف : جَآءَتۡھُمۡ رُسُلُھُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ میں ھُمۡ کی ضمیر میں سب مذکورین کا داخل ہونا اور بینات سے معجزات کا مراد ہونا دلیل ہے کہ جن انبیاء علیہم السلام کے معجزات قرآن وحدیث میں مذکور نہیں وہ بھی صاحب معجزہ تھے اور ہود علیہ السلام کی قوم کا قول جو سورۂ ہود میں مذکور ہے مَا جِئۡتَنَا بِبَیِّنَۃٍ چونکہ یہ آیت اس قول کو رد کرتی ہے اس لئے ان کا قول حجت نہیں بلکہ منشاء اس کا عناد ہے کہ معجزہ کو غیر معتد بہ قرار دے کر ایسا کہہ دیا اور بَرَکٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ الخ کی جو تقریر اثنائے ترجمہ میں کی گئی ہے اس سے یہ شبہ دفع ہو گیا کہ بَدَّلۡنَا مَکَانَ السَّیِّئَۃِ الخ سے تو ان پر فراخی عیش ہونا ثابت ہے اسی طرح سورۂ انعام میں فَتَحۡنَا عَلَیۡھِمۡ اَبۡوَابَ کُلِّ شَیۡءٍ بھی اس پر دال ہے اور عہد کی دوسری تفسیر یہ کی گئی ہے کہ یوم میثاق کا عہد مراد ہو اور اس تفسیر پر اکثر اس لئے کہا کہ بعض مسلمان ہو گئے تھے اور تفسیر اول پر اکثر کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے اور دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ مصیبت میں عہد کرنا سب سے صادر نہ ہوا تھا اکثر نے ایسا کہا تھا اور انہوں نے ہی پورا نہ کیا واللہ اعلم۔

مَسۡئَلَہ : آیت : فَلَا یَاۡمَنُ مَکۡرَ اللّٰہِ اِلَّا الۡقَوۡمُ الۡخٰسِرُوۡنَ ﴿۹۹﴾ سے استنباط کیا گیا ہے کہ عذابِ الٰہی سے بے خوف ہونا کفر ہے کیونکہ محاورات قرآنیہ میں اکثر خاسر سے مراد کافر ہوتا ہے جیسا کہ دوسری آیت واقعہ سورۂ یوسف لَا یَایۡئَسُ مِنۡ رَّوۡحِ اللّٰہِ اِلَّا الۡقَوۡمُ الۡکٰفِرُوۡنَ سے اس مسئلہ کا دوسرا جزو ثابت کیا گیا ہے کہ مایوسی خدا کی رحمت سے کفر ہے اور روح المعانی میں شافعیہ کا مذہب نقل کیا ہے کہ یہ دونوں امر بالمعنی المشہور گناہ کبیرہ ہیں کفر نہیں اور

بعض محققین کا قول محاکمہ میں نقل کیا ہے کہ امن بایں معنی کہ اللہ تعالیٰ کو انتقام پر قادر نہ سمجھے اور یاس بایں معنی کہ اللہ تعالیٰ کو انعام پر قادر نہ سمجھے کفر ہے اور بالمعنی المشہور یعنی یاس بمعنی استبعادِ عفو واستعظام ذنوب جس سے طاعات وتوبہ ترک ہو جاویں اور امن بمعنی غلبۂ رجاء جس سے معاصی پر جری ہو جاوے کبیرہ ہے اور آیت کو تغلیظ پر یا مطلق خسار اور کفران کے معنی پر محمول کیا جاوے گا عاجز کہتا ہے کہ قطعی وعید کے بعد بے خوف ہونا جیسا کہ مرتکبین کفر کی حالت تھی اور قطعی وعدہ کے بعد مایوس ہونا جیسا کہ نبی کی بشارت کے بعد ہوا ایسا امن ویاس کفر ہے اور آیات میں یہی معانی مراد معلوم ہوتے ہیں واللہ اعلم۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ اپنی مابعد والی آیت سے مل کر اس پر دال ہے کہ نعم دنیویہ میں طاعت کو اور نقم دنیویہ میں معصیت کو بھی دخل ہے خواہ وہ نعمت ونقمت حسی ہو یا معنوی قولہ تعالیٰ: فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹۹﴾ اس میں وہ بھی داخل ہے جو اپنے صاحبِ نسبت ہونے پر مغرور ہو اور سلب نسبت سے خوف نہ کرے۔ قولہ تعالیٰ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ۔ اس میں اصرار وعناد کی مذمت ہے۔ اور اس وقت یہ بلا مقتداؤں میں بہت ہوگئی کہ جس بات میں ایک بار انکار نکل جاوے پھر باوجود ظہور بطلان کے بھی اس کو کبھی نہ مانگیں گے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قولہ فی بیاتا شب کے وقت لان البیات مصدر یقدر قبلہ المضاف ۱۲۔ ۲؎ قولہ فی ضحی دن دوپہری لقولہ تعالیٰ فی اول السورۃ او ہم قائلون ۱۲۔ ۳؎ قولہ فی افامنوا ہاں استفید التنبیہ من التکریر ولفظ تو من الفا۔ فی قولہ جس کا اوپر اشارۃ الی ان الجملۃ اجمال لما فصل او لا ۱۲۔ ۴؎ قولہ فی خاسرون شامت لاطلاق ہذا اللفظ علی ما ارید بہذا الخسار فی المحاورات ۱۲۔ ۵؎ قولہ فی للذین یرثون اب الخ اشارۃ الی انہ فیہ وضع المظہر موضع المضمر لان ہؤلاء ہم اہل القری المذکورون فی قولہ تعالیٰ افامن اہل القری ۱۲۔ ۶؎ قولہ فی او لم یہد ان واقعات اشار بہ الی ان فاعلہ ضمیرہ الراجع الی ما جری علی الامم وان لو شاء مفعولہ وللذین متعلقہ وفی قولہ بتلائی اشارۃ الی ان یہد بمعنی یبین بقرینۃ تعدیۃ باللام۔ ۷؎ قولہ فی نطبع علی قلوبہم لگائے ہوئے ہیں اشارۃ الی رد ما قیل من عطفہ علی اصبنا لانہ ینافیہ وقوع الطبع المدلول علیہ بقولہ فیما بعد نطبع اللہ ۱۲۔ ۸؎ قولہ انبائہا کچھ کچھ اشارۃ الی کون من تبعیضیۃ وہو الامر المطابق للواقع ۱۲۔ ۹؎ قولہ فی قبل اول وہلہ المراد بہ اول ما فاجاء ہم الرسل قبل اقامۃ البینات والمعجزات ۱۲۔ ۱۰؎ قولہ قولہ فی عہد وفا اشارۃ الی حذف المضاف ۱۲۔

اختلاف القراءۃ: فی قراءۃ او امن عاطفۃ عطفا علی امن السابق ۱۲۔

النحو: قولہ اخذنا حال بمعنی آخذین والاستثناء من اعلم الاحوال ای وما ارسلنا فی حال الا فی حال کوننا آخذین ولیس المراد ابتداء الارسال مقارن للاخذ بل انہ مستتبع لہ غیر منفک عنہ ۱۲۔ قولہ وان وجدنا اکثرہم لفاسقین من وجد بمعنی علم الناصبۃ للمبتدأ والخبر لدخول ان المخففۃ واللام الفارقۃ وزلک لا یسوغ الا فی المبتدأ والخبر والافعال الداخلۃ علیہما من الروح والبیضاوی۔

البلاغۃ: قولہ قد مس آباء نا الضراء ولم یذکر الباساء المذکور فیما قبل اکتفاء بذکر احد الاخوین عن الآخر لتقاربہما مفہوما ۱۲۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَقَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ حَقِيْقٌ عَلٰٓى اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۰۵﴾ قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۷﴾ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾

ع ۱۳ / ۹ / ۳

پھر اس کے بعد ہم نے موسیٰ کو اپنے دلائل دے کر فرعون کے اور اس کے امراء کے پاس بھیجا سو ان لوگوں نے ان کا بالکل حق ادا نہ کیا۔ سو دیکھئے ان مفسدوں کا کیا انجام ہوا اور موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا اے فرعون میں رب العالمین کی طرف سے پیغمبر ہوں۔ میرے لئے یہی شایان ہے کہ بجز سچ کے خدا کی طرف کوئی بات منسوب نہ کروں۔ میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک بڑی دلیل بھی لایا ہوں۔ سو تو بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دے۔ فرعون نے کہا اگر آپ کوئی معجزہ لے کر آئے ہیں تو اس کو

اب پیش کیجئے اگر آپ سچے ہیں۔ پس آپ نے (فوراً) اپنا عصا ڈال دیا۔ سو دفعتہً وہ صاف اژدھا بن گیا اور اپنا ہاتھ باہر نکال لیا۔ سو وہ یکا یک سب دیکھنے والوں کے روبرو بہت ہی چمکتا ہوا ہو گیا۔

تفسیر: قصہ ششم حضرت موسیٰ علیہ السلام با سبطیان وقبطیان ☆ اور یہ قصہ یہاں بھی اور قرآن مجید کے اور مواقع مکررہ میں بھی بہ نسبت اکثر قصص کے مفصل ہے چنانچہ اس مقام پر نصف پارہ تک چلا گیا ہے اور اس کی تکریر اور تفصیل میں یہ نکتہ لکھا ہے کہ آپ کے معجزات بھی عظیم ہیں اور فرعونیوں کا کفر بھی شدید ہے اور بعض بنی اسرائیل کی جہالتیں بھی عجیب ہیں یہ امور مقتضی تکریر وتفصیل کے ہوئے۔

ذکر بعثت موسیٰ علیہ السلام ومکالمہ او با فرعون ☆ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى (الی قوله تعالی) فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ پھر ان (مذکور پیغمبروں) کے بعد ہم نے (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کو اپنے دلائل (یعنی معجزات) دے کر فرعون کے اور اس کے امراء کے پاس (ان کی ہدایت وتبلیغ کے لئے) بھیجا سو (جب موسیٰ علیہ السلام نے وہ دلائل ظاہر کئے تو) ان لوگوں نے ان (معجزات) کا بالکل حق ادا نہ کیا (کیونکہ ان کا حق اور مقتضا یہ تھا کہ ایمان لے آتے) سو دیکھئے ان مفسدوں کا کیا (برا) انجام ہوا (جیسا اور جگہ ان کا غرق اور ہلاک ہونا مذکور ہے یہ تو تمام قصہ کا اجمال تھا آگے تفصیل ہے یعنی) اور موسیٰ (علیہ السلام) نے (فرعون کے پاس بحکم الٰہی جا کر) فرمایا کہ میں رب العالمین کی طرف سے (تم لوگوں کی ہدایت کے واسطے) پیغمبر (مقرر ہوا) ہوں (اور جو مجھ کو کاذب بتلاوے اس کی غلطی ہے کیونکہ) میرے لئے یہی شایان ہے کہ بجز سچ کے خدا کی طرف کوئی بات منسوب نہ کروں (اور میں رسالت کا خالی دعویٰ ہی نہیں کرتا بلکہ) میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک بڑی دلیل (یعنی معجزہ) بھی لایا ہوں (جو طلب کے وقت دکھلا سکتا ہوں) سو (جب میں رسول مع الدلیل ہوں تو میں جو کہوں اس کی اطاعت کر چنانچہ منجملہ ان امور کے ایک یہ کہتا ہوں کہ) تو بنی اسرائیل کو (اپنی بیگار سے خلاصی دے کر) میرے ساتھ (ملک) شام کو جو ان کا (اصلی وطن ہے) بھیج دے فرعون نے کہا کہ اگر آپ (منجانب اللہ) کوئی معجزہ لے کر آئے ہیں تو اس کو اب پیش کیجئے اگر آپ (اس دعوے میں) سچے ہیں بس آپ نے (فوراً) اپنا عصا (زمین پر) ڈال دیا سو دفعتہً وہ صاف ایک اژدھا بن گیا (جس کے اژدھا ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہو سکتا تھا) اور (دوسرا معجزہ یہ ظاہر کیا کہ) اپنا ہاتھ (گریبان کے اندر بغل میں دبا کر) باہر نکال لیا سو وہ یکا یک سب دیکھنے والوں کے روبرو بہت ہی چمکتا ہوا ہو گیا (کہ اس کو بھی سب نے دیکھا)۔ ف: اوپر جو بِاٰيٰتِنَا فرمایا ہے اس سے مراد یا تو یہی دو معجزے ہیں اور جمع لانا بوجہ ان کے کبیر ہونے یا بار بار واقع ہونے کے ہے اور یا وہ سب معجزات مراد ہیں جو یہاں سے تیسرے رکوع میں مذکور ہیں: وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ الخ مگر وہ سب اس وقت واقع نہیں ہوئے مختلف اوقات میں ان کا ظہور ہوتا رہا اور یہاں اجمال میں مجموعہ اوقات کا اعتبار ہوگا اور یہاں جو مَلَا۟ئِهٖ کی تخصیص کی گئی اس اعتبار سے کہ وہ سردار تھے اور لوگ ان کے تابع تھے اور بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہونا دوسری آیات میں مذکور ہے اور اس سے عموم بعثت لازم نہیں آتی کیونکہ دو قوموں میں سب مکلفین منحصر نہ تھے اور دوسری آیات میں ہارون علیہ السلام کا ساتھ ہونا بھی مذکور ہے شاید ان کے تابع ہونے کی وجہ سے یہاں ذکر نہ کیا ہو اور اس مقام پر دعوت الی التوحید کا اس لئے ذکر نہیں کیا کہ دوسری آیات میں موجود ہے چونکہ بنی اسرائیل پر ظلم کرنا حقوق العباد میں سے تھا اس اعتبار سے اس کا اہم ہونا موجب تخصیص ذکر ہو سکتا ہے اور بعض نے اَرْسِلْ کے معنی اطلق عن قيدك لئے ہیں پس شام وغیرہ کا اعتبار اس کے معنی میں نہ ہوگا اور اس آیت میں اژدھا فرمایا دوسری آیتوں میں جان بمعنی پتلا سانپ فرمایا جمع ان میں اس طرح ہے کہ یا تو کسی وقت ایسا ہوتا ہو کسی وقت میں ویسا یا اول پتلا ہوتا ہو پھر بڑھ جاتا ہو یا جثہ میں بڑا ہوتا ہو اور تیزی میں پتلے سانپ کی طرح ہو اور مبین سے معلوم ہوتا ہے کہ تبدیل حقیقت ہو جاتی تھی خیالی قصہ نہ تھا اور لِلنّٰظِرِيْنَ سے کوئی نظر بندی کا شبہ نہ کرے کیونکہ یہ تاکید ہے اس کے واقعی بیاض کی جیسے کہا کرتے ہیں کہ کھلی آنکھوں لوگوں نے دیکھا اور انقلاب حقائق کا محال ہونا جو فلاسفہ میں مشہور ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ حقائق ثلثہ یعنی وجوب وامتناع وامکان ایک دوسرے کی طرف منقلب نہیں ہوتا ورنہ عناصر کا استحالہ کون نہیں دیکھتا۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قوله فی من بعدهم پیغمبروں اشارة الی ان مرجع الضمير هم الرسل ۱۲۔ ۲؎ قوله فی فظلموا ایمان لے آتے اشارة الی ان تعدية الظلم بالباء مع انه يتعدى بلا واسطة لتضمنه معنى الكفر ۱۲۔ ۳؎ قوله فی المفسدين ان اشارة الى كون اللام للعهد ۱۲۔ ۴؎ قوله فی رسول تم لوگوں دل على هذا المقدر ما سيليه من قوله جئتكم ۱۲۔ ۵؎ قوله فی حقيق یہی شایان اخذ بالحاصل اتباعا للمحاورة والا فالترجمة اللفظية میں اس کے لئے شایان لان حقيق بمعنى جدير وعلى بمعنى الباء ويؤيده على ما فی الروح قراءة ابی بان لا اقول وقراءة عبدالله ان لا اقول بتقدير الجار ۱۲۔ ۶؎ قوله قبل فارسل منجملة لان ما بلغه لا ينحصر فی ما ههنا ۱۲۔ ۷؎ قوله فی نزع گریبان کے اندر بغل جمع فيه بين قوليه تعالى ادخل يدك فی جيبك واضمم يدك الى جناحك والجمع بينهما ممكن فی زمان واحد ۱۲۔

اختلاف القراءۃ: قرأ نافع حقيق علی بتشديد الياء ای واجب علی او على بمعنى الباء ای جدير بی ان لا اقول على معنى انی جدير بان

الخ فافهم ۱۲۔

البلاغۃ: قوله ببينة المراد به الجنس قوله للناظرين الفائدة فى زيادته اما ما ذكرته فى ف واما بيان كونه عجيبا خارجا عن العادة يجتمع عليه النظار كما فى الروح۔

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۹﴾ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ ۚ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِى الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿۱۱۲﴾ وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِىَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۱۶﴾ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَاِذَا هِىَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ وَاُلْقِىَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِى الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَمَا تَنْقِمُ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا ۚ رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ﴿۱۲۶﴾

۱۴ ع ۱۸ ۴

قوم فرعون میں جو سردار لوگ تھے' انہوں نے کہا کہ واقعی یہ شخص بڑا ماہر جادوگر ہے۔ (ضرور) یہ (ہی) چاہتا کہ تم کو تمہاری (اس) سرزمین سے باہر کردے سو تم لوگ کیا مشورہ دیتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ آپ ان کو اور ان کے بھائی ہارون کو چندے مہلت دیجئے اور شہروں میں چپڑاسیوں کو بھیج دیجئے کہ وہ سب ماہر جادوگروں کو آپ کے پاس لاکر حاضر کردیں۔ (چنانچہ ایسا ہی کیا گیا) اور وہ جادوگر فرعون کے پاس حاضر ہوئے کہنے لگے کہ اگر ہم غالب آئے تو ہم کو کوئی بڑا صلہ ملے گا؟ فرعون نے کہا کہ ہاں (بڑا انعام ملے گا) اور مزید (براں) تم مقرب لوگوں میں داخل ہو جاؤ گے۔ ان ساحروں نے عرض کیا کہ اے موسیٰ خواہ آپ ڈالئے اور یا ہم ہی ڈالیں موسیٰ نے فرمایا کہ (پہلے) تم ہی ڈالو۔ پس جب انہوں نے (اپنی رسیوں اور لاٹھیوں کو) ڈالا تو لوگوں کی نظر بندی کردی اور ان پر ہیبت غالب کردی اور اس طرح کا بڑا جادو دکھایا اور ہم نے موسیٰ کو وحی کے ذریعہ سے حکم دیا کہ آپ اپنا عصا ڈال دیجئے۔ سو عصا کا ڈالنا تھا کہ اس نے (اژدہا بن کر) ان کے سارے بنے بنائے کھیل کو نگلنا شروع کیا۔ پس اس وقت حق (کا حق ہونا) ظاہر ہو گیا اور انہوں نے جو کچھ بنایا ونایا تھا سب آتا جاتا رہا۔ پس وہ لوگ اس موقع پر ہار گئے اور خوب ذلیل ہوئے اور وہ جو ساحر تھے وہ سجدہ میں گر گئے (اور پکار پکار کر) کہنے لگے کہ ہم ایمان لائے رب العالمین پر جو موسیٰ و ہارون کا بھی رب ہے۔ فرعون کہنے لگا کہ ہاں تم موسیٰ پر ایمان لائے ہو بدوں اس کے کہ میں اجازت دوں۔ بے شک یہ ایک کارروائی تھی جس پر تمہارا عملدرآمد ہوا ہے اس شہر میں۔ تاکہ تم اس شہر سے وہاں کے رہنے والوں کو باہر نکال دو۔ سو (بہتر ہے) اب تم کو حقیقت معلوم ہوئی جاتی ہے ہیں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ دوسری طرف کے پاؤں کاٹوں گا۔ پھر تم سب کو سولی پر ٹانگ دوں گا۔ انہوں نے جواب دیا کہ (کچھ پروا نہیں) ہم مر کر اپنے مالک کے پاس ہی جائیں گے اور تو نے ہم میں کون سا شخص دیکھا بجز اس کے کہ ہم اپنے رب کے احکام پر ایمان لے آئے جب وہ احکام ہمارے پاس آئے اے ہمارے رب ہمارے اوپر صبر کا فیضان فرما اور ہماری جان حالت اسلام پر نکالئے۔ ۞

تفسیر: قصہ مقابلہ سحرہ با موسیٰ علیہ السلام ☆ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۹﴾ (الی قولہ تعالی) رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ﴿۱۲۶﴾ (حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جو یہ معجزات عظیمہ ظاہر ہوئے تو فرعون نے اہل دربار سے کہا کہ یہ شخص بڑا جادوگر ہے اس کا اصل

مطلب یہ ہے کہ اپنے جادو سے تم لوگوں پر غالب آ کر یہاں کا رئیس ہو جاوے اور تم کو یہاں آباد نہ رہنے دے سو اس بارہ میں تمہارا کیا مشورہ ہے چنانچہ سورۂ شعراء میں یہ قول فرعون کا منقول ہے اس کو سن کر جیسا کہ مصاحبین سلاطین کی عادت ان کی ہاں میں ہاں ملانے کی ہوتی ہے فرعون کے قول کی تصدیق و موافقت کے لئے) قوم فرعون میں جو سردار (اور اہل دربار) لوگ تھے انہوں نے (ایک دوسرے سے) کہا کہ واقعی (جیسا ہمارے بادشاہ کہتے ہیں) یہ شخص بڑا ماہر جادوگر ہے (ضرور) یہ (ہی) چاہتا ہے کہ (اپنے جادو کے زور سے خود مع بنی اسرائیل کے رئیس ہو جاوے اور) تم کو (بوجہ اس کے کہ بنی اسرئیل کی نظر میں خار ہو) تمہاری (اس) سرزمین سے باہر کر دے سو تم لوگ (جیسا کہ بادشاہ دریافت کر رہے ہیں) کیا مشورہ دیتے ہو (غرض مشورہ طے کر کرا کر) انہوں نے (فرعون سے) کہا کہ آپ ان (موسیٰ علیہ السلام) کو اور ان کے بھائی (ہارون علیہ السلام) کو مہلت دیجئے اور (اپنی حدود قلمرو کے) شہروں میں (گردآواروں کو یعنی) چپڑ اسیوں کو (حکم نامے دے کر) بھیج دیجئے کہ وہ (سب شہروں سے) سب ماہر جادوگروں کو (جمع کر کے) آپ کے پاس لا کر حاضر کر دیں (چنانچہ ایسا ہی انتظام کیا گیا) اور وہ جادوگر فرعون کے پاس حاضر ہوئے (اور) کہنے لگے کہ اگر ہم (موسیٰ علیہ السلام پر) غالب آئے تو (کیا) ہم کو کوئی بڑا صلہ (اور انعام) ملے گا فرعون نے کہا کہ ہاں (انعام بھی بڑا ملے گا) اور مزید برآں یہ ہوگا کہ) تم (ہمارے) مقرب لوگوں میں داخل ہو جاؤ گے (غرض موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی جانب سے اس کی اطلاع دی گئی اور مقابلہ کے لئے تاریخ معین ہوئی اور تاریخ پر سب ایک میدان میں جمع ہوئے اس وقت) ان ساحروں نے (موسیٰ علیہ السلام سے) عرض کیا کہ اے موسیٰ (ہم آپ کو اختیار دیتے ہیں) خواہ آپ (اول اپنا عصا میدان میں) ڈالئے (جس کو آپ اپنا معجزہ بتلاتے ہیں) اور یا (آپ کہیں تو) ہم ہی (اپنی رسیاں اور لاٹھیاں میدان میں) ڈالیں موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم ہی (پہلے) ڈالو پس جب انہوں نے (اپنی رسیوں اور لاٹھیوں کو) ڈالا تو (جادو سے دیکھنے والے) لوگوں کی نظر بندی کر دی (جس سے وہ لاٹھیاں اور رسیاں سانپ کی شکل میں لہراتی نظر آنے لگیں) اور ان پر ہیبت غالب کر دی اور ایک طرح کا بڑا جادو دکھلایا اور (اس وقت) ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو (وحی کے ذریعہ سے) حکم دیا کہ آپ اپنا عصا ڈال دیجئے (جیسا ڈالا کرتے ہیں) سو عصا کا ڈالنا تھا کہ اس نے (اژدھا بن کر) ان کے سارے بنے بنائے کھیل کو نگلنا شروع کیا پس (اس وقت) حق (کا حق ہونا) ظاہر ہو گیا اور انہوں نے (یعنی ساحروں نے) جو کچھ بنایا ونایا تھا سب آتا جاتا رہا پس وہ لوگ (یعنی فرعون اور اس کی قوم) اس موقع پر ہار گئے اور خوب ذلیل ہوئے (اور اپنا سا منہ لے کر رہ گئے) اور وہ جو ساحر تھے وہ سجدہ میں گر گئے (اور پکار پکار کر) کہنے لگے کہ ہم ایمان لے آئے رب العالمین پر جو موسیٰ اور ہارون (علیہما السلام) کا بھی رب ہے فرعون (بڑا گھبرایا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ساری رعایا ہی مسلمان ہو جاوے تو ایک مضمون گھڑ کر ساروں سے) کہنے لگے ہاں تم موسیٰ (علیہ السلام) پر ایمان لائے ہو بدوں اس کے کہ میں تم کو اجازت دوں بیشک (معلوم ہوتا ہے کہ) یہ (جو کچھ جنگ زرگری کے طور پر ہوا ہے) ایک کارروائی تھی جس پر تمہارا عمل درآمد ہوا ہے اس شہر میں (خفیہ سازش ہوگئی ہے کہ تم یوں کرنا ہم یوں کریں گے پھر اس طرح ہار جیت ظاہر کریں گے اور یہ کارروائی ملی بھگت اس لئے کی ہے) تاکہ تم سب (مل کر) اس شہر سے وہاں کے رہنے والوں کو باہر نکال دو (پھر بفراغ خاطر سب مل کر یہاں ریاست کرو) سو (بہتر ہے) اب تم کو حقیقت معلوم ہوئی جاتی ہے (اور وہ یہ ہے کہ) میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ دوسری طرف کے پاؤں کاٹوں گا پھر تم سب کو سولی پر ٹانگ دوں گا (تاکہ اوروں کو عبرت ہو) انہوں نے جواب دیا کہ (کچھ پرواہ نہیں) ہم مر کر (کسی برے ٹھکانے تو نہ جاویں گے بلکہ) اپنے مالک ہی کے پاس جاویں گے (جہاں ہر طرح امن و راحت ہے سو ہمارا نقصان ہی کیا ہے) اور تو نے ہم میں کون سا عیب دیکھا ہے (جس پر اس قدر شور و غل ہے بجز اس کے کہ ہم اپنے رب کے احکام پر ایمان لے آئے (سو یہ کوئی عیب کی بات نہیں پھر اس سے اعراض کر کے حق تعالیٰ سے دعا کی کہ) اے ہمارے رب ہمارے اوپر صبر کا فیضان فرما (کہ اگر یہ سختی کرے مستقل رہیں) اور ہماری جان حالت اسلام پر نکالئے (کہ اس کی سختی سے پریشان ہو کر کوئی بات ایمان کے خلاف نہ ہو جاوے) **ف**: یہاں چند فوائد سمجھنا چاہئے اول: یہ کہ یہاں جو ارشاد فرمایا ہے: سَحَرُوٓا اَعۡيُنَ النَّاسِ یہ ایک واقعہ خاصہ ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ سحر کا منتہیٰ اتنا ہی ہے کہ نظر بندی ہو جاتی ہے بلکہ بعض انواع سحر سے تبدیل حقیقت بھی ممکن ہے اور اس کے امتناع پر کوئی دلیل نقلی یا عقلی قائم نہیں اور اگر کسی کو سحر عظیم سے شبہ ہو کہ عظیم سے زیادہ تو کوئی چیز نہیں جب نظر بندی کو سحر عظیم کہا معلوم ہوا کہ اور اقسام سحر کے اس سے بھی کم ہیں جواب یہ ہے کہ عظیم سے زیادہ اعظم ہوتا ہے پھر عظیم میں بھی مراتب مختلف ہیں پس ممکن ہے کہ کسی درجہ میں یہ بھی عظیم ہو اور اس سے بڑے سے بڑے درجہ میں تبدیل حقیقت عظیم ہو چنانچہ عظیم کے ترجمہ میں لفظ ایک طرح کا سے اس طرف اشارہ بھی کر دیا گیا ہے دوم: رب موسیٰ و ہارون اس لئے بڑھایا کہ فرعون اپنے کو رب اعلیٰ بتلاتا تھا تو رب العالمین کا مصداق سننے والے اس کو نہ سمجھ جاویں اس لئے اس کو بڑھا کر مراد متعین کر دی کہ جس کو موسیٰ و ہارون رب کہتے ہیں سوم: سوال سحر سے مقابلہ کرنا معجزہ کا کفر ہے پھر موسیٰ علیہ السلام نے اس کی کیسے اجازت دی کہ اَلۡقُوۡا حالانکہ کفر کی اجازت دینا نبی بلکہ مؤمن سے بھی ممکن نہیں۔ جواب: اگر آپ اَلۡقُوۡا نہ بھی فرماتے تب بھی یقیناً وہ لوگ یہ عمل کرتے پس معلوم ہوا یہ اجازت القاء کی نہیں بلکہ ان کی دو شقوں میں سے کہ اول القاء کس کا ہو جیسا کہ بعض آیات میں اَوَّلَ مَنۡ اَلۡقٰی اس پر دال ہے آپ نے ایک شق کو متعین فرما دیا کہ اسی پر

اظہار حق موقوف تھا کیونکہ دوسری شق میں اس عصا کا سانپ بنتا تو ظاہر ہوتا لیکن اُن پر غلبہ تو ظاہر نہ ہوتا اس شق میں اُن کے عصا وحبال کو فوراً نگل جانے سے پورا غلبہ ظاہر ہوگیا گو اگر وہ لوگ بعد میں ڈالتے تب بھی وہ عصا ان کو نگل جاتا لیکن فوراً موسیٰ علیہ السلام کے عصا ڈالتے ہی اس کا باطل ہونا جو کہ اوقع فی النفس ہے یہ تو ظاہر نہ ہوتا۔ پس امر القاء کا نہیں بلکہ تقدیم بالالقاء المتیقن کا ہے اور وہ بھی مصلحت کمال غلبۂ حق کے خوب سمجھ لو اور یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہاں صیغۂ امر سے مقصود اجازت نہیں بلکہ مراد عدم مبالات کا اظہار ہے یعنی ہم کو اس سے ذرا اندیشہ نہیں تم جو چاہو کرلو چہارم: فرعون کا یہ کہنا کہ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ یہ محض سخن سازی ہے اس کا کوئی منشاء اشتباہ ہونا ضرور نہیں اور بعض نے ایک منشاء بھی ذکر کیا ہے وہ یہ کہ مقابلہ سے پہلے موسیٰ علیہ السلام اور افسر ساحرین میں یہ گفتگو ہوئی کہ موسیٰ علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ اگر میں غالب آ گیا تو کیا تو ایمان لے آوے گا اس نے جواب دیا کہ میرے سحر پر غلبہ ممکن نہیں اور اگر آپ غالب آ گئے تو میں ضرور ایمان لے آ وَں گا اور فرعون نے اس کا مشاہدہ کیا تھا رواہ ابن جریر وابو الشیخ عن ابن مسعود و ناس من الصحابة کذا فی روح المعانی اس لئے اس نے کہا کہ تم نے سازش کی ہے حالانکہ اس کا سازش ہونا محض لغویات ہے۔ پنجم: بعض نے کہا ہے کہ فرعون نے ان نو مسلموں کو یہ سزا دی تھی اور بعض نے اس آیت یعنی: اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ [القصص: ۳۵] سے اس کا انکار کیا ہے لیکن یہ جواب ممکن ہے کہ غلبہ سے مراد غلبۂ بالحجت ہو یا یوں کہا جاوے کہ بعض کا قتل ہو جانا منافی غلبہ کے نہیں چنانچہ محاربات میں ایک فریق کو آخر میں غالب کہا جاتا ہے حالانکہ ان میں بھی مقتول ہوتے ہیں۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ (الی قولہ تعالی) يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ فرعون نے موسیٰ کے طریق حق کو ایک باطل کی صورت میں ظاہر کیا یہی حال ہے اہل باطل کا گو وہ صوفی ہی کہلاویں کہ عوام کو اہل حق سے نفرت دلانے کے لئے ان کے حق کو برے برے عنوان سے ظاہر کرتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ قَالَ اَلْقُوْا موسیٰ علیہ السلام کا مقصود اس سے خود اذن دینا نہ تھا بلکہ اذن کو ان کے کفر کے ابطال اور اپنے معجزہ کے اثبات کا ذریعہ بنانا تھا ایسی ہی مصلحت سے بعض اوقات شیوخ ایسے امر میں اذن دے دیتے ہیں کہ ظاہراس کا معصیت ہوتا ہے مگر اخیر میں اس میں کوئی مصلحت دینی ہوتی ہے وہی مصلحت ان کو مقصود ہوتی ہے۔ قولہ تعالیٰ: قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ اور اس ناس میں موسیٰ علیہ السلام بھی داخل ہیں چنانچہ سورۂ طٰہٰ میں ہے يُخَيَّلُ اِلَيْهِ [طٰه: ٦٦] اھ پس اس سے کئی امر مستفاد ہوئے اول خوارق سے دھوکا نہ کھانا کہ اہل باطل سے بھی ظاہر ہو سکتے ہیں ثانی سحر کی ایک قسم خیال میں تصرف کرنا بھی ہے اسی میں مسمریزم بھی داخل ہے۔ ثالث ایسی چیزوں سے متاثر ہو جانا کمال باطنی کے خلاف نہیں چنانچہ موسیٰ علیہ السلام خائف ہوئے اور اہل حق کا ایسے امور پر یا ان کے ابطال پر قادر ہونا لازم نہیں۔ قولہ تعالیٰ: وَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ اس پر دال ہے کہ اصل مدار طریق میں جذب من الحق ہے اور اس پر اہل طریق کا اجماع ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله قبل قال الملأ فرعون نے اہل دربار سے اشار به الى وجه الجميع بين الآيتين وقد القى هذا فى قلبى ثم رايته للبيضاوى ۱۲۔ ۲ قوله فى قالوا ان لنا اور اشار الى كون الجملة استينافا ۱۲۔ ۳ قوله فى لاجرا بڑا افاده التنوين وبقوله كيا اشار الى حذف اداة الاستفهام كما فى قراء ة ۱۲۔ ۴ قوله قبل قالوا يموسىٰ اطلاع الى جمع دل عليه ما فى طٰه من قوله فاجعل بيننا وقوله يحشر الناس ۱۲۔ ۵ قوله فى فاذا هى ڈالنا تھا اخذ بحاصل ترجمة اذا والفاء الفصيحة ۱۲۔ ۶ قوله فى امنتم ہاں اشار به الى التوبيخ والانكار المستفاد من المقام او حذف اداة الاستفهام كما فى قراء ة ۱۲۔ ۷ قوله فى به موسىٰ كما فى طٰه آمنتم له وظاهر ان الايمان بالله الايمان بموسى الامر به ۱۲۔ ۸ قوله فى قبل بدوں اخذ بالحاصل لانه على حد لنفد البحر قبل ان تنفد كلمات لان النفاد لا يكون قط ۱۲۔ ۹ قوله قبل لاقطعن اور وہ یہ ہے اشار الى ان جملة التقطيع تفصيل للاجمال قبله ۱۲۔ ۱۰ قوله فى افرغ فيضان فى الروح افض ۱۲۔

اللغات: تأمرون تشيرون كذا فى الروح ارجه واخاه الارجاء التاخير واصله ارجئه كما فى قراء ة باشباع الضم وفى قراء ة بلا اشبع او اصله ارجه من ارجيت كما فى قراء ة باشباع الكسر وفى قراء ة بلا اشباع فحذفت الهمزة واسكنت الهاء تشبيها للمنفصل بالمتصل وجعل جه وكابل فى اسكان وسطة وفى رواية ابن ذكوان عن ابن عامر ارجئه بالهمزة وكسر الهاء فوجهه ان الهمزة لما كانت تقلب ياء اجريت مجرئها فلا يرد عدم ارتضاء النحاة بناء على ان الهاء لا تكسر الا اذا كان قبلها كسرة او ياء ساكنة من البيضاوى حاشرين فى الروح فسره بعضهم بالشرط (وقد رواه الطبرى عن ابن عباسؓ وهم اعوان الولاة لانهم يجعلون لهم علامة ويقال للواحد شرطى نسبة للشرطة۔ قوله هنالك ظرف مكان كما يترجم عنه الترجمة وفى الروح اى فى ذلك الجمع العظيم الصلب الشد على خشبة او غيرها وشاع فى تعليق الشخص بنحو حبل فى عنقه ليموت وهو المتعارف اليوم كذا فى الروح وراعيته فى الترجم۔

النحو: لم ار من تعرض لتركيب قوله تعالیٰ اما ان تلقي الخ وعندي ان قوله ان تلقي وان نكون بعد تاويلهما بالمصدر معمول لمقدر دل عليه السياق هكذا يا موسٰى عليه السلام انت مخير في القائك وكوننا نحن الملقين والله اعلم والجملة على هذا التقدير خبرية لكن رأيت بعد هذا منقولا عن ابن جرير ما يجعل الجملة امراً بالدليل فرجعت عن تاويلي وهو ان معنى الكلام اختران تلقي انت او نلقي نحن والدليل ان الكلام مع اما اذا كان على وجه الامر فلا بد ان يكون فيه ان كقولك للرجل اما ان تمضي واما ان تقعد بمعنى الامر امض او اقعد فاذا كان على وجه الخير لم يكن فيه ان كقوله تعالیٰ وآخرون مرجون لامر الله اما يعذبهم واما يتوب عليهم ۱۲۔

البلاغة: قوله ان كنا نحن الغالبين ليس للشك بل لبيان مناط استحقاق الاجر۔ النكتة في القى السحرة مبنيا للمفعول التنبيه على ان الحق بهرهم واضطرهم الى السجود بحيث لم يبق لهم تمالك فكان احدا او قعهم والقاهم او ان اللہ تعالیٰ الهمهم ذلك وحملهم عليه كذا في الروح ۱۲۔

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ ؕ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْىٖ نِسَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۸﴾ قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ؕ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ ع ۱۵

اور قوم فرعون کے سرداروں نے کہا کہ کیا آپ موسیٰ کو اور ان کی قوم کو یوں ہی رہنے دیں گے کہ وہ ملک میں فساد کرتے پھریں اور وہ آپ کو اور آپ کے معبودوں کو ترک کئے رہیں۔ فرعون نے کہا کہ ہم ابھی ان لوگوں کے بیٹوں کو قتل کرنا شروع کر دیں گے اور عورتوں کو زندہ رہنے دوں گے اور ہم کو ہر طرح کا ان پر زور ہے۔ موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کا سہارا رکھو اور مستقل رہو (گھبراؤ مت) یہ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے جس کو چاہیں مالک (وحاکم) بنا دیں اپنے بندوں میں سے اور اخیر کامیابی ان ہی کی ہوتی ہے جو خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ قوم کے لوگ کہنے لگے کہ ہم تو ہمیشہ مصیبت میں ہی رہے آپ کی تشریف آوری سے قبل بھی اور آپ کی تشریف آوری کے بعد بھی۔ موسیٰ نے فرمایا بہت جلد اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کو ہلاک کر دیں گے اور بجائے ان کے تم کو اس سرزمین کا مالک بنا دیں گے پھر تمہارا طرز عمل دیکھیں گے۔

تفسیر: بد اندیشی قبطیاں با سبطیان و تحزن ایشاں از وو تسلیہ موسیٰ علیہ السلام ایشاں را ☆ وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ (الی قولہ تعالیٰ) فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ اور (جب موسیٰ علیہ السلام کا یہ معجزہ عظیمہ منظر عام پر ظاہر ہوا اور ساحرین ایمان لے آئے اور بعضے اور لوگ بھی آپ کے تابع ہو گئے اس وقت) قوم فرعون کے سرداروں نے (جو کہ اعیان سلطنت تھے یہ دیکھ کر کہ بعضے آدمی مسلمان ہو چلے فرعون سے) کہا کہ کیا آپ موسیٰ (علیہ السلام) کو اور ان کی قوم (تابعین) کو یوں ہی (مخلی بالطبع و مطلق العنان آزاد) رہنے دیں گے کہ وہ ملک میں فساد کرتے پھریں (فساد یہ کہ اپنا مجمع بڑھاویں جس کے اخیر میں اندیشہ بغاوت ہے) اور وہ (یعنی موسیٰ علیہ السلام) آپ کو اور آپ کے (تجویز کئے ہوئے) معبودوں کو ترک کئے رہیں (یعنی ان کے معبود ہونے کے منکر رہیں اور موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ان کی قوم بھی ایسا ہی کرے یعنی آپ اس کا انتظام کیجئے) فرعون نے کہا کہ (سردست یہ انتظام مناسب معلوم ہوتا ہے کہ) ہم ابھی ان لوگوں کے بیٹوں کو قتل کرنا شروع کر دیں (تا کہ ان کا زور بڑھنے نہ پاوے) اور (چونکہ عورتوں کے بڑھنے سے کوئی اندیشہ نہیں اور نیز ہم کو اپنے کار و خدمت کیلئے بھی ضرورت ہے اس لئے) عورتوں کو زندہ رہنے دیں اور ہم کو ہر طرح کا ان پر زور ہے (اس انتظام میں کوئی دشواری نہ ہوگی اس مجلس کی گفتگو کی خبر جو بنی اسرائیل کو پہنچی تو بڑے گھبرائے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے چارہ جوئی کی تو) موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کا سہارا رکھو اور مستقل رہو (گھبراؤ مت) یہ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے جس کو چاہیں مالک (اور حاکم) بنا دیں اپنے بندوں میں سے (سو چند روز کے لئے فرعون کو دے دی ہے) اور اخیر کامیابی ان ہی کو ہوتی ہے جو خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہیں (سو تم ایمان و تقویٰ پر قائم رہو ان شاء اللہ تعالیٰ یہ سلطنت تم ہی کو مل جاوے گی تھوڑے دنوں انتظار کی ضرورت ہے) قوم کے لوگ (غایت حسرت و حزن سے جس کا طبعی اقتضاء تکرار شکوہ ہے) کہنے لگے کہ (حضرت) ہم تو ہمیشہ مصیبت ہی میں رہے آپ کی

تشریف آوری کے قبل بھی (کہ فرعون بیگار لیتا تھا اور مدتوں ہمارے لڑکوں کو قتل کرتا رہا) اور آپ کی تشریف آوری کے بعد بھی (کہ طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائی جارہی ہیں یہاں تک کہ اب پھر قتل اولاد کی تجویز ٹھہری ہے) موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا (گھبراؤ مت) بہت جلد اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کو ہلاک کر دیں گے اور بجائے ان کے تم کو اس زمین کا حاکم بنادیں گے پھر تمہارا طرز عمل دیکھیں گے (کہ شکر وقدر وطاعت کرتے ہو یا بے قدری اور غفلت ومعصیت اس میں ترغیب ہے طاعت کی اور تحذیر ہے معصیت سے) **ف**: اٰلِهَتَكَ کی تفسیر میں کئی قول ہیں سہل قول سدی کا ہے کہ فرعون نے کچھ بت بنوا کر تقسیم کر دیئے تھے کہ ان کو ہمارا نائب سمجھ کر ان کی عبادت کیا کرو او ردوہ فی الروح والخازن وغیرھما ایک تفسیر میں نظر سے گزرا ہے کہ اپنی تصویر کے بت بنوا کر دیئے تھے۔ واللّٰہ اعلم۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ اس میں دلالت ہے کہ کفار کا مغلوب ہونا اور مؤمنین کا غالب ہونا نعمائے عظیم سے ہے پس ترک دنیا کے یہ معنی نہیں ہیں کہ کفار کے ہاتھ میں بدوں عذر کے ذلت وخواری میں پڑا رہے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قولہ فی یذرک وہ یعنی موسیٰ الخ اشار الی ان تخصیصہ بالذکر لاصالتہ والقوم لہ تبع ۱۲۔

وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳۰﴾ فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ۭ اَلَآ اِنَّمَا طٰۗىِٕرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ ۣ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَىِٕنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ﴿۱۳۴﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾

اور ہم نے فرعون والوں کو مبتلا کیا قحط سالی میں اور پھلوں کی کم پیداواری میں تا کہ وہ (حق بات کو) سمجھ جائیں۔ سو جب ان پر خوشحالی آجاتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ تو ہمارے لئے ہونا ہی چاہئے اور اگر ان کو کوئی بدحالی پیش آتی ہے تو موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی نحوست بتلاتے ہیں۔ یاد رکھو ان کی نحوست (کا سبب) اللہ کے علم میں ہے لیکن ان میں اکثر لوگ نہیں جانتے تھے اور یوں کہتے (خواہ) کیسی ہی عجیب بات میرے سامنے لاؤ کہ اس کے ذریعے سے ہم پر جادو چلاؤ' جب بھی ہم تمہاری بات ہرگز نہ مانیں گے۔ پھر ہم نے ان پر طوفان بھیجا اور ٹڈیاں اور گھن کا کیڑا اور مینڈک اور خون کہ یہ سب کھلے کھلے معجزے تھے۔ سو وہ تکبر کرتے رہے اور وہ لوگ کچھ تھے ہی جرائم پیشہ اور جب ان پر کوئی عذاب واقع ہوتا تو یوں کہتے اے موسیٰ علیہ السلام ہمارے لئے اپنے رب سے اس بات کی دعا کر دیجئے جس کا اس نے آپ سے عہد کر رکھا ہے۔ اگر آپ اس عذاب کو ہم سے اُٹھا دیں گے تو ہم ضرور ضرور آپ کے کہنے سے ایمان لے آئیں گے اور ہم بنی اسرائیل کو بھی رہا کر کے آپ کے ہمراہ کر دیں گے۔ پھر جب ان سے اس عذاب کو ایک وقت خاص تک کہ اس تک ان کو پہنچنا تھا۔ ہٹا دیتے تو وہ فوراً ہی عہد شکنی کرنے لگتے۔ پھر ہم نے ان سے بدلہ لیا یعنی ان کو دریا میں غرق کر دیا۔ اس سبب سے کہ وہ ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے اور ان سے بالکل ہی بے توجہی کرتے تھے۔

تفسیر: تسلیط بلیات برقبطیاں باز اہلاک ایشاں ☆ وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ (الی قولہ تعالیٰ) وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ اور (جب فرعون اور اس کے تابعین نے انکار ومخالفت پر کمر باندھی تو) ہم نے فرعون والوں کو (مع فرعون کے حسب عادات مذکور در رکوع اول پارہ ہذا ان بلیات میں) مبتلا کیا (۱) قحط سالی میں اور (۲) پھلوں کی کم پیداوری میں تا کہ وہ (حق بات کو) سمجھ جاویں (اور سمجھ کر قبول کر لیں) سو (وہ پھر بھی نہ سمجھے بلکہ یہ کیفیت تھی کہ) جب ان پر خوشحالی (یعنی ارزانی وپیداواری آجاتی تو کہتے کہ یہ تو ہمارے لئے ہونا ہی چاہئے (یعنی ہم مبارک طالع ہیں یہ ہماری خوش بختی کا اثر ہے یہ نہ تھا کہ اس کو خدا کی

نعمت سمجھ کر شکر بجالاتے اور اطاعت اختیار کرتے) اور اگر ان کو کوئی بد حالی (جیسے قحط وکم پیداواری مذکور) پیش آتی تو موسیٰ (علیہ السلام) اور ان کے ساتھیوں کی نحوست بتلاتے (کہ یہ ان کی نحوست سے ہوا یہ نہ ہوا کہ اس کو اپنے اعمال بد کفر وتکذیب کی شامت اور سزا سمجھ کر تائب ہوجاتے حالانکہ یہ سب ان کی شامت اعمال تھی جیسا کہ فرماتے ہیں کہ) یادرکھو کہ ان کی (اس) نحوست (کا سبب) اللہ کے علم[1] میں ہے (یعنی ان کے اعمال کفریہ تو اللہ کو معلوم ہیں یہ نحوست ان ہی اعمال کی سزا ہے) لیکن (اپنی بے تمیزی سے) ان میں اکثر لوگ (اس کو) نہیں جانتے تھے اور (بلکہ اوپر سے) یوں کہتے (کہ خواہ) کیسی ہی عجیب بات ہمارے سامنے لاؤ کہ اس کے ذریعہ سے ہم پر جادو چلاؤ جب بھی ہم تمہاری بات ہرگز نہ مانیں گے (جب ایسی سرکشی اختیار کی تو) پھر ہم نے (ان دو بلا کے علاوہ یہ بلائیں مسلط کیں کہ (۳) ان پر (کثرت بارش کا) طوفان[2] بھیجا (جس سے مال اور جان تلف ہونے کا اندیشہ ہوگیا) اور (اس سے گھبرائے تو موسیٰ علیہ السلام سے عہد وپیمان کیا کہ ہم سے یہ بلا دور کرایئے تو ہم ایمان لاویں اور جو آپ کہیں اطاعت کریں پھر جب وہ بلا دور ہوئی اور دلخواہ غلہ وغیرہ نکلا پھر بے فکر ہوگئے کہ اب تو جان بھی بچ گئی مال بھی خوب پیدا ہوگا اور بدستور اپنے کفر وطغیان پر اڑے رہے تو ہم نے ان کے کھیتوں پر (۴) ٹڈیاں (مسلط کیں) اور (جب پھر کھیتوں کو تباہ ہوتے دیکھا تو گھبرا کر پھر ویسے ہی عہد وپیمان کئے پھر جب آپ کی دعا سے وہ بلا دور ہوئی اور غلہ وغیرہ تیار کر کے اپنے گھر لے آئے پھر بے فکر ہو گئے کہ اب تو غلہ قابو میں آ گیا اور بدستور اپنے کفر ومخالفت پر جمے رہے تو ہم نے اس غلہ میں (۵) گھن کا کیڑا (پیدا کر دیا) اور جب پھر گھبرا کر اسی طرح عہد وپیمان کر کے دعا کرائی اور وہ بلا بھی دور ہوئی اور اس سے مطمئن ہوگئے کہ اب پیس کوٹ کر کھاویں پیویں گے پھر وہی کفر اور وہی مخالفت تو اس وقت ہم نے ان کے کھانے کو یوں بے لطف کر دیا کہ ان پر (۶) مینڈک (ہجوم کر کے ان کے کھانے کے برتنوں میں ہنڈیوں میں گرنا شروع ہوئے جس سے سب کھانا غارت ہوا اور ویسے بھی گھر میں بیٹھنا مشکل کر دیا) اور (پینا یوں بے لطف کر دیا کہ (۷) ان کا (پانی) خون (ہو جاتا منہ میں لیا اور خون بنا غرض ان پر یہ بلائیں مسلط ہوئیں) کہ یہ سب (موسیٰ علیہ السلام کے) کھلے کھلے معجزے تھے (کہ ان کی تکذیب ومخالفت پر ان کا ظہور ہوا سحر نہ تھے جیسا ان کے قول لِّتَسۡحَرَنَا سے معلوم ہوا اور یہ ساتوں عصا اور ید ملا کر **آیات تسعہ** کہلاتے ہیں) سو (چاہئے تھا کہ ان معجزات وآیات قہر کو دیکھ کر ڈھیلے پڑ جاتے مگر) وہ (پھر بھی) تکبر (ہی) کرتے رہے اور وہ لوگ کچھ تھے ہی جرائم پیشہ (کہ اتنی سختی پر بھی باز نہ آتے تھے) اور جب ان پر کوئی عذاب (مذکورہ بلاؤں میں سے) واقع ہوتا تو یوں کہتے اے موسیٰ ہمارے لئے اپنے رب سے اس بات کی دعا کر دیجئے جس کا اس نے آپ سے عہد کر رکھا ہے (وہ بات[3] قہر کا دور کر دینا ہے ہمارے باز آ جانے پر سو ہم اب وعدہ کرتے ہیں کہ) اگر آپ اس عذاب کو ہم سے ہٹا دیں (یعنی دعا کر کے ہٹوا دیں) تو ہم ضرور ضرور آپ کے کہنے سے ایمان لے آویں گے اور ہم بنی اسرائیل کو بھی رہا کر کے آپ کے ہمراہ کر دیں گے پھر جب (ببرکت دعائے موسیٰ علیہ السلام) ان سے اس عذاب کو ایک وقت خاص تک کہ اس تک ان کو پہنچنا تھا ہٹا دیتے تو وہ فوراً ہی عہد شکنی کرنے لگتے (جیسا اوپر بیان ہوا) پھر (جب ہر ہر طرح دیکھ لیا کہ وہ اپنی شرارت سے باز ہی نہیں آتے تب اس وقت) ہم نے ان سے (پورا) بدلہ لیا یعنی[4] ان کو دریا میں غرق کر دیا (جیسا کہ دوسری جگہ ہے) اس سبب سے کہ وہ ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے اور ان سے بالکل ہی بے توجہی کرتے تھے (اور تکذیب اور غفلت بھی ایسی ویسی نہیں بلکہ ایسے اصرار وعناد کے ساتھ کہ اطاعت کا وعدہ کر لیں[5] اور توڑ دیں) ۔ **ف** : اَجَلٍ هُمۡ بٰلِغُوۡهُ سے مراد احقر کے نزدیک دوسری بلا کی آمد سے پہلے پہلے کا وقت ہے کہ اس وقت تک وہ بلا ٹل جاتی پھر دوسری بلا کہ بلا ہونے میں گویا عین اول ہے مسلط ہو جاتی اور بلاء سنین و نقص ثمرات کے بعد ان کا حسنہ کا اپنی طرف نسبت کرنا اور سیئہ کا موسیٰ علیہ السلام کی طرف اور طوفان وغیرہ کے بعد ان کا کہنا اُدۡعُ لَنَا رَبَّكَ شاید یہ تفاوت اس وجہ سے ہو کہ اول بلاؤں کو معمولی سمجھا پھر تواتر سے گھبرائے اور شاید بلا کے طوفان وغیرہ کا اشتداد بھی زیادہ میں اور ظاہر ہو۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ فَاَغۡرَقۡنٰهُمۡ فِي الۡيَمِّ معلوم ہوا کہ عقوبت دنیویہ گاہے معصیت پر بھی مرتب ہو جاتی ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله فى** عندالله علم مَیں سنح هذا التفسير لخاطرى ثم رأيته للبيضاوى ۱۲۔ ۲ **قوله فى** الطوفان الخ طوفان ما يدل على الترتيب والتفصيل والتفسير الخاص كله ماخوذ من الماثور فى الدر المنثور ۱۲۔ ۳ **قوله فى** بما عهد وہ بات قہر کا الخ وهذا من المواهب و هذا العهد معلوم مقرر فى شرائع الانبياءُ مذكور على السنتهم مرارا وكرارا ۱۲۔ ۴ **قوله فى** اغرقنا يعنى اشارة الى كون الفاء تفسيرية كما فى روح المعانى فلا اشكال فى تاخر الاغراق عن الانتقام مع كونهما واحد ۱۲۔ ۵ **قوله فى** توضيح كذبوا وعدہ کرلیں الخ اندفع به ما يتوهم من ان الفاء فى فانتقمنا يدل على ان السبب هو النكث والباء فى بانهم الخ يدل على ان السبب هو التكذيب وتقرير الدفع ظاهر ۱۲۔

اللغات: السنين جمع سنة والمراد بها عام القحط وقد غلبت فى ذلك القمل فى الدر المنثور عن ابن عباس هو السوس الذى يخرج من الخطة والطائر اصله ان العرب كانت تزجر الطير فتتشائم به اذا وقع موافقا لاصطلاحهم الذى كان يدل على الشوم

والمراد ههنا العمل السئ السبب للشوم مهما يستعمل شرطا وظرفا۔

البلاغۃ: تعريف الحسنة وذكرها باداة التحقيق كما قال غير واحد لكثرة وقوعها وتعلق الارادة باحداثها غالبا ولو بلا عمل وتنكير السيئة وذكر بها باداة الشك لندورها بعد العمل السئ ۱۲ من روح۔

وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ

الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ۬ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ﴿۱۳۷﴾

وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓى اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا

كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۹﴾

قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ وَاِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ

سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۚ يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۱۴۱﴾

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ وَقَالَ مُوْسٰى

لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۴۲﴾ وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى

لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ

مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ

تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِيْ وَبِكَلَامِيْ ۖ

فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَكَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا

لِّكُلِّ شَيْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ؕ سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ

الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ

لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا

غٰفِلِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ؕ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا

كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۷﴾ ع

اور ہم نے ان لوگوں کو جو کہ بالکل کمزور شمار کئے جاتے تھے۔ اس سرزمین کے پورب پچھم کا مالک بنا دیا جس میں ہم نے برکت رکھی ہے اور آپ کے ربّ کا نیک وعدہ بنی اسرائیل کے حق میں ان کے صبر کی وجہ سے پورا ہو گیا اور ہم نے فرعون کے اور اس کی قوم کے ساختہ پرداختہ کارخانوں کو اور جو کچھ وہ اُونچی عمارتیں بنواتے تھے سب کو درہم برہم کر دیا اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار اُتار دیا پس ان لوگوں کا ایک قوم پر گزر ہوا جو اپنے چند بتوں کو لگے بیٹھے تھے کہنے لگے اے موسیٰ ہمارے لئے بھی ایک (مجسم) معبود ایسا ہی مقرر کر دیجئے جیسے کہ ان کے یہ معبود ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ واقعی تم لوگوں میں بڑی جہالت ہے یہ لوگ جس کام میں لگے ہیں یہ (منجانب اللہ بھی)

تباہ کیا جائے گا اور (فی نفسہٖ بھی) ان کا یہ کام محض بے بنیاد ہے اور فرمایا کیا اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو تمہارا معبود تجویز کر دوں۔ حالانکہ اس نے تم کو تمام دنیا جہان والوں پر فوقیت دی ہے اور وہ وقت یاد کرو جب ہم نے تم کو فرعون والوں (کے ظلم وایذا) سے بچایا جو تم کو بڑی سخت تکلیفیں پہنچاتے تھے تمہارے بیٹوں کو بکثرت قتل کر ڈالتے تھے اور تمہاری عورتوں کو (اپنی بیگار اور خدمت کے لئے) زندہ چھوڑ دیتے تھے اور اس واقعہ میں تمہارے پروردگار کی طرف سے بڑی بھاری آزمائش تھی اور ہم نے موسیٰ سے تیس شب کا وعدہ کیا اور دس شب کو ان تیس راتوں کا تتمہ بنایا۔ سو ان کے پروردگار کا وقت پورے چالیس شب ہو گیا اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہہ دیا تھا کہ میرے بعد ان لوگوں کا انتظام رکھنا اور اصلاح کرتے رہنا اور بدنظم لوگوں کی رائے پر عمل مت کرنا اور جب موسیٰ ہمارے وقت (موعود) پر آئے اور ان کے ربّ نے ان سے (بہت ہی لطف وعنایت کی) باتیں کیں تو عرض کیا کہ اے میرے پروردگار اپنا دیدار مجھ کو دکھلا دیجئے کہ میں آپ کو ایک نظر دیکھ لوں۔ ارشاد ہوا کہ تم مجھ کو (دنیا میں) ہرگز نہیں دیکھ سکتے لیکن تم اس پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو۔ سو اگر یہ اپنی جگہ پر برقرار رہا تو تم بھی دیکھ سکو گے پس ان کے ربّ نے جو اس پر تجلی فرمائی (تجلی نے) اس (پہاڑ) کے پرخچے اڑا دیئے اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ پھر جب افاقہ میں آئے تو عرض کیا بے شک آپ کی ذات منزہ اور رفیع ہے۔ میں آپ کی جناب میں معذرت کرتا ہوں اور سب سے پہلے میں اس پر یقین کرتا ہوں۔ ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ (یہی بہت ہے کہ) میں نے پیغمبروں اور اپنی ہم کلامی سے اور لوگوں پر تم کو امتیاز دیا ہے۔ تو (اب) جو کچھ تم کو میں نے عطا کیا ہے اس کو لو اور شکر کرو اور ہم نے چند تختیوں پر ہر قسم کی (ضروری) نصیحت اور (احکام ضروریہ کے متعلق) ہر چیز کی تفصیل ان کو لکھ کر دی تو ان کو کوشش کے ساتھ (خود بھی) عمل میں لاؤ اور قوم کو بھی حکم کرو کہ ان کے اچھے اچھے احکام پر عمل کریں۔ میں اب بہت جلد تم لوگوں کو ان بے حکموں کا مقام دکھلاتا ہوں۔ میں ایسے لوگوں کو اپنے احکام سے برگشتہ ہی رکھوں گا جو دنیا میں تکبر کرتے ہیں جس کا ان کو کوئی حق حاصل نہیں اور اگر تمام نشانیاں دیکھ لیں تب بھی ان پر ایمان نہ لائیں اور اگر ہدایت کا راستہ دیکھیں تو اس کو اپنا طریقہ نہ بنائیں اور اگر گمراہی کا راستہ دیکھ لیں تو اس کو اپنا طریقہ بنا لیں۔ یہ اس سبب سے ہے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے غافل رہے اور یہ لوگ جنہوں نے ہماری آیتوں کو اور قیامت کے پیش آنے کو جھٹلایا۔ ان کے سب کام غارت گئے اور ان کو وہی سزا دی جائے گی جو کچھ یہ کرتے تھے ۞

تفسیر بیان انجاز وعدہ ☆ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ عَسٰى رَبُّكُمْ الخ وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ (الی قولہٖ تعالیٰ) وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ اور (فرعون اور اہل فرعون کو غرق کر کے) ہم نے ان لوگوں کو جو کہ بالکل کمزور شمار کئے جاتے تھے (یعنی بنی اسرائیل کو) اس سرزمین کے پورب پچھم (یعنی تمام حدود) کا مالک بنا دیا جس میں ہم نے (ظاہری یا باطنی) برکت رکھی ہے (ظاہر برکت کثرت پیداوار سے اور باطنی برکت ذی فضائل و مدفن ومسکن انبیاء علیہم السلام کے ہونے سے) اور آپ کے رب کا نیک وعدہ بنی اسرائیل کے حق میں ان کے صبر کی وجہ سے پورا ہو گیا (جس کا حکم ان کو ہوا تھا اصبروا ؕ) اور ہم نے فرعون کے اور اس کی قوم کے ساختہ پرداختہ کارخانوں کو اور جو کچھ وہ اونچی اونچی عمارتیں بنواتے تھے سب کو درہم برہم کر دیا **ف**: بعض نے کہا ہے کہ اس زمین سے اور اسی طرح اوپر کے رکوع میں جو اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ آیا ہے اس سے بھی مراد مصر ہے کما فی الدر المنثور عن اللیث بن سعد اور دوسری آیت میں وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ [المؤمن : ۵۳] میں تصریح ہے کہ یہ لوگ مصر کے مالک ہوئے اور اس کی ظاہری برکت ظاہر ہے اور تفسیر کی تصحیح کے لئے یہ بھی کافی ہے اور باطنی برکت بھی بایں معنی ہو سکتی ہے کہ وہاں حضرت یوسف علیہ السلام رونق افروز رہے تھے اور زمانہ فرعون تک آپ کی نعش یہاں ہی مدفون تھی اور درمنثور میں مصر کے کچھ فضائل بھی مذکور ہیں اور بعض نے دونوں جگہ شام مراد لیا ہے اور اس کے ظاہری برکات کے مثل باطنی برکات بھی ظاہر ہیں بوجہ اس کے کہ مسکن و مدفن انبیاء علیہم السلام کا رہا ہے اور اس تقدیر پر اس آیت سابقہ کا مضمون بظاہر مناسب مقام نہ ہو گا سو اس کی توجیہ یہ ہے کہ تم کو جو فرعون نے مقید کر رکھا ہے کہ مصر سے شام کو کہ تمہارا آبائی وطن ہے نہیں جا سکتے سو زمین اللہ کی ہے تم صبر کرو تم کو وہ اس طرح عنایت ہو جاوے گی کہ جو شخص مانع ہے وہ ہلاک ہو جاوے گا پھر جو قوم اس پر قابض ہے یعنی عمالقہ جن کو قرآن مجید میں جبارین کہا ہے کسی وقت مقاتلہ میں تم ان پر غالب آؤ گے اور وہاں تم کو رہنا میسر ہو گا اور اگر یہ قول ثابت ہو جاوے کہ بنی اسرائیل پھر مصر میں نہیں آئے تو یہ تفسیر اخیر مثل متعین کے ہو جاوے گی اور وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ کے معنی ان لوگوں کے نزدیک اثبات مالکیت سے صحیح ہو جاویں گے لیکن سورۂ بنی اسرائیل میں اسْكُنُوا الْاَرْضَ [بنی اسرائیل : ۱۰۴] بظاہر دال ہے کہ یہ لوگ مصر میں آئے ہیں گو تاویل ممکن ہے اور بغوی ونیسابوری اور خازن نے دونوں کا مجموعہ مراد لیا ہے اور یہ قول انسب معلوم ہوتا ہے پس ارض سے مراد جنس ارض ہو جاوے گی پھر ایراث خواہ بطور تملیک کے ہو یا بطور اسکان کے جیسا قول مصر میں آنے نہ آنے کی نسبت ثابت ہو جاوے اور ایک شبہ یہاں یہ ہوتا ہے کہ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ فرعون کے کارخانے اور عمارات درہم برہم ہو گئے اور سورۂ شعراء کی آیت فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ (الی قولہٖ تعالیٰ) بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ [شعراء ۵۷، ۵۸، ۵۹] سے معلوم ہوتا ہے کہ کارخانے اور عمارات صحیح و سالم ان کے ہاتھ لگیں اس کا جواب احقر کے نزدیک یہ ہے کہ قبضہ میں تو بعینہٖ آئے لیکن چونکہ دوسری سلطنت ہمیشہ عادۃً پہلی سلطنت کے انتظامات کو متغیر و متبدل کر دیتی ہے اس لئے دَمَّرْنَا فرمایا گیا اور یہ جواب میری نظر سے نہیں گزرا اور ایک شبہ یہ ہے کہ یہاں صَبَرُوْا فرمایا ہے اور اوپر قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا الخ سے ان کا غیر صابر ہونا مترشح ہوتا ہے جواب یہ ہے کہ وہ شکایت نہیں تحزن ہے جو منافی صبر نہیں۔

بیان بعضے از جہالات بنی اسرائیل باایں ہمہ انعام جلیل ☆ علاوہ بیان قصہ کے اس خاص مضمون میں بقول روح المعانی کے ایک گونہ تسلی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان معاملات میں جو آپ کو اپنے زمانہ کے یہود کے ساتھ پیش آتے تھے کہ ان میں تو ہمیشہ سے احسان فراموش ہوتے آئے ہیں آپ غم نہ کیجئے واللہ اعلم۔ وَجَاوَزْنَا بِبَنِیٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ (الی قولہ تعالی) وَفِیْ ذٰلِکُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ عَظِیْمٌ ۝ اور (جس دریا میں فرعون غرق کیا گیا) ہم نے بنی اسرائیل کو (اس) دریا سے پار اُتار دیا (جس کا قصہ سورۂ شعراء میں ہے) پس پار ہونے کے بعد) ان لوگوں کا ایک قوم پر گزر ہوا جو اپنے چند بتوں کو (یعنی ان کی پرستش کو) لگے بیٹھے ہیں کہنے لگے اے موسیٰ ہمارے لئے بھی ایک (مجسم معبود ایسا ہی مقرر کر دیجئے جیسے اُن کے یہ معبود ہیں آپ نے فرمایا کہ واقعی تم لوگوں (کے مزاج) میں بڑی جہالت ہے یہ لوگ جس کام میں لگے ہیں یہ (منجانب اللہ بھی) تباہ کیا جاوے گا جیسا کہ (عادۃ اللہ ہمیشہ سے جاری ہے کہ حق کو باطل پر غالب کر کے اس کو درہم برہم کر دیتے ہیں) اور (فی نفسہ بھی) ان کا یہ کام محض بے بنیاد ہے (کیونکہ شرک کا بطلان یقینی و بدیہی ہے) اور فرمایا کیا اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو تمہارا معبود تجویز کر دوں حالانکہ (دلائل توحید کے علاوہ وہ تمہارا محسن و منعم بھی ہے کہ) اس نے تم کو (بعض احسانوں میں) تمام دنیا جہان والوں پر فوقیت دی ہے اور (اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے قول کی تائید کے لئے ارشاد فرمایا کہ) وہ وقت یاد کرو جب ہم نے تم کو فرعون والوں (کے ظلم و ایذاء) سے بچالیا جو تم کو بڑی سخت تکلیفیں پہنچاتے تھے اور تمہارے بیٹوں کو بکثرت قتل کر ڈالتے تھے اور تمہاری عورتوں کو (اپنی بیگار اور خدمت کے لئے) زندہ چھوڑ دیتے تھے اور اس (واقعہ) میں تمہارے پروردگار کی طرف سے بڑی بھاری آزمائش تھی (اور بھی بہت سے احسان ہیں لیکن اگر یہی ایک یاد رکھو تو احسان ماننے کو بہت ہے تم نے کیا اچھا احسان مانا کہ شرک پر آمادہ ہو گئے)

ف: پارہ الملک کے ربع پر ایسی ہی آیت گزر چکی ہے ضروریات تفسیر وہاں ملاحظہ کر لی جاویں اور وجہ ان کی اس بیہودہ درخواست کی بغوی نے یہ لکھی ہے کہ ان کو توحید میں شک نہ ہوا تھا بلکہ اپنے غایت جہل سے یہ سمجھے کہ آلہۂ غائب کی طرف متوجہ ہونے کے لئے اگر کسی شاہد کو ذریعہ بنایا جاوے تو یہ امر منافی دیانت نہیں ہے بلکہ اس میں تعظیم و تقرب الی اللہ زیادہ ہے اور چونکہ خیال بھی فی نفسہ نقلاً و عقلاً غلط ہے اس لئے اس کو جہل فرمایا گیا۔ واللہ اعلم۔

عطائے توریت و مکالمات حق تعالیٰ با موسیٰ علیہ السلام ☆ وَوٰعَدْنَا مُوْسٰی ثَلٰثِیْنَ لَیْلَۃً (الی قولہ تعالی) هَلْ یُجْزَوْنَ اِلَّا مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝ اور (جب بنی اسرائیل سب پریشانیوں سے مطمئن ہو گئے تو موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ اب ہم کو کوئی شریعت ملے تو اس پر بفراغ خاطر عمل کریں۔ موسیٰ علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے درخواست کی حق تعالیٰ اس کا قصہ فرماتے ہیں کہ) ہم نے (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) سے تیس شب کا وعدہ کیا (کہ طور پر آ کر معتکف ہو تو تم کو شریعت کی کتاب توریت دی جاوے) اور دس شب اور ان تیس راتوں کا تتمہ بنایا (یعنی تورات دیکر ان کو دس راتیں عبادت کے واسطے اور بڑھا دیں جس کی وجہ سورۂ بقرہ معاملہ سوم میں مذکور ہو چکی) سو ان کے پروردگار کا (مقرر کیا ہوا) وقت (یہ سب مل کر) پورے چالیس شب ہو گیا اور موسیٰ (علیہ السلام کو طور کو آنے لگے تو چلتے وقت انہوں) نے اپنے بھائی ہارون (علیہ السلام) سے کہہ دیا تھا کہ (ذرا) میرے بعد ان لوگوں کا انتظام رکھنا اور (ان کی) اصلاح کرتے رہنا اور بد نظم لوگوں کی رائے پر عمل مت کرنا اور جب موسیٰ (علیہ السلام اس واقعہ میں) ہمارے وقت (موعود) پر آئے (تھے جس کا قصہ بیان ہو رہا ہے) اور ان کے رب نے ان سے (بہت سی لطف و عنایت کی) باتیں کیں تو (شدت انبساط سے دیدار کا اشتیاق پیدا ہوا) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار اپنا دیدار مجھ کو دکھلا دیجئے کہ میں آپ کو ایک نظر دیکھ لوں ارشاد ہوا کہ تم مجھ کو (دنیا میں) ہرگز نہیں دیکھ سکتے (کیونکہ یہ آنکھیں تاب جمال نہیں لاسکتیں **کما فی المشکوۃ عن مسلم لا حرقت سبحات وجهه**) لیکن (تمہاری تشفی کے لئے یہ تجویز کرتے ہیں کہ) تم اس پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو (ہم اس پر ایک جھلک ڈالتے ہیں) سو اگر یہ اپنی جگہ برقرار رہا تو (خیر) تم بھی دیکھ سکو گے (غرض) موسیٰ علیہ السلام اس کی طرف دیکھنے لگے) پس ان کے رب نے جو اس پر تجلّی فرمائی تجلی نے اس (پہاڑ) کے پرخچے اڑا دیئے اور موسیٰ (علیہ السلام) بیہوش ہو کر گر پڑے پھر جب افاقہ میں آئے تو عرض کیا بیشک آپ کی ذات (ان آنکھوں کی برداشت سے) منزہ (اور رفیع) ہے میں آپ کی جناب میں (اس مشتاقانہ درخواست سے) معذرت کرتا ہوں اور (جو کچھ حضور کا ارشاد ہے کہ لن ترانی) سب سے پہلے میں اس پر یقین کرتا ہوں ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ (یہی بہت ہے کہ) میں نے (تم کو) اپنی (طرف سے) پیغمبری (کا عہدہ دے کر) اور اپنے (ساتھ) ہم کلامی (کا شرف بخش کر اس) سے اور لوگوں پر تم کو امتیاز دیا ہے تو (اب) جو کچھ تم کو میں نے عطا کیا ہے (رسالت و ہم کلامی و توریت) اس کو لو اور شکر کرو اور ہم نے چند تختیوں پر ہر قسم کی (ضروری) نصیحت اور (احکام ضروریہ کے متعلق) ہر چیز کی تفصیل ان کو لکھ کر دی (یہی تختیاں تورات ہیں پھر حکم ہوا کہ جب یہ تختیاں ہم نے دی ہیں) تو ان کو کوشش کے ساتھ (خود بھی) عمل میں لاؤ اور اپنی قوم کو (بھی) حکم کرو کہ ان کے اچھے اچھے احکام پر (یعنی سب پر کہ سب ہی اچھے ہیں) عمل کریں میں اب بہت جلد تم لوگوں کو (یعنی بنی اسرائیل کو) ان بے حکموں کا (یعنی فرعونیوں کا یا عمالقہ کا) مقام دکھلاتا ہوں (اس میں بشارت اور وعدہ ہے کہ مصر یا شام پر عنقریب تسلط ہوا چاہتا ہے مقصود اس سے ترغیب دینا ہے اطاعت کی کہ اطاعت احکام الٰہیہ کے یہ برکات ہیں اب ترغیب

اطاعت کے بعد ترہیب مخالفت کے لئے ارشاد ہے کہ) میں ایسے لوگوں کو اپنے احکام سے برگشتہ ہی رکھوں گا جو دنیا میں (احکام ماننے سے) تکبر کرتے ہیں جس کا ان کو کوئی حق حاصل نہیں (کیونکہ اپنے کو بڑا سمجھنا حق اس کا ہے جو واقع میں بڑا ہو اور وہ ایک خدا کی ذات ہے) اور (برگشتگی کا ان پر یہ اثر ہوگا کہ) اگر تمام (دنیا بھر کی) نشانیاں (بھی) دیکھ لیں تب بھی (غایت قساوت سے) ان پر ایمان نہ لاویں اور اگر ہدایت کا راستہ دیکھیں تو اس کو اپنا طریقہ نہ بناویں اور اگر گمراہی کا راستہ دیکھ لیں تو اس کو اپنا طریقہ بنالیں (یعنی حق کے قبول نہ کرنے سے پھر دل سخت ہو جاتا ہے اور برگشتگی اس حد تک پہنچ جاتی ہے) یہ (اس درجہ کی برگشتگی) اس سبب سے ہے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو (تکبر کی وجہ سے) جھوٹا بتلایا اور ان (کی حقیقت میں غور کرنے) سے غافل رہے (یہ سزا تو دنیا میں ہوئی کہ ہدایت سے محروم رہے) اور آخرت میں یہ سزا ہوگی کہ یہ لوگ جنہوں نے ہماری آیتوں اور قیامت کے پیش آنے کو جھٹلایا ان کے سب کام (جن سے ان کو توقع نفع کی تھی) غارت گئے (اور انجام اس حبط کا جہنم ہے) ان کو وہی سزا دی جاوے گی جو کچھ یہ کرتے تھے (یعنی انکا کفر اسی کا مقتضی تھا) **ف** : یہاں چند امور قابل تحقیق ہیں اول موسیٰ علیہ السلام سے حق تعالیٰ نے کلام فرمایا مگر یہ کہ اس کی حقیقت کیا تھی اللہ ہی کو معلوم ہے جن احتمالات عقلیہ کی شریعت نفی نہ کرے ان سب کے قائل ہونے کی گنجائش ہے لیکن بلا دلیل عدم تعیین اسلم ہے زیادہ تفصیل اس کی کتب کلامیہ میں ہے البتہ قرآن مجید کے ظاہر الفاظ سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ اس کلام کو بہ نسبت اس کلام کے جو عطائے نبوت کے وقت ہوا تھا کچھ زیادہ اختصاص متکلم سے ہے چنانچہ یہاں مطلق کلمہ ربہ ہے وہاں نودی **من شاطیء الواد الایمن فی البقعة المبرکة من الشجرة** آیا ہے اور غالباً اس زیادہ اختصاص کے سبب یہ کلام مورث اشتیاق رویت ہوا وہ نہیں ہوا واللہ اعلم۔ **دوم** : موسیٰ علیہ السلام کی درخواست دیدار کی کرنا دنیا میں اس کے امکان عقلی پر اور حق تعالیٰ کا جواب اس کے امتناع شرعی پر دلیل ہے اور یہی مذہب ہے اہل سنت و جماعت کا اور حدیث صحیح وصریح بھی اس باب میں وارد ہوئی ہے **کما رواہ مسلم والترمذی وقال حسن صحیح ولفظ المسلم لن یری احد منکم ربہ حتی یموت**۔ **سوم** : پہاڑ پر تجلی ہونے کے معنی واللہ اعلم یہ سمجھ میں آتے ہیں کہ حق تعالیٰ کا نور خاص بارادۂ خداوندی خلائق سے محجوب ہے اور اس محجوب ہونے کے جو وسائط ہیں وہ حجب اور موانع ہیں تعیین ان کی اللہ کو معلوم پس غالباً ان حجب میں بعض حجب مرتفع کر دیئے ہوں اور چونکہ حجب مرتفعہ قلیل تھے اس لئے ترمذی کی حدیث مرفوع میں تمثیلاً اس کی قلت کو انملہ خنصر سے تشبیہ دی گئی ورنہ صفات الٰہیہ تجزی و مقدار سے منزہ ہیں اور چونکہ افعال حق تعالیٰ کے اختیاری ہیں اس لئے ممکن ہے کہ وہ حجب جبل کے اعتبار سے مرفوع ہوئے ہوں اور موسیٰ علیہ السلام اور دیگر خلق کے اعتبار سے مرتفع نہ ہوئے ہوں یہ معنی ہو جاویں گے للجبل کے اور چونکہ ارتفاع حجب کا خاص احراق ہے جیسا کہ حدیث میں ہے **لا حرقت سبحات النور ما انتھی الیہ بصرہٗ** اس لئے پہاڑ کی یہ حالت ہوئی اور یہ ضرور نہیں کہ سارے پہاڑ کی یہ حالت ہو جاوے کیونکہ تجلی فرمانا باختیار خود کسی خاص قطعہ پر ممکن ہے اور موسیٰ علیہ السلام کی بے ہوشی ان پر تجلی فرمانے سے نہ تھی کیونکہ ظاہراً للجبل کے خلاف ہے بلکہ پہاڑ کی یہ حالت دیکھ کر و نیز محل تجلی کے ساتھ ایک گونہ تلبس و تعلق ہونے سے یہ بے ہوشی ہوئی۔ **چہارم** : ظاہراً فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ ۚ سے استقرار کی تقدیر پر رویت کا وقوع اور عدم استقرار کی تقدیر پر رویت کا عدم وقوع مفہوم ہوتا ہے اس میں قابل تحقیق یہ امر ہے کہ ان میں باہم علاقہ کیا ہے سو عدم استقرار اور عدم وقوع رویت میں علاقہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ حاسہ بصریہ موسویہ ترکیب عنصری میں جبل سے اضعف والطف ہے جب اقوی واشد متحمل نہ ہوا تو اضعف کیسے متحمل ہوگا اور اس تقریر پر گو استقرار مستلزم تحمل بصر موسوی عقلاً نہ ہوگا لیکن اس کو وعدہ پر محمول کرنے سے اشکال رفع ہو جاوے گا یعنی باوجود دونوں کی عدم تساوی کے ہم تبرعاً وعدہ کرتے ہیں کہ اگر یہ متحمل ہو گیا تو تمہارے حاسہ بصریہ کو بھی متحمل کر دیا جاوے گا۔ **پنجم** : وقوع تجلی سے وقوع رویت کا شبہ نہ کیا جاوے کیونکہ دونوں مترادف یا متلازم نہیں ہیں بلکہ تجلی کے معنی کسی شئے کا ظہور ہے گو دوسرے کو اس کا ادراک نہ ہو پس تجلی کا انفکاک رویت سے ممکن ہے جیسا آفتاب کو متجلی وطالع کہہ سکتے ہیں لیکن خفاش کو رائی اور مدرک کہنا لازم نہیں آتا کیونکہ ممکن ہے کہ مبادی تجلی کے سبب چشم خفاش معطل ہو جاتی ہو تجلی کے قبل بہ قبلیت زمانیہ یا تجلی کے ساتھ بمعیت زمانیہ و قبلیت ذاتیہ اس کے بحث کے متعلق کسی قدر آیت : لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ [الأنعام : ۱۰۳] واقعہ پارہ وَاِذَا سَمِعُوْا کے ذیل میں لکھا جا چکا ہے ملاحظہ کر لیا جاوے اور دار الفاسقین کی تفسیر میں جو دو احتمال لکھے ہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ علماء کے اقوال اس باب میں مختلف ہیں کہ بنی اسرائیل مصر میں واپس گئے ہیں یا نہیں جیسا اوپر کے رکوع میں آیت : وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِیْنَ کی تفسیر میں گزر چکا ہے اور ربع پارہ الم پر معاملہ سوم میں کسی قدر آیت : وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِیْنَ لَیْلَةً کے متعلق بھی مذکور ہوا وہ بھی قابل ملاحظہ ہے اور اکثر آثار و اخبار اس پر دال ہیں کہ یہ تختیاں لکھی لکھائی عطا ہوئی تھیں اور ظاہراً كَتَبْنَا سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے اور موسیٰ علیہ السلام کا اخْلُفْنِیْ فرمانا اس بنا پر ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام صرف نبی تھے حاکم اور سلطان نہ تھے اس صفت میں خلیفہ بنانا مقصود ہے استخلاف فی النبوۃ مقصود نہیں۔

ترجمہ مسائل السلوک : قولہ تعالیٰ : قَالُوْا یٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَاۤ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس درخواست کے جواب میں کہ ہمارے لئے بھی ہتھیار لٹکانے کو ایک درخت مقرر فرما دیجئے جیسے مشرکین نے کر رکھا ہے یہ آیت پڑھ دی تھی اس سے معلوم ہوا کہ

دنیوی عادات میں بھی اہل باطل کے ساتھ تشبہ مذموم ہے اور بدعات بزعم عبادات میں تو کیا پوچھنا ہے۔ قولہ تعالیٰ: فَتَمَّ مِيقَاتُ رَبِّهِ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً اس میں اصل ہے چلہ کی جو مشائخ میں معتاد اور مشاہد البرکات ہے۔ قولہ تعالیٰ: وَقَالَ مُوسَىٰ لِأَخِيهِ هَارُونَ اخْلُفْنِي فِي قَوْمِي اس میں اس کی اصل ہے جو مریدوں بعض خلفاء کے سپرد کر دیتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ: وَقَالَ لَن تَرَانِي نص ہے اس میں کہ دنیا میں رویت الٰہیہ نہیں ہوتی تو جو شخص اس کا مدعی ہے یا دھوکہ میں ہے یا دھوکہ دیتا ہے اور شب معراج اس سے مستثنیٰ ہے۔ قولہ تعالیٰ: سَأَصْرِفُ عَنْ آيَاتِيَ الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ تکبر بغیر حق یہ ہے کہ غیر متکبر کے مقابلہ میں تکبر کرے اور متکبر کے مقابلہ میں تکبر کرنا یہ بحق ہے اور حقیقت میں وہ صورۃ تکبر ہے حقیقۃ نہیں۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله في متبر وباطل منجانب الله وفي نفسه اخذت هذا الفرق من الصيغتين ۱۲ ۲ قوله في انجينكم تائيد كما قالوا في قوله تعالىٰ في طٰه فاخرجنا به ازواجا ۱۲۔ ۳ قوله في جعله دكا تجلی نے اشار الى فاعل جعله ۱۲۔ ۴ قوله في احسنها سب ہی اچھے فالاضافة ليست للتقييد ۱۲۔ ۵ قوله في ذلك بانهم برگشتگی اشارة الى كون الاشارة الى الصرف فتجاذب طرفا الكلام لان الصرف هو المسبب في الاول والآخر عن الشيء والواحد المعبر عنه بالتكبر والتكذيب فافهم ۱۲۔

اللغات: قوله دمرنا اهلكنا يعرشون يبنون من العمارات وقيل هو كقوله جنات معروشات۔ قوله الميقات الوقت ۱۲۔

النحو: قوله التي باركنا صفة لمشارق و مغارب وقيل للارض وضعفه بعضهم۔ قوله اربعين حال او تمييز۔ قوله للجبل اللام للتعدية ۱۲ قوله موعظة وتفصيلا بدل من الجار والمجرور اى كتبنا له كل شيء من المواعظ وتفصيل الاحكام فمن مزيدة وفي زيادتها في الاثبات كلام آه من الروح قلت ويجوز ان يكون قوله من كل شيء بيانا لموعظة فمن بيانية والتقدير وهكذا له في الالواح موعظة من كل شيء وتفصيلا لكل شيء والعموم في كلا الموضعين عرفي ۱۲۔

البلاغۃ: قوله قال اغير الله في روح المعاني قيل هذا هو الجواب وما تقدم تمهيد له ولعله لذلك اعيد لفظ قال وقال شيخ الاسلام هو شروع في بيان شيون الله تعالىٰ الموجبة لتخصيص العبادة به سبحانه بعد بيان ان ما طلبوا عبادته مما لا يمكن طلبه اصلا لكونه هالكا باطلا اصلا ولذلك وسط بينهما قال مع كون كل منهما كلام موسىٰ عليه السلام ۱۲۔ قوله لا تتبع تاكيد قوله ارونى حذف ذاتك للتادب ۱۲۔ قوله ساوريكم فيه التفات وتغليب لانهم لم يكونوا حاضرين ۱۲۔

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوسَىٰ مِن بَعْدِهِ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهُ خُوَارٌ ۚ أَلَمْ يَرَوْا أَنَّهُ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيهِمْ سَبِيلًا ۘ اتَّخَذُوهُ وَكَانُوا ظَالِمِينَ ﴿۱۴۸﴾ وَلَمَّا سُقِطَ فِي أَيْدِيهِمْ وَرَأَوْا أَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوا قَالُوا لَئِن لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿۱۴۹﴾ وَلَمَّا رَجَعَ مُوسَىٰ إِلَىٰ قَوْمِهِ غَضْبَانَ أَسِفًا قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُونِي مِن بَعْدِي ۖ أَعَجِلْتُمْ أَمْرَ رَبِّكُمْ ۖ وَأَلْقَى الْأَلْوَاحَ وَأَخَذَ بِرَأْسِ أَخِيهِ يَجُرُّهُ إِلَيْهِ ۚ قَالَ ابْنَ أُمَّ إِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُونِي وَكَادُوا يَقْتُلُونَنِي فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْأَعْدَاءَ وَلَا تَجْعَلْنِي مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿۱۵۰﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِأَخِي وَأَدْخِلْنَا فِي رَحْمَتِكَ ۖ وَأَنتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ﴿۱۵۱﴾ إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِينَ ﴿۱۵۲﴾ وَالَّذِينَ عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ ثُمَّ تَابُوا مِن بَعْدِهَا وَآمَنُوا إِنَّ رَبَّكَ مِن بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۵۳﴾ وَلَمَّا سَكَتَ عَن مُّوسَى الْغَضَبُ أَخَذَ الْأَلْوَاحَ ۖ وَفِي نُسْخَتِهَا هُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُونَ ﴿۱۵۴﴾

اور موسیٰ کی قوم نے ان کے بعد اپنے (مقبوضہ) زیوروں کا ایک بچھڑا بنایا جو کہ ایک قالب تھا۔ جس میں ایک آواز تھی۔ کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ وہ ان سے بات نہیں کرتا تھا اور نہ ان کو کوئی راہ بتلاتا تھا۔ اس کو انہوں نے معبود قرار دے دیا اور بڑا بے ڈھنگا کام کیا اور جب نادم ہوئے اور معلوم ہوا کہ واقعی وہ لوگ گمراہی میں پڑ گئے تو کہنے لگے

کہ اگر ہمارا ربّ ہم پر رحم نہ کرے اور ہمارے یہ گناہ معاف نہ کرے تو ہم بالکل گئے گزرے اور جب موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کی طرف واپس آئے غصہ اور رنج میں بھرے ہوئے تو فرمایا کہ تم نے میرے بعد یہ بڑی نامعقول حرکت کی۔ کیا اپنے ربّ کے حکم (آنے) سے پہلے ہی تم نے جلد بازی کرلی اور جلدی سے تختیاں ایک طرف رکھیں اور اپنے بھائی کا سر پکڑ کر ان کو اپنی طرف گھسیٹنے لگے۔ ہارون نے کہا کہ اے میرے ماں جائے (بھائی) ان لوگوں نے بے حقیقت سمجھا اور قریب تھا کہ مجھ کو قتل کر ڈالیں۔ تو تم مجھ پر (سختی کر کے) دشمنوں کو مت ہنسواؤ اور مجھ کو ان ظالم لوگوں کے ذیل میں مت شمار کرو۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے ربّ میری خطا معاف فرمادے اور میرے بھائی کی بھی اور ہم دونوں کو اپنی رحمت میں داخل فرمائیے اور آپ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔ جن لوگوں نے گوسالہ پرستی کی ہے ان پر بہت جلد ان کے ربّ کی طرف سے غضب اور ذلت اس دنیوی زندگی ہی میں پڑے گی اور ہم افتراء پردازوں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں اور جن لوگوں نے گناہ کے کام کئے۔ پھر وہ ان کے بعد توبہ کرلیں اور ایمان لے آئیں تو تمہارا ربّ اس توبہ کے بعد گناہ کا معاف کردینے والا رحمت کرنے والا ہے اور جب موسیٰ کا غصہ فرو ہوا تو ان تختیوں کو اٹھا لیا اور ان کے مضامین میں ان لوگوں کے لئے جو اپنے ربّ سے ڈرتے تھے ہدایت اور رحمت تھی۔

تفسیر: قصہ اتخاذ عجل و عاقبت آں ☆ وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى (الی قولہ تعالی) هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ اور (جب موسیٰ علیہ السلام طور پر توریت لانے تشریف لے گئے تو) موسیٰ (علیہ السلام) کی قوم (یعنی بنی اسرائیل) نے ان کے (جانے کے) بعد اپنے (مقبوضہ) زیوروں کا (جو کہ قبطیوں سے مصر سے نکلتے وقت بہانہ شادی کے مانگ لیا تھا) ایک بچھڑا (بنا کر جس کا قصہ سورۂ طٰہٰ میں ہے اس کو معبود) ٹھہرا لیا جو کہ (صرف اتنی حقیقت رکھتا تھا کہ) ایک قالب تھا جس میں ایک آواز تھی (اور اس میں کوئی کمال نہ تھا جس سے کسی عاقل کو اس کی معبودیت کا شبہ ہوسکے) کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ (اس میں آدمی کے برابر بھی تو قدرت نہ تھی چنانچہ) وہ ان سے بات تک نہیں کرتا تھا اور نہ ان کو (دنیا یا دین کی) کوئی راہ بتلاتا تھا (اور خدا کی سی صفات تو اس میں کیا ہوتیں غرض یہ کہ) اس (بچھڑے) کو انہوں نے معبود قرار دیا اور (چونکہ اس میں اصلاً کوئی شبہ کی وجہ نہ تھی اس لئے انہوں نے) بڑا بے ڈھنگا کام کیا اور (بعد رجوع موسیٰ علیہ السلام کے جس کا قصہ آگے آتا ہے ان کے تنبیہ فرمانے سے) جب (متنبہ ہوئے اور اپنی اس حرکت پر) نادم ہوئے اور معلوم ہوا کہ واقعی وہ لوگ گمراہی میں پڑ گئے تو (ندامت سے بطور معذرت) کہنے لگے کہ اگر ہمارا رب ہم پر رحم نہ کرے اور ہمارا (یہ) گناہ معاف نہ کرے تو ہم بالکل گئے گزرے (چنانچہ خاص طریقہ سے ان کو تکمیل توبہ کا حکم ہوا جس کا قصہ سورۂ بقرہ آیت: فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ [البقرۃ: ۸۵] میں گزرا ہے) (اور موسیٰ علیہ السلام کے متنبہ فرمانے کا قصہ یہ ہوا کہ) (جب موسیٰ علیہ السلام) اپنی قوم کی طرف (طور سے واپس آئے غصہ اور رنج میں بھرے ہوئے (کیونکہ ان کو وحی سے یہ معلوم ہوگیا تھا۔ سورۂ طٰہٰ میں ہے: قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا الخ) تو (اول قوم کی طرف متوجہ ہوئے) فرمایا کہ تم نے میرے بعد یہ بڑی نامعقول حرکت کی کیا اپنے رب کے حکم (آنے) سے پہلے ہی تم نے (ایسی) جلد بازی کرلی (میں تو احکام ہی لینے گیا تھا اس کا انتظار تو کیا ہوتا) اور (پھر حضرت ہارون علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے اس دینی حمیت کے جوش میں) جلدی سے (توریت کی) تختیاں (تو) ایک طرف رکھیں (اور جلدی میں ایسے زور سے رکھی گئیں کہ دیکھنے والے کو اگر غور نہ کرے تو شبہ ہو کہ جیسے کسی نے پٹک دی ہوں) اور (ہاتھ خالی کر کے) اپنے بھائی (ہارون علیہ السلام) کا سر (یعنی بال) پکڑ کر ان کو اپنی طرف گھسیٹنے لگے (کہ تم نے کیوں پورا انتظام نہ کیا اور چونکہ غلبہ غضب میں ایک گونہ بے اختیاری ہوگئی تھی اور غضب بھی دین کے لئے تھا اس لئے اس بے اختیاری کو معتبر قرار دیا جاوے گا اور اس اجتہادی لغزش پر اعتراض نہ کیا جاوے گا) ہارون (علیہ السلام) نے کہا کہ اے میرے ماں جائے (بھائی میں نے اپنی کوشش بھر بہت روکا لیکن) ان لوگوں نے مجھ کو بے حقیقت سمجھا اور (بلکہ نصیحت کرنے پر) قریب تھا کہ مجھ کو قتل کر ڈالیں تو تم مجھ پر (سختی کر کے) دشمنوں کو مت ہنسواؤ اور مجھ کو (برتاؤ سے) ان ظالم لوگوں کے ذیل میں مت شمار کرو (کہ ان کی سی ناخوشی مجھ سے بھی برتنے لگو) موسیٰ (علیہ السلام) نے (اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور) کہا کہ اے میرے رب میری خطا (گو وہ اجتہادی ہو) معاف فرمادے اور میرے بھائی کی بھی (کوتاہی جو ان مشرکین کے ساتھ معاملہ متارکت میں شاید ہوگئی ہو جیسا اس قول سے معلوم ہوتا ہے: مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا اَلَّا تَتَّبِعَنِ الآیہ) [طٰہٰ: ۹۲، ۹۳] اور ہم دونوں کو اپنی رحمت (خاص) میں داخل فرمائیے اور آپ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں (اس لئے ہم کو قبول دعا کی امید ہے پھر حق تعالیٰ نے ان گوسالہ پرستوں کے متعلق موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ) جن لوگوں نے گوسالہ پرستی کی ہے (اگر اب بھی توبہ نہ کریں گے تو) ان پر بہت جلد ان کے رب کی طرف سے غضب اور ذلت اس دنیوی زندگی ہی میں پڑے گی اور (کچھ انہیں کی تخصیص نہیں) ہم (تو) افترا پردازوں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں (کہ دنیا ہی میں مغضوب اور ذلیل ہو جاتے ہیں گو کسی عارض سے اس ذلت کا گاہے ظہور نہ ہو یا دیر میں ہو چنانچہ سامری نے جو توبہ نہ کی اس پر غضب اور ذلت کا نزول ہوا جس کا قصہ سورۂ طٰہٰ میں ہے: قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ الآیہ) [طٰہٰ: ۹۷] اور جن لوگوں نے گناہ کے کام کئے (مثلاً گوسالہ پرستی ان سے سرزد ہوگئی مگر) پھر وہ ان (گناہوں) کے (کرنے کے) بعد توبہ کرلیں اور (اس کفر کو چھوڑ کر) ایمان لے آویں تو تمہارا رب اس توبہ کے بعد (ان کے) گناہ کا معاف کردینے والا (اور ان کے حال پر) رحمت کرنے والا ہے (گو تکمیل توبہ کے لئے

اقتلوا انفسکم کا بھی) حکم ہوا ہو لیکن اصل رحمت آخرت کی ہے چنانچہ تائبین کی خطا اسی طرح معاف ہوئی) اور جب (ہارون علیہ السلام کی یہ معذرت سن کر) موسیٰ (علیہ السلام) کا غصہ فرو ہوا تو ان تختیوں کو اٹھا لیا اور ان (تختیوں) کے مضامین میں ان لوگوں کے لئے جو اپنے رب سے ڈرتے تھے ہدایت اور رحمت تھی (مراد احکام ہیں کہ ان پر عمل کرنے سے موصوف بہدایت وموعود برحمت ہوتا ہے) **ف**: موسیٰ علیہ السلام کا غضب چونکہ للہ تھا اس کی مثال سکر من المباح کی سی ہے جس میں مکلف نہیں رہتا اس پر دوسرے شخص کے غصہ کو جو نفس کے واسطے ہو قیاس نہیں کر سکتے بلکہ اس کی حالت سکر من المحرم کی سی ہے جس کو شارع نے عذر نہیں قرار دیا چنانچہ وقوع طلاق وغیرہ کا حکم معلوم ہے ونیز عادۃً ممکن ہے کہ شدت مشغولی میں ذہول ہو گیا ہو کہ میرے ہاتھ میں کیا ہے اور بھائی کو دار وگیر کرنے کے لئے ہاتھ خالی کرنا ہو اس لئے القاء الواح واقع ہوا ہو جیسے اکثر کسی بات چیت یا کسی خیال کے غلبہ کے وقت ایسے اتفاقات پیش آ جاتے ہیں اور بعض نے لکھا ہے کہ القی کے معنی ہیں جلدی سے رکھ دینا مجازاً تشبیہاً القاء سے تعبیر کیا اور اس بچھڑے کے باب میں سلف کے دو قول ہیں ایک یہ کہ وہ سچ مچ کا بچھڑا ہو گیا تھا اور ایک یہ کہ وہ چاندی سونے کا رہا تھا اور بقدر آواز کرنے کے اس میں حیات آ گئی تھی اور دونوں داخل قدرت ہیں اس لئے یہ کہنا بلا دلیل ہے کہ یہ آواز ایسی تھی جیسے مٹی کے کھلونوں میں صنعت سے ہوتی ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ اس سے ثابت ہوا کہ خوارق سے دھوکہ نہ کھاوے اور اَلَمْ يَرَوْا سے معلوم ہوا کہ دلیل شرعی اس پر حجت قاضیہ اور اس پر راجح ہے۔ قولہ تعالیٰ: وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰۤى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا معلوم ہوا کہ حاجت کے وقت مرید پر غصہ جائز ہے۔ قولہ تعالیٰ: وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ دین کے جوش میں یہ غصہ آیا معلوم ہوا کہ ایسا غصہ بدخلقی نہیں جیسے بعض اہل اللہ کی عادت ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ غلبۂ حال عذر ہے کیونکہ یہ کسر اسی غلبہ میں ہوا۔ قولہ تعالیٰ: وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗۤ اِلَيْهِ روح میں ہے کہ یہ گمان ہوا کہ انہوں نے روکنے میں کوتاہی کی اھ۔ میں کہتا ہوں حالانکہ کوتاہی نہ کی تھی اس سے معلوم ہوا کہ کاملین سے خطاء اجتہادی ہو سکتی ہے تو شیوخ غیر معصومین سے کیوں ناممکن ہوگی ۱۲۔ قولہ تعالیٰ: اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ (الی قولہ تعالی) وَذِلَّةٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا معلوم ہوا کہ دنیوی ذلت کبھی سزا معصیت کی ہوتی ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله فی حليهم** مقبوضہ فالاضافة لادنى ملابسة لانها كانت مملوكة للقبط ۱۲۔ ۲ **قوله فی اتخذوا** معبود فظهر وجه اسناد الاتخاذ اليهم مع صدور الصنع من السامری وحده وقيل اسند اليهم لرضاهم باتخاذه ۱۲۔ ۳ **قوله فی جسد** اتنی حقيقت اشارة الى وجه ايراد البدل من بيان حقارته وكذلك قوله لا يكلمهم الخ ۴ **قوله فی عجلتم** حکم سے پہلے ہی اشار فيه الى معناه اللغوى كما قال الواحدى العجلة التقدم با الشيء قبل وقته ولذلك صارت مذمومة فی الاغلب بخلاف السرعة فانها عمل الشيء فی اول وقته كذا فی النيسابوری ۵ **قوله فی القی** شبہ ہو اشارة الى وجه التعبير بالالقاء عن الوضع بعجلة ونقل هذا التفسير فی الروح ۱۲۔ ۶ **قوله فی ان الذين اتخذوا** اگر اب بھی الخ قرينة مقابله من قوله تابوا كذا فی الروح ۱۲۔ ۷ **قوله فی سكت** فرو اشارة الى كونه بمعنى سكن ۱۲۔ ۸ **قوله فی نسختها** مضامین فهی بمعنى المنسوخة ای المضامين المكتوبة ۱۲۔

البلاغۃ: **قوله سقط فی ايديهم** اصله ان النادم اذا اشتد مذمه عض يده غما فتصير يده مسقوطا فيها واصله سقط فوه لو غصه فی يده ای وقع ثم حذف الفاعل وبنى الفعل للمفعول فصار سقط فی يده كقولك مر بزيد وقيل من عادة النادم ان يطاطئ رأسه ويضع ذقنه على يده بحيث لو ازالها سقط على وجهه فكان اليد مسقوط فيها وفی بمعنى على وقيل من روح المعانی قوله ورأوا النكتة فی تاخيره مع ان الظاهر وقوعه متقدما على الندم اما للمسارعة الى بيان الندم واما لان الندم ربما وقع لهم فی حال الشك ثم بين لهم الضلال لان الانتقال من الجزم بالشيء الى تبين الجزم بالنقيض لا يكون دفعيا فی الاغلب من الروح قوله من بعدی تاكيد قوله عجلتم قدر عن قوله يا بن ام ذكرها للترقيق۔

وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّاۤ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ ؕ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ؕ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ ؕ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾ وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَاۤ اِلَيْكَ ؕ قَالَ عَذَابِيْۤ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ؕ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ

الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۵۶﴾

اور موسیٰ نے ستر آدمی اپنی قوم میں سے ہمارے وقت معین پر لانے کے لئے منتخب کئے۔ سو جب ان کو زلزلہ (وغیرہ) نے آ پکڑا تو موسیٰ علیہ السلام عرض کرنے لگے کہ اے میرے پروردگار اگر آپ کو یہ منظور ہوتا تو آپ اس کے قبل ہی ان کو اور مجھ کو ہلاک کر دیتے۔ کہیں آپ ہم میں کے چند بیوقوفوں کی حرکت پر سب کو ہلاک کر دیں گے۔ یہ واقعہ محض آپ کی طرف سے ایک امتحان ہے۔ ایسے امتحانات سے جس کو آپ چاہیں گمراہی میں ڈال دیں اور جس کو آپ چاہیں ہدایت پر قائم رکھیں۔ آپ ہی تو ہمارے خبر گیراں ہیں ہم پر رحمت اور مغفرت فرمائیے اور آپ سب معافی دینے والوں سے زیادہ ہیں اور ہم لوگوں کے نام دنیا میں بھی نیک حالی لکھ دیجئے اور آخرت میں بھی ہم آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اپنا عذاب تو اسی پر واقع کرتا ہوں جس پر چاہتا ہوں اور میری رحمت تمام اشیاء کو محیط ہو رہی ہے۔ تو وہ رحمت ان لوگوں کے نام تو ضرور لکھوں گا جو کہ خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور جو کہ ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔

تفسیر بردن موسیٰ علیہ السلام ہفتاد کس را بر طور و ماجرائے ایشاں ☆ وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا (الی قولہ تعالیٰ) وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿﴾ اور (جب گوسالہ کا قصہ تمام ہوا تو موسیٰ علیہ السلام نے اطمینان سے تورات کے احکام سنائے ان لوگوں کی عادت تھی ہی شبہات نکالنے کی چنانچہ اس میں بھی شبہ نکالا کہ ہم کو کیسے معلوم ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں ہم سے اللہ تعالیٰ خود کہہ دیں تو یقین کیا جاوے آپ نے حق تعالیٰ سے عرض کیا وہاں سے حکم ہوا کہ ان میں کے کچھ آدمی جن کو یہ لوگ معتبر سمجھتے ہوں منتخب کر کے ان کو طور پر لے آؤ ہم ان سے خود کہہ دیں گے کہ یہ ہمارے احکام ہیں اور اس لانے کے لئے ایک وقت معین کیا گیا چنانچہ موسیٰ (علیہ السلام) نے ستر آدمی اپنی قوم میں سے ہمارے وقت معین (پر لانے) کیلئے منتخب کئے (چنانچہ وہاں پہنچ کر انہوں نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا تو اس میں ایک شاخ نکالی اور کہنے لگے خدا جانے کون بول رہا ہوگا ہم تو جب یقین لاویں کہ خدا تعالیٰ کو کھلم کھلا اپنی آنکھ سے دیکھ لیں لقولہ تعالیٰ: لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً [البقرۃ: ۵۵] خدا تعالیٰ نے اس گستاخی کی سزا دی نیچے سے زلزلہ شدید شروع ہوا اوپر سے ایسی کڑک بجلی ہوئی کہ سب وہاں ہی رہ گئے) سو جب ان کو زلزلہ (وغیرہ) نے آ پکڑا تو موسیٰ (علیہ السلام ڈرے کہ بنی اسرائیل جاہل اور بدگمان تو ہیں ہی یوں سمجھیں گے کہ کہیں لے جا کر کسی طریق سے ان سب کا کام تمام کر دیا ہے گھبرا کر) عرض کرنے لگے کہ اے میرے پروردگار (یہ تو مجھ کو یقین ہے کہ ان لوگوں کو محض سزا دینا منظور ہے خاص ہلاک کرنا مقصود نہیں کیونکہ) اگر آپ کو یہ منظور ہوتا تو آپ اس کے قبل ہی ان کو اور مجھ کو ہلاک کر دیتے (کیونکہ ان کا اس وقت ہلاک ہونا بنی اسرائیل کے ہاتھوں میرا بھی ہلاک ہونا ہے سو اگر آپ کو یہ مقصود ہوتا تو آپ پہلے بھی ایسا کر سکتے تھے مگر جب ایسا نہیں کیا تو معلوم ہو گیا کہ ان کو بھی ہلاک کرنا مقصود نہیں کیونکہ اس سے میری ہلاکت بھی ہے اور بدنامی کے ساتھ آپ سے امید ہے کہ مجھ کو بدنام نہ کریں گے اور بھلا) کہیں آپ ہم میں کے چند بیوقوفوں کی حرکت پر سب کو ہلاک کر دیں گے (کہ بیوقوفی تو کریں یہ لوگ کہ ایسی گستاخی کریں اور ساتھ میں بنی اسرائیل کے ہاتھ سے ہلاک ہوں میں بھی آپ سے امید ہے کہ آپ ایسا نہ کریں گے پس ثابت ہوا کہ) یہ واقعہ (رجفہ وصاعقہ کا) محض آپ کی طرف سے ایک امتحان ہے ایسے امتحانات سے جس کو آپ چاہیں گمراہی میں ڈال دیں (کہ حق تعالیٰ کی شکایت اور ناشکری کرنے لگو) اور جس کو آپ چاہیں ہدایت پر قائم رکھیں (کہ اس کی حکمتوں اور مصلحتوں کو سمجھتا ہے سو میں آپ کے فضل وکرم سے آپ کے حکیم ہونے کا علم رکھتا ہوں لہٰذا اس امتحان میں مطمئن ہوں اور) آپ ہی تو ہمارے خبر گیراں ہیں ہم پر مغفرت اور رحمت فرمائیے اور آپ سب معافی دینے والوں سے زیادہ ہیں (سو ان کی گستاخی بھی معاف کر دیجئے چنانچہ وہ لوگ صحیح وسالم اٹھ کھڑے ہوئے سورۂ بقرہ کا معاملہ ہفتم وہشتم ملاحظہ ہو) اور (اس دعا کے ساتھ آپ نے تفصیل رحمت کے لئے یہ بھی دعا کی کہ) ہم لوگوں کے نام دنیا میں بھی نیک حالی لکھ دیجئے اور (اسی طرح) آخرت میں بھی (کیونکہ) ہم آپ کی طرف (خلوص واطاعت کے ساتھ) رجوع کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے (موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول کی اور) فرمایا کہ (اے موسیٰ اول تو مطلقاً میری رحمت میرے غضب پر سابق ہے چنانچہ) میں اپنا عذاب (اور غضب) تو اسی پر واقع کرتا ہوں جس پر چاہتا ہوں (گو مستحق عذاب ہر نافرمان ہوتا ہے لیکن پھر بھی سب پر واقع نہیں کرتا بلکہ ان میں سے خاص خاص لوگوں پر واقع کرتا ہوں جو غایت سرکش اور متمرد ہوتے ہیں) اور میری رحمت (ایسی عام ہے کہ) تمام اشیاء کو محیط ہو رہی ہے (باوجودیکہ ان میں بہت سی مخلوق مثلاً سرکش ومعاند لوگ اس کے مستحق نہیں مگر ان پر بھی ایک گونہ رحمت ہے، گو دنیا ہی میں سہی پس جب میری رحمت غیر مستحقین کے لئے بھی عام ہے) تو وہ رحمت ان لوگوں کے نام تو (کامل طور پر) ضرور ہی لکھوں گا جو کہ (اس کے حسب وعدہ مستحق بھی ہیں بوجہ اس کے کہ وہ اطاعت کرتے ہیں چنانچہ) خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہیں (جو منجملہ اعمال قلب کے ہیں) اور زکوٰۃ دیتے ہیں (جو کہ اعمال جوارح سے ہے) اور جو کہ ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں (جو عقائد میں سے ہے تو ایسے لوگ تو پہلے سے مستحق رحمت ہیں گو آپ درخواست بھی نہ کرتے اور اب تو آپ درخواست بھی کر رہے ہیں اِرْحَمْنَا وَاكْتُبْ لَنَا پس ہم بشارت قبول دیتے ہیں کیونکہ آپ تو ایسے ہیں ہی اور آپ کی قوم میں بھی جو مورد رحمت بننا چاہے وہ ایسے ہی اوصاف اختیار کرے کہ مستحق ہو جاوے)

ف: تقویٰ وزکوٰۃ ایمان میں حصر مقصود نہیں ہر باب کا ایک عمل نمونہ کے طور پر ذکر فرما دیا مطلب یہ کہ اطاعت احکام کی کرتے ہیں پھر جس درجہ کی اطاعت ہوگی اس درجہ کی رحمت ہوگی اور دعا میں رحمت کے ساتھ مغفرت وحسنہ بھی مذکور ہے سو رحمت کے عموم میں وہ بھی داخل ہیں۔

ربط: کچھ قصہ موسیٰ علیہ السلام کا اوپر مذکور ہوا ہے اور کچھ آگے آئے گا مگر درمیان میں بمناسبت مضمون استجابت دعائے موسیٰ علیہ السلام کے (جس میں رحمت کاملہ کی بشارت کا اختصاص اہل اطاعت کاملہ کے ساتھ مذکور ہے) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک کے اہل کتاب کو سنانے کے لئے ایک مضمون بطور جملہ معترضہ کے لایا جاتا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ تو اوپر کے مضمون سے معلوم ہو گیا کہ رحمت کاملہ کا استحقاق اہل اطاعت کاملہ ہی کو حاصل ہے اب ہم بتلاتے ہیں کہ دورۂ نبوت محمد یہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس مفہوم کا مصداق وہی لوگ ہیں جو آپ کی اطاعت کرتے ہیں بالخصوص جب کہ علاوہ اور دلائل اثبات نبوت کے توریت وانجیل میں بھی آپ کی پیشین گوئی ہے تب تو اہل کتاب کو خصوصاً عدم اطاعت میں کوئی عذر ہی نہیں ایک آیت میں تو یہ مضمون خاص اہل کتاب کے مناسب ہے پھر دوسری آیت: قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ میں خطاب عام ہے وجوب اطاعت محمد یہ کا عام مکلفین پر اور تیسری آیت وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰی میں مدح ہے ان اہل کتاب کی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متبع تھے اس کے بعد پھر تتمیم ہے قصہ مذکورہ بالا کی۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ ؕ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ پہلے جملہ سے جو بعض نے استدلال کیا ہے کہ کفار کا اخیر بھی رحمت و مغفرت ہے دوسرا جملہ اس استدلال کو باطل کرتا ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله في قومه قوم میں** سے اشارة الى تقدير من لانها صلة اختار ۱۲ ۲ **قوله ان هي** یہ واقعہ رجفة نقل في روح المعاني وقد كنت اراه من قبل وما فسرت الآية به هو من المواهب التي زال بها كل اشكال ولله الحمد ۱۲ ۳ **قوله في فساكتبها** ضرور اشارة الى ان السين للتاكيد ۱۲۔

البلاغۃ: **قوله عذابي الخ في الروح وفي نسبة الاصابة الى العذاب بصيغة المضارع ونسبة السعة الى الرحمة بصيغة الماضي ايذان بان الرحمة مقتضى الذات واما العذاب فمقتضى معاصي العباد آه۔**

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ ؗ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓىِٕثَ وَیَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ ؕ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ ۙ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۟ قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعَا الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ ۪ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۟ وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰۤی اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ یَعْدِلُوْنَ ۟

جو لوگ ایسے رسول نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جن کو وہ لوگ اپنے پاس توریت وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں (جن کی صفت یہ بھی ہے کہ) وہ ان کو نیک باتوں کا حکم کرتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور پاکیزہ چیزوں کو ان کے لئے حلال بتلاتے ہیں اور گندی چیزوں کو (بدستور) ان پر حرام فرماتے ہیں اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور طوق تھے ان کو دور کرتے ہیں۔ سو جو لوگ اس نبی (موصوف) پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی حمایت کرتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں اور اس نور کا اتباع کرتے ہیں جو ان کے ساتھ بھیجا گیا ہے ایسے لوگ پوری فلاح پانے والے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ اے (دنیا جہان کے) لوگو میں تم سب کی طرف اس اللہ کا بھیجا (پیغمبر) ہوں جس کی بادشاہی ہے تمام آسمانوں اور زمین میں۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے۔ سو (کیسے) اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے (ایسے) نبی اُمّی پر (بھی) جو کہ خود اللہ پر اور اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہیں اور ان (نبی) کا اتباع کرو تا کہ تم راہ (راست) پر آ جاؤ اور قوم موسیٰ میں ایک جماعت ایسی بھی ہے جو دین حق کے موافق ہدایت کرتی ہے اور اسی کے موافق انصاف بھی کرتے ہے۔

تفسیر: حصر فلاح ونجات در اتباع محمدی بدورہ اخیر و مدح متبعین ☆ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ (الی قولہ تعالی) وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ جو لوگ ایسے رسول نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جن کو وہ لوگ اپنے پاس توریت وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں (جن کی صفت یہ بھی ہے کہ) وہ ان کو نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور پاکیزہ چیزوں کو ان کے لئے حلال بتلاتے ہیں (گو وہ پہلے شرائع میں حرام[۱] تھیں) اور گندی چیزوں کو (بدستور) ان پر حرام فرماتے ہیں اور ان لوگوں پر جو (پہلے شرائع میں) بوجھ اور طوق (لدے ہوئے) تھے (یعنی ان پر احکام شدید تھے) ان کو دور کرتے ہیں (یعنی ایسے احکام ان کی شریعت میں منسوخ ہو جاتے ہیں) سو جو لوگ اس نبی (موصوف) پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی حمایت[۲] کرتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں اور اس نور کا (مراد اس سے قرآن ہے) اتباع کرتے ہیں جو ان کے ساتھ بھیجا گیا ہے ایسے لوگ پوری فلاح پانے والے ہیں (کہ عذاب ابدی سے بچے رہیں گے یہ کلام تو اہل کتاب کے اعتبار سے تھا آگے عموم بعثت کا بیان ہے کہ) آپ کہہ دیجئے کہ اے (دنیا جہان کے) لوگو میں تم سب کی طرف اس اللہ کا بھیجا ہوا (پیغمبر) ہوں جس کی بادشاہی ہے تمام آسمانوں اور زمین میں اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے سو (ایسے) اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے (ایسے) نبی امی پر (بھی ایمان لاؤ) جو کہ (خود) اللہ پر اور اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہیں) یعنی باوجود اس رتبہ عظیمہ کے ان کو اللہ پر اور سب رسل و کتب پر ایمان سے عار[۳] نہیں تو تم کو اللہ ورسول پر ایمان لانے سے کیوں انکار ہے) اور ان (نبی) کا اتباع کرو تاکہ تم راہ (راست) پر آ جاؤ اور (گو بعض نے آپ کی مخالفت کی لیکن) قوم موسیٰ میں ایک جماعت ایسی بھی ہے جو (دین) حق (یعنی اسلام) کے موافق (لوگوں کو) ہدایت (بھی) کرتے ہیں اور اسی کے موافق (اپنے اور غیروں کے معاملات میں) انصاف بھی کرتے ہیں (مراد اس سے عبداللہ بن سلام وغیرہ ہیں اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ کی نبوت جیسے شہادت دلائل سے ثابت ہے اسی طرح شہادت اہل علم سے بھی مؤید ہے) ف: وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ کا حاصل یہ ہے کہ یہود پر بعض اشیاء جو حرام تھیں وجہ اس کی ان اشیاء کا خبث نہ تھا بلکہ ان کی شرارت وسرکشی سبب تھا آپ کی شریعت میں ان کے طیب ہونے کے موافق پھر عمل درآمد ہوا اور اُمی کے معنی یہ ہیں جیسے آدمی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے کہ کسی کا شاگرد نہیں ہوتا آپ نے عمر بھر کسی کی شاگردی نوشت وخواند میں نہیں کی اور پھر یہ علوم عالیہ اور حقائق غامضہ ظاہر فرمائے یہ کتنا بڑا کمال ہے اور موجودہ توراۃ وانجیل باوجود محرف ہونے کے آپ کے اوصاف وبشارات سے خالی نہیں جس کی تفصیل کتب مناظرہ اہل کتاب میں موجود ہے اور اگر بشارت میں صرف اشارات اور علامات کافی نہیں بلکہ تصریح نام کی حاجت ہے تو اس وقت کے علماء کا ان آیتوں کو سن کر خاموش ہونا دلیل صریح ہے کہ اس وقت نام بھی ہوگا ورنہ وہ لوگ معارضہ کرتے اور وہ معارضہ تواریخ میں منقول ہوتا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ توریت وانجیل کی تحریفیں بڑھتی گئیں۔ اخذتہ من فتح المنان اور ایھا الناس میں لفظ ناس باعتبار اطلاق عرفی کے جن کو بھی عام ہے جیسے فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ میں کہا گیا ہے اور عموم بعثت آپ کا دلائل قطعیہ سے ثابت ہے اور رسول اور نبی میں چند فرق بیان کئے ہیں احقر آیات قرآنیہ سے یہ سمجھتا ہے کہ نبی خاص ہے بشر کے ساتھ اور رسول عام ہے ملائکہ کو بھی دو صفتیں لانے سے تاکید مقصود ہے اور اصر واغلال سے مراد وہ احکام ہیں جو توریت میں سخت سخت تھے اور تخصیص توریت وانجیل کی اس لئے کی کہ وہ کتب شریعت سمجھی جاتی تھیں ورنہ آپ کی بشارت زبور میں بھی تھی۔

ربط: کچھ اوپر قصہ موسیٰ علیہ السلام کا مذکور تھا درمیان میں ایک دوسرا مضمون ضروری مناسب مقام آ گیا تھا آگے پھر قصہ کا تتمہ مذکور ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قولہ فی یحل حرام تھیں وفی یحرم بدستور اشار بہ الی فائدۃ ایراد الجملتین ۱۲۔ ۲؎ قولہ فی عزروہ حمایت لان اصل العزر المنع ۱۲۔ ۳؎ قولہ فی یؤمن عار نہیں اشار بہ الی فائدۃ الجملۃ ۱۲۔

النحو: قولہ الذین یتبعون مبتدأ خبرہ فالذین آمنوا الخ وضعا للمظهر موضع المضمر قولہ یأمرھم حال۔

البلاغۃ: قولہ فآمنوا باللہ ورسولہ کان الظاهر باللہ وبی ففیہ التفات لیصرح ببعض نعوتہ ﷺ۔

وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ۭ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗٓ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۭ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۭ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ۭ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ۭ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝۱۶۰ وَاِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُوْلُوْا

حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓـٰٔتِكُمْ ۭ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۶۱ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاۗءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ۝۱۶۲ ع ۱۰

اور ہم نے ان کو بارہ خاندانوں میں تقسیم کر کے سب کی الگ الگ جماعتیں مقرر کردیں اور (ایک انعام یہ کیا کہ) ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو حکم دیا جب کہ ان کی قوم نے ان سے پانی مانگا کہ اپنے اس عصا کو فلاں پتھر پر مارو (بس مارنے کی دیر تھی) فوراً اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔ (چنانچہ) ہر شخص نے اپنے پانی پینے کا موقعہ معلوم کرلیا اور (ایک انعام یہ کیا کہ) ہم نے ان پر ابر کو سایہ فگن کر کیا اور (ایک انعام یہ کیا کہ) ان کو ترنجبین اور بٹیریں پہنچائیں اور (اجازت دی کہ) کھاؤ نفیس چیزوں سے جو کہ ہم نے تم کو دی ہیں اور انہوں نے ہمارا کوئی نقصان نہیں کیا لیکن اپنا ہی نقصان کرتے تھے اور (وہ زمانہ یاد کرو) جب ان کو حکم دیا گیا کہ تم لوگ اس آبادی میں جا کر رہو اور کھاؤ اس سے جس جگہ تم رغبت کرو اور زبان سے یہ کہتے جانا کہ توبہ ہے (توبہ ہے) اور (عاجزی سے) جھکے جھکے دروازہ میں داخل ہونا۔ ہم تمہاری پچھلی خطائیں معاف کردیں گے۔ (یہ تو سب کے لئے ہوگا) اور جو لوگ نیک کام کریں گے ان کو مزید برآں اور دیں گے۔ سو بدل ڈالا ان ظالموں جو ضائع' ایک اور کلمہ جو خلاف تھا اس کلمہ کے جس کی ان سے فرمائش کی گئی تھی۔ اس پر ہم نے ان پر ایک آفت سماوی بھیجی اس وجہ سے کہ وہ حکم کے منافی کرتے تھے۔

تفسیر **بعض نعم مختصہ بنی اسرائیل** ☆ وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ۭ (الی قولہ تعالی) وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝۱۶۰ اور ہم نے (ایک انعام بنی اسرائیل پر یہ کیا کہ ان کی اصلاح و انتظام کے لئے) ان کو بارہ خاندانوں میں تقسیم کر کے سب کی الگ الگ جماعت مقرر کردی (اور ہر ایک پر ایک سردار نگرانی کے لئے مقرر کردیا جن کا ذکر مائدہ کے رکوع سوم میں ہے: وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا [المائدۃ: ۱۲] اور (ایک انعام یہ کیا کہ) ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو حکم دیا جب کہ ان کی قوم نے ان سے پانی مانگا (اور انہوں نے حق تعالیٰ سے دعا کی اس وقت یہ حکم ہوا) کہ اپنے اس عصا کو فلاں پتھر پر مارو (اس سے پانی نکل آوے گا) بس (مارنے کی دیر تھی) فوراً اس سے بارہ چشمے (بعدد ان ہی بارہ خاندانوں کے) پھوٹ نکلے (چنانچہ) ہر ہر شخص نے اپنے پانی پینے کا موقع معلوم کرلیا اور (ایک انعام یہ کیا کہ) ہم نے ان پر ابر کو سایہ افگن کیا اور (ایک انعام یہ کیا کہ) ان کو (خزانۂ غیب سے) ترنجبین اور بٹیریں پہنچائیں (اور اجازت دی کہ) کھاؤ نفیس چیزوں سے جو کہ ہم نے تم کو دی ہیں (لیکن وہ لوگ اس میں بھی ایک بات خلاف حکم کر بیٹھے) اور (اس سے) انہوں نے ہمارا کوئی نقصان نہیں کیا لیکن اپنا ہی نقصان کرتے تھے۔

ف: یہ واقعات وادی تیہ کے ہیں ان کی تفصیل سورۂ بقرہ معاملہ نہم و دوازدہم میں گزر چکی ہے۔

بعض قصہ نازلہ بر بنی اسرائیل ☆ وَاِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ (الی قولہ تعالی) بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ۝۱۶۲ اور (وہ زمانہ یاد کرو) جب ان کو حکم دیا گیا کہ تم لوگ اس آبادی میں جا کر رہو اور کھاؤ اس (کی چیزوں میں) سے جس جگہ تم رغبت کرو اور (یہ بھی حکم دیا گیا کہ جب اندر جانے لگو تو) زبان سے یہ کہتے جانا کہ توبہ ہے (توبہ ہے) اور (عاجزی سے) جھکے جھکے دروازہ میں داخل ہونا ہم تمہاری (پچھلی) خطائیں معاف کردیں گے (یہ تو سب کے لئے ہوگا اور) جو لوگ نیک کام کریں گے ان کو مزید برآں اور دیں گے سو بدل ڈالا ان ظالموں نے ایک اور کلمہ جو خلاف تھا اس کلمہ کے جس (کے کہنے) کی ان سے فرمائش کی گئی تھی اس پر ہم نے ان پر ایک آفت سماوی بھیجی اس وجہ سے کہ وہ حکم کو ضائع کرتے تھے۔ **ف**: اس کی تفصیل سورۂ بقرہ کے معاملہ دہم و یازدہم میں گزر چکی ہے وہاں ملاحظہ کیا جاوے۔

ربط: یہاں تک موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے قصے بنی اسرائیل کے مذکور ہوئے اور رکوع آئندہ کی اخیر آیت: وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ الخ میں بھی آپ ہی کے زمانہ کا قصہ مذکور ہے درمیان میں دوسرے اوقات کے احوال و افعال بنی اسرائیل کے مذکور ہیں۔

اللغات: الانبجاس فی الروح ہو خروج الماء بقلۃ والانفجار خروجہ بکثرۃ والتعبیر بھذا تارۃ وبالاخریٰ اخریٰ باعتبار اول الخروج وما انتھی الیہ آہ۔ قولہ السبت الیوم الخاص او تعظمہ قولہ شرعا ظواھر علی وجہ الماء قولہ البئیس الشدید ۱۲۔

النحو: قولہ قطعنٰھم متضمن لمعنی صیرنا فالمفعول الاول ہو والثانی اثنتی عشرۃ واسباطا بدل منہ واما نعت من البدل اخذتہ من البیضاوی۔

وَسْـَٔــلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ ۙ لَا تَاْتِيْهِمْ ڔ كَذٰلِكَ ڔ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝۱۶۳

وَاِذۡ قَالَتۡ اُمَّةٌ مِّنۡهُمۡ لِمَ تَعِظُوۡنَ قَوۡمَا ۙ اللّٰهُ مُهۡلِكُهُمۡ اَوۡ مُعَذِّبُهُمۡ عَذَابًا شَدِيۡدًا ؕ قَالُوۡا مَعۡذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمۡ وَلَعَلَّهُمۡ يَتَّقُوۡنَ ﴿۱۶۴﴾ فَلَمَّا نَسُوۡا مَا ذُكِّرُوۡا بِهٖۤ اَنۡجَيۡنَا الَّذِيۡنَ يَنۡهَوۡنَ عَنِ السُّوۡٓءِ وَاَخَذۡنَا الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا بِعَذَابٍۢ بَـئِيۡسٍۢ بِمَا كَانُوۡا يَفۡسُقُوۡنَ ﴿۱۶۵﴾ فَلَمَّا عَتَوۡا عَنۡ مَّا نُهُوۡا عَنۡهُ قُلۡنَا لَهُمۡ كُوۡنُوۡا قِرَدَةً خٰسِـئِيۡنَ ﴿۱۶۶﴾

اور آپ ان (اپنے ہم عصر یہودی) لوگوں سے (بطور تنبیہ) اس بستی کا جو کہ دریائے شور کے قریب آباد تھے اس وقت کا حال پوچھئے جبکہ وہ ہفتہ کے بارے میں حد (شرعی) سے نکل رہے تھے جبکہ ان کے پاس ہفتہ کے روز تو ان (کے دریا) کی مچھلیاں ظاہر ہو ہو کر ان کے سامنے آتی تھیں اور ہفتہ کا دن نہ ہوتا تو ان کے سامنے نہ آتیں۔ ہم ان کی اس طرح پر (شدید) آزمائش کرتے تھے۔ اس سبب سے وہ پہلے سے بے حکمی کیا کرتے تھے اور (اُس وقت کا حال پوچھئے) جبکہ ان میں سے ایک جماعت نے یوں کہا کہ تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کئے جاتے ہو جن کو اللہ تعالیٰ بالکل ہلاک کرتے ہیں یا ان کو سخت سزا دینے والے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ تمہارے (اور اپنے) رب کے روبرو عذر کرنے کے لئے اور (نیز) اس لئے کہ شاید یہ ڈر جائیں (سو آخر) جب وہ اس امر کے تارک ہی رہے جوان کو سمجھایا جاتا تھا (یعنی نہ مانا) تو ہم نے ان لوگوں کو تو بچالیا جو اس بری بات سے منع کرتے تھے اور ان لوگوں کو جو (حکم مذکور میں) زیادتی کیا کرتے تھے۔ ایک سخت عذاب میں پکڑ لیا۔ یعنی جب وہ جس کام سے ان کو منع کیا گیا تھا۔ اس میں حد سے نکل گئے تو ہم نے ان کو (براہ قہر) کہہ دیا کہ تم بندر ذلیل بن جاؤ۔ ۞

تفسیر قصہ مسخ اہل سبت ☆ وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ (الی قوله تعالی) قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ ﴿۱۶۶﴾ اور آپ ان (اپنے ہم عصر یہودی) لوگوں سے (بطور تنبیہ کے) اس بستی (والوں) کا جو کہ دریائے شور کے قریب آباد تھے (اور اس میں یہودی رہتے تھے جن کو ہفتہ کے روز شکار کرنا ممنوع تھا) اس وقت کا حال پوچھئے جب کہ وہ (وہاں کے بسنے والے) ہفتہ (کے متعلق جو حکم تھا اس) کے بارہ میں حد (شرعی) سے نکل رہے تھے جب کہ ان کے ہفتہ کے روز تو ان (کے دریا) کی مچھلیاں (پانی سے سر نکال نکال) ظاہر ہو ہو کر (سطح دریا پر) ان کے سامنے آتی تھیں اور جب ہفتہ کا دن نہ ہوتا تو ان کے سامنے نہ آتی تھیں (بلکہ وہاں سے دور کہیں چلی جاتی تھیں اور وجہ اس کی یہ تھی کہ) ہم ان کی اس طرح پر (شدید) آزمائش کرتے تھے (کہ کون حکم پر ثابت رہتا ہے اور کون نہیں رہتا اور یہ آزمائش) اس سبب سے (تھی) کہ وہ (پہلے سے) بے حکمی کیا کرتے تھے (اس لئے ایسے سخت حکم سے ان کی آزمائش کی اور اہل طاعت کی آزمائش لطف اور توفیق اور تائید سے مقرون ہوا کرتی ہے) اور (اس وقت کا حال پوچھئے) جب کہ ان میں سے ایک جماعت نے (جو کہ ان کو نصیحت کرتے کرتے اثر و نفع ہونے سے مایوس ہو گئے تھے ایسے لوگوں سے جواب بھی نصیحت کئے چلے جا رہے تھے اور اس قدر مایوس بھی نہ ہوئے تھے جیسا لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان) کو اللہ تعالیٰ بالکل ہلاک کرنے والے ہیں یا (ہلاک نہ ہوئے تو) ان کو (کوئی اور طرح کی) سخت سزا دینے والے ہیں (یعنی ایسوں کے ساتھ کیوں دماغ خالی کرتے ہو) انہوں نے جواب دیا کہ تمہارے (اور اپنے) رب کے روبرو عذر کرنے کیلئے (ان کو نصیحت کرتے ہیں کہ اللہ کے روبرو کہہ سکیں کہ اے اللہ ہم نے تو کہا تھا مگر انہوں نے نہ سنا ہم معذور ہیں) اور (نیز) اس لئے شاید ڈر جاویں (اور عمل کرنے لگیں مگر وہ کب عمل کرتے تھے) سو (آخر) جب وہ اس امر کے تارک ہی رہے جوان کو سمجھایا جاتا تھا (یعنی نہ مانا) تو ہم نے ان لوگوں کو تو (عذاب سے) بچالیا جو اس بری بات سے منع کیا کرتے تھے (خواہ برابر منع کرتے رہے اور خواہ بوجہ عذر یاس کے بیٹھ رہے) اور ان لوگوں کو جو کہ (حکم مذکور میں) زیادتی کرتے تھے ان کی (اس عدول حکمی کی وجہ سے) ایک سخت عذاب میں پکڑ لیا یعنی جب وہ جس کام سے ان کو منع کیا گیا تھا اس میں حد سے نکل گئے (یہ تو تفسیر ہوئی نسیان مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ کی) تو ہم نے ان کو (براہ قہر) کہہ دیا کہ تم بندر ذلیل بن جاؤ (یہ تفسیر ہوئی عذاب بئیس کی) **ف**: مسئلہ جب نصیحت کے اثر ہونے کی بالکل امید نہ ہو تو نصیحت کرنا واجب نہیں رہتا گو عالی ہمتی ہے پس قائلین لِمَ تَعِظُوْنَ نے بوجہ یاس کے عدم وجوب پر عمل کیا اور قائلین مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ گویا تو یاس نہیں ہوا یا عالی ہمتی کی شق کو اختیار کیا غرض دونوں مصیب تھے اور دونوں کی نجات پانے کو حضرت عکرمہ نے استنباط کیا اور ابن عباس ؓ نے پسند کر کے ان کو انعام بھی دیا کذا فی الدر المنثور اور جس حیلہ سے انہوں نے شکار کیا تھا اس میں مفسرین کے اقوال مختلف ہیں اور کچھ مباحث اس کے متعلق سورۂ بقرہ معاملہ شانزدہم میں گزر چکے ہیں اور اس قریہ کا نام اکثر نے ایلہ لکھا ہے قرب بحر کی وجہ سے یہ لوگ ماہی گیری کے شوقین تھے اور درمنثور میں روایتیں نقل کی ہیں کہ یہ بندر تین دن کے بعد سب مر گئے ان کی نسل نہیں چلی۔

ربط: اوپر بنی اسرائیل کی حکایات میں ان کے بہت سے قبائح و شنائع کا بیان بھی ہوا ہے آگے ان قبائح کا انجام بد جو سزائے آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی مرتب ہوا آیت: وَاِذْ تَاَذَّنَ میں مذکور ہے اور جوان میں ان قبائح کے مرتکب نہ تھے آیت: وَقَطَّعْنٰهُمْ میں بعنوان تقسیم ان کا استثناء فرما دیا گیا ہے پھر ان

اسلاف کے بعد ان کے خلف کی حالت جو کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے عصر میں موجود تھے آیت: فَخَلَفَ میں مذکور ہے اور وہاں بھی آیت: وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ میں مطیعین کا اسی طرح استثناء ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ (الی قولہ تعالی) كَذٰلِكَ نَبْلُوْهُمْ اس سے معلوم ہوا کہ احکام شرعیہ کی مدافعت کے لئے حیلے کرنا سخت مذموم ہے اور جن حیلے کا مشروع ہونا وارد ہے وہ احکام شرعیہ کی تحصیل کے لئے ہیں اصل عربی میں پوری تقریر ہے۔ قولہ تعالیٰ: وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ (الی قولہ تعالی) وَ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ مسئلہ یہ ہے کہ جب نفع کی امید نہ ہو نہی عن المنکر کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے تو قائلین اول نے یاس کی وجہ سے وعظ چھوڑ دیا اور قائلین ثانی کو امید تھی اس لئے وہ کرتے رہے اور تحقیق یہ ہے کہ ساکتین کو بھی نجات رہی اب بھی اسی بناء پر اہل طریق کا مذاق مختلف ہے بعض اولین کے مشابہ ہے بعض دوسروں کے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله في وسئلهم** تنبیہ اشار الی غرض السوال من التقريع والاعلام بتقديم اليهود في الكفر ۱۲۔ ۲ **قوله في اذ يعدون** اس وقت کا حال اشارة الى تعلق اذ يعدون بالمقدر في القرية اى واسئلهم عن قصة القرية التي وقعت اذ يعدون۔ ۱۲۔ ۳ **قوله في واذ قالت** اس وقت کا حال اشارة الى عطفه على اذ يعدون لا على اذ تاتيهم لا يهامه دخولهم في اهل العدوان ۱۲۔ ۴ **قوله في بما كانوا يفسقون** اس عدول اشارة الى ان الفسق هو عين الظلم وعين النسيان فلا يشكل كون هذه الثلثة اسبابا كما دل عليه لما وايراد الظلم صلة وباء السببية ۱۲۔ ۵ **قوله في فلما عتوا** یعنی اشارة الى ان الفاء للتفصيل ۱۲۔

النحو: قوله في كذالك احتمالان تعلقه بنبلو كما مر في المتن وتعلقه بلا تاتيهم والمعنى لا تاتيهم كا لاتيان المذكور في السبت ۱۲۔

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖۚ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۶۷﴾ وَقَطَّعْنٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ ۫ وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۶۸﴾ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ ؕ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ ؕ وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۱﴾ ع ۲۱ / ۹ / ۱۱

اور وہ وقت یاد کرنا چاہئے کہ جب آپ کے رب نے یہ بات بتلا دی کہ وہ ان یہود پر قیامت (کے قریب) تک ایسے (کسی نہ کسی) شخص کو ضرور مسلط کرتا رہے گا جو ان کو سزائے شدید کی تکلیف پہنچاتا رہے گا۔ بلاشبہ آپ کا رب واقعی (جب چاہے) جلدی ہی سزا دے دیتا ہے اور بلاشبہ وہ واقعی اگر کوئی باز آ جائے (تو) بڑی رحمت والا اور بڑی مغفرت والا بھی ہے اور ہم نے دنیا میں ان کی متفرق جماعتیں کر دیں بعضے ان میں نیک تھے اور بعضے ان میں اور طرح کے تھے (یعنی بد) اور ان کو خوش حالیوں (رحمت و عنا) اور بد حالیوں (بیماری وفقر) سے آزماتے رہے کہ شاید اس سے باز آ جائیں۔ پھر ان کے بعد ایسے لوگ جانشین ہوئے کہ کتاب (توراۃ) کو ان سے حاصل کیا اس دنیائے دنی کا مال متاع لے لیتے ہیں اور (اس گناہ کو حقیر سمجھ کر) کہتے ہیں کہ ہماری ضرور مغفرت ہو جائے گی۔ حالانکہ اگر ان کے پاس (پھر) ویسا ہی مال متاع (دین فروشی کے عوض) آنے لگے۔ تو اس کو لے لیتے ہیں۔ کیا ان سے اس کتاب کے اس مضمون کا عہد نہیں لیا گیا کہ خدا کی طرف بجز حق بات کے اور کسی بات کی نسبت نہ کریں اور انہوں نے اس کتاب میں جو کچھ تھا اس کو پڑھ (بھی) لیا اور آخرت والا گھر ان لوگوں کے لئے (اس دنیا سے) بہتر ہے جو (ان عقائد و اعمال قبیحہ سے) پرہیز رکھتے ہیں پھر کیا (اے یہود) تم نہیں سمجھتے اور (ان میں سے) جو لوگ کتاب کے پابند ہیں اور نماز کی پابندی کرتے ہیں ہم ایسے لوگوں کا جو اپنی اصلاح کریں ثواب ضائع نہ کریں گے اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب ہم نے پہاڑ کو اٹھا کر چھت کی طرف ان کے اوپر معلق کر دیا اور ان کو یقین ہوا کہ اب ان پر گرا اور کہا کہ (جلدی) قبول کرو جو کتاب ہم نے تم کو دی ہے (یعنی تورات) اور مضبوطی کے ساتھ (قبول کرو) اور یاد رکھو جو احکام اس میں ہیں جس سے توقع ہے کہ تم متقی بن جاؤ۔

تفسیر: تفصیل حالت سلف وخلف وصالح وطالح یہود ☆ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ (الی قولہ تعالی) اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ اور وہ وقت یاد کرنا چاہئے کہ جب آپ کے رب نے (انبیائے بنی اسرائیل کی معرفت) یہ بات بتلا دی کہ وہ ان یہود پر (ان کی گستاخیوں اور نافرمانیوں کی سزا میں) قیامت (کے قریب) تک ایسے (کسی نہ کسی) شخص کو ضرور مسلط کرتا رہے گا جو ان کو سزائے شدید (ذلت وخواری ومحکومیت) کی تکلیف پہنچاتا رہے گا (چنانچہ مدت سے یہودی کسی نہ کسی سلطنت کے محکوم ومقہور ہی چلے آتے ہیں) بلاشبہ آپ کا رب واقعی (جب چاہے) جلدی ہی سزا دے دیتا ہے اور بلاشبہ وہ واقعی (اگر کوئی باز آ جاوے تو) بڑی مغفرت اور بڑی رحمت والا (بھی) ہے اور ہم نے دنیا میں ان کی متفرق جماعتیں کر دیں (چنانچہ) بعضے ان میں نیک (بھی) تھے اور بعضے ان میں اور طرح کے تھے (یعنی بد تھے) اور ہم (نے ان بدوں کو بھی اپنی عنایت اور تربیت واصلاح کے اسباب جمع کرنے سے کبھی مہمل نہیں چھوڑا بلکہ ہمیشہ) ان کو خوشحالیوں (یعنی صحت وغنا) اور بدحالیوں (یعنی بیماری وفقر) سے آزماتے رہے کہ شاید (اسی سے) باز آ جاویں (کیونکہ گاہے حسنات سے ترغیب ہو جاتی ہے اور گاہے سیئات سے ترہیب ہو جاتی ہے یہ حال تو ان کے سلف کا ہوا) پھر ان (سلف) کے بعد ایسے لوگ ان کے جانشین ہوئے کہ کتاب (یعنی تورات) کو (تو) ان سے حاصل کیا (لیکن اس کے ساتھ ہی حرام خور ایسے ہیں کہ احکام کتاب کے عوض میں) اس دنیائے دنی کا مال ومتاع (اگر ملے تو بے تکلف اس کو) لے لیتے ہیں اور (بیباک ایسے ہیں کہ اس گناہ کو حقیر سمجھ کر) کہتے ہیں کہ ہماری ضرور مغفرت ہو جاوے گی (کیونکہ ہم ابناء اللہ واحباء اللہ ہیں ایسے گناہ ہماری مقبولیت کے روبرو کیا چیز ہیں) حالانکہ (اپنی بیباکی اور استخفاف معصیت پر مصر ہیں حتیٰ کہ) اگر ان کے پاس (پھر) ویسا ہی (دین فروشی کے عوض) مال متاع آنے لگے تو (اسی بیباکی کے ساتھ پھر) اس کو لے لیتے ہیں (اور استخفاف معصیت کا خود کفر ہے جس پر مغفرت کا احتمال بھی نہیں تا بہ یقین چہ رسد چنانچہ آگے یہی ارشاد ہے کہ) کیا ان سے اس کتاب کے مضمون کا عہد نہیں لیا گیا کہ خدا کی طرف بجز حق (اور واقعی) بات کے اور کسی بات کی نسبت نہ کریں (مطلب یہ کہ جب کسی آسمانی کتاب کو مانا جاتا ہے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ہم اس کے سب مضامین مانیں گے) اور (عہد بھی کوئی اجمالی عہد نہیں لیا گیا جس میں احتمال ہو کہ شاید اس مضمون خاص کا اس کتاب میں ہونا ان کو معلوم نہ ہوگا بلکہ تفصیلی عہد لیا گیا چنانچہ) انہوں نے اس کتاب میں جو کچھ (لکھا) تھا اس کو پڑھ (بھی) لیا (جس سے وہ احتمال بھی جاتا رہا پھر بھی یہ ایسی بڑی بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ باوجود استخفاف معصیت کے مغفرت کا اعتقاد کئے ہوئے ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ پر محض تہمت ہے) اور (انہوں نے یہ سب قصہ دنیا کیلئے کیا باقی) آخرت والا گھر ان لوگوں کے لئے (اس دنیا سے) بہتر ہے جو (ان عقائد و اعمال قبیحہ سے) پرہیز رکھتے ہیں پھر کیا (اے یہود) تم (اس بات کو) نہیں سمجھتے اور (ان میں سے) جو لوگ کتاب (یعنی توراۃ) کے پابند ہیں (جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا بھی حکم ہے پس پابندی یہی ہے کہ مسلمان ہو گئے) اور (عقائد کے ساتھ اعمال صالحہ کے بھی پابند ہیں چنانچہ) نماز کی پابندی کرتے ہیں ہم ایسے لوگوں کا جو اپنی (اس طرح) اصلاح کریں ثواب ضائع نہ کریں گے۔ **ف**: یہود کے ہمیشہ محکومیت کی حالت میں رہنے کے متعلق ضروری تحقیق پارہ الٓمّٓ کے نصف کے قبل آیت: وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ [البقرۃ: ٦١] کی تفسیر میں اور پارہ لَنْ تَنَالُوا کے ربع کے قبل آیت: ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا [آل عمران: ١١٢] کی تفسیر میں گزر چکی ہے ملاحظہ کر لیا جاوے اور لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ میں یہ شاید بندوں کے اعتبار سے ہے کہ ان واقعات کو دیکھ کر دوسرا اس طرح سمجھے گا کہ شاید باز آ جاویں۔

ربط: اوپر زیادہ حصہ قصۂ موسویہ کا مذکور ہو چکا ہے آگے بقیہ مذکور ہے۔

قصہ رفع طور برسر یہود اہل شرور ☆ وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ (الی قولہ تعالی) وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب ہم نے پہاڑ کو اٹھا کر چھت کی طرح ان (بنی اسرائیل) کے اوپر (محاذاۃ میں) معلق کر دیا اور ان کو یقین ہوا کہ اب ان پر گرا اور (اس وقت) کہا کہ (جلدی) قبول کرو جو کتاب ہم نے تم کو دی ہے (یعنی توراۃ اور) مضبوطی کے ساتھ (قبول کرو) اور یاد رکھو جو احکام اس (کتاب) میں ہیں جس سے توقع ہے کہ تم متقی بن جاؤ۔

ف: چھت کے ساتھ بالائے سر ہونے میں ہے معلق ہونے میں نہیں اور ایسی ہی آیت سورۂ بقرہ کی سرخی معاملہ چہار دہم میں گزری ہے وہاں تفصیل ملاحظہ کر لی جاوے۔

ربط: اوپر قصص انبیاء وامم سابقین کے ذکر سے بڑا مقصود مسئلہ نبوت کا اثبات تھا جیسا کہ سورۂ ہذا کی تمہید میں اس کی تقریر گزر چکی ہے اور اس کے ضمن میں مسئلہ توحید بھی ثابت ہو گیا کیونکہ عظیم الشان حصہ دعوت انبیاء کا یہی مسئلہ توحید ہے آگے میثاق عالم ارواح کا بیان فرماتے ہیں جس سے بڑا مقصود مسئلہ توحید کا اثبات ہے کہ میثاق بھی لیا گیا تھا اور اس کے ضمن میں مسئلۂ رسالت بھی ثابت ہے کیونکہ اس کی خبر رسول ہی کے ذریعہ سے ہے اور اسی لئے احادیث میثاق میں ہے کہ میرے رسل تم کو یہ عہد یاد دلائیں گے پس قصص مذکورہ اور یہ قصہ دونوں میں توحید اور رسالت کا اثبات ہے گو ایک جگہ ایک قصداً ہے دوسرا تبعاً اور دوسری جگہ بالعکس۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ یہاں حسنات وسیئات سے مراد تنگی وفراخی ظاہری ہے اور کبھی حسنات باطنہ سے بھی ابتلاء کیا جاتا ہے۔ مثلاً معاصی کے ہوتے ہوئے مواجید وذواق حاصل ہوتے ہیں تو اس سے دھوکا ہوتا ہے کہ میں حق پر ہوں حالانکہ وہ باطل پر ہے تو معصیت کے ساتھ اگر بسط ہو وہ استدراج ہے اس سے دھوکا نہ کھانا چاہئے قولہ تعالیٰ: فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَ يَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ ؕ روح المعانی میں ہے کہ یہی حال ہے ہمارے زمانہ کے بہت صوفیوں کا کہ شہوات دنیویہ پر پروانوں کی طرح گرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم کو مضر نہیں کیونکہ ہم واصل ہیں اور بعض کی حکایت سنی گئی ہے کہ وہ خالص حرام کھاتا تھا اور کہتا تھا کہ نفی واثبات اس کے ضرر کو دفع کر دیتا ہے اور یہ کھلی گمراہی ہے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قوله فی ظلة حچت لم اترجمه بسائبان لاجل حرف التشبيه اذ لو فسر بظاهره لم يكن لدخول حرف التشبيه وجه اذ الجبل عال مظل اخذته من الروح ۱۲۔

الکلام: استدل المعتزلة بقوله وان ياتهم الخ على ان اعتقاد اهل السنة المغفرة مع الدوام على المعصية كاعتقاد اليهود وحاشاهم عن ذلك لان انتفاء المغفرة انما هو لا ستخفافهم المعصية وعدم قلعهم عن ذلك الاستخفاف ثم الجزم بالمغفرة واما اهل الحق فلا يقولون بالمغفرة للمستخف انما يعتقدونها لغير المستخف ثم انهم لا يقولون انه ليغفر له بلا عقاب جزما وانما يقولون به احتمالا فحصل الفرق بالوجهين الاستخفاف وعدمه والقطع وعدمه فافهم واشرت الى هذا التقرير فى ترجمتى۔

اللغات: قوله تاذن بمعنى اعلم والتفعل بمعنى الافعال كالتوعد بمعنى الا يعاد قوله خلف بالسكون خاص بالشر او عام خص بقرينة المقام قولان قوله يمسكون التفعيل بمعنى التفعل۔ فى القاموس الناتق الفاتق والرافع۔

النحو: قوله الادنى صفة للشئ المراد به الدنيا لقربها قوله وان تاتهم حال قوله درسوا عطف على معنى الم يوخذ اى اخذوا ودرسوا۔

البلاغة: عدى يبعثن بعلى لتضمنه معنى يسلطن قوله يمسكون بالمضارع واقاموا بالماضى لعله الدلالة على ان التمسك امر مستمر فى جميع الازمنة بخلاف الاقامة فانها مختصة بالاوقات المخصوصة وتخصيصها بالذكر لكونها عماد الدين۔ قوله انا لا نضيع فى وضع المظهر موضع المضمر اى اجرهم قوله كانه عبر اليقينى لان الصادق لا يتخلف خبره بالظن لانه لما لم يكن المفعول واقعا لعدم شرطه اشبه المظنون الذى قد يتخلف ۱۲ من الروح۔

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِىْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى ۛۚ شَهِدْنَا ۛۚ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷۲﴾ اَوْ تَقُوْلُوْۤا اِنَّمَاۤ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۱۷۳﴾ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۷۴﴾ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِىْۤ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿۱۷۵﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ سَآءَ مَثَلَا ۨالْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۷۷﴾

اور جب کہ آپ کے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے انہیں کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ سب نے جواب دیا کہ کیوں نہیں ہم سب (اس واقعہ کے) گواہ بنتے ہیں۔ تاکہ تم لوگ قیامت کے روز یوں نہ کہنے لگو کہ ہم تو اس (توحید) سے محض بے خبر تھے۔ یا یوں کہنے لگو کہ (اصل) شرک تو ہمارے بڑوں نے کیا تھا اور ہم تو ان کے بعد ان کی نسل میں ہوئے۔ سو کیا ان غلط راہ (نکالنے) والوں کے فعل پر آپ ہم کو ہلاکت میں ڈالے دیتے ہیں۔ ہم اس طرح

آیات کو صاف صاف بیان کیا کرتے ہیں اور تاکہ وہ باز آجائیں اور ان لوگوں کو اس شخص کا حال پڑھ کر سنائیے کہ اس کو ہم نے اپنی آیتیں دیں پھر وہ ان سے بالکل ہی نکل گیا پھر شیطان اس کے پیچھے لگ گیا سو وہ گمراہ لوگوں میں داخل ہو گیا اور اگر ہم چاہتے تو اس کو آیتوں کی بدولت بلند مرتبہ کر دیتے لیکن وہ تو دنیا کی طرف مائل ہو گیا اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کرنے لگا۔ سو اس کی حالت کتے کی سی ہو گئی کہ اگر تو اس پر حملہ کرے تب بھی ہانپے یا اس کو چھوڑ دے تب بھی ہانپے۔ یہی حالت (عام طور پر) ان لوگوں کی ہے جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا سو آپ اس حال کو بیان کر دیجئے شاید وہ لوگ کچھ سوچیں۔ (حقیقت میں) ان لوگوں کی حالت بھی بری حالت ہے جو ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں اور (اس تکذیب سے) وہ اپنا ہی نقصان کرتے ہیں۔ ۞

تفسیر ذکر میثاق الست ☆ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ (الی قولہ تعالی) وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ اور ان سے اس وقت کا واقعہ ذکر کیجئے) جب کہ آپ کے رب نے (عالم ارواح میں آدم علیہ السلام کی پشت سے تو خود ان کی اولاد کو اور) اولاد آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور (ان کو سمجھ عطا کر کے) ان سے انہی کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں سب نے) اس عقل خداداد سے حقیقت امر سمجھ کر) جواب دیا کہ کیوں نہیں (واقعی آپ ہمارے رب ہیں حق تعالیٰ نے وہاں جتنے ملائکہ اور مخلوقات حاضر تھے سب کو گواہ کر کے سب کی طرف سے فرمایا) ہم سب (اس واقعہ کے) گواہ بنتے ہیں (اور یہ اقرار اور شہادت سب اس لئے ہوا) کہ تاکہ تم لوگ (یعنی جو تم میں سے ترک توحید و اختیار شرک پر سزا پائیں) قیامت کے روز یوں نہ کہنے لگو کہ ہم تو اس (توحید) سے محض بے خبر تھے یا یوں کہنے لگو کہ (اصل) شرک تو ہمارے بڑوں نے کیا تھا اور ہم تو ان کے بعد ان کی نسل میں ہوئے (اور عادۃ نسل عقائد و خیالات میں تابع اپنی اصل کے ہوتی ہے اس لئے ہم بے خطا ہیں پس ہمارے فعل پر تو ہم کو سزا ہو نہیں سکتی اگر ہو گی تو لازم آتا ہے کہ ان بڑوں کی خطاء میں ہم ماخوذ ہوں) سو کیا ان غلط راہ (نکالنے) والوں کے فعل پر آپ ہم کو ہلاکت میں ڈالے دیتے ہیں (سو اب اس اقرار و اشہاد کے بعد تم یہ عذر پیش نہیں کر سکتے پھر اس کے بعد ان سب سے وعدہ کیا گیا کہ یہ عہد تم کو دنیا میں پیغمبروں کے ذریعہ سے یاد دلایا جاوے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا یہاں بھی اول میں اِذْ اَخَذَ کے ترجمہ سے معلوم ہوا کہ آپ کو اس واقعہ کے ذکر کا حکم ہوا) اور (آخر میں بھی اس یاد دہانی کو جتلاتے ہیں کہ) ہم اسی طرح (اپنی) آیات کو صاف صاف بیان کیا کرتے ہیں (تاکہ ان کو اس عہد کا ہونا معلوم ہو جاوے) اور تاکہ (معلوم ہونے کے بعد شرک وغیرہ سے) وہ باز آجاویں۔ **ف**: ان آیتوں کی یہی تفسیر حدیثوں میں آئی ہے اور یہی تمام اکابر سلف اہل حق سے منقول ہے اور اس میں جو اشکال نقلی و عقلی کم سمجھ لوگوں کو ہوئے ہیں وہ سب لا شئے محض ہیں ان میں سے جو ظاہراً شبہ میں ڈال سکتے ہیں ان کو مع جواب ذکر کرتا ہوں۔ **شبہ اول**: قرآن مجید میں: مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ فرمایا ہے اگر تفسیر مذکور مراد ہوتی تو **من ادم من ظهره** ہوتا جواب حدیث مرفوع میں مصرح ہے **اخرج من صلبه كل ذرية ذراها فنثرها بين يديه كالذر ثم كلمهم قبلا قال الست بربكم اخرجه احمد والنسائى والحاكم وصححه وغيرهم عن ابن عباس مرفوعاً** پس حدیث سے تو اخراج من ظہر آدم اور قرآن سے اخراج من ظہور بنی آدم معلوم ہوا اور دونوں میں کچھ تعارض نہیں جیسا ترجمہ میں وجہ جمع کی تقریر کر دی گئی ہے اور اس وجہ جمع کی تائید دوسری روایات سے بھی ہوتی ہے چنانچہ عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے **اخذهم من ظهرهم۔ اخرجه ابن ابى شيبة وعبد بن حميد وابن جرير وغيرهم** اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: **ثم ردهم فى اصلاب ابائهم حتى اخرجهم قرنا بعد قرن اخرجه ابو الشيخ** بلکہ روایت ثانیہ ہی اس باب میں کافی ہے کیونکہ رد کہتے ہیں **عود الى الحالة الاولى** کو معلوم ہوا کہ اخراج بھی اصلاب آباء سے ہوا تھا پس حدیث میں تو دونوں صورتیں مذکور ہوئیں رہا یہ کہ قرآن میں ایک ہی صورت کا کیوں ذکر ہے سو یا تو بنا بر غایت ظہور کے چھوڑ دیا کیونکہ جب یقیناً معلوم ہے کہ تمام ذریت نسل آدم سے ہے ہی پس خروج من صلبہ امر جلی و مشہور تھا اس لئے ذکر کی ضرورت نہ ہوئی جو جزو مخفی وغیرہ معلوم تھا اس کو بیان فرما دیا اور یا بناء بر اس کے کہ **اخراج الذرية من ظهور بنى آدم** مستلزم ہے اخراج ذریۃ آدم من ظہر آدم کو کیونکہ یہ ذریت بنی آدم بھی تو ظہر آدم ہی میں تھی جب بنی آدم سے ذریت کا کسی بقعہ میں اخراج ہوا تو ظہر آدم سے خود ذریت آدم کا بھی تو لازمی طور پر اخراج ہوا جیسے صندوق میں تھیلی ہو اور تھیلی میں روپے تو جب روپیہ تھیلی میں سے اس طرح نکالیں کہ نکلتے ہی بقعہ خارجہ عن الصندوق میں آ جاوے اور ایسا خروج عن الصرہ مستلزم ہو گا **خروج الصرة عن الصندوق** کو بھی اور قرآن مجید میں لفظ اخذ کے ماضی ہونے سے اور حدیث شیخین میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس لفظ سے **قد اردت منك اهون من ذٰلك قد اخذت عليه فى ظهر ابيك ادم ان لا تشرك بى فابيت ان لا تشرك بى** سے اور بعض اہل باطن کے اس دعوے سے کہ ہم کو وہ یاد ہے جیسا روح المعانی میں حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ کا یہ قول **كانه الأن فى اذنى** کسی شخص کے اس سوال کے جواب میں **هل تذكره** منقول ہے اسی تفسیر کی تائید ہوتی ہے یہ سب روایات درمنثور میں مذکور ہیں۔ شبہ ثانی اتنے آدمی کھڑے کہاں ہوئے ہوں گے۔ جواب: حدیث میں آیا ہے کہ بہت ننھے ننھے چیونٹیوں کی طرح تھے پس کوئی شبہ نہیں۔ شبہ ثالث ان میں عقل کہاں تھی۔ جواب ان کو عقل دے دی گئی تھی۔ شبہ رابع اتنے ننھے جسم میں عقل کیسے ہو گی۔

جواب: جیسے چیونٹی کو ضروریات کی سمجھ ہوتی ہے۔ شبہ خامس اس عہد سے کیا فائدہ ہوا۔ **جواب**: ہم اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کے احاطہ کا دعویٰ نہیں کرتے اس لئے اس کی تعیین ہمارے ذمہ نہیں اور یہ بھی کہنا ممکن ہے کہ اب جو عقل کے نزدیک توحید ایک امر فطری ہے کہ ذرا انصاف سے تامل کیا جاوے تو سمجھ میں آجاتی ہے ممکن ہے کہ یہ اسی عہد کا اثر ہوا گر وہ عہد نہ ہوتا تو شاید ایسی سہولت نہ ہوتی جیسے کسی کو حساب سکھا دیا جاوے پھر گو وہ بھول جاوے لیکن دوبارہ اگر اس کو تعلیم دیں تو بہ نسبت اوروں کے سہولت سے سیکھ لیتا ہے شبہ سادس یاد تو رہا نہیں۔ **جواب**: اسی پر تو اکتفا نہیں کیا گیا ہمیشہ انبیاء علیہم السلام توحید کی دعوت کرتے رہے اسی کو حدیث میں فرمایا ہے کہ میرے رسول تم کو یاد دلاتے رہیں گے رہا یہ کہ اس دعوت رسل پر کیوں نہ اکتفا فرمایا اس کا جواب اس کے قبل کے شبہ میں مذکور ہو چکا ہے۔ شبہ سابع یہ جو فرمایا: اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تو اس کے لئے وہ عہد کیسے کافی ہوا جب کہ یاد نہیں جواب مراد یہ ہے کہ اس وقت کے عہد مع انضمام تذکیر موعود بلسان رسل کی یہ حکمت ہے چونکہ اصل استعداد اسی عہد سے پیدا ہوئی اس لئے اس کی طرف اس حکمت کی نسبت کر دی اب بعض ضروری امور مستقل طور پر قابل تحقیق ہیں ایک امر یہ کہ اس عہد میں توحید کی تخصیص کیوں کی گئی۔ **جواب**: شاید اس لئے کہ توحید کا مسئلہ متعلق ہے ذات غائبہ کے اس لئے اس کا فطرت کے قریب بنا زیادہ مہتم بالشان تھا۔ امر دوم اگر عہد نہ لیا جاتا تو عذاب ہی نہ ہوتا پھر یہ عذر کیوں ہوتا۔ **جواب**: عذاب کا وقوع مقتضا حکمت کا تھا اسی لئے تو اب وقوع ہوا لہٰذا قطع عذر کے لئے یہ عہد لیا گیا امر سوم: بعد عہد یہ سوال تو نہیں ہو سکتا لیکن یہ سوال تو ممکن ہے کہ اس کا مکلف ہی کیوں کیا جواب مقتضا حکمت کا ہے جس کی تعیین ہمارے ذمہ نہیں۔ امر چہارم: اس عہد میں جنات کا ذکر نہیں آیا سو یا تو وہ کسی حکمت کے اقتضاء سے اس میں شریک نہ ہوں یا ذکر نہ کیا ہو کیونکہ وہ اکثر احکام میں تابع انسان کے ہیں پس ایک کے ذکر سے دوسرے کا حال معلوم ہو جاوے گا۔

ربط: اوپر اثنائے احوال بنی اسرائیل میں ان کا مامور باحکام الٰہیہ ہونا اور ذکر میثاق عالم ارواح میں تمام آدمیوں کا مامور بتوحید ہونا مقصوداً اور ان مذکورین کا توحید ورسالت کے انکار سے ان عہود کے خلاف کرنا ضمناً مذکور ہوا تھا آگے بعد علم احکام کے ان کے خلاف کرنے والے کی مثال بیان فرماتے ہیں۔

مثال تارک حق بعد وضوح آں: وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا (الی قولہ تعالی) سَاۗءَ مَثَلَاۨ الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ اور ان لوگوں کو (عبرت کے واسطے) اس شخص کا حال پڑھ کر سنایئے کہ اس کو ہم نے اپنی آیتیں دیں (یعنی احکام کا علم دیا) پھر وہ ان (آیتوں) سے بالکل ہی نکل گیا پھر شیطان اس کے پیچھے لگ لیا سو وہ گمراہ لوگوں میں داخل ہو گیا اور اگر ہم چاہتے تو اس کو ان آیتوں (کے مقتضا پر عمل کرنے) کی بدولت بلند مرتبہ کر دیتے (یعنی اگر وہ ان آیتوں پر عمل کرتا جس کا وابستۂ قضا وقدر ہونا امر معلوم ہے تو اس کا رتبہ قبول بڑھتا) لیکن وہ تو دنیا کی طرف مائل ہو گیا اور (اس میلان کے سبب) اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کرنے لگا (اور آیات واحکام پر عمل چھوڑ دیا) سو (آیات کو چھوڑ کر جو پریشانی اور ذلت دائمی اُس کو نصیب ہوئی اس کے اعتبار سے) اس کی حالت کتے کی سی حالت ہو گئی کہ اگر تو اس پر حملہ کرے (اور مار کر نکال دے) تب بھی ہانپے یا اس کو (اس کی حالت پر) چھوڑ دے تب بھی ہانپے (کسی حالت میں اس کو راحت نہیں اسی طرح یہ شخص ذلت میں تو کتے کے مشابہ ہو گیا اور پریشانی میں کتے کی اس صفت میں شریک ہوا پس جیسی اس شخص کی حالت ہوئی) یہی حالت (عام طور پر) ان لوگوں کی ہے جنہوں نے ہماری آیتوں کو (جو کہ توحید ورسالت پر دال ہیں) جھٹلایا (کہ وضوح حق کے بعد محض ہوا پرستی کے سبب حق کو ترک کرتے ہیں) سو آپ اس حال کو بیان کر دیجئے شاید وہ لوگ (اس کو سن کر) کچھ سوچیں (حقیقت میں ان لوگوں کی حالت بھی بری حالت ہے جو ہماری آیات (دالة على التوحيد والرسالة) کو جھٹلاتے ہیں اور (اس تکذیب سے) وہ اپنا (ہی) نقصان کرتے ہیں۔ **ف**: درمنثور میں اس شخص کی تعیین میں کئی قول لکھے ہیں بلعم اور یہ زیادہ مشہور ہے امية بن ابی الصلت یہ ثقیف کا قول تھا صیفی بن الراہب یا ابن الراہب معروف بہ ابو عامر جس کے لئے مسجد ضرار بنی تھی اور یہ انصار کا قول تھا اور قتادہ کا یہ قول ہے کہ کوئی معین شخص مراد نہیں بلکہ جو شخص دین حق کا تارک ہوا ہو جیسے یہ آیت ہے: مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا [البقرة : ١٧] کہ مطلق مستوقد مراد ہے احقر کہتا ہے کہ ان اقوال میں کچھ تعارض نہیں عموماً وخصوصاً سب کا مجموعہ مراد لینا صحیح ہے اور اس مضمون میں دونوں طرح کے اشخاص داخل ہیں جنہوں نے حق قبول ہی نہیں کیا اور جو قبول کر کے پھر گئے اور جاننا چاہئے کہ ظاہراً مقتضا ترتیب کا یہ ہے کہ فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿۱۷۵﴾ مقدم ہو فَانْسَلَخَ پر کیوں اول شیطان تعاقب کرتا ہے پھر اس سے غوایت شروع ہوتی ہے پھر وہ بڑھ کر انسلاخ ہو جاتا ہے مگر یہاں اتبعه الشيطن سے لزوم ودوام تعاقب مراد ہے مطلق تعاقب نہیں اور وہ انسلاخ سے مؤخر ہے اور غوایت سے مراد بھی لزوم ودوام غوایت وختم على الكفر ہے اور وہ بھی انسلاخ سے مؤخر ہے عنوان ترجمہ میں ان مفہومات کی طرف اشارہ بھی کر دیا گیا ہے اور انسلاخ پر فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ کے مرتب کرنے میں اشارہ ہے کہ مطلق معصیت سے شیطان کا کامل تسلط نہیں ہو سکتا جب اس کے تسلط غیر تام سے انسلاخ اختیار کر لیتا ہے کہ مخالفت عملی بھی ہوا انکار اعتقادی بھی ہو تب اس کا تسلط تام ہوتا ہے پس آدمی اپنے ہاتھوں بگڑتا ہے اور لو شئنا میں مراد لو عمل بمقتضاها ہے چونکہ مشیت سبب ہے عمل کا اس لئے مجازاً اس طرح تعبیر کر دیا اب مقابلہ لكنه اخلد کا واضح ہو گیا اور کفر پر جو ذلت وپریشانی کو مرتب فرمایا ہے آخرت میں تو ظاہری ہے لیکن دنیا میں بھی حق کی سی عزت و

راحت نصیب نہیں ہوتی خصوص اگر قلب کوٹٹولا جائے خصوصاً ارتداد کی حالت میں اور یہ شاید کا لفظ جو لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ کے ترجمہ میں آیا ہے بندوں کے اعتبار سے فرمایا ہے علم الٰہی کے اعتبار سے نہیں۔ اور مقصود دونوں شرطیوں سے تقیید تشبیہ ہے نہ کہ دوام لہث کا اثبات پس اس کا عدم دوام محل اشکال نہیں یا عادت اکثریہ کو حکم دوام میں کہا جاوے۔

ربط: اوپر اہل ضلالت کی حالت بیان فرمائی کہ باوجود وضوح طرق ہدایت کے پھر عناد و خلاف کو نہیں چھوڑتے چونکہ ان کے اس عناد و خلاف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت غم ہوتا تھا۔ آگے آپ کی تسلی کا مضمون ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ ...... حضرت ذوالنون سے اس کے متعلق سوال کیا گیا کہ کیا تم کو یاد ہے۔ انہوں نے فرمایا گویا وہ میرے کانوں میں گونج رہا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ توکل کی بات ہے۔ قولہ تعالیٰ: وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا روح میں طیبی سے نقل کیا ہے کہ جو شخص اس مثل میں غور کرے گا اس کو یہ بات یقین کے ساتھ معلوم ہو جاوے گی کہ علماء بے عمل اس سے زیادہ قبیح حالت میں ہیں کہ دنیا کے مال و جاہ میں اور اس کی لذات میں کھپے ہوئے ہیں اور اسی میں بات اشارہ میں ہے کہ جو شخص بعد سلوک کے طریق سے ہٹتا ہے اس پر وبال یہ ہوتا ہے کہ وہ ارض طبیعت سفلیہ کی طرف مائل ہوتا ہے اور ہوائے نفسانی کا اتباع کرتا ہے اور اہل اللہ کی شان میں زبان چلاتا ہے۔ نعوذ باللہ۔

فائدہ: انظر فی المشکوۃ تجد احادیثها ناطقة بما فسرت الآية به ۱۲۔

اختلاف القراءۃ: فی قراء ۃ ان یقولوا بالغیبة والمعنی ان یقول من لم یوحد منکم الخ۔

اللغات: قوله اخلد الی الارض مال الی الدنیا اصل الاخلا داللزوم المکان من الخلود ولما فی ذلک من المیل فسر به وتفسیر الارض بالدنیا لانها حاوية لملاذها وما يطلب منها القصص مصدر سمی به المقصوص۔

النحو: قوله من ظهورهم بدل من بنی آدم قوله ان تقولوا اعتبرته متعلقا بشهدنا لشهادة الروايات ان شهدنا ليس من مقولهم كما فی الدر المنثور والله اعلم۔ قوله ساء مثلا القوم یقدر المضاف قبل القوم ای مثل القوم ۱۲۔

البلاغۃ: فی الروح ایثار الاخذ علی الاخراج للایذان بشان الماخوذ اذا ذاک لما فیه من النبأ عن الاجتباء والاصطفاء اه۔

مَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِي ۖ وَمَنْ يُضْلِلْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿۱۷۸﴾ وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا ۚ أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ﴿۱۷۹﴾ وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا ۖ وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ ۚ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۸۰﴾ وَمِمَّنْ خَلَقْنَا أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ ﴿۱۸۱﴾

ع ۲۲ / ۱۲

جس کو اللہ ہدایت کرتا ہے سو ہدایت پانے والا وہی ہوتا ہے اور جس کو وہ گمراہ کردے سو ایسے ہی لوگ (ابدی) خسارہ میں پڑ جاتے ہیں اور ہم نے ایسے بہت سے جن اور انسان دوزخ کے لئے پیدا کئے ہیں جن کے دل ایسے ہیں جن سے نہیں سمجھتے اور جن کی آنکھیں ایسی ہیں جن سے نہیں دیکھتے اور جن کے کان ایسے ہیں جن سے نہیں سنتے۔ یہ لوگ چوپایوں کی طرح بلکہ یہ لوگ زیادہ بے راہ ہیں۔ یہ لوگ غافل ہیں اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کے لئے ہیں سو ان ناموں سے اللہ ہی کو موسوم کیا کرو اور ایسے لوگوں سے تعلق ہی نہ رکھو جو اس کے ناموں میں کج روی کرتے ہیں ان لوگوں کو ان کے کئے کی ضرور سزا ملے گی اور ہماری مخلوق جن وانس میں ایک جماعت ایسی بھی ہے جو حق (یعنی اسلام) کے موافق ہدایت کرتی ہے اور اسی کے موافق انصاف بھی کرتی ہے۔

تفسیر: تسلیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم در معاملہ مخالفین حق ☆ مَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِي (الی قولہ تعالیٰ) أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت کرتا ہے سو ہدایت پانے والا وہی ہوتا ہے اور جس کو وہ گمراہ کردے سو ایسے ہی لوگ (ابدی) خسارہ میں پڑ جاتے ہیں (پھر ان سے توقع ہدایت کرنا اور ہدایت نہ ہونے سے مغموم ہونا بیکار) اور (جب وہ لوگ اپنے قویٰ مدرکہ سے کام ہی نہیں لیتے تو ہدایت کہاں سے ہو سو ان کے نصیب میں تو دوزخ ہی ہے چنانچہ) ہم نے ایسے بہت سے جن اور انسان دوزخ (ہی میں رہنے) کیلئے پیدا کئے ہیں جن کے (نام کو تو دل ہیں مگر) ایسے ہیں جن سے (حق

کی بات کو) نہیں سمجھتے (چونکہ اس کا ارادہ ہی نہیں کرتے) اور جن کے نام کو تو) آنکھیں (ہیں مگر) ایسی ہیں جن سے (نظر استدلال کے طور پر کسی چیز کو) نہیں دیکھتے اور جن کے (نام کو تو) کان (ہیں مگر) ایسے ہیں جن سے (متوجہ ہو کر حق بات کو) نہیں سنتے (غرض) یہ لوگ (آخرت کی طرف سے بے توجہ ہونے میں) چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ (اس حیثیت سے کہ چوپایوں کو آخرت کی طرف متوجہ ہونے کا مکلف تو نہیں بنایا گیا سو ان کا متوجہ نہ ہونا مذموم نہیں اور ان کو تو اس کا حکم ہے پھر بھی بے توجہی کرتے ہیں سو اس اعتبار سے) یہ لوگ (ان چوپایوں سے بھی) زیادہ بے راہ[1] ہیں (کیونکہ) یہ لوگ (باوجود[2] توجہ دلانے کے آخرت سے) غافل ہیں (بخلاف چوپایوں کے جیسا اوپر بیان ہوا)

ف: مسئلہ تقدیر کی تحقیق سورۂ بقرہ کے رکوع اول میں کافی طور پر مذکور ہو چکی ہے ملاحظہ کر لیا جاوے اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ: مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ [الذّٰریٰت : ٥٦] سے معلوم ہوتا ہے کہ سب عبادت کے لئے پیدا ہوئے ہیں اور یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ بعضے دوزخ کے لئے پیدا ہوئے ہیں جس کا سبب ترک عبادت ہے جواب یہ ہے کہ وہ غایت تشریعی ہے اور یہ غایت تکوینی پس دونوں میں کچھ تعارض نہیں۔

ربط: اوپر کفار کی مذمت مذکور ہے ان میں ایک قسم مشرکین تھے جن کو تین بڑے مسئلوں میں خلاف تھا توحید و رسالت و قیامت آگے کی آیت سے ختم سورت تک ان ہی تین مسئلوں کی بحث ہے اور درمیان درمیان مناسبات خاصہ سے اور کچھ کچھ مختصر مضمون ہیں۔

توحید: وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۖ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ۭ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ اور اچھے اچھے (مخصوص[3]) نام اللہ ہی کے لئے (خاص) ہیں سو ان ناموں سے اللہ ہی کو موسوم[4] کیا کرو اور (دوسروں پر ان ناموں کا اطلاق مت کیا کرو بلکہ[5]) ایسے لوگوں سے تعلق بھی نہ رکھو جو اس کے (مذکورہ) ناموں میں کجروی کرتے ہیں (اس طرح سے کہ غیر اللہ پر ان کا اطلاق کرتے ہیں جیسا وہ لوگ ان کو معبود اور الٰہ اعتقاد[6] کے ساتھ کہتے تھے) ان لوگوں کو ان کے کئے کی ضرور سزا ملے گی۔ **ف**: مخصوص ناموں سے مراد وہ جن کا خاص ہونا اللہ تعالیٰ کے ساتھ دلیل شرعی سے ثابت ہے۔

ربط: اوپر کفار کا ذکر تھا آگے حسب طرز قرآنی مؤمنین کا بطور استثناء کے ذکر ہے۔

ذکر مؤمنین ☆ وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ۝ اور ہماری مخلوق جن وانس میں (سب گمراہ[7] ہی نہیں بلکہ) ایک جماعت (ان میں) ایسی بھی ہے جو (دین) حق (یعنی اسلام) کے موافق (لوگوں کو) ہدایت (بھی) کرتے ہیں اور اسی کے موافق (اپنے اور غیروں کے معاملات میں) انصاف بھی کرتے ہیں۔

ربط: اوپر مشرکین کے حق میں سَيُجْزَوْنَ فرمایا تھا چونکہ وہ جزا اُس وقت تک واقع نہ ہوئی تھی اس سے شبہ عدم وقوع کی ان کو گنجائش ہو سکتی ہے آگے عدم وقوع کی وجہ بیان کر کے اس شبہ کا دفعیہ فرماتے ہیں۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ (الی قولہ تعالی) اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ اس کا مدلول لفظی تو یہ ہے کہ غفلت عن اللہ موجب ہے نار کا اور مدلول قیاسی یہ ہے جس کا مشاہدہ بھی ہوتا ہے کہ غفلت عن اللہ موجب ہے نار حرص دنیا وشہوات کی جیسا کہ ذکر سے جنت قناعت وانوار بڑھتے چلے جاتے ہیں۔

ملحقات الترجمۃ: [1] **قولہ فی اضل** بے راہ اشار بہ الی ان الضلال لغوی لا شرعی لانہ لا یوصف بہ الانعام۱۲۔ [2] **قولہ فی الغافلون** باوجود افاد ھذا القید اطلاق الغافل والمطلق یراد بہ الفرد الکامل وما ھو الاھذا۱۲۔ [3] **قولہ فی الاسماء** مخصوص فاللام للعھد۱۲۔ [4] **قولہ فی فادعوا** موسوم من الدعوۃ بمعنی التسمیۃ من دعوتہ زیدا او بزید ای سمیتہ کما فی قولہ تعالیٰ قل ادعوا اللہ اوادعوا الرحمٰن۱۲۔ [5] **قولہ فی وذروا** بلکہ اشار الی ان المقصود النھی عن الالحاد بالمبالغۃ۱۲۔ [6] **قولہ فی** توضیح یلحدون اعتقاد قید بہ لورود تسمیۃ ما یعبدون آلھۃ فی القرآن لکن بناء علی زعمھم او اللغۃ۱۲۔ [7] **قولہ فی وممن** سب گمراہی نہیں اشار بہ الی کونہ مقابلا لقولہ ولقد ذرانا کما یدل علیہ قولہ خلقنا مراد فالقولہ ذرانا ای ممن ذرانا کذا وممن خلقنا واللہ اعلم۱۲۔

اللغات: قولہ الحد مال ای من الحق الی الباطل۱۲۔

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَاُمْلِيْ لَهُمْ ۭ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ۝ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا ۫ مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ

شَيْءٍ ۙ وَّاَنْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۵﴾ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ؕ

وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۸۶﴾ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا

لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ؔۘ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ

اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ

لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۛ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۛ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۸﴾

اور جو لوگ ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں ہم ان کو بتدریج لئے جا رہے ہیں اس طور پر کہ ان کو خبر بھی نہیں اور ان کو مہلت دیتا ہوں ۔ بے شک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے ۔ کیا ان لوگوں نے اس بات میں غور نہ کیا کہ ان کا جن سے سابقہ ہے ان کو ذرا بھی جنون نہیں وہ تو صرف ایک صاف صاف (عذاب سے) ڈرانے والے ہیں اور کیا ان لوگوں نے غور نہیں کیا آسمانوں اور زمین کے عالم میں اور (نیز) دوسری چیزوں میں جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں اور اس بات میں بھی غور نہیں کیا کہ ممکن ہے کہ ان کی اجل قریب ہی آ پہنچی ہو ۔ پھر قرآن کے بعد کون سی بات پر یہ لوگ ایمان لائیں گے ۔ جن کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرے اس کو کوئی راہ پر نہیں لا سکتا (پھر غم لا حاصل) اور اللہ تعالیٰ ان کو ان کی گمراہی میں بھٹکتے ہوئے چھوڑ دیتا ہے ۔ یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا ۔ آپ فرما دیجئے کہ اس کا علم صرف میرے رب ہی کے پاس ہے ۔ اس کے وقت پر اس کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی اور ظاہر نہ کرے گا ۔ وہ آسمان اور زمین میں بڑا بھاری حادثہ ہوگا اس لئے وہ تم پر محض اچانک آ پڑے گی ۔ وہ آپ سے پوچھتے ہیں جیسے گویا کہ آپ اس کی تحقیقات کر چکے ہیں ۔ آپ فرما دیجئے اس کا علم خاص اللہ ہی کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ۔ آپ کہہ دیجئے کہ میں خود اپنی ذات خاص کے لئے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا مگر اتنا ہی کہ جتنا خدا نے چاہا اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا تو میں بہت سے منافع حاصل کر لیا کرتا اور کوئی مضرت ہی مجھ پر واقع نہ ہوتی ۔ میں تو محض (احکام شرعیہ بتلا کر ثواب کی) بشارت دینے والا اور (عذاب سے) ڈرانے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں ۔

تفسیر جواب عدم وقوع عذاب در دنیا ☆ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا (الی قولہ تعالیٰ) اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿۱۸۳﴾ اور جو لوگ ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں ہم ان کو بتدریج (جہنم کی طرف) لئے جا رہے ہیں اس طور پر کہ ان کو خبر بھی نہیں اور (دنیا میں عذاب نازل کر ڈالنے سے) ان کو مہلت دیتا ہوں بیشک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے ۔ **ف**: حاصل یہ کہ ان کی شرارتوں پر سزائے شدید دینا منظور ہے اس لئے اس کی یہ تدبیر کی گئی کہ یہاں مواخذہ کامل نہیں فرمایا ورنہ اعمال موجبہ عقاب اسی حد پر منقطع ہو جاتے اور منظور تھا اس حد مذکور سے زیادہ سزا دینا پس ان کو ناز و نعم میں ان کے حال پر چھوڑ کر مہلت دے دی تا کہ وہ اعمال بتدریج بڑھتے جائیں جس سے یوماً فیوماً زیادتِ عذاب کے مستحق ہوتے جاویں ۔ پس مہلت دینا املاء و امہال ہے اور اس پر یوماً فیوماً زیادت معاصی کا اثر مرتب ہونا حاصل استدراج کا ہے اس سے وجہ عدم تعجیل عذاب معلوم ہوگئی اور لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۲﴾ کے معنی یہ ہیں کہ وہ اس مہلت کو محمول کرتے ہیں اپنے طریقہ کے حق ہونے اور اپنے محبوب و مقبول عند اللہ ہونے پر حالانکہ وہ جہنم تک کی مسافت کو قطع کر رہے ہیں ۔

ربط: او پر آیت : وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ میں منجملہ مسائل ثلاثہ مذکورہ تمہید آیت موصوفہ کے توحید کا بیان ہوا تھا آگے رسالت کا ذکر ہے جس کے نزول کا قصہ لباب میں قتادہ سے نقل کیا ہے کہ ایک بار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوہ صفا پر کھڑے ہوئے اور ایک ایک قبیلہ کو پکار کر عذاب آخرت سے ڈرایا بعضوں نے کہا کہ تمہارے ان صاحب کو جنون ہو گیا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔

بحث رسالت ☆ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا ٜ مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ کیا ان لوگوں نے اس بات میں غور نہ کیا کہ ان کا جن سے سابقہ ہے ان کو ذرا بھی جنون نہیں وہ تو صرف ایک صاف صاف (عذاب سے) ڈرانے والے ہیں (جو کہ اصالۃً پیغمبر کا کام ہوتا ہے) **ف**: حاصل یہ کہ اگر آپ کی مجموعی حالت میں غور کریں تو آپ کی پیغمبری سمجھ میں آ جائے آپ کے معجزات تو خوارق ہیں ہی جن میں سب سے بڑھ کر قرآن ہے لیکن آپ کے اخلاق و شیم بھی خوارق ہی ہیں اور بجائے خود معجزہ کہ دوسرا ہرگز ان میں برابری نہیں کر سکتا کر کے دیکھنے سے معلوم ہو ۔

ربط: او پر رسالت کے مسئلہ میں غور کرنے کو فرمایا تھا آگے توحید کے مسئلہ میں جس کا ذکر پہلے محض عنوان دعویٰ سے ہوا تھا غور کرنے کو جس میں اشارہ استدلال کی طرف ہے فرماتے ہیں اور ساتھ میں ان کی موت جس پر عذاب موعود مذکور و معہود شروع ہو جاوے گا یاد دلاتے ہیں ۔

توحید و تذکیر موت ☆ اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (الی قولہ تعالیٰ) فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۵﴾ اور کیا ان لوگوں نے غور نہیں کیا آسمانوں

اور زمین کے عالم میں اور (نیز) دوسری چیزوں میں جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں (تا کہ ان کو توحید کا علم استدلالی حاصل ہو جاتا) اور اس بات میں (بھی غور نہیں کیا) کہ ممکن ہے کہ ان کی اجل قریب ہی آ پہنچی ہو (تا کہ احتمال عذاب سے ڈرتے اور اس سے بچنے کی فکر کرتے اور اس فکر سے دین حق مل جاتا اور امکان قرب اجل ہر وقت ہے اور جب قرآن جیسے مؤثر کلام سے ان کی فکر تک کو حرکت نہیں ہوتی تو) پھر قرآن کے بعد کون سی بات پر یہ لوگ ایمان لاویں گے **ف**: استدلال بالمصنوع علی توحید الصانع کی تقریر پارہ سَيَقُوْلُ کے شروع رکوع چہارم میں گزر چکی ہے حاصل آیت یہ کہ نہ دین حق کے موصل یعنی دلیل کی فکر ہے اور نہ اس فکر فی الموصل کی معین یعنی استحضار موت کا ذکر ہے۔

ربط: اوپر فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ سے انکار غالی فی الکفر ہونا ثابت ہوا اور یہ مظنہ ہے حزن رسول اللہ ﷺ کا آگے تسلی کا مضمون ہے جیسا ایک بار اوپر مَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ الخ میں بھی آ چکا ہے شاید اہتمام تسلیہ کے لئے مکرر فرما دیا گیا ہو۔

تکریر تسلیہ رسول اللہ ﷺ ☆ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ۭ وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ؀ جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرے اس کو کوئی راہ پر نہیں لا سکتا (پھر غم لا حاصل) اور اللہ تعالیٰ ان کو ان کی گمراہی میں بھٹکتے ہوئے چھوڑ دیتا ہے (تا کہ ایک دفعہ ہی پوری سزا دے دے)

ربط: اوپر منجملہ مسائل ثلاثہ مذکورہ تمہید آیت **وللہ الاسماء** کے توحید و رسالت کا ذکر ہو چکا آگے تیسرے مسئلہ بحث قیامت کا ذکر ہے جس کا سبب نزول لباب میں آپ سے قریش کا اور نیز یہود کا سوال کرنا منقول ہے۔

بحثِ قیامت ☆ يَسْــَٔـلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ (الی قولہ تعالی) وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ؀ یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا آپ فرما دیجئے کہ اس کا (یہ) علم (کہ کب واقع ہوگی) صرف میرے رب ہی کے پاس ہے (دوسرے کسی کو اس کی اطلاع نہیں) اس کے وقت پر اس کو سوا اللہ کے کوئی اور ظاہر نہ کرے گا (اور وہ ظاہر کرنا یہ ہوگا کہ اس کو واقع کر دے گا اس وقت سب کو پوری خبر ہو جاوے گی اس کے قبل ویسے کسی کو بتلانے کے طور پر بھی اس کو ظاہر نہ کیا جاوے گا کیونکہ) وہ آسمانوں اور زمین میں بڑا بھاری حادثہ ہوگا (اس لئے) وہ تم پر محض اچانک (بے خبری میں) آ پڑے گی (تا کہ وہ جس طرح اجسام پر ان کو متغیر و متفرق کر دینے میں بھاری ہے اسی طرح قلوب پر بھی اس کا بھاری اثر ہو اور پہلے سے بتلا دینے میں یہ بات نہیں رہتی اور پوچھنا بھی تو ان کا معمولی طور پر نہیں بلکہ) وہ آپ سے اس طرح (اصرار و مبالغہ سے) پوچھتے ہیں جیسے گویا آپ اس کی تحقیقات کر چکے ہیں (اور تحقیقات کے بعد آپ کو اس کا پورا احاطہ ہو گیا ہے) آپ فرما دیجئے کہ اس کا علم (مذکور) خاص اللہ کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ (اس بات کو) نہیں جانتے (کہ بعض علوم حق تعالیٰ نے اپنے خزانہ علم میں مکنون رکھے ہیں انبیاء علیہم السلام کو بھی تفصیلاً اطلاع نہیں دی پس اس کے نہ جاننے سے کسی نبی کے عدم اطلاع تعیین قیامت کے معاذ اللہ دلیل نفی نبوۃ کی سمجھتے ہیں اس طرح سے کہ نبوۃ کے لئے علم لازم ہے اور انتفاء لازم مستلزم انتفاء ملزوم ہے حالانکہ پہلا مقدمہ محض غلط ہے۔ **ف**: اس آیت سے اور حدیث: **ما المسئول عنها باعلم من السائل** رواہ الشیخان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تعیین و تفصیل کے ساتھ قیامت کی اطلاع آپ سے بھی مخفی تھی اور بعض روایات جو تعیین کے باب میں آئی ہیں کہ دنیا کی عمر سات ہزار سال کی ہے اولاً وہ قوت میں قرآن و حدیث شیخین کے برابر کیا فی نفسہ بھی صحیح السند نہیں دوسرے ماول ہو سکتی ہیں ظن غالب کے ساتھ۔

ربط: اوپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تعیین قیامت کے متعلق اپنی لاعلمی کے اظہار کا حکم ہوا ہے آگے اس لاعلمی کی علت بیان کرنے کا حکم ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مجھ کو غیب کا علم نہیں ہے اور جب مجھ کو تعیین کا علم نہیں دیا گیا تو وہ غیب ہوا اسی لئے مجھ کو اس کا علم نہیں۔

انتفائے علم غیب از نبی ﷺ ☆ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا (الی قولہ تعالی) اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ؀ آپ کہہ دیجئے کہ میں خود اپنی ذات خاص کے لئے (بھی چہ جائیکہ دوسروں کیلئے) کسی نفع (تکوینی کے حاصل کرنے) کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر (تکوینی کے دفع کرنے) کا اختیار رکھتا ہوں) مگر اتنا ہی کہ جتنا خدا تعالیٰ نے چاہا ہو (کہ مجھ کو اختیار دے دیں اور جس امر میں اختیار نہیں دیا اس میں بعض اوقات منافع فوت ہو جاتے ہیں اور مضار واقع ہو جاتے ہیں ایک مقدمہ تو یہ ہوا) اور (دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ) اگر میں غیب کی باتیں (امور اختیاریہ کے متعلق) جانتا ہوتا تو میں (اپنے لئے) بہت سے منافع حاصل کر لیا کرتا اور کوئی مضرت ہی مجھ پر واقع نہ ہوتی (کیونکہ علم غیب کے سبب معلوم ہو جاتا کہ فلاں امر میرے لئے یقیناً نافع ہوگا اس کو اختیار کر لیا کرتا اور فلاں امر میرے لئے یقیناً مضر ہوگا اس سے احتراز کرتا اور اب چونکہ علم غیب نہیں اس لئے بعض اوقات نافع کا علم نہیں ہوتا کہ اس کو اختیار کروں اور اسی طرح مضر کا علم نہیں ہوتا کہ اس سے بچوں بلکہ گاہے بالعکس نافع کو مضر اور مضر کو نافع سمجھ لیا جاتا ہے حاصل استدلال کا یہ ہوا کہ علم غیب کے لئے نفع و ضرر کا مالک ہونا لازم تھا یہ مقدمہ ذکر میں مؤخر ہے اور لازم منتفی ہے یہ مقدمہ ذکر میں مقدم ہے پس ملزوم یعنی علم غیب منتفی ہے اور یہ مطلوب ہے غرض میں ایسے امور کا علم نہیں رکھتا) میں تو محض (احکام شرعیہ بتلا کر ثواب کی) بشارت دینے والا اور (عذاب سے) ڈرانے والا ہوں اور ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں (خلاصہ یہ کہ

نبوت کا اصلی مقصود امور تکوینیہ کا احاطہ نہیں اس لئے ان امور کا علم جن میں تعیین قیامت بھی داخل ہے نبی کو ملنا ضرور نہیں البتہ نبوۃ کا اصلی مقصود امور تشریعیہ کا علم وافی ہے سو وہ مجھ کو حاصل ہے) **ف**: ایمان رکھنے والوں کی تخصیص اس لئے کی کہ منتفع وہی لوگ ہوئے ورنہ آپ کا بشیر ونذیر ہونا تمام مکلفین کے لئے عام ہے اور نفع وضرر میں جو تکوینی کی قید لگائی گئی حالانکہ بدون مشیت کے کسی امر میں بھی اختیار حاصل نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اس مقام پر گفتگو اسی میں ہو رہی ہے کہ انہی کے نفی علم کا حکم کیا ہے اور اَعْلَمُ الْغَیْبَ میں جو امور اختیاریہ کے متعلق ہونے کی قید لگائی گئی وجہ اس کی یہ ہے کہ یہاں علم کو ملزوم اور استکثار وعدم مس یعنی قدرت نفع وضرر کو لازم قرار دیا ہے حالانکہ علم مستلزم قدرت کو نہیں پس حکم استلزام قرینہ اس قید کا ہے اور اس قید کے ساتھ استلزام ظاہر ہے جیسا کہ ظاہر ہے اب استلزام عقلی ہو گیا عادی کے قائل ہونے کی کوئی ضرورت نہ رہی گو شبہ اس سے بھی دفع ہو سکتا ہے۔

ربط: اوپر منجملہ مسائل ثلاثہ مذکورہ تمہید آیت: وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الخ کے دو (۲) جگہ یعنی آیت: وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ میں اور آیت: اَوَلَمْ یَنْظُرُوْا میں توحید کا مختصر مختصر ذکر ہوا آگے اس کا اور اس کے ساتھ طریق شرک کے بطلان کا جو کہ اوپر مذکور نہیں ہوا قدرے بسط سے بیان ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ الآیہ اس میں تصریح ہے کہ قدرۃ مستقلہ وعلم محیط مقبولین سے منفی ہے اور جہلاء اپنے پیروں کیلئے ایسا گمان رکھتے ہیں نعوذ باللہ۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله فى لا هادى راه پر فسر به لئلا يرد ان النبى ﷺ ومن تبعه يكون هداية وتبليغة عاما۔ ۲ قوله قبل يسئلونك كانك معمولى الخ اشارة الى فائدة تكرار ذكر السوال ولما كرر السوال كرر الجواب بعنوان جديد ليخف التكرير۱۲۔ ۳ قوله فى علمها فى الموضعين یہ ومذكور اشارة الى انه لا حاجة الى تقدير المضاف بنحو علم ارساء ها لتطابق الجواب السوال۱۲۔ ۴ قوله فى لنفسى چہ جائیکہ اشارة الى ان التقييد للمبالغة۱۲۔ ۵ قوله فى نفعا ولا ضرا حاصل ودفع اشارة الى حذف المضاف فى الموضعين۱۲۔ ۶ قوله فى التمهيد طريق شرک الى بسط فلا تكرار فى ذكر التوحيد لوجهين الاول لم يكن الشرك مذكورا فيما قبل والثانى لم يكن ذكر التوحيد مبسوطا۱۲۔

اختلاف القراءۃ: فى قراءة ويذرهم بالجزم عطفا على محل فلا هادى له وترتبه على الاضلال على هذه القراءة اظهر۔

اللغات: الاستدراج النقل درجة بعد درجة من سفل الى علو او بالعكس ثم استعير لطلب كل نقل تدريجى من حال الى حال من الاحوال الملائمة للمنتقل الموافقة لهواه واستدراجه تعالىٰ اياهم بادرار النعم عليهم مع انهما كهم فى الغى فليس المطلوب الا تدرجهم فى مدارج المعاصى الى ان يحق عليهم كلمة العذاب على اقطع حال واشنعها وادرار النعم وسيلة الى ذلك۱۲۔ قوله مرسٰها مصدر ميمى بمعنى الارساء اى الاثبات والتقرير عند ربى للاختصاص والاستيثار الحفى من حفى اذا بحث عن تصرف حاله۔ الروايات فى الدر المنثور اخرج ابن ابى حاتم وابو الشيخ عن ابن عباس فى قوله ولو كنت اعلم الغيب لاستكثرت من الخير قال لعلمت اذا اشتريت شيئا ما اربح فيه فلا ابيع شيئا الا ربحت فيه وما مسنى السوء قال ولا يصيبنى الفقر اه قلت وتايد بهذه الروايات ما فسرت الآية به من تخصيصها بالامور الاختيارية۱۲۔

النحو: قوله اولم اى اكذبوا رسالته ولم يتفكروا فى انه ليس لصاحبهم الخ۱۲۔ قوله وما خلق الله عطف على ملكوت ومن شىء بيان لما وان عسى معطوف ايضا على ملكوت فى الروح فهو معمول لينظروا لكن لا يعتبر فيه بالنظر اليه انه للاستدلال بناء على ما قالوا ان قيد المعطوف عليه لا يلزم ملاحظته فى المعطوف اه قلت وقد بينته فى ف۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِیَسْكُنَ اِلَیْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِیْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَیْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِیْنَ ﴿۱۸۹﴾ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِیْمَآ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹۰﴾ اَیُشْرِكُوْنَ مَا لَا یَخْلُقُ شَیْئًا وَّهُمْ یُخْلَقُوْنَ ﴿۱۹۱﴾ وَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَآ اَنْفُسَهُمْ یَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۲﴾ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا یَتَّبِعُوْكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَیْكُمْ

اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ ﴿۱۹۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾ اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۱۹۵﴾ اِنَّ وَلِيِّ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۹۶﴾ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۷﴾ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا وَتَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۹۸﴾

اور اللہ ایسا (قادر ومنعم) ہے جس نے تم کو ایک تن واحد (آدمؑ) سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا (حوا) بنایا تا کہ وہ اس جوڑے سے انس حاصل کرے۔ پھر جب میاں نے بیوی سے قربت کی تو اس کو حمل رہ گیا ہلکا سا' وہ اس کو لئے ہوئے چلتی پھرتی رہی۔ پھر جب وہ بوجھل ہوگئی تو دونوں میاں بیوی اللہ سے جو کہ ان کا مالک ہے دعا کرنے لگے کہ اگر آپ نے ہم کو صحیح سالم اولاد دے دی تو ہم خوب شکرگزاری کریں گے۔ سو جب اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو صحیح وسالم اولاد دے دی تو اللہ کی دی ہوئی چیز میں وہ دونوں اللہ کے شریک قرار دینے لگے۔ سو اللہ پاک ہے ان کے شرک سے۔ کیا ایسوں کو شریک ٹھہراتے ہو جو کسی چیز کو نہ بنا سکیں اور وہ خود ہی بنائے جاتے ہیں اور وہ انکو کسی قسم کی مدد (بھی) نہیں دے سکتے اور وہ خود اپنی بھی مدد نہیں کر سکتے اور اگر تم انکو کوئی بات بتلانے کو پکارو تو تمہارے کہنے پر نہ چلیں۔ تمہارے اعتبار سے دونوں امر برابر ہیں خواہ تم ان کو پکارو اور یا تم خاموش رہو۔ واقعی تم خدا کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو وہ بھی تم ہی جیسے بندے ہیں۔ تم انکو پکارو پھر ان کو چاہئے کہ تمہارا کہنا کر دیں۔ اگر تم سچے ہو۔ کیا انکے پاؤں ہیں جن سے وہ چلتے ہوں یا انکے ہاتھ ہیں جن سے کسی چیز کو تھام سکیں یا انکی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھ سکیں یا انکے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہیں۔ آپ (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ تم اپنے سب شرکاء کو بلا لو پھر میری ضرر رسانی کی تدبیر کرو پھر مجھ کو ذرا مہلت مت دو۔ یقیناً میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے جس نے یہ کتاب نازل فرمائی اور وہ (عموماً) نیک بندوں کی مدد کیا کرتا ہے اور تم جن لوگوں کی خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو وہ تمہاری کچھ مدد نہیں کر سکتے اور نہ وہ اپنی مدد کر سکتے ہیں اور انکو اگر کوئی بات بتلانے کو پکارو تو اس کو نہ سنیں اور ان کو آپ دیکھتے ہیں کہ گویا وہ آپ کو دیکھ رہے ہیں اور وہ کچھ بھی نہیں دیکھتے۔

تفسیر: بحث اثبات توحید وابطال شرک ☆ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ (الی قولہ تعالی) وَتَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ○ وہ اللہ ایسا (قادر اور منعم) ہے جس نے تم کو ایک تن واحد (یعنی آدم علیہ السلام) سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا (مراد حوا جس کی کیفیت شروع تفسیر سورۃ نساء میں گزر چکی) تا کہ وہ اس اپنے جوڑے سے انس حاصل کرے (پس جب وہ خالق بھی ہے اور محسن بھی تو عبادت اسی کا حق ہے) پھر (آگے ان کی اولاد بڑھی اور ان میں بھی میاں بی بی ہوئے لیکن ان میں بعض کی یہ حالت ہوئی کہ) جب میاں نے بی بی سے قربت کی تو اس کو حمل رہ گیا (جو اول اول) ہلکا سا (رہا) سو وہ اس کو (پیٹ میں) لئے ہوئے (بے تکلیف) چلتی پھرتی رہی پھر جب وہ (حاملہ اس حمل کے بڑھ جانے سے) بوجھل ہوگئی (اور دونوں میاں بی بی کو یقین ہوگیا کہ حمل ہے) تو (اس وقت ان کو طرح طرح کے احتمالات وتوہمات ہونے لگے جیسا کہ بعضے حمل میں خطرات پیش آتے ہیں اس لئے) دونوں میاں بی بی اللہ سے جو کہ ان کا مالک ہے دعا کرنے لگے کہ اگر آپ نے ہم کو صحیح سالم اولاد دے دی تو ہم خوب شکرگذاری کریں گے (جیسا عام عادت ہے کہ مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ سے بڑے بڑے عہد وپیمان ہوا کرتے ہیں) سو جب اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو صحیح وسالم اولاد دے دی تو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی چیز میں وہ دونوں اللہ کے شریک قرار دینے لگے (مختلف طور پر کسی نے اعتقاد سے کہ یہ اولاد فلاں زندہ یا مردہ نے دی ہے کسی نے عمل سے کہ اس کے نام کی نذر ونیاز کرنے لگے یا بچہ کو لیجا کر اس کے سامنے اس کا ماتھا ٹیک دیا یا قول سے کہ اس کی بندگی پر نام رکھ دیا جیسے عبد شمس یا بندہ علی وغیرہما یعنی یہ حق تو تھا خدا کو جو کہ منعم اور خالق اور قادر ومحسن ہے اور صرف کیا اس کے دوسرے معبودوں کے لئے) سو اللہ تعالیٰ پاک ہے ان کے شرک سے (یہاں تک تو حق تعالیٰ کی صفات مذکور تھیں جو مقتضی ہیں اس کے استحقاق معبودیت کو آگے الہہ باطلہ کے نقائص کا ذکر ہے جو مقتضی ہیں ان کے عدم استحقاق معبودیت کو پس فرماتے ہیں کہ) کیا (اللہ تعالیٰ کے ساتھ) ایسوں کو شریک ٹھہراتے ہیں جو کسی چیز کو بنا نہ سکیں اور (بلکہ) وہ خود ہی بنائے جاتے ہوں (چنانچہ ظاہر ہے کہ بت پرست خود ان کو تراشتے تھے) اور (کسی چیز کا بنانا تو بڑی بات ہے) وہ (تو ایسے عاجز ہیں کہ اس سے آسان کام بھی نہیں کر سکتے مثلاً) ان کو کسی قسم کی مدد (بھی) نہیں دے سکتے اور (اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ) وہ خود اپنی بھی مدد نہیں کر سکتے (اگر کوئی حادثہ ان کو پیش آجاوے مثلاً کوئی شخص ان کو توڑنے پھوڑنے ہی لگے) اور (اس سے بھی بڑھ کر سنو کہ) اگر تم ان کو کوئی بات بتلانے کو پکارو تو تمہارے کہنے پر نہ چلیں (اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ تم ان کو پکارو کہ وہ تم کو کوئی بات بتلاویں تو تمہارا کہنا نہ کریں یعنی نہ

بتلادیں اور دوسرے اس سے زیادہ یہ کہ تم ان کو پکارو کہ آؤ ہم تم کو کچھ بتلادیں تو تمہارے کہنے پر نہ چلیں یعنی تمہاری بتلائی ہوئی بات پر عمل نہ کرسکیں بہرحال) تمہارے اعتبار سے دونوں امر برابر ہیں خواہ تم ان کو پکارو (وہ جب نہیں سنتے) اور یا تم خاموش رہو (جب تو نہ سننا ظاہر ہی ہے خلاصہ یہ ہے کہ جو کام سب سے سہل تر ہے کہ کوئی بات بتلانے کے لئے پکارنے کو سن لینا وہ اسی سے عاجز ہیں تو جو اس سے مشکل ہے کہ اپنی حفاظت کریں اور پھر جو اس سے مشکل ہے کہ دوسروں کی امداد کرنا اور پھر جو ان سب سے دشوار تر ہے کہ کسی شئے کو پیدا کرنا ان سے تو بدرجہ اولیٰ زیادہ تر عاجز ہوں گے پھر ایسے عاجز محتاج کب معبودیت کے لائق ہو سکتے ہیں غرض) واقعی تم خدا کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو وہ بھی تم ہی جیسے (اللہ کے مملوک) بندے ہیں (یعنی تم سے بڑھ کر نہیں خواہ گھٹے ہوئے ہوں) سو (ہم تو تم کو سچا جب جانیں کہ) تم (تو) ان کو پکارو (اور) پھر ان کو چاہئے کہ تمہارا کہنا کردیں اگر تم (ان کے اعتقاد الوہیت میں) سچے ہو (اور وہ بیچارے تمہارا کہنا تو کیا کریں گے کہنا ماننے کے آلات تک ان کو نصیب نہیں دیکھ لو) کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے وہ چلتے ہوں یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے کسی چیز کو تھام سکیں یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہوں یا ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہوں (جب ان میں قویٰ فاعلہ تک نہیں تو کوئی فعل ان سے کیا صادر ہوگا اور) آپ (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ (جس طرح وہ اپنے معتقدین کو نفع پہنچانے سے عاجز ہیں اسی طرح اپنے مخالفین کو ضرر بھی نہیں پہنچا سکتے جیسا تم کہا کرتے ہو کہ ہمارے بتوں کی بے ادبی نہ کیا کرو ورنہ وہ تم پر کوئی آفت نازل کردیں گے اخرجہ فی اللباب عن عبدالرزاق فی قولہ تعالیٰ : وَيُخَوِّفُونَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ [الزمر : ۳۶] اور اگر تم سمجھتے ہو کہ وہ مجھ کو ضرر پہنچا سکتے ہیں تو) تم (اپنا ارمان نکال لو اور) اپنے سب شرکاء کو بلا لو پھر (سب مل کر) میری ضرر رسانی کی تدبیر کرو پھر (جب تدبیر بن جاوے تو) مجھ کو ذرا مہلت مت دو (بلکہ فوراً اُس کو نافذ کردو دیکھو کیا ہوتا ہے اور خاک بھی نہ ہوگا کیونکہ شرکاء تو مہمل محض ہیں رہ گئے تم جو کچھ ہاتھ پاؤں ہلا سکتے ہو تم میرا اس لئے کچھ نہیں کرسکتے کہ) یقیناً میرا مددگار اللہ تعالیٰ ہے جس (کے مددگار اور رفیق ہونے کا کھلا ثبوت یہ ہے کہ اس) نے (مجھ پر) یہ کتاب (مبارک جامع خیر دارین) نازل فرمائی (اگر وہ میرا رفیق و معین نہ ہوتا تو اتنی بڑی نعمت کیوں عطا فرماتا) اور (علاوہ اس دلیل خاص کے ایک عام قاعدہ سے بھی اس کا مددگار رہنا معلوم ہے وہ قاعدہ یہ ہے کہ) وہ (عموماً) نیک بندوں کی مدد کیا کرتا ہے (تو انبیاء تو ان نیک بندوں میں فرد کامل ہیں اور میں نبی ہوں تو میرا بھی ضرور مددگار رہوگا غرض یہ کہ جن کے ضرر سے ڈراتے ہو وہ تو عاجز اور جو مجھ کو ضرر سے بچاتا ہے وہ قادر پھر اندیشہ کاہے کا) اور (گوان کا عاجز ہونا اوپر با بلغ وجوہ بیان ہو چکا ہے لیکن چونکہ وہاں بیان عجز مقصود بالغیر تھا اور مقصود بالذات نفی استحقاق معبودیت تھی اس لئے آگے مقصوداً بیان عجز کا فرماتے ہیں کہ) تم جن لوگوں کی خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو وہ (تمہارے دشمن کے مقابلہ میں جیسا میں ہوں) تمہاری کچھ مدد نہیں کرسکتے ورنہ (اپنے دشمن کے مقابلہ میں جیسا میں ہوں) وہ اپنی مدد کرسکتے ہیں اور (مدد کرنا تو بڑی بات ہے) ان کو (تو) اگر کوئی بات بتلانے کو پکارو تو اس کو (بھی تو) نہ سنیں (اس کے بھی وہی مذکورہ بالا دونوں معنی ہو سکتے ہیں) اور (جیسے ان کے پاس سننے کا آلہ نہیں اسی طرح دیکھنے کا آلہ بھی نہیں اور ان کی تصویر میں جو آنکھیں بنادی جاتی ہیں وہ محض نام ہی کی ہوتی ہیں کام کی نہیں چنانچہ) ان (بتوں) کو آپ دیکھتے ہیں کہ گویا وہ آپ کو دیکھ رہے ہیں (کیونکہ شکل تو آنکھوں کی سی بنی ہوئی ہے) اور وہ (واقع میں) کچھ بھی نہیں دیکھتے (کیونکہ حقیقت میں تو وہ آنکھیں نہیں اسی پر دوسرے قویٰ فاعلہ ایدی وارجل کی نفی سمجھ لینا چاہئے پس ایسے عاجز کا کیا ڈراوا دکھلاتے ہو)

ف : یہاں چند امور ضرور یہ قابل سمجھنے کے ہیں **اول** : بعض تفاسیر میں اس جگہ ایک قصہ آدم وحوا علیہما السلام کے ایک اولاد ہونے کا اور اس کا ایک خاص نام رکھنے کا آیا ہے اور بعض نے بعض اشکالات کی وجہ سے اس کا انکار کیا ہے اور نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ اور زَوْجَهَا کی تفسیر بدلی ہے لیکن ترمذی کی تحسین اور حاکم کی تصحیح کے بعد قصہ کا انکار اور نفس واحدہ کو غیر آدم پر محمول کرنا دشوار ہے لیکن اس قصہ کا اس آیت کے لئے مفسر ہونا اس حدیث سے ثابت نہیں اور بعض سلف سے جو منقول ہے تو ممکن ہے کہ ظاہر الفاظ آیت سے یہ ان کی رائے ہو جو حجت نہیں رہا ظاہر الفاظ سے اس کا مفہوم ہونا سو یہ اس وقت ہوتا جب **تغشاھا** کی ضمیریں نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ اور زَوْجَهَا کی طرف بعینہٖ عائد ہوتیں اور اگر یہ ضمائر مطلق زوج اور زوجہ کی طرف بطور صنعت استخدام کے راجع ہوں جیسا اس آیت میں کہا گیا ہے **ولقد خلقنا الانسان** (اے آدم) **من سللة من طين ثم جعلنٰه (اے الانسان الذی من نسله)** تو نہ تفسیر میں بعد ہوا اور نہ بعد کی آیت میں اشکال ہوا چنانچہ درمنثور میں بروایت ابن المنذر و ابن ابی حاتم حضرت ابن عباس کا قول بعینہٖ اسی مضمون پر دال ہے **ما اشرك ادم ان اولها شكر (اے تعليمه لعباده ببيان خلقهم من ادم و حواء) واخرها مثل ضربه الله لمن بعده (فدل لفظ بعده على كون المراد بالاول ادم) وهٰذا من المواهب ولله الحمد۔** رہا اس حدیث کا اشکال سو اس کا محمل دوسرا ہے آیت کی تفسیر اس پر موقوف نہیں۔ **دوم** : بیان عجز اصنام میں جو آلات و جوارح کی نفی ہے اس سے یہ مقصود نہیں کہ الٰہ میں یہ سب جوارح ہونا ضروری ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ اس سے منزہ ہے بلکہ مراد اس سے کمالات فاعلیہ ہیں جو الٰہ حق میں متحقق ہیں لیکن چونکہ جسمانیات میں وہ کمالات موقوف ہیں آلات پر اس لئے اس تعبیر کو اختیار کیا گیا۔ **سوم** : نفی استطاعت نصرۃ الخ کا مقصود دونوں جگہ الگ الگ ہے جیسا بیان ہوا اس لئے یہ تکرار نہیں ہے۔ **چہارم** : خالقیت کی نفی صرف اول ہی جگہ کی گئی کیونکہ وہ نفی الوہیت کو مستلزم ہے نہ کہ نفی استطاعت نصرۃ کو۔

پنجم: یہ نقائص اصنام میں بہت صریح ہیں پھر اتنا اہتمام کیوں کیا گیا جواب تا کہ مشرکین کی پوری حماقت ظاہر ہو۔

فائدہ جدیدہ: سوال مشرکین اصنام کو خدا کے برابر نہ کہتے تھے پھر اس احتجاج سے ان پر کیا الزام ہوا۔ جواب مقصود احتجاج کا یہ ہے کہ نفس معبودیت اگر چہ بالعرض ہو موقوف ہے ان صفات کمال پر جب لازم نہیں تو ملزوم بھی نہیں خوب سمجھ لو۔

ربط: اوپر جہلاء مشرکین سے محاجہ بلیغہ تھا چونکہ باوجود اس محاجہ کے بھی وہ لوگ غایت عناد سے اپنی جہالت پر مصر رہتے تھے جو مظنہ ہے غصہ کا اس لئے آگے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے ملاطفت کا اور غصہ آ جانے پر تعلیم ہے استعاذہ کی اور بیان ہے ان کے مبتلائے غی رہنے کا جس سے اقناط کلی ہو جاوے تا کہ غصہ نہ آوے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالی: اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لَكُمْ الآیہ آیت گو اصنام کے بارہ میں ہے بقرینہ مابعد اَلَهُمْ اَرْجُلٌ الخ کے لیکن حکم کا مناط ان کے عباد یعنی مملوک ہونے پر رکھا ہے اس سے ثابت ہوا کہ نداء غیر اللہ بطور استغاثہ کے ناجائز ہے تو کہاں یہ آیت اور کہاں غالی جاہلوں کا فعل۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قولہ فی عما یشرکون شرک اشارۃ الی کون ما مصدریۃ ۱۲۔ ۲ قولہ فی لا یخلقون بنا نہ سکیں ترجم بنفی الامکان لاقتضاء المقام ۱۲۔ ۳ قولہ فی ھم یخلقون تراشتے تھے کما فسروہ اول الفرقان علی قولہ اتعبدون ما تنحتون ۱۲۔ ۴ قولہ فی ھم ینظرون گویا دل علیہ الحس المدرک عدم نظرھم حقیقۃ ۱۲۔ ۵ قولہ فی لا یبصرون کچھ بھی دل علیہ عدم ذکر المفعول ۱۲۔

اللغات: قولہ یسکن الیھا یستانس بھا کذا فی الروح قولہ فمرت بہ استمرت بہ المراد بقیت بہ کما کانت قبل حیث قامت وقعدت واخذت وترکت کذا فی الروح ۱۲۔

البلاغۃ: قولہ وھم یخلقون ولا یستطیعون الی الآخر اتی بصیغ العقلاء بناء علی زعمھم انھا موصوفۃ بالالوھیۃ المستلزمۃ لصفات العقلاء ومن ثم حکم فی قولہ امثالکم بالمماثلۃ مع انھا دونھم فافھم ۱۲۔

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ ﴿۱۹۹﴾ وَاِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۰۰﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ﴿۲۰۱﴾ وَاِخْوَانُهُمْ یَمُدُّوْنَهُمْ فِی الْغَیِّ ثُمَّ لَا یُقْصِرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾ وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰیَةٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَیْتَهَا ؕ قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ مِنْ رَّبِّیْ ۚ هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًی وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰۳﴾ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۲۰۴﴾ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِیْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِیْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ ﴿۲۰۵﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَیُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ یَسْجُدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾ السجدۃ

السجدۃ الاولیٰ ۱۴ ع ۲۴

سرسری برتاؤ کو قبول کر لیا کیجئے اور نیک کام کی تعلیم کر دیا کیجئے اور جاہلوں سے ایک کنارہ ہو جایا کیجئے اور اگر آپ پر کوئی وسوسہ شیطان کی طرف سے آنے لگے تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کیجئے بلاشبہ وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔ یقیناً جو لوگ خدا ترس ہیں جب ان کو کوئی خطرہ شیطان کی طرف سے آ جاتا ہے تو وہ یاد میں لگ جاتے ہیں۔ سو یکا یک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں اور جو شیاطین کے تابع ہیں وہ ان کو گمراہی میں کھینچے لے جاتے ہیں پس وہ باز نہیں آتے اور جب کوئی معجزہ آپ ان کے سامنے ظاہر نہیں کرتے تو وہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ یہ معجزہ کیوں نہ لائے۔ آپ فرما دیجئے کہ میں اس کا اتباع کرتا ہوں جو مجھ پر میرے رب کی طرف سے حکم بھیجا گیا ہے۔ یہ گویا بہت سی دلیلیں ہیں تمہارے رب کی طرف سے اور ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کیلئے جو ایمان رکھتے ہیں اور جب قرآن پڑھا جایا کرے تو اسکی طرف کان لگا دیا کرو اور خاموش رہا کرو امید ہے کہ تم پر رحمت ہو اور (آپ ہر ہر شخص سے بھی کہہ دیجئے کہ) اے شخص اپنے رب کی یاد کیا کر اپنے دل میں عاجزی کے ساتھ اور خوف کے ساتھ اور زور کی آواز کی نسبت کم آواز کے ساتھ صبح اور شام (یعنی علی الدوام) اور اہل غفلت میں شمار مت ہونا۔ یقیناً جو (ملائکہ) تیرے رب کے نزدیک (مقرب) ہیں۔ وہ اسکی عبادت سے

(جس میں اصلی عقائد میں) تکبر نہیں کرتے اور اسکی پاکی بیان کرتے ہیں (جو کہ طاعت لسانی ہے) اور اسکو سجدہ کرتے ہیں (جو کہ اعمال جوارح سے ہے)۔۞

تفسیر: امر بملاطفت واستعاذہ وتاکید آن با قناط کلی ☆ خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ (الی قولہ تعالی) وَاِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ (لوگوں سے یہ برتاؤ رکھئے کہ ان کے اعمال واخلاق میں سے) سرسری (نظر میں جو) برتاؤ (معقول ومناسب معلوم ہوں ان) کو قبول کر لیا کیجئے (ان کی تہ اور حقیقت کی تلاش نہ کیجئے بلکہ ظاہری نظر میں سرسری طور پر جو کام کسی سے اچھا ہو اس کو بھلائی پر محمول کیجئے باطن کا حال اللہ کے سپرد کیجئے کیونکہ پورا اخلاص ونیز شرائط قبول کی جامعیت اخص الخواص کا حصہ ہے حاصل یہ کہ معاشرت میں سہولت رکھئے تشدد نہ کیجئے یہ برتاؤ تو اچھے کاموں میں ہے) اور (جو کام ظاہر نظر میں بھی برا ہو اس میں یہ برتاؤ رکھئے کہ اس باب میں) نیک کام کی تعلیم کر دیا کیجئے اور (جو اس تعلیم کے بعد بھی براہ جہالت عمل نہ کرے یا نہ مانے تو ایسے) جاہلوں سے ایک کنارہ ہو جایا کیجئے (ان کے بہت درپے نہ ہو جائیے) اور اگر (اتفاقاً ان کی جہالت پر) آپ کو کوئی وسوسہ شیطان کی طرف سے (غصہ کا) آنے لگے (جس میں احتمال ہو کہ کوئی بات خلاف مصلحت کے صادر ہو جاوے) تو (ایسی حالت میں فوراً) اللہ کی پناہ مانگ لیا کیجئے بلاشبہ وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے (آپ کے استعاذہ کو سنتا ہے آپ کے مقصود کو جانتا ہے وہ آپ کو اس سے پناہ دے گا اور جس طرح استعاذہ وتوجہ الی اللہ آپ کے لئے نافع ہے اسی طرح تمام خداترس لوگوں کے لئے بھی نافع ہے چنانچہ) یقیناً (یہ بات ہے کہ) جو لوگ خداترس ہیں جب ان کو کوئی خطرہ شیطان کی طرف سے (غصہ کا یا اور کسی امر کا) آجاتا ہے تو وہ (فوراً خدا کی) یاد میں لگ جاتے ہیں (جیسے استعاذہ ودعا اور خدا تعالیٰ کی عظمت وعذاب وثواب کو یاد کرنا) سو یکا یک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں (اور حقیقت امر ان پر منکشف ہو جاتی ہے جس سے وہ خطرہ اثر نہیں کرتا) اور (برخلاف اس کے) جو شیاطین کے تابع ہیں وہ (شیاطین) ان کو گمراہی میں کھینچے چلے جاتے ہیں پس وہ (تابعین گمراہی سے) باز نہیں آتے (نہ وہ استعاذہ کریں نہ محفوظ رہیں سو یہ مشرکین تو شیطان کے تابع ہیں یہ کب باز آویں گے اس لئے ان کے غم وغصہ میں پڑنا بے کار ہے) **ف**: اِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ کا مضمون مسئلہ عصمت انبیاء علیہم السلام کے منافی نہیں کیونکہ عصمت کا حاصل یہ ہے کہ شیطان گناہ نہیں کرا سکتا یہ نہیں کہ گناہ کی رائے نہیں دے سکتا کیونکہ جس طرح کسی انسان کافر کا کسی نبی کے سامنے کوئی کفر کی بات آکر کہنا جب کہ کچھ اثر نہ ہو مخل شان نبوت نہیں اسی طرح جنی کافر کو سمجھئے البتہ چونکہ صحیح مسلم کی حدیث میں تصریح ہے کہ آپ کا قرین آپ کو بری رائے بھی نہ دیتا تھا چنانچہ فرمایا ہے **فلا یامرنی الا بخیر** اس لئے آیت میں شیطان سے وہ قرین سوء مراد نہیں ہو سکتا جو ہر شخص کے ساتھ رہ کر اس کو بری باتوں کا حکم کرتا ہے بلکہ اس سے بالمعنی مشہور مراد لیا جاوے گا جس کا احیاناً آجانا محال نہیں جیسا حدیث میں ہے کہ ایک بار ایک آگ کا شعلہ لے کر آپ کو تکلیف پہنچانے آیا تھا واللہ اعلم۔

ربط: اوپر منجملہ مسائل ثلاثہ مذکورہ تمہید آیت وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الخ کی آیت: اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا الخ میں رسالت کا مسئلہ مذکور تھا آگے بھی دوسرے عنوان سے اسی کا ذکر ہے چنانچہ وہاں تو طریق معرفت رسالت کا بتلایا تھا کہ فکر ہے اور یہاں رسالت کے متعلق ایک شبہ کا جس سے وہ رسالت کی نفی کرتے تھے جواب ہے پس وہ استدلال تھا اور یہ دفع ہے اور اثبات مدعا کے یہی دو امر مدار ہیں۔

جواب شبہ شان بر رسالت ☆ وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ (الی قولہ تعالی) وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴿۲۰۳﴾ اور جب آپ (ان کے فرمائشی معجزات میں سے جن کی فرمائش براہ عناد کرتے تھے) کوئی معجزہ ان کے سامنے ظاہر نہیں کرتے (بوجہ اس کے کہ حق تعالیٰ اس معجزہ کو بمقتضائے حکمت پیدا نہیں کرتے) تو وہ لوگ (بقصد نفی رسالت آپ سے) کہتے ہیں کہ آپ (اگر نبی ہیں تو) یہ معجزہ کیوں نہ (ظہور میں) لائے آپ فرما دیجئے کہ (میرا کام معجزات باختیار خود لانا نہیں بلکہ میرا اصلی کام یہ ہے کہ) میں اس کا اتباع کرتا ہوں جو مجھ پر میرے رب کی طرف سے حکم بھیجا گیا ہے (اس میں تبلیغ بھی آ گئی البتہ نبوت کے اثبات کے لئے نفس معجزہ ضروری ہے سو اس کا وقوع ہو چکا ہے چنانچہ ان میں سب سے اعظم ایک یہی قرآن ہے جس کی شان یہ ہے کہ) یہ (بجائے خود) گویا بہت سی دلیلیں ہیں تمہارے رب کی طرف سے (کیونکہ اس کی ہر مقدار سورت مثلاً ایک معجزہ ہے تو اس حساب سے مجموعہ قرآن کتنی دلیلیں ہوا اور اس کا یہ دلیل ہونا تو عام ہے) اور (رہا اس کا نفع بالفعل تو وہ خاص ہے ماننے والوں کے ساتھ چنانچہ وہ) ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کے لئے جو (اس پر) ایمان رکھتے ہیں۔ **ف**: حاصل جواب یہ ہے کہ نبوت کی غایت اصلی اصلاح ہے اور معجزہ اس کا مثبت اور مثبت مثبت سب برابر پس اس میں تعیین کی فرمائش محض لغو چنانچہ مسئلہ مسلمہ ہے کہ مدعی کو اختیار ہے جس دلیل سے چاہے دعویٰ کا اثبات کر دے پس اولاً معین معجزہ کی فرمائش ہی بے موقع پھر اس میں بھی طلب حق مقصود نہیں۔

ربط: اوپر قرآن مجید کا مؤمنین کے لئے ہدایت ورحمت ہونا مذکور ہے آگے اس کے اس رحمت وہدایت ہونے کی شرط خطاب عام سے بتلاتے ہیں کہ وہ استماع وانصات ہے جس کا حاصل توجہ وتدبر فی القرآن ہے اس سے کفار پر تو رحمت جدید ہوگی اور مؤمنین پر رحمت مزید اور چونکہ در منثور میں اس کے سبب

نزول اور تفسیر اور تفریع میں قراءت خلف الامام اور رفع صوت بقراءۃ خلف الامام اور جہری میں قراءت خلف الامام اور خود اپنی نماز میں اس سے نسخ تکلم معتاد اس

طور پر کہ استماع سے مراد اپنی قراءت کی طرف توجہ اور انصات سے مراد انصات عن الکلام ہو اور خطبہ میں نہی عن التکلم اور ذکر یعنی وعظ میں نہی عن التکلم یہ چھ اقوال مذکور ہیں اور سیاق قرآنی سے اس کا کفار کو بھی عام ہونا مفہوم ہوتا ہے ان مجموعہ قرائن سے معلوم ہوا کہ اس میں خطاب بھی عام ہے اور حالت بھی عام ہے اور قرآن بطور عموم مجاز کے وعظ وخطبہ کو عام ہے **لانهما قرآن معنی** اسی لئے حنفیہ نے اس سے **نهی عن القراءة خلف الامام** پر استدلال کیا ہے جس کی بحث طویل ہے اور باب سوال وجواب جانبین میں واسع ہے جس کے ذکر کا یہ محل نہیں اور اسی سے خارج عن الصلوٰۃ بھی قراءت کے وقت دوسرے کام میں مشغول ہونے کو ہمارے فقہاء حنفیہ نے ممنوع فرمایا ہے اور اسی پر مشغول کے پاس بیٹھ کر پکار کر پڑھنے کو منع کیا ہے **نقله فی الروح عن الخلاصة** اور مبنی اس کا مسئلہ مشہورہ اصولیہ ہے کہ اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ کہ خصوص سبب کا لیکن احقر کو اس میں شفا نہیں ہے نہ اس مسئلہ اصولیہ میں اور نہ اس فرع فقہی میں کیونکہ ایسا عموم جو مراد متکلم سے بھی متجاوز ہو مراد لینا صحیح نہیں جیسا حدیث **لیس من البر الصیام فی السفر** میں صیام کو کسی نے عام نہیں لیا اور یہاں مجموعہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جو تلاوت خارج صلوٰۃ اپنے ثواب یا یاد کے لئے ہو کسی کی تذکیر وتبلیغ کے لئے نہ ہو وہ آیت میں مراد نہیں اور درمنثور میں جو بروایت ابوالشیخ عثمان بن زائدہ سے منقول ہے **انه كان اذا قرئ عليه القرآن غطى وجهه۔ بثوبه ويتاول من ذلك قول الله واذا قرئ القرآن فيكره ان يشغل بصره وشيئا من جوارحه بغير استماع اھ۔** یہ محمول ہے ادب پر چنانچہ کراہت شغل بصر وجوارح ان کا قرینہ ہے کیونکہ تعطیل بصر وجوارح کے وجوب کا کوئی قائل نہیں پس ایسی حالت تک عموم کا مراد لینا مشکل ہے اور مجتہد صاحب مذہب سے یہ فرع کہیں منقول نظر نہیں آئی اس لئے اس وجوب میں شبہ ہے، چنانچہ اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو عبداللہ بن مغفلؓ سے درمنثور میں بروایت ابن ابی شیبہ وغیرہ منقول ہے **انه سئل اكل من سمع القرآن يقرأ وجب عليه الاستماع والانصات قال لا الخ وايضا فی السراج المنیر للخطیب الشربینی عن البیضاوی وظاهر اللفظ یقتضی وجوبهما حیث یقرأ القرآن مطلقا وعامة العلماء علی استحبابهما خارج الصلوٰة** پس ظاہراً عامۃ العلماء میں حنفیہ بھی داخل ہیں اور یہ لفظ قریب اجماع کے ہے پس اس قول کو حنفیہ کا قول محقق اور قول اول کو ان کا قول مشہور کہیں گے اگر کسی صاحب کو اس سے زیادہ تحقیق ہو تو اس سے شفا حاصل کرلیں واللہ اعلم اور ردالمحتار میں شرح منیہ سے استماع کو فرض کفایہ کہا ہے بعض کا سننا کافی ہے وہ بھی جب کہ قراءت پہلے شروع ہوگئی ہو اور اگر پہلے کام میں لگ گئے ہوں اور پھر قراءت شروع ہوئی تو شروع کرنے والا گنہگار رہوگا۔ ضمیمہ بعد تحریر تحقیق بالا طحطاوی علی مراقی الفلاح ۱۸۰ص میں یہ روایت نظر پڑی جس میں فرع مذکور میں حنفیہ کے نزدیک بھی گنجائش کی تصریح ہے **وفی الدر المنفة عن المنیفة یکره للقوم ان یقرؤا القرآن جملة لتضمها ترك الاستماع والانصات وقیل لا بأس به اھ۔**

امر بتوجہ الی القرآن ☆ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ (الی قولہ تعالی) تُرْحَمُوْنَ اور (آپ ان سے یہ بھی کہہ دیجئے کہ) جب قرآن پڑھا جایا کرے (مثلاً جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تبلیغ فرماویں) تو اس کی طرف کان لگا دیا کرو اور خاموش رہا کرو (تا کہ اس کا معجز ہونا اور اس کی تعلیم کی خوبی سمجھ میں آوے جس سے) امید ہے کہ تم پر رحمت ہو (جدید یا مزید) **ف**: جدید یہ کہ پہلے بوجہ کفر کے رحمت خاصہ جو قرین ہدایت ہوتی ہے نہ تھی اب قبول حق سے متوجہ ہوگئی مزید یہ کہ پہلے سے بوجہ مؤمن ہونے کے مورد رحمت تھے اب اس میں اور ترقی ہوگئی باقی ضروریات اس کے متعلق تمہید میں مذکور ہیں اس لئے اعادہ نہیں کیا۔

ربط: اوپر قرآن سننے کا حکم اور اس کا ادب مذکور تھا آگے ذکر اللہ کا جس میں تلاوت قرآن بھی داخل ہے حکم اور اس کا ادب مذکور ہوتا ہے جو اعظم مقاصد استماع سے ہے۔

امر بدوام ذکر اللہ ☆ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ (الی قولہ تعالی) وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ اور (آپ ہر ہر شخص سے یہ بھی کہہ دیجئے کہ) اے شخص اپنے رب کی یاد کیا کر (قرآن سے یا تسبیح وغیرہ سے خواہ) اپنے دل میں (یعنی آہستہ آواز سے) عاجزی کے ساتھ اور خوف کے ساتھ اور (خواہ) زور کی آواز کی نسبت کم آواز کے ساتھ (اسی عاجزی اور خوف کے ساتھ) صبح اور شام (یعنی علی الدوام) اور (دوام کا مطلب یہ ہے کہ) اہل غفلت میں شمار مت ہونا (کہ اذکار مامور بہا بھی ترک کردو) **ف**: حاصل ادب کا یہ ہے کہ دل اور ہیئت میں تذلل اور خوف ہو اور آواز کے اعتبار سے جہر مفرط نہ ہو یا تو بالکل آہستہ ہو یعنی مع حرکت لسانی کے اور یا جہر معتدل ہو اور جہر فی نفسہ ممنوع نہیں ہے جن حدیثوں میں اس کی ممانعت آئی ہے مراد اس سے مفرط ہے البتہ اگر کسی عارض کی وجہ سے مثل دفع خطرات یا دفع قساوت وتحصیل رقت وغیرہ ان شرائط کے ساتھ ہو کہ کسی شیخ محقق نے تجویز کیا ہو کسی نائم یا مصلی کو تشویش نہ ہو ورنہ بستی سے باہر چلا جاوے اس جہر کو قربت نہ جانتا ہو بلکہ علاج سمجھتا ہو تو اجازت ہے کیونکہ جو مفاسد علل نہی کے تھے وہ اس میں نہیں ہیں واللہ اعلم اور مع حرکت لسانی کی قید اس لئے لگائی کہ اس میں دونوں عضو مشغول عبادت رہتے ہیں دل بھی اور زبان بھی اور اس مسئلہ میں بھی کلام طویل الذیل ہے احقر نے اپنی تحقیق لکھ دی ہے اور دوام تفسیر میں جو کچھ لکھا گیا مبنی اس کا یہ ہے کہ دوام ادنیٰ درجہ کا لیا گیا کہ متیقن ہے اور خطاب عام بھی اسی کو مقتضی ہے ورنہ ظاہری معنی کے اعتبار سے دوام کرنے والے ہزاروں میں

ایک دو ہیں عامہ ناس سے اس کا مطلوب ہونا کسی قدر مستبعد ہے واللہ اعلم۔

ربط: اب سورت ختم پر آئی مجموعہ سورت میں اصولاً و فروعاً تصحیح عقائد متعلقہ توحید و رسالت و قیامت اکثر حصہ میں اور بعض اعمال جوارح و طاعت لسانیہ کچھ حصہ میں مذکور ہوئے ہیں اب خاتمہ کی آیت میں اس سارے مضمون کی تاکید و تائید ہے کہ جب بڑے ملائکہ مقربین کو ان طاعات سے عار نہیں تو تم کو کیا انکار ہے۔

ترغیب طاعات بذکر طاعات ملائکہ مقربین ☆ اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ۝ یقیناً جو (ملائکہ) تیرے رب کے نزدیک (مقرب[1]) ہیں وہ اس کی عبادت سے (جس میں اصل عقائد ہیں) تکبر نہیں کرتے اور اس کی پاکی بیان کرتے ہیں (جو کہ طاعت لسانی ہے) اور اس کو سجدہ کرتے ہیں (جو کہ اعمال جوارح سے ہے) **ف**: حسن خاتم کا اظہر من الشمس ہے **وقد تم بحمد الله تفسير سورة الاعراف لسبع عشرة خلت من ربيع الاول يوم السبت ۱۳۲۴ھ الهجرة النبوية على صاحبها الف الف سلام وتحية في كل بكرة وعشية۔**

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ اس میں لوگوں کے ساتھ تسامح اور ان کو شفقت سے تعلیم اور جاہلوں کے ساتھ حلم کرنے کی تعلیم ہے حضرت جعفر صادقؒ کا ارشاد ہے کہ اس سے زیادہ کوئی آیت اخلاق کی جامع نہیں۔ قولہ تعالیٰ: وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ (الی قولہ تعالی) فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ۝ اس میں کاملوں کو وسوسہ آنے کے امکان کی مع اس کے علاج یعنی استعاذہ اور تذکر امر و نہی کی تصریح ہے۔ قولہ تعالیٰ: وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا ۚ قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ ۚ اس میں تصریح ہے کہ امور غیبیہ غیر اختیاری ہیں اس لئے وہ کمال کی علامت بھی نہ ہوگی بڑی علامت کمال اتباع ہے وحی کا اس کے ہوتے ہوئے کرامات کی تلاش جہل ہے۔ قولہ تعالیٰ: وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا مجاہدؒ سے مروی ہے کہ یہ آیت صلوٰۃ و خطبہ جمعہ کے باب میں ہے اور خطبہ کے حکم میں شیخ کا ارشاد بھی ہے پس مرید کو اس وقت خاموش ہو کر سننا چاہئے قولہ تعالیٰ: وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ اول ذکر خفی ہے دوسرا جہر معتدل ہے (جیسا اس کی تقریر اصل میں ہے) وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک قسم ذکر کی یہ بھی ہے کہ غفلت نہ ہو یعنی فکر ہو اگرچہ اس میں حرکت زبان کی اصلاً نہ ہو نہ خفی نہ جلی روح کے باب اشارہ میں ہے کہ سالک کا معاملہ شیخ کی رائے پر ہے کبھی وہ جہر کرتا ہے اور علاج وہی جانتا ہے۔ قولہ تعالیٰ: اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ الخ تکبر سے بری ہونے کے دوسری طاعات پر مقدم کرنے میں اس پر دلالت ہے کہ زوال اکبر باقی اصلاح کی گویا شرط ہے۔ رائے یہ ہے کبھی وہ جہر تجویز کرتا ہے اور علاج وہی جانتا ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله في نزع** احتمال الخ اشار الى ان صدور المعصية منه ﷺ محال لكن لا استحالة في صدور ما لا يقتضيه المصلحة النظامية ۱۲۔ ۲ **قوله في اخوانهم** شیاطین اشارة الى ان المراد به في قوله طائف من الشيطان الجنس لا ابليس وحده ۱۲۔ ۳ **قوله في بصائر** گویا دلیلیں كما في الروح بمنزلة البصائر اى حجج وبينات ۱۲۔ ۴ **قوله في توضيحه** مثلاً بناء على ما هو المشهور وقيل ادنى مقداره اقل من السورة لقوله تعالى فلياتوا بحديث مثله ۱۲۔ ۵ **قوله في قرئ** کہہ دیجئے اشارة الى كون الجملة معطوفة على قوله انما اتبع الخ وقوله هناك مثلاً زاده لما ثبت في التمهيدين عموم الآية وخص التمثيل بهذا لكونه الصق واوفق بالمقام فافهم ۱۲۔ ۶ **قوله في ف** قرین ہدایت اشار به الى كون ذكر الرحمة مغنيا عن الهدى ۱۲۔ ۷ **قوله في اذكر** کہہ دیجئے اشارة الى عطفه ايضا على انما اتبع ۱۲۔ ۸ **قوله في نفسك** آہستہ لمقابلة قوله دون الجهر فلا يراد الخيالى ۱۲۔ ۹ **قوله في دون الجهر** آواز يحمل القول على الصوت وهو معطوف في نفسك وقوله هناك اى عاجزی مبناه ان الغالب في المعطوف اعتبار ما في المعطوف عليه ۱۲۔ ۱۰ **قوله في عند** مقرب فالعندية رتبية لا مكانية ۱۲۔

اللغات: النزغ النخس يراد به الوسوسة فاسناد ينزغ اليه مجازى طائف وسوسة تطوف اى تجيء وتذهب العفو ما عفاد متيسر و تسهل كما قيل خذى العفو منى تستديمى مودتى۔ ولا تنطقى في سورتى حين اغضب ۱۲ الاجتباء الجمع والاخذ والاختيار۔ قوله الغدو جمع غدوة والآصال جمع اصيل ۱۲۔

البلاغۃ: ايراد النزغ في موضع والمس في آخر لعله للاشارة الى ان لطافة قلبه صلى الله عليه وسلم ازيد من غيره حيث يكون الوسوسة التى لا يكون دردوه اكثر من المس نزغا وايذاءً شديدا في حقه ولذا اكد باسناده الى النزغ نفسه مبالغة وهذا من المواهب ۱۲۔ قوله انما اتبع في الروح المعنى على تخصيص حاله صلى الله عليه وسلم باتباع ما يوحى اله بتوجيه القصر الى نفس الفعل بالنسبة الى مقابله الذى كلفوه اياه لا على معنى تخصيص اتباعه بما يوحى اليه بتوجيه القصر بالقياس الى مفعول آخر كما هو الشائع في موارد الاستعمال كانه قيل ما افعل الا اتباع ما يوحى الى منه تعالى دون القتراح۔

سورۃ الانفال ۸ مدنیۃ ۸۸ — بسم اللہ الرحمن الرحیم — اٰیاتھا ۷۵ — رکوعاتھا ۱۰

سورۂ انفال مدینہ میں نازل ہوئی — شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والے ہیں — اوراس کی پچھتر آیتیں اور دس رکوع ہیں

یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۪ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱﴾ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۲﴾ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۴﴾

جولوگ آپ سے (خاص) غنائم کا حکم دریافت کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ یہ غنائم اللہ کی ہیں اور رسول کی ہیں سوتم اللہ سے ڈرو اور اپنے باہمی تعلقات کی اصلاح کرو اور اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم ایمان والے ہو۔ (کیونکہ) بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب (ان کے سامنے) اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیات ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیات ان کے ایمان کو اور زیادہ (مضبوط) کر دیتی ہیں اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں (اور) جو کہ نماز کی پابندی کرتے ہیں اور ہم نے ان کو جو کچھ دیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں (بس) سچے ایمان والے یہ لوگ ہیں ان کے لئے بڑے درجے ہیں ان کے رب کے پاس اور ان کے لئے مغفرت ہے اور عزت کی روزی۔

تفسیر: بسم اللہ الرحمن الرحیم سورۃ الانفال مدنیۃ **الا واذ یمکر الایۃ السبع فمکیۃ وایھا ست و سبعون کذا فی البیضاوی والجلالین۔**

ربط: اوپر کی سورت میں زیادہ مشرکین کے جہل وعناد کا اور کسی قدر اہل کتاب کے کفر وفساد کا ذکر تھا اس سورت میں اس جہل وعناد و کفر فساد کا ان پر جو دنیا میں وبال ونکال بدر میں مشرکین پر اور دیگر بعض وقائع میں اہل کتاب یہود پر نازل ہوا اس کا بیان ہے بدر کا زیادہ کہ اکثر حصہ سورت کا اسی پر مشتمل ہے جیسا سورت سابقہ میں ان کے جہل وعناد کا بیان بھی زیادہ تھا اور ذوواقعہ اہل کتاب کا کم کہ بعض آیات سورہ کی اس پر مشتمل ہیں جیسا کہ سورۂ سابقہ میں ان کے کفر وفساد کا ذکر بھی کم تھا اور چونکہ کفار کا مقہور و مغلوب ہونا مؤمنین کے حق میں احسان وانعام ہے اور کفار کے حق میں تعذیب وانتقام ہے اس لئے جابجا دونوں کو تذکیر نعم ونقم سے خطاب بھی فرمایا گیا اور ان ہی واقعات کے متعلق اور مناسب بعض احکام شرعیہ بھی مذکور ہوئے ہیں یہ خلاصہ ہے مضامین سورت کا جس سے اس کا ربط سورت سابقہ سے بھی باہمی ارتباط خود اس کے اجزاء میں بھی معلوم ہو گیا واللہ اعلم اور چونکہ کفار کے ساتھ مقابلہ کرنے میں دنیا وآخرت کی کامیابی کا مدار اعظم للّٰہیت و اتفاق ہے۔ اس لئے سورت کو امر بتقویٰ و اصلاح و اطاعت اللہ ورسول و بیان فضیلت خوف وتکمیل ایمان و توکل و اقامت صلوٰۃ و انفاق فی الخیر سے شروع کیا ہے کہ للّٰہیت و اتفاق کو ان ہی طاعات سے قوت ہوتی ہے اور تقسیم غنائم کے متعلق ایک خفیف سا امر جو کہ کسی درجہ میں کمال للّٰہیت و اتفاق سے بعید تھا اور اس وقت پیش آ گیا تھا شروع مضمون مذکور کی تائید کے لئے اسی کے ضمن میں اس کا فیصلہ بھی فرما دیا گیا جس کا قصہ روایات ذیل میں مذکور ہے ابوداؤد ونسائی وابن حبان وحاکم نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اعلان فرما دیا تھا کہ جو شخص کسی شخص کو قتل کرے یا قید کرے اس کو اتنا اتنا انعام ملے گا سو بوڑھے تو جھنڈوں کے نیچے رہے اور جوان لوگ قتل وغنیمت کی طرف دوڑے بوڑھوں نے ان جوانوں سے کہا کہ ہم کو بھی اس میں شریک کرو ہم

تمہارے مددگار تھے اور اگر تم پر کوئی حادثہ پڑتا تو تم ہماری ہی پناہ لیتے اس میں گفتگو ہوگئی آپ تک مقدمہ آیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی یَسْئَلُوْنَكَ الخ چنانچہ آپ نے بوڑھے جوانوں سب کو برابر تقسیم فرمایا رواه الحاكم في المستدرك كذا في الجلالين اور احمد نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت کی ہے کہ بدر کے روز میرا بھائی عمیر قتل کیا گیا تو میں نے اس کے بدلے سعید بن العاص کو قتل کیا اور اس کی تلوار لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ مجھ کو دے دیجئے آپ نے فرمایا کہ جاؤ اس کو غنیمت میں رکھ دو میں بہت مغموم ہوا اس پر آیت انفال نازل ہوئی۔ آپ نے فرمایا اب وہ تلوار لے لو۔ اور ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی نے حضرت سعدؓ سے روایت کی ہے کہ میں بدر کے روز ایک تلوار لایا اور عرض کیا کہ مجھ کو ہبہ کر دیجئے آپ نے فرمایا کہ یہ نہ میری ہے نہ تیری ہے۔ مجھ کو رنج ہوا پھر آپ نے بلا کر فرمایا کہ اس وقت تو میری نہ تھی اب وہ میری ہے اور میں تجھ کو دیتا ہوں اس قصہ میں یہ آیت نازل ہوئی یہ سب روایات بجز روایت جلالین کے لباب میں ہیں اور آئندہ اکثر روایات درمنثور سے نقل کی گئی ہیں۔

حکم انفال وامر وفضل بعضے اعمال ☆ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ (الی قولہ تعالی) لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ یہ لوگ آپ سے (خاص) غنیمتوں کا حکم دریافت کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ یہ غنیمتیں اللہ کی ہیں (بایں معنی کہ اللہ کی ملک ہیں اور وہ جس طرح چاہیں ان کے باب میں حکم کریں) اور رسول کی ہیں (بایں معنی کہ آپ کی معرفت اللہ تعالی وہ حکم نازل کریں گے مطلب یہ کہ تمہاری رائے اور تجویز پر اس کا فیصلہ نہیں ہے بلکہ حکم شرعی پر ہے) سو تم (دنیا کی حرص مت کرو بلکہ آخرت کے طالب رہو اس طرح پر کہ) اللہ سے ڈرو اور اپنے باہمی تعلقات کی اصلاح کرو (کہ باہم تحاسد و تباغض نہ ہو) اور اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم ایمان والے ہو (کیونکہ) بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب (ان کے سامنے) اللہ تعالی کا ذکر آتا ہے تو (اس کی عظمت کے استحضار سے) ان کے قلوب ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں اُن کے ایمان کو اور زیادہ (مضبوط) کر دیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں (اور) جو کہ نماز کی پابندی کرتے ہیں اور ہم نے ان کو جو کچھ دیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں (بس) سچے ایمان والے یہ لوگ ہیں ان کے لئے بڑے درجے ہیں ان کے رب کے پاس اور (ان کے لئے) مغفرت ہے اور عزت کی روزی۔ **ف**: اللہ و رسول کی اطاعت میں سب احکام آ گئے اس طرح سے کہ احکام کی دو قسمیں ہیں حقوق اللہ و حقوق العباد قسم دوم اَصْلِحُوْا کا مدلول ہے اور حقوق اللہ کی دو قسمیں ہیں ظاہری و باطنی پھر ظاہری یا بدنی ہے يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ میں اس کا ذکر ہو گیا اور یا مالی يُنْفِقُوْنَ ۝ میں اس کا بیان آ گیا اور باطنی دو قسم ہیں یا عقیدہ ہے زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا میں اس کی طرف اشارہ ہو گیا اور یا خلق ہے يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ میں اس کا بیان ہے جس کی تحقیق نصف پارہ لَنْ تَنَالُوا آیت: فَاِذَا عَزَمْتَ [آل عمران: ۱۵۹] میں گذری ہے اور سب کا مبنی خوف ہے تقوی و وجل میں اس کا ذکر ہے اور شاید اس کے مبنی ہونے سے مکرر مذکور ہوا ہو اس طرح سب احکام اس جگہ مذکور ہو گئے اسی طرح جزا کا بیان بھی اس کے سب اقسام کو جامع ہے کیونکہ حاصل جزا دو چیزیں ہیں مضرت نار سے بچانا سو مغفرت میں یہ مذکور ہے اور منفعت جنت عطا ہونا پھر یہ منفعت یا روحانی ہے درجات میں اس کا ذکر ہے اور یا جسمانی رزق میں اس کا بیان ہے۔ اب بعض مسائل غنیمت کے متعلق باقتضاء مقام مذکور ہوتے ہیں۔

مسئلہ: مال غنیمت میں بعد خمس نکالنے کے بقیہ میں قاتل اور معین و شریک واقعہ برابر مستحق ہیں گو قتال نہ کیا ہو۔

مسئلہ: اگر امام اعلان کر دے من قتل قتيلا فله سلبه تو خاص سلب کا مستحق مقاتل ہوگا اسی طرح اگر اور کچھ انعام کا وعدہ کر لے تو وہ اسی کو دیا جاوے گا پھر جو کچھ بچے گا وہ سب کو برابر ملے گا۔

مسئلہ: علاوہ سہم غنیمت اور انعام موجود کے اگر امام کسی کو اور زیادہ دینا چاہے تو بھی خمس میں سے دے سکتا ہے۔ پس تمہید میں جو اخیر کی دو روایتوں میں جو تلوار آپ سے مانگی گئی تھی وہ انعام موعود سے زائد تھی کیونکہ ایک روایت میں اس کا سلب ہونا آیا ہے اور آپ نے فله سلبه کے عنوان سے وعدہ منقول نہیں اور ایک روایت میں سلب ہونا بھی منقول نہیں پس اس کو زیادہ علی الوعدہ پر محمول کیا جاوے گا اس لئے آپ کے ذمہ دینا نہ تھا پھر ایک روایت میں تبرعاً آپ نے دے دیا اسی طرح پہلی روایت میں انعام موعود سے جو بچا تھا جوان لوگ اس میں بھی اختصاص چاہتے ہوں گے اسی واسطے آپ نے برابر تقسیم فرمایا جیسا مسائل مذکورہ میں یہی احکام مذکور ہوئے ہیں واللہ اعلم پس پہلے قصہ کا تو پوری آیت میں جواب ہے اور دو اخیر کا قصوں کا جواب جملہ اَلْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ میں موجود ہے گو ان کا حکم نہ پوچھا گیا تھا۔

ربط: اوپر مقابلہ کفار میں کامیاب ہونے کا جو مدار اعظم تھا اس کا بیان تھا آگے کامیابی کے واقعات ذکر کر کے اس بارہ میں اپنے انعامات یاد دلاتے ہیں۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالی: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ (الی قولہ تعالی) هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا یہ آیت جامع ہے اوصاف سالکین کی یعنی حال بھی کہ وجل ہے اور عقائد بھی کہ ایمان ہے اور عمل باطنی بھی کہ توکل ہے اور عمل ظاہر بھی کہ صلوۃ اور انفاق ہے اور اس پر نص ہے کہ ایمان کامل ان سب

اوصاف کو جمع کرنا ہے اور چونکہ صوفیہ ان سب اوصاف کے جامع ہیں اس سے ان کا کامل الایمان ہونا ثابت ہو گیا۔

ملحقات الترجمة: ۱ قوله فی زادتهم مضبوط اشارة الی الجواب عما استدل بالآیة علی زیادة الایمان ۱۲۔

اللغات: النفل الزیادة ویسمی به الغنیمة اما باعتبار انها منحة من الله تعالٰی لهذه الامة دون من قبلها واما لانها زیادة علی الثواب ویسمی به ما یشترطه الامام للغازی زیادة علی سهمه لرأی یراه سواء کان لمعین او لغیر معین وجعلوا من ذلک ما یزیده الامام لمن صدر منه اثر محمود فی الحرب ۱۲ من الروح۔

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۠ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۝ يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝ وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۝ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ۝ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ ع ۱۵

جیسا آپ کے رب نے آپ کے گھر (اور بستی) سے مصلحت کے ساتھ آپ کو (بدر کی طرف) روانہ کیا اور مسلمانوں کی ایک جماعت ان کو گراں سمجھتی تھی (اور) وہ اس مصلحت (کے کام) میں بعد اس کے کہ اس کا ظہور ہو گیا تھا (اپنے بچاؤ کے لئے) آپ سے (بطور مشورہ) اس طرح جھگڑ رہے تھے کہ گویا کوئی ان کو موت کی طرف ہانکے لئے جاتا ہے اور وہ دیکھ رہے ہیں اور تم لوگ اس وقت کو یاد کرو جبکہ اللہ تعالیٰ تم سے ان دو جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ کرتے تھے۔ کہ وہ تمہارے ہاتھ آ جائے گی اور اس تمنا میں تھے کہ غیر مسلح جماعت (یعنی قافلہ) تمہارے ہاتھ آ جائے اور اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ اپنے احکام سے حق کا حق ہونا (عملاً) ثابت کر دے اور ان کافروں کی بنیاد (اور قوت) کو قطع کر دے تا کہ حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا (عملاً) ثابت کر دے گو یہ مجرم لوگ ناپسند ہی کریں۔ اُس وقت کو یاد کرو جب کہ تم اپنے ربّ سے فریاد کر رہے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تمہاری سن لی کہ تم کو ایک ہزار فرشتوں سے مدد دوں گا جو سلسلہ وار چلے آئیں گے اور اللہ تعالیٰ نے یہ امداد محض اس (حکمت) کے لئے کہ (غلبہ کی) بشارت ہو اور تا کہ تمہارے دلوں کو (اضطراب سے) قرار ہو جائے اور (واقع میں تو) نصرت (اور غلبہ) صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے جو کہ زبردست حکمت والے ہیں۔

تفسیر: انعام اوّل: كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ (الی قوله تعالٰی) كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ (اس میں آپ کی روانگی کے وقت کا قصہ ہے اجمالی بیان اس کا یہ ہے کہ ایک قافلہ مختصر تاجران مکہ کا شام سے مکہ کو چلا جس کے ساتھ مال اسباب بہت تھا آپ کو وحی سے معلوم ہوا آپ نے صحابہؓ کو خبر دی صحابہؓ کو قلت رجال اور کثرت مال کا حال معلوم ہونے سے غنیمت کا خیال ہوا اور اسی ارادہ سے مدینہ سے چلے یہ خبر جو مکہ پہنچی تو ابو جہل وہاں کے رؤساء وجنود کے ہمراہ اس قافلہ کی حفاظت کے لئے نکلا اور قافلہ سمندر کے کنارہ کنارہ ہو لیا اور ابو جہل مع لشکر بدر میں آ کر ٹھہرا اس وقت جناب رسول اللہ ﷺ وادی وجران میں تشریف رکھتے تھے اور آپ کو یہ سارا قصہ بذریعہ وحی معلوم ہوا اور آپ سے وعدہ خداوندی ہوا کہ ان دو گروہ یعنی قافلہ اور لشکر میں سے آپ کو ایک گروہ پر غلبہ ہوگا آپ ﷺ نے صحابہؓ سے مشورہ کیا چونکہ بارادہ مقابلہ لشکر کے نہ آئے تھے اس لئے سامان حرب کافی ساتھ نہ تھا و نیز خود تین سو چند آدمی تھے اور لشکر میں ایک ہزار آدمی تھے اسلئے بعض کو پس و پیش ہوا اور عرض کیا کہ اس لشکر کا مقابلہ نہ کیجئے بلکہ قافلہ کا تعاقب مناسب ہے آپ رنجیدہ ہوئے تو اس وقت حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت مقداد بن عمرو و حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہم نے اطاعت کی تقریریں کیں تب آپ بدر کی طرف روانہ ہوئے۔

تفسیر: (یہ انفال کا لوگوں کی مرضی کے موافق تقسیم نہ ہونا گو طبعاً بعض کو گراں گذرا ہو مگر بوجہ تضمن مصالح کثیرہ کے یہ ہی خیر ہے پس یہ امر مشقت طبعی اور تضمن مصالح میں ایسا ہے) جیسا آپ کے رب نے آپ کے گھر (اور بستی) سے مصلحت کے ساتھ آپ کو (بدر کی طرف) روانہ کیا اور مسلمانوں کی ایک جماعت (بوجہ قلت عدد و سامان کے طبعاً) اس کو گراں سمجھتی تھی (اور) وہ اس مصلحت (کے کام) میں (یعنی جہاد و مقابلہ لشکر میں) بعد اس کے کہ اس کا ظہور ہو گیا تھا (اپنے بچاؤ کے لئے) آپ سے (بطور مشورہ کے) اس طرح جھگڑ رہے تھے کہ گویا کوئی ان کو موت کی طرف ہانکے لئے جاتا ہے اور وہ (موت کو یعنی اس کے سامان کو) دیکھ رہے ہیں (مگر انجام اس کا آخر اچھا

ہوا کہ اسلام غالب اور کفر مغلوب ہوا جو کہ انعام عظیم ہے اور مقدمہ انعام بھی انعام ہے اور یہ بات قافلہ سے غنیمت حاصل کر لینے میں کب ہوتی اسی طرح مسئلہ انفال میں بھی مصلحتیں ہیں) **ف** : یہ کراہت گو بعد خروج عن البیت کے ہوئی تھی لیکن مجموعہ زمان شئے واحد قرار دیا گیا یا حال مقدرہ کہا جاوے اور فریقاً اس لئے کہا کہ بعض کو تردد نہ تھا اور ظہور کا مطلب یہ ہے کہ اس کا خیر ہونا اور اس میں وعدۂ ظفر ہونا آپ کے ارشاد سے معلوم ہو گیا تھا اور کَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ میں اشارہ کر دیا گیا کہ وہ کراہت طبعی تھی ظن قتل سے بوجہ بے سروسامانی کے اور عقلی واعتقادی نہ تھی پس اس میں کوئی اعتراض نہ رہا اسی طرح اہتمام مشورہ کو مجازاً جدال فرمادیا اس میں بھی کوئی اعتراض نہیں۔ **ربط** : اوپر ایک انعام مذکور ہوا آگے دوسرا مذکور ہے۔

انعام ثانی ☆ وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ (الی قولہ تعالی) وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ اور تم لوگ اس وقت کو یاد کرو جب کہ اللہ تعالیٰ (بذریعہ وحی الی الرسول کے) تم سے ان دو جماعتوں (یعنی قافلہ ولشکر) میں سے ایک (جماعت) کا وعدہ کرتے تھے کہ وہ (جماعت) تمہارے ہاتھ آجاوے گی (یعنی مغلوب ہو جاوے گی) اور تم اس تمنا میں تھے کہ غیر مسلح جماعت (یعنی قافلہ) تمہارے ہاتھ آجاوے اور اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ اپنے احکام سے حق کا حق ہونا (عملاً) ثابت کر دے (اس طور سے کہ اس کو غلبہ دے دے) اور (یہ منظور تھا کہ) ان کافروں کی بنیاد (اور قوت) کو قطع کر دے تاکہ (اس قطع کرنے کے ذریعہ سے بھی) حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا (عملاً) ثابت کر دے گو (اس احقاق اور ابطال باطل کو) یہ مجرم لوگ (یعنی کفار جو کہ مغلوب ہوئے) ناپسند ہی کریں۔ **ف** : اوپر کی آیت میں جو قصہ مذکور ہوا وہ اس آیت کے حل تفسیر کے لئے بھی کافی ہے اور اس غلبہ کو باوجود اس کے کہ تمام کفار قریش ہلاک نہ ہوئے تھے قطع دابر اس لئے کہا گیا کہ اس واقعہ سے ان کی قوت بالکل فنا ہو گئی تھی کیونکہ ان کے بڑے بڑے رئیس ستر (۷۰) قتل اور ستر قید ہوئے تھے اس طرح گویا وہ سب ہی ختم ہو گئے تھے اور کلمات کی تفسیر جو احکام سے کی گئی ہے اس سے مراد یا احکام شرعیہ ہیں جس کا مصداق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لوگوں کو بدر کی طرف چلنے کے لئے فرمانا ہے اور یا احکام تکوینیہ ہیں کہ عبارت ہے غلبہ مقدر سے اور دونوں صورتوں میں جمع لانا باعتبار تعدد متعلق کے ہے کہ وہ ان کا چلنا ان کا لڑنا ان کا مغلوب و مجروح وقید وہلاک ہونا ہے اور لِيُحِقَّ الْحَقَّ میں تکرار اس لئے نہیں کہ پہلی جگہ وہ بلاواسطہ مقصود ہے دوسری جگہ بواسطہ قطع دابر مقصود ہے اور اشارہ ہے اس طرف کہ کسی کا ہلاک وغیرہ جو واقع ہوتا ہے وہ کسی خیر کی وجہ سے مقصود ہوتا ہے اس انعام کا حاصل مقابلہ کفار ہے جس کا انجام خیر ہوا جیسا انعام اول کا حاصل اخراج تھا۔ **ربط** : اوپر بعض انعامات مذکور ہیں آگے بعض کا ذکر ہے۔

انعام ثالث ☆ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ (الی قولہ تعالی) اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ اس وقت کو یاد کرو جب کہ تم اپنے رب سے (اپنی قلت اور ان کی کثرت دیکھ کر) فریاد کر رہے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تمہاری (فریاد) سن لی (اور وعدہ فرمایا) کہ میں تم کو ایک ہزار فرشتوں سے مدد دوں گا جو سلسلہ وار چلے آویں گے اور اللہ تعالیٰ نے یہ امداد (مذکور ملائکہ سے) محض اس (حکمت) کے لئے کی کہ (غلبہ کی) بشارت ہو (یعنی غلبہ کی توقع سے خوشی ہو جاوے) اور تاکہ تمہارے دلوں کو (اضطراب سے) قرار ہو جاوے (یعنی تسلی اسباب سے ہوتی ہے اس لئے ایسا کیا) اور (واقع میں تو) نصرت (اور غلبہ) صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے جو کہ زبردست حکمت والے ہیں۔ **ف** : پارہ لَنْ تَنَالُوْا کے ربع پر بھی ایک ایسی ہی آیت آ چکی ہے اس کے ضروری متعلقات وہاں ملاحظہ کئے جاویں اور اس انعام کا حاصل استجابت استغاثہ ہے اور اس واقعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعائے نصرت کرنا صحاح میں مروی ہے اور ظاہر آیت سے دوسرے مسلمانوں کا دعا کرنا مفہوم ہوتا ہے پس مجموعہ سے مجموعہ ثابت ہو گیا اور بعض نے تَسْتَغِيْثُوْنَ کا مخاطب تعظیماً جناب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو بنایا ہے واللہ اعلم۔

ربط : اوپر بعض انعامات مذکور تھے آگے بعض کا ذکر ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک قولہ تعالیٰ: كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۠ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ و قولہ تعالیٰ: وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ آیت اول سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی نفع بصورت ضرر ہوتا ہے اور ثانی سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی ضرر بصورت نفع ہوتا ہے اور عارفین اس کو ہر وقت اپنے معاملات اور احوال میں مشاہدہ کرتے ہیں قولہ تعالیٰ: وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اس پر دال ہے کہ باوجود اسباب کے غیر مؤثر ہونے اور مسببات کے من جانب اللہ ہونے پر پھر بھی اسباب میں حکمتیں ہیں۔

ملحقات الترجمۃ : ۱ **قوله فی كما اخرجك** یہ انفال الخ اشارة الى كونه خبر مبتدأ۔ محذوف ای حالهم هذه فی كراهته و كونه خيرا كحال اخراجك فی كراهتهم له من حيث افضاءه الى القتال وفی كونه خيرا لهم۔ ۲ **قوله فی الكافرين** ان لانه بهذه الواقعة لم يقطع دابر جميع الكافرين ۱۲۔

اختلاف القراءۃ : فی قراءة انی بالفتح بحذف الباء وفی قراءة انی بالكسر علی تقدير القول! واجراء استجاب مجری قال لان الاسجابة من جنس القول۔

اللغات: قوله الشوكة واحد الشوك المعروف ثم استعيرت للحدة والشدة وتعلق على السلاح ايضا وفسرها بعضهم به هنا كذا فى الروح ۱۲۔ وقوله ردف وراد ف بعمنى ويتعدى الى مفعول واحد والمعنى تابعا بعضهم بعضا وقد يجىء اردف متعديا الى مفعولين والمعنى متبعا مبنيا للفاعل بعضهم بعضا وفى قراءة مردفين مبنيا للمفعول اى متبعا بعضهم بعضا ۱۲۔

النحو: قوله اذ متعلق باذكروا مستانفا وقيل بدل من اذ قبله۔

اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ﴿۱۱﴾ اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ﴿۱۲﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۳﴾ ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ وَاَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۴﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ﴿۱۵﴾ وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶﴾

اُس وقت کو یاد کرو جب کہ اللہ تعالیٰ تم پر اونگھ کو طاری کر رہا تھا اپنی طرف سے چین دینے کے لئے اور (اس کے قبل) تم پر آسمان سے پانی برسا رہا تھا کہ اس پانی کے ذریعہ سے تم کو (حدث اصغر و اکبر سے) پاک کر دے اور تم سے شیطانی وسوسہ کو دفع کر دے اور تمہارے دل کو مضبوط کر دے اور تمہارے پاؤں جما دے۔ اس وقت کو یاد کرو جب کہ آپ کا رب (ان) فرشتوں کو حکم دیتا تھا کہ میں تمہارا ساتھی (و مددگار) ہوں سو (مجھ کو مددگار سمجھ کر) تم ایمان والوں کی ہمت بڑھاؤ میں ابھی کفار کے قلوب میں رعب ڈالے دیتا ہوں سو تم کفار کی گردنوں پر مارو اور ان کے پور پور کو مارو یہ اس بات کی سزا ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسولوں کی مخالفت کی اور جو اللہ کی اور اس کے رسولوں کی مخالفت کرتا ہے سو اللہ تعالیٰ (اس کو) سخت سزا دیتے ہیں۔ سو یہ سزا چکھو اور جان رکھو کہ کافروں کے لئے جہنم کا عذاب مقرر ہی ہے۔ اے ایمان والو! جب تم کافروں سے (جہاد میں) دوبدو مقابل ہو جاؤ تو ان سے پشت مت پھیرنا اور جو شخص ان سے اس موقع پر (مقابلہ کے وقت) پشت پھیرے گا مگر ہاں جو لڑائی کے لئے پینترا بدلتا ہو یا جو اپنی جماعت کی پناہ لینے آتا ہو وہ مستثنیٰ ہے۔ باقی اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ کے غضب میں آ جائے گا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہوگا اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔

تفسیر: انعام رابع ☆ اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ (الی قوله تعالی) وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ﴿۱۱﴾ (اس میں اشارہ ہے ایک قصہ کی طرف بیان اجمالی اس کا یہ ہے کہ بدر میں مشرکین پہلے جا پہنچے تھے اور پانی پر قبضہ کر لیا تھا مسلمان بعد میں پہنچے اور ایک خشک ریگستان میں اترے جہاں پانی نہ ہونے سے پیاس کی بھی شدت اور نماز کے وقت وضو اور غسل سے بھی عاجز (اور تیمم کا حکم اس وقت تک نازل نہ ہوا تھا) ادھر ریگستان میں چلنا پھرنا مصیبت کہ اس میں پاؤں دھنسے جاتے تھے ان اسباب سے قلب سخت پریشان ہوا اوپر سے شیطان نے وسوسہ ڈالنا شروع کیا کہ اگر تم اللہ کے نزدیک مقبول و منصور ہوتے تو اس پریشانی میں کیوں پھنستے حالانکہ یہ وسوسہ محض بے بنیاد تھا مگر پریشانی بڑھانے کے لئے کافی تھا حق تعالیٰ نے اول باران رحمت نازل فرمائی جس سے پانی کی افراط ہو گئی پیا بھی وضو غسل بھی کیا اور اس سے ریتا جم گیا اور دھسن جاتی رہی برخلاف اس کے کفار نرم زمین میں تھے وہاں کیچڑ ہو گئی جس سے چلنے پھرنے میں تکلف ہونے لگا غرض سب وساوس و تشویشات دفع ہو گئے اس کے بعد ان پر اونگھ کا غلبہ ہوا جس سے پوری راحت ہو گئی اور سب بے چینی جاتی رہی اس آیت میں ان واقعات کی طرف اشارہ ہے۔

تفسیر: اس وقت کو یاد کرو جب کہ اللہ تعالیٰ تم پر اونگھ کو طاری کر رہا تھا اپنی طرف سے چین دینے کے لئے اور (اس کے قبل) تم پر آسمان سے پانی برسا رہا تھا تا کہ اس پانی کے ذریعہ سے تم کو (حدث اصغر و حدث اکبر سے) پاک کر دے اور (تا کہ اس کے ذریعہ سے) تم سے شیطانی وسوسہ دفع کر دے اور (تا کہ اس کی وجہ سے) تمہارے دلوں کو مضبوط کر دے اور (تا کہ اس کی وجہ سے) تمہارے پاؤں جما دے (یعنی تم ریگ میں نہ دھسو)۔ ف: تفسیر سب لفظوں کی قصہ مذکورہ تمہید سے واضح ہو چکی اور درمنثور میں قتادہ سے مروی ہے کہ نعاس دوبارہ ہوا ایک یوم بدر میں (جس کا یہاں ذکر ہے) دوسرا یوم احد میں (جس کا پارہ چہارم کے

نصف پر ذکر ہے) اور در منثور میں حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ ہم سب پر نیند کا غلبہ ہوا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح تک برابر نماز پڑھنے میں مشغول رہے اور احقر کہتا ہے کہ یہ نعاس علاج تھا پریشانی کا آپ غایت توکل سے پریشان ہی نہ ہوئے تھے ان انعامات کا حاصل ظاہر ہے جن میں امر مشترک زوال غم ہے اسی اعتبار سے عدد میں ایک شمار کیا گیا۔ ربط : اوپر بعض انعامات مذکور تھے آگے بعض کا ذکر ہے۔

انعام خامس ☆ اِذْ یُوْحِیْ رَبُّكَ (الی قولہ تعالٰی) وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ؕ اس وقت کو یاد کرو جب کہ آپ کا رب (ان) فرشتوں کو (جو امداد کیلئے نازل ہوئے تھے) حکم دیتا تھا کہ میں تمہارا ساتھی (اور مددگار) ہوں سو (مجھ کو مددگار سمجھ کر) تم ایمان والوں کی ہمت بڑھاؤ میں ابھی کفار کے قلوب میں رعب ڈالے دیتا ہوں (اور یہ بیان ہے اَنِّیْ مَعَكُمْ کا) سو تم (کفار کی) گردنوں پر (حربہ) مارو اور ان کے پور پور کو مارو (یہ بیان ہے فثبتوا کا)۔ ف : ظاہر آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ملائکہ نے قتال کیا ہے در منثور میں اس کی مؤید روایات بھی ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ سَاُلْقِیْ الخ کا مطلب یہ ہے کہ ملائکہ کو حکم ہوا کہ اہل ایمان کی اس طرح تثبیت کرو کہ ان کے قلوب میں تصرف ملکی سے یہ القاء کرو کہ سَاُلْقِیْ الخ جس سے ان کے دل میں یہ عزم پیدا ہو جاوے انعام ثالث میں ملائکہ کا نزول معلوم ہو چکا اس انعام کا حاصل ملائکہ کو معین بنانا ہے قتالاً یا القاءً اور کفار کا مرعوب بلکہ مغلوب ہو جانا اظہر واشہر ہے اور جاننا چاہئے کہ اصلی مقصود نزول ملائکہ سے تثبیت تھا جو بلا قتال بھی ممکن ہے جیسا ربع پارہ لَنْ تَنَالُوا آیت : وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ الخ [آل عمران : ۱۲۶] کی تفسیر میں بیان ہو چکا ہے اور یہاں بھی تصرف ملکی کے لفظ میں اس طرف اشارہ ہے اور وقوع قتال زیادت تیقن بہ نزول ملائکہ کے لئے ہوسکتا ہے اور تثبیت کا بلا قتال ممکن ہونا بطریق مذکور روح المعانی میں زجاج سے منقول ہے وللملك قوة القاء الخير في القلب الخ۔ ربط : اوپر کفار کے مقتول ومخذول ہونے کا ذکر تھا جو مؤمنین کے حق میں انعام اور کفار کے حق میں انتقام ہے جس کو آیت بالا میں بعنوان انعام علی المؤمنین ذکر فرمایا ہے آگے اس کو بعنوان انتقام عن الکافرین بیان فرماتے ہیں۔

انتقام بودن واقعہ مذکورہ از کفار ☆ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (الی قولہ تعالٰی) وَاَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ ؕ یہ اس بات کی سزا ہے کہ انہوں نے اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے تو اللہ تعالٰی (اس کو) سخت سزا دیتے ہیں (خواہ دنیا میں کسی حکمت سے یا آخرت میں یا دونوں جگہ) سو (اس مخالفت کی وجہ سے سر دست تو) یہ سزا چکھو اور جان رکھو کہ کافروں کے لئے جہنم کا عذاب مقرر ہی ہے (سزائے دنیوی سے وہ ٹل نہیں گیا کہ اصلی وہی ہے)۔ ربط : اوپر ملائکہ کو تثبیت مؤمنین کا حکم تھا آگے مؤمنین کو ثبات کا حکم ہے اور چونکہ اس حکم کا مطلق جہاد کے ساتھ متعلق کرنا مقصود ہے اس لئے عام عنوان سے اس کا ذکر فرمایا ہے۔

تحریم فرار از جہاد ☆ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِیْتُمُ (الی قولہ تعالٰی) وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ؕ اے ایمان والو جب تم کافروں سے (جہاد میں) دوبدو مقابل ہو جاؤ تو ان سے پشت مت پھیرنا (یعنی جہاد سے مت بھاگنا) اور جو شخص ان سے اس موقع پر (یعنی مقابلہ کے وقت) پشت پھیرے گا مگر ہاں جو لڑائی کے لئے پینترا بدلتا ہو یا جو اپنی جماعت کی طرف پناہ لینے آتا ہو وہ مستثنٰی ہے باقی اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ کے غضب میں آ جاوے گا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہوگا اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔ ف : مسئلہ جہاد سے بھاگنا حرام ہے۔

مسئلہ : ہاں اگر کافر دونے سے زیادہ ہوں تو جائز ہے کما سیاتی من قولہ الئن خفف اللہ الخ۔

مسئلہ : اور جب دونے سے زیادہ نہ ہوں تب بھی دو صورتیں جواز کی ہیں جن کو آیت میں مستثنٰی فرمایا ہے ایک یہ کہ دھوکہ دینے کو سامنے سے بھاگا ہو تا کہ حریف غافل ہو جاوے پھر دفعۃً لوٹ کر اس پر حربہ کرے دوسرے یہ کہ مقصود اصلی بھاگنا نہ ہو بلکہ بوجہ بے سروسامانی وغیرہ عوارض کے اپنی جماعت میں اس غرض سے آملا کہ ان سے قوت اور معونت حاصل کر کے پھر جا کر مقابل ہوگا پھر بعض نے اس جماعت کے قریب ہونے کی شرط لگائی ہے اور بعض نے عام کہا ہے اور بعض روایات میں جو آیا ہے کہ یہ حکم بدر کے ساتھ خاص تھا تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ دوسرے مواقع قتال میں فرار جائز ہے بلکہ مراد یہ ہے بدر میں باوجود اس کے کفار دو حصے سے زیادہ تھے پھر بھی فرار جائز نہ تھا جس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس وقت تک وہ حکم جس میں دو حصہ کہ قید ہے نازل نہ ہوا تھا۔ اس اعتبار سے بدر کے ساتھ خاص کہہ دیا گیا۔

ربط : اوپر امداد غیبی کا بیان کیا گیا تھا آگے اس پر ایک تفریع فرماتے ہیں کہ یہ غلبہ ہماری قدرت ومشیت کا اثر ہے گو ظاہراً بوجہ خاص حکمت کے جس کا ذکر ولیبلی الخ میں ہے تمہارے فعل پر مرتب ہوا ہو۔

ترجمۂ مسائل السلوک : قولہ تعالٰی اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ یعنی نزول سکینہ سے قوی بدنیہ وصفات نفسانیہ کا سکون امنة منه یعنی حق تعالٰی کی طرف سے امن وینزل علیکم الی رجز الشیطان یعنی شیطان کا وسوسہ اور تخویف ویربط علی قلوبکم یعنی قوت یقین سے قلب کو قوی فرما دے اور تمہارے قلب کو قرار بخشے ویثبت به الاقدام وجہ یہ کہ خوفناک مواقع میں شجاعت وثابت قدمی قوت یقین کے ثمرات سے ہے کذا فی الروح پس آیت میں چند امور کا اثبات ہے جو

صوفیہ کے نزدیک معتبر ہیں۔

ملحقات الترجمۃ : ۱؎ **قوله فی امنة** چین دینے **اشارة الی تقدیر مضاف ای اعطاء امنة لاتحاد الفاعل للعامل والمفعول له وهذا من المواهب واما علی قراءة یغشاکم فاسناد الاعطاء الیه یکون مجازیا فافهم ۱۲۔**

اختلاف القراءۃ: فی قراءة ان علی الاستیناف ۱۲۔

اللغات: قوله فوق الاعناق قیل علی الاعناق ففوق بمعنی علی وقیل علی الرؤس التی هی فوق الاعناق۔ البنان اطراف الاصابع وبلغة هذیل الجسد کله کذا فی الدر المنثور عن ابن عباسؓ۔ قوله الزحف مشی الصبی علی الاست والمراد هنا مشی کل فریق الی صاحبه للقتال۔

النحو : قوله ذلکم اما مرفوع لکونه مبتدأ حذف خبره ای العذاب الدنیوی ای منصوب باضماره ذو قواه وان معمول لا علموا المقدر قوله زحفا حال بمعنی زاحفین ای ماشین حال من الفاعل والمفعول کلیهما ۱۲۔

البلاغۃ: علی قلوبکم صلة واصله لیربط قلوبکم زیدت علی لتضمن معنی الاستعلاء للاشارة الی ان الغم کان قد علا واستولی ۱۲ من الروح ۱۲۔ قوله للکفرین فیه وضع المظهر موضع المضمر قوله لا تولوا لم یقل لا تفروا مبالغة لان التولی ادنی عن الفرار۔

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۠ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۱۷ ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ۝۱۸ اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَاۗءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْــــًٔا وَّلَوْ كَثُرَتْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۹ ع ۲/۱۶

سوتم نے ان کو قتل نہیں کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے (بے شک) ان کو قتل کیا آپ نے خاک کی مٹھی نہیں پھینکی لیکن اللہ تعالیٰ نے وہ پھینکی اور تا کہ مسلمانوں کو اپنی طرف سے ان کی محنت کا خوب عوض دے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ (ان مؤمنین کے اقوال کے) خوب سننے والے (اور ان کے افعال واحوال کے) خوب جاننے والے ہیں۔ ایک بات تو یہ ہوئی اور دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کافروں کی تدبیر کو کمزور کرنا تھا اور اگر تم لوگ فیصلہ چاہتے ہو تو وہ فیصلہ تو تمہارے سامنے آ موجود ہوا اور اگر باز آ جاؤ تو یہ تمہارے لئے نہایت خوب ہے اور اگر پھر تم وہی کرو گے تو ہم بھی پھر یہی کام کریں گے اور تمہاری جمعیت تمہارے ذرا بھی کام نہ آئے گی گو کتنی زیادہ ہو اور واقعی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ (اصل میں) ایمان والوں کے ساتھ ہے۔ ۞

تفسیر : **علت بودن قدرت حق وحکمت بودن در قدرت خلق** ☆ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ (الی قوله تعالی) اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۱۷ (اس میں بھی ایک قصہ کی طرف اشارہ ہے وہ یہ کہ آپ نے بدر کے روز ایک مٹھی کنکریوں کی اُٹھا کر کافروں کی طرف پھینکی جس کے ریزے سب کی آنکھوں میں جا کر گرے اور ان کو شکست ہوئی اور فرشتوں کا امداد کیلئے آنا اوپر آ چکا ہے اس پر بطور تفریع فرماتے ہیں کہ جب ایسے عجیب واقعات ہوئے جو کہ بالکل تمہارے اختیار سے خارج ہیں) سو (اس سے معلوم ہوا کہ تاثیر[1] حقیقی کے مرتبہ میں) تم نے ان (کافروں) کو قتل نہیں کیا لیکن (ہاں اس مرتبہ میں) اللہ تعالیٰ نے (بیشک) ان کو قتل کیا (یعنی مؤثر حقیقی اس کی قدرت ہے) اور اسی طرح تاثیر حقیقی کے مرتبہ میں) آپ نے خاک[2] کی مٹھی (ان کی طرف) نہیں پھینکی لیکن (ہاں اس مرتبہ میں) اللہ تعالیٰ نے (واقعی) وہ پھینکی اور (باوجود اس کے کہ مؤثر حقیقی قدرت حق ہے پھر جو آثار قتل وغیرہ کو قدرت عبد پر مرتب[3] فرما دیا تو اس میں حکمت یہ ہے کہ) تا کہ مسلمانوں کو اپنی طرف سے (ان[4] کے عمل کا) خوب اجر دے (اور اجر کا ملنا حسب سنت الٰہیہ موقوف ہے اس پر کہ فعل ان کے عزم واختیار سے صادر ہو) بلاشبہ اللہ تعالیٰ (ان مؤمنین کے اقوال کے) خوب سننے والے (اور ان کے افعال واحوال کے) خوب جاننے والے ہیں (ان اقوال استغاثہ اور افعال قتال واحوال تشویش وغیرہا میں جو ان کو محنت پیش آئی ہم کو اس کی اطلاع ہے ان کو اس پر جزا دیں گے) ایک بات[5] تو یہ ہوئی اور دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کافروں کی تدبیر کا کمزور کرنا تھا (اور زیادہ کمزوری اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب اپنے برابر والے کے بلکہ اپنے سے کمزور کے ہاتھ سے مغلوب ہو جائے اور یہ بھی موقوف ہے اس پر کہ وہ آثار مؤمنین کے ہاتھ سے ظاہر ہوں ورنہ کہہ سکتے تھے کہ تدابیر تو ہماری قوی تھیں لیکن اقویٰ کے سامنے کہ تدبیر الٰہی ہے نہ چل سکیں تو اس سے آئندہ مسلمانوں کے مقابلہ میں ان کا حوصلہ پست نہ ہوتا کیونکہ ان کو تو ضعیف ہی سمجھتے) **ف**: مٹھی خاک پھینکنے کا قصہ کئی بار ہوا بدر میں۔ احد میں حنین میں لیکن یہاں سیاق کلام سے بدر کا مراد لینا راجح ہے در منثور میں سب روایات موجود ہیں۔

ربط : اوپر واقعات بدر میں بطور تذکیر نعم کے مؤمنین کو خطاب تھا آگے اسی واقعہ میں کفار کو بطور تذکیر نقم کے خطاب ہے ایک مضمون خاص کا جس کا قصہ یہ ہوا کہ

کفار قریش ابوجہل وغیرہ نے مقابلہ کے وقت یہ دعا کی تھی کہ یا اللہ آج ہمارا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ کردے جو حق پر ہو اس کو آج غالب کر دے کذا فی الدر المنثور اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

تذکیر بعض قمع کفار را ☆ اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ (الی قولہ تعالی) وَ اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ۠ اگر تم لوگ فیصلہ چاہتے ہو تو وہ فیصلہ تو تمہارے سامنے آ موجود ہوا (کہ جو حق پر تھا اس کو غلبہ ہو گیا) اور اگر (اب حق زیادہ واضح ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے) باز آ جاؤ تو یہ تمہارے لئے نہایت خوب ہے اور اگر (اب بھی باز نہ آئے بلکہ) تم پھر وہی کام کرو گے (یعنی مخالفت) تو ہم بھی پھر یہی کام کریں گے (یعنی تم کو مغلوب اور مسلمانوں کو غالب کر دینا) اور (اگر تم کو اپنی جمعیت کا گھمنڈ ہو کہ اب کی بار اس سے زیادہ جمع کر لیں گے تو یاد رکھو کہ) تمہاری جمعیت تمہارے ذرا بھی کام نہ آوے گی گو کتنی زیادہ ہو اور واقعی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ (اصل میں) ایمان والوں کے ساتھ (یعنی ان کا مددگار ہے) ہے (گو کسی عارض کی وجہ سے کسی وقت ان کے غلبہ کا ظہور نہ ہو لیکن اصل محل غلبہ کے یہی ہیں اس لئے ان سے مقابلہ کرنا اپنا نقصان کرنا ہے)۔ ربط: اوپر آیت: ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ الخ اور آیت: اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا الخ میں اللہ و رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرنے والے کفار کی مذمت تھی آگے مؤمنین کو اللہ و رسول کی اطاعت و موافقت کا حکم اَطِيْعُوا الخ میں اور مخالفت کرنے کی ممانعت لَا تَوَلَّوْا الخ میں اور اس کی تاکید کیلئے ان کے ساتھ تشبیہ کرنے کی ممانعت لَا تَكُوْنُوْا میں پھر مشبہ بہ کی مذمت اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ میں اور اطاعت میں بندوں ہی کا نفع ہونا کہ حیات ابدی ہے اور اعراض میں انہی کا نقصان ہونا اسْتَجِيْبُوْا الخ میں اور اپنے ساتھ دوسروں کو بھی اللہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطیع بنانے کی کوشش کرنا وَاتَّقُوْا میں اور ترغیب اطاعت کیلئے اپنی بعض نعمتیں یاد دلانا وَ اذْكُرُوْٓا میں اور اخلال فی الاطاعت کا خیانت مذمومہ ہونا لَا تَخُوْنُوا میں اور جو امور بعض اوقات اخلال فی الاطاعت کے اسباب ہو جاتے ہیں ان پر متنبہ کرنا وَاعْلَمُوْٓا میں اور اطاعت کی بعض برکات اِنْ تَتَّقُوا الخ میں اور ایک واقعہ متعلقہ ہجرت نبویہ کا یاد دلانا جس کا نفع عام مؤمنین کی طرف عائد ہوا وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ میں یہ سب مضامین خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ۝ تک مذکور ہیں اور ان کا تناسب و متجاذب ہونا ظاہر ہے اور اہتمام کے لئے جا بجا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا کو مکرر لائے ہیں۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۠ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ روح میں ہے کہ پہلے جملہ میں فناء افعال کی طرف ہدایت ہے کہ ان سے فعل کو بالکلیہ سلب کر لیا گیا اور دوسرے جملہ میں فناء کے ساتھ بقاء کی طرف بھی اشارہ ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقام بقاء پر تھے اسی لئے رمیت کی نسبت ثابت کی گئی ہے اور اس کی نفی بھی کی گئی ہے اور لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ میں اشارہ ہے کہ آپ بنفسہ رامی نہ تھے بلکہ رامی باللہ تھے اور چونکہ صحابہ اس مقام میں نہ تھے تو ان کی طرف کوئی فعل منسوب نہیں کیا گیا اھ قولہ تعالیٰ: وَ اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ۠ اس میں معیت کا اثبات ہے۔

الحواشی: (۱) اور اس مقام میں ایک توجیہ لطیف یہ بھی ہے کہ جو فعل نتیجہ ہوتا ہے اسباب عادیہ اختیاریہ کا یا اس کا نتیجہ عادی ہوتا ہے وہ منسوب الی العبد ہوتا ہے اور جو فعل اس کے خلاف ہوتا ہے وہ حق سبحانہ کی طرف منسوب ہوتا ہے یا دوسرے الفاظ میں یوں کہو کہ جو فعل یا اس کا نتیجہ خلاف توقع ہو وہ خدا کی طرف منسوب ہوتا ہے اور جو توقع کے موافق ہو وہ بندہ کی طرف پس چونکہ مسلمانوں کا کفار کو قتل کرنا مبنی علی الاسباب الغیر الاختیاریة و الغیر العادیة اور خلاف توقع تھا اسلئے فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۠ فرمایا اور چونکہ اثر رمی غیر عادی اور خلاف توقع تھا اسلئے وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ فرمایا ۱۲ منہ۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله فی رمیت خاک اشارة الی حذف المفعول للقرینة المقامیة ۱۲۔ ۲ قوله فی ولیبلی مرتب فرمادیا اشارة الی حذف العامل و کون الواو للاستیناف و المعنی و مع کفایة قدرته جعل قدرة العبد سببا ظاهریا لیبلی الخ۔ ۳ قوله فی بلاء حسنا ان کے عمل کا ماخذہ ما قال الطبری ویثبت لهم اجور اعمالهم وجهادهم مع رسول الله ﷺ ۱۲۔ ۴ قوله فی ذلکم ایک بات ای ذلکم بعض الحکمة و الآخر ان الله فقدر الخبر فی موضع و المبتدأ فی موضع ۱۲۔ ۵ قوله فی ان تنتهوا زیادہ واضح افاد بهذا ان نفس الوضوح کان حاصلا من قبل بالبینات ۱۲۔ ۶ قوله فی ان الله بات اشارة الی حذف مبتداة ای الامر ان الله الخ ۱۲۔

اختلاف القراءۃ: فی قراء ة و ان الله بالکسر من عطف الجملة غیر محذوفة الاجزاء علی الجملة المحذوفة الاجزاء۔ و ان الله بالکسر و الترکیب ظاهر ۱۲۔

البلاغۃ: قوله اذ رمیت زاده ولم یزد فی قرینة اذ قتلتموهم للایذان یکون هذا الرمی ابعد بکثیر عما ترتب علیه فنبه بتصریحه علی کونه عجیبا ولا کذالك القتل فافهم و الله اعلم۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ

قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿٢١﴾ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿٢٢﴾ وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ؕ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٢٣﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿٢٤﴾ وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿٢٥﴾ وَاذْكُرُوْۤا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِى الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿٢٦﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٢٧﴾ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿٢٨﴾ ع ۳ ۱۷ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿٢٩﴾ وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ؕ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿٣٠﴾

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کا کہنا مانو اور اس کے رسول کا کہنا ماننے سے روگردانی مت کرو اور تم (اعتقاد سے) سن تو لیتے ہی ہو اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہونا جو دعویٰ تو کرتے ہیں کہ ہم نے سن لیا حالانکہ وہ سنتے سناتے کچھ نہیں۔ بے شک بدترین خلائق اللہ کے نزدیک وہ لوگ ہیں جو بہرے ہیں گونگے ہیں جو کہ ذرا نہیں سمجھتے اور اگر اللہ تعالیٰ ان میں کوئی خوبی دیکھتے تو ان کو سننے کی توفیق دیتے اور اگر ان کو اب سنا دیں تو ضرور روگردانی کریں گے بے رخی کرتے ہوئے۔ اے ایمان والو! تم اللہ اور رسول کے کہنے کو بجالایا کرو جب کہ رسول تم کو تمہاری زندگی بخش چیز کی طرف بلاتے ہوں اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ آڑ بن جایا کرتا ہے آدمی کے اور اس کے قلب کے درمیان میں اور بلاشبہ تم سب کو خدا ہی کے پاس جمع ہونا ہے اور تم ایسے وبال سے بچو کہ جو خاص انہیں لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں ان گناہوں کے مرتکب ہوئے ہیں اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں اور اُس حالت کو یاد کرو جب کہ تم قلیل تھے سرزمین میں کمزور شمار کئے جاتے تھے اس اندیشہ میں رہتے تھے کہ تم کو (مخالف) لوگ نوچ کھسوٹ نہ لیں۔ سو (ایسی حالت میں) اللہ نے تم کو (مدینہ میں) رہنے کی جگہ دی اور تم کو اپنی نصرت سے قوت دی اور تم کو نفیس نفیس چیزیں عطا فرمائیں تا کہ تم شکر کرو۔ اے ایمان والو! تم اللہ اور رسول کے حقوق میں خلل مت ڈالو اور اپنی قابل حفاظت چیزوں میں خلل مت ڈالو اور تم تو اس کا (مضر ہونا) جانتے ہو اور تم اس بات کو جان رکھو کہ تمہارے اموال اور تمہارے اولاد ایک امتحان کی چیز ہے اور اس بات کو بھی جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا بھاری اجر (موجود) ہے۔ اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو ایک فیصلہ کی چیز دے گا اور تم سے تمہارے گناہ دور کر دے گا اور تم کو بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے اور اس واقعہ کا بھی ذکر کیجئے جبکہ کافر لوگ آپ کی نسبت بڑی بڑی تدبیریں سوچ رہے تھے کہ (آیا) آپ کو قید کر لیں یا آپ کو قتل کر ڈالیں یا آپ کو خارج وطن کر دیں اور وہ اپنی تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ (میاں) اپنی تدبیر کر رہے تھے اور سب سے زیادہ مستحکم تدبیر والا اللہ ہے۔

تفسیر: **ترغیب اطاعت وترہیب معصیت** ☆ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (الی قولہ تعالی) وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿٣٠﴾ اے ایمان والو اللہ کا کہنا مانو اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اور اس کہنا ماننے[1] سے روگردانی مت کرو اور تم (اعتقاد[2] سے) سن تو لیتے ہی ہو (یعنی جیسا اعتقاد سے سن لیتے ہو ایسا ہی عمل بھی کیا کرو) اور تم (ترک اطاعت میں) ان لوگوں کی طرح مت ہونا جو دعویٰ تو کرتے ہیں کہ ہم نے سن لیا (جیسا کہ کفار مطلق[3] سماع کے اور منافقین سماع مع الاعتقاد کے مدعی تھے) حالانکہ وہ سنتے سناتے کچھ نہیں (کیونکہ تفہم اور اعتقاد دونوں میں مفقود ہے مطلب یہ کہ ثمرہ اعتقاد سننے کا عمل ہے جب عمل نہ ہوا تو بعض وجوہ سے مشابہ اسی کے ہوگیا کہ جیسے اعتقاد کے ساتھ سنا ہی نہیں جس کو تم بھی سخت مذموم جانتے ہو) بیشک (یہ بات ضرور ہے کہ اعتقاد سے سن کر عمل نہ کرنے والے اور ایک بلا اعتقاد سننے والے جو مثل نہ سننے کے ہے برے ہونے میں متفاوت ضرور ہیں کیونکہ کافر اور عاصی برابر نہیں چنانچہ) بدترین

خلائق اللہ کے نزدیک وہ لوگ ہیں جو (حق بات کو اعتقاد کے ساتھ سننے سے) بہرے ہیں (اور حق بات کے کہنے سے) گونگے ہیں (اور) جو کہ (حق بات کو) ذرا نہیں سمجھتے (اور باوجود اعتقاد کے جن سے عمل میں کوتاہی ہو جاتی ہے وہ بدتر نہیں ہیں گو بد ہیں سو بد بھی نہ ہونا چاہئے) اور (جن کا حال مذکور ہوا کہ وہ اعتقاد سے نہیں سنتے وجہ اس کی یہ ہے کہ ان میں ایک بڑی خوبی کی کسر ہے اور وہ خوبی طلب حق ہے کیونکہ مبدأ اعتقاد کا بھی طلب اور تلاش ہے گو اس وقت اعتقاد نہ ہو مگر کم از کم تردد تو ہو پھر اسی تردد و طلب کی برکت سے حق واضح ہو جاتا ہے اور وہ تردد اعتقاد بن جاتا ہے جس پر سماع کا نافع ہونا موقوف ہے سو ان میں یہی خوبی مفقود ہے چنانچہ) اگر اللہ تعالیٰ ان میں کوئی خوبی دیکھتے (مراد یہ کہ ان میں وہ خوبی مذکور ہوتی کیونکہ خوبی کے وجود کے وقت علم الٰہی کا تعلق لازم ہے پس لازم بول کر ملزوم مراد لے لیا اور کوئی خوبی اس لئے کہا کہ جب ایسی خوبی نہیں جس پر مدار نجات ہے تو گویا کوئی خوبی بھی نہیں یعنی اگر ان میں طلب حق ہوتی) تو (اللہ تعالیٰ) ان کو (اعتقاد کے ساتھ) سننے کی توفیق دیتے (جیسا مذکور ہوا کہ طلب سے اعتقاد پیدا ہو جاتا ہے) اور اگر (اللہ تعالیٰ) ان کو اب (حالت موجودہ[1] میں کہ ان میں طلب حق نہیں ہے) سنا دیں[2] (جیسا کہ گاہ گاہ ظاہری کانوں سے سن ہی لیتے ہیں) تو ضرور روگردانی کریں گے بے رخی کرتے ہوئے (یعنی یہ نہیں کہ تامل و تدبر کے بعد بوجہ ظہور غلطی کے روگردانی کی ہو کیونکہ یہاں غلطی کا نام ونشان ہی نہیں بلکہ غضب تو یہ ہے کہ ادھر توجہ ہی نہیں کرتے اور) اے ایمان والو (ہم نے جو اوپر تم کو اطاعت کا حکم کیا ہے تو یاد رکھو اس میں تمہارا ہی فائدہ ہے کہ وہ حیات ابدی ہے جب یہ بات ہے تو) تم اللہ اور رسول کے کہنے کو بجالایا کرو جب کہ رسول (جن کا ارشاد خدا ہی کا ارشاد ہے) تم کو تمہاری زندگی بخش چیز کی طرف (یعنی دین کی طرف جس سے زندگی جاوید میسر ہوتی ہے) بلاتے ہوں (تو اس حالت میں جب کہ ہر طرح تمہارا ہی فائدہ ہے کوئی وجہ نہیں کہ تم عمل نہ کرو) اور (اس کے متعلق دو باتیں اور) جان رکھو (ایک بات یہ) کہ اللہ تعالیٰ آڑ بن جایا کرتا ہے آدمی کے قلب کے درمیان میں (دو طریق سے ایک طریق یہ کہ مؤمن کے قلب میں طاعت کی برکت سے کفر و معصیت کو نہیں آنے دیتا دوسرا طریق یہ کہ کافر کے قلب میں مخالفت کی نحوست سے ایمان وطاعت کو نہیں آنے دیتا اس سے معلوم ہوا کہ طاعت کی مداومت بڑی نافع چیز ہے اور مخالفت کی مواظبت بڑی مضر چیز ہے) اور (دوسری بات یہ جان رکھو کہ) بلاشبہ تم سب کو خدا ہی کے پاس جمع ہونا ہے (اس وقت طاعت پر جزا اور مخالفت پر سزا ہوگی اس سے بھی طاعت کا نافع ہونا اور مخالفت کا مضر ہونا ثابت ہوا) اور (جس طرح تم پر اپنی اصلاح کے متعلق طاعت واجب ہے اسی طرح یہ بھی طاعت واجبہ میں داخل ہے کہ بقدر وسع دوسروں کی اصلاح میں بطریق امر بالمعروف ونہی عن المنکر بالید یا باللسان ترک اختلاط یا نفرت بالقلب جو کہ آخری درجہ ہے کوشش کرو ورنہ در صورت مداہنت ان منکرات کا وبال جیسا مرتکبین منکرات پر واقع ہوگا ایسا ہی کسی درجہ میں ان مداہنت کرنے والوں پر بھی واقع ہوگا جب یہ بات ہے تو) تم ایسے وبال سے بچو کہ جو خاص ان ہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں ان گناہوں[3] کے مرتکب ہوئے ہیں (بلکہ ان گناہوں کو دیکھ کر جنہوں نے مداہنت کی ہے وہ بھی اس میں شریک ہوں گے اور اس سے بچنا یہی ہے کہ مداہنت مت کرو) اور یہ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں (ان کی سزا سے خوف کر کے مداہنت سے بچو) اور (اس غرض سے کہ نعمتوں کے یاد کرنے سے اطاعت منعم کا شوق ہوتا ہے خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو اور خاص کر) اس حالت کو یاد کرو جب کہ تم (ایک وقت میں یعنی قبل ہجرت عدد میں بھی قلیل تھے اور قوت کے اعتبار سے بھی) سرزمین[4] (مکہ) میں کمزور شمار کئے جاتے تھے (اور غایت ضعف حال سے) اس اندیشہ میں رہتے تھے کہ تم کو (مخالف) لوگ نوچ کھسوٹ[5] نہ لیں سو (ایسی حالت میں) اللہ تعالیٰ نے تم کو (مدینہ میں اطمینان سے) رہنے کو جگہ دی اور تم کو اپنی نصرت سے قوت دی (سامان سے بھی اور مردم شماری کو زیادہ کرنے سے بھی جس سے قلت اور استضعاف اور خوف اختطاف سب زائل ہو گیا) اور (صرف) یہی نہیں کہ تمہاری مصیبت ہی کو دور کر دیا ہو بلکہ اعلیٰ درجہ خوشحالی بھی عطا فرمائی کہ دشمنوں پر تم کو غلبہ دے کر کثرت فتوحات سے) تم کو نفیس نفیس[6] چیزیں عطا فرمائیں تاکہ تم (ان نعمتوں کا) شکر کرو (اور بڑا شکر یہ ہے کہ اطاعت کرو) اے ایمان والو (ہم مخالفت اور معصیت سے اس لئے ممانعت کرتے ہیں کہ اللہ اور رسول کے تم پر کچھ حقوق ہیں جن کا نفع تمہاری ہی طرف عائد ہوتا ہے اور معصیت سے ان حقوق میں خلل پڑتا ہے جس سے واقع میں تمہارے ہی نفع میں خلل پڑتا ہے جب یہ بات ہے تو) تم اللہ اور رسول کے حقوق میں خلل نہ ڈالو اور (باعتبار انجام کے اس مضمون کو اس طرح کہا جا سکتا ہے کہ تم) اپنی قابل حفاظت چیزوں میں (کہ وہ تمہارے منافع[7] ہیں جو اعمال پر مرتب ہوتے ہیں) خلل مت ڈالو اور تم تو (اس کا مضر ہونا) جانتے ہو اور (اکثر اوقات مال واولاد کی محبت مخل طاعت ہو جاتی ہے اس لئے تم کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ) تم اس بات کو جان رکھو کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد ایک امتحان کی چیز ہے (دیکھیں کون ان کی محبت کو ترجیح دیتا ہے اور کون اللہ تعالیٰ کی محبت کو ترجیح دیتا ہے سو تم ان کی محبت کو ترجیح مت دینا) اور (اگر ان کے منافع کی طرف نظر جاوے تو تم) اس بات کو بھی جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے پاس (ان لوگوں کے لئے جو اللہ کی محبت کو ترجیح دیتے ہیں) بڑا بھاری اجر (موجود) ہے (کہ اس کے سامنے یہ فانی منفعتیں محض ہیچ ہیں اور) اے

ایمان والو (طاعت کی اور برکات سنو وہ یہ کہ) اگر تم اللہ سے ڈر کر اطاعت کرتے رہو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو ایک فیصلہ کی چیز دے گا (اس میں ہدایت اور نور قلب جس سے حق و باطل میں علمی فیصلہ ہوتا ہے اور غلبہ علی الاعداء اور نجات آخرت جس سے حق و باطل میں عملی فیصلہ ہوتا ہے سب آ گیا[۴]) اور تم سے تمہارے گناہ دور کر دے گا اور تم کو بخش دے گا اور اللہ بڑے فضل والا ہے (خدا جانے اپنے فضل سے اور کیا کیا دے دے جو قیاس و گمان میں بھی نہ آتا ہو) اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے سامنے تذکیر نعمت کے لئے) اس واقعہ کا بھی ذکر کیجئے جب کہ کافر لوگ آپ کی نسبت (بری بری) تدبیریں سوچ رہے تھے کہ (آیا) آپ کو قید کر لیں یا آپ کو قتل کر ڈالیں یا آپ کو خارج وطن کر دیں اور وہ تو اپنی تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ اپنی تدبیر (ان تدبیروں کے دفع کرنے کے لئے) کر رہے تھے اور سب سے زیادہ مستحکم تدبیر والا اللہ ہے (جس کے سامنے ان کی ساری تدبیریں گاؤ خورد ہو گئیں اور آپ بال بال محفوظ رہے اور صحیح سالم مدینہ آ پہنچے چونکہ آپ کا اس طرح بچ رہنا مؤمنین کے حق میں بے انتہاء ابواب سعادات کی مفتاح ہے اس لئے اس واقعہ کے ذکر کا حکم فرمایا)۔ **ف**: چند مضامین ضرور الذکر ہیں اول حدیث ترمذی سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن کعب کو پکارا اور وہ نماز میں تھے تو ان کے عذر پر آپ نے ان کو یہ آیت یاد دلائی معلوم ہوتا ہے کہ اسْتَجِيبُوا اپنے عموم سے اس صورت کو بھی شامل ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو پکاریں تو جواب دینا واجب ہے اور اپنے اطلاق سے اس صورت کو بھی شامل ہے کہ یہ شخص نماز میں مشغول ہو تو نماز ہی میں جواب دینا واجب ہے رہی یہ بات کہ وہ نماز باقی رہے گی یا فاسد ہو جائے گی اور اس کا اعادہ کرنا پڑے گا یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اور اب اس میں گفتگو کرنے کا کوئی ثمرہ نہیں بخلاف بیان عموم استجابت کے کہ تبیین تفسیر کے لئے اس کی ضرورت ہے۔

دوم: يَحُولُ کی تفسیر اختیار کی گئی وہ درمنثور میں حضرت ابن عباسؓ سے موقوفاً و مرفوعاً مروی ہے اور جس کا حاصل معنی تصرف و تمکن تام ہے اور اس کو حیلولہ کہنا استعارہ تمثیلیہ ہے جیسا روح میں ہے **كمن حال بين شخصه ومتاعه فانه القادر على التصرف فيه دونه اھ كذلك لا يقدر العبد على التصرف في قلبه كقدرة الله تعالىٰ عليه** اور یہاں قرینہ مقام سے دوام علی الایمان و دوام علی الکفر معلوم ہوتا ہے پس اس معنی کر **يحول** کلیہ نہ ہو گا ورنہ ایمان سے کفر کی طرف اور کفر سے ایمان کی طرف لوگوں کا آنا مشاہدہ ہے۔

سوم: وَاتَّقُوا الخ میں یہ شبہ نہ ہو کہ دوسرے کے گناہ میں پکڑا جانا آیت لَا تَزِرُ الخ کے خلاف ہے جواب یہ ہے کہ وہ گناہ تو اصل فاعل کا تھا مگر مداہنت کرنا تو اس کا گناہ ہے یہ اس گناہ میں پکڑا گیا۔

چھارم: آیت: لَا تَخُونُوا الخ اور آیت: وَاعْلَمُوا اَنَّمَا اَمْوَالُكُمْ الخ کو بعض مفسرین نے حضرت ابولبابہ کی شان میں کہا ہے کہ یہود بنی قریظہ نے ان سے بوجہ تعلق سابق کے مشورہ چاہا کہ ہمارے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کریں گے چونکہ ان کے اہل و عیال اور اموال ان ہی لوگوں کے پاس تھے اس لئے انہوں نے خیر خواہی کے طور پر اشارہ سے راز ظاہر کر دیا کہ گلے پر ہاتھ پھیر کر بتلا دیا کہ ذبح کئے جاؤ گے پھر بہت پچھتائے اور توبہ کی اور وہ مقبول بھی ہوئی ذکرہ **في الروح عن الزهري والكلبي**۔

پنجم: آیت وَاِذْ يَمْكُرُ الخ میں جس قصہ کی طرف اشارہ ہے اس کا تتمہ یہ ہے کہ اخیر رائے قتل پر ٹھہری آپ کو وحی سے معلوم ہو گیا آپ پوشیدہ نکل کر غار ثور میں جا چھپے اور وہاں سے بفراغ خاطر مدینہ طیبہ جا پہنچے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا یعنی استعداد لَاَسْمَعَهُمْ مراد سماع تفہم ہے وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ یعنی باوجود عدم علم بالخیر یعنی عدم خیر کے لَتَوَلَّوْا یعنی منتفع نہ ہوں کیونکہ عارض کی شان یہی ہوتی ہے کہ زائل ہو جاتا ہے وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ یعنی بالذات اھ **كذا في الروح** (پس اس میں اثبات ہے مسئلہ استعداد کا) اور اسی طرح بعد کی آیت: وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ کا حاصل بھی یہی ہے کہ پھر استعداد زائل ہو جاوے گی اسلئے فرصت کو غنیمت سمجھو **كذا في الروح** قولہ تعالیٰ: وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً یعنی بلکہ انکو اور دوسروں کو بوجہ شوم صحبت کے شامل ہو گا یعنی جب مداہنت ہو۔

الحواشی: (۱) هناك حالت موجودہ **اندفع بهذا ما يوهم من الشرطين من استلزم علم الله منهم خيرًا لتوليهم بناء على ان لازم اللازم لازم وجه الاندفاع ظاهر فان الاسماع اللازم غير الاسماع الملزوم وقد رأيت التصريح بهذا المعنى في الدر المنثور عن ابن زيدؒ نصه هكذا ولو سمعهم بعد ان يعلم ان لا خير فيهم ما نفعهم بعد ان تفيد علمه بانهم لا ينتفعون به ۱۲ا**۔

ملحقات الترجمة: ۱ **قوله في لا تولوا عنه** اس کا کہنا ماننے سے **اشارة الى عود الضمير الى الاطاعة بتاويل الامر كما في الروح او لكونه مصدر اذا التا**۱۲۔ ۲ **قوله في تسمعون** اعتقاد سے سن تو لیتے ہی ہو **هو من المواهب وهو حال لان ترجمة الحال يكون حالاً** ۳ **قوله في** سمعنا جیسا کفار الخ **فالسماع عام اللغوى والشرعى الذى يدعيه المنافقون**۱۲۔ ۴ **قوله في دواب** خلائق **رواه في الدر المنثور عن ابن**

زیدٌ وقرا وما من دابة الخ ۱۲۔ ۵ قوله فی لو علم دیکھتے من الروایة القلبیة ۱۲۔ ۶ قوله فی ولو اسمعهم اگر سنادیں ولم یقل اگر سناتے اشارة الی ان لو بمعنی ان لقوله تعالٰی ولو تری اذ وقفوا لا تدل علی انتفاء مدخولها وانما تفید الملازمة بین الامرین سواء وقعا اولم یقعا ۱۲۔ ۷ قوله فی الذین ظلموا ان گناہوں زاد اسم الاشارة للاشارة الی الجواب عما یتوهم من لزوم العقاب بغیر ذنب حاصل الجواب ان نفی الخاص لا یستلزم نفی العام ۱۲۔ ۸ قوله فی مستضعفین سرزمین میں کمزور اشارة الی تعلق الظرف بالمستضعفین لو روده فی آیة اخرٰی کذلك کقوله تعالٰی کنا مستضعفین في الارض ۱۲۔ ۹ قوله فی یتخطفکم نوچ کھسوٹ کما فی البیضاوی فی العنکبوت بالاستلاب قتلاً و سبیاً ۱۲۔ ۱۰ قوله فی الطیبات نفیس نفیس حملا لها علی المعنیٰ العام اللغوی ۱۲۔ ۱۱ قوله فی اَمٰنٰتِکُمْ تمہارے منافع ماخذه ما فی الدر المنثور عن ابن عباس تخونوا اماناتکم یقول لا تنقضوها والامانة التی ائتمن الله علیها العباد اه قلت ولعل عدم اعادة لا لذلك لان الخیانتین واحد فکفی نهی واحد ۱۲۔ ۱۲ قوله فی فرقانا اس میں سب آ گیا ذکره فی الروح ۱۲۔

البلاغة: قوله اموالکم واولادکم قلت قدم الاموال مع کون الاولاد احب منه الی الانسان طبعا لان المال یحتاج الیه کثیر او لان فی تحصیله شغلا کبیرا فحق له ان یهتم ۱۲۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۲﴾ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ۭ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً ۭ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ ڛ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ ﴿۳۶﴾ لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيْثَ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهٗ جَمِيْعًا فَيَجْعَلَهٗ فِيْ جَهَنَّمَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۳۷﴾

ع ۴ ۹ ۱۸

اور جب ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اور اگر ہم ارادہ کریں تو اس کے برابر ہم بھی کہہ دیں یہ کچھ بھی نہیں صرف بے سند باتیں ہیں۔ جو پہلوں سے منقول چلی آ رہی ہیں اور جب کہ ان لوگوں نے کہا کہ اے اللہ اگر یہ قرآن آپ کی طرف سے واقعی ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسائیے یا ہم پر کوئی (اور) دردناک عذاب واقع کر دیجئے اور اللہ تعالیٰ ایسا نہ کریں گے کہ ان میں آپ کے ہوتے ہوئے ان کو (ایسا) عذاب دیں اور (نیز) اللہ تعالیٰ ان کو (ایسا) عذاب نہ دیں گے جس حالت میں کہ وہ استغفار بھی کرتے رہتے ہیں اور (نیز) ان کا کیا استحقاق ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو (بالکل ہی معمولی) سزا (بھی) نہ دے جب کہ وہ لوگ (مسلمانوں کو) مسجد حرام سے روکتے ہیں حالانکہ وہ لوگ اس مسجد کے متولی (بننے کے بھی لائق) نہیں اس کے متولی تو سوا متقیوں کے اور کوئی بھی اشخاص نہیں۔ لیکن ان میں اکثر لوگ (اپنی نالائقی کا) علم نہیں رکھتے اور ان کی نماز خانہ کعبہ کے پاس صرف یہ تھی سیٹیاں بجانا اور تالیاں بجانا سو اس عذاب کا مزہ چکھو اپنے کفر کے سبب۔ بلا شک یہ کافر لوگ اپنے مالوں کو اس لئے خرچ کر رہے ہیں کہ ان کی راہ سے روکیں سو یہ لوگ تو اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہی رہیں گے (مگر) پھر وہ مال ان کے حق میں باعث حسرت ہو جائیں گے۔ پھر آخر مغلوب ہی ہو جائیں گے اور کافروں کو دوزخ کی طرف جمع کیا جائے گا۔ تاکہ اللہ تعالیٰ ناپاک (لوگوں) کو پاک (لوگوں) سے الگ کر دے اور (ان سے الگ کر کے) ناپاکوں کو ایک دوسرے سے ملا دے۔ یعنی ان سب کو متصل کر دے پھر ان سب کو جہنم میں ڈال دے ایسے ہی لوگ پورے خسارہ میں ہیں۔ ۞

تفسیر: ربط: اوپر ترغیب اطاعت وترہیب معصیت سے پہلے آیت: ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَاۗقُّوا اللّٰهَ الخ و آیت: اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا الخ میں کفار کی مذمت تھی اور ان کا اپنے ذمائم پر مستحق عذاب ہونا آگے بھی ختم رکوع هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ تک اسی مضمون کی کسی قدر تفصیل ہے۔

تفصیل ذمائم کفار واستحقاق شان عذاب را☆ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا (الی قولہ تعالیٰ) اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ اور (ان کفار کی یہ حالت ہے کہ) جب اُن کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے سن (کر دیکھ) لیا (یہ تو کوئی معجزہ نہیں کیونکہ) اگر ہم ارادہ کریں تو اس کے برابر ہم بھی کہہ لاویں (پس) یہ (قرآن) تو (کلام الٰہی ومعجزہ وغیرہ) کچھ بھی نہیں صرف بے سند باتیں ہیں جو پہلوں سے منقول چلی آ رہی ہیں (کہ پہلے اہل ملل بھی یہی دعویٰ توحید وبعث وغیرہ کے کرتے آتے ہیں ان ہی کے مضامین آپ نقل کر رہے ہیں) اور (اس سے بڑھ کر قابل ذکر وہ حالت ہے) جب کہ ان لوگوں نے (اپنے اس جہل مرکب میں غایت صلابت وجلادت ظاہر کرنے کو یہ بھی) کہا کہ اے اللہ اگر یہ قرآن آپ کی طرف سے واقعی ہے تو ہم پر (اس کے نہ ماننے کی وجہ سے) آسمان سے پتھر برسایئے یا ہم پر کوئی (اور) دردناک عذاب واقع کر دیجئے (جو کہ خارق عادت ہونے میں مثل بارش سنگ کے ہو اور جب ایسے عذاب واقع نہ ہوئے تو اپنی حقانیت پر ناز کرتے ہیں) اور (یہ نہیں سمجھتے کہ باوجود ان کے بطلان کے خاص موانع کی وجہ سے یہ عقبات مذکورہ نازل نہیں ہوتیں ان موانع کا بیان یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ ایسا نہ کریں گے کہ ان میں آپ کے ہوتے ہوئے ان کو (ایسا) عذاب دیں اور (نیز) اللہ تعالیٰ ان کو (ایسا) عذاب نہ دیں گے جس حالت میں کہ وہ استغفار بھی کرتے رہتے ہیں (گو وہ آخرت میں بوجہ ایمان نہ ہونے کے نافع نہ ہو لیکن آخر عمل صالح ہے دنیا میں تو کفار کو نافع ہو جاتا ہے مطلب یہ کہ ان عقوبات خارقہ سے دو (۲) امر مانع ہیں ایک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریف رکھنا مکہ میں یا دنیا میں اور دوسرا ان لوگوں کا اپنے طواف وغیرہ میں یہ کہنا غفرانك غفرانك جو کہ بعد ہجرت وبعد وفات بھی باقی تھا اور ایک مانع حدیثوں میں ہے کہ حضور کی امت میں کسی کا ہونا گو امت دعوت ہی ہو یہ مانع باوجود کسی کے استغفار نہ کرنے کے بھی باقی ہے پس یہ امور فی نفسہ مانع ہیں گو احیاناً مانع کے ہوتے ہوئے بھی کوئی عذاب خارق کسی عارض مصلحت سے واقع ہو جاوے جیسا قذف ومسخ وغیرہ کا قرب قیامت میں ہونا حدیثوں میں وارد ہے) اور (ان موانع کے سبب عذاب خارق نازل نہ ہونے سے بالکل ہی عذاب سے مطمئن نہ ہو جاویں کیونکہ جس طرح امور مذکورہ مانع عذاب ہیں اسی طرح ان کی حرکتیں مقتضی عذاب بھی ہیں پس مانع کا اثر عذاب خارق میں ظاہر ہوا اور مقتضی کا اثر نفس عذاب میں ظاہر ہوگا کہ عذاب غیر خارق ان پر نازل ہوگا چنانچہ اس مقتضی کا بیان فرماتے ہیں کہ) ان کا کیا استحقاق ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ (بالکل ہی معمولی) سزا (بھی) نہ دے حالانکہ (ان کی یہ حرکتیں مقتضی سزا کی ہیں مثلاً) وہ لوگ (پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو) مسجد حرام (میں جانے اور اس میں نماز پڑھنے اور اس میں طواف کرنے) سے روکتے ہیں (جیسا حدیبیہ میں حقیقۃً روکا جس کا قصہ سورۂ بقرہ معاملہ سی وہفتم میں گذر چکا اور زمانہ قیام مکہ میں حکماً روکا کہ اس قدر تنگ کیا کہ ہجرت کی ضرورت ہوئی) حالانکہ وہ لوگ اس مسجد کے متولی (بننے کے بھی لائق) نہیں (اور عابدین کو روکنا تو درکنار رہا جس کا اختیار خود متولی کو بھی نہیں ہوتا) اس کے متولی (بننے کے لائق) تو سوا متقیوں کے کہ وہ اہل ایمان ہیں) اور کوئی بھی اشخاص نہیں لیکن ان میں اکثر لوگ (اپنی نالائقی کا) علم نہیں رکھتے (خواہ علم ہی نہ ہو یا یہ کہ جب اس علم پر عمل نہ کیا تو وہ مثل عدم علم کے ہے غرض جو سچ مچ نمازی تھے ان کو تو مسجد سے اس طرح روکا) اور (خود مسجد کا کیسا حق ادا کیا اور اس میں کیسی اچھی نماز پڑھی جس کا بیان یہ ہے کہ) ان کی نماز خانہ کعبہ (مذکور بعنوان مسجد حرام) کے پاس صرف یہ تھی سیٹیاں بجانا اور تالیاں بجانا (یعنی بجائے نماز کے ان کی یہ نامعقول حرکتیں ہوتی تھیں) سو (ان حرکات کا ضرور مقتضا ہے کہ ان پر کوئی نہ کوئی عذاب گو وہ معمولی اور عادی ہو نازل کر کے ان کو خطاب کیا جاوے کہ لو) اس عذاب کا مزہ چکھو اپنے کفر کے سبب (جس کا ایک اثر وہ قول ہے لَوْ نَشَآءُ الخ اور ایک اثر وہ قول ہے : اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ الخ اور ایک اثر وہ فعل ہے يَصُدُّوْنَ الخ اور ایک اثر وہ فعل ہے مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً الخ چنانچہ غزوات متعدد میں یہ سزا واقع ہوئی جیسا اس سورت کے رکوع دوم میں بھی ہے : ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ الخ بعد ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا الخ کے یہاں تک تو ان لوگوں کے اقوال واعمال بدنیہ کا ذکر تھا آگے ان کے اعمال مالیہ کا بیان ہے کہ) بلاشک یہ کافر لوگ اپنے مالوں کو اس لئے خرچ کر رہے ہیں کہ اللہ کی راہ سے (یعنی دین سے لوگوں کو) روکیں (چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ اور مخالفت کے سامان جمع کرنے میں ظاہر ہے کہ جو خرچ ہوتا تھا اس میں یہی غرض تھی) سو یہ لوگ تو اپنے مالوں کو (اسی غرض کے لئے) خرچ کرتے ہی رہیں گے مگر پھر (آخر میں جب آثار ناکامی کے محسوس ہوں گے وہ مال ان کے حق میں باعث حسرت ہو جاویں گے (کہ خواہ مخواہ خرچ کیا اور) پھر (آخر) مغلوب (ہی) ہو جاویں گے (جس سے حسرت ضیاع اموال کے ساتھ یہ دوسری حسرت مغلوبیت کی جمع ہو جاوے گی) اور (یہ سزا وحسرت ومغلوبیت تو ان کی دنیا میں ہے باقی آخرت کی سزا وہ الگ ہے جس کا بیان یہ ہے کہ) کافر لوگوں کو دوزخ کی طرف (لے جانے کیلئے قیامت میں) جمع کیا جاوے گا تا کہ اللہ تعالیٰ ناپاک (لوگوں) کو پاک (لوگوں) سے الگ کر دے (کیونکہ جب دوزخیوں کو دوزخ کی طرف لائیں گے ظاہر ہے کہ اہل جنت ان سے علیحدہ رہ جاویں گے) اور (ان سے الگ کر کے) ناپاکوں کو ایک دوسرے سے ملا دے یعنی ان سب کو متصل کر دے پھر (متصل کر کے) ان سب کو جہنم میں ڈال دے ایسے ہی لوگ پورے خسارہ میں ہیں (جس کا کہیں منتہی نہیں)۔ **ف** : یہ قول لَوْ نَشَآءُ الخ نضر بن حارث کا تھا اور یہ قول اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ الخ نضر کا یا ابوجہل کا تھا چونکہ اور لوگ بھی راضی تھے اس لئے سب کی طرف نسبت کی گئی اور اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ الخ کا مصداق کفار مقاتلین بدر اور ان کے معاونین

ہیں یہ سب روایات اور اسی طرح قول غُفْرَانَكَ الخ [البقرۃ : ۲۷۵] اور فعل مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً سب درمنثور میں منقول ہیں اگر کسی کافر کا اتفاق نتیجہ خیز دنیا میں ہو جاوے تو اس لئے اشکال نہیں کہ اس کا مصداق خاص مجمع تھا اور مَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ کی تفسیر معمولی عذاب کے ساتھ کرنے سے تعارض ما سبق کا شبہ نہ رہا اور معمولی کی تعیین پر فَذُوْقُوا قرینہ ہو سکتا ہے کہ دال ہے عذاب کے وقوع پر اور وقوع اسی معمولی کا ہوا تھا اور عِنْدَ اس لئے لائے کہ بیت کے اندر نماز کم پڑھتے ہیں اکثر باہر ہوتی ہے اور وجہ تعذیب میں باوجود یہ کہ ان کے کفریات مذکورہ لَوْ نَشَآءُ الخ اور اِنْ كَانَ هٰذَا الخ زیادہ دخیل ہیں مگر تخصیص يَصُدُّوْنَ الخ کی ان کفریات کی نفی کے لئے نہیں بلکہ انضمام کیلئے ہے یعنی وهم مع ما ذکر یفعلون ما سیذکر اور حشر اور رکم میں یہ فرق ہے کہ اول کا حاصل پاس پاس کر دینا دوسرے کا حاصل بالکل ملا دینا پس دوسرے کا مع اپنے متعاطفات کے علت غائیہ اور اول کا معلل ہونا صحیح ہوا کیونکہ کفار کا حشر الی النار اس لئے ہوگا کہ فی النار کر دیئے جاویں اور مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ کے ایک معنی کشاف[1] میں اور بیان کئے ہیں یعنی یہ جملہ حال ہے اور مقصود نفی استغفار ہے مطلب یہ کہ جیسا اَنْتَ فِيْهِمْ مانع ہے خاص عذاب سے اسی طرح خدا تعالیٰ ان کو مطلق عذاب سے بچا لیتا اگر یہ استغفار یعنی توبہ عن الشرک کر لیتے اور ایمان لے آتے پس یہ مانع ہے مطلق عذاب سے کقولہ تعالیٰ : وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ [ھود : ۱۱۷] اور اب چونکہ یہ مانع موجود نہیں اس لئے ان کو مطلق عذاب کیوں نہ ہوگا جب کہ مقتضی موجود ہے جس کا آگے بیان ہے وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ واللہ اعلم۔

ربط : اوپر کفار کے اقوال و اعمال کفریہ کا بیان تھا ان کے سننے کے بعد کفار کی دو حالتیں ہو سکتی ہیں اسلام لے آنا اور کفر پر قائم رہنا اس لئے آگے ان دو حالتوں کے متعلق احکام بیان فرماتے ہیں۔

ترجمہ مسائل السلوک : قولہ تعالیٰ : وَ مَا كَانُوْۤا اَوْلِيَآءَهٗ ۚ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ بعض کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی طرف ضمیر راجع ہے پس تقویٰ کا شرط ولایت ہونا منصوص ہے اور دوسری آیت سورۂ یونس کی اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ [یونس : ۶۲] بلا دوسرے احتمال کے اس میں نص ہے آج کل تارکین شریعت کو ولی سمجھا جاتا ہے انا للہ۔

الحواشی : (۱) رجحہ الطبری ۱۲ منہ۔

ملحقات الترجمۃ : ۱ قولہ فی وما لهم الاستحقاق کما فی الروح ای حظ لهم ۱۲۔ ۲ قولہ فی ان اولیاء ہ اس مسجد کے فیہ اشارۃ الی ان مرجع الضمیر ھو المسجد الحرام کما ھو المتبادر فان قیل ذکر فی المرقاۃ حدیث عن الدیلمی یدل بظاھرہ علی رجوع الضمیر الی اللہ تعالٰی ولفظہ سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من آل محمد فقال کل تقی من آل محمد ثم قرء ان اولیائہ الا المتقون فما تاویلہ قلت تاویلہ ان یقال ان متولی المسجد لا ینبغی ان یکون اولیاء اللہ تعالٰی وھم لیسوا باولیاء ہ انما ھم المتقون فلا یکون احد منھم متولیا المسجد الحرام وانما یکون المتولی متقیا ۱۲۔ ۳ قولہ فی ما کانوا اولیاء جس کا اختیار الخ اندفع بہ ایراد ھو ان التقیید یوھم ان للمتولی المنع للمصلی عن المسجد وجہ الاندفاع ان ھذا تاکید للذم و مبالغۃ لا تقیید واحتراز ۔ ۴ قولہ فی ما کان صلاتھم بجائے نماز فتسمیۃ صلاۃ من قبیل قولہ ع تحیۃ بینھم ضرب و جمیع ۱۲۔ ۵ قولہ فی فسینفقونھا اسی غرض کے لئے کذا فی الخازن ۱۲۔ ۶ قولہ فی فیر کمہ یعنی اشارۃ الی ان الفاء للتفسیر فافھم ۱۲۔

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۸﴾ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۳۹﴾ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ۚ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿۴۰﴾

آپ ان کافروں سے کہہ دیجئے کہ اگر یہ لوگ (اپنے کفر سے) باز آ جائیں گے تو ان کے گناہ سارے (جو اسلام سے) پہلے ہو چکے ہیں سب معاف کر دیئے جائیں گے اور اگر اپنی وہی (کفر کی) عادت رکھیں گے تو (ان کو سنا دیجئے کہ) کفار سابقین کے حق میں قانون نافذ ہو چکا ہے اور تم ان (کفار عرب) سے اس حد تک لڑو کہ ان میں فساد عقیدہ (یعنی شرک) نہ رہے اور دین خالص اللہ ہی کا ہو جائے۔ پھر اگر کفر سے باز آ جائیں تو اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو خوب دیکھتے ہیں اور اگر روگردانی کریں تو یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا رفیق ہے وہ بہت اچھا رفیق ہی اور بہت اچھا مددگار ہے۔ ۞

تفسیر : احکام متعلقہ باسلام وعدم اسلام ☆ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا (الی قولہ تعالی) نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ۞ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان کافروں سے کہہ دیجئے کہ اگر یہ لوگ (اپنے کفر سے) باز آ جاویں گے (اور اسلام قبول کر لیں گے) تو ان کے سارے گناہ جو (اسلام سے) پہلے ہو چکے ہیں سب معاف کر دیئے جاویں گے (یہ حکم تو حالت اسلام کا ہوا) اور اگر اپنی وہی (کفر کی) عادت رکھیں گے تو (ان کو سنا دیجئے کہ) کفار سابقین کے حق میں (ہمارا) قانون نافذ ہو چکا ہے (کہ دنیا میں ہلاک[1] اور آخرت میں عذاب وہی تمہارے لئے ہوگا چنانچہ قتل سے ہلاک بھی ہوئے اور غیر کفار عرب کا ہلاک ذمی ہونا بھی ہے تم جانو) اور (پھر ان کے اس کافر رہنے کی صورت میں اے مسلمانو) تم ان (کفار عرب) سے اس حد تک لڑو کہ ان میں فساد عقیدہ (یعنی شرک[2]) نہ رہے اور (ان کا) دین (خالص) اللہ ہی کا ہو جاوے (اور کسی کے دین کا خالصاً اللہ ہی کے لئے ہو جانا موقوف ہے قبول اسلام پر تو حاصل یہ ہوا کہ شرک چھوڑ کر اسلام اختیار کریں خلاصہ یہ کہ اگر اسلام نہ لاویں تو ان سے لڑو جب تک کہ اسلام نہ لاویں کیونکہ کفار عرب سے جزیہ نہیں لیا جاتا) پھر اگر یہ (کفر سے) باز آ جاویں تو (ان کے ظاہری اسلام کو قبول کر و دل کا حال مت ٹٹولو کیونکہ اگر یہ دل سے ایمان نہ لاویں گے تو) اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو خوب دیکھتے ہیں (وہ آپ سمجھ لیں گے تم کو کیا) اور اگر (اسلام سے) روگردانی کریں تو (اللہ کا نام لے کر ان کے مقابلہ سے مت ہٹو اور) یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ (ان کے مقابلہ میں) تمہارا رفیق ہے وہ بہت اچھا رفیق ہے اور بہت اچھا مددگار ہے (سو وہ تمہاری رفاقت اور نصرت کرے گا) **ف**: یہ تفسیر امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کی بناء پر ہے جس کا مفصل بیان ربع سیقول رکوع يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ [البقرة : ١٨٩] کے تحت آیت : وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ [البقرة : ١٩٠] الخ میں ہو چکا ہے اور جن ائمہ کے نزدیک کفار عرب سے بھی جزیہ لیا جاتا ہے ان کے نزدیک فتنہ کی تفسیر فساد وحرب ہے اور معنی اِنِ انْتَهَوْا کے یہ ہیں کہ جب وہ حربی نہ رہیں ذمی ہو جاویں قتال سے رک جاؤ اور فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ کی تقریر یہ ہو جاوے گی کہ اگر وہ عقد ذمہ میں خداع کریں گے تو اللہ تعالیٰ دیکھ لیں گے تم کو ذمیت کے قبول کرنے سے انکار نہیں پہنچتا اور اِنْ تَوَلَّوْا کے معنی یہ ہوں گے کہ اسلام اور ذمیت دونوں سے انکار کریں الخ اور اس آیت میں کفار سے اسلام لانے پر وعدہ ہے گناہان گذشتہ کی مغفرت کا پس کفر تو عام ہے اصلی اور مرتد کو لیکن مغفرت خاص ہے ذنوب کے ساتھ اور حقوق اور زواجر سے ساکت ہے جس کے احکام کافر اصلی و مرتد کے متعلق کتب فقہ میں مفصلاً مذکور ہیں اور ہر حکم کی مستقل جدا دلیل ہے خوب سمجھ لو۔ **ربط** : اوپر آیت : وَقَاتِلُوْهُمْ الخ میں قتال کا حکم تھا چونکہ گاہے قتال میں غنیمت بھی حاصل ہوتی ہے اس لئے آگے اس کا حکم بیان فرماتے ہیں اور اگر ان آیتوں کا نزول غزوۂ بدر میں ہو جیسا کہ اکثر[3] کا قول ہے تو یہ آیت شروع سورت کی آیت : قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ [الأنفال : ١] الخ کی من وجہ تفصیل ہو جاوے گی۔

ملحقات الترجمۃ : [1] **قوله فی مضت ہلاک وعذاب كذا فی المدارك ۱۲۔** [2] **قوله فی فتنة شرک رواه الطبری عن ابن عباسؓ وغيره۔** [3] **قوله فی التمهيد اكثر كا قول تھا بله ما قال الواقدی كان الخمس فی غزوة بنی قينقاع بعد بدر بشهر وثلثة ايام للنصف من شوال علی رأس عشرين شهرا من الهجرة كذا فی الروح فعلی هذا كفی فی الربط ما ذكر اولا ۱۲۔**

البلاغۃ : **قوله سنة الاولين اضاف السنة تارة الی نفسه وتارة الی الكفار كما ههنا وتارة الی الرسل كقوله سنة من قد ارسلنا فالاول حقيقة والثانی لجريانها فيهم والثالث لجريانها علی ايديهم من الروح ۱۲۔**

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ
وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۭ
وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۴۱ اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَالرَّكْبُ
اَسْفَلَ مِنْكُمْ ۭ وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيْعٰدِ ۙ وَلٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ڏ
لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۴۲ اِذْ
يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا ۭ وَلَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ
سَلَّمَ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۴۳ وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْٓ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّيُقَلِّلُكُمْ فِيْٓ
اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝۴۴ ع ۱

اور اس بات کو جان لو کہ جو شے (کفار سے) بطور غنیمت تم کو حاصل ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ کل کا پانچواں حصہ اللہ کا اور اسکے رسول کا ہے اور (ایک حصہ) آپ کے قرابتداروں کا ہے اور (ایک حصہ) غریبوں کا ہے اور (ایک حصہ) مسافروں کا ہے اگر تم اللہ پر یقین رکھتے ہو اور اس چیز پر جس کو ہم نے اپنے بندہ (محمدؐ) پر فیصلہ کے دن یعنی کہ جس دن (بدر میں) دونوں جماعتیں (مؤمنین وکفار) باہم مقابل ہوئی تھیں نازل فرمادیا تھا اور اللہ (ہی) ہر شے پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں اور یہ وہ وقت تھا کہ جب تم اس میدان کے ادھر والے کنارہ پر تھے اور وہ لوگ (یعنی کفار) اس میدان کے اُدھر والے کنارہ پر تھے اور وہ قافلہ (قریش کا) تم سے نیچے کی طرف کو (بچا ہوا) تھا اور اگر تم اور وہ کوئی بات ٹھہراتے تو ضرور اس سے تم میں اختلاف ہوتا لیکن تاکہ جو کام اللہ کو کرنا منظور تھا اس کی تکمیل کردے یعنی تاکہ جس کو برباد (گمراہ) ہونا ہے وہ نشان آئے پیچھے برباد ہوا اور جس کو زندہ (ہدایت یافتہ) ہونا ہے (وہ بھی) نشان آئے پیچھے زندہ ہو اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والے خوب جاننے والے ہیں۔ وہ وقت بھی قابل ذکر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے خواب میں آپ کو وہ لوگ کم دکھلائے اور اگر اللہ تعالیٰ آپ کو وہ لوگ زیادہ کر کے دکھلا دیتے تو تمہاری ہمتیں ہار جاتیں اور اس امر میں تم میں باہم نزاع (اختلاف) ہو جاتا لیکن اللہ تعالیٰ نے تقرر کے بارہ میں (اس کم ہمتی واختلاف سے) بچالیا بے شک وہ دلوں کی باتوں کو خوب جانتا ہے اور اس وقت کو یاد کرو جبکہ اللہ تعالیٰ تم کو جبکہ تم مقابل ہوئے وہ لوگ تمہاری نظر میں کم کر کے دکھلا رہے تھے اور اسی طرح ان کی نگاہ میں تم کو کم کر کے دکھلا رہے تھے تاکہ جو کام اللہ تعالیٰ کو کرنا منظور تھا اس کی تکمیل کردے اور سب مقدمے اللہ ہی کی طرف رجوع کئے جائیں گے۔

تفسیر: حکم غنائم ☆ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ (الی قولہ تعالی) وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ اور اس بات کو جان لو کہ جو شئے (کفار سے) بطور غنیمت تم کو حاصل ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ (اس کے کل پانچ حصے کئے جاویں جن میں سے چار حصے تو مقاتلین کا حق ہے اور ایک حصہ یعنی) کل کا پانچواں حصہ (پھر پانچ حصوں پر تقسیم ہوگا جن میں سے ایک تو) اللہ کا اور اس کے رسول کا ہے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملے گا جن کو دینا بمنزلہ اس کے ہے کہ حق تعالیٰ کے حضور میں پیش کردیا) اور ایک حصہ آپ کے قرابت داروں کا ہے اور (ایک حصہ) یتیموں کا ہے اور (ایک حصہ) غریبوں کا ہے اور (ایک حصہ) مسافروں کا ہے اگر تم اللہ پر یقین رکھتے ہو اور اس چیز پر (یقین رکھتے ہو) جس کو ہم نے اپنے بندہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر فیصلہ کے دن (یعنی) جس دن کہ (بدر میں) دونوں جماعتیں (مؤمنین اور کفار کی) باہم مقابل ہوئی تھیں نازل فرمایا تھا (مراد اس سے امداد غیبی بواسطہ ملائکہ کے ہے یعنی اگر ہم پر اور ہمارے الطاف غیبیہ پر یقین رکھتے ہو تو اس حکم کو جان کر رکھو اور عمل کرو یہ اس لئے بڑھا دیا کہ خمس نکالنا شاق نہ ہو اور یہ سمجھ لیں کہ یہ ساری غنیمت اللہ ہی کی امداد سے تو ہاتھ آئی پھر اگر ہم کو ایک خمس نہ ملا تو کیا ہوا وہ چار خمس بھی تو ہماری قدرت سے خارج تھے بلکہ محض قدرت الہیہ سے حاصل ہوئے) اور اللہ (ہی) ہر شئے پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں (پھر تمہارا استحقاق تو اتنا بھی نہیں تھا یہ بھی بہت مل گیا۔ ف: فیصلہ کے دن سے مراد یوم بدر ہے کیونکہ اس میں عملاً حق و باطل کا فیصلہ واضح ہو گیا۔

مسئلہ: چونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات فرما چکے اس لئے آپ کا حصہ ساقط ہو گیا اور چونکہ آپ کے اہل قرابت کا حصہ بوجہ آپ کی نصرت قدیمہ

کے تھا اور وفات نبوی کے بعد نصرت باقی نہیں لہٰذا یہ حصہ بھی ساقط ہو گیا اب یہ خمس تین حصوں پر تقسیم ہو کر ایک یتامیٰ کو ایک مساکین کو ایک ابناء السبیل کو ملے گا۔

مسئلہ: ان مساکین میں مقدم مساکین ذوی القربیٰ کے ہوں گے۔ یہ لوگ خمس کے مصارف ہیں مستحق نہیں ہیں پس اگر ایک ہی صنف میں صرف کر دیا جاوے تب بھی مثل زکوٰۃ کے جائز ہے **کذا فی الهداية و العناية** باقی تفصیل احکام غنیمت کی کتب فقہ میں مع دلائل موجود ہے۔

ربط: اوپر کی آیت میں یوم بدر کا ذکر تھا آگے اس کی صورت مخاطبین کے پیش نظر کر کے اس کے بعض واقعات کی حکمت اور اس کے ضمن میں اپنی نعمت و منت ظاہر فرماتے ہیں پس اس اعتبار سے گویا یہ متمم ہے ان انعامات کا جن کا ذکر آیت **کما اخرجك** سے شروع ہوا تھا۔

حکایت وحکمت متضمنہ نعمت در بعض واقعات بدر ☆ اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ

انعام سادس: وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيْعٰدِ (الی قولہٖ تعالی) وَ اِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۔

انعام سابع: اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا (الی قولہٖ تعالی) اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ

انعام ثامن: وَ اِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ (الی قولہٖ تعالی) وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ یہ وہ وقت تھا کہ جب تم اس میدان کے ادھر والے کنارہ پر تھے اور وہ لوگ (یعنی کفار) اس میدان کے اُدھر والے کنارہ پر تھے (ادھر والے سے مراد مدینہ سے نزدیک کا موقع اور ادھر والے سے مراد مدینہ سے دور کا موقع) اور وہ قافلہ (قریش کا) تم سے نیچے کی طرف کو (بچا ہوا) تھا (یعنی سمندر کے کنارے کنارے جا رہا تھا حاصل یہ کہ پورے جوش کا سامان جمع ہو رہا تھا کہ دونوں آپس میں آمنے سامنے کہ ہر ایک دوسرے کو دیکھ کر جوش میں آوے ادھر قافلہ رستہ ہی میں جس کی وجہ سے لشکر کفار کو اس کی حمایت کا خیال دلنشین جس سے اور جوش میں زیادتی ہو غرض وہ ایسا شدید وقت تھا پھر بھی خدا تعالیٰ نے تم پر امداد غیبی نازل کی جیسا اوپر ارشاد ہوا ہے: اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا اور (وہ تو مصلحت یہ ہوئی کہ اتفاقاً مقابلہ ہو گیا ورنہ) اگر (پہلے سے حسب معمول و عادت) تم اور وہ (لڑائی کیلئے) کوئی بات ٹھہراتے (کہ فلاں وقت لڑیں گے) تو (مقتضا حالت موجودہ کا یہ تھا کہ) ضرور اس تقرر کے بارہ میں تم میں اختلاف ہوتا (یعنی خواہ صرف مسلمانوں اور باہم کہ بوجہ بے سروسامانی کے کوئی کچھ کہتا کوئی کچھ کہتا اور خواہ کفار کے ساتھ اختلاف ہوتا جس کی وجہ اس طرف کی بے سروسامانی اور اس طرف مسلمانوں کا رعب بہر حال دونوں طرح اس جنگ کی نوبت نہ آتی پس اس میں جو فوائد ہوئے وہ ظہور میں نہ آتے جن کا بیان لِيَهْلِكَ میں آتا ہے) لیکن (اللہ تعالیٰ نے ایسا سامان کر دیا کہ اس کی نوبت نہیں آئی بلا قصد لڑائی ٹھن گئی) تا کہ جو کام اللہ کو کرنا منظور تھا اس کی تکمیل کر دے یعنی تا کہ (حق کا نشان ظاہر ہو جاوے اور) جس کو برباد (یعنی گمراہ) ہونا ہے وہ نشان آئے پیچھے برباد ہو اور جس کو زندہ (یعنی ہدایت یافتہ) ہونا ہے وہ (بھی) نشان آئے پیچھے زندہ ہو (مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ کو منظور تھا لڑائی ہونا کیونکہ ایک خاص طریق سے اسلام کا حق ہونا ظاہر ہو جاوے کہ اس قلت عدد و کم سامانی پر مسلمان غالب آئے جو کہ خارق عادت ہے جس سے معلوم ہوا کہ اسلام حق ہے پس اس سے حجت الٰہیہ تام ہو گئی اس کے بعد جو گمراہ ہو گا وہ وضوح حق کے بعد ہو گا یہ کہ جس میں عذاب کا پورا استحقاق ہو گیا اور عذر کی گنجائش ہی نہ رہی اسی طرح جس کو ہدایت ہونا ہو گا وہ حق کو قبول کر لے گا خلاصہ حکمت کا یہ ہوا کہ حق واضح ہو جاوے) اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والے خوب جاننے والے ہیں (کہ اس وضوح کے بعد زبان اور قلب سے کون کفر کرتا ہے اور کون ایمان لاتا ہے اور) وہ وقت بھی قابل ذکر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے خواب میں آپ کو وہ لوگ کم دکھلائے (چنانچہ آپ نے صحابہ کو اس خواب کی خبر کی ان کے دل خوب قوی ہو گئے) اور اگر اللہ تعالیٰ آپ کو وہ لوگ زیادہ کر کے دکھا دیتے (اور آپ صحابہ سے فرما دیتے) تو (اے صحابہؓ) تمہاری ہمتیں ہار جاتیں اور اس امر (قتال) میں تم میں باہم نزاع (اختلاف) ہو جاتا لیکن اللہ تعالیٰ نے (اس کم ہمتی اور اختلاف سے تم کو) بچا لیا بیشک وہ دلوں کی باتوں کو خوب جانتا ہے (اس کو معلوم تھا کہ اس طرح ضعف پیدا ہو گا اس طرح قوت اس لئے ایسی تدبیر کی) اور (صرف خواب ہی میں آپ کو کم دکھلانے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ تتمیم حکمت کے لئے بیداری میں مقابلہ کے وقت مسلمانوں کی نظر میں بھی کفار کم دکھائی دیئے جیسا کہ بالعکس بھی ہوا جو کہ واقع کے مطابق بھی تھا چنانچہ فرماتے ہیں کہ) اس وقت کو یاد کرو جب کہ اللہ تعالیٰ تمہیں جب کہ تم مقابل ہوئے ان لوگوں کو تمہاری نظر میں کم کر کے دکھلا رہے تھے اور (اسی طرح) ان کی نگاہ میں تم کو کم کر کے دکھلا رہے تھے تا کہ جو کام اللہ کو کرنا منظور تھا اس کی تکمیل کر دے (جیسا پہلے بیان ہو چکا ہے۔ لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ الخ) اور سب مقدمے خدا ہی کی طرف رجوع کئے جاویں گے (وہ ہالک اور حی یعنی گمراہ اور مہتدی کو سزا و جزا دیں گے) **ف:** سورۂ آل عمران رکوع دوم آیت: قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ الخ [آل عمران: ۱۳] کی تفسیر میں اس کم دکھلانے کے متعلق تحقیق گذر چکی ہے ملاحظہ کر لیا جاوے۔ **ربط:** اوپر بدر کے واقعات تھے آگے ایسے مواقع قتال کے آداب ظاہری و باطنی کی مسلمان کو تعلیم ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالی: اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا آیت سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ بعض اوقات بعض واقعات کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مخفی فرما لیتے ہیں اور غیر نبی کا تو کیا ذکر ہے (جیسا اس واقعہ میں ہوا کہ کفار تھے تو زیادہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر منکشف ہوئے کم) سو اس شخص کا کیا حال

ہے جو اس کو اپنے شیخ کے لئے جائز نہ سمجھے اور اس کے کشف اور خواب پر جزم کر لے اور یہ واقعہ تو منام میں تھا اور ایسا ہی بیداری میں ممکن ہے جیسا اس کے بعد والی آیت میں مذکور ہے: اِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْٓ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّ يُقَلِّلُكُمْ فِيْٓ اَعْيُنِهِمْ۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله فی** فان حکم اشارة الی تقدیر المبتدأ ای فالحکم ان الله الخ ۱۲۔ ۲ **قوله فی** لله جن کو دنیا اشارة الی ان ذکر الله تعالٰی لتعظیم رسول الله صلی الله علیه وسلم کما فی قوله تعالٰی والله ورسوله احق ان یرضوه وعزاه فی الروح الی الجمهور ۱۲۔ ۳ **قوله فی** جزاء ان کنتم جان رکھو الخ اشارة الی تقدیر جزاء ان کنتم ۱۲۔ ۴ **قوله فی** اذ انتم یہ وہ وقت اشارة الی کونه بدلا من یوم الفرقان ولم یقدر اذکر کما قدر فی اذ یریکهم لان المقصود هنا تصویر ذاك الیوم فناسب البدلیة ۱۲۔ ۵ **قوله فی** منکم تم سے ای المسلمین کما فی الخازن ۱۲۔ ۶ **قوله فی** تواعدتم تم اور وہ اشارة الی ان فی الکلام تغلیبا ۱۲۔ ۷ **قوله فی** لاختلفتم مقتضا فلا یرد ان التواعد قد وقع احیانا ولم یختلفوا ۱۲۔ ۸ **قوله فی** المیعاد تقرر اشارة الی کونه مصدر بالمعنی الوعد ۱۲۔ ۹ **قوله فی** مفعولا منظور کما فی الروح مقدرا فی الازل ۱۲۔ ۱۰ **قوله فی** لیقضی تکمیل من القضاء بمعنی التمام ۱۲۔ ۱۱ **قوله فی** لیهلك یعنی اشارة الی کونه بدلا للتفسیر ۱۲۔ ۱۲ **قوله فی** عن بینة پیچھے فهو بمعنی بعد کما فی الروح ۱۲۔ ۱۳ **قوله فی** توضیح بینة خاص طریق زاده لعدم الحصر لاثبات الحق فیه ۱۲۔ ۱۴ **قوله فی** اخر ذاك التوضیح حق واضح کما فی قوله لیحق الحق ولا تکرار لاختلاف الفعل المعلل به وکذا لا تکرار فی لیقضی الله لهذا الاختلاف ایضا ۱۲۔

الروایات: الدنیا القصوی من المدینة کذا فی عامة التفاسیر وفی الدر المنثور من مکة والله اعلم ۱۲۔

اللغات: قوله العدوة شاطئ الوادی کذا فی القاموس وترجم بالحاصل لان الوادی یکون منخفضا وشاطئه مرتفعا مستویا ۱۲۔

النحو: قوله اسفل منکم ظرف منصوب ای فی مکان اسفل منکم ۱۲ قوله قلیلا نصبه علی انه مفعول ثالث عند الجهوری او حال علی ما یفهمه کلام غیره کذا فی الروح قلت ومثله قوله کثیرا وقوله قلیلا فی الآیة الآتیة ۱۲۔

البلاغۃ: قوله یقللکم لم یقل ویریکم قلیلا فی اعینهم لان المسلمین کانوا قلیلا فی الواقع لا فی رؤیتهم فقط ۱۲۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّ رِئَآءَ النَّاسِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۴۷﴾ وَ اِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَ قَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَ اِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّيْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ؕ وَ اللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۴۸﴾ اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۴۹﴾

اے ایمان والو! جب تم کو کسی جماعت سے (جہاد میں) مقابلہ کا اتفاق ہوا کرے تو (ان آداب کا لحاظ رکھو ایک یہ کہ) ثابت قدم رہو اور اللہ کا خوب کثرت سے ذکر کرو۔ امید ہے کہ تم کامیاب ہو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت (کا لحاظ) کیا کرو اور نزاع مت کرو (نہ اپنے امام سے نہ آپس میں) ورنہ کم ہمت ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی اور صبر کرو بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں اور ان (کافر) لوگوں کے مشابہ نہ ہونا کہ جو (اسی بدر کے واقعہ میں) اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور لوگوں کو دکھلاتے ہوئے نکلے اور لوگوں کو اللہ کے راستہ (دین) سے روکتے تھے اور اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو (اپنے علم کے) احاطہ میں لئے ہوئے ہے اور اس وقت کا ان سے ذکر کیجئے جبکہ شیطان نے ان (کفار) کو ان کے اعمال خوشنما کر کے دکھلائے اور کہا کہ لوگوں میں سے آج کوئی تم پر غالب آنے والا نہیں اور میں تمہارا حامی ہوں۔ پھر جب دونوں جماعتیں (کفار و مسلمین کی) ایک دوسرے کے مقابل ہوئیں تو وہ اُلٹے پاؤں بھاگا اور یہ کہا کہ میرا تم سے کوئی واسطہ نہیں میں ان چیزوں کو دیکھ رہا

ہوں۔ جوتم کونظر نہیں آتیں (مراد فرشتے) میں تو خدا سے ڈرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے کہ جب منافقین اور جن کے دلوں میں (شک کی) بیماری تھی یوں کہتے تھے کہ ان (مسلمان) لوگوں کو ان کے دین نے بھول میں ڈال رکھا ہے اور جو شخص اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ زبردست ہیں (اور) حکمت والے (بھی) ہیں۞

تفسیر: تعلیم بعضے آداب قتال ☆ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا (الی قوله تعالی) وَاللّٰهُ بِمَا یَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ ۞ اے ایمان والو! جب تم کو (کفار کی) کسی جماعت سے (جہاد میں) مقابلہ کا اتفاق ہوا کرے تو (ان آداب کا لحاظ رکھو ایک یہ کہ) ثابت قدم رہو (یعنی بھاگو مت) اور (دوسرے یہ کہ) اللہ کا خوب کثرت سے ذکر کرو (کہ ذکر سے قلب میں قوت ہوتی ہے) امید ہے کہ تم (مقابلہ میں) کامیاب ہو (کیونکہ ثبات قدم اور ثبات قلب جب جمع ہوں تو کامیابی غالب ہے) اور (تیسرے یہ کہ تمام امور متعلقہ حرب میں) اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت (کا لحاظ) کیا کرو (کہ کوئی کارروائی خلاف شرع نہ ہو) اور (چوتھے یہ کہ اپنے امام سے اور باہم بھی) نزاع مت کرو ورنہ (باہمی نااتفاقی سے) کم ہمت ہو جاؤ گے (کیونکہ قوتیں منتشر ہو جاویں گی ایک کو دوسرے پر وثوق نہ ہوگا اور اکیلا آدمی کیا کر سکتا ہے) اور تمہاری ہوا اکھڑ جاوے گی (ہوا خیزی سے مراد بدرعبی کیونکہ دوسروں کو اس نااتفاقی کی اطلاع ہونے سے یہ امر لازمی ہے) اور پانچویں یہ کہ اگر کوئی امر ناگواری کا پیش آوے تو اس پر) صبر کرو بیشک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں (اور معیت الٰہی موجب نصرت ہے) اور (چھٹے یہ کہ نیت خالص رکھو تفاخر اور نمائش میں) ان (کافر) لوگوں کے مشابہ مت ہونا کہ جو (اسی واقعہ بدر میں) اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور لوگوں کو (اپنی شان و سامان دکھلاتے ہوئے نکلے اور (اس فخر و ریاء کے ساتھ یہ بھی نیت تھی کہ) لوگوں کو اللہ کے رستہ (یعنی دین) سے روکتے تھے (کیونکہ مسلمان کو زک دینے چلے تھے جس کا اثر عام طبائع پر بھی دین سے بعد ہوتا) اور اللہ تعالیٰ (ان لوگوں کو پوری سزا دیگا چنانچہ وہ) انکے اعمال کو (اپنے علم کے) احاطہ میں لئے ہوئے ہے۔ **ف**: درمنثور میں ان کفار قریش کے اعمال واقوال تفاخر کے مروی ہیں آخر ساری شیخی خاک میں مل گئی۔

ربط: اوپر کفار کے بطر و ریاء کا ذکر تھا آگے اس کی علت کہ تزئین شیطان ہے اور اس علت کا ضعف مذکور ہے اور یہ قصہ اس طرح ہوا تھا کہ قریش اور بنی کنانہ میں کچھ رنج چلا آتا تھا جب کہ کفار قریش مکہ سے مسلمانوں کے مقابلہ کو چلنے لگے تو بنی کنانہ کی طرف سے گونہ اندیشہ ہوا اور جانے میں پس وپیش کرنے لگے اس وقت ابلیس بصورت سراقہ رئیس بنی کنانہ کے ظاہر ہوا اور کہا کہ تم اندیشہ مت کرو میں بنی کنانہ کی طرف سے تمہارا ذمہ دار ہوں سب یہی سمجھے کہ یہ سراقہ ہے سب باطمینان بدر میں پہنچے جب لڑائی کا وقت آیا اور ملائکہ نازل ہونا شروع ہوئے اس وقت اس کا ہاتھ حارث کے ہاتھ میں تھا چھڑا کر بھاگا۔ حارث نے پوچھا تو جواب دیا انی بریٔ الخ غرض لوگوں میں سراقہ کی بدنامی کا چرچا ہوا سراقہ نے سن کر قسم کھائی کہ مجھ کو کچھ خبر نہیں **اوردہ فی الدر المنثور عن ابن عباسؓ ورفاعة بن رافع وفی الروح عن غیر واحد من المفسرین وفی الکمالین عن ابن اسحاقؒ۔**

ضعف کید شیطان ☆ اِذْ زَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ (الی قوله تعالی) وَاللّٰهُ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۞ اور اس وقت کا ان سے ذکر کیجئے جب کہ شیطان نے ان (کفار) کو (بذریعہ وسوسہ) ان کے اعمال (کفریہ) عداوت ومخالفت رسول صلی اللہ علیہ وسلم) خوشنما کر کے دکھلائے (کہ انہوں نے ان باتوں کو اچھا سمجھا) اور (وسوسہ سے بڑھ کر یہ کیا کہ بالمشافہ ان سے) کہا کہ (تم کو وہ قوت وشوکت ہے کہ تمہارے مخالف) لوگوں میں سے آج کوئی تم پر غالب آنے والا نہیں اور میں تمہارا حامی ہوں (نہ بیرونی دشمنوں سے ڈرو اور نہ اندرونی دشمنوں سے اندیشہ کرو) پھر جب دونوں جماعتیں (کفار و مسلمین کی) ایک دوسرے کے بالمقابل ہوئیں (اور اس نے ملائکہ کا نزول دیکھا) تو وہ الٹے پاؤں بھاگا اور یہ کہا کہ میرا تم سے کوئی واسطہ نہیں (میں حامی وامی کچھ نہیں بنتا کیونکہ) میں ان چیزوں کو دیکھ رہا ہوں جو تم کو نظر نہیں آتیں (مراد فرشتے ہیں) میں تو خدا سے ڈرتا ہوں (کبھی کسی فرشتہ سے دنیا ہی میں میری خبر لوادے) اور اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں۔ **ف**: چونکہ نرا خوف بدوں ایمان کے مقبول نہیں اس لئے شیطان کا خدا سے ڈرنا اگر واقعی بھی ہو کچھ محل اشکال نہیں۔

ربط: اوپر اس گمان کی غلطی کا بیان تھا کہ کفار کے غالب آنے کی امید تھی اور وہ مغلوب ہوئے آگے اس گمان کی غلطی کا بیان ہے کہ مسلمان مغلوب ہوتے نظر آتے تھے اور وہ برکت توکل سے غالب آئے۔

برکت وقوت توکل علی اللہ ☆ اِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ (الی قوله تعالی) فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ۞ اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے کہ جب منافقین (مدینہ والوں میں سے) اور جن کے دلوں میں (شک کی) بیماری تھی (مکہ والوں میں سے مسلمانوں کا بے سروسامانی کے ساتھ مقابلہ کفار میں آجانا دیکھ کر) یوں کہتے تھے کہ ان (مسلمان) لوگوں کو ان کے دین نے بھول میں ڈال رکھا ہے (کہ اپنے دین کے حق ہونے کے بھروسے ایسے خطرہ میں آپڑے اللہ تعالیٰ جواب دیتے ہیں) اور جو شخص اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو (وہ اکثر غالب ہی آتا ہے کیونکہ) بلاشبہ اللہ تعالیٰ زبردست ہیں (اس لئے اپنے اوپر بھروسہ کرنے والے کو غالب کر دیتے ہیں اور احیاناً ایسا شخص مغلوب ہو جاوے تو اس میں کچھ مصلحت ہوتی ہے کیونکہ) وہ حکمت والے (بھی) ہیں (غرض ظاہری سامان و بے سروسامانی پر

مدار نہیں قادر کوئی اور ہی ہے)۔ **ف**: بعضے لوگ اہل مکہ میں مذبذب سے تھے وہ بھی بدر میں آئے تھے فریقین کی حالت کا موازنہ کر کے انہوں نے یہ کہا تھا کذا فی الدر المنثور۔ **ربط**: اوپر کفار کی تعذیب دنیوی مقتولیت ومغلوبیت کا بیان تھا آگے تعذیب برزخی واخروی کا اوران سب عقوبات کی علت کا کہ مخالفت حق ہے، بیان ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ اس میں مسلمانوں کو بطر اور ریاء میں ان کے مشابہ ہونے سے نہی کی گئی ہے پس اولیاء کو اعداء کی مشابہت سے ممانعت ہوئی۔ قولہ تعالیٰ: فَلَمَّا تَرَاءَتِ الْفِئَتَانِ نَكَصَ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ وَقَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِنْكُمْ إِنِّي أَرَىٰ مَا لَا تَرَوْنَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ۔ اس واقعہ میں ابلیس سراقہ بن مالک کنانی کی صورت میں متمثل ہو گیا تھا پس آیت میں کئی مسئلوں پر دلالت ہے۔ اول ابلیس کبھی گناہ کے وسوسہ کو ترک بھی کر دیتا ہے جیسا اس قصہ میں اول وسوسہ ڈالا: لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي جَارٌ لَكُمْ پھر إِنِّي بَرِيءٌ مِنْكُمْ کہہ کر اس کو ترک کر دیا اور یہ ترک اس وقت ہوتا ہے جب دیکھتا ہے کہ بدوں میرے وسوسہ کے بھی انسان گناہ کرلے گا۔ دوسرا مسئلہ اہل باطل کے لئے کشف کا ممکن ہونا چنانچہ ابلیس کو ملائکہ مکشوف بھی ہوئے جس کی خبر اس قول میں دی گئی: إِنِّي أَرَىٰ مَا لَا تَرَوْنَ تیسرا مسئلہ تمثل کا امکان جیسا وہ کنانہ کی صورت میں متمثل ہوا۔ چوتھا مسئلہ خدائے تعالیٰ سے خوف طبعی کا کافی نہ ہونا جیسا شیطان کا خوف تھا اور اس نے إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ کہا مطلوب خوف ایمانی ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله فی تفلحون** غالب افاده لعل فلا يضر انهزام المسلمين بعلة وحكمة۱۲۔ ۲ **قوله فی من الناس** مخالف وهم المسلمون فلا يرد الفارس والروم فان خلافهم لم يكن معتدابه۱۲۔ ۳ **قوله فی جار** بیرونی اندرونی الاول راجع الى قوله لا غالب والثانی الى قوله انی جار۱۲۔

الروایات: فی الدر المنثور برواية البيهقی عن ابن عباسؓ انی اری ان ختم الآية من مقول الشيطان واخرج ابن ابی حاتم عن ابن اسحق قوله اذ يقول المنافقون والذين فی قلوبهم مرض قال هم الفئة الذين خرجوا مع قريش احتبسهم آباء هم فخرجوا وهم على الارتياب فلما را واقلة اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم قالوا غر هؤلاء دينهم حين قدموا على ما قدموا عليه من قلة عددهم وكثرة عدوم وهم فئة من قريش مسمون خمسة قيس بن الوليد بن المغيرة وابو قيس بن الفاكهة بن المغيرة المخزد ميان والحارث بن زمعة وعلی بن امية بن خلف والعاسی ابن منبه كذا فی الدر المنثور قلت فالمرض يراد به الشك دون النفاق كما قيل فی سورة المدثر المكية وليقول الذين فی قلوبهم مرض۱۲۔

اللغات: قوله جار فی القاموس مجير و مستجير الترائ التلاقی۔

البلاغۃ: قوله تذهب ريحكم فی الروح الريح كما قال الاخفش مستعارة للدولة لشبها فی نفوذ امرها وتمشيه ومن كلامهم هب رياح فلان اذا دالت له الدولة وجرى امره على ما يريد وركدت رياحه اذا ولت عنه وادبر امره اه۔

وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ يَتَوَفَّى الَّذِينَ كَفَرُوا الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ﴿٥٠﴾ ذَٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ ﴿٥١﴾ كَدَأْبِ آلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٥٢﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِعْمَةً أَنْعَمَهَا عَلَىٰ قَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ وَأَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٥٣﴾ كَدَأْبِ آلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ فَأَهْلَكْنَاهُمْ بِذُنُوبِهِمْ وَأَغْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ وَكُلٌّ كَانُوا ظَالِمِينَ ﴿٥٤﴾

اور اگر آپ (اس وقت کا واقعہ) دیکھیں جبکہ فرشتے ان (موجودہ) کافروں کی جان قبض کرتے جاتے ہیں (اور) ان کے منہ پر اور ان کی پشتوں پر مارتے جاتے ہیں اور یہ کہتے جاتے ہیں کہ (ابھی کیا ہے آگے چل کر) آگ کی سزا جھیلنا (اور) یہ عذاب ان اعمال (کفریہ) کی وجہ سے ہے جو تم نے اپنے ہاتھوں سمیٹے ہیں اور امر ثابت ہی ہے

کہ اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم کرنے والے نہیں۔ ان کی حالت ایسی ہے جیسے فرعون والوں کی اور ان سے پہلے کے لوگوں کی حالت تھی کہ انہوں نے آیات الٰہیہ کا انکار کیا۔ سو خدا تعالیٰ نے ان کے (ان) گناہوں پر ان کو پکڑ لیا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑی قوت والے سخت سزا دینے والے ہیں۔ یہ بات اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی ایسی نعمت کو جو کسی قوم کو عطا فرمائی ہو نہیں بدلتے' جب تک کہ وہی لوگ اپنے ذاتی اعمال کو نہیں بدل ڈالتے اور یہ امر ثابت ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑے سننے والے ہیں بڑے جاننے والے ہیں ان کی حالت فرعون والوں اور ان سے پہلے والوں کی سی حالت ہے کہ انہوں نے اپنے رب کی آیات کو جھٹلایا اس پر ہم نے ان کو ان کے گناہوں کے سبب ہلاک کر دیا اور فرعون والوں کو غرق کر دیا اور وہ سب ظالم تھے۞

تفسیر: عقوبت کفار و علت آں ☆ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ (الی قولہ تعالیٰ) وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ۞ اور اگر آپ (اس وقت کا واقعہ) دیکھیں (تو عجیب واقعہ نظر آوے) جب کہ فرشتے ان (موجودہ) کافروں کی جان قبض کرتے جاتے ہیں (اور) ان کے منہ پر اور ان کی پشتوں پر مارتے جاتے ہیں اور یہ کہتے جاتے ہیں کہ (ابھی کیا ہے آگے چل کر) آگ کی سزا جھیلنا (اور) یہ عذاب ان اعمال (کفریہ) کی وجہ سے ہے جو تم نے اپنے ہاتھوں سمیٹے ہیں اور یہ امر ثابت ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم کرنے والے نہیں (سو اللہ تعالیٰ نے بے جرم سزا نہیں دی پس) ان کی حالت (اس بارہ میں کہ کفر پر سزایاب ہوئے) ایسی ہے جیسی فرعون والوں کی اور ان سے پہلے کے (کافر) لوگوں کی حالت تھی کہ انہوں نے آیات الٰہیہ کا انکار کیا سو خدا تعالیٰ نے ان کے (ان) گناہوں پر ان کو (عذاب میں) پکڑ لیا بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑی قوت والے سخت سزا دینے والے ہیں (کہ ان کے مقابلہ میں کوئی ایسی قوت نہیں رکھتا کہ ان کے عذاب کو ہٹا سکے اور) یہ بات (کہ بلا جرم ہم سزا نہیں دیتے) اس سبب سے ہے (کہ ہمارا ایک قاعدہ کلیہ مقرر ہے اور بلا جرم سزا نہ دینا اسی قاعدہ کی ایک فرع ہے اور وہ قاعدہ یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ کسی ایسی نعمت کو جو کسی قوم کو عطا فرمائی ہو نہیں بدلتے جب تک کہ وہی لوگ اپنے ذاتی اعمال کو نہیں بدل ڈالتے اور یہ امر ثابت ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑے سننے والے بڑے جاننے والے ہیں (پس وہ تغیر قولی کو سنتے ہیں تغیر فعلی کو جانتے ہیں سو ان کفار موجودین نے اپنی یہ حالت بدلی کہ ان میں باوجود کفر کے اول ایمان لانے کی استعداد قریب تھی انکار و مخالفت کر کر کے اس کو بعید کر ڈالا پس ہم نے اپنی نعمت امہال کو جو پہلے سے ان کو حاصل تھی مبدل بہ دار و گیر کر دیا اس کی وجہ یہ ہوئی کہ انہوں بطریق مذکور نعمت قرب استعداد کو بدل ڈالا پس اس امر تغییر میں بھی) ان کی حالت فرعون والوں اور ان سے پہلے لوگوں کی سی حالت ہے کہ انہوں نے اپنے رب کی آیات کو جھٹلایا اس پر ہم نے ان کو ان کے (ان) گناہوں کے سبب ہلاک کر دیا اور (ان میں) فرعون والوں کو (خاص طور پر ہلاک کیا کہ ان کو) غرق کر دیا اور وہ (فرعون والے اور پہلے والے) سب ظالم تھے۔

ف: اوپر کی آیات میں یہاں تک کفار مشرکین کے احوال و قتال کا بیان تھا آگے کفار اہل کتاب کے احوال اور قتال کا بیان ہے جیسا کہ تمہید سورت میں بھی اس طرف اشارہ کیا گیا ہے اور سبب نزول اس کا یہود بنی قریظہ کی عہد شکنی ہے کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد کیا تھا کہ ہم آپ کے مخالفین کو مدد نہ دیں گے اور پھر بھی غزوۂ احزاب میں مشرکین کو مدد دی اور بھی چند بار ایسا ہو چکا تھا ہر بار میں کہہ دیتے تھے کہ ہم بھول گئے پھر تازہ عہد کرتے تھے پھر ایسا ہی کرتے تھے اس پر ان آیتوں میں آپ کو حکم ہوا ان سے قتال کا کذا فی الدر المنثور واللباب والروح۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ اس کے عموم میں وہ صورت بھی داخل ہوگئی کہ جب سالک سے کوئی معصیت صادر ہو جاتی ہے یا کوئی طاعت ترک ہو جاتی ہے تو اس سے انوار و برکات مقصودہ منقطع ہو جاتے ہیں۔

فائدۃ مهمة متعلقة بالآية: ان قلت انى فى قوله ذلك فى الموضعين وقوله كداب وقوله كفروا وكذبوا تكرار قلت الاشارة بذلك الاول الى العذاب وبذلك الثانى الى ما يفهم من ذلك الاول مع خبره من كون العذاب منوطا باعمالهم وكون الثانى سببا للاول باعتبار كونه فرعاً له فان تغيير النعمة اعم من الكفر كما فى الروح سواء كانت احوالهم السابقة مرضية صالحة او اهون من الحالة الحادثة الخ فالجزئى مسبب والقانون الكلى سبب فلا تكرار وكذا التشبيه فى الاول فى الكفر وفى الثانى فى التغيير وكذا ذكر الكفر فى الاول من حيث كونه عملاً وفى الثانى من حيث كونه تغييرا لما ان الكفر وان كان حاصلا من قبل لكن بلا تكذيب لعدم مجىء رسول اليهم وكانوا انعم عليهم بالامهال فلما بعث اليهم رسول كذبوا فبدلوا حالهم فبدل الله تعالىٰ امهالهم وقضى آجالهم۔

فائدۃ اخرىٰ: مفهوم الآيتين المصدر تين بذلك عدم وقوع العذاب والتغيير من غير ذنب وتغيير لا وقوع العذاب والتغيير بعد الذنب والتغيير لا محالة فافهم والى هذه الامور كلها اشرت فى تقرير الترجمة فافهم والله يتولى هداك ۱۲۔

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۞ اَلَّذِيْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ

عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَ اِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ ﴿۵۸﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا ؕ اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۶۰﴾

بلاشبہ بدترین خلائق اللہ کے نزدیک یہ کافر لوگ ہیں۔ تو یہ ایمان نہ لائیں گے۔ جن کی یہ کیفیت ہے کہ آپ ان سے (کئی بار) عہد لے چکے ہیں (مگر) پھر (بھی) وہ ہر بار اپنا عہد توڑ ڈالتے ہیں اور عہد شکنی سے ڈرتے نہیں۔ سو اگر آپ لڑائی میں ان لوگوں پر قابو پائیں تو ان (پر حملہ کر کے اس) کے ذریعے سے اور لوگوں کو جو کہ ان کے علاوہ ہیں منتشر کر دیجئے تا کہ وہ لوگ سمجھ جائیں اور اگر آپ کو کسی قوم سے خیانت (یعنی عہد شکنی) کا اندیشہ ہو تو آپ وہ عہد ان کو اس طرح واپس کر دیجئے کہ آپ اور وہ (اس اطلاع میں) برابر ہو جائیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے اور کافر لوگ اپنے کو یہ خیال نہ کریں کہ وہ بچ گئے یقیناً وہ لوگ (خدا تعالیٰ) کو عاجز نہیں کر سکتے اور ان کافروں کے لئے جس قدر تم سے ہو سکے ہتھیار سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے سامان درست رکھو اور اس کے ذریعے سے تم (اپنا) رعب جمائے رکھو ان پر جو کفر کی وجہ سے اللہ کے دشمن ہیں اور تمہارے دشمن ہیں اور ان کے علاوہ دوسروں پر بھی جن کو تم (بالیقین) نہیں جانتے ان کو اللہ ہی جانتا ہے اور اللہ کی راہ میں جو کچھ بھی خرچ کرو گے وہ تم کو پورا پورا دے دیا جائے گا اور تمہارے لئے کچھ کمی نہ ہوگی۔ ۞

تفسیر: احوال واحکام قتال بعض اہل کتاب ☆ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۵﴾ (الی قولہ تعالی) اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ ﴿۵۸﴾ بلاشبہ بدترین خلائق اللہ کے نزدیک یہ کافر[1] لوگ ہیں (جب یہ علم الٰہی میں ایسے ہیں) تو یہ ایمان نہ لاویں گے جن کی یہ کیفیت[2] ہے کہ آپ ان سے (کئی بار) عہد لے چکے ہیں (مگر) پھر (بھی) وہ ہر بار اپنا عہد توڑ ڈالتے ہیں اور وہ (عہد شکنی سے) ڈرتے نہیں سو اگر آپ لڑائی میں ان لوگوں پر قابو[3] پائیں گے (اور یہ آپ کے ہاتھ آئیں) تو ان (پر حملہ کر کے اس) کے ذریعہ سے اور لوگوں کو جو کہ ان کے علاوہ[4] ہیں منتشر کر دیجئے تا کہ وہ لوگ سمجھ جاویں (کہ نقص عہد کا یہ وبال ہوا ہم ایسا نہ کریں یہ حکم تو اس وقت ہے کہ جب ان لوگوں نے عہد علانیہ توڑ دیا ہو) اور اگر (ابھی تک علانیہ تو نہیں توڑا لیکن) آپ کو کسی قوم سے خیانت (یعنی عہد شکنی) کا اندیشہ ہو تو (اجازت[5] ہے کہ) آپ وہ عہد ان کو اس طرح واپس کر دیجئے (یعنی اس طرح اس عہد کے باقی نہ رہنے کی اطلاع کر دیجئے) کہ آپ اور وہ (اس اطلاع میں) برابر ہو جائیں (اور بدوں ایسی صاف اطلاع کے لڑنا خیانت ہے اور) بلاشبہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔ **ف**: ایک ایسی ہی آیت اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ اس سورت کے تیسرے رکوع میں مشرکین کے حق میں آ چکی ہے چونکہ دوسرے عصاۃ سے بدتر ہونا سب کفار پر صادق آتا ہے لہٰذا دونوں آیتوں میں کچھ تعارض نہیں اور لَا يُؤْمِنُوْنَ فرمانا ان ہی کے اعتبار سے ہے جو علم الٰہی میں عمر بھر کافر رہنے والے تھے اور اس آیت میں جو شرد اور فانبذ کا خطاب خاص کیا گیا اس طرح آگے مسئلہ صلح میں فَاجْنَحْ لَهَا کا اس میں اشارہ ہے کہ عہد کا حل وعقد امام کی رائے پر ہے عوام کو اس میں دخل نہ دینا چاہئے اور نبذ عہد میں جو خوف خیانت کی قید لگائی بناء علی الغالب ہے کہ اکثر ایسی صورت میں زائد حاجت ہوگی پس اگر بدوں خوف خیانت کے بھی نبذ عہد میں مصلحت ہو تو جائز ہے۔ کذا فی الہدایۃ۔ ربط: او پر مشرکین مکہ و یہود مدینہ کے قتال کا ذکر تھا چونکہ قتال میں بعضے بچ بھی جاتے ہیں آگے ان کی نسبت فرماتے ہیں کہ خدا سے نہیں بچ سکیں گے ایک نہ ایک روز مبتلائے عذاب ہونا ہے۔

عدم تحصن کفار از دست قہار ☆ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا ؕ اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ اور کافر لوگ اپنے کو یہ خیال نہ کریں کہ وہ بچ گئے یقیناً وہ لوگ (خدا تعالیٰ کو) عاجز نہیں کر سکتے (کہ اس کے ہاتھ نہ آویں یا تو دنیا ہی میں مبتلائے عقوبت کر دے گا ورنہ آخرت میں تو یقینی ہے) **ف**: اوپر قتال کفار کا ذکر تھا آگے سامان قتال مہیا رکھنے کا حکم ہے۔

امر بہ تہیہ قتال ☆ وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ (الی قولہ تعالی) وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ اور ان کافروں (سے مقابلہ کرنے) کے

لئے جس قدر تم سے ہو سکے ہتھیار سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے سامان درست رکھو کہ اس (سامان) کے ذریعہ سے تم (اپنا) رعب جمائے رکھو ان پر جو کہ (کفر کی وجہ سے) اللہ کے دشمن ہیں اور (تمہاری فکر میں رہنے کی وجہ سے) تمہارے دشمن ہیں (جن سے شب و روز تم کو سابقہ پڑتا رہتا ہے) اور ان کے علاوہ دوسرے کافروں پر بھی (رعب جمائے رکھو) جن کو تم (بالتعیین) نہیں جانتے (بلکہ) ان کو اللہ ہی جانتا ہے (جیسے کفار فارس اور روم وغیرہم جن سے اس وقت سابقہ نہیں پڑا مگر صحابہ کا ساز و سامان و فن سپہ گری اپنے وقت میں ان کے مقابلہ میں بھی کام آیا اور ان پر بھی رعب جما بعض مقابل ہو کر مغلوب ہوئے بعض نے جزیہ قبول کیا کہ یہ بھی اثر رعب کا ہے) اور اللہ کی راہ میں (جس میں جہاد بھی آ گیا) جو کچھ بھی خرچ کرو گے (جس میں وہ خرچ بھی آ گیا جو ساز و یراق درست کرنے میں کیا جاوے وہ (یعنی اس کا ثواب) تم کو (آخرت میں) پورا پورا دے دیا جاوے گا اور تمہارے لئے (اس میں) کچھ کمی نہ ہوگی۔ **ف**: حدیثوں میں تیراندازی کی مشق اور گھوڑوں کے رکھنے اور سواری سیکھنے کی بڑی فضیلت آئی ہے اب بندوق اور توپ قائم مقام تیر کے ہے اور عموم قوت میں یہ سب اور ورزش بھی داخل ہے۔ ربط: اوپر ارہاب کفار کا بیان تھا اس ارہاب کے بعد احیاناً کفار کی طرف سے صلح کی درخواست ہو سکتی ہے اس لئے آگے آیت وان جنحوا میں اس کا حکم بیان فرماتے ہیں اور چونکہ صلح میں بعض اوقات احتمال ہوتا ہے کہ شاید کفار نے فریب کیا ہو اس کے متعلق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وان یریدوا میں وعدہ حفاظت اور تاکد وغیرہ کے لئے اپنے نعم سابقہ کی یاد دہانی کرتے ہیں۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: فَاِمَّا تَثۡقَفَنَّهُمۡ فِی الۡحَرۡبِ فَشَرِّدۡ بِهِمۡ مَّنۡ خَلۡفَهُمۡ (الی قولہ تعالی) وَ اَعِدُّوۡا لَهُمۡ مَّا اسۡتَطَعۡتُمۡ مِّنۡ قُوَّةٍ وَّمِنۡ رِّبَاطِ الۡخَيۡلِ تُرۡهِبُوۡنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ۔ اس میں دلالت ہے کہ سیاسی تدابیر کمال باطنی کے منافی نہیں جیسا بعض غلاۃ اہل رہبانیت خیال کرتے ہیں۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله فی الذین کفرو** یہ فالموصول للعهد بقرینة نزولها فی قریظة وقرینة قوله الذین عاهدت الخ۱۲ **قوله فی الذین عاهدت** جن کی یہ کیفیت اشارة الی کونه لغتا ویحتمل کونه بدلا او خبر مبتدأ وهو هم وقوله هناك ان سے عہد لے چکے فیه اشارة الی ما فی الروح ان من (ای زیادة من۱۲) للایذان بان المعاهدة التی هی عبارة عن اعطاء العهد واخذه من الجانبین معتبرة ههنا من حیث اخذه صلی الله علیه وسلم اذ هو المناط لما نعی علیهم من النقض لا اعطاؤه علیه الصلوٰة والسلام ایاهم عهده کانه قیل الذین اخذت منهم عهدهم والی هذا یرجع قولهم ان من لتضمین العهد معنی الاخذ ای عاهدت آخذا منهم اه و قوله هناك کئی بار بقرینة کل مرة لان النقض کل مرة لا یکون الا بعد العهد کل مرة۱۲۔ ۳ **قوله فی تثقفنهم** قابو کما فی المدارك تظفرون بهم ومعنی کونه شرطا عندی ان القدرة شرط للجهاد۱۲۔ ۴ **قوله فی خلفهم** علاوہ لما فی الروح وراء هم۱۲۔ ۵ **قوله فی فانبذ** اجازت لان النبذ مباح مخیر فیه۱۲۔ ۶ **قوله فی سواء** اطلاع میں برابر اشارة الی ترکیب علی سواء من کونه حالا ای حال کونك انت وهم علی استواء فی ذلك العلم بالنبذ۱۲۔ ۷ **قوله فی عدوکم** جن سے شب و روز لیحسن المقابلة مع الآخرین الخ۱۲۔ ۸ **قوله فی لا تعلمونهم** بالتعیین لان العلم الاجمالی بعد اوة الکفار جمیعا کان حاصلاً۱۲۔

الروایات: ذکرت فی المتن وانما اصرح ههنا بواحدة لفائدة وهی ما فی اللباب روی ابو الشیخ عن ابن شهاب قال دخل جبرئیل علی رسول الله ﷺ فقال قد وضعت السلاح وما زلت فی طلب القوم فاخرج فان الله اذن لك فی قریظه وانزل فیهم واما تخافن من قوم خیانة الأنة الا والفائدة تحقیق ان الاذن یقتضی وقوع النقض مهنم لا خوف النقض منهم فما معنی نزول واما تخافن فیهم والوجه عندی ان الحکم ثابت بالدلالة ای لما کان محض الخوف سببا لجواز القتال ولو بعد النبذ فالنقض اولی به ولا حاجة الی النبذ فافهم۱۲۔

النحو: علی قراء ة الیاء التحتیة الفاعل الموصول والمفعول الاول محذوف ای انفسهم والثانی جملة سبقوا وعلی قرأة التاء الفوقیة الفاعل المخاطب والمفعولان الذین کفروا وسبقوا۔

البلاغۃ: قوله القوة المصدر والمراد ما به القوة مجازا قوله رباط الخیل الرباط بمعنی المربوط ولما کان المربوط عاما لغة اضیف الی الخیل للبیان کما فی عین الشمس قوله ترهبون لم یقل تقاتلون لان غایة الارهاب احد الامرین القتال والجزیة کما اشیر الیه فی الترجمة۱۲۔

وَ اِنۡ جَنَحُوۡا لِلسَّلۡمِ فَاجۡنَحۡ لَهَا وَ تَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۶۱﴾ وَ اِنۡ یُّرِیۡدُوۡۤا

اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ؕ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۲﴾ وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۳﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۴﴾ ع ۸ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ؕ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾ اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ؕ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۶۶﴾

اور اگر وہ (کفار) صلح کی طرف جھکیں تو آپ بھی اس طرف جھک جایئے اور اللہ پر بھروسہ رکھئے بلاشبہ وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے اور اگر وہ لوگ آپ کو دھوکا دینا چاہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کے لئے کافی ہے اور وہی ہے جس نے آپ کو اپنی (غیبی) امداد (ملائکہ) سے اور (ظاہری امداد) مسلمانوں سے قوت دی اور ان کے قلوب میں اتفاق پیدا کر دیا اور اگر آپ دنیا بھر کا مال خرچ کرتے تب بھی ان کے قلوب میں اتفاق پیدا نہ کر سکتے لیکن اللہ ہی نے ان میں باہم اتفاق پیدا کر دیا بے شک وہ زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔ اے نبی آپ کے لئے اللہ کافی ہے اور جن مؤمنین نے آپ کا اتباع کیا ہے وہ کافی ہیں۔ اے پیغمبر آپ مؤمنین کو جہاد کی ترغیب دیجئے اگر تم میں کے بیس آدمی ثابت قدم رہنے والوں ہوں گے تو دو سو پر غالب آ جائیں گے اور (اسی طرح) اگر تم میں کے سو آدمی ہوں گے تو ایک ہزار کفار پر غالب آ جائیں گے۔ اس وجہ سے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو (دین کو) کچھ سمجھتے نہیں۔ اب اللہ تعالیٰ نے تم پر تخفیف کر دی اور معلوم کر لیا کہ تم میں ہمت کی کمی ہے۔ سو اگر تم میں کے سو آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو دو سو پر غالب آ جائیں گے اور اگر تم میں کے ہزار ہوں گے تو دو ہزار پر اللہ کے حکم سے غالب آ جائیں گے اور اللہ تعالیٰ صابرین کے ساتھ ہے ۞

تفسیر: اذن قبول صلح و وعدۂ حفاظت از شر کفار ☆ وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ (الی قولہ تعالیٰ) وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۴﴾ اور اگر وہ (کفار) صلح کی طرف جھکیں تو آپ (کو) بھی (اجازت ہے کہ اگر اس میں مصلحت دیکھیں تو) اس طرف جھک جایئے اور (اگر باوجود مصلحت کے یہ احتمال ہو کہ یہ ان کی چال نہ ہو تو) اللہ پر بھروسہ رکھئے (ایسے احتمالوں سے اندیشہ نہ کیجئے) بلاشبہ وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے (ان کے اقوال اور احوال کو سنتا اور جانتا ہے ان کا خود انتظام کر دے گا) اور اگر (واقع میں وہ احتمال صحیح ہو اور) وہ لوگ (سچ مچ) صلح سے) آپ کو دھوکا دینا چاہیں تو اللہ تعالیٰ آپ (کی مدد اور حفاظت کرنے) کے لئے کافی ہیں (جیسا کہ اس کے قبل بھی آپ کی کفایت فرماتے تھے چنانچہ) وہ وہی ہے جس نے آپ کو اپنی (غیبی) امداد (یعنی ملائکہ) سے اور (ظاہری امداد یعنی) مسلمانوں سے قوت دی اور (مسلمانوں کو ذریعہ امداد بنانے کے لئے) ان کے قلوب میں اتفاق پیدا کر دیا (چنانچہ ظاہر ہے کہ اگر باہم اتفاق نہ ہو تو کوئی کام خصوص دین کی نصرت مل کر نہیں کر سکتے اور ان میں بوجہ حب ریاست اور غلبِ بغض و عداوت اتفاق ایسا دشوار تھا کہ) اگر آپ (باوجودیکہ عقل و تدبیر بھی کامل رکھتے ہیں اور سامان بھی اس کے لئے آپ کے پاس کافی ہوتا یہاں تک کہ) دنیا بھر کا مال (اس کام کے لئے) خرچ کرتے تب بھی ان کے قلوب میں اتفاق پیدا نہ کر سکتے لیکن (یہ) اللہ ہی کا (کام تھا کہ اس) نے ان میں باہم اتفاق پیدا کر دیا بے شک وہ زبردست ہیں کہ (جو چاہیں اپنی قدرت سے کر دیں اور) حکمت والے ہیں (کہ جس طریق سے مناسب جانیں اس کام کو کر دیں اور جب اللہ تعالیٰ کا اپنی غیبی امداد اور مؤمنین سے آپ کی نصرت فرمانا معلوم ہو گیا تو) اے نبی (اس سے ثابت ہو گیا کہ) آپ کے لئے (حقیقت میں) اللہ کافی ہے اور جن مؤمنین نے آپ کا اتباع کیا ہے (ظاہراً) وہ کافی ہیں۔ **ف:** فَاجْنَحْ لَهَا میں مصلحت کی قید لگا دی اور اس امر کو تخییر پر محمول کیا اس سے آیت کا منسوخ ہونا لازم نہ آیا جیسا بعض نے اختیار کیا ہے اور تمہید میں جو وعدہ حفاظت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تخصیص کی گئی اس سے یہ شبہ رفع ہو گیا کہ بعض اوقات کفار کا خداع مؤمنین کے مقابلہ میں چل جاتا ہے اور آپ کے مقابلہ میں کبھی خداع میں کامیابی بعد نزول اس آیت کے ثابت نہیں۔

ربط: اوپر صلح کے متعلق مضمون تھا آگے قتال کے متعلق ایک قانون ہے نیز اوپر کفایت و نصرت الٰہیہ کا مضمون تھا آیت آئندہ میں بطور تفریع کے امر بالقتال ہے۔

قانون قرار و فرار در قتال کفار☆ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ (الی قولہ تعالی) وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۔اے پیغمبر (ﷺ) آپ مؤمنین کو جہاد کی ترغیب دیجئے (اور اس کے متعلق یہ قانون سنا دیجئے کہ) اگر تم میں کے بیس آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو (اپنے سے دس گنا عدد پر یعنی) دو سو پر غالب آجاویں گے اور (اسی طرح) اگر تم میں کے سو آدمی ہوں گے تو ہزار کفار پر غالب آجاویں گے اس وجہ سے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو (دین) کو کچھ نہیں سمجھتے (اور اس وجہ سے کفر پر مصر ہیں اور اس سبب سے ان کو غیبی امداد نہیں پہنچتی اس سبب سے وہ مغلوب ہو جاتے ہیں پس تم پر واجب ہے کہ اپنے سے دس گنا کے مقابلہ سے بھی پسپا نہ ہو اول یہ حکم نازل ہوا تھا جب صحابہؓ پر شاق ہوا تو عرض کیا ایک مدت کے بعد یہ دوسری آیت جس سے وہ پہلا حکم منسوخ ہو گیا نازل ہوئی یعنی) اب اللہ تعالیٰ نے تم پر تخفیف کر دی اور معلوم کر لیا کہ تم میں ہمت کی کمی ہے سو (اب یہ حکم دیا جاتا ہے کہ) اگر تم میں کے سو آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو (اپنے سے دو گنے عدد پر یعنی) دو سو پر غالب آجاویں گے اور (اس طرح) اگر تم میں کے ہزار ہوں گے تو دو ہزار پر اللہ کے حکم سے غالب آجائیں گے اور (ہم نے جو صابر کی قید لگائی تو اس لئے کہ) اللہ تعالیٰ صابرین (یعنی جو دل اور قدم سے ثابت رہیں ان) کے ساتھ ہیں (یعنی ان کی مدد کرتے ہیں)

ف: ہر چند کہ یہاں لفظاً صیغہ خبر کا ہے کہ اتنے آدمی اتنوں پر غالب آجاویں گے لیکن مقصود خبر نہیں بلکہ انشاء اور امر ہے یعنی قرار واجب ہے اور فرار حرام ہے اور بعنوان خبر تعبیر کرنے میں بطور کنایہ کے مبالغہ و تاکید ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جیسا غلبہ کی خبر یقینی ہونے پر ثبات واجب ہونا چاہئے اسی طرح اب واجب ہے پس مدلول لفظی یعنی خبر مقصود ہی نہیں تو اس پر صدق و کذب کا شبہ واقع نہیں ہو سکتا کہ بعض اوقات ہم اس غلبہ کو منتفی دیکھتے ہیں وجہ دفع یہ ہے کہ کنایہ میں انتقال ملزوم سے لازم کی طرف ہوتا ہے اور مقصود لازم ہوتا ہے اور ملزوم غیر مقصود اور غیر مقصود پر صدق و کذب متوجہ نہیں ہوتا خوب سمجھ لو اگر چہ یہاں خود ملزوم بھی فی نفسہ صادق ہے اس لئے کہ يَغْلِبُوْا بِاِذْنِ اللّٰهِ کے ساتھ مقید ہے پس اگر کسی حکمت کی وجہ سے اذن نہ ہو تو غلبہ بھی نہ ہوگا اور ضعف کی وجہ احقر کے نزدیک یہ ہے کہ یہ قاعدہ طبعی ہے کہ جب کام کرنے والے کم ہوتے ہیں اور کام ضروری سمجھا جاتا ہے تو اس وقت ہمت زیادہ ہوتی ہے ہر شخص جانتا ہے کہ میرے ہی کرنے سے ہوگا اور جب کام کرنے والے بڑھ جاتے ہیں تو ہر شخص کو خیال ہوتا ہے کہ کیا مجھی پر منحصر ہے اور بھی تو کام کرنے والے ہیں سب مل کر کیوں نہیں کرتے اس لئے جوش اور گرمی میں کمی ہو جاتی ہے پس اس لئے ابتدائے اسلام میں مثلاً بدر میں ہمت کی اور حالت تھی جب ماشاء اللہ مردم شماری بڑھی تو طبیعت اور ہمت کا رنگ بدل گیا چنانچہ درمنثور میں بعض سلف سے اس پہلے حکم کا درباره بدر کے ہونا اور دوسرے حکم کا بعد کے لئے ہونا منقول ہے اور یہ ایک امر طبعی ہے پس صحابہؓ پر یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ ان کے ملکات باطنہ تو روز افزوں بہ ترقی تھے اور اس سے انحطاط کا شبہ ہوتا ہے۔

ربط: اوپر قتال کا حکم ہے چونکہ قتال میں گاہے کفار قید ہو کر آتے ہیں اس لئے آگے بضمن اساریٔ بدر کے اس کا حکم ہے اور سبب نزول ان آیات کا یہ ہے کہ بدر میں ستر کافر پکڑے ہوئے آئے تو آپ ﷺ نے صحابہ سے ان کے باب میں مشورہ کیا بعض نے مشورہ دیا کہ ان کو قتل کر دینا چاہیے بعض نے کہا ان سے کچھ مال لے کر چھوڑ دینا چاہیے۔آپ ﷺ پر وحی نازل ہوئی کہ ان صحابہؓ سے فرما دیجئے کہ تم کو اختیار دیا جاتا ہے خواہ ان کو قتل کر دو خواہ ان سے فدیہ لے کر چھوڑ دو مگر اس صورت میں اگلے سال ستر آدمی شہید ہوں گے غرض اکثر صحابہؓ کی یہ رائے ہوئی کہ خیر ہم شہید ہو جاویں گے اس وقت ان کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا جاوے شاید یہ مسلمان ہو جاویں اور اس وقت مسلمانوں کو مالی مدد ملے آپ ﷺ نے بھی بوجہ رحم دلی کے اسی رائے کو پسند فرمایا چنانچہ باستثنائے بعض کے کہ وہ قتل کئے گئے جیسے عقبہ اور نضر اور طعمہ باقی سب قیدیوں سے فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا صرف حضرت ابو العاصؓ کو کہ وہ بھی اس وقت ان میں تھے صحابہؓ کی مرضی سے بدوں کچھ لئے ہوئے چھوڑ دیا اس کو اصطلاح شرع میں من کہتے ہیں اس پر یہ آیتیں مَا كَانَ لِنَبِيٍّ (الی قولہ تعالی) عَذَابٌ عَظِيْمٌ نازل ہوئیں ان آیتوں سے صحابہؓ کو اس فدیہ کے حلال و حرام ہونے میں شبہ ہو گیا تو آیت: فَكُلُوْا الخ نازل ہوئی چونکہ بعض قیدی فدیہ دینے کے بعد مسلمان ہو گئے تھے جیسے حضرت عباسؓ وغیرہ اور انہوں نے آپ سے بوجہ فدیہ دینے کے مفلس ہو جانے کی شکایت کی اس پر آیت: يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْۤ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰۤى الخ نازل ہوئی اور تتمہ قصہ کا مع بعض مسائل و تحقیقات متعلقہ تفسیر آیت کے بعد حرف۔ **ف**: کے تحت میں مذکور ہوگا۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّاۤ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ اس میں دلالت ہے کہ قلب میں کسی صفت محمودہ کا پیدا کرنا باختیار شیخ نہیں۔قولہ تعالیٰ: اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا اس سے مستنبط ہوتا ہے کہ ضعف مدار تخفیف ہے پس شیخ پر لازم ہے کہ ضعیف کو مجاہدہ قویہ نہ بتلاوے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله في من اتبعك وه كافی ہیں اشارة الى عطف الموصول على الله كما اختاره لاكسائى وروى في الدر المنثور عن الشعبى قال حسبك الله وحسبك من اتبعك ويويده نزول الأية في الانصار او في اسلام عمرؓ كما في الدر عن الزهرى وابن عباسؓ ولا يرد انه ليس وراء الكفاية شيء لان الكفاية جنسان حقيقي وظاهري فلا اشكال وهذا كما في قوله تعالىٰ قل كفى بالله شهيدا بيني

وبينكم ومن عنده علم الكتب ۱۲۔ ۲ قوله قبل الأن مدت کے بعد وكذا فى الروح ۱۲۔

فائدہ: تقييد التخفيف بالآن ظاهر واما تقييد العلم به فباعتبار تعلقه من حيث كون المعلوم واقعا فى الحال لان العلم على وفق المعلوم فافهم ۱۲۔

النحو: فاجنح لها الضمير للمسلم اما لكونه مؤنثا سماعيا واما لحمله على نقيضها الحرب التى هى مؤنث سماعى وحسبك فيه اضافة حب بمعنى الكافى الى الكاف اى كافيك ۱۲۔

البلاغۃ: ذكر فى الآيتين عددين للقليل وعددين لكثير ايذانا بانه لا خصوصية بعدد دون عدد بل الاعتبار للنسبة الخاصة وقيد القليلين بالصابرة ليقاس الكثير عليه وخص القليل به لان الحاجة فيه اظهر وقيد الالف من الكفار بالذين كفروا ليقاس عليه غيره وقيد غلبتهم الفين باذن الله يقاس عليه غيره واشار الى علة مغلوبية الكفار بقوله بانهم قوم والى علة غالبية المؤمنين بقوله والله مع الصابرين وزاد القليل الثانى على القليل الاول فى الآية الاولى بخمسة امثاله وزاد فى الثانية بعشرة امثاله اشارة الى كون المسلمين فى بدو الامر قليلا كانهم لم يوجدوا بحيث يضاعفون الى عشرة اضعاف ولا كذلك آخرا فافهم وهذا الاخير من المواهب ۱۲۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَ اللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۷﴾ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۶۸﴾ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۹﴾ ع يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓى ۙ اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۷۰﴾ وَ اِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۷۱﴾

نبی کی شان کے لائق نہیں کہ ان کے قیدی باقی رہیں (بلکہ قتل کر دیئے جائیں) جب تک کہ وہ زمین میں اچھی طرح (کفار کی) خونریزی نہ کرلیں۔ تم تو دنیا کا مال اسباب چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ آخرت کی مصلحت کو چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑے زبردست حکمت والے ہیں اگر خدا تعالیٰ کا ایک نوشتہ مقدر نہ ہو چکا ہوتا تو جو امر تم نے اختیار کیا ہے اس کے بارہ میں تم پر کوئی بڑی سزا واقع ہوتی۔ سو جو کچھ تم نے لیا ہے۔ اس کو حلال پاک سمجھ کر کھاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑے رحمت والے ہیں۔ اے پیغمبر آپ کے قبضہ میں جو قیدی ہیں آپ ان سے فرما دیجئے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو تمہارے قلب میں ایمان معلوم ہوگا تو جو کچھ تم سے (فدیہ میں) لیا گیا ہے (دنیا میں) اس سے بہتر تم کو دے دے گا اور آخرت میں تم کو بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے ہیں بڑی رحمت والی ہیں اور اگر (بالفرض) یہ لوگ آپ کے ساتھ خیانت (نقض عہد) کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں تو (کچھ فکر نہ کیجئے) اس سے پہلے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ خیانت کی تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو گرفتار کرا دیا اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے ہیں بڑی حکمت والے ہیں۔ ۞

تفسیر: حکم اساریٰ بدر ☆ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى (الی قولہ تعالی) لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۶۸﴾۔ (اے مسلمانو! تم نے نبی ﷺ کو جوان قیدیوں سے کچھ لے کر چھوڑ دینے کا مشورہ دیا یہ بیجا تھا کیونکہ) نبی کی شان کے لائق نہیں کہ ان کے قیدی باقی رہیں (بلکہ قتل کر دیئے جاویں) جب تک وہ زمین میں اچھی طرح (کفار کی) خونریزی نہ کرلیں (کیونکہ مشروعیت جہاد کی اصلی غرض دفع فساد ہے اور بدوں اس حد کے جس میں کہ بالکل شوکت کفار کی ٹوٹ جاوے دفع فساد ممکن نہیں پس اس نوبت سے پہلے قیدیوں کا زندہ چھوڑ دینا آپ ﷺ کی شان اصلاح کے مناسب نہیں البتہ جب ایسی قوت ہو جاوے پھر قتل ضروری نہیں بلکہ اور صورتیں بھی مشروع ہیں جو **ف**: کے تحت میں مذکور ہیں پس ایسی نامناسب رائے تم نے آپ کو کیوں دی) تم تو دنیا کا مال اسباب چاہتے ہو (اس لئے فدیہ کی رائے دی) اور اللہ تعالیٰ آخرت (کی مصلحت) کو چاہتے ہیں (اور وہ اسی میں ہے کہ کفار خوف سے مغلوب ہو جاویں جس میں آزادی سے اسلام کا نور وہدایت پھیلے اور بے روک ٹوک لوگ بکثرت مسلمان ہوں اور نجات پاویں) اور اللہ تعالیٰ بڑے زبردست بڑی حکمت والے ہیں (وہ تم کو کفار پر غالب کرتے اور فتوحات کی کثرت سے تم کو مالدار کر دیتے گو کسی حکمت کے سبب اس میں دیر ہوتی جو فعل تم سے واقع ہوا ہے وہ ایسا ناپسندیدہ

ہے کہ) اگر خدا تعالیٰ کا ایک نوشتہ مقدر نہ ہو چکتا (وہ یہ کہ ان قیدیوں میں لوگ مسلمان ہو جاویں گے جس سے فساد محتمل واقع نہ ہوگا اگر یہ نہ ہوتا) تو جو امر تم نے اختیار کیا ہے اس کے بارے میں تم پر کوئی بڑی سزا واقع ہوتی (لیکن چونکہ کوئی فساد نہ ہوا اور اتفاقاً تمہارا مشورہ صائب نکل آیا اس لئے تم سزا سے بچ گئے) ف تمہ قصہ کا یہ ہے کہ اس کے بعد بعض صحابہؓ نے آپ ﷺ کو روتے ہوئے دیکھا پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ عذاب کے آثار بہت قریب آ گئے تھے مگر اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا کہ نازل نہیں ہوا اور تحقیق ضروری اس کے متعلق یہ ہے کہ اس قصہ میں صحابہؓ نے آیا کسی نص کے ہوتے ہوئے قیاس کیا یا بدوں نص کے قیاس کیا شق اول تو یہ اشکال ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے کیوں موافقت فرمائی اور شق ثانی پر یہ اشکال ہے کہ عتاب کیوں ہوا خاص کر جبکہ وحی سے اختیار دے دیا گیا تھا پھر یہ عتاب میں صحابہؓ کی کیا تخصیص کی گئی جب کہ حضور ﷺ بھی قبول کرنے میں شریک تھے۔ جواب یہ ہے کہ ہم شق ثانی کو اختیار کرتے ہیں اور وجہ عتاب یہ ہے کہ ایک جزو اس رائے کے مبنی کا مصلحت دنیویہ یعنی اخذ مال بھی تھا جس کے منشاء یعنی حب دنیا کا مذموم ہونا پہلے سے معلوم تھا جس کی طرف تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ میں صاف اشارہ ہے رہا صحابہؓ کا پھر اس طرف مبادرت کرنا اس میں غلطی یہ ہوئی کہ دوسرا جزو اس میں مصلحت دینیہ یعنی احتمال ان کے اسلام لے آنے کا بھی مل گیا جیسا درمنثور میں ففادھم فیکون عونا لا صحابك اور لع الله ان یتوب علیھم سے مجموعہ دونوں مصلحتوں کا معلوم ہوتا ہے پس غالباً یوں سمجھے کہ جس امر میں خواہش دنیا تمام علت ہو وہ تو برا اور جس امر میں جزو علت ہو اس کا مضائقہ نہیں یہ خیال سبب مبادرت کا ہو سکتا ہے مگر پھر وجہ عتاب قلت تامل ہے کیونکہ ادنیٰ تامل سے معلوم ہو سکتا ہے کہ حسن اور قبیح سے مرکب قبیح ہوتا ہے اور دین میں دنیا مل جانے سے اخلاص واجر فوت ہوتا ہے پس مجموعہ خواہش دنیا احتمال اسلام کا حسن نہ ہوگا اسی لئے تریدون عرض الدنیا پر اکتفاء کیا گیا ان کے احتمال اسلام کے خیال کو معتد بہ نہیں قرار دیا گیا پس اشکال اول تو رفع ہو گیا رہا دوسرا اشکال کہ وحی سے اختیار دے دیا گیا تھا۔ جواب یہ ہے کہ وہ صیغہ تخییر کا تھا مقصود تخییر نہ تھی کیونکہ جس طرح امر گاہے توبیخ کے لئے ہوتا ہے اسی طرح صورت تخییر گاہے امتحان کے لئے ہوتی ہے وجہ یہ کہ تخییر مباحین میں ہوتی ہے ایک مباح اور ایک غیر مباح میں تخییر نہیں ہوا کرتی اور یہاں قتل مباح تھا اور فداء بوجہ مذکور کہ غالب منشاء اس کا خواہش دنیا تھا اور نیز اس وجہ سے کہ اثر اس کا ستر (۷۰) مسلمانوں کا مارا جانا تھا جیسا وحی میں یہ بات بتلادی گئی تھی) غیر مباح تھا پس یہ صورۃً تخییر تھی اور معنیً شق غیر مرضی کے ضرر پر اطلاع دینا صحابہ کو صورت تخییر سے شبہ ہو گیا اس لئے مبادرت کی مگر چونکہ شبہ ضعیف تھا ادنیٰ تامل سے زائل ہو سکتا تھا جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے اس لئے عتاب ہوا تیسرے اشکال کا جواب یہ ہے کہ مبنی ان کے لئے مذموم تھا وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے محمود تھا کیونکہ ان کو تو مقصود نفع پہنچانا تھا اپنے نفس کو مال سے اور یہ غیر محمود ہے اور آپ کا مقصود تھا نفع پہنچانا اپنے غیر کو کہ وہ صحابہؓ ہیں اور یہ محمود ہے جیسا کہ ظاہر ہے کہ یہ قصد کرنا کہ مجھ کو اتنا روپیہ مل جاوے حرص ہے اور یہ قصد کرنا کہ فلاں غریب کو اتنا روپیہ مل جاوے شفقت اور جود وکرم ہے رہا آپ کا گریہ فرمانا یا تو غایت ہیبت سے ہے اور یا صحابہؓ کی محبت سے ہے کہ ان کو ضرر پہنچتا اور بعض روایات میں جو آیا ہے کہ اگر عذاب نازل ہوتا تو کوئی نہ بچتا مراد یہ ہے کہ صحابہؓ میں کوئی نہ بچتا یہ نہیں کہ میں بھی نہ بچتا مگر خدا تعالیٰ نے عذاب ٹال دیا اور نصیحت فرمادی جو دلیل ہے عفو کی اور حدیث میں اہل بدر کا مغفور ہونا اس سے زیادہ صریح الفاظ میں آیا ہے اب مسائل لکھتا ہوں۔

مسئلہ: حنفیہ کے نزدیک من اور فداء دونوں ناجائز ہیں نہ کہ اس آیت کی وجہ سے کیونکہ حسب نقل صاحب اتقان سورہ انفال کے بعد[1] سورۂ محمد نازل ہوئی اس میں من وفداء کی اجازت ہے اس طرح کہ جب اثخان یعنی شوکت وقوت اسلام کو حاصل ہو جاوے اس وقت من وفداء جائز ہے پس سورۂ محمد کی آیت صورۃً عدم جواز من وفداء کی ناسخ اور معنیً اس کی تفسیر اور بیان ہے پھر بقول اتقان اس کے بعد سورۂ براءت نازل ہوئی جس میں آیت: فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ الخ موجود ہے حنفیہ کے نزدیک اس نے من وفداء کو منسوخ کر دیا پس اب یا تو قتل کیا جاوے یا غلام بنا لیا جاوے اور یا ذمی رعایا بنا کر رکھا جاوے اور دوسرے آئمہ کے نزدیک نسخ نہیں ہوا بلکہ مجموعہ آیات سے مجموعہ سورتوں میں امام مخیر ہے من وفداء واسترقاق وذمیت وقتل روایات تو کتب حدیث و درمنثور سے منقول ہے اور تحقیقات اشکال کی مواہب الٰہیہ سے ہیں اور مسائل ہدایہ سے ہیں۔ واللہ اعلم۔ ربط: تمہید آیت ما کان لنبی میں مذکور ہو چکا۔

بیان حلت فدائے اساریٰ بدر ☆ فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٦٩﴾ یعنی ہم نے اس فدیہ کو مباح کر دیا سو جو کچھ تم نے (ان سے فدیہ میں) لیا ہے اس کو حلال پاک سمجھ کر کھاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو (کہ آئندہ ہر طرح کی احتیاط رکھو) بیشک اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑی رحمت والے ہیں (کہ تمہارا گناہ بھی معاف کر دیا یہ مغفرت ہے اور فدیہ بھی حلال کر دیا یہ رحمت ہے)۔ ربط: تمہید آیت: مَا كَانَ لِنَبِيٍّ میں مذکور ہو چکا۔

وعدہ مسلمین اساریٰ بنعم دارین بشرط اخلاص ☆ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّمَن فِي أَيْدِيكُم مِّنَ الْأَسْرَىٰ (الی قولہ تعالی) وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝ اے پیغمبر آپ کے قبضہ میں جو قیدی ہیں (ان میں جو مسلمان ہو گئے ہیں) آپ ان سے فرما دیجئے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو تمہارے قلب میں ایمان معلوم ہوگا (یعنی تم دل سے

مسلمان ہوئے ہونگے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا علم تو مطابق واقع کے ہوتا ہے اللہ تعالیٰ مسلمان اسی کو جانیں گے جو واقع میں مسلمان ہوگا اور جو شخص غیر مسلم ہوگا اس کو غیر مسلم ہی جانیں گے پس اگر تم دل سے مسلمان ہوگئے) تو جو کچھ تم سے (فدیہ میں) لیا گیا ہے (دنیا میں) اس سے بہتر تم کو دے دے گا اور (آخرت میں) تم کو بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے ہیں (اس لئے تم کو بخش دیں گے اور) بڑی رحمت والے ہیں (اس لئے تم کو نعم البدل دیں گے) اور اگر بالفرض) یہ لوگ (صدق دل سے مسلمان نہ ہوئے ہوں بلکہ اظہار اسلام سے محض آپ کو دھوکا ہی دینا چاہیں اور دل میں) آپ کے ساتھ خیانت کرنے کا (یعنی نقض عہد کر کے مخالفت ومقابلہ کا) ارادہ رکھتے ہوں تو (کچھ فکر نہ کیجئے اللہ تعالیٰ ان کو پھر آپ کے ہاتھوں میں گرفتار کرادے گا جیسا) اس سے پہلے انہوں نے اللہ کے ساتھ خیانت کی تھی (اور آپ کی مخالفت اور مقابلہ کیا) پھر اللہ نے ان کو (آپ کے ہاتھوں میں) گرفتار کرادیا اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے ہیں (کہ کون خائن ہے اور) بڑی حکمت والے ہیں (ایسی صورتیں پیدا کردیتا ہے جس سے خائن مغلوب ہوجاوے)۔ **ف**: اِنْ یُّرِیْدُوْا سے کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ ان صاحبوں کا ایمان مشکوک فیہ تھا یا نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کو دونوں احتمال تھے اصل یہ ہے کہ یہاں قضیہ شرطیہ سے مقصود خیانت پر فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ کا مرتب کرنا ہے کہ یہ اس کے لوازم سے ہے تاکہ آپ کو تسلی رہے اور اخلاص کا شرط ہونا مؤکد ہوجاوے اور حضرت عباسؓ سے روایت ہے کہ مجھ کو بیس اوقیہ فدیہ میں دینے پڑے تھے ہر اوقیہ چالیس درہم یعنی تخمیناً دس روپیہ کا ہوتا ہے بیس اوقیہ دوسو (۲۰۰) روپیہ کے کم وبیش ہوئے آج میرے پاس بیس غلام ہیں اور ہر ایک کے پاس بکثرت مال ہے اور ایک بار ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا مال دیا تھا جتنا یہ اُٹھا سکے اور فرماتے ہیں کہ دوسرے وعدہ یعنی مغفرت کا مجھ کو انتظار اور امید ہے کذافی الدر المنثور۔ **ربط**: اوپر کفار کے قتال اور صلح اور ان کو قید کرنے کا ذکر تھا اور تینوں مسلمانوں کے غلبہ اور شوکت کے وقت واقع ہوتے ہیں قتل اور قید تو ظاہر ہے اور صلح کی بھی کفار جب ہی درخواست کرتے ہیں جب کسی قدر مسلمانوں سے دبتے ہیں پس یہ احکام تو غلبہ کے متعلق ہوئے گاہے مسلمان مغلوب ہوتے ہیں کہ نہ قتل وقید پر قادر اور نہ ان سے کفار صلح کرنا چاہتے ہیں ایسے وقت میں ہجرت کی ضرورت واقع ہوتی ہے آگے ہجرت کے بعض احکام جو میراث کے متعلق ہیں اور بمناسبت مقابلہ بعض احکام غیر مہاجرین اور غیر مؤمنین کے باعتبار اسی میراث کے بیان فرماتے ہیں حاصل تقسیم اور احکام کا یہ ہے کہ مکلّف دو حال سے خالی نہیں یا مؤمن ہے یا کافر۔ کافر کا حکم یہ ہے کہ وہ باہم ایک دوسرے کے وارث ہوں گے مسلمان ان کا وارث نہ ہوگا نہ وہ مسلمان کے وارث ہوں گے اور یہ حکم اب بھی باقی ہے اور مؤمن دو قسم کے ہیں ایک مہاجر یعنی جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے مدینہ کی طرف ہجرت کی ہو کیونکہ فتح مکہ کے بعد عرب دار الاسلام ہوگیا تھا پھر سب جگہ رہنا برابر تھا اور دوسرے قسم غیر مہاجر۔ مہاجر کا حکم یہ تھا کہ ان میں اور انصار میں جنہوں نے مہاجرین کو رکھا' ٹکایا یا ان کی خدمت اور نصرت کی بوجہ اس کے کہ مہاجرین کے اکثر اقارب اسلام سے مشرف نہ تھے مثل اقارب کے میراث جاری ہوتی تھی اور اس میں سب مہاجرین متساوی تھے خواہ مہاجرین اولین میں سے ہوں جنہوں نے زمانہ ہجرت نبویہ میں ہجرت کی یا غیر اولین سے ہوں البتہ ان میں باعتبار فضیلت کے باہم تفاوت ہوگا اور یہ حکم بعد فتح کے منسوخ ہوگیا اور غیر مہاجر کا یہ حکم تھا کہ اس میں اور اس کے مہاجر رشتہ دار میں توارث نہ ہوتا تھا اور یہ حکم بھی منسوخ ہے اب تباین دارین اہل اسلام میں مانع توارث نہیں البتہ باہم کفار میں ہے اور باوجود عدم توارث کے اس غیر مہاجر کا یہ بھی حکم تھا کہ اگر وہ مہاجرین سے بمقابلہ کفار کے کسی مذہبی مقاتلہ میں طالب امداد ہو تو امداد اس کی واجب ہے لیکن اگر ایسی قوم کے مقابلہ میں طالب امداد ہو کہ مہاجرین میں اور ان میں باہم عہد و پیمان ہے تو بقائے عہد تک ان کو مدد نہ دی جاوے ہاں اگر عہد توڑ دیا جاوے تو پھر مدد جائز ہے رہا یہ کہ ایسے وقت عہد توڑ دینا واجب ہے یا نہیں اور حکم اخیر کیا ہے تو اس کی تحقیق کتب تفسیر و سیر و ناسخ و منسوخ وفقہ واحکام سے معلوم ہوسکتی ہے ان آیات میں یہ اقسام اور یہی احکام مذکور ہیں اور اس تمہید میں جو مضامین از قبیل روایت ہیں یا ماخذ ان کا درمنثور سے صحابہؓ و تابعین کے اقوال ہیں۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ ۔ جب معصوم پر خطاء فی الاجتہاد جائز ہے تو غیر معصوم کا تو کیا پوچھنا پس شیوخ پر امتناع خطا کا اعتقاد اور ان کی معصیت میں بھی سر غامض کا اعتقاد کس درجہ غلو وقبیح ہے۔ قولہ تعالیٰ: لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ الخ جس خطاء اجتہادی پر اجر وارد ہے اس پر عتاب اس مقولہ کی صحت کی دلیل ہے: حسنات الابرار سیئات المقربین۔ قولہ تعالیٰ: اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِىْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۔ اس میں دلالت ہے کہ طاعت سے دنیا اور آخرت دونوں کے برکات حاصل ہوتے ہیں خواہ مال کی صورت میں یا باطنی احوال کی صورت میں۔

الحواشی: (۱) (یہ ایک قول ہے اور اسی پر تفسیر مذکور کی گئی ہے اور اگر دوسرا قول لیا جاوے کہ سورۂ محمد نزول میں سورۂ انفال سے مقدم ہے جیسا کہ بعض نے سورۂ محمد کو مکیہ بھی کہا ہے تو اس وقت تفسیر آیت کی سہل یہ ہوگی کہ سورۂ محمد میں اساری کے جواز من یا فداء کو مقید کیا گیا تھا اثخان کے ساتھ فی قولہ تعالیٰ: حَتّٰٓى اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً [محمد: ٤] اور یہاں اثخان (تام) ہوا نہ تھا تو اس صورت میں فداء کو اختیار نہ کرنا چاہئے تھا و ھذا

معنی قوله تعالی :مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ [الأنفال : ٦٧] پھر دوسری آیت میں صحابہ کا عذر مقتضی للعفو ارشاد فرمایا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر ہمارا ایک حکم نوشتہ نہ ہو چکتا اور وہ یہ ہے کہ مخطی فی الاجتهاد کو عتاب نہیں ہوتا تو اس قصہ میں عذاب آتا اور کتاب سابق من اللہ سے سورۂ بقرہ کی یہ آیت مراد ہے :لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَاۤ اِنْ نَّسِيْنَاۤ اَوْ اَخْطَاْنَا [البقرة : ٢٨٦] جو عموم مدلول انتفاء تکلیف مالا یطاق وعدم مواخذہ علی الخطا والنسیان کے اعتبار سے خطائی الاجتہاد کو بھی شامل ہے اور یہاں خطاء اجتہادی یہ ہوئی کہ جو ستر رؤساء کفار قتل کئے گئے تھے وہ زیادہ ذی اثر تھے یوں خیال ہوا کہ ان کے قتل سے اثخان معتد بہ متحقق ہو گیا اور زیادہ غور کرتے تو سمجھتے کہ اثخان تام کا تحقق ان اساریٰ کے قتل پر بھی موقوف ہے اسی زائد غور نہ کرنے پر صورۂ عتاب متوجہ ہوا وهذا التوجيه مما القى فى روعى عاشر ربيع الاول ۱۳۳۴ھ صباحاً ولله الحمد ۱۲ منه

ملحقات الترجمۃ : ۱ قوله في ما كان اے مسلمانو وهذا ولي من المشهور ويؤيده قول بعضهم ان الكلام على تقدير مضاف اى ما كان لاصحاب نبى كما فى الروح ۱۲۔ ۲ قوله فى ان يكون باقى فالانكار على كون الاسرٰى باقين احياء لا على الاسر فا لكون اماتامة اى يوجد بمعنى يستمر وجودهم وحياتهم او ناقصة اى يكون الاسرٰى باقين احياء بدلالة قرينة المقام ۱۲۔ ۳ قوله فى ايديكم من الاسرٰى قبضہ الى مسلمان اشارة الى ان الايدى حقيقة لكونهم فى حكومته والاسرٰى مجازا باعتبار ما كان وفيه عهد لاختصاص الوعد لمن اسلم منهم ۱۲۔ ۴ قوله فى جزاء ان يردوا گرفتار کرادے گا فالجزاء مقدر اى سيمكنك منهم اى يقدرك عليهم كما امكن قبله لما خانوا ۱۲۔

اللغات :الاثخان المبالغة فى الجرح والقتل الى ان يعز الاسلام ويذل الكفر واهله ۱۲۔

البلاغۃ : قوله غنمتم لما كان حال الغنيمة معلوما من قبل ولم يكن دخول الفداء فى الغنيمة معلوما عبره بها لتاكيد الحل ولهذا التاكيد زاد طيبا بعد قوله حلالا لئلا يبقى لهم ريب فى ذلك وما وقع فى الترمذى مرفوعا لم تحل الغنائم لاحد من قبلكم فلما كان يوم بدر وقعوا فى الغدء قبل ان تحل لهم فانزل الله لو لا كتٰب الله الخ فعندى فيه اختصار والمعنى لم تحل الغنائم من قبلكم ثم احلت لهم (اى للصحابةؓ) لكن لم تحل الغنائم الخاصة اى الفداء فلما كان يوم بدر وقعوا فى الفداء قبل ان تحل لهم الخ ۱۲۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْۤا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَىْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ۚ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۷۲﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِى الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ ﴿۷۳﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْۤا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۴﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِىْ كِتٰبِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۷۵﴾

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اپنے مال اور جان سے اللہ کے رستے میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے رہنے کو جگہ دی اور مدد کی یہ لوگ باہم ایک دوسرے کے وارث ہوں گے اور جو لوگ ایمان تو لائے اور ہجرت نہیں کی تمہارا ان سے میراث کا کوئی تعلق نہیں جب تک کہ وہ ہجرت نہ کریں اور اگر وہ تم سے دین کے کام میں مدد چاہیں تو تمہارے ذمہ مدد کرنا واجب ہے مگر اس قوم کے مقابلہ میں نہیں کہ تم میں اور ان میں باہم عہد (صلح کا) ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کو دیکھتے ہیں اور جو لوگ کافر ہیں وہ باہم ایک دوسرے کے وارث ہیں اگر اس (حکم مذکور) پر عمل نہ کرو گے تو دنیا میں بڑا فتنہ اور فساد پھیلے گا اور جو لوگ (اول) مسلمان ہوئے اور انہوں نے (ہجرت نبویہ کے زمانہ میں) ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہے اور جن لوگوں نے (ان مہاجرین کو) اپنے یہاں ٹھہرایا اور ان کی مدد کی یہ لوگ ایمان کا پورا حق ادا کرنے والے ہیں۔ ان کے لئے (آخرت میں) بڑی مغفرت اور (جنت میں) بڑی معزز روزی ہے اور جو لوگ (ہجرت نبویہ کے) بعد کے زمانہ میں ایمان لائے اور

ہجرت کی اور تمہارے ساتھ جہاد کیا' سو یہ لوگ (گو فضیلت میں تمہارے برابر نہیں لیکن تاہم) تمہارے ہی شمار میں ہیں اور جو ایک رشتہ دار ہیں کتاب اللہ میں ایک دوسرے (کی میراث) کے زیادہ حقدار ہیں ۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں ۔

تفسیر: اقسام واحکام باعتبار ہجرت واسلام ☆ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا (الی قولہ تعالیٰ) اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۞ بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت بھی کی اور اپنے مال اور جان سے اللہ کے راستہ میں جہاد بھی کیا (جس کا وقوع لوازم عادیہ ہجرت سے تھا گو مدار حکم توارث نہیں اور یہ جماعت مہاجرین سے ملقب ہے) اور جن لوگوں نے (ان مہاجرین کو) رہنے کو جگہ دی اور (ان کی) مدد کی (اور یہ جماعت انصار سے ملقب ہے) یہ (دونوں قسم کے) لوگ باہم ایک دوسرے کے وارث ہوں گے اور جو لوگ ایمان تو لائے اور ہجرت نہیں کی تمہارا (یعنی مہاجرین کا) ان سے میراث کا کوئی تعلق نہیں (نہ یہ اُن کے وارث نہ وہ ان کے) جب تک کہ وہ ہجرت نہ کریں (اور جب ہجرت کر لیں پھر وہ بھی اسی حکم میں داخل ہو جاویں گے) اور (گو ان سے تمہارا توارث نہ ہو لیکن) اگر وہ تم سے دین کے کام (یعنی قتال مع الکفار) میں مدد چاہیں تو تمہارے ذمے (ان کی مدد کرنا واجب ہے مگر اس قوم کے مقابلہ میں نہیں کہ تم میں اور ان میں باہم عہد (صلح کا) ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کو دیکھتے ہیں (پس ان کے مقررہ احکام میں خلل ڈال کر مستحق ناخوشی نہ ہونا) اور جس طرح باہم تم میں علاقہ توارث کا ہے اسی طرح) جو لوگ کافر ہیں وہ باہم ایک دوسرے کے وارث ہیں (نہ تم ان کے وارث نہ وہ تمہارے وارث) اگر اس (حکم مذکور) پر عمل نہ کرو گے (بلکہ باوجود تخالف دین محض قرابت کی بناء پر مؤمن وکافر میں علاقہ توارث قائم رکھو گے) تو دنیا میں بڑا فتنہ اور بڑا فساد پھیلے گا (کیونکہ توارث سے سب ایک جماعت سمجھی جاوے گی اور بدوں جدا جماعت ہوئے اسلام کو قوت وشوکت حاصل نہیں ہو سکتی اور ضعف اسلام سرمایہ تمام تر فتنہ وفساد عالم کا ہے جیسا کہ ظاہر ہے) اور (اس حکم توارث بین المہاجرین والانصار میں ہر چند کہ سب مہاجرین برابر ہیں خواہ زمانہ ہجرۃ نبویہ میں انہوں نے ہجرت کی ہو یا بعد میں لیکن فضیلت ومرتبہ میں باہم متفاوت ہیں چنانچہ) جو لوگ (اول) مسلمان ہوئے اور انہوں نے (ہجرۃ نبویہ کے زمانے میں) ہجرت کی اور (اول ہی سے) اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہے اور جن لوگوں نے (ان مہاجرین کو) اپنے یہاں ٹھہرایا اور ان کی مدد کی یہ لوگ (تو) ایمان کا پورا حق ادا کرنے والے ہیں (کیونکہ اس کا حق یہی ہے کہ اس کے قبول کرنے میں سبقت کرے) ان کے لئے (آخرت میں) بڑی مغفرت اور (جنت میں) بڑی معزز روزی (مقرر) ہے اور جو لوگ (ہجرۃ نبویہ کے) بعد کے زمانہ میں ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمہارے ساتھ جہاد کیا (یعنی کام تو سب کئے مگر بعد میں) سو یہ لوگ (گو فضیلت میں تو من وجہ کیونکہ اعمال کے تفاوت سے مرتبہ میں تفاضل ہو جاتا ہے اور احکام میراث میں من کل الوجوہ کیونکہ اعمال کے تفاضل سے احکام شرعیہ میں تفاوت نہیں ہوتا) اور (ان بعد والے مہاجرین میں) جو لوگ (باہم یا مہاجرین سابقین کے) رشتہ دار ہیں (گو فضل ورتبہ میں کم ہوں لیکن میراث کے اعتبار سے) کتاب اللہ (یعنی حکم شرعی یا آیت میراث) میں ایک دوسرے (کی میراث) کے (بہ نسبت غیر رشتہ داروں کے) زیادہ حقدار ہیں (گو غیر رشتہ دار فضل ورتبہ میں زیادہ ہوں) بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں (اسلئے ہر وقت کی مصلحت کے مناسب حکم مقرر فرماتے ہیں) ۔

ف: مہاجرین وانصار میں جو توارث تھا آیت اخیرہ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں شرط یہ ہو گی کہ کوئی دوسرا رشتہ دار جو مثل مورث کے مہاجر یا انصاری ہو موجود نہ ہو ورنہ رشتہ دار مقدم ہو گا جیسا اُولُوا الْاَرْحَامِ الخ کی تقریر سے واضح ہوتا ہے اور ہر چند کہ یہ حکم بعد والے مہاجرین کے ساتھ خاص نہ تھا لیکن مہاجرین سابقین میں اکثر کی حالت یہ تھی کہ ان میں وہ شرط موجود تھی جب کثرت سے لوگ مسلمان اور مہاجر ہونے لگے تو اکثر رشتہ دار ایک جگہ جمع ہو گئے اس لئے بہت سے لوگوں میں وہ شرط مفقود ہو گئی اس لئے جملہ اُولُوا الْاَرْحَامِ اس قسم اخیر کے ساتھ ذکر کیا گیا ورنہ نفس حکم کہ رشتہ دار مقدم اور وہ نہ ہو تو ہجرت اور نصرت سے توارث ہو یہ دونوں کے لئے مشترک اور عام تھا حتیٰ کہ فتح مکہ کے بعد آیت احزاب :اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ الخ سے منسوخ ہوا اب مسلمان رشتہ دار خواہ دارالحرب میں ہو یا دارالاسلام میں وارث ہو گا جیسا تمہید میں بھی ذکر کیا گیا ۔

تنبیہ: توجیہ تفسیر کی مفسرین نے اور طرح بھی کی ہے مگر احکام جو کہ اب شریعت میں معمول بہا ہیں وہ اسی طرح متعین ہیں جو احقر نے لکھے ہیں واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم وقد کمل بحمد اللہ تعالیٰ وعونہ وتوفیقہ وصونہ۔ تفسیر سورۃ انفال من کلام اللہ الکبیر المتعال للسابع والعشرین من الشہر الابجل۔ ربیع الاول یوم الثلاثاء وقت الضحی ۱۳۳۴ھ من الهجرة النبی سید الوریٰ ﷺ ما بل الثریٰ وکنت اذ ذاک ابن اربع واربعین سنۃ الا سبعۃ ایام بالحساب الہلالی المعتبر فی الاسلام نسئل اللہ تعالیٰ لنا حسن الختام وللتفسیر خیر التمام۔

فوائد جمۃ مهمۃ: الاولی کان التوارث بالهجرة والایمان الی فتح مکۃ کذا قال عکرمۃؒ الثانیۃ فسر الولایۃ ما الوراثۃ ابن عباسؓ الثالثۃ تفسیر قولہ والذین کفروا بما فسرت یؤیدہ شان النزول قال رجل من المسلمین لنورثن ذوی القربیٰ منا من المشرکین فنزلت والذین

كفروا بعضهم قاله ابن عباسؓ الرابعة حمل قوله تعالیٰ من بعد على ما بعد الهجرة النبوية اختاره فی الكبير الخامسة الحكم بالنسخية على آية الاحزاب دون ما ههنا منقول عن قتادة وهو الا رجح لانه لو جعل قوله تعالىٰ واولوا الارحام الواقع ههنا ناسخا فلا بدان يتاخر نزوله عن فتح مكة ثم لا يخلوا ما ان يكون كل الآية متاخرا او هذا البعض خاصة والثانی مستبعد لم يوجد له نظير ولا يظهر له ارتباط بهذا الموضع الاول فيه ان قوله منكم للشركة فی الحكم فلو اريد الشركة فی حكم الميراث فلا يشترك الناسخ والمنسوخ فی الحكم ولو اريد الشركة فی الفضل لزم ان يتاخر ما قبله ايضا من قوله تعالىٰ والذين آمنوا وهاجروا الخ لان المعنى لا يتم بدون ان ينز لامعًا والتزام هذا بعيد بل الظاهر من التامل فی ما سبق له الآيات نزولها كلها جملة واحدة والله اعلم وان اشكل عليك ان الحكم المذكور قد نسخ فی زمان فتح مكة والاحزاب نزلت فی الخندق فكيف هذا قلت يمكن ان بعض آياتها نزل بعد الخندق بزمان كثير السادسة فسر كتاب الله بالشرع او بآية الميراث ويرد على الثانی ان سورة النساء متاخرة عن الانفال فی النزول كما فی الاتقان فما معنى الحوالة ويجاب بان المراد تاخر اكثرها السابعة مدار حكم التوارث على الهجرة دون الجهاد لكن لما كان من لوازمه العادية ذكره معها الثامنة لا تكرار فی قوله الذين آمنوا وهاجروا الخ لان المراد بالاول العام للاولين والآخرين بقرينة مقابلة قوله ولم يهاجروا وبالثانی الخاص بقرينة مقابلة قوله من بعد كما يظهر من الترجمة وايضا الاول فی الميراث والثانی فی الفضل التاسعة ما ترجم به قوله تعالىٰ المؤمنون حقا اخذ بالحاصل ولم اترجم بالكامل ونحوه لانه يلزم منه كون الآخرين ناقصين فی الايمان وحاشاهم العاشرة قوله تعالىٰ ما لهم من ولايتهم من شیء فالميراث ترجمة للولاية والتعلق ترجمة لشیء فافهم واعلم ان ما ورد فی هذه الفوائد مما يتعلق بالروايات ماخوذ كله من الدر المنثور۔

البلاغة: انظر ما فی الترتيب بين الايمان وما بعده من الحسن لان الواقع كان اولا الايمان ثم الهجرة ثم التهيئو للجهاد باعداد الآلات التی انفقوا فيها الاموال ثم الجهاد وبمباشرة القتال ۱۲۔
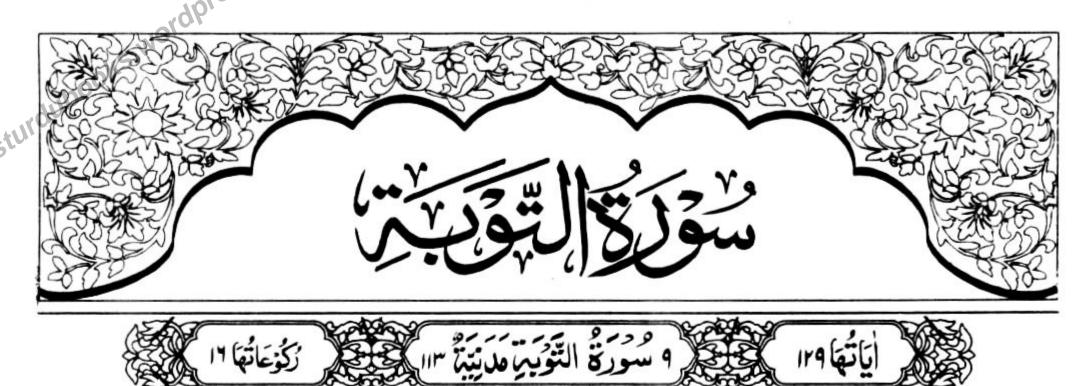
آیاتھا ۱۲۹ | ۹ سورۃ التوبۃ مدنیۃ ۱۱۳ | رکوعاتھا ۱۶

سورۂ توبہ مدینہ میں اُتری اور اس میں ایک سو انتیس آیتیں اور سولہ رکوع ہیں

سورة براءة مدنية وقيل الأيتين من اخرها كذا في البيضاوى۔

فوائد ضروریہ متعلقہ سورت ہذا ☆ فائدہ اوّل: ربط: اس سورت میں چند غزوات اور چند واقعات کہ حکماً وہ بھی غزوات ہیں مذکور ہیں اعلان نقض عہد بقبائل عرب فتح مکہ غزوہ حنین، اخراج کفار از حرم، غزوۂ تبوک اور ان ہی آیتوں کے ضمن میں تبعاً واقعہ ہجرت اور سورت سابقہ میں اکثر بدر کے اور کچھ قریظہ کے واقعات تھے پس مناسبت ظاہر ہے جس کی تصریح عنقریب فائدہ چہارم میں جامع قرآن رضی اللہ عنہ سے بھی آتی ہے۔

فائدہ دوم: کہ مثل فائدہ سوم کے موقوف علیہ حل تفسیر اور رافع اشکالات آیات وروایات ہے ان واقعات مذکورہ مقصودہ میں فتح مکہ اول واقع ہوا ۸ھ میں پھر غزوۂ حنین ۸ھ میں پھر تبوک رجب ۹ھ میں پھر اعلان نقض مع اعلان اخراج کفار ذی الحجہ ۹ھ میں اور فتح مکہ کے متعلق جو آیات ہیں ان کے مضمون میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ قبل فتح نازل ہوئیں چنانچہ روح المعانی میں تحت آیت قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ کے اور کمالین میں جامع البیان سے اس کی تصریح بھی کی ہے اور روح المعانی میں ابن عباسؓ کا قول اس کا مؤید نقل کیا ہے کہ یہ آیت ترغیب ہے فتح مکہ کی البتہ غزوۂ حنین کے متعلق جو آیات ہیں وہ اس کے وقوع کے بعد کی ہیں جس کی تعیین میں مجاہد سے اتقان میں منقول ہے کہ یہ آیات بقیہ آیات سورۂ براءت سے مقدم ہیں اب رہ گئی تبوک واعلان کی آیات سو اتقان ہی میں عامرؒ سے منقول ہے کہ اوّل آیات ترغیب غزوۂ تبوک کی انفروا خفافا الخ یعنی مع سباق وسیاق کے نازل ہوئیں پھر بعد واپسی تبوک کے اور آیتیں یعنی آخر کی آیتیں جن میں تخلف تبوک پر ملامت عتاب ہے نازل ہوئیں پھر اول کی آیتیں جن میں نقض واخراج کا اعلان ہے نازل ہوئیں اور ان آخری آیات نازلہ کا جو بعض سلف سے عدد منقول ہے جس میں آیات فتح کی بھی داخل ہوئی جاتی ہیں غالب یہ ہے کہ قلت تامل سے اجتہادی خطا ہوئی ہے پس اس تقریر پر ترتیب نزول آیات کی یہ ہوئی کہ اول آیات متعلقہ فتح مکہ قبل فتح مکہ پھر آیات حنین بعد حنین پھر آیات ترغیب غزوۂ تبوک قبل تبوک پھر آیات ملامت تخلف تبوک بعد تبوک پھر شروع کی آیات اعلان نقض کی جو کہ شوال ۹ھ میں نازل ہوئیں اور یہ جو بعض روایات میں آیا ہے کہ یہ سورت پوری نازل ہوئی مراد اس سے زیادہ حصہ ہے اور اگر شبہ ہو کہ تقریر مذکور سے تو اکثر حصہ کا بھی نزول دفعۃً نہیں معلوم ہوتا تو جواب یہ ہے کہ حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ یہ سورت بہت بڑی تھی اور منافقین کا حال اس میں خوب پتہ وار تھا مگر اب بقدر ربع رہ گئی ہے باقی منسوخ التلاوۃ ہو گئی پس ممکن ہے کہ وہ تین ربع دفعۃً نازل ہوئے ہوں واللہ اعلم۔

فائدہ سوم: عہد ونقض عہد کے متعلق جو مضامین اس میں مذکور ہیں ان کا ملخص یہ ہے کہ ۶ھ میں آپ نے عمرہ کا قصد فرمایا اور قریش نے مکہ میں نہ جانے دیا اور حدیبیہ میں ان سے صلح ہوئی اس صلح کی مدت حسب نقل صاحب روح دس سال کی تھی مکہ میں اور قبائل بھی تھے تکمیل صلح کے وقت یہ بات قرار پائی کہ جس کا جی چاہے اس صلح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذیل میں داخل ہو جاوے اور جس کا جی چاہے قریش کے ذیل میں آ جاوے چنانچہ خزاعہ تو آپ کے ذیل میں آ گئے اور بنی بکر قریش کے ذیل میں آ گئے سال بھر تک کوئی بات نہیں ہوئی چنانچہ ۷ھ میں حسب قرار داد صلح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ تشریف لائے اور اس فوت شدہ عمرہ کی قضا کر کے واپس تشریف لے گئے اس کے بعد پانچ چھ ماہ گذرے تھے یعنی صلح کے وقت سے سترہ اُٹھارہ مہینے ہوئے تھے کہ بنی بکر نے خزاعہ پر شب کے وقت دفعۃً حملہ کر دیا قریش نے یہ سمجھ کر کہ اول تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دور بہت آپ کو کیا خبر ہو گی پھر رات کا وقت کون دیکھتا ہے یہ سمجھ کر بنی بکر کو ہتھیار وغیرہ بھی دیئے اور ان کے ہمراہ ہو کر خزاعہ سے لڑے بھی جس سے حسب قواعد واقعیہ جو ان کے نزدیک بھی مسلم تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

جوان کی صلح تھی ٹوٹ گئی خزاعہ نے آپ کو اطلاع دی آپ نے ایسے طور پر کہ قریش کو اطلاع نہ ہو لشکر کی تیاری کر کے ۸ ھ میں ان پر چڑھائی کی اور مکہ فتح کر لیا اور بہت سے رؤسائے قریش اس میں مسلمان بھی ہو گئے جن کی جماعتوں کا شروع سورت میں ذکر ہے ان میں سے ایک جماعت تو یہی قریش ہیں جنہوں نے خود عہد شکنی کی دوسری جماعت بنی ضمرہ اور بنی مدلج دو (۲) قبیلے بنی کنانہ کے تھے جنہوں نے آپ سے معاہدہ کیا تھا اور نزول براءت کے وقت ان کی مدت معاہدہ کے ختم ہونے میں بقول خازن نو (۹) ماہ باقی رہ گئے تھے تیسری جماعت اور عام قبائل عرب میں سے جن سے عہد بلا تعیین مدت تھا چوتھی جماعت عام قبائل سے جن سے کچھ بھی عہد نہ تھا ان چاروں جماعتوں کے احکام سورت کے شروع میں مذکور ہیں چنانچہ پہلی جماعت کا حکم قبل فتح مکہ یہ فرمایا کہ جب تک یہ عہد پر قائم رہیں تم بھی قائم رہو جب یہ عہد توڑ دیں تم بھی قتال کرو دوسرے، تیسرے رکوع میں ان ہی کا ذکر ہے اور ان کا حکم بعد نزول برأت کے بوجہ اس کے کہ انہوں نے خود عہد شکنی کی تھی اور اس لئے یہ مستحق کسی مہلت کے نہیں رہے اور اس کا مقتضا یہ تھا کہ ان سے فوراً اعلان جنگ کر دیا جاتا لیکن وہ زمانہ اشہر حرم کا تھا جس میں قتال خواہ ناجائز تھا یا بنا بر مصلحت مذکورہ تفسیر اس آیت کے منع کیا گیا اس لئے یہ حکم فرمایا کہ اشہر حرم گذر جاویں تو ان سے قتال کی اجازت ہے : فَإِذَا انسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ میں یہی مضمون ہے اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ گو قبل فتح مکہ انہوں نے نقض عہد کیا تھا فتح مکہ کے بعد سب کو امن ہو گیا تھا پھر ان کے غیر مامون ہونے کے کیا معنی جواب یہ ہے کہ ہمارا یہ مطلب نہیں کہ یہ نزول براءت کے وقت مامون نہیں تھے بلکہ مقصود یہ ہے کہ ان کا امن بلا مہلت کیوں رفع کیا گیا سو اس کی یہ وجہ بیان کرنا مقصود ہے کہ یہ ایک جرم عظیم کے مرتکب ہوئے تھے اس لئے اوروں کے برابر ان کی رعایت نہیں کی گئی خوب سمجھ لو۔ اور دوسری جماعت کا حکم یہ ہے کہ چونکہ انہوں نے نقض عہد نہیں کیا ان کی مدت پوری کر دو آیت : إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدتُّم مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ لَمْ يَنقُصُوكُمْ الخ میں ان ہی کا ذکر ہے صرح به في الخازن اور تیسری چوتھی جماعت کا ایک حکم ہے کہ وقت اعلان سے چار ماہ کی مہلت ہے جہاں چاہیں چلے جائیں پھر مستحق قتل ہوں گے بالکل شروع کی آیتوں میں ان کا ذکر ہے اور دوسری جماعت کا حکم بھی نو ماہ گذرنے کے بعد اس تیسری چوتھی کا سا ہو جاوے گا کہ امان مرتفع ہو جاوے گا یہ سب احکام سامان اس کا ہے کہ سال بھر کے اندر اندر یہ بقعۂ مطہرہ کفار سے پاک ہو جاوے آپ نے ۹ ھ میں حج کی تاریخوں میں حضرت صدیقؓ و حضرت علیؓ کی معرفت مکہ اور عرفات اور منیٰ میں کہ مجمع عام قبائل عرب کا وہاں مجتمع تھا جن کی معرفت تمام عرب میں اس کی شہرت ہو جانا لازمی امر تھا اس اعلان کو مشتہر کر دیا اور احتیاطاً حضرت علیؓ کی معرفت یمن میں بالتخصیص اس کا اعلان کرا دیا اور ہر چند کہ مقصود اعلان ان ہی آیات کا تھا لیکن بعض روایات میں جو ختمها آیا ہے وجہ اس کی غالباً یہ ہوگی کہ اور واقعات کا استحضار کفار کے زیادہ مرعوب ہونے کا سبب ہو جاوے گا۔ واللہ اعلم۔ پس اس حساب سے پہلی جماعت کو ختم محرم ۱۰ھ تک کہ خاتمہ اشہر حرم ہے اور دوسری جماعت کو دس ۱۰ رمضان ۱۰ھ اور تیسری جماعت کو ۱۰ ربیع الثانی ۱۰ھ تک خارج حدود ہو جانا چاہئے پس اگلے حج تک کوئی کافر داخل حدود نہ رہنے پاوے گا چنانچہ آیت : لَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ الخ کے یہی معنی ہیں جس سے مسجد حرام سے مراد تمام حرم ہے اور حدیث : لا يحجن بعد العام مشرك کا یہی مطلب ہے اور چونکہ تجارت زیادہ ان ہی مخرجین کے ہاتھ میں تھی اس لئے اِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً الخ سے مسلمانوں کے تردد کو رفع کیا گیا پس اگلے سال یعنی ذی الحجہ ۱۰ھ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس حج کو تشریف لے گئے اور کسی مخالف کا غل و غش باقی نہ رہا اور یہی معنی ہیں ان روایات کے کہ ان آیات والوں سے قتال نہیں ہوا کیونکہ جن کو مسلمان ہونا نہ تھا وہ چلے گئے اور یہ بھی آیا ہے کہ آپ نے اس کے بعد کسی مشرک سے عہد نہیں کیا بلکہ جزیرۂ عرب سے کفار کو خارج کرنے کا آپ نے عزم فرما لیا لیکن بوجہ اس کے کہ قریب ہی زمانہ میں یعنی ربیع الاول ۱۱ھ میں آپ نے وفات فرمائی یہ عزم پورا نہیں ہوا مگر صحابہؓ نے آپ کی وصیت پر اس کی تکمیل کر دی اس فائدہ دوم و سوم کی تقریر میں روایت کے متعلق جہاں ماخذ کی تصریح نہیں ہے وہ سب در منثور سے ماخوذ ہے اور محل تعارض روایات میں اقربیت الی الفاظ القرآن سے ترجیح دی گئی ہے۔

فائدہ چہارم: اس سورت کے شروع میں بسم اللہ نہ ہونے کی وجہ خود حضرت عثمان جامع القرآن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ ترمذی سے نقل کی جاتی ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان بن عفانؓ سے پوچھا کہ اس کا کیا باعث ہے کہ آپ حضرات نے انفال کو جو کہ مثانی سے ہے اور براءت کو جو کہ مئین سے ہے ترتیب قرآنی میں پاس پاس رکھا اور دونوں کے بیچ میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں لکھی اور انفال کو سبع طوال میں رکھ دیا اس کا کیا باعث ہے آپ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک زمانہ میں کئی کئی سورتوں کا نزول ہوتا رہتا تھا۔ جب کوئی آیت آتی آپ کسی کاتب کو بلا کر فرماتے کہ اس آیت کو فلاں سورت میں رکھ دو اسی طرح جب دوسری آیت آتی تب بھی یوں فرماتے کہ اس آیت کو فلاں سورت میں رکھ دو اور انفال ان سورتوں میں سے تھی جو مدینہ میں اول اول نازل ہوئیں اور براءت آخر قرآن سے تھی اور دونوں کا مضمون ملتا جلتا تھا میں سمجھا کہ یہ اسی کا جزو ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی اور آپ نے اس کی تصریح نہ فرمائی اس لئے میں نے دونوں کو پاس پاس رکھ دیا اور بیچ میں بسم اللہ نہیں لکھی اور انفال کو سبع طوال میں رکھ دیا اور در منثور میں افراد دارقطنی سے اتنا اور زیادہ ہے کہ جب تک بسم اللہ نازل نہ ہوتی آیات منزلہ کو سابقہ سورتوں کا جزو سمجھتے رہتے جب بسم اللہ نازل ہوتی تو دوسری

سورت شروع ہوتی اھ اور بیضاوی میں ہے کہ اختلاف صحابہؓ کی وجہ سے درمیان میں کسی قدر فصل چھوڑ دیا گیا۔ حاصل سوال سمجھنے کے لئے پہلے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ قرآن کی ترتیب میں یہ امر مرعی غالب ہے کہ بڑی بڑی سورتیں اول میں ہیں اور ان سے چھوٹی ان کے بعد اور سب سے چھوٹی اخیر میں اور مئین وہ سورتیں کہلاتی ہیں جن میں سو آیتوں سے زیادہ ہوں اور بقرہ سے براءت کے بعد تک بجز انفال کے سب سورتوں میں سو آیتوں سے زیادہ ہیں پس یہ سب مئین ہیں اور انفال میں اور اسی طرح سورۂ یوسف کے بعد کی اکثر سورتوں میں سو آیتوں سے کم آیتیں ہیں اور یہ مثانی پس انفال بھی مثانی سے ہے اور بالکل اخیر کی سورتیں مفصل کہلاتی ہیں اور اول کی سات سورتیں بقرہ سے انفال تک سبع طوال کہلاتی ہیں اب حاصل سوال سمجھئے کہ حضرت عثمانؓ سے تین سوال کئے گئے اول یہ کہ انفال میں بوجہ اس کے کہ وہ مثانی سے ہے اور براءت میں بوجہ اس کے کہ وہ مئین سے ہے تناسب نہیں پھر ان دونوں کو ایک جگہ کیوں رکھا دوسرا سوال یہ کہ جب یہ دو سورتیں ہیں تو مثل دوسری سورتوں کے ان کے بیچ میں بسم اللہ کیوں نہیں لکھی تیسرا سوال یہ کہ سبع طوال میں رکھنے کی زیادہ مستحق بوجہ بڑے ہونے کے سورۂ برات تھی پھر انفال کو باوجود اس کے چھوٹے ہونے کے سبع طوال میں کیوں داخل کیا حاصل جواب حضرت عثمانؓ کا یہ ہے کہ بسم اللہ کا نازل ہونا علامت تھی مستقل سورت ہونے کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریح کہ یہ آیت فلاں سورت کا جزو ہے علامت تھی جزو سورت ہونے کی سورۂ براءت میں نہ بسم اللہ نازل ہوئی نہ آپ کی تصریح پائی گئی اس لئے اس کا حال مشتبہ رہا کہ یہ کسی سورت کا جزو ہے یا مستقل سورت ہے میں نے دونوں امر کی رعایت کی عدم تیقن استقلال کی وجہ سے بسم اللہ نہیں لکھی اور عدم تیقن جزئیت کی وجہ سے بیچ میں فصل چھوڑ دیا گیا اس سے جواب ہو گیا دوسرے سوال کا پھر جب اس کا جزو سورت ہونا محتمل ہوا تو اب جس سورت سے اس کا زیادہ مناسبت و مشابہت ہوگی وہ اس احتمال کا زیادہ محل ہوگی اور وہ انفال تھی اس لئے دونوں کو پاس پاس لکھ دیا یہ جواب ہو گیا سوال اول کا رہا یہ کہ پاس پاس ہونے کی یہ صورت بھی ہو سکتی ہے کہ برأت کو مقدم کرتے کہ وہ سبع طوال میں ہو جاتی اور انفال کو مؤخر کرتے تو اس کی ایک وجہ تو جواب سوال اول سے نکل آئی جس کو بوجہ غایت ظہور کے حضرت عثمانؓ نے ذکر نہیں فرمایا وہ یہ کہ اس صورت میں سورۂ براءت میں رعایت احتمال جزئیت من انفال کی نہ ہوتی بلکہ جس سورت کے بعد وہ رکھی جاتی اس کی جزئیت کا احتمال ہو جاتا جو خلاف مطلوب ہے مگر حضرت عثمانؓ نے ایک اور مستقل جواب بھی دیا کہ انفال نزولاً اول کی سورتوں میں تھی اور براءت آخر کی سورتوں میں اور یہ مقتضی انفال کے تقدم اور براءت کے تاخر کو ہے اور اس مقتضی سے کوئی مانع تھا نہیں پس انفال کا سبع طوال میں کہ مقدم ہیں داخل ہونا بہ نسبت براءت کے زیادہ مناسب ہوا اور یہ جو حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ بسم اللہ امان ہے اور یہ سورت رفع امان کے لئے آئی ہے سو یہ علت نہیں بلکہ بطور نکتہ کے ایک حکمت ہے اور اصل علت وہی ہے جو حضرت عثمانؓ سے نقل کی گئی واللہ اعلم۔

فائدہ پنجم: مسئلہ: جب اس پر بسم اللہ نہ ہونے کی وجہ معلوم ہوگئی کہ احتمال جزئیت سورت ہے تو ثابت ہوا کہ جو شخص خود سورت سے قرأت شروع کرے یا اس کے درمیان سے کہیں شروع کرے ان دونوں حالتوں میں وہ بسم اللہ پڑھے اور جو اوپر سے پڑھتا آتا ہو وہ بدوں بسم اللہ اس سورت کو شروع کر دے جیسا کہ مطلقاً سب سورتوں کے اجزاء کا یہی حکم ہے پس یہ جو آج کل حفاظ نے دستور نکالا ہے کہ پہلی دو حالتوں میں بھی بسم اللہ نہیں پڑھتے بلکہ تینوں حالتوں میں ایک تراشیدہ عبارت **اعوذ باللہ من النار** الخ پڑھا کرتے ہیں اس سے اول کی دو (۲) حالتوں میں دو (۲) بدعتیں لازم آتی ہیں ایک بسم اللہ نہ پڑھنا اور ایک وہ عبارت پڑھنا اور اخیر حالت میں ایک بدعت لازم آتی ہے یعنی وہ عبارت پڑھنا پس مجموعہ تین حالت میں پانچ بدعتوں کا ارتکاب ہوتا ہے جیسا کوئی اور کسی جزء سورت کے ساتھ یہی معاملہ کرنے لگے یقیناً وہ مخالف سنت ہوگا خوب سمجھ لو۔ الحمد للہ کہ فوائد مقصودہ ختم ہوئے اب فائدہ دوم وسوم کو پیش نظر رکھ کر تفسیر ملاحظہ فرمایئے تاکہ اصلاً گنجلک نہ رہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۱ فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ ۝۲ وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْۗءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَرَسُوْلُهٗ ۭ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۭ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۳ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْــــًٔا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝۴ فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ

وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝

اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے ان مشرکین (کے عہد) سے دست برداری ہے جن سے تم نے (بلاتعین مدت) عہد کر رکھا تھا۔ سو تم لوگ اس سرزمین میں چار مہینے چل پھر لو اور یہ (بھی) جان رکھو کہ تم خدا تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے اور (یہ بھی جان رکھو) کہ بے شک اللہ تعالیٰ کافروں کو (آخرت میں) رسوا کریں گے اور اللہ اور رسول کی طرف سے بڑے حج کی تاریخوں میں عام لوگوں کے سامنے اعلان کیا جاتا ہے کہ اللہ اور رسول دونوں دست بردار ہوتے ہیں ان مشرکین (کو امن دینے) سے پھر اگر تم (کفر سے) توبہ کر لو تو تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر تم نے (اسلام سے) اعراض کیا تو یہ سمجھ رکھو کہ تم خدا کو عاجز نہیں کر سکو گے اور ان کافروں کو دردناک سزا کی خبر سنا دیجئے ہاں! مگر وہ مشرکین مستثنیٰ ہیں جن سے تم نے عہد لیا پھر انہوں نے تمہارے ساتھ ذرا کمی نہیں کی اور نہ تمہارے مقابلہ میں کسی کی مدد کی سو ان کے معاہدہ کو ان کی مدت مقررہ تک پورا کر دو۔ واقعی اللہ تعالیٰ (بدعہدی سے) احتیاط رکھنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ سو جب شہر حرم گزر جائیں تو (اس وقت) ان مشرکین کو جہاں پاؤ مارو پکڑو باندھو اور داؤ گھات کے موقعوں پر ان کی تاک میں بیٹھو پھر اگر (کفر سے) توبہ کر لیں اور نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو ان کا رستہ چھوڑ دو۔ واقعی اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت کرنے والے بڑی رحمت کرنے والے ہیں اور اگر کوئی شخص مشرکین میں سے آپ سے پناہ کا طالب ہو تو آپ اس کو پناہ دیجئے تاکہ اگر وہ کلام الٰہی سن لے پھر اس کو اس کے امن کی جگہ میں پہنچا دیجئے۔ یہ حکم اس سبب سے ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ پوری خبر نہیں رکھتے۔

تفسیر: حکم جماعت سوم و چہارم ☆ بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ (الی قولہ تعالیٰ) ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝ اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے ان مشرکین (کے عہد) سے دست برداری ہے جن سے تم نے (بلاتعین مدت) عہد کر رکھا تھا (یہ جماعت سوم کا حکم ہے اور جماعت چہارم یعنی جن سے کچھ بھی عہد نہ تھا ان کا یہی حکم اس سے بدرجۂ اولیٰ مفہوم ہو گیا کہ جب معاہدین سے رفع امان کر دیا تو غیر معاہدین میں تو کوئی احتمال امن کا پہلے سے بھی نہیں ہے) سو (ان دونوں جماعتوں کو اطلاع کر دو کہ) تم لوگ اس سرزمین میں چار مہینے چل پھر لو (اجازت ہے تاکہ اپنا موقع اور پناہ ڈھونڈھ لو) اور (اس کے ساتھ) یہ (بھی) جان رکھو (اس مہلت کی بدولت صرف مسلمانوں کی دست برد سے بچ سکتے ہو لیکن) تم خدا تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے (کہ اس کے قبضہ سے نکل سکو) اور یہ (بھی جان رکھو) کہ بیشک اللہ تعالیٰ (آخرت میں) کافروں کو رسوا کریں گے (یعنی عذاب دیں گے تمہاری سیاحت اس سے نہیں بچا سکتی اور احتمال قتل دنیا میں الگ رہا اس میں ترغیب ہے توبہ کی) حکم جماعت اول و دوم: اور (پہلی دوسری جماعت کا حکم یہ ہے کہ) اللہ اور رسول کی طرف سے بڑے حج کی تاریخوں میں عام لوگوں کے سامنے اعلان کیا جاتا ہے کہ اللہ اور اس کا رسول دونوں (بدوں مقرر کرنے کسی میعاد کے ابھی) دست بردار ہوتے ہیں ان مشرکین (کو امن دینے) سے (جنہوں نے خود نقض عہد کیا مراد جماعت اول ہے مگر) پھر (بھی ان سے کہا جاتا ہے کہ) اگر تم (کفر سے) توبہ کر لو تو تمہارے لئے (دونوں جہان میں) بہتر ہے (دنیا میں تو اس لئے کہ تمہاری عہد شکنی معاف ہو جاوے گی اور قتل سے بچ جاؤ گے اور آخرت میں ظاہر ہے کہ نجات ہو گی) اور اگر تم نے (اسلام سے) اعراض کیا تو یہ سمجھ رکھو کہ تم خدا کو عاجز نہیں کر سکو گے (کہ کہیں نکل کر بھاگ جاؤ) اور (آگے خدا کو عاجز نہ کر سکنے کی تفسیر ہے کہ) ان کافروں کو ایک دردناک سزا کی خبر سنا دیجئے (جو آخرت میں واقع ہو گی یہ تو یقینی اور احتمال سزائے دنیا کا الگ مطلب یہ ہوا کہ اگر اعراض کیا تو سزا بھگتو گے) ہاں مگر وہ مشرکین (اس رفع امان و دست برداری سے) مستثنیٰ ہیں جن سے تم نے عہد لیا پھر انہوں نے (عہد پورا کرنے میں) تمہارے ساتھ ذرا کمی نہیں کی اور نہ تمہارے مقابلہ میں (تمہارے) کسی (دشمن) کی مدد کی (مراد اس سے جماعت دوم ہے) سو ان کے معاہدہ کو ان کی مدت (مقررہ) تک پورا کر دو (اور بدعہدی نہ کرو کیونکہ) واقعی اللہ تعالیٰ (بدعہدی سے) احتیاط رکھنے والوں کو پسند کرتے ہیں (پس تم احتیاط رکھو گے تو تم بھی پسندیدۂ حق ہو جاؤ گے۔

تتمہ حکم جماعت اول متعلق براءت: آگے جماعت اول کے حکم کا تتمہ ہے کہ جب ان کو کوئی مہلت نہیں تو گو ان سے ابھی قتال کی گنجائش ہو سکتی تھی لیکن ابھی محرم کے ختم تک اشہر حرم مانع قتال ہیں) سو (ان کے گذرنے کا انتظار کر لو اور) جب اشہر حرم گذر جاویں تو (اس وقت) ان مشرکین (جماعت اول) کو جہاں پاؤ مارو پکڑو باندھو اور داؤ گھات کے موقعوں میں ان کی تاک میں بیٹھو (یعنی لڑائی میں جو جو ہوتا ہے سب کی اجازت ہے) پھر اگر (کفر سے) توبہ کر لیں اور (اسلام کے کام کرنے لگیں یعنی مثلاً) نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو ان کا رستہ چھوڑ دو (یعنی قتل و قید مت کرو کیونکہ) واقعی اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت کرنے

والے بڑی رحمت کرنے والے ہیں۔

حکم مشترک کل جماعات: (اس واسطے ایسے شخص کا کفر بخش دیا اور اس کی جان بچالی اور یہی حکم بقیہ جماعات کا ہوگا ان کی میعادیں گذرنے کے بعد) اور اگر کوئی شخص مشرکین میں سے (زمانۂ اباحت قتل میں بعد ختم میعاد امن کے توبہ و اسلام کے فوائد و برکات سن کر اس طرف راغب ہو اور حقیقت و حقیقت اسلام کی تلاش کی غرض سے آپ کے پاس آکر) آپ سے پناہ کا طالب ہو (تا کہ اطمینان سے سن سکے اور سمجھ سکے) تو (ایسی حالت میں) آپ اس کو پناہ دیجئے تا کہ وہ کلام الٰہی (مراد مطلق دلائل دین حق کے ہیں) سن لے پھر (اس کے بعد) اس کو اس کی امن کی جگہ میں پہنچا دیجئے (یعنی پہنچنے دیجئے تا کہ وہ سوچ سمجھ کر اپنی رائے قائم کر لے) یہ حکم (اتنی پناہ دینے کا) اس سبب سے (دیا جاتا) ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ پوری خبر نہیں رکھتے (اسلئے قدرت مہلت دینا ضروری ہے)۔

ف: **تنبیہات متعلقہ تفسیر آیات بالا:** آیت اول میں عٰهَدْتُّمْ کو کسی مدت کے ساتھ مقید نہ کرنا قرینہ ہے جماعت سوم مراد لینے کا پس ان کا حکم تو مدلول بعبارۃ النص ہے اور جماعت چہارم کا حکم بدلالۃ النص ثابت ہو جاوے گا جیسا اثنائے ترجمہ میں اس کی تقریر کی گئی اور آیت ثالث میں جو بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ آیا ہے یہ الْمُشْرِکِیْنَ مقابل ہے مابعد کی آیت کے جز یعنی اِلَّا الَّذِیْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ ثُمَّ لَمْ یَنْقُصُوْکُمْ کے اور قرینہ مقابلہ کا استثناء ہے اس مقابلہ سے معلوم ہوا کہ آیت سابقہ میں مراد مشرکین ناقضین عہد ہیں اور وہ جماعت اول ہے اور آیت رابع میں لَمْ یَنْقُصُوْکُمْ اور اِلٰی مُدَّتِهِمْ قرینہ ہے کہ جماعت دوم مراد ہے اور جماعت اول کے ذکر میں براءت کے ساتھ مدت اربعہ اشہر نہ ہونا جیسا آیت اول میں مذکور ہے قرینہ ہے کہ ان کے لئے کوئی مدت نہیں پھر آگے آیت خامس (۵) میں وجود مانع پر متنبہ کر دیا کہ گو ان کے لئے کوئی میعاد امن کی نہیں مگر اشہر حرم کی وجہ سے سردست اجازت نہیں خواہ تو اس وجہ سے کہ اس وقت تک ان کی حرمت باقی ہوگی پھر منسوخ ہوگئی گو ناسخ ہمارے علم میں متعین نہ ہو لیکن اجماع نسخ پر دلیل ہے کہ کوئی ناسخ ہوگا جس کی وجہ سے سب کا اجماع منعقد ہو گیا کیونکہ اجماع علی الضلالۃ مستحیل شرعی ہے اور خواہ اس وجہ سے کہ گو اس وقت بھی ان کی حرمت باقی نہ ہو مگر اس مصلحت سے کہ قریش بلکہ تمام عرب میں ان کی حرمت پہلے سے مشہور و معمول تھی اور عنقریب ان کا اخراج حدود سے تجویز ہو ہی چکا تھا تو تھوڑے دنوں کے لئے کیوں مسلمان بدنام کئے جاویں جیسا کہ روح میں یہ احتمال نقل کیا ہے و نیز سب جماعتیں کچھ کچھ میعاد سے متقنع ہوں گی مناسب ہے کہ ان کو بھی کچھ حصہ دیا جاوے گو ان کا استحقاق نہ ہو اور (۶) جماعت اول کے جو دو حکم بیان کئے کہ بعد ارتفاع مانع کے جواز تقیید و تقتیل اور اسلام لے آنے کی صورت میں تخلیۂ سبیل یہ دونوں حکم بقیہ جماعات میں بھی مشترک ہیں چنانچہ آیت ثانی و ثالث میں غَیْرُ مُعْجِزِی اللّٰهِ اس ترہیب و ترغیب کی طرف مشیر ہے البتہ رابع میں شاید اس وجہ سے کہ کلام استثنائی ماقبل کا محتاج اور اس لئے اس کے ساتھ مثل متحد کے ہوتا ہے اور ماقبل میں یہ ترغیب و ترہیب مذکور ہی ہے وہاں ذکر نہ کی گئی ہو اور ترغیب و ترہیب کا دو۲ جگہ اشارۃً مذکور ہونا اور ایک جگہ صراحۃً ہونا شاید اس لئے ہو کہ یہ لوگ بوجہ نقض عہد کے اس تصریح کے زیادہ محتاج ہیں اور یہاں حکم اسلام و اعراض پر اکتفا کرنا اور جزیہ کا ذکر نہ کرنا اس وجہ سے ہے کہ کفار عرب سے جزیہ نہیں لیا جاتا پس اخذ و حصر سے مراد مقاتلین کا استرقاق نہ ہوگا البتہ دوسرے کفار کا استرقاق اور دلائل شریعہ سے **کالشمس فی نصف النہار** ثابت ہے اور جن کو چار ماہ کی مہلت تھی ان کے لئے اس کی تصریح نہ ہونا کہ جب یہ چار ماہ گذر جاویں الخ جیسا کہ ناقضین کے لئے اِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ فرمایا ہے اس وجہ سے ہے کہ وہاں حاجت نہ تھی کیونکہ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ کی قید خود اس پر دال ہے بخلاف ناقضین کے کہ عدم مہلت ان سے قتال فی الحال کو مقتضی تھا اس لئے مانع کی حد بتلانی غرض مطلق محتاج تقیید ہے نہ کہ مقید اور ہر چند کہ آیت اولیٰ میں بھی براءت کا اعلان عام مقصود ہے لیکن آیت ثالثہ میں اس کی تصریح شاید اس لئے ہو کہ اس میں ناقضین عہد کا بیان ہے یہاں اعلان عام کی تصریح لفظاً بھی مناسب ہے تا کہ ان کا عذر بغین معجمہ و دال مہملہ اور مسلمانوں کا عذر بعین مہملہ و ذال معجمہ تصریحاً مشتہر ہو جاوے اور ہر چند کہ اقامت صلوٰۃ وغیرہ قبول اسلام میں شرط نہیں لیکن یہ کنایہ ہے اظہار سے جس پر عند العباد مدار احکام ہے اور اقامت و ایتاء کی تخصیص تمثیلاً ہے اور براءت کی نسبت اللہ و رسول کی طرف باوجودیکہ عہد اور اس کا نبذ متعلق مسلمانوں کے ہے اس بناء پر ہے کہ یہ نبذ مثل احکام مقصودہ کے واجب ہو گیا تھا صحابہؓ اس میں مخیّر نہ تھے جیسا عام عقود و فسوخ میں مخیّر ہوتے ہیں اور یہ حکم مشترک بین الجماعات کہ پناہ دو اور پھر مامن میں پہنچنے دو اب علماء کے نزدیک منسوخ ہے جیسا روح میں سعید بن عروبہ کا یہی قول منقول ہے اور ناسخ انہوں نے قَاتِلُوا الْمُشْرِکِیْنَ کَآفَّةً کو کہا ہے احقر کہتا ہے کہ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ الخ اسی کا مؤید ہے کیونکہ اب مضامین اسلام کی خبر عام ہوگئی عدم علم کی علت مرتفع ہوگئی اور مستحب ہے کہ مہلت دے مگر مقدار اس کی رائے امام پر ہے اور حج اکبر احتراز ہے عمرہ سے کہ حج اصغر کہلاتا ہے **رواہ الطبری عن عطاء و عامر و مجاهد وعبداللہ بن شداد وغیرہم واختارہ** اور اشہر حرم تفسیر مذکور میں اپنے ظاہری متبادر معنی پر محمول رہا اور کوئی تکلف بھی نہیں ہوا بخلاف اس کے کہ اشہر حرم کو معنی لغوی پر محمول کر کے ربیع الآخر کی دس (۱۰) تاریخ پر اس کو ختم سمجھا جاوے یا معنی متبادر لے کر اس کی ابتداء زمانہ نزول یعنی شوال سے لی جائے کہ اول صورت میں تکلف ظاہر ہے اور دوسری صورت میں **اربعة اشهر** سے اس کا مراد ہونا خفی ہے جو وضع اعلان کے خلاف ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله في يوم الحج** تاریخوں حملا لليوم على الجنس لما ثبت فى الروايات من الاعلان فى عرفة ومنى وغيرهما ۱۲۔ ۲ **قوله في الى الناس** عام لوگوں کے سامنے فالناس ليسوا من النبذ اليهم بل من اعلموا النبذ اعم من الكفار والمسلمين كما في الروح ۱۲۔ ۳ **قوله في يحب** تم بھی پسندیدہ اشارة الى ان المقصود ليس مدح المشركين الذين اوفوا العهد بكونهم متقين ۱۲۔ ۴ **قوله في حتى يسمع** تاکہ اشارة الى انها للتعليل ۱۲۔ ۵ **قوله في ابلغه** پہنچا دیجئے اشارة الى ان الابلاغ يراد به التمكن لا ما هو المتبادر من الظاهر ۱۲۔

اللغات: قوله اذان فعال بمعنى افعال الى الاعلام ۱۲۔

النحو: قوله الا الذين عاهدتم قيل استثناء من المشركين الثانى كذا فى الروح قلت وهو المختار عندى على ما فسرت ۱۲۔

البلاغۃ: قوله في الارض للتعميم ۱۲۔ قوله فاتموا فيه من مقابلة النقص ما لا يخفى من الحسن ۱۲۔

كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۷﴾ كَيْفَ وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ؕ يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸﴾ اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹﴾ لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ﴿۱۰﴾ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ؕ وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ﴿۱۲﴾ اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴﴾ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۵﴾ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ ع ۸

ان مشرکین کا عہد اللہ کے نزدیک اور اس کے رسول کے نزدیک کیسے رہے گا مگر جن لوگوں سے تم نے مسجد حرام کے نزدیک عہد لیا ہے سو جب تک یہ لوگ تم سے سیدھی طرح رہیں تم بھی سیدھی طرح رہو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ (بدعہدی سے) احتیاط رکھنے والوں کو پسند کرتا ہے کیسے (ان کا عہد قابل رعایت رہے گا) حالانکہ ان کی حالت یہ ہے کہ اگر وہ تم پر کہیں غلبہ پا جائیں تو تمہارے بارے میں نہ قرابت کا پاس کریں اور نہ قول و قرار کا۔ یہ لوگ تم کو اپنی زبانی باتوں سے راضی کر رہے ہیں اور ان کے دل (ان باتوں کو) نہیں مانتے اور ان میں زیادہ آدمی شریر ہیں انہوں نے احکام الٰہیہ کے عوض (دنیا کی) متاع ناپائیدار کو اختیار کر رکھا ہے۔ سو یہ لوگ اللہ کے رستہ سے ہٹے ہوئے ہیں (اور) یقیناً ان کا عمل بہت ہی برا ہے۔ یہ لوگ کسی مسلمان کے بارے میں (بھی) نہ قرابت کا پاس کریں نہ قول و قرار کا اور یہ لوگ بہت ہی زیادتی کر رہے ہیں سو اگر یہ لوگ (کفر سے) توبہ کر لیں اور نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہو جائیں گے اور ہم سمجھدار لوگوں کے لئے احکام کو خوب تفصیل سے بیان کرتے ہیں اور اگر وہ لوگ عہد کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور تمہارے دین (اسلام) پر طعن کریں تو تم لوگ (اس قصد سے کہ یہ باز آ جائیں) ان پیشوایان کفر سے (خوب) لڑو

کیونکہ اس صورت میں ان کی قسمیں باقی نہیں رہیں تم ایسے لوگوں سے کیوں نہیں لڑتے جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا اور رسول کے جلاوطن کر دینے کی تجویز کی اور انہوں نے تم سے خود پہلے چھیڑ نکالی۔ کیا ان سے (لڑنے میں) ڈرتے ہو۔ سو اللہ تعالیٰ اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ تم ان سے ڈرو۔ اگر تم ایمان رکھتے ہو۔ ان سے لڑو اللہ تعالیٰ (کا وعدہ ہے کہ) ان کو تمہارے ہاتھوں سزا دے گا اور ان کو ذلیل (وخوار) کرے گا اور تم کو ان پر غالب کرے گا اور بہت سے مسلمانوں کے قلوب کو شفا دے گا اور ان کے قلوب کے غیظ (وغضب) کو دور کر دیگا اور جس پر منظور ہو گا اللہ تعالیٰ توجہ فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم یوں ہی چھوڑ دیئے جاؤ گے۔ حالانکہ ہنوز اللہ تعالیٰ نے (ظاہر طور پر) ان لوگوں کو تو دیکھا ہی نہیں جنہوں نے تم میں سے (ایسے موقع پر) جہاد کیا اور اللہ اور رسول اور مؤمنین کے سوا کسی کو اپنا خاص دوست نہ بنایا ہو اور اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے تمہارے سب کاموں کی ﴿﴾

تفسیر: حکم جماعت اول متعلق فتح مکہ: كَيْفَ يَكُونُ لِلْمُشْرِكِينَ عَهْدٌ عِنْدَ اللهِ وَعِنْدَ رَسُولِهِ (الی قولہ تعالی) وَاللهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿۱۶﴾

(جماعت اول نے جو نقض عہد کیا تھا ان کے نقض عہد سے پہلے بطور پیشین گوئی کے فرماتے ہیں کہ) ان مشرکین (قریش) کا عہد اللہ کے نزدیک اور اُس کے رسول کے نزدیک کیسے (قابل رعایت) رہے گا (کیونکہ رعایت تو اس عہد کی ہوتی ہے جس کو دوسرا شخص خود نہ توڑے ورنہ رعایت نہیں باقی رہتی مطلب یہ کہ یہ لوگ عہد کو توڑیں گے اس وقت اس طرف سے بھی رعایت نہ ہوگی) مگر جن لوگوں سے تم نے مسجد حرام (یعنی حرم) کے نزدیک عہد لیا ہے (مراد دوسری جماعت ہے جن کا استثناء اوپر بھی اِلَّا الَّذِينَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوكُمْ الخ میں آ چکا ہے یعنی ان سے امید ہے کہ یہ عہد کر کے قائم رہیں گے) سو جب تک یہ لوگ تم سے سیدھی طرح رہیں (یعنی عہد نہ توڑیں) تم بھی ان سے سیدھی طرح رہو (اور مدت عہد کی ان سے پوری کر دو چنانچہ زمانہ نزول برات میں اس مدت میں نو ماہ باقی رہے اور بوجہ ان کی عہد شکنی نہ کرنے کے ان کی یہ مدت پوری کی گئی) بلاشبہ اللہ تعالیٰ (بدعہدی سے) احتیاط رکھنے والوں کو پسند کرتے ہیں (پس تم بھی احتیاط رکھنے سے پسندیدۂ حق ہو جاؤ گے یہ استثناء کر کے پھر عود ہے مضمون متعلق جماعت اول کی طرف کہ) کیسے (ان کا عہد قابل رعایت رہے گا یعنی وہ لوگ عہد پر کب قائم رہیں گے) حالانکہ ان کی یہ حالت ہے کہ اگر وہ تم پر کہیں غلبہ پا جائیں تو تمہارے بارے میں نہ قرابت کا پاس کریں اور نہ قول وقرار کا (کیونکہ ان کی یہ صلح مجبوری اور خوف جہاد سے ہے دل سے نہیں پس) یہ لوگ تم کو (صرف) اپنی زبانی باتوں سے راضی کر رہے ہیں اور ان کے دل (ان باتوں کو) نہیں مانتے (پس جب دل سے اس عہد کے پورا کرنے کا عزم نہیں ہے تو کیا پورا ہوگا) اور ان میں زیادہ آدمی شریر ہیں (کہ عہد پورا کرنا نہیں چاہتے اور اگر ایک آدھ پورا کرنا بھی چاہتا ہو تو زیادہ کے سامنے ایک دو کی کب چلتی ہے اور وجہ ان کے شریر ہونے کی یہ ہے کہ) انہوں نے احکام الٰہیہ کے عوض (دنیا کی) متاع ناپائیدار کو اختیار کر رکھا ہے (جیسا کہ کفار کی حالت ہوتی ہے کہ دین چھوڑ کر دنیا کو ترجیح دیتے ہیں جب دنیا زیادہ محبوب ہوگی تو جب عہد شکنی میں دنیوی غرض حاصل ہوتی نظر آوے گی اس میں کچھ باک نہ ہوگا بخلاف اس شکل کے جو دین کو ترجیح دیتا ہے وہ احکام الٰہیہ وفائے عہد وغیرہ کا پابند ہوگا) سو (اس ترجیح دنیا علی الدین کی وجہ سے) یہ لوگ اللہ کے (سیدھے) رستہ سے (جس میں وفائے عہد بھی داخل ہے) ہٹے ہوئے ہیں (اور) یقیناً یہ ان کا عمل بہت ہی برا ہے (اور ہم نے جو اوپر کہا ہے لَا يَرْقُبُوا فِيكُمْ الخ سو اس میں تمہاری کچھ تخصیص نہیں ان کی تو یہ حالت ہے کہ) یہ لوگ کسی مسلمانوں کے بارے میں (بھی) نہ قرابت کا پاس کریں اور نہ قول وقرار کا اور یہ لوگ (خصوصاً اس باب میں) بہت ہی زیادتی کر رہے ہیں سو (جب ان کے عہد پر اعتماد واطمینان نہیں بلکہ احتمال عہد شکنی کا بھی ہے جیسا کہ اس کی جانب مخالف کا بھی احتمال ہے اس لئے ہم ان کے بارے میں مفصل حکم سناتے ہیں کہ) اگر یہ لوگ (کفر سے) توبہ کر لیں (یعنی مسلمان ہو جاویں) اور (اس اسلام کو ظاہر بھی کر دیں مثلاً) نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو (پھر ان کی عہد شکنی وغیرہ پر اصلاً نظر نہ ہوگی خواہ انہوں نے کچھ ہی کیا ہو اسلام لانے سے) وہ تمہارے دینی بھائی ہو جاویں گے (اور پچھلا کیا ہوا سب معاف ہو جاوے گا) اور ہم سمجھدار لوگوں (کو بتلانے) کے لئے احکام کو خوب تفصیل سے بیان کرتے ہیں (چنانچہ اس مقام پر بھی ایسا ہی کیا گیا ہے) اور اگر وہ لوگ عہد کرنے کے بعد اپنی قسموں (عہدوں) کو توڑ ڈالیں (جیسا کہ ان کی حالت سے غالب ہے) اور (عہد توڑ کر ایمان بھی نہ لاویں بلکہ اپنے کفر پر قائم رہیں جس کا ایک اثر یہ ہے کہ) تمہارے دین (اسلام) پر طعن (واعتراض) کریں تو (اس حالت میں تم لوگ اس قصد سے کہ یہ (اپنے کفر سے) باز آ جاویں ان پیشوایان کفر سے (خوب) لڑو (کیونکہ اس صورت میں) ان کی قسمیں (باقی نہیں رہیں یہاں تک قبل نقض پیشینگوئی ہو چکی آگے بعد وقوع نقض کے قتال کی ترغیب ہے کہ) تم ایسے لوگوں سے کیوں نہیں لڑتے جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا (اور بنی بکر کی بمقابلہ خزاعہ کی مدد کی) اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جلاوطن کر دینے کی تجویز کی اور انہوں نے تم سے خود پہلے چھیڑ نکالی (کہ تمہاری طرف سے وفائے عہد میں کوئی کمی نہیں ہوئی انہوں نے بیٹھے بٹھائے کو خود ایک شوشہ چھوڑا پس ایسے لوگوں سے کیوں نہ لڑو) کیا ان سے (لڑنے میں) ڈرتے ہو (کہ ان کے پاس سامان وجمعیت زیادہ ہے) سو (اگر یہ بات ہے تو ہرگز ان سے مت ڈرو کیونکہ) اللہ تعالیٰ اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ تم ان سے ڈرو اگر تم ایمان رکھتے ہو (اور ان سے ڈرنے کا مقتضا یہ ہے کہ ان کے حکم کے خلاف مت کرو اور وہ حکم دیتے ہیں قتال کا پس) ان سے لڑو اللہ

تعالیٰ (کا وعدہ ہے کہ) ان کو تمہارے ہاتھوں سزا دے گا اور ان کو ذلیل (وخوار) کرے گا اور تم کو ان پر غالب کرے گا اور (ان کی اس تعذیب اور تمہاری نصرت سے) بہت سے (ایسے) مسلمانوں کے قلوب کو شفا دے گا اور ان کے قلوب کے غیظ (وغضب) کو دور کرے گا (جو خود تاب مقابلہ کی نہیں رکھتے اور ان کی حرکات کو دیکھ دیکھ کر دل ہی دل میں گھٹتے ہیں) اور (ان ہی کفار میں سے) جس پر (توجہ وفضل کرنا) منظور ہوگا اللہ تعالیٰ توجہ (بھی) فرمادے گا (یعنی مسلمان ہونے کی توفیق دے گا چنانچہ فتح مکہ میں بعض لڑے اور ذلیل ومقتول ہوئے اور بعضے مسلمان ہوگئے) اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں (کہ علم سے ہر ایک کا انجام کہ اسلام ہے یا کفر جانتے ہیں اور اسی لئے اپنی حکمت سے احکام مناسبہ مقرر فرماتے ہیں اور تم جو لڑنے سے جی چراتے ہو گو بعضے ہی سہی تو) کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ تم یوں ہی (اسی حالت پر) چھوڑ دیئے جاؤ گے حالانکہ ہنوز اللہ تعالیٰ نے (ظاہری طور پر) ان لوگوں کو تو دیکھا ہی نہیں جنہوں نے تم میں سے (ایسے موقع پر) جہاد کیا ہو اور اللہ ورسول اور مؤمنین کے سوا کسی کو خصوصیت کا دوست نہ بنایا ہو (جس کے ظاہر ہونے کا اچھا ذریعہ ایسے موقع کا جہاد ہے جہاں مقابلہ اپنے اعزہ واقارب سے ہو کہ پورا امتحان ہو جاتا ہے کہ کون اللہ کو چاہتا ہے کون برادری کو) اور اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے تمہارے سب کاموں کی (پس اگر جہاد میں چستی کرو گے یا سستی کرو گے اسی کے موافق تم کو جزا دے گا)۔ **ف**: اس رکوع میں جو اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ الخ آیا ہے اس کی تفسیر بھی درمنثور میں جماعت دوم یعنی بنی ضمرہ وبنی کنانہ سے کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سے بھی حدیبیہ میں خاص گفتگو ہوئی ہوگی پس دونوں جگہ مستثنیٰ کا مصداق واحد ہے صرح به فی البیضاوی اور تکرار اس لئے نہیں کہ اس میں ظہور استقامت سے پہلے کا حال مذکور ہے اور اوپر ظہور استقامت کے بعد کا لقولہ تعالیٰ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ الخ واللہ اعلم اور قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ الخ کی نسبت نزول قبل الفتح کو تمہید کے فائدہ دوم میں نقل کر چکا ہوں اور اس سے اوپر کی آیت میں اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا الخ کے مضمون سے اس کا نزول بھی قبل الفتح وبعد النکث معلوم ہوتا ہے اور اس سے پہلے اِنْ نَّكَثُوْٓا دال ہے نزول قبل النکث پر پس بدرجہ اولیٰ فتح مکہ کے قبل اس کا نزول ہوگا اور اس سے اوپر کی آیتیں اسی مضمون کے مناسب ہیں پس ان سب کا نزول بظن غالب قبل فتح ہے اسی لئے اول کی آیات کو پیشین گوئی پر محمول کیا گیا اور اِنْ تَابُوْا اور نَكَثُوْٓا کے علاوہ ایک تیسری شق بھی ان بذلوا الجزیة محتمل تھی لیکن چونکہ کلام کفار عرب میں ہے اس لئے اس شق کی گنجائش نہیں اسی وجہ سے يَنْتَهُوْنَ ﴿۱۲﴾ کی تفسیر انتہاء عن الکفر کے ساتھ کی گئی البتہ قبل نزول آیات براءت کے بطور صلح کے عہد کر لینا مشروع تھا ان آیات سے اس کی مشروعیت بھی مرتفع ہوگئی اب یا اسلام ہے یا سیف چنانچہ درمنثور میں ہے کہ پھر آپ نے ان میں سے کسی سے عہد نہیں کیا اور گزشتہ عہد کو صاف جواب دے دیا اور کفار قریش نے صرف جلاء وطن تجویز نہ کی تھی بلکہ قتل پر اخیر میں رائے قرار پائی تھی مگر اوروں کو اس لئے ذکر نہیں کیا کہ اخراج سب سے اخف ہے پس یہ بتلا دیا کہ جب عزم اخراج ہی امر منکر ہے تو اس سے اشد تو زیادہ منکر ہوگا۔

التماس: ان دو رکوع کی تفسیر میں کئی کئی سال گذرے کہ مجھ کو پریشانی اور خلجان رہتا تھا اور جس قدر میں نے لکھا ہے یہ میری کوشش کا منتہاء ہے اگر کسی کی نظر یا ذہن میں اس سے احسن اور اسہل تفسیر گزرے تو وہ اسی کو اختیار کر کے مجھ کو معذور سمجھے اور میری لغزش کے عفو کی دعا کرے۔

ربط: اوپر مشرکین کے شنائع مذکور تھے چونکہ ان کو اپنے بعض اعمال پر جیسے مسجد حرام کی خدمت اور حجاج کا پانی پلانا وغیرہ افتخار تھا اس لئے آگے مضمون سابق کی تتمیم کے لئے ان کے افتخار کا ان چند مذکور آیتوں میں جواب دیتے ہیں اور اسی ضمن میں مسلمانوں کے ایک اختلافی مسئلہ کا جس میں اس وقت کلام ہوا تھا کہ ایمان کے بعد افضل الاعمال آیا عمارت مسجد حرام ہے یا سقایہ حاج یا جہاد آیت: اَجَعَلْتُمْ الخ میں جواب دیتے ہیں۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸﴾ اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا دوسرا جملہ متانفہ ہے بطور تعلیل جملہ سابقہ کے پس اس میں دلالت ہے کہ اتباع شہوات اور میلان الی اللذات سبب ہو جاتا ہے فسق وتمرد کا۔ قولہ تعالیٰ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴﴾ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کاملین میں بھی امور طبیعیہ رہتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کے بعض آثار مطلوب بھی ہیں ورنہ صحابہؓ میں غیظ وغیرہ نہ ہوتا۔ قولہ تعالیٰ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا اس پر دال ہے کہ عادت الٰہیہ یہ ہے کہ مجاہدات کے بعد ثمرات عطا کرتے ہیں۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله قبل طعنوا** کفر پر قائم ہو مما وهبه الله تعالیٰ لی ۱۲ ۲ **قوله فی لعلهم** اس قصد سے غاية للقتال باعتبار ترجية العباد ای لا یکون مقصودکم اتلاف الانفس والاموال ۱۲ ۳ **قوله فی لما یعلم الله** ایسے موقع پر زاد هذا القید لان القتال قد وقع قبل الفتح غیر مرة لکن لا بهذا الشان ۱۲۔

اختلاف القراءۃ: فی قراءة لا ایمان مصدر من الافعال ای لا امن لهم اولا اسلام لهم ۱۲۔

اللغات: قوله الال القرابة ۱۲۔

البلاغۃ: قوله لا ایمان لهم لم یقل لا عهد لهم تاکیدا ومبالغة فان فیه ایذاناً بانهم اقسموا علی العهد ثم لم یفوا قوله طعنوا فی ایراده مع

القتال من الحسن ما لا يخفى ۱۲۔

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ښ وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۷﴾ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰۗىِٕكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۸﴾ اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاۗجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹﴾ (وقف لازم) اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ﴿۲۰﴾ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ﴿۲۱﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۲﴾

مشرکین کی یہ لیاقت ہی نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو آباد کریں جس حالت میں کہ وہ خود اپنے اوپر کفر کی باتوں کا اقرار کر رہے ہیں۔ ان لوگوں کے سب اعمال اکارت جائیں گے اور دوزخ میں وہ لوگ ہمیشہ رہیں گے۔ ہاں اللہ کی مسجدوں کو آباد کرنا ان لوگوں کا کام ہے جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لائیں اور نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور بجز اللہ کے کسی سے نہ ڈریں۔ سو ایسے لوگوں کی نسبت توقع (یعنی وعدہ) ہے کہ اپنے مقصود تک پہنچ جائیں گے کیا تم لوگوں نے حجاج کو پانی پلانے کو اور مسجد حرام کے آباد رکھنے کو اس شخص کے برابر قرار دے لیا جو کہ اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لایا ہو اور اس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا ہو یہ لوگ برابر نہیں اللہ کے نزدیک اور جو لوگ بے انصاف ہیں اللہ تعالیٰ ان کو سمجھ نہیں دیتا جو لوگ ایمان لائے اور (اللہ کے واسطے) انہوں نے ترک وطن کیا اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کیا وہ درجہ میں اللہ کے نزدیک بہت بڑے ہیں اور یہی لوگ پورے کامیاب ہیں۔ ان کا رب ان کو بشارت دیتا ہے اپنی طرف سے بڑی رحمت اور بڑی رضامندی اور (جنت کے) ایسے باغوں کی کہ ان کے لئے ان (باغوں) میں دائمی نعمت ہوگی (اور) ان میں یہ ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے بلاشبہ اللہ کے پاس بڑا اجر ہے۔

تفسیر: جواب افتخار مشرکین مع رفع اختلاف مؤمنین در باب تفاضل بعضے اعمال ☆ مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ۭ (الی قولہ تعالی) اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۲﴾ مشرکین کی یہ لیاقت ہی نہیں کہ وہ اللہ کی مسجدوں کو (جن میں مسجد حرام بھی آ گئی) آباد کریں جس حالت میں کہ وہ خود اپنے اوپر کفر (کی باتوں) کا اقرار کر رہے ہیں (چنانچہ وہ خود اپنا مشرب بتلانے کے وقت ایسے عقائد کا اقرار کرتے ہیں جو واقع میں کفر ہیں۔ مطلب یہ کہ عمارت مساجد گو عمل محمود ہے لیکن باوجود شرک کے کہ اس کا منافی ہے اس عمل کی اہلیت ہی مفقود ہے اور اس لئے وہ محض غیر معتد بہ ہے پھر فخر کی کیا گنجائش ہے) ان لوگوں کے (جو کہ مشرک ہیں) سب اعمال (نیک مثل عمارت مسجد وغیرہ) اکارت (اور ضائع) ہیں (بوجہ اس کے کہ ان کی قبولیت کی شرط نہیں پائی جاتی اور ضائع عمل پر فخر ہی کیا) اور دوزخ میں وہ لوگ ہمیشہ رہیں گے (کیونکہ وہ عمل جو کہ اسباب نجات سے ہے وہ تو ضائع ہی ہو گیا تھا) ہاں اللہ کی مسجدوں کو آباد کرنا ان لوگوں کا کام ہے (یعنی علیٰ وجہ الکمال ان سے مقبول ہوتا ہے) جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر (دل سے) ایمان لاویں (اور جوارح سے اس کا اظہار بھی کریں مثلاً اس طرح کہ) نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور (اللہ پر ایسا توکل رکھتے ہوں کہ) بجز اللہ کے کسی سے نہ ڈریں سو ایسے لوگوں کی نسبت توقع (یعنی وعدہ) ہے کہ اپنے مقصود (یعنی جنت ونجات) تک پہنچ جاویں گے (کیونکہ ان کا عمل بوجہ ایمان کے مقبول ہوگا اس لئے آخرت میں نفع ہوگا (اور مشرکین اس شرط سے محروم ہیں پس ثمرہ عمل سے بھی محروم ہیں اور عمل بے ثمر پر فخر لاحاصل) کیا تم لوگوں نے حجاج کے پانی پلانے کو اور مسجد حرام کے آباد رکھنے کو اس شخص (کے عمل) کے برابر قرار دے لیا جو کہ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لایا ہو اور اس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا ہو (وہ عمل ایمان اور جہاد ہے یعنی یہ اعمال برابر نہیں اور جب اعمال برابر نہیں تو) یہ (عامل) لوگ (بھی باہم) برابر نہیں اللہ کے نزدیک (غرض عمل عمل باہم اور عامل عامل باہم برابر نہیں مقصود بقرینہ سیاق یہ ہے کہ ایمان اور جہاد میں سے ہر واحد افضل ہے سقایہ وعمارت کے ہر واحد سے یعنی ایمان بھی دونوں سے افضل ہے اور اس سے جواب ہو گیا مشرکین کا کہ ان میں ایمان نہ تھا اور جہاد بھی دونوں سے افضل ہے اس سے جواب ہو گیا بعض مؤمنین کا کہ جو بعد ایمان کے سقایہ اور عمارت کو جہاد پر تفضیل دیتے تھے) اور (یہ امر مذکور بہت ہی ظاہر ہے لیکن) جو لوگ بے انصاف ہیں (مراد مشرک ہیں) اللہ تعالیٰ ان کو سمجھ نہیں دیتا (اس لئے وہ نہیں مانتے

بخلاف اہل ایمان کے کہ وہ اس تحقیق کو فوراً مان گئے آگے اس مضمون کی تصریح ہے جو اوپر لَا یَسْتَوٗنَ سے مقصود تھا یعنی) جو لوگ ایمان لائے اور (اللہ کے واسطے) انہوں نے ترک وطن کیا اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کیا وہ درجہ میں اللہ کے نزدیک (بمقابلہ اہل سقایہ و اہل عمارت کے) بہت بڑے ہیں (کیونکہ اگر اہل سقایت و اہل عمارت میں ایمان نہ ہو تب تو یہ بڑائی ان ہی مؤمنین مہاجرین مجاہدین میں منحصر ہے اور اگر ان میں ایمان ہو تو گو وہ بھی بڑے ہیں مگر یہ زیادہ بڑے ہیں) اور یہی لوگ پورے کامیاب ہیں (کیونکہ اگر ان کے مقابلین میں ایمان نہ ہو تب تو کامیابی کا ان ہی میں حصر ہے اور اگر ایمان ہو تو کامیابی مشترک ہے لیکن ان کی کامیابی ان سے اعلیٰ ہے آگے اس درجہ اور فوز کا بیان ہے کہ) ان کا رب ان کو بشارت دیتا ہے اپنی طرف سے بڑی رحمت اور بڑی رضامندی اور (جنت کے) ایسے باغوں کی ان کے لئے ان (باغوں) میں دائمی نعمت ہوگی (اور) ان میں یہ ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے بلاشبہ اللہ کے پاس بڑا اجر ہے (اس میں سے ان کو دیا جاوے گا)۔ **ف:** آیت مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ الخ کی جو تفسیر بندہ نے اختیار کی ہے اس بنا پر اس آیت کا حاصل صرف یہ ہوا کہ ان کے یہ اعمال مقبول نہیں اور یہ بات کہ کافر اگر مسجد بنادے یا اس کی خدمت وغیرہ کرے تو اس کو اجازت دی جاوے گی یا نہیں۔ اس مسئلہ سے تعارض نہ ہوگا باقی خود اس مسئلہ کی تحقیق دوسرے دلائل سے یہ ہے کہ اگر وہ کافر اپنے مذہب کی رو سے اس کو ثواب سمجھے تو اجازت دے دی جاوے گی ورنہ نہیں کذا فی الهداية كتاب الوصية البتہ پہلی صورت میں اگر اجازت دینا کسی مصلحت اسلامی کے خلاف ہو تو اجازت نہ ہوگی۔

ربط: اوپر ہجرت کا ذکر تھا جس میں وطن اور اقارب اور اموال واملاک سے قطع تعلق کرنا پڑتا ہے جو کہ طبعاً شاق معلوم ہوتا ہے جو گاہے سبب ہو سکتا ہے ترک ہجرت کا اس لئے آگے ان تعلقات کے غلبہ کی مذمت فرماتے ہیں۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله في بالكفر** کفر کی باتوں الخ **فاندفع به ما يرد على ظاهره ان المشركين لم يكونوا مقرين بانهم كافرون۱۲۔** ۲ **قوله في انما يعمر** مقبول ہوتا ہے **دل عليه مقابلته لقوله ما كان المشركين بتفسيره الذى ذكر۱۲۔** ۳ **قوله في امن** ایمان لاویں **رعاية لمعنى مَن۱۲۔** ۴ **قوله في من اقام الخ** اظہار بھی کریں **اشارة الى ان خصوصية الاعمال ليست مقصودا بل المراد اشتراط الاظهار لا للقبول بل لكماله لان الاخفاء بلا عذرا ثم كبير والاثم مانع لكمال القبول ولاجله اشترط عدم الخشية۱۲۔** ۵ **قوله في سقاية** پلانے کو **اشارة الى تقدير المضاف في جانب المشبه به اى كعمل من آمن الخ۱۲۔** ۶ **قوله في توضيح لا يسترون** اس سے جواب ہو گیا مشرکین کا **اشارة الى ان المخاطب في اجعلتم المشركون والمسلمون معا لكن باختلاف الاعتبار كما في تقرير الترجمة فاجتمعت على هذا الروايات كلها۱۲۔** ۷ **قوله في لا يهدى** بخلاف **فالجملة فيها بيان حال الفريقين بمفهوم الموافقة وبمفهوم المخالفة فافهم۱۲۔**

الروايات: **في الروح اخرج ابو الشيخ وابن جرير عن الضحاك انه لما اسر العباس عيره المسلمون بالشرك وقطعية الرحم واغلظ عليه على كرم الله وجهه في القول فقال تذكرون مساوينا وتكتمون محاسننا انا لنعمر المسجد الحرام ونحجب الكعبة نقرى الحجيج ونفك العانى فنزلت قلت ويفهم من بعض الروايات ان العباسؓ افتخر بها بعد ان اسلم فالوجه فيه ان الحسنات التى يعمل المرء في الجاهلية يثاب عليها ان اسلم فلعل مراده انى لما اسلمت بقيت لى تلك الاعمال فاشتر كنا نحن وانتم في الاسلام ثم فقناكم بهذه الاعمال وكان يلزم منه حكمه بكونها افضل من الجهاد فكان تقرير الجواب كما ذكر في المتن في جواب المسلمين فافهم واخرج ابن ابى حاتم وابن مردويه عن ابن عباسؓ ان المشركين قالوا عمارة بيت الله تعالى والقيام للسقاية خير من الايمان والجهاد واخرج مسلم وابو داؤد وابن جرير وابن المنذر جماعة عن النعمان بن بشيرؓ قال كنت عند منبر رسول الله صلى الله عليه وسلم في نفر من اصحابة فقال ما ابالى ان لا اعمل عملا لله تعالى بعد الاسلام الا ان اسقى الحاج وقال آخر بل عمارة المسجد الحرام وقال آخر بل الجهاد في سبيل الله خير مما قلتم فزجرهم عمرؓ وقال لا ترفعوا اصواتكم عند منبر رسول الله صلى الله عليه وسلم و ذلك يوم الجمعة ولكن اذا صليتم الجمعة دخلت على رسول الله صلى الله عليه وسلم فاستفتيه فيما اختلفتم فيه فانزل الله الآية الى قوله سبحانه والله لا يهدى القوم الظالمين اه قلت ولاجل الجمع بين هذه الروايات التى لا تعارض في كون جميعها سببا جعل الخطاب عاما والله اعلم۱۲۔**

اللغات: **السقاية والعمارة مصدران۱۲۔**

البلاغة: **قوله الذين آمنوا وهاجروا زاد فيه على ما قبله الهجرة وتفصيل الجهاد اشارة الى كون الهجرة والجهاد بكلا نوعيه من لوازم الايمان الكامل قوله مقيم معناه من لا يرتحل ولا يسافر وهو استعارة للدائم۱۲۔**

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ

وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ

وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ࣙاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ

مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ

الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۴﴾ ع ۸ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّ يَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ

فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّ ضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ

عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَ عَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ

الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۷﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَ اِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ

اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖۤ اِنْ شَآءَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۸﴾

اے ایمان لانے والو اپنے باپوں کو اور اپنے بھائیوں کو (اپنا) رفیق مت بناؤ اگر وہ لوگ کفر کو بمقابلہ ایمان کے (ایسا) عزیز رکھیں (کہ ان کے) ایمان لانے کی اُمید نہ رہے اور جو شخص تم میں سے ان کے ساتھ رفاقت رکھے گا سو ایسے لوگ بڑے نافرمان ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہاری اولاد اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیبیاں اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس میں نکاسی نہ ہونے کا تم کو اندیشہ ہو اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو تم کو اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے ہوں تو تم منتظر رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم (سزائے ترک ہجرت کا) بھیج دیں اور اللہ تعالیٰ بے حکمی کرنے والوں کو ان کے مقصود تک نہیں پہنچاتا تم کو خدا تعالیٰ نے (لڑائی کے) بہت موقعوں میں (کفار) پر غلبہ دیا اور حنین کے دن بھی جب کہ تم کو اپنے مجمع کی کثرت پر غرہ ہو گیا تھا۔ پھر وہ کثرت تمہارے کچھ کارآمد نہ ہوئی اور تم پر زمین باوجود اپنی فراخی کے تنگی کرنے لگی پھر (آخر) تم پیٹھ دے کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول (کے قلوب) پر اور دوسرے مؤمنین (کے قلب) پر اپنی (طرف سے) تسلی نازل فرمائی اور (مدد کے لئے) ایسے لشکر نازل فرمائے جن کو تم نے نہیں دیکھا اور کافروں کو سزا دی اور یہ کافروں کی (دنیا میں) سزا ہے پھر اس کے بعد خدا تعالیٰ جس کو چاہیں توبہ نصیب کر دیں اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت کرنے والے اور بڑی رحمت کرنے والے ہیں اے ایمان والو! مشرک لوگ (بوجہ عقائد خبیثہ) نرے ناپاک ہیں۔ سو یہ لوگ اس سال کے بعد مسجد حرام کے پاس نہ آنے پائیں اور اگر تم کو مفلسی کا اندیشہ ہو تو (خدا پر توکل رکھو) خدا تم کو اپنے فضل سے اگر چاہے گا (ان کا) محتاج نہ رکھے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا بڑا حکمت والا ہے۔ ۞

تفسیر: ذم ایثار تعلقاتِ دنیویہ بر تعلقاتِ اخرویہ ☆ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ (الی قولہ تعالیٰ) وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۴﴾ اے ایمان والو اپنے باپوں کو اور اپنے بھائیوں کو (اپنا رفیق مت بناؤ اگر وہ لوگ کفر کو بمقابلہ ایمان کے (ایسا) عزیز رکھیں (کہ ان کے ایمان لانے کی امید نہ رہے) اور جو شخص تم میں سے ان کے ساتھ رفاقت رکھے گا سو ایسے لوگ بڑے نافرمان ہیں (مطلب یہ کہ بڑا مانع ہجرت سے ان لوگوں کا تعلق ہے اور خود وہی جائز نہیں پھر ہجرت میں کیا دشواری ہے آگے اسی مضمون کی زیادہ تفصیل ہے کہ اے محمد ﷺ) آپ (ان سے) کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیبیاں اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس میں نکاسی نہ ہونے کا تم کو اندیشہ ہو اور وہ گھر جن (میں رہنے) کو تم پسند کرتے ہو (اگر یہ چیزیں) تم کو اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیاری ہوں تو تم منتظر رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم (سزائے ترک ہجرت کا) بھیج دیں (جیسا دوسری آیت میں ہے اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ (الی قولہ تعالیٰ) فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ) [النساء : ۹۷] اور اللہ تعالیٰ بے حکمی کرنے والے لوگوں کو ان کے مقصود تک نہیں پہنچاتا (یعنی ان کا مقصود تھا ان چیزوں

سے تمتع وہ بہت جلد خلاف ان کی توقع کے موت سے منقطع ہو جاتا ہے) **ف**: ہجرت سے یہی اندیشے ہوتے تھے کہ عزیز چھوٹ جاویں گے اموال واملاک پریشان وتلف ہو جاویں گے تجارت کا انتظام وسلسلہ بگڑ جاوے گا یہ آرام کے گھر جن میں رہتے ہیں چھوٹ جاویں گے اور مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ سے مراد چونکہ من العمل بامر الله ورسوله ہے اس میں ہجرت بھی آ گئی اور جہاد کی تصریح سے مقصود مبالغہ ہے کہ ہجرت تو پھر سہل ہے مطلوب تو یہ ہے کہ جہاد کو بھی اشیائے مذکورہ پر ترجیح دی جاوے جس میں اپنی جان اور کبھی ان عزیزوں کی جان کو جب کہ ان سے مقابلہ ہو جاوے بے قدر اور ہیچ سمجھنا پڑتا ہے پہلے پارہ والمحصنٰت کے نصف کے بعد رکوع اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ کی تفسیر میں تحقیق مسئلہ ہجرت کی گذر چکی ہے ملاحظہ کر لیا جاوے اور اِسْتَجِيْبُوْا کی جو تفسیر کی گئی ہے اس سے ایک مسئلہ مستنبط ہوا کہ جس کافر کے اسلام کی امید ہو اور اسی مصلحت سے اس سے تعلق رکھے جائز ہے اور ان اشیاء کا زیادہ پیارا ہونا جو برا ہے مراد اس سے وہ محبت ہے جو احکام الٰہیہ دینویہ پر عمل کرنے سے باز رکھے میلان طبعی مراد نہیں ہے۔ **ربط**: اوپر براءت اور غزوۂ فتح کا ذکر تھا آگے غزوۂ حنین کا ذکر ہے اور ان کا تناسب ظاہر ہے اور تمہید سورت کے فائدہ اول میں بھی مذکور ہوا ہے نیز اوپر قطع علائق ماسوی اللہ کا بیان تھا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ الخ میں قصہ حنین سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے کہ غیر اللہ پر نظر کرنے سے ضرر ہوا اور اللہ کا تعلق کافی اور نافع ہوا۔

قصہ غزوۂ حنین: حنین ایک مقام ہے مکہ اور طائف کے درمیان میں یہاں قبیلہ ہوازن اور ثقیف سے فتح مکہ سے دو ہفتہ بعد لڑائی ہوئی تھی مسلمان بارہ ہزار تھے اور مشرکین چار ہزار بعض مسلمان اپنا مجمع دیکھ کر ایسے طور پر کہ اس سے پندار مترشح ہوتا تھا کہنے لگے کہ ہم آج کسی طرح مغلوب نہیں ہو سکتے چنانچہ اول مقابلہ میں کفار کو ہزیمت ہوئی بعضے مسلمان غنیمت کو جمع کرنے لگے اس وقت کفار لوٹ پڑے اور وہ تیر انداز بڑے تھے مسلمانوں پر تیر برسانے شروع کئے اس گھبراہٹ میں مسلمانوں کے پاؤں اُکھڑ گئے صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع چند صحابہؓ کے میدان میں رہ گئے آپ نے حضرت عباسؓ سے مسلمانوں کو آواز دلوائی پھر سب لوٹ کر دوبارہ کفار سے مقابل ہوئے اور آسمان سے فرشتوں کی مدد آئی آخر کفار بھاگے اور بہت سے قتل ہوئے بہت سے قید ہوئے پھر ان قبائل کے بہت سے آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے اور آپ نے ان کے اہل وعیال جو پکڑے گئے تھے سب ان کو واپس کر دیئے۔ **كذا في الروح والدر و صحيح البخاري۔**

آیت وتفسیر: لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ (الی قولہ تعالی) وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۝ تم کو خدا تعالیٰ نے (لڑائی کے) بہت موقعوں میں (کفار پر) غلبہ دیا (جیسے بدر وغیرہ) اور حنین کے دن بھی (جس کا قصہ عجیب وغریب ہے تم کو غلبہ دیا) جب کہ (یہ واقعہ ہوا تھا کہ) تم کو اپنے مجمع کی کثرت سے غرہ ہو گیا تھا پھر وہ کثرت تمہارے کچھ کارآمد نہ ہوئی اور (کفار کے تیر برسانے سے ایسی پریشانی ہوئی کہ) تم پر زمین باوجود اپنی (اس) فراخی کے تنگی کرنے لگی پھر (آخر) تم پیٹھ دے کر بھاگ کھڑے ہوئے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول (کے قلب) پر اور دوسرے مومنین (کے قلوب) پر اپنی (طرف سے) تسلی نازل فرمائی اور (مدد کے لئے) ایسے لشکر (آسمان سے) نازل فرمائے جن کو تم نے نہیں دیکھا (مراد فرشتے ہیں جس کے بعد تم پھر مستعد قتال ہوئے اور غالب آئے) اور (اللہ تعالیٰ نے) کافروں کو سزا دی (کہ ان پر ہزیمت اور قتل وقید واقع ہوا) اور یہ کافروں کی (دنیا میں) سزا ہے پھر خدا تعالیٰ (ان کافروں میں سے) جس کو چاہیں توبہ نصیب کر دیں چنانچہ بہت سے مسلمان ہو گئے) اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت کرنے والے بڑی رحمت کرنے والے ہیں (کہ جو شخص ان میں مسلمان ہوا اس کے سب پچھلے گناہ معاف کر کے مستحق جنت کا بنا دیا) **ف**: اس قصہ میں جو غلبہ کے ساتھ یہ فرمایا کہ جب کہ یہ واقعہ ہوا تھا مراد اس سے صرف اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ کا مضمون نہیں کہ شبہ پڑے کہ اعجاب سے تو مغلوبیت ہوئی تھی بلکہ مراد مجموعہ قصہ اخیر تک ہے اور مجموعہ میں غلبہ کا ہونا یقینی ہے اور یہ جو فرمایا کہ رسول پر تسلی نازل ہوئی مراد اس سے مطلق تسلی نہیں وہ تو آپ کو بلکہ جو صحابہؓ آپ کے ساتھ رہ گئے تھے ان کو بھی حاصل تھی اسی وجہ سے ثابت قدم رہے بلکہ مراد اس سے خاص تسلی ہے جس سے غلبہ کی امید قریب ہوگی اور مومنین پر جو تسلی نازل فرمانا ارشاد فرمایا ان میں جو آپ کے ساتھ رہ گئے تھے ان پر نزول تسلی کے معنی تو ابھی معلوم ہوئے اور جو ہٹ گئے تھے ان پر نازل ہونا یہی ہے کہ پھر میدان میں آ گئے اور یہ جو فرمایا کہ تم نے فرشتوں کو دیکھا نہیں یعنی عام طور پر پس اگر اتفاقاً کسی ایک آدھ کا دیکھنا ثابت ہو جاوے تو کچھ اشکال نہیں اور قتل وقید کو جو کافروں کو سزا فرمایا مطلب یہ ہے کہ جہاں واقع ہو سزا ہے اور یہ مطلب نہیں کہ وقوع ضروری ہے۔ **ربط**: اوپر شروع سورت میں اعلان براءت کا تھا آگے اسی اعلان کا تتمہ مذکور ہے یعنی سال کے اندر اندر مشرکین کا خارج حدود کر دینا اور اس اخراج کے حکم سے جو مسلمانوں کو تردد ہوا تھا کہ مال کی آمد بند ہو جاوے گی ساتھ ہی اس بارہ میں تسلی ہے۔

تتمہ اعلان براءت وتسلیہ مومنین ☆ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ (الی قولہ تعالی) اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۝ اے ایمان والو مشرک لوگ (بوجہ عقائد خبیثہ کے) نرے ناپاک ہیں سو (اس ناپاکی پر جو احکام متفرع ہوئے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ) یہ لوگ اس سال کے بعد مسجد حرام (یعنی حرم) کے پاس (بھی) نہ آنے پاویں (یعنی حرم کے اندر داخل نہ ہوں) اور اگر تم کو (اس حکم کے جاری کرنے سے بدیں وجہ) مفلسی کا اندیشہ ہو (کہ لین دین

انہی سے زیادہ متعلق ہے جب یہ نہ رہیں گے تو کیسے کام چلے گا) تو (تم خدا پر توکل رکھو) خدا تم کو اپنے فضل سے اگر چاہے گا (ان کا) محتاج نہ رکھے گا بیشک اللہ تعالیٰ (احکام کی مصلحتوں کو) خوب جاننے والا ہے (اور ان مصلحتوں کی تکمیل کے باب میں) بڑا حکمت والا ہے (اس لئے یہ حکم مقرر کیا اور تمہارے افلاس کے انسداد کا سامان بھی کردے گا)۔ **ف**: سب کا اتفاق ہے کہ اس باب میں کفار اہل کتاب کا حکم مثل مشرکین کے ہے اور درمنثور کی ایک روایت اس کی مؤید بھی ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے یہودی کے ہاتھ کو مثل مشرک کے ہاتھ کے فرمایا اور مراد اس نجاست سے نجاست عقائد ہے نہ کہ نجاست اعیان و اجسام چنانچہ سنن ابوداؤد کتاب الخراج میں وفد ثقیف کو مسجد میں ٹھہرانے کی روایت موجود ہے اور وہ مشرک تھے اور یہاں مقصود حکم لَا يَقْرَبُوا کا فرمانا ہے اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ میں اس کی ایک حکمت بتلادی کہ ایسے مقدس مقام میں ایسے ناپاک دل والوں کا کیا کام اور مسجد حرام سے تمام حرم مراد ہونا درمنثور میں عطاءؒ سے مروی ہے اور حدیثوں سے تمام جزیرۂ عرب کا یہی حکم ثابت ہے مشرکین کے لئے بھی اور یہود و نصاریٰ کے لئے بھی یہ روایتیں درمنثور میں بھی نقل کی ہیں چنانچہ حسب وصیت آپ کے حضرت عمرؓ کے زمانہ میں تمام جزیرۂ عرب میں اس قانون کا نفاذ ہوگیا اور فقہ حنفی کی رو سے مراد اس سے قرب و دخول بطور توطن یا استیلاء کے ہے کہ یہ ناجائز ہے ورنہ مسافرانہ امام کی اجازت سے آنا اگر امام کے نزدیک خلافِ مصلحت نہ ہو مضائقہ نہیں جیسا دوسری آیت مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ [البقرۃ: ۱۱۴] کی بعض علماء نے یہی تفسیر کی ہے اور قتادہؒ کا قول **فليس لاحد من المشركين ان يقرب المسجد الحرام بعد عامهم ذلك الا صاحب الجزية او عبد لرجل من المسلمين رواه في الدر** اس کو مؤید ہے اور جب حرم کے اندر آنے کی اجازت دینا جائز ہے مسجد حرام بھی اسی حکم میں ہے البتہ حج و عمرہ کی کفار کو اجازت نہیں بوجہ حدیث **الا لا يحجن بعد العام مشرك** کے اور جن روایتوں میں مشرک سے مصافحہ کرکے ہاتھ دھونا آیا ہے وہ محمول تغلیظ پر ہیں اور اس آیت میں جو اغناء کا وعدہ ہے وہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح پورا کردیا کہ تاجر قوموں کو مسلمان کردیا وہ سب طرح کا مال مکہ میں لانے لگے اور ان شاء عدم تیقن اور تبعید وعدہ کے لئے نہیں بلکہ تقریب وعدہ کے لئے ہے اس وعدہ کے پورا کرنے کے لئے اللہ کو کچھ لمبا چوڑا سامان کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ صرف مشیت کافی ہے خوب سمجھ لو۔

ربط: اوپر براءت و فتح مکہ و حنین میں قتال مشرکین کا بیان تھا آگے قتال اہل کتاب کا بیان ہے گویا غزوۂ تبوک کی تمہید ہے کہ وہ بھی اہل کتاب کے ساتھ معاملہ ہوا تھا چنانچہ مجاہد سے درمنثور میں اس آیت کا نزول غزوۂ تبوک ہی میں نقل کیا ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ (الی قولہ تعالی) فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ اس میں حق تعالیٰ نے بیان فرمادیا کہ تعلق مع اللہ بمقابلہ تعلق مع الخلق کے زیادہ رعایت کے قابل ہے۔ قولہ تعالیٰ: اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا (الی قولہ تعالی) ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اس میں دلالت ہے کہ بندہ کو غیر اللہ پر نظر اور عجب نہ کرنا چاہیے اور اس پر بھی دلالت ہے کہ ترک عجب نزول سکینہ کا سبب ہوتا ہے جس کی تفاسیر کا حاصل یہ ہے کہ قلب کا قرار پانا اور راضی رہنا احکام قضاء پر اور فناء حظوظ کے ساتھ حق تعالیٰ کی معیت کا مقام ہو جانا۔ قولہ تعالیٰ اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اسی پر قیاس کرکے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جس شخص میں میلان الی غیر اللہ کی گندگی ہوگی وہ حضرت حق کے لائق نہیں اور آیت میں جیسے اختلاط مشرکین سے ممانعت ہے اسی پر قیاس کیا جاتا ہے کہ اہل دنیا اور منکرین صوفیہ کی صحبت سخت مضر ہے۔ قولہ تعالیٰ: وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ۔ اس میں دلالت ہے کہ مصلحت دنیوی تکمیل مصلحت دینیہ میں مانع نہ ہونا چاہئے اور اگر مزاحم ہو تو توکل سے علاج کرنا چاہئے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قوله في يوم حنين** عجیب الخ **اشارة الى ان تخصيصه لا لفضله بل لكونه عجيبا للظفر بعد الياس** ۱۲۔ ۲؎ **قوله في اول ف**: مثل مشرکین کے **ولعل التخصيص لكون اكثر اهلها مشركين** ۱۲۔

الروایات: **في الروح عن الثعلبي عن ابن عباسؓ نزلت في المهاجرين فانهم لما امروا بالهجرة قالوا ان هاجرنا قطعنا آبائنا وابنائنا وعشيرتنا وذهب تجاراتنا وهلكت اموالنا وخربت ديارنا وبقينا ضائعين فنزلت فهاجروا وفي حواشي الجلالين قال الكلبي عن ابي الصالح عن ابن عباسؓ لما امر النبي صلى الله عليه وسلم بالهجرة فمنهم من تعلق به اهله وولده ويقولون ننشدك بالله ان تضيعنا فيرق لهم ويدع الهجرة فنزلت آه ويؤيده ما في لباب النقول اخرج الفريابي عن ابن سيرين قال قدم علي بن ابي طالب مكة وقال لقوم سماهم الا تهاجروا لا تلحقوا برسول الله صلى الله عليه وسلم فقال لو نقيم مع اخواننا و عشائرنا ومساكننا فانزل الله قل ان كان آبائكم الآية كلها واخرج عبد الرزاق الشعبي نحوه آه ۱۲۔ في الدر المنثور عن ابن عباسؓ قال كان المشركون يجيئون الى البيت ويجيئون معهم بالطعام يتجرون فيه فلما نهوا عن ان ياتوا البيت قال المسلمون فمن اين لنا الطعام فانزل الله**

وان خفتم عيلة الآية آ۱۵۔

النحو: قوله اقترفتموها وتخشون وترضون التعرض للصفات المذكورة للايذان بانها مع ما فيها من موجبات المحبة لا يجوز ان تكون احب من دون الله ورسوله الخ۱۲۔ قوله ضاقت فيه استعارة تبعية اما بعدم وجدان مكان يقرون به مطمئنين او انهم لا يجلسون فى مكان كما لا يجلس فى المكان الضيق۱۲۔ قوله يوم حنين عامله مقدر وهو نصركم المعطوف على نصركم المذكور ليصح كون اذ بدلا عن يوم لان الاعجاب لم يقع فى المواطن كلها۱۲۔

البلاغة: قوله هم الظلمون الحصر ادعائى كان ظلم غيرهم كلا ظلم عند ظلمهم قوله ابناء وكم لم يذكر الابناء والازواج فما سلف وذكر هم ههنا لان ما تقدم فى الاولياء وهم اهل الرائے والمشورة والابناء والازواج تبع ليسوا كذلك وما ههنا فى المحبة وهم احب الى كل احد قوله عشيرتكم ذكره للتعميم۱۲۔ قوله يتوب هو على معناه ان نزلت قبل التوبة وعلى المضى ان بعدها۱۲۔ فى قوله تعالىٰ لا يقربوا مجاز لان المقصود النهى للمسلمين عن ان يدعوهم يقربوا اى يدخلوا لا نهى المشركين كما هو ظاهر لكن لما نودى المشركون بهذا ناسب التعبير بهذا العنوان كان المسلمين يقولون لا تقربوا لانا نبذنا اليكم العهد لا لانه حكم شرعى فلا يلزم منه كون الكافر مكلفا بالفروع فافهم۱۲۔

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ اِۨبْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۭ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۳۰﴾ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰـهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۱﴾ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِــُٔـوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۳۲﴾ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾

اہل کتاب جو کہ نہ خدا پر (پورا پورا) ایمان رکھتے ہیں اور نہ قیامت کے دن پر اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے اور اسکے رسول ﷺ نے حرام بتلایا ہے اور نہ سچے دین (اسلام) کو قبول کرتے ہیں ان سے یہاں تک لڑو کہ وہ ماتحت ہو کر اور رعیت بن کر جزیہ دینا منظور کریں اور یہود (میں سے بعض) نے کہا کہ عزیز خدا کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ (میں سے اکثر) نے کہا کہ مسیح خدا کے بیٹے ہیں یہ ان کا قول ہے ان کے منہ سے کہنے کا۔ یہ بھی ان لوگوں کی سی باتیں کرنے لگے جو ان سے پہلے کافر ہو چکے ہیں۔ خدا ان کو غارت کرے۔ یہ کدھر اُلٹے جا رہے ہیں۔ انہوں نے خدا کو چھوڑ کر اپنے علماء کو اور مشائخ کو (باعتبار طاعت کے) رب بنا رکھا ہے اور مسیح بن مریم کو بھی۔ حالانکہ انکو صرف یہ حکم کیا گیا ہے کہ فقط ایک معبود (برحق) کی عبادت کریں۔ جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ ان کے شرک سے پاک ہے۔ وہ لوگ یوں چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور (یعنی دین اسلام) کو اپنے منہ سے بجھا دیں حالانکہ اللہ تعالیٰ بدوں اس کے کہ اس کے اپنے نور کو کمال تک پہنچا دے مانے گا نہیں۔ گو کافر لوگ کیسے ہی ناخوش ہوں۔ (چنانچہ) وہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے کہ اس نے اپنے رسول کو ہدایت (کا سامان یعنی قرآن) اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تا کہ اس کو تمام (بقیہ) دینوں پر غالب کر دے گو مشرک کیسے ہی ناخوش ہوں۔

تفسیر: حکم قتال اہل کتاب ☆ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (الى قوله تعالى) حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۲۹﴾

اہل کتاب جو کہ نہ خدا پر (پورا پورا) ایمان رکھتے ہیں اور نہ قیامت کے دن پر (پورا ایمان رکھتے ہیں) اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے اور اس کے رسول (محمد ﷺ) نے حرام بتلایا ہے اور نہ سچے دین (اسلام) کو قبول کرتے ہیں ان سے یہاں تک لڑو کہ وہ ماتحت ہو کر اور رعیت بن کر جزیہ دینا منظور کریں۔

ف : مسئلہ : یہاں جزیہ میں جو اہل کتاب کی تخصیص کی ہے یہ بمقابلہ کل کفار کے نہیں بلکہ جن کا اوپر ذکر تھا یعنی مشرکین عرب ان کے مقابلہ میں یہ تخصیص ہے کیونکہ ان سے جزیہ نہیں لیا جاتا یا اسلام ہے یا سیف البتہ جن کے قتل کی اجازت نہیں جیسے عورتیں اور بچے وہ غلام لونڈی بنا کر رکھے جائیں گے اور حدیثوں سے ثابت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجوس سے بھی جزیہ لیا ہے اور مشرکین عجم مثل مجوس کے ہیں بلکہ آیت میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سے بدرجہ اولیٰ جزیہ لیا جاوے گا کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ میں من بیانیہ ہے پس سب اہل کتاب ان ہی صفات سے موصوف ہوں گے لَا يُؤْمِنُوْنَ الخ پس مدار وضع جزیہ کا یہ ٹھہرا اور ظاہر ہے کہ یہ صفات مشرکین میں بدرجہ اقویٰ پائی جاتی ہیں کیونکہ اہل کتاب توحید اور معاد کا عقیدہ رکھتے ہیں گو اس میں غلطیوں کی وجہ سے لَا يُؤْمِنُوْنَ فرمادیا ہے اور مشرکین تو خود ان عقائد کی اصل ہی میں مخالف ہیں پس جب مدارِ حکم ان میں اقویٰ ہے تو حکم بھی بدرجہ اولیٰ ثابت ہوگا البتہ مشرکین عرب خاص دلیل سے اس عام سے مخصوص ہو گئے یہی مذہب ہے حنفیہ کا اور اس کی تائید ہوتی ہے ابن شہاب کے قول سے جو درمنثور میں منقول ہے کہ کفارِ قریش اور عرب کے بارے میں تو یہ حکم نازل ہوا قٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ [البقرۃ : ۱۹۳] اور یہ آیت حَتّٰى يُعْطُوا اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی اھ۔

مسئلہ : جزیہ بدل اسلام کا نہیں جیسا بعض معترضین کا زعم فاسد ہے پھر اعتراض کیا ہے کہ تھوڑے سے دام لے کر قرار علی الکفر اور اعراض عن الاسلام کی اجازت کیسے ہوگئی کہ عظمت اسلام کے خلاف ہے سو یہ اعتراض بناء الفاسد علی الفاسد ہے بلکہ یہ بدل ہے قتل کا یعنی اس کی وجہ سے اس کی جان بچ گئی سو یہ غایت عزت وعظمت ہے اسلام کی کہ اس نے ایسی رعایت کی اور یہی وجہ ہے کہ جو لوگ جہاد میں قتل نہیں کئے جاتے جیسے عورتیں اور بچے اور بہت بڈھے اور اپاہج اور رہبان اور تارکان دنیا ان پر جزیہ نہیں اور اگر بوجہ قرار علی الکفر کے ہوتا تو ان پر بھی ہوتا کیونکہ کفر مشترک ہے البتہ وجوب قتل میں باہم متفاوت ہیں اور اسی طرح بدل دفاع وحفاظت جان کا نہیں یعنی جزیہ کا یہ سبب نہیں ہے کہ ذمی اپنے سے مدافعت نہیں کر سکتے اور ہم دشمنوں سے ان کی حفاظت کرتے ہیں کیونکہ حفاظت تو سب کی کی جاتی ہے اور جزیہ سب سے نہیں لیا جاتا بلکہ صرف انہی سے لیا جاتا ہے جو مستحق قتل تھے اس سے ثابت ہوگیا کہ یہ بدل ہے قتل کا **وللہ در الفقهاء کیف وصلوا الی فهم الاسرار قالوا فیها هی لغة الجزاء لانها جزت عن القتل کذا فی الدر المختار** [1]۔

مسئلہ : عَنْ يَّدٍ کا حاصل ہے کہ ان کی شوکت نہ رہے اور صٰغِرُوْنَ کا حاصل یہ ہے کہ وہ شریعت کے قوانین متعلقہ معاملات وسیاسیات کو اپنے ذمے رکھیں صغار کی یہ تفسیر روح میں امام شافعیؒ سے نقل کی ہے پس اس طور پر جزیہ کے التزام کو غایت قتال فرمانے سے ثابت ہوا کہ بدوں اس غایت کے وجوب قتال ساقط نہ ہوگا **فی الروح عن الجصاص انه لا یکون لهم ذمة اذا تسلطوا علی المسلمین بالولایة ونفاذ الامر والنهی اھ قلت ولکن لما کان الغدر حراما لا یباح دمائهم واموالهم اذا عاهدناهم ما لم ننبذ الیهم نعم وجب النبذان قدرنا وانی لنا ولکن ما ذٰلک علی الله بعزیز۔** اور تفصیل احکام ومقدار جزیہ کی کتب فقہ میں ہے۔

ربط : اوپر اہل کتاب کی نسبت لَا يُؤْمِنُوْنَ کا حکم فرمایا ہے آگے ان کے عدم ایمان کی تفصیل ہے۔

کفریات قولیہ وفعلیہ اہل کتاب ☆ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ (الی قولہ تعالی) وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ اور یہود (میں سے بعض) نے کہا کہ (نعوذ باللہ) عزیر (علیہ السلام) خدا کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ (میں سے اکثر) نے کہا کہ مسیح (علیہ السلام) خدا کے بیٹے ہیں یہ ان کا قول ہے ان کے منہ سے کہنے کا (جس کا واقع میں کہیں نام ونشان نہیں) یہ بھی ان لوگوں کی سی باتیں کرنے لگے جو ان سے پہلے کافر ہو چکے ہیں (مراد مشرکین عرب جو ملائکہ کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے مطلب یہ کہ ان کو تو یہ بھی کافر سمجھتے ہیں پھر ان ہی کی سی کفریات بکتے ہیں اور پہلے ہونا اس معنی پر ہے کہ مشرکین کی گمراہی قدیم تھی) خدا ان کو غارت کرے یہ کدھر الٹے جارہے ہیں (کہ خدا پر ایسے افتراء باندھتے ہیں یہ تو ان کے اقوال کفریہ تھے آگے افعال کفریہ کا بیان ہے کہ) انہوں نے (یعنی یہود ونصاریٰ نے) خدا (کی توحید فی الطاعۃ) کو چھوڑ کر اپنے علماء اور مشائخ کو (باعتبار طاعت کے) رب بنا رکھا ہے (کہ ان کی اطاعت تحلیل اور تحریم میں مثل اطاعت خدا کے کرتے ہیں کہ نص پر ان کے قول کو ترجیح دیتے ہیں اور ایسی اطاعت بالکل عبادت ہے پس اس حساب سے وہ ان کی عبادت کرتے ہیں) اور مسیح ابن مریم (علیہ السلام) کو بھی (ایک اعتبار سے رب بنا رکھا ہے کہ ان کو ابن اللہ کہتے ہیں کہ الوہیت اس کے لوازم سے ہے) حالانکہ ان کو (کتب الہیہ میں) صرف یہ حکم کیا گیا ہے کہ فقط ایک معبود (برحق) کی عبادت کریں جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں وہ ان کے شرک سے پاک ہے (اور یہ تو بیان تھا اتباع باطل کا آگے بیان ہے اس کا کہ وہ دین حق کو رد کرتے ہیں کہ یہ بھی کفر ہے یعنی) وہ لوگ یوں چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور (یعنی دین اسلام) کو اپنے منہ سے (پھونک مار مار کر) بجھا دیں یعنی منہ سے رد واعتراض کی باتیں اس غرض سے کرتے ہیں کہ دین حق کو فروغ نہ ہو) حالانکہ اللہ تعالیٰ بدوں اس کے کہ اپنے نور (مذکور) کو کمال تک پہنچا دے مانے گا نہیں گو کافر لوگ (جن میں یہ بھی آ گئے) کیسے ہی ناخوش ہوں (چنانچہ) وہ اللہ ایسا ہے کہ (اسی اتمام نور کے لئے اس نے اپنے

رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہدایت (کا سامان یعنی قرآن) اور سچا دین (یعنی اسلام) دے کر (دنیا میں) بھیجا ہے تاکہ اس (دین) کو کہ (وہی نور مذکور ہے) تمام (بقیہ) دینوں پر غالب کردے (کہ یہی اتمام ہے) گو مشرک (جن میں یہ بھی داخل ہو گئے) کیسے ہی ناخوش ہوں۔ **ف**: احبار و رہبان کی اطاعت مطلقہ کو اتخاذ ارباب فرمانا سورۂ آل عمران کی ایک ایسی ہی آیت میں مع دلیل گذر چکا ہے اور اتمام بمعنی اثبات وتقویت بالدلائل تو اسلام کے لئے ہر زمانہ میں عام ہے اور یہی مقابل ہے اطفاء بمعنی روکا اور تصحیح تفسیر کے لئے کافی ہے اور مع اعتبار انضمام سلطنت مشروط ہے صلاح اہل دین کے ساتھ اور مع محو کل بقیہ ادیان واقع ہوگا زمانہ عیسیٰ علیہ السلام میں اور ان کو کافر بوجہ انکار نبوت کے اور مشرک باعتبار اعتقاد ابنیت اور اتخاذ ارباب کے فرمایا گیا۔

ربط: اوپر یہود و نصاریٰ کی کفریات میں اتخاذ احبار و رہبان کا ذکر تھا آگے ان احبار و رہبان کی بعض حالتیں جن سے عوام میں گمراہی پھیلی مذکور ہوتی ہیں اور اس مضمون کا مخاطب مؤمنین کو شاید اس لئے بنایا ہو کہ یہ متنبہ ہوں اور ایسے کام نہ کریں۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ یہ بددعا ہے ہلاکت کی۔ اور اس میں دلالت ہے کہ مستحق پر بددعا کرنا علم وحسن خلق کے منافی نہیں۔ قولہ تعالیٰ: اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا اس میں نصوص کے مقابلہ میں تقلید کرنے کی مذمت ہے جیسے جاہلوں کی عادت ہے کہ جب رسوم منکرہ سے منع کیا جاوے تو اپنے مشائخ سے تمسک کرتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ: يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ اس میں دلالت ہے کہ مخالفین کی زیادہ پروانہ کرے اور خدائے کارساز پر نظر رکھے کہ وہ کافی ہیں۔

الحواشی: (۱) ومما راب بعض اهل الاحداث كما افصح عنه في بعض رسائله من كتب الصحابة او خطبهم المشعرة بعدم اخذهم الجزية ممن لم يحفظوها اوردها عليهم فغاية ما ثبت به كونها مشروطة بالدفاع لا بد لا عنه كالصلوٰة هي مشروطة بالوضوء لا بدل عنه واما عفوهم الجزية عمن اعانوا المسلمين فهو مكافاة منهم لا حسانهم ثم وضعها عنهم لاعانة المسلمين لا يستلزم وضعها عنه اللذب عن انفسهم الكافرة والمدعى يتوقف على الثاني وما وجود هذا الاسم والرسم على عهد كسرى فلا مس له بالمدعى كما اعترف به صاحب الرسالة نفسه وما ادعاه الفقهاء من انها لغةً الجزاء يؤيده تسمية الصحابة لها في تلك الكتب جزاء ۱۲ منه۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قوله في يعطوا منظور لان الغاية هو التزام لا الاعطاء عبر به لان المقصود من الالتزام هو العطاء فافهم ۱۲۔ ۲؎ قوله في ف تفسير اليد شوکت نہ رہے فالمراد باليد القهر والقوة اى اذلاء عاجزين او مقرونة بالذل وتفسير اليد ههنا بالقهر والقوة اخرجه ابن ابی حاتم عن قتادة كذا في الروح قلت وهو حاصل ما فسرت به من قولی ماتحت ہوکر فاليد ههنا اليد الآخذة وعن سببية وهو حال عن ضمير يعطوا على الاول او عن الجزية على الثاني ۱۲۔ ۳؎ قوله في اليهود بعض كما في الدر المنثور اخرج ابن اسحٰق وابن جرير وابن ابی حاتم وابو الشيخ وابن مردويه عن ابن عباسؓ قال اتى رسول الله صلى الله عليه وسلم سلام بن مشكم ونعمان بن اوفٰى وابو انس وشاس بن قيس ومالك بن الصيف فقالوا كيف نتبعك وقد تركت قبلتنا وانت لا تزعم ان عزير ابن الله واخرج ابن المنذر عن ابن جريج قالها رجل واحد اسمهٗ فخاس اه قلت فسقط قول من قال ان اليهود ليس في عقائدهم ذلك واما التعبير بما يوهم الانتساب الى الكل فتوجيهه ما قال النيسابوری هذا قول ناس من اليهود مدينة وما هو بقول كلهم الا انه جار على عادة العرب في ايقاع اسم الجماعة على الواحد يقال فلان يركب الخيل او يجالس الملوك ولعله يركب او لم يجلس الا واحدا ۱۲۔ ۴؎ قوله في لا اله جس کے اشارة الى كونه صفة ۱۲۔

اختلاف القراءۃ: في قراءة يضاهون بهاء مضمومة بعدها واو وقد جاء ضاهيت وضاهات بمعنى وهو المشابهة والموافقة قوله عزير ابن الله وفي قراءة بلا تنوين عزير لا لتقاء الساكنين وهو مبنى على تشبيه النون بحرف اللين وهو مبتدأ وابن خبره ۱۲۔

البلاغۃ: يضاهئون اى يضاهي قولهم قول الذين او يضاهئون في قولهم قول الذين والمعنى على التميز اى يضاهئون باعتبار قولهم يعني يضاهي قولهم فافهم قوله قاتلهم دعاء عليهم او تعجب قوله والمسيح ابن مريم اخره مع ان القياس لكونه اقوى تقديمه لانه مختص بالنصارى قوله يطفئو بافواههم اى باقاويلهم ويجوز ان يكون في الكلام استعارة تمثيلية بان يشبه حالهم بحال من يريد ان ينفخ في نور عظيم منبث في الآفاق بفمه فعلى هذا يعم ما به الاطفاء اقوالهم وافعالهم ۱۲۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ

سَبِيلِ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ
أَلِيمٍ ﴿۳۴﴾ يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ ؕ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ
فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ ﴿۳۵﴾ إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ
السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ؕ ذٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ ۙ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا
الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً ؕ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴿۳۶﴾ إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي
الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُحِلُّونَهُ عَامًا وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا لِيُوَاطِئُوا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَيُحِلُّوا
مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ؕ زُيِّنَ لَهُمْ سُوءُ أَعْمَالِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِينَ ﴿۳۷﴾ ع

ع ۸ ۱۱

اے ایمان والو اکثر احبار اور رہبان لوگوں کے مال نامشروع طریقے سے کھاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے باز رکھتے ہیں اور (غایۃ حرص سے) جو لوگ سونا چاندی جمع کر کر رکھتے ہیں اور ان کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے سو آپ ان کو ایک بڑی دردناک سزا کی خبر سنا دیجئے جو اس روز واقع ہوگی کہ ان کو دوزخ کی آگ میں (اول) تپایا جائے گا۔ پھر اس سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور انکی کروٹوں اور انکی پشتوں کو داغا جائیگا۔ یہ وہ ہے جس کو تم نے اپنے واسطے جمع کر کے رکھا تھا۔ سو اب اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو۔ یقیناً شمار مہینوں کا (جو کہ) کتاب الٰہی میں اللہ کے نزدیک (معتبر ہیں) بارہ مہینے (قمری) ہیں جس روز اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین پیدا کئے تھے (اسی روز سے اور) ان میں چار خاص مہینے ادب کے ہیں۔ یہی امر مذکور دین مستقیم ہے۔ سو تم ان سب مہینوں کے بارے میں (دین کے خلاف کر کے) اپنا نقصان مت کرنا اور ان مشرکین سے سب سے لڑنا جیسا کہ تم سے وہ لڑتے ہیں اور یہ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ متقیوں کا ساتھی ہے۔ یہ ہٹا دینا کفر میں اور ترقی ہے جس سے کفار گمراہ کئے جاتے ہیں کہ وہ اس حرام مہینے کو کسی سال (نفسانی غرض سے) حلال کر لیتے ہیں اور کسی سال (جب کوئی غرض نہ ہو) حرام سمجھتے ہیں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ نے جو مہینے حرام کئے ہیں (صرف) ان کی گنتی پوری کر لیں۔ پھر اللہ کے حرام کئے ہوئے مہینے کو حلال کر دیں ان کی بداعمالیاں ان کو مستحسن معلوم ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے کافروں کو ہدایت کی (توفیق) نہیں دیتا۔

تفسیر: **حرص وطمع احبار و رہبان** ☆ يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوٓا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ (الی قولہ تعالیٰ) هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ ﴿۳۵﴾ اے ایمان والو اکثر احبار و رہبان (یعنی یہود و نصاریٰ کے علماء اور مشائخ عوام) لوگوں کے مال نامشروع طریقے سے کھاتے (اڑاتے) ہیں (یعنی احکام حقہ کو پوشیدہ رکھ کر موافق مرضی عوام کے فتوے دے کر ان سے نذرانے لیتے ہیں) اور (اس کی وجہ سے وہ) اللہ کی راہ (یعنی دین اسلام) سے (لوگوں کو) باز رکھتے ہیں (کیونکہ ان کے جھوٹے فتووں کے دھوکہ میں آ کر گمراہی میں پھنسے رہتے ہیں اور حق کو قبول بلکہ طلب بھی نہیں کرتے) اور (غایت حرص سے مال بھی جمع کرتے ہیں جس کی نسبت یہ وعید ہے کہ) جو لوگ سونا چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور ان کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے (یعنی زکوٰۃ نہیں نکالتے سو آپ ان کو ایک بڑی دردناک سزا کی خبر سنا دیجئے جو کہ اس روز واقع ہوگی کہ ان کو دوزخ کی آگ میں (اول) تپایا جاوے گا پھر ان سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور ان کی کروٹوں اور ان کی پشتوں کو داغ دیا جاوے گا (اور یہ جتلایا جاوے گا کہ) یہ وہ ہے جس کو تم نے اپنے واسطے جمع کر کر کے رکھا تھا سو اب اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو۔ **ف**: اگر کسی کو شبہ ہو کہ جس کے پاس لاکھوں کروڑوں روپیہ ہو تو اس سے داغ دینا دو (۲) حال سے خالی نہیں یا تو ایک دم سے داغ دیا جاوے گا یا آگے پیچھے دیا جاوے گا پہلی شق پر اس کے جسم پر اتنی جگہ نہیں اور دوسری شق پر تھوڑے روپیہ والا اور زیادہ روپیہ والا عذاب میں برابر ہوا کیونکہ نئے روپیہ کا داغ اور پہلے روپیہ کا داغ برابر ہے جواب یہ ہے کہ پہلی شق پر ممکن ہے کہ اس کا جسم وسیع کر دیا جاوے واختارہ فی الروح اور دوسری شق پر ممکن ہے کہ ہر روپیہ کا داغ ایک بار ہو پس قلیل والے کا داغنا جلدی ختم ہو جاوے گا اور کثیر والے کا زیادہ دیر تک رہے گا گو اثر[1] میں دونوں جگہ امتداد ہے لیکن پھر بھی الم کے اشتداد میں تفاوت ہو۔ **واللہ اعلم**

ربط: اوپر ذکر اہل کتاب سے پہلے مشرکین سے قتال کرنے کا بناء بر ان کے کفر کے بعد نقض عہد کے بیان تھا آگے ان کی اور بھی بعض کفریات و جہالات کا تاکید امر بالقتال کے لئے مع امر قتال کے بیان ہے اور قبل ذکر ان جہالات کے امر حق کی تعیین ہے تاکہ اس کے خلاف کا جہل ہونا ظاہر ہو جاوے پس اس میں عود ہے مضمونِ سابق کی طرف۔

عود بذکر بعض جہالات کفریہ مشرکین ☆ اس جہالت کا حاصل تبدیل احکام متعلقہ زمان تھا جس کی یہ صورتیں تھیں نمبرا چونکہ اشہر حرم میں بنا بر اعتقاد ملت ابراہیمیہ قتل وغارت کو وہ بھی برا سمجھتے تھے اور کبھی اپنی نفسانی اغراض سے ان میں قتال کی ضرورت پڑتی یا لڑتے لڑتے اشہر حرم آ جاتا تو کہتے کہ اب کے سال یہ مہینہ حرام نہیں ہوا دوسرا مہینہ حرام ہوگا مثلاً محرم آ گیا تو کہتے کہ اب کے صفر حرام ہوگا اگر صفر میں بھی ضرورت ہوتی تو کہتے کہ ربیع الاول حرام ہوگا غرض سال بھر میں چار مہینے کا عدد تو پورا کر دیتے لیکن تخصیص کا لحاظ نہ کرتے کہ واقع میں اشہر حرم کونسا تھا اور ہم نے کس کو قرار دے دیا نمبر۲ اور کبھی جب زیادہ ضرورت پڑتی مثلاً کسی سال میں برابر دس (۱۰) مہینہ تک لڑائی کی ضرورت ہوئی اور ٹالتے ٹالتے کہ اگلے مہینے کو حرام سمجھ لیں گے دس (۱۰) مہینے گذر گئے آگے دو ہی مہینے رہ گئے تو ایسے موقع پر سال کے مہینے عدد میں بڑھا لیتے یعنی یوں کہتے کہ یہ سال چودہ مہینے کا ہوگیا جس میں چار ماہ اشہر حرم ہیں اور اسی لئے ان کا حج مختلف مہینوں میں واقع ہوتا چنانچہ ۹ھ میں جب حضرت صدیق اکبرؓ نے حج کیا ہے جس میں اعلان براءت کا کیا گیا وہ مہینہ حساب صحیح سے تو ذی الحجہ تھا لیکن اس کے حساب سے ذیقعدہ تھا رہا یہ کہ وہ لوگ پھر حج کو کیوں جمع ہو گئے تھے تو وجہ اس کی یہ تھی کہ وہ لوگ ہر مہینے میں دو سال تک حج کرتے تھے مثلاً دو (۲) سال ذی الحجہ میں حج کیا پھر دو سال تک محرم میں کیا شاید اپنی اسی کمی بیشی کی کسر نکالنے کو ایسا کرتے ہوں تو ۹ ہجری میں حج کرنے کے لئے ان کے حساب سے ذی قعدہ کا نمبر تھا وہ تو اس لئے جمع ہو گئے اور واقع میں وہ ذی الحجہ تھا اس لئے حضرت صدیق اکبرؓ حج کے لئے بھیجے گئے اور یہی وجہ ہے کہ اعلان براءت کا خاتمہ بعض روایات میں تو دسویں ربیع الثانی ہے جیسا احقر نے تمہید کے فائدہ سوم میں نقل کیا ہے اور بعض روایات میں دسویں ربیع الاول آیا ہے یعنی ان کے ربیع الاول کی دسویں تک جو کہ واقع میں ربیع الثانی تھا پھر اسی قاعدے کے موافق اگلے سال ان کے حساب سے ذی الحجہ میں حج کرنے کا نمبر تھا اور وہ واقع میں بھی اور ان کے حساب سے بھی ذی الحجہ تھا گو براءت کی وجہ سے مشرکین کو آنا نصیب نہ ہوا مگر آپ نے اسی توافق حسابین کو اپنے ان الفاظ سے ظاہر فرما دیا **الا ان الزمان قد استدار کھیئتہ** اور آپ نے صحابہؓ سے شاید اسی واسطے یہ پوچھا ہو **ای شھر ھذا** اور انہوں نے جواب میں **اللہ ورسولہ اعلم** کہا اور آپ نے فرمایا **الیس ذاالحجۃ** اور بعض روایات میں ہے کہ محرم کو صفر کر دیتے تھے اس کے دو معنے ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ یوں کہہ دیتے ہوں گے کہ اب کے صفر پہلے آ گیا اس میں قتال درست ہے محرم پیچھے آوے گا اس میں قتال نہ کریں گے اور دوسرے یہ کہ صفر سے مراد مثل صفر یعنی محرم محرم ہے اور صفر صفر لیکن محرم بوجہ حرام نہ ہونے کے مثل صفر کے ہوگیا اور صفر بوجہ حرام ہونے کے مثل محرم کے ہوگا جیسا صورت اولیٰ میں بیان ہوا یہ حاصل تھا ان کی جہالت کا یہ سب مضامین بجز دو[۲] شاید والی جگہ اور نمبر۳ کے روح المعانی سے منقول ہیں پس آیات آئندہ میں اس جہالت کی نفی ہے اور اسی لئے شروع میں مہینوں کا عدد بتلایا کہ نمبر۲ کی نفی ہو اور آگے تاخیر حرمت یا تاخیر اشہر حرم کی نفی فرمائی تاکہ نمبرا و نمبر۳ کی نفی ہو اور اسی لئے حدیث میں اشہر حرم کی تعیین میں بہت اہتمام فرمایا ثلث متوالیات ذوالقعدہ و ذوالحجہ و محرم اور رجب کی نسبت فرمایا **رجب مضر الذی بین جمادی و شعبان** کیونکہ ربیعہ حسب نقل روح رمضان کو اشہر حرم سمجھتے اور اس کو رجب کہا کرتے اب آیت کی تفسیر لکھی جاتی ہے۔

تفسیر آیت : اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا (الی قولہ تعالی) وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ یقیناً شمار مہینوں کا (جو کہ) کتاب الٰہی (یعنی احکام شرعیہ) میں اللہ کے نزدیک (معتبر ہیں) بارہ مہینے (قمری) ہیں (اور کچھ آج سے نہیں بلکہ) جس روز اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین پیدا کئے تھے (اسی روز سے اور) ان میں چار خاص مہینے ادب کے ہیں (ذی قعدہ ذی الحجہ محرم رجب) یہی (امر مذکور) دین مستقیم ہے (یعنی ان مہینوں کا بارہ ہونا اور چار کا بالتخصیص اشہر حرم ہونا اور بخلاف عادت جاہلیت کے کبھی سال کے مہینوں کا عدد بڑھا دیتے اور کبھی اشہر حرم کی تخصیص چھوڑ دیتے کہ یہ بد دینی ہے) سو تم ان سب مہینوں کے بارے میں (دین کے خلاف کر کے جو موجب گناہ ہے) اپنا نقصان مت کرنا (یعنی اس عادت جاہلیت کے موافق مت کرنا) اور ان مشرکین سے (جب کہ یہی اپنی کفریات کو جن میں یہ خاص عادت بھی آ گئی نہ چھوڑیں) سب سے لڑنا جیسا کہ وہ تم سب (مسلمانوں) سے لڑنے کو ہر وقت تیار رہا کرتے ہیں اور (اگر ان کی جمعیت اور سامان سے اندیشہ ہو تو) یہ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ متقیوں کا ساتھی ہے (پس ایمان وتقویٰ کو اپنا شعار رکھو اور کسی سے مت ڈرو آگے ان کی عادت جاہلیت کا بیان ہے کہ) یہ (مہینوں) کا یا ان کی حرمت کا آگے کو) ہٹا دینا کفر میں اور ترقی ہے جس سے (اور عام) کفار گمراہ کئے جاتے ہیں (اس طور پر) کہ وہ اس حرام مہینہ کو کسی سال (نفسانی غرض سے) حلال کر لیتے ہیں اور کسی سال (جب کوئی غرض نہ ہو) حرام سمجھتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ نے جو مہینے حرام کئے ہیں (صرف) ان کی گنتی (بلا لحاظ تخصیص وتعیین) پوری کر لیں پھر (جب تخصیص وتعیین نہ رہی تو) اللہ کے حرام کئے ہوئے مہینہ کو حلال کر لیتے ہیں ان کی بد اعمالیاں ان کو مستحسن معلوم ہوتی ہیں اور (ان کا اصرار علی الکفر کرنا بے سود ہے کیونکہ) اللہ تعالیٰ ایسے کافروں کو ہدایت (کی توفیق) نہیں دیتا (کیونکہ یہ خود راہ پر آنا نہیں چاہتے)۔ **ف**: لوند کا مہینہ جو تصحیح حساب موسم کے لئے بارہ پر بڑھا لیا جاتا ہے وہ اس آیت کی مخالفت نہیں اسی طرح دوسرے حسابوں کی اس میں نفی نہیں ہے جیسا بعض اہل زمانہ سے غلط فہمی ہوئی ہے کیونکہ ان حسابوں سے احکام شرعیہ میں تو فرق وخلل نہیں پڑتا اور مقصود آیت میں اس حساب کا ابطال ہے جس سے احکام شرعیہ میں اختلال یا غلطی ہونے لگے جیسا اہل جاہلیت کی عادت کا بیان کیا گیا البتہ چونکہ احکام شرعیہ کا مدار حساب قمری پر ہے اس لئے اس کی حفاظت

فرض علی الکفایہ ہے پس اگر ساری امت دوسری اصطلاح کو اپنا معمول بنالیوے جس سے حساب قمری ضائع ہو جاوے سب گنہگار ہوں گے اور اگر وہ محفوظ رہے تو دوسرے حساب کا استعمال بھی مباح ہے لیکن خلاف سنت سلف ضرور ہے اور حساب قمری کا برتنا بوجہ اس کے فرض کفایہ ہونے کے لابد افضل واحسن ہے اور ہر چندکہ **النسیء** اور **یحلونہ** الخ اور **یحلوا ما حرم** الخ کے مفہومات کا حاصل ایک ہی ہے لیکن اختلاف عنوان سے ان کی مذمت کی تاکید ہوگئی یعنی یہ عمل ان کا کئی حیثیت سے مذموم ہے اول یہ کہ اس میں مہینوں کی تقدیم و تاخیر ہے جو بلاتخصیص اشہر حرم مطلقاً مذموم ہے اور پھر عدم انضباط بھی ہے کہ ایک ماہ کا ایک سال اور حکم اور اسی کا دوسرے سال دوسرا حکم یہ بھی علامت ہوائے نفسانی کی پھر تحلیل حرام سب سے بڑھ کر ہے خوب سمجھ لو اور اس کو ترقی فی الکفر اس لئے فرمایا کہ تحلیل حرام کفر ہے اور اس سے پیشتر بھی وہ کافر تھے پس اس تحلیل حرام سے ان کے کفر میں زیادتی ہوگئی اور اس آیت کے نزول کے وقت اگر اشہر حرم کی حرمت بمعنی قتال باقی تھی تب تو کوئی خلجان نہیں اور اگر منسوخ ہو چکی تھی تو ان کے بیان کا اہتمام زیادت ضبط و تصحیح حساب و رفع خلط وخبط جاہلیت کے ہے گو حرمت قتال نہ ہو البتہ حرمت بمعنی برکت و فضیلت اب بھی باقی ہے جیسے یوم جمعہ و ماہ رمضان۔ رَبط: اوپر بعض غزوات کا مع ان کے متعلقات کے ذکر ہوا تھا آگے غزوۂ تبوک کا بیان ہے جس کی تمہید شروع رکوع بالا کے متصل آیت: قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ الخ میں بھی آچکی ہے۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ كَثِیْرًا (الی قولہ تعالی) وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یہی حال اس شخص کا ہے جو جاہل مریدوں سے نذرانے لیتا ہے اور منافع کے فوت ہونے کے اندیشہ سے ان سے حق کو چھپاتا ہے۔ قولہ تعالیٰ: وَالَّذِیْنَ یَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ اس میں بخل و جمع مال کی مذمت ہے۔ قولہ تعالیٰ: فَلَا تَظْلِمُوْا فِیْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ ای فی اشہر الحرم اس سے معلوم ہوا کہ ازمنہ مبارکہ میں اور اسی پر امکنہ مبارکہ کو قیاس کیا جاتا ہے معصیت کرنا قبح میں اشد ہے تو ان لوگوں کا کیا حال ہے کہ اولیاء کے مزارات پر فجور اور بدعات کرتے ہیں جن کا عرس کے موقع پر زیادہ صدور ہوتا ہے۔

الحواشی: (۱) یعنی فعل مؤثر میں تفاوت ہے کہ ایک جلدی ختم ہوا اور ایک دیر میں اسی طرح اس فعل مؤثر کے اثر میں یعنی الم جو کہ بعد میں بھی باقی رہتا ہے اس اثر میں بھی دونوں جگہ تفاوت ہے اور اس تفاوت کے لئے تفاوت فی الامتداد ضروری نہیں تفاوت فی الاشتداد کافی ہے گو مدت دونوں کی مساوی ہو متناہی ہونے پر بھی جیسا عصاۃ کے لئے ہوگا اور غیر متناہی ہونے پر بھی جیسا کفار کے لئے ہوگا ۱۲ منہ (۲) بجز ان دو مضمونوں کے جن کے اول میں لفظ شاید ہے ۱۲ منہ۔ (۳) ای لم یذکر فی القرآن لفظ دال علی کونہا معینۃ کمخصوصات ومعلومات ونحوہما کما ذکرت فی الترجمۃ لفظ خاص ۱۲ منہ۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قولہ** قبل والذین یکنزون یہ وعید اشارۃ الی ان الموصول عام ویدخلون فیہ دخولا اولیا ۱۲۔ ۲؎ **قولہ** لا ینفقون زکوٰۃ کذا جاء فی الحدیث مفسرا ۱۲۔ ۳؎ **قولہ** فی عذاب بڑے افادہ التنوین ۱۲۔ ۴؎ **قولہ** فی یوم واقع اشارۃ الی ان نصب یوم بواقع مقدر صفۃ لعذاب ۱۲۔ ۵؎ **قولہ** فی الربط عود وسمعت مولانا الشیخ محمد المحدث التھانوی فی بعض مواعظہ وکنت اذ ذاک ما بین اثنتی عشر سنۃ الی خمسۃ عشر سنۃ ان الربط من حیث انہ ذکر فی الآیۃ السابقۃ حکم الزکوٰۃ وکان من شرائطہ حولان الحول فلذا ذکر تحقیق الحول اہ قلت لکن فیہ شیء من البعد ۱۲۔ ۶؎ **قولہ** فی العنوان بنا بر اعتقاد ملت ابراھیمیہ کذا فی الخازن ۱۲۔ ۷؎ **قولہ** فی یوم خلق آج سے اشارۃ الی المقصود من ذکر الظرف ۱۲۔ ۸؎ **قولہ** فی اربعۃ خاص لم یصرح[3] بکونہا معینۃ لکونہا معہودۃ وعلی العہد مدار الانکار فی ما نقل عنہم ۱۲۔ ۹؎ **قولہ** فی ذلک یعنی الخ اشارۃ الی ان الاشارۃ الی کل مما ذکر من العدۃ وکون الاشہر الحرم معینۃ۔ ۱۰؎ **قولہ** ہنالک یہ بدینی اشارۃ الی ان الحصر فی ذلک الدین اضافی باعتبار فعلہم لا باعتبار سائر الامور الدینیۃ ۱۲۔ ۱۱؎ **قولہ** فی فیہن ان سب مہینوں کذا فی المنثور عن ابن عباسؓ ان الضمیر الی کل الاشہر ۱۲۔ ۱۲؎ **قولہ** فی المشرکین ان یعنی العرب لعدم الجزیۃ علیہم ۱۲۔ ۱۳؎ **قولہ** فی کافۃ سب سے اشارۃ الی کونہ حالا من المفعول ۱۲۔ ۱۴؎ **قولہ** فی یقاتلون تیار لان المشرکین لا یقاتلون بالفعل فی جمیع الاوقات ۱۲۔ ۱۵؎ **قولہ** فی یضل عام اشارۃ ای کون ہذا النسیء من الرؤساء والاتباع من الاتباع (الاول مصدر والثانی جمع تابع) ۱۶؎ **قولہ** فی یحلونہ حرام مہینہ کو فالمرجع اشہر الحرم المدلول علیہ بانما النسیء علی ان اللام عوض عن المضاف الیہ فان کان الشہر الحرام فظاہر وان کان الحرمۃ فالحرمۃ ایضا یدل علی الحرام فافہم ۱۲۔ ۱۷؎ **قولہ** فی یحرمونہ سمجھتے لم یقل کرلیتے لان التحریم لم یکن حادثا فالانکار علی المجموع او علی عدم ضبطہم ویمکن ان یقال ان الانکار علی شیئین احلال الحرام وہو ظاہر و تحریم الحلال وصورتہ انہم زادوا مثلا فی سنۃ واحدۃ شہرا واحدا بان اخروا رجب وقالوا ان السنۃ ثلٰثۃ عشر شہرا ویجیء رجب بعد ہذا الشہر فکان شعبان رجبا فی حسابہم فحرموا شعبان فی ہذا العام زعما منہم بانہ رجب فیقع فی العام الثانی رجب فی جمادی الآخرۃ فحرموہ علی انہ رجب

فصدق انهم احلوا رجب في العام الماضي وكان حراما وحرموا رجب في العام المستقبل وهو كان حلالا لكونه جمادى في الواقع وكلا الامرين مذموم فافهم ۱۲۔

اختلاف القراءۃ: في قراءة عن ابن عامر تحمي بالفوقانية بعود الضمير الى النار اى توقد النهار عليها في نار جهنم ۱۲۔

لطیفہ: ومن عجائب الاتفاق انى يوم حررت هذا المقام المتعلق بالشهور والسنة للرابع من ربيع الثاني ۱۳۲۴ من الهجرة اتى على اربعة واربعون من السنين كملاً فما احسن الاتفاقين احكام السنة واتمام السنة واتفاق آخر ان الغد الذي اظعن فيه في العام الجديد من الولادة توافق فيه التاريخ واليوم تاريخ ولادتي ويومها فالتاريخان خامس ربيع الثاني واليومان اربعاء۔ و هذا من الاتفاقات الغريبة ۱۲۔

اللغات: الكنز الجمع سواء دفن اولم يدفن من الروح ۱۲ اللغات النسيء مصدر بمعنى التاخير وفي قراءة النسي بالتشديد با بدال الهمزة ياء ثم الادغام ۱۲۔

البلاغۃ: ينفقونها لم يقل ينفقونهما موافقة لما قبله لان المراد ليس الجنسان بل الدراهم والدنانير الكثيرة ۱۲۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ انْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ ۚ أَرَضِيتُمْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ ﴿٣٨﴾ إِلَّا تَنْفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوهُ شَيْئًا ۗ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٣٩﴾ إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا ۖ فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ ۗ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٤٠﴾

اے ایمان والو! تم لوگوں کو کیا ہوا کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں نکلو تو تم زمین کو لگے جاتے ہو۔ کیا تم نے آخرت کے عوض دُنیاوی زندگی پر قناعت کر لی سو دنیوی زندگی کا تمتع تو کچھ بھی نہیں بہت قلیل ہے۔ اگر تم نہ نکلو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو سخت سزا دے گا اور تمہارے بدلے دوسری قوم پیدا کر دے گا اور (ان سے اپنا کام لے گا) اور تم اللہ کے (کے دین) کو کچھ ضرر نہ پہنچا سکو گے اور اللہ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے۔ اگر تم لوگ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ آپ کی مدد اس وقت کر چکا ہے جبکہ آپ کو کافروں نے جلاوطن کر دیا تھا جبکہ دو آدمیوں میں ایک آپ تھے جس وقت کہ دونوں غار میں تھے۔ جبکہ آپ اپنے ہمراہی سے فرما رہے تھے کہ تم کچھ غم نہ کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ہمراہ ہے۔ سو اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب پر اپنی تسلی نازل فرمائی اور آپ کو ایسے لشکروں سے قوت دی جن کو تم لوگوں نے نہیں دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کی بات (اور تدبیر) نیچی کر دی (کہ وہ ناکام رہے) اور اللہ ہی کا بول بالا رہا اور اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

تفسیر: قصہ غزوۂ تبوک ☆ تبوک ایک مقام ہے ملک شام میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب فتح مکہ و غزوۂ حنین وغیرہما سے فارغ ہوئے آپ کو خبر معلوم ہوئی کہ روم کا نصرانی بادشاہ مدینہ پر فوج بھیجنا چاہتا ہے اور وہ فوج تبوک میں کہ اس کی عملداری کے حدود میں ہے جمع کی جاوے گی آپ نے خود ہی قصد سفر کا مقابلہ کے لئے فرمایا اور مسلمانوں میں اس کا اعلان عام کر دیا چونکہ وہ زمانہ گرمی کی شدت کا تھا اور مسلمانوں کے پاس سامان بہت کم تھا اور سفر بھی دور و دراز تھا اس لئے اس غزوہ میں جانا بڑی ہمت کا کام تھا اس لئے ان آیات میں اس کی بہت ترغیب دی گئی ہے اور چونکہ منافقین بوجہ عدم ایمان و عدم اخلاص کے اس میں طرح طرح کے بہانے پیش لائے اور ان کی طرح طرح کی خباثتیں ظاہر ہوئیں اس لئے ان آیات میں ان پر بھی بہت تشنیع ہوئی ہے۔ غرض آپ اس مقام تبوک تک تشریف لے جا کر لشکر نصاریٰ کے منتظر رہے مگر وہ ایسے مرعوب ہوئے کہ ان کا حوصلہ نہ پڑا اور آپ وہاں ایک عرصہ تک مقیم رہ کر خیر و عافیت کے ساتھ مدینہ منورہ تشریف لے آئے اور یہ واقعہ رجب ۹ ہجری میں ہوا من فتح المنان پہلے اس غزوہ کی ترغیب ارشاد فرمائی جاتی ہے اس طرح کہ اول کاہلی پر ملامت اور ترک غزوہ پر وعید اور ترہیب ہے اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منصور من اللہ ہونے کا کسی کے غزوہ پر موقوف نہ ہونا مذکور ہے پھر غزوہ کا امر اور بیان فضیلت سے وعدہ و ترغیب ہے۔

ملامت بر کسل و ترہیب بر ترک غزوۂ تبوک ☆ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ انْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ (الی قولہ تعالیٰ)

وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۝ اے ایمان والو تم لوگوں کو کیا ہوا کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں (یعنی جہاد کے لئے) نکلو تو تم زمین کو لگے جاتے ہو (یعنی اُٹھتے اور چلتے نہیں) کیا تم نے آخرت کے عوض دنیاوی زندگی پر قناعت کر لی سو دنیوی زندگی کا تمتع تو کچھ بھی نہیں بہت قلیل ہے اگر تم (اس جہاد کے لئے) نہ نکلو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو سخت سزا دے گا (یعنی تم کو ہلاک کر دے گا) اور تمہارے بدلے دوسری قوم پیدا کر دے گا (اور ان سے اپنا کام لے گا) اور تم اللہ (کے دین) کو کچھ ضرر نہ پہنچا سکو گے اور اللہ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے۔ **ف**: یہاں سے آخر سورت تک آیات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس غزوہ کے متعلق لوگوں کی کئی حالتیں ہوگئی تھیں اول جو بلا تردد ساتھ ہو لئے دوم جو بعد تردد ساتھ ہو لئے اَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِىْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ میں یہ دونوں قسمیں مذکور ہیں سوم جو عذر کی وجہ سے نہ جا سکے لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ الخ میں ان کا بیان ہے چہارم وہ مؤمنین جو باوجود عذر نہ ہونے کے کاہلی کے سبب نہ جا سکے اٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا اور اٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ اور عَلَى الثَّلٰثَةِ الخ میں ان کا بیان ہے پنجم اکثر منافقین جو باوجود عذر نہ ہونے کے نفاق کے سبب نہیں گئے آیات کثیرہ میں ان کا ذکر ہے ششم بعض منافقین جو بقصد تجسس و شرارت ساتھ ہو لئے تھے وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا میں بعض تفاسیر پر ان کا ذکر ہے پس آیت مذکورہ میں ظاہراً قسم دوم مذکور ہے۔

ربط: اوپر کی آیت کی تمہید میں مذکور ہو چکا ہے۔

عدم توقف منصوریت رسول اللہ ﷺ بر ناصریت کسے بضمن قصۂ ہجرت

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ (الی قوله تعالی) وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ اگر تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد نہ کرو گے تو (اللہ آپ کی مدد کرے گا جیسا) اللہ تعالیٰ آپ کی مدد اس وقت کر چکا ہے جب کہ (اس سے زیادہ مصیبت و پریشانی کا وقت تھا جب کہ) آپ کو کافروں نے (تنگ کر کر کے مکہ سے) جلاوطن کر دیا تھا جب کہ دو آدمیوں میں ایک آپ تھے (اور دوسرے حضرت ابوبکر صدیقؓ آپ کے ہمراہ تھے) جس وقت کہ دونوں (صاحب) غار (ثور) میں (موجود) تھے جب کہ آپ اپنے ہمراہی سے فرما رہے تھے کہ تم (کچھ) غم نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ (کی مدد) ہمارے ہمراہ ہے سو (وہ مدد یہ ہوئی کہ) اللہ تعالیٰ نے آپ (کے قلب) پر اپنی (طرف سے) تسلی نازل فرمائی اور آپ کو (ملائکہ کے) ایسے لشکروں سے قوت دی جن کو تم لوگوں نے نہیں دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کی بات (اور تدبیر) نیچی کر دی (کہ وہ ناکام رہے) اور اللہ ہی کا بول بالا رہا کہ ان کی تدبیر اور حفاظت غالب رہی) اور اللہ زبردست حکمت والا ہے (اسی لئے اسی کی بات اور حکمت غالب رہی)۔ **ف**: اس میں قصۂ ہجرت کی طرف اشارہ ہے یہ غار مکہ معظمہ سے قریب ہے اس میں آپ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ تین روز تک رہے کفار آپ کو ڈھونڈ ھتے ڈھونڈ ھتے ایک قائف یعنی نشان شناس کے بتلانے سے اس غار تک پہنچے اس وقت حضرت صدیقؓ کو آپ کی وجہ سے فکر ہوئی آپ نے ان کو تسلی کی لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا چونکہ دہن غار پر عنکبوت نے جالا بنا رکھا تھا اس لئے کفار کو شبہ نہیں ہوا سب لوٹ گئے اور اس قائف کو بیوقوف بنایا پھر آپ وہاں سے نکل کر مدینہ طیبہ روانہ ہوئے اور صحیح سالم وہاں پہنچ گئے یہ قوت قلب کی سکینۂ غیبی و نزول ملائکہ کا جو کہ سکینہ لے کر آتے ہیں اثر تھا کہ اس کو اور کفار کے ناکام چلے جانے کو نصرت فرمایا یہ سب روایتیں درمنثور میں ہیں۔ **ربط**: اوپر کی آیت سے پہلی آیت کی تمہید میں مذکور ہو چکا۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله فی لا تضروه اللہ کے دین اشارة الی تقدیر مضاف ۱۲۔ ۲ قوله فی الا تنصروه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لان المقام یدل علی ذکره صلی الله علیه وسلم ۱۲۔ ۳ قوله فی انزل الله مدد یہ ہوئی اشارة الی ان الفاء تفسیریة لقوله نصره الله ۱۲۔ ۴ قوله فی ف اور کفار کے الخ اشارة الی کون جملة انزل واید وجعل تفسیرا لنصره ۱۲۔

اللغات: ثانی اثنین ای احد اثنین سواء کان ثانیا او اولا وهکذا معنی ثالث ثلاثة ورابع اربعة ونحوهما کذا فی الروح ۱۲۔

البلاغۃ: فی الروح الی الارض متعلق باثاقلتم علی تضمینه معنی المیل والاخلاد ای الی الدنیا والی الاقامة بارضکم ۱۲ قوله من الأخرة ای بدلها و قوله فی الأخرة ای فی جنب الآخرة وفی هذه تسمی القیاسیته لان المقیس یوضع فی جنب ایقاس به ۱۲۔

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ۭ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا

لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى

يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَتَعْلَمَ الْكَاذِبِينَ ﴿٤٣﴾ لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ﴿٤٤﴾ إِنَّمَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوبُهُمْ فَهُمْ فِي رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُونَ ﴿٤٥﴾

نکل پڑو (خواہ) تھوڑے سامان سے ہو اور (خواہ) زیادہ سامان سے (ہو) اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم یقین رکھتے ہو اگر کچھ لگتے ہاتھ ملنے والا ہوتا اور سفر بھی معمولی سا ہوتا تو یہ لوگ ضرور آپ کے ساتھ ہو لیتے لیکن ان کو تو مسافت ہی دور دراز معلوم ہونے لگی اور ابھی خدا کی قسمیں کھا جاویں گے کہ اگر ہمارے بس کی بات ہوتی تو ہم ضرور تمہارے ساتھ چلتے یہ لوگ اپنے آپ کو تباہ کر رہے ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ یہ لوگ یقیناً جھوٹے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف کر دیا آپ نے ان کو اجازت کیوں دے دی تھی جب تک کہ آپ کے سامنے سچے لوگ ظاہر نہ ہو جاتے اور جھوٹوں کو معلوم نہ کر لیتے جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں وہ اپنے مال اور جان سے جہاد کرنے کے بارہ میں آپ سے رخصت نہ مانگیں گے اور اللہ تعالیٰ ان متقیوں کو خوب جانتا ہے۔ البتہ وہ لوگ آپ سے رخصت مانگتے ہیں جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ سو وہ اپنے شکوک میں پڑے ہوئے حیران ہیں۔

تفسیر: امر بغزوہ وترغیب ☆ انْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٤١﴾ (جہاد کے لئے) نکل پڑو (خواہ) تھوڑے سامان سے (ہو) اور (خواہ) زیادہ سامان سے (ہو) اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم یقین رکھتے ہو (تو دیر مت کرو)۔ **ف**: آخرت کی بہتری یعنی ثواب وقرب تو یقینی ہے اور کبھی دنیا کی بہتری بھی ہوتی ہے یعنی فتح اور غنیمت اور عزت۔

ربط: اوپر اس غزوہ کے متعلق مؤمنین سے خطاب تھا آگے آخر سورت تک منافقین کے احوال اور اقوال مذکور ہیں جو باوجود عذر نہ ہونے کے نفاق کے سبب غزوہ میں شریک نہیں ہوئے اور درمیان درمیان میں کچھ اور مضامین مناسبہ آ گئے ہیں۔

احوال واقوال منافقین متخلفین ☆ لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيبًا وَسَفَرًا قَاصِدًا لَاتَّبَعُوكَ (الی قولہ تعالی) وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿٤٢﴾ اگر کچھ لگتے ہاتھ ملنے والا ہوتا اور سفر بھی معمولی سا ہوتا تو یہ (منافق) لوگ ضرور آپ کے ساتھ ہو لیتے لیکن ان کو تو مسافت ہی دور دراز معلوم ہونے لگی (اس لئے یہاں ہی رہ گئے) اور ابھی (جب تم لوگ واپس آ وَ گے تو) خدا کی قسمیں کھا جاویں گے کہ اگر ہمارے بس کی بات ہوتی تو ہم ضرور تمہارے ساتھ چلتے یہ لوگ (جھوٹ بول بول کر) اپنے آپ کو تباہ (یعنی مستحق عذاب) کر رہے ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ یہ لوگ یقیناً جھوٹے ہیں (بلا شبہ ان کو استطاعت تھی اور پھر یہ نہیں گئے) **ف**: لٰکِنْ کے ساتھ بعد شقہ فرمانے سے غرض قریب کی بھی نفی ہوگئی کیونکہ بعد شقہ سے قرب اور سہولت حصول مال کی باقی نہیں رہی اور سفر قاصد کی نفی ظاہر ہے اور اگر بعد شقہ سے ایک ہی کی نفی مفہوم ہو تب بھی مقصود حاصل ہے کیونکہ اتباع کی علت مجموعہ امرین تھا ایک جزو کی نفی سے مجموعہ منفی ہو گیا مجموعہ کی نفی سے اتباع منفی ہو گیا۔

ربط: اوپر جن منافقین کا ذکر ہے انہوں نے آپ کی روانگی کے وقت جھوٹے جھوٹے عذر تراش کر سفر میں ہمراہ نہ جانے کی اجازت حاصل کر لی تھی آپ نے اذن دے دیا تھا آگے اللہ تعالیٰ اس اذن کا نامناسب ہونا اور ان کے اس استیذان کا مذموم ومبنی بر نفاق ہونا بیان فرماتے ہیں۔

عدم اولویت اذن بایشاں ومبنی بر نفاق بودن باستیذان ایشاں ☆ عَفَا اللَّهُ عَنْكَ (الی قولہ تعالی) فَهُمْ فِي رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُونَ ﴿٤٥﴾ اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف (تو) کر دیا (لیکن) آپ نے ان کو (ایسی جلدی) اجازت کیوں دے دی تھی جب تک کہ آپ کے سامنے سچے لوگ ظاہر نہ ہو جاتے اور (جب تک کہ) جھوٹوں کو معلوم نہ کر لیتے (تاکہ وہ خوش تو نہ ہونے پاتے کہ ہم نے آپ کو دھوکہ دے دیا اور) جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں وہ اپنے مال اور جان سے جہاد کرنے کے بارہ میں (اس میں شریک نہ ہونے کی بھی) آپ سے رخصت نہ مانگیں گے (بلکہ وہ حکم کے ساتھ دوڑ پڑیں گے) اور اللہ تعالیٰ ان متقیوں کو خوب جانتا ہے (ان کو اجر وثواب دے گا) البتہ وہ لوگ (جہاد میں نہ جانے کی) آپ سے رخصت مانگتے ہیں جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دل (اسلام سے) شک میں پڑے ہیں سو وہ اپنے شکوک میں پڑے ہوئے حیران ہیں (کبھی موافقت کا خیال ہوتا ہے کبھی مخالفت کا)۔ **ف**: معافی جیسے گناہ کی ہوتی ہے کبھی خلاف اولیٰ کی بھی ہوتی ہے اس سے شبہ گناہ کا نہ ہونا چاہئے اور لِمَ اَذِنْتَ سے ماضی پر عتاب مقصود بالذات نہیں بلکہ آئندہ کے لئے ممانعت اذن دینے سے اصل مقصود ہے پس اس سے کوئی شبہ نہ کرنا چاہئے اور غرض اس نصیحت سے یہ نہیں کہ آپ کی اجازت سے وہ رہ گئے ورنہ ان کا جانا مصلحت تھا وجہ یہ کہ آگے ان کے جانے کے مفاسد خود ہی مذکور ہوتے ہیں اور نیز اگر آپ اجازت نہ بھی دیتے تب بھی تو ان کی نیت جانے کی نہ تھی کذا فی الدر عن مجاهد بلکہ مطلب یہ ہے کہ رخصت ملنے سے جو ان کو ایک گونہ بےفکری ہوگئی یہ نہ ہوتی اگر رخصت منظور نہ ہوتی اور یہ تب بھی نہ جاتے تو

ذرا ان کی خباثت تو علانیہ کھل جاتی اور الذین صدقوا کا یہ مطلب نہیں کہ ان میں سچے بھی تھے بلکہ مطلب یہ ہے کہ دوسرے مؤمنین صادقین معذورین سے ان کی حالت متمیز ہو جاتی اور سورۂ نور کے اخیر میں جو مؤمنین کے لئے استیذان کو ثابت فرمایا ہے لَمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ سو وہ استیذان بالعذر ہے اور یہاں نفی استیذان بلا عذر کی ہے پس کوئی تعارض نہیں۔ رَبط : اوپر منافقین کا تخلف اور عذر کا ذب کرنا مذکور تھا آگے اس عذر کے کاذب ہونے کا قرینہ وَلَوْ اَرَادُوا میں اور ان کے تخلف سے غم نہ کرنے کے لئے اس کی حکمت کہ یہ جاتے تو فساد ہی کرتے لَوْ خَرَجُوْا میں اور اس حکم ترتب فساد کی تائید واقعاتِ سابقہ سے لَقَدِ ابْتَغَوُا میں بیان فرماتے ہیں۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ اس میں اپنے نفس کے لئے امتحان کا طریقہ ہے کہ آیا وہ اللہ تعالیٰ کا محب ہے یا نہیں اور وہ طریقہ یہ ہے کہ جس امر میں کوئی نفع دنیوی نہ ہو اور مشقت ہو اس میں دیکھنا چاہئے کہ کیا رنگ ہوتا ہے کیونکہ عمل متضمن نفع دنیوی دلیل محبت نہیں قولہ تعالیٰ: وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ اسی طرح (یعنی جس طرح منافقین مسلمانوں کو دھوکہ دیتے تھے) سالک کو اس کا نفع جھوٹے دعووں سے دھوکا دیتا ہے اور طاعات میں باطل عذر پیش کرتا ہے پس اس نفس کو یہی جواب دو جو خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ اسی طرح بہت سے مدعیان صلاح وتقویٰ دعووں میں ملمع سازیاں کر کے لوگوں کو دھوکہ میں ڈالتے ہیں کبھی صریحاً کبھی دوسری باتوں کے ضمن میں ان سب کو واجب ہے کہ اس آیت کے مضمون میں غور کریں ۱۲۔ قولہ تعالیٰ: عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ اس میں عفو کو شکایت سے پہلے ذکر فرمایا اور حق تعالیٰ کا باطن میں مقبولین کے ساتھ یہی معاملہ ہے کہ عین عتاب میں ان کو اپنا لطف دکھلاتے ہیں تا کہ ان کو وحشت نہ ہو اور اس میں ایسے شخص کے ساتھ خطاب کرنے کا ادب بھی بتلایا گیا ہے جس کی حرمت کی رعایت کی جاوے۔ قولہ تعالیٰ: لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا اس میں شیوخ کو تعلیم ہے مریدوں کے عذر قبول کرنے میں بیداری سے کام لیں کہ وہ عذر سچ مچ واقع کے مطابق ہے یا اس میں کچھ فساد کی آمیزش ہے کیونکہ بہت سے مرید دھوکہ بھی دیتے ہیں پھر اس کا انجام ان ہی کے دین کی بے انتظامی ہے۔ قولہ تعالیٰ: لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ الخ روح میں ہے کہ اس میں اشارہ ہے کہ مؤمن جب خیر کو سنتا ہے تو فوراً اس کی طرف دوڑتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ حالت شوق سے پیدا ہوتی ہے تو اس میں شوق کا اثبات ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قوله فی خفافا و ثقالا** سامان ہو احد الاقوال فی الآية كما فی الروح خفافا من السلاح وثقالا فلا نسخ على هذا التفسير لاشتراط القدرة بدليل آخر ۱۲۔ ۲؎ **قوله فی عفا** کردیا وحمله على الاخبار من المواهب كما فی قوله ولقد عفا الله عنهم ولو حمل على الانشاء كما هو المشهور يوجه بما قال النيسابوری انما جاء على عادة العرب فی التعظيم والتوقير فيقدمون امثال ذلك بين يدی الكلام يقولون عفا الله عنك ما صنعت فی امری رضی الله عنك ما جوابك عن كلامی ۱۲۔ ۳؎ **قوله فی ان يجاهدوا** اس میں شریک نہ ہونے کی اشارة الى تقدير فی لكن لامن حيث ان الجهاد ماذون فيه بل من حيث انه متعلق بالماذون فيه وهو التخلف ای لا يستاذنك فی التخلف فی باب الجهاد وهو ايضا من المواهب وهذا كما يقال ان الآية نزلت فی الغناء ای متعلقا بالغناء ولو نهيا لا انه فی الامر بالغناء ۱۲۔

اللغات: العرض ما عرض لك من منفع الدنيا ومتاعها القريب سهل الماخذ قريب المنال الشقة المسافة التی تقطع بمشقة ۱۲۔

النحو: قوله كان ای ما يدعون اليه بدليل المقام ۱۲۔

وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿۴۶﴾ لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَاۡاَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۷﴾ لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ؕ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۹﴾ اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ يَّقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَاۤ اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا وَّهُمْ فَرِحُوْنَ ﴿۵۰﴾ قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَاۤ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ

لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۵۱ قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ۭ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖٓ اَوْ بِاَيْدِيْنَا ڮ فَتَرَبَّصُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ ۝۵۲

اور اگر وہ لوگ (جہاد میں) چلنے کا ارادہ کرتے تو اس کا کچھ سامان تو درست کرتے لیکن (خیر ہوئی) اللہ تعالیٰ نے ان کے جانے کو پسند نہیں کیا اس لئے ان کی توفیق نہیں دی اور (بحکم تکوینی) یوں کہہ دیا گیا کہ اپاہج لوگوں کے ساتھ تم بھی یہاں ہی دھرے رہو۔ اگر یہ لوگ تمہارے ساتھ شامل ہو جاتے تو سوا اس کے کہ اور دونا فساد کرتے اور کیا ہوتا اور تمہارے درمیان فتنہ پردازی کے فکر میں دوڑے دوڑے پھرتے ہیں اور (اب بھی) تم میں ان کے کچھ جاسوس موجود ہیں اور ان ظالموں کو اللہ تعالیٰ خوب سمجھتا ہے۔ انہوں نے تو پہلے (جنگ احد وغیرہ میں) بھی فتنہ پردازی کی فکر کی تھی اور آپ کے لئے کارروائیوں کی الٹ پھیر کرتے ہی رہے یہاں تک کہ سچا وعدہ آ گیا اور اللہ کا حکم غالب رہا اور ان کو ناگوار ہی گزرتا رہا اور ان (منافقین متخلفین) میں بعضا شخص وہ ہے جو کہتا ہے کہ مجھ کو اجازت دے دیجئے اور مجھ کو خرابی میں نہ ڈالئے۔ خوب سمجھ لو کہ یہ لوگ خرابی میں تو پڑ ہی چکے اور یقیناً دوزخ (آخرت میں) ان کافروں کو گھیرے گی اور اگر آپ کو کوئی اچھی حالت پیش آتی ہے تو ان کے لئے موجب غم ہوتی ہے اور اگر آپ پر کوئی حادثہ آ پڑتا ہے تو (خوش ہو کر) کہتے ہیں کہ ہم نے تو (اسی لئے) پہلے سے اپنا احتیاط کا پہلو اختیار کر لیا تھا اور (یہ کہہ) وہ خوش ہوتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے ہم پر کوئی حادثہ نہیں پڑ سکتا مگر وہی جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے مقدر فرمایا ہے وہ ہمارا مالک ہے اور اللہ کے تو سب مسلمانوں کو اپنے سب کام سپرد رکھنے چاہئیں۔ فرما دیجئے کہ تم تو ہمارے حق میں دو بہتریوں میں سے ایک بہتری ہی کے منتظر رہتے ہو اور ہم تمہارے حق میں اس کے منتظر رہا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ تم پر کوئی عذاب واقع کرے گا خواہ اپنی طرف سے (دنیا یا آخرت میں) یا ہمارے ہاتھوں سے سو تم (اپنے طور پر) انتظار کرو ہم تمہارے ساتھ (اپنے طور پر) انتظار میں ہیں۔

تفسیر: قرینہ بطلان عذر وحکمت تخلف وتائید مفسد بودن منافقین: وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ (الی قولہ تعالی) وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝ لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ۝ اور وہ لوگ (غزوہ میں) چلنے کا ارادہ کرتے (جیسا کہ وہ اپنے عذر کے وقت ظاہر کرتے ہیں کہ چلنے کا تو ارادہ تھا لیکن کیا کیا جاوے فلاں ضرورت پیش آ گئی سو اگر ایسا ہوتا) تو اس (چلنے) کا کچھ سامان تو درست کرتے (جیسا کہ سفر کے لوازم عادیہ سے ہے) لیکن (انہوں نے تو شروع سے ارادہ ہی نہیں کیا اور اسی میں خیر ہوئی جیسا آگے آتا ہے لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ الخ اور اس کے خیر ہونے کی وجہ سے) اللہ تعالیٰ نے ان کے جانے کو پسند نہیں کیا اس لئے ان کو توفیق نہیں دی اور (بحکم تکوینی) یوں کہہ دیا گیا کہ اپاہج لوگوں کے ساتھ تم بھی یہاں ہی دھرے رہو (اور ان کے جانے میں خیر نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ) اگر یہ لوگ تمہارے شامل جاتے تو سوا اس کے کہ اور دونا فساد کرتے اور کیا ہوتا اور (وہ فساد یہ ہوتا کہ) تمہارے درمیان فتنہ پردازی کی فکر میں دوڑے دوڑے پھرتے (یعنی لگائی بجھائی کر کے آپس میں تفریق ڈلواتے اور جھوٹی خبریں اڑا کر پریشان کرتے دشمن کا رعب تمہارے قلوب میں ڈالنے کی کوشش کرتے اس لئے ان کا نہ جانا ہی اچھا ہوا) اور (اب بھی) تم میں ان کے کچھ جاسوس موجود ہیں (جن کو اس[1] سے زیادہ فساد کی تدبیر میں مہارت نہیں) اور ان ظالموں کو اللہ خوب سمجھے گا (اور ان لوگوں کی مفسدہ سازی وفتنہ پردازی کچھ آج نئی نہیں) انہوں نے تو پہلے (جنگ احد وغیرہ میں) بھی فتنہ پردازی کی فکر کی تھی (کہ ساتھ ہو کر ہٹ گئے کہ مسلمان دل شکستہ ہو جاویں) اور (اس کے علاوہ بھی) آپ کی (ضرر رسانی کے لئے) کارروائیوں کی الٹ پھیر کرتے ہی رہے یہاں تک کہ سچا وعدہ آ گیا اور (اس کا آنا یہ ہے کہ) اللہ کا حکم غالب رہا اور ان کو ناگوار ہی گذرتا رہا (اسی طرح آئندہ بھی ہوگا بالکل تسلی رکھئے کچھ فکر نہ کیجئے)۔ ف: ان سماعین کو بعض مفسرین نے منافق کہا ہے مگر چونکہ یہ اہل الرائے نہ تھے اس لئے ان سے فساد کا خوف نہ تھا اس لئے ان کا جانا خلاف حکمت نہ تھا بلکہ بعضی مضمر مصلحتیں تھیں کہ مسلمانوں کا استقلال اور غلبہ اور کفار کا ضعف اور عجز دیکھ کر اپنے رؤساء کو خبر دیں تو وہ اور زیادہ جلیں مریں اور ان کے حوصلے ہمیشہ کو پست ہو جاویں واللہ اعلم: اور احد میں ان منافقین کا عین وقت پر الگ ہو جانا پارہ لَنْ تَنَالُوْا کے ربع شروع رکوع وَاِذْ غَدَوْتَ ...... [آل عمران: ۱۲۱] میں گذر چکا ہے۔ رَبط: اوپر منافقین کے احوال مشترکہ کا بیان تھا آگے کئی آیتوں میں جو لفظ منھم سے شروع ہوئی ہیں بعض کے احوال واقوال مختصہ اور درمیان درمیان میں احوال مشترکہ بھی مذکور ہیں۔

بعض اقوال خاصہ منافقین ☆ اس شخص کا نام جد بن قیس تھا اس نے یہ بہانا تراشا تھا کہ میں عورتوں پر مفتون ہو جاتا ہوں اور رومیوں کی عورتیں حسین زیادہ ہیں جانے میں میرا دینی ضرر ہے اس لئے رخصت کا خواستگار ہوں کذا فی الدر المنثور آیت وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ۭ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ۭ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۝ اور ان (منافقین متخلفین) میں بعضا شخص وہ ہے جو (آپ سے) کہتا ہے کہ مجھ کو (غزوہ میں نہ جانے کی اور گھر رہنے کی) اجازت دے دیجئے اور مجھ کو خرابی میں نہ ڈالئے خوب سمجھ لو کہ یہ لوگ خرابی میں تو پڑ ہی چکے (کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی اور کفر سے بڑھ کر اور کونسی خرابی ہوگی) اور یقیناً دوزخ (آخرت میں) ان کافروں کو گھیرے گی۔ رَبط: اوپر کی آیت کی تمہید میں بیان ہو چکا۔

بعض احوال مشترکہ منافقین ☆ اِنۡ تُصِبۡكَ حَسَنَةٌ تَسُؤۡهُمۡ (الی قولہٖ تعالیٰ) فَتَرَبَّصُوۡۤا اِنَّا مَعَكُمۡ مُّتَرَبِّصُوۡنَ۝ اگر آپ کو کوئی اچھی حالت پیش آتی ہے تو وہ ان کے لئے موجب غم ہوتی ہے اور اگر آپ پر کوئی حادثہ آ پڑتا ہے تو (خوش ہوکر) کہتے ہیں کہ ہم نے تو (اسی واسطے) پہلے سے اپنا احتیاط کا پہلو اختیار کرلیا تھا (کہ ان کے ساتھ لڑائی وغیرہ میں نہیں گئے تھے) اور یہ کہہ کر) وہ خوش ہوتے ہوئے چلے جاتے ہیں آپ (جواب میں ان سے دو باتیں) فرما دیجئے (ایک تو یہ کہ) ہم پر کوئی حادثہ نہیں پڑ سکتا مگر وہی جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے مقدر فرمایا ہے وہ ہمارا مالک ہے (پس مالک حقیقی جو تجویز کرے مملوک کو اس پر راضی رہنا واجب ہے) اور ہماری (کیا تخصیص ہے) اللہ کے تو سب مسلمانوں کو اپنے سب کام سپرد رکھنے چاہئیں (دوسری بات یہ) فرما دیجئے کہ (ہمارے لئے جیسے اچھی حالت بہتر ہے ویسے ہی حوادث بھی باعتبار انجام کے کہ اس میں رفع درجات وکفارہ سیئات ہوتا بہتر ہے پس) تم تو ہمارے حق میں دو بہتریوں میں سے ایک بہتری ہی کے منتظر رہتے ہو (یعنی تم جو ہماری حالت کے منتظر رہتے ہو کہ دیکھئے کیا ہو تو خواہ وہ حسنہ ہو یا مصیبت ہمارے لئے دونوں ہی میں بہتری ہے) اور ہم تمہارے حق میں اس کے منتظر رہا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ تم پر کوئی عذاب واقع کرے گا (خواہ) اپنی طرف سے (دنیا میں یا آخرت میں) یا ہمارے ہاتھوں سے (جب کہ تم اپنے کفر کو ظاہر کردو تو مثل دوسرے کفار کے قتل کئے جاؤ) سو تم (اپنے طور پر) انتظار کرو (اور) ہم تمہارے ساتھ (اپنے طور پر) انتظار میں ہیں **ف**: پہلے جواب کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مالک اور حاکم ہیں حاکم ہونے کی حیثیت سے ان کو ہر تصرف کا اختیار ہے اس لئے ہم راضی ہیں اور دوسرے جواب کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حکیم ہیں اس مصیبت میں بھی ہمارے فائدہ کی رعایت کرتے ہیں اس لئے ہم ہر حال میں فائدہ میں ہیں بخلاف تمہارے کہ تمہاری خوشحالی کا انجام بھی وبال اور نکال ہے اگر دنیا میں نہیں تو آخرت میں ضرور ہے۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَلَوۡ اَرَادُوا الۡخُرُوۡجَ لَاَعَدُّوۡا لَهٗ عُدَّةً اس میں دلیل ہے کہ تعطل علامت ہے عدم ارادہ کی جیسے بہت سے لوگ اپنے نفس کے دھوکہ میں پڑے ہوئے ہیں کہ طاعات کی رغبت کا دعویٰ ظاہر کرتے ہیں اور بالکل جھوٹے ہوتے ہیں چنانچہ کہا گیا ہے۔ اگر عشق ہوتا تو تدبیر کرتا۔ قولہ تعالیٰ: وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّقُوۡلُ ائۡذَنۡ لِّىۡ وَلَا تَفۡتِنِّىۡ یعنی نساء روم کے فتنہ میں مجھ کو واقع نہ کیجئے اور یہی حالت ہے نفس کی کہ طاعات سے اس بہانہ پر عذر کرتا ہے کہ اس طاعت میں ایسا ایسا خطرہ ہے جس کا شر اس طاعت کی خیر سے اعظم ہے۔ قولہ تعالیٰ: قُلۡ لَّنۡ يُّصِيۡبَنَاۤ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا الخ اس میں ایسے مضمون کا مراقبہ ہے جو توکل کو سہل کردے اور اس کے بعد توکل کا صریح امر ہے۔

الحواشی: (۱) یعنی جاسوسی سے زیادہ اور اس صفت کے بڑھانے سے مقصود اس شبہ کا دفع کرنا ہے کہ آیت میں منافقین کے عدم خروج کا متضمن مصلحت ہونا مذکور ہے مگر جب ان کے جاسوس موجود ہیں تو وہ عدم خروج نہ رہا اور مصلحت عدم خیال کی بھی نہ رہی جواب یہ ہے کہ جاسوسوں کو اس خیال، فساد کا جو آیت میں منفی ہے ڈھنگ نہیں آتا اور یہ مضمون **ف**: میں مصرح ہے ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قولہ فی لکن انہوں نے الخ اشارۃ الی تقدیر المستدرک واقامۃ المذکور مقامہ ۱۲۔ ۲ قولہ فی ثبط توفیق تفسیر بالحاصل ۱۲۔ ۳ قولہ فی القاعدین اپاہج ای الذین قعدوا العجز او ضعف او عذر ۱۲۔ ۴ قولہ فی لا اوضعوا یہ ہوتا اشارۃ الی کون العطف تفسیریا ۱۲۔ ۵ قولہ فی امرنا احتیاط کا پہلو لان الامر عام فی کل شیء وخصص بالمذکور بقرینۃ المقام ویتاید بقول مجاھد قد اخذنا امرنا قد حذرنا کذا فی الدر ۱۲۔

الروایات: فی الدر اخرج ابن ابی حاتم عن جابر بن عبداللہ قال جعل المنافقون الذین تخلفوا بالمدینۃ یخبرون عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخبار السوء یقولون ان محمداً واصحابہٗ قد جھدوا فی سفرھم وھلکوا فبلغھم تکذیب حدیثھم وعافیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہٗ فساء ھم ذلک فانزل اللہ تعالیٰ ان تصبک حسنۃ تسؤھم الآیۃ ۱۲۔

اللغات: الانبعاث الخروج او النھوض للخروج الایضاع الاسراع یقال اوضعت الناقۃ بالرفع واوضعت الناقۃ بالنصب خلالکم الخلال جمع خلل وھو الفرجۃ استعمل ظرفا بمعنی بین ۱۲۔

فائدہ: فی الکشاف کانت الفتحۃ تکتب الفا قبل والخط العربی اخترع قریبا من نزول القرآن وقد بقی من ذلک الالف اثر فی الطباع فکتبوا صورۃ الھمزۃ الفا وفتحتھا اخریٰ ۱۲۔

البلاغۃ: فی التعبیر عن الافتتان بالسقوط فی الفتنۃ تنزیل لھا منزلۃ المھواۃ المھلکۃ کذا فی الروح ۱۲۔

قُلۡ اَنۡفِقُوۡا طَوۡعًا اَوۡ كَرۡهًا لَّنۡ يُّتَقَبَّلَ مِنۡكُمۡ ؕ اِنَّكُمۡ كُنۡتُمۡ قَوۡمًا فٰسِقِيۡنَ۝ وَمَا مَنَعَهُمۡ اَنۡ تُقۡبَلَ مِنۡهُمۡ

نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا

وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿۵۴﴾ فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ

اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ۭ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ﴿۵۶﴾ لَوْ يَجِدُوْنَ

مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنْ

اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۙ وَقَالُوْا

حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ﴿۵۹﴾ ع ۷ ۱۷ ۱۳

آپ فرما دیجئے کہ تم خواہ خوشی سے خرچ کرو یا ناخوشی سے تم سے کسی طرح (خدا کے نزدیک) مقبول نہیں (کیونکہ) بلاشبہ تم عدول حکمی کرنے والے لوگ ہو اور ان کی خیر خیرات قبول ہونے سے اور کوئی چیز بجز اس کے مانع نہیں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اس کے ساتھ کفر کیا اور وہ لوگ نماز نہیں پڑھتے مگر ہارے جی سے اور خرچ نہیں کرتے مگر ناگواری کے ساتھ سو ان کے اموال اور اولاد آپ کو تعجب میں نہ ڈالیں۔ اللہ کو صرف یہ منظور ہے کہ ان (مذکورہ) چیزوں کی وجہ سے دنیوی زندگی میں (بھی) ان کو گرفتار عذاب رکھے اور ان کی جان کفر ہی کی حالت میں نکل جائے اور یہ (منافق لوگ) اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تم میں کے ہیں۔ حالانکہ (واقع میں) وہ تم میں کے نہیں لیکن (بات یہ ہے کہ) وہ ڈرپوک لوگ ہیں۔ ان لوگوں کو اگر کوئی پناہ کی جگہ مل جاتی یا غار یا کوئی گھس بیٹھنے کی جگہ ذرا سی بھی مل جاتی تو یہ ضرور منہ اُٹھا کر ادھر چل دیتے اور ان میں بعض لوگ ہیں جو صدقات تقسیم کرنے کے بارے میں آپ پر طعن کرتے ہیں۔ سو اگر ان صدقات میں (ان کی خواہش کے مطابق) ان کو مل جاتا ہے تو وہ راضی ہو جاتے ہیں اور اگر ان صدقات میں سے ان کو (ان کی خواہش کے موافق) نہیں ملتا تو ناراض ہو جاتے ہیں اور ان کے لئے بہتر ہوتا اگر وہ لوگ اس پر راضی رہتے کہ جو کچھ ان کو اللہ نے اور اس کے رسول نے دیا تھا اور یوں کہتے کہ ہم کو اللہ کافی ہے آئندہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہم کو اور دے گا اور اس کے رسول دیں گے ہم (اول) اللہ ہی کی طرف راغب ہیں۔ ۞

تفسیر ربط: اوپر جس کا قول آیا ہے **لَا تَفْتِنِّيْ** اس نے یہ بھی کہا تھا کہ میں خود تو نہ جاؤں گا لیکن مال سے آپ کی اعانت کروں گا کذا فی الدر آگے اس اعانت مالی کا غیر مقبول ہونا بوجہ فقدان ایمان کے کہ شرط قبول ہے بیان فرماتے ہیں۔

مقبول نبودن نفقات منافقین ☆ **قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ** (الی قولہ تعالی) **وَهُمْ كٰفِرُوْنَ**۔ آپ (ان منافقین سے) فرما دیجئے کہ تم (جہاد وغیرہ میں) خواہ خوشی سے خرچ کرو یا ناخوشی سے (خرچ کرو) تم سے کسی طرح (خدا کے نزدیک) مقبول نہیں (کیونکہ) بلاشبہ تم عدول حکمی کرنے والے لوگ ہو (مراد اس سے کفر ہے جیسا آگے آتا ہے) اور ان کی خیر خیرات قبول ہونے سے اور کوئی چیز بجز اس کے مانع نہیں کہ انہوں نے اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا (اسی کو اوپر عدول حکمی کہا تھا اور کافر کا کوئی عمل مقبول نہیں) اور (اس کفر باطنی کی علامت ظاہر میں یہ ہے کہ) وہ لوگ نماز نہیں پڑھتے مگر ہارے جی سے اور (نیک کام میں) خرچ نہیں کرتے مگر ناگواری کے ساتھ (کیونکہ دل میں ایمان تو ہے نہیں جس سے امید ثواب ہو اور اس امید سے رغبت ہو محض بدنامی سے بچنے کے لئے ایسا کرتے ہیں) سو (جب یہ ایسے مردود ہیں تو) ان کے اموال اور اولاد آپ کو (اس) تعجب میں نہ ڈالیں (کہ غیر مقبولین کو اتنے انعامات کس طرح عطا ہوئے سو یہ واقع میں نعمت نہیں بلکہ نقمت ہے کیونکہ) اللہ کو صرف یہ منظور ہے کہ ان (مذکور) چیزوں کی وجہ سے دنیوی زندگی میں (بھی) ان کو گرفتار عذاب رکھے اور ان کی جان کفر ہی کی حالت میں نکل جاوے (جس سے آخرت میں بھی گرفتار عذاب رہیں پس جس اولاد و اموال کا یہ انجام ہو وہ انعام کہاں ہوا پھر تعجب کیوں ہو) **ف**: دنیا میں مال و اولاد کا عذاب ہونا جب دنیا کے لئے لازم ہے اول اس کی تحصیل و تمنا میں کیسی کیسی کوفت جسمانی روحانی اٹھانا پڑتی ہے پھر حصول کے بعد ذرا نقصان ذرا مرض ہو گیا بس ایک کوہِ غم سر پر سوار ہے سب حالتیں طبیعت کے موافق بھی ہوں تو اس کا اندیشہ کہ کوئی امر ناگوار پیش نہ آ جاوے پھر مفارقت کے وقت کس بلا کی حسرت اور صدمہ کہ خدا کی پناہ اور آخرت میں تو ظاہر ہے کہ کافر پر جتنی دنیوی نعمتیں ہوں گی اس کا کفر دونا بڑھے گا جس پر عذاب آخرت موعود ہے۔ **ربط**: اوپر ان کے کافر ہونے کا ذکر تھا آگے ان کے دعویٰ ایمان کی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ تقیہ اور نفاق ہے۔

مضطر مبودن منافقین در اظہار ایمان ☆ وَیَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ (الی قولہ تعالی) لَوَلَّوْا اِلَیْهِ وَهُمْ یَجْمَحُوْنَ۞ اور یہ (منافق) لوگ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تم میں کے ہیں (یعنی مسلمان ہیں) حالانکہ (واقع میں) وہ تم میں کے نہیں لیکن (بات یہ ہے کہ) وہ ڈرپوک لوگ ہیں (اس وجہ سے ڈر کے مارے کہ ہمارے کفر ظاہر ہونے پر ہمارے ساتھ دوسرے کفار کا سا برتاؤ نہ ہونے لگے اپنے کفر کو جھوٹی قسمیں کھا کر چھپاتے ہیں اور کہیں دوسری جگہ ٹھکانا نہیں جو آزادی سے جا رہیں ورنہ) ان لوگوں کو اگر کوئی پناہ کی جگہ مل جاتی یا (کہیں پہاڑ وغیرہ میں) غار (مل جاتے) یا کوئی گھس بیٹھنے کی ذرا جگہ (مل جاتی) تو یہ ضرور منہ اُٹھا کر ادھر چل دیتے (اور اظہار ایمان نہ کرتے مگر اب کیا کریں بیچارے مجبور ہیں ناچار جھوٹی قسموں سے کارروائی کرتے ہیں)۔ ربط: اوپر تمہید آیت: وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ ائْذَنْ میں گذر چکا۔

بعض اقوال خاصہ دیگر منافقین ☆ وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّلْمِزُكَ (الی قولہ تعالی) اِنَّاۤ اِلَی اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ۞ اور ان میں بعض وہ لوگ ہیں جو صدقات (تقسیم کرنے) کے بارہ میں آپ پر طعن کرتے ہیں (کہ اس تقسیم میں نعوذ باللہ عدل کی رعایت نہیں کی گئی) سو اگر ان صدقات میں سے ان کو (ان کی خواہش کے موافق) مل جاتا ہے تو وہ (آپ سے) راضی ہو جاتے ہیں اور اگر ان صدقات میں سے ان کو (ان کی خواہش کے موافق) نہیں ملتا تو وہ (آپ سے) ناراض ہو جاتے ہیں (جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل منشاء ان کے اعتراض اور حرف گیری کا محض حرص دنیوی اور خودغرضی ہے پس ایسے اعتراض کا باطل ہونا ظاہر ہے) اور ان کے لئے بہتر ہوتا اگر وہ لوگ اس پر راضی رہتے جو کچھ ان کو اللہ نے (دلوایا تھا) اور اس کے رسول نے دیا تھا اور (اس کی نسبت) یوں کہتے کہ ہم کو اللہ (کا دیا) کافی ہے (ہم کو اتنا ہی ملنا مناسب تھا اسی میں خیر و برکت ہوگی اور اگر پھر حاجت پیش آوے گی اور مصلحت ہوگی تو) آئندہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل (و کرم) سے ہم کو اور دے گا اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) دیں گے ہم (دل سے) اللہ ہی کی طرف راغب ہیں (اور اس ہی سے سب امیدیں رکھتے ہیں) **ف**: اگر کسی کو شبہ ہو کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ صدقات میں سے منافقین کو بھی ملا کرتا تھا جواب یہ ہے کہ اگر یہ صدقہ نفل تھا یا منافق عملی مراد ہو تب تو کوئی اشکال نہیں کیونکہ اول صورت میں اسلام شرط نہیں ثانی میں منتفی نہیں اور اگر صدقہ فرضی اور منافق اعتقادی ہو تو وجہ اس کی یہ ہو سکتی ہے کہ اس وقت جمیع احکام میں منافقین کے ساتھ برتاؤ مؤمنین کا سا کیا جاتا تھا اس میں بھی ایسا ہی کیا گیا۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَلَا یَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰی اس میں اشارہ ہے کہ یہ لوگ لذت عبودیت سے محروم اور مشاہدۂ جمال معبود سے محجوب ہیں محمد بن فضل کا قول ہے کہ جس شخص کو آمر کی معرفت نہ ہوگی وہ امر کی طرف کسل کے ساتھ اُٹھتا ہے اور جس شخص کو آمر کی معرفت ہوگی وہ امر کی طرف اس کو غنیمت اور راحت سمجھ کر اُٹھے گا۔ قولہ تعالیٰ: فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ۔ اس میں اہل ایمان کو اس سے تحذیر ہے کہ اہل دنیا کے اموال و زینت کو مستحسن سمجھیں اور اس کے سبب آخرت کے عمل اور اس پر نظر کرنے سے محجوب ہو جاویں۔ قولہ تعالیٰ: اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا اس میں تنبیہ ہے کہ محجوبین جس کو راحت کے لئے جمع کرتے ہیں اس میں ان کو راحت نہیں اس کے جمع کرنے اور حفاظت کرنے میں محض مصیبتیں ہی جھیلتے ہیں پھر ان کو اس میں ثواب کا اعتقاد اور تعلق مع اللہ بھی نہیں جس سے ان کی یہ مشقت سہل ہو جاوے ۱۲۔ قولہ تعالیٰ: وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَاۤ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ الخ روح میں ہے کہ اس میں صادقین و عارفین و مریدین کے آداب کی تعلیم ہے اور اہل رضا کی علامت یہ ہے کہ جو کچھ حق تعالیٰ کی طرف سے اس کو پیش آوے اس پر شاداں رہے اور بلا سے متلذذ رہے۔

الحواشی: (۱) اگر شبہ ہو کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو انفاق پر بعض اوقات مجبور کیا جاتا ہوگا ورنہ کرہاً کے کیا معنی اور یہ جبر جائز نہیں جواب اس کا آیات اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا الخ کی تفسیر میں۔ **ف**: کے تحت مذکور ہے ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قوله** فی ما منعهم ان کی خیر خیرات الخ اشارة الی کون ان تقبل بدل اشتمال من ضمیر المفعول فی منعهم وفاعل منع ما فی حیز الاستثناء۱۲۔ ۲؎ **قوله** فی لا یاتون علامت فلا یرد ان لا حاجة الی التعلیل بعدم اتیان الصلٰوة بعد التعلیل بالکفر۱۲۔ ۳؎ **قوله** فی لا تعجبك تعجب اصله الفرح والسرور مع التعجب فاطلق الکل وارید به الجزء۱۲۔ ۴؎ **قوله** فی سرخی منافقین ای اعتقادا او عملا لان من نزلت فیه لم ار التصریح بکونه منافقا کما سیاتی من الروایات فبهذا التعمیم استقام الکلام علی کل من الاحتمالین۱۲۔ ۵؎ **قوله** فی رضوا ما اٰتهم اللّٰه دلوایا تھا اشارة الی توجیه الاسناد الی اللّٰه تعالیٰ ۱۲۔

الروایات: فی اللباب روی البخاری عن ابی سعید الخدری قال بینما رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقسم قسما اذ جاءه ذوالخویصرة فقال اعدل فقال ویلك من یعدل فنزلت ومنهم من یلمزك فی الصدقات الآیة واخرج ابن ابی حاتم عن جابر نحوه اه فی الروح اخرج ابن مردویه عن ابن مسعودؓ قال لما قسم النبی صلی اللّٰه علیه وسلم غنائم حنین سمعت رجلا یقول ان هذه القسمة

ما ارید بھا وجہ اللہ الی قولہ نزلت الآیۃ واخرج ابن جریر وغیرہ عن ابی داؤد بن ابی عاصم قال اوتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بصدقۃ فقسمھا ھھنا وھھنا حتی ذھبت وورائہ رجل من الانصار فقال ما ھذا بالعدل فنزلت اہ قلت وفی بعض ھذہ الروایات صرح بکون ما قسم غنیمۃً وفی بعضھا صدقۃ وفی بعضھا لم یصرح فالوجہ ان یحمل الغنائم علی قسم خمس منھا حیث یقسم کالصدقۃ ۱۲

اللُّغَاتُ: قولہ الملجأ ما یلتجأ الیہ کالحصن والمغارات الغار فی الجبل والمدخل مکان یدخلون فیہ انفسھم الجموح الاسراع الذی لا یردہ شیء کالفرس الجموح الذی لا یردہ لجام اللمز العیب وقیل بانہ فی الوجہ والھمز فی الغیب وقیل بعکسہ ۱۲۔

فَائِدَہ: قولہ انفقوا طوعا او کرھا لا یدل علی انھم ینفقون طائعین لیلزم منافاتہ مع قولہ لا ینفقون الاوھم کارھون بل غایتہ انہ رد حالھم بین الامرین لافادۃ مساواتھما اما انھم کیف یتصور انفاقھم طائعین فالجواب اولا انہ علی سبیل الفرض وثانیاً ان یراد بالطوع عدم الزامہ صلی اللہ علیہ وسلم ایاھم الانفاق ۱۲۔

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۭ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ۭ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۭ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ۭ ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ۝

صدقات تو صرف حق ہیں غریبوں کا اور محتاجوں کا اور جو کارکن ان صدقات پر متعین ہیں اور جن کی دلجوئی کرنا (منظور) ہے اور غلاموں کی گردن چھڑانے میں اور قرضداروں کے قرضہ میں اور جہاد میں اور مسافروں میں یہ حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں ان (منافقین) میں سے بعض ایسے ہیں کہ نبی کو ایذائیں پہنچاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ ہر بات کان دے کر سن لیتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ وہ (نبی) کان دے کر تو وہی بات سنتے ہیں جو تمہارے حق میں خیر ہی خیر ہو کہ وہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور مومنین کا یقین کرتے ہیں اور آپ ان لوگوں کے حال پر مہربانی فرماتے ہیں۔ جو تم میں ایمان کا اظہار کرتے ہیں اور جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذائیں پہنچاتے ہیں ان لوگوں کے لئے دردناک سزا ہے یہ لوگ تمہارے سامنے (جھوٹی) قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تم کو راضی کرلیں (جس میں مال وجان محفوظ رہے) حالانکہ اللہ اور اسکا رسول زیادہ حق رکھتے ہیں کہ اگر یہ لوگ سچے مومن ہیں تو اس کو راضی کریں۔ کیا انکو خبر نہیں کہ جو شخص اللہ کی اور اسکے رسول کی مخالفت کرے گا (جیسا کہ یہ لوگ کر رہے ہیں) تو یہ بات ٹھہر چکی ہے کہ ایسے شخص کو دوزخ کی آگ اس طور سے نصیب ہوگی وہ اس میں ہمیشہ رہے گا (اور) یہ بڑی رسوائی ہے۔

تفسیر ربط: اوپر صدقات کے بارہ میں معترضین کے اعتراض کا جواب دیا تھا آگے اسی جواب کی تائید کے لئے صدقات کے مصارف و مستحقین کا بیان فرماتے ہیں جس سے مقصود یہ ہے کہ صدقات کا مناط اوصاف خاصہ ہیں پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دینے یا نہ دینے اور کم دینے یا زیادہ دینے میں ان اوصاف کے وجود یا عدم اور قوت یا ضعف کا لحاظ رکھتے ہیں معترض کوتاہ نظری سے اعتراض کرتا ہے اور ہرچند کہ آگے بالا جماع صدقات فرض کا بیان ہے اور ارتباط جواب کا ظاہراً موقوف معلوم ہوتا ہے صدقات [1] کے عام ہونے پر کیونکہ اوپر کی آیت میں صدقات کا فرض ہونا ثابت نہیں لیکن ارتباط کی توجیہ اس طرح ہو سکتی ہے کہ جیسا صدقات فرض اوصاف و مصالح خاصہ پر مبنی ہیں اسی طرح دوسرے صدقات میں بھی خاص خاص مصالح مرعی ہیں قاسم امین صلی اللہ علیہ وسلم ان کو پیش نظر رکھتے ہیں پس تخصیص صدقات فرض کی ذکر میں بطور تمثیل کے ہوگی۔ خوب سمجھ لو۔

مستحقین صدقات ☆ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ (الی قولہ تعالی) وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ (فرض) صدقات تو صرف (ان لوگوں کا) حق ہے غریبوں کا اور محتاجوں کا اور جو کارکن ان صدقات (کی تحصیل وصول کرنے) پر متعین ہیں اور جن کی دلجوئی کرنا (منظور) ہے اور غلاموں کی گردن چھڑانے میں (صرف کیا جاوے) اور قرضداروں کے قرضہ (ادا کرنے) میں اور جہاد کرنے (والوں کے سامان) میں اور مسافروں (کی امداد) میں یہ حکم اللہ کی طرف سے مقرر ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں (مناسب نامناسب کو جانتے ہیں اور مناسب احکام مقرر کرتے ہیں)۔ ف: یہ کل آٹھ مصارف ہیں انکے

متعلق یہ مسائل ہیں۔

مسئلہ: مؤلفۃ القلوب کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں زکوٰۃ دی جاتی تھی گو وہ مسلمان نہ ہوں مگر ان کے مسلمان ہونے کی امید ہو یا محض ان کے شر و فتنہ سے بچنے کے لئے اور یا مسلمان ہوں مگر غریب نہ ہوں محض ان کو اسلام سے محبت پیدا کرنے کے لئے صحابہؓ کے وقت میں اجماع ہو گیا ان کے عدم استحقاق پر جو علامت ہے حکم سابق کے منسوخ ہو جانے کی اخرجه ابن ابی شیبه وابن المنذر وابن ابی حاتم وابو الشیخ والبخاری فی تاریخه عن ابن جبیر والشعبی وعبیدة السلمانیؒ كذا فی الدر المنثور البتہ اگر مسلمان اور غریب ہو تو دوسرے اصناف میں داخل ہو جائے گا۔

مسئلہ: اسلام اور قدر نصاب فارغ عن الحوائج الاصلیہ کا مالک و قابض نہ ہونا سب میں شرط ہے بجز عاملین و محصلین زکوٰۃ کے جو سلطان اسلام کی طرف سے مقرر ہوں کہ ان کو باوجود غنی ہونے کے بھی اسی زکوٰۃ میں سے بطور اجرت کے دینا جائز ہے باقی اصناف میں قید مذکور شرط ہے اور اس بناء پر صرف فقراء کہہ دینا کافی معلوم ہوتا تھا لیکن دوسرے عنوانات کے لانے سے یہ مقصود ہے کہ ان میں علاوہ فقر و مسکنت کے دوسرے اسباب استحقاق و دستگیری کے بھی ہیں۔

مسئلہ: بنی ہاشم میں سے نہ ہونا تمام اصناف میں شرط ہے۔

مسئلہ: فقیر اور مسکین کی تفسیر میں گو اختلاف ہے ایک کے معنی ہیں جس کے پاس کچھ نہ ہو ایک کے معنی ہیں جس کے پاس نصاب سے کم ہو لیکن حکم زکوٰۃ میں کچھ اختلاف نہیں البتہ حکم وصیت میں اختلاف ہے کہ اگر فقراء کے لئے وصیت کی تو کیسے لوگوں کو ملے گا یا مساکین کے لئے وصیت کی تو کیسے لوگوں کو ملے گا۔

مسئلہ: گردن چھڑانے کا مطلب ہے کہ کسی غلام کو اس کے آقا نے کہہ دیا ہو کہ تو اتنا روپیہ دے دے تو آزاد ہے اس غلام کو زکوٰۃ دی جاوے تا کہ اپنے آقا کو دے کر آزاد ہو جاوے۔

مسئلہ: جس کے پاس دس ہزار (۱۰۰۰۰) روپیہ موجود ہو اور گیارہ ہزار کا مثلاً قرضدار ہو اس کو زکوٰۃ دینا درست ہے۔

مسئلہ: مجاہد اپنے گھر مال و سامان رکھتا ہے مگر گھر سے جدا ہے اور یہاں سامان نہیں اس کو زکوٰۃ دینا درست ہے یہی حکم ہے مطلق مسافر کا۔

مسئلہ: سب مصارف مذکور میں یہ شرط ہے کہ جن کو زکوٰۃ دی جاوے ان کو مالک کر دیا جاوے بدوں تملیک زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

مسئلہ: یہ سب احکام صدقہ فرض کے ہیں نفل میں یہ قیدیں نہیں ہیں یہ سب مسائل ہدایہ میں ہیں۔

ربط: اوپر آیت وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ کی تمہید میں مذکور ہوا ہے۔

بعض احوال و اقوال خاصہ دیگر منافقین ☆ اس کا قصہ نزول یہ ہے کہ بعض منافقین نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کوئی نازیبا بات کہی کسی دوسرے منافق نے کہا کہ ایسا مت کرو کہیں آپ کو خبر نہ ہو جاوے پھر ہماری خبر لیں وہ شخص بولا کہ نہیں کچھ فکر نہیں آپ ہر بات کان دے کر سن لیتے ہیں اور ہر ایک کے دھوکہ میں آ جاتے ہیں کچھ تحقیق نہیں کرتے اگر ایسا ہوا ہم جا کر باتیں بنا دیں گے اور دھوکہ دے کر بری ہو جاویں گے رواه فی الروح بروایة ابن ابی حاتم عن السدی آیت: وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ (الی قولہ تعالی) وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۞ اور ان (منافقین) میں بعضے ایسے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایذائیں پہنچاتے ہیں (یعنی آپ کی شان میں ایسی باتیں کہتے ہیں کہ سن کر آپ کو ایذا ہو) اور (جب کوئی روکتا ہے تو) کہتے ہیں کہ آپ ہر بات کان دے کر سن لیتے ہیں (آپ کو جھوٹ بول کر دھوکہ دے دینا آسان ہے اس لئے کچھ فکر نہیں) آپ (جواب میں) فرما دیجئے کہ (تم کو خود دھوکہ ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی بات کو سن لینا دو (۲) طور پر ہے ایک تصدیق کے طور پر کہ دل سے بھی اس کو صحیح سمجھیں دوسرا خوش خلقی اور کریم النفسی کے طور پر کہ باوجود اس سمجھ جانے کے کہ یہ بات محض غلط ہے خلق و کرم جبلی سے اس کو ٹال دیں اور راوی پر دارو گیر یا اس کی صریح تکذیب نہ کریں سو) وہ نبی کان دے کر تو وہی بات سنتے ہیں جو تمہارے حق میں خیر (ہی خیر) ہے (جس کا حاصل اور نتیجہ یہ ہے) کہ وہ اللہ (کی باتیں وحی سے معلوم کر کے ان) پر ایمان لاتے ہیں (جن کی تصدیق کا خیر ہونا تمام عالم کے لئے ظاہر ہے کیونکہ تعلیم اور عدل اسی تصدیق پر موقوف ہے اور مؤمنین (مخلصین کی باتوں) کا (جو بحیثیت ایمان و اخلاص ہوں) یقین کرتے ہیں (اس کا خیر کا ہونا بھی ظاہر ہے کہ عدل عام موقوف ہے احوال کی صحیح اطلاع پر اور اس کا ذریعہ یہی مؤمنین مخلصین ہیں غرض کان دے کر اور سچا سمجھ کر تو اللہ کی اور مخلصین کی باتیں سنتے ہیں) اور (باقی تمہاری شرارت آمیز باتیں جو سن لیتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ ان لوگوں کے حال پر مہربانی فرماتے ہیں جو تم میں ایمان کا اظہار کرتے ہیں (گو دل میں نہ ہو پس اس مہربانی اور خوش اخلاقی کی وجہ سے تمہاری باتیں سن لیتے ہیں اور باوجود اس کی حقیقت سمجھ جانے کے درگذر اور خاموشی برتتے ہیں پس ان باتوں کا سننا دوسرے طور کا ہے تم نے اپنی حماقت سے اس کو بھی اول طور پر محمول کر لیا خلاصہ یہ کہ تم یہ سمجھتے ہو کہ حقیقت کو حضرت نہیں سمجھتے اور واقع میں حقیقت کو تم ہی نہیں سمجھتے) اور جو لوگ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایذائیں پہنچاتے ہیں (خواہ ان باتوں سے جن کے کہنے کے بعد هُوَ اُذُنٌ کہا تھا یا خود اسی هُوَ اُذُنٌ کے کہنے سے کیونکہ اس میں بھی تو کسر شان ہے آپ کی فطانت اور

ذکاوت کی تو) ان لوگوں کے لئے دردناک سزا ہوگی۔ **ف**: اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ سے کبھی منافقین کی سخن سازی مخفی نہیں رہی بلکہ مطلب یہ ہے کہ آپ کے سکوت کی ہمیشہ یہ علت نہیں اور بعد نزول لَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ [محمد: ۳۰] کے تو پھر اختفاء ہوا ہی نہیں **كما صرحوا في تفسيرها** اور مؤمنین میں جو بحیثیت ایمان واخلاص کی قید لگائی گئی وجہ اس کی یہ ہے کہ ہر مؤمن ہر بات میں تو واجب التصدیق نہیں ہوتا بلکہ حسب قواعد شرعیہ جو بات اس کے ایمان و اخلاص سے ناشی سمجھی جاوے گی اس کی تصدیق واجب ہوگی اسی حیثیت میں صفات عدالت شہود کی بھی داخل ہیں۔

ربط: اوپر منافقین کے بعض احوال واقوال مختصہ کا بیان تھا آگے بقیہ احوال مشترکہ کے بیان سے عود ہے سابق کی طرف جن میں (۲) سے ایک تو اغراض فاسدہ سے ان کی جھوٹی قسمیں کھانا ہے۔

حلف کاذب منافقین بغرض فاسد ☆ يَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوكُمْ (الى قوله تعالى) ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيمُ ۝ یہ لوگ تمہارے (مسلمانوں کے) سامنے (جھوٹی) قسمیں کھاتے ہیں (کہ ہم نے فلاں بات نہیں کی یا ہم غزوہ میں فلاں عذر سے نہ جا سکے) تا کہ تم کو راضی کر لیں (جس میں جان و مال محفوظ رہے) حالانکہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ حق رکھتے ہیں کہ اگر یہ لوگ سچے مسلمان ہیں تو اس کو راضی کریں (جو کہ موقوف ہے اخلاص اور ایمان پر) کیا ان کو خبر نہیں کہ جو شخص اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرے گا (جیسا یہ لوگ کر رہے ہیں) تو یہ بات ٹھہر چکی ہے کہ ایسے شخص کو دوزخ کی آگ اس طور پر نصیب ہوگی کہ وہ اس میں ہمیشہ رہے گا (اور) یہ بڑی رسوائی (کی بات) ہے۔ **ف**: روایات میں مصرح ہے کہ وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جھوٹی قسمیں کھاتے تھے تا کہ آپ ان سے صاف رہیں اور یہاں آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا مقصود مسلمانوں کو راضی کرنا تھا آپ کو راضی کرنا نہ تھا سو بات یہ ہے کہ آپ کی رضا ایک تو بحیثیت عدم تعرض کے ہے اور اس اعتبار سے آپ کی رضا مثل رضا دوسرے مؤمنین کے ہے اور دوسری رضا دل سے ہے اور اس اعتبار سے آپ کی رضا مثل رضا اللہ تعالیٰ کے ہے پس ان کا قصد ارضاء پہلی حیثیت سے تھا اور مطلوب دوسری حیثیت ہے جو کہ مفقود تھی خوب سمجھ لو۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَمِنْهُمُ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ قُلْ أُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ اذن سے ان کی مراد یہ تھی کہ ہر جا بیجا بات کو قبول کر لیتے ہیں اور واقعی اور غیر واقعی میں فرق نہیں کرتے حق تعالیٰ نے اس کا رد فرمایا کہ آپ صرف حق بات کو قبول کرتے ہیں باقی غیر حق کو جو متکلم کے منہ پر رد نہیں فرماتے تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ آپ فرق نہیں کرتے بلکہ وجہ یہ ہے کہ آپ کی شان رحمت کی ہے کسی کو رسوا نہیں کرتے پس الَّذِينَ آمَنُوا سے مراد **اظهروا الايمان** ہے **هذا خلاصة ما في الروح** پس اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کرم کا بیان ہے۔

الحواشی: (۱) یعنی جو صدقات آگے مذکور ہوں گے وہ عام ہوں فرض اور نفل کو ارتباط اس وقت ہوگا ورنہ اگر آیت لاحقہ میں صدقات فرض ہوں اور اوپر کی آیت میں جو صدقات مذکور ہیں یہ کسی دلیل سے ثابت نہیں کہ وہ فرض تھے تو ارتباط کیسے ہوگا ۱۲ منہ۔ (۲) اور دوسرا تیسرا حال وہ ہے جو ربط آئندہ میں مذکور ہے یعنی استہزاء اور تاویل لغو ۱۲ منہ۔

ملحقات الترجمة: ۱ **قوله في اذن خير** وہی بات **اشارة الى كون الاضافة بمعنى في اى هو اذن في الخير وليس باذن في غير ذلك ويدل عليه قراءة حمزة ورحمة فيما ياتي بالجر عطفا على خير فانه لا يحسن وصف الاذن بالرحمة ويحسن ان يقال اذن في الخير والرحمة كذا في الروح ولا يشكل عليك في قراءة الجر التقسيم** (۳) **الذى جعلت فيه الاذن مقابلا للرحمة لان الاذن على هذا يكون عاما في قسمين قسم للتصديق وقسم للرحمة فافهم ۱۲۔** ۲ **قوله في للمؤمنين** مخلصين **لاطلاق المقتضى للكمال ۱۲۔** ۳ **قوله في الذين امنوا اظهار كذا فسره الزمخشرى وايده في الروح باسناد الايمان اليهم بصيغة الفعل بعد نسبته الى المؤمنين المخلصين بصيغة الفاعل المبنى عن الرسوخ والاستمرار للايذان بان ايمانهم امر حادث ماله من قرار اه قلت وايضا يؤيده المقابلة وضمير الخطاب لان المخاطب لمقول قل هم المنافقون لانهم هم المقصود دون بالجواب فافهم والتعبير بالايمان عن اظهاره موافق لما سياتى من قوله قد كفرتم بعد ايمانكم ۱۲۔** ۴ **قوله في يؤذون رسول الله** خواہ **لان يقولون فيه احتمالان كونه تفسيرا ليؤذون وكونه مغايرا له ۱۲۔** ۵ **قوله في يحادد** جیسا **اشارة الى تفسير المحادة بالكفر فان محادة المنافقين كانت كذلك ۱۲۔** ۶ **قوله في فان** ٹھہر چکی **اشارة الى تقدير الكلام هكذا فحق له ان له نار جهنم ۱۲۔**

البلاغة: **اتى في الاصناف الاربعة باللام وفي الباقية بفي صرفا لعطف ابن السبيل على الاقرب اما للتفنن واما لنكتة وهى ان الاربعة المتقدمة كونهم ملاكا اظهر من المتاخرة لان المتاخرة حاجتهم منخبرة والغالب صرفهم اليها فورًا فالمال الذى يصرف في الرقاب**

انما يتناوله السادة وكذلك الغارمون انما يصرف نصيبهم لارباب ديونهم تخليصا لهم وكذا في سبيل الله وابن السبيل يصرفون في العدة والزاد فورا ۱۲۔ اذن جارحة معروفة اطلق على ذى الاذن مجازاً مرسلا للمبالغة ۱۲۔ (۳) هو فاعل ليشكل ۱۲ منه۔

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۶۵﴾ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۶۶﴾ اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ؕ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ؕ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۶۸﴾ كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ؕ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۶۹﴾ اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۙ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ؕ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۷۰﴾

(وقف لازم — ع ۸ — ۱۴)

منافق لوگ (طبعًا) اس سے اندیشہ کرتے ہیں کہ مسلمانوں پر کوئی ایسی سورت (مثلاً یا آیت) نازل نہ ہو جائے جو ان کو ان منافقین کے مافی الضمیر پر اطلاع دے دے آپ فرما دیجئے کہ اچھا استہزا کرتے رہو بیشک اللہ تعالیٰ اس چیز کو ظاہر کر کے رہے گا جس (کے اظہار) سے تم اندیشہ کرتے تھے اور اگر آپ ان سے پوچھئے تو کہہ دیں گے کہ ہم تو محض مشغلہ اور خوش طبعی کر رہے تھے۔ آپ (ان سے) کہہ دیجئے گا کہ کیا اللہ کے ساتھ اور اس کی آیتوں کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ تم ہنسی کرتے تھے۔ تم اب (یہ بے ہودہ) عذر مت کرو۔ تم تو اپنے کو مؤمن کہہ کر کفر کرنے لگے۔ اگر ہم تم میں سے بعض کو چھوڑ بھی دیں تاہم بعض کو تو (ضرور ہی) سزا دیں گے۔ بسبب اس کے کہ وہ (علم ازلی میں) مجرم تھے منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک طرح کے ہیں کہ بری بات (یعنی کفر و مخالفت اسلام) کی تعلیم دیتے ہیں اور اچھی بات یعنی ایمان و اتباع نبوی) سے منع کرتے ہیں اور اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں انہوں نے خدا کا خیال نہ کیا پس خدا نے ان کا خیال نہ کیا۔ بلاشبہ یہ منافق بڑے ہی سرکش ہیں اللہ تعالیٰ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور (علانیہ) کفر کرنے والوں سے دوزخ کی آگ کا عہد کر رکھا ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے وہ ان کے لئے (سزا) کافی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت سے دور کرے گا اور ان کو عذاب دائمی ہوگا (اے منافقو) تمہاری حالت ان لوگوں کی سی ہے جو تم سے پہلے ہو چکے ہیں۔ جو شدت قوت میں اور کثرت اموال و اولاد میں تم سے بھی زیادہ تھے تو انہوں نے اپنے (دنیوی) حصہ سے خوب فائدہ حاصل کیا۔ سو تم نے بھی اپنے (دنیوی) حصہ سے خوب فائدہ حاصل کیا جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں نے اپنے حصہ سے فائدہ حاصل کیا تھا اور تم بھی بری باتوں میں ایسے ہی گھسے جیسا وہ لوگ گھسے تھے اور لوگوں کے اعمال (حسنہ) دنیا اور آخرت میں ضائع گئے اور وہ لوگ بڑے نقصان میں ہیں کیا ان لوگوں کو (ان کے عذاب و ہلاک کی) خبر نہیں پہنچی جو ان سے پہلے ہوئے ہیں جیسے قوم نوح اور عاد اور ثمود اور قوم ابراہیم علیہ السلام اور اہل مدین اور الٹی ہوئی بستیاں کہ ان کے پاس ان کے پیغمبر صاف نشانیاں (حق کی) لے کر آئے (لیکن نہ ماننے سے برباد ہوئے) سو (اس بربادی میں) اللہ تعالیٰ نے تو ان پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

تفسیر ربط: اوپر بعض احوال مشترکہ کا بیان تھا ایک ان میں سے ان کا استہزاء اور پھر اس پر لغو تاویل کرنا ہے آگے اس کا بیان ہے جس کا قصہ یہ ہے کہ انہوں نے باہم بعضی ایسی باتیں کیں جس میں دین کے ساتھ استہزاء تھا اور پھر بدیں وجہ کہ اکثر ان کی مخفیات کی اطلاع آپ کو بذریعہ وحی ہو جاتی تھی طبعًا یہ خیال ہوا

کہ کہیں یہ بھی ظاہر نہ ہو جاوے چنانچہ وہ ظاہر ہو گئی تو آپ نے بلا کر پوچھا اس وقت انہوں نے تاویل کی نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ۔

استہزاء واعتذار باطل منافقین ☆ يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ (الی قولہ تعالی) اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةً بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۶۶﴾ منافق لوگ (طبعاً) اس سے اندیشہ کرتے ہیں کہ مسلمانوں پر (بذریعہ وحی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) کوئی ایسی سورت (مثلاً یا آیت) نازل نہ ہو جاوے جو ان کو ان منافقین کے مافی الضمیر پر اطلاع دے دے (یعنی انہوں نے جو استہزاء کی باتیں خفیہ کی ہیں کہ مسلمانوں کے اعتبار سے وہ مثل اسرار مکنون فی القلب کے ہے ان کی خبر نہ ہو جاوے) آپ فرما دیجئے کہ اچھا تم استہزاء کرتے رہو (اس میں ان کے استہزاء پر مطلع ہو جانے کو جتلا دیا چنانچہ آگے خود ارشاد ہے کہ) بیشک اللہ تعالیٰ اس چیز کو ظاہر کر کے رہے گا جس کے (اظہار) سے تم اندیشہ کرتے تھے (چنانچہ استہزء وا میں ظاہر کر دیا کہ تم استہزاء کر رہے تھے) اور (ظاہر ہو جانے کے بعد) اگر آپ ان سے (استہزاء کی وجہ) پوچھئے تو کہہ دیں گے کہ ہم تو محض مشغلہ اور خوش طبعی کر رہے تھے (اس کلام کے حقیقی معنی مقصود نہ تھے محض جی خوش کرنے کو جس سے سفر آسانی سے قطع ہو جو کہ غرض صحیح ہے ایسی باتیں صرف زبانی کر رہے تھے) آپ (ان سے) کہہ دیجئے گا کہ کیا اللہ کے ساتھ اور اس کی آیتوں کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ تم ہنسی کرتے تھے (یعنی خواہ غرض کچھ بھی ہو مگر محل استہزاء تو دیکھو کہ کیسی چیزیں ہیں جن کے ساتھ استہزاء کسی غرض سے بھی درست نہیں تم اب (یہ بیہودہ) عذر مت کرو (مطلب یہ کہ یہ عذر مقبول نہیں اور اس عذر سے استہزاء جائز نہیں ہو جاتا) تم اپنے کو مؤمن کہہ کر کفر کرنے لگے (کیونکہ استہزاء بالدین مطلقاً کفر ہے گو دل میں تو پہلے بھی ایمان نہ تھا البتہ اگر کوئی دِل سے توبہ کرے اور مؤمن مخلص بن جائے تو البتہ کفر اور عذاب کفر سے چھوٹ جاوے لیکن اس کی بھی سب کو توفیق نہ ہوگی ہاں بعض البتہ مسلمان ہو جاویں گے اور وہ معاف کر دیئے جاویں گے پس حاصل یہ ٹھہرا کہ) اگر ہم تم میں سے بعض کو چھوڑ بھی دیں (بوجہ اس کے کہ وہ مسلمان ہو جاویں گے) تاہم بعض کو تو (ضرور ہی) سزا دیں گے بسبب اس کے کہ وہ (علم ازلی میں) مجرم تھے (یعنی چونکہ وہ مسلمان نہ ہوں گے) **ف**: مسئلہ دین کے ساتھ قصداً استہزاء خواہ بداعتقادی سے ہو یا بدوں بداعتقادی کے ہو کفر ہے اور استہزاء بالله و آیاته ورسوله باہم تینوں متلازم ہیں اور اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ کے مصداق میں مخشی بن حمیر کا ذکر روایات میں آیا ہے اور طائفہ کا اطلاق واحد پر بھی آتا ہے اس لئے کوئی اشکال نہیں کذا فی الروح۔

ربط: اوپر منافقین کے قبائح متعددہ مذکور ہوئے ہیں آگے ان کا باہم و نیز دوسرے کفار سابقین کے ساتھ قبائح میں تشابہ اور متماثل ہونا اور ان قبائح پر وعید اور امم سابق کے قصص کی طرف اشارہ کرنے سے اس وعید کی تاکید فرماتے ہیں۔

تشابہ فی الذم مع وعید منافقین ☆ اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ (الی قولہ تعالی) فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۷۰﴾ منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک طرح کے ہیں کہ بری بات کی (یعنی کفر و مخالفت اسلام کی) تعلیم دیتے ہیں اور اچھی بات سے (یعنی ایمان اور اتباع نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے) منع کرتے ہیں اور (خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے) اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں انہوں نے خدا کا خیال نہ کیا (یعنی اطاعت نہ کی) پس خدا نے ان کا خیال نہ کیا (یعنی ان پر رحمت خاصہ نہ کی) بلاشبہ یہ منافق بڑے ہی سرکش ہیں اللہ تعالیٰ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور (علانیہ) کفر کرنے والوں سے دوزخ کی آگ کا عہد کر رکھا ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے وہ ان کے لئے (سزائے) کافی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت سے دور کر دے گا اور ان کو (حسب وعدۂ مذکور) عذاب دائمی ہوگا (اے منافقو) تمہاری حالت (کفر اور استحقاق جزائے کفر میں) ان لوگوں کی سی ہے جو تم سے پہلے (زمانہ میں) ہو چکے ہیں جو شدت قوت میں اور کثرتِ اموال و اولاد میں تم سے بھی زیادہ تھے تو انہوں نے اپنے (دنیوی) حصے سے خوب فائدہ حاصل کیا سو تم نے بھی اپنے (دنیوی) حصے سے خوب فائدہ حاصل کیا جیسا تم سے پہلے لوگوں نے اپنے (دنیوی) حصے سے فائدہ حاصل کیا تھا اور تم بھی بری باتوں میں ایسے ہی گھسے جیسا وہ لوگ (بری باتوں میں) گھسے تھے ان لوگوں کے اعمال (حسنہ) دنیا اور آخرت (سب) میں ضائع گئے (کہ دنیا میں ان اعمال پر بشارتِ ثواب نہیں اور آخرت میں ثواب نہیں) اور (اس حبط فی الدنیا والآخرۃ کی وجہ سے) وہ لوگ بڑے نقصان میں ہیں (کہ دارین میں مسرت اور راحت سے محروم ہیں پس اسی طرح تم ان کی طرح کفر کرتے ہو انہیں کی طرح خائب و خاسر ہو گے اور جیسا ان کے اموال و اولاد ان کے کام نہ آئے تم تو ان چیزوں میں ان سے کم ہو تمہارے بدرجہ اولیٰ کام نہ آویں گے یہ تو ضرر آخرت کی وعید ہوئی آگے احتمال ضرر دنیا کے ذکر سے متنبہ فرماتے ہیں کہ) کیا ان لوگوں کو ان (کے عذاب و ہلاک) کی خبر نہیں پہنچی جو ان سے پہلے ہوئی ہیں جیسے قوم نوح اور عاد اور ثمود اور قوم ابراہیم اور اہل مدین اور الٹی ہوئی بستیاں (یعنی قری قوم لوط) کہ ان کے پاس ان کے پیغمبر صاف نشانیاں (حق کی) لے کر آئے (لیکن نہ ماننے سے برباد ہوئے) سو (اس بربادی میں) اللہ تعالیٰ نے تو ان پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے (اسی طرح) ان منافقین کو بھی ڈرنا چاہئے)

ف: اور قوموں کے قصص تو پارۂ وَلَوْ اَنَّنَا کے اخیر کے رکوعوں میں گذر چکے ہیں قوم ابراہیم علیہ السلام کا قصہ یہ ہے کہ نمرود کے دماغ میں مچھر گھس گیا تھا اور سر

پر مار پڑنے سے کچھ سکون ہوتا تھا اور اس نے ایک عالیشان عمارت بنائی تھی اس کے گرنے سے اس قوم کے بہت لوگ دب کر مر گئے کذا فی الدر المنثور تفسیر سورۃ النحل آیت :قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ [النحل : ۴۲]

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله فی علیهم مسلمانوں نقله فی الروح ولا یرد تفکیک الضمائر بعد قیام القرینة ۱۲۔ ۲ قوله فی سورة مثلاً زاده لان ما یحذر منه الاظهار سواء کانت بسورة او غیرها و کذلك الواقع ۱۲۔ ۳ قوله فی قلوبهم مثل اسرار ففی الکلام استعارة ۱۲۔ ۴ قوله فی استهزء وا مطلع ہو جانے کو هذا من المواهب ۱۲۔ ۵ قوله فی لا تعتذروا مقبول فهو کنایة وهذا من المواهب ۱۲۔ ۶ قوله فی بعضهم من بعض ایک طرح اشارة الی ان من اتصالیة ۱۲۔ ۷ قوله فی عذاب مقیم حسب وعدہ اشار به الی انه لا تکرار فیه لان المقصود کان فی السابق هو الوعد وههنا الوقوع ۱۲۔ ۸ قوله فی کالذین تمہاری حالت اشار الی انه خبر لمبتدأ مقدر ای انتم کالذین ۱۲۔ ۹ قوله فی استمتعتم خوب لان الاستمتاع ابلغ من التمتع ۱۲۔ ۱۰ قوله فی حبطت فی الدنیا بشارت وهو من المواهب ۱۲۔ ۱۱ قوله بعد الخسرون بدرجہ اولیٰ اشارة الی فائدة ذکر کونهم اکثر اموالا واولادا ۱۲۔ ۱۲ قوله فی قوم نوح جیسے اشارة الی کونه بدلا ۱۲۔ ۱۳ قوله فی اخر الآیة ڈرنا چاہئے اشار الی جواب سوال هو انه لم یقع العذاب بالمنافقین فکیف او عدوا بالنبأ والجواب ان المقصود بالایعاد ان یجوزوا ذلك ۱۲۔

الروایات: عن مجاهد فی قوله یحذر المنافقون یقولون القول فیما بینهم ثم یقولون عسی الله ان لا یفشی علینا هذا وعن قتادة قال بینما رسول الله صلی الله علیه وسلم فی غزوته الی تبوك وبین یدیه اناس من المنافقین فقالوا ایرجوا هذا الرجل ان یفتح له قصور الشام و حصونها هیهات هیهات فاطلع الله نبیه صلی الله علیه وسلم علیٰ ذلك فقال صلی الله علیه وسلم احبسوا علی هؤلاء الرکب فاتاهم فقال قلتم کذا قلتم کذا قالوا یا نبی الله انما کنا نخوض ونلعب وعن کعب بن مالك فی قوله تعالیٰ ان نعف قال فکان الذی عفا الله عنه مخشی بن حمیر فتسمی عبدالرحمن وسأل الله ان یقتل شهیدا فقتل بالیمامة کذا فی الدر المنثور قلت وبقول مجاهد یتأید ما اخترت فی تفسیر ما فی قلوبهم ۱۲۔

اللغات: الخوض الدخول ثم صار اسما لکل دخول فیه تلویث واذاء ۱۲۔

النحو: قوله کالذی خاضوا ای کالخوض الذی خاضوه فهو صفة مصدر محذوف ۱۲۔

البلاغة: قوله ان نعف اورد علیه ان الشرط لیس بسبب للجزاء ولا ملزوم له فکیف معنی الشرطیة واجیب بوجوه وعندی ان الجزاء مقدر والمعنی ان نعف عن طائفة منکم فهو لا یستلزم العفو عن الکل لانا نرید تعذیب طائفة وتعذیب طائفة ینافی العفو عن الکل فصح نفی الاستلزام والمقصود بمثل هذا الترکیب الجزم والمبالغة فی التعذیب اقتضاءً لمقام التوبیخ وهذا من المواهب ۱۲۔ قوله المنافقت والتعرض لاحوال الاناث فی الموضعین للایذان بکمال عراقتهم فی الکفر والنفاق ولعله لم یذکر المنافقات فی قوله ان المنافقین هم الفاسقون اکتفاء بقرب العهد قوله یامرون مقرر لمضمون ما قبله ولذا زدت فی الترجمة کلمة کہ قوله فنسیهم فیه مشاکلة قوله هم الفاسقون المقصود بالحصر بیان کمالهم قوله وعد فیه تهکم قوله حسبهم المراد عظم عقابها لا نفی غیرها قوله فاستمتعوا ذم الاولین تمهید الذم المخاطبین بمشابهتهم ولذا اختیر الاطناب ۱۲۔

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۷۱﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۷۲﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۷۳﴾

اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے (دینی) رفیق ہیں۔ نیک باتوں کی تعلیم دیتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور نماز کی پابندی رکھتے

ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنا مانتے ہیں۔ ان لوگوں پر ضرور اللہ تعالیٰ رحمت کرے گا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ قدر (مطلق) ہے حکمت والا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں سے ایسے باغوں کا وعدہ کر رکھا ہے جن کے نیچے نہریں چلتی ہوں گی۔ جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور نفیس مکانوں کا جو کہ ان ہیشگی کے باغوں میں ہونگے اور (ان سب نعمتوں کے ساتھ) اللہ تعالیٰ کی رضامندی سب (نعمتوں) سے بڑی چیز ہے۔ یہ (جزائے مذکور) بڑی کامیابی ہے۔ اے نبی کفار (سے بالسنان) اور منافقین سے (باللسان) جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے (دنیا میں تو) یہ اسکے مستحق ہیں اور (آخرت میں) انکا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بری جگہ ہے۔

تفسیر ربط: اوپر منافقین کے قبائح وفضائح مذکور تھے آگے زیادہ کشف مضمون کے لئے کہ **الاشیاء تعرف باضدادھا** اور تبشیر اضداد کے لئے مؤمنین کے بعض مدائح کا بیان ہے۔

مدح وبشارت مؤمنین ☆ وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ (الی قولہ تعالی) ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے (دینی) رفیق ہیں نیک باتوں کی تعلیم دیتے اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانتے ہیں ان لوگوں پر ضرور اللہ تعالیٰ رحمت کرے گا (جس کی تفصیل وَعَدَ اللّٰهُ میں عنقریب آتی ہے) بلاشبہ اللہ تعالیٰ قادر (مطلق) ہے (جزائے تام دے سکتا ہے) حکمت والا ہے (جزائے مناسب دیتا ہے اب اس رحمت کا بیان ہوتا ہے کہ) اللہ تعالیٰ نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں سے ایسے باغوں کا وعدہ کر رکھا ہے جن کے نیچے سے نہریں چلتی ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور نفیس مکانوں کا (وعدہ کر رکھا ہے) جو کہ ان ہیشگی کے باغوں میں ہوں گے اور (ان سب نعمتوں کے ساتھ) اللہ تعالیٰ کی رضامندی (جو اہل جنت سے ہمیشہ ہمیشہ رہے گی ان) سب (نعمتوں) سے بڑی چیز ہے یہ (جزائے مذکور) بڑی کامیابی ہے۔

ربط: اوپر ذکر مؤمنین سے پہلے منافقین کا ذکر تھا آگے پھر ان ہی کا خاص طور پر ذکر ہے کہ مضامین مذکورہ پر تفریع کے طور پر ان سے اور ان کے ساتھ کفار سے مجاہدہ بالسنان اور باللسان کا حکم ہے اور ان کے جہنمی ہونے کی خبر ہے اور اس کے بعد اور مضامین مثل مضامین مذکورہ کے بتائید وتعلیل مجموعہ تفریع کے مذکور ہیں۔

امر بجہاد کفار ومنافقین ☆ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کفار (سے بالسنان) اور منافقین سے (باللسان) جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے (دنیا میں تو یہ اس کے مستحق ہیں) اور (آخرت میں) ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بری جگہ ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ روح میں اس کی دلیل یہ بیان کی ہے کہ خود جنت میں جانے اور ہر قسم کی سعادت وکرامت پانے کا مبداء یہی رضا ہے نیز عشاق کا غایۃ مقصود یہی رضا ہے اھ۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله فی اولیاء دینی لاشارة الی عدم لزوم المودة الطبعية فيما بين الذكور والاناث ۱۲ ۔ ۲ قوله فی جاهد باللسان فلا يرد ان ظاهره يقتضى مقاتلة المنافقين وهو خلاف الواقع ۱۲۔**

البلاغۃ: **قوله اولياء تغيير الاسلوب للاشارة الى تناصرهم وتعاضدهم بخلاف اولئك قوله يامرون** الخ **يامرون وينهون مقابل ليامرون وينهون ويقيمون مقابل نسوا الله ويوتون مقابل ليقبضون ويطيعون مقابل لقوله الفاسقون وسيرحمهم مقابل لقوله نسيهم ورضوان مقابل لقوله لعنهم الله قوله عدن ليس فيه تكرار لقوله خلدين لان المقصود بيان حالهم فى مقامهم وبيان حال الدار فى مقام آخر قوله رضوان فيه من المبالغة ما ليس فى الرضا ولعل عدم نظم هذا الرضوان فى سلك الوعد على طرز ما تقدم لاستمراره فى الدارين ۱۲۔**

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ۭ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝ وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَىِٕنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ

يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝ اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

وہ لوگ قسمیں کھا جاتے ہیں کہ ہم نے فلاں بات نہیں کہی حالانکہ یقیناً انہوں نے کفر کی بات کہی تھی اور (وہ بات کہہ کر) اپنے اسلام (ظاہری) کے بعد (ظاہر میں بھی) کافر ہوگئے اور انہوں نے ایسی بات کا ارادہ کیا تھا۔ جو ان کے ہاتھ نہ لگی اور یہ انہوں نے صرف اس بات کا بدلہ دیا ہے کہ ان کو اللہ نے اور اس کے رسول ﷺ نے رزق خداوندی سے مالدار کردیا۔ سو اگر (اس کے بعد بھی) توبہ کریں تو ان کے لئے (دونوں جہان میں) بہتر ہوگا اور اگر روگردانی کی تو اللہ تعالیٰ ان کو دنیا اور آخرت میں دردناک سزا دے گا اور ان کا دنیا میں نہ کوئی یار ہے نہ مددگار اور ان (منافقین) میں بعض آدمی ایسے ہیں کہ خدا تعالیٰ سے عہد کرتے ہیں کہ اگر اللہ ہم کو اپنے فضل سے (بہت سا مال) عطا فرمائے تو ہم خوب خیرات کریں اور ہم (اس کے ذریعے سے) خوب نیک کام کیا کریں۔ سو جب اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے (بہت سا) دے دیا۔ تو وہ اس میں بخل کرنے لگے (کہ زکوٰۃ نہ دی اور اطاعت سے روگردانی کرنے لگے اور وہ تو روگردانی کے (پہلے ہی سے) عادی ہیں۔ سو اللہ تعالیٰ نے ان کی سزا میں ان کے دلوں میں نفاق (قائم) کردیا۔ جو خدا کے پاس جانے کے دن تک رہے گا اس سبب سے کہ وہ (اس وعدہ میں شروع ہی سے) جھوٹ بولتے تھے۔ کیا ان کو یہ خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو انکے دل کا راز اور انکی سرگوشی سب معلوم ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ تمام غیب کی باتوں کو خوب جانتا ہے یہ (منافقین) ایسے ہیں کہ نفل صدقہ دینے والے مسلمانوں پر صدقات کے بارے میں طعن کرتے ہیں اور (خصوصاً) ان لوگوں پر (اور زیادہ) جن کو بجز محنت ومزدوری (کی آمدنی) کے اور کچھ میسر نہیں ہوتا۔ یعنی ان سے تمسخر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو اس تمسخر کا (تو خاص) بدلہ دے گا اور (مطلق طعن کا یہ بدلہ ملے ہی گا کہ) ان کیلئے دردناک (آخرت میں) سزا ہوگی۔ ۝

تفسیر ربط: ابھی آیت بالا کی تمہید میں گذر چکا۔

تائید امر جہاد و تاکید مضامین سابقہ بیان بعضے احوال منافقین ☆ اس کے متعلق مختصر اً قصہ یہ ہے کہ تبوک سے واپسی میں چند منافقین نے کہ تعداد ان کی بارہ تک منقول ہے ایک شب کو صلاح کی کہ فلاں گھاٹی میں آپ کی سواری گزرے گی سب مل کر آپ کو دھکیل دیں پھر قتل کردیں غرض سب اپنا منہ لپیٹ کر جمع ہو کر دفعۃً اس موقع پر آ پہنچے مگر آپ نے دیکھ کر ڈانٹا اور حضرت حذیفہؓ و حضرت عمارؓ ساتھ تھے انہوں نے ہٹایا مگر پہچانے نہیں گئے آپ کو وحی سے معلوم ہوا آپ نے منزل پر پہنچ کر ان لوگوں کو بلا کر پوچھا کہ تم نے ایسا ایسا مشورہ کیا تھا اور ایسا ارادہ کیا تھا وہ سب قسمیں کھا گئے کہ نہ مشورہ ہوا نہ ارادہ ہوا ان میں سے بعض کے ساتھ آپ نے خاص طور پر مالی اعانت بھی فرمائی تھی جیسے جلاس بروزن غراب کہ آپ نے اس کا ایک بڑا قرضہ ادا کیا تھا اور ویسے بھی آپ کی تشریف آوری کے قبل اکثر محتاج تھے پھر غنائم کی کثرت ہوئی تو ان کو بھی ظاہری میل جول کی وجہ سے کچھ نہ کچھ ملتا ہی رہتا تھا جیسا لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا [التوبۃ: ۴۲] سے بھی مفہوم ہوتا ہے اس قصہ میں یہ آیت نازل ہوئی اور اس کے نازل ہونے کے بعد جلاسؓ نے صدق واخلاص سے اسلام قبول کیا کذا فی الدر المنثور الحدیث الغنائم فانہ من الروح عن الکلبی اور درمنثور میں اسباب نزول اور قصے بھی نقل کئے ہیں اسی طرح هَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا اور اَغْنٰهُمْ کی تفسیر میں بھی دوسرے اقوال نقل کیے ہیں۔

آیت وتفسیر ☆ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا (الی قولہ تعالی) وَمَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝ وہ لوگ قسمیں کھا جاتے ہیں کہ ہم نے فلانی بات (مثلاً یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کردیں) نہیں کہی حالانکہ یقیناً انہوں نے کفر کی بات کہی تھی (کیونکہ آپ کے قتل کے باب میں گفتگو کرنے کا کفر ہونا ظاہر ہے) اور (وہ بات کہہ کر) اپنے اسلام (ظاہری) کے بعد (ظاہر میں بھی) کافر ہوگئے (گو اپنے ہی مجمع میں سہی جس کی خبر مسلمانوں کو بھی ہوگئی اور اس سے عام طور پر کفر کھل گیا) اور انہوں نے ایسی بات کا ارادہ کیا جو ان کے ہاتھ نہ لگی (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنا مگر ناکام رہے) اور یہ انہوں نے صرف اس بات کا بدلہ دیا ہے کہ ان کو اللہ نے اور اس کے رسول نے رزقِ خداوندی سے مالدار کردیا (اس احسان کا بدلہ ان کے نزدیک یہی ہوگا کہ برائی کریں سو اگر (اس کے بعد بھی) توبہ کریں تو ان کے لئے (دونوں جہان میں) بہتر (اور نافع) ہوگا (چنانچہ جلاسؓ کو توبہ کی توفیق ہوگئی) اور اگر (توبہ سے) روگردانی کی (اور کفر ونفاق ہی پر جمے رہے) تو اللہ تعالیٰ ان کو دنیا اور آخرت (دونوں جگہ) میں دردناک سزا دے گا (چنانچہ عمر بھر بدنام اور پریشان اور خائف رہنا اور مرتے وقت مصیبت کا مشاہدہ کرنا یہ دنیوی عذاب ہے اور آخرت میں دوزخ میں جانا ظاہر ہی ہے) اور ان کا دنیا میں نہ کوئی یار ہے اور نہ مددگار (کہ عذاب سے بچا لے اور جب دنیا ہی میں کوئی مددگار نہیں جہاں اکثر مدد ہو جاتی ہے تو آخرت میں تو بدرجۂ اولیٰ منفی ہوگا۔ ف: مَا نَقَمُوْٓا الخ ایسا ہے جیسا ہماری بول چال میں کہتے ہیں کہ مجھ سے یہ خطا تو ہوگئی تھی کہ وقت پر اس کے کام آ گیا تھا اس کو تاکید الشئ بخلافہ کہا کرتے ہیں۔ ربط: اوپر تمہید آیت وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ میں گذر چکا۔

بعض احوال خاصہ بعضے منافقین ☆ اس کا مختصر قصہ یہ ہے کہ ثعلبہ بن حاطب نامی ایک شخص نے آپ سے کثرتِ مال کی دعا کرائی آپ نے سمجھا کہ مصلحت نہیں اس نے کہا کہ میں نیک کاموں میں صرف کیا کروں گا۔ غرض آپ کی دعا سے وہ مالدار ہوگیا جب زکوٰۃ کا وقت آیا تو کہنے لگا کہ اس میں اور جزیہ میں کیا فرق ہے اور زکوٰۃ نہ دی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

آیت و تفسیر: وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ (الی قولہ تعالی) اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ اور ان (منافقین) میں بعضے آدمی ایسے ہیں کہ خدا تعالیٰ سے عہد کرتے ہیں (کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد کرنا اور خدا سے عہد کرنا برابر ہے اور وہ عہد یہ تھا کہ) اگر اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے فضل سے (بہت سا مال) عطا فرمادے تو ہم (اس میں سے) خوب خیرات کریں اور ہم (اس کے ذریعہ سے) خوب نیک نیک کام کیا کریں سو جب اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے (بہت سا) دے دیا تو اس میں بخل کرنے لگے (کہ زکوٰۃ نہ دی) اور (اطاعت سے) روگردانی کرنے لگے اور وہ تو روگردانی کے (پہلے ہی سے) عادی ہیں سو اللہ تعالیٰ نے ان (کے اس فعل) کی سزا میں ان کے دلوں میں نفاق (قائم) کر دیا جو خدا کے پاس جانے کے دن تک (یعنی دم مرگ تک) رہے گا اس سبب سے کہ انہوں نے خدا تعالیٰ سے اپنے وعدہ میں خلاف کیا اور اس سبب سے کہ وہ (اس وعدہ میں شروع ہی میں) جھوٹ بولتے تھے (یعنی نیت ایفاء کی اس وقت بھی نہ تھی پس نفاق تو اس وقت بھی دل میں تھا جس کی فرع یہ کذب و اخلاف ہے پھر اس کذب و اخلاف کے وقوع سے اور زیادہ مستحق غضب ہوئے اور اس زیادہ غضب کا اثر یہ ہوا کہ وہ نفاق سابق اب دائم اور غیر زائل ہوگیا کہ تو بہ بھی نصیب نہ ہوگی اسی حالت پر مرکر ابدالآباد جہنم میں رہنا نصیب ہوگا اور باوجود کفر مضمر کے جو اسلام اور طاعت کا اظہار کرتے ہیں تو) کیا ان (منافقین) کو یہ خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو ان کے دل کا راز اور ان کی سرگوشی سب معلوم ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ تمام غیب کی باتوں کو خوب جانتے ہیں (اور اس لئے وہ ظاہری اسلام اور اطاعت ان کے کام نہیں آ سکتا بالخصوص آخرت میں پس سزائے جہنم ضروری ہے)۔ **ف**: باوجودیکہ صاحب قصہ ایک شخص ہے پھر اٰتٰىهُمْ وغیرہ میں جمع کی ضمیر اس لئے لائی گئی کہ دوسرے منافقین بھی من وجہ اس میں شریک تھے چنانچہ دیکھا جاتا ہے کہ دوسرے ہم مشربوں کو مال سے بھی نفع ہوتا ہے اور ایسے احوال و اقوال کو بھی وہ پسند کیا کرتے ہیں اور اَعْقَبَهُمْ الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح طاعات سے ایمان کی نورانیت بڑھتی ہے اسی طرح معاصی سے کفر کی ظلمت بھی بڑھتی ہے پس کذب و اخلاف سے کفر سابق میں کہ هُمْ مُّعْرِضُوْنَ بھی اس کی طرف مشیر ہے یہ اشتداد ہوگیا کہ دم مرگ تک امتداد ہوگیا جس کے لئے جہنم لازم ہے پس اصل سزا خلود فی النار ہے تتمہ قصہ یہ ہے کہ ان آیتوں کے نازل ہونے کی خبر سن کر زکوٰۃ لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو تیری زکوٰۃ لینے سے منع فرمادیا ہے اس نے بہت ہائے واویلا کی پھر حضرت صدیق اکبرؓ کے خلافت میں زکوٰۃ لایا آپؓ نے بھی قبول نہ کی اسی طرح حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نے بھی قبول نہ کی یہاں تک کہ حضرت عثمان کے زمانہ میں وہ مرگیا **كذا فى الروح عن الطبرانى و دلائل البيهقى بروایة ابى امامة الباهلى۔** احقر کہتا ہے کہ اس کا زکوٰۃ لانا اور نہ لینے پر واویلا کرنا خلوص سے نہ تھا بلکہ دفع عار و بدنامی کے لئے تھا کیونکہ اَعْقَبَهُمْ الخ سے اس کا دائماً کافر رہنا معلوم ہوگیا پھر خلوص کا احتمال کب ہے اور شاید ممانعت قبول سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی ہو اس طرح کہ قبول صدقہ کے لئے ایمان شرط ہے اور شرط کا انتفاء منصوص ہے پس مشروط بھی منہی عنہ ہوگا اور عجب نہیں کہ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا میں اسی کا ارشارہ ہو کہ یہ شخص جو زکوٰۃ لایا ہے تو کیا اس کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ دل کا حال جانتا ہے جب دل میں ایمان نہیں تو کیسے قبول کیا جاوے گا اور چونکہ کسی جگہ منقول نہیں کہ پھر اس شخص نے مساکین کو خود زکوٰۃ دے دی ہو اس سے ظاہراً تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ نہیں دی یہ بھی ایک قرینہ ہے عدم خلوص کا ورنہ خود بھی تو دے سکتا تھا اور ممکن ہے کہ اس میں مستقل وحی بھی نازل ہوئی ہو اور خلفائے راشدینؓ کا قبول نہ کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبول نہ فرمانے کی وجہ سے تھا اور اَعْقَبَهُمْ سے استدلال کی صورت میں ضمیر جمع کا ظاہراً مقتضا یہ ہے کہ اور منافقین کے ساتھ بھی یہ معاملہ کیا جاتا مگر ممکن ہے کہ اوروں کی تعیین نہ ہوئی ہو اس لئے ایسا برتاؤ نہ کیا گیا ہو یا اس حکم میں اس شخص کی خصوصیت بوجہ بانی و بادی ہونے کے ہو جیسا کہ بعض احکام مخصوص بھی ہو جایا کرتے تھے اور اب چونکہ کسی کا کفر مضمر متیقن نہیں اس لئے اب مظہر اسلام سے مسلم کا سا معاملہ کیا جاوے گا۔ ربط: اوپر بعض احوال مختصہ کا بیان تھا آگے پھر بعض احوال مشترکہ کا بیان ہے جیسا پہلے سے اسی طرح سلسلہ چلا آتا ہے۔

بعض دیگر احوال مشترکہ منافقین ☆ اس کے قصہ متعلقہ کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کی ترغیب دی تو ایک صحابی بہت سا مال لے آئے منافقین نے کہا یہ ریا کار ہے دوسرے صحابی غریب تھے بہت قلیل لائے منافقین نے کہا کہ یہ میاں اس واسطے لائے ہیں کہ میرا بھی نام ہو جاوے اس پر آیت نازل ہوئی۔ **كذا فى الدر عن البخارى وغیرہ۔**

آیت و تفسیر ☆ اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ (الی قولہ تعالی) وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ یہ (منافقین) ایسے ہیں کہ نفل صدقہ دینے والے مسلمانوں پر صدقات کے بارے میں طعن کرتے ہیں اور (خصوص) ان لوگوں پر (اور زیادہ) جن کو بجز محنت و مزدوری (کی آمدنی) کے اور کچھ میسر نہیں ہوتا (اور وہ بیچارے

اس میں سے ہمت کر کے حاضر کر دیتے ہیں ان پر زیادہ طعن کرتے ہیں) یعنی ان سے تمسخر کرتے ہیں (یعنی مطلق طعن تو سب پر کرتے ہیں اور ان غریبوں سے تمسخر بھی کرتے ہیں) اللہ تعالیٰ ان کو اس تمسخر کا (تو خاص) بدلہ دے گا اور (ویسے مطلق طعن کا یہ بدلہ ملے ہی گا کہ) ان کے لئے (آخرت میں) دردناک سزا ہوگی۔ ف: تمسخر سے چونکہ زیادہ دل دکھتا ہے اس لئے اس کا ذکر وقوع اور جزاء دونوں میں خصوصیت کے ساتھ کیا گیا واللہ اعلم اور یہاں نفل کی تخصیص باعتبار واقعہ کے ہے ورنہ لمز و تمسخر اگر غیر نفل میں ہو تب بھی یہی سزا ہے بلکہ اولویت کے درجہ میں کیونکہ فرض افضل ہے نفل سے واللہ اعلم۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ روح میں ہے یہ اشارہ ہے ان لوگوں کی حالت کی طرف جن میں ذوق محبت تو ہے نہیں اور اپنے نفوس کے لئے بعض مقامات کو حاصل سمجھ جاتے ہیں پھر امتحان کے موقع میں پورے نہیں اترتے ۱۲۔ قولہ تعالیٰ: اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ یہی حال منکرین اولیاء کا ہے کہ ان کے ہر عمل اور ہر حال پر عیب گیری کرتے ہیں خواہ بڑے درجہ کا ہو یا چھوٹے درجہ کا ہو۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قوله في** الارض دنیا والتعبير بذلك للتعميم ای في جميع بقاعها وسائر اقطارها ۱۲۔ ۲؎ **قوله في** ولی جب دنیا ہی میں اشار الی ان تخصيص الدنيا لانه لا ولی ولا نصير لهم في الآخرة قطعا فلا حاجة الى نفيه ۱۲۔ ۳؎ **قوله** من فضله بہت سا مال يحتمل توجيهين احدهما ان يقدر المفعول وتكون من علية والآخر ان يكون الفضل بمعنى المال الزائد مفعولا وتكون من زائدة ۱۲۔ ۴؎ **قوله** في الذين يہ ایسے ہیں اشارة الى ان المبتدأ مقدر هو هم ۱۲۔ ۵؎ **قوله في** فيسخرون یعنی اشارة الى ان الفاء تفسيرية لان لمز الذين لا يجدون مفسر بالسخرية ۱۲۔

اللغات: قوله النقمة في القاموس المكافاة بالعقوبة ۱۲۔ فاعقبهم جعل الله تعالىٰ عاقبة فعلهم ذلك كذا في الروح قلت وترجمتي اخذ بالحاصل ۱۲۔

النحو: والذين لا يجدون معطوف على المطوعين عطف خاص على عام والضمير في سخر الله منهم كما في الروح الى الفريق الاخير والكل واضح من ترجمتي وفي الصدقات متعلق بيلمزون ۱۲۔

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۭ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ۭ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ۭ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ۝ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَاۗىِٕفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِيَ اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِيَ عَدُوًّا ۭ اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِيْنَ ۝

اُن کیلئے تو استغفار کریا نہ کر اگر تو ستر مرتبہ بھی ان کے لئے استغفار کرے تو بھی اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز نہ بخشے گا۔ یہ اسلئے کہ انہوں نے اللہ سے اور اس کے رسولوں سے کفر کیا ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا پیچھے رہ جانے والے لوگ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلاف اپنے بیٹھے رہنے پر خوش ہیں۔ یہ راہ خدا میں اپنے مال اور جانوں سے جہاد کرنا ناپسند رکھتے ہیں۔ انہوں نے کہہ دیا کہ اس گرمی میں مت نکلو۔ تو کہہ دے کہ دوزخ کی آگ بہت ہی سخت گرم ہے۔ کاش کہ وہ سمجھتے ہوتے۔ پس انہیں بہت کم ہنسنا چاہئے اور بہت زیادہ روئیں۔ بدلہ میں اس کے جو یہ کیا کرتے تھے پس اگر اللہ تعالیٰ تجھے ان کی کسی جماعت کی طرف لوٹا کر واپس لے آئے پھر یہ تجھ سے میدان جنگ میں نکلنے کی اجازت طلب کریں تو تو کہہ دے کہ تم میرے ساتھ ہرگز چل نہیں سکتے ہو اور نہ میرے ساتھ تم دشمنوں سے لڑائی کر سکتے ہو تم نے پہلی مرتبہ ہی بیٹھ رہنے کو پسند کیا تھا۔ پس تم پیچھے رہ جانے والوں میں ہی بیٹھے رہو۔

تفسیر ربط: اوپر منافقین کے لئے عذاب الیم کا اثبات ہے آگے اس اثبات کی تاکید ہے کہ یہ عذاب نبی کی دعا و استغفار سے بھی باوجود اس کے اعظم وسائل ہونے کے نہیں ٹل سکتا بوجہ فقدان اصل شرط یعنی ایمان کے۔

عدم نفع استغفار نبی مر منافقین را ☆ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ (الی قولہ تعالی) وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ آپ خواہ ان (منافقین)

کے لئے استغفار کریں یا ان کے لئے استغفار نہ کریں (عدم نفع میں دونوں برابر ہیں لقولہ تعالیٰ سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ الخ آگے اس عدم نفع کا بیان ہے جس میں دونوں برابر ہیں یعنی) اگر آپ ان کے لئے ستر بار (یعنی بکثرت) بھی استغفار کریں گے تب بھی اللہ تعالیٰ ان کو نہ بخشے گا (اور) یہ (نہ بخشنا) اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے اللہ اور رسول کے ساتھ کفر کیا اور اللہ تعالیٰ ایسے سرکش لوگوں کو (جو کہ کبھی ایمان اور حق کی طلب ہی نہ کریں) ہدایت نہیں (کیا) کرتا (اس وجہ سے یہ عمر بھر کفر ہی پر قائم رہے اور اسی پر ختم ہو گئے)۔ ف: اس آیت کے متعلق ان شاء اللہ تعالیٰ کچھ مضمون عنقریب آیت وَلَا تُصَلِّ کی تفسیر میں آتا ہے ملاحظہ کر لیجئے۔ ربط: اوپر سے منافقین کا ذکر چلا آتا ہے آگے ان میں سے بالخصوص متخلفین کے متعلق بعض مضامین مذکور ہیں۔

بعضے از حال و مآل متخلفین ☆ فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ (الی قولہ تعالی) فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِيْنَ یہ پیچھے رہ جانے والے خوش ہو گئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے (جانے کے) بعد اپنے بیٹھے رہنے پر اور ان کو اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان کے ساتھ جہاد کرنا ناگوار ہوا (دو وجہ سے اول کفر (دوسرے آرام طلبی) اور (دوسروں کو بھی) کہنے لگے کہ تم (ایسی تیز) گرمی میں (گھر سے) مت نکلو آپ (جواب میں) کہہ دیجئے کہ جہنم کی آگ (اس سے بھی) زیادہ (تیز اور) گرم ہے (سو تعجب ہے کہ اس گرمی سے تو بچتے ہو اور جہنم میں جانے کا خود سامان کر رہے ہو کہ کفر و مخالفت کو نہیں چھوڑتے) کیا خوب ہوتا اگر وہ سمجھتے سو (ان امور مذکورہ کا نتیجہ یہ ہے کہ دنیا میں) تھوڑے دنوں ہنس (کھیل لیں) اور (پھر آخرت میں) بہت دنوں (یعنی ہمیشہ) روتے رہیں (یعنی ہنسنا تھوڑے دنوں کا ہے پھر رونا ہمیشہ ہمیشہ) ان کاموں کے بدلہ میں جو کچھ (کفر و نفاق و خلاف وغیرہ) کیا کرتے تھے (جب ان کا حال معلوم ہو گیا) تو اگر خدا تعالیٰ آپ کو (اس سفر سے مدینہ کو صحیح و سالم) ان کے کسی گروہ کی طرف واپس لائے (گروہ اس لئے کہا کہ ممکن ہے بعضے اس وقت تک مر جاویں کوئی کہیں چلا جاوے اور) پھر یہ لوگ (براہِ خوشامد و دفع الزام سابق کسی جہاد میں آپ کے ساتھ) چلنے کی اجازت مانگیں (اور دل میں اس وقت بھی یہی ہوگا کہ عین وقت پر کچھ بہانہ کر دیں گے) تو آپ یوں کہہ دیجئے کہ (اگر چہ اس وقت دنیا سازی کے طور پر باتیں بنا رہے ہو لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہارا مافی الضمیر بتلا دیا ہے اس لئے نہایت وثوق سے کہتا ہوں کہ) تم کبھی بھی میرے ساتھ (جہاد میں) نہ چلو گے اور نہ میرے ہمراہ ہو کر کسی دشمن (دین) سے لڑو گے (جو کہ اصلی مقصود ہے چلنے سے کیونکہ) تم نے پہلے بھی بیٹھے رہنے کو پسند کیا تھا (اور اب بھی عزم وہی ہے) تو (خواہ مخواہ) جھوٹی باتیں کیوں بناتے ہو بلکہ مثل سابق اب بھی) ان لوگوں کے ساتھ بیٹھے رہو جو (واقعی) پیچھے رہ جانے کے لائق ہی ہیں (بوجہ عذر کے جیسے بوڑھے اور بچے اور عورتیں) ف: قَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ مسلمان کو بھی بہکاتے ہوں گو ان کے کہنے کا اثر نہ ہوا ہو دوسرے یہ کہ اپنے ہم مشربوں سے کہتے ہوں گو کہنے کی حاجت نہ ہو لیکن مقصود اس سے اظہار توافق اور فرح و سرور اپنی رائے پر ہوتا ہے اور فَلْيَضْحَكُوْا گو صیغہ امر کا ہے مگر مراد اس سے خبر ہے اور مقصود مرتب کرنا مجموعہ کا ہے پس یہ شبہ نہ رہا کہ بکاء کا تو جزائے اعمال ہونا صحیح ہے مگر ضحک کے جزاء ہونے کے کیا معنی۔

ربط: اوپر ان کے ساتھ ان کی حالت حیات میں برتاؤ کا ذکر تھا آگے ان کے مرنے کے بعد ان کے ساتھ برتاؤ کا بیان ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ روح میں ہے یہ منافقین کی حالت کے مشابہ ان اہل بطلان کا حال ہے جو سالکین کو سلوک سے اس طرح روکتے ہیں کہ شدائد سلوک کو اور لذائذ دنیویہ کے فوت ہونے کو بیان کرتے ہیں قولہ تعالیٰ: فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۔ بعض نے اس کو امر کا صیغہ سمجھا پھر اس بنا پر شیوخ سے شکایت کی جاتی ہے کہ ہم کو رونا نہیں آتا حالانکہ اس آیت میں مراد خبر بصورت انشاء ہے یعنی قیامت میں ان کو ہنسنا نصیب نہ ہو گا رونا ہی پڑے گا قرینہ اس کا جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ہے اور بکاء اگر محبت یا خشیت سے ہو محمود ضرور ہے لیکن محمود ہونا مامور بہ ہونے کو مستلزم نہیں اس لئے کہ امر خاص ہے اختیاری کے ساتھ اور بکاء غیر اختیاری ہے ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قوله** فی استغفر برابر وهذا كقوله تعالى سواء عليهم ء انذرتهم ام لم تنذرهم لا يؤمنون ۱۲۔ ۲؎ **قوله** في المخلفون یہ اشارة الى ان اللام للعهد فخرج من تخلف لا بالنفاق ۱۲۔ ۳؎ **قوله** في يضحكوا کھیل اشارة الى ان المراد بالضحك هو الفرح ۱۲۔ ۴؎ **قوله** في كثيرا دنوں الى انه ظرف بمعنى زمانا كثيرا ۱۲۔ ۵؎ **قوله** في جزاء بدلہ اشارة الى كونه مفعولا له لمجموع يضحكوا ويبكوا ۱۲۔ ۶؎ **قوله** في للخروج آپ کے ساتھ والقرينة عليه قوله معي بعده ۱۲۔ ۷؎ **قوله** في قوله لن تقاتلوا مقصود اشار الى فائدة زيادة لن تقاتلوا قوله هناك نہ لڑو گے لم احمله على النهي كغيري ترجيحا للحقيقة على المجاز اذا صحت وقد صحت كما قررت وهذا من المواهب ۱۲۔

فائدہ: وقد ذكر استاذی و مولائی محمد یعقوب علیه رحمة الله علام الغيوب في وجه حكمة صلاته صلى الله عليه وسلم عليه حكمة اخرىٰ ولا غرو في تضمن فعله صلى الله عليه وسلم حكما كثيرة وهى انه صلى الله عليه وسلم بهذا الفعل كشف القناع عن وجه شرع عظيم وهو انه لا ينفع شيء من التوسلات والتبركات بدون الايمان الا ترون انى امام والصحابة مقتدون فصلوا جميعا

على جنازته واستغفروا له وكفن في قميصي ودخل جوفه ريقي و مع ذلك كله هو في الدرك الاسفل من النار فلا يغتر احد بكونه ذا نسبته من مبارك او مقبول كما هو من هو سات الجهلاء الذين يسلكون انفسهم في محبي الاولياء ومعتقديهم و اني لهم ذلك انتهى بمعناه ۱۲۔

اللغات: المقعد القعود الخلاف بمعنى خلف ظرف عامله مقعد رجع متعد ههنا وقد يجئ لازما كما في رجعتم اليهم ۱۲۔

البلاغۃ: قوله المخلفون لم يقل المتخلفون اشارة الى كونهم بالغين في التخلف كانهم مسخرون في ايدى الشيطان بحيث اقعدهم فقعدوا كالمجبور فافهم ۱۲۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِى الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾ وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿۸۶﴾ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿۸۷﴾ لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۸۸﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۸۹﴾ ع ۱۱

ان میں سے کوئی مر جائے تو تو اس کے جنازے کی ہرگز نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑا ہونا۔ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے منکر ہو گئے اور مرتے دم تک بدکار بے اطاعت رہے اور ان کے مال اولاد سے کچھ بھی تعجب نہ کر اللہ تعالیٰ چاہتا یہی ہے کہ انہیں ان چیزوں سے دنیوی سزا دے اور یہ اپنی جانیں نکلنے تک کافر ہی رہیں جب کوئی سورت اتاری جاتی ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول ﷺ سے مل کر جہاد کرو تو ان میں سے دولتمندوں کا ایک طبقہ تیرے پاس آ کر یہ کہہ کر رخصت لے لیتا ہے کہ ہمیں تو بیٹھے رہنے والوں میں ہی چھوڑ دیجئے۔ یہ تو پردہ نشین عورتوں کا ساتھ دینے پر راضی ہو گئے اور ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی اب وہ کچھ سمجھ عقل نہیں رکھتے لیکن خود رسول اور اس کے ساتھ کے ایمان دار اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے رہتے ہیں اور یہی لوگ خوبیوں والے ہیں اور یہی لوگ کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔ انہی کے لئے اللہ تعالیٰ نے وہ جنتیں تیار کی ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں جن میں یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

تفسیر: **معاملہ با منافقین بعد موت ایشاں** ☆ وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ (الى قوله تعالى) وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۴﴾ اور ان میں کوئی مر جاوے تو اس (کے جنازہ) پر کبھی نماز نہ پڑھئے اور نہ (دفن وغیرہ کے واسطے) اس کی قبر پر کھڑے ہو جایئے (کیونکہ) انہوں نے (یعنی جو کہ مر گئے ہیں) اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے اور وہ حالت کفر ہی میں مرے ہیں (اور جو کافر ہو کر مرے اس کے لئے دعاء و استغفار یا اس کے کفن دفن میں شرکت جائز نہیں) **ف**: اس کے شان نزول کے متعلق کچھ اشکال ہے اس کو مع جواب نقل کرتا ہوں شان نزول اس کا حدیث شیخین میں ابن عمرؓ سے اس طرح منقول ہے کہ جب عبداللہ بن ابی منافق مر گیا تو اس کے بیٹے نے کہ وہ صحابی تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ اپنا قمیص دیجئے کہ اس میں اس کو کفنایا جاوے۔ آپ نے دے دیا پھر درخواست کی کہ اس کے جنازے کی نماز بھی پڑھ دیجئے آپ پڑھنے کھڑے ہوئے تو حضرت عمرؓ نے آپ کا کپڑا پکڑ لیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ اس کی نماز پڑھتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو منافقین پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے (یعنی اس آیت میں اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ الخ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اختیار دیا ہے (منع نہیں کیا) چنانچہ یوں فرمایا ہے اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ میں سبعین یعنی ستر بار سے زیادہ استغفار کر دوں گا غرض آپ نے نماز پڑھی اس پر یہ آیت وَلَا تُصَلِّ الخ نازل ہوئی پھر کبھی آپ نے منافقین کے جنازے پر نماز نہیں پڑھی اھ اس میں اشکال ہے کہ آیت اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ الخ آیا مفید نہی عن الاستغفار کو ہے یا نہیں اگر مفید ہے تو آپ نے نماز کیوں پڑھی کہ مقصود اس سے استغفار ہے اور پھر تخییر کیسے سمجھی اور اگر مفید نہیں تو حضرت عمرؓ نے کہ صاحب زبان تھے کیسا سمجھا جواب یہ ہے کہ اصل یہ صیغہ تسویہ کے لئے ہے نہ اس سے نہی مفہوم ہوتی ہے نہ امر تخییری یا غیر تخییری بلکہ امر و نہی کے لئے دلیل خارجی کی ضرورت ہوتی ہے جیسے اس آیت میں سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ الخ دوسری آیت: بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ الخ سے امر انذار کا ثابت ہوا اب اس دلیل خارجی کی نسبت رائے کا اختلاف ہوا حضرت عمرؓ نے تو یہ سمجھا کہ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ سے اس

فعل کا عبث ہونا معلوم ہوتا ہے اور عبث کا صدور ایسے حکیم کی شان کے اعتبار سے ممنوع ہے اس لئے نھاک ربك کہا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں چونکہ اس میں کچھ حکمتیں تھیں چنانچہ درمنثور میں قتادہؒ سے بروایت ابوالشیخ آپ کا ارشاد مروی ہے وما یغنی عنه قمیصی واللہ انی لارجو ان یسلم به اکثر من الف من بنی الخزرج اھ یعنی میرے کرتہ سے اس کو نجات نہیں ہو سکتی لیکن مجھ کو امید ہے کہ اس بات کو دیکھ کر اپنے بدخواہوں کے ساتھ ایسی شفقت اور لطف فرمایا جاتا ہے ایک ہزار سے زیادہ مسلمان ہو جاویں گے اس حکمت کے اعتبار سے آپ نے اس کو عبث سے خارج سمجھ کر امر تخییری کے مقتضاء پر عمل فرمایا پس نہ حضرت عمرؓ پر اشکال رہا نہ آپ پر اور آپ کا یہ ارشاد کہ میں ستر سے زیادہ استغفار کرلوں گا اس پر مبنی نہیں کہ آپ نے سبعین سے تحدید مراد سمجھی کیونکہ یقینی بات ہے کہ اس سے مراد تکثیر ہے بلکہ اصل میں یہ قضیہ شرطیہ بصورت خبریہ ہے چنانچہ درمنثور میں بخاری کی روایت سے آپ کا یہ قول مروی ہے فلو اعلم انی ان زدت علی السبعین غفر له لزدت علیها یعنی اگر میں جانتا کہ ستر سے زائد استغفار کرنے سے مغفرت ہو جاوے گی تو میں زیادہ کر لیتا مطلب یہ کہ اگر تحدید مراد ہوتی تو زیادہ استغفار کر لیتا مگر چونکہ مراد تکثیر ہے اس لئے اب زیادہ استغفار نہ کروں گا البتہ مطلق استغفار چونکہ حکمت مذکورہ کو متضمن ہے اس لئے بضمن صلوٰۃ جنازہ اس کو اختیار کیا گیا لیکن ممانعت کی وجہ یہ ہوئی کہ گو اس میں وہ مصالح ضرور تھے لیکن آئندہ مفاسد مرتب ہوتے مثلاً مخالفین کو زجر نہ ہوتا اور موافقین کا دل نہ بڑھتا کہ یہاں تو سب مساوی ہیں وغیرہ ذٰلك۔

مسئلہ: کافر کے جنازے پر نماز اور اس کے لئے استغفار جائز نہیں۔

مسئلہ: قیام علی القبر سے مراد وہ ہے جو بطور اکرام کے ہو خواہ بغرض زیارت ہو یا بغرض دفن اور اگر عبرت اور تذکر موت کے لئے ہو یا ضرورت کے لئے ہو جیسے ہدایہ میں ہے کہ جس کا کوئی کافر رشتہ دار مر جاوے اور اس کا انتظام اس کے متعلق آ پڑے تو اس کو بدوں رعایت طریقہ مسنون کے غسل و کفن دے کر دفن کر دے تو اس طرح قیام علی القبر درست ہے لیکن اگر زیارت بغرض عبرت میں کوئی مفسدہ دینیہ ہو تو جائز نہیں فقط۔

ربط: اوپر کی آیت سے ان کا مبغوض عند اللہ ہونا معلوم ہوا آگے بتلاتے ہیں کہ ان کے پاس جو مال و اولاد ہے یہ دلیل ان کے محبوب ہونے کی نہیں بلکہ بوجہ آلہ تعذیب ہونے کے وہ بھی ثمرہ مبغوضیت کا ہے۔

آلہ تعذیب بودن اموال و اولاد مر کفار را ☆ وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَ اَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ اَنْ یُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِی الدُّنْیَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ۝ اور ان کے اموال اور اولاد آپ کو (اس) تعجب میں نہ ڈالیں (کہ ایسے مبغوضین پر یہ نعمتیں کیسے ہوئیں سو یہ واقع میں ان کے لئے نعمتیں نہیں بلکہ آلات عذاب ہیں کیونکہ) اللہ کو صرف یہ منظور ہے کہ ان (مذکورہ) چیزوں کی وجہ سے دنیا (بھی) ان کو گرفتار عذاب رکھے اور ان کا دم حالت کفر ہی میں نکل جاوے (جس سے آخرت میں بھی مبتلائے عذاب رہیں) **ف:** ایسی آیت یہاں سے چار رکوع پہلے بھی نفقات کے غیر مقبول ہونے کے ذکر میں آ چکی ہے پس وہاں حیوٰۃ[1] کی ایک حالت کے ساتھ کہ عدم قبول نفقات ہے اس مضمون کا تعلق تھا اور یہاں موت کی ایک حالت کے ساتھ کہ عدم نجات ہے تعلق ہے پس تکرار نہ رہا یا بوجہ مہتم بالشان ہونے کے اس کی تاکید مقصود ہو پس یہ بھی ایک فائدہ جدیدہ ہے۔

ربط: اوپر غزوۂ تبوک کے متعلق منافقین کے تخلف و استیذان باعذار باطلہ کا بیان تھا آگے ان کی اس عادت کا مستمر ہونا کہ ہر غزوہ میں ان کی یہ حالت ہے اور ان کے مقابلہ میں اہل ایمان کی جانبازی اور اس کی فضیلت بیان فرماتے ہیں۔

استمرار عادت منافقین در تخلف و مدح مؤمنین ☆ وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ (الی قولہ تعالی) ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ۝ اور جب کبھی کوئی ٹکڑا قرآن کا اس مضمون میں نازل کیا جاتا ہے کہ تم (خلوص دل سے) اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ہمراہ ہو کر جہاد کرو تو ان میں کے مقدور والے آپ سے رخصت مانگتے ہیں اور (رخصت کا یہ مضمون ہوتا ہے کہ) کہتے ہیں کہ ہم کو اجازت دیجئے کہ ہم بھی یہاں ٹھہرنے والوں کے ساتھ رہ جاویں (البتہ ایمان و اخلاص کے دعوے میں کچھ کرنا نہیں پڑتا اس کو کہہ دیا کہ ہم تو مخلص ہیں) وہ لوگ (غایت بے حمیتی سے) خانہ نشین عورتوں کے ساتھ رہنے پر راضی ہو گئے اور ان کے دلوں پر مہر لگ گئی جس سے وہ (حمیت بے حمیتی کو) سمجھتے ہی نہیں ہاں لیکن رسول اللہ (ﷺ) اور آپ کی ہمراہی میں جو مسلمان ہیں انہوں نے (البتہ اس حکم کو مانا اور) اپنے مالوں سے جہاد کیا اور ان ہی کے لئے ساری خوبیاں ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہیں (اور وہ خوبی اور کامیابی یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں (اور) وہ ان میں ہمیشہ کو رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔ **ف:** اُولُو الطَّوْلِ کے ذکر سے تخصیص مقصود نہیں بلکہ غیر اولی الطول کا حال بدرجۂ اولیٰ معلوم ہو گیا کہ جب اہل مقدور کا یہ حال ہے تو بے مقدوروں کا تو ضرور یہی ہوگا اور باوجودیکہ ذکر رسول کی کوئی حاجت نہیں لیکن اس سے مقصود مؤمنین کی مدح ہے کہ جہاد میں ان کا خلوص بھی کامل ہے جیسا آپ کا اکمل ہے۔ **ربط:** اوپر مدینہ کے منافقین کا ذکر تھا آگے دیہات کے منافقین کا ذکر ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ وَلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ قیام علی القبر بغرض زیارت و دعا کو صلوٰۃ علی المیت کے ساتھ مقرون کرنا دلیل ظاہر ہے اس پر کہ نماز جنازہ کی طرح یہ قیام مذکور بھی میت کے لئے نافع ہے اور اسی لئے ایسے شخص کی قبر پر جو کہ اس نفع کا اہل نہیں قیام کرنے کو منع فرمایا گیا اور یہ نفع قبر پر حاضر ہو کر دعا وغیرہ کرنے کا اس نفع سے زائد ہے جو غیبت میں دعا کرنے سے ہوتا ہے واللہ اعلم۔

الحواشی: (۱) قولہ وہاں حیات کی الخ اور قولہ یہاں موت کی الخ قرینہ اس تخصیص کا دونوں آیتوں کا سیاق بالباء الموحدہ ہے کہ مقام اول پر عدم قبول نفقات مذکور ہے اور دوسرے مقام پر غیر مغفور ہونا ۱۲ منہ۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قوله فی اذا جب کبھی اذا تفید العموم بقرینة المقام کما فی الروح ۱۲۔ ۲؎ قوله فی سورة ٹکڑا اشارة الی الحمل علی المعنی اللغوی لان اکثر ما نزل فی الجهاد هو الآیات لا اسور وهو مجاز شرعی ویمکن ان یحمل علی الحقیقة الشرعیة ویراد بالسورة بعضها کما ان القرآن یطلق علی الکل والجزء ۱۲۔ ۳؎ قوله فی آمنوا خلوص لیصح امر المنافقین به ۱۲۔ ۴؎ قوله فی الطول مقدور کما فی الروح قدرة مالیة ویعلم من ذلك البدنية بالقياس وخصوا بالذکر لانهم الملومون کما بین فی ف ۱۲۔ ۵؎ قوله فی وقالوا یہ مضمون اشارة الی ان العطف تفسیری ولذا لم یقید الاستیذان بالقعود لاغناء قوله مع القاعدین عنه ۱۲۔

اللغات: فی الخازن قیل الخوالف النساء اللاتی یتخلفن فی البیوت فلا یخرجن منها وقیل خوالف جمع خالفة وهم ادنیاء الناس وسفلتهم یقال فلان خالفة قومه اذا کان دونهم وفی الروح الخیرات جمع خیرة بسکون الیاء مخفف خیرة المشدد تانیث خیر وهو الفاضل من کل شیء المستحسن منه ۱۲۔

البلاغۃ: کرر اسم الاشارة ای اولئك تنویها بشانهم ۱۲۔ فائده قوله ولا تعجبك الخ واختلاف الأیتین فی العنوان للتفنن عندی وهذا اسلم واسهل ۱۲۔

وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۰﴾ لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۱﴾ وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَاۤ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَاۤ اَجِدُ مَاۤ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۪ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ﴿۹۲﴾ ؕ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ ۙ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۳﴾

بادیہ نشینوں میں سے عذر والے حاضر ہوئے کہ انہیں رخصت دے دی جائے اور وہ بیٹھ رہے۔ جنہوں نے خدا سے اور اس کے رسول سے جھوٹی باتیں بنائی تھیں۔ اب تو ان میں جتنے کفار ہیں انہیں دکھ دینے والی مار پہنچ کر رہے گی ناتواں ضعیفوں پر اور بیماروں پر اور ان پر جن کے پاس خرچ کرنے کو کچھ بھی نہیں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ وہ خدا اور اس کے رسول کی خیر خواہی کرتے رہیں۔ ایسے نیک کاروں پر الزام کی کوئی راہ نہیں اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت و رحمت والا ہے۔ ہاں ان پر بھی کوئی حرج نہیں جو تیرے پاس آتے ہیں کہ تو انہیں سواری مہیا کر دے تو تو جواب دیتا ہے کہ میں تمہاری سواری کے لئے کچھ نہیں پاتا۔ تو وہ رنج و غم سے اپنی آنکھوں سے آنسو بہاتے ہوئے لوٹ جاتے ہیں کہ انہیں حرج کرنے کے لئے کچھ بھی میسر نہیں۔ بے شک ان لوگوں پر تو راہ الزام ہے اور انہی پر ہے جو باوجود دولت مند ہونے کے تجھ سے اجازت طلب کرتے ہیں جو خانہ نشین عورتوں کا ساتھ دینے پر خوش ہیں جن کے دلوں پر مہر خداوندی لگ چکی ہے جس سے وہ محض بے علم ہیں۔

تفسیر: حال اعراب منافقین ☆ وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ (الی قولہ تعالیٰ) سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۰﴾ اور کچھ بہانہ باز لوگ دیہاتیوں میں سے آئے تاکہ ان کو (گھر رہنے کی) اجازت مل جاوے اور (ان دیہاتیوں میں سے) جنہوں نے خدا سے اور اس کے رسول سے (دعویٰ ایمان میں) بالکل ہی جھوٹ بولا تھا وہ بالکل ہی بیٹھ رہے (جھوٹے عذر کرنے بھی نہ آئے) ان میں جو (آخر تک) کافر رہیں گے ان کو (آخرت میں) دردناک عذاب ہوگا (اور جو توبہ کر لیں وہ عذاب سے بچ جاویں گے)۔ ف: یوں تو دعوئے ایمان میں سب ہی منافقین جھوٹے تھے مگر جو عذر کرنے آئے تھے انہوں نے

اپنے دعوے کو ظاہر داری میں تو نباہا اور بعضے ایسے متکبر اور بیباک تھے جنہوں نے ظاہر داری بھی نہ برتی وہ جیسے دل میں جھوٹے تھے ظاہر میں بھی ان کا جھوٹ کھل گیا بالکل جھوٹ بولنے کا مطلب یہ ہے اس طور پر ان دیہاتی منافقین کی دو قسمیں ہو گئیں خوب سمجھ لو۔ ربط : اوپر جھوٹے عذر والوں کا اور ان کے عذروں کے غیر مقبول ہونے کا بیان تھا آگے سچے عذر والوں اور ان کے عذروں کے مقبول ہونے کا بیان ہے اور اِنَّمَا السَّبِیْلُ الخ میں تاکید مقبولیت عذر کے لئے مواخذہ کا انحصار اہل اعذار باطلہ میں فرما دیا گیا۔

قبول اعذار صحیحہ و تاکید آں ☆ لَیْسَ عَلَی الضُّعَفَآءِ (الی قولہ تعالی) وَطَبَعَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ فَہُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۝ کم طاقت لوگوں پر کوئی گناہ نہیں اور نہ بیماروں پر اور نہ ان لوگوں پر جن کو (سامانِ جہاد کی تیاری میں) خرچ کرنے کو میسر نہیں جب کہ یہ لوگ اللہ اور رسول کے ساتھ (اور احکام میں) خلوص رکھیں (اور دل سے اطاعت کرتے رہیں تو) ان نیکو کاروں پر کسی قسم کا الزام (عائد) نہیں (کیونکہ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا) اور اللہ بڑی مغفرت والے بڑی رحمت والے ہیں (کہ اگر یہ لوگ اپنے علم میں معذور ہوں اور اپنی طرف سے خلوص و اطاعت میں کوشش کریں اور واقع میں کچھ کمی رہ جاوے تو معاف کر دیں گے) اور نہ ان لوگوں پر (کوئی گناہ اور الزام ہے) کہ جس وقت وہ آپ کے پاس اس واسطے آتے ہیں کہ آپ ان کو کوئی سواری دے دیں اور آپ (اُن سے) کہہ دیتے ہیں کہ میرے پاس تو کوئی چیز نہیں جس پر میں تم کو سوار کر دوں تو وہ (ناکام) اس حالت سے واپس چلے جاتے ہیں کہ ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوتے ہیں اس غم میں کہ (افسوس) ان کو (سامانِ جہاد کی تیاری میں) خرچ کرنے کو کچھ میسر نہیں (نہ خود ہے نہ دوسری جگہ سے ملا غرض ان معذورین مذکورین پر کوئی مواخذہ نہیں) بس الزام (اور مواخذہ) تو صرف ان لوگوں پر ہے جو باوجود اہل سامان (وقوت) ہونے کے (گھر رہنے کی) اجازت چاہتے ہیں وہ لوگ (غایت بے حمیتی سے) خانہ نشین عورتوں کے ساتھ رہنے پر راضی ہو گئے اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر کر دی جس سے وہ (گناہ و ثواب کو) جانتے ہی نہیں۔

ف : درمنثور میں چند روایتیں لکھی ہیں جن میں ان سواری مانگنے والوں کا نام مذکور ہے اور رَضُوْا الخ پہلے بھی آیا ہے وہاں مطلق غزوات کے بیان میں یہ مضمون تھا اور یہاں خاص غزوۂ تبوک کے بیان میں پس تکرار نہ رہا یا تکرار سے تاکید کا فائدہ ہے۔ ربط : اوپر ان منافقین کا ذکر تھا جنہوں نے روانگی کے وقت عذر تراشے تھے آگے ان کا ذکر ہے جنہوں نے واپسی کے وقت بہانے تصنیف کئے کہ ہم برابر عازم رہے مگر فلاں فلاں عوارض مانع ہو گئے یہ اگلی آیتیں واپسی کے قبل نازل ہوئیں جن میں اغراض فانیہ یعنی اعراض و[1] رضا کی تحصیل کے لئے ان کی بہانہ بازی کے متعلق یعتذرون میں پیشین گوئی ہے اور قل لا تعتذروا اور فاعرضوا میں اس عذر کے وقت ان کے ساتھ قولاً و عملاً برتاؤ کی تعلیم ہے اور ساتھ ساتھ عذاب کی وعیدیں ان کو سنائی گئی ہیں۔

ترجمہ مسائل السلوک : قولہ تعالیٰ لَیْسَ عَلَی الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَی الْمَرْضٰی وَلَا عَلَی الَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ مَا یُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ اس میں دلیل ہے اس پر کہ جو شخص کسی عذر کے سبب کسی عمل سے قاصر ہو مگر نیت اس کی یہ ہو کہ اگر مجھ کو قدرت ہوتی تو یہ عمل ضرور کرتا تو وہ برکات سے محروم نہیں رہتا ۱۲۔

الحواشی : (۱) لتعرضوا عنهم او لتعرضوا عنهم میں مذکور ہے ۱۲ منہ۔

ملحقات الترجمۃ : ۱ قوله فی ف دو قسمیں فهمت ذلك مما فی الخازن ویروی عن ابی عمرو بن العلاء انه قال قوما تكلفوا عذرا بباطل فهم الذين عنا هم الله تعالىٰ بقوله وجاء المعذرون وتخلف آخرون لا لعذر ولا لشبهة عذر جراة على الله تعالىٰ فهم المراد بقوله و قعد الذين كذبوا وفيه وانما قال منهم لانه سبحانه و تعالىٰ اعلم ان منهم من سيؤمن فاستثناهم الله تعالىٰ ۱۲۔ ۲ قوله فی المحسنين ان اشارة الى ان فيه وضع المظهر موضع المضمر والفائدة فی نفی السبيل بعد نفی الحرج المبالغة لان المعنى لا سبيل لعاتب عليهم ای لا يمر بهم فضلا عن الاثم ۱۲۔ ۳ قوله فی ولا على الذين اذا ما اتوك گناہ اور الزام اشارة الى صحة عطفه على الضعفاء او على المحسنين فافهم ۱۲۔ ۴ قوله فی قلت اور آپ اشارة الى كونه حالا والجزاء تولوا ۱۲۔ ۵ قوله فی الا يجدوا نہ دوسری جگہ سے اشار الى ان قوله ولا على الذين اذا ما اتوك الخ من عطف الخاص على العام لانهم داخلون فی ما سبق من قوله الذين لا يجدون وفائدته العطف الايذان بانهم متميزون منهم بانهم بالغوا فی الكد حتى انهم سألوا فلم يجدوا ۱۲۔ ۶ قوله فی اغنياء وقوت لم يصرح به فی القرآن لوضوح امره وبقرينة المقابلة الدالة على كونهم غير ضعفاء وغير مرضى فافهم ۱۲۔

اللغات : فی الخازن المعذرون المعتذرون وقيل ان الاصل فی هذا اللفظ عن النحاة المعتذرون اد غمت التاء فی الذال لقرب مخرجيهما ای بعد نقل حركة التاء الى العين و الاعتذار فی كلام العرب على قسمين يقال اعتذر اذا كذب فی عذره ومنه قوله تعالىٰ يعتذرون اليكم فرد الله تعالىٰ عليهم بقوله لا تعتذروا يقال اعتذر اذا اتى بعذر صحيح ومنه قول لبيد ومن يبك حولا كاملا فقد اعتذر ۱۲۔

يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ ؕ قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ ؕ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۴﴾ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ اِنَّهُمْ رِجْسٌ ۫ وَّمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۹۵﴾ يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۹۶﴾

یہ لوگ تمہارے (سب کے) سامنے عذر پیش کریں گے جب تم ان کے پاس جاؤ گے (سوائے محمد) آپ (سب کی طرف سے صاف) کہہ دیجئے کہ یہ عذر پیش مت کرو ہم کبھی تم کو سچا نہ سمجھیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو تمہاری (واقعی حالت کی) خبر دے چکے ہیں اور آئندہ بھی اللہ تعالیٰ اور اس کا رسولؐ تمہاری کارگزاری دیکھ لیں گے۔ پھر ایسے کے پاس لوٹائے جاؤ گے جو پوشیدہ اور ظاہر سب کا جاننے والا ہے۔ پھر وہ تم کو بتلا دے گا جو کچھ تم کرتے تھے۔ ہاں وہ اب تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھا ئیں گے (کہ ہم معذور تھے) جب تم ان کے پاس جاؤ گے تا کہ ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دو سو تم اِن کو اُن کی حالت پر چھوڑ دو وہ لوگ بالکل گندے ہیں اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے ان کاموں کے بدلے میں جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔ یہ اسلئے قسمیں کھائیں گے کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ سو اگر تم ان سے راضی بھی ہو جاؤ تو (ان کو کیا نفع) کیونکہ اللہ تعالیٰ تو ایسے شریر لوگوں سے راضی نہیں ہوتا۞

تفسیر: اخبار از عذر منافقین و معاملہ در نشأ تین ☆ **يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ** (الی قولہ تعالیٰ) **فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ** ﴿۹۶﴾ یہ لوگ تمہارے (سب[۱] کے) سامنے عذر پیش کریں گے جب تم ان کے پاس واپس جاؤ گے (سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ (سب کی طرف سے صاف) کہہ دیجئے کہ (بس رہنے دو) یہ عذر پیش مت کرو ہم کبھی تم کو سچا نہ سمجھیں گے۔ (کیونکہ) اللہ تعالیٰ ہم کو تمہاری (واقعی حالت کی) خبر دے چکے ہیں (کہ تم کو کوئی عذر صحیح نہ تھا) اور (خیر) آئندہ بھی اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول تمہاری کارگزاری دیکھ لیں گے (معلوم ہو جاوے گا کہ حسب زعم خود کتنے مطیع اور مخلص ہو) پھر ایسے کے پاس لوٹائے جاؤ گے جو پوشیدہ اور ظاہر سب کا جاننے والا ہے (جس سے تمہارا کوئی اعتقاد کوئی عمل مخفی نہیں) پھر وہ تم کو بتا دے گا جو جو کچھ تم کرتے تھے (اور اس کا بدلہ دے گا) ہاں وہ اب تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھاویں گے (ہم معذور تھے) جب تم ان کے پاس واپس جاؤ گے تا کہ تم ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دو (اور ملامت وغیرہ نہ کرو) سو تم (ان کا مطلب پورا کر دو اور) ان کو اُن کی حالت پر چھوڑ دو (اس غرض فانی کے حاصل ہونے سے ان کا کچھ بھلا نہ ہو گا کیونکہ) وہ لوگ بالکل گندے ہیں اور (اخیر میں) ان کا ٹھکانا دوزخ ہے ان کاموں کے بدلے میں جو کچھ وہ (نفاق وخلاف وغیرہ) کیا کرتے تھے (نیز اس کا بھی مقتضا ہے کہ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جاوے کیونکہ تعرض سے مقصود ہے اصلاح اور اس کی ان کے خبث سے امید نہیں اور نیز) یہ اس لئے قسمیں کھاویں گے کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ سو (اول تو تم دشمنانِ خدا سے راضی ہی کیوں ہونے لگے لیکن بالفرض) اگر تم ان سے راضی بھی ہو جاؤ تو (ان کو کیا نفع کیونکہ) اللہ تعالیٰ تو ایسے شریر لوگوں سے راضی نہیں ہوتا (اور بدوں رضائے خالق کے رضائے خلق محض بے سود ہے)۔ **ف**: عذر و حلف میں ان کی دو غرضیں فرمائیں اعراض اور رضا اور اس کے متعلق تین حکم فرمائے ایک لَا تَعْتَذِرُوْا دوسرا اَعْرِضُوْا تیسرا عدم رضا جو فَاِنْ تَرْضَوْا سے مفہوم ہوتا ہے سو ان اغراض کے جمع ہونے کی صورت تو یہ ہے کہ بعض کی غرض اعراض ہو گی بعض کی رضا یا سب کی غرض ظاہر میں اعراض اور باطن میں رضا یا اصلی غرض رضا ہو گی اور اخیر درجہ اعراض اور احکام ثلاثہ کے جمع ہونے کی صورت یہ ہے کہ قلب سے عدم رضا اور قول سے اولاً لَا تَعْتَذِرُوْا اور اس کے بعد اعراض اور حدیث میں جو آیا ہے قبل علانیتھم و وکل سرائرھم الی اللہ مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ بعد لَا تَعْتَذِرُوْا کے ایسا کیا جو کہ حاصل اعراض کا واللہ اعلم۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قولہ فی الیکم** سب کے اشارۃ الی ان الخطاب لہ علیہ السلام وللمؤمنین ۱۲۔ ۲؎ **قولہ فی قل** سب کی طرف سے اشارۃ الی انہ علیہ السلام خص بذلک لما ان الجواب وظیفتہ علیہ السلام ۱۲۔ ۳؎ **قولہ** قولہ فی سیحلفون ہم معذور اشارۃ الی حذف المحلوف علیہ لفہمہ من الکلام ۱۲۔ ۴؎ **قولہ** فی فاعرضوا مطلب کذا فی المدارک وھو مما شھد بہ ذوقی ۱۲۔ ۵؎ **قولہ** قبل انھم رجس اس غرض وقولہ بعدہ نیز اشارۃ الی ان قولہ انھم تعلیل للامرین احدھما الاعراض کما قرر فیما بعد وثانیھما ما یفھم من الاعراض من عدم نفع الاعراض لھم کما قرر فیما قبل ۱۲۔ ۶؎ **قولہ** فی فان ترضوا اول تو دل علیہ کلمۃ ان مع ما ھم علیہ من الایمان المقتضی للحب

والبغض فی اللہ وفیه اشارۃ الی حذف الجزاء ای فرضا کم لا ینتج لهم نفعا لان اللہ الخ ۱۲۔

البلاغۃ: قوله اذا نقلبتم فی الروح فائدۃ تقیید حلفهم الایذان بانه لیس لرفع ما خاطبهم النبی صلی اللہ علیه وسلم به من قوله تعالیٰ لا تعتذروا بل هو امر مبتدأ ۱۲۔

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۹۷﴾ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ ؕ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۹۸﴾ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَاۤ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِیْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۹﴾ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۰۰﴾

(ان منافقین میں جو) دیہاتی لوگ (ہیں وہ) کفر اور نفاق میں بہت ہی سخت ہیں اور ان کو ایسا ہونا ہی چاہئے کہ ان کو ان احکام کا علم نہ ہو جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر نازل فرمائے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں اور ان دیہاتیوں میں سے بعض ایسا ہے کہ جو کچھ خرچ کرتا ہے اس کو جرمانہ سمجھتا ہے اور تم مسلمانوں کے واسطے (زمانہ کی) گردشوں کا منتظر رہتا ہے براوقت انہی منافقین پر پڑنے والا ہے اور اللہ سنتے ہیں جانتے ہیں اور بعض اہل دیہات ایسے بھی ہیں جو اللہ پر اور قیامت کے دن (پورا پورا) ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اس کو عنداللہ قرب حاصل ہونے کا ذریعہ اور رسول کی دعا کا ذریعہ بناتے ہیں۔ یاد رکھو کہ ان کا یہ خرچ کرنا بے شک ان کیلئے موجب قربت ہے ضرور ان کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں داخل کرلیں گے اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑی رحمت والے ہیں اور مہاجرین اور انصار (ایمان لانے میں سب سے) سابق اور مقدم ہیں اور (بقیہ امت میں) جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کی پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس (اللہ) سے راضی ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے باغ مہیا کر رکھے ہیں۔ جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ جن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

تفسیر ربط: اوپر شروع رکوع میں دیہاتی منافقین کا ذکر تھا آگے بھی ان کی مذمت ہے اور ان کے ساتھ اہل دیہات میں جو مؤمنین مخلص تھے انکی مدح ہے۔

ذم منافقین و مدح مخلصین از اعراب ☆ اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا (الی قوله تعالیٰ) اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۹﴾ (ان منافقین میں جو) دیہاتی (ہیں وہ) لوگ (بوجہ سخت مزاجی کے) کفر اور نفاق میں بہت ہی سخت ہیں اور بوجہ بعد علماء وعقلاء کے) ان کو ایسا ہونا ہی چاہئے کہ ان کو ان احکام کا علم نہ ہو جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل فرمائے ہیں (کیونکہ جب جاننے والوں سے دور دور رہیں گے تو ان کا جاہل رہنا تو اس کا لازمی نتیجہ ہے اور اسی وجہ سے مزاج میں سختی اور مجموعہ سے کفر و نفاق میں شدت ہوگی) اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں (وہ ان سب امور پر مطلع ہیں اور حکمت سے مناسب سزا دیں گے) اور ان (مذکورہ منافقین) دیہاتیوں میں سے بعض بعض ایسا ہے کہ (کفر و نفاق و جہل کے علاوہ بخل و عداوت کے ساتھ بھی موصوف ہے حتیٰ کہ) جو کچھ (جہاد و زکوٰۃ وغیرہ کے مواقع میں مسلمانوں کی شرما شرمی) خرچ کرتا ہے اس کو (مثل) جرمانہ سمجھتا ہے (یہ تو بخل ہوا) اور (عداوت یہ ہے کہ) تم مسلمانوں کے واسطے (زمانہ کی) گردشوں کا منتظر رہتا ہے (کہ کہیں ان پر کوئی حادثہ پڑ جائے تو ان کا خاتمہ ہو سو) براوقت انہی (منافقین) پر پڑنے والا ہے (چنانچہ فتوحات کی وسعت ہوئی کفار ذلیل ہوئے ان کی ساری حسرتیں دل ہی میں رہ گئیں اور تمام عمر رنج اور خوف میں کٹی) اور اللہ تعالیٰ (ان کے کفر و نفاق کی باتیں) سنتے ہیں (اور ان کے دلی خیالات اتخاذ مغرم و تربص دوائر کو) جانتے ہیں (پس اس سب کی سزا دیں گے) اور بعضے اہل دیہات میں ایسے بھی ہیں جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر (پورا پورا) ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ (نیک کاموں میں) خرچ کرتے ہیں اس کو عنداللہ قرب حاصل ہونے کا ذریعہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دعا (لینے) کا ذریعہ بناتے ہیں (کیونکہ آپ کی عادت شریف تھی کہ ایسے مواقع پر خرچ کرنے والے کو دعا دیتے تھے جیسا احادیث میں ہے) یاد رکھو کہ ان کا یہ خرچ کرنا بیشک ان لوگوں کے لئے موجب قربت (عنداللہ) ہے (اور دعا کا ہونا تو یہ خود دیکھ ہی لیتے ہیں اس کی خبر دینے کی ضرورت نہ تھی اور وہ قرب یہ ہے کہ) ضرور ان کو اللہ تعالیٰ اپنی (خاص) رحمت میں داخل کرلیں گے (کیونکہ) اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑی رحمت والے ہیں (پس ان کی لغزشیں معاف کر کے

اپنی رحمت میں لے لیں گے)۔ ف: اشد اور اجدر ہونے کی جو علت اثنائے ترجمہ میں مذکور ہے اس سے اعراب مؤمنین نکل گئے کیونکہ وہ خود اہل علم کے پاس آتے جاتے ہیں اس سے علم حاصل ہوتا ہے اور علم سے خشوع اور کمال ایمان پس یہ شبہ نہ رہا کہ سخت مزاجی اور بُعد عن العلماء تو سب کے لئے عام ہے اور اتخاذ مغرم میں اگر یہ شبہ ہو کہ بدوں طیب خاطر کے کسی کا مال حلال نہیں ہوتا اور اتخاذِ مغرم منافی طیب خاطر کے ہے پھر ایسا مال کیوں لیا جاتا تھا جواب یہ ہے کہ اول تو یہ مسلم نہیں کہ ایسا مال لیا جاتا تھا چنانچہ روح المعانی میں آیت: اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ کی تفسیر میں عدم تقبل کی ایک تفسیر عدم اخذ کی نقل کی ہے دوسرے یہ کراہت اعتقادی تھی بوجہ عدم اعتقاد ثواب کے اور چونکہ بمصلحت عقلیہ تقیہ کے ہوتا تھا جس کے منافع طبعاً ان کو مطلوب مرغوب تھے اس لئے طیب خاطر کے ساتھ اجتماع ہو سکتا ہے اور ریاءِ معطی موجب حرمت للآخذ نہیں تیسرے ممکن ہے کہ اپنے طور پر خرچ کرتے ہوں اور آخذ کو کراہت کا علم نہ ہو۔

ربط: اوپر مؤمنین اعراب کا ذکر تھا آگے تمام مؤمنین کا بتقدیم افضل کے مفضول پر ذکر ہے۔

فضیلت مہاجرین وانصار واتباع شان ☆ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ (الی قولہ تعالی) ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ اور جو مہاجرین اور انصار (ایمان لانے میں سب امت سے) سابق اور مقدم ہیں اور (بقیہ امت میں) جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ (ایمان لانے میں) ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا (کہ ان کا ایمان مقبول فرمایا جس پر جزا ملے گی) اور وہ سب اس (اللہ) سے راضی ہوئے (کہ طاعت اختیار کی جس کی جزاء سے یہ رضا اور زائد ہوگی) اور اللہ نے ان کے لئے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (اور) یہ بڑی کامیابی ہے ف: السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ میں سب مہاجرین وانصار آ گئے اور الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ میں بقیہ مؤمنین جن میں اول درجہ تو ان کا ہے جو صحابہ ہیں گو مہاجر وانصار نہیں کیونکہ اخیر میں ہجرت فرض نہ رہی تھی مسلمان ہو کر اپنے اپنے گھر رہنے کی اجازت تھی اور دوسرا درجہ تابعین بالمعنی الاصطلاحی کا ہے پھر غیر صحابہ وغیر تابعین کا پھر خود اس اخیر درجہ میں بھی تفاوت ہے کہ تبع تابعین فضل میں اوروں سے مقدم ہیں جس طرح صحابہ میں مہاجرین وانصار دوسرے صحابہ سے افضل ہیں اور اولیت کا موجب فضل ہونا معاصرین سے تو اس لئے کہ معاصرین باوجود قدرت کے متاخر رہے اور غیر معاصرین سے اس لئے کہ وہ حضرت بانی اور ہادی ہو کر مصداق من سن سنة حسنة والدال علی الخیر کفاعله کے ہوئے گو یہ غیر معاصرین زمانہ متقدمہ میں بوجہ موجود نہ ہونے کے ایمان پر قادر نہ تھے اور جیسا جیسا تفاوت مراتب مذکورہ میں ہوگا ویسا ہی مراتب جزاء میں ہوگا مثل رضوان و جنت سابقین کے لئے اوروں سے اعلیٰ واسنی ہوگی وعلی هذا القیاس۔ اور سابقون میں قید احسان کی اس لئے نہیں ذکر فرمائی کہ ان کا مہاجر اور ناصر ہونا کافی دلیل ہے وجود احسان کی۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا اس میں اشارہ ہے کہ صحبت صالحین سے بعید ہونے سے طریق خیر کے ساتھ مناسبت میں کمی ہو جاتی ہے اسی لئے اہل طریق صحبت کا اہتمام بلیغ کرتے ہیں ۱۲۔ قولہ تعالیٰ: وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا روح میں ہے کہ جو شخص اپنے کو مالک سمجھے گا اس کو خرچ کرنا تاوان معلوم ہوگا اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو مالک سمجھے گا اور اپنے پاس اشیاء کو عاریت سمجھے گا اس کو خرچ کرنا غنیمت معلوم ہوگا ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله فی الاعراب ان الخ اشارة الی ان اللام للعهد فلا یعم الحکم کلهم وقیل للخیس باعتبار بعض الافراد کما فی قوله کان الانسان کفورا ۱۲۔ ۲ قوله فی اجدر ایسا ہونا ہی چاہئے هو حاصل معنی الخلیق ولم اترجم کغیری بلفظه قابل ولائق لانه یوهم فی لساننا ان ترتب عدم العلم علی حالتهم مما یستحسن وینبغی وهو خلاف المراد ۱۲۔ ۳ قوله فی الا یعلموا اسی وجہ سے مزاج میں الخ اشار به الی ان المعطوف معلول من البعد کالعلة للاشدیة ۱۲۔ ۴ قوله فی من الاعراب الاول ان الخ اشارة الی المذکورین لا المطلق وافردهم بالذکر لزیادتهم فی صفة البخل والعداوة الذین یوجد ان فی بعض دون بعض بعد اشتراك الکل فی الکفر والنفاق والجهل فهو من قبیل التخصیص بعد التعمیم وهذا من المواهب ۱۲۔ ۵ قوله فی من الاعراب الثانی اہل دیہات اشارة الی ان المراد هنا مطلق الاعراب ۱۲۔ ۶ قوله فی یؤمن پورا زاده لان اکثرهم کانوا یهود وکانوا یؤمنون بالتوحید والمعاد ۱۲۔ ۷ قوله فی ما ینفق الثانی نیک قیده به لان مطلق الانفاق لیس بموضوع للقربات والصلوات ۱۲۔ ۸ قوله فی قربات ذریعہ اشار الی ان المضاف مقدر ۱۲۔ ۹ قوله فی انها خرچ کرنا اشار الی ان التانیث باعتبار النفقة المدلول علیها بینفق ۱۲۔ ۱۰ قوله فی قربة ضرورت نہ تھی وهذا من المواهب وفی الروح الاقتصار علی بیان کونها قربة لهم لانها الغایة القصوی وصلوات الرسول علیه السلام من ذرائعها ۱۲۔ ۱۱ قوله فی من المهاجرین جو مہاجرین اشارة الی ان من بیانیة فدخل فیهم جمیع المهاجرین والانصار کما فی الروح فالمراد بالسابقین جمیع المهاجرین والانصار ومعنی کونهم سابقین انهم اولون بالنسبة الی سائر المسلمین وکثیر من الناس ذهب الی هذا ویؤیده ما فی الدر المنثور عن حمید بن زیاد انه قال الاتقرأ والسابقون الاولون الآیة او جب لجمیع اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم الجنة والرضوان الخ ۱۲۔ ۱۲ قوله فی

السابقون ایمان لانے الخ والقرینة علیه ما مر من قوله تعالی یومن بالله والیوم الآخر ۱۲۔ ۱۳ قوله فی الذین اوراتبعوهم اشارة الی عطف الموصول علی السابقون والی شموله جمیع الامة ویؤیده ما فی الدر عن ابن زید فی قوله والذین اتبعوهم قال من بقی اهل الاسلام حتی تقوم الساعة وعن عصمته قال سألت سفیان عن التابعین قال هم الذین ادرکوا اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم ولم یدرکوا النبی صلی الله علیه وسلم وسئالته عن الذین اتبعوهم باحسان قال من یجئ بعدهم قلت الی یوم القیامة قال ارجو ۱۲۔

اللغات: الاعراب صیغة جمع ولیست یجمع للعرب لئلا یلزم کون الجمع اخص من الواحد فان العرب هذا الجبل المعروف مطلقا والاعراب سکان البادیة منهم ولذا نسب الی الاعراب علی لفظه فقیل اعرابی اجدر یعدی بالباء فالتقدیر بان ۱۲۔

البلاغۃ: السابقون الاولون اقول لعله تاکید او یقال السابقون علی المعاصرین والاولون من غیر هم ۱۲۔

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۛ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۛ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ ۖ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ۚ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ إِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ۚ عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۰۲﴾ خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۖ إِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۳﴾ أَلَمْ يَعْلَمُوْا أَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَأْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَأَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۴﴾ وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۖ وَسَتُرَدُّوْنَ إِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِأَمْرِ اللّٰهِ إِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَإِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۰۶﴾

(وقف منزل مع)

اور جو کچھ تمہارے گرد و پیش والوں میں اور کچھ مدینہ والوں میں ایسے منافق ہیں کہ نفاق کی حد مال پر پہنچے ہوئے ہیں (کہ) آپ (بھی) ان کو نہیں جانتے (کہ یہ منافق ہیں پس) ان کو ہم ہی جانتے ہیں۔ ہم ان کو (اور منافقین کو آخرت سے پہلے) دہری سزا دیں گے۔ (ایک نفاق کی دوسری کمال نفاق کی) پھر (آخرت) میں وہ بڑے بھاری عذاب کی طرف بھیجے جائیں گے اور کچھ لوگ ہیں جو اپنی خطا کے مقرر ہو گئے۔ جنہوں نے ملے جلے عمل کئے تھے کچھ بھلے اور کچھ برے (سو) اللہ سے امید ہے کہ ان (کے حال) پر (رحمت کے ساتھ) توجہ فرمائیں گے (یعنی توبہ قبول کرلیں) بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑی رحمت والے ہیں۔ آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ (جس کو یہ لائے ہیں) لے لیجئے جس کے (لینے کے) ذریعہ سے آپ ان کو (گناہ کے آثار سے) پاک صاف کردیں گے اور ان کے لئے دعا کیجئے بلاشبہ آپ کی دعا ان کے لئے موجب اطمینان (قلب) ہے اور اللہ تعالیٰ (ان کے اعتراف کو) خوب سنتے ہیں (اور ان کی ندامت کو) خوب جانتے ہیں کیا ان کو خبر نہیں کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور وہی صدقات کو قبول فرماتا ہے اور (کیا ان کو) یہ خبر نہیں کہ اللہ ہی توبہ قبول کرنے (کی صفت) اور رحمت کرنے (کی صفت) میں کامل ہے اور آپ کہہ دیجئے کہ (جو چاہو) عمل کئے جاؤ (سو) ابھی دیکھے لیتا ہے تمہارے عمل کو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اور اہل ایمان اور ضرور تم کو ایسے کے پاس جانا ہے جو تمام چھپی اور کھلی چیزوں کا جاننے والا ہے۔ سو وہ تم کو تمہارا سب کیا ہوا بتلا دے گا اور کچھ اور لوگ ہیں جن کا معاملہ خدا کے حکم آنے تک ملتوی ہے کہ ان کو سزا دے گا یا ان کی توبہ قبول کرے گا اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے (اور) حکمت والا ہے۔

تفسیر ربط: اوپر آیات کثیرہ میں منافقین کے اقوال و افعال کا بیان چلا آتا ہے جس کے نفاق کا حال ان کے اقوال و افعال سے معلوم ہو گیا تھا آگے ان منافقین کا ذکر ہے جن کا منافق ہونا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم نہ تھا غرض اوپر معلوم النفاق لوگوں کا ذکر تھا آگے غیر معلوم النفاق لوگوں کا ذکر ہے۔

ذکر منافقین غیر معلوم النفاق ☆ وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْأَعْرَابِ (الی قولہ تعالی) ثُمَّ يُرَدُّوْنَ إِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ اور کچھ تمہارے گرد و پیش والوں میں اور کچھ مدینہ والوں میں ایسے منافق ہیں کہ (اس قدر) نفاق کی حد کمال پر پہنچے ہوئے ہیں (کہ) آپ (بھی) ان کو نہیں جانتے (کہ یہ منافق ہیں بس) ان کو ہم ہی جانتے ہیں ہم ان کو (دوسرے منافقین کی نسبت آخرت سے پہلے بھی) دوہری سزا دیں گے (ایک نفاق کی دوسرے کمال نفاق کی اور) پھر (آخرت میں بھی) وہ بڑے بھاری عذاب (یعنی نار مع الخلود) کی طرف بھیجے جاویں گے۔ ف: آخرت سے پہلے دنیا میں اور قبر کہ مابین الدنیا والآخرۃ ہے

دونوں داخل ہوگئیں دنیا میں اور منافقین سے دونا عذاب اس طرح ہوسکتا ہے کہ منافقین کو زیادہ پریشانی اس سے رہتی تھی کہ ہمارا نفاق نہ کھل جاوے سو ظاہر ہے کہ جن کا پتہ لگ چکا ان کی نسبت اخفا کی فکران کو زیادہ ہوگی جن کا اب تک پتہ نہیں لگا اور قبر میں تضعیف عذاب اور آخرت میں اوروں سے عظیم ہونے میں کوئی اشکال ہی نہیں اور ان کو اور منافقین سے بڑھا ہوا اس لئے فرمایا کہ مدار نفاق کے نفاق ہونے کا اخفاء ہے اور یہ اس میں ایسے بڑھے ہوئے ہیں کہ باوجودیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکاوت وفطانت میں تمام جہان سے اکمل ہیں مگرانہوں نے آپ کو بھی پتہ نہ چلنے دیا اور لَا تَعۡلَمُهُمۡ کے ترجمہ میں لفظ بھی اسی مضمون کی طرف اشارہ ہے۔ ربط: تمہید رکوع یٰٓاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَا لَكُمۡ اِذَا قِیۡلَ لَكُمُ واقع میں نصف پارہ واعلموا میں غزوۂ تبوک کے متعلق لوگوں کا کئی جماعتوں کی طرف تقسیم ہونا بیان کیا تھا جن میں اوپر اکثر آیات میں جماعت پنجم یعنی منافقین کا زیادہ ذکر ہوا ہے آگے جماعت چہارم یعنی ان مؤمنین کا ذکر ہے جو کاہلی سے پیچھے رہ گئے مگر بہانے نہیں تراشے پھران میں دو قسمیں ہوگئی تھیں قسم اول جنہوں نے جس وقت سنا کہ آپ تشریف لے آئے تو اپنے کو مسجد کے ستونوں سے باندھ دیا کہ اگر آپ کھولیں گے تو خیر ورنہ یوں ہی ختم ہوجاویں گے اور قسم دوم جنہوں نے نہ عذر تراشا اور نہ اپنے کو باندھا بلکہ حاضر ہوکر سچ سچ بات عرض کردی آیت اٰخَرُوۡنَ اعۡتَرَفُوۡا الخ میں پہلوں کا بیان ہے اس کے نزول پر آپ نے ان کو کھول دیا تو وہ آپ کی خدمت میں کچھ مال لائے کہ ہماری طرف سے نیک راہ میں صرف فرما دیجئے اس پر آیت خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِهِمۡ الخ نازل ہوئی چنانچہ آپ نے قبول فرمالیا اور واٰخرون مرجون میں دوسروں کا بیان ہے اوران کی توبہ قبول ہونے کا رکوع آئندہ کے ختم آیت لَقَدۡ تَّابَ الخ میں بیان ہے کذا فی الدر عن ابن عباسؓ۔

ذکر مؤمنین متخلفین ☆ وَاٰخَرُوۡنَ اعۡتَرَفُوۡا بِذُنُوۡبِهِمۡ (الی قولہ تعالیٰ) وَاللّٰهُ عَلِیۡمٌ حَكِیۡمٌ۝ اور کچھ اور لوگ ہیں جو اپنی خطا کے مقر ہوگئے جنہوں نے ملے جلے عمل کئے تھے کچھ بھلے (جیسے اعتراف جس کا منشا ندامت ہے اور یہی توبہ ہے اور جیسے اور غزوات جو پہلے ہو چکے ہیں غرض یہ کام تو اچھے کئے) اور کچھ برے (کئے جیسے تخلف بلا عذر سو) اللہ سے امید (یعنی ان کا وعدہ) ہے کہ ان (کے حال) پر (رحمت کے ساتھ) توجہ فرماویں (یعنی توبہ قبول کرلیں) بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑی رحمت والے ہیں (جب اس آیت سے توبہ قبول ہوچکی اور وہ حضرات ستونوں سے کھل چکے تو اپنا مال آپ کی خدمت میں لے کر آئے اور درخواست کی کہ اس کو اللہ کی راہ میں صرف کیا جاوے تو ارشاد ہوا کہ) آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ (جس کو یہ لائے ہیں) لے لیجئے جس کے (لینے کے) ذریعہ سے آپ ان کو (گناہ کے آثار سے) پاک صاف کردیں گے اور (جب آپ لیں تو) ان کے لئے دعا کیجئے بلاشبہ آپ کی دعا ان کے لئے موجب اطمینان (قلب) ہے اور اللہ تعالیٰ (ان کے اعتراف کو) خوب سنتے ہیں (اور ان کی ندامت کو) خوب جانتے ہیں (اس لئے ان کے اخلاص کو دیکھ کر آپ کو یہ احکام دیئے آگے ان اعمال صالحہ مذکورہ یعنی توبہ وندامت وانفاق فی الخیر کی ترغیب اور اعمال سیئہ مثل تخلف وغیرہ سے آئندہ کے لئے ترہیب ہے پس اول ترغیب ہے یعنی) کیا ان کو یہ خبر نہیں کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور وہی صدقات کو قبول فرماتا ہے اور (کیا ان کو) یہ خبر نہیں) کہ اللہ ہی اس توبہ قبول کرنے (کی صفت) میں اور رحمت کرنے (کی صفت) میں کامل ہے (اسی لئے ان کی توبہ قبول کی اور اپنی رحمت سے مال قبول کرنے کا حکم اور ان کے لئے دعا کرنے کا حکم فرمایا پس آئندہ بھی خطایا وذنوب کے صدور پر توبہ کرلیا کریں اور اگر توفیق ہو تو خیر خیرات کیا کریں) اور (ترغیب کے بعد آگے ترہیب ہے یعنی) آپ (ان سے یہ بھی) کہہ دیجئے کہ (جو چاہو) عمل کئے جاؤ سو اوّل تو دنیا ہی میں ابھی دیکھے لیتا ہے تمہارے عمل کو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اور اہل ایمان (پس برے عمل پر دنیا ہی میں ذلت اور خواری ہوجاتی ہے) اور (پھر آخرت میں) ضرور تم کو ایسے (اللہ) کے پاس جانا ہے جو تمام چھپی اور کھلی چیزوں کا جاننے والا ہے سو وہ تم کو تمہارا سب کیا ہوا بتلا دے گا (پس برے عمل سے مثل تخلف وغیرہ کے آئندہ سے احتیاط رکھو یہ قسم اول کا بیان تھا آگے قسم دوم کا ذکر ہے) اور کچھ اور لوگ ہیں جن کا معاملہ خدا کے حکم آنے تک ملتوی ہے کہ (عدم اخلاص توبہ کی وجہ سے) ان کو سزا دے گا یا (اخلاص کی وجہ سے) ان کی توبہ قبول کرے گا اور اللہ تعالیٰ (خلوص وعدم خلوص کا حال) خوب جاننے والا ہے (اور) بڑا حکمت والا ہے (پس مقتضائے حکمت خلوص کی توبہ کو قبول کرنا ہے اور بغیر خلوص کے قبول نہیں کرتا اور اگر کبھی بلاتوبہ معاف کرنے میں حکمت ہو تو ایسا بھی کر دیتا ہے)۔ **ف**: یہاں چند تحقیقات ہیں اول جب توبہ سے گناہ معاف ہوگیا تو صدقہ کے آلۂ تطہیر وتزکیہ ہونے کے کیا معنی سو وجہ اس کی یہ ہے کہ توبہ سے گناہ معاف ہوجاتا ہے لیکن گاہے اس کی ظلمت وکدورت کا اثر باقی رہ جاتا ہے اور گو اس پر مواخذہ نہیں لیکن اس سے آئندہ اور گناہوں کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے پس صدقہ سے خصوصاً بوجہ حدیث الصدقة تطفی غضب الرب اور دیگر اعمال صالحہ سے عموماً یہ ظلمت اور کدورت مندفع ہوجاتی ہے۔ دوم جب جہاد فرض کفایہ ہے تو جو لوگ کاہلی سے نہ گئے ان کو گناہ کیوں ہوا جس کے لئے قسم اول کی طرف عمل سیئ کو منسوب فرمایا اور قسم دوم کے حق میں احتمال تعذیب کا فرمایا سو وجہ اس کی یہ ہے کہ فی نفسہٖ تو فرض کفایہ ہے مگر جب آپ نے سب کو چلنے کا حکم فرما دیا تو اب فرض عین ہوگیا تھا بلکہ ہر امام اسلام جب حکم عام دے دے گا تو یہی حکم ہوگا سوم صدقہ لے کر امام کو اور نیز جس کو دیا جاوے دعا دینا مستحب ہے صل علیهم کے یہ معنی ہیں مگر لفظ صلوٰۃ سے نہ ہو یعنی اس طرح نہ کہے کہ اللهم صل علی زید کیونکہ عرفاً اس سے ایہام نبوت کا لازم آتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے

جو منقول ہے وہ باعتبار معنی لغوی کے ہے اور اس وقت یہ عرف مذکور نہ تھا چہارم تائبین کے لئے دو احتمال قبول توبہ و تعذیب کے باین وجہ ہیں کہ توبہ کبھی شرائط کے موافق نہیں ہوتی پس اس کو آیات قبول توبہ کے ساتھ کچھ تعارض نہیں مثلاً اوپر ہی کی آیت اَلَمْ یَعْلَمُوْٓا الخ پنجم تفسیر مذکور پر یہ شبہ نہ رہا کہ بدوں توبہ کے معافی نہیں ہوتی چنانچہ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ کے ترجمہ میں اس کی تقریر کر دی گئی کہ گاہے یہی معافی مقتضائے حکمت ہوتی ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ لَا تَعْلَمُھُمْ ط نَحْنُ نَعْلَمُھُمْ ط روح میں ہے کہ اس آیت سے اس پر استدلال کیا گیا ہے کہ امور خفیہ مثل اعمال قلب وغیرہ پر مطلع ہونے کا دعویٰ نازیبا ہے اور اس قسم کی آیتیں قوی دلیل ہیں اس شخص کے اوپر جو بمجرد صفائے قلب اور تجرد نفس کے کشف اور اطلاع علی المغیبات کا دعویٰ کرنے لگتا ہے اھ اور اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علم غیب کی صریح نفی کی گئی ہے۔ قولہ تعالیٰ: وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِھِمْ یہ وہ لوگ تھے جن میں گناہ کا ملکہ راسخ نہ تھا اور ان میں نور استعداد باقی تھا اور اسی واسطے ان کی طبیعتیں نرم ہو گئیں اور ان کی یہ شان تھی کہ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَیِّئًا جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ لوگ نفس لوامہ کے مرتبہ میں تھے جس کا اتصال بالقلب اور اس کے نور سے منور ہونا اس کا ملکہ نہ ہوا تھا اور اسی لئے کبھی اس کا منقاد ہو کر اعمال صالحہ کرنے لگتا تھا اور کبھی اس سے بھاگنے لگتا تھا اور وہ اسی بین بین حالت میں رہتا ہے جب تک کہ اس کا اتصال بالقلب قوی ہو کر اس کا ملکہ نہ ہو جاوے اور جب ایسا ہو جاوے تو پھر مخالفات سے نجات پالیتا ہے اور شاید یہ ارشاد کہ عَسَی اللّٰہُ اَنْ یَّتُوْبَ عَلَیْھِمْ ط اسی طرف اشارہ ہو کہ کبھی اس کے اتصال بالقلب کے جانب کو دوسرے اسباب سے بھی ترجیح ہو جاتی ہے جیسا اس قول میں اشارہ خُذْ مِنْ اَمْوَالِھِمْ صَدَقَۃً تُطَھِّرُھُمْ وَتُزَکِّیْھِمْ بِھَا کیونکہ مال ہی تمام شہوات کا مادہ ہے پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے اموال لینے کا حکم کیا گیا تا کہ ان کو اول مرحلہ تجرد ہو جس سے نفس کے قویٰ منکسر ہوں اور اس کی خواہشیں اور صفات ضعیف ہوں اور صَلِّ عَلَیْھِمْ ط میں امداد ہمت اور اضافہ انوار صحبت کا امر ہے اور اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّھُمْ ط میں اس کا بیان ہے کہ یہ ہمت اور افاضہ ان پر نزول سکینہ کا سبب ہے اور سکینہ کی تفسیر یہ کی گئی ہے کہ وہ ایک نور ہے جو قلب میں مستقر ہوتا ہے اور توجہ الی الحق پر اس سے ثبات ہوتا ہے اور بے استقلالی سے اس کے سبب نجات ہوتی ہے یہ سب مضمون روح المعانی میں ہے اور ان آیات میں یہ امور بھی ہیں۔ اعتراف بالذنب کی فضیلت۔ معترف کا قبول عذر۔ اعمال مثلاً صدقہ وغیرہ کی برکات۔ شیخ کی برکات۔ چنانچہ تزکیہ کو بواسطہ صدقہ کے آپ کی طرف منسوب کیا گیا۔ شیخ کو یہ ارشاد کہ مرید کو تسلی دیا کرے اس قول میں اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّھُمْ ط ۱۲۔ قولہ تعالیٰ: وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَیَرَی اللّٰہُ عَمَلَکُمْ وَرَسُوْلُہٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ط میں اشارہ ہے اس قول کی طرف جو حد توبہ میں علماء نے فرمایا ہے کہ تائب پر سیماءِ صالحین ظاہر ہونے لگے کیونکہ مؤمنین کی رویت اسی سے متعلق ہو سکتی ہے۔ قولہ تعالیٰ وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰہِ اس میں اس کی اصل ہے کہ بعض اوقات مرید کے معاملہ کو خوف و رجاء کے درمیان معلق چھوڑ دیا جاتا ہے اس کے عذر کو نہ صریحاً قبول کیا جاتا ہے کہ اس میں نصیحت کا اثر ضعیف ہو جاتا ہے اور نہ صریحاً رد کیا جاتا ہے کہ اس سے اول توحش ہوتا ہے پھر مایوسی پھر بُعد اور یہ سب اس کے لئے مضر ہیں اور اس کے معلق رکھنے میں اس کی بہت سے مصلحتیں ہیں ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قوله فی وممن** کچھ الی قولہ ایسے **اشارة الی التركيب من ان من اهل المدينة معطوف على ممن حولكم ومردوا صفة لمنافقون كذا فی الخازن والبيضاوی ۱۲۔** ۲؎ **قوله فی مردوا** حد کمال **نقل فی الروح عن القاموس هو العتو او هو ان يبلغ الغاية التی يخرج بها من جملة ما عليه ذلك الصنف ۱۲۔** ۳؎ **قوله فی لا تعلمهم** کہ الی قولہ یہ منافق ہیں **اشار الی امرين الاول ان قوله لا تعلمهم بيان لتمردهم والثانی ان معنى لا تعلمهم نفی العلم بصفة النفاق لا بالاعيان ۱۲۔** ۴؎ **قوله فی نحن نعلمهم** بس ہم ہی **اشار به الى فائدة زيادة قوله نعلمهم على ما فی الروح من التقرير لما سبق من مهارتهم فی النفاق ای لا يقف على سرائرهم الا من لا تخفى عليه خافية ۱۲۔** ۵؎ **قوله فی مرتين** ایک نفاق **الخ كذا فی الروح ۱۲۔** ۶؎ **قوله فی اخرون** کچھ اور لوگ ہیں **اشارة الی التركيب من ان آخرون صفة لقوم مقدر مبتدأ لصلوح النكرة الموصوفة له والخبر اعترفوا وقوله خلطوا حال ۱۲۔** ۷؎ **قوله فی تطهرهم** پاک و صاف **اشارة الى عطف تزكيهم على تطهرهم وتقييد المعطوف عليه بما قيد به المعطوف والجمع بينهما عندی للتاكيد ۱۲۔**

البلاغۃ: عن عباده فی الروح تعدية القبول بعن لتضمنه معنى التجاوز والعفو وقيل بمعنى من **قوله خلطوا الاصل فی الخلط التعدية بالباء لكن بحيث يكون المفعول بلا واسطة مغلوبا والمفعول بواسطة غالبا فيقال خلط الماء باللبن ولا يقال خلط اللبن بالماء ولما كان حكم التائب والمسئی من قبول التوبة والعفو عنه عاما لكل من غلبت حسناته سيئاته او بالعكس لم يعد بالباء لفظا فالتقدير خلطوا عملا صالحا بسئی و سينا بصالح فافهم ۱۲**

وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّکُفْرًا وَّتَفْرِیْقًا بَیْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ مِنْ

قَبْلُ ۚ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ۚ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ۚ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ۚ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ۚ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ۚ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِيْ بَنَوْا رِيْبَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ۚ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۱۰﴾ ع

اور بعضے ایسے ہیں جنہوں نے ان اغراض کے لئے مسجد بنوائی ہے کہ (اسلام کو) ضرر پہنچائیں اور (اس میں بیٹھ بیٹھ کر) کفر کی باتیں کریں اور ایمانداروں میں تفریق ڈالیں اور اس شخص کے قیام کا سامان کریں جو اس کے قبل سے خدا اور رسول کا مخالف ہے اور قسمیں کھا جائیں گے کہ بجز بھلائی کے ہماری کچھ نیت نہیں اور اللہ گواہ ہے کہ وہ بالکل جھوٹے ہیں۔ آپ اس میں کبھی (نماز کے لئے) کھڑے نہ ہوں۔ البتہ جس مسجد کی بنیاد اول دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے (مراد مسجد قبا) وہ (واقعی) اس لائق ہے کہ آپ اس میں (نماز کے لئے) کھڑے ہوں۔ اس میں ایسے آدمی ہیں کہ وہ خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب پاک ہونے والوں کو پسند کرتا ہے پھر آیا ایسا شخص بہتر ہے جس نے اپنی عمارت (یعنی مسجد) کی بنیاد خدا سے ڈرنے پر اور خدا کی خوشنودی پر رکھی ہو یا وہ شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد کسی گھاٹی (یعنی غار) کے کنارہ پر جو گرنے ہی کو ہو رکھی ہو۔ پھر وہ (عمارت) اس (بانی) کو لے کر آتش دوزخ میں گر پڑے اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو (دین) سمجھ ہی نہیں دیتا ان کی یہ عمارت جو انہوں نے بنائی ہے ہمیشہ ان کے دلوں میں (کانٹا سا) کھٹکتی رہے گی۔ ہاں مگر ان کے (وہ) دل ہی اگر فنا ہو جائیں تو خیر اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں۔

تفسیر ربط: اوپر بار بار منافقین کا ذکر ہوا ہے آگے ان کے ایک مسجد بنانے کا اور اس کے متعلقات کا بیان ہے جس کا ملخص قصہ یہ ہے کہ شہر مدینہ کے قریب ایک محلہ قبا اس کا نام ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے ہیں تو اول اسی محلہ میں قیام فرمایا پھر شہر میں تشریف لے آئے تھے تو زمانہ قیام میں جس جگہ آپ نماز پڑھتے تھے وہاں اس محلہ کے مؤمنین مخلصین نے ایک مسجد بنالی اور اس میں نماز پڑھا کرتے منافقین ایک شخص ابو عامر راہب سے جو کہ اسلام کا سخت دشمن تھا میل رکھتے تھے باہم یہ صلاح ٹھہری کہ ایک مکان مسجد کے نام سے جداگانہ بنایا جاوے اس میں سب جمع ہو کر اسلام کی ضرر رسانی کے مشورے کیا کریں اور اس سارے مجمع کا سرگروہ ابو عامر رہے وہ جب مدینہ آیا کرے تو اسی مکان میں ٹھہرا کرے اور ابو عامر نے کہا کہ میں ہرقل شاہ روم سے مل کر اسلام کے مقابلہ کے لئے لشکر لاؤں گا اور اسلام سب نیست و نابود ہو جاوے گا غرض مسجد کی شکل پر وہ مکان تیار ہوا تو آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی کہ آپ وہاں چل کر نماز پڑھ لیجئے تو پھر وہاں جماعت ہونے لگے آپ نے جداگانہ مسجد بنانے کی وجہ پوچھی کہنے لگے کہ ہماری نیت بالکل نیک ہے محض عام مسلمانوں کو آسائش کی غرض سے بنالی ہے کہ وسعت بسہولت ہو گرمی سردی میں سایہ کی ضرورت ہوتی ہے ایک مسجد میں سب سما نہیں سکتے اس سے گنجائش ہو گی کوئی بیمار ضعیف دور نہ جا سکے تو پاس کے پاس اس میں نماز پڑھ لے آپ نے بنا بر حسن ظن تصدیق فرما کر وعدہ کر لیا کہ تبوک سے واپس آ کر اس میں نماز پڑھوں گا اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں آپ کو حقیقت حال کی اطلاع کر دی اور وہاں نماز پڑھنے کی غرض سے جانے سے منع فرما دیا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بوجہ اس کے کہ وہ مسجد کی نیت سے نہیں بنائی گئی تھی اور اوپر سے مفاسد کثیرہ اس سے ناشی ہوتے تھے صحابہ کو بھیج کر اس کو آگ لگوا دی اور منہدم کرا دیا اس سے مسجد کا لقب مسجد ضرار مشہور ہے بوجہ اس کے کہ سبب ضرر کا تھا ہکذا ذکر فی الدر المنثور وغیرہ ان آیات میں اس مسجد کا اور مقابلہ میں مسجد مؤمنین کا جو مسجد قباء کے لقب سے مشہور ہے بیان ہے۔

ذکر مسجد ضرار ☆ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا (الی قولہ تعالی) وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۱۰﴾ اور بعضے ایسے ہیں جنہوں نے ان اغراض کے لئے مسجد بنائی ہے کہ (اسلام کو) ضرر پہنچاویں اور (اس میں بیٹھ بیٹھ کر) کفر (یعنی عداوت رسول) کی باتیں کریں اور (اس کی وجہ سے) ایمانداروں (کے مجمع) میں تفریق ڈالیں (کیونکہ جب دوسری مسجد بنتی ہے اور ظاہر کیا جاوے کہ خوش نیتی سے بنی ہے تو ضرور ہے کہ پہلی مسجد کا مجمع کچھ نہ کچھ منتشر ہو ہی جاتا ہے) اور (یہ بھی غرض ہے کہ) اس شخص کے قیام کا سامان کریں جو اس (مسجد بنانے) کے قبل سے خدا اور رسول کا مخالف ہے (مراد ابو عامر راہب ہے) اور (پوچھو تو) قسمیں کھا جاویں گے (جیسا کہ ایک دفعہ پہلے بھی پوچھنے پر کھا چکے ہیں) کہ بجز بھلائی کے اور ہماری کچھ نیت نہیں (بھلائی سے مراد آسائش اور گنجائش) اور اللہ گواہ ہے کہ وہ (اس دعوے میں) بالکل جھوٹے ہیں (جب اس مسجد کی یہ حالت ہے کہ وہ واقع میں مسجد ہی نہیں بلکہ مضر اسلام ہے تو) آپ اس میں کبھی (نماز کے لئے) کھڑے نہ

ہوں البتہ جس مسجد کی بنیاد اول دن سے (یعنی روزِ تجویز سے) تقویٰ (اور اخلاص) پر رکھی گئی ہے (مراد مسجد قبا ہے) وہ (واقعی) اس لائق ہے کہ آپ اس میں (نماز کے لئے) کھڑے ہوں (چنانچہ گاہ گاہ آپ وہاں تشریف لے جاتے اور نماز پڑھتے) اس (مسجد قبا) میں ایسے (اچھے آدمی ہیں کہ وہ خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب پاک ہونے والوں کو پسند کرتا ہے (جب دونوں مسجدوں کے بانیوں کا حال معلوم ہوگیا تو) پھر (سمجھ لو) آیا ایسا شخص بہتر ہے جس نے اپنی عمارت (یعنی مسجد) کی بنیاد خدا سے ڈرنے پر اور خدا کی خوشنودی پر رکھی ہو یا وہ شخص (بہتر ہوگا) جس نے اپنی عمارت (یعنی مسجد) کی بنیاد کسی کھائی (یعنی غار) کے کنارہ پر جو کہ گرنے ہی کو (ہو) رکھی ہو (مراد اس سے اغراض باطلہ کفریہ ہیں ناپائیداری میں اس کے ساتھ تشبیہ دی گئی) پھر وہ (عمارت) اس (بانی) کو لے کر آتش دوزخ میں گر پڑے (یعنی وہ عمارت تو گری بوجہ اس کے کہ کنارہ پر ہے جب وہ کنارہ پانی سے کٹ کر گرے گا وہ عمارت بھی گرے گی اور بانی گرا اس لئے کہ اس عمارت میں رہتا تھا اور چونکہ مراد اس سے اغراض کفریہ ہیں جو موصل الی النار ہیں اس لئے یہ فرمایا کہ وہ اس کو لے کر جہنم میں جا گری) اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو (دین کی) سمجھ ہی نہیں دیتا (کہ بنائی تو مسجد کے نام سے جو کہ دین کے شعائر میں سے ہے اور غرضیں اس میں کیسی کیسی فاسد کرلیں) ان کی یہ عمارت (یعنی مسجد) جو انہوں نے بنائی ہے ہمیشہ ان کے دلوں میں (کانٹا سا) کھٹکتی رہے گی (کیونکہ جس غرض سے بنائی تھی وہ پوری نہ ہوئی اور قلعی کھل گئی سوا لگ اور پھر اوپر سے منہدم کردی گئی غرض کوئی ارمان نہ نکلا اس لئے ساری عمر اس کا فسوس اور ارمان باقی رہے گا) ہاں مگر ان کے (وہ) دل ہی (جن میں وہ ارمان ہے) اگر فنا ہو جاویں تو خیر (وہ ارمان بھی اس وقت ختم ہو جاوے) اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں (ان کی حالت کو جانتے ہیں اور اسی کے مناسب سزا دیں گے) **ف**: اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ کا یہ مطلب نہیں کہ بعد فنا و موت کے راحت ہو جاوے گی بلکہ یہ محاورات میں کنایہ ہے دوام حسرت سے اور یہ بھی کہنا ممکن ہے کہ حقیقۃً دوام حسرت کو مفید ہو کیونکہ موت سے محل ادراک یعنی قلب حقیقی کو موت نہیں آتی پس تُقَطَّعَ کبھی متحقق ہی نہ ہوگا اس لئے حسرت بھی کبھی منقطع نہ ہوگی۔ یہاں ایک علمی شبہ ہے وہ یہ کہ حدیثوں میں مصرح ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے اہل مسجد قباء سے پوچھا تم کیا تطہر کرتے ہو کہ تمہاری ثنا کی گئی انہوں نے کہا کہ ہم استنجا ڈھیلے سے کر کے پانی بھی لیتے ہیں آپ نے فرمایا یہی بات ہے اس سے اور نیز سیاق آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى سے مراد مسجد قباء ہے پھر اس حدیث کے کیا معنی کہ دو صحابیوں کی اس میں گفتگو ہوئی اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس سے مراد یہ میری مسجد یعنی مسجد نبوی ہے جواب یہ ہے کہ مدلول بعبارۃ النص تو مسجد قباء ہی ہے مگر مدلول بدلالۃ النص مسجد نبوی بھی ہے اور مقصود اس جواب سے رد کرنا ہے دعویٰ اختصاص بمسجد قباء کو رہا یہ کہ سیاق اس سے آبی ہے جواب یہ ہے کہ مدلول بعبارۃ النص تو مسجد قباء ہی ہے مگر مدلول بدلالۃ النص مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے کیونکہ جب صحابہؓ کے بانی ہونے سے وہ ان اوصاف کی مصداق بن گئی تو جس مسجد کے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم بانی ہوں گے وہ ظاہر ہے کہ بدرجہ اولیٰ اس کی مصداق ہوگی اور نفی کرنا مسجد قباء کی آپ کا مقصود نہیں خوب سمجھ لو واللہ اعلم۔

مسئلہ: اس قصہ سے جو بعض علماء نے مستنبط کیا ہے کہ جو مسجد تفاخر وریا کے لئے بنائی جاوے وہ مسجد نہیں مجھ کو اس میں کلام ہے کیونکہ مقیس علیہ میں تو درحقیقت مسجد بنانے ہی کی نیت نہ تھی کیونکہ ان کے اعتقاد میں مسجد بنانا موجب تقرب نہ تھا بخلاف مقیس کے کہ وہ مسجد بنانے کو موجب تقرب سمجھتا ہے گو اس میں نیت فاسد ہو تو فسادِ نیت کو فساد عقیدہ پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے اور مجتہد مذہب سے یہ جزئی کہیں منقول نہیں دیکھی گئی اس لئے احکام ظاہری میں وہ مسجد ہے گو عنداللہ مقبول نہ ہو مسجدیت اور مقبولیت میں تلازم نہیں نہ ایک جانب نہ دونوں جانب سے واللہ اعلم۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا اس سے اس شخص کے فعل کی شناعت مفہوم ہوتی ہے جو دین کو اپنی غرضِ فاسد کا آلہ بناوے قولہ تعالیٰ: لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا کیونکہ آپ کا وہاں پر نماز پڑھ لینا اس کی ترویج و تقویت کا سبب ہو جاوے گا اور اس میں دلیل ہے کہ امر مکروہ شرعی کے لئے سبب بننے سے بھی تحرز ضروری ہے ۱۲۔ قولہ تعالیٰ: لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ وجہ اس کی یہ ہے کہ اس سے نفس میں صفائے وقت وطیب حال وذوق وجدان کا اثر پیدا ہوتا ہے بخلاف اس کے جو خلاف تقویٰ پر مبنی ہو کہ اس میں کدورت اور تفرقہ اور قبض کا اثر نفس میں پیدا ہوتا ہے اور فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا میں اشارہ ہے کہ صالحین کی صحبت کو بھی اثر عظیم ہے (کہ اس مسجد میں قیام کی ترجیح کی علت کے موقع میں اس کو بھی فرمایا) اور اس مجموعہ سے یہ امر حاصل ہوا کہ حصول جمعیت میں مکان اور اخوان اور اہل طریق سے منقول ہے کہ اس کے ساتھ زمان کی بھی رعایت کو دخل ہے۔ کذا فی الروح ملخصًا۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قولہ فی والذین بعضے اشارۃ الی تقدیر ومنهم ۱۲۔ ۲ قولہ فی ضرارا اغراض اشارۃ الی ان المنصوبات مفعول لہ ۱۲۔ ۳ قولہ فی ارصادا سامان لما فی القاموس ارصدت لہ اعددت لہ وکافأتہ بالخیر او بالشر ۱۲۔ ۴ قولہ فی اول یوم تجویز ای من اول یوم بناءہ لان بناءہ کان علی غیر تقوی ثم تابوا واخلصوا وقیل من اول یوم الهجرۃ ۱۲۔ ۵ قولہ فی تقویٰ اوراخلاص اشار بالعطف الی

التفسير بكون المراد بالتقوى بعض شعبه ۱۲۔ ۶ قوله في احق اس لائق فاحق بمعنى حقيق ۱۲۔ ۷ قوله في تقوى ورضوان خدا کی خوشنودی مبنى على تقييد المعطوف بما قيد به المعطوف عليه ومن الله صفة لتقوى والمعنى تقوى الله كما في الخازن ۱۲۔

اللغات: لبنيان مصدر بمعنى المبنى شفا جرف وطرف وجرف البير التي لم تطو و قبل هو الهوة وما يجرفه السيل هار ساقط نعت لجرف اصله ها ورا وهائر فهو مقلوب كذا في الروح ۱۲۔

البلاغة: قوله الذي بنوا في الروح وصف بنيانهم بها وصف للايذان بكيفية بنائهم له وتاسيسه على ما عليه تاسيسه مما علمت وللاشعار بعلة الحكم قوله لا تقم اى لا تصل ۱۲۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ۫ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۱﴾ اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۳﴾ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں کو اس بات کے عوض میں خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی۔ وہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں۔ جس میں قتل کرتے اور قتل کئے جاتے ہیں اس پر سچا وعدہ کیا گیا ہے تورات میں (بھی) اور انجیل میں (بھی) اور قرآن میں (بھی) اور (یہ مسلم ہے) اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو کون پورا کرنے والا ہے تو تم لوگ اپنی اس بیع پر جس کا تم نے (اللہ تعالیٰ سے) معاملہ ٹھہرایا ہے خوشی مناؤ اور یہ بڑی کامیابی ہے وہ ایسے ہیں جو (گناہوں سے) توبہ کرنے والے ہیں (اور اللہ) کی عبادت کرنے والے اور حمد کرنے والے' روزہ رکھنے والے رکوع کرنے والے (اور) سجدہ کرنے والے' نیک باتوں کی تعلیم کرنے والے اور بری باتوں سے باز رکھنے والے اور اللہ کی حدوں کا (یعنی احکام کا) خیال رکھنے والے (ہیں) اور ایسے مؤمنین کو (جن میں) جہاد اور یہ صفات ہیں خوشخبری سنا دیجئے پیغمبر کو اور دوسرے مسلمانوں کو جائز نہیں کہ مشرکین کے لئے مغفرت کی دعائیں مانگیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔ اس امر کے ظاہر ہو جانے کے بعد کہ یہ لوگ دوزخی ہیں اور ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ کیلئے دعائے مغفرت مانگنا وہ بھی صرف وعدہ کے سبب تھا۔ جو انہوں نے اس سے وعدہ کر لیا تھا۔ پھر جب ان پر بات ظاہر ہو گئی کہ وہ خدا کا دشمن ہے (یعنی کافر ہو کر مرا) تو وہ اس سے محض بے تعلق ہو گئے۔ واقعی ابراہیم بڑے رحیم المزاج حلیم الطبع تھے۔ ۞

تفسیر ربط: اوپر متخلفین عن الجہاد کی مذمت تھی آگے مجاہدین کی فضیلت پھر ان میں سے خاص کاملین کی جن میں دوسرے اوصاف ایمانیہ بھی ہوں منقبت مذکور ہے۔

فضل مجاہدین عموماً وکاملین خصوصاً ☆ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ (الى قوله تعالى) وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو اس بات کی عوض میں خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی (اور خدا کے ہاتھ مال و جان کے بیچنے کا مطلب یہ ہے کہ) وہ لوگ اللہ کی راہ میں (یعنی جہاد میں) لڑتے ہیں جس میں (کبھی) قتل کرتے ہیں اور (کبھی) قتل کئے جاتے ہیں (یعنی وہ بیع جہاد کرنا ہے خواہ اس میں قاتل ہونے کی نوبت آئے یا مقتول ہونے کی) اس (قتال) پر (ان سے جنت کا) سچا وعدہ کیا گیا ہے توریت میں (بھی) اور انجیل میں (بھی) اور قرآن میں (بھی) اور یہ مسلم ہے کہ) اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو کون پورا کرنے والا ہے (اور اس نے اس بیع پر وعدہ جنت کا کیا ہے) تو (اس حالت میں) تم لوگ (جو کہ جہاد کر رہے ہو) اپنی اس بیع (مذکور) پر جس کا تم نے (اللہ تعالیٰ سے) معاملہ ٹھہرایا ہے خوشی مناؤ (کیونکہ اس بیع پر تم کو حسب وعدۂ مذکور جنت ملے گی) اور یہ (جنت ملنا) بڑی کامیابی ہے (تو ضرور تم کو یہ سودا کرنا چاہئے) وہ (مجاہدین ایسے ہیں جو علاوہ جہاد کے ان اوصاف کمال کے ساتھ بھی موصوف ہیں کہ گناہوں سے) توبہ

کرنے والے ہیں (اور اللہ کی) عبادت کرنے والے ہیں (اور اللہ کی) حمد کرنے والے (ہیں اور) روزہ رکھنے والے (ہیں اور) رکوع اور سجدہ کرنے والے (ہیں یعنی نماز پڑھتے ہیں اور) نیک باتوں کی تعلیم کرنے والے (ہیں) اور بری باتوں سے باز رکھنے والے (ہیں) اور اللہ کی حدوں کا (یعنی احکام کا) خیال رکھنے والے (ہیں) اور ایسے مؤمنین کو (جن میں جہاد اور یہ صفات ہوں) آپ خوشخبری سنا دیجئے (کہ ان سے جنت کا وعدہ مذکورہ ہے)۔ **ف**: ان صفات کی قید لگانے کا یہ مطلب نہیں کہ بدوں ان صفات کے جہاد کا ثواب نہیں ملتا کیونکہ نصوص کثیرہ میں صرف جہاد پر بشارات وارد ہیں البتہ ایمان شرط ضروری ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان سب کے اجتماع پر ثواب اور فضیلت میں اور کثرت اور قوت ہو جاتی ہے تا کہ نرے جہاد پر نہ بیٹھ جاویں بلکہ ان عبادات کو بھی ہمیشہ بجالاویں اور چونکہ جہاد میں اکثر مال بھی خرچ ہوتا ہے اور جان کا خرچ کرنا زیادہ اہم ہے اس لئے شروع آیت میں تو انفس و اموال دونوں کا ذکر فرمایا اور اس کی تفصیل میں صرف بذل انفس یعنی قتال پر اکتفاء فرمایا اور بذل نفس سے مراد یہی قتال ہے کہ اس میں جان سے کام لیا جاتا ہے یہ ضرور نہیں کہ جان کام آ دے یعنی مقتول ہو جاوے اس سے یہ شبہ بھی جاتا رہا کہ جان تو بعد مرنے کے بھی باقی رہتی ہے پھر اس کے بذل کے کیا معنی۔ اور مشہور ہے کہ انجیل میں جہاد کا حکم نہیں ہے پھر انجیل میں اس وعدہ کے ہونے کے کیا معنی سو یا تو اس میں امت کا ذکر ہوگا کہ ان کے لئے قتال مشروع ہوگا اور ان سے یہ وعدہ ہوگا اور یا مطلق بذل مال ونفس کی اس میں فضیلت ہوگی جس کے عموم میں جہاد بھی داخل ہے اور اگر اب یہ مضامین اس میں نہ ہوں تو شبہ نہ کیا جاوے کیونکہ اصلی کتب سابقہ مفقود ہیں۔ ربط: زیادہ تر حصہ سورت کا تبری عن الکفار میں ہے چنانچہ آغاز کیا گیا بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ الخ سے اور جہاد کا حکم ہوا یہ سب معاملات متعلق حیات کے تھے آگے اس تبری کی تاکید کے لئے کفار کے واسطے استغفار کرنے سے نہی ہے جو کہ متعلق مابعد الموت کے ہے کہ اس میں بالکل ہی قطع ہے تعلقات غیر ضروریہ کا جیسا کہ اوپر منافقین کے جنازہ پر نماز کی ممانعت تھی اور وجہ اس نہی کی یہ ہوئی کہ ابوطالب کی وفات کے بعد آپ نے فرمایا کہ جب تک مجھ کو ممانعت نہ ہوگی ان کے لئے استغفار کروں گا اس پر اور مسلمانوں نے بھی اپنے مشرک اموات کے لئے استغفار شروع کیا تو آیت مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ الخ میں اس کی ممانعت آئی بعض کو شبہ ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی تو اپنے باپ کے لئے استغفار فرمایا تھا اس پر آیت وَ مَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ الخ میں اس کا جواب نازل ہوا **اخرجه ابو الشيخ وابن عساكر من طريق بسفيان بن عيينة عن عمرو بن دينار هكذا فى الروح و اخرج سبب نزول الأية الاولى الشيخان۔**

نہی از استغفار برائے مشرکین مع جواب شبہ متعلقہ آں ☆ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا (الی قوله تعالی) اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ۝

پیغمبر (ﷺ) کو اور دوسرے مسلمانوں کو جائز نہیں کہ مشرکین کے لئے مغفرت کی دعا مانگیں اگر چہ وہ رشتہ دار ہی (کیوں نہ) ہوں اس امر کے ظاہر ہو جانے کے بعد کہ یہ لوگ دوزخی ہیں (اس وجہ سے کہ کافر ہو کر مرے ہیں) اور (اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ سے شبہ ہو کہ انہوں نے اپنے باپ کے لئے دعائے مغفرت کی تھی تو اس کا جواب یہ ہے کہ) ابراہیم (علیہ السلام) کا اپنے باپ کے لئے دعائے مغفرت مانگنا وہ اس کے قبل تھا کہ اس کا دوزخی ہونا ظاہر ہو جاوے اور) وہ (بھی) صرف وعدہ کے سبب سے تھا جو انہوں نے اس سے وعدہ کر لیا تھا (اس قول میں سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ؕ غرض جواز تو اس لئے تھا کہ اس کا دوزخی ہونا ظاہر نہ ہوا تھا اور وقوع کو اس سے ترجیح ہوگئی تھی کہ وعدہ کر لیا تھا ورنہ باوجود جواز کے بھی وقوع نہ ہوتا) پھر جب ان پر یہ بات ظاہر ہوگئی کہ وہ خدا کا دشمن (یعنی کافر ہو کر مرا) ہے تو وہ اس سے محض بے تعلق ہو گئے (کہ استغفار بھی چھوڑ دیا کیونکہ اس وقت دعائے مغفرت کرنا بے معنی ہے کیونکہ کافر میں احتمال مغفرت کا ہے ہی نہیں بخلاف حالت حیات کے کہ دعائے مغفرت کے معنی اس وقت طلب توفیق ہدایت ہو سکتے ہیں کہ توفیق ہدایت کے لئے مغفرت لازم ہے اور رہا یہ کہ وعدہ کیوں کر لیا تھا وجہ اس کی یہ ہے کہ) واقعی ابراہیم (علیہ السلام) بڑے رحیم المزاج حلیم الطبع تھے (کہ باوجودیکہ باپ نے ان کو کیسی کیسی سخت باتیں کہیں مگر حلم سے کام لیا اور مزید براں یہ کہ شفقت کے جوش سے وعدہ کر لیا اور احتمال نفع تک اس وعدہ کو پورا فرمایا جب یاس ہو گیا ہار کر چھوڑ دیا بخلاف تمہارے استغفار کے کہ مشرکین کے مرنے کے بعد ہو رہا ہے جن کا حالت شرک پر مرنا ظاہر مشاہد سے معلوم ہے اور احکام شرعیہ میں ایسا ظاہر کافی ہے پھر قیاس کب صحیح ہے اور اس قیاس پر شبہ کب مبنی ہو سکتا ہے)۔ **ف**: اس سے معلوم ہوا کہ قرآن میں جو ابراہیم علیہ السلام کی دعا آئی ہے وَاغْفِرْ لِاَبِيْٓ اس کے معنی یہ ہیں واهد ابى اور اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ۔ اس کے بہت ہی مناسب ہے اور ایک آیت میں والدین کے لئے مغفرت کی دعا میں **يوم يقوم الحساب**۔ فرمایا ہے وہاں یہ مطلب ہے **اهدهما ليغفر لهما يوم قيام الحساب** اور حدیث بخاری میں جو آیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام قیامت میں عرض کریں گے **انك وعدتنى انك ان لا تخزينى يوم يبعثون فاى خزى اخزى من ابى الا بعد** اور پھر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا: **انى حرمت الجنة على الكافرين** اور پھر ارشاد ہوگا: **ما تحت رجليك** اور ان کو وہ بشکل گفتار نظر آوے گا پھر دوزخ میں پھینک دیا جاوے گا سو اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ آپ اس وقت اس کی مغفرت چاہیں گے بلکہ مطلب یہ ہوگا کہ آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ تم کو قیامت کی رسوائی سے بچاؤں گا اور اس میں بھی ایک گونہ رسوائی ہے کہ میرا باپ

اس حالت میں ہوتو اس سے مجھ کو بچائیے اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا حاصل یہ ہوگا کہ رسوائی سے بچانے کا ایک طریق تو ہو نہیں سکتا کہ اس کی مغفرت کر دی جاوے ہم دوسری صورت تجویز کرتے ہیں کہ اس کو مسخ کرتے ہیں کہ کوئی اس کو پہچانے نہیں اور تم کو شرمندگی نہ ہو خوب سمجھ لو اور جاننا چاہئے کہ ابراہیم کا استغفار کرنا جس طرح پر واقع ہوا ہے اس طرح اوروں کو بھی جائز ہے پھر جو سورۂ ممتحنہ میں فرمایا گیا ہے اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِیْمَ یعنی اس قول میں آپ کا اقتداء نہ کرنا مطلب یہ ہے کہ اس قول کا جو مطلب تم سمجھ رہے ہو کہ اس کو اطلاق پر محمول کر رکھا ہے اس میں اقتداء مت کرنا خوب سمجھ لو۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ : اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ (الی قولہ تعالی) بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۱۲﴾ روح میں ہے کہ اس آیت میں ان لوگوں کی بدحالی کا اظہار ہے جو اپنے کو سالکین کے زمرہ میں داخل سمجھتے ہیں اور پھر حدود کو ضائع کرتے ہیں اور ایسے کلمات کے ساتھ تکلم کرتے ہیں جو صوفیہ کے نزدیک بھی باطل ہیں۔

قولہ تعالیٰ : مَا كَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِیْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِیْ قُرْبٰی ۔اس میں تصریح ہے کہ بدوں ایمان کے محض برکات کام نہیں آتے دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت سے بڑھ کر کون سی برکت ہوگی پھر بھی یہ حکم دیا گیا قولہ تعالیٰ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِیْمَ لِاَبِیْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ۔ یہ دلیل ہے اس پر کہ اگر شیخ کسی فعل سے مرید کو منع کرے اور کسی عارض سے وہی فعل خود کرنا پڑے تو مرید کے سامنے اپنا عذر اجمالاً یا تفصیلاً بیان کر دے تا کہ وہ اس کا اقتداء نہ کرے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قوله فی يقاتلون** مطلب اشارة الى انه بيان لما قبله من الاشتراء ۱۲۔ ۲؎ **قوله فی فيقتلون** جس میں الخ اشارة الى ان الاجتماع ليس بشرط بل المناط هو القتال فقط وتترتب عليه القاتلية مرة والمقتولية اخرى ۱۲۔ ۳؎ **قوله فی فی التوراة** وعدہ کیا گیا ہے توریت میں اشارة الى تعلق الجار بالوعد ۱۲۔ ۴؎ **قوله فی التمهيد** تعلقات غیر ضروریہ قيد به لان الضرورى منها لا يوم بقطعها كالتبليغ ومصاحبة الابوين بالمعروف والدعاء لهم بالهداية ونحو ذلك ۱۲۔ ۵؎ **قوله فی ما كان** جائز نہیں یعنی الآن انتفى الجواز فلا يرد انه صلى الله عليه وسلم والمؤمنين باشروا ما لا يجوز ۱۲۔ ۶؎ **قوله قبل الاعزن موعدة** اس کے قبل تھا اشار به الى ان اصل الجواب هو ان الاستغفار كان قبل التبيين واستغفاركم بعد التبيين فاقيم حديث تسببه عن الموعدة مقامه للايذان بانه لو لم تكن هذا الموعدة لما استغفر مع كونه جائز او تفسيرى لهذه الآية بما فسرت به انحل كثير من الاشكالات المتعلقة بها اذا خالجك اشكال رأيت جوابه فيه ان شاء الله تعالى ۱۲۔

اللغات: السائحون من السياحة وفسر بالصيام مرفوعا اخرجه ابن مردويه عن ابن مسعود وابى هريرةؓ لان الصوم يعوق عن الشهوات كما ان السياحة تمنع منها فى الاكثر وقيل المهاجرون وقيل المجاهدون وقيل طلبة العلم اخرجه ابو الشيخ عن عكرمة قوله والناهون اتى بالواو للمقابلة مع الامر وهو اسهل وجه عندى ۱۲۔ قوله الاواه مبالغة من التاوه واصله قول آه وهو كناية عن كمال الرافة ورقة القلب كذا فى الروح ۱۲۔

النحو: وعدا مفعول مطلق لمقدر دل عليه بان لهم الجنة قوله ومن اوفى اعتراض مؤكد ۱۲۔

البلاغة: فى فاستبشروا التفات ۱۲۔ قوله تبرا منه لم يقل تركه لما فيه من المبالغة ما ليس فى الترك ونظائره ۱۲۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰی یُبَیِّنَ لَهُمْ مَّا یَتَّقُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۱۱۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ﴿۱۱۶﴾ لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِیِّ وَالْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ فِیْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ یَزِیْغُ قُلُوْبُ فَرِیْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَیْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۱۷﴾ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِیْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰۤی اِذَا ضَاقَتْ عَلَیْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَیْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَیْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَیْهِمْ لِیَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۱۸﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۱۱۹﴾ ع

اور اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرتا کہ کسی قوم کو ہدایت کئے پیچھے گمراہ کر دے۔ جب تک کہ ان چیزوں کو صاف صاف نہ بتلا دے جن سے وہ بچتے رہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو

خوب جانتے ہیں (اور) بلاشبہ اللہ ہی کو سلطنت ہے آسمانوں اور زمین میں وہی جلاتا اور مارتا ہے اور تمہارا اللہ کے سوا نہ کوئی یار ہے نہ مددگار ہے اللہ تعالیٰ نے پیغمبرؐ کے حال پر توجہ فرمائی اور مہاجرین اور انصار کے حال پر بھی جنہوں نے ایسی تنگی کے وقت میں پیغمبر کا ساتھ دیا۔ بعد اسکے کہ ان میں سے ایک گروہ کے دلوں میں کچھ تزلزل ہو چلا تھا۔ پھر اللہ نے ان (گروہ) کے حال پر توجہ فرمائی۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان سب پر بہت شفیق مہربان ہے اور ان تین شخصوں کے حال پر بھی (توجہ فرمائی) جن کا معاملہ ملتوی چھوڑ دیا گیا تھا۔ یہاں تک کہ جب (انکی پریشانی کی یہ نوبت پہنچی کہ) زمین باوجود اپنی فراخی کے ان پر تنگی کرنے لگی اور وہ خود اپنی جان سے تنگ آ گئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ خدا (کی گرفت) سے کہیں پناہ نہیں مل سکتی بجز اس کے کہ اسی کی طرف رجوع کیا جائے اس وقت وہ خاص توجہ کے قابل ہوئے پھر انکے حال پر بھی (خاص) توجہ فرمائی تا کہ وہ آئندہ بھی رجوع رہا کریں بے شک اللہ تعالیٰ بہت توجہ فرمانے والے بڑے رحم کرنے والے ہیں۔ اے ایمان والوں اللہ سے ڈرو اور (عمل میں) سچوں کے ساتھ رہو۔

تفسیر ربط: اوپر کی آیت میں مشرکین کے لئے استغفار کرنے کو ناجائز فرمایا تھا چونکہ ناجائز افعال کا خاصہ ہے کہ ان کے کرنے سے قلب میں ایک ظلمت پیدا ہو جاتی ہے جس سے گمراہی کا مادۂ قریبہ پیدا ہو جاتا ہے اور بار بار کرنے سے اس میں اور قوت ہوتی ہے جیسا کہ آیت بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ الخ کی تفسیر میں ترمذی اور نسائی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً یہ مضمون روایت کیا ہے اس پر نظر کر کے مؤمن خائف کو تو ہم ہوسکتا ہے کہ ہم کو اس استغفار ناجائز سے کہیں یہ ضرر مذکور نہ پہنچا ہو اس کے متعلق آگے تسلی فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ اثر کسی فعل میں اس کے ممنوع ہونے کے بعد ہے نہ کہ قبل ممنوع ہونے کے کیونکہ عدم جواز بعد نہی کے حادث ہے اگر نہی کے قبل ہوتا اور نہی سے صرف اس کا ظہور ہوتا تو اس احتمال کی گنجائش تھی کہ اثر تو اس میں ہے ہی اس لئے ضرر ہوا ہو گا اور تسلی کے بعد اپنا صفات کمال کے ساتھ موصوف ہونا بیان فرماتے ہیں تا کہ نہی اور تسلیہ سب کی تاکید ہو جاوے۔

تسلیۂ مؤمنین متعلق نہی مذکور و اوصاف باری تعالیٰ بتاکید تسلیہ و نہی

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا (الی قولہ تعالی) وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۱۶﴾ اور اللہ ایسا نہیں کرتا کہ کسی قوم کو ہدایت کئے پیچھے گمراہ کر دے جب تک کہ ان چیزوں کو صاف صاف نہ بتلا دے جن سے وہ بچتے رہیں (پس جب ہم نے تم مسلمانوں کو ہدایت کی اور اس کے قبل استغفار للمشرکین کی ممانعت بتلائی نہ تھی تو اس کے کرنے سے تم کو یہ سزا نہیں دی جاوے گی کہ تم میں گمراہی کا مادہ پیدا کر دیا جاوے) بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں (سو وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ بدوں ہمارے بتلائے ہوئے ایسے احکام کو کوئی نہیں جان سکتا اس لئے ان افعال سے مضرت بھی نہیں پہنچنے دیتے اور) بلاشبہ اللہ ہی کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین میں وہی جلاتا اور مارتا ہے (یعنی ہر طرح کی حکومت اور قدرت اس کے لئے خاص ہے اس لئے جو چاہے حکم دے سکتا ہے اور جس ضرر سے چاہے بچا سکتا ہے) اور تمہارا اللہ کے سوا نہ کوئی یار ہے نہ مددگار ہے (بلکہ وہی یار مددگار ہے اس لئے قبل نہی تم کو ضرر سے بچاتا ہے اور اگر تم نے بعد نہی اطاعت نہ کی تو اور کوئی بچانے والا نہیں۔ **ف**: اور جو ضلالت قبل الہدایت ہوتی ہے جیسے کفر مصرین میں ہوتی ہے وہ بھی بعد ایضاح حق ہی کے ہوتی ہے کما یدل علیہ قولہ تعالیٰ: وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا [بنی اسرائیل: ۱۵] پس یہ تخصیص باعتبار خصوص واقصر کے ہے۔ ربط: اوپر آیات کثیرہ قصۂ تبوک کے متعلق تھیں آگے بھی اس قصے کے متعلق شریک ہونے والوں کی اور شریک نہ ہونے والوں میں سے سچ بولنے والوں اور توبہ کرنے والوں کی مدح اور ان کا مقبول و مرحوم ہونا بیان فرماتے ہیں جن میں سے بعض کا ذکر اجمالاً اوپر آیت: وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ میں بھی گزر چکا ہے اور یہ تین بزرگ تھے کعب بن مالک مرارہ بن الربیع ہلال بن امیہ ان کا قصہ جس کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے بخاری کی حدیث میں آیا ہے کہ آپ نے ان سے ارشاد فرمادیا کہ جاؤ اللہ کا جو حکم تمہارے بارہ میں ہوگا کیا جاوے گا اور آپ نے مسلمانوں کو ان کے ساتھ کلام کرنے سے منع فرمادیا اور اسی حالت میں ان پر پورے پچاس دن گزر گئے حتی کہ غایت پریشانی سے تمام عالم ان کی نظروں میں تنگ و تاریک نظر آنے لگا آخر یہ آیت نازل ہوئی جس میں قبول توبہ کی بشارت دی گئی مفصل قصہ حدیث میں ہے اور بڑی وقعت اور اثر کا قصہ ہے۔

مقبولیت مجاہدین و تائبین در تبوک ☆ لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ (الی قولہ تعالی) اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۱۸﴾ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر (ﷺ) کے حال پر توجہ فرمائی (کہ آپ کو نبوت اور امامت جہاد اور تمام خوبیاں عطا فرمائیں) اور مہاجرین اور انصار کے حال پر بھی (توجہ فرمائی کہ ان کو ایسی مشقت کے جہاد میں مستقیم رکھا) جنہوں نے ایسی تنگی کے وقت میں پیغمبر کا ساتھ دیا بعد اس کے کہ ان میں سے ایک گروہ کے دلوں میں کچھ تزلزل ہو چلا تھا (اور جہاد میں جانے سے ہمت ہارنے کو تھے مگر) پھر اللہ نے ان (گروہ) کے حال پر توجہ فرمائی (کہ ان کو سنبھال لیا اور آخر ساتھ ہی ہو لئے پس) بلاشبہ اللہ تعالیٰ سب پر بہت ہی شفیق مہربان ہے (کہ اپنی مہربانی سے ہر ایک کے حل پر کس کس طرح توجہ فرمائی) اور ان تین شخصوں کے حال پر بھی (توجہ فرمائی) جن کا معاملہ ملتوی چھوڑ دیا گیا تھا یہاں تک کہ جب (ان کی پریشانی کی یہ نوبت پہنچی کہ) زمین باوجود اپنی (اتنی بڑی) فراخی کے ان پر تنگی کرنے لگی اور وہ خود اپنی جان سے تنگ آ گئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ خدا (کی گرفت) سے کہیں پناہ نہیں مل سکتی بجز اس کے کہ اسی کی طرف رجوع کیا جاوے (اس وقت وہ خاص توجہ کی قابل ہوئے) پھر ان

کے حال پر (بھی خاص) توجہ فرمائی تا کہ وہ آئندہ بھی (ایسے مواقع مصیبت و معصیت میں اللہ کی طرف) رجوع رہا کریں بیشک اللہ تعالیٰ بہت توجہ فرمانے والے بڑے رحم کرنے والے ہیں۔ **ف**: نصف پارہ واعلموا آیت: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ [آیت: ۳۸] کے ذیل میں اس غزوہ کے متعلق جو چھ جماعتوں کا بیان کیا گیا تھا یہاں ان میں سے جماعت اول اور دوم اور چہارم کا ذکر ہے چنانچہ مضمون کے انطباق سے معلوم ہو سکتا ہے اور اس مقام پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کی ضرورت نہ تھی کیونکہ آپ کی محبوبیت خاصہ اظہر من الشمس و معلومات ضروریہ دینیہ سے ہے مگر اول تو تبرکا پھر صحابہؓ کے تطییب قلب کے لئے کہ ہم بھی اس عنایت خاصہ کے فیض سے محروم نہ رہیں گے جو آپ کی ذات مقدسہ پر متوجہ ہے اور اس غزوہ کے زمانہ کو ساعۃ عسرت اس واسطے فرمایا کہ گرمی شدید کا وقت تھا سفر دراز تھا مقابلہ قواعد دان لشکر سے تھا سواری کی بہت کمی تھی کھانے پینے کے سامان رسد کی کمی اس درجہ تھی کہ ایک خرما دو دو شخصوں میں تقسیم ہوتا تھا بعض دفعہ ایک چھوارے کو آگے پیچھے کئی کئی آدمی چوستے تھے سواری کے اونٹ ذبح کرنے پڑے ان کی آلائش کو نچوڑ کر پینا پڑا کذا فی الدر المنثور۔

مَسْئَلَه: کسی شخص کو بوجہ ارتکاب امر خلاف شرع کے یہ سزا دینا کہ اس سے ترک سلام و کلام کر دیں جائز ہے اور حدیثوں میں جو ممانعت آئی ہے کہ تین روز سے زیادہ ترک کلام نہ کرے مراد اس سے وہی ہے جس کا سبب کوئی دنیوی رنج ہو۔ واللہ اعلم۔ **ربط**: اوپر مجاہدین اور تائبین کی مدح اور مقبولیت مذکور تھی چونکہ یہ مقبولیت بدولت تقویٰ و صدق و اخلاص کے ہے اس لئے آگے عامہ مؤمنین کو اس کا امر فرماتے ہیں۔

امر بتقویٰ و صدق ☆ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور (عمل میں) سچوں کے ساتھ رہو (یعنی جو نیت اور بات میں سچے ہیں ان کی راہ چلو کہ تم بھی صدق اختیار کرو)

تَرجمۂ مَسَائِلُ السُّلوک: قولہ تعالیٰ: حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ الخ یہ قصہ اس پر دال ہے کہ مرید پر حسب مصلحت شیخ کو تشدد جائز ہے۔ قولہ تعالیٰ: ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ حق تعالیٰ کی عادت اپنے محبین کے ساتھ جاری ہے کہ جب ان سے کوئی امر ان کے مقام کے منافی صادر ہو جاتا ہے تو ایک نوع کے حجاب سے ان کی تادیب کی جاتی ہے اور جب وہ اس کی تلخی چکھ چکتے ہیں تو ان پر کرم کی بارش فرمائی جاتی ہے کذا فی الروح ملخصاً ۱۲ قولہ تعالیٰ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ بعض نے معیت کی تفسیر مخالطت و مقارنت سے کی ہے کذا فی الروح پس اس میں ترغیب ہے صحبت صالحین کی ۱۲۔

۱ **قوله** فی تاب علیهم ان گروہ اشارة الی عود الضمیر الی الفریق کما یدل علیه قوله یزیغ ۱۲۔ ۲ **قوله** فی خلفوا معاملہ فالاسناد مجازی ای خلف امرهم ۱۲۔ ۳ **قوله** بعد ظنوا توجہ کی قابل اشار بهذا الی تقدیر الجزاء ای صلحوا للتوبة بمعنی الرحمة الخاصة ثم بعد الصلوح تاب علیهم ۱۲۔ ۴ **قوله** فی الصادقین نیت اور بات کما فی الروح الذین صدقوا فی الذین نية وقوله وعملاً ۱۲۔

الرِّوَايَات: فی الدر المنثور عن مجاهد فی قوله وما كان الله ليضل قوما بعد اذ هداهم حتى يبين لهم ما يتقون قال بيان الله للمؤمنين فی الاستغفار للمشركين خاصة وفی بيانه طاعته ومعصيته[1] عامة ما فعلوا او تركوا اه قلت وبقوله طاعته ومعصيته عامة صح ما روی فی سبب النزول غير ما ذكر فانه لا تنافی بين الاسباب ۱۲۔

النَّحو: قوله حتی غاية لقوله خلفوا لان التخليف كان منتهيا اليه ثم نزل الحكم فيهم ۱۲۔

الحَواشی: (۱) یعنی آیت میں جو لِيُضِلَّهُمْ کے ساتھ بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ کی قید لگائی ہے ۱۲ منہ۔ (۲) وفی الطبری فافعلوا او ذروا ۱۲ منہ۔

مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾

مدینہ میں رہنے والوں کو اور جو دیہاتی ان کے گرد و پیش (رہتے) ہیں ان کو یہ زیبا نہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا ساتھ نہ دیں اور نہ یہ (زیبا تھا) کہ اپنی جان کو ان کی جان سے عزیز سمجھیں (اور) یہ (ساتھ جانے کا ضروری ہونا) اس سبب سے ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو پیاس لگی اور جو ماندگی پہنچی اور جو بھوک لگی اور جو چلنا چلے جو کفار کے

لئے موجب غیظ ہوا ہو اور دشمنوں کی جو کچھ خبر لی ہو ان سب پر ان کے نام ایک ایک نیک کام لکھا گیا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ مخلصین کا اجر ضائع نہیں کرتے اور جو کچھ چھوٹا بڑا انہوں نے خرچ کیا اور جتنے میدان ان کو طے کرنے پڑے یہ سب بھی ان کے نام لکھ لیا تا کہ اللہ تعالیٰ ان کو (ان کے سب) کاموں کا اچھے سے اچھا بدلہ دے۔

تفسیر: ربط: اوپر متخلفین پر ملامت اور مجاہدین کی فضیلت الگ الگ مذکور تھی آگے دونوں کو مجتمعاً اس طرح فرماتے ہیں کہ دوسرے مضمون سے پہلے مضمون پر استدلال بھی ہو جاوے۔

ملامت متخلفین بضمن فضیلت مجاہدین ☆ مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ (الی قولہ تعالیٰ) لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ أَحْسَنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۲۱﴾ مدینہ کے رہنے والوں کو اور جو دیہاتی ان کے گرد و پیش میں (رہتے) ہیں ان کو یہ زیبا نہ تھا کہ رسول اللہ (ﷺ) کا ساتھ نہ دیں اور نہ یہ (زیبا تھا) کہ اپنی جان کو ان کی جان سے عزیز سمجھیں (کہ آپ تو تکلیفیں سہیں اور یہ آرام سے بیٹھے رہیں بلکہ آپ کے ہمراہ جانا ضروری تھا اور) یہ (ساتھ جانے کا ضروری ہونا) اس سبب سے ہے کہ (علاوہ ادائے حق محبت رسول کے ان مجاہدین کو بات بات پر ثواب حاصل ہوا ہے اگر یہ اخلاص کے ساتھ جاتے ان کو بھی ملتا چنانچہ) ان کو اللہ کی راہ (یعنی جہاد) میں جو پیاس لگی اور جو ماندگی پہنچی اور جو بھوک لگی اور جو چلنا چلے جو کفار کے لئے موجب غیظ ہوا ہو اور دشمنوں کی جو کچھ خبر لی اس سب پر ان کے نام ایک ایک نیک کام لکھا گیا (باوجود یکہ بعض امور افعال اختیاریہ نہیں مگر یہ مقتضائے مقبولیت و محبوبیت ہے کہ امور اضطراریہ بھی مثل اعمال اختیاریہ کے موجب ثواب قرار دیئے گئے اور اس وعدہ میں احتمال تخلف کا نہیں کیونکہ) یقیناً اللہ تعالیٰ مخلصین کا اجر ضائع نہیں کرتے (پس جب وعدہ کر لیا تو ضائع نہ ہوگا) اور (نیز) جو کچھ چھوٹا بڑا انہوں نے خرچ کیا اور جتنے میدان ان کو طے کرنے پڑے یہ سب بھی ان کے نام (نیکیوں میں) لکھا گیا تا کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے (سب) کاموں کا اچھے سے اچھا بدلہ دے (کیونکہ جب ثواب لکھا گیا تو بدلہ ملے گا)۔ ف: لَا يُضِيعُ میں مخلصین کی تخصیص اس لئے ہے کہ بدوں اخلاص کے تو اجر ہی نہیں ملتا۔

ربط: اوپر جو متخلفین کے باب میں ملامت کے مضامین نازل ہوئے اس سے آئندہ کیلئے شبہ ہوسکتا تھا کہ ہمیشہ کے لئے سب کے ذمہ جہاد میں جانا ضروری ہو گا اس لئے آگے ہر شخص کے جانے کا فرض نہ ہونا بیان فرماتے ہیں اور تبوک میں جو سب حاضرین کے ذمہ فرض تھا اس کی وجہ آیت :وَآخَرُونَ اعْتَرَفُوا کی تفسیر میں گزر چکی ہے پس خلاصہ مجموع آیتین کا یہ ہوا کہ فی نفسہ جہاد فرض کفایہ ہے مگر امام کے حکم سے ہر مخاطب پر فرض عین ہو جاوے گا۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قوله فی لا یرغبوا** عزیز **اخذ بالحاصل** ۱۲۔ ۲؎ **قوله فی ذلك** یہ ساتھ **فهم مما قبله ای وجوب المشایعة** ۱۲۔ ۳؎ **قوله قبل بانهم** علاوہ **یشعر به قوله لا یرغبوا کما یشهد به الذوق**۔ ۴؎ **قوله بعده** اخلاص کے ساتھ جاتے **فلا یرد ان المنافقین لا یکتب لهم اجر ولو نفروا والدلیل علی هذا القید قوله اجر المحسنین** ۱۲۔ ۵؎ **قوله فی موطئا** چلنا **اشارة الی کونه مصدراً** ۱۲۔ ۶؎ **قوله فی وادیا** میدان **استعمل فیه مجازا کما فی الروح** ۱۲۔ ۷؎ **قوله فی احسن** اچھے سے الخ **علی معنی ان لاعمالهم جزاء حسنا واحسن وهو تعالیٰ اختار لهم احسن جزاء کذا فی الروح** ۱۲۔

اللغات: **قوله ینالون فی الروح لا یأخذون شیئا من الاخذ کالقتل والاسر** ۱۲۔

البلاغۃ: **قوله کتب لهم به قال النسفی وحد الضمیر لانه لما تکررت لاصار کل واحد منها علی البدل مفردا بالذکر مقصودا بالوعد کذا فی الروح قوله صغیرة ولا کبیرة فی الروح ظاهره العکس فی الترتیب فالترتیب باعتبار کثرة الوقوع وقلته وفیه وفصل هذا واخر لانه اهون مما قبله وفیه وصف النفقة بالصغیرة والکبیرة دون القلیلة والکثیرة حملا للطاعة علی المعصیةالموصوفة بالصغیرة والکبیرة** ۱۲۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ﴿۱۲۲﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴿۱۲۳﴾

وَإِذَا مَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هَٰذِهِ إِيمَانًا ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَزَادَتْهُمْ

إِيمَانًا وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ﴿١٢٤﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا إِلَىٰ رِجْسِهِمْ وَمَاتُوا وَهُمْ كَافِرُونَ ﴿١٢٥﴾ أَوَلَا يَرَوْنَ أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِي كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوبُونَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُونَ ﴿١٢٦﴾ وَإِذَا مَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ هَلْ يَرَاكُم مِّنْ أَحَدٍ ثُمَّ انصَرَفُوا ۚ صَرَفَ اللَّهُ قُلُوبَهُم بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُونَ ﴿١٢٧﴾ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢٨﴾ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۖ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴿١٢٩﴾

اور (ہمیشہ کے لئے) مسلمانوں کو یہ (بھی) نہ چاہئے کہ (جہاد کے واسطے) سب کے سب (ہی نکل کھڑے ہوں گے۔ سو ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ان کی ہر ہر بڑی جماعت میں سے ایک ایک چھوٹی جماعت (جہاد میں) جایا کرے۔ تاکہ یہ باقی ماندہ لوگ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتے رہیں تاکہ یہ لوگ اپنی (اس) قوم کو جبکہ وہ ان کے پاس واپس آئیں، ڈرائیں تاکہ وہ (ان سے دین کی باتیں سن کر برے کاموں سے) احتیاط رکھیں اے ایمان والوان کفار سے لڑو جو تمہارے آس پاس (رہتے) ہیں اور ان کو تمہارے اندر سختی پانا چاہئے اور یہ یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ (کی امداد) متقی لوگوں کے ساتھ ہے (پس ان سے ڈرو دبومت) اور جب کوئی سورت (جدید) نازل کی جاتی ہے تو بعض منافقین (غربا و مسلمین سے بطور تمسخر) کہتے ہیں کہ (کہو) اس سورت نے تم میں سے کس کے ایمان میں ترقی دی سو (سنو) جو لوگ ایماندار ہیں اس سورت نے ان کے (تو) ایمان میں ترقی دی ہے اور وہ (اس ترقی کے ادراک سے) خوش ہو رہے ہیں اور جن لوگوں کے دلوں میں (نفاق کا) آزار ہے اس سورت نے ان میں ان کی (پہلی) گندگی کے ساتھ اور نئی گندگی بڑھا دی اور وہ حالت کفر ہی میں مر گئے اور کیا ان کو نہیں دکھلائی دیتا کہ یہ لوگ ہر سال میں ایک بار دو بار کسی نہ کسی آفت میں پھنستے رہتے ہیں (مگر) پھر بھی (اپنی حرکات شنیعہ سے) سے باز نہیں آتے اور نہ کچھ سمجھتے ہیں (جس سے باز آنے کی آئندہ امید ہو) اور جب کوئی سورت (جدید) نازل کی جاتی ہے تو ایک دوسرے کو دیکھنے لگتے ہیں (اور اشارہ سے باتیں کرتے ہیں) کہ تم کو کوئی (مسلمان) دیکھتا تو نہیں۔ پھر چل دیتے ہیں (یہ لوگ مجلس نبوی سے کیا پھرے) خدا نے ان کا دل (ہی ایمان سے) پھیر دیا ہے اس وجہ سے کہ محض بے سمجھ لوگ ہیں (کہ اپنے نفع سے بھاگتے ہیں) (اے لوگو) تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے جو تمہاری جنس (بشر) سے ہیں۔ جن کو تمہاری مضرت کی بات نہایت گراں گزرتی ہے جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہش مند رہتے ہیں۔ یہ (حالت تو سب کے ساتھ ہے بالخصوص) ایمانداروں کے ساتھ بڑے ہی شفیق (اور) مہربان ہیں۔ پھر اگر یہ روگردانی کریں تو آپ کہہ دیجئے (میرا کیا نقصان ہے) کہ میرے لئے (تو) اللہ تعالیٰ (حافظ و ناصر) ہی کافی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں ہے۔ میں نے اسی پر بھروسہ کر لیا اور وہ بڑے بھاری عرش کا مالک ہے۔ ۞

تفسیر: فرض کفایہ بودن نفیر برائے جہاد ☆ وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً ۚ (الی قولہ تعالیٰ) لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ﴿١٢٢﴾ اور (ہمیشہ کے لئے) مسلمانوں کو یہ (بھی) نہ چاہئے کہ (جہاد کے واسطے) سب کے سب (ہی) نکل کھڑے ہوں (کہ اس میں بھی بعض اوقات مسلمانوں کا ضرر ہے) سو ایسا کیوں نہ کیا جاوے کہ ان کی ہر ہر بڑی جماعت میں سے ایک ایک چھوٹی جماعت (جہاد میں) جایا کرے (اور کچھ اپنے وطن میں رہ جایا کریں) تاکہ (یہ) باقی ماندہ لوگ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں آپ سے اور آپ کے بعد علمائے شہر سے) دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتے ہیں اور تاکہ یہ لوگ اپنی (اس) قوم کو (جو کہ جہاد میں گئے ہیں) جب کہ وہ ان کے پاس واپس آویں (دین کی باتیں سنا کر خدا کی نافرمانی سے) ڈراویں تاکہ وہ (ان سے دین کی باتیں سن کر برے کاموں سے) احتیاط رکھیں۔ **ف**: باقی ماندہ لوگوں کے رہ جانے میں جو مصلحتیں ہیں ان میں سے ایک بڑی مصلحت کو کہ دینی مصلحت ہے ذکر فرما دیا اس کے علاوہ دنیا کی بھی مصلحتیں ہیں جو ظہور کی وجہ سے محتاج ذکر نہیں مثلاً سب کے چلے جانے میں خود دار الاسلام کا قبضہ سے نکل جانا غیر مستبعد ہے اور تفقہ فی الدین کی تخصیص فرقہ باقی ماندہ کے ساتھ اس لئے ہے کہ غالباً تحصیل علم حضر اور شہر میں ہوتا ہے۔ **ربط**: اوپر چند آیتوں میں جہاد کی ترغیب تھی آگے اس کی ترتیب مع اس کے بعض متعلقات کے مذکور ہے۔

ترتیب جہاد: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُم مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴿١٢٣﴾ اے ایمان والوان کفار سے لڑو جو تمہارے آس پاس (رہتے) ہیں اور ان کو تمہارے اندر سختی پانا چاہئے (یعنی جہاد کے وقت بھی مضبوط رہنا چاہئے اور ویسے بھی غیر زمانہ صلح میں ان سے ڈھیلا پن نہ برتنا چاہئے) اور یہ یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ (کی امداد) متقی لوگوں کے ساتھ ہے (پس ان سے ڈرو دبومت) **ف**: حاصل

ترتیب کا ظاہر ہے کہ اول پاس والوں سے نبٹنا چاہئے پھر بقایا میں جو سب سے پاس کے ہوں و علی ھذا القیاس اور اس ترتیب کے عکس میں جو مفاسد ہیں ظاہر ہیں چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو باختیار خود غزوات فرمائے اور صحابہؓ نے بھی سب میں یہی ترتیب ملحوظ رہی۔

ربط: اوپر آیات کثیرہ میں منافقین کے ذمائم مذکور ہوئے ہیں منجملہ انکے آیات منزلہ کے ساتھ تمسخر اور ان سے تنفر ہے آگے اسکا بیان ہے مع جواب وعتاب کے۔

ذکر تمسخر منافقین بآیات منزلہ وتنفر شاں از آنہا مع جواب وعتاب

وَ اِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ (الی قولہ تعالی) صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ۝ اور جب کوئی سورت (جدید) نازل کی جاتی ہے تو بعض منافقین (غرباء مسلمین سے بطور تمسخر) کہتے ہیں کہ (کہو) اس سورت نے تم میں سے کس کے ایمان میں ترقی دی (آگے حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ تم جواب چاہتے ہو) سو (سنو) جو لوگ ایماندار ہیں اس سورت نے ان کے (تو) ایمان میں ترقی دی ہے اور وہ (اس ترقی کے ادراک سے) خوش ہو رہے ہیں (مگر چونکہ وہ امر قلبی ہے اور تم کو نصیب نہیں اس لئے اس کا ادراک بھی نصیب نہیں اور تمسخر کرتے ہو) اور جن کے دلوں میں (نفاق کا) آزار ہے اس سورت نے ان میں ان کی (پہلی) گندگی کے ساتھ اور (نئی) گندگی بڑھادی (کیونکہ پہلے ایک حصہ قرآن کا انکار تھا اب اس جدید حصہ کا انکار مزید ہوا) اور وہ حالت کفر ہی میں مر گئے (یعنی جو ان میں مر چکے ہیں وہ کافر مرے اور جو اسی اصرار پر رہیں گے وہ کافر مریں گے حاصل جواب یہ ہوا کہ قرآن میں ایمان کو ترقی دینے کی بیشک خاصیت ہے لیکن محل میں قابلیت بھی تو ہو اور اگر پہلے سے خباثت مستحکمہ ہے تو اور بھی اس کو استحکام ہو جاوے گا۔ در باغ لالہ روید در شورہ بوم خس) اور کیا ان کو نہیں دکھلائی دیتا کہ یہ لوگ ہر سال میں ایک بار دو بار کسی نہ کسی آفت میں پھنستے رہتے ہیں (مگر) پھر بھی (اپنی حرکات شنیعہ سے) باز نہیں آتے اور نہ وہ کچھ سمجھتے ہیں (جس سے باز آنے کی آئندہ امید ہو یعنی ان حوادث سے ان کو عبرت پکڑنا اور عبرت پکڑ کر اپنی اصلاح کر لینا چاہئے تھا یہ تو ان کے تمسخر کا بیان ہوا جو اپنی مجالس میں کرتے تھے آگے تنفر کا بیان ہے جو مجلس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ان سے صادر ہوتا تھا چنانچہ ارشاد ہے) اور جب کوئی سورت (جدید) نازل کی جاتی ہے تو ایک دوسرے کو دیکھنے لگتے ہیں (اور اشارہ سے باتیں کرتے ہیں) کہ تم کو کوئی (مسلمان) دیکھتا تو نہیں (کہ اٹھتا ہوا دیکھ لے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جا لگائے) پھر (اشاروں ہی اشاروں میں باتیں کر کے وہاں سے اٹھ کر) چل دیتے ہیں (یہ لوگ مجلس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا پھرے) خدا تعالیٰ نے ان کا دل (ہی ایمان سے) پھیر دیا اس وجہ سے کہ وہ محض بے سمجھ لوگ ہیں (کہ اپنے نفع سے بھاگتے ہیں)

ف: مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ سے مراد خاص عدد نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ کبھی ایک بار کبھی متعدد بار ایسا ہو جاتا ہے اور مراد ان آفات وحوادث سے یا تو عام ہے مگر عاقل ان سے بھی متنبہ ہو کر اپنی اصلاح کرتا ہے یا خاص وہ واقعات مراد ہیں جو ان کے نفاق کی بناء پر پیش آتے تھے مثلاً ان کے دوست کفار مغلوب ہو گئے کبھی ان کے نفاق کی باتیں کھل گئیں اس پریشانی اور باز پرس کے اندیشہ میں مبتلا رہے و علی ھذا سو ان سے عبرت حاصل کرنا خصوصیت کے ساتھ ضروری تھا۔

ربط: چونکہ یہ سورت قرآن کی آخری سورتوں میں سے ہے اس لئے اس کے خاتمہ پر اقامت حجت واتمام دعوت کے لئے آپ کی رسالت اور بعض اوصاف کمال کی توضیح مناسب ہوئی اور نہ ماننے کی صورت میں اظہار توکل وتوحید سے کہ وہ بھی اصول مہمہ سے ہے آپ کی اظہار جلادت مستحسن ہوئی بالخصوص اس سورت کے ساتھ اس وجہ سے یہ مضمون زیادہ چسپاں ہے کہ اس میں تبریہ سے اتمام حجت کر دیا گیا پس ایک اتمام دوسرے کا مؤکد ہو جاوے گا۔

رسالت و کمالات رسالت مع اظہار جلادت ☆ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ (الی قولہ تعالی) عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ۝ (اے لوگو) تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس (بشر) سے ہیں (کہ تم کو نفع حاصل کرنا آسان ہو) جن کو تمہاری مضرت کی بات نہایت گراں گزرتی ہے (چاہتے ہیں کہ تم کو کوئی ضرر نہ پہنچے) جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہش مند رہتے ہیں (یہ حالت تو سب کے ساتھ ہے پھر بالخصوص) ایمانداروں کے ساتھ (تو) بڑے ہی شفیق (اور) مہربان ہیں (ایسے رسول سے مستفید نہ ہونا بڑی محرومی ہے) پھر اگر (اس پر بھی آپ کو رسول ماننے سے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کرنے سے) روگردانی کریں تو آپ کہہ دیجئے (میرا کیا نقصان ہے) میرے لئے (تو) اللہ تعالیٰ (حافظ وناصر) کافی ہے اس کے سوا کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں (پس معبودیت اس کے ساتھ مختص ہے تو لامحالہ سارے کمالات علم وقدرت اس میں بے مثل ہوں گے پھر مجھ کو کسی کی مخالفت سے کیا اندیشہ) میں نے اسی پر بھروسہ کر لیا اور وہ بڑے بھاری عرش کا مالک ہے (تو اور چیزیں تو بالاولیٰ اس کی مملوک ہوں گی پس اس پر بھروسہ کرنے کے بعد مجھ کو کوئی اندیشہ نہیں البتہ تم اپنی فکر کر لو حق کا انکار کر کے کہاں رہو گے) ف: عرش کا عظیم ہونا اس سے ظاہر ہے کہ آفتاب زمین سے ڈیڑھ سو حصہ سے بھی بڑا ہے اور آسمان میں کتنی ذرا سی جگہ میں موجود ہے پس آسمان کتنا بڑا ہوا پھر دوسرا آسمان اس سے اور تیسرا آسمان اس سے و علی ھذا القیاس کس قدر بڑا ہو گا اور سب آسمان کرسی کے سامنے ایسے ہیں جیسے بڑی ڈھال میں سات درہم ڈال دیئے جاویں پھر کرسی عرش کے سامنے ایسی ہی

چھوٹی ہے اس سے اندازہ کر لیا جاوے اہل رصد جس کو فلک الافلاک کہتے ہیں مرکز عالم سے اس کے مقعر تک حسب نقل روح المعانی تین کروڑ پینتیس لاکھ چوبیس ہزار چھ سو فرسنگ کا فاصلہ ہے اور فرسنگ تین کوس کا ہوتا ہے تو فاصلہ مذکور دس کروڑ پانچ لاکھ تہتر ہزار آٹھ سو ستائیس کوس کا ہوا یہ اس دائرہ سطح مقعر کا نصف قطر کا ہوا اس سے سطح مقعر کی عظمت کا اندازہ کرنا چاہئے اور محدب تک کا فاصلہ اہل رصد کو معلوم نہیں ہوا حالانکہ اہل ہیئت یہ ثابت نہیں کر سکے کہ فلک الافلاک سے اوپر کچھ نہیں اور روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ عرش سے اوپر کوئی جسم نہیں پس اگر فلک الافلاک عرش کے علاوہ کوئی چیز ہے تو عرش اس سے بھی اوپر ہوگا تو اس کی عظمت کا کیا حساب ہو سکتا ہے وہ عدد عربی میں ان الفاظ سے لکھا ہے۔ **ثلاثه و ثلثون الف الف و خمسمائة واربعة وعشرون الفا وستمائة وتسع فراسخ والله اعلم وقد تم تفسير سورة براء ة لسبع عشرة خلت من ربيع الثاني يوم الاثنين سنة ۱۳۲۴ من الهجرة النبوية صلى الله عليه وسلم صاحبها ما لا يعد ولا يحصى من سلام وتحية اللهم فوفقنی لاتمام تفسير بقية القرآن ببركة هذا النبی سيد الانس والجان۔**

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ اس میں دلیل ہے کہ مہم دینی کا انتظام ایسا ہونا چاہئے کہ دوسری ضروریات میں جن میں امر معاش بھی ہے مخل نہ ہوں قولہ تعالیٰ: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ اس سے مستنبط ہوتا ہے کہ چونکہ سب سے قریب ترنفس ہے ابتداء اس کے مجاہدہ سے کرے ۱۲۔ قولہ تعالیٰ: اَوَلَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ اس سے بلا کی حکمت معلوم ہوتی ہے تا کہ مولیٰ کی طرف توجہ ہو جائے ۱۲ قولہ تعالیٰ: لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ الخ یہ صفات ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور چونکہ شیخ بھی نائب ہوتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس لئے یہ صفات اس میں بھی ہونا ضروری ہیں۔ سورۂ توبہ ختم ہوئی۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قوله فی فلو لا** کیوں نہ کیا جاوے **اشارة الى ما فى الروح وهو ان لو لا ههنا للتحضيض وهى مع الماضى يفيد التوبيخ لكن اللوم على الترك فيما يمكن تلافيه قد يفيد الامر به فى المستقبل اى فهلا نفر ۱۲۔** ۲؎ **قوله فى فرقة وطائفة** بڑی چھوٹی **فى الروح ماخوذ من السياق ومن التبعيضية لان البعض فى الغالب اقل من الباقى والافا لجوهرى لم يفرق بينهما ۱۲۔** ۳؎ **قوله فى ليتفقهوا** باقی ماندہ **فى الروح عائد الى الفرقة الباقية لمفهومة من الكلام وقيل لا بد من اضمار وتقدير اى فلولا نفر من كل فرقة طائفة واقام طائفة ليتفقهوا الخ ۱۲۔** ۴؎ **قوله فى يجدوا** یعنی **اشارة الى ان الماموروهم الكفار لفظا والمؤمنون معنى ۱۲۔** ۵؎ **قوله فى** ف پھر بقایا میں **اشارة الى ان قوله يلونكم يدخل فيه الكفار جميعاً بهذا الاعتبار والابعد الحقيقى شاذ ۱۲۔** ۶؎ **قوله بعد كافرون** حاصل جواب **اشارة الى ان الجواب قد تم بقوله تعالىٰ فاما الذين آمنوا الخ وزيد عليه قوله واما الذين فى قلوبهم الخ اظهارا لمنشاء استهزائهم من جهلهم وبطلان ادراكهم المسبب من رجسهم الذى زاد بالسورة فكيف يتوقع منهم الادراك ۱۲۔** ۷؎ **قوله فى هل يراكم** اشارہ سے **اشارة الى تقدير القول لكن بالاشارة لان الحادثة مما وقع فى المجلس النبوى ۱۲۔**

الروایات: **اخرج ابو الشيخ عن عبدالله بن عبيد الله بن عمير قال كان المؤمنون لحرصهم على الجهاد واذا بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم سرية خرجوا فيها وتركوا النبى صلى الله عليه وسلم فى رقة من الناس فانزل الله تعالىٰ وما كان المؤمنون لينفروا كافة امروا اذا بعث النبى ﷺ سرية ان تخرج طائفة وتقيم طائفة فيحفظ المقيمون على الذين خرجوا ما انزل الله من القرآن وماسن من السنن فاذا رجع اخوانهم اخبروهم بذلك وعلموهم واذا خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يتخلف عنه احد الا باذن او عذر واخرج ابن جرير وابن المنذر عن عكرمة قال لما نزلت ان لا تنفروا يعذبكم عذابا اليما وما كان لاهل المدينة الآية قال المنافقون هلك اهل البد والذين تخلفوا عن محمد صلى الله عليه وسلم وقد كان اناس خرجوا الى البدود الى قومهم يفقهونهم فانزل الله تعالىٰ وما كان المؤمنون لينفروا الآية اه قلت وقد اخذت بحاصل كلا السببين فى التمهيد ۱۲۔**

النحو: **عزيز عليه خبر مقدم وما عنتم بتاويل المصدر مبتدأ ۱۲۔**

سُوْرَۃُ یُوْنُس

سُوْرَۃُ یُوْنُس ۱۰ مَکِّیَّۃٌ ۵۱ — بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — اٰیَاتُھَا ۱۰۹ رُکُوْعَاتُھَا ۱۱

سورۂ یونس مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اور اس کی ایک سونو آیتیں ہیں اور گیارہ رکوع

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ① اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَ بَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ②

یہ پرحکمت (یعنی قرآن) کی آیتیں ہیں کیا اُن (مکہ کے) لوگوں کو اس بات سے تعجب ہوا کہ ہم نے ان میں سے ایک شخص کے پاس وحی بھیج دی کہ سب آدمیوں کو (احکام خداوندی کے خلاف کرنے پر) ڈرائیے اور جو ایمان لے آئے ان کو یہ خوشخبری سنائیے کہ ان کے رب کے پاس (پہنچ کر) ان کو پورا مرتبہ ملے گا۔ کافر کہنے لگے کہ (نعوذ باللہ) یہ شخص کو تو بلاشبہ صریح جادوگر ہے

تفسیر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سورۃ یونس مکیۃ وھی مائۃ وتسع آیات (کذا فی البیضاوی) ربط: اس تمام تر سورت کا حاصل چند مضامین ہیں۔ اول اثباتِ توحید ثانی اثباتِ رسالت ثالث اثباتِ قرآن رابع اثباتِ معاد خامس تہدید بہ بعض قصص اور اول کے ضمن میں ابطال شرک اور ثانی کے ضمن میں اس کے متعلق بعض شبہات کا جواب اور ثالث کے ضمن میں اس کی تکذیب پر رد اور رابع کے ضمن میں جزاء وسزا و فنائے دنیا کا بیان اور خامس کے ضمن میں بعض شبہات کا جواب اور آپ کی تسلی اور یہ سب مضامین محاجہ ہیں کفار کے ساتھ اور پہلی سورت میں بھی ان سے محاجہ تھا گو وہاں بالسنان تھا اور یہاں باللسان اور وہاں کفار کے مختلف فرقوں سے تھا اور یہاں صرف مشرکین سے چنانچہ آیات میں غور کرنے سے یہ سب امور ظاہر ہو سکتے ہیں اس تقریر سے دونوں سورتوں میں بھی اور اس سورت کے اجزاء میں باہم دگر بھی تناسب وارتباط ظاہر ہو گیا۔

حقیقت قرآن ورسالت ☆ الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ① (الی قولہ تعالی) اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ② (الٓرٰ کا مطلب تو اللہ کو معلوم) یہ (جو آگے آتی ہیں) پرحکمت کتاب (یعنی قرآن) کی آیتیں ہیں (جو بوجہ حق ہونے کے قابل جاننے اور ماننے کے ہیں اور چونکہ جن پر اس کا نزول ہوا ہے ان کی نبوت کا کفار انکار کرتے تھے اس لئے جواب فرماتے ہیں کہ) کیا ان (مکہ کے) لوگوں کو اس بات سے تعجب ہوا کہ ہم نے ان میں سے ایک شخص کے پاس (جو کہ مثل ان کی بشر ہے) وحی بھیج دی (جس کا خلاصہ یہ ہے) کہ (عام طور پر) سب آدمیوں کو (احکام خداوندی کے خلاف کرنے پر) ڈرائیے اور جو ایمان لے آئے ان کو یہ خوشخبری سنائیے کہ ان کے رب کے پاس (پہنچ کر) ان کو پورا مرتبہ ملے گا (یعنی اگر ایسا مضمون کسی بشر پر وحی کے ذریعہ سے نازل ہو جاوے تو کوئی تعجب کی وجہ نہیں مگر) کافر (اس قدر متعجب ہوئے کہ آپ کی نسبت) کہنے لگے کہ (نعوذ باللہ) یہ شخص تو بلاشبہ صریح جادوگر ہے (نبی نہیں ہے کیونکہ نبوت بشر کے لئے نہیں ہو سکتی) ف: یہ ایک جہالت تھی مشرکین کی بلا دلیل نبوت اور بشریت کو منافی سمجھتے تھے اس آیت میں اس کا جواب ہے جس کا حاصل منع اصطلاحی ہے اور دوسرا قول ان کا بطریق تنزل تھا۔ وَقَالُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ [الزخرف: ۳۱] اس کا جواب اسی کے بعد مذکور ہے اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ الخ [الزخرف: ۳۲]۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قولہ فی رجل بشر ہے اشارۃ الی ان المماثلۃ مقصودۃ فی البشریۃ لانہ کان مناط تعجبھم کما یفصح عنہ اقوالھم ۱۲۔ ۲ قولہ فی انذر الناس عام طور پر اشارۃ الی ان الناس ھذا غیر الناس الاول فان الاول خاص وھذا عام واشار ایضاً الی ان الانذار لیس بمختص للکافرین فان المعصیۃ الممکنۃ الاجتماع مع الایمان مقتض للانذار ایضاً ولذا حذف مفعولہ ۱۲۔ ۳ قولہ قبل قال

اس قدر اشارة الى ان جملة قال الخ بيان لقوله اركان الناس ۱۲۔

الرِّوَایَات: فى الدر المنثور اخرج ابن جرير وابن ابى حاتم وابو الشيخ وابن مردويه عن ابن عباسؓ قال لما بعث الله محمدا صلى الله عليه وسلم رسول انكرت العرب ذلك ومن انكر منهم قالوا الله اعظم من ان يكون رسوله بشرا مثل محمد فانزل الله اكان للناس عجبا ان اوحينا الى رجل منهم الآية وما ارسلنا قبلك الا رجالا نوحى اليهم الآية فلما كرر الله عليهم الحجج قالوا واذا كان بشرا فغير محمد كان احق بالرسالة فلو لا نزل هذا القرآن على رجل من القريتين عظيم يقولون اشرف من محمد يعنى الوليد بن المغيرة من مكة وعروة بن مسعود الثقفى من الطائف فانزل الله ردا عليهم اهم يقسمون رحمة ربك الآية ۱۵ا۔

اللُّغَات: قوله قدم صدق فى الروح اصل القدم العفو المخصوص واطلقت على السبق مجازا مرسلا لكونها سببه وآلته واريد من السبق الفضل واشرف والتقدم المعنوى الى المنازل الرفيعة مجازًا ايضًا فالمجاز ههنا بمرتبتين واصل الصدق ما يكون فى الاقوال ويستعمل فى الافعال فيقال صدق فى القتال اذا وفاه حقه فيعبر به عن كل فعل فاضل ظاهرا وباطنًا ويضاف اليه كمقعد صدق ومدخل صدق ومخرج صدق الى غير ذلك وصرحوا ههنا بان الاضافة من اضافة الموصوف الى صفة والاصل قدم صدق اى محققه مقررة وفيه مبالغة لجعلها عين الصدق ثم جعل الصدق كانه صاحبها ۱۵ا۔

إِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ ۭ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝۳ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۝۴ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاۗءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ۭ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝۵ اِنَّ فِي اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ ۝۶ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَاۗءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ۝۷ اُولٰۗىِٕكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝۸ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ ۚ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝۹ دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۰ ع

بلاشبہ تمہارا رب (حقیقی) اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو چھ روز (کی مقدار) میں پیدا کر دیا۔ پھر عرش (یعنی تخت شاہی) پر قائم ہوا۔ وہ ہر کام کی (مناسب) تدبیر کرتا ہے (اس کے سامنے) کوئی سفارش کرنے والا (سفارش) نہیں (کر سکتا) بدوں اس کی اجازت کے ایسا اللہ تمہارا رب (حقیقی) ہے سو تم اس کی عبادت کرو (اور شرکت مت کرو) کیا تم (ان دلائل کو سننے کے بعد) پھر بھی نہیں سمجھتے تم سب کو اللہ ہی کے پاس جانا ہے اللہ نے اس کا سچا وعدہ کر رکھا ہے۔ بے شک وہی پہلی بار بھی پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ بھی (قیامت کو) پیدا کرے گا تا کہ ایسے لوگوں کو جو کہ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے انصاف کے ساتھ (پوری پوری) جزا دے اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے واسطے (آخرت میں) کھولتا ہوا پانی پینے کو ملے گا اور دردناک عذاب ہوگا ان کے کفر کی وجہ سے۔ وہ اللہ ایسا ہے جس نے آفتاب کو چمکتا ہوا بنایا اور چاند کو نورانی بنایا اور اس (چال) کے لئے منزلیں مقرر کیں تا کہ تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کر لیا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں بے فائدہ نہیں پیدا کیں۔ وہ یہ دلائل ان لوگوں کو صاف صاف بتلا رہے ہیں جو دانش رکھتے ہیں۔ بلاشبہ رات اور دن کے یکے بعد دیگرے آنے میں اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں پیدا کیا ہے ان سب

میں ان لوگوں کے واسطے (توحید کے) دلائل ہیں جو (خدا کا) ڈر مانتے ہیں۔ جن لوگوں کو ہمارے پاس آنے کا کھٹکا نہیں ہے اور وہ دنیوی زندگی پر راضی ہو گئے ہیں (آخرت کی طلب اصلاً نہیں کرتے) اور اس میں جی لگا بیٹھے ہیں (آئندہ کی کچھ فکر نہیں) اور جو لوگ ہماری آیتوں سے بالکل غافل ہیں ایسے لوگوں کا ٹھکانا ان کے اعمال کی وجہ سے دوزخ ہے (اور) یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ان کا رب ان کو بوجہ ان کے مؤمن ہونے کے ان کے مقصد (یعنی جنت) تک پہنچا دے گا۔ ان کے (مسکن کے) نیچے نہریں جاری ہوں گی چین کے باغوں میں۔ ان کے منہ سے یہ بات نکلے گی کہ سبحان اللہ' اور ان کا باہمی سلام یہ ہوگا السلام علیکم' اور ان کی (اس وقت کی ان باتوں میں) اخیر بات یہ ہوگی الحمد للہ رب العالمین۔

تفسیر ربط: اوپر قرآن ورسالت کا ذکر تھا آگے توحید کا بیان ہے۔

حقیقت توحید ☆ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ (الی قولہ تعالی) اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳﴾ بلاشبہ تمہارا رب (حقیقی اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو چھ روز (کی مقدار) میں پیدا کر دیا (پس اعلیٰ درجہ کا قادر ہے) پھر عرش پر (جو مشابہ ہے تخت سلطنت کے اس طرح) قائم (اور جلوہ فرما) ہوا (کہ جو اس کی شان کے لائق ہے تاکہ عرش سے زمین وآسمان میں احکام جاری فرمادے جیسا آگے ارشاد ہے کہ) وہ ہر کام کی (مناسب) تدبیر کرتا ہے (پس حکیم بھی ہے اس کے سامنے) کوئی سفارش کرنے والا (سفارش) نہیں (کر سکتا) بدون اس کی اجازت کے (بس عظیم بھی ہوا پس) ایسا اللہ تمہارا رب (حقیقی) ہے سو تم اس کی عبادت کرو (اور شرک مت کرو) کیا تم (ان دلائل کے سننے کے بعد) پھر بھی نہیں سمجھتے۔ ربط: اوپر توحید کا ذکر تھا آگے معاد کا ذکر ہے۔

حقیقت معاد ☆ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا (الی قولہ تعالی) بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴿۴﴾ تم سب کو اللہ ہی کے پاس جانا ہے اللہ نے (اس کا) سچا وعدہ کر رکھا ہے بیشک وہی پہلی بار بھی پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ بھی (قیامت کو) پیدا کرے گا تاکہ ایسے لوگوں کو جو کہ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے انصاف کے ساتھ (پوری پوری) جزا دے (اور اس میں ذرا کمی نہ کرے بلکہ بہت کچھ زیادہ دے دے) اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے واسطے (آخرت میں) کھولتا ہوا پانی پینے کو ملے گا اور دردناک عذاب ہوگا ان کے کفر کی وجہ سے۔ ربط: اوپر توحید کا بیان ہوا ہے آگے پھر اسی کی طرف عود ہے۔

عود بتوحید ☆ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ (الی قولہ تعالی) لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ وہ اللہ ایسا ہے جس نے آفتاب کو چمکتا ہوا بنایا اور چاند کو (بھی) نورانی بنایا اور اس (کی چال) کے لئے منزلیں مقرر کیں (کہ ہر روز ایک منزل قطع کرتا ہے) تاکہ (ان اجرام کے ذریعہ سے) تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کر لیا کرو اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں بے فائدہ نہیں پیدا کیں وہ یہ دلائل ان لوگوں کو صاف صاف بتلا رہے ہیں جو دانش رکھتے ہیں بلاشبہ رات اور دن کے یکے بعد دیگرے آنے میں اور اللہ نے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں پیدا کیا ہے ان سب میں ان لوگوں کے واسطے (توحید کے) دلائل ہیں جو (خدا کا) ڈر مانتے ہیں۔ ف: یوں تو غیر اہل تقویٰ کے لئے بھی دلائل بیان کئے گئے ہیں مگر تخصیص باعتبار انتفاع کے ہے اور منزل سے مراد وہ مسافت ہے جس کو کوئی کوکب شب وروز میں قطع کرلے خواہ وہ مسافت خلاء ہو یا ملاء ہو اور اس معنی کر آفتاب بھی ذی منازل ہے چنانچہ بعض قدرہ کی ضمیر بتاویل ہر واحد کے دونوں کی طرف راجع کی ہے لیکن چونکہ قمر کی چال بہ نسبت سورج کے سریع ہے اور اس کا منازل کو طے کرنا محسوس ہے اس لئے اس کے ساتھ سیر منازل کی تخصیص مناسب ہوئی اور اس اعتبار سے قمر کی انتیس یا تیس منزلیں ہوئیں مگر چونکہ اٹھائیس رات سے زیادہ نظر نہیں آتا اس لئے اٹھائیس منزلیں اس کی مشہور ہیں اور ہر چند کہ شمس وقمر دونوں عدد سنین اور حساب کے آلات میں سے ہیں لیکن آفتاب کا دورہ ایک سال میں پورا ہونے کی وجہ سے زیادہ مناسب یہ ہے کہ عدد السنین کو شمس کے متعلق کہا جاوے اور اس سے چھوٹے حساب کو قمر کے متعلق کہا جاوے اور اسی واسطے حساب کا لفظ بڑھا دیا گیا بطور تعمیم بعد تخصیص کے واللہ اعلم۔ ربط: اوپر معاد کا مضمون تھا آگے پھر اس کی طرف عود ہے۔

عود بمعاد ☆ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ (الی قولہ تعالی) اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰﴾ جن لوگوں کو ہمارے پاس آنے کا کھٹکا نہیں ہے اور وہ دنیوی زندگی پر راضی ہو گئے ہیں (آخرت کی طلب اصلاً نہیں کرتے) اور اس میں جی لگا بیٹھے ہیں (آئندہ کی کچھ خبر نہیں) اور جو لوگ ہماری آیتوں سے (جو کہ بعثت پر دلالت کرتی ہیں) بالکل غافل ہیں ایسے لوگوں کا ٹھکانا ان کے (ان) اعمال کی وجہ سے دوزخ ہے (اور) یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ان کا رب ان کو بوجہ ان کے مؤمن ہونے کے ان کے مقصد (یعنی جنت) تک پہنچا دے گا ان کے (مسکن کے) نیچے نہریں جاری ہوں گی چین کے باغوں میں (اور جس وقت وہ جنت میں جاویں گے اور عجائبات کا دفعۃً معائنہ کریں گے تو اس وقت) ان کے منہ سے یہ بات نکلے گی کہ سبحان اللہ اور (پھر جب ایک دوسرے کو دیکھیں گے تو) ان کا باہمی سلام یہ ہوگا السلام علیکم اور (جب اطمینان سے وہاں جا بیٹھیں گے اور اپنے پرانے مصائب اور متاعب اور اس وقت کے غیر مکدر دائمی عیش کا موازنہ کریں گے تو ان کی اس وقت کی باتوں میں) اخیر بات یہ ہوگی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (جیسا دوسری آیت میں ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ) ف: اٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ کی اس تفسیر پر یہ شبہ نہیں رہا کہ کیا اس کے بعد وہ کوئی بات نہ کریں گے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَ رَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا ...... مذمت کا رضا بالدنیا و اطمینان بالدنیا پر مرتب کرنا ان دونوں کے مذموم ہونے پر دلیل ظاہر ہے۔۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قوله في بالقسط کمی نہ کرے وهو الفائدة في التقييد بالقسط فالمقصود نفي النقص لا نفي الزيادة وحيث وقع العذاب فالمراد نفي الزيادة لا النقص لانه لا محذور فيه فلا حاجة الى تفسير القسط ما لعمل الصالح ونحوه ۱۲۔ ۲؎ قوله في يهديهم مقصد اشارة الى ان الكلام يهديهم ربهم الى ماوٰهم لدلالة السياق عليه ۱۲۔ ۳؎ قوله في سبحنك عجائبات الخ وهذا التفسير بهذا النهج وبهذا الترتيب من مواهب الله تعالىٰ ويقع مثل ذلك في مجالس الدنيا والله اعلم ۱۲۔

الکلام: استدل المعتزلة بالآية على توقف دخول الجنة على الايمان والعمل الصالح والجواب ظاهر فان الآية تدل على كون الجموع سببا لا شرطا ودلت نصوص اخرىٰ على كفاية الايمان في نفس الدخول ولا تنافي بين الاسباب ۱۲۔

اللغات: لا فرق بين الضياء والنور ولذا زيدت لفظة بھی فی نورا وما اشتهر في الفرق بينهما بكون الضياء بالذات والنور بالعرض وبنائه على استفادة القمر النور من الشمس فمما لم يثبت في اللغة واما حديث الاستفادة فما ذكروا فيه انه من الحدسيات لاختلاف اشكاله بحسب قربه وبعده منها اه لا يفيد الجزم لاحتمال ان يكون القمر كرة نصفها مضئ ونصفها مظلم يتحرك على نفسه فيرى هلالا ثم بدر اثم يمحق واما الاستدلال بحصول الخوف عنه توسط الارض بينه وبين الشمس فلا يفيد الجزم ايضاً لجواز ان يكون سبب آخر لاختلاف تلك الاشكال النورية لكنا لا نعلمه كان يكون كوكب كمد تحت فلك القمر ينخسف به في بعض اسقبالاته ۱۲۔ الرجاء عام للامل والخوف ويشير الى عدم الامل قوله رضوا والى عدم الخوف قوله واطمانوا ۱۲۔

النحو: قوله يدبر الامر اما حال واما خبر بعد خبر واما تفسير على بعض الاقوال لقوله استوى على العرش ومر ما يتعلق بالآية في حواشي مثل هذه في سوره الاعراف ۱۲۔

البلاغۃ: قوله جعل الشمس ضياءً بمعنى ذات ضياء او نفس ضياء بطريق المبالغة وعلى كل فهو من قبيل ضيق فم الركية لان الله تعالىٰ خلقها مضيئة من اول الامر قوله قدره اى قدر له اى لسيره ۱۲۔ تكرير الموصول في قوله والذين هم عن آياتنا من عطف الصفة على الصفة لذات واحد للايذان بان كلاً من الصفتين تكفي في ايجابها النار قوله بايمانهم خصص الايمان بالذكر بعد الجموع دلالة على اصالة الايمان وشرفه ۱۲۔

وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ ؕ فَنَذَرُ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖۤ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَاۤ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا ۙ وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾

اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں پر (ان کے جلدی مچانے کے موافق) جلدی سے نقصان واقع کر دیا کرتا۔ جس طرح وہ فائدہ کے لئے جلدی مچاتے ہیں تو ان سے وعدہ (عذاب) کبھی کا پورا ہو چکا ہوتا۔ سو (اس لئے) ہم ان لوگوں کو جن کو ہمارے پاس آنے کا کھٹکا نہیں ہے ان کے حال پر (بلا عذاب) چند روز چھوڑے رکھتے ہیں کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہم کو پکارنے لگتا ہے لیٹے بھی بیٹھے بھی کھڑے بھی پھر جب ہم اس کی وہ تکلیف اس سے ہٹا دیتے ہیں تو پھر اپنی پہلی حالت پر آ جاتا ہے کہ گویا جو تکلیف اس کو پہنچی تھی اس کے ہٹانے کے لئے کبھی ہم کو پکارا ہی نہ تھا۔ ان حد سے نکلنے والوں کے اعمال (بد) ان کو اسی طرح مستحسن معلوم ہوتے ہیں (جس طرح ہم نے ابھی بیان کیا ہے) اور ہم نے تم سے پہلے بہت سے گروہوں کو (انواع عذاب سے) ہلاک کر دیا جبکہ انہوں نے ظلم کیا (یعنی کفر و شرک) حالانکہ ان کے پاس ان کے پیغمبر بھی دلائل لے کر آئے اور (بوجہ غایت عناد کے) ایسے کب تھے کہ ایمان لے آتے۔ ہم مجرم لوگوں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔ (جیسا کہ ہم نے

ابھی بیان کیا ہے) پھر ان کے بعد ہم نے دنیا میں بجائے ان کے تم کو آباد کیا تا کہ (ظاہری طور پر) ہم دیکھ لیں کہ تم کس طرح کام کرتے ہو۔

تفسیر ربط: اوپر أُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمُ النَّارُ میں کفار کا آخرت میں معذب ہونا بیان فرمایا ہے ایسے مضامین پر کفار تکذیب کی غرض سے کہا کرتے کہ ہم تو عذاب کو حق تب سمجھیں کہ ہم پر یہاں دنیا ہی میں عذاب نازل ہو جاوے۔ جیسا سورۂ صٓ میں ہے: وَقَالُوا رَبَّنَا عَجِّل لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ [صٓ: ۱۶] اور اس کے بعد عذاب نازل نہ ہونے سے شبہ عدم عذاب فی المعاد کا ہوسکتا تھا آگے اس کا جواب ارشاد ہوتا ہے۔

جواب شبہ از عدم وقوع عذاب عاجل ☆ وَلَوْ يُعَجِّلُ اللَّهُ (الی قولہ تعالی) فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ۱۱ اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں پر (ان کے جلدی مچانے کے موافق) جلدی سے نقصان واقع کر دیا کرتا جس طرح وہ فائدے کے لئے جلدی مچاتے ہیں (اور اس کے موافق وہ فائدہ جلد واقع کر دیتا ہے اسی طرح اگر نقصان بھی واقع کر دیا کرتا) تو ان کا وعدہ (عذاب) کبھی کا پورا ہو چکا ہوتا (لیکن) ہماری حکمت جس کا بیان ابھی آتا ہے چونکہ اس کو مقتضی نہیں ہے) سو (اس لئے) ہم ان لوگوں کو جن کو ہمارے پاس آنے کا کھٹکا نہیں ہے ان کے حال پر (بلا عذاب چند روز) چھوڑے رکھتے ہیں کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں (اور مستحق زیادہ عذاب کے ہو جاویں اور وہ حکمت یہی ہے) ف: اگر کسی کو شبہ ہو کہ آیت سے دو امر مفہوم ہوتے ہیں ایک یہ کہ شر مانگنے سے بھی جلدی واقع نہیں ہوتا دوسرا یہ کہ مانگنے سے خیر جلدی واقع ہوتی ہے حالانکہ اس کا عکس بھی بکثرت واقع ہوتا ہے اس کا جواب یہ ہے مقصود آیت کا یہ ہے کہ بمقتضائے رحمت اصل خیر میں تعجیل وقوع ہے اور شر میں عدم تعجیل وقوع لیکن کسی عارض سے اگر عکس ہو جاوے تو منافی مدلول آیت کے نہیں پس آیت میں تعجیل وعدم تعجیل باعتبار اقتضائے اصل کے ہے یا یوں کہا جاوے کہ جو شر ونقصان واقع ہوتا ہے اس میں باعتبار محض خاص یا باعتبار عامہ مصالح کے کوئی خیر مضمر ہوتی ہے اور جس خیر میں توقف ہوتا ہے اسی طرح اس میں کوئی شر مضمر ہوتا ہے پس اس شر کا وقوع واقع میں خیر کا وقوع ہے اور اس خیر کا عدم وقوع واقع میں شر کا عدم وقوع ہے۔ ربط: اوپر توحید کا ذکر ہوا ہے آگے شرک کا باطل ہونا ایک خاص طور پر بیان فرماتے ہیں وہ یہ کہ مصیبت میں خود مشرکین ہی خدا کے سوا سب کو چھوڑ بیٹھتے ہیں پس شرک واقع میں جس طرح باطل ہے اسی طرح اس عقیدہ والوں کے طرز عمل سے بھی وہ لچر ثابت ہوتا ہے۔

تزییف طریقۂ مشرکین ☆ وَإِذَا مَسَّ الْإِنسَانَ الضُّرُّ (الی قولہ تعالی) مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۱۲ اور جب انسان کو (یعنی ان میں سے بعض کو) کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہم کو پکارنے لگتا ہے لیٹے بھی بیٹھے بھی کھڑے بھی (اور اس وقت کوئی بت وغیرہ یاد نہیں رہتا: ضَلَّ مَن تَدْعُونَ إِلَّا إِيَّاهُ...... [الأسراء: ۶۷]) پھر جب (اس کی دعاء والتجاء کے بعد) ہم اس کی وہ تکلیف ہٹا دیتے ہیں تو پھر اپنی پہلی حالت پر آ جاتا ہے (اور ہم سے ایسا بے تعلق ہو جاتا ہے) کہ گویا جو تکلیف اس کو پہنچی تھی اس کے ہٹانے کے لئے کبھی ہم کو پکارا ہی نہ تھا (اور پھر وہی شرک کی باتیں کرنے لگتا ہے نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُو إِلَيْهِ مِن قَبْلُ وَجَعَلَ لِلَّهِ أَندَادًا [الزمر: ۸]) ان حد سے نکلنے والوں کے اعمال (بد) ان کو اسی طرح مستحسن معلوم ہوتے ہیں (جس طرح ہم نے ابھی بیان کیا ہے) ف: اس آیت کا مضمون قرآن مجید کی چند آیتوں میں مختلف الفاظ سے آیا ہے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ حالت خیر میں یہ احکام ثابت فرمائے ہیں اعراض نسیان ترک دعاء فرح فخر ان سب کا صحت اجتماع ظاہر ہے اور حالت شر میں یہ احکام ثابت فرمائے ہیں یاس کفران دعاء ان میں یاس وکفران کا صحت اجتماع تو ظاہر ہے لیکن دعاء اور یاس کا اجتماع ظاہراً مشکل ہے کیونکہ دعاء امید ہی میں کی جاتی ہے سو یا تو یوں کہا جاوے کہ زبان سے دعاء کرتا ہے مگر دل میں مایوسی ہوتی ہے اور یا یوں کہا جاوے کہ اول اول خوب دعاء کرتا ہے پھر بعد چندے مایوس ہو کر چھوڑ دیتا ہے اور سورۂ حم فصلت کے آخر میں جو اشارہ ہوا ہے لَا يَسْأَمُ الْإِنسَانُ مِن دُعَاءِ الْخَيْرِ اس میں ظاہراً یہ اشکال ہوتا ہے کہ اگر یہ حالت خیر میں ہے تب تو اس میں اوپر ترک دعاء ثابت ہو چکا ہے اور اگر حالت شر میں ہے تو لَا يَسْأَمُ کا حکم مشکل ہے کیونکہ یاس میں نشاط فی الدعاء بالیقین فوت ہو جاتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دونوں حالتوں میں مشترک ہے اور دعاء سے مراد محض استدعاء اور تمنا اور حرص ہے یہ امور ہر حالت میں تازہ رہتے ہیں خوب سمجھ لینا چاہئے اس تقریر سے تمام اشکالات رفع ہو گئے۔ ربط: اوپر مضمون معاد میں کفار کا مستحق عذاب ہونا بیان فرمایا ہے آگے تاکید استحقاق کے لئے باجمالاً کفار سابقین کا انواع عذاب سے ہلاک ہونا بیان فرماتے ہیں تا کہ تنبیہ ہو جاوے کہ یہ بھی مستحق عذاب کے ہیں لیکن بعض حکمتوں سے دنیا میں عذاب حائل رک رہا ہے وہاں چونکہ مانع نہ ہوگا اس لئے لامحالہ واقع ہو جاوے گا۔ اور اس اجمال کی تفصیل کے لئے آخر سورت میں بعض قصص امم سابقہ کے آئے ہیں۔

تہدید کفار بذکر اہلاک سابقین اجمالاً ☆ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ (الی قولہ تعالی) لِنَنظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ ۱۴ اور ہم نے تم سے پہلے بہت سے گروہوں کو (انواع عذاب سے) ہلاک کر دیا ہے جب کہ انہوں نے ظلم (یعنی کفر وشرک) کیا حالانکہ ان کے پاس ان کے پیغمبر بھی دلائل لے کر آئے اور وہ (بوجہ غایت عناد کے) ایسے کب تھے کہ ایمان لے آتے ہیں ہم مجرم لوگوں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں (جیسا ہم نے ابھی بیان کیا ہے) پھر ان کے بعد ہم نے دنیا میں بجائے ان کے تم کو آباد کیا تا کہ (ظاہری طور پر بھی) ہم دیکھ لیں کہ تم کسی طرح کام کرتے ہو (آیا ویسا ہی شرک وکفر کرتے ہو یا ایمان لاتے ہو) ف:

ظاہری طور پر اس لئے کہا کہ علم الٰہی قبل الوقوع بھی ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ روح میں ہے کہ یہ ان لوگوں کی حالت ہے جنہوں نے مشاہد ربوبیت میں حقائق عبودیت کا ادراک نہیں کیا ان پر جب بلا آتی ہے تو تضرع کرنے لگتے ہیں اور جب بلا دور ہو جاتی ہے تو گویا بے تعلق ہو جاتے ہیں اور اگر عارف ہوتے تو برابر تضرع اور عبودیت کرتے رہتے اھ بحاصلہ اور اگر انسان سے مراد کافر لیا جاوے تو اس پر دال ہے کہ دعاء وعبادت اگر ایمان سے نہ ہو بلکہ محض اضطرار سے ہو تو (شرعاً) نافع نہیں اور ایسی ہی دعاء وعبادت اس آیت میں مذکور ہے۔ فاذا ركبوا في الفلك دعوا الله مخلصين له الدين ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله في استعجالهم فائدہ جلد واقع الخ اشارة الى تقدير الكلام هكذا ولو يعجل الله للناس الشر باستعجالهم كتعجيله الخير باستعجالهم له فوضع استعجالهم بالخير موضع تعجيله لهم اشعارا كما في الكشاف بسرعة اجابته سبحانه لهم واسعافه بطلبتهم حتى كان استعجالهم بالخير تعجيل له اه في الروح وهو كلام رضين يدل على وقته نظر صاحبه كما قال ابن المنير ۱۲۔ ۲ قوله في الانسان بعض لانه منهم من ليس كذلك فهذا وصف لجنس الانسان باعتبار افراده ۱۲۔ ۳ قوله في فلما التجاء کے بعد دل عليه الفاء ۱۲۔ ۱ قوله في الى ضر ہٹانے اشارة الى تقديره هكذا الى كشف ضر مسه ۱۲۔

اللغات: القرن اهل كل زمان كذا في الروح۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ۭ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ اِنِّىْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝۱۵ قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۡ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۱۶ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝۱۷ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَاۗءِ شُفَعَاۗؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ۭ قُلْ اَتُنَبِّـــــُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝۱۸ وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝۱۹

اور جب ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں جو بالکل صاف صاف ہیں تو یہ لوگ جن کو ہمارے پاس آنے کا کھٹکا نہیں ہے (آپ سے) یوں کہتے ہیں کہ اس کے سوا کوئی (پورا) دوسرا قرآن (ہی) لائیے یا (کم سے کم) اس میں کچھ ترمیم کر دیجئے۔ آپ یوں کہہ دیجئے کہ مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ میں اپنی طرف سے اس میں ترمیم کر دوں۔ بس میں تو اسی کا اتباع کروں گا جو میرے پاس وحی کے ذریعے سے پہنچا ہے۔ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں ایک بڑے بھاری دن کے عذاب کا اندیشہ رکھتا ہوں۔ آپ یوں کہہ دیجئے کہ اگر خدا تعالیٰ کو منظور ہوتا تو نہ تو میں تم کو یہ (کلام) پڑھ کر سناتا اور نہ اللہ تعالیٰ تم کو اس کی اطلاع دیتا کیونکہ اس سے پہلے بھی تو میں ایک بڑے حصہ تک تم میں رہ چکا ہوں پھر کیا تم اتنی عقل نہیں رکھتے سو اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیتوں کو جھوٹا بتلا دے یقیناً ایسے مجرموں کو اصلاً فلاح نہ ہوگی (بلکہ معذب ابدی ہوں گے) اور یہ لوگ اللہ (کی توحید) کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو ضرر پہنچا سکیں اور نہ ان کو نفع پہنچا سکیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ کیا خدا تعالیٰ کو ایسی چیز کی خبر دیتے ہو جو خدا تعالیٰ کو معلوم نہیں نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں۔ وہ پاک ہے اور برتر ہے ان لوگوں کے شرک سے اور تمام آدمی ایک ہی طریقے کے تھے (پھر اپنی کجرائی سے) انہوں نے اختلاف پیدا کر لیا اور اگر ایک بات نہ ہوتی جو آپ کے رب کی طرف سے پہلے ٹھہر چکی ہے تو جس چیز میں یہ لوگ اختلافات کر رہے ہیں۔ ان کا فیصلہ (دنیا میں) ہو چکا ہوتا۔

تفسیر ربط: اوپر توحید و معاد کے متعلق گفتگو تھی آگے قرآن و رسالت کے صدق و حقیقت کا بیان ہے جو شروع میں بھی آ چکا ہے۔

حقیقت قرآن و رسالت ☆ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ (الی قولہ تعالیٰ) اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝۱۷ اور جب ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی

جاتی ہیں جو بالکل صاف صاف ہیں تو یہ لوگ جن کو ہمارے پاس آنے کا کھٹکا نہیں ہے (آپ سے) یوں کہتے ہیں کہ (یا تو) اس کے سوا کوئی (پورا) دوسرا قرآن (ہی) لائیے (جس میں ہمارے مسلک کے خلاف مضامین نہ ہوں) یا کم سے کم اسی (قرآن) میں کچھ ترمیم کر دیجئے (کہ ہمارے مسلک کے خلاف مضامین اس میں سے حذف کر دیجئے اور اس منطوق سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ لوگ قرآن کو کلام محمدی سمجھتے تھے اللہ تعالیٰ اسی بناء پر جواب تعلیم فرماتے ہیں کہ) آپ یوں کہہ دیجئے کہ (قطع نظر اس سے کہ ایسے مضامین کا حذف کرنا فی نفسہٖ کیسا ہے خود) مجھ سے یہ نہیں ہوسکتا کہ میں اپنی طرف سے اس میں ترمیم کر دوں (اور جب بعض کا حذف بھی ممکن نہیں تو کل کا حذف تو بدرجۂ اولیٰ ناممکن ہے کیونکہ وہ میرا کلام تو ہے ہی نہیں بلکہ اللہ کا کلام ہے جو وحی کے ذریعہ سے آیا ہے جب یہ ہے تو) بس میں تو اسی کا اتباع کروں گا جو میرے پاس وحی کے ذریعہ سے پہنچا ہے (اور بالفرض خدانخواستہ) اگر میں (وحی کا اتباع نہ کروں بلکہ) اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں ایک بڑے بھاری دن کے عذاب کا اندیشہ رکھتا ہوں (جو اہل عصیان کے لئے مخصوص ہے اور وہ بوجہ عصیان کے تمہارے نصیب میں ہے سو میں تو اس عذاب یا اس کے سبب یعنی عصیان کی جرأت نہیں رکھتا اور اگر ان کو اس کے وحی ہونے میں کلام ہے اور یہ آپ ہی کا کلام سمجھتے ہیں تو) آپ یوں ہی کہہ دیجئے کہ (یہ تو ظاہر ہے کہ یہ کلام معجز ہے کوئی بشر اس پر قادر نہیں ہوسکتا خواہ میں ہوں یا تم ہو سو) اگر خدا تعالیٰ کو منظور ہوتا (کہ میں یہ کلام معجز تم کو نہ سنا سکوں اور اللہ تعالیٰ میرے ذریعہ سے تم کو اس کی اطلاع نہ دے) تو (مجھ پر اس کو نازل نہ فرماتا پس) نہ تو میں تم کو یہ (کلام) پڑھ کر سناتا اور نہ اللہ تعالیٰ تم کو اس کی اطلاع دیتا (پس جب میں تم کو سنا رہا ہوں اور میرے ذریعہ سے تم کو اطلاع ہو رہی ہے اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو اس کلام معجز کا سنوانا اور اطلاع کرنا منظور ہوا اور سنانا اور اطلاع دینا بدون وحی کے بوجہ اس کے معجز ہونے کے ممکن نہیں اس سے معلوم ہوا کہ وہ وحی منزل اور کلام الٰہی ہے) کیونکہ (آخر) اس (کلام کے ظاہر کرنے) پہلے بھی تو ایک بڑے حصے عمر تک تم میں رہ چکا ہوں (پھر اگر یہ میرا کلام ہے تو یا تو اتنی مدت تک ایک جملہ بھی اس طرز کا نہ نکلا اور یا دفعۃً اتنی بڑی بات بنالی یہ تو بالکل عقل کے خلاف ہے) پھر کیا تم اتنی عقل نہیں رکھتے ہو (جب اس کا کلام الٰہی اور حق ہونا ثابت ہو گیا اور پھر بھی مجھ سے درخواست ترمیم کی کرتے ہو اور اس کو نہیں مانتے تو سمجھ لو کہ) اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے (جیسا میرے لئے تجویز کرتے ہو) یا اس کی آیتوں کو جھوٹا بتلاوے (جیسا اپنے لئے تجویز کر رکھا ہے) یقیناً ایسے مجرموں کو اصلاً فلاح نہ ہوگی (بلکہ معذب ابدی ہوں گے) **ف**: اعجاز کے اثبات میں فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ سے استدلال علی سبیل التنزل ہے یعنی اصل استدلال یہ ہے فَأْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ [البقرۃ : ۲۳] اور اس میں کوئی بعید احتمال نکالتا کہ شاید عام اس پر قادر نہ ہوں آپ قادر ہوں اس احتمال پر یہ جواب دیا ہے کہ دفعۃً ایسے اعلیٰ طرز کا کلام طویل پیش کر دینا ممتنعات عادیہ سے ہے اور اعجاز میں امتناع عادی ہی پر مدار ہوتا ہے۔ رَبط :اوپر طریقہ مشرکین کی تزییف تھی آگے بھی ابطال شرک کا بیان ہے۔

ابطالِ شرک ☆ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (الی قولہ تعالیٰ) فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ۝ اور یہ لوگ اللہ (کی توحید) کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو (عبادت نہ کرنے کی صورت میں) ان کو ضرر پہنچا سکیں اور نہ (عبادت کرنے کی صورت میں) ان کو نفع پہنچا سکیں اور (اپنی طرف سے بلا دلیل ایک نفع تراش کر) کہتے ہیں کہ یہ (معبود) اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں (اس لئے ہم ان کی عبادت کرتے ہیں) آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم خدا تعالیٰ کو ایسی چیز کی خبر دیتے ہو جو خدا تعالیٰ کو معلوم نہیں نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں (یعنی خدا تعالیٰ کو ان چیزوں کے شفیع یا معبود بحق ہونے کے وقوع کا یا امکان کا علم نہیں اور خدا تعالیٰ کا علم تمام اشیاء کو محیط ہے پس جب ان کا علم نہیں تو معلوم ہوا کہ ان کا وقوع یا امکان باطل ہے پس عدم اور استحالہ حق ہے اس سے عقیدۂ شرک کا بطلان لازم آ گیا پس وہ) پاک اور برتر ہے ان لوگوں کے شرک سے اور (یہ طریقہ شرکیہ عقلاً و شرعاً باطل ہونے کے علاوہ قدیم بھی تو نہیں کیونکہ پہلے) تمام آدمی ایک ہی طریقہ کے تھے (یعنی سب موحد تھے کیونکہ آدم علیہ السلام موحد تھے بہت روز تک ان کی اولاد ان ہی کے طریقہ پر رہی پس سب موحد رہے) پھر (اپنی کجرائی سے) انہوں نے (یعنی بعض نے) اختلاف پیدا کرلیا (اور مشرک ہو گئے پس طریقہ شرکیہ محض مخترع ٹھہرا) اور یہ مشرک ایسے مستحق عذاب ہیں کہ) اگر ایک بات نہ ہوتی جو آپ کے رب کی طرف سے پہلے ٹھہر چکی ہے (کہ پورا عذاب ان کو آخرت میں دوں گا) تو جس چیز میں یہ لوگ اختلاف کر رہے ہیں ان کا قطعی فیصلہ (دنیا ہی میں) ہو چکا ہوتا (یعنی وہی عذاب موعود واقع ہو جاتا جو کہ عملی فیصلہ ہے) **ف**: عدم ضرر و عدم نفع اگر چہ حقیقۃً لیا جاوے تو سب معبودات غیر اللہ احیاء و اموات کو شامل ہے اور اگر صورۃً لیا جاوے جب بھی اموات یعنی اصنام وغیرہ کو شامل ہے جن کو اہل مکہ معبود سمجھتے تھے اور ان کا یہ کہنا کہ یہ ہمارے شفیع ہیں اور شفیع مستحق عبادت ہوتا ہے اس کے دو جواب ہیں ایک ابطال صغریٰ سے دوسرا ابطال کبریٰ سے اَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ میں دونوں کی طرف اشارہ ہے یعنی اولاً وہ شفیع نہیں پھر شفیع کے لئے معبود ہونا لازم نہیں غرض معبودیت غیر اللہ کا اعتقاد خواہ بالذات ہو یا بالعرض شرک ہے اور ان کو جو سفارشی مانتے تھے دنیا میں تو تحقیقاً اور آخرت میں فرضاً کیونکہ وہ آخرت کے قائل نہ تھے جیسا اس آیت میں :وَلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ الخ۔

مَلحقاتُ التَرجمۃ: ۱۔ **قولہ فی قال الذین** یہ لوگ **اشارة الی ان فیه وضع المظهر ۱۲ ۲۔ قولہ فی ما یکون لی** جب بعض کا **حذف اشارة الی**

كون المذكور جوابا عن الامرين قولهم ائت بقرآن غير هذا وقوله' بدله۱۲۔ ۳ قوله فى اخاف تمہارے نصیب اشارة الى ان فى الكلام تعريضا۱۲۔ ۴ قوله فى قل لو شاء ظاہراً اشارة الى ان عدم ذكر مبنى الكلام من كونه معجزا لظهوره ولما سياتى فقد لبثت ۱۲۔

النحو: قوله فى السمٰوٰت فى الروح فى موضع الحال من العائد المحذوف اى بما لا يعلمه كائنا فى ذلك والمقصود تاكيد النفى المدلول عليه بما قبله فانه قد جرى فى العرف ان يقال عند تاكيد للشئ ليس هذا فى السماء ولا فى الارض آه۔

البلاغة: لعل ايراد قوله ولا ادرٰكم مع كفاية ما تلوته فى المقام للاشارة الى ان تلاوته عليه السلام لما لم تكن من تلقاء نفسه فهو ادراء من الله تعالٰى لهم فهو مشير الى تقرير كونه وحيا۱۲۔

وَيَقُولُونَ لَوْلَآ أُنزِلَ عَلَيْهِ ءَايَةٌ مِّن رَّبِّهِۦ ۖ فَقُلْ إِنَّمَا ٱلْغَيْبُ لِلَّهِ فَٱنتَظِرُوٓا۟ ۚ إِنِّى مَعَكُم مِّنَ ٱلْمُنتَظِرِينَ ⑳
وَإِذَآ أَذَقْنَا ٱلنَّاسَ رَحْمَةً مِّنۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ إِذَا لَهُم مَّكْرٌ فِىٓ ءَايَاتِنَا ۚ قُلِ ٱللَّهُ أَسْرَعُ مَكْرًا ۚ إِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُونَ
مَا تَمْكُرُونَ ㉑ هُوَ ٱلَّذِى يُسَيِّرُكُمْ فِى ٱلْبَرِّ وَٱلْبَحْرِ ۖ حَتَّىٰٓ إِذَا كُنتُمْ فِى ٱلْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِم بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ
وَفَرِحُوا۟ بِهَا جَآءَتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ وَجَآءَهُمُ ٱلْمَوْجُ مِن كُلِّ مَكَانٍ وَظَنُّوٓا۟ أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا۟
ٱللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ لَئِنْ أَنجَيْتَنَا مِنْ هَٰذِهِۦ لَنَكُونَنَّ مِنَ ٱلشَّٰكِرِينَ ㉒ فَلَمَّآ أَنجَىٰهُمْ إِذَا هُمْ يَبْغُونَ
فِى ٱلْأَرْضِ بِغَيْرِ ٱلْحَقِّ ۗ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلَىٰٓ أَنفُسِكُم ۖ مَّتَٰعَ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا ۖ ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ
فَنُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ㉓ إِنَّمَا مَثَلُ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا كَمَآءٍ أَنزَلْنَٰهُ مِنَ ٱلسَّمَآءِ فَٱخْتَلَطَ بِهِۦ نَبَاتُ ٱلْأَرْضِ
مِمَّا يَأْكُلُ ٱلنَّاسُ وَٱلْأَنْعَٰمُ حَتَّىٰٓ إِذَآ أَخَذَتِ ٱلْأَرْضُ زُخْرُفَهَا وَٱزَّيَّنَتْ وَظَنَّ أَهْلُهَآ أَنَّهُمْ قَٰدِرُونَ عَلَيْهَآ
أَتَىٰهَآ أَمْرُنَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنَٰهَا حَصِيدًا كَأَن لَّمْ تَغْنَ بِٱلْأَمْسِ ۚ كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ ٱلْءَايَٰتِ لِقَوْمٍ
يَتَفَكَّرُونَ ㉔ وَٱللَّهُ يَدْعُوٓا۟ إِلَىٰ دَارِ ٱلسَّلَٰمِ وَيَهْدِى مَن يَشَآءُ إِلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ ㉕ لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا۟ ٱلْحُسْنَىٰ
وَزِيَادَةٌ ۖ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوهَهُمْ قَتَرٌ وَلَا ذِلَّةٌ ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ أَصْحَٰبُ ٱلْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَٰلِدُونَ ㉖ وَٱلَّذِينَ كَسَبُوا۟
ٱلسَّيِّـَٔاتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍۭ بِمِثْلِهَا وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۖ مَّا لَهُم مِّنَ ٱللَّهِ مِنْ عَاصِمٍ ۖ كَأَنَّمَآ أُغْشِيَتْ وُجُوهُهُمْ قِطَعًا
مِّنَ ٱلَّيْلِ مُظْلِمًا ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ أَصْحَٰبُ ٱلنَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَٰلِدُونَ ㉗ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا۟
مَكَانَكُمْ أَنتُمْ وَشُرَكَآؤُكُمْ ۚ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ ۖ وَقَالَ شُرَكَآؤُهُم مَّا كُنتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُونَ ㉘ فَكَفَىٰ بِٱللَّهِ شَهِيدًۢا
بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ إِن كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغَٰفِلِينَ ㉙ هُنَالِكَ تَبْلُوا۟ كُلُّ نَفْسٍ مَّآ أَسْلَفَتْ ۚ وَرُدُّوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ مَوْلَىٰهُمُ
ٱلْحَقِّ ۖ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا۟ يَفْتَرُونَ ㉚

اور یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ ان پر ان کے رب کی طرف سے کوئی معجزہ کیوں نازل نہیں ہوا سو آپ فرما دیجئے کہ غیب کی خبر صرف خدا تعالیٰ کو ہے (مجھ کو نہیں) سو تم بھی منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں اور جب ہم لوگوں کو بعد اس کے کہ ان پر کوئی مصیبت پڑ چکی ہو کسی نعمت کا مزہ چکھا دیتے ہیں۔ تو فوراً ہماری آیتوں کے بارے میں شرارت کرنے لگتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ اس شرارت کی سزا بہت جلد دے گا۔ بالیقین ہمارے فرشتے تمہاری سب شرارتوں کو لکھ رہے ہیں اور وہ (اللہ) ایسا ہے

کہ تم کو خشکی اور دریا میں لئے لئے پھرتا ہے یہاں تک کہ جب (بعض اوقات) تم کشتی میں (سوار) ہوتے ہو اور وہ کشتیاں لوگوں کو موافق ہوا کے ذریعے سے لے کر چلتی ہیں اور وہ لوگ (ان کی رفتار سے) خوش ہوتے ہیں (اس حالت میں دفعتہً) ان پر ایک جھونکا (مخالف) ہوا کا آتا ہے اور ہر طرف سے ان پر موجیں اٹھتی چلی آتی ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ (برے) آ گھرے۔ (اس وقت) سب خالص اعتقاد کر کے اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں کہ (اے اللہ) اگر آپ ہم کو اس (مصیبت) سے بچالیں تو ہم ضرور حق شناس (موحد) بن جائیں۔ پھر جب اللہ تعالیٰ (ان کو اس مہلک سے) بچالیتا ہے تو فوراً ہی (اطراف واقطار) وہ زمین میں ناحق کی سرکشی کرنے لگتے ہیں۔ اے لوگو (سن لو) یہ تمہاری سرکشی تمہارے لئے وبال (جان) ہونے والی ہے (بس) دنیوی زندگی میں (چندے اس سے) حظ اٹھا رہے ہو پھر ہمارے پاس تم کو آنا ہے پھر ہم سب تمہارا کیا ہوا تم کو جتادیں گے (اور اس کی سزادیں گے)۔ بس دنیوی زندگی کی حالت تو ایسی ہے جیسے ہم نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس پانی سے زمین کی نباتات جن کو آدمی اور چوپائے کھاتے ہیں خوب گنجان ہو کر نکلے یہاں تک کہ جب وہ زمین اپنی رونق کا پورا حصہ لے چکی اور اس کی خوب زیبائش ہوگئی اور اس (زمین) کے مالکوں نے سمجھ لیا کہ اب ہم اس پر بالکل قابض ہو چکے ہیں تو (ایسی حالت میں) دن میں یا رات میں اس پر ہماری طرف سے کوئی حادثہ آ پڑا جیسے بالا یا خشکی یا اور کچھ سو ہم نے ایسا صاف کر دیا کہ گویا کل (یہاں) وہ موجود ہی نہ تھی۔ ہم اسی طرح آیات کو صاف صاف بیان کرتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے جو سوچتے ہیں اور اللہ تعالیٰ دارالبقا کی طرف تم کو بلاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے راہ راست کی طرف چلنے کی توفیق دے دیتا ہے جن لوگوں نے نیکی کی ہے ان کے واسطے خوبی (یعنی جنت) ہے اور مزید برآں (خدا کا دیدار) بھی ہے اور ان کے چہروں پر نہ کدورت (غم کی) چھائے گی اور نہ ذلت۔ یہ لوگ جنت میں رہنے والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور جن لوگوں نے بدکام کئے ان کی بدی کی سزا اس کے برابر ملے گی اور ان کو ذلت چھالے گی ان کو اللہ (کے عذاب) سے کوئی نہ بچا سکے گا۔ (ان کے چہروں کی کدورت کی ایسی حالت ہوگی) کہ گویا ان کے چہروں پر اندھیری رات کے پرت کے پرت لپیٹ دیئے گئے ہیں۔ یہ لوگ دوزخ میں رہنے والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور وہ دن بھی قابل ذکر ہے جس روز ہم ان سب (خلائق) کو (میدان قیامت میں) جمع کریں گے۔ پھر مشرکین سے کہیں گے کہ تم اور تمہارے شریک اپنی جگہ ٹھہرو۔ پھر ہم ان (عابدین ومعبودین) کے آپس میں پھوٹ ڈالیں گے اور ان کے وہ شرکاء ان سے خطاب کر کے کہیں گے کہ تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے۔ سو ہمارے تمہارے درمیان خدا کافی گواہ ہے کہ ہم کو تمہاری عبادت کی خبر بھی نہ تھی۔ اس مقام پر ہر شخص اپنے اگلے کئے ہوئے کاموں کا امتحان کرے گا۔

تفسیر ربط: اوپر بعض آیات میں رسالت کا مسئلہ آ چکا تھا آگے پھر اسی کی طرف عود ہے۔

عود بمسئلہ رسالت ☆ وَيَقُوْلُوْنَ لَوْلَآ اُنْزِلَ (الی قولہ تعالیٰ) اِنِّىْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ۝ اور یہ لوگ (براہ عناد باوجود ظہور معجزات کثیرہ کے خصوص قرآن کے کہ اثبات نبوت کے لئے کافی دلیل ہے) یوں کہتے ہیں کہ ان پر (یعنی محمد ﷺ پر ہمارے فرمائشی معجزات میں سے) کوئی معجزہ کیوں نہیں نازل ہوا سو آپ فرما دیجئے کہ (چونکہ مقصود معجزہ سے دلالت علی النبوۃ ہوتی ہے اور یہ ہر معجزہ سے حاصل ہے اس لئے ان فرمائشوں کی ضرورت تو باقی رہی نہیں البتہ امکان وقوع وعدم وقوع دونوں کا ہے سو یہ ایک علم غیبی ہے کہ وقوع ہوگا یا عدم وقوع اور) غیب کی خبر صرف خدا کو ہے (مجھ کو نہیں) سو تم بھی منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں (کہ آیا وقوع ہوتا ہے یا عدم وقوع خلاصہ یہ کہ ان امور کو منصب رسالت یا اس کے لوازم سے کوئی تعلق نہیں میں نہیں جانتا نہ مجھ کو کوئی دخل اصل مقصود کے اثبات کے لئے البتہ ہر وقت آمادہ ہوں اور ثابت بھی کر چکا ہوں) ف: اس مضمون کی تقریر کئی جگہ گزر چکی ہے۔

ربط: اوپر کفار کا قول نقل فرمایا ہے لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ آگے اس اعتراض کی علت کہ اعراض ہے اور اس کی علت کہ حصول مقاصد واغراض ہے مع وعید بیان فرماتے ہیں اور علاوہ اس افادہ علت کے یہ مضمون آیت بالا فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ الخ کا تتمہ اور آیت آئندہ وَلَهَا انجامهم الخ کی تمہید بھی ہے۔

علت اعتراض واعراض کفار ☆ وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً (الی قولہ تعالیٰ) اِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ ۝ اور جب ہم لوگوں کو بعد اس کے کہ ان پر کوئی مصیبت پڑ چکی ہو کسی نعمت کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو فوراً ہماری آیتوں کے بارہ میں شرارت کرنے لگتے ہیں (یعنی ان سے اعراض کرتے ہیں اور ان کے ساتھ تکذیب واستہزاء سے پیش آتے ہیں اور براہ عناد واعتراض دوسرے معجزات کی فرمائشیں کرتے ہیں اور مصیبت گزشتہ سے عبرت نہیں پکڑتے پس علت اعتراض کی آیات منزلہ سے اعراض ہے اور اس کی علت تنعم ہے آگے (وعید ہے کہ) آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ اس شرارت کی سزا بہت جلد دے گا بالیقین ہمارے فرشتے تمہاری سب شرارتوں کو لکھ رہے ہیں (پس علاوہ علم الٰہی میں محفوظ ہونے کے دفتر میں بھی محفوظ ہیں۔

ربط: اوپر توحید کا مضمون مکرر آ چکا ہے آگے پھر اس کی مع وعید عود ہے جس میں تحقیق اور الزام دونوں سے کام لیا گیا ہے يُسَيِّرُكُمْ تحقیق ہے اور دَعَوُا اللّٰهَ میں الزام ہے اور آگے اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ الخ میں زجر ووعید ہے۔

توحید ومزید وعید: هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (الی قولہ تعالیٰ) ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ وہ (اللہ) ایسا ہے کہ تم کو خشکی اور دریا میں لئے لئے پھرتا ہے (یعنی جن آلات واسباب سے تم چلتے پھرتے ہو وہ سب اللہ ہی کے دیئے ہوئے ہیں) یہاں تک (کہ بعض اوقات) جب

تم کشتی میں (سوار) ہوتے ہو اور وہ کشتیاں لوگوں کو موافق ہوا کے ذریعہ سے لے کر چلتی ہیں اور وہ لوگ ان (کی رفتار) سے خوش ہوتے ہیں (اسی حالت میں دفعۃً) ان پر ایک جھونکا (مخالف) ہوا کا آتا ہے اور ہر طرف سے ان (لوگوں) پر موجیں اُٹھی چلی آتی ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ (برے) آ گھرے (اس وقت) سب خالص اعتقاد کر کے اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں (کہ اے اللہ) اگر آپ ہم کو اس (مصیبت) سے بچا لیں تو ہم ضرور حق شناس (یعنی موحد) بن جاویں (یعنی اس وقت جیسا اعتقاد توحید کا ہو گیا ہے اس پر قائم رہیں) پھر جب اللہ تعالیٰ ان کو (اس مہلکہ سے) بچا لیتا ہے تو فوراً ہی وہ (اطراف و اقطار) زمین میں ناحق کی سرکشی کرنے لگتے ہیں (یعنی وہی شرک و معصیت) اے لوگو (سن لو) یہ تمہاری سرکشی تمہارے لئے وبال (جان) ہونے والی ہے (بس) دنیوی زندگی میں (چندے اس سے حظ اُٹھا رہے ہو پھر ہمارے پاس تم کو آنا ہے پھر ہم سب تمہارا کیا ہوا تم کو جتلا دیں گے (اور اس کی سزا دیں گے)

ربط: اوپر یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْیُكُمْ الخ میں فرمایا تھا کہ یہ تمہاری کامرانی کفر و معاصی سے دنیا میں چند روزہ ہے پھر آخرت میں اس کی سزا بھگتنا ہے آگے دنیا کا فانی ہونا اور آخرت کی جزا و سزا کا باقی ہونا مع تفصیل جزا و سزا اور اس کے مستحقین کے مذکور ہے پس یہ مضمون اپنے ماقبل سے بھی متصل ہوا اور معاد پر بھی مشتمل ہوا جو کہ مقاصد سورت ہذا سے ہے۔

فنائے دنیا و بقائے جزا و سزائے عقبیٰ ☆ اِنَّمَا مَثَلُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا یَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا (الی قولہ تعالی) هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ۝ بس دنیوی زندگی کی حالت تو ایسی ہے جیسے ہم نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس (پانی) سے زمین کے نباتات جن کو آدمی اور چوپائے کھاتے ہیں خوب گنجان ہو کر نکلے یہاں تک کہ جب وہ زمین پر اپنی رونق کا پورا حصہ لے چکی اور اس کی خوب زیبائش ہو گئی (یعنی سبزہ سے خوشنما معلوم ہونے لگی) اور اس (زمین) کے مالکوں نے سمجھ لیا کہ اب ہم اس (کی نباتات) پر بالکل قابض ہو چکے تو (ایسی حالت میں) دن میں یا رات میں اس (کی ان نباتات) پر ہماری طرف سے کوئی حادثہ آ پڑا (جیسے پالا یا خشکی یا اور کچھ) سو ہم نے اس کو ایسا صاف کر دیا کہ گویا کل (یہاں) وہ موجود ہی نہ تھی (بس اسی نباتات کی مثل دنیوی زندگی ہے) ہم اسی طرح آیات کو صاف صاف بیان کرتے ہیں ایسے لوگوں کے (سمجھانے کے) لئے جو سوچتے ہیں (پس دنیا تو دار الزوال ٹھہری) اور اللہ تعالیٰ دار البقاء کی طرف تم کو بلاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے راہِ راست پر چلنے کی توفیق دے دیتا ہے (جس سے دار البقاء تک رسائی ہو سکتی ہے آگے جزا و سزا کا بیان ہے کہ) جن لوگوں نے نیکی کی ہے (یعنی ایمان لائے ہیں) ان کے واسطے خوبی (یعنی جنت) ہے اور مزید برآں (خدا کا دیدار) بھی اور ان چہروں پر نہ کدورت (غم کی) چھاوے گی اور نہ ذلت یہ لوگ جنت میں رہنے والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور جن لوگوں نے یہ بدکام کئے (یعنی شرک و کفر کیا) ان کی بدی کی سزا اسی کی برابر ملے گی (بدی سے زیادہ نہ ہوگی) اور ان کو ذلت چھالے گی ان کو اللہ (کے عذاب) سے کوئی نہ بچا سکے گا (ان کی کدورت چہرہ کی ایسی حالت ہوگی کہ) گویا ان کے چہروں پر اندھیری رات کے پرت کے پرت (یعنی ٹکڑے) لپیٹ دیئے گئے ہیں یہ لوگ دوزخ میں رہنے والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ ربط: اوپر مشرکین کے حق میں فرمایا تھا: مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ۔ چونکہ وہ لوگ اپنے معبودوں کو اپنا شفیع کہتے تھے اس لئے آگے ان معبودین کا ان عابدین سے قیامت میں بے تعلقی ظاہر کرنا جس کے لئے عدم نفع لازم ہے بیان فرماتے ہیں۔

تبری معبودین از عابدین در قیامت ☆ وَیَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِیْعًا (الی قولہ تعالی) وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ۝ اور وہ دن بھی قابل ذکر ہے جس روز ہم ان سب (خلائق کو) میدان قیامت میں جمع کریں گے پھر (منجملہ ان تمام خلائق کے) مشرکین سے کہیں گے کہ تم اور تمہارے (تجویز کئے ہوئے) شریک (جن کو تم عبادت میں خدا کا شریک ٹھہراتے تھے ذرا) اپنی جگہ ٹھہرو (تاکہ تم کو حقیقت تمہارے عقیدہ کی معلوم کرائی جاوے) پھر ہم ان (عابدین و معبودین) کے آپس میں پھوٹ ڈال دیں گے اور ان کے وہ شرکاء (ان سے خطاب کر کے) کہیں گے کہ تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے (کیونکہ عبادت سے مقصود ہوتا ہے معبود کا راضی کرنا) سو ہمارے تمہارے درمیان خدا کافی گواہ ہے کہ ہم کو تمہاری عبادت کی خبر بھی نہ تھی (اور راضی ہونا تو درکنار البتہ شیاطین کی تعلیم تھی اور وہی راضی تھے پس اس اعتبار سے ان کی پرستش کرتے تھے) اس مقام پر ہر شخص اپنے کئے ہوئے کاموں کا امتحان کر لے گا (کہ آیا واقع میں یہ اعمال نافع تھے یا غیر نافع چنانچہ ان مشرکین کو بھی حقیقت کھل جاوے گی کہ جن کی شفاعت کے بھروسے ہم ان کو پوجتے تھے انہوں نے اور ہمارے خلاف شہادت دی نفع کی تو کیا امید رکھی جاوے) اور یہ لوگ اللہ (کے عذاب) کی طرف جو ان کا مالک حقیقی ہے لوٹائے جاویں گے اور جو کچھ معبود تراش رکھے تھے سب ان سے غائب (اور گم) ہو جاویں گے (کوئی بھی تو کام نہ آوے گا) ف: اگر کسی کو شبہ ہو کہ کیا بت بھی بولیں گے جواب یہ ہے کہ ان میں کوئی محال نہیں اور ان کا غافل ہونا ان کی عبادت سے ظاہر ہے اس واسطے کہ بتوں کو ایسا شعور ظاہر ہے کہ یہاں نہیں ہے اور اگر وہ معبودین مثل ملائکہ وغیرہم کو بھی عام لیا جاوے تو بھی غافل ہونا صحیح ہے کیونکہ علم ملائکہ وغیرہم کا محیط نہیں ہے اور سب اپنے اپنے کام میں لگے ہیں اور مَا كُنْتُمْ اِیَّانَا تَعْبُدُوْنَ کی جو تقریر کی گئی سورۂ سبا کی آیت: بَلْ كَانُوْا یَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ

[سباء: ۱۴] سے اس کی تائید ہوتی ہے اور تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ کو جو هُنَالِكَ کے ساتھ مقید کیا یہ باعتبار تحقق زیادت علم کے ہے ورنہ مطلق علم تو مرنے کے ساتھ ہی اور قبر میں حاصل ہو جاتا ہے اور یہاں اللہ تعالیٰ کو کفار کا مولیٰ فرمادینا باعتبار معنی مالکیت ہے اور لَا مَوْلٰی لَھُمْ میں نفی کرنا باعتبار معنی محب و ناصر کے ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: حَتّٰۤى اِذَا كُنْتُمْ فِی الْفُلْكِ ۚ وَ جَرَیْنَ بِهِمْ (الی قولہ تعالی) دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۚ روح میں ہے تم کو معلوم ہے کہ اس زمانہ میں اکثر لوگوں کا یہ حال ہے کہ ایسا وقت میں بزرگوں کو پکارتے ہیں اھ تو اس حیثیت سے یہ لوگ ان مشرکین سے بھی زیادہ قابل افسوس ہوئے ۱۲۔ قولہ تعالیٰ: لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِیَادَةٌ ؕ حدیث مسلم میں اس کی تفسیر رویت باری تعالیٰ سے آئی ہے اور اس کو زیادت فرمانا اس پر دلیل ہے کہ یہ تمام نعم اخرویہ سے افضل ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله** فی انما الغیب خبر اشارة الی حذف المضاف بقرینة المقام والله اعلم ۱۲۔ ۲ **قوله** فی اسرع مکرا شرارت کی سزا اشارة الی ان فیه مشاکلة ۱۲۔ ۳ **قوله** فی الارض اقطار اشارة الی ان زیادة الارض للدلالة علی ان بغیهم لا یقتصر علی بعض الامکنة بل هو شامل لاقطارها الیٰ حیث قدروا ۱۲۔ ۴ **قوله** فی متاع اڑھا رہے ہو اشارة الی ان المذکور مصدر من مقدر ای تتمتعون ۱۲۔ ۵ **قوله** فی فاختلط به پانی سے۔ الیٰ قولہ: گنجان اشارة الی کون الباء سببیة والاختلاط بمعنی تضام بعض النبات ببعض ۱۲۔ ۶ **قوله** اخذت پورا حصہ فی الروح استوفت واستکملت حسنها ۱۲۔ ۷ **قوله** فی اتاها وجعلناها نباتات اشارة الی حذف المضاف ۱۲۔ ۸ **قوله** لم تغن موجود من غنی بالمکان اقام ۱۲۔ ۹ **قوله** فی دار السلام دار البقاء لکون السلام بمعنی السلامة ۱۲۔ ۱۰ **قوله** فی احسنوا ایمان لقرینة المقام وکذا مقابلة یفسر بالکفر ۱۲۔ ۱۱ **قوله** فی زیادة دیدار کذا رواه مسلم مرفوعاً ۱۲۔ ۱۲ **قوله** فی سیئة ان کی بدی اشارة الی ان التنوین عوض عن المضاف الیه ای جزاء سیئتهم فارتبط المبتدأ والخبر ۱۲۔ ۱۳ **قوله** فی بمثلها زیادہ نہ ہوگی اشارة الی ان المثل لیس ههنا لنفی التخفیف ۱۲۔ ۱۴ **قوله** فی مظلما اندھیری اشارة الی کون مظلما حالا من اللیل ۱۲۔ ۱۵ **قوله** فی شرکاؤکم تجویز کئے ہوئے اشار الی ان الاضافة باعتبار اعتقادهم ذلك لا باعتبار کونهم کذلك فی الواقع لانه لا شریك لله تعالیٰ ۱۲۔ ۱۶ **قوله** زیلنا پھوٹ کما فی الروح فرقنا بقطع الاقران والوصل التی کانت بینهم وبین الشرکاء فی الدنیا ۱۲۔

اختلاف القراءۃ: فی قراءة تتلوا بالتائین من التلاوة ای تقرأ لصحف الاعمال السائفة ۱۲۔

اللغات: فی القاموس رهقه غشیة ۱۲۔ قوله زیلنا فرقنا یائی ۱۲۔

البلاغۃ: فی زیادة ستهم ایذان لانهم احسوا بسوء اثرها فیهم قوله اسرع ای منکم ولا یلزم ان یوجد السرعة فی المفضل علیه ولو لزم فیدل علیه اذا للمفاجاة ۱۲۔ حتی هو عندی للترتب لا للغایة فلا اشکال والمقصود ترتب المجموع علی التسییر ولو باعتبار بعض الاجزاء فلا یضر تقدم الکون علی التسییر فافهم ۱۲۔ قوله لیلا او نهارا فی الروح لعل المراد انه لا فرق فی اتیان العذاب بین زمن غفلتهم وزمن یقظتهم اذ لا یمنع مانع ولا یدفع عنه دافع ۱۲۔ قوله نحشرهم جمیعا علی ان المرجع الفریقان فائدته ان التوبیخ والتهدید علی رؤس الاشهاد افظع والاخبار بحشر الکل فی تهویل الیوم ادخل کذا فی الروح ۱۲۔

قُلْ مَنْ یَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اَمَّنْ یَّمْلِكُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ مَنْ یُّخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَ یُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَ مَنْ یُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَیَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۞ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَا ذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚۖ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ۞ كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِیْنَ فَسَقُوْۤا اَنَّهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۞ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ یَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ ؕ قُلِ اللّٰهُ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۞ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ یَّهْدِیْۤ اِلَى الْحَقِّ ؕ قُلِ اللّٰهُ یَهْدِیْ لِلْحَقِّ ؕ اَفَمَنْ یَّهْدِیْۤ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ یُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا یَهِدِّیْۤ اِلَّاۤ اَنْ یُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ ۫ كَیْفَ تَحْكُمُوْنَ ۞ وَ مَا یَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ؕ اِنَّ الظَّنَّ

لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝۳۶

آپ (ان مشرکین سے) کہیے کہ (بتلاؤ) وہ کون ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق پہنچاتا ہے یا (یہ بتلاؤ) کہ وہ کون ہے جو (تمہارے) کانوں اور آنکھوں پر پورا اختیار رکھتا ہے اور وہ کون ہے جو جاندار (چیز) کو بے جان سے نکالتا ہے اور بے جان (چیز) کو جاندار سے نکالتا ہے اور وہ کون ہے جو تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے (ان سے یہ سوالات کیجیے سو ضرور وہ جواب میں) یہی کہیں گے کہ (ان سب افعال کا فاعل) اللہ ہے۔ تو ان سے کہیے کہ پھر (شرک سے) کیوں نہیں پرہیز کرتے۔ سو یہ ہے اللہ جو تمہارا رب حقیقی ہے (اور جب امر حق ثابت ہوا) پھر (امر) حق کے بعد اور کیا رہ گیا بجز گمراہی کے۔ پھر (حق کو چھوڑ کر) کہاں (باطل کی طرف) پھرے جاتے ہو۔ اسی طرح آپ کے رب کی یہ (ازلی) بات کہ یہ ایمان نہ لائیں گے تمام متمرد (سرکش) لوگوں کے حق میں ثابت ہو چکی ہے آپ (ان سے) یوں بھی کہیے کہ کیا تمہارے (تجویز کیے ہوئے) شرکاء میں کوئی ایسا ہے جو پہلی بار بھی مخلوق کو پیدا کرے پھر (قیامت میں) دوبارہ بھی پیدا کرلے۔ آپ کہہ دیجیے کہ اللہ تعالیٰ ہی پہلی بار بھی پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ بھی پیدا کرے گا۔ سو پھر تم کہاں (حق سے) پھرے جاتے ہو (اور) آپ (ان سے یوں بھی) کہیے کہ کیا تمہارے شرکاء میں کوئی ایسا ہے کہ امر حق کا رستہ بتاتا ہو آپ کہہ دیجیے کہ اللہ ہی امر حق کا رستہ (بھی) بتلاتا ہے تو پھر آیا جو شخص امر حق کا رستہ بتلاتا ہو وہ زیادہ اتباع کے لائق ہے یا وہ شخص جس کو بے بتلائے خود ہی رستہ نہ سوجھے۔ تو (اے مشرکین) تم کو کیا ہو گیا تم کیسی تجویزیں کرتے ہو اور ان میں سے اکثر لوگ صرف بے اصل خیالات پر چل رہے ہیں (اور) یقیناً بے اصل خیالات امر حق (کے اثبات) میں ذرا بھی مفید نہیں (خیر) یہ جو کچھ کر رہے ہیں یقیناً اللہ کو سب خبر ہے (وقت پر سزا دے گا)۔

تفسیر ربط: اوپر کی کئی آیتوں میں اثبات توحید و ابطال شرک ہے آگے پھر یہی مضمون ہے۔

احقاق توحید و ابطال شرک ☆ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ (الی قولہ تعالی) اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝ آپ (ان مشرکین سے) کہیے کہ (بتلاؤ) وہ کون ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق پہنچاتا ہے (یعنی آسمان سے بارش کرتا ہے اور زمین سے نباتات پیدا کرتا ہے جس سے تمہارا رزق تیار ہوتا ہے) یا (یہ بتلاؤ کہ) وہ کون ہے جو (تمہارے) کانوں اور آنکھوں پر پورا اختیار رکھتا ہے (کہ پیدا بھی اسی نے کیا حفاظت بھی وہی کرتا ہے اور اگر چاہتا ہے تو ان کو ماؤف کر دیتا ہے) اور وہ کون ہے جو جاندار (چیز) کو بے جان (چیز) سے نکالتا ہے اور بے جان (چیز) کو جاندار (چیز) سے نکالتا ہے (جیسے نطفہ اور بیضہ کہ وہ جاندار سے نکلتا ہے اور اس سے جاندار پیدا ہوتا ہے) اور وہ کون ہے جو تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے (ان سے یہ سوالات کیجیے) سو ضرور وہ (جواب میں) یہی کہیں گے کہ (ان سب افعال کا فاعل اللہ (ہے)) تو ان سے کہیے کہ پھر (شرک سے) کیوں نہیں پرہیز کرتے سو (جس کے یہ افعال و اوصاف مذکور ہوئے) یہ ہے اللہ جو تمہارا رب حقیقی ہے (اور جب امر حق ثابت ہو گیا) پھر (امر) حق کے بعد اور کیا رہ گیا بجز گمراہی کے (یعنی جو امر حق کی ضد ہو گی وہ گمراہی ہے اور توحید کا حق ہونا ثابت ہو گیا پس شرک یقیناً گمراہی ہے) پھر (حق کو چھوڑ کر) کہاں (باطل کی طرف) پھرے جاتے ہو (آگے تسلی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ ان لوگوں کی باطل پرستی پر مغموم ہوا کرتے تھے پس ارشاد ہے کہ جس طرح یہ لوگ ایمان نہیں لاتے) اسی طرح آپ کے رب کی یہ (ازلی) بات کہ یہ ایمان نہ لاویں گے تمام متمرد (سرکش) لوگوں کے حق میں ثابت ہو چکی ہے (پھر آپ کیوں مغموم ہوں اور) آپ (ان سے) یوں (بھی) کہیے کہ کیا تمہارے (تجویز کیے ہوئے) شرکاء میں (عام اس سے کہ ذوی العقول ہوں جیسے شیاطین یا غیر ذوی العقول ہوں جیسے بت) کوئی ایسا ہے جو پہلی بار بھی (مخلوق کو) پیدا کرے پھر (قیامت میں) دوبارہ بھی پیدا کرے (اگر وہ اس وجہ سے کہ اس میں توہین ہے شرکاء کی جواب میں تامل کریں تو) آپ کہہ دیجیے کہ اللہ ہی پہلی بار بھی پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ بھی پیدا کرے گا سو (اس کی تحقیق کے بعد بھی) پھر تم کہاں (حق سے) پھرے جاتے ہو (اور) (اور تمہارے تجویز کیے ہوئے ذوی العقول) شرکاء میں (جیسے شیاطین) کوئی ایسا ہے کہ امر حق کا رستہ (بھی) بتلاتا ہے (چنانچہ) اس نے عقل ذی انبیاء علیہم السلام بھیجے بخلاف شیاطین کے کہ اولاً وہ ان افعال پر قادر نہیں اور محض تعلیم جس کی قدرت ان کو دی گئی ہے وہ اس کو اضلال و اغواء میں صرف کرتے ہیں) تو پھر (ان سے کہیے کہ یہ بتلاؤ کہ) آیا جو شخص امر حق کا (رستہ بتلاتا ہو وہ زیادہ اتباع کے لائق ہے یا وہ شخص جس کو بے بتلائے خود ہی رستہ نہ سوجھے (اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ بجھانے پر بھی اس پر نہ چلے جیسے شیاطین پھر جب یہ اتباع کے بھی قابل نہ ہوں تو عبادت کے لائق تو کب ہو سکتے ہیں) تو اے مشرکین) تم کو کیا ہو گیا تم کیسی تجویزیں کرتے ہو (کہ توحید کو چھوڑ کر شرک کو اختیار کرتے ہو) اور (تماشا یہ ہے کہ اپنی اس تجویز اور عقیدہ پر یہ لوگ کوئی دلیل نہیں رکھتے بلکہ ان میں سے اکثر لوگ صرف بے اصل خیالات پر چل رہے ہیں (اور یقیناً بے اصل خیالات امر حق (کے اثبات) میں ذرا بھی مفید نہیں (خیر) یہ جو کچھ کر رہے ہیں یقیناً اللہ کو سب خبر ہے (وقت پر سزا دے دے گا) **ف**: یہ جو ارشاد ہوا قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ حالانکہ مشرکین خود اعادہ کے قائل نہ تھے وجہ اس کی یہ ہے کہ اعادہ پر چونکہ دلائل قطعی قائم ہیں اس لئے اس کو مثل امر مسلم کے قرار دے کر یہ احتجاج کیا گیا۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ؕ روح میں ہے کہ اس سے علمائے رسوم بہت کم محفوظ ہیں چنانچہ اکثر اہل ظاہر متکلمین کے دلائل

(ذات وصفات کے متعلق) متعارض پائے جاتے ہیں (جو شان ہوتی ہے ظنیات کی) پس جو شخص اس سے بچنا چاہے وہ سلف صالح کا اتباع کرے اور فلسفیات میں مشغول نہ ہو جس سے بجز شک بڑھنے کے کوئی حاصل نہیں۔

مُلحقاتُ التَّرجَمۃ: ۱ **قوله في يدبر الامر** تمام کاموں **فاللام للاستغراق ۱۲-۲ قوله في فماذا بعد الحق** امر حق **اشارة الى ان المراد به مغاير للحق في قوله ربكم الحق وكذلك فيما سياتي من قوله يهدي الى الحق الخ ۱۲-۳ قوله في هل من شركائكم الثاني ذوي العقول دل عليه قوله ام من لا يهدي الخ ۱۲-۴ قوله في لا يهدي** اس سے بڑھ کر **والهداية عامة بعموم المجاز وكلا الامرين متحقق في الشياطين فالمعني على الثاني له يهتدي الا ان يجير على ذلك۔**

اختلاف القراءۃ: قوله لا يهدي بفتح الياء وكسر الهاء وتشديد الدال قراءة حفص واصله يهتدي وكسر الهاء لالتقاء الساكنين بالادغام وفي قراءة يهدي بفتح الياء والهاء وتشديد الدال فتح الهاء بحركة التاء ۱۲۔

البلاغۃ: قوله من السماء ابتدائية قوله ام من اضراب انتقالي لا ابطالي واورد ام في هذا المعطوف دون اخواته لان السمع والابصار لكونهما من القوى المدركة فما يذهب الوهم ان العباد يملكونها فحسن التنبيه على بطلان ذالك الوهم بالاضراب الدال على الاهتمام وهذا من المواهب قوله بعد الحق هو بمعني غير قوله بل من شركائكم كان القول الاول لاثبات التوحيد والثاني لا بطال الشرك عاما والثالث لا بطاله خاصا بذوي العقول فظهر وجه هذه الاقوال المتعددة قوله قل الله قال في الاول فسيقولون وههنا قل لان الاول كان سوالا عن قدرة الله تعالى ولا يتلعثمون عن الاعتراف به والثاني والثالث سوال عن عجز الشركاء وكانوا يتلعثمون عن الاعتراف فلذا امره صلى الله عليه وسلم بالجواب بنسبة المذكور الى الله تعالى المستلزم للعجز المذكور قوله يعيده الضمير الى الخلق المفعول ليبدأ على انه مصدر قوله احق ان يتبع لم يقل احق ان يعبد مع ان الكلام في العبادة مبالغة كما قررته في اثناء الترجمة قوله اكثرهم فائدته الاشعار بايمان البعض فيما سياتي ۱۲۔

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۷﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۸﴾ بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۹﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿۴۰﴾ وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ اَنْتُمْ بَرِيْٓـُٔوْنَ مِمَّاۤ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ ؕ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ ؕ اَفَاَنْتَ تَهْدِي الْعُمْيَ وَلَوْ كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْـًٔا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۴۴﴾

اور یہ قرآن افتراء کیا ہوا نہیں ہے کہ غیر اللہ سے صادر ہوا ہو۔ بلکہ یہ تو ان کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے جو اس کے قبل (نازل) ہو چکی ہیں اور احکام ضروریہ (الہیہ) کی تفصیل بیان کرنے والا ہے (اور) اس میں کوئی بات شک (وشبہ) کی نہیں (اور وہ) رب العالمین کی طرف سے (نازل ہوا) ہے کیا لوگ یوں کہتے ہیں کہ آپ نے اسے افترا کر لیا ہے آپ کہہ دیجئے کہ تو پھر تم اس کے مثل ایک ہی سورت (بنا) لاؤ اور (اکیلے نہیں) جن جن غیر اللہ کو بلا سکو ان کو (مدد کے لئے) بلا لاؤ اگر تم سچے ہو بلکہ ایسی چیز کی تکذیب کرنے لگے جس (کے صحیح وسقیم ہونے) کو اپنے احاطہ علمی میں نہیں لائے اور ہنوز ان کو اس (قرآن کی تکذیب) کا اخیر نتیجہ نہیں ملا۔ جو (کافر) لوگ ان سے پہلے ہوئے ہیں اسی طرح انہوں نے بھی (امور حقہ کو) جھٹلایا تھا سو دیکھ لیجئے ان ظالموں کا انجام کیسا برا ہوا (اسی طرح ان کا ہوگا) اور ان میں سے بعضے ایسے ہیں جو اس پر ایمان لے آئیں گے اور بعض ایسے ہیں کہ اس پر ایمان نہ لائیں گے اور آپ کا رب (ان) مفسدوں کو خوب جانتا ہے اور ان کو دلیل کے بعد (بھی) اگر آپ کو جھٹلاتے ہیں تو بس اخیر بات یہ کہہ دیجئے کہ (اچھا صاحب) میرا کیا ہوا مجھ کو ملے گا اور تمہارا کیا ہوا تم کو ملے گا تم میرے کئے ہوئے کے جواب دہ نہیں ہو اور میں تمہارے کئے ہوئے کا جوابدہ

نہیں ہوں اور آپ ان کے ایمان کی توقع چھوڑ دیجئے (کیونکہ) ان میں بعض ایسے (بھی) ہیں جو (ظاہر میں) آپ کی طرف کان لگا لگا بیٹھتے ہیں۔کیا آپ بہروں کو سنا (کر ان کے ماننے کا انتظار کرتے) ہیں گو ان کو سمجھ بھی نہ ہو اور (اسی طرح) ان میں بعض ایسے ہیں کہ (ظاہراً) آپ کو (مع معجزات و کمالات) دیکھ رہے ہیں۔ پھر کیا آپ اندھوں کو راستہ دکھانا چاہتے ہیں گو ان کو بصیرت بھی نہ ہو یہ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر ظلم نہیں کرتا لیکن لوگ خود ہی اپنے آپ کو تباہ کرتے ہیں۔

تفسیر ربط: اوپر بعض آیات میں حقیقت قرآن کا بیان تھا آگے پھر وہی مضمون ہے۔

حقیقت قرآن ☆ وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ (الی قولہ تعالی) وَ رَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ اور یہ قرآن افتراء کیا ہوا نہیں ہے کہ غیر اللہ سے صادر ہوا ہو بلکہ یہ تو ان کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے جو اس کے قبل (نازل) ہو چکی ہیں اور احکام ضروریہ (الہیہ) کی تفصیل بیان کرنے والا ہے (اور) اس میں کوئی بات شک (وشبہ) کی نہیں (اور وہ) رب العالمین کی طرف سے (نازل ہوا) ہے کیا (باوجود اس کے افتراء نہ ہونے کے) یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) آپ نے اس کو افتراء کر لیا ہے آپ (ان سے) کہہ دیجئے کہ (اچھا) تو پھر تم (بھی تو عربی ہو اور اعلیٰ درجہ کے فصیح بلیغ ہو) اس کی مثل ایک ہی سورت (بنا) لاؤ اور (اکیلے نہیں) جن جن غیر اللہ کو بلا سکو ان کو (مدد کے لئے) بلا لو اگر تم سچے ہو (کہ نعوذ باللہ میں نے تصنیف کر لیا ہے تو تم بھی تصنیف کر لاؤ مگر مشکل تو یہ ہے کہ اس قسم کے دلائل سے وہ مستفید ہوتا ہے جو سمجھنا بھی چاہے سو انہوں نے تو کبھی سمجھنا ہی نہ چاہا) بلکہ ایسی چیز کی تکذیب کرنے لگے جس (کے صحیح سقیم ہونے) کو اپنے احاطہ علمی میں نہیں لائے (اور اس کی حالت سمجھنے کا ارادہ نہیں کیا تو ایسوں سے کیا سمجھنے کی امید ہو سکتی ہے) اور (ان کی اس بے فکری اور بے پروائی کی وجہ یہ ہے کہ) ہنوز ان کو اس (قرآن کی تکذیب) کا اخیر نتیجہ نہیں ملا (یعنی عذاب نہیں آیا ورنہ سارا نشہ ہرن ہو جاتا اور آنکھیں کھل جاتیں اور حق و باطل متمیز ہو جاتا لیکن آخر کبھی تو وہ نتیجہ پیش آنے والا ہے ہی گو اس وقت ایمان نافع نہ ہو چنانچہ) جو (کافر) لوگ ان سے پہلے ہوئے ہیں اسی طرح (جیسے بے تحقیق یہ جھٹلا رہے ہیں انہوں نے بھی امور کو جھٹلایا تھا سو دیکھ لیجئے ان ظالموں کا انجام کیسا (برا) ہوا (اسی طرح ان کا ہوگا) اور (ہم جو ان کا انجام بد بتلا رہے ہیں سو سب مراد نہیں کیونکہ ان میں سے بعضے ایسے ہیں جو اس (قرآن) پر ایمان لے آویں گے اور بعض ایسے ہیں کہ اس پر ایمان نہ لاویں گے اور آپ کا رب (ان) مفسدوں کو خوب جانتا ہے (جو ایمان نہ لاویں گے پس خاص ان کو وقت موعود پر سزا دے گا) **ف**: لَمْ يُحِيْطُوْا کا مطلب یہ ہے کہ آدمی جس امر میں کلام کرے پہلے اس کی تحقیق تو کر لے بعد تحقیق جو کلام کرنا ہو کرے اور بعض وہمیوں نے قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ الخ میں شبہ نکالا ہے کہ بعض متکلم میں بعض خصوصیت ایسی ہوتی ہے کہ دوسرے میں نہیں ہوتی پس یہ دلیل اعجاز کی نہیں جواب اس کا یہ ہے کہ اولاً وہ خصوصیت آپ کے ہر کلام میں نہیں دوسرے چالیس سال کے بعد دفعۃً وہ خصوصیت کیسے پیدا ہو گئی تیسرے ہزار خصوصیت ہو لیکن دوسرے بلغاء کوشش کر کے تھوڑا بہت تو ویسا کلام کر سکتے ہیں یہاں ایک ایسا کیوں نہ ہو سکا چوتھے خصوصیت والا قیامت تک کا دعویٰ نہیں کر سکتا یہی وجہ ہے کہ کفار نے یہ شبہات پیش نہ کئے اور گو حدیث کی عبارت اوروں سے ابلغ ہے مگر اس میں دعویٰ امتناع نظیر کا نہیں فرمایا گیا۔ ربط: اوپر افتراء میں ان لوگوں کی تکذیب اور قُلْ فَاْتُوْا الخ میں اس تکذیب کا مناظرانہ جواب مذکور تھا آگے ان کے اصرار علی التکذیب کی حالت میں مصرحانہ جواب متضمن تبری اور ان کی ہدایت سے مایوس کر کے آپ کی تسلی فرماتے ہیں۔

تبریہ وتسلیہ رسول اللہ ﷺ: وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ (الی قولہ تعالی) وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ اور اگر (ان دلائل کے بعد بھی) آپ کو جھٹلاتے رہیں تو (بس اخیر بات) کہہ دیجئے کہ (اچھا صاحب) میرا کیا ہوا مجھ کو ملے گا اور تمہارا کیا ہوا تم کو ملے گا تم میرے کئے ہوئے کے جواب دہ نہیں ہو اور میں تمہارے کئے ہوئے کا جواب دہ نہیں ہوں (جس طریقہ پر چاہو رہو آپ کو معلوم ہو جاوے گا) اور آپ ان کے ایمان کی توقع چھوڑ دیجئے کیونکہ) ان میں (گو) بعض ایسے (بھی) ہیں جو (ظاہر میں) آپ کی طرف کان لگا لگا بیٹھتے ہیں (لیکن دل میں ارادہ ایمان اور حق طلبی کا نہیں ہے پس اس اعتبار سے ان کا سننا نہ سننا برابر ہے پس ان کی حالت بہروں کی سی ہوئی تو) پھر کیا آپ بہروں کو سنا (کر ان سے ماننے کا انتظار) کرتے ہیں گو ان کو سمجھ بھی نہ ہو (ہاں اگر سمجھ ہوتی تو بہرے پن میں بھی کچھ کام چل سکتا) اور (اسی طرح) ان میں بعض ایسے ہیں کہ (ظاہراً) آپ کو (مع معجزات و کمالات) دیکھ رہے ہیں (لیکن طلب حق نہ ہونے سے ان کی حالت مثل اندھوں کے ہے تو) پھر کیا آپ اندھوں کو رستہ دکھلانا چاہتے ہیں گو ان کو بصیرت بھی نہ ہو (ہاں اگر بصیرت ہوتی تو اندھے پن میں بھی کچھ کام چل سکتا اور ان کی عقلیں جو اس طرح تباہ ہو گئیں تو) یہ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر ظلم نہیں کرتا (کہ ان کو قابلیت ہدایت کی نہ دے اور پھر مؤاخذہ فرماوے) لیکن لوگ خود ہی اپنے آپ کو تباہ کرتے ہیں (کہ قابلیت موہوبہ کو ضائع کر دیتے ہیں اور اس سے کام نہیں لیتے)۔ ربط: اوپر آیت: كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ الخ و آیت: رَبُّكَ اَعْلَمُ الخ میں کفر و تکذیب پر عذاب کی وعید فرمائی ہے آگے اس عذاب کے دنیا میں واقع نہ ہونے سے وہ کفار جو شبہات کرتے تھے ان کا جواب بضمن تحقیق معاد کے بتلاتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ احیاناً دنیا میں گو واقع ہو جاوے لیکن اصلی وقت اس کا یوں حشر ہے اسی لئے دنیا میں اس کے صرف بعض شعبے واقع ہوتے ہیں لقولہ تعالیٰ: بَعْضَ الَّذِيْ اور کامل طور پر اسی وقت ہوگا لقولہ تعالیٰ:

وَ لَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ پس دنیا میں واقع نہ ہونا نہ مضر ہے نہ میرے اختیار میں ہے لقولہ تعالیٰ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ اور نہ تمہارے لئے مصلحت ہے کیونکہ فوری وقوع میں مہلت ایمان کی بھی فوت ہو جاوے گی لقولہ تعالیٰ: مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ الخ۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ ط روح میں ہے یہ ان کی مذمت ہے اس پر کہ وہ قبل تامل وتدبر واطلاع علی الحقیقۃ کے تکذیب حق میں مسارعت کرتے ہیں اور یہ ہی عادت ہے منکرین اہل حجاب کی بزرگوں کے کلام کے ساتھ کہ ان میں نہ غور کرتے ہیں نہ ان اصطلاحات کو جانتے ہیں جن پر وہ کلام مبنی ہے اور اعتراض کر بیٹھتے ہیں ان کو تو ایسی حالت میں تحقیق اور تدبر کی ضرورت تھی اھ قولہ تعالیٰ: وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ (الی قولہ تعالی) وَ اَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۱﴾ اور یہی عادت ہے اہل طریق کی مناظرہ میں جس وقت وہ خصم کی جانب سے ضد اور ہٹ دیکھتے ہیں بخلاف الفاظ پرستوں کے کہ وہ مناظرہ کے موقع پر کبھی ایسی بات نہ کہیں (بلکہ اس کہنے کو ہارنا سمجھیں)۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قوله** في ان يفترى كیا ہوا اشارة الى ان المصدر بمعنى اسم المفعول ۱۲۔ ۲؎ **قوله** في من دون صادر كذا في الروح قيد واسمعى ۱۲۔ ۳؎ **قوله** في الكتب احکام ضروریہ فالكتاب بمعنى المكتوب جنس شامل للاحكام المكتوبة بمعنى المفروضة ۱۲۔ ۴؎ **قوله** في لا ريب فيه اور اشارة اى انه خبر بعد خبر وكذا ما بعده ۱۲۔ ۵؎ **قوله** في ام يقولون كيا فام بمعنى همزة الاستفهام كذا في الروح ۱۲۔ ۶؎ **قوله** في لم يحيطوا صحیح سقیم وهذا من المواهب ۱۲۔ ۷؎ **قوله** في تاويله يعنى عذاب كما في قوله تعالىٰ هل ينظرون الا تاويله ۱۲۔ ۸؎ **قوله** في كذبوك جھٹلاتے رہیں فسر بالاصرار لان نفس التكذيب كان حاصلا من قبل ۱۲۔ ۹؎ **قوله** في تسمع ماننے کا انتظار لان الاسماع كان واجبا عليه صلى الله عليه وسلم۔ ۱۰؎ **قوله** لا يظلم اور پھر مواخذه هو المقصود بالنفى لا سلب الاستعداد لانه يكون مسلوبا ببعض الامراض لكن يسقط التكليف ۱۲۔

النحو: قوله لكن تصديق عطف على خبر كان كذا تفصيل الكتب ۱۲۔

البلاغۃ: من استطعتم من دون الله فائدة هذا القيد ايذان بانهم ليسوا من الله فى شىء قوله ان يفترى قيل ان تخلص المضارع الاستقبال والمشركون انما زعم والافتراء في الماضي لا في المستقبل واجيب عنه بان الفعل فيها مستعمل فى مطلق الزمان وقد نص على جواز ذلك فى الفعل ابن الحاجب وغيره لعل ذلك من باب المجاز واجاب بعضهم بمنع ذلك لم لا يجوز ان يكون ذلك فيما عدا خبر كان المنفية كما فى قوله ما كان للنبى والذين امنوا ان يستغفروا فانه انكار الاستغفار فى الماضى واستقتل قوله لكن تصديق ذكر فضل القرآن باعتبار نفسه اولا ثم باعتبار كونه منزلا من الله ثانيا مع كفاية الثانى تنبيها على شرفه فوق الشرف ۱۲۔ قوله لما ياتهم دل التوقع على نزول العذاب بعد حين ۱۲۔ قوله ولو كانوا لا يعقلون معنى واو الوصيلة ههنا ان تقديره تسمعهم ولو كانوا لا يعقلون وظاهر ان استماعهم مع العقل بطريق الاولى والاستفهام داخل على الجموع فاندفع ما يتوهم ان الترقى باعتبار نفى الاسماع ولا معنى له فان عدم الاسماع مع العقل ليس اولىٰ الخ من الروح ونظيره فى لساننا الهندى قول القائل کیا تم فلاں غبی کو پڑھاؤ گے اگر چہ وہ توجہ بھی نہ کرے قوله انتم بريئون الخ ولعل وجه تقديم المتكلم اولا وتاخيره ثانيا والعكس فى حكم المخاطبين لان العمل من المتكلم لما قدم اولا استحسن تقديم حكمه وبراءة المخاطب منه وعمل المخاطب لما اخر استحسن تاخير حكمه وهو براءة المتكلم ۱۲ منه۔

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ط قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ج فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۸﴾ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ط لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ط اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۴۹﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۰﴾ اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ ط آٰلْئٰنَ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ

الْخُلْدِ ۚ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ۭ قُلْ اِيْ وَرَبِّيْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ڼ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۵۳﴾
وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ۭ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ
لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۵۴﴾ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾ هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۶﴾

اوران کووہ دن یاددلایئے جس میں اللہ تعالیٰ ان کواس کیفیت سے جمع کردے گا کہ (وہ ایسا سمجھیں گے) گویا وہ (دنیا یا برزخ میں) سارے دن کی ایک آدھ گھڑی رہے ہوں گے اور آپس میں ایک دوسرے کو پہچانیں گے (بھی) واقعی (اس وقت سخت) خسارہ میں پڑے وہ لوگ جنھوں نے اللہ کے پاس جانے کو جھٹلایا اور وہ (دنیا میں بھی) ہدایت پانے والے نہ تھے اور جس (عذاب) کا ان سے ہم وعدہ کررہے ہیں اس میں سے کچھ تھوڑا سا (عذاب) اگر ہم آپ کو دکھلادیں یا (اس کے نزول کے قبل ہی) ہم آپ کو وفات دے دیں سو ہمارے پاس تو ان کو آنا ہی ہے پھر سب کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے سب افعال کی اطلاع رکھتا ہے اور ہر ہر امت کے لئے ایک حکم پہنچانے والا (ہوا) ہے۔ سو جب ان کا وہ رسول ان کے پاس آجاتا ہے (اور احکام پہنچا دیتا ہے اس کے بعد) ان کا فیصلہ انصاف کے ساتھ کیا جاتا ہے اور ان پر (ذرا) ظلم نہیں کیا جاتا اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ (اے نبی اور اے مسلمانو) یہ وعدہ (عذاب کا) کب (واقع) ہوگا۔ اگر تم سچے ہو (تو واقع کیوں نہیں کرادیتے) آپ فرمادیجئے کہ میں (خود) اپنی ذات خاص کے لئے کسی نفع (کے حاصل کرنے) کا اور کسی ضرر (کے دفع کرنے) کا اختیار رکھتا ہی نہیں مگر جتنا (اختیار) خدا کو منظور ہو۔ ہر امت کے (عذاب کے) لئے ایک معین وقت ہے (سو) جب ان کا وہ معین وقت آپہنچتا ہے تو (اس وقت) ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ آگے سرک سکتے ہیں۔ آپ (اس کے متعلق ان سے) فرمادیجئے کہ اگر تم پر خدا کا عذاب رات کو آپڑے یا دن کو تو (یہ بتلاؤ) کہ عذاب میں کون چیز ایسی ہے کہ مجرم لوگ اس کو جلدی مانگ رہے ہیں۔ کیا پھر جب وہ (اصل موعود) آہی پڑے گا (اسی وقت) اس کی تصدیق کروگے ہاں اب مانا۔ حالانکہ (پہلے سے) تم (بقصد تکذیب) اس کی جلدی مچایا کرتے تھے۔ پھر ظالموں (یعنی مشرکوں) سے کہا جائے گا کہ ہمیشہ کا عذاب چکھو تم کو تو تمہارے ہی کئے کا بدلہ ملا ہے اور وہ (غایت تعجب وانکار سے) آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا عذاب واقعی امر ہے آپ فرما دیجئے کہ ہاں قسم میرے رب کی کہ وہ واقعی امر ہے اور تم کسی طرح خدا کو عاجز نہیں کرسکتے (کہ وہ عذاب دینا چاہے اور تم بچ جاؤ) اور اگر ہر ہر مشرک شخص کے پاس اتنا مال ہو کہ ساری زمین میں بھر جائے تب بھی اس کو دے کر اپنی جان بچانے لگے اور جب عذاب دیکھیں گے تو (مزید فضیحت کے خوف سے پشیمانی کو (اپنے دل ہی میں) پوشیدہ رکھیں گے اور ان کا فیصلہ انصاف کے ساتھ ہوگا اور ان پر (ذرا ظلم نہ ہوگا)۔ یاد رکھو کہ جتنی چیزیں آسمانوں میں اور زمین میں ہیں سب اللہ ہی کی ملک ہیں یاد رکھو کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے (پس قیامت ضرور آئے گی) لیکن بہت سے آدمی یقین ہی نہیں کرتے۔ وہی جان ڈالتا ہے وہی جان نکالتا ہے اور تم سب اسی کے پاس لائے جاؤ گے (اور حساب وکتاب ہوگا)۔

تفسیر: تحقیق معاد وجواب شبہات کفار متعلق آں ☆ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا (الی قولہ تعالی) وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۶﴾ اوران کووہ دن یاد دلایئے جس میں اللہ تعالیٰ ان کواس کیفیت سے جمع کرے گا کہ (وہ سمجھیں گے کہ) گویا وہ (دنیا یا برزخ میں) سارے دن کی ایک آدھ گھڑی رہے ہوں گے (چونکہ وہ دن مدید بھی ہوگا اور شدید بھی ہوگا اس لئے دنیا اور برزخ کی مدت اور تکلیف سب بھول کر ایسا سمجھیں گے کہ وہ زمانہ بہت جلد گزر گیا) اور آپس میں ایک دوسرے کو پہچانیں گے (بھی لیکن ایک دوسرے کی مدد نہ کرسکیں گے اس سے اور رنج وصدمہ ہوگا کیونکہ شناسا لوگوں سے توقع نفع کی ہوا کرتی ہے) واقعی (اس وقت سخت) خسارے میں پڑے وہ لوگ جنھوں نے اللہ کے پاس جانے کو جھٹلایا اور وہ (دنیا میں بھی) ہدایت پانے والے نہ تھے (اسی لئے آج خسارہ میں پڑے پس ان کے عذاب کا اصلی وقت تو یہ دن ہے ان کو یاد دلا دیجئے) اور (دنیا میں ان پر عذاب واقع ہونا سو اس کی نسبت یہ بات ہے کہ) جس (عذاب) کا ان سے ہم وعدہ کررہے ہیں اس میں کچھ تھوڑا سا (عذاب) اگر ہم آپ کو دکھلا دیں (یعنی آپ کی حیات میں ان پر) اس کا نزول ہو جاوے) یا (اس کے نزول کے قبل ہی) ہم آپ کو وفات دے دیں (پھر خواہ بعد نزول ہو یا نہ ہو) سو (دونوں احتمال ہیں کوئی شق ضروری نہیں لیکن ہر حال اور ہر احتمال پر) ہمارے پاس تو ان کو آنا ہی ہے پھر (سب کو معلوم ہے کہ) اللہ ان کے سب افعال کی اطلاع رکھتا ہی ہے (پس ان پر سزا دے گا غرض یہ کہ دنیا میں خواہ سزا ہو یا نہ ہو مگر اصلی موقع پر ضرور ہوگی) اور (یہ سزا جو ان کے لئے تجویز ہوئی ہے تو اتمام حجت وازالہ عذر کے بعد ہوئی ہے اور ان کی کیا تخصیص ہے بلکہ ہمیشہ سے ہماری عادت رہی ہے کہ جن امتوں کو ہم نے مکلف بنانا چاہا ہے ان میں سے) ہر ہر امت کے لئے ایک حکم پہنچانے والا (ہوا) ہے سو جب ان کا وہ رسول (ان کے پاس) آچکتا ہے (اور احکام پہنچا دیتا ہے اس کے بعد) ان کا فیصلہ انصاف کے ساتھ کیا جاتا ہے (وہ فیصلہ یہی ہے کہ نہ ماننے والوں کو عذاب ابدی میں مبتلا کیا جاتا ہے) اور ان پر (ذرا) ظلم نہیں کیا جاتا (کیونکہ اتمام حجت کے بعد سزا دینا خلاف انصاف نہیں ہے) اور یہ لوگ (عذاب کی وعیدیں سن کر بقصد تکذیب یوں) کہتے ہیں کہ

(اے نبی اور اے مسلمانو) یہ وعدہ (عذاب کا) کب (واقع) ہوگا اگر تم سچے ہو (تو واقع کیوں نہیں کرا دیتے) آپ (سب کی طرف سے جواب میں) فرما دیجئے کہ میں (خود) اپنی ذات خاص کے لئے تو کسی نفع (کے حاصل کرنے) کا اور کسی ضرر (کے دفع کرنے) کا اختیار رکھتا ہی نہیں مگر جتنا (اختیار) خدا کو منظور ہو (اتنا اختیار البتہ حاصل ہے پس جب خاص اپنے نفع ونقصان کا مالک نہیں تو دوسرے کے نفع ونقصان کا تو کیونکر مالک ہوں گا پس عذاب واقع کرنا میرے اختیار میں نہیں رہا یہ کہ کب واقع ہوگا سو بات یہ ہے کہ) ہر امت کے (عذاب کے) لئے (اللہ کے نزدیک) ایک معین وقت ہے خواہ دنیا میں یا آخرت میں سو) جب ان کا وہ معین وقت آ پہنچتا ہے تو (اس وقت) ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ آگے سرک سکتے ہیں (بلکہ فوراً عذاب واقع ہو جاتا ہے اسی طرح تمہارے عذاب کا بھی وقت معین ہے اس وقت اس کا وقوع ہو جاوے گا اور وہ جو فرمائش کرتے ہیں کہ جو کچھ ہونا ہے جلدی ہو جاوے جیسا کہ مَتٰی ھٰذَا الْوَعْدُ مفہوماً اور رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا منطوقاً اس استعجال پر دال ہے جس سے مقصود تکذیب ہے تو) آپ (اس کے متعلق ان سے) فرما دیجئے کہ یہ بتلاؤ کہ اگر تم پر خدا کا عذاب رات کو آ پڑے یا دن کو (آ پڑے) تو (یہ بتلاؤ کہ) عذاب میں کونسی چیز ایسی ہے کہ مجرم لوگ اس کو جلدی مانگ رہے ہیں (یعنی عذاب تو سخت چیز اور پناہ مانگنے کی چیز ہے نہ کہ جلدی مانگنے کی اور چونکہ استعجال سے مقصود ان کا تکذیب ہے اس لئے فرماتے ہیں کہ) کیا (اب تو تکذیب کر رہے ہو جو کہ وقت ہے تصدیق کے نافع ہونے کا) پھر جب وہ (اصل موعود) آ ہی پڑے گا (اس وقت) اس کی تصدیق کرو گے (جس وقت کہ تصدیق نافع نہ ہوگی اور اس وقت کہا جاوے گا کہ) ہاں اب مانا حالانکہ (پہلے سے) تم (بقصد تکذیب) اس کی جلدی مچایا کرتے تھے پھر ظالموں (یعنی مشرکوں) سے کہا جاوے گا کہ ہمیشہ کا عذاب چکھو تم کو تمہارے ہی کئے کا بدلہ ملا ہے اور وہ (غایت تعجب وانکار سے) آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا عذاب واقعی امر ہے آپ فرما دیجئے کہ ہاں قسم میرے رب کی کہ وہ واقعی امر ہے اور تم کسی طرح خدا کو عاجز نہیں کر سکتے (کہ وہ عذاب دینا چاہے اور تم بچ جاؤ) اور (اس عذاب کی یہ شدت ہوگی کہ) اگر ہر ہر مشرک شخص کے پاس اتنا (مال) ہو کہ ساری زمین میں بھر جاوے تب بھی اس کو دے کر اپنی جان بچانے لگے (اگرچہ نہ خزانہ ہوگا اور نہ لیا جاوے گا لیکن شدت اس درجہ ہوگی کہ ہونے کی تقدیر پر سب دینے پر راضی ہو جاوے) اور جب عذاب دیکھیں گے تو (مزید فضیحت کے خوف سے) پشیمانی کو (اپنے دل ہی میں) پوشیدہ رکھیں گے (یعنی اس کے آثار قولیہ وفعلیہ کو ظاہر نہ ہونے دیں گے تاکہ دیکھنے والے زیادہ نہ ہنسیں لیکن آخر میں یہ ضبط وتحمل بھی اس شدت سے جاتا رہے گا) اور ان کا فیصلہ انصاف کے ساتھ ہوگا اور ان پر (ذرا ظلم نہ ہوگا یاد رکھو جتنی چیزیں آسمانوں میں اور زمین میں ہیں سب اللہ ہی کی ملک ہیں (ان میں جس طرح چاہے تصرف کرے اور ان میں یہ مجرم بھی داخل ہیں ان کا فیصلہ بھی بطریق مذکور کر سکتا ہے) یاد رکھو کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے (پس قیامت ضرور آوے گی) لیکن بہت سے آدمی یقین ہی نہیں کرتے وہی جان ڈالتا ہے وہی جان نکالتا ہے (پس دوبارہ پیدا کرنا اس کو کیا مشکل ہے) اور تم سب اسی کے پاس لائے جاؤ گے (اور حساب وکتاب ہوگا)

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ محققین نے اس سے اخذ کیا ہے کہ قرونِ اولیٰ میں جو لوگ غیر معلوم الحال ایسے اقالیم میں سے گزرے ہیں جن میں رسولوں کا مبعوث ہونا معلوم نہیں ہوا احتیاط اسی میں ہے کہ ان سے کف لسان کیا جاوے احتمال ہے کہ وہ رسول ہوں کیونکہ ظاہر تو یہی ہے کہ وہاں کی امت بھی رسول سے خالی نہیں رہی (بعض اکابر اہل طریق نے اس احتیاط اور احتمال کی تصریح فرمائی ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله** في يوم ياد اشارة الى تقدير اذكر لهم ۱۲۔ ۲ **قوله** فى كان اس كيفيت سے اشارة الى كون جملة كان لم يلبثوا حالا ۱۲۔ ۳ **قوله** فى يتعارفون اور اشارة الى كون الجملة استينافا ۱۲۔ ۴ **قوله** هناك مدد فلا يعارض قوله لا انساب بينهم يومئذ ولا يتساء لون۔ ۵ **قوله** هناك رنج تقرير لفائدة الاخبار عن النعارت ۱۲۔ ۶ **قوله** فى لكل امة مكلف فلا يشكل حال اهل الفترة ومن لم تبلغهم الدعوة ولا قوله تعالىٰ لتنذر قوماً ما انذر آبائهم ۱۲۔ ۷ **قوله** فى رسول پہنچانے والا اشارة الى كونه بالمعنى اللغوى سواء ارسله الله تعالىٰ او ارسله رسول ۱۲۔ ۸ **قوله** فى قضى بينهم ان كا فلا يقتضي الفريقين كما صرح به فى روح المعانى فى قضى الثانى۔ ۹ **قوله** فى يقولون اے نبی الخ توجيه لجمع الصيغة ۱۲۔ ۱۰ **قوله** فى ان كنتم واقع كيوں نہيں كرا ديتے دل على هذا الجزاء وقوله فى الجواب لا املك الخ ۱۲۔ ۱۱ **قوله** فى قل لا املك سب كى طرف سے ليطابق قوله تعالىٰ كنتم صادقين۔ ۱۲ **قوله** قبل قل ارايتم استعجال پر دال ہے جس سے مقصود تكذيب جمع بينهما لان الآيات فيما بعد متعرضة يكلهما ۱۲۔ ۱۳ **قوله** فى اثم تكذيب اشارة الى التقدير اى اكذبتم الآن ثم وقت الوقوع آمنتم ۱۲۔ ۱۴ **قوله** فى اذا ما وقع اصل موعود لان الانكار على الايمان الدال على عدم قبوله انما يكون بمعاينة العذاب الاخروى ۱۲۔ ۱۵ **قوله** فى الآن ہاں اشارة الى ان الاستفهام للتوبيخ المستعمل فيه كلمة ہاں فى لساننا ۱۲۔ ۱۶ **قوله** فى يستعجلون بقصد تكذيب لو ردوه مقابلا لقوله آمنتم ۱۲۔ ۱۷ **قوله** هناك مزيد لان اصل الفضيحة حاصلة ۱۲۔ ۱۸ **قوله** فى الندامة آثار لان الندامة دائماً يكون سرا وانما يظهر بعض

آثارھا۱۲۔ ۱۹ قوله هناك آخر میں کما یدل علیه الآیات یٰحسرتی علی ما فرطت وقوله یدعوا ثبورا وقوله یٰویلنا قد کنا فی غفلة ونحوھا۱۲۔

النحو: قوله بیاتا ای وقت البیات وھو النوم قوله ماذا یستعجل ماذا بمعنی ای شئ منصوب المحل مفعول مقدم ومن للتبعیض والضمیر للعذاب والجزاء دل علیه ارایتم المقدم ای ان اتاکم فاخبرونی ای شئ یستعجلون من العذاب ولیس شئ منه یستعجل لکونه مر المذاق قوله الآن لیقدر قبله قیل عطف علیه ثم قیل۱۲۔ قوله لافتدت بحذف المفعول ای نفسها۱۲۔

البلاغة: قوله لبعض الذی فی تخصیص البعض بالذکر قیل رمز الی العدة بارادة بعض الموعود وقد اراہ صلی الله علیه وسلم ذلك یوم بدر کذا فی روح المعانی قلت وھو عندی قید واقعی لان کل الموعود لا یری فی الدنیا قط والا لانتفت الآخرة قوله ثم الله شهید المراد من الشهادة لازمها مجازا وھو المعاقبة والجزاء والا فالشهادة امروا ثم لا تعاسب ذلك قوله ان اتاکم فی ایرادھا موقع اذا مجاراة للخصم وقوله اذا ما وقع جریان علی مقتضی المقام الاصلی قوله کنتم به تستعجلون کان مقتضی مقابلة آمنتم ان یقال تکذبون لکن فی العدول استحضار لمقالتهم الشنیعة فی الاستعجال المقصود به التکذیب والاستبعاد فکان ابلغ۱۲۔ قوله احق وھو المقصود به حصر العذاب فی الحقیقة لا العکس وھذا علی تقدیر کون تقدیم الخبر للحصر ولو اضافیا ویمکن ان یکون التقدیم للاهتمام۱۲۔ قوله قضی الثانی لا تکرار فیه لان الاول فیه حال لکل امة والثانی فیه حال ھؤلاء۱۲۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝۵۷ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ۭ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝۵۸ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ۭ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ۝۵۹ وَمَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝۶۰ ع ۱۱

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک ایسی چیز آئی ہے جو بُرے کاموں سے روکنے کے لئے نصیحت ہے اور دلوں میں جو (برے کاموں سے) روگ (ہو جاتے ہیں) ان کے لئے شفاء ہے اور رہنمائی کرنے والی ہے اور رحمت (اور ذریعہ ثواب) ہے (اور یہ سب برکات) ایمان والوں کے لئے ہیں۔ آپ (ان سے) کہہ دیجئے (کہ جب قرآن ایسی چیز ہے) تو پس لوگوں کو خدا کے اس انعام اور رحمت پر خوش ہونا چاہئے۔ وہ اس (دنیا) سے بدر جہا بہتر ہے جس کو جمع کر رہے ہیں آپ (ان سے) کہہ دیجئے کہ یہ تو بتلاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے (انتفاع کے) لئے جو کچھ رزق بھیجا تھا پھر تم نے (اپنی طرف سے) اس کا کچھ حصہ حرام اور کچھ حلال قرار دے لیا۔ آپ ان سے پوچھئے کہ کیا تم کو خدا نے حکم دیا ہے یا (محض) اللہ پر (اپنی طرف سے) افتراء ہی کرتے ہو اور جو لوگ اللہ پر جھوٹ افتراء باندھتے ہیں ان کا قیامت کی نسبت کیا گمان ہے واقعی لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا بڑا ہی فضل ہے لیکن اکثر آدمی بے قدر ہیں (ورنہ توبہ کر لیتے)۔

تفسیر: ربط: اوپر بعض آیات میں حقیقت قرآن کا اثبات تھا آگے مع بیان فضیلت کے پھر وہی مضمون ہے و نیز اس سے اوپر ترہیب کے ساتھ دعوت تھی آگے ترغیب کے ساتھ دعوت ہے۔

حقیقت و فضیلت قرآن و استمالت مخاطبین بدو ☆ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ۭ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝ اے لوگو تمہارے پاس رب کی طرف سے ایک ایسی چیز آئی ہے جو (برے کاموں سے روکنے کے لئے) نصیحت ہے اور (اگر اس پر عمل کر کے برے کاموں سے بچیں تو) دلوں میں جو (برے کاموں سے) روگ (ہو جاتے) ہیں ان کے لئے شفا ہے اور (نیک کاموں کے کرنے کے لئے) رہنمائی کرنے والی ہے اور (اگر اس پر عمل کر کے نیک کاموں کو اختیار کریں تو) رحمت (اور ذریعہ ثواب) ہے (اور یہ سب برکات) ایمان والوں کے لئے (ہیں کیونکہ عمل وہی کرتے ہیں پس قرآن کی یہ برکات سنا کر) آپ (ان سے) کہہ دیجئے کہ (جب قرآن ایسی چیز ہے) پس لوگوں کو خدا کے اس انعام اور رحمت پر خوش ہونا چاہئے (اور اس کو دولت عظیمہ سمجھ کر لینا چاہئے) وہ اس (دنیا) سے بدر جہا بہتر ہے جس کو جمع کر رہے ہیں (کیونکہ دنیا کا نفع قلیل اور فانی اور قرآن کا نفع کثیر اور باقی) ف: موعظت اور شفاء اور ہدیٰ اور رحمت کے مفہومات کا فرق ترجمہ ہی سے ظاہر ہے اور میرے نزدیک لِلْمُؤْمِنِيْنَ سب کی قید ہے جیسا کہ دوسری آیتیں اس پر دال ہیں قال تعالیٰ: قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ [حم

السجدة : ٤٤] وقال تعالىٰ : وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ [الأسراء : ٨٢]۔ وقال تعالىٰ : هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ [آل عمران :١٣٨]۔ رَبط : اوپر چند آیات میں شرک کا ابطال کیا گیا ہے اس شرک کی رسوم میں سے ایک تحریم حلال کی رسم تھی جس کی تفصیل پارۂ ہشتم کے ربع پر بیان ہوئی ہے آگے اس رسم کی تقبیح ہے۔

تقبیح بعض رسوم شرک ☆ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ (الی قوله تعالی) لَا يَشْكُرُوْنَ آپ (ان سے) کہئے کہ یہ تو بتلاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے (انتفاع کے) لئے جو کچھ رزق بھیجا تھا پھر تم نے (اپنی گھڑت سے) اس کا کچھ حصہ حرام کچھ حلال قرار دے لیا (حالانکہ اس کی تحریم کی کوئی دلیل نہیں تو) آپ (ان سے) پوچھئے کہ کیا تم کو خدا نے حکم دیا ہے یا (محض) اللہ پر (اپنی طرف سے) افتراء ہی کرتے ہیں اور (چونکہ شق اول کا احتمال ہی نہیں بلکہ شق ثانی متعین ہے اس لئے اس پر وعید فرماتے ہیں کہ) جو لوگ اللہ پر جھوٹ افتراء باندھتے ہیں ان کا قیامت کی نسبت کیا گمان ہے (جو بالکل ڈرتے نہیں کیا یہ سمجھتے ہیں کہ قیامت نہیں آوے گی یا آوے گی مگر ہم سے باز پرس نہیں ہوگی) واقعی لوگوں پر اللہ کا بڑا ہی فضل ہے (کہ ساتھ کے ساتھ سزا انہیں دیتا بلکہ توبہ کے لئے مہلت دے رکھی ہے) لیکن اکثر آدمی بے قدر ہیں (ورنہ توبہ کر لیتے) ف: چونکہ اوپر موقع مذکور تمہید میں تفصیل اس تحریم و تحلیل کی آ چکی ہے اس لئے اعادہ کی حاجت نہیں۔

رَبط : اوپر آیات کثیرہ میں کفار کا انکار اور تکذیب اور جحود اور عناد اور مخالفت مذکور ہے چونکہ یہ امور طبعاً رنج دہ ہیں اس لئے آگے آپ کی تسلی کا مضمون ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ہم کو سب احوال عامہ و خاصہ کی اطلاع ہے۔لقولہ تعالیٰ : وَمَا تَكُوْنُ الخ اور اپنی اطاعت کرنے والوں کو دارین میں سب مکروہات سے محفوظ رکھتے ہیں لقولہ تعالیٰ : اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ الخ اور قدرت کاملہ بھی ہم ہی کو حاصل ہے نہ دوسرے شرکاء کو لقولہ تعالیٰ : اِنَّ الْعِزَّةَ الخ پس علم اور قدرت کا اعتقاد اور حفاظت کا وعدہ تسلی کے لئے کافی ہے لقولہ تعالیٰ : لَا يَحْزُنْكَ مجملاً تسلی کا مضمون اوپر بھی آیت وَاِنْ كَذَّبُوْكَ الخ میں آ چکا ہے۔

تَرْجَمَہ مَسَائِلُ السُّلُوْكِ : قولہ تعالیٰ : يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِى الصُّدُوْرِ الخ۔ اس پر دلیل ہے کہ قلوب میں بھی امراض ہوتے ہیں اور وہ امراض بدن سے اشد ہیں جیسے شک و نفاق و حسد وغیرہ ۱۲ قولہ تعالیٰ : قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا یہی فرح کبھی اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ غایت انبساط سے اس فضل کے اظہار سے سکوت پر قدرت نہیں رہتی اور کبھی یہ اظہار ایسی صورت میں ہوتا ہے کہ وہ ظاہراً خلاف ادب ہوتا ہے لیکن غلبۂ حال سے معذور ہوتا ہے ۱۲ قولہ تعالیٰ : قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّ حَلٰلًا ۔ اس میں ان لوگوں پر رد ہے جو بعض مباحات کو اعتقاداً یا عملاً بطور تقشف و تزہد کے اپنے نفس پر حرام کر لیتے ہیں البتہ جو شخص بطور معالجہ کے ترک کر دے وہ مستثنیٰ ہے ۱۲۔

اَلْكَلَامُ : استدل المعتزلة بالآية على ان الحرام ليس برزق ولا دليل لهم فيها اذا المعنى ما قدر لانتفاعكم والمقدر للانتفاع هو الحلال فيكون المذكور ههنا قسما من الرزق لا مطلق الرزق الشامل للحلال والحرام والكفرة انما اخطؤا فى جعل بعض الحلال حراما ومن جعل اهل السنة نظيرا لهم فى جعلهم الرزق مطلقا منقسما الى قسمين فقد اعظم الضرية ١٢ من الروح المعانى۔

اَلنَّحْوُ : قوله بفضل الله الخ عامله مقدر اى ليفرحوا بفضل الله ورحمته وقوله بذلك فليفرحوا تاكيد للجملة الاولى واحدى الفائين جزائية والاخرىٰ زائدة والمعنى ان يفرحوا بشئ فليفرحوا بذلك وتقديم الظرف للحصر ١٢۔ قوله ارايتم الخ ما موصولة فى موضع النصب على انه مفعول اول لا رايتم والعائد محذوف اى انزله وجملة الله اذن لكم الخ فى موضع المفعول الثانى لا رايتم وقل مكرر للتاكيد وقوله فجعلتم معطوف على انزل والعائد على المفعول الاول محذوف والمعنى ارايتم الذى انزله الله تعالىٰ لكم من رزق ففعلتم فيه ما فعلتم اى الامرين كائن فيه الاذن من الله تعالىٰ بجعله قسمين ام الافتراء منكم وقوله يوم القيٰمة ظرف لنفس الظن اى اىّ شئ ظنهم فى ذلك اليوم انى فاعل بهم وقيل الظرف متعلق بما يتعلق به ظنهم اى اىّ شئ ظنهم بما سيقع يوم القيٰمة الخ كذا فى روح المعانى وارى الثانى راجحا لان الاول يدل ظاهرا على كون يوم القيٰمة زمانا لوقوع الظن وهو غير ظاهر لان ظنهم وقع فى الدنيا نعم تعلقه بيوم القيٰمة صحيح وانما يفيده الثانى والله اعلم ١٢۔

اَلْبَلَاغَةُ : قوله ايراد انزل فى الرزق باعتبار انزال سببه اى المطر من السماء وزيادة الكذب بعد الافتراء لاظهار كما القبح وكونه كذبا فى اعتقادهم ايضا۔

وَمَا تَكُوْنُ فِىْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِى السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝٦١

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۶۲﴾ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴿۶۳﴾ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۚ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿۶۴﴾ وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ إِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيعًا ۚ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۶۵﴾ أَلَا إِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ ۗ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ شُرَكَاءَ ۚ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ﴿۶۶﴾

اور آپ (خواہ) کسی حال میں ہوں اور منجملہ ان احوال کے آپ کہیں سے قرآن پڑھتے ہوں اور (اسی طرح اور لوگ بھی جتنے ہوں) تم جو کام بھی کرتے ہو ہم کو سب کی خبر رہتی ہے۔ جب تم اس کام کو کرنا شروع کرتے ہو اور آپ کے رب (کے علم) سے کوئی چیز ذرہ برابر بھی غائب نہیں نہ زمین میں اور نہ آسمان میں (بلکہ سب اس کے علم میں حاضر ہیں) اور نہ کوئی چیز اس (مقدار مذکور) سے چھوٹی ہے اور نہ کوئی چیز (اس سے) بڑی ہے مگر یہ سب (بوجہ علم الٰہی کے) کتاب مبین (یعنی لوح محفوظ) میں (مرقوم) ہے یاد رکھو اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ (ناک واقعہ پڑنے والا) ہے اور نہ وہ (کسی مطلوب کے فوت ہونے پر) مغموم ہوتے ہیں۔ وہ (اللہ کے دوست) وہ ہیں جو ایمان لائے اور (معاصی سے) پرہیز رکھتے ہیں۔ ان کے لئے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی (منجانب اللہ تعالیٰ خوف وحزن سے بچنے کی خوشخبری ہے (اور) اللہ تعالیٰ کی باتوں میں (یعنی وعدوں میں) کچھ فرق نہیں ہوا کرتا۔ یہ (بشارت جو مذکور ہوئی) بڑی کامیابی ہے اور آپ کو ان کی باتیں غم میں نہ ڈالیں تمام تر غلبہ (اور قدرت بھی) خدا ہی کے لئے (ثابت) ہے وہ ان کی باتیں سنتا ہے (اور ان کی حالت) جانتا ہے وہ آپ کا بدلہ ان سے خود لے لے گا یاد رکھو کہ جتنے کچھ آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں (یعنی جن وانس اور فرشتے) یہ سب اللہ ہی کی (مخلوق) ہیں اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے شرکاء کی عبادت کر رہے ہیں (خدا جانے) کس چیز کا اتباع کر رہے ہیں۔ محض بے سند خیال کا اتباع کر رہے ہیں اور محض قیاسی باتیں کر رہے ہیں۔

تفسیر: تسلی رسول اللہ ﷺ بیان علم وقدرت وحفاظت الٰہیہ ☆ وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ (الی قولہ تعالیٰ) وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ﴿۶۶﴾ اور آپ (خواہ) کسی حال میں ہوں منجملہ ان احوال کے آپ کہیں سے قرآن پڑھتے ہوں اور (اسی طرح اور لوگ بھی جتنے ہو) تم جو کام بھی کرتے ہو ہم کو سب کی خبر رہتی ہے جب تم اس کام کو کرنا شروع کرتے ہو اور آپ کے رب (کے علم) سے کوئی چیز ذراہ برابر بھی غائب نہیں نہ زمین میں اور نہ آسمان میں (بلکہ سب اس کے علم میں حاضر ہیں) اور نہ کوئی چیز اس مقدارِ مذکور سے چھوٹی ہے اور نہ کوئی چیز (اس سے) بڑی ہے مگر یہ سب (بوجہ احاطہ علم الٰہی) کے کتاب مبین (یعنی لوح محفوظ) میں (مرقوم) ہے (یہ تو علم الٰہی کا بیان ہوا آگے مخلصین مطیعین کی محفوظیت کا بیان ہے کہ) یاد رکھو اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ (ناک واقعہ پڑنے والا) ہے اور نہ وہ (کسی مطلوب کے فوت ہونے پر) مغموم ہوتے ہیں (یعنی اللہ تعالیٰ اُن کو خوفناک اور غمناک حوادث سے بچاتا ہے اور) وہ (اللہ کے دوست) وہ ہیں جو ایمان لائے اور (معاصی سے) پرہیز رکھتے ہیں (یعنی ایمان اور تقویٰ سے اللہ کا قرب نصیب ہوتا ہے اور خوف وحزن سے ان کے محفوظ رہنے کی وجہ یہ ہے کہ) ان کے لئے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی (منجانب اللہ خوف وحزن سے بچنے کی) خوشخبری ہے (اور) اللہ کی باتوں میں (یعنی وعدوں میں) کچھ فرق ہوا نہیں کرتا (پس جب بشارت میں ان سے وعدہ ہو گیا اور وعدہ ہمیشہ صحیح ہوتا ہے اس لئے عدم خوف وعدم حزن لازم ہے اور) یہ (بشارت جو مذکور ہوئی) بڑی کامیابی ہے اور جب (آپ نے مقبولین کا محفوظ ہونا سن لیا تو) آپ کو ان کی باتیں غم میں نہ ڈالیں (یعنی ان کے کفریات سے مغموم نہ ہوں کیونکہ علم وحفاظت مذکورہ کے ساتھ) تمام تر غلبہ (اور قدرت بھی) خدا ہی کے لئے (ثابت) ہے وہ اپنی قدرت سے حسب وعدہ آپ کی حفاظت کرے گا) وہ (ان کی باتیں) سنتا ہے (اور ان کی حالت) جانتا ہے (وہ آپ کا بدلہ ان سے خود لے لے گا) یاد رکھو کہ جتنے کچھ آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں (یعنی فرشتے اور جن وانس) یہ سب اللہ ہی کے (مملوک) ہیں (اس کی حفاظت یا مکافات کو کوئی روک نہیں سکتا پس بہمہ وجوہ تسلی رکھنا چاہئے) اور (اگر کسی کو شبہ ہو کہ شاید شرکاء مزاحمت کر سکیں تو اس کی حقیقت سن لو کہ) جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر دوسرے شرکاء کی عبادت کر رہے ہیں (خدا جانے) کس چیز کا اتباع کر رہے ہیں (یعنی ان کے پاس اس عقیدہ کی کیا دلیل ہے حقیقت تو یہ ہے کہ کچھ بھی دلیل نہیں) محض بے سند خیال کا اتباع کر رہے ہیں اور محض قیاسی باتیں کر رہے ہیں (پس واقع میں ان میں صفات الوہیت کے مثل علم وقدرت وغیرہ نہیں ہیں پھر ان میں احتمال مزاحمت کی کب گنجائش ہے۔ **ف**: خوف سے خوف حق اور غم سے غم آخرت مراد نہیں بلکہ دنیوی خوف وغم کی نفی مراد ہے جس کا احتمال مخالفت اعداء سے ہو سکتا ہے وہ مؤمنین کاملین کو نہیں ہوتا ہر وقت ان کا اللہ پر اعتماد ہوتا ہے ہر واقعہ کی حکمت کا اعتقاد رکھتے ہیں اس میں مصلحت سمجھتے ہیں جس کی بشارت ان کو قرآن وحدیث نے دی ہے اور یہ بشارت عام ہے: بَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ الخ بَشِّرِ الصّٰبِرِينَ الخ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ الخ تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ الخ اور رؤیا صالحہ سب اس میں داخل ہے اور اس تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسا آپ کو ان کے گمراہ ہونے

کا غم تھا ایسا ہی ان کی مخالفت اور ضرر رسانی کے احتمال سے بھی تردد ہوا کرتا تھا واللہ اعلم۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾ سورۂ انفال میں آیت: اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ کے تحت میں جو لکھا گیا ہے اس کو دیکھ لو اور ولایت کا ایمان وتقویٰ پر مبنی کرنا اس کی دلیل ہے کہ ولایت کے لئے یہ شرط نہیں کہ اس کے ہاتھ پر کوئی کرامت بھی صادر ہوا کرے ۱۲ قولہ تعالیٰ: اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا [النساء: ۱۳۹] اور دوسرے میں جو عزت نظر آتی ہے وہ بھی درحقیقت اللہ کے لئے ثابت ہے اور وہ غیر اس کی عزت کا ایک مظہر ہے جیسے ضیاء حقیقۃً آفتاب کی صفت ہے اور زمین پر ایک گونہ تعلق کے سبب اس کا ظہور ہو جاتا ہے پس اس میں مسئلہ مظہریت کی اصل ہے۔

العربية من اللغة والنحو والبلاغة : قوله الشان مصدر بمعنى المفعول معناه القصد قوله وما تتلوا تخصيص بعد تعميم لكونه اعظم الشئون وضمير منه يرجع الى الشان وكلمة من فى قرآن زائدة والمعنى ما تتلوا قرآنا حال كون التلاوة من شان مذكور قوله لا تعملون اورد ههنا لا المستعملة غالباً فى المستقبل وفى ما قبله ما المستعملة غالباً فى الحال ولعله اشارة الى ان اشتغاله صلى الله عليه وسلم بالشيون العظيمة كاللازم الدائم فلا بد ان يوجد فى زمان التكلم بخلاف غيره فانه لا يبعد تعطله فى زمان التكلم فلا جرم استحسن صيغة الاستقبال ولهذا التفاوت اورد فى خطابه الشان وفى خطابهم العمل والله اعلم قوله عن ربك اى عن علم ربك قوله من مثقال من زائدة قوله لا اصغر هى لنفى الجنس فهى جملة مستقلة قوله تفيضون ليس لتخصيص الحكم لان العلم يتعلق بالشروع وبما بعده جميعا بل فائدته ان العلم محيط من اول الامر لا كحال الخلق يذهلون تارة عن ابتداء الامر ثم ينتبهون لما بعده قوله الذين امنوا خبر حذف مبتداه اى هم الذين ۱۲ـا

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿۶۷﴾ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ۭ هُوَ الْغَنِيُّ ۭ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍۢ بِهٰذَا ۭ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۸﴾ قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾ؕ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۰﴾ ع

وہ (اللہ تعالیٰ) ایسا ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی تاکہ تم اس میں آرام کرو اور دن بھی اس طور پر بنایا کہ (بوجہ روشن ہونے کے) دیکھنے بھالنے کا ذریعہ ہے۔ اس (بنانے) میں دلائل (توحید) ہیں ان لوگوں کے لئے جو (تدبیر کے ساتھ ان مضامین کو) سنتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے سبحان اللہ (کیسی سخت بات کہی) وہ تو کسی کا محتاج نہیں (اور سب اس کے محتاج ہیں) اسی کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ تمہارے پاس (بجز بیہودہ دعویٰ کے) اس (دعویٰ) پر کوئی دلیل (بھی) نہیں (تو) یا اللہ کے ذمے ایسی بات لگاتے ہو جس کا تم (کسی دلیل سے) علم نہیں رکھتے۔ آپ کہہ دیجئے کہ جو لوگ اللہ پر جھوٹ افترا کرتے ہیں (جیسے مشرکین) وہ (کبھی) کامیاب نہ ہوں گے۔ یہ دنیا میں تھوڑا سا عیش ہے (جو بہت جلد ختم ہوا جاتا ہے۔ پھر (مرکر) ہمارے ہی پاس ان کو آنا ہے۔ پھر (آخرت میں) ہم ان کو کفر کے بدلے سزائے سخت (کا مزہ) چکھا دیں گے۔

تفسیر ربط: اوپر کی آیات سے جس طرح تسلیہ مقصود ہے اسی طرح توحید بھی اس کا مدلول ہے اور اس کے قبل اور آیات بھی توحید کے باب میں آ چکی ہے آگے بھی توحید کا مضمون ہے۔

توحید ☆ هُوَ الَّذِيْ (الى قوله تعالى) بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۰﴾ وہ (اللہ) ایسا ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی تاکہ تم اس میں آرام کرو اور دن بھی اس طور پر بنایا کہ (بوجہ روشن ہونے کے) دیکھنے بھالنے کا ذریعہ ہے اس (بنانے میں) دلائل (توحید) ہیں ان لوگوں کے لئے جو (تدبر کے ساتھ ان مضامین کو) سنتے ہیں (مشرکین ان دلائل میں غور نہیں کرتے اور شرک کی باتیں کرتے ہیں چنانچہ) وہ کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے سبحان اللہ (کیسی سخت بات کہی) وہ تو کسی کا محتاج نہیں (اور سب اس کے محتاج ہیں) اسی کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے (پس سب مملوک ہوئے اور وہ مالک ہوا پس ثابت ہوا کہ کمالات میں اس کا کوئی مشارک ومجانس نہیں پس اگر اولاد مجانس ہو تو مجانست باطل ہو چکی اگر غیر مجانس ہو تو ناجنس اولاد ہونا عیب اور عیوب سے اللہ پاک ہے جیسا سبحانہٗ میں اس طرف اشارہ بھی ہے پس اولاد کا ہونا مطلقاً باطل ہو گیا ہم نے جو نفی ولد کا دعویٰ کیا تھا اس پر تو ہم نے دلیل قائم کر دی اب رہا تمہارا دعویٰ سو) تمہارے پاس (بجز بیہودہ دعوے کے) اس (دعوے) پر کوئی دلیل (بھی) نہیں (تو) کیا اللہ کے ذمے ایسی بات لگاتے

ہو جس کا تم (کسی دلیل سے) علم نہیں رکھتے آپ (ان کا مفتری ہونا ثابت کر کے اس افتراء کی وعید سنانے کے لئے) کہہ دیجئے کہ جو لوگ اللہ پر جھوٹ افتراء کرتے ہیں (جیسے مشرکین) وہ (کبھی) کامیاب نہ ہوں گے (اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ ہم تو ایسوں کو خوب کامیاب اور مشغول تنعم پاتے ہیں جواب یہ ہے کہ) یہ دنیا میں (چندروزہ) تھوڑا سا عیش ہے (جو بہت جلد ختم ہوا جاتا ہے) پھر (مرکر) ہمارے ہی پاس اُن کو آنا ہے پھر (آخرت میں) ہم ان کو ان کے کفر کے بدلے سزائے سخت (کا مزہ) چکھاویں گے۔ **ف**: پارہ الٓمّٓ کے اخیر کے قریب اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا الخ ایک آیت آئی ہے اس کے ضمن میں نفی ولد کے استدلال کی ذرا مفصل تقریر ہے ملاحظہ کرلیا جاوے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ اس میں دلیل ہے اس پر کہ رات کو کسی قدر سور ہنا اولیٰ ہے کیونکہ اس میں مصلحت الٰہیہ کی موافقت ہے اور اس موافقت میں ظاہر ہے کہ ادب کی کیسی رعایت ہے ۱۲۔ قولہ تعالیٰ: أَتَقُولُونَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ اس میں ذات و صفات کے متعلق تخمینات و مجازفات سے خواہ وہ استدلالی ہوں یا ذوقی ہوں کلام کرنے پر انکار ہے اور اس میں اہل علم و اہل تصوف کثرت سے مبتلا ہیں ۱۲۔

ملحقات الترجمة: ۱ قوله في سبحانه سبحان اللہ! اس قولہ اشارہ بھی ہے جمع فيه بين التنزيه والتعجيب بناء على ان التعجيب معنى كنائى وفى الكناية يكون المعنى الحقيقى مدلولا ولا مجازى مقصود لاخذته من الروح والتلويح ۱۲۔

اختلاف القراءة: قرأ نافع فاجمعوا بوصل الهمزة وفتح الميم من جمع ولا فرق بين اجمع وجمع ۱۲۔

اللغات: الاجماع العزم ويتعدى بنفسه وبعلى قوله اقضوا الى اى ادوا الى ذلك الامر الذى تريدون وفيه استعارة مكنية ۱۲۔

النحو: قوله بهذا متعلق بسلطان لانه بمعنى الحجة كذا فى الروح ۱۲۔ قوله متاع مبتدأ اى حياتهم وعشيتهم الحالى ۱۲۔

البلاغة: مبصرا حال وفيه اسناد مجازى ولم يقل لتبصروا فيه للفرق بين محل الابصار وبين سبب الابصار فيتصروا فيه يفيد الاول ومبصر يفيد الثانى وقد ثبت كون النهار بضيائه سببا للابصار بخلاف الليل فليس سببا للسكون انما هو محل له فافهم ۱۲۔ قوله اجمعوا ليس المراد حقيقة الامر بل المقصود اظهار عدم المبالاة ۱۲۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ نُوحٍ ۘ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ إِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَقَامِي وَتَذْكِيرِي بِآيَاتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَأَجْمِعُوا أَمْرَكُمْ وَشُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ أَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوا إِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُونِ ﴿۷۱﴾ فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۖ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿۷۲﴾ فَكَذَّبُوهُ فَنَجَّيْنَاهُ وَمَنْ مَعَهُ فِي الْفُلْكِ وَجَعَلْنَاهُمْ خَلَائِفَ وَأَغْرَقْنَا الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۖ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِينَ ﴿۷۳﴾

اور آپ ان کو نوح علیہ السلام کا قصہ پڑھ کر سنائیے (جو کہ اس وقت واقع ہوا تھا) جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اے میری قوم اگر تم کو میرا رہنا (وعظ گوئی کی حالت میں) اور احکام خداوندی کی نصیحت کرنا (بھاری) ناگوار معلوم ہوتا ہے تو میرا تو خدا ہی پر بھروسہ ہے۔ سو تم (میرے ضرر پہنچانے کے متعلق اپنی تدبیر (جو کر سکو) مع اپنے شرکاء (یعنی بتوں) پختہ کرلو پھر تمہاری وہ تدبیر تمہاری گھٹن (اور دل تنگی) کا باعث نہ ہونا چاہئے پھر میرے ساتھ (جو کچھ کرنا ہے) کر گزرو اور مجھ کو (اصلا) مہلت نہ دو۔ پھر بھی اگر تم اعراض ہی کئے جاؤ تو (یہ سمجھو کہ) میں نے تم سے (اس تبلیغ پر) کوئی معاوضہ تو نہیں مانگا (اور میں تم سے کیوں مانگتا کیونکہ) میرا معاوضہ تو صرف (حسب وعدہ کرم) اللہ ہی کے ذمہ ہے اور چونکہ مجھ کو حکم کیا گیا ہے کہ میں طاعت کرنے والوں میں رہوں۔ سو (باوجود اس موعظت بلیغہ کے بھی) وہ لوگ ان کو جھٹلاتے رہے۔ پس (اس پر عذاب مسلط ہوا اور) ہم نے (اس عذاب سے) ان کو اور جو ان کے ساتھ کشتی میں تھے ان کو نجات دی اور ان کو (زمین پر) آباد کیا اور (باقی جو لوگ رہ گئے تھے) جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا ان کو (اس طوفان میں) غرق کر دیا۔ سو دیکھنا چاہئے کیسا (برا) انجام ہوا ان لوگوں کا جو (عذاب الٰہی سے) ڈرائے جا چکے تھے)۔

تفسیر ربط: او پر متعدد مضامین مذکور ہوئے ہیں آگے بعض قصص سے سب کی تائید فرماتے ہیں توحید کی اس طرح کہ انبیاء نے دعوت توحید کی فرمائی اور رسالت کی اس طرح کہ پہلے بھی رسول گزرے ہیں اور تہدید و وعید کی اس طرح کہ امم سابقہ پر عذاب نازل ہوئے اور آپ کی تسلی کی اس طرح کہ پہلے لوگ بھی تکذیب کرتے آئے ہیں اول نوح علیہ السلام کا قصہ بیان ہوتا ہے۔

قصہ نوح علیہ السلام با قوم او ☆ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ نُوحٍ (الی قولہ تعالی) فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِينَ ﴿۷۳﴾ اور آپ ان کو نوح (علیہ السلام) کا قصہ پڑھ کر سنائیے (جو کہ اس وقت واقع ہوا تھا) جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اے میری قوم اگر تم کو میرا رہنا (یعنی وعظ گوئی کی حالت میں) اور احکام

خداوندی کی نصیحت کرنا بھاری (اور ناگوار) معلوم ہوتا ہے تو (ہوا کرے میں کچھ پرواہ نہیں کرتا کیونکہ) میرا تو خدا ہی پر بھروسہ ہے سو تم (میرے ضرر پہنچانے کے متعلق) اپنی تدبیر (جو کچھ کر سکو) مع اپنے شرکاء (یعنی بتوں) کے پختہ کرلو (یعنی تم اور تمہارے معبود سب مل کر میری ضرر رسانی میں اپنا ارمان پورا کرلو) پھر تمہاری وہ تدبیر تمہاری گھٹن (اور دل تنگی) کا باعث نہ ہونا چاہئے (یعنی اکثر خفیہ تدبیر سے طبیعت گھٹا کرتی ہے سو خفیہ تدبیر کی ضرورت نہیں جو کچھ تدبیر کرو دل کھول کر علانیہ کرو میرا نہ لحاظ پاس کرو اور نہ میرے چلے جانے نکل جانے کا اندیشہ کرو کیونکہ اتنے آدمیوں کے پہرہ میں سے ایک آدمی کا نکل جانا بھی مستبعد ہے پھر اخفاء کی کیا ضرورت ہے) پھر میرے ساتھ (جو کچھ کرنا ہے) کر گزرو اور مجھ کو (اصلاً) مہلت نہ دو (حاصل یہ کہ میں تمہاری ان باتوں سے نہ ڈرتا ہوں اور نہ تبلیغ سے رک سکتا ہوں یہاں تک تو نفی خوف کی فرمائی آگے نفی طمع کی فرماتے ہیں یعنی) پھر بھی اگر تم اعراض ہی کئے جاؤ تو (یہ سمجھو کہ) میں نے تم سے (اس تبلیغ پر) کوئی معاوضہ تو نہیں مانگا (اور میں تم سے کیوں مانگتا کیونکہ) میرا معاوضہ تو صرف (حسب وعدہ کرم) اللہ ہی کے ذمے ہے (غرض نہ تم سے ڈرتا ہوں نہ کچھ خواہش رکھتا ہوں) اور (چونکہ) مجھ کو حکم کیا گیا ہے کہ میں اطاعت کرنے والوں میں رہوں (اس لئے تبلیغ میں حکم کی تعمیل کرتا ہوں اگر تم نہ مانو گے میرا کیا نقصان ہے) سو (باوجود اس موعظت بلیغہ کے بھی) وہ لوگ ان کو جھٹلاتے رہے پس (اس پر عذاب طوفان کا مسلط ہوا اور) ہم نے (اس عذاب سے) ان کو اور جو ان کے ساتھ کشتی میں تھے ان کو نجات دی اور ان کو (زمین پر) آباد کیا اور (باقی جو لوگ رہ گئے تھے) جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا ان کو (اس طوفان میں) غرق کر دیا سو دیکھنا چاہئے کیسا (برا) انجام ہوا ان لوگوں کا جو (عذاب الٰہی) سے ڈرائے جا چکے تھے (یعنی بے خبری میں ہلاک نہیں کئے گئے پہلے کہہ دیا سمجھا دیا نہ مانا سزا پائی)

ف: بعضوں کو شبہ ہو جاتا ہے کہ جب معدودے چند بچ گئے تو عالم میں وہی تھے اور نوح علیہ السلام کی دعوت ان سب کو عام تھی تو عموم بعثت خصائص محمد یہ سے نہ رہا جواب یہ ہے کہ خصوصیت کے معنی یہ ہیں کہ جب امم مختلفہ موجود ہوں اس وقت آپ کی بعثت سب کی طرف ہوگی اور دوسرے انبیاء علیہ السلام کی خاص قوم کی طرف پس یہ خصوصیت اب بھی محفوظ ہے کیونکہ صورت مفروضہ میں مختلف اقوام ہی نہ رہی تھیں۔

مُلحقاتُ الترجمۃ: ۱؎ **قوله في اذ قال** جو کہ اس وقت اشار الى تقدير عامل اذ ۱۲۔ ۲؎ **قوله في مقامي** یعنی وعظ گوئی فالمعطوف كالتفسير له ۱۲۔ ۳؎ **قوله في جزاء ان كان** ہوا کرو اشارة الى تقدير الجزاء واى فليمكن فلا ابالى ۱۲۔ ۴؎ **قوله في و شركائكم** مع فهو مفعول معه من الفاعل اى اجمعوا انتم وشركائكم امركم فهو من قبيل قول هود عليه السلام فكيدوني في جواب من قال ان نقول الاعترٰىك بعض آلهتنا بسوء ۱۲۔ ۵؎ **قوله في غمة** گھٹن من انعم ويلزمه الستر ويتايد لقول قتادة لا يكبر عليكم اى لاتّ ا شق رواه ابن جرير وقيل معناه مستورا عليكم اى جابروني اه لكن لم يظهر لي معنى عليكم على هذا التقدير ومن اطلع عليه فهنيئاً له ثم سنح لي في توجيه عليكم ان الكتم سبب لخفاء الامر على الجماعة والجهاد سبب لظهوره عليهم فالمعنى جاهروني بايصال الضرر اتى حيث يظهر امره على جميعكم وقال الطبرى في معناه ملتبسا مشكلا مبهما (اے باعتبار نفعه) من قولهم غم البلال ۱۲۔ ۶؎ **قوله في توليتم** کئے ہی جاؤ الى سمجھو اشارة الى ان معنى التولي الدوام عليه فان التولي كان حاصلا من قبل وكذا قوله كذبوه معناه داوموا عليه واشارة الى حذف الجزاء اى فاعلموا ۱۲۔ ۷؎ **قوله في فانظروا** دیکھنا چاہئے اشارة الى كون المخاطب عاما والمعنى فاعتبر لان النظر لا يصح حمله على ظاهره ۱۲۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۭ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰي قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۷۴﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَهٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْٓا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۶﴾ قَالَ مُوْسٰٓى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَاۗءَكُمْ ۭ اَسِحْرٌ هٰذَا ۭ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ﴿۷۷﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَاۗءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَاۗءُ فِي الْاَرْضِ ۭ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۸﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِيْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿۷۹﴾ فَلَمَّا جَاۗءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿۸۰﴾ فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ ۙ السِّحْرُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ

عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿٨١﴾ وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٨٢﴾ ع ۱۲/۸

پھر نوح علیہ السلام کے بعد ہم نے اور رسولوں کو ان کی قوموں کی طرف بھیجا سو وہ ان کے پاس معجزات لے کر آئے (مگر) پھر بھی ان کی ضد اور ہٹ کی یہ کیفیت تھی کہ جس چیز کو انہوں نے اول میں (ایک بار) جھوٹا کہہ دیا نہ ہوا کہ پھر اس کو مان لیتے (اور جیسے یہ لوگ دل کی سخت تھے) ہم اسی طرح کافروں کے دلوں پر بند لگا دیتے ہیں پھر ان (مذکورین) پیغمبروں کے بعد ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس اپنے معجزات (عصا اور ید) دے کر بھیجا سو انہوں نے (دعویٰ نبوت کے ساتھ ہی ان کی تصدیق کرنے سے) تکبر کیا اور وہ لوگ جرائم کے خوگر تھے (اسی لئے اطاعت نہ کی) پھر جب (بعد دعویٰ کے) ان کو ہمارے پاس سے (نبوت موسویہ پر) صحیح دلیل پہنچی تو وہ کہنے لگے کہ یقیناً یہ صریح جادو ہے۔ موسیٰ نے فرمایا کیا تم اس صحیح دلیل کی نسبت جبکہ وہ تمہارے پاس پہنچی ایسی بات کہتے ہو (کہ یہ جادو ہے) کیا یہ جادو ہے۔ حالانکہ جادوگر کامیاب نہیں ہوا کرتے وہ لوگ کہنے لگے کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہم اس کو اس طریقہ سے ہٹا دو جس پر ہم نے اپنے بزرگوں کو دیکھا ہے اور (اس لئے آئے ہو کہ) تم دونوں کو دنیا میں ریاست (اور سرداری) مل جائے اور (تم خوب سمجھ لو کہ) ہم تم دونوں کو کبھی نہ مانیں گے اور فرعون نے (اپنے سرداروں سے) کہا کہ میرے پاس تمام جادوگروں کو (جو ہماری قلمرو میں ہیں) حاضر کرو (چنانچہ جمع کئے گئے) سو جب وہ آئے (اور موسیٰ سے مقابلہ ہوا) موسیٰ نے ان سے فرمایا کہ ڈالو جو کچھ تم کو (میدان میں) ڈالنا ہے۔ سو جب انہوں نے (اپنا جادو کا سامان) ڈالا تو موسیٰ نے فرمایا کہ جو کچھ تم بنا کر لائے ہو جادو ہے۔ یہ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اس (جادو) کو درہم برہم کئے دیتا ہے (کیونکہ) اللہ تعالیٰ ایسے فسادیوں کا کام بننے نہیں دیتا اور اللہ تعالیٰ دلیل صحیح (یعنی معجزہ) کو اپنے وعدوں کے موافق ثابت کر دیتا ہے گو مجرم (اور کافر) لوگ کیسا ہی ناگوار سمجھیں۔

تفسیر ربط: اوپر قوم نوح علیہ السلام کا قصہ تھا آگے عاد و ثمود وغیرہم کا اجمالاً قصہ مذکور ہے۔

اجمال قصہ عاد و ثمود وغیرہم ☆ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ (الی قولہ تعالی) عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿٧٤﴾ پھر نوح (علیہ السلام) کے بعد ہم نے اور رسولوں کو ان کی قوموں کی طرف بھیجا سو وہ ان کے پاس معجزات لے کر آئے (مگر) پھر (بھی ان کی ضد اور ہٹ کی یہ کیفیت تھی کہ) جس چیز کو انہوں نے اول (وہلہ) میں (ایک بار) جھوٹا کہہ دیا یہ نہ ہوا کہ پھر اس کو مان لیتے (اور جیسے یہ لوگ دل کے سخت تھے) اللہ تعالیٰ اسی طرح کافروں کے دلوں پر بند لگا دیتے ہیں۔

ف: ایک ایسی آیت پارہ نہم کے رکوع دوم میں گزر چکی ہے۔ ربط: اوپر بعض قصص مذکور ہوئے آگے قصہ موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کے ساتھ مذکور ہوتا ہے۔

قصہ موسیٰ علیہ السلام با فرعون ☆ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى (الی قولہ تعالی) وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٨٢﴾ پھر ان (مذکور) پیغمبروں کے بعد ہم نے موسیٰ اور ہارون (علیہما السلام) کو فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس اپنے معجزات (عصا اور ید بیضا) دے کر بھیجا سو انہوں نے (دعویٰ کے ساتھ ہی ان کی تصدیق کرنے سے) تکبر کیا (اور طلب حق کے لئے غور بھی تو نہ کیا) اور وہ لوگ جرائم کے خوگر تھے (اس لئے اطاعت نہ کی) پھر جب (بعد دعوے کے) ان کو ہمارے پاس سے (نبوت موسویہ پر) صحیح دلیل پہنچی (مراد اس سے معجزہ ہے) تو وہ لوگ کہنے لگے کہ یقیناً یہ صریح جادو ہے موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا کیا اس صحیح دلیل کی نسبت جب کہ وہ تمہارے پاس پہنچی ایسی بات کہتے ہو (کہ یہ جادو ہے) کیا یہ جادو ہے حالانکہ جادوگر (جب کہ دعویٰ نبوت کا کریں تو اظہار خارق میں) کامیاب نہیں ہوا کرتے (اور میں کامیاب ہوا کہ اول دعویٰ کیا پھر خوارق ظاہر کر دیئے) وہ لوگ (اس تقریر کا تو کچھ جواب دے نہ سکے ویسے ہی براہ جہالت) کہنے لگے کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہم کو اس طریقہ سے ہٹا دو جس پر ہم نے اپنے بزرگوں کو دیکھا ہے اور (اس لئے آئے ہو کہ) تم دونوں کو دنیا میں ریاست (اور سرداری) مل جاوے اور تم (خوب سمجھ لو کہ) ہم تم دونوں کو کبھی نہ مانیں گے اور فرعون نے (اپنے سرداروں سے) کہا کہ میرے پاس تمام ماہر جادوگروں کو (جو ہمارے قلمرو میں ہیں) حاضر کرو (چنانچہ جمع کئے گئے) سو جب وہ آئے (اور موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ ہوا تو) موسیٰ (علیہ السلام) نے ان سے فرمایا کہ ڈالو جو کچھ تم کو میدان میں ڈالنا ہے سو جب انہوں نے (اپنا جادو کا سامان) ڈالا تو موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا کہ جو کچھ تم (بنا کر) لائے ہو جادو یہ ہے (نہ وہ جس کو فرعون والے جادو کہتے ہیں) یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اس (جادو) کو ابھی درہم برہم کئے دیتا ہے (کیونکہ) اللہ تعالیٰ ایسے فسادیوں کا کام بننے نہیں دیتا (جو معجزہ کے ساتھ مقابلہ سے پیش آویں) اور اللہ تعالیٰ (جس طرح اہل باطل کے باطل کو بمقابلہ معجزات حقہ کے باطل کر دیتا ہے اسی طرح) دلیل صحیح (یعنی معجزہ) کو اپنے وعدوں کے موافق (کہ اثبات نبوت انبیاء کے متعلق ہیں) ثابت کر دیا ہے گو مجرم (اور کافر) لوگ کیسا ہی ناگوار سمجھیں۔ ف: لَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ﴿٧٧﴾ اور لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿٨١﴾ کے ظاہر پر شبہ ہوتا تھا کہ بعض اوقات ہم ساحروں اور مفسدوں کو کامیاب پاتے ہیں مگر احقر کی تقریر ترجمہ سے وہ شبہ دفع ہو گیا یعنی مراد خاص وہ ساحر ہے جو مدعی نبوت ہو اور وہ مفسد ہے جو معجزہ کا مقابلہ کرے سو ان کی کامیابی یقیناً منفی ہے کیونکہ اظہار معجزہ کا ید کاذب پر اور اختفاء معجزہ کا ید صادق پر دونوں شرعاً ممتنع ہیں اور اسی طرح سورۂ طٰہٰ میں جو آیا ہے: وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى [طٰہٰ: ٦٩] مراد اس سے بھی یہی ہے حیث اتی معارضا للمعجزات خوب سمجھ لو۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ : كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۷۴﴾ یہ طبع وہی ہے جس کو فساد استعداد کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے ۱۲۔ قولہ تعالیٰ: وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ﴿۷۷﴾ یعنی اہل حق کے مقابلہ میں اور اسی پر مشائخ اہل باطل کا حال قیاس کرلیا جاوے کہ ان کی بات چلتی نہیں (یعنی اس میں برکت اور بقاء نہیں۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله فى قومهم قوموں اشارة الى انه بمعنى الاقوام ۱۲۔ ۲ قوله فى اتقولون ایسی بات اشارة الى حذف المفعول اى تقولون ما تقولون كذا فى الروح فيه ايضا جوز ان يكون القول بمعنى العيب والطعن وحينئذ يستغنى عن المفعول واللام لبيان المطعون فيه كما فى قوله تعالىٰ هيت لك اى تعيبونه وتطعنون فيه ۱۵ ۱۲۔ ۳ قوله فى قالوا اجئتنا دے نہ سکے لانه كلام لا تعلق له بكلامه عليه السلام فضلا عن الجواب الصحيح ففيه ايذان بانقطاعهم راسا ۱۲۔ ۴ قوله فى كل ساحر قلمرو اشارة الى ان الاستغراق عرفى ۱۲۔ ۵ قوله ما جئتم به السحر جادو یہ ہے نہ وہ الخ افاد الحصر الافرادى لام التعريف ۱۲۔

اختلاف القراءۃ: قرأ ابو عمرو السحر بقطع الالف ومدها على الاستفهام فما استفهامية مرفوعة على الابتداء وجئتم به خبرها والسحر خبر مبتدأ اى اهو السحر ۱۲۔

اللغات: قوله مبين من ابان ظهر ۱۲۔

البلاغۃ: قوله لا يفلح الساحرون حسن موقع بيان حال الساحر مع كون المذكور فيما قبل هو السحر لاستلزام القول بكونه سحر القول يكون من اتى به ساحرا قوله يكون وما نحن لكما فى الروح تثنية الضمير فى هذين الموضعين بعد افراده فيما تقدم من المقامين باعتبار شمول الكبرياء لهما عليهما السلام واستلزام التصديق لاحدهما التصديق للآخر واما اللفت والمجئ فحيث كانا من خصائص صاحب الشريعة اسند الى موسىٰ عليه السلام خاصة ۱۵ ۱۲۔

فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ ؕ وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِى الْاَرْضِ ۚ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَقَالَ مُوْسٰى يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۸۸﴾ قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيْمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۹﴾

پس (جب عصا کا معجزہ ظاہر ہوا تو) موسیٰ (علیہ السلام) پر (شروع شروع میں) ان کی قوم میں سے صرف قدرے قلیل آدمی ایمان لائے وہ بھی فرعون سے اور اپنے حاکم سے ڈرتے ڈرتے کہ کہیں (ظاہر ہونے پر) ان کو تکلیف نہ پہنچائے اور واقعہ میں ڈرنا ان کا بیجا نہ تھا کیونکہ فرعون اس ملک میں زور (سلطنت) رکھتا تھا اور یہ بھی بات تھی کہ وہ حد (انصاف) سے باہر ہو جاتا تھا اور موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے میری قوم اگر تم (سچے دل سے) اللہ پر ایمان رکھتے ہو (تو سوچ بچار مت کرو) بلکہ اسی پر توکل کرو۔ اگر تم (اسی کی) اطاعت کرنے والے ہو۔ انہوں نے (جواب میں) عرض کیا کہ ہم نے اللہ ہی پر توکل کیا اے ہمارے پروردگار ہم کو ان ظالم لوگوں کا تختہ مشق نہ بنا اور ہم کو اپنی رحمت کے صدقہ ان کافروں سے نجات دے اور ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی (ہارون) کے پاس وحی بھیجی کہ تم دونوں اپنے ان لوگوں کے لئے (بدستور) مصر میں گھر برقرار رکھو اور (نماز کے اوقات) تم سب اپنے انہیں گھروں کو نماز پڑھنے کی جگہ قرار دے لو اور (یہ ضروری ہے کہ) نماز کے پابند رہو اور (اے موسیٰ) آپ مسلمانوں کو بشارت دے دیں اور موسیٰ علیہ السلام نے (دعاء میں) عرض کیا اے ہمارے رب (ہم کو یہ بات معلوم ہوگئی کہ) آپ نے فرعون کو اور اس کے سرداروں کو سامان تجمل اور طرح طرح کے مال دنیوی زندگی میں اے ہمارے رب اسی واسطے دیئے ہیں کہ وہ آپ کی راہ سے (لوگوں کو) گمراہ کریں۔ اے ہمارے رب ان کے مالوں کو نیست و نابود کر

دیجئے ان کے دلوں کو (زیادہ) سخت کر دیجئے (جس سے ہلاکت کے مستحق ہو جائیں) سو یہ ایمان نہ لانے پائیں۔ یہاں تک کہ عذاب الیم (کے مستحق ہو کر اس) کو دیکھ لیں۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی سوتم (اپنے منصبی کام یعنی تبلیغ پر) مستقیم رہو ان لوگوں کی راہ نہ چلنا جن کو علم نہیں۔

تفسیر ربط: اوپر سے موسیٰ علیہ السلام کا قصہ چلا آتا ہے آگے اس کا تتمہ ہے۔

تتمہ قصہ موسویہ ☆ فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ (الی قولہ تعالیٰ) وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۷﴾ پس (جب عصا کا معجزہ ظاہر ہوا تو) موسیٰ علیہ السلام پر (شروع شروع میں) ان کی قوم میں صرف قدرے قلیل آدمی ایمان لائے وہ بھی فرعون سے اور اپنے حکام سے ڈرتے ڈرتے کہ کہیں (ظاہر ہونے پر) ان کو تکلیف (نہ) پہنچاوے اور واقع میں (ڈرنا ان کا بیجا نہ تھا کیونکہ) فرعون اس ملک میں زور (سلطنت) رکھتا تھا اور یہ بھی بات تھی کہ وہ حد (انصاف) سے باہر ہو جاتا تھا (اور ظلم کرنے لگتا تھا) پھر جو شخص حکومت کے ساتھ ظلم کرتا ہو اس سے تو ڈر لگتا ہی ہے) اور موسیٰ (علیہ السلام) نے (جب ان کو خائف دیکھا تو ان سے) فرمایا کہ اے میری قوم اگر تم (سچے دل سے) اللہ پر ایمان رکھتے ہو تو (سوچ بچار مت کرو بلکہ) اسی پر توکل کرو اگر تم (اس کی) اطاعت کرنے والے ہو انہوں نے جواب میں عرض کیا کہ ہم نے اللہ ہی پر توکل کیا (بعد اس کے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ) اے ہمارے پروردگار ہم کو ان ظالم لوگوں کا تختۂ مشق نہ بنا اور ہم کو اپنی رحمت کا صدقہ ان کافر لوگوں سے نجات دے (یعنی جب تک ہم پر ان کی حکومت مقدر ہے ظلم نہ کرنے پاویں اور پھر ان کی حکومت ہی کے دائرہ سے نکال دیجئے) اور ہم نے (اس دعا کے قبول کرنے کا سامان کیا کہ) موسیٰ (علیہ السلام) اور ان کے بھائی (ہارون علیہ السلام) کے پاس وحی بھیجی کہ تم دونوں اپنے ان لوگوں کے لئے (بدستور) مصر میں گھر برقرار رکھو (یعنی وہ ڈر کر گھر نہ چھوڑیں ہم ان کے محافظ ہیں) اور (نماز کے اوقات میں) تم سب اپنے انہیں گھروں کو نماز پڑھنے کی جگہ قرار دے لو (مساجد کی حاضری خوف کی وجہ سے معاف ہے) اور (یہ ضروری ہے کہ) نماز کے پابند رہو (تاکہ نماز کی برکت سے اللہ تعالیٰ جلدی اس مصیبت سے چھڑا دے) اور (اے موسیٰ) آپ مسلمانوں کو بشارت دے دیں (کہ اب جلدی یہ مصیبت ختم ہو جاوے گی) **ف**: اس تفسیر پر بعض کو یہ شبہ ہو جاتا ہے کہ بنی اسرائیل چونکہ فرعون کے ہاتھوں سب مبتلائے مصائب تھے اس لئے موسیٰ علیہ السلام سے کوئی مخالف نہ تھا پھر معدودے چند کی تخصیص ایمان میں کیا معنی اور اپنے سرداروں سے ڈرنے کی کیا وجہ پھر سیر سے معلوم ہوتا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو مصر سے لے کر چلے ہیں لاکھوں تھے جواب یہ ہے کہ مخالف نہ ہونا ایمان لانے کو مستلزم نہیں دل سے یہ عزم ہوگا کہ ابھی مسلمان ہو کر کون پریشانی میں پڑے موقع پر مسلمان ہو جاویں گے ان میں جو طالب صادق تھے ان سے بے پروائی اور تاخیر نہ ہو سکی وہ قاعدہ کے موافق ایمان لے آئے گو اس کا عام اعلان نہ کیا اور اپنے سرداروں سے مراد قبطی ہیں کہ وہی حکام تھے اور یہ قصہ ابتدائے امر کا ہے پھر کچھ ہمت بڑھتی گئی اور مسلمان بڑھتے گئے مدارک میں اول الامر کی قید کی تصریح ہے اب سب شبہات رفع ہو گئے اور جاننا چاہئے کہ توکل کے لئے یہ لازم ہے کہ خلق پر نظر نہ رہے طمعاً یا خوفاً پس یہ منافی دعا کے نہیں اور یہ جو حکم ہوا ترجمہ اس کا مقصود ترجمہ سے ظاہر ہو چکا ہے پس یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ ان کے گھر تو پہلے سے مصر میں بنے ہوئے تھے پھر یہ حکم کیوں ہوا اور اِجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً کا حاصل یہ ہے کہ امم سابقہ میں بجز مساجد کے اور جگہ نماز نہ ہوتی تھی مگر خوف میں ان کو اجازت دی گئی پھر اس میں بھی گھر کے ہر جزو میں درست نہ ہوگی بلکہ موقع معین کرنا پڑے گا اس بناء پر پھر بھی امت محمدیہ ان سے خصوصیت میں ممتاز رہی کہ ان کے لئے اس تعیین کی بھی حاجت نہیں اور اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ کا حکم شاید اس طور پر ہوا ہو جیسے ارشاد ہے: اِسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ پس یہ تفصیل ہو جاوے گی اس قول کی: قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا الخ [الأعراف: ۱۲۸] اور یہ سب احکام آثار قبول دعا سے اس لئے ہیں کہ تبوأ الدار میں تشویش سفر سے بچالیا اور اِجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ میں خروج للصلوٰۃ جو سبب اظہار کا ہوتا معاف کر دیا اور اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ میں تدبیر نجات کی بتلا دی اور بشر میں وعدہ نجات کر لیا اور ان سب میں اجابت کا دخل ظاہر ہے۔ ربط: اوپر کی طرح آگے بھی تتمہ ہے قصہ موسویہ کا۔

تتمہ قصۂ موسویہ ☆ وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ (الی قولہ تعالیٰ) وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۹﴾ اور موسیٰ (علیہ السلام) نے (دعا میں) عرض کیا کہ اے ہمارے رب (ہم کو یہ بات معلوم ہوگئی کہ) آپ نے فرعون کو اور اس کے سرداروں کو سامان تجمل اور طرح طرح کے مال دنیوی زندگی میں اے ہمارے رب اسی واسطے دیئے ہیں کہ وہ آپ کی راہ سے (لوگوں) کو گمراہ کریں (پس جب ہدایت ان کے مقدر میں ہے نہیں اور جو حکمت تھی وہ حاصل ہو چکی تو اب ان کے اموال اور نفوس کو کیوں باقی رکھا جاوے پس) اے ہمارے رب ان کے مالوں کو نیست نابود کر دیجئے اور (ان کے نفوس کی ہلاکت کا سامان کر دیجئے اس طرح کہ) ان کے دلوں کو (زیادہ) سخت کر دیجئے (جس سے ہلاکت کے مستحق ہو جاویں) سو یہ ایمان نہ لانے پاویں (بلکہ روز بروز ان کا کفر ہی بڑھتا رہے) یہاں تک کہ عذاب الیم (کے مستحق ہو کر اس) کو دیکھ لیں (سو اس وقت ایمان نافع نہیں ہوتا موسیٰ علیہ السلام نے یہ دعا کی اور ہارون علیہ السلام آمین کہتے رہے کذا فی الدر المنثور) حق تعالیٰ نے فرمایا کہ تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی (کیونکہ آمین کہنا بھی دعاء میں شریک ہونا ہے یعنی ہم ان کے اموال و نفوس کو اب ہلاک کرنے والے ہیں) سوتم (اپنے منصبی کام یعنی تبلیغ پر) مستقیم رہو (یعنی گو ہدایت ان کی تقدیر میں نہ ہو مگر تبلیغ میں تمہارا تو فائدہ ہے) اور ان

لوگوں کی راہ نہ چلنا جن کو (ہمارے وعدہ کے سچے ہونے کا یا توقف میں حکمت ہونے کا یا تبلیغ کے ضروری ہونے کا) علم نہیں (یعنی ہمارے وعدہ کو سچا سمجھواور اگر ہلاکت میں دیر ہو جاوے اس میں حکمت سمجھو اور اپنے منصبی کام میں لگے رہو) ف: یہاں یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ موسیٰ علیہ السلام آئے تو تھے ہدایت کے واسطے اور بددعائیں کرنے لگے ہدایت نہ ہونے کی اصل یہ ہے کہ ہدایت کے لئے آنے کے معنی تو یہ ہیں کہ ان کو راہ دین کی طرف بلاتے رہیں سو یہ تو بددعاء کے بعد بھی کرتے رہے اس میں اور بددعا میں منافات نہیں رہی سو اصل مقصود گمراہی کی بددعا کرنا نہیں ہے بلکہ بعد انکشافات یقینی مستندالی الوحی کے کہ اب یہ ایمان نہ لاویں گے ہلاکت کی بددعا فرمائی جیسا نوح علیہ السلام نے کی تھی اور اشْدُدْ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مقصود بالذات نہیں بلکہ تمہید ہے دعائے ہلاکت کی اور مقصود بالعرض ہے اور یہ مقصود بالعرض عین موافقت تھی قضائے مکشوف کی اس لئے اس میں بھی اشکال نہیں۔ رہا یہ کہ اللہ تعالیٰ کا مال و دولت وغیرہ دینا گمراہ کرنے یا گمراہ ہونے کے لئے سو بعد ثابت ہو جانے جملہ **فعل الحکیم لا یخلوا عن الحکمۃ** اس میں کوئی شبہ نہیں گو ہم تعیین حکمت کی نہ کر سکیں آگے اس کے اور اس کے لشکر کے ہلاک ہونے کا ذکر ہے اور ظاہر ہے کہ مال بھی بہت سا غرق ہو کر تلف ہوا اور تمام اموال کے لئے بددعاء نہ تھی اور بعض آثار میں ہے ان کا مال و متاع قبل غرق پتھر بن گیا تھا کذا فی الدر المنثور۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۝ روح میں ہے کہ کوئی شخص یہ وہم نہ کرے کہ توکل دعاء کے منافی ہے کیونکہ حاصل توکل کا یہ ہے کہ اسباب عادیہ پر نظر نہ ہو صرف مسبب پر نظر ہو اور اس اعتقاد کے ساتھ اگر اسباب کو اختیار بھی کرے تب بھی متوکل قرار دیا جاوے گا اھ (تو اسباب غیر عادیہ کے ساتھ کہ ان میں سے دعا بھی ہے توکل بدرجہ اولیٰ باقی رہے گا۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قولہ فی ذریۃ قدرے قلیل کذا فی الکبیر مع الدلیل ۱۲۔۲ قولہ فی علی خوف وہ بھی اشارۃ الی کونہ حالا ۳ قولہ فی تبوا برقرار رکھو فھو کقولہ تعالیٰ والذین تبوأ الدار ای لزموھا ۱۲۔۴ قولہ فی زینۃ سامان اشارۃ الی ان المراد ما یزین بہ ۱۲۔۵ قولہ فی اموالا طرح طرح دل علیہ الجمع وھو تخصیص بعد تعمیم ۱۲۔

اللغات: **قولہ تبوأ التبوأ اتخاذ المبائۃ ای النزل کالتوطن اتخاذ الوطن والفعل علی ما قیل مما یتعدی لواحد لکن اذا ادخلت اللام علی الفاعل فیتعدی باثنین وفعل وتفعل قد یکونان بمعنی مثل علقتھا وتعلقتھا والتقدیر بوبا قومکما بیوتا یسکنون فیھا ۱۲۔**

البلاغۃ: **قولہ یقوم ان کنتم الی مسلمین فی الروح لیس ھذا من تعلیق الحکم بشرطین بل من تعلیق شیئین بشرطین لانہ علق وجوب التوکل المفہوم من الامر بالایمان وعلق نفس المتوکل ووجودہ بالاسلام لانہ لا یتحقق مع التخلیط الی آخر ما قال واطال علی عادتہ رحمہ اللہ تعالیٰ واللہ اعلم قولہ تبوا الی المؤمنین فی الروح انما ثنی الضمیر اولا ای فی التبوا لان التبوا للقوم مما یتولاہ الرؤساہ ثم جمع ثانیا ای فی اجعلوا لان الصلوٰۃ فیھا مما یفعلہ کل احد ثم وعد ثالثا ای فی بشر لان بشارۃ الامۃ وظیفۃ صاحب الشریعۃ واللہ اعلم ۱۲۔**

وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا ۭ حَتّٰٓي اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ اٰۗلْئٰنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ۝ وَلَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ وَّرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْا حَتّٰى جَاۗءَھُمُ الْعِلْمُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَھُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝ فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَسْــَٔـلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَاۗءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝

اور ہم نے بنی اسرائیل کو (اس) دریا سے پار کر دیا۔ پھر ان کے پیچھے پیچھے فرعون مع اپنے لشکر کے ظلم اور زیادتی کے ارادے سے (دریا میں) چلا یہاں تک کہ جب ڈوبنے

لگا (اور ملائکہ عذاب کے نظر آنے لگے) تو (سراسیمہ ہوکر) کہنے لگا میں ایمان لاتا ہوں کہ بجز اس کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں کوئی معبود نہیں اور میں مسلمانوں میں داخل ہوتا ہوں۔ جواب دیا گیا کہ اب ایمان لاتا ہے (اور معائنہ آخرت کے) پہلے سرکشی کرتا رہا اور مفسدوں میں داخل رہا (اب نجات چاہتا ہے) سو (بجائے نجات مطلوبہ کے) آج ہم تیری لاش (پانی میں تہ نشین ہونے سے) نجات دیں گے تاکہ تو ان کے لئے موجب عبرت ہو جو تیرے بعد موجود ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ (پھر بھی) بہت سے آدمی ہماری (ایسی ایسی) عبرتوں سے غافل ہیں (اور مخالفت احکام الٰہیہ سے نہیں ڈرتے) اور ہم نے (غرق فرعون کے بعد) بنی اسرائیل کو بہت اچھا ٹھکانا رہنے کو دیا اور ہم نے ان کو نفیس چیزیں (جنات وعیون وغیرہ سے) کھانے کو دیں۔ سوانہوں نے (جہل کی وجہ سے) اختلاف نہیں کیا۔ یہاں تک کہ ان کے پاس (احکام کا) علم پہنچ گیا۔ یقینی بات ہے کہ آپ کا اب ان (اختلاف کرنے والوں) کے درمیان قیامت کے دن ان امور میں فیصلہ (عملی) کرے گا جن میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے پھر اگر آپ بالفرض اس (کتاب) کی طرف سے شک (وشبہ) میں ہوں جس کو ہم نے آپ کے پاس بھیجا ہے تو آپ ان لوگوں سے پوچھ دیکھئے جو آپ سے پہلی کتابوں کو پڑھتے ہیں (مراد توراۃ وانجیل ہیں تو وہ قرآن کو سچ بتلائیں گے) بے شک آپ کے پاس آپ کے رب کی طرف سے سچی کتاب آئی ہے۔ آپ ہرگز شک کرنے والوں میں نہ ہوں اور (نہ شک کرنے والوں سے بڑھ کر) ان لوگوں میں ہوں جنہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا۔ کہیں آپ (نعوذ باللہ) تباہ نہ ہو جاویں۔

تفسیر ربط: اوپر کی طرح آگے بھی تتمہ ہے قصہ موسویہ کا۔

تتمہ قصہ موسویہ ☆ وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ (الی قولہ تعالی) وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ﴿۹۲﴾ اور (جب ہم نے فرعون کو ہلاک کرنا چاہا تو موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو مصر سے باہر نکال لے جایئے چنانچہ وہ سب کو لے کر چلے اور رستہ میں دریائے شور حائل ہوا اور موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے اس میں راستہ ہو گیا اور) ہم نے بنی اسرائیل کو (اس) دریا سے پار کر دیا پھر ان کے پیچھے پیچھے فرعون مع اپنے لشکر کے ظلم اور زیادتی کے ارادہ سے (دریا میں) چلا (دریا سے نکل کر ان سے قتل وقتال کرے لیکن وہ دریا سے پار نہ ہو سکا) یہاں تک کہ جب ڈوبنے لگا (اور ملائکہ عذاب کے نظر آنے لگے) تو (سراسیمہ ہوکر) کہنے لگا کہ میں ایمان لاتا ہوں بجز اس کے کہ جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں کوئی معبود نہیں اور میں مسلمانوں میں داخل ہوتا ہوں (سو مجھ کو اس غرق سے اور عذاب آخرت سے نجات دی جاوے اور وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ میں موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کی تصدیق بھی داخل ہوگئی فرشتہ کے ذریعہ سے) جواب دیا گیا کہ اب ایمان لاتا ہے (جب کہ مقبول نہیں کیونکہ معائنہ آخرت کا شروع ہو گیا) اور (معائنہ آخرت کے پہلے سے سرکشی کرتا رہا اور مفسدوں میں داخل رہا (اب نجات چاہتا ہے) سو (بجائے نجات مطلوبہ کے) آج ہم تیری لاش کو (پانی میں تہ نشین ہونے سے) نجات دیں گے تاکہ تو ان کے لئے موجب عبرت ہو جو تیرے بعد (موجود) ہیں (کہ تیری بدحالی اور تباہی دیکھ کر مخالفت احکام الٰہی سے ڈریں) اور حقیقت یہ ہے کہ (پھر بھی) بہت سے آدمی ہماری (ایسی ایسی) عبرتوں سے غافل ہیں (اور مخالفت احکام سے نہیں ڈرتے)۔ **ف**: اس لاش کے بچا لینے کو اور پانی پر تیر آنے کو نجات فرمانا بطور تہکم کے اور اس کے مایوس کر دینے کے ہے کہ ایسی نجات ہوگی جو تیرے لئے زیادہ موجب رسوائی ہو جیسا معارک جنگ میں بعضوں کی لاش یا سر اس لئے محفوظ رکھا جاتا ہے کہ اس کی تشہیر کی جاوے گی اور عموم مفہوم آیت میں یہ بھی منقول ہے کہ بنی اسرائیل کو فرعون کے غرق ہونے میں اس کی غایت عظمت اور ہیبت کی وجہ سے شبہ تھا ان کو بھی یقین آ گیا اور چونکہ یہ ایمان معائنہ آخرت کے وقت تھا مقبول نہیں ہوا جیسا کہ ارشاد ہے: فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا [المؤمن: ۸۵] اور باوجود تیقن عدم قبول کے حضرت جبرئیل علیہ السلام کا فرعون کے منہ میں کیچڑ ٹھونسنا اور یہ کہنا لئلا تدرکہ الرحمۃ۔ جیسا بعض احادیث میں ہے اس کی یہ توجیہ ہے کہ رحمت سے مراد رحمت دنیوی ہے اور حاصل یہ ہے کہ گو یہ تلفظ بوجہ عدم تحقق ایمان شرعی کے آخرت میں تو نافع نہیں لیکن شاید مثل حالت منافقین کے کہ ان کا ایمان آخرت میں نافع نہیں ہوتا مگر دنیا میں حفظ النفس واموال کے لئے کافی ہوتا ہے اسی طرح شاید ان الفاظ کی بدولت غرق سے بچ جاوے اور اس کا رہنا موجب فساد عالم ہوگا اس لئے منہ بند کرتے تھے کہ پھر یہ الفاظ نہ نکلیں اور ابن جریر وغیرہ سے جو صاحب روح نے اس روایت میں **فیغفر لہ** کی زیادت نقل کی ہے اس کو بھی مغفرت صوریہ دنیویہ پر محمول کریں گے یعنی جیسے اسلام حقیقی سے ذنوب سابقہ کی حقیقۃً مغفرت ہو جاتی ہے اسی طرح ایمان صوری سے صورۃً عفو ہو جاتا ہے کہ پہلے کفریات کا احکام دنیویہ میں انتقام نہیں لیا جاتا واللہ اعلم اور بعض اکابر سے جو فرعون کے ایمان کی صحت منقول ہے وہ کسی شخص نے ان کی تصنیف میں الحاق کر دیا ہے چنانچہ الیواقیت والجواہر میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

ربط: اوپر قصہ موسویہ میں بنی اسرائیل پر انعام عظیم ہونا کہ ان کو کیسے بڑے موذی سے نجات دی بیان فرمایا ہے آگے اپنی بقیہ نعمت کی حکایت اور ان کی معصیت کی شکایت ارشاد ہے۔

حکایت نعمت و دود و شکایت معصیت یہود ☆ وَلَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ (الی قولہ تعالی) فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۹۳﴾ اور ہم نے (غرق فرعون کے بعد) بنی اسرائیل کو بہت اچھا ٹھکانا رہنے کو دیا (کہ اس وقت تو مصر کے مالک ہو گئے اور ان کی اول ہی نسل کو بیت المقدس اور ملک شام عمالقہ پر فتح دے کر عطا

فرمایا) اور ہم نے ان کو نفیس چیزیں کھانے کو دیں (مصر میں بھی جنت وعیون تھے اور شام کی نسبت بٰرَكْنَا فِيْهَا [الاعراف : ۱۳۷] آیا ہے) سو (چاہئے تھا کہ ہماری اطاعت میں زیادہ سرگرم رہتے لیکن انہوں نے الٹا دین میں اختلاف کرنا شروع کیا اور غضب یہ کہ) انہوں نے (جہل کی وجہ سے) اختلاف نہیں کیا یہاں تک کہ ان کے پاس (احکام کا) علم پہنچ گیا تھا اور پھر اختلاف کیا (آگے اس اختلاف پر وعید ہے کہ) یقینی بات ہے کہ آپ کا رب ان (اختلاف کرنے والوں) کے درمیان قیامت کے دن ان امور میں فیصلہ (عملی) کرے گا جن میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔ ف: مُبَوَّأَ صِدْقٍ کی تفسیر مصر وشام کے ساتھ در منثور میں منقول ہے اور اختلاف کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک باوجود تصدیق نبوت کے اختلاف علی الانبیاءؑ کہ ان کے احکام میں طرح طرح کے حیلے اور حجتیں نکالتے تھے جیسا قصۂ بقرہ میں ہوا تھا اور دوسرا بعض انبیاءؑ کی تصدیق نہ کرنا یعنی اختلاف مع الانبیاءؑ جس میں یہود کا ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نہ ماننا بھی داخل ہے اور انعام علی السلف من وجہ انعام علی الخلف ہے اس لئے اس انعام کے محل یہ لوگ بھی ہو سکتے ہیں۔ ربط: اوپر یہود کے اختلاف فی الدین کا ذکر تھا چونکہ مشرکین جن سے اس سورت میں گفتگو ہے اس اختلاف میں ان کے مشارک بلکہ ان سے بھی بڑھے ہوئے تھے اس لئے قرآن کی حقانیت سے دین اسلام کی حقانیت کا ایک خاص عنوان سے اثبات فرماتے ہیں۔

حقیقت دین محمدی ﷺ بطرز خاص ☆ فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ (الی قولہ تعالی) فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۹۵﴾ پھر (اثباتِ حقیقت دین محمدی ﷺ کے واسطے ہم ایک ایسا کافی طریقہ بتلاتے ہیں کہ غیر صاحب وحی کے لئے تو کیسے کافی نہ ہو گا وہ ایسا ہے کہ آپ صاحب وحی ہیں مگر آپ سے بھی اگر اس کا خطاب بطور قضیہ شرطیہ کے کیا جاوے تو ممکن ہے اس طرح سے کہ) اگر (بالفرض) آپ اس (کتاب) کی طرف سے شک (وشبہ) میں ہوں جس کو ہم نے آپ کے پاس بھیجا ہے تو (اس شک کے دفع کا ایک سہل طریقہ یہ بھی ہے کہ) آپ ان لوگوں سے پوچھ دیکھئے جو آپ سے پہلے کی کتابوں کو پڑھتے ہیں (مراد توریت وانجیل ہیں وہ من حیث القراءۃ اس کی پیشین گوئیوں کی بناء پر اس قرآن کے صدق کو بتلا دیں گے) بیشک آپ کے پاس آپ کے رب کی طرف سے سچی کتاب آئی ہے آپ ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں اور نہ (شک کرنے والوں سے بڑھ کر) ان لوگوں میں ہوں جنہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا کہیں آپ (نعوذ باللہ) تباہ نہ ہو جاویں۔ ف: ظاہر میں خطاب آپ کو ہے مگر مقصود خطاب دوسروں کو ہے آپ کو خطاب کرنے میں ایک مبالغہ ہے اس دلیل کی کفایت میں کیونکہ صاحب وحی جو بلاواسطہ تلقی من الله و من الملائكة کرتا ہے جب تلقی من اہل العلم جو تلقی من اللہ کا واسطہ ہے اس کے لئے کافی ہو گی جو تلقی بلاواسطہ کر ہی نہیں سکتا اس کے لئے وہ تلقی بواسطہ بدرجہ اولیٰ کافی ہو گی یہ تو اول خطاب کی توجیہ ہے اور اخیر خطاب فلا تكونن ولا تكونن فتكون میں مبالغہ ہے افتراء وتکذیب کے قابل نہی ہونے میں کیونکہ جس ذات میں اس کا احتمال بھی نہیں جب اس کو روکا جاتا ہے تو جس میں احتمال ہے اس کو تو بدرجہ اولیٰ روکنا چاہئے اور نزول آیت کے وقت آپ نے اپنے مقصود بالخطاب نہ ہونے کو ان لفظوں سے ظاہر فرما دیا لا اشك ولا اسئال اخرجه عبدالرزاق و ابن جرير عن قتادة مرفوعاً مرسلاً كذا فى الدر المنثور۔ اور یہ بات کہ تلقی من اہل العلم صاحب وحی کے لئے کیسے کافی ہو سکتی ہے سو وجہ یہ ہے کہ وہ اہل علم متبوع نہیں بلکہ ناقل ہیں اور اس میں کوئی اشکال نہیں اور یہ بات کہ اہل کتاب تو خود تکذیب کرتے تھے پھر ان سے پوچھنا کیسے بتلا دیا گیا اس کا جواب من حیث القراءۃ کے لفظ میں خود تقریر ترجمہ میں موجود ہے یعنی جب وہ اصل مضمون کو پڑھ دیں تو اخفاء نہیں ہو سکتا۔

اَللُّغَات: فى الروح بوأ انزل وجاء بوأه منزلا وفى منزل وكذبوا بوات له مكانا والمبوأ اسم مكان واصل الصدق ضد الكذب والعادة انهم اذا مدحوا شيئا اضافوه الى الصدق فالمعنى منزلا صالحا مرضيا۱۲۔

اَلنَّحْو: قوله ببدنك ملابسا ببدنك قوله آمنت انه اى بانه۱۲۔ قوله من قبلك معمول لمحذوف هو صفة للكتب اى الكتب المنزلة من قبلك۱۲۔

اَلْبَلَاغَة: اتى فى ايمانه بثلاث عبارات رغبته فى القبول ولم يقل كما قال السحرة برب موسٰى وهارون اظهارا لكمال الاستكانة حيث اتبع من كان يستتبعتهم و يستضعفهم۱۲۔

اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۹۷﴾ فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ۚ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۹۸﴾ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ۚ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۹﴾

وَ مَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ يَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝۱۰۰ قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ مَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَ النُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝۱۰۱ فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ قُلْ فَانْتَظِرُوْۤا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ۝۱۰۲ ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۰۳ ع ۱۱ ۱۵

یقیناً جن لوگوں کے حق میں آپ کے رب کی (یہ ازلی) بات (کہ ایمان نہ لائیں گے) ثابت ہو چکی ہے وہ (کبھی) ایمان نہ لائیں گے گو ان کے پاس تمام دلائل ثبوت حق کے پہنچ جائیں۔ جب تک کہ عذاب دردناک کو نہ دیکھ لیں (مگر اس وقت ایمان نافع نہیں ہوتا)۔ چنانچہ کوئی بستی ایمان نہ لائی کہ ایمان لانا اس کو نافع ہوتا ہاں مگر یونس علیہ السلام کی قوم جب وہ ایمان لے آئے تو ہم نے رسوائی کے عذاب کو دنیوی زندگی میں ان پر سے ٹال دیا اور ان کو ایک خاص وقت (یعنی وقت موت) تک (خیر وخوبی کے ساتھ) عیش دیا اور اگر آپ کا ربّ چاہتا تو تمام روئے زمین کے لوگ سب کے سب ایمان لے آتے۔ سو (جب یہ بات ہے تو) کیا آپ لوگوں پر زبردستی کر سکتے ہیں۔ جس میں وہ ایمان ہی لے آئیں۔ حالانکہ کسی شخص کا ایمان لانا بدوں خدا کے حکم (یعنی حقیقت) کے ممکن نہیں اور اللہ تعالیٰ بے عقل لوگوں پر (کفر کی) گندگی واقع کر دیتا ہے آپ کہہ دیجئے کہ تم غور کرو (اور دیکھو) کہ کیا کیا چیزیں ہیں آسمانوں میں اور زمین میں اور جو لوگ (عناداً) ایمان نہیں لاتے' ان کو دلائل اور دھمکیاں کچھ فائدہ نہیں پہنچاتیں (یہ بیان ہوا ان کے عناد کا) سو وہ لوگ (بدلالت حال) صرف ان لوگوں کے واقعات کا انتظار کر رہے ہیں جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ اچھا تو تم (تو اس کے) انتظار میں رہو میں بھی تمہارے ساتھ (اس کے) انتظار میں ہوں۔ پھر ہم (اس عذاب سے) اپنے پیغمبروں کو بچا لیتے ہیں (جس طرح ان مؤمنین کو ہم نے نجات دی تھی) ہم اسی طرح سب ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں۔ یہ (سب وعدہ) ہمارے ذمہ ہے۔

تفسیر ربط: اوپر ایمان نہ لانے والوں کا ذکر تھا چونکہ آپ کو طبعاً اس سے رنج پہنچتا تھا اس لئے آگے آپ کی تسلی کے لئے فرماتے ہیں کہ ان کا عدم ایمان مقدر ہو چکا ہے اس لئے اس کے خلاف واقع نہ ہوگا لقولہ تعالیٰ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ البتہ اگر قوم یونس علیہ السلام کی طرح ان کا عدم ایمان مقدر نہ ہو چکتا تو مثل ان کے توفیق ایمان کی ہو جاتی لقولہ تعالیٰ لَمَّاۤ اٰمَنُوْا اور قوم یونس علیہ السلام کی کیا تخصیص ہے اگر تمام اہل ارض کا ایمان مقدر ہو جاتا تو سب ہی ایمان لے آتے لقولہ تعالیٰ: وَلَوْ شَآءَ پس آپ اس کی فکر چھوڑ دیجئے لقولہ تعالیٰ: اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ ۔

تسلیہ رسول ﷺ بیان دوران ہدایت بر مشیت ☆ اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ (الی قولہ تعالی) وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ یقیناً جن لوگوں کے حق میں آپ کے رب کی (یہ ازلی) بات (کہ ایمان نہ لاویں گے) ثابت ہو چکی ہے وہ (کبھی) ایمان نہ لاویں گے گو ان کے پاس تمام دلائل (ثبوت حق کے) پہنچ جاویں جب تک کہ عذاب دردناک کو نہ دیکھ لیں (مگر اس وقت ایمان نافع نہیں ہوتا) چنانچہ (جتنی بستیوں پر عذاب آ چکا ہے ان میں سے) کوئی بستی ایمان نہ لائی کہ ایمان لانا اس کو نافع ہوتا (کیونکہ ان کے ایمان کے ساتھ مشیت متعلق نہ ہوئی تھی) ہاں مگر یونس (علیہ السلام) کی قوم (کہ ان کے ایمان کے ساتھ مشیت متعلق ہوئی تھی اس لئے وہ عذاب موعود کے آثار ابتدائیہ کو دیکھ کر ایمان لے آئے اور) جب وہ ایمان لے آئے تو ہم نے رسوائی کے عذاب کو دنیوی زندگی میں ان پر سے ٹال دیا اور ان کو ایک وقت خاص (یعنی وقت موت) تک (خیر وخوبی کے ساتھ) عیش دیا (پس اور قریوں کا ایمان نہ لانا اور قوم یونس علیہ السلام کا ایمان لانا دونوں مشیت سے ہوئے) اور (ان اقوام وقریٰ کی کیا تخصیص ہے) اگر آپ کا رب چاہتا تو تمام روئے زمین کے لوگ سب کے سب ایمان لے آتے (مگر بعض حکمتوں کی وجہ سے یہ نہ چاہا اس لئے سب ایمان نہیں لائے) سو (جب یہ بات ہے تو) کیا آپ لوگوں پر زبردستی کر سکتے ہیں جس میں وہ ایمان ہی لے آویں حالانکہ کسی شخص کا ایمان لانا بدون خدا کے حکم (یعنی مشیت) کے ممکن نہیں اور اللہ تعالیٰ بے عقل لوگوں پر (کفر کی) گندگی واقع کر دیتا ہے (یعنی وہ تعلق مشیت بسبب ان کے جہل بسیط یا مرکب کے ہوتا ہے گو اس کا سلسلہ بھی مشیت وحکمت تک پہنچتا ہے) **ف**: مَتَّعْنٰهُمْ کے ترجمہ میں جو خیر وخوبی کی قید لگائی دلیل اس کی اول سورۂ ہود کی آیت ہے: يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى اور حقیقت اس کی یہ ہے جو حاصل ہے اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً کا اور وہ خصائص مؤمنین سے ہے پس یہ شبہ نہ رہا کہ تمتیع تو کفار کے لئے بھی عام ہے پھر اس کا ایمان پر مرتب ہونا کیا معنے اور خلاصہ قصہ قوم یونس علیہ السلام کا یہ ہے کہ ان کے ایمان نہ لانے پر حسب وحی الٰہی یونس علیہ السلام نے ان کو عذاب کی خبر دی اور خود چلے گئے جب وقت موعود پر عذاب کے آثار شروع ہوئے تو تمام قوم نے حق تعالیٰ کے روبرو گریہ وزاری شروع کی اور ایمان لے آئے وہ عذاب ٹل گیا اور ان آثار سے نزول عذاب ظناً یا بدون معاینہ ملائکہ وانکشاف آخرت کے معلوم ہوا تھا اس لئے: لَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا [المؤمن: ۸۵] کے منافی نہیں اور یہ سہل ہے اور بعض نے اس عموم

سے اس واقعہ کو مخصوص و مستثنیٰ کہا ہے اور فی الحیوٰۃ الدنیا تخصیص کے لئے نہیں بلکہ بیان ہے واقعہ کا اور ایمان کا نافع آخرت ہونا یقینی ہے۔

ربط: اوپر مضمون تسلیہ سے پہلے ایمان نہ لانے والوں کا بیان تھا آگے باوجود عناد کے ان کا محل تکلیف رہنا یعنی یاس کی وجہ سے ان کا دائرہ امر و نہی سے خارج نہ ہو جانا اور اس عناد پر ان کا مستحق تعذیب ہونا مذکور ہے۔

مکلف ومعذب شدن معاندین ☆ قُلِ انْظُرُوْا (الی قولہ تعالیٰ) حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ آپ کہہ دیجئے کہ تم غور کرو (اور دیکھو) کہ کیا کیا چیزیں ہیں آسمانوں میں اور زمین میں (آسمانوں میں ستارے وغیرہ اور زمین میں بے انتہا مخلوق نظر آتی ہے یعنی ان میں غور کرنے سے توحید کی دلیل عقلی حاصل ہوگی یہ بیان ہوا ان کے مکلف ہونے کا) اور جو لوگ (عناداً) ایمان نہیں لاتے ان کو دلائل اور دھمکیاں کچھ فائدہ نہیں پہنچاتے (یہ بیان ہوا کہ ان کے عناد کا) سو (ان کی اس حالت عناد سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ) وہ لوگ (بدلالت حال) صرف ان لوگوں کے سے واقعات کا انتظار کر رہے ہیں جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں (یعنی باوجود دلائل اور وعیدوں کے جو ایمان نہیں لاتے تو ان کی حالت اس شخص کے مشابہ ہے جو ایسے عذاب کا منتظر ہو جو کہ پہلی قوموں پر آیا تھا سو) آپ فرما دیجئے کہ اچھا تو تم (اس کے) انتظار میں رہو میں بھی تمہارے ساتھ اس کے انتظار کرنے والوں میں ہوں (جن گزشتہ قوموں کا اوپر ذکر تھا ہم ان پر تو عذاب واقع کرتے تھے) پھر ہم (اس عذاب سے) اپنے پیغمبروں کو ایمان والوں کو بچا لیتے تھے (جس طرح ان مؤمنین کو ہم نے نجات دی تھی) ہم اسی طرح سب ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں یہ (حسب وعدہ) ہمارے ذمہ ہے (پس اسی طرح اگر ان کفار پر کوئی افتاد پڑی تو مسلمان اس سے محفوظ رہیں گے خواہ دنیا میں خواہ آخرت میں) ف: اخروی عذاب سے تو مؤمنین کا بچنا ظاہر ہے اور پہلے عذابوں میں دنیوی عذاب سے بھیجنا ظاہر ہے اور امت کے کفار کے عذاب سے کہ قتل وغیرہ ہے مسلمانوں کا بچنا باین معنی ہے کہ وہ واقعہ ان پر من حیث العذاب نہیں آتا۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَلَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ۔ اس میں دلالت ہے اس پر کہ یہ امر ممکن ہے کہ مرید پر کوئی ایسا فیض ہو جس کی خبر شیخ کو نہ ہو جیسا حضرت یونس علیہ السلام کو ان کے قبول ایمان کی اطلاع نہ ہوئی گو وہ فیض شیخ ہی کہ برکت سے ہو جیسا ان کا ایمان حضرت یونس علیہ السلام ہی کی برکات سے تھا ۱۲ قولہ تعالیٰ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ [یونس : ۹۹] اس میں دلالت ہے کہ بعد تبلیغ کے درپے ہونے کی ضرورت نہیں ۱۲ قولہ تعالیٰ :قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ [یونس : ۱۰۱] اس پر دلیل ہے کہ خلق پر نظر کرنا حق کے لئے نظر الی الحق کے منافی نہیں ۱۲)

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله فلو لا چنانچہ...... ایمان نہ لائے اشارة الی امرین کون الفاء للترتیب الذی قد یستعمل فیه فی لساننا لفظة چنانچہ والثانی کون لو لا بمعنی النفی مجازًا لانه لازم لمعنی التحضیض لان المقام لیس للتحضیض ولا للتوبیخ لانه مضوا ونقل کونه للنفی ههنا فی الدر عن ابی مالك و مجاهد و قتادة وابن عباسؓ یحتمل ان یکون اولا علی ظاهره ویلزمه النفی الذی هو حاصل المعنی الاول ۱۲۔ ۲ قوله فی الاقوم ہاں مگر اشارة الی ان الاستثناء منقطع وقوله لما آمنوا استیناف وانما حملناه علی الانقطاع لان عدم ایمانهم بعد الباس وایمانهم قبل الباس ۱۲۔ ۳ قوله فی النذر دھمکیاں اشارة الی کونه جمع نذیر بمعنی الانذار ۱۲۔ ۴ قوله فی تغنی کچھ اشارة الی تقدیر مفعول تغنی شیئا ۱۲۔ ۵ قوله فی ینتظرون بدلالت حال اشارة الی حمل الانتظار علی المجاز ۱۲۔ ۶ قوله فی ایام واقعات کقولهم ایام العرب ۱۲۔ ۷ قوله فی ثم ننجی جن گزشتہ اشارة الی تقدیر جملة دل علیها قوله ایام الذین خلوا من قبلهم ای کنا نهلك الامم ثم ننجی وما بینهما اعتراض ۱۲۔

البلاغۃ: لعل ایراد ثم لبقاء اثر النجاة من الحیوٰة والعمر بعد هلاکهم ایضا ۱۲۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ ۚۖ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ۭ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ

فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿١٠٨﴾ وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿١٠٩﴾

آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! اگر تم میرے دین کی طرف سے شک (اور تردد) میں ہو تو میں ان معبودوں کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو لیکن ہاں اس معبود کی عبادت کرتا ہوں جو تمہاری جان قبض کرتا ہے اور مجھ کو (منجانب اللہ) یہ حکم ہوا ہے کہ میں ایمان لانے والوں میں سے ہوں اور یہ کہ اپنے آپ کو اس دین (مذکور توحید خالص) کی طرف اس طرح متوجہ رکھنا کہ اور سب طریقوں سے علیحدہ ہو جاؤ اور (مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ) کبھی مشرک مت بننا اور (یہ حکم ہوا ہے کہ) خدا (کی توحید) کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت مت کرنا کہ جو تجھ کو نہ (عبادت کرنے کی حالت میں) کوئی نفع پہنچا سکے اور نہ (ترک عبادت کی حالت میں) کوئی ضرر پہنچا سکے۔ پھر اگر (بالفرض) ایسا کیا (یعنی غیر خدا کی عبادت کی) تو تم اس حالت میں (اللہ کا) حق ضائع کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے اور (مجھ سے کہا گیا ہے کہ) اگر تم کو اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچا دے تو بجز اس کے اور کوئی اس کا دور کرنے والا نہیں ہے اور اگر وہ تم کو کوئی راحت پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کا کوئی ہٹانے والا نہیں (بلکہ) وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے مبذول فرمائیں اور وہ بڑی مغفرت بڑی رحمت والے ہیں آپ (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ اے لوگو تمہارے پاس (دین) حق تمہارے رب کی طرف سے (بدلیل) پہنچ چکا ہے۔ سو (اس کے پہنچ جانے کے بعد) جو شخص راہ راست پر آ جائے گا سو وہ اپنے (نفع کے) واسطے راہ راست پر آئیگا اور جو شخص اب بھی بے راہ رہے گا تو اسکا بے راہ ہونا (یعنی اس کا وبال بھی) اسی پر پڑے گا اور میں تم پر (کچھ بطور ذمہ داری کے) مسلط نہیں کیا گیا اور آپ اس کا اتباع کرتے رہیئے جو کچھ آپ کے پاس وحی بھیجی جاتی ہے اور انکے کفر (وایذا پر) صبر کیجئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ (انکا) فیصلہ کردینگے اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں میں اچھا (فیصلہ کرنے والا) ہے۔

تفسیر: ربط: اوپر کفار کی تکذیب بالاسلام کا بیان تھا آگے دین اسلام کی حقیقت کا رکن اعظم کہ توحید ہے مذکور ہے تا کہ اس حقیقت میں غور کر کے اس کی حقیت کا علم ہو سکے۔

بیان توحید رکن اعظم اسلام ☆ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ (الی قولہ تعالی) وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿١٠٧﴾ آپ (ان سے) کہہ دیجئے کہ اے لوگو اگر تم میرے دین کی طرف سے شک (اور تردد) میں ہو تو (میں تم کو اس کی حقیقت بتلاتا ہوں وہ یہ ہے کہ) میں ان معبودوں کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو لیکن ہاں اس معبود کی عبادت کرتا ہوں جو تمہاری جان قبض کرتا ہے اور مجھ کو (منجانب اللہ) یہ حکم ہوا ہے کہ میں (ایسے معبود پر) ایمان لانے والوں میں سے ہوں اور (مجھ کو) یہ حکم ہوا ہے کہ اپنے آپ کو اس دین (مذکور توحید خالص) کی طرف اس طرح متوجہ رکھنا کہ اور سب طریقوں سے علیحدہ ہو جاؤ اور (مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ) کبھی مشرک مت بننا اور (یہ حکم ہوا ہے کہ) خدا (کی توحید) کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت مت کرنا کہ جو تجھ کو نہ (عبادت کرنے کی حالت میں) کوئی نفع پہنچا سکے اور نہ (ترک عبادت کی حالت میں) کوئی ضرر پہنچا سکے پھر اگر (بالفرض) ایسا کیا (یعنی غیر اللہ کی عبادت کی) تو تم اس حالت میں (اللہ کا) حق ضائع کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے اور (مجھ سے یہ کہا گیا ہے کہ) اگر تم کو اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچاوے تو بجز اس کے اور کوئی اس کا دور کرنے والا نہیں ہے اور اگر وہ تم کو کوئی راحت پہنچانا چاہئے تو اس کے فضل کا کوئی ہٹانے والا نہیں (بلکہ) وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہیں مبذول فرماویں اور وہ بڑی مغفرت بڑی رحمت والے ہیں (اور فضل کے تمام افراد مغفرت اور رحمت میں داخل ہیں اور وہ مغفرت اور رحمت عظیمہ کے ساتھ موصوف ہیں پس لا محالہ صاحب فضل بھی ہیں۔ **ف**: خلاصہ یہ کہ میرا دین تو یہ ہے کہ جس میں کسی کو شک نہ ہونا چاہئے اور کفار باوجودیکہ منکر تھے پھر شک کیوں فرمایا اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ اس دین میں تو شک بھی نہ ہونا چاہئے چہ جائے کہ انکار و تکذیب۔

ربط: اوپر دین اسلام کی حقیقت ظاہر کی گئی ہے آگے اس اظہار کا موجب اتمام حجت ہونا مذکور ہے۔

اقامت حجت بعد اتمام دعوت ☆ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ (الی قولہ تعالی) وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿١٠٨﴾ آپ (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ اے لوگو تمہارے پاس (دین) حق تمہارے رب کی طرف سے (بدلیل) پہنچ چکا ہے سو (اس کے پہنچ جانے کے بعد) جو شخص راہِ راست پر آ جاوے گا سو وہ اپنے (نفع کے) واسطے راہِ راست پر آوے گا اور جو شخص (اب بھی) بے راہ رہے گا تو اس کا بے راہ ہونا (یعنی اس کا وبال بھی) اسی پر پڑے گا اور میں تم پر (کچھ بطور ذمہ داری کے) مسلط نہیں کیا گیا (کہ تمہاری بے راہی کی بازپرس مجھ سے ہونے لگے تو میرا کیا نقصان ہے)۔

ربط: اوپر اقامت حجت و اتمام دعوت کا مضمون تھا چونکہ اس کے بعد بھی بعضے منکر رہے جو آپ کو رنج دہ تھا اس لئے آگے تسلی پر سورت کو ختم فرماتے ہیں جیسے کئی آیت پہلے بھی مضمون تسلی کا آیا ہے۔

تسلیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ☆ وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى (الی قولہ تعالٰی) وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ۞ اور آپ اس کا اتباع کرتے رہیے جو کچھ آپ کے پاس وحی بھیجی جاتی ہے (اس میں سب اعمال کے ساتھ تبلیغ بھی آ گئی) اور (ان کی کفر وایذاء پر) صبر کیجئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ (ان کا) فیصلہ کردیں گے (خواہ دنیا میں ہلاکت کے ساتھ خواہ آخرت میں عذاب کے ساتھ مطلب یہ کہ آپ اپنے ذاتی اور منصبی کام میں لگے رہئے ان کی فکر نہ کیجئے) اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں میں اچھا (فیصلہ کرنے والا) ہے۔ **ف**: ایسی گفتگو اور اسی طرح اس کے قبل کی آیت والی گفتگو عادۃً مخاطبات ومناظرات کے بالکل اخیر میں ہوا کرتی ہے پس اس پر سورت کا ختم کرنا نہایت لطیف حسن ختام ہے۔

وقد تم بحمد اللہ تعالیٰ تفسیر سوۃ یونس فی التاسع والعشرین مع ربیع الثانی ۱۳۲۴ھ من الھجرۃ صلی اللہ تعالی علیٰ صاحبھا بعد کل ذرۃ الف الف مرۃ۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قولہ فی فلا اعبد بتلاتا ہوں اشارۃ الی ان الجزاء مقدر ای فاخبرکم ۱۲۔**

اللغات: قولہ بوکیل ای بحفیظ موکول اتی امرکم ۱۲۔

النحو: قولہ وان اقم ان مصدریۃ وتدخل علی الامر کذا فی الروح عن سیبویہ اہ وکذلك تدخل علی النھی ایضًا کما فی النیسابوری عن الزمخشری عن سیبویہ ۱۲۔

البلاغۃ: قولہ یتوفکم تخصیص التوفی للتخویف قولہ یمسسك ویردك ذکر المس فی الشر والارادۃ فی الخیر لعلہ اشارۃ الی ان مس الضر مع کونہ مرادا لما وقع بالذنوب فکانہ لم ینسب الی الارادۃ بخلاف الخیر فانہ محض الرحمۃ ومنسوب الی الارادۃ المحضۃ وکذا قولہ فی الاول فلا کاشف لہ الا ھو وفی الثانی فلا راد لفضلہ بدون الاستثناء اشارۃ الی ان الاصل فی الشر الکشف وفی الخیر عدم الزوال وھذا کلہ مقتضی الرحمۃ ۱۲۔ التعبیر فی الآیۃ الاولی بالمجئی وفی ھذہ بالوحی تنبیہ علی ما بین المرتبتین من التفاوت ۱۲۔

سُوْرَۃُ هُوْدٍ مَكِّيَّةٌ ۵۲ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۱۲۳ — رُكُوْعَاتُهَا ۱۰

سورۂ ہود مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اور اس کی ایک سو تیئس آیتیں اور دس رکوع ہیں

الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۝۱ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ ۝۲ وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ۭ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ ۝۳ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ ۚ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۴ اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ۭ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ۙ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۵ وَمَا مِنْ دَاۗبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَي اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ۭ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝۶ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَي الْمَاۗءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ

الٓرٰ (کے معنی تو اللہ کو معلوم) یہ (قرآن) ایک ایسی کتاب ہے کہ اس کی آیتیں (دلائل سے) محکم کی گئی ہیں۔ پھر (اس کے ساتھ) صاف صاف (بھی) بیان کی گئی ہیں (وہ کتاب ایسی ہے کہ) ایک حکیم باخبر (یعنی اللہ تعالیٰ) کی طرف سے یہ (ہے) کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت مت کرو میں تم کو اللہ کی طرف سے (ایمان نہ لانے پر عذاب سے) ڈرانے والا اور (ایمان لانے پر ثواب کی) بشارت دینے والا ہوں اور یہ (بھی) ہے کہ تم لوگ اپنے گناہ (شرک وکفر وغیرہ) اپنے رب سے معاف کراؤ پھر (ایمان لاکر) اللہ کی طرف (عبادت سے) متوجہ رہو وہ تم کو وقت مقرر (یعنی وقت موت) تک دنیا میں خوش عیشی دے گا اور (آخرت میں) ہر زیادہ عمل کرنے والے کو زیادہ ثواب دے گا اور اگر (ایمان لانے سے) تم لوگ اعراض (ہی) کرتے رہے تو مجھ کو (اس صورت میں) تمہارے لئے ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے تم (سب) کو اللہ ہی کے پاس جانا ہے اور وہ ہر شے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ یاد رکھو وہ لوگ دوہرا کئے دیتے ہیں اپنے سینوں کو (اور اوپر سے کپڑا لپیٹ لیتے ہیں) تا کہ اپنی باتیں خدا سے چھپا سکیں۔ یاد رکھو کہ وہ لوگ جس وقت (دوہرے ہوکر) اپنے کپڑے (اپنے اوپر) لپیٹ لیتے ہیں وہ اس وقت بھی سب جانتا ہے جو کچھ چپکے چپکے باتیں کرتے ہیں اور جو کچھ وہ باتیں ظاہر کرتے ہیں (کیونکہ) بالیقین وہ (تو) دلوں کے اندر کی باتیں جانتا ہے اور کوئی (رزق کھانے والا) جاندار روئے زمین پر چلنے والا ایسا نہیں کہ اس کی روزی اللہ کے ذمہ نہ ہو اور وہ ہر ایک کی زیادہ رہنے کی جگہ کو اور چند روزہ رکھنے کی جگہ کو جانتا ہے۔ سب چیزیں کتاب مبین (یعنی لوح محفوظ) میں (بھی منضبط اور مندرج) ہیں اور وہ (اللہ) ایسا ہے کہ سب آسمان اور زمین کو چھ دن (کی مقدار) میں پیدا کیا اور اس وقت اس کا عرش پانی پر تھا تا کہ تم کو آزمادے کہ (دیکھیں) تم میں اچھا عمل کرنے والا کون ہے ۝

تفسیر: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سورة هود مكية۔ الا قوله تعالىٰ واقم الصلوٰة الأية عند قتادة كذا في روح المعاني۔ اس سورت کے مضامین کا خلاصہ یہ ہے کہ اول اس میں رسالت اور توحید کا ذکر ہے اور اس کے ضمن میں ایمان پر خیر دارین کا وعدہ اور اعراض پر عذاب کی وعید اور اس کی مناسبت سے بعث کا ذکر اور نزولِ عذاب کے بارہ میں ان کا منشاء اشتباہ کہ تاخیر عذاب ہے اور انسان کی ایک اکثری جبلی خصلت سے اس اشتباہ کی تقریر وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ الخ میں پھر ان کے انکار رسالت پر آپ کی دل تنگی پر تسلی پھر قرآن پر جو وہ شبہ کرتے تھے اس کا جواب پھر استحقاق عذاب کے متعلق ان کے ایک زعم باطل کا ابطال پھر

مؤمنین کی فضیلت اور کفار کی بدانجامی پھر دونوں کے تفاوت کی ایک مثال پھر ان سب مضامین کی تقریر وتائید کے لئے چند قصص جن سے توحید ورسالت ووقوع وعید اور مؤمنین کی فلاح اور منکرین کا خسارہ سب ثابت ہوتا ہے اور پھر قصص کے بعد ان پر وعید کی تفریع اور اس قیامت کی جزا وسزا اور وعید میں سب مشرکین کا اشتراک پھر منکرین کے خلاف کا پہلے سے چلا آنا آپ کی تسلی کے لئے اور اس کے ضمن میں تاخیر عذاب کی حکمت جس کا ذکر اول سورت میں ان کی منشاء اشتباہ کی تقریر میں آیا تھا اور پھر اس عذاب کا اپنے وقت پر واقع ہونا اور پھر ان کفار سے اعراض کر کے اہل ایمان کو اپنے کام میں لگے رہنے کا حکم بالخصوص استقامت و قطع موالاۃ کفار واقامت صلوٰۃ وصبر کا پھر عبرت کے واسطے امم سابقہ مہلکہ کا اجمالی حال نکال اور اس کو ظاہری سبب یعنی اجرام اور حقیقی سبب یعنی مشیت وحکمت اور ذکر قصص کی بعض حکمتیں اور پھر کفار سے آخری کلام کہ اگر نہیں مانتے تو جس حال میں چاہو رہو خود نتیجہ دیکھ لوگے اور اس کی تقریر کے لئے اللہ تعالیٰ کا عالم الغیب ومرجع کل امور اور ان کے اعمال پر مطلع ہونا اور اس کے ضمن میں عبادت اور توکل کا وجوب کہ مناسب مقام ہے یہ سب مضامین نہایت ترتیب وتہذیب کے ساتھ مذکور ہیں اور ان کا باہمی تناسب اور سورت سابقہ کے مضامین سے تقارب ظاہر ہے بالخصوص سورت ہذا کا آغاز اور سورت سابقہ کا انجام تو ہمہ تن متحد ہے کہ دونوں میں توحید ورسالت کا اثبات ہے **واللہ اعلم وعلمہ اتم و احکم۔** بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اول قرآن کا منزل من اللہ ہونا اور اس کا توحید پر مشتمل ہونا اور آپ کا بشیر ونذیر یعنی رسول ہونا تو بہ واستغفار یعنی ایمان کا حکم اور اس پر بشارت اور پھر توحید کے اثبات کے لئے علم وقدرت وترزیق وتخلیق وحکمت تخلیق کا آیت :وَھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ تک بیان ہے۔

توحید ورسالت ومتعلقات آں ☆ الٓرٰ کِتٰبٌ اُحْکِمَتْ اٰیٰتُہٗ (الی قولہ تعالٰی) کَانَ عَرْشُہٗ عَلَی الْمَآءِ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۔ الٓرٰ (کے معنی تو اللہ کو معلوم) یہ (قرآن) ایک ایسی کتاب ہے کہ اس کی آیتیں (دلائل سے) محکم کی گئی ہیں پھر (اس کے ساتھ) صاف صاف (بھی) بیان کی گئی ہیں (اور وہ کتاب ایسی ہے کہ) ایک حکیم باخبر (یعنی اللہ تعالیٰ) کی طرف سے (آئی ہے جس کا بڑا مقصد) یہ (ہے) کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت مت کرو میں تم کو اللہ کی طرف (سے ایمان نہ لانے پر عذاب سے) ڈرانے والا اور (ایمان لانے پر ثواب کی) بشارت دینے والا ہوں اور (اس کتاب کے مقاصد میں سے) یہ (بھی ہے) کہ تم لوگ اپنے گناہ (شرک وکفر وغیرہ) اپنے رب سے معاف کراؤ (یعنی ایمان لاؤ اور) پھر ایمان لا کر اس کی طرف (عبادت سے) متوجہ رہو (یعنی عمل صالح کرو پس ایمان وعمل صالح کی برکت سے) وہ تم کو وقت مقررہ (یعنی وقت موت) تک (دنیا میں) خوش عیشی دے گا اور (آخرت میں) ہر زیادہ عمل کرنے والے کو زیادہ ثواب دے گا (یہ کہنا بھی بمنزلہ بشیر کہنے کے ہے) اور اگر (ایمان لانے سے) تم لوگ اعراض (ہی) کرتے رہے تو مجھ کو (اس صورت میں) تمہارے لئے ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے (یہ کہنا بمنزلہ نذیر کہنے کے ہے اور عذاب کو مستبعد مت سمجھو کیونکہ) تم (سب) کو اللہ ہی کے پاس جانا ہے اور وہ ہر شئے پر پوری قدرت رکھتا ہے (پھر استبعاد کی کوئی وجہ نہیں البتہ اگر وہاں تمہاری حاضری نہ ہوتی یا نعوذ باللہ اس کو قدرت نہ ہوتی تو عذاب واقع نہ ہوتا پس ایسی حالت میں ایمان اور توحید سے اعراض نہ چاہئے اور اثباتِ قدرت کا تعلق توحید سے بھی ہے آگے علم کا اثبات ہے کہ اس کو بھی وقوع جزا اور توحید دونوں سے تعلق ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ) یاد رکھو وہ لوگ دوہرا کئے دیتے ہیں اپنے سینوں کو (اور اوپر سے کپڑا لپیٹ لیتے ہیں) تاکہ اپنی باتیں خدا سے چھپا سکیں (یعنی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف میں جو باتیں کرتے ہیں تو اس ہیئت سے کرتے ہیں تاکہ کسی کو خبر نہ ہو جاوے اور جس کو اعتقاد ہوگا کہ خدا کو ضرور خبر ہوتی ہے اور آپ کا صاحب وحی ہونا دلائل سے ثابت ہے پس وہ اخفاء کی یہ تدبیر کبھی نہ کرے گا پس یہ تدبیر کرنا گویا بدلالت حال اللہ سے پوشیدہ رہنے کی کوشش کرنا ہے سو) یاد رکھو کہ وہ لوگ جس وقت (دوہرے ہو کر) اپنے کپڑے (اپنے اوپر) لپیٹتے ہیں وہ اس وقت بھی سب جانتا ہے جو کچھ چپکے چپکے باتیں کرتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر باتیں کرتے ہیں (کیونکہ) بالیقین وہ (تو) دلوں کے اندر کی باتیں جانتا ہے (تو زبان سے کہی ہوئی تو کیوں نہ جانے گا آگے توحید کے متعلق ترزیق کا بیان ہے جس سے مسئلہ علم کی بھی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے) اور کوئی (رزق کھانے والا) جاندار روئے زمین پر چلنے والا ایسا نہیں کہ اس کی روزی اللہ کے ذمے نہ ہو (اور رزق رسانی کے لئے علم کی ضرورت ہوتی ہے سو) وہ ہر ایک کی زیادہ رہنے کی جگہ کو اور چند روزہ رہنے کی جگہ کو جانتا ہے (اور ہر ایک کو وہاں ہی رزق پہنچاتا ہے اور گو سب چیزیں علم الٰہی میں تو ہیں مگر اس کے ساتھ ہی) سب چیزیں کتاب مبین (یعنی لوح محفوظ) میں (منضبط ومندرج) ہیں (غرض واقعات ہر طرح محفوظ ہیں آگے تخلیق کا مع اس کی بعض حکمتوں کے بیان ہے جس سے مسئلہ بعث کی بھی جو کہ آگے مذکور ہے تائید ہوتی ہے کیونکہ خلق ابتدائی دلیل ہے خلق مکرر پر قادر ہونے کی چنانچہ ارشاد ہے) اور وہ (اللہ) ایسا ہے کہ سب آسمان اور زمین کو چھ دن (کی مقدار) میں پیدا کیا اس وقت اس کا عرش پانی پر تھا (کہ یہ دونوں چیزیں پہلے سے پیدا ہو چکی تھی اور یہ پیدا کرنا اس لئے ہے) تاکہ تم کو آزماوے کہ (دیکھیں) تم میں اچھا عمل کرنے والا کون ہے (مطلب یہ کہ زمین وآسمان کو پیدا کیا تمہارے حوائج ومنافع اس میں پیدا کئے تاکہ تم ان کو دیکھ کر توحید پر استدلال کرو اور ان سے منتفع ہو کر منعم کا شکر اور خدمت کہ عبادت ہے عمل صالح سے بجالاؤ سو بعض نے ایسا کیا بعض نے نہ کیا) **ف** : استخفاء کی تفسیر شاہ عبدالقادر صاحب سے نقل کی گئی ہے در منثور میں مجاہد سے منہ کی تفسیر

من الله ان استطاعوا اورابی رزین سے یَثْنُوْنَ اور یَسْتَغْشُوْنَ کی تفسیر کان احدھم یجنی ظھرہ ویستغشی بثوبہ اس کی مؤید ہے اور بات کرنے کی قید منقول نظر سے نہیں گزری لیکن یسرون اس کا قرینہ ہے جس کا مفعول دوسری آیت میں مصرح ہے : وَاَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ الخ جس کا جواب مثل يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ الخ کے وہاں ارشاد ہوا ہے: ربی یعلم القول فی السماء والارض الخ اور مستقر اور مستودع بتفسیر مذکور جو کہ مشہورتر ہے گو سب دواب کو عام نہیں لیکن ذوات مستقر و مستودع کے ساتھ تعلق علم بدرجہ اولیٰ غیر ذوات مستقر و مستودع کے ساتھ تعلق علم پر دال ہے کیونکہ ان کا وجود اظہر ہے اور ظاہر ہے کہ مستتر کا علم مظہر کے علم کو بالاولی مستلزم ہے پس اس اعتبار سے تعلق علمی کا عموم مدلول کلام ہو گیا واللہ تعالیٰ اعلم اور دابۃ میں مرزوق کی قید اس لئے لگائی کہ بعضے بے کھائے پیئے مرجاتے ہیں پس اس قید کے بعد یہ شبہ نہ رہا کہ ایسوں کو کہاں رزق پہنچتا ہے اور خوش عیشی سے مراد وہ ہے جس کو اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً اور لَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً میں ذکر فرمایا ہے اور يُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ کا ترتب ایمان پر اس وجہ سے ہے کہ بدون ایمان کے اعمال مقبول نہیں۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا مراد اس سے حَيٰوةً طَيِّبَةً ہے جو ایسے شخص کے لئے مخصوص ہے جو ایمان اور عمل صالح کے ساتھ موصوف ہو اور روح میں ہے کہ مراد اس سے امن و راحت کی زندگی ہے اور یہ حدیث الدنیا سجن المؤمن اور حدیث اشد الناس بلاءً الامثل فالامثل کے منافی نہیں کیونکہ امن سے مراد من غیر اللہ ہے اور راحت سے مراد حق تعالیٰ پر نظر رکھنے اور اس کا قرب حاصل کرنے سے خوش عیشی ہونا ہے ایسا شخص مشقت کو نعمت سمجھتا ہے۔ قولہ تعالیٰ: وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا اس میں ترغیب عظیم ہے توکل فی الرزق کی اور روح میں ہے کہ اگر اسباب کو اس اعتقاد کے ساتھ اختیار کرے کہ اللہ تعالیٰ مسبب ہے اور یہ اعتقاد نہ ہو کہ بدون اسباب کے رزق حاصل نہیں ہوتا تو یہ توکل کے منافی نہیں خلاصہ یہ ہے کہ وثوق اور ربط قلب حق تعالیٰ کے ساتھ ہونا چاہئے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قولہ فی ثم فصلت پھر اس کے ساتھ اشار بھذا الی ان التراخی للترقی لان الواقع فی الاکثر ان الکلام المحکم بالدلائل یکون مغلق وھذا الکتاب لیس کذلک ۱۲۔ ۲ قولہ فی من لدن اور وہ کتاب اشار الی بہ کونہ صفۃ ثانیۃ لکتاب ۱۲۔ ۳ قولہ فی الا تعبدوا جس کا بڑا مقصد اشار بذلک الی امرین الاول ان مفسرۃ لما فی التفصیل من معنی القول والثانی ان وجہ تخصیص بعض ما فیہ بالذکر للاھتمام ۱۲۔ ۴ قولہ فی یثنون اور اوپر سے الخ القرینۃ علیہ قولہ الا حین یستغشون وکذا قولہ فی یستغشون دوہرے ہو کر الخ القرینۃ علیہ قولہ یثنون فالوافع منھم فعلان ذکر احدھما فی مقام والاخر فی آخر ۱۲۔ ۵ قولہ فی لیستخفوا بدلالت حال لان الظاھر انھم لم یعتقدوا ذلک ۱۲۔ ۶ قولہ فی یعلم بھی اشار بہ الی ان تقیید العلم بھذا الحین لیس للتخصیص بل للدلالۃ علی غیرہ بالاولیٰ ۱۲۔ ۷ قولہ فی وکان اس وقت اشار بہ الی کونہ حالا ۱۲۔

الروایات: ذکر بعضھا فی المتن وھو اوفق بالمقام وما فی البخاری من خردلھا (ای قولہ الا انھم یثنون الآیۃ) فیمن کان یستجیی ان یتخلی او یجامع فیفضی الی السماء فیشکل ظاھرہ لانہ کان ظاھرا للاستحیاء لا للاستخطاء الا ان یحمل علی الجھل فی الاعتقاد من الکفار او المبالغۃ التجاوزۃ عن حد الشرع فی ذلک من بعض المؤمنین کما ھو عادۃ المتشددین ۱۲۔

اللغات: متاعا تمنیعا ۱۲۔

وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۷ وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰٓى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ لَّيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهٗ ۭ اَلَا يَوْمَ يَاْتِيْهِمْ لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۸ ع وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ اِنَّهٗ لَيَـُٔوْسٌ كَفُوْرٌ ۝۹ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ۭ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ۝۱۰ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝۱۱

اور اگر آپ (لوگوں سے) کہتے ہیں کہ یقیناً تم لوگ مرنے کے بعد (قیامت کے دن دوبارہ) زندہ کئے جاؤ گے تو (ان میں) جو لوگ کافر ہیں قرآن کی نسبت جس میں

بعث کی خبر ہے کہتے ہیں کہ یہ تو نرا جادو ہے اور اگر تھوڑے دنوں تک (مراد نبوی زندگی ہے) ہم ان سے عذاب (موجود) کو ملتوی رکھتے ہیں (کہ اس میں حکمتیں ہیں) تو بطور انکار واستہزاء کے کہنے لگتے ہیں کہ اس عذاب کو کونسی چیز روک رہی ہے یاد رکھو جس دن (وقت موجود) وہ عذاب ان پر آ پڑے گا تو پھر کسی کے ٹالے نہ ٹلے گا اور جس (عذاب) کے ساتھ یہ استہزاء کر رہے تھے وہ ان کو آ گھیرے گا اور اگر ہم انسان کو اپنی مہربانی کا مزہ چکھا کر اس سے چھین لیتے ہیں تو وہ نا امید اور ناشکر ہو جاتا ہے اور اگر اس کو کسی تکلیف کے بعد جو کہ اس پر واقع ہوئی ہو کسی نعمت کا مزہ چکھا دیں تو (ایسا اتراتا ہے کہ) کہنے لگتا ہے کہ میرا سب دکھ درد رخصت ہوا (اب کبھی نہ ہوگا) وہ اترانے لگتا ہے۔ شیخی بگھارنے لگتا ہے مگر جو لوگ مستقل مزاج ہیں اور نیک کام کرتے ہیں وہ ایسے نہیں ہوتے۔ ایسے لوگوں کے لئے بڑی مغفرت اور بڑا اجر ہے۔

تفسیر ربط: اوپر یُّمَتِّعْكُمْ میں ایمان لانے پر وعدہ ثواب کا اور وَاِنْ تَوَلَّوْا میں ایمان نہ لانے پر وعید عذاب کی اور دونوں کا اجمالی بیان لِيَبْلُوَكُمْ میں مذکور تھا اور یہ سب بعد بعث کے ہوگا اس لئے آگے بعث کے متعلق بیان ہے۔

بحث بعث: وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ (الی قولہ تعالی) كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ اور اگر آپ (لوگوں سے) کہتے ہیں کہ یقیناً تم لوگ مرنے کے بعد (قیامت کے روز دوبارہ) زندہ کئے جاؤ گے تو (ان میں) جو لوگ کافر ہیں وہ (قرآن کی نسبت جس میں بعث کی خبر ہے) کہتے ہیں کہ یہ تو نرا صاف جادو ہے (جادو اس لئے کہتے ہیں کہ وہ باطل ہوتا ہے مگر مؤثر اسی طرح قرآن کو نعوذ باللہ باطل سمجھتے تھے لیکن اس کے مضامین کا مؤثر ہونا بھی مشاہدہ کرتے تھے اس مجموعہ پر یہ حکم کیا نعوذ باللہ منہ مقصود اس سے بعث کا انکار تھا آگے ان کے منشاء انکار کا جواب ارشاد ہے) اور اگر تھوڑے دنوں تک (مراد دنیوی زندگی ہے) ہم ان سے عذاب (موعود) ملتوی رکھتے ہیں (کہ اس میں حکمتیں ہیں) تو (بطور انکار واستہزاء کے) کہنے لگتے ہیں کہ (جب ہم تمہارے نزدیک مستحق عذاب ہیں تو) اس عذاب کو کون چیز روک رہی ہے (یعنی اگر عذاب کوئی چیز ہوتی تو اب تک ہو چکتا جب نہیں ہوا تو معلوم ہوا کہ کچھ بھی نہیں حق تعالیٰ جواب دیتے ہیں کہ) یاد رکھو جس دن (وقت موعود پر) وہ (عذاب) ان پر آ پڑے گا تو پھر کسی کے ٹالے نہ ٹلے گا اور جس (عذاب) کے ساتھ یہ استہزاء کر رہے تھے وہ ان کو آ گھیرے گا (مطلب یہ کہ باوجود استحقاق کے یہ تاخیر اس لئے ہے کہ بعض حکمتوں سے اس کا وقت معین ہے پھر اس وقت ساری کسر نکل جاوے گی)

ربط اوپر تاخیر عذاب کی وجہ سے انکار کر دینا عذاب اور وقت عذاب یعنی بعث سے مذکور تھا آگے اس کی تائید کے لئے انسان کا ایک خاصہ اکثر یہ مذکور ہے۔

بیان بعض خواص بشریہ در باب منن ومحن ☆ وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً (الی قولہ تعالی) لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝ اور اگر ہم انسان کو اپنی مہربانی کا مزہ چکھا کر اس سے چھین لیتے ہیں تو وہ نا امید اور ناشکرا ہو جاتا ہے اور اگر اس کو کسی تکلیف کے بعد جو کہ اس پر واقع ہوئی ہو کسی نعمت کا مزہ چکھا دیں تو (ایسا اتراتا ہے کہ) کہنے لگتا ہے کہ میرا سب دکھ درد رخصت ہوا (اب کبھی نہ ہوگا پس) وہ اترانے لگتا ہے شیخی بگھارنے لگتا ہے مگر جو لوگ مستقل مزاج ہیں اور نیک کام کرتے ہیں (مراد اس سے مؤمنین ہیں کہ ان میں کم وبیش یہ خصال ہوتی ہیں سو) وہ ایسے نہیں ہوتے (بلکہ زوال نعمت کے وقت صبر سے کام لیتے ہیں اور عطائے نعمت کے وقت شکر وطاعت کہ حاصل ہے اعمال صالحہ کا بجالاتے ہیں پس) ایسے لوگوں کے لئے بڑی مغفرت اور بڑا اجر ہے (خلاصہ یہ کہ بجز مؤمنین کے اکثر آدمی ایسے ہی ہیں کہ ذرا سی میں نڈر ہو جاویں ذرا سی میں نا امید ہو جاویں اس لئے یہ لوگ تاخیر عذاب کے سبب بے خوف اور منکر ہو گئے)

ف: اور جب مضرت واقعہ کے زوال کے بعد اس کے وقوع ثانیاً کا احتمال بھول جاتے ہیں تو قیامت کی مضرت تو ابھی واقع بھی نہیں ہوئی اس کا انکار کیا عجب ہے اسی طرح نعمت واقعہ کے زوال کے بعد اس کے وقوع ثانیاً کا احتمال اس کو نہیں رہتا جس سے یاس ہو جاتا ہے اور ظاہراً اس مقام کا مقصود صرف لَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ الخ سے حاصل ہے لیکن غالباً اس کی منشاء کی تاکید کے لئے دوسرا جملہ وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ الخ لایا گیا ہے کہ وہ منشاء دونوں میں مشترک ہے یعنی واقع فی الحال کے عدم زوال کا جزم اور واقع فی المآل کا عدم احتمال وَاللّٰهُ اَعْلَمُ اور اس آیت کے متعلق کچھ ضروری سورۂ یونس کے رکوع دوم کی آیت دوم میں لکھا گیا ہے۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ (الی قولہ تعالی) عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ روح میں ہے اس شکایت میں اس طرف اشارہ ہے کہ بندہ کو ہر حالت میں عیش ہو یا بلاء ہو حق تعالیٰ ہی پر وثوق اور توکل چاہئے چنانچہ انسان کی طبعی حالت کو بیان فرما کر (رحمت کے بعد شدت ہونے پر یاس وکفران اور مصیبت کے بعد نعمت ہونے سے فرح اور فخر کرتا ہے) صابرین کو مستثنیٰ فرمانا مضمون بالا کی طرف مشیر ہے ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله في ليقولن بطور انکار واستہزاء لدلالة قرينة يستهزؤن عليه ۱۲۔

اللغات: قوله يوم ياتيهم منصوب بمعروف ۱۲۔

النحو: قوله امة طائفة من الايام معدودة قليلة لان ما يحصره العد قليل ۱۲۔

البلاغۃ: خصص بالذكر حكم زوال النعمة بعد النعمة وزوال المضرة بعد المضرة ولم يذكر حكم المضرة والنعمة ابتداء افادة

للمبالغة كما قررته في ف اى ليدل المذكور على غير المذكور بالاولى ۱۲۔

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ؕ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۱۲﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۳﴾ فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾

سو شاید آپ تنگ ہو کر ان احکام میں سے جو کہ آپ کے پاس وحی کے ذریعہ سے بھیجے جاتے ہیں بعض کو (کہ وہ تبلیغ ہے) چھوڑ دینا چاہتے ہیں اور آپ کا دل اس بات سے تنگ ہوتا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ (اگر یہ) نبی ہیں تو ان پر کوئی خزانہ کیوں نہیں نازل ہوتا یا ان کے ہمراہ کوئی فرشتہ (جو ہم سے بھی بولتا) کیوں نہیں آیا۔ آپ تو (ان کفار کے اعتبار سے) صرف ڈرانے والے ہیں اور پورا اختیار رکھنے والا ہر شے پر (تو) اللہ ہی ہے۔ کیا (اس کی نسبت) یوں کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) آپ نے اس کو (اپنی طرف سے) خود بنالیا ہے۔ آپ (جواب میں) فرما دیجئے کہ اگر یہ میرا بنایا ہوا ہے تو (اچھا) تم بھی اس جیسی دس سورتیں (جو تمہاری) بنائی ہوئی ہوں لے آؤ اور (اپنی مدد کیلئے) جن جن غیر اللہ کو بلا سکو بلا لو اگر تم سچے ہو۔ پھر اگر یہ کفار اگر تم لوگوں کا کہنا (کہ اس کی مثل بنا لاؤ) نہ کر سکیں تو تم (ان سے) کہہ دو کہ اب تو یقین کر لو کہ یہ قرآن اللہ ہی کے علم (اور قدرت) سے اترا ہے اور یہ (بھی یقین کر لو) کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو پھر اب بھی مسلمان ہوتے ہو یا نہیں۔ جو شخص (اپنے اعمال خیر سے) محض حیات دنیوی (کی منفعت) اور اس کی رونق (کو حاصل کرنا) چاہتا ہے تو ہم ان لوگوں کے (اُن) اعمال (کی جزا) ان کو دنیا میں ہی پورے طور سے بھگتا دیتے ہیں اور ان کے لئے دنیا میں کچھ کمی نہیں ہوتی۔ یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے لئے آخرت میں بجز دوزخ کے اور کچھ (ثواب وغیرہ) نہیں اور انہوں نے جو کچھ کیا تھا وہ آخرت میں سب (کا سب) ناکارہ (ثابت) ہوگا اور (واقع میں تو) جو کچھ کر رہے ہیں وہ (اب بھی) بے اثر ہے۔ ۞

تفسیر ربط: شروع سورت میں رسالت اور توحید کا بیان تھا آگے بھی رسالت کے متعلق اس ترتیب سے بحث ہے کہ اول ان کے استہزاء مذکور کی وجہ سے آپ کے ضیق قلب پر تسلی پھر مابہ الرسالت یعنی قرآن پر ان لوگوں کے شبہ کا جواب پھر حقیقت قرآن کی تصریح اور اس بحث رسالت کے ساتھ توحید کا بیان ہے جو کہ اعظم مقاصد رسالت سے ہے۔

بحث رسالت و بیان توحید ☆ فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ (الى قوله تعالى) فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾ (یہ لوگ جو انکار و استہزاء سے پیش آتے ہیں) سو شاید آپ (تنگ ہو کر) ان احکام میں سے جو کہ آپ کے پاس وحی کے ذریعہ سے بھیجے جاتے ہیں بعض کو (کہ وہ تبلیغ ہے) چھوڑ دینا چاہتے ہیں (یعنی کیا ایسا ممکن ہے کہ تبلیغ ترک کر دیں سو ظاہر ہے کہ ایسا ارادہ تو آپ کر نہیں سکتے پھر تنگ ہونے سے کیا فائدہ) اور آپ کا دل اس بات سے تنگ ہوتا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ (اگر یہ نبی ہیں تو) ان پر کوئی خزانہ کیوں نہیں نازل ہوا یا ان کے ہمراہ کوئی فرشتہ (جو ہم سے بھی بولتا چالتا) کیوں نہیں آیا (یعنی ایسے خوارق کیوں نہیں دیئے گئے سو ایسی باتوں سے آپ تنگ نہ ہو جایئے کیونکہ) آپ تو (ان کفار کے اعتبار سے) صرف ڈرانے والے ہیں (یعنی پیغمبر ہیں جس کے لئے مطلق خارق کی ضرورت ہے نہ کہ خارق خاص کی) اور پورا اختیار رکھنے والا ہر شئے پر (تو) اللہ ہی ہے (آپ نہیں ہیں جب یہ بات ہے تو ان خوارق کا ظاہر کرنا آپ کے اختیار سے باہر ہے پھر اس کی فکر اور اس فکر سے تنگی کیوں ہوں اور چونکہ پیغمبر کے لئے مطلق خارق کی ضرورت ہے اور آپ کا بڑا خارق قرآن ہے تو اس کو نہ ماننے کی کیا وجہ) کیا (اس کی نسبت) یوں کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) آپ نے اس کو (اپنی طرف سے) خود بنالیا ہے آپ جواب میں فرما دیجئے کہ (اگر یہ میرا بنایا ہوا ہے) تو (اچھا) تم بھی اس جیسی دس سورتیں (جو تمہاری) بنائی ہوئی (ہوں) لے آؤ اور (اپنی مدد کے لئے) جن جن غیر اللہ کو بلا سکو بلا لو اگر تم سچے ہو پھر یہ کفار اگر تم لوگوں کا (یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنین کا یہ) کہنا (کہ اس کی مثل بنا لاؤ) نہ کر سکیں تو تم (ان سے کہہ دو کہ اب تو) یقین کر لو کہ یہ قرآن اللہ ہی کے علم (اور قدرت) سے اترا ہے (اس میں اور کسی کے نہ علم کا دخل ہے اور نہ قدرت کا) اور یہ (بھی یقین کر لو) کہ اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں (کیونکہ معبود صفات

الوہیت میں کامل ہوتا ہے پھر اگر اور کوئی ہوتا تو اس کو قدرت بھی پوری ہوتی اور اس قدرت سے وہ تم لوگوں کی مدد کرتا کہ تم اس کا مثل لے آتے کیونکہ موقع تحقیق دین کا اس کو مقتضی تھا پس عجز عن الاتیان بالمثل سے رسالت اور توحید دونوں ثابت ہو گئیں جب دونوں ثابت ہو گئیں) تو پھر اب بھی مسلمان ہوتے ہو (یا نہیں)

ف: سورۂ یونس اور بقرہ میں بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ ہے سو سورۂ بقرہ تو مدنی ہے اس سے عاجز ہونے کے بعد ایک سورت سے معارضہ مناسب ہے اور سورۂ یونس اگر مدنی ہے جیسا اتقان میں ایک قول نقل کیا ہے تو اس کی بھی یہی توجیہ ہے اور اگر مکی ہے اور ہود سے مقدم ہے جیسا اتقان میں یہ قول بھی ہے تو میرے نزدیک اس کی توجیہ یہ ہے کہ اعجاز فی نفسہٖ کے اعتبار سے تو ایک سورت سے معارضہ کیا گیا اور ان کے دعوئ قدرت کے اعتبار سے کہ ان کا قول تھا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ [الأنفال : ۳۱] دس سورتوں کا معارضہ کیا گیا **و الله اعلم**۔

ربط: اوپر بعض آیات میں ان منکرین توحید و رسالت و قرآن و بعث کو عذاب کی وعید سنائی گئی ہے اس پر وہ کہہ سکتے تھے کہ ہم تو بڑے بڑے نیک کام کرتے ہیں جیسے مہمانداری، غریب پروری، صلہ رحمی وغیرہا تو اگر قیامت کوئی چیز ہے تو ہم کو تو ثواب ہوگا نہ کہ عذاب جیسا اس قول میں بھی ہے : وَلَىِٕنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْۤ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى۔ اس لئے آگے اس زعم کا ابطال فرماتے ہیں۔

ابطال زعم کفار استحقاق ثواب را بر اعمال خود ☆ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا (الی قولہ تعالی) وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۝ جو شخص (اپنے اعمال خیر سے) محض حیات دنیوی (کی منفعت) اور اس کی رونق (کا حاصل کرنا) چاہتا ہے (جیسے شہرت و نیک نامی و جاہ اور ثواب آخرت حاصل کرنے کی اس کی نیت نہ ہو) تو ہم ان لوگوں کے (ان) اعمال (کی جزا) ان کو دنیا ہی میں پورے طور سے بھگتا دیتے ہیں اور ان کے لئے دنیا میں کچھ کمی نہیں ہوتی (یعنی دنیا ہی میں اعمال کے عوض ان کو نیک نامی اور صحت و فراغ عیش و کثرتِ اموال و اولاد عنایت کر دیا جاتا ہے جب کہ ان کے اعمال کا اثر ان کے اضداد پر غالب ہو اور اگر اضداد غالب ہوں تو پھر یہ اثر نہیں مرتب ہوتا یہ تو دنیا میں ہوا رہا آخرت میں سو) یہ ایسے لوگ ہیں ان کے لئے آخرت میں بجز دوزخ کے اور کچھ (ثواب وغیرہ) نہیں اور انہوں نے جو کچھ کیا تھا وہ آخرت میں سب (کاسب) ناکارہ (ثابت) ہوگا اور (واقع میں تو) جو کچھ کر رہے ہیں وہ (اب بھی) بے اثر ہے (بوجہ فساد نیت کے مگر صورت ظاہری کے اعتبار سے ثابت سمجھا جاتا ہے آخرت میں یہ ثبوت بھی زائل ہو جاوے گا۔ **ف**: اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ کفار کی نیت بجز دنیا کے کچھ نہیں ہوتی بلکہ ان میں جو ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی نیت بجز دنیا کے کچھ نہ ہو اس آیت میں ان کا بیان ہے جیسا بعض اوقات بعض مسلمانوں کی نیت بھی صرف دنیا ہی کے لئے ہوتی ہے اسی واسطے بعض مفسرین نے آیت کو عام کہا ہے مگر اولیٰ یہ ہے کہ کفار کے ساتھ خاص کہا جاوے بقرینہ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ۔ گو اس میں یہ تاویل ممکن ہے : **لیس لهم علی هذه الاعمال الا النار** لیکن تاویل بعید ہے و نیز احتمال عفو موجود ہے اور مؤمنین میں جو ریاکار ہیں ان کے لئے اور احادیث آئی ہیں اسی طرح جن کفار کی نیت تحصیل ثواب آخرت کی ہوتی ہے ان کا حکم دوسرے مقام سے مستفاد ہوتا ہے جن میں ایمان کا شرط ہونا قبول اعمال کے لئے ثابت ہے اور آیت میں ظاہراً دو حکم مذکور ہیں ایک یہ کہ دنیا میں ضرور جزا مل جاتی ہے دوسرا یہ کہ آخرت میں کچھ نفع نہیں اول پر یہ اشکال موہوم ہوتا ہے کہ بعض اوقات دنیا میں بھی کچھ نہیں ملتا دوسرے پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ بعض روایات سے آخرت میں تخفیف عذاب مفہوم ہوتی ہے جیسا ابوطالب کے واسطے آیا ہے اشکال اول کا جواب تقریر ترجمہ سے معلوم ہو گیا کہ اعمال نیک و اعمال بد کی خصوصیت کے آثار مختلف ہیں دونوں کے مجموعہ کے اعتبار سے جو غالب ہوگا اسی کا اثر مرتب ہوگا اور یہ خصوصیات ہمارے علم میں منضبط نہیں مخصوص بعلم الٰہی ہیں دوسرے شبہ کا جواب میرے نزدیک یہ ہے کہ وہ تخفیف ابتداء ہی سے ہوگی یعنی بعض کو پہلے ہی سے ہلکا عذاب شروع ہوگا لیکن جس درجہ کا عذاب شروع ہو جاوے گا پھر کم نہ ہوگا بلکہ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ [النحل : ۸۸] سے بظاہر تزاید معلوم ہوتا ہے گو خفیف مع الزائد غیر خفیف مع الزائد سے خفیف رہے گا اور اس اعتبار سے ابوطالب کا عذاب دائماً سب سے اہون رہے گا **و الله اعلم**۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالی فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰۤى اِلَيْكَ وَ ضَآىِٕقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ ترک بعض وحی سے مراد ترک تبلیغ بعض وحی ہے اور سبب اس کا ضیق صدر ہے جو کلام سے مانع ہوتا ہے جب کہ متکلم مخاطب صحیح و محل قابل نہیں پاتا اور یہ لعل ترجی طبعی کے لئے ہے گو اس کے مقتضا یعنی ترک کا وقوع نہیں ہوا تو اس میں دو امر پر دلالت ہوئی ایک یہ کہ مرید کو جب کلام شیخ کی طرف رغبت و توجہ نہیں ہوتی شیخ کا قلب منقبض ہو جاتا ہے دوسرے یہ کہ اگر ارشاد ضروری ہو تو شیخ کو اس انقباض کے مقتضا یعنی ترک کلام پر عمل نہ کرنا چاہئے۔ قولہ تعالیٰ : فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَاۤ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ اور یہ علم تو مؤمنین کو عجز کفار کے ظاہر ہونے کے قبل بھی حاصل تھا تو مراد اس سے اس علم کی قوت ہے تو اس میں دلالت ہوئی کہ خوارق کو قوت اعتقاد میں خاص دخل ہے ۱۲۔ قولہ تعالیٰ : مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا الخ روح میں اس طرح تفسیر کی ہے کہ جو شخص اپنے عمل اخروی سے حیات دنیا کا مثل جاہ اور مدح کا قصد کرے ہم ان کو ان کے اعمال کی جزاء دنیا میں پوری دے دیتے ہیں بشرطیکہ ہم چاہیں الخ میں کہتا ہوں کہ اس کے عموم میں لذات نفسانیہ اور مواجید طبعیہ بھی داخل ہو گئے کیونکہ یہ بھی

دنیا ہی میں داخل ہیں ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله فى لعلك شاید کیا ایسا ممکن الخ اشارة الى ان الترجى قد يستعمل للتبعيد والاستفهام مجازا نظرا الى دلالة ظاهر الحال فان ظاهرا لضيق مما يدل على ذلك وباطن الامر يمنع عن ذلك فافاد التبعيد ۱۲۔ ۲ قوله فى بعض بعض الی تبلیغ اخذته من الدر المنثور عن ابن جريج فى تفسير البعض ان تفعل فيه ما امرت وتدعوا اليه كما ارسلت ۱۲۔ ۳ قوله فى ضائق اور آپ کا اشارة الى عطفه على الترجى وعلى المترجى لان الضيق واقع لا متوقع ۱۲۔ ۴ قوله فى به اس بات سے الی کہ وہ اشارة الى كون ان يقولوا بدلا من الضمير المجرور فالضمير المجرور مبهم يشهد بذلك قوله تعالىٰ يضيق صدرك بما يقولون وهو ارجح عندى على عود الضمير الى البعض او ما يوحى واشارة الى كون ان يقولو بمعنى المضى لوقوع القول ۱۲۔ ۵ قوله فى نذير کفار کے اعتبار سے فلا ينافى كونه بشيرا ۱۲۔ ۶ قوله فى فان لم يستجيبوا یہ کفار الى قوله مؤمنين كالتايده بقوله تعالىٰ فان لم يستجيبوا لك اما معنى قوله فاعلموا فبتقدير القول عندى اى فان لم يستجيبوا لكم فقولوا لهم اعلموا والقرينة عليه فهل انتم مسلمون لانه خوطب بمثله الكفار فى آخر سورة الانبياء وهذا التفسير من المواهب ۱۲۔

۷ قوله فى بعلم الله اور قدرت لدلالة المقام عليه وانما خص العلم بالذكر لان نفى العلم عن غير الله المدلول عله بالحصر يستلزم بالاول نفى القدرة لان ما لا يعلمه المرء لا يقدر عليه ۱۲۔ ۸ قوله فى توضيح لا اله الا هو موقع تحقیق دین فلا يرد عدم وجوب شئ على المعبود لان التلبيس ممتنع عادة وان كان مقدورا ۱۲۔

البلاغۃ: قوله ضائق ولم يقل ويضيق به صدرك (على صيغة الصفة المشبهة) دلالة على انه ضيق حادث لانه صلى الله عليه وسلم افسح الناس صدرا آه قوله مثله نعت لسورة وكان الظاهر مطابقة لها فى الجمع لكنه افرد باعتبار مماثلة كل واحدة منها اذ هو المقصود لا مماثلة المجموع كذا فى الروح ۱۲۔ قوله فيها مكررا فائدته افادته من اول الامر ان عدم الخبس ليس الا فى الدنيا فلو لم يذكر توهم انه مطلق ويجوز ان يكون للتاكيد كذا فى الروح قوله فى الآية الاولى قوله نوف ولا يبخسون وقوله فى الثانية قوله حبط وباطل قد ذكر الفرق بين المتعاطفين فى الثانية فى تقدير الترجمة واما بين المتعاطفين الاولىٰ فظاهر ان احدهما فيه اثبات امرو فى الآخر نفى ضده ۱۲۔

أَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِن قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَىٰ إِمَامًا وَرَحْمَةً ۚ أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ ۚ وَمَن يَكْفُرْ بِهِ مِنَ الْأَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهُ ۚ فَلَا تَكُ فِي مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۚ إِنَّهُ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٧﴾ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۚ أُولَٰئِكَ يُعْرَضُونَ عَلَىٰ رَبِّهِمْ وَيَقُولُ الْأَشْهَادُ هَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ ۚ أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ ﴿١٨﴾ الَّذِينَ يَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا وَهُم بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ ﴿١٩﴾ أُولَٰئِكَ لَمْ يَكُونُوا مُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُم مِّن دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ۘ يُضَاعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ۚ مَا كَانُوا يَسْتَطِيعُونَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوا يُبْصِرُونَ ﴿٢٠﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٢١﴾ لَا جَرَمَ أَنَّهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْأَخْسَرُونَ ﴿٢٢﴾ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَخْبَتُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢٣﴾ مَثَلُ الْفَرِيقَيْنِ كَالْأَعْمَىٰ وَالْأَصَمِّ وَالْبَصِيرِ وَالسَّمِيعِ ۚ هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلًا ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٢٤﴾

کیا منکر قرآن ایسے شخص کی برابری کر سکتا ہے جو قرآن کریم پر قائم ہو جو کہ اس کے رب کی طرف سے آیا ہے اور اس (قرآن) کے ساتھ ایک گواہ تو اس میں موجود ہے اور

(ایک) اس سے پہلے (یعنی) موسیٰ کی کتاب ہے جو کہ (احکام بتلانے کے اعتبار سے) امام ہے اور رحمت ہے۔ ایسے لوگ اس قرآن پر ایمان رکھتے ہیں اور (کافر کا حال یہ ہے کہ) جو شخص دوسرے فرقوں میں سے اس قرآن کا انکار کرے گا تو دوزخ اس کے وعدہ کی جگہ ہے۔ سوائے مخاطب تم قرآن کی طرف سے شک میں مت پڑنا بلاشک و شبہ وہ سچی کتاب ہے تمہارے رب کے پاس سے (آئی ہے) لیکن باوجود ان دلائل کے غضب ہے کہ بہت سے آدمی ایمان نہیں لاتے اور ایسے شخص سے کون زیادہ ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے ایسے لوگ (قیامت کے روز) اپنے رب کے سامنے پیش کئے جائیں گے اور (اعمال کے) گواہ فرشتے (علی الاعلان) یوں کہیں گے کہ یہ لوگ وہ ہیں کہ جنہوں نے اپنے رب کی نسبت جھوٹی باتیں لگائی تھیں۔ سب سن لو کہ ایسے ظالموں پر خدا کی زیادہ لعنت ہے۔ جو کہ (اپنے کفر وظلم کے ساتھ) دوسروں کو بھی خدا کی راہ (یعنی دین) سے روکتے تھے اور اس (راہ) میں بھی (اور شبہات) نکالنے کی تلاش (اور فکر) میں رہا کرتے تھے۔ (تا کہ دوسروں کو گمراہ کریں) اور وہ آخرت کے بھی منکر تھے۔ یہ لوگ (تمام) زمین (کے تختہ) پر (بھی) خدا تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے تھے اور نہ ان کا خدا کے سوا کوئی مددگار ہوا۔ (کہ بعد گرفتاری کے چھڑا لیتا) ایسوں کو (اوروں سے) دونی سزا ہوگی۔ یہ لوگ سن نہ سکتے تھے اور نہ (غایت عناد سے راہ حق کو) دیکھتے تھے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو برباد کر بیٹھے اور جو معبود انہوں نے تراش رکھے تھے (آج) ان سے سب غائب (اور گم) ہوگئے (کوئی بھی تو کام نہ آیا پس) لازمی بات ہے کہ آخرت میں سب سے زیادہ خسارہ میں یہی لوگ ہوں گے۔ بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے اچھے کام کئے اور (دل سے) اپنے رب کی طرف جھکے ایسے لوگ اہل جنت ہیں (اور) وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ دونوں فریق (مذکورین یعنی مؤمن و کافر) کی حالت ایسی ہے جیسے ایک شخص ہو اندھا بھی اور بہرا بھی اور ایک شخص ہو کہ دیکھتا بھی ہو اور سنتا بھی ہو (اس کو سمجھنا بہت آسان ہے) کیا یہ دونوں شخص حالت میں برابر ہیں۔ کیا تم (اس تفاوت) سمجھتے نہیں۔

تفسیر ربط: اوپر آیات میں کفار کا قرآن تکذیب کرنا مذکور تھا آگے مؤمنین کا اس کی تصدیق کرنا مع وجہ استدلال کے اس کے حق ہونے پر مذکور ہے اور مؤمنین کے مقابلہ میں منکرین کی وعید کا بھی ذکر فرما دیا گیا ہے۔

تصدیق مؤمنین مر قرآن ثابت بالدلیل راو وعید مکذبین ☆ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ (الی قولہ تعالی) وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۷﴾ کیا منکر قرآن ایسے شخص کی برابری کر سکتا ہے جو قرآن پر قائم ہو جو کہ اس کے رب کی طرف سے آیا ہے اور اس (قرآن) کے ساتھ ایک گواہ تو اسی میں موجود ہے (یعنی اس کا معجز ہونا جو کہ دلیل عقلی ہے) اور (ایک) اس سے پہلے (یعنی) موسیٰ (علیہ السلام) کی کتاب (یعنی توریت اس کے ساتھ شہادت کے لئے موجود) ہے جو کہ (احکام بتلانے کے اعتبار سے) امام ہے اور (ان احکام پر جو ثمرہ و ثواب ملے گا اس کے اعتبار سے وہ کتاب سبب) رحمت ہے (اور یہ دلیل نقلی ہے غرض قرآن کے صدق وصحت کے لئے دونوں دلیلیں موجود ہیں پس ان ہی دلائل کے سبب سے) ایسے لوگ (جن کا ذکر ہوا کہ وہ صاحب بینہ ہیں) اس قرآن پر ایمان رکھتے ہیں اور (کافر کا حال یہ ہے کہ) جو شخص دوسرے فرقوں میں سے اس قرآن کا انکار کرے گا تو دوزخ اس کے وعدہ کی جگہ ہے (پھر منکر قرآن مصداق قرآن کے برابر کب ہوا) سو (اے مخاطب) تم قرآن کی طرف سے شک میں مت پڑنا بلاشک وشبہ وہ سچی کتاب ہے تمہارے رب کے پاس سے (آئی) ہے لیکن (باوجود ان دلائل کے غضب ہے کہ) بہت سے آدمی ایمان نہیں لاتے۔ ربط: اوپر کی آیت سے مصدقین و منکرین کی عدم مساوات حالت میں مفہوم ہے آگے دونوں کا غیر مساوی جزاء میں ہونا مع ایک مثال کے مذکور ہے۔

تفصیل انجام مکذبین و مصدقین ☆ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا (الی قولہ تعالی) اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾ اور ایسے شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے (کہ اس کی توحید کا اس کے رسول کی رسالت کا اس کے کلام ہونے کا انکار کرے) ایسے لوگ (قیامت کے روز) اپنے رب کے سامنے (مفتری ہونے کی حیثیت سے) پیش کئے جاویں گے اور (اعمال کے) گواہ فرشتے (علی الاعلان) یوں کہیں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے اپنے رب کی نسبت جھوٹی باتیں لگائی تھیں سب سن لو کہ ایسے ظالموں پر خدا کی (زیادہ) لعنت ہے جو کہ (اپنے کفر وظلم کے ساتھ) دوسروں کو بھی خدا کی راہ (یعنی دین) سے روکتے تھے اور اس (راہ دین) میں کجی (اور شبہات) نکالنے کی تلاش (اور فکر) میں رہا کرتے تھے (تا کہ دوسروں کو گمراہ کریں) اور وہ آخرت کے بھی منکر تھے (یہ فرشتوں کے اعلان کا مضمون تھا آگے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ) یہ لوگ (تمام) زمین (کے تختہ) پر (بھی) خدا تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے تھے (کہ کہیں جا چھپتے اور خدا تعالیٰ کے ہاتھ نہ آتے) اور نہ ان کا خدا کے سوا کوئی مددگار ہوا (کہ بعد گرفتاری کے چھڑا لیتا) ایسوں کو (اوروں سے) دونی سزا ہوگی (ایک اپنے کافر ہونے کی ایک دوسروں کو کافر بنانے کی کوشش کرنے کی) یہ لوگ (مارے نفرت کے احکام الٰہی کو) سن نہ سکتے تھے اور نہ (غایت عناد سے راہ حق) کو دیکھتے تھے یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو برباد کر بیٹھے اور جو معبود انہوں نے تراش رکھے تھے (آج) ان سے سب غائب (اور گم) ہوگئے (کوئی بھی تو کام نہ آیا پس) لازمی بات ہے کہ آخرت میں سب سے زیادہ خسارہ میں یہی لوگ ہوں گے (یہ تو انجام ہوگا کافروں کا آگے مسلمانوں کا انجام مذکور ہے کہ بیشک) جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے اچھے کام کئے اور (دل سے) اپنے رب کی طرف جھکے (یعنی انقیاد اور خشوع دل میں پیدا کیا) ایسے لوگ اہل جنت ہیں (اور) وہ اس

میں ہمیشہ رہا کریں گے (یہ دونوں کے انجام کا تفاوت بیان ہو گیا آگے تفاوت حال کی مثال ہے جس پر تفاوت فی المآل مرتب ہوتا ہے پس ارشاد ہے کہ) دونوں فریق (مذکورین یعنی مؤمن و کافر) کی حالت ایسی ہے جیسے ایک شخص ہو اندھا بھی اور بہرا بھی (جو نہ عبارت کو سنے نہ اشارہ کو دیکھے تو اس کے سمجھنے کی عادۃً کوئی صورت ہی نہیں) اور ایک شخص ہو کہ دیکھتا بھی ہو اور سنتا بھی ہو (اس کو سمجھنا بہت آسان) کیا یہ دونوں شخص حالت میں برابر ہیں (ہرگز نہیں یہ ہی حالت کافر اور مسلمان کی ہے کہ وہ ہدایت سے بہت دور ہے اور یہ ہدایت کے ساتھ موصوف ہے) کیا تم (اس تفاوت کو) سمجھتے نہیں (یعنی اس میں تردد ہونے کی گنجائش ہی نہیں بہت بدیہی ہے)۔ **ف**: یضاعف کے ترجمہ میں جو یہ قید ظاہر کر دی گئی کہ اوروں سے اس سے یہ شبہ دفع ہو گیا کہ قرآن میں یہ آیا ہے: مَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا۔ وجہ دفع ظاہر ہے کہ مماثلت تو عمل کے ساتھ ہے اور مضاعفت اوروں کے اعتبار سے ہے بوجہ مضاعفت عمل کے اور اگر يَصُدُّوْنَ کو صدود بمعنی الاعراض سے لیا جاوے جس میں دوسروں کو گمراہ کرنا ماخوذ و معتبر نہیں تو مضاعفت بوجہ عمل تعدد عمل کے نہیں بلکہ بوجہ شدت عمل صدود کے ہے کہ وہ شدت خود مقتضی ازدیادِ عذاب کو ہے اس اعتبار سے مماثلت محفوظ ہے خوب سمجھ لو اور اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَخْبَتُوْٓا [ھود: ۲۳] میں اشارہ ہو گیا تمام عقائد و اعمال و کیفیات نفسانیہ کی طرف۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ط اور اسی کی نظیر وہ شخص ہے جو اپنی وضع و دعویٰ سے ولایت ظاہر کرتا ہو اور اولیاء اللہ کے کلمات کے ساتھ تکلم کرتا ہو مگر باطن میں فاسق اور جاہل ہو ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله في يعرضون مفتری ہونے کی الخ قيد به لان العرض عام ۱۲۔ ۲ قوله في يقول الاشهاد علی الاعلان دليله قوله عليه السلام واما الكفار والمنافقون فيقول الاشهاد الخ مقابله لقوله عليه السلام قال تعالٰى فاني قد سترتها رواه الشيخان ۱۲۔ ۳ قوله في لعنة الله زياده لان اللعن عام لجميع الكفار ۱۲۔ ۴ قوله في هم كفرون فرشتوں کے دليله ما في الحديث المذكور فيقول الاشهاد هؤلاء الذين كذبوا على ربهم الا لعنة الله على الظالمين ۱۲۔ ۵ قوله في الارض تحت اشارة الى فائدة الزيادة كما في الروح لم يكونوا لعجزين في الارض مع سعتها وان هربوا منها كل مهرب ۱۲۔ ۶ قوله في خسروا برباد اشارة الى ان فوتهم سعادة الانفس كفوتهم انفسهم فان الخسار ضياع الشئ لا الضاعة الشئ ۱۲۔ ۷ قوله قبل مثل الفريقين جس پر تفاوت فجمع بهذا الاعتبار كلا التفاوتين ۱۲۔ ۸ قوله في الاعمٰى والاصم بھی اشارة الى ان المجموع احد طرفي التشبيه ۱۲۔

النحو: قوله افمن كان الفاء للتعقيب الذكرى او ترتيب عدم المماثلة على ما بين من الحالين في ما قبل ومن كان مبتدأ محذوف خبره اى كمن ليس كذلك والتاء في الهيئة للمبالغة او النقل وباعتبار ذلك ذكر الضمير الراجع اليه في يتلوه ومن ربه صفة له ويعطف على الصفة ويتلوه ويعطف على شاهد قوله ومن قبله كتاب موسٰى ومن في من الاحزاب بيانية والمراد به احزاب الكفار ۱۲۔

البلاغۃ: قوله وهم بالأخرة هم كفرون كررهم للتاكيد قوله ما كانوا يستطيعون هو نظير قول القائل العاشق لا يستطيع ان يسمع كلام العاذل ۱۲۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ ؗ اِنِّىْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۵﴾ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۶﴾ فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِىَ الرَّاْىِ ۚ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍۢ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّىْ وَاٰتٰىنِىْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ ؕ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَيٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ؕ اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَلٰكِنِّىْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِىْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِىْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّىْ مَلَكٌ وَّلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِىْٓ اَعْيُنُكُمْ لَنْ

يُؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ۭ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ښ اِنِّىْٓ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ قَالَ اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَاۗءَ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝ وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ ۭ هُوَ رَبُّكُمْ ۣ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝

اور ہم نے نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کے پاس رسول بنا کر (یہ پیغام دے کر) بھیجا کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت مت کرو۔ میں تم کو (درصورت عبادت غیر اللہ کے) صاف صاف ڈراتا ہوں۔ میں تمہارے حق میں ایک بڑے تکلیف دینے والے دن کے عذاب کا اندیشہ کرتا ہوں۔ سو ان کی قوم میں جو کافر سردار تھے وہ (جواب میں) کہنے لگے کہ ہم تو تم کو اپنے ہی جیسا آدمی دیکھتے ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ تمہارا اتباع انہیں لوگوں کے سامنے بالکل رذیل ہیں۔ (جن کی عقل اکثر خفیف ہوتی ہے پھر) وہ (اتباع) بھی محض سرسری رائے سے اور ہم تم لوگوں میں (یعنی تم میں اور مسلمانوں میں) کوئی بات اپنے سے زیادہ بھی نہیں پاتے بلکہ ہم تم کو (بالکل) جھوٹا سمجھتے ہیں۔ نوحؑ نے فرمایا کہ اے میری قوم بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی جانب سے دلیل پر (قائم) ہوں (جس سے میری نبوت ثابت ہوئی ہو) اور اس نے مجھ کو اپنے پاس سے رحمت (یعنی نبوت) عطا فرمائی ہو۔ پھر وہ نبوت یا اس کی حجت تم کو نہ سوجھتی ہو تو (میں کیا کروں مجبور ہوں) کیا ہم اس (دعویٰ یا دلیل) کو تمہارے گلے مڑھ دیں اور تم اس سے نفرت کئے چلے جاؤ اور (اتنی بات اور زائد فرمائی کہ) اے میری قوم میں تم سے اس (تبلیغ) پر کچھ مال نہیں مانگتا۔ میرا معاوضہ تو صرف اللہ کے ذمہ ہے اور میں تو ان ایمان والوں کو نکالتا نہیں کیونکہ یہ لوگ اپنے رب کے پاس (عزت و مقبولیت کے ساتھ) جانے والے ہیں لیکن واقعی میں تم لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ (خواہ مخواہ) جہالت کر رہے ہو (اور بے ڈھب باتیں کر رہے ہو) اور (بالفرض والتقدیر) اگر میں ان کو بھی نکال دوں تو (یہ بتلاؤ) مجھ کو خدا کی گرفت سے کون بچا لے گا۔ کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے اور میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے تمام خزانے ہیں اور نہ میں (یہ کہتا ہوں کہ میں) تمام غیب کی باتیں جانتا ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں اور جو لوگ تمہاری نگاہوں میں حقیر ہوں، میں ان کی نسبت (تمہاری طرح) یہ نہیں کہہ سکتا کہ اللہ تعالیٰ ہرگز ان کو ثواب نہ دے گا۔ ان کے دل میں جو کچھ ہو اس کو اللہ ہی خوب جانتا ہے۔ میں تو (اگر ایسی بات کہہ دوں تو) اس صورت میں ستم ہی کروں۔ وہ کہنے لگے کہ اے نوحؑ تم ہم سے بحث کر چکے ہو پھر بات بھی بہت کر چکے اب ہم بحث وحث نہیں کرنے ہو (کہ عذاب آ جائے گا۔ وہ ہمارے سامنے لے آؤ۔ اگر تم سچے ہو۔ انہوں نے فرمایا کہ اس کو اللہ تعالیٰ بشرطیکہ اس کو منظور ہو تمہارے سامنے لائے گا اور (اس وقت پھر) تم اس کو عاجز نہ کر سکو گے اور میری خیر خواہی تمہارے کام نہیں آ سکتی گو میں تمہاری کیسی ہی خیر خواہی کرنا چاہوں جب کہ اللہ تعالیٰ ہی کو تمہارا گمراہ کرنا منظور ہو۔ وہی تمہارا مالک ہے اور اسی کے پاس تم کو جانا ہے۔

تفسیر ربط: اوپر یہاں تک جو مضامین مذکور ہو چکے ہیں توحید و رسالت و وقوع وعید فلاح مؤمنین خسران کفار ان سب کی تقریر و تائید کے لئے آگے چند قصص مذکور ہوتے ہیں۔

قصہ حضرت نوح علیہ السلام با قوم او ☆ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا (الی قولہ تعالیٰ) هُوَ رَبُّكُمْ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ اور ہم نے نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کے پاس رسول بنا کر (یہ پیغام دے کر) بھیجا کہ تم اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت مت کرو (اور جو بت تم نے قرار دے رکھے ہیں **ود** اور **سواع** اور **یغوث** اور **یعوق** اور **نسر** ان کو چھوڑ دو چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے جا کر ان سے فرمایا کہ) میں تم کو (درصورت عبادت غیر اللہ کے) صاف صاف ڈراتا ہوں (اور اس ڈرانے کی تفصیل یہ ہے کہ) میں تمہارے حق میں ایک بڑے تکلیف دینے والے دن کے عذاب کا اندیشہ کرتا ہوں سو ان کی قوم میں جو کافر سردار تھے وہ (جواب میں) کہنے لگے کہ (تم جو نبوت کا دعویٰ کرتے ہو جیسا نذیر مبین سے معلوم ہوتا ہے تو ہمارے جی کو یہ بات نہیں لگتی کیونکہ) ہم تو تم کو اپنا ہی جیسا آدمی دیکھتے ہیں (اور بشر کا نبی ہونا دور از کار ہے) اور اگر (بعض لوگوں کے اتباع کرنے سے استدلال کیا جاوے تو وہ قابل استدلال نہیں کیونکہ) ہم دیکھتے ہیں کہ تمہارا اتباع انہیں لوگوں نے کیا ہے جو ہم میں بالکل رذیل ہیں (جن کی عقل اکثر خفیف ہوتی ہے پھر) وہ (اتباع) بھی محض سرسری رائے سے (ہوا ہے یعنی اول تو ان کی عقل ہی صائب نہیں غور کے بعد بھی غلطی کرتے دوسرے پھر غور بھی نہیں کیا اس لئے ایسے لوگوں کا تم کو نبی سمجھ لینا یہ کوئی حجت نہیں بلکہ بالعکس ہمارے اتباع سے مانع ہے کیونکہ شرفاء کو رذیلوں کی موافقت سے عار آتی ہے نیز اکثر ایسے کم حوصلہ لوگوں کے اغراض بھی حصول مال یا ترفع ہوا کرتا ہے سو یہ لوگ بھی دل سے ایمان نہیں لائے) اور (اگر یہ کہا جاوے کہ باوجود رذیل ہونے کے ان لوگوں کو کسی خاص امر کے اعتبار سے ہم پر فضیلت ہے جس کے اعتبار سے ان کی رائے اس باب میں صائب ہے سو) ہم تم لوگوں میں (یعنی تم میں اور مسلمانوں میں) کوئی بات اپنے سے زیادہ نہیں پاتے (اس لئے تم مسلمانوں کی رائے کو صحیح نہیں سمجھتے) بلکہ ہم تم کو (بالکل) جھوٹا سمجھتے ہیں نوح (علیہ السلام) نے فرمایا کہ اے میری قوم (تم جو کہتے ہو کہ تمہاری نبوت جی کو نہیں لگتی تو) بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی جانب سے دلیل پر (قائم) ہوں (جس سے میری نبوت ثابت ہوتی ہو) اور اس نے مجھ کو اپنے پاس سے رحمت (یعنی نبوت) عطا فرمائی ہو

پھر وہ (نبوت یا اس کی حجت) تم کو نہ سوجھتی ہو تو (میں کیا کروں مجبور ہوں) کیا ہم اس (دعویٰ یا دلیل) کو تمہارے گلے مڑھ دیں اور تم اس سے نفرت کئے چلے جاؤ (مطلب یہ کہ تمہارا یہ کہنا کہ جی کو نہیں لگتی محض استبعاد ہے امتناع اجتماع نبوت و بشریت کی تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں اور میرے پاس وقوع اجتماع کی دلیل موجود ہے یعنی معجزہ وغیرہ نہ کہ کسی کا اتباع اس سے اس کا جواب بھی ہو گیا کہ ان کا اتباع حجت نہیں لیکن انتاج دلیل کا موقوف ہے نظر پر تم نظر کرتے نہیں اور یہ میرے بس سے باہر ہے) اور (اتنی بات اور زائد فرمائی کہ) اے میری قوم (یہ تو سوچو کہ اگر میں نبوت کا غلط دعویٰ کرتا تو آخر اس میں میرا کچھ مطلب تو ہوتا مثلاً یہی ہوتا کہ اس کے ذریعہ سے خوب مال کماؤں گا تو تم کو معلوم ہے کہ) میں تم سے اس (تبلیغ) پر کچھ مال نہیں مانگتا میرا معاوضہ تو صرف اللہ کے ذمہ ہے (اسی سے آخرت میں اس کا طالب ہوں اسی طرح اور اغراض بھی اگر غور کرو تو منتفی پاؤ گے پھر جب کوئی غرض نہیں پھر مجھ کو جھوٹ بولنے سے کیا فائدہ تھا خلاصہ یہ کہ کذب دعویٰ کو کوئی امر مقتضی نہیں اور صدق دعویٰ پر دلیل قائم ہے پھر نبوت میں کیا شبہ ہو سکتا ہے) اور (تم جو اتباع اراذل کو اپنے اتباع سے مانع بتلاتے ہو اور صراحۃً یا دلالۃً یہ چاہتے ہو کہ میں ان کو اپنے پاس سے نکال دوں سو) میں تو ان ایمان والوں کو نکالتا نہیں (کیونکہ) یہ لوگ اپنے رب کے پاس (عزت و مقبولیت کے ساتھ) جانے والے ہیں (اور بھلا کوئی شخص مقربان شاہی کو نکالا کرتا ہے اور اس سے اس کا بھی جواب ہو گیا کہ یہ لوگ دل سے ایمان نہیں لائے) لیکن واقعی میں تم لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ (خواہ مخواہ کی) جہالت کر رہے ہو (اور بے ڈھنگی باتیں کر رہے ہو) اور (بالفرض والتقدیر) اگر میں ان کو نکال بھی دوں تو (یہ بتلاؤ کہ) مجھ کو خدا کی گرفت سے کون بچا لے گا (کیا تم میں اتنی ہمت ہے جو ایسے بیہودہ مشورے دے رہے ہو) کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے اور (اس تقریر میں ان کے تمام شبہات کا جواب ہو گیا لیکن آگے ان سب جوابوں کا پھر تتمہ ہے یعنی جب نبوت میری دلیل سے ثابت ہے تو اول تو دلیل کے سامنے استبعاد کوئی چیز نہیں پھر یہ کہ وہ مستبعد بھی نہیں البتہ کسی امر عجیب و غریب کا اگر دعویٰ کرتا تو انکار و استبعاد چنداں منکر و مستبعد نہ تھا گو دلیل کے بعد پھر وہ بھی مسموع نہیں البتہ اگر دلیل بھی مقتضی استبعاد کو ہو تو پھر واجب ہے لیکن میں تو کسی ایسے امر عجیب کا دعویٰ نہیں کرتا چنانچہ) میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے تمام خزانے ہیں اور نہ میں (یہ کہتا ہوں کہ میں) تمام غیب کی باتیں جانتا ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں اور (یہ تو اپنی نبوت کے متعلق ارشاد فرمایا آگے اپنے تابعین کے متعلق ارشاد ہے یعنی) جو لوگ تمہاری نگاہوں میں حقیر ہیں میں ان کی نسبت (تمہاری طرح) یہ نہیں کہہ سکتا کہ (یہ لوگ دل سے ایمان نہیں لائے اس لئے) اللہ تعالیٰ ہرگز ان کو ثواب نہ دے گا ان کے دل میں جو کچھ ہو اُس کو اللہ ہی خوب جانتا ہے (تو ممکن ہے کہ ان کے دلوں میں اخلاص ہو تو پھر میں ایسی بات کیونکر کہہ دوں) میں تو (اگر ایسی بات کہہ دوں تو) اس صورت میں ستم ہی کروں (کیونکہ بے دلیل دعویٰ کرنا گناہ کی بات ہے جب نوح علیہ السلام نے سب باتوں کا پورا پورا جواب دے دیا جس کا جواب پھر ان سے کچھ بن نہ پڑا تو عاجز ہو کر) وہ لوگ کہنے لگے کہ اے نوح (علیہ السلام) تم ہم سے بحث کر چکے پھر اس بحث کو بڑھا بھی چکے ہو سو (اب بحث چھوڑو اور) جس چیز سے تم ہم کو دھمکایا کرتے ہو (کہ عذاب آ جاوے گا) وہ ہمارے سامنے لے آؤ انہوں نے فرمایا کہ (اس کو لانے والا میں کون ہوں مجھ کو تو پہنچا دینے سنا دینے کا حکم تھا سو میں بجا لا چکا) اس کو تو اللہ تعالیٰ بشرطیکہ اس کو منظور ہو تمہارے سامنے لاوے گا اور (اس وقت پھر) تم اس کو عاجز نہ کر سکو گے (کہ وہ عذاب واقع کرنا چاہے اور تم نہ ہونے دو) اور (جو میرا کام تھا پہنچا دینا اور سنا دینا اس میں میں نے تمہاری پوری خیر خواہی اور دل سوزی کی لیکن) میری خیر خواہی تمہارے کام نہیں آ سکتی گو میں تمہاری کیسی ہی خیر خواہی کرنا چاہوں جب کہ اللہ ہی کو تمہارا گمراہ کرنا منظور ہو (جس کی وجہ تمہارا اعناد و استکبار ہے مطلب یہ کہ جب تم ہی اپنی بدقسمتی سے اپنے لئے نفع حاصل کرنا اور نقصان سے بچنا نہ چاہو تو میرے چاہنے سے کیا ہوتا ہے) وہی تمہارا مالک ہے (اور تم مملوک تو تم پر اس کے تمام حقوق واجب ہیں اور تم ان کو براہِ عناد ضائع کر کے مجرم ہو رہے ہو) اور اسی کے پاس تم کو جانا ہے (وہ تمہارے اس سارے عناد و کفر کی کسر نکال دے گا)۔ **ف**: لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا میں مال کی تخصیص اس لئے کی گئی کہ اکثر مدعیان کاذب کا مقصود مال ہی ہوتا ہے اور جاہ بھی اگر مطلوب ہوتی ہے تو اکثر مال ہی کے لئے چنانچہ مشاہد ہے اور کفار نے مؤمنین کو اراذل اس لئے کہا کہ وہ اکثر غریب لوگ تھے اور پیشے بھی ایسے ہی کرتے تھے جو عرفاً حقیر ہوتے ہیں اور کفار جو ان کی سخافت رائے کے مثبت اور فضل کے نافی ہوئے چونکہ ثبوت نبوت اس کے جواب پر موقوف نہ تھا اس لئے تعرض کی ضرورت نہ ہوئی و نیز جواب بدیہی بھی ہے وہ یہ کہ قبول حق کے باب میں خاصۃً یہ دعویٰ نفی و اثبات مذکور کا بالمشاہدہ باطل ہے ایسے لوگ حق کو بہت جلد قبول کرتے ہیں چنانچہ حدیث میں بھی یہ مضمون آیا ہے کیونکہ ان میں کبر وغیرہ موانع نہیں ہوتے پھر اس سے بڑھ کر سلامت رائے اور فضل کیا ہوگا اور یہ جو کہا گیا کہ دلیل کے بعد استبعاد مسموع نہیں وجہ یہ کہ بعض امور غیر مدرک بمحض العقل مستبعد ہوتے ہیں لیکن امکان کے ساتھ جب صدق مخبر منضم ہو جاوے تو مرجح وقوع ہوتا ہے البتہ اگر دلیل عقلی یا شرعی مقتضی امتناع کو ہے تو وہ استبعاد مقبول ہے بلکہ اس سے بڑھ کر امتناع کا قائل ہونا واجب ہے اور حضرت نوح علیہ السلام نے اول اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ میں ان کے اخلاص کا اثبات فرمایا ہے پھر لَآ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْٓ الخ میں عدم اخلاص کے عدم اثبات پر اکتفاء فرمانا **تلطیف فی الدعوۃ** ہے یعنی اگر تم ان کے اخلاص کے معتقد نہ ہو تو عدم اخلاص کے بھی تو بلا دلیل معتقد نہ ہو خوب سمجھ لو۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا اس میں اس شخص پر رد ہے جو ولایت کو شریف عرفی کے ساتھ خاص سمجھتا ہے البتہ نبوت کو اللہ تعالیٰ نے شرفاء کے ساتھ خاص فرمایا ہے چونکہ اس میں وہ مصلحتیں ہیں جو نبوت سے مقصود ہیں (کہ لوگ ان کا اتباع کریں اور شرفاء کے اتباع سے شرفاء کو بھی عار نہیں آتی ۱۲ قولہ تعالیٰ: اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ [ھود: ۲۸] روح میں ہے کہ اس میں اشارہ ہے اس طرف کہ منکر کو اہل اللہ سے استفادہ نہیں ہوسکتا اور جب تک وہ منکر رہے گا ان سے منتفع نہیں ہوسکتا ۱۲ قولہ تعالیٰ: وَيٰقَوْمِ لَآ اَسْــَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا۔ مشائخ کو بھی ایسا ہی ہونا چاہئے کیونکہ مال کی طلب لوگوں کو استرشاد سے اقوی موانع سے ہے اور میری رائے میں تو مصارف خیر کے لئے بھی چندہ کرنا شیوخ کو نازیبا ہے عقول ضعیف ہیں اور بخل وحرص غالب ہے حب دنیا کے ادنیٰ شبہ سے بھی لوگ شک میں پڑ جاتے ہیں اور امور خیر کا اللہ تعالیٰ کفیل ہے وہ ہمارے چندہ مانگنے پر موقوف نہیں ۱۲۔ قولہ تعالیٰ: وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ اس میں طالب کے حقوق شیخ پر ہیں یعنی جو شخص حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اس سے اعراض نہ چاہئے کیونکہ اس کی طرف حق تعالیٰ بھی متوجہ ہوتے ہیں تو اس سے اعراض کرنا حق تعالیٰ سے اعراض کرنا ہے ۱۲ قولہ تعالیٰ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ (الی قولہ تعالی) اِنِّيْ مَلَكٌ اس میں تصریح ہے کہ صاحب ارشاد کا صاحب تصرف یا صاحب کشف یا ضروریات بشریہ میں عامہ بشریہ سے ممتاز ہونا ضروری نہیں البتہ اس کا علم وعمل کے ساتھ متصف ہونا ضروری ہے ۱۲۔ قولہ تعالیٰ: اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ اور ایسا کہنا یہی شان ہے محققین کی بخلاف اہل باطل کے کہ وہ ایسے دعوے کرتے ہیں کہ جو شخص میری مخالفت کرے گا اس کا ایسا حال ہوگا اور ایسا قال ہوگا۔ قولہ تعالیٰ: وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ اس میں دلیل ہے اس پر کہ ہدایت شیخ کے قبضہ میں نہیں ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله في انى لكم نذیر مبین ان لا تعبدوا بتقديم ترجمة المؤخر وتاخير ترجمة المقدم وجهه ان قوله ان لا تعبدوا بتقدير الباء متعلق بارسلنا وقوله انى لكم بالكسر على ارادة القول اى فقال ولا بد فى هذا التركيب من هذا الاعتبار واما على قراء ة الفتح فلا حاجة الى اعتبار التقدير والتاخير لان قوله ان لا تعبدوا كما فى الروح يكون بدل الاشتمال من قوله انى لكم ويكون انى لكم مفتوحاً على اضمار حرف الجر الى متلبسا بذلك الكلام وهو انى لكم نذير فلما اتصل الجا فتح كما فتح فى اكان والمعنى على الكسر ۱۲۔

۲ قوله في ما نراك اتبعك اگر بعض ایمان نہیں لائے فقصد به ثلث امور والقرينة على الاول قوله ما نرى لكم علينا من فضل وعلى الثانى قوله فى الشعراء تؤمن لك واتبعك الارذلون وعلى الثالث لن يؤتيهم الله خيرا ۱۲۔ ۳ قوله فى انلزمكموها دعوے یا دلیل عودا الى البينة او الرحمة او كلهما كذا فى الروح ۱۲۔ ۴ قوله فى لا اسئلكم عليه تبلیغ هو المفهوم مما تقدم ۱۲۔ ۵ قوله فى ما انا بطارد صراحة يا دلالة الاول مروى فى الدر عن ابن جريج انهم قالوا له عليه السلام ذلك كما وقع لنبينا صلى الله عليه وسلم حيث قال الكفار له ذلك الذى نزل فيه قوله تعالى ولا تطرد الذين يدعون والثانى مفهوم لازم من المقام ۱۲۔ ۶ قوله فى ملاقوا عزت لدلالة المقام عليه والا فاللقاء عام الكل ۱۲۔

اللغات: قوله بادى الرأى فيه قراء تان مهموز اللام وناقصهما فالاول من البدأ اى الاولية والثانى من البدو اى الظهور ۱۲۔ قوله عميت اى اخفيت ۱۲۔

النحو: قوله ما نراك فى اعراب القرآن يجوز ان يكون من روية العين وتكون الجملة بعدها فى موضع الحال وقد معه مرادة ويجوز ان يكون من رؤية القلب فتكون الجملة فى موضع المفعول الثانى ۱۲۔ قوله بادى الرأى ظرف لاتبعك واستشكل بان ما قبل الا لا يعمل فيما بعدها الا اذا كان مستثنٰى منه او مستثنٰى او تابعا للمستثنٰى منه وبادى الرأى ليس واحدا من هذه الثلاثة واجيب بانه يقتصر ذلك فى الظرف ۱۲۔ قوله لا ينفعكم دال على جواب الشرط الآتى وقوله ان اردت شرط والجواب مقدر والجملة كلها دال على جواب الشرط الآتى وقوله ان كان الله شرط وجوابه مقدر وتقدير الكلام ان كان الله يريد ان يغويكم فان اردت ان انصح لكم لا ينفعكم نصحى من البيضاوى قلت لكن الشرط فى ان اردت ليس على ظاهره لان ارادة النصح لا دخل له فى عدم النصح بل كلمة ان هذه كان الوصلية اى اذا اراد الله الاغواء فلا ينفعكم نصحى وان اردت النصح فافهم ۱۲۔

البلاغة: الاليم المولم فيه اسناد مجازى ۱۲۔ قوله فاكثرت الفاء على ظاهره لان اكثار الجدال لابدان يكون قبله شيء من الجدال ۱۲۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَيَّ اِجْرَامِيْ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَاُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ

قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَ وَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ ۫ وَ كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ ۭ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۳۹﴾ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَ اَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ۭ وَ مَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿۴۰﴾ وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَ مُرْسٰىهَا ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۴۱﴾ وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۫ وَ نَادٰى نُوْحُ ۨابْنَهٗ وَ كَانَ فِيْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۲﴾ قَالَ سَاٰوِيْٓ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ ۭ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَ حَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ ﴿۴۳﴾

(قرأ حفص بفتح الميم وامالة الراء)

کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے (نعوذ باللہ) یہ قرآن تراش لیا ہے آپ (جواب میں) فرما دیجئے اگر (بالفرض) میں نے تراشا ہوگا تو میرا یہ جرم مجھ پر (عائد) ہوگا (اور تم میرے جرم سے بری الذمہ رہو گے) اور میں تمہارے اس جرم سے بری الذمہ رہوں گا اور نوحؑ کے پاس وحی بھیجی گئی کہ سوا ان کے جو ایمان (اس وقت تک) لا چکے ہیں اور کوئی (نیا) شخص تمہاری قوم میں سے ایمان نہ لائے گا سو جو کچھ یہ لوگ کفر وایذا اور استہزا کر رہے ہیں اس پر کچھ غم نہ کرو اور تم (اس طوفان سے بچنے کے لئے) ہماری نگرانی میں اور ہمارے حکم سے کشتی تیار کرلو اور (یہ سن لو کہ) مجھ سے کافروں (کی نجات) کے بارہ میں کچھ گفتگو مت کرنا کیونکہ وہ سب غرق کئے جائیں گے اور وہ کشتی تیار کرنے لگے اور (اثنائے تیاری میں) جب کبھی ان کی قوم میں سے کسی رئیس گروہ کا ان پر گزر ہوتا تو ان سے ہنسی کرتے۔ آپ فرمانے لگے کہ اگر تم ہم پر ہنستے ہو تو ہم تم پر ہنستے ہیں جیسا کہ تم ہم پر ہنستے ہو سو ابھی تم کو معلوم ہوا جاتا ہے کہ وہ کون شخص ہے جس پر (دنیا میں) ایسا عذاب آیا چاہتا ہے جو اس کو رسوا کر دے گا اور (بعد مرگ) اس پر دائمی عذاب نازل ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ (جب ہمارا) حکم (عذاب کا قریب آ پہنچا اور زمین میں سے پانی اُبلنا شروع ہوا ہم نے (نوحؑ سے) فرمایا کہ ہر قسم کے جانوروں میں سے ایک ایک نر اور ایک ایک مادہ یعنی دو عدد اس (کشتی) میں چڑھا لو اور اپنے گھر والوں کو بھی (چڑھا لو) باستثناء اس کے جس پر (غرق ہونے کا) حکم نافذ ہو چکا ہے اور (گھر والوں کے علاوہ) دوسرے ایمان والوں کو بھی اور بجز قلیل آدمیوں کے ان کے ساتھ کوئی ایمان نہ لایا تھا اور نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ (آؤ) اس کشتی میں سوار ہو جاؤ (اور کچھ اندیشہ مت کرو کیونکہ) اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا (سب) اللہ ہی کے نام سے ہے۔ بالیقین میرا رب غفور رحیم ہے اور وہ کشتی ان کو لے کر پہاڑ جیسی موجوں میں چلنے لگی اور نوح علیہ السلام نے اپنے (ایک سگے یا سوتیلے) بیٹے کو پکارا اور وہ (کشتی سے) علیحدہ مقام پر تھا کہ میرے پیارے بیٹے ہمارے ساتھ سوار ہو جاؤ اور (عقیدہ میں) کافروں کے ساتھ مت ہو۔ وہ کہنے لگا کہ میں ابھی کسی پہاڑ کی پناہ لے لوں گا جو مجھ کو پانی میں غرق ہونے سے بچا لے گا۔ نوحؑ نے فرمایا کہ آج اللہ کے قہر سے کوئی بچانے والا نہیں (نہ پہاڑ نہ کوئی اور چیز) لیکن جس پر وہی رحم کرے اور دونوں (باپ بیٹوں) کے بیچ میں ایک موج حائل ہو گئی۔ پس وہ (بھی مثل دوسرے کافروں کے) غرق ہو گیا۔ ۞

تفسیر ربط: اوپر نوح علیہ السلام کا محاجہ اپنی قوم سے مذکور ہوا ہے چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفار قریش بھی محاجہ کیا کرتے تھے اس لئے قصہ مذکورہ کے درمیان میں استتباعاً اس کے متعلق ایک آیت آ گئی۔

جواب محاجہ کفار مکہ ☆ **اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ** (الی قولہ تعالی) **مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ** کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے (نعوذ باللہ) یہ قرآن تراش لیا ہے آپ (جواب میں) فرما دیجئے کہ اگر (بالفرض) میں نے تراشا ہوگا تو میرا یہ جرم مجھ پر (عائد) ہوگا (اور تم میرے جرم سے بری الذمہ رہو گے) اور (اگر تم نے یہ دعویٰ تراشا ہوگا تو تمہارا یہ جرم تم پر عائد ہوگا اور) میں تمہارے اس جرم سے بری الذمہ رہوں گا۔ **ف**: یہ اخیر درجہ کا جواب ہے اور اصل جواب وہ ہے کہ اس افتراء کا افتراء ہونا ثابت کر دیا جاوے جیسا کہ اسی سورت کے دوسرے رکوع میں جواب دیا ہے: **قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ** الخ [ہود: ۱۳] لیکن جو شخص دلیل میں نہ قدح کر سکے اور نہ تسلیم کرے اخیر درجہ یہی کہا جاتا ہے کہ خیر بھائی جیسا میں نے کیا ہوگا میں بھگتوں گا جیسا تم کر رہے ہو تم بھگتو گے۔

ربط: آگے پھر تتمہ ہے قصہ مذکورہ کا۔

تتمہ قصہ نوح علیہ السلام متعلق طوفان ☆ وَاُوۡحِیَ اِلٰی نُوۡحٍ (الی قولہ تعالیٰ) وَحَالَ بَیۡنَہُمَا الۡمَوۡجُ فَکَانَ مِنَ الۡمُغۡرَقِیۡنَ ۞ اور (جب نصیحت کرتے ہوئے ایک زمانہ دراز گزر گیا اور کچھ اثر نہ ہوا تو) نوح (علیہ السلام) کے پاس وحی بھیجی گئی کہ سوا ان کے جو (اس وقت تک) ایمان لا چکے ہیں اور کوئی (نیا) شخص تمہاری قوم میں سے ایمان نہ لاوے گا سو جو کچھ یہ لوگ (کفر و ایذاء و استہزاء) کر رہے ہیں اس پر کچھ غم نہ کرو (کیونکہ غم تو خلاف توقع سے ہوتا ہے جب ان سے بجز مخالفت کے کوئی توقع ہی نہیں پھر کیوں غم کیا جاوے) اور (چونکہ ہمارا ارادہ اب ان کے غرق کرنے کا ہے اور اس لئے طوفان آنے کو ہے پس) تم (اس طوفان سے بچنے کے لئے) ہماری نگرانی میں اور ہمارے حکم سے کشتی تیار کرلو (کہ اس کے ذریعہ سے طوفان سے تم اور مؤمنین محفوظ رہو گے) اور (یہ سن لو کہ) مجھ سے کافروں (کی نجات) کے بارہ میں کچھ گفتگو مت کرنا (کیونکہ) وہ سب غرق کئے جاویں گے (ان کے لئے یہ قطعی طور پر تجویز ہو چکا ہے تو ان کی سفارش بے کار ہوگی غرض نوح علیہ السلام نے سامان کشتی کا جمع کیا) اور وہ کشتی تیار کرنے لگے (خواہ خود یا دوسرے کاریگروں کے ذریعہ سے) اور (اثنائے تیاری میں) جب کبھی ان کی قوم میں سے کسی رئیس گروہ کا ان پر گزر ہوتا تھا تو (ان کو کشتی بناتا دیکھ کر اور یہ سن کر کہ طوفان آنے والا ہے) ان سے ہنسی کرتے (کہ دیکھو پانی کا کہیں نام و نشان نہیں، مفت مصیبت جھیل رہے ہیں) آپ فرماتے کہ اگر تم ہم پر ہنستے ہو تو ہم تم پر ہنستے ہیں جیسا تم ہم پر ہنستے ہو (کہ عذاب ایسا نزدیک آ پہنچا ہے اور تم کو ہنسی سوجھ رہی ہے ہم اس پر ہنستے ہیں) سو ابھی تم کو معلوم ہوا جاتا ہے کہ وہ کون شخص ہے جس پر (دنیا میں) ایسا عذاب آیا چاہتا ہے جو اس کو رسوا کر دے اور (بعد مرگ) اس پر دائمی عذاب نازل ہوتا ہے (غرض اسی طرح کے مکالمات اور معاملات ہوا کرتے) یہاں تک کہ جب ہمارا حکم (عذاب کا قریب) آ پہنچا اور زمین سے پانی ابلنا شروع ہوا (اور یہ علامت تھی طوفان شروع ہو جانے کی اور اوپر سے برسنا شروع ہوا اس وقت) ہم نے (نوح علیہ السلام سے) فرمایا کہ ہر قسم (کے جانوروں) میں سے (جو کہ انسان کے کار آمد ہیں اور پانی میں زندہ نہیں رہ سکتے) ایک ایک نر اور ایک ایک مادہ یعنی دو عدد اس (کشتی) میں چڑھا لو اور اپنے گھر والوں کو بھی (چڑھا لو) باستثناء اس کے جس پر (غرق ہونے کا) حکم نافذ ہو چکا ہے (یعنی ان میں جو کافر ہو جن کی نسبت اِنَّہُمۡ مُّغۡرَقُوۡنَ ۞ کہہ دیا گیا ہے اس کو سوار مت کرنا) اور (گھر والوں کے علاوہ) دوسرے ایمان والوں کو بھی (سوار کرلو) اور بجز قلیل آدمیوں کے ان کے ساتھ کوئی ایمان نہ لایا تھا (بس انہی کے سوار کرنے کا حکم ہو گیا) اور نوح (علیہ السلام) نے (سب جانوروں کو سوار کر کے اپنے متبعین سے) فرمایا کہ (آؤ) اس کشتی میں سوار ہو جاؤ (اور غرق سے کچھ اندیشہ مت کرنا کیونکہ) اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا (سب) اللہ ہی کے نام سے ہے (اور وہی اس کے محافظ ہیں پھر اندیشہ کیوں کیا جاوے اور گو بندوں کے گناہ مقتضی غرق کو ہیں مگر) بالیقین میرا رب غفور رحیم ہے (وہ اپنی رحمت سے گناہ بھی بخش دیتا ہے اور حفاظت بھی فرماتا ہے غرض سب کشتی پر سوار ہو گئے اور اس اثناء میں پانی بڑھ گیا) اور وہ کشتی ان کو لے کر پہاڑ جیسی موجوں میں چلنے لگی اور نوح (علیہ السلام) نے اپنے (ایک سگے یا سوتیلے) بیٹے کو (جس کا نام کنعان تھا اور وہ باوجود فہمائش کے ایمان نہ لایا تھا اور بوجہ ایمان نہ لانے کے کشتی میں سوار نہ کیا گیا تھا اور اسوقت کشتی کنارہ کے قریب ہی تھی اور وہ کنارہ پر موجود تھا بطور آخری دعوت کے) پکارا اور وہ (کشتی سے) علیحدہ مقام پر تھا کہ اے میرے پیارے بیٹے (کشتی میں سوار ہونے کی شرط کہ ایمان ہے بجا لا کر جلدی) ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور (عقیدہ میں) کافروں کے ساتھ مت ہو (یعنی کفر کو چھوڑ دے کہ غرق سے بھی بچ جاوے) وہ کہنے لگا کہ میں ابھی کسی پہاڑ کی پناہ لے لوں گا جو مجھ کو پانی (میں غرق ہونے) سے بچا لے گا (کیونکہ وہ وقت ابتدائے طوفان کا تھا پہاڑوں کے اوپر پانی نہ پہنچا تھا) نوح (علیہ السلام) نے فرمایا کہ آج اللہ کے قہر سے کوئی بچانے والا نہیں (نہ پہاڑ اور نہ اور کوئی چیز) لیکن جس پر وہی رحم کرے (تو اس کو خود ہی بچا لے غرض کنعان اس وقت بھی ایمان نہ لایا اور پانی زور و شور کے ساتھ اس طرح بڑھ گیا) اور دونوں (باپ بیٹوں) کے بیچ میں ایک موج حائل ہو گئی پس وہ (بھی مثل دوسرے کافروں کے) غرق ہو گیا۔

ف: ہر چند کہ بعض عدم عموم طوفان کے قائل ہوئے ہیں لیکن ظاہر آیات سے جن کو ماؤل کہنا بعید ہے عموم معلوم ہوتا ہے قال تعالیٰ: وَجَعَلۡنَا ذُرِّیَّتَہٗ ہُمُ الۡبٰقِیۡنَ [الصّٰفّٰت: ۷۷] وَقَالَ نُوۡحٌ رَّبِّ لَا تَذَرۡ عَلَی الۡاَرۡضِ مِنَ الۡکٰفِرِیۡنَ دَیَّارًا [نوح: ۲۶] اور عموم طوفان پر ظاہرا جو بعض اشکالات واقع ہوتے ہیں سب کے جواب قریب ہیں مثلاً یہ کہ تمام انواع حیوانات کے ایک متعارف مقدار کی کشتی میں کیسے سا سکتے ہیں جس کا جواب یہ ہے کہ جو پانی میں رہ سکتے ہیں وہ یقیناً خارج ہیں جو محتاج تناسل نہیں وہ خارج ہیں) رہے اور اقسام سو ان میں سے ممکن ہے کہ وہی سوار کئے گئے ہوں جن سے انسانی حاجت متعلق ہوئی ہے جیسے ماکولات و مرکوبات و عوامل و حوامل تا کہ بعد ختم طوفان کے بقیہ افراد انسانی کو تکلیف نہ ہو سو ایسے جانور بہت قلیل ہیں ہر ایک کا ایک جوڑا رکھنا کچھ مشکل نہیں اور جن سے حاجت انسانی متعلق نہیں ہے جیسے سباع وغیرہ وہ سوار نہ کئے گئے ہوں اور ان کو اللہ تعالیٰ نے دوبارہ پیدا کر دیا ہو یا یہ کہ بطور خرق عادت کے اسی کشتی میں ان کی بھی جگہ ہوگئی ہو اور مثلاً یہ اشکال کہ نابالغ بچے کیسے غرق کئے گئے جس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ چند روز پہلے توالد و تناسل بند ہو گیا ہو پس پرانے نابالغ بالغ ہو گئے ہوں اور نیا نابالغ پیدا نہ ہوا ہو جیسا کہ روح المعانی میں عبداللہ بن زیاد بن سمعان سے بروایت اسحٰق بن بشیر و ابن عساکر کے نقل بھی کیا ہے کہ چالیس سال قبل سے توالد و تناسل بند ہو گیا تھا اور یا یہ کہ وہ بچے بڑے ہو کر کافر ہونے والے تھے جیسا لَنۡ یُّؤۡمِنَ الخ سے مفہوم ہوتا ہے پس ان کا غرق ہو جانا ان کے لئے

موجب رحمت ہوا کہ کفر سے اور اس کے ثمرہ سے بچ گئے اور مثلاً یہ اشکال کہ اور جانوروں نے کیا خطا کی تھی جس کا جواب یہ ہے کہ وہ طوفان کفار کے حق میں عذاب تھا اور بہائم کے لئے بمنزلہ موت طبعی کے تھا جو ہر روز واقع ہوا کرتی ہے اس کے لئے خطاوار ہونے کی ضرورت نہیں خوب سمجھ لو اور کشتی میں جو اہل ایمان سوار تھے ان کے عدد میں اختلاف ہے سب سے بڑا عدد یہ ہے کہ اسّی مرد تھے اور اسّی عورتیں مگر نسل ان سب کی نہیں چلی اب تمام عالم کے آدمی صرف نوح علیہ السلام کی اولاد ہیں واللہ اعلم اور کشتی بنانے میں دو قول ہیں ایک یہ کہ بتعلیم خداوندی خود نوح علیہ السلام نے بنائی اور ایک یہ کہ کاریگروں سے بنوائی اور کنعان کو بعض نے کہا ہے کہ ان ہی کا بیٹا تھا بعض نے کہا کہ ان کا ربیب یعنی بیوی کا بیٹا تھا اور چونکہ بعض اہل سیر نے ان کی بی بی کا بھی کشتی میں موجود ہونا روایت کیا ہے اور قرآن میں ان کی بی بی کا کافر ہونا اور کافر کا نجات نہ پانا مذکور ہے اس لئے بعض علماء قائل ہوئے ہیں کہ ان کی ایک بی بی مؤمن تھی اور ایک کافر۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ اس میں دلالت ہے اس پر کہ جواب بالمثل سے انتقام لینا مکارم اخلاق کے منافی نہیں ۱۲ قولہ تعالیٰ: وَ نَادٰى نُوْحُ (الی قولہ تعالی) ارْكَبْ (مع قولہ تعالی) لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اس میں دلیل ہے اس پر کہ اسباب ماذون فیہا کی مباشرت توکل کے مخالف نہیں جیسے کشتی نوح میں سوار ہونا البتہ اسباب غیر ماذون فیہا کی مباشرت منافی توکل ہے جیسے کنعان کا پہاڑ کی پناہ لینا ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله في** ف جیسا میں نے الخ هذا احد المتحملين في تقرير الآية والثاني وهو دقيق اني لما جئتكم بدلائل مفحمة فلو فرض اني مفتر لكنكم لا تواخذون على اتباعي وهو مبني على ان من لم يال جهدا ثم اخطأ الحق فهو معذور كما ذكرت شيئا في هذه المسئلة في سورة الاعراف تحت آية يٰبني آدم قد انزلنا عليكم لباسا الخ فانظر ولا تذكر للعامة فيثبوا عليك ۱۲۔ ۲ **قوله** في قال ان تسخروا فرماتے اشارة الى استمرار هذا القول باستمرار سخريتهم المدلول عليه بقوله كلما مر الخ ۱۲۔ ۳ **قوله** في احمل فيها کشتی بتاويل الفلك بالسفينة ۱۲۔ ۴ **قوله** ومن آمن اوردوسرے اشارة الى التعميم بعد التخصيص وافرد الاهل مع شمول من امن لهم ايذانا بشرفهم ۱۲۔ ۵ **قوله** يا بني پیارے لان التصغير للشفقة ۱۲۔
۶ **قوله** في امر الله قهر خصص الامر بقرينة المقام ۱۲۔ ۷ **قوله** في الا من رحم لیکن جس پر الخ اشارة الى كون الاستثناء منقطعا ۱۲۔

اللغات: قوله التنور وجه الارض كذا في القاموس قلت هذا التفسير احسن لانه عام للتنور المتعارف وغيره فيصح على جميع الاقوال وهو مروي في الدر عن ابن عباس رضي الله عنهما ايضا ۱۲۔

النحو: قوله الا من قد آمن بمعنى غير فلا يرد ان ايمان من آمن في المستقبل لا معنى له قوله باعيننا الباء للملابسة فصح دخولها على الاعين والوحي وان تفاوت وجه التلبس فيهما قوله من كل زوجين اثنين هو بدل من زوجين زاده لئلا يتوهم ان المراد بالزوج مجموع الذكر والانثى فيلزم على هذا ان يكون المحمول اربعا من كل وفي قراءة باضافة كل فاثنين مفعول لا حمل قوله الا من رحم استثناء منقطع اى فهو المعصوم دل عليه المقام قوله بسم الله متعلق بمجراها و مرسٰها ومعنى الاستعانة باسم الله تعالى بالله تعالى او يكون المراد تسبب مبادي اسمائه تعالى من القدرة والارادة والامر للجريان والرسو فافهم فاطلق الاسم على المبدأ ۱۲۔

البلاغة: وانا بريء لم يصرح بشرطه اى افتريتم لتحققه يقينا والشرط يقتضي التردد قوله ان افتريته معناه ان ثبت اني افتريته لان الافتراء المفروض ههنا ماض والشرط يخلص الاستقبال كذا في الروح قوله كما تسخرون التشبيه في نفس الوقوع والا فالتفاوت بالحقيقة البطلان متحقق البتة ۱۲۔

وَ قِيْلَ يٰۤاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَ يٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَ غِيْضَ الْمَآءُ وَ قُضِيَ الْاَمْرُ وَ اسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَ قِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَ نَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ وَ اِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَ اَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۴۵﴾ قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنِّيْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْۤ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ وَ اِلَّا تَغْفِرْ لِيْ وَ تَرْحَمْنِيْۤ اَكُنْ مِّنَ

الْخٰسِرِيْنَ ﴿۴۷﴾ قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ۭ وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ

ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴۸﴾ تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَاۗءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ

قَبْلِ هٰذَا ۛ فَاصْبِرْ ۛ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۹﴾ؑ

اور (جب کفار غرق ہو چکے تو) حکم ہو گیا کہ اے زمین اپنا پانی جو کہ تیری سطح پر موجود ہے نگل جا اور اے آسمان (برسنے سے) تھم جا۔ (چنانچہ دونوں امر واقع ہو گئے اور پانی گھٹ گیا اور قصہ ختم ہوا اور کشتی (کوہ) جودی پر آ ٹھہری اور کہہ دیا گیا کہ کافر لوگ رحمت سے دور اور (جب) نوح نے اپنے رب کو پکارا اور عرض کیا کہ اے میرے رب میرا یہ بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے اور آپ کا (یہ) وعدہ بالکل سچا ہے اور آپ احکم الحاکمین (اور بڑی قدرت والے) ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے نوحؑ یہ شخص (ہمارے علم ازلی میں) تمہارے (ان) گھر والوں میں نہیں (جو ایمان اور نجات پائیں گے بلکہ) یہ (خاتمہ تک) تباہ کار (یعنی کافر رہنے والا) ہے۔ سو مجھ سے ایسی (مشکل) چیز کی درخواست نہ کرو جس کی تم کو خبر نہیں۔ تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ تم (آئندہ) نادان نہ بن جانا (یعنی ایسی دعا نادانی کی بات ہے) انہوں نے عرض کیا کہ اے میرے رب میں اس امر سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں کہ (آئندہ) آپ سے ایسے امر کی درخواست کروں جس کی مجھ کو خبر نہ ہو اور گزشتہ گناہ معاف کر دیجئے کیونکہ اگر آپ میری مغفرت نہ مانیں گے اور مجھ پر رحم نہ فرمائیں گے تو میں بالکل تباہ ہی جاؤں گا۔ کہا گیا کہ اے نوحؑ (اب جودی پر سے زمین پر) اترو۔ ہماری طرف سے سلام اور برکتیں لے کر جو تم پر نازل ہوں گی اور ان جماعتوں پر کہ تمہارے ساتھ ہیں اور بہت سی ایسی جماعتیں بھی ہوں گی کہ ہم ان کو (دنیا میں) چند روز عیش دیں گے پھر آخرت میں ان پر ہماری طرف سے سزائے سخت واقع ہوگی۔ یہ قصہ (آیت کے اعتبار سے) منجملہ اختیار غیب کے ہے جس کو ہم وحی کے ذریعہ سے آپ کو پہنچاتے ہیں اس (قصہ) کو اس (ہمارے بتلانے) کے قبل نہ آپ جانتے تھے اور آپ کی قوم سو صبر کیجئے یقیناً نیک انجامی متقیوں ہی کیلئے ہے۔ ۞

تفسیر: ظاہر ہے۔ **قصہ فروشدن طوفان** ☆ وَقِيْلَ يٰٓاَرْضُ ابْلَعِيْ مَاۗءَكِ (الی قولہ تعالیٰ) بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾ اور (جب کفار سب غرق ہو چکے تو) حکم ہو گیا کہ اے زمین اپنا پانی (جو کہ تیری سطح پر موجود ہے) نگل جا اور اے آسمان (برسنے سے) تھم جا (چنانچہ دونوں امر واقع ہو گئے) اور پانی گھٹ گیا اور قصہ ختم ہوا اور کشتی (کوہ) جودی پر آ ٹھہری اور کہہ دیا گیا کہ کافر لوگ رحمت سے دور **ف**: اس سے معلوم ہوا کہ طوفان کا پانی پہاڑ سے اونچا تھا اور قصہ ختم ہونے میں سب باتیں آ گئیں نوح علیہ السلام کی نجات کافروں کا غرق اور طوفان کا فرو ہو جانا اور بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾ شاید اس لئے فرمایا گیا ہو کہ عبرت تازہ ہو جاوے کہ کفر کا یہ وبال ہے تا کہ آئندہ والے اس سے بچے رہیں اور جودی کی تحقیق فتح المنان میں دیکھ لی جاوے۔ **ربط**: ظاہر ہے۔

دعائے نوح علیہ السلام و جواب باری تعالیٰ ☆ وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ (الی قولہ تعالیٰ) وَاِلَّا تَغْفِرْ لِيْ وَتَرْحَمْنِيْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۴۷﴾ اور (جب) نوح (علیہ السلام نے کنعان کو ایمان لانے کے لئے فرمایا اور اس نے نہ مانا تو اس کے غرق ہونے کے قبل (انہوں) نے (اس امید پر کہ شاید حق تعالیٰ اپنی قدرت سے اس کے دل میں ایمان القاء فرما دے اور یہ ایمان لے آوے) اپنے رب کو پکارا اور عرض کیا کہ اے میرے رب میرا یہ بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے اور آپ کا (یہ) وعدہ بالکل سچا ہے (گھر والوں میں جو ایمان لائے ہیں ان کو بچا لوں گا) اور (گو یہ سر دست ایمان والا اور مستحق نجات نہیں ہے لیکن) آپ احکم الحاکمین (اور بڑی قدرت والے) ہیں (اگر آپ چاہیں تو اس کو مومن بنا دیں تا کہ یہ بھی اس وعدہ حقہ کا محل بن جاوے خلاصہ معروض کا دعاء تھی اس کے مومن ہونے کے لئے) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے نوح یہ شخص (ہمارے علم ازلی میں) تمہارے (ان) گھر والوں میں نہیں (جو ایمان لا کر نجات پاویں گے یعنی اس کی قسمت میں ایمان نہیں بلکہ) یہ (خاتمہ تک) تباہ کار (یعنی کافر رہنے والا) ہے سو مجھ سے ایسی چیز کی درخواست مت کرو جس کی تم کو خبر نہیں (یعنی ایسے امر محتمل کی دعا مت کرو) میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ تم (آئندہ) نادان نہ بن جاؤ (یعنی ایسی دعا نادانی کی بات ہے) انہوں نے عرض کیا کہ اے میرے رب میں اس امر سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں کہ (آئندہ) آپ سے ایسے امر کی درخواست کروں جس کی مجھ کو خبر نہ ہو اور (گزشتہ معاف کر دیجئے کیونکہ) اگر آپ میری مغفرت نہ فرماویں گے اور مجھ پر رحم نہ فرماویں گے تو میں تو بالکل تباہ ہی ہو جاؤں گا۔ **ف**: وعدہ نجات مومنین اِحْمِلْ فِيْهَا سے مستفاد ہوتا ہے اِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ میں یہی مراد ہے اور اللہ تعالیٰ نے اهلك کے ساتھ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ فرما دیا تھا اور اس کا مصداق متعین فرمایا نہ تھا اور یہ عدم تعیین واقع میں اس لئے تھی کہ یہ انجاء یا اغراق تک مبہم رہے بجز ہمارے کسی کو اس کی اطلاع نہ ہو کہ کون مومن ہوگا کون کافر اور اس عدم اطلاع میں کوئی حکمت ہوگی پس در پردہ اس میں ایسے مشتبہ کے حق میں دعاء کرنے کی بھی ممانعت تھی اور لَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا میں بھی ظلم سے مراد ظلم فی علمنا تھا جو کہ عام تھا متیقن و مشتبہ کو مگر نوح علیہ السلام یوں سمجھے کہ ظَلَمُوْا سے مراد ظلموا فی علم نوح اور سَبَقَ الْقَوْلُ سے بھی مراد سبق فی علم نوح یعنی متیقن الکفر مراد ہے پس چونکہ کنعان متیقن الکفر الی الموت نہ تھا یعنی معلوم الکفر نہ تھا البتہ غیر معلوم الایمان تھا جس کو جواب میں مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ سے تعبیر فرمایا گیا ہے اس لئے دعاء کر

دی اور چونکہ بتفسیر مذکوراس کے لئے دعاء کی اجازت نہ تھی اس لئے نصیحت کی گئی کہ آئندہ ایسا نہ کرنا کہ ہم جس کو مبہم رکھنا چاہیں اس میں درخواست کرو اور اگر شبہ ہو کہ لَنْ يُّؤْمِنَ سے اس کا متیقن الکفر ہونا معلوم ہوتا ہے پھر کیوں دعا کی۔ جواب یہ ہے کہ وہ باعتبار قوم کے ہے اہل کے اعتبار سے ہونا ثابت نہیں پس عصمت نوح علیہ السلام میں کوئی اشکال نہ رہا وهذا التقرير لهذا المقام من مواهب الله العلام۔ ربط: ظاہر ہے۔

خاتمہ قصہ ☆ قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ (الی قولہ تعالی) عَذَابٌ اَلِيْمٌ (جب جودی پر کشتی ٹھہرنے کے چندروز بعد پانی بالکل اتر گیا اس وقت نوح علیہ السلام سے) کہا (یعنی اللہ تعالیٰ نے خود یا کسی فرشتے کے ذریعہ سے ارشاد فرمایا) کہ اے نوح (اب جودی پر سے زمین پر) اترو ہماری طرف سے سلام اور برکتیں لے کر جو تم پر نازل ہوں گی اور ان جماعتوں پر کہ تمہارے ساتھ ہیں (کیونکہ ساتھ والے سب مسلمان تھے اور اس علت کے اشتراک سے قیامت تک کے مسلمانوں پر بھی سلام و برکات کا نزول معلوم ہو گیا) اور (چونکہ یہ کلام بعد والے مسلمانوں پر برکات نازل ہونے پر دلالت کرتا ہے اور بعد والوں میں سے بعضے کافر بھی ہوں گے اس لئے ان کا حال بھی بیان فرماتے ہیں کہ) بہت سے ایسی جماعتیں بھی ہوں گی کہ ہم ان کو (دنیا میں) چندروز عیش دیں گے پھر (آخرت میں) ان پر ہماری طرف سے سزائے سخت واقع ہو گی۔

ربط: قصہ نوح علیہ السلام کو ختم کر کے منجملہ فوائد قصص کے دو فائدے بیان فرماتے ہیں دلالت نبوت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور تسلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

بعضے فوائد قصۂ مذکورہ ☆ تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ (الی قولہ تعالی) اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ یہ قصہ (آپ کے اعتبار سے) منجملہ اخبار غیب کے ہے جس کو ہم وحی کے ذریعہ سے آپ کو پہنچاتے ہیں اس (قصہ) کو اس (ہمارے بتلانے) کے قبل نہ آپ جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم جانتی تھی اس اعتبار سے غیب تھا اور بجز وحی کے دوسرے سب اسباب علم کے یقیناً مفقود ہیں بس ثابت ہو گیا کہ آپ کو وحی کے ذریعہ سے معلوم ہوا ہے اور یہی نبوت ہے لیکن یہ لوگ بعد ثبوت نبوت کے بھی آپ سے مخالفت کرتے ہیں) سو صبر کیجئے (جیسا اس قصہ میں نوح علیہ السلام کا صبر آپ کو معلوم ہوا ہے) یقیناً نیک انجامی متقیوں ہی کے لئے ہے (جیسا نوح علیہ السلام کے قصہ میں معلوم ہوا کہ کفار کا انجام برا ہے اور مسلمانوں کا انجام اچھا ہو گا اسی طرح ان کفار کا چندروزہ زور وشور ہے پھر اخیر میں غلبہ حق ہی کو ہو گا)۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ روح میں ہے کہ اس میں اشارہ ہے اس طرف کہ جب شرف نسب کے ساتھ صلاح نہ ہو وہ کالعدم ہے ۱۲ قولہ تعالیٰ: فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ یعنی جس کے صواب وغیر صواب ہونے کا علم نہ ہو تو یہ مشتبہ الحال دعاء سے نہی ہے اور جو امر معلوم الفساد ہو اس کی دعاء سے نہی بدرجہ اولیٰ مفہوم ہو گی کذا فی الروح اور اس سے ہمارے زمانہ کے مشائخ کی دعاؤں کا حال معلوم ہوتا ہے کہ ان سے جس امر کے لئے دعا کی درخواست کی جاوے وہ اس کے لئے دعا کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں اسی طرح بعض سالکین بعض احوال ومواجید کی دعا کرتے ہیں حالانکہ ان کا ضرر ونفع کچھ معلوم نہیں ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله فی الغیب آپ کے اعتبار سے اشارة الی ان الغیب فی الآیة اضافی کما اوضحه فی ترجمة ولا قولك فافهم ۱۲۔

فائدہ: الاقسام المختلفة عقلا ههنا اربعة المسلمون الحاضرون والمسلمون الغائبون والكافرون الحاضرون والكافرون الغائبون فالاول منطوق لفظاً والثانی مفهوم معنىً والثالث منتفٍ تحققا والرابع كالاول فافهم فلا يرد ذكر بعض و عدم ذكر آخرين ۱۲۔

فائدة متعلقة بالآية الاولىٰ: فی الكشاف بعد ذكر شئ من اللطائف مالخصه ولما ذكرنا من المعانی والنكت استفصح علماء البيان هذه الاية ورقصوا لها رؤسهم اه وان اشتقت الى نبذ منها فانظر فی روح المعانی ۱۲۔

فوائد متعلقه بالآيات الاخر: الاولىٰ زاد فی الدعاء بايمان ابنه انه من اهلی مع ان الدعاء كان يمكن بدونه تقريبا للدعاء الى القبول وتاكيدا للشفاعة وايضًا لاجل ان من لم يؤمن من قومه قد اقنط من ايمانه بقوله لن يؤمن فاشار بالزيادة الى انی لا ادعوا لمن هو كافر باليقين وانما ادعوا لمحتمل ۱۲۔ الثانية لما كان الايمان عملا صالحا صح ارادة الكفر بعمل غير صالح ومعناه ذو عمل غير صالح ۱۲۔ الثالثة قوله اعظك نص فی عدم العتاب ۱۲۔ الرابعة قوله احكم الحاكمين معنى الحكم فيه كمعناه فی قوله والله يحكم لا معقب لحكمه ۱۲۔ الخامسة قوله ما ليس لك به علم ظن نوح عليه السلام جواز السوال لمن لم يعلم بكفره فنبه على تخصيص الجواز بمن يعلم بعدم كفره فيما نهى فيه عن السوال عن المشتبه لحكمة ما مطلقا لان الانبياء كانوا يسألون الهداية لكفار قومهم ۱۲۔

اَلنَّحْو : قوله بعدا هلاكا مفعول مطلق عامله بعد واو اللام صلة للمصدر ١٢۔ قوله ممن معك من بيانية والامم هم الذين كانوا معه سماهم امما اما للتفخيم لاسلامهم واما لكونهم جماعات متفرقة قوله وامم مبتدأ خبره محذوف اى ومن الناس امم ولو بعد هؤلاء قوله نوحيها حال من انباء وما كنت تعلمها خبر ثان لتلك ولذا قيل فى ترجمة الاول جن کو وفى الثانى اس کو ١٢۔

وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ ﴿۵۰﴾ یٰقَوْمِ لَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى الَّذِیْ فَطَرَنِیْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَ یٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِ یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ مِّدْرَارًا وَّ یَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَ لَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِیْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا یٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَیِّنَةٍ وَّ مَا نَحْنُ بِتَارِكِیْۤ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَ مَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِیْنَ ﴿۵۳﴾ اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ؕ قَالَ اِنِّیْۤ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَ اشْهَدُوْۤا اَنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِیْدُوْنِیْ جَمِیْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۵۵﴾ اِنِّیْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّیْ وَ رَبِّكُمْ ؕ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهَا ؕ اِنَّ رَبِّیْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۵۶﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّاۤ اُرْسِلْتُ بِهٖۤ اِلَیْكُمْ ؕ وَ یَسْتَخْلِفُ رَبِّیْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ ۚ وَ لَا تَضُرُّوْنَهٗ شَیْـًٔا ؕ اِنَّ رَبِّیْ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظٌ ﴿۵۷﴾ وَ لَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّیْنَا هُوْدًا وَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَ نَجَّیْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِیْظٍ ﴿۵۸﴾ وَ تِلْكَ عَادٌ ۫ جَحَدُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ وَ عَصَوْا رُسُلَهٗ وَ اتَّبَعُوْۤا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ ﴿۵۹﴾ وَ اُتْبِعُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا لَعْنَةً وَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ﴿۶۰﴾ ع ۵

اورہم نے (قوم) عاد کی طرف ان کے (برادری یا وطن کے) بھائی (حضرت ہود علیہ السلام) کو پیغمبر بنا کر بھیجا انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا اے میری قوم تم (صرف) اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا کوئی تمہارا معبود (ہونے کے قابل) نہیں تم محض مفتری ہو۔ اے میری قوم میں نے تم سے اس (تبلیغ) پر کچھ معاوضہ نہیں مانگا میرا معاوضہ تو صرف اس (اللہ کے ذمہ ہے) جس نے مجھ کو عدم محض سے پیدا کیا پھر کیا تم نہیں سمجھتے اور اے میری قوم تم اپنے گناہ (کفر وشرک وغیرہ) اپنے رب سے معاف کراؤ (یعنی ایمان لاؤ اور) پھر (ایمان لاکر) اس کی طرف متوجہ رہو وہ تم پر خوب بارشیں برسائے گا اور ایمان وعمل کی برکت سے تم کو اور قوت دے کر تمہاری قوت (موجودہ) میں ترقی کردے گا (پس ایمان لے آؤ) اور مجرم رہ کر (ایمان سے اعراض مت کرو) ان لوگوں نے جواب دیا کہ اے ہود آپ نے ہمارے سامنے کوئی دلیل تو پیش کی نہیں اور ہم آپ کے (مجرد) کہنے سے تو اپنے معبودوں (کی عبادت) کو چھوڑنے والے ہیں نہیں اور ہم کسی طرح آپ کا یقین کرنے والے نہیں (اور) ہمارا قول تو یہ ہے کہ ہمارے معبودوں میں سے کسی نے آپ کو کسی خرابی میں (مثل جنون وغیرہ کے) مبتلا کردیا ہے۔ ہودؑ نے فرمایا کہ میں (علی الاعلان) اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور تم بھی (سن لو اور) گواہ رہو کہ میں ان چیزوں سے (بالکل) بیزار ہوں جن کو تم خدا کے سوا شریک (عبادت) قرار دیتے ہو۔ سو تم (اور وہ) سب مل کر میرے ساتھ (ہر طرح کا) داؤ گھات کرلو (اور) پھر ذرا مجھ کو مہلت نہ دو میں نے اللہ پر توکل کرلیا ہے جو میرا بھی مالک ہے اور تمہارا بھی مالک ہے جتنے روئے زمین پر چلنے والے ہیں سب کی چوٹی اس نے پکڑ رکھی ہے۔ یقیناً میرا رب صراط مستقیم پر (چلنے سے ملتا) ہے۔ پھر اگر (اس بیان بلیغ کے بعد بھی) تم (راہ حق سے) پھرے رہو گے تو میں تو (معذور سمجھا جاؤں گا کیونکہ) جو پیغام دے کر مجھ کو بھیجا گیا تھا وہ تم کو پہنچا چکا ہوں اور تمہاری جگہ میرا رب دوسرے لوگوں کو زمین میں آباد کردے گا اور اس کا تم کچھ نقصان نہیں کررہے۔ بالیقین میرا رب ہر شے کی نگہداشت کرتا ہے اور (سامان عذاب شروع ہوا سو) جب ہمارا حکم (عذاب کے لئے) پہنچا ہم نے ہودؑ کو اور جو ان کے ہمراہ اہل ایمان تھے ان کو اپنی عنایت سے (اس عذاب سے) بچالیا اور ان کو (کیسی چیز سے بچالیا) ایک بہت ہی سخت عذاب سے بچالیا اور یہ (جن کا ذکر ہوا) قوم عاد تھی جنہوں نے اپنے رب کی آیات سے انکار کیا اور اس کے رسولوں کا کہنا نہ مانا اور تمام تر ایسے لوگوں کے کہنے پر چلتے رہے جو ظالم اور ضدی تھے اور ان افعال کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس دنیا میں بھی لعنت ان کے ساتھ ساتھ رہی اور قیامت کے دن بھی خوب سن لو قوم عاد نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا۔ خوب سن لو رحمت سے دوری ہوئی (دونوں جہاں میں) عاد کو جو کہ ہودؑ کی قوم تھی۔ ۞

تفسیر ربط: قصہ نوح علیہ السلام کے بعد حضرت ہود علیہ السلام اور قوم عاد کا قصہ آتا ہے۔

قصہ عاد قوم ہود علیہ السلام ☆ وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ۘ (الی قولہ تعالی) اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ۝ اور ہم نے (قوم) عاد کی طرف ان کے (برادری یا وطن کے) بھائی (حضرت) ہود (علیہ السلام) کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا (انہوں نے اپنی قوم سے) فرمایا اے میری قوم تم (صرف) اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود ہونے کے قابل) نہیں تم (اس بت پرستی کے اعتقاد میں) محض مفتری ہو (کیونکہ اس کا باطل ہونا دلیل سے ثابت ہے) اے میری قوم (میری نبوت کی علاوہ ثبوت بالدلیل کے اس امر سے مزید تائید ہوتی ہے کہ) میں تم سے اس (تبلیغ) پر کچھ معاوضہ نہیں مانگتا میرا معاوضہ تو صرف اس (اللہ) کے ذمہ ہے جس نے مجھ کو (عدم محض سے) پیدا کیا پھر کیا تم (اس کو) نہیں سمجھتے (کہ دلیل مصحح نبوت موجود اور مانع صحت نبوت یعنی خود غرضی مرتفع پھر نبوت میں شبہ کی کیا وجہ) اور اے میری قوم تم اپنے گناہ (کفر و شرک وغیرہ) اپنے رب سے معاف کراؤ (یعنی ایمان لاؤ اور) پھر ایمان لا کر اس کی طرف (عبادت سے) متوجہ رہو (یعنی عمل صالح کرو پس ایمان و عمل صالح کی برکت سے) وہ تم پر خوب بارشیں برسا دے گا (درمنثور میں ہے کہ عاد پر تین سال متواتر قحط ہوا تھا اور ویسے بھی بارش مطلوب ہے) اور (ایمان و عمل کی برکت سے) تم کو اور قوت دے کر تمہاری قوت (موجودہ) میں ترقی کر دے گا (پس ایمان لے آؤ اور مجرم رہ کر (ایمان سے) اعراض مت کرو ان لوگوں نے جواب دیا کہ اے ہود آپ نے ہمارے سامنے (اپنے رسول من اللہ ہونے کی) کوئی دلیل تو پیش کی نہیں (یہ قول ان کا عناداً تھا) اور ہم آپ کے (مجرد) کہنے سے تو اپنے معبودوں (کی عبادت) کو چھوڑنے والے ہیں نہیں اور ہم کسی طرح آپ کا یقین کرنے والے نہیں (اور) ہمارا قول تو یہ ہے کہ ہمارے معبودوں میں سے کسی نے آپ کو کسی خرابی میں (مثل جنون وغیرہ کے) مبتلا کر دیا ہے (چونکہ آپ نے ان کی شان میں گستاخی کی انہوں نے باؤلا کر دیا اس لئے ایسی بہکی بہکی باتیں کرتے ہو کہ خدا ایک ہے میں نبی ہوں) ہود (علیہ السلام) نے فرمایا کہ (تم جو کہتے ہو کسی بت نے مجھ کو باؤلا کر دیا ہے تو) میں (علی الاعلان) اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور تم بھی (سن لو اور) گواہ رہو کہ میں ان چیزوں سے (بالکل بیزار ہوں جن کو تم خدا کے سوا شریک (عبادت) قرار دیتے ہو سو (میری عداوت اول تو پہلے سے ظاہر ہے اور اب اس تبری سے اور زیادہ مؤکد ہوگئی تو اگر ان بتوں میں کچھ قوت ہے تو) تم (اور وہ) سب مل کر میرے ساتھ (ہر طرح کا) داؤ گھات کر لو (اور) پھر مجھ کو ذرا مہلت نہ دو (اور کوئی کسر نہ چھوڑو دیکھوں تو سہی میرا کیا کر لیں گے اور جب وہ مع تمہارے کچھ نہیں کر سکتے تو اکیلے تو کیا خاک کر سکتے ہیں اور میں یہ دعویٰ اس لئے دل کھول کر کر رہا ہوں کہ بت تو محض عاجز ہیں ان سے تو اس لئے نہیں ڈرتا رہ گئے تم سو گو تم کو کچھ قدرت ہے لیکن میں تم سے اس لئے نہیں ڈرتا کہ) میں نے اللہ پر توکل کر لیا ہے جو میرا بھی مالک ہے اور تمہارا بھی مالک ہے۔ جتنے روئے زمین پر چلنے والے ہیں سب کی چوٹی اس نے پکڑ رکھی ہے (یعنی سب اس کے قبضے میں ہیں بے اس کے حکم کے کوئی کان نہیں ہلا سکتا اس لئے میں تم سے بھی نہیں ڈرتا اور اس تقریر سے ایک نیا معجزہ بھی ظاہر ہو گیا کہ ایک شخص تن تنہا ایسے بڑے بڑے زور آور لوگوں سے ایسی مخالفانہ باتیں کرے اور وہ اس کا کچھ نہ کر سکیں پس وہ جو کہتے تھے: مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ اس سے اس کا بھی ایک جواب ہو گیا کہ اگر معجزہ سابقہ سے قطع نظر کی جاوے تو لو یہ دوسرا معجزہ ہے پس نبوت پر دلیل قائم ہو گئی اور اس میں جو منشاء اشتباہ تھا اعتراك بعض الهتنا الخ اس کا جواب بھی ہو گیا پس نبوت ثابت ہو گئی اس سے توحید کا وجوب بھی ثابت ہو گیا جس کی طرف میں دعوت کرتا ہوں اور تمہارا کہنا مَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا الخ باطل ہو گیا اور صراط مستقیم یہی ہے اور) یقیناً میرا رب صراط مستقیم پر (چلنے سے ملتا) ہے (پس تم بھی اس صراط مستقیم کو اختیار کرو تا کہ مقبول و مقرب ہو جاؤ) پھر اگر (اس بیان بلیغ کے بعد بھی) تم (راہ حق سے) پھرے رہو گے تو میں تو (معذور سمجھا جاؤں گا کیونکہ) جو پیغام دے کر مجھ کو بھیجا گیا تھا وہ تم کو پہنچا چکا ہوں (لیکن تمہاری کم بختی آ دے گی کہ تم کو اللہ تعالیٰ ہلاک کر دے گا) اور تمہاری جگہ میرا رب دوسرے لوگوں کو اس زمین میں آباد کر دے گا (سو تم اس اعراض و کفر میں اپنا ہی نقصان کر رہے ہو) اور اس کا تم کچھ نقصان نہیں کر رہے (اور اگر اس اہلاک میں کسی کو یہ شبہ ہو کہ خدا کو کیا خبر کہ کون کیا کر رہا ہے تو خوب سمجھ لو کہ) بالیقین میرا رب ہر شئے کی نگہداشت کرتا ہے (اس کو سب خبر رہتی ہے غرض ان تمام حجتوں پر بھی ان لوگوں نے نہ مانا) اور (سامان عذاب شروع ہوا سو) جب ہمارا حکم (عذاب کے لئے) پہنچا (اور بادصرصر کا عذاب نازل ہوا تو) ہم نے ہود (علیہ السلام) کو اور جو ان کے ہمراہ اہل ایمان تھے ان کو اپنی عنایت سے (اس عذاب سے) بچا لیا اور ان کو (کیسی چیز سے بچا لیا) ایک بہت ہی سخت عذاب سے بچا لیا (آگے اوروں کو عبرت دلانے کے لئے فرماتے ہیں) اور یہ (جن کا ذکر ہوا) قوم عاد تھی جنہوں نے اپنے رب کی آیات (یعنی دلائل اور احکام) کا انکار کیا اور اس کے رسولوں کا کہنا نہ مانا اور تمام تر ایسے لوگوں کے کہنے پر چلتے رہے جو ظالم (اور) ضدی تھے اور (ان افعال کا یہ نتیجہ ہوا کہ) اس دنیا میں بھی لعنت ان کے ساتھ ساتھ رہی اور قیامت کے دن بھی (ان کے ساتھ رہے گی) چنانچہ دنیا میں اس کا اثر عذاب اہلاک تھا اور آخرت میں عذاب مخلد ہوگا) خوب سن لو قوم عاد نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا خوب سن لو (اس کفر کا یہ خمیازہ ہوا کہ) رحمت سے دوری ہوئی (دونوں جہان میں) عاد کو جو کہ ہود (علیہ السلام) کی قوم تھی۔ ف: یہ جو فرمایا کہ عاد نے رسولوں کا کہنا نہ مانا حالانکہ ان کے پاس صرف ہود علیہ السلام کا تشریف لانا ثابت ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ پیغمبر مسئلہ توحید میں سب متفق ہیں جب ہود علیہ السلام کا

کہنا نہ مانا تو جتنے پیغمبران سے پہلے گزرے تھے بلکہ جو آئندہ بھی ہوئے ان سب ہی کی مخالفت ہوئی اور احقر نے جو مَا جِئْتَنَا بِبَیِّنَةٍ میں کہا ہے کہ یہ قول ان کا عناداً تھا وجہ اس کی یہ ہے کہ معجزہ سے کوئی نبی خالی نہیں ہوا گو تعیین ہم کو نہ پہنچی ہو۔ چنانچہ حدیث میں ہے ما من نبی الا قد اعطی من الآیات ما مثله اٰمن علیه البشر متفق علیہ اور دوسرے معجزہ کی تقریر میں جو احقر نے لفظ تن تنہا کہا ہے مراد اس سے یہ ہے کہ ان کے مقابلہ کی ظاہری قوت نہ تھی گو چند مسلمان بھی اس وقت تک ساتھ ہو گئے ہوں پس یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ منافی ہے تن تنہا ہونے کے اور یہ جو ان کفار نے کہا تھا اعتراک یہ عقلاً بھی فاسد ہے کیونکہ نہی عن الشرک کی علت اعتراء کو بھی بتلاتے تھے اور اعتراء کی علت خود نہی عن الشرک کو قرار دیتے تھے پس یہ دور صریح ہے اور اگر کسی توجیہ سے دور کو دفع کیا جاوے تب بھی بطلان اس کا بدیہی ہے اور سورۂ مومنون کے رکوع سوم میں جس قوم کا ذکر ہے بعض نے اس کو عاد پر محمول کیا ہے اور اس میں عذاب صیحہ مذکور ہے سو ممکن ہے کہ یہ بھی ہوا ہو فقط۔ واللہ اعلم۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ : وَ یٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا (الی قوله تعالی) یَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ اس میں دلیل ہے اس پر کہ طاعات کو راحت دنیویہ وخوش عیشی میں بھی دخل ہے اور اس کا مشاہدہ ہو رہا ہے ۱۲۔ قولہ تعالیٰ : فَكِیْدُوْنِیْ جَمِیْعًا اس سے ہود علیہ السلام کا بڑا قوی توکل معلوم ہوتا ہے کیونکہ آپ ان تمام جبابرہ متمردین میں تنہا تھے پھر بھی آپ نے ان کی اور ان کے معبودوں کی کیسی مذمت کی اور ان کو کیسے مشتعل کیا۔ قولہ تعالیٰ وَعَصَوْا رُسُلَهٗ ایک رسول کے عصیان کو سب رسل کا عصیان اس لئے کہا گیا کہ مقصود سب کا واحد ہے اور اس میں اشارہ ہو گیا کہ بعض مقبولین پر انکار ایسا ہی ہے جیسے سب مقبولین پر کیونکہ ان سب کا مقصود ایک ہی ہے ۱۲ قولہ تعالیٰ : اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ۝۶۰ اس میں دلیل ہے اس پر کہ معاندین حق پر ہلاکت کی دعا کرنا کمال کے منافی نہیں ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله فی فطرنی عدم محض لانه الابداع ۱۲۔ ۲ قوله فی مجرمین رہ کر اشارة الی ارادة الاستمرار لان التولی والاجرام کان حاصلا من قبل ۱۲۔ ۳ قوله فی قولك مجرد دلیله قولهم ما جئتنا ۱۲۔ ۴ قوله فی بمؤمنین کسی طرح دلیله الباء ۱۲۔ ۵ قوله فی صراط چلنے سے هذا من المواهب فهو کقوله تعالی وعلی الله قصد السبیل بمعنی علیه قصد السبیل یصل الیه من یسلکه لا محالة کذا فی البیضاوی وقال فی الروح فی بیان اشارة آیة المقام انها تنتهی الی الحق آه وبه یتاید ما اخترته ۱۲۔ ۶ قوله فی تولوا پھرے رہو گے اشارة الی ارادة بمعنی الاستمرار ۱۲۔ ۷ قوله فی فقد ابلغتکم معذور اشارة الی حذف الجزاء واقامة سببه مقامه ۱۲۔ ۸ قوله فی عذاب غلیظ کیسی چیز اشار به الی فائدة الجملة الثانیة من قصد بیان ما منه النجاة کما قصد فی الاولی بیان من له النجاة ۱۲۔

اللغات: قوله اعتریٰ اصاب من عری یعرو واصله قصد عراه ای محله وناصیة کما فی قوله تعالیٰ نبذ بالعراء ۱۲۔ جحد و کفر کلاهما یتعدی بنفسه وبالباء ۱۲۔

النحو: قوله ان نقول معناه ان نقول قولا الا قولنا هذا اعتراك الخ قوله بسوء الباء للتعدیة ۱۲۔ قوله تلك بتاویل القبیلة قوله واتبعوا اعاد الیهم باعتبار البعض لان التابعین بعضهم والمتبوعون بعضهم فهو کقوله تعالیٰ واتبعوا من لم یزده ماله الخ وهو کنایة عن الملازمة کما ان الاتباع عدم المفارقة قوله قوم هود زاده اشارة الی ان ما حل بهم انما هو لمخالفتهم هوداً۔

وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِیْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِ ؕ اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ ۝۶۱ قَالُوْا یٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِیْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَاۤ اَتَنْهٰىنَاۤ اَنْ نَّعْبُدَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَاِنَّنَا لَفِیْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَاۤ اِلَیْهِ مُرِیْبٍ ۝۶۲ قَالَ یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَاٰتٰىنِیْ مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ یَّنْصُرُنِیْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَیْتُهٗ ۫ فَمَا تَزِیْدُوْنَنِیْ غَیْرَ تَخْسِیْرٍ ۝۶۳ وَیٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰیَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِیْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَیَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِیْبٌ ۝۶۴ فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِیْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ ؕ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَیْرُ مَكْذُوْبٍ ۝۶۵ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّیْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْیِ یَوْمِىِٕذٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ ۝۶۶ وَاَخَذَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الصَّیْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ

دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۝ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۭ اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَا۟ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ۭ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ۝۶۸

اور ہم نے (قوم) ثمود کے پاس ان کے بھائی صالحؑ کو پیغمبر بنا کر بھیجا انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا اے میری قوم تم (صرف) اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا کوئی تمہارا معبود (ہونے کے قابل) نہیں اس نے تم کو زمین (کے مادہ) سے پیدا کیا اور تم کو اس (زمین میں) آباد کیا تو تم اپنے گناہ (شرک وکفر وغیرہ) اس سے معاف کراؤ پھر (ایمان لا کر) اس کی طرف (عبادت سے) متوجہ رہو۔ بیشک میرا رب (اس شخص سے) جو قریب ہے قبول کرنے والا ہے۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ اے صالح تم اس کے قبل ہم میں ہونہار (معلوم ہوتے) تھے کیا تم ہم کو ان چیزوں کی عبادت سے منع کرتے ہو جن کی عبادت ہمارے بڑے کرتے آئے ہیں (یعنی تم اس سے منع مت کرو) اور جس دین کی طرف تم ہم کو بلا رہے ہو (یعنی توحید) واقعی ہم تو اس کی طرف سے بڑے (بھاری) شبہ میں ہیں جس نے ہم کو تردد میں ڈال رکھا ہے۔ آپ نے (جواب میں) فرمایا اے میری قوم بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی جانب سے دلیل پر قائم ہوں اور اس نے مجھ کو اپنی طرف سے رحمت (یعنی نبوت) عطا فرمائی ہو سو (اس حالت میں) اگر میں خدا کا کہنا مانوں تو یہ بتلاؤ (کہ) پھر مجھ کو خدا (کے عذاب) سے کون بچائے گا۔ تو تم سراسر میرا نقصان ہی کر رہے ہو اور اے میری قوم یہ اونٹنی ہے اللہ کی جو تمہارے لئے دلیل ہے سو اس کو چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھاتی پھرا کرے اور اس کو برائی (اور تکلیف دہی) کے ساتھ ہاتھ بھی مت لگانا کبھی تم کو فوری عذاب آ پکڑے۔ سو انہوں نے اس (اونٹنی) کو مار ڈالا تو صالح (علیہ السلام) نے فرمایا (خیر) تم اپنے گھروں میں تین دن اور بسر کر لو۔ یہ ایسا وعدہ ہے جس میں ذرا جھوٹ نہیں۔ سو جب ہمارا حکم (عذاب کے لئے) آ پہنچا۔ ہم نے صالح (علیہ السلام) کو اور جو ان کے ہمراہ اہل ایمان تھے ان کو اپنی عنایت سے (ان عذاب سے) بچا لیا اور اس دن کی بڑی رسوائی سے بچا لیا بے شک آپ کا رب ہی قوت والا غلبہ والا ہے اور ان ظالموں کو ایک نعرہ نے آ دبایا جس سے وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔ جیسے ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے۔ خوب سن لو (قوم) ثمود نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا۔ خوب سن لو رحمت سے ثمود کو دوری ہوئی۔ ۞

تفسیر: ربط: ثمود قوم صالح علیہ السلام کا قصہ آتا ہے۔

قصہ ثمود قوم صالح علیہ السلام ☆ وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا (الی قولہ تعالی) اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ۝ اور ہم نے (قوم) ثمود کے پاس ان کے بھائی صالح (علیہ السلام) کو پیغمبر بنا کر بھیجا انہوں نے (اپنی قوم سے) فرمایا اے میری قوم تم (صرف) اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود (ہونے کے قابل) نہیں (اس کا تم پر یہ انعام ہے کہ) اس نے تم کو زمین (کے مادہ) سے پیدا کیا اور تم کو اس (زمین) میں آباد کیا (یعنی ایجاد وابقاء دونوں نعمتیں عطا فرمائیں جن میں سب نعمتیں آ گئیں جب وہ ایسا منعم ہے) تو تم اپنے گناہ (شرک وکفر وغیرہ) اس سے معاف کراؤ (یعنی ایمان لاؤ اور) پھر (ایمان لا کر) اس کی طرف (عبادت سے) متوجہ رہو (یعنی عمل صالح کرو) بیشک میرا رب (اس شخص سے) قریب ہے (جو اس کی طرف متوجہ ہو اور اس شخص کی عرض) قبول کرنے والا ہے (جو اس سے گناہ معاف کراتا ہے) وہ لوگ کہنے لگے اے صالح تم تو اس کے قبل ہم میں ہونہار (معلوم ہوتے) تھے (یعنی ہم کو تم سے امید تھی کہ اپنی لیاقت و وجاہت سے فخر قوم اور ہمارے لئے مایہ ناز اور ہمارے سر پرست بنو گے افسوس اس وقت جو باتیں کر رہے ہو اس سے تو ساری امیدیں خاک میں ملتی نظر آتی ہیں) کیا تم ہم کو ان چیزوں کی عبادت سے منع کرتے ہو جن کی عبادت ہمارے بڑے کرتے آئے ہیں (یعنی تم اس سے منع مت کرو) اور جس دین کی طرف تم ہم کو بلا رہے ہو (یعنی توحید) واقعی ہم تو اس کی طرف سے بڑے (بھاری) شبہ میں ہیں جس نے ہم کو تردد میں ڈال رکھا ہے (کہ مسئلہ توحید ہمارے خیال ہی میں نہیں آتا) آپ نے (جواب میں) فرمایا اے میری قوم (تم جو کہتے ہو کہ تم توحید کی دعوت اور بت پرستی سے ممانعت مت کرو تو) بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی جانب سے دلیل پر (قائم) ہوں جس سے توحید ثابت ہے) اس نے مجھ کو اپنی طرف سے رحمت (یعنی نبوت) عطا فرمائی ہو (جس سے اس توحید کی دعوت کا میں مامور ہوں) سو (اس حالت میں) اگر میں خدا کا کہنا نہ مانوں (اور دعوت توحید کو ترک کر دوں جیسا تم کہتے ہو) تو (یہ بتلاؤ کہ) مجھ کو (خدا کے عذاب) سے کون بچا لے گا تو تم تو (ایسا برا مشورہ دے کر) سراسر میرا نقصان ہی کر رہے ہو (یعنی اگر خدانخواستہ قبول کر لوں تو بجز نقصان کے اور کیا ہاتھ آوے اور چونکہ انہوں نے معجزہ کی بھی ثبوت رسالت کے لئے درخواست کی تھی اس لئے آپ نے فرمایا) اور اے میری قوم (تم جو معجزہ چاہتے تھے سو) یہ اونٹنی ہے اللہ کی جو تمہارے لئے دلیل (بنا کر ظاہر کی گئی) ہے (اور اسی لئے اللہ کی اونٹنی کہلائی کہ اللہ کی دلیل ہے) سو (علاوہ اس کے یہ بوجہ معجزہ ہونے کے میری رسالت پر دلیل ہے خود اس کے بھی کچھ حقوق ہیں منجملہ ان کے یہ ہے کہ) اس کو چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں (گھاس چارہ) کھاتی پھرا کرے (اسی طرح اپنی باری کے دن پانی پیتی رہے جیسا دوسری آیت میں ہے) اور اس کو برائی (اور تکلیف دہی) کے ساتھ ہاتھ بھی مت لگانا کبھی تم کو فوری عذاب آ پکڑے (یعنی دیر نہ لگے) سو انہوں نے (باوجود اس تمام تر اتمامِ حجت کے) اس اونٹنی کو مار ڈالا تو صالح (علیہ السلام) نے فرمایا (خیر) تم اپنے گھروں میں تین دن اور بسر کر لو (تین دن کے بعد عذاب آتا ہے اور) یہ ایسا وعدہ ہے جس میں ذرا جھوٹ نہیں (کیونکہ منجانب اللہ ہے) سو (تین دن گزرنے کے بعد) جب ہمارا حکم (عذاب کے لئے) آ پہنچا ہم نے صالح (علیہ السلام) کو اور جو ان کے ہمراہ اہل ایمان تھے ان کو اپنی عنایت سے (اس عذاب سے) بچا لیا اور (ان کو کیسی چیز سے بچا لیا) اس دن کی

بڑی رسوائی سے بچالیا (کیونکہ قہر الٰہی میں مبتلا ہونے سے بڑھ کر کیا رسوائی ہوگی) بیشک آپ کا رب ہی قوت والا غلبہ والا ہے (جس کو چاہے سزا دے دے جس کو چاہے بچالے) اور ان ظالموں کو ایک نعرہ نے آ دبایا (کہ وہ آواز تھی جبرئیل علیہ السلام کی) جس سے وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے (اور ان کی یہ حالت ہوگئی) جیسے ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے خوب سن لو (قوم) ثمود نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا خوب سن لو اس کفر کا یہ خمیازہ ہوا کہ) رحمت سے ثمود کو دوری ہوئی۔ **ف**: یہ قصہ پارہ ہشتم کے آخر میں آیا ہے اور وہاں رجفه یعنی زلزلہ کا عذاب مذکور ہے وجہ تطبیق اسی جگہ ذکر کر دی گئی ہے دیکھ لیجئے اور ظاہر حال ثمود سے انکار توحید کا معلوم ہوتا ہے پھر جو اس کو شک سے تعبیر کیا تو مراد اس سے مطلق انکار ہے گو جزم جانب مخالف کے ساتھ ہو۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله في** اتنهٰنا منع مت کرو افاده الاستفهام وبهذا يرتبط به قوله عصيته ۱۲۔ ۲ **قوله في** شك بڑے افاده التنوين ۱۲۔ ۳ **قوله في** قريب دیرنہ لگے اى قريب من مسكم بلا استمهال ۱۲۔ ۴ **قوله في** ذٰلك یہ ایسا المشار اليه العذاب المفهوم من ثلثة ايام يكون بعدها العذاب ۱۲۔ ۵ **قوله في** ومن خزى بچالیا اشارة الى تقدير نجينا ثم عطفه على نجينا المذكور الدال على مثل معنى ما سبق في قصة عاد ونجيناهم من عذاب غليظ سواء بسواء ۱۲۔

النحو والقراءة: في قراءة يومئذ بفتح الميم لكونه مضافا الى اذا وهو غير متمكن ووجه الكسر ظاهر قوله كنت الخ تقديره هكذا ان كنت على بينة من ربى واتانى منه رحمة فان عصيته فمن ينصرنى من الله الخ ۱۲۔

البلاغۃ: قوله ان كنت في ايراد كلمة الشك مع كونه على يقين مجازاة للخصم بسنن الانصاف والاستيناس قوله ينصرنى من الله بمعنى يمنعنى من عذاب الله فالنصر مجاز عن المنع والمضاف مقدر قوله تزيدوننى عبر عن الخسران العظيم بالزيادة المقتضية لكون شئ من الخسار موجودا من قبل مع عدم تحققه مجازا للمبالغة قوله وعد سماه وعدا تهكما ۱۲۔

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ﴿۶۹﴾ فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ﴿۷۰﴾ وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ﴿۷۱﴾ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰۤى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِىْ شَيْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَىْءٌ عَجِيْبٌ ﴿۷۲﴾ قَالُوْۤا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ﴿۷۳﴾ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِىْ قَوْمِ لُوْطٍ ﴿۷۴﴾ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ﴿۷۵﴾ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ ﴿۷۶﴾

اور ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے (بشکل بشر) ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس بشارت لے کر آئے اور (آنے کے وقت) انہوں نے سلام کیا۔ ابراہیم (علیہ السلام) نے بھی سلام کیا۔ پھر دیر نہیں لگائی کہ ایک تلا ہوا بچھڑا لائے۔ سو جب ابراہیم (علیہ السلام) نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ اس کھانے تک نہیں بڑھتے تو ان سے متوحش ہوئے اور ان سے دل میں خوف زدہ ہوئے۔ وہ فرشتے کہنے لگے کہ ڈرو مت ہم قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں اور ابراہیم (علیہ السلام) کی بی بی (حضرت سارہ کہیں) کھڑی (سن) رہی تھیں پس ہنسیں سو ہم نے ان کو (مکرر) بشارت دی اسحٰق (کے پیدا ہونے) کی اور اسحٰق سے پیچھے یعقوب کی کہنے لگیں ہائے خاک پڑے اب میں بچہ جنوں گی بڑھیا ہو کر اور یہ میرے میاں (بیٹھے) ہیں بالکل بوڑھے واقعی یہ بھی عجیب بات ہے۔ فرشتوں نے کہا کہ تم خدا کے کاموں میں تعجب کرتی ہو اور خصوصاً اس خاندان کے لوگوں پر اللہ کی (خاص) رحمت اور اس کی (انواع واقسام کی) برکتیں (نازل ہوتی رہتی) ہیں۔ بیشک وہ (اللہ تعالیٰ) تعریف کے لائق (اور) بڑی شان والا ہے۔ پھر جب ابراہیم علیہ السلام کا وہ خوف دور ہو گیا اور ان کو خوشی کی خبر ملی (کہ اولاد پیدا ہوگی) تو ہم سے لوط علیہ السلام کی قوم کے بارے میں جدال کرنا شروع کیا۔ واقعی ابراہیمؑ بڑے حلیم الطبع رحیم المزاج رقیق القلب تھے۔ اے ابراہیم اس بات کو جانے دو تمہارے رب کا کلام (اس کے متعلق) آ چکا ہے اور (اس کے سبب سے) ان پر ضرور ایسا عذاب آنے والا ہے جو کسی طرح ٹلنے والا نہیں۔

تفسیر ربط: اوپر قوم ثمود کا قصہ ذکر ہوا ہے اور اکثر مقامات پر بعد اس قصہ کے قوم لوط علیہ السلام کا قصہ مذکور ہوا ہے یہ قرینہ ہے کہ یہاں بھی زیادہ مقصود اسی کا بیان کرنا ہے چنانچہ فَمَا خَطْبُكُمْ کے سوال وجواب سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مقصود اعظم ان ملائکہ کا تعذیب قوم لوط تھی اور بیچ میں حضرت ابراہیم علیہ

السلام کا قصہ بعض وجوہ خاصہ سے آ گیا ہے ایک تو دونوں میں خاص تعلق ہے کہ دونوں قصوں میں ملائکہ کی جماعت متحد تھی پھر دونوں پیغمبر رشتہ دار بھی ہیں اور مسکن بھی دونوں کا قریب تھا اور ان کے باب میں ابراہیم علیہ السلام نے کلام بھی کیا تھا اور غالباً مستقل صاحب شریعت حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی تھے اور لوط علیہ السلام ان کی طرف سے بطور نیابت تھے دوسرے دونوں قصوں کے متصل آنے سے اشارہ ہو گیا کہ قہر اور رحمت دونوں کا مدار طاعت و معصیت ہے دیکھو وہی ملائکہ مطیعین کے لئے مبشر تھے اور وہی ملائکہ عاصین کے لئے منذر اور عذاب کے لانے والے تھے تیسرے ایک قصہ دوسرے کا متمم ہے وغیر ذالک من الفوائد اور اسی وجہ سے کہ مقصود قصہ قوم لوط کا بیان کرنا ہے جیسے سب قصوں میں ارسلنا آیا ہے ایسا ہی اس قصہ میں بھی اسی مادہ کا استعمال کیا گیا ہے بخلاف قصہ ابراہیم علیہ السلام کے کہ اس میں لفظ جاء لایا گیا ہے و نیز تغیر اسلوب میں یہ اشارہ ہے کہ اس قصہ میں مثل اور قصوں کے عذاب کا مضمون نہیں ہے۔

قصہ ابراہیم علیہ السلام و اضیاف او ☆ وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى (الی قوله تعالی) عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ۝ اور ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے (بشکل بشر) ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس (ان کے فرزند اسحاق علیہ السلام کی) بشارت لے کر آئے (گو مقصود اعظم ان کے آنے کا اہلاک قوم لوط تھا لقولہ تعالیٰ فَمَا خَطْبُكُمْ) اور (آنے کے وقت) انہوں نے سلام کیا ابراہیم (علیہ السلام) نے بھی سلام کیا (اور پہچانا نہیں کہ یہ فرشتے ہیں لقولہ تعالیٰ : قَالَ سَلٰمٌ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ [الذاریت : ۲۵] معمولی مہمان سمجھے) پھر دیر نہیں لگائی کہ ایک تلا ہوا (فربہ لقولہ تعالیٰ سَمِيْنٍ) بچھڑا لائے اور ان کے سامنے رکھ دیا یہ تو فرشتے تھے کیوں کھانے لگے) سو جب ابراہیم (علیہ السلام) نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ اس کھانے تک نہیں بڑھتے تو ان سے متوحش ہوئے اور ان سے دل میں خوفزدہ ہوئے (کہ یہ مہمان تو نہیں ہیں کوئی مخالف نہ ہوں کہ بارادہ فاسد آئے ہوں اور میں گھر میں ہوں احباب و اصحاب پاس نہیں یہاں تک کہ بے تکلفی سے اس کو زبان سے بھی ظاہر کر دیا لقولہ تعالیٰ : قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ [الحجر : ۵۲]) وہ فرشتے کہنے لگے ڈرومت (ہم آدمی نہیں ہیں فرشتے ہیں آپ کے پاس بشارت لے کر آئے ہیں کہ آپ کے ایک فرزند پیدا ہوگا اسحاق اور اس کے پیچھے ایک فرزند ہوگا یعقوب اور بشارت اس لئے کہا کہ اول تو اولاد خوشی کی چیز ہے پھر ابراہیم علیہ السلام بوڑھے بہت ہو گئے تھے بی بی بھی بہت بوڑھی تھیں امید اولاد کی نہ رہی تھی لقولہ تعالیٰ : لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ [الحجر : ۵۳] وقوله تعالی : لَا تَخَفْ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ [الذاریت : ۲۸] آپ نے نور نبوت سے توجہ کر کے پہچان لیا کہ واقعی فرشتے ہیں لیکن فراست نبوت سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس کے سوا اور بھی کسی بڑے کام کے لئے آئے ہیں اس لئے اس کی تعیین سے سوال کیا لقولہ تعالیٰ : قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ الخ اس وقت انہوں نے کہا کہ) ہم قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں (کہ ان کو سزائے کفر میں ہلاک کریں ان میں تو یہ گفتگو ہو رہی تھی) اور ابراہیم (علیہ السلام) کی بی بی (حضرت سارہ کہیں) کھڑی (سن رہی تھیں) پس (اولاد کی خبر سن کر جس کی ان کو بعد اس کے کہ اسمٰعیل علیہ السلام بطن ہاجرہ سے متولد ہوئے تمنا بھی تھی خوشی سے) ہنسیں (اور بولتی پکارتی آئیں اور تعجب سے ماتھے پر ہاتھ مارا لقولہ تعالیٰ : فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا [الذاریت : ۳۰]) سو ہم نے (یعنی ہمارے فرشتوں نے) ان کو (مکرر) بشارت دی اسحاق (کے پیدا ہونے) کی اور اسحاق سے پیچھے یعقوب کی (جو کہ اسحاق کے فرزند ہوں گے جس سے معلوم ہو گیا کہ تمہارے فرزند ہوگا اور زندہ رہے گا یہاں تک کہ وہ بھی صاحب اولاد ہوگا اس وقت) کہنے لگیں کہ ہائے خاک پڑے اب میں بچہ جنوں گی بڑھیا ہو کر اور یہ میرے میاں (بیٹھے) ہیں بالکل بوڑھے واقعی یہ بھی عجیب بات ہے فرشتوں نے کہا کہ کیا (خاندان نبوت میں رہ کر اور ہمیشہ خوارق و معاملات عجیبہ دیکھ کر) تم خدا کے کاموں میں تعجب کرتی ہو (اور خصوصاً) اس خاندان کے لوگو تم پر تو اللہ تعالیٰ (کی خاص) رحمت اور اس کی (انواع قسم کی) برکتیں (نازل ہوتی رہتی) ہیں (بیشک وہ اللہ تعالیٰ تعریف کے لائق اور بڑی شان والا ہے وہ بڑے سے بڑا کام کر سکتا ہے پس بجائے تعجب کے اس کی تعریف اور شکر میں مشغول ہو) پھر جب ابراہیم (علیہ السلام) کا وہ خوف زائل ہو گیا (جب فرشتوں نے لَا تَخَفْ کہا اور ان کا فرشتہ ہونا معلوم ہو گیا) اور ان کو خوشی کی خبر ملی (کہ اولاد پیدا ہوگی) تو ادھر سے بے فکر ہو کر دوسری طرف متوجہ ہوئے کہ قوم لوط ہلاک ہو جاوے گی (اور) ہم سے لوط (علیہ السلام) کی قوم کے بارہ میں (سفارش جو باعتبار مبالغہ و اصرار کے صورۃً) جدال (تھا) کرنا شروع کیا (جس کی تفصیل دوسری آیت میں ہے کہ وہاں تو لوط علیہ السلام بھی موجود ہیں اس لئے عذاب نہ بھیجا جاوے کہ ان کو گزند پہنچے ہوگا مطلب یہ ہوگا کہ اس بہانہ سے قوم بچ جاوے جیسا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ [ھود: ۷۴] سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے اور شاید ابراہیم علیہ السلام کو ان کے مؤمن ہونے کی امید ہو) واقعی ابراہیم بڑے حلیم الطبع، رحیم المزاج، رقیق القلب تھے (اس لئے سفارش میں مبالغہ کیا ارشاد ہوا کہ) اے ابراہیم (گو بہانہ لوط علیہ السلام کا ہے مگر اصلی مطلب معلوم ہو گیا کہ قوم کی سفارش ہے سو) اس بات کو جانے دو (یہ ایمان نہ لاویں گے اسی لئے) تمہارے رب کا حکم (اس کے متعلق) آ چکا ہے اور (اس کے سبب سے) (ان پر ضرور ایسا عذاب آنے والا ہے جو کسی طرح ٹلنے والا نہیں (اس لئے اس باب میں کہنا سننا بے کار ہے رہا لوط علیہ السلام کا وہاں ہونا سو ان کو اور سب ایمان والوں کو وہاں سے علیحدہ کر دیا جاوے گا اس کے بعد عذاب آوے گا تا کہ ان کو گزند نہ پہنچے چنانچہ اس پر بات ختم ہو گئی)۔ **ف**: فرشتوں کے بشکل آدمی کے آنے سے آپ نے نہ پہچانا اسی واسطے کھانا لائے ان کے نہ کھانے سے جو خوف ہوا وہ اسباب ظاہری کے اعتبار سے طبعی تھا گو اتنے مجمع کے مقابلہ کے

لئے آپ کے خادم موجود تھے لیکن خاص گھر میں تو کوئی نہ تھا پھران کوفرشتہ یقین کر لینا صرف ان کے دعوے پر نہ تھا بلکہ قوت مدرکہ قدسیہ کے ذریعہ سے متوجہ ہو کر یقین کیا جس سے اولاً توجہ نہ فرمائی تھی جیسا بعض اوقات محسوسات میں بھی یہ قصہ پیش آتا ہے اور آپ کا یہ پوچھنا فَمَا خَطْبُكُمْ الخ بوجہ کثرت ملائکہ کے نہ تھا جیسا کہ مشہور ہے کیونکہ بشارت کے لئے متعدد ملائکہ کا آنا کچھ امر غریب نہیں چنانچہ حضرت یحییٰ و حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی بشارت میں لفظ ملائکہ آیا ہے بلکہ فراست نبوت سے سمجھے کہ ان کو اور کوئی امر مہم بھی درپیش ہے اور ظاہراً حضرت سارہ پہلے اس جگہ نہ تھیں شاید پردہ میں ہوں پھر جب معلوم ہو گیا کہ فرشتے ہیں ان سے کیا پردہ سامنے چلی آئیں جیسا فاقبلت سے معلوم ہوتا ہے اور ہنسا عورتوں کا امر طبعی ہے کہ بعضی خوشی کی بات پر مردوں کو ہنسی نہیں آتی عورتوں کو آ جاتی ہے اور یہ گفتگو مجادلہ کی گو فرشتوں سے ہوئی تھی مگر مقصود عرض کرنا تھا حق تعالیٰ سے اس لئے یجادلنا فرمایا۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ : فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ﴿۶۹﴾ اس میں دو امر پر دلالت ہے ایک بعض آداب ضیافت پر کہ ٹھہرانے میں اکرام کرے پھر طعام سے اکرام کرے دوسرے اس امر پر کہ بعض اوقات بعض حکمتوں کے سبب کاملین کو بھی کشف نہیں ہوتا چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اور اسی طرح حضرت لوط علیہ السلام نے اول وہلہ میں ملائکہ کو نہیں پہچانا قولہ تعالیٰ : ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ۭ اس میں دلیل ہے اس پر کہ اسباب کے اعتبار سے تعجب کرنا مسبب الاسباب کیساتھ کامل یقین رکھنے کے منافی نہیں ۱۲ قولہ تعالیٰ : اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ الخ یہ دلیل ہے کہ ملائکہ کا غیر نبی کے ساتھ کلام کرنا ممکن ہے ۱۲ قولہ تعالیٰ : فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ (الی قولہ تعالی) قَوْمِ لُوْطٍ ﴿۷۴﴾ روح میں ہے کہ بعض کا قول ہے کہ یہ مجادلہ آثار مقام ادلال سے ہے ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله فی نکرهم متوحش لم یترجم بنا شناسی لان النکارة قسمان قسم تحقق فی الابتداء وهو المذکور فی قوله تعالٰی قوم منکرون وقسم تحقق فی الاخر وهو المذکور ههنا فافهم ۱۲۔ ۲ قوله فی یٰویلتٰی خاک پڑے هو الذی تتکلم به نساء الهند فی الحالة التی تتکلم نساء العرب فیه بکلمة یا ویلتی قال فی الروح وقد کثرت هذه الکلمة علی افواه النساء اذا طرء علیهن ما یتعجبن منه ولم یفت التناسب بین معنیی الکلمتین ۱۲۔

اللغات: قوله اوجس احس واضمر کذا فی القاموس قوله یٰویلتٰی اصله یا ویلتی بیاء المتکلم ۱۲۔

النحو: قوله قالوا سلما اما منصوب بنسلم او منصوب بقالوا علی انه حکایة لمعنی ما قالوا لا حکایة للفظهم قوله قال سلٰم ای علیکم قوله فما لبث ان جاء ای فی ان جاء وقیل ان بمعنی حتی کذا فی الروح وقیل معناه ما تاخر عن ان جاء قوله یعقوب فی البیضاوی نصبه ابن عامر وحمزة وحفص وانه معطوف علی موضع باسحق وقرأ الباقون بالرفع علی انه مبتدأ خبر والظرف آه مختصرا قوله شیخا حال ۱۲۔

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ ﴿۷۷﴾ وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ ۭ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۭ قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ ۭ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ﴿۷۸﴾ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِيْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ ﴿۷۹﴾ قَالَ لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْٓ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ ﴿۸۰﴾ قَالُوْا يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ۭ اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ ۭ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ۭ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ ﴿۸۱﴾ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ڏ مَّنْضُوْدٍ ﴿۸۲﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ۭ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ﴿۸۳﴾ ع

اور جب ہمارے وہ فرشتے لوط علیہ السلام کے پاس آئے تو لوط علیہ السلام ان (کے آنے) کی وجہ سے (اس لئے) مغموم ہوئے اور (اس سے) ان کے (آنے کے) سبب تنگدل ہوئے اور کہنے لگے کہ آج کا دن بہت بھاری ہے اور ان کی قوم ان کے پاس دوڑی ہوئی آئی اور پہلے سے نامعقول حرکتیں کیا ہی کرتے تھے۔ لوط علیہ السلام فرمانے لگے کہ اے میری قوم یہ میری (بہو) بیٹیاں موجود ہیں وہ تمہارے (نفس کی کامرانی کے) لئے (اچھی) خاصی ہیں۔ سو اللہ سے ڈرو اور میرے مہمانوں میں مجھ کو فضیحت مت کرو۔ کیا تم

میں کوئی بھی (معقول آدمی اور) بھلا مانس نہیں۔ وہ لوگ کہنے لگے آپ کو معلوم ہے کہ ہم کو آپ کی ان (بہو) بیٹیوں کی کوئی ضرورت نہیں اور آپ کو تو معلوم ہے (یہاں آنے سے) جو ہمارا مطلب ہے۔ لوطؑ فرمانے لگے کیا خوب ہوتا اگر میرا تم پر کچھ زور چلتا یا کسی مضبوط پایہ کی پناہ پکڑتا۔ فرشتے کہنے لگے کہ اے لوطؑ ہم تو آپ کے رب کے بھیجے ہوئے (فرشتے) ہیں۔ آپ تک (بھی) ہرگز ان کی رسائی نہ ہوگی۔ سو آپ رات کے کسی حصے میں اپنے گھر والوں کو لے کر (یہاں سے باہر) چلے جائیں اور تم میں سے کوئی پیچھے پھر کر بھی نہ دیکھے ہاں مگر آپ کی بیوی (بوجہ مسلمان نہ ہونے کے) نہ جائیں گی۔ اس پر بھی یہی آفت آنے والی ہے جو اور لوگوں پر آئے گی۔ ان کے (عذاب کے) وعدہ کا وقت صبح کا وقت ہے کیا صبح کا وقت قریب نہیں۔ سو جب ہمارا حکم (عذاب کے لئے) آپہنچا تو ہم نے اس زمین (کو الٹ کر اس) کا اوپر کا تختہ تو نیچے کر دیا اور اس زمین پر کھنگر کے پتھر برسانا شروع کئے جو لگا تار گر رہے تھے۔ جن پر آپ کے رب کے پاس (یعنی عالم غیب میں) خاص نشان بھی تھا اور یہ بستیاں (قوم لوط کی) ان ظالموں سے کچھ دور نہیں ہیں۔ ۞

تفسیر: قصہ حضرت لوط علیہ السلام وقوم او کہ بمنزلہ تتمہ قصہ سابقہ است ☆ وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا (الی قولہ تعالی) وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ﴿۸۳﴾ اور (ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے فارغ ہو کر) جب ہمارے وہ فرشتے لوط (علیہ السلام) کے پاس آئے تو لوط (علیہ السلام) ان کے (آنے کی) وجہ سے (اس لئے) مغموم ہوئے (کہ وہ بہت حسین نو جوانوں کی شکل میں آئے تھے اور لوط علیہ السلام نے ان کو آدمی سمجھا اور اپنی قوم کی نامعقول حرکت کا خیال آیا) اور (اس وجہ سے) ان کے آنے کے سبب تنگدل ہوئے اور (غایت تنگدلی سے کہنے لگے کہ آج کا دن بہت بھاری ہے (کہ ان کی تو ایسی صورتیں اور قوم کی یہ حرکتیں اور میں تن تنہا دیکھئے کیا ہوتا ہے) اور ان کی قوم (نے جو یہ خبر سنی تو) ان کے (یعنی لوط علیہ السلام کے) پاس دوڑے ہوئے آئے اور پہلے سے نامعقول حرکتیں کیا ہی کرتے تھے (اسی خیال سے اب بھی آئے) لوط (علیہ السلام بڑے گھبرائے اور براہ تملق) فرمانے لگے کہ اے میری قوم یہ میری (بہو) بیٹیاں (جو تمہارے گھروں میں ہیں) موجود ہیں وہ تمہارے (نفس کی کامرانی کے) لئے (اچھی) خاصی ہیں سو (مردوں پر نگاہ کرنے کے باب میں) اللہ سے ڈرو اور میرے مہمانوں میں مجھ کو فضیحت مت کرو (یعنی ان مہمانوں کو کچھ کہنا مجھ کو شرمندہ اور رسوا کرنا ہے اگر ان کی رعایت نہیں کرتے کہ مسافر ہیں تو میرا تو خیال کرو کہ تم میں رہتا سہتا ہوں افسوس اور تعجب ہے) کیا تم میں کوئی بھی (معقول آدمی اور) بھلا مانس نہیں (کہ اس بات کو سمجھے اور اوروں کو سمجھا دے) وہ لوگ کہنے لگے کہ آپ کو معلوم ہے کہ ہم کو آپ کی ان (بہو) بیٹیوں کی کوئی ضرورت نہیں (کیونکہ عورتوں سے ہم کو رغبت ہی نہیں) اور آپ کو تو معلوم ہے (یہاں آنے سے) جو ہمارا مطلب ہے لوط (علیہ السلام نہایت عاجز اور زچ ہو کر) فرمانے لگے کیا خوب ہوتا اگر میرا تم پر کچھ زور چلتا (کہ خود تمہارے شر کو دفع کرتا) یا کسی مضبوط پایہ کی پناہ پکڑتا (مراد یہ کہ میرا کوئی کنبہ قبیلہ ہوتا کہ میری مدد کرتے لوط علیہ السلام کا جو اس قدر اضطراب دیکھا تو) فرشتے کہنے لگے کہ اے لوط علیہ السلام (ہم آدمی نہیں جو آپ اس قدر گھبراتے ہیں) ہم تو آپ کے رب کے بھیجے ہوئے (فرشتے) ہیں (تو ہمارا تو کیا کر سکتے ہیں اور آپ اپنے لئے بھی اندیشہ نہ کریں) آپ تک (بھی) ہرگز ان کی رسائی نہیں ہوگی (کہ آپ کو کچھ تکلیف پہنچا سکیں اور ہم ان پر عذاب نازل کرنے آئے ہیں) سو آپ رات کے کسی حصہ میں اپنے گھر والوں کو لے کر (یہاں سے باہر) چلے جایئے اور تم میں سے کوئی پیچھا پھر کر بھی نہ دیکھے (یعنی سب جلدی سے چلے جائیں) ہاں مگر آپ کی بیوی (بوجہ مسلمان نہ ہونے کے) نہ جاوے گی اس پر بھی وہی آفت آنے والی ہے جو اور لوگوں پر آوے گی (اور ہم رات کے وقت نکل جانے کو اس لئے کہتے ہیں کہ) ان کے (عذاب کے) وعدہ کا وقت صبح کا وقت ہے (لوط علیہ السلام بہت دق ہو گئے تھے فرمانے لگے کہ جو کچھ ہوا بھی ہو جاوے کذا فی الدر المنثور فرشتوں نے کہا کہ) کیا صبح کا وقت قریب نہیں (غرض لوط علیہ السلام شبا شب دور نکل گئے اور صبح ہوئی اور عذاب کا سامان شروع ہوا) سو جب ہمارا حکم (عذاب کے لئے) آپہنچا تو ہم نے اس زمین (کو الٹ کر اس) کا اوپر کا تختہ تو نیچے کر دیا (اور نیچے کا تختہ اوپر کر دیا) اور اس سرزمین میں کھنگر کے پتھر مراد جھانوہ جو پک کر مثل پتھر کے ہو جاتا ہے) برسانا شروع کئے جو لگا تار گر رہے تھے جن پر آپ کے رب کے پاس (یعنی عالم غیب میں) خاص نشان بھی تھا (جس سے اور پتھروں سے وہ پتھر ممتاز تھے) اور (اہل مکہ کو چاہئے کہ اس قصہ سے عبرت پکڑیں کیونکہ) یہ بستیاں (قوم لوط کی) ان ظالموں سے کچھ دور نہیں ہیں (ہمیشہ شام کو آتے جاتے ان کی بربادی کے آثار دیکھتے ہیں پس ان کو اللہ و رسول کی مخالفت سے ڈرنا چاہئے)۔ **ف**: بناتی سے مجازاً امت کی عورتیں مراد ہیں کیونکہ نبی امت کے لئے بجائے باپ کے ہوتا ہے اور حقیقی معنے اس لئے مراد نہیں ہو سکتے کہ آپ کی دو یا تین بیٹیاں تھیں سو کس کس سے ان کا نکاح کر دیتے وہ تو سارے اسی مرض میں مبتلا تھے اور کنکریوں کو جو ممتاز کہا سو در منثور میں روایات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پر کچھ خاص رنگ اور ہیئت کے نقوش بنے تھے جو دنیا کے احجار میں نہیں دیکھے جاتے اور یہاں دو عذابوں کا ذکر ہے تختہ الٹ جانا اور پتھر برسنا سو بعض نے تو کہا ہے اور ظاہر تر یہی ہے کہ اول زمین اوپر اٹھا کر لوٹ دی گئی جب وہ نیچے کو گرے تو اوپر سے ان پر پتھراؤ کیا لیکن اگر اس قدر اقتضاء طبعی زمین کا باقی رہے کہ زیادت ثقل سے حرکت الی المرکز سریع ہونا چاہئے تو اس پتھراؤ کے لئے اس کا التزام کر لیا جائے گا کہ زمین تھوڑی دیر روک لی گئی ورنہ پتھراؤ کی کوئی صورت نہ ہوگی اور اگر اقتضاء طبعی کو باقی نہ سمجھا جاوے تو اس کی کوئی ضرورت نہیں اور

بعض نے کہا ہے کہ جو بستی میں تھے وہ اُلٹ دیئے گئے اور جو باہر گئے ہوئے تھے ان پر پتھر برسے اور لوط علیہ السلام کا یہ فرمانا: اَوْ اٰوِیْۤ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ یہ اقتضائے طبعی تھا کہ اس درجہ میں اسباب ظاہری سے تمسک کیا جاتا ہے حدیث ترمذی میں ہے کہ ان کے بعد سب انبیاء جتھے والے ہوئے تاکہ پریشانی نہ ہونے پاوے اور بعض ضروری مضامین متعلق اس قصہ کے آخر پارۂ ہشتم میں لکھے جاچکے ہیں دیکھ لئے جاویں اور ایک آیت میں فَاَخَذَتْهُمُ الصَّیْحَةُ آیا ہے سو ممکن ہے کہ اول صیحہ ہوا ہو پھر انقلاب جیسا کہ اس آیت میں فَجَعَلْنَا پر حرف فا آنے سے معلوم ہوتا ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: قَالَ یٰقَوْمِ هٰۤؤُلَآءِ بَنَاتِیْ روح میں ہے کہ مطلب یہ کہ ان سے نکاح کرلو اور مقصود اس سے اپنے مہمانوں کی آبرو کا بچانا تھا اھ اور اس میں دلالت ہے کہ عرف و رسم پر مصلحت شرعیہ مقدم ہے اور شرع کے مقابلہ میں عرف کا اعتبار نہیں چنانچہ اپنی لڑکیوں کا خود پیش کرنا عرف کے خلاف تھا لیکن آپ نے بمقابلہ وقایہ ضیف کے کہ مقصود شرعی ہے اس کی کچھ پرواہ نہ کی ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قولہ لا تخزون اگر ان کی رعایت الخ اشارة الى فائدة قوله لا تخزون دون ان يقول لا تخزوهم ۱۲۔ ۲ قوله فی حق ضرورت اشارة الى ما فى الروح من تفسيره بالحاجة ۱۲۔ ۳ قوله فی قطع کسی حصہ اشارة الى عموم الاول او الاوسط او الاخير اقوال ۱۲۔ ۴ قوله في عاليها اس زمین دل عليه المقام ۱۲۔ ۵ قوله في منضود لگا تار گر رہے فالنضد باعتبار الا رسال كما في الروح ۱۲۔

اللغات: قوله يهرعون يسرعون ويقبلون ومعنى كونه مبنيا للمفعول كونهم بحيث يحث بعضهم بعضا و الطمع فى الفاحشة وقرئ يهرعون بفتح الياء من الهرع قوله ركن الناحية من البيت او الجبل ويراد به القوى لتشبيهه بالجبل فى القوة قوله ذرعا اصله اليد فضيق الدرع كناية عن العجز كما ان بسط اليد كناية عن القدرة وقيل كناية عن الصدر والقلب قوله فاسر بالقطع والوصل قراء تان وهما بمعنى واحد قوله سجيل معرب سنگ گل ۱۲۔

النحو: قوله الا امرأتك استثناء منقطع وهو خال عن التكلف قوله عند ربك متعلق بمسومة قوله ببعيد بتاويل بشئ بعيد ۱۲۔

البلاغۃ: قوله هؤلاء نزل الغائب بمنزلة الحاضر ۱۲۔ قوله لا يلتفت كناية عن السرعة قوله جعلنا عاليها سافلها ولم يقل سافلها عاليها وان لزم منه تهويلا للامر وتفظيعا للخطب لان جعل عاليها الذى هو مقرهم ومسكنهم سافلها اشق من جعل سافلها عاليها وان كان مستلزما له كذا فى الروح ۱۲۔

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْیَالَ وَالْمِیْزَانَ اِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ بِخَیْرٍ وَّاِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ مُّحِیْطٍ ﴿۸۴﴾ وَیٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْیَالَ وَالْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ﴿۸۵﴾ بَقِیَّتُ اللّٰهِ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۚ وَمَاۤ اَنَا عَلَیْكُمْ بِحَفِیْظٍ ﴿۸۶﴾ قَالُوْا یٰشُعَیْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَاۤ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِیْۤ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ؕ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِیْمُ الرَّشِیْدُ ﴿۸۷﴾ قَالَ یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَرَزَقَنِیْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَمَاۤ اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰی مَاۤ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ؕ اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ؕ وَمَا تَوْفِیْقِیْۤ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَیْهِ اُنِیْبُ ﴿۸۸﴾ وَیٰقَوْمِ لَا یَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِیْۤ اَنْ یُّصِیْبَكُمْ مِّثْلُ مَاۤ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ؕ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِیْدٍ ﴿۸۹﴾ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِ ؕ اِنَّ رَبِّیْ رَحِیْمٌ وَّدُوْدٌ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا یٰشُعَیْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِیْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْنَا ضَعِیْفًا ۚ وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ؗ وَمَاۤ اَنْتَ عَلَیْنَا بِعَزِیْزٍ ﴿۹۱﴾ قَالَ یٰقَوْمِ اَرَهْطِیْۤ اَعَزُّ عَلَیْكُمْ مِّنَ

اللّٰهِ ۭ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَاۗءَكُمْ ظِهْرِيًّا ۭ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۹۲﴾ وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰي مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ

عَامِلٌ ۭ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ۭ وَارْتَقِبُوْٓا اِنِّىْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ ﴿۹۳﴾ وَلَمَّا

جَاۗءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ

دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۹۴﴾ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۭ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ﴿۹۵﴾ ع ۸

اور ہم نے مدین (والوں) کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا۔ انہوں نے (اہل مدین سے) فرمایا کہ اے میری قوم تم صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اللہ کے سوا کوئی تمہارا معبود بننے کے قابل نہیں تم ناپ اور تول میں کمی مت کیا کرو (کیونکہ) تم کو فراغت کی حالت میں دیکھتا ہوں اور مجھ کو تم پر ایسے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے جو انواع مصائب کا جامع ہوگا اور اے میری قوم تم ناپ اور تول پوری پوری کیا کرو اور لوگوں کا ان کی چیزوں میں نقصان مت کیا کرو اور (شرک اور نقض حقوق کر کے) زمین میں فساد کرتے ہوئے حد (توحید وعدل) سے مت نکلو۔ اللہ کا دیا ہوا جو کچھ (حلال مال) بچ جائے وہ تمہارے لئے (اس حرام کمائی سے) بدرجہا بہتر ہے اگر تم کو یقین آ جائے (تو مان لو) اور میں تمہارا پہرہ دینے والا تو ہوں نہیں۔ وہ لوگ (یہ تمام نصائح سن کر) کہنے لگے کہ اے شعیبؑ کیا تمہارا (مصنوعی اور وہمی) تقدس تم کو (ایسی ایسی باتوں کی) تعلیم کر رہا ہے کہ ہم ان چیزوں (کی پرستش کو چھوڑ دیں جن کی ہمارے بڑے کرتے آئے ہیں یا اس بات کو چھوڑ دیں کہ ہم اپنے مال میں جو چاہیں تصرف کریں۔ واقعی آپ ہیں بڑے عقل مند دین پر چلنے والے۔ شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ اے میری قوم بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی جانب سے دلیل پر (قائم) ہوں اور اس نے مجھ کو اپنی طرف سے ایک عمدہ دولت (یعنی نبوت) دی ہو تو پھر کیسے تبلیغ نہ کروں اور میں یہ نہیں چاہتا ہوں کہ تمہارے برخلاف ان کاموں کو کروں، جن سے تم کو منع کرتا ہوں میں تو اصلاح چاہتا ہوں۔ جہاں تک میرے امکان میں ہے اور مجھ کو جو کچھ (عمل واصلاح کی) توفیق ہو جاتی ہے صرف اللہ ہی کی مدد سے ہے اسی پر میں بھروسہ رکھتا ہوں اور اسی کی طرف (تمام امور میں) رجوع کرتا ہوں اور اے میری قوم میری ضد (اور عداوت) تمہارے لئے اس کا باعث نہ بن جائے کہ تم پر بھی اسی طرح کی مصیبتیں آ پڑیں جیسے قوم نوح یا قوم ہود یا قوم صالح پر پڑی تھیں اور قوم لوط تو (ابھی) تم سے (زیادہ) دور (زمانہ میں) نہیں ہوئی اور تم اپنے رب سے اپنے گناہ (یعنی شرک وظلم) معاف کراؤ پھر (اطاعت وعبادت کے ساتھ) اس کی طرف متوجہ ہو بلاشک میرا رب بڑا مہربان بڑی محبت والا ہے۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ اے شعیب بہت سی باتیں تمہاری کہی ہوئی ہماری سمجھ میں نہیں آتیں اور ہم تم کو اپنے (مجمع میں) کمزور دیکھ رہے ہیں اور اگر تمہارے خاندان کا (کہ ہمارے ہم مذہب ہیں ہم کو) پاس نہ ہوتا تو ہم تم کو (کبھی کا) سنگسار کر چکے ہوتے اور ہماری نظر میں تمہاری تو کچھ توقیر ہی نہیں۔ شعیب علیہ السلام نے (جواب میں) فرمایا کہ اے میری قوم کیا میرا خاندان تمہارے نزدیک (نعوذ باللہ) اللہ سے بھی زیادہ باتوقیر ہے اور اس کو (یعنی اللہ تعالیٰ کو) تم نے پس پشت ڈال دیا۔ یقیناً میرا رب تمہارے اعمال کو (اپنے) علم میں احاطہ کئے ہوئے ہے اور اے میری قوم تم اپنی حالت پر عمل کرتے رہو میں بھی (اپنے طور پر) عمل کر رہا ہوں (سو) اب جلد ہی تم کو معلوم ہوا جاتا ہے کہ وہ کون شخص ہے جس پر ایسا عذاب آیا چاہتا ہے جو اس کو رسوا کر دے گا اور وہ کون شخص ہے جو جھوٹا تھا اور تم بھی منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں اور جب ہمارا حکم (عذاب کے لئے) آ پہنچا (تو) ہم نے (اس عذاب سے) شعیب علیہ السلام کو اور جو ان کی ہمراہی میں اہل ایمان تھے ان کو اپنی عنایت (خاص) سے بچا لیا اور ان ظالموں کو ایک سخت آواز نے (کہ نعرہ جبریل تھا) آ پکڑا۔ سو اپنے گھروں کے اوندھے گرے رہ گئے (اور مر گئے) جیسے کبھی ان گھروں میں بسے ہی نہ تھے۔ خوب سن لو (اور عبرت پکڑ لو) مدین کو رحمت سے دوری ہوئی جیسا کہ ثمود رحمت سے دور ہوئے تھے۔ ۞

تفسیر ربط: ظاہر ہے۔ قصہ شعیب علیہ السلام با اہل مدین ☆ وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۭ (الی قولہ تعالیٰ) كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ﴿۹۵﴾ اور ہم نے مدین (والوں) کی طرف ان کے بھائی شعیب (علیہ السلام) کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا انہوں نے (اہل مدین سے) فرمایا کہ اے میری قوم تم (صرف) اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود (بننے کے قابل) نہیں (یہ حکم تو دیانات کے متعلق ان کے مناسب حال تھا) اور (دوسرا حکم معاملات کے متعلق ان کے مناسب فرمایا کہ) تم ناپ اور تول میں کمی مت کیا کرو (کیونکہ) میں تم کو فراغت کی حالت میں دیکھتا ہوں (پھر تم کو ناپ تول میں کمی کرنے کی کیا ضرورت پڑی ہے گو حقیقۃً تو کسی کو بھی ضرورت نہیں ہوتی) اور (علاوہ اس کے کہ ناپ تول میں کمی نہ کرنا نعم الٰہیہ کا مقتضا ہے خود خوف ضرر بھی اس کو مقتضی ہے کیونکہ اس میں) مجھ کو تم پر اندیشہ ہے ایسے دن کے عذاب کا جو انواع مصائب کا جامع ہوگا اور (ہر چند کہ کمی نہ کرنا مستلزم ہے پورا کرنے کو مگر تاکید کے لئے اس کی نہی کے بعد اس امر کی بھی تصریح فرمائی کہ) اے میری قوم تم ناپ اور تول پوری پوری کیا کرو اور ان لوگوں کا ان کی چیزوں میں نقصان مت کیا کرو (جیسا تمہاری عادت ہے) اور (شرک اور نقض حقوق کر کے) زمین میں فساد کرتے ہوئے حد (توحید وعدل) سے مت نکلو (لوگوں کے حقوق ادا کرنے کے بعد) اللہ کا دیا ہوا جو کچھ (حلال

مال) بچ جائے وہ تمہارے لئے (اس حرام کمائی سے) بدرجہا بہتر ہے (کیونکہ حرام میں گو وہ کثیر ہو برکت نہیں اور انجام اس کا جہنم اور حلال میں گو وہ قلیل ہو برکت ہوتی ہے اور انجام اس کا رضائے حق) اگر تم کو یقین آوے (تو مان لو) اور (اگر یقین نہ آوے تو تم جانو) میں تمہارا پہرہ دینے والا تو ہوں نہیں (کہ تم سے جبراً یہ افعال چھوڑا دوں جیسا کرو گے بھگتو گے) وہ لوگ (یہ تمام مواعظ نصائح سن کر) کہنے لگے کہ اے شعیب کیا تمہارا (مصنوعی اور وہمی) تقدس تم کو (ایسی ایسی باتوں کی) تعلیم کر رہا ہے کہ (تم ہم سے کہتے ہو کہ) ہم ان چیزوں (کی پرستش) کو چھوڑ دیں جن کی پرستش ہمارے بڑے کرتے آئے ہیں یا اس بات کو چھوڑ دیں کہ ہم اپنے مال میں جو چاہیں تصرف کریں واقعی آپ ہی بڑے عقلمند دین پر چلنے والے (یعنی جن باتوں سے ہم کو منع کرتے ہو دونوں میں کوئی برائی نہیں کیونکہ ایک کی دلیل تو نقلی ہے کہ ہماری بڑوں سے بت پرستی ہوتی آئی ہے دوسرے کی دلیل عقلی ہے کہ اپنا مال ہے اس میں ہر طرح کا اختیار ہے پس ہم کو منع نہ کرنا چاہئے اور حلیم رشید تمسخر سے کہا جیسا بد دینوں کی عادت ہوتی ہے دین داروں کے ساتھ اور نقلی و عقلی دلیل کا فساد بدیہی ہے) شعیب (علیہ السلام) نے فرمایا کہ اے میری قوم (تم جو مجھ سے چاہتے ہو کہ میں تم کو توحید و عدل کی نصیحت نہ کروں تو) بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی جانب سے دلیل پر (قائم) ہوں (جس سے توحید و عدل ثابت ہے) اور اس نے مجھ کو اپنی طرف سے ایک عمدہ دولت (یعنی نبوت) دی ہو (جس سے مجھ پر تبلیغ ان احکام کی واجب ہے یعنی توحید و عدل کا حق ہونا بھی ثابت اور ان کی تبلیغ بھی واجب) تو پھر کیسے تبلیغ نہ کروں اور میں (جس طرح ان باتوں کی تم کو تعلیم کرتا ہوں خود بھی تو اس پر عمل کرتا ہوں) یہ نہیں چاہتا ہوں کہ تمہارے برخلاف ان کاموں کو کروں جن سے تم کو منع کرتا ہوں (برخلاف سے یہ ہی مراد ہے کہ تم کو اور راہ بتلاؤں خود اور راہ چلوں مطلب یہ ہے کہ میری نصیحت محض خیر خواہی و دلسوزی سے ہے جس کا قرینہ یہ ہے کہ میں وہی باتیں بتلاتا ہوں جو اپنے نفس کے لئے بھی پسند کرتا ہوں غرض) میں تو اصلاح چاہتا ہوں جہاں تک میرے امکان میں ہے اور مجھ کو جو کچھ (عمل و اصلاح کی) توفیق ہو جاتی ہے صرف اللہ ہی کی مدد ہے (ورنہ کیا میں اور کیا میرا ارادہ) اسی پر میں بھروسہ رکھتا ہوں اور اسی کی طرف (تمام امور میں) رجوع کرتا ہوں (خلاصہ یہ کہ توحید و عدل کے وجوب پر دلائل بھی قائم اور بامر خداوندی اس کی تبلیغ اور ناصح ایسا دلسوز اور مصلح پھر بھی نہیں مانتے بلکہ الٹی مجھ سے امید رکھتے ہو کہ میں کہنا چھوڑ دوں چونکہ اس تقریر میں دلسوزی اور اصلاح کی اپنی طرف نسبت کی ہے اس لئے مَاتَوْفِيْقِيْٓ الخ فرمادیا یہاں تک تو ان کے قول کا جواب ہو گیا آگے ترہیب و ترغیب فرماتے ہیں) اور اے میری قوم میری ضد (اور عداوت) تمہارے لئے اس کا باعث نہ ہو جاوے کہ تم پر بھی اسی طرح کی مصیبتیں آپڑیں جیسے قوم نوح یا قوم ہود یا قوم صالح پر پڑی تھیں اور (اگر ان قوموں کا قصہ پرانا ہو چکا ہے اور اس لئے اس سے متاثر نہیں ہوتے تو) قوم لوط تو (ابھی) تم سے (بہت) دور (زمانہ میں) نہیں ہوئی (یعنی ان قوموں کی نسبت ان کا زمانہ نزدیک ہے یہ تو ترہیب کا مضمون ہو گیا آگے ترغیب ہے) اور تم اپنے رب سے اپنے گناہ (یعنی شرک و ظلم) معاف کراؤ (یعنی ایمان لاؤ کیونکہ ایمان سے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں گو حقوق ادا کرنے پڑیں) پھر (طاعت عبادت کے ساتھ) اس کی طرف متوجہ ہو بلاشک میرا رب بڑا مہربان بڑی محبت والا ہے (وہ گناہ کو معاف کر دیتا ہے اور طاعت کو قبول کرتا ہے) وہ لوگ (یہ لاجواب دلآویز تقریر سن کر جواب معقول سے عاجز ہو کر براہ جہالت) کہنے لگے کہ شعیبؑ بہت سے باتیں تمہاری کہی ہوئی ہماری سمجھ میں نہیں آتیں (یہ بات یا تو اس وجہ سے کہی ہو کہ اچھی طرح توجہ سے آپ کی باتیں نہ سنی ہوں یا تحقیراً کہا ہو کہ نعوذ باللہ یہ ہذیان ہے سمجھنے کے قابل نہیں چنانچہ بد دینوں سے یہ سب امور واقع ہوتے ہیں) اور ہم تم کو اپنے (مجمع) میں کمزور دیکھ رہے ہیں اور اگر تمہارے خاندان کا (کہ ہمارے ہم مذہب ہیں ہم کو) پاس نہ ہوتا تو ہم تم کو (کبھی کا) سنگسار کر چکے ہوتے اور ہماری نظر میں تمہاری تو کچھ توقیر ہی نہیں (لیکن جس کا لحاظ ہوتا ہے اس کے سبب اس کے رشتہ دار کی بھی رعایت ہوتی ہے مطلب ان کا یہ تھا کہ تم ہم کو یہ مضامین مت سناؤ ورنہ تمہاری جان کا خطرہ ہے پہلے تمسخر کے طور پر تبلیغ سے روکا تھا اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ الخ اور اب دھمکی دے کر روکا) شعیب (علیہ السلام) نے (جواب میں) فرمایا کہ اے میری قوم (افسوس اور تعجب ہے کہ میری جو نسبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے کہ میں اس کا نبی ہوں وہ تو میرے اہلاک سے مانع نہ ہوئی اور جو میری نسبت خاندان کے ساتھ کہ ان کا رشتہ دار ہوں وہ اس سے مانع ہوئی تو اس سے تو یہ لازم آتا ہے کہ تم خاندان کا لحاظ اللہ سے بھی زیادہ کرتے ہو تو) کیا میرا خاندان تمہارے نزدیک (نعوذ باللہ) اللہ سے بھی زیادہ باتوقیر ہے (کہ خاندان کا تو پاس کیا) اور اس کو (یعنی اللہ تعالیٰ کو) تم نے پس پشت ڈال دیا (یعنی اس کا پاس نہ کیا سو اس کا خمیازہ عنقریب بھگتو گے کیونکہ) یقیناً میرا رب تمہارے سب اعمال کو (اپنے علم میں) احاطہ کئے ہوئے ہے اور اے میری قوم (اگر تم کو عذاب کا بھی یقین نہیں آتا تو خیر بات یہ ہے کہ تم جانو بہتر ہے) تم اپنی حالت پر عمل کرتے رہو میں بھی (اپنے طور پر) عمل کر رہا ہوں (سو) اب جلدی تم کو معلوم ہوا جاتا ہے کہ وہ کون شخص ہے جس پر عذاب آیا چاہتا ہے جو اس کو رسوا کر دے گا اور وہ کون شخص ہے جو جھوٹا تھا (یعنی تم مجھ کو دعویٰ نبوت میں جھوٹا کہتے ہو اور حقیر سمجھتے ہو تو اب معلوم ہو جاوے گا کہ جرم کذب کا مرتکب اور سزائے ذلت کا مستوجب کون تھا تم یا میں) اور تم بھی منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں (کہ دیکھیں عذاب کا وقوع ہوتا ہے جیسا میں کہتا ہوں یا عدم وقوع جیسا تمہارا زعم ہے غرض ایک زمانہ کے بعد عذاب کا سامان شروع ہوا) اور جب ہمارا حکم (عذاب کے لئے) آپہنچا (تو) ہم نے (اس عذاب سے) شعیب (علیہ

السلام) کو اور جوان کے ہمراہی میں اہل ایمان تھے ان کو اپنی عنایت (خاص) سے بچا لیا اور ان ظالموں کو ایک سخت آواز نے (کہ نعرہ جبریل تھا) آ پکڑا سو اپنے گھروں کے اندر اوندھے گرے رہ گئے (اور مر گئے) جیسے کبھی ان گھروں میں بسے ہی نہ تھے خوب سن لو (اور عبرت پکڑو) مدین کو رحمت سے دوری ہوئی جیسا ثمود رحمت سے دور ہوئے تھے۔ **ف**: شروع پارہ نہم میں ان کا عذاب رجفه سے مذکور ہے اور دونوں کا اجتماع ممکن ہے جیسا قوم ثمود کے باب میں بعینہ ایسا ہی مضمون واقع ہوا کہ یہاں صیحه کا ذکر ہے وہاں رجفة کا پس صیحه اور رجفه کے اجتماع میں دونوں قومیں مجتمع ہیں اور یہی وجہ تشبیہ کی مفسرین نے بیان کی ہے کما بعدت میں۔ واللہ اعلم۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ؕ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ اس میں وظائف شیخ کے جمع کئے گئے ہیں کہ خلوص کے ساتھ اصلاح میں سعی بھی کرے اور اس سعی میں توکل بھی کرے نہ توکل کے سبب سے سعی چھوڑے اور نہ صرف سعی پر بھروسہ کرے ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله** قبل انی اخاف علاوہ الخ اشارة الى كون الكلام اللاحق للترهيب ككون السابق للترغيب ۱۲۔ ۲ **قوله** في محيط جامع اشار الى كونه صفة ليوم وقيل لعذاب ۱۲۔ ۳ **قوله** في صلوتك تقدس اطلاقا للجزء على الكل اى الدين وهذه كانها عادة مستمرة يستهزؤن باهل الدين بالصلوة وزاد وهمى لانهم لا يعتقدون التقدس ۱۲۔ ۴ **قوله** في تامرك تم ہم سے اشارة الى تقدير الكلام هكذا تامرك ان تامرنا بان نترك هكذا صرحوا ولا بد من هذا التقييد لان الرجل لا يؤمر بفعل غيره ۱۲۔ ۵ **قوله** في ان نفعل یا اس بات کو چھوڑ دیں اشارة الى عطف ان نفعل على ما يعبد ۱۲۔ ۶ **قوله** في توضيحه منع نہ کرنا چاہئے والدليل عليه جوابه بقوله ارأيتم ۱۲۔ ۷ **قوله** في رزقني نبوت وحسن تعبيره بالرزق للاشارة بان الرزق الاصلى ما به القرب فلا يؤثر عليه ما به التغذى كذاب القوم ۱۲۔ ۸ **قوله** في لولا رهطك پاس اشارة الى تقدير المضاف اى مراعاه رهطك ۱۲۔ ۹ **قوله** في ف دونوں کا اجتماع وفي روح المعانى عن البلخى تجويز ان يكون المراد بالصيحة نوعا من العذاب والعرب تقول صاح بهم الزمان اذا هلكوا آه قلت وكانه راجح فی قوم لوط وان كان مرجوحا ههنا ووجه رجحانه في قوم لوط انه لم ينقل في الآثار وقوع الصيحة المتعارفة عليهم ۱۲۔

اللغات: قوله اخالفكم في الروح يجوز ان يبقى اخالف على ظاهره من المخالفة ويكون ان وما بعده في موضع المفعول به لاريد ويقدر مائلا الى آخره ۱۲۔ الظهرى المرمى من وراء الظهر وكسر الظاء للنسبة الى لامسى بكسر الهمزة في النسبة الاى الامس ۱۲۔

البلاغۃ: قوله او ان نفعل بمعنى الواو ۱۲۔ قوله كثيراً مما تقول في الروح وقولهم كثيرا للفرار عن المكابرة ۱۲۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۹۶﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ وَمَآ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ ﴿۹۷﴾ يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ؕ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ ﴿۹۸﴾ وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ﴿۹۹﴾ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ مِنْهَا قَآئِمٌ وَّحَصِيْدٌ ﴿۱۰۰﴾ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ ﴿۱۰۱﴾ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴿۱۰۲﴾

اور ہم نے موسیٰ کو (بھی) اپنے معجزات اور دلیل روشن دے کر فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس بھیجا۔ سو وہ لوگ (بھی) فرعون (ہی) کی رائے پر چلتے رہے اور فرعون کی رائے کچھ صحیح نہ تھی (وہ فرعون) قیامت کے دن اپنی قوم سے آگے آگے ہوگا پھر ان (سب) کو دوزخ میں جا اُتارے گا اور وہ (دوزخ) بہت ہی بری جگہ ہے اترنے کی جس میں یہ لوگ اتارے جائیں گے اور اس دنیا میں بھی لعنت ان کے ساتھ ساتھ رہی اور قیامت کے دن بھی۔ برا انعام ہے جو ان کو دیا گیا۔ یہ ان (غارت شدہ) بستیوں کے حالات تھے جن کو ہم آپ سے بیان کرتے ہیں سو بعض بستیاں تو ان میں (اب بھی) قائم ہیں اور بعض کا بالکل خاتمہ ہوگیا اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن انہوں نے خود ہی اپنے اوپر ظلم کیا۔ سو ان کے وہ معبود جن کو وہ خدا کو چھوڑ کر پوجتے تھے۔ ان کو کچھ فائدہ نہ پہنچا سکے۔ جب آپ کے رب کا حکم (عذاب کے لئے) آ پہنچا (کہ ان کو عذاب سے بچا لیتے) اور الٹا ان کو نقصان پہنچایا اور آپ کے ربّ کی دارو گیر ایسی ہی (سخت) ہے جب وہ کسی بستی والوں پر دارو گیر کرتا ہے جبکہ وہ ظلم (وکفر) کیا کرتے ہوں بلاشبہ اس کی دارو گیر بڑی الم رساں (اور) سخت ہے۔

تفسیر ربط : ظاہر ہے۔ قصہ موسیٰ علیہ السلام با فرعون ☆ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَا (الی قولہ تعالی) بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ۹۹ اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو (بھی اپنے معجزات اور دلیل روشن دے کر فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس بھیجا سو (نہ فرعون نے مانا اور نہ اس کے سرداروں نے مانا بلکہ فرعون بھی اپنے کفر پر رہا اور) وہ لوگ (بھی) فرعون (ہی) کی رائے پر چلتے رہے اور فرعون کی رائے کچھ صحیح نہ تھی وہ (فرعون) قیامت کے دن اپنی قوم سے آگے آگے ہوگا پھر ان (سب) کو دوزخ میں جا اتارے گا اور وہ (دوزخ) بہت ہی بری جگہ ہے اترنے کی جس میں یہ لوگ اتارے جاویں گے اور اس دنیا میں بھی لعنت ان کے ساتھ ساتھ رہی اور قیامت کے دن بھی (ان کے ساتھ ساتھ رہے گی) چنانچہ یہاں قہر سے غرق ہوئے اور وہاں دوزخ نصیب ہوگا) برا انعام ہے جو ان کو دیا گیا۔ ف : سلطان مبین سے مراد یا تو عصا اور ید بیضاء ہے جو منجملہ آیات تسعہ کے جو پارۂ نہم کے ربع پر مذکور ہیں اعظم ہیں اور یا موسیٰ علیہ السلام کی تقریر بلیغ ہے جو فرعون کے سامنے درباره توحید کے انہوں نے فرمائی۔ ربط : اوپر کئی قصے مذکور ہوئے منجملہ ان کے فوائد کے ایک فائدہ تاکید تہدید ہے دنیا کے اعتبار سے بھی اور آخرت کے اعتبار سے بھی آگے اس پر متنبہ فرماتے ہیں اور ضمناً مقابلہ میں مؤمنین کا فائز المرام ہونا ذکر فرماتے ہیں۔

تذکیر عواقب دنیویہ کفر ☆ ذٰلِکَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰی (الی قولہ تعالی) اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِیْمٌ شَدِیْدٌ ۱۰۲۔

اللغات : قوله الورد الورد والوفد العون والعطية ۱۲۔ النحو قوله من شئ بمنزلة المفعول المطلق اى شيئا من الاغناء ۱۲۔

البلاغة : قوله فاتبعوا ولم يذكر ههنا حال فرعون لوضوحه ولدلالة ما ههنا من عاقبة امره عليهما والمراد استمردا على اتباعه لان الاتباع حاصل من قبل قوله المرفود اى اهله فالاسناد فيه مجازى كما فى قولهم جدجده و بنونك مجنون ۱۲۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ؕ ذٰلِکَ یَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِکَ یَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ۱۰۳

وَمَا نُؤَخِّرُهٗٓ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ۱۰۴ یَوْمَ یَاْتِ لَا تَکَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِیٌّ وَّسَعِیْدٌ ۱۰۵ فَاَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ؕ ذٰلِکَ یَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِکَ یَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ۱۰۳

فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ۱۰۷ وَاَمَّا الَّذِیْنَ سُعِدُوْا فَفِی الْجَنَّةِ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا

مَا شَآءَ رَبُّکَ ؕ عَطَآءً غَیْرَ مَجْذُوْذٍ ۱۰۸ فَلَا تَکُ فِیْ مِرْیَةٍ مِّمَّا یَعْبُدُ هٰٓؤُلَآءِ ؕ مَا یَعْبُدُوْنَ اِلَّا کَمَا یَعْبُدُ

اٰبَآؤُهُمْ مِّنْ قَبْلُ ؕ وَاِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِیْبَهُمْ غَیْرَ مَنْقُوْصٍ ۱۰۹ ع ۹

ان واقعات میں اس شخص کے لئے بڑی عبرت ہے جو آخرت کے عذاب سے ڈرتا ہو وہ (آخرت کا دن) ایسا دن ہوگا کہ ان میں تمام آدمی جمع کئے جائیں گے اور وہ سب کی حاضری کا دن ہے اور ہم اس کو تھوڑی مدت کے لئے (بعض مصلحتوں سے) ملتوی کئے ہوئے ہیں۔ پھر جس وقت وہ دن آئے گا کوئی شخص بدوں خدا کی اجازت کے بات تک (بھی) نہ کر سکے گا۔ پھر (آگے) ان میں (یہ فرق ہوگا کہ) بعضے تو شقی (یعنی کافر) ہوں گے اور بعضے سعید (یعنی مؤمن) ہوں گے۔ سو لوگ شقی ہیں وہ تو دوزخ میں ایسے حال سے ہوں گے کہ اس میں ان کی چیخ و پکار پڑی رہے گی (اور) ہمیشہ ہمیشہ کو اس میں رہیں گے۔ جب تک آسمان و زمین قائم ہیں ہاں اگر خدا ہی کو (نکالنا) منظور ہو تو دوسری بات ہے (کیونکہ آپ کا رب جو کچھ چاہے اس کو پورے طور سے کر سکتا ہے اور رہ گئے وہ لوگ جو سعید ہیں سو وہ جنت میں ہوں گے (اور) وہ اس میں (داخل ہونے کے بعد) ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے۔ جب تک آسمان و زمین قائم ہیں ہاں اگر خدا ہی کو (نکالنا) منظور ہو تو دوسری بات ہے۔ وہ غیر منقطع عطیہ ہوگا۔ سو (اے مخاطب) جس چیز کی یہ پرستش کرتے ہیں اس کے بارے میں ذرا شبہ نہ کرنا یہ لوگ بھی اسی طرح (بلا دلیل بلکہ خلاف دلیل) عبادت (غیر اللہ) کی کر رہے ہیں جس طرح ان کے قبل ان کے باپ دادا عبادت کرتے تھے اور ہم یقیناً (قیامت کو) ان کا حصہ (عذاب کا) ان کو پورا پورا بے کم و کاست پہنچا دیں گے۔

تفسیر : تذکیر عواقب اُخرویہ کفر ☆ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً لِّمَنْ خَافَ (الی قولہ تعالی) غَیْرَ مَنْقُوْصٍ ۱۰۹ یہ (جو کچھ اوپر قصص میں مذکور ہوا) ان (غارت شدہ) بستیوں کے بعض حالات تھے جن کو ہم آپ سے بیان کرتے ہیں (سو) بعضی بستیاں تو ان میں (اب بھی) قائم ہیں (مثلاً مصر کہ بعد اہلاک فرعونیوں کے آباد رہا) اور بعض کا بالکل خاتمہ ہو گیا اور (ہم نے جو ان مذکورہ بستی والوں کو سزائیں دیں سو) ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا (کہ بلا قصور سزا دی ہو جو کہ صورۃ ظلم ہے) لیکن انہوں نے خود ہی اپنے اوپر ظلم کیا (کہ ایسی حرکتیں کیں جن سے مستوجب سزا ہوئے) سو ان کے وہ معبود جن کو وہ خدا کو چھوڑ کر پوجتے تھے ان کو کچھ فائدہ نہ پہنچا سکے جب آپ کے رب کا حکم (عذاب کے لئے) آپہنچا (کہ ان کو عذاب سے بچا لیتے) اور (فائدہ تو کیا پہنچاتے اور) اُلٹا ان کو نقصان

پہنچایا (یعنی سب نقصان کے ہوئے کہ ان کی پرستش کی بدولت سزایاب ہوئے) اور آپ کے رب کی دارو گیر ایسی ہی (سخت) ہے جب وہ کسی بستی والوں پر دارو گیر کرتا ہے جب کہ وہ ظلم (وکفر) کیا کرتے ہوں بلاشبہ اس کی دارو گیر بڑی الم رساں (اور) سخت ہے (کہ اس سے سخت تکلیف پہنچتی ہے اور اس سے بچ نہیں سکتا) ان واقعات میں اس شخص کے لئے بڑی عبرت ہے جو آخرت کے عذاب سے ڈرتا ہو (وجہ عبرت ظاہر ہے کہ جب دنیا کا عذاب ایسا سخت ہے حالانکہ یہ دارالجزاء نہیں تو آخرت کا جو کہ دارالجزاء ہے کیسا سخت عذاب ہوگا) وہ (یعنی آخرت کا دن) ایسا دن ہوگا کہ اس میں تمام آدمی جمع کئے جاویں گے اور وہ سب کی حاضری کا دن ہے اور (وہ دن گو اب تک آیا نہیں لیکن اس سے کوئی اس کے آنے میں شک نہ کرے آوے گا ضرور) ہم اس کو صرف تھوڑی مدت کے لئے (بعض مصلحتوں سے) ملتوی کئے ہوئے ہیں (پھر) جس وقت وہ دن آوے گا (مارے ہیبت کے لوگوں کا یہ حال ہوگا کہ) کوئی شخص بدوں خدا کی اجازت کے بات تک (بھی) نہ کر سکے گا (ہاں جب پروانگی ہوگی اور جواب طلب کرنا بھی پروانگی میں داخل ہے اس وقت البتہ منہ سے بات نکلے گی خواہ وہ بات مقبول ہو یا مقبول نہ ہو سو اس حالت میں تو سب اہل موقف شریک) پھر (آگے) ان میں (یہ فرق ہوگا کہ) بعضے تو شقی (یعنی کافر) ہوں گے اور بعضے سعید (یعنی مومن) ہوں گے سو جو لوگ شقی ہیں وہ تو دوزخ میں ایسے حال سے ہوں گے کہ اس میں ان کی چیخ پکار پڑی رہے گی (اور) ہمیشہ ہمیشہ کو اس میں رہیں گے جب تک آسمان وزمین قائم ہیں (یہ محاورہ ہے ابدیت کے لئے اور کوئی نکلنے کی سبیل نہ ہوگی) ہاں اگر خدا ہی کو (نکالنا) منظور ہو تو دوسری بات ہے (کیونکہ) آپ کا رب جو کچھ چاہے اس کو پورے طور سے کر سکتا ہے (مگر باوجود قدرت کے یہ یقینی ہے کہ خدا یہ بات نہ چاہے گا اس لئے نکلنا بھی نصیب نہ ہوگا) اور رہ گئے وہ لوگ جو سعید ہیں سو وہ جنت میں ہونگے (اور) وہ اس میں (داخل ہونے کے بعد) ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے جب تک آسمان وزمین قائم ہیں (گو جانے کے قبل کچھ سزا گناہوں کی بھگتی ہو وہ بھی جنت سے کبھی نہ نکلیں گے) ہاں! اگر خدا ہی کو (نکالنا) منظور ہو تو دوسری بات ہے (مگر یہ یقین ہے کہ خدا یہ بات کبھی نہ چاہے گا۔ پس نکلنا بھی کبھی نہ ہوگا بلکہ) وہ غیر منقطع عطیہ ہوگا (اور جب کفر کا وبال اوپر کی آیتوں سے معلوم ہو چکا) سو (اے مخاطب) جس چیز کی یہ پرستش کرتے ہیں اس کے بارہ میں ذرا شبہ نہ کرنا (بلکہ یقین رکھنا کہ ان کا یہ عمل موجب سزا ہے بوجہ باطل ہونے کے اور باطل ہونے کی دلیل یہ ہے کہ) یہ لوگ بھی اسی طرح (بلا دلیل بلکہ خلاف دلیل) عبادت (غیر اللہ کی) کر رہے ہیں جس طرح ان کے قبل ان کے باپ دادا عبادت کرتے تھے (اور امر خلاف دلیل باطل اور موجب سزا ہوتا ہے) اور ہم یقیناً (قیامت کو) ان کا حصہ (عذاب کا) ان کو پورا پورا بے کم وکاست پہنچا دیں گے۔ **ف**: لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ کی جو تفسیر کی گئی ہے اس سے اس مضمون کے متعلق آیات میں کوئی شبہ نہ رہا۔ قولہ تعالیٰ: لَا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ [النبا : ۳۸] قوله تعالى: هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ [المرسلات : ۳۵، ۳۶] قوله تعالى: يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا [النحل : ۱۱۱] قوله تعالى: قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ [الأنعام : ۲۳] قوله تعالى: وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ [الصّٰفّٰت : ۲۷]۔ كما يظهر بالتامل۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ (الى قوله تعالى) اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ (وقوله تعالى) وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ (الى قوله تعالى) اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ سہل توجیہ اس کی یہ ہے کہ سعید وشقی سے مراد نیک کار اور بدکار لیا جاوے خواہ مومن ہو یا کافر اور ما کو من کے معنی میں کہا جاوے پس معنی یہ ہیں کہ عاصی نار میں ہوگا مگر جس کو خدا چاہے یعنی ایمان لے آوے اور مطیع جنت میں ہوگا مگر جس کو خدا چاہے یعنی اس کا خاتمہ کفر پر ہو جاوے پس اس میں دلالت ہے اس پر کہ نہ طاعت پر ناز کرے اور نہ عصیان میں مایوس ہو اور جنہوں نے اس آیت سے فنائے نار پر استدلال کیا ہے ان کے جواب میں اتنا کہہ دینا کافی ہے اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال پھر اجماع وقواطع اس کے خلاف پر اس کے بطلان کی مستقل دلیل ہیں اور تفصیل اصل عربی میں ہے ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قوله** في القرى غارت شده اشارة الى كون اللام للعهدى اى القرى المهلكة ۱۲۔ ۲؎ **قوله** في وحصيد اور بعض اشارة الى تقدير ومنها فالعطف للجملة على الجملة ۱۲۔ ۳؎ **قوله** فيه خاتمه تشبيها لها بالزرع في قيامه على الساق وحصادة ۱۲۔ ۴؎ **قوله** قبل ما ظلمناهم بستی والوں لدلالة القرى عليهم ۱۲۔ ۵؎ **قوله** في ظلمنٰهم صورةً لان حقيقته لا يتصور من الله تعالى ۱۲۔ ۶؎ **قوله** في شديد بچ نہیں سکتا هذا راجع الى شديد والاول الى الاليم ۱۲۔ ۷؎ **قوله** في آية عبرت لان العبرة من لوازم الآية ۱۲۔ ۸؎ **قوله** في مشهود حاضری کا دن لم اقل كغيرى اس میں سب حاضر ہوں گے لاظهار الفائدة في ايراد مشهود بعد مجموع له الناس واى تفخيم اليوم نظر الى انه الذى يستحق ان ينطلق اسم المشهود على الاطلاق عليه ولو فسر بما فسر به غيرى لكان مكررا ۱۲۔ ۹؎ **قوله** في اجل معدود تھوڑی مدت اشارة الى ان الاجل يراد به ههنا المدة لا انتهاء ها ويستعمل في كليهما ومعنى القلة يدل عليه المعدود ۱۲۔ ۱۰؎ **قوله** في لا تكلم جواب طلب فالاذن عام سواء كان صراحة او دلالة بل وسواء كان اباحة او تكوينا ۱۲۔ ۱۱؎ **قوله** قبل فمنهم شقى شریک الی فرق اشارة الى ما في

الآية من الجمع ثم التفريق ثم التقسيم ۱۲۔ ۱۲ قوله فی سعید بعض اشارة الیٰ تقدیر منهم ۱۲۔ ۱۳ قوله قبل زفیر ایسے حال سے اشارة الی کون جملة لهم فیها زفیر حالا من النار او من الضمیر فی الجار والمجرور ۱۲۔ ۱۴ قوله فی الا ما شاء دوسری بات هذا عندی ارجح الوجوه وابعدها من التکلف ویتاید بالخبر المرفوع فی الدر المنثور ۱۲۔

اختلاف القراءة: قوله یوم یاتی بالیاء وحذفها علی التخفیف ۱۲۔

اللغات: قوله تتبیب الاهلاك والتخسیر قوله سعدوا ورد سعده الله تعالیٰ فهو مسعود واسعده فهو مسعد الزفیر والشهیق فی القاموس زفر زفیر اخرج نفسه بعد مده ایاه ویشهق تردد البکاء فی صدره وفیه الزفیر اول صوت الحمار والشهیق اخره ۱۲۔

النحو: قوله عطآء مفعول مطلق عامله مقدره نعطیهم یدل علیه المذکور خالدین الخ ۱۲۔

البلاغة: قوله ما زادوهم نزلت الاصنام منزلة العقلاء بناء علی زعمهم قوله اخذ القری لم یقل اهل القری ایذانا بسریان الاخذ من اهل القریٰ الی القری قوله یوم یات اشکل کون الزمان ظرفا لنفسه والجواب ان بعض الازمنة ینزل منزلة الزمان فی فیصح کون الزمان ظرفا کما یقال یوم یاتی العید قوله فاما الذین شقوا الخ قدم شقوا علی سعدوا واثبت لاهل الشقاء الزفیر والشهیق ولم یثبت لاهل السعادة البهجة والسرور لان المقام مقام تحذیر فناسب ای یهیم بالتحذیر واما ایراد شقوا مبینا للفاعل وایراد سعدوا مبینا للمفعول فللاشارة الی حدیث فمن وجد خیرا فلیحمد الله ومن وجد غیر ذلك فلا یلومن الا نفسه واما الفرق بین التابیدین حیث تمم الاول بقوله ان ربك والثانی بقوله عطاء فلعله لان توهم الانقطاع من الاستثناء فی الاول لا یخل بالتحذیر طبعاً وعادةً والمقام مقام بیان القدرة وتوهمه فی الثانی ویخل بالتبشیر فدفعه بقوله عطاء غیر مجذوذ وقد فرغ من بیان القدرة فیما سبق وان اقتضاه الثانی ایضا قوله نصیبهم فیه تهکم ۱۲۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۱۱۰﴾ وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ۭ اِنَّهٗ بِمَا يَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۱۱﴾ فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ۭ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۲﴾ وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَاۗءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ۭ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ۭ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۱۵﴾

اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب (یعنی توریت) دی تھی سو اس میں (بھی مثل قرآن کے) اختلاف کیا گیا اور اگر ایک بات نہ ہوتی جو آپ کے رب کی طرف سے پہلے سے ٹھہر چکی ہے تو ان کا (قطعی) فیصلہ (دنیا ہی میں) ہو چکا ہوتا کہ یہ لوگ اس کی طرف سے ایسے شک میں (پڑے) ہیں جس نے ان کو تردد میں ڈال رکھا ہے اور بالیقین سب کے سب ایسے ہی ہیں کہ آپ کا رب ان کو ان کے اعمال (کی جزا) کا پورا پورا حصہ دے گا۔ وہ بالیقین ان کے سب اعمال کی پوری خبر رکھتا ہے۔ تو آپ جس طرح کہ آپ کو حکم ہوا ہے (راہ دین پر) مستقیم رہئے اور وہ لوگ بھی (مستقیم رہیں) جو کفر سے توبہ کر کے آپ کی ہمراہی میں ہیں اور دائرہ دین سے ذرا مت نکلو۔ یقیناً وہ تم سب کے اعمال کو خوب دیکھتا ہے اور (اے مسلمانو!) ان ظالموں کی طرف مت جھکو کبھی تم کو دوزخ کی آگ لگ جائے اور (اس وقت) خدا کے سوا تمہارا کوئی رفاقت کرنے والا ہو۔ پھر حمایت تو تمہاری ذرا بھی نہ ہوگی اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نماز کی پابندی رکھئے اور دن کے دونوں سروں پر (یعنی اول و آخر میں) اور رات کے کچھ حصوں میں بیشک نیک کام (نامہ اعمال سے) مٹا دیتے ہیں برے کاموں کو۔ یہ بات ایک (جامع) نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کے لئے اور صبر کیا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔

تفسیر ربط: اوپر مذکورہ سے پہلے آیت فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ الخ میں آپ کی تسلی اور آیت: وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ الخ میں اجمالاً تاخیر عذاب کی حکمت اور آیت اَلَا يَوْمَ يَاْتِيْهِمْ الخ میں اپنے وقت پر عذاب کا وقوع اور آیت: اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَخْبَتُوْٓا الخ میں امتثال اوامر کی ترغیب اور

فضیلت یہ سب مضامین مذکور تھے آگے قصص اور اس کے متعلقات کے بعد پھر انہیں مضامین کی طرف عود ہے۔

عود بمضامین تسلیہ وحکمت تاخیر عذاب وتیقن وقوع آں بوقت خود وترغیب امتثال اوامر:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ (الی قولہ تعالیٰ) فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ [البقرۃ] اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب (یعنی توریت) دی تھی سو اس میں (بھی مثل قرآن کے) اختلاف کیا گیا (کہ کسی نے مانا کسی نے نہ مانا یہ کوئی آپ کے لئے نئی بات نہیں ہوئی پس آپ مغموم نہ ہوں) اور (یہ منکرین ایسے مستحق عذاب ہیں کہ) اگر ایک بات نہ ہوتی جو آپ کے رب کی طرف سے پہلے ٹھہر چکی ہے (کہ پورا عذاب ان کو آخرت میں دوں گا) تو (جس چیز میں یہ اختلاف کررہے ہیں) ان کا (قطعی فیصلہ دنیا ہی میں) ہو چکا ہوتا (یعنی وہ عذاب موعود واقع ہو جاتا) اور یہ لوگ (باوجود قیام براہین کے ابھی تک) اس (فیصلہ یعنی عذاب موعود) کی طرف سے ایسے شک میں (پڑے) جس نے ان کو تردد میں ڈال رکھا ہے (کہ ان کو عذاب کا یقین ہی نہیں آتا شک کا مطلب یہی ہے) اور (کسی کے شک وانکار سے یہ عذاب ٹلے گا نہیں بلکہ) بالیقین سب کے سب ایسے ہی ہیں کہ آپ کا رب ان کو ان کے سب اعمال (کی جزا) کا پورا پورا حصہ دے گا وہ بالیقین ان کے سب اعمال کی پوری خبر رکھتا ہے (جب ان کی سزا کا معاملہ آپ سے کچھ سروکار نہیں رکھتا) تو آپ (اور مسلمان اپنے کام میں لگے رہیں وہ کام یہ ہیں کہ آپ) جس طرح کہ آپ کو حکم ہوا ہے (راہ دین پر) مستقیم رہئے اور وہ لوگ بھی (مستقیم رہیں) جو کفر سے توبہ کرکے آپ کی ہمراہی میں ہیں اور دائرہ (دین) سے ذرا مت نکلو یقیناً وہ تم سب کے اعمال کو خوب دیکھتا ہے اور (اے مسلمانو ان) ظالموں کی (یا جو ان کی مثل ہوں ان کی) طرف (باعتبار دوستی یا شرکت احوال واعمال کے) مت جھکو کبھی تم کو دوزخ کی آگ لگ جاوے اور (اس وقت) خدا کے سوا تمہارا کوئی رفاقت کرنے والا نہ ہو پھر حمایت تو تمہاری ذرا بھی نہ ہو (کیونکہ رفاقت تو حمایت سے سہل ہے جب وہ نہ ہو تو اس کا تو کب احتمال ہے) اور (اے محمد ﷺ) آپ نماز کی پابندی رکھئے دن کے دونوں سروں پر (یعنی اول اور آخر میں) اور رات کے کچھ حصوں میں بیشک نیک کام (نامۂ اعمال سے) مٹا دیتے ہیں برے کاموں کو یہ بات (کہ نیکیوں سے گناہ معاف ہوتے ہیں) ایک (جامع) نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کے لئے (کیونکہ ہر نیکی اس قاعدہ کلیہ میں داخل ہے پس اس سے ہر نیکی کی رغبت ہونا چاہئے) اور (ان منکرین کی طرف سے جو معاملات پیش آتے ہیں ان پر) صبر کیا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتے (پس صبر بھی اعلیٰ درجہ کی نکوکاری ہے اس کا پورا اجر ملے گا) **ف**: دن کے دو سروں سے مراد بعض کے نزدیک فجر اور عصر ہے اور بعض نے نزدیک دو سروں سے مراد دو حصے اول کا اور آخر کا اول کے حصہ میں صبح کی نماز ہے آخر کے حصہ میں ظہر اور عصر اور رات کے حصوں سے مراد مغرب و عشاء کا وقت پس ایک قول پر اس آیت میں پانچوں نمازیں مراد ہیں اور ایک قول پر بجز ظہر کے چار نمازیں اور ظہر دوسری آیت میں مذکور ہے۔ سورۂ روم میں ہے وَحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ شاید چار کی تخصیص ذکر میں خاص اہتمام کے لئے ہو کہ فجر اور عشاء کا وقت نوم کا ہے عصر کا وقت مشغولی کاروبار کا مغرب کا وقت کھانے کا گھر میں آنے کا بخلاف ظہر کے وقت کے کہ بالکل فراغت کا ہوتا ہے چونکہ اصل میں ان احکام کا سنانا اوروں کو مقصود ہے اس لئے ان کی حالت کی رعایت سے یہ تخصیص ہوئی **واللہ اعلم** اور سیئات سے مراد آیت میں صغائر ہیں اور تحقیق اس مسئلہ کی شروع پارہ پنجم تحت آیت اِنْ تَجْتَنِبُوْا الخ [النساء: ۳۱] کے گذر چکی ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ حاصل استقامت کا یہ ہے حقوق خلق وحق کا ادا کرنا اور کثرت کا وحدت میں اور وحدت کا کثرت میں مشاہدہ کرنا اور آپ کی استقامت اور ہے اور آپ کے اتباع کی اور قولہ تعالیٰ: وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ اس میں مداہنت اور باوجود قدرت کے نکیر نہ کرنا اور انکی وضع اختیار کرنا اور ان کی تعظیم اور بدوں ضرورت شرعیہ کے ان کی مجالست سب اسی نہی میں داخل ہو گی **کذا فی الروح** ۱۲۔ قولہ تعالیٰ: اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ یعنی انوار طاعت سے ظلمات معصیت کی دور ہو جاتی ہیں کذا فی الروح اور اس میں بھی داخل ہے کہ طاعت کے ملکہ کے غلبہ سے معصیت کا مادہ مضمحل ہو جاوے ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قولہ فی شك منه عذاب دل علی المرجع قولہ لقضی بینھم**۱۲۔ ۲ **قولہ ھناك** شک کا مطلب **فالشك یقابل الیقین فیعم الانکار**۱۲۔ ۳ **قولہ فی ثم لا تنصرون** سہل **فثم للتراخی للرتبی لکون النصر ابعد من الولایۃ**۱۲۔ ۴ **قولہ فی ذلك** یہ بات **ھو احد الوجوہ المذکورۃ فی روح المعانی وھو افیدھا عندی**۱۲۔ ۵ **قولہ فی ف** مغرب اور عشاء **فالزلف اما ان یراد بہ ما فوق الواحد ویقال ان کلا من الصلوتین یؤدی فی اکثر من ساعۃ لان الساعۃ مطلق الوقت وھو شامل لکل قلیل و کثیر**۱۲۔

اللغات: **قولہ لما اصلہ لمن باعلی ان من موصولۃ وما زائدۃ فقلبت النون میما للادغام فاجتمع ثلث میمات فحذفت اولٰھن وفی ان ولما اربع قراءت تشدیدھما وقد ذکر تخفیفھما باعمال ان المخففۃ اعتبارا للاصل وکون اللام لتاکید لام القسم وکون ما مزیدۃ**

بینهما للفصل وتشدید الاول وتخفیف الثانی و تخفیف الاول و تشدید الثانی وتوجیه الخیرین معلوم من الاولین الزلف جمع زلفة بمعنی ساعة ۱۲۔

البلاغۃ: قوله موسی الکتب لعل تخصیص موسیٰ علیه السلام لمشارکة له علیهما السلام فی طول مقاساة الشدائد من امتهما قوله اقم ولا ترکنوا فی الروح ومن البلاغة القرآنیة ان الاوامر بافعال الخیر افردت للنبی صلی الله علیه وسلم وان کانت عامة فی المعنی والمناهی جمعت للامة وما اعظم شان الرسول صلی الله علیه وسلم عند ربه جل وعلا ۱۲۔

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ لَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ۭ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۭ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَاۗءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَجَاۗءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ۭ اِنَّا عٰمِلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَانْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ۭ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ ع ۱۰

تو جو امتیں تم سے پہلے ہو گزری ہیں ان میں ایسے سمجھدار لوگ نہ ہوئے جو کہ (دوسروں کو) ملک میں فساد (یعنی کفر و شرک) پھیلانے سے منع کرتے۔ بجز چند آدمیوں کے کہ جن کو ان میں سے ہم نے (عذاب سے) بچا لیا تھا اور جو لوگ نافرمان تھے اور وہ جس ناز و نعمت میں تھے اسی کے پیچھے پڑے رہے اور جرائم کے خوگر ہو گئے اور آپ کا رب ایسا نہیں کہ بستیوں کو کفر کے سبب ہلاک کر دے اور ان کے رہنے والے (اپنی اور دوسروں کی) اصلاح میں لگے ہوں اور اگر اللہ کو منظور ہوتا تو سب آدمیوں کو ایک ہی طریقہ کا بنا دیتا اور آئندہ (بھی) ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے۔ مگر جس پر آپ کے رب کی رحمت ہو اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اسی واسطے پیدا کیا ہے اور آپ کے رب کی یہ بات پوری ہوگی کہ میں جہنم کو جنات سے اور انسانوں دونوں سے بھر دوں گا اور پیغمبروں کے قصوں میں سے ہم یہ سارے (مذکورہ) قصے آپ سے بیان کرتے ہیں جن کے ذریعے سے ہم آپ کے دل کو تقویت دیتے ہیں اور ان قصوں میں آپ کے پاس ایسا مضمون پہنچا ہے جو خود بھی راست (اور واقع) ہے اور مسلمانوں کے لئے نصیحت ہے اور یاد دہانی ہے اور جو لوگ (باوجود ان حجت قاطعہ کے بھی) ایمان نہیں لاتے ان سے کہہ دیجئے کہ میں تم سے الجھتا نہیں تم اپنی حالت پر عمل کرتے رہو۔ ہم بھی (اپنے طور پر) عمل کر رہے ہیں اور (ان اعمال کے نتیجہ کے) تم (بھی) منتظر رہو ہم بھی منتظر ہیں (عنقریب حق و باطل کھل جائے گا) اور آسمانوں اور زمین میں جتنی غیب کی باتیں ہیں ان کا علم خدا ہی کو ہے اور سب امور اسی کی طرف رجوع ہوں گے۔ تو (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اسی کی عبادت کیجئے (جس میں تبلیغ بھی داخل ہے) اور اسی پر بھروسہ رکھئے اور آپ کا رب ان باتوں سے بے خبر نہیں جو کچھ تم لوگ کر رہے ہو۔

تفسیر ربط: اوپر قصص میں امم مہلکہ کے وبال و نکال کا حال مذکور ہوا تھا آگے اس کا سبب قریب کہ ان کی نافرمانی ہے اور سبب بعید کہ مشیت و حکمت ہے مذکور ہے اور اول کے بیان سے اپنا رحم و کرم اور ثانی کے بیان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تسلیہ و دفع غم منظور ہے۔

سبب قریب و بعید ہلاک امم سابقہ ☆ فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ (الی قولہ تعالی) مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿﴾ (اور اوپر جو امم مہلکہ کے قصص مذکور ہوئے) تو (وجہ اس کی یہ ہوئی) کہ جو امتیں تم سے پہلے ہو گزری ہیں ان میں ایسے سمجھدار لوگ نہ ہوئے جو کہ (دوسروں کو) ملک میں فساد (یعنی کفر و شرک) پھیلانے سے منع کرتے بجز چند آدمیوں کے کہ جن کو ان میں سے ہم نے (عذاب سے) بچا لیا تھا (کہ وہ تو البتہ جیسے خود کفر و شرک سے تائب ہو گئے تھے اوروں کو بھی منع کرتے رہتے تھے اور ان ہی دونوں عمل کی برکت سے وہ عذاب سے بچ گئے تھے باقی اور لوگ چونکہ خود ہی کفر میں مبتلا تھے انہوں نے اوروں کو بھی منع نہ

کیا) اور جو لوگ نافرمان تھے وہ جس ناز و نعمت میں تھے اسی کے پیچھے پڑے رہے اور جرائم کے خوگر ہو گئے (کہ اس سے باز ہی نہ آئے خلاصہ مطلب یہ کہ نافرمانی تو ان میں عام طور پر رہی اور منع کرنے والا کوئی ہوا نہیں اس لئے سب ایک ہی عذاب میں مبتلا ہوئے ورنہ کفر کا عذاب عام ہوتا اور فساد کا خاص اب بوجہ منع نہ کرنے کے غیر مفسد بھی مفسد ہونے میں شریک قرار دیئے گئے اس لئے جو عذاب مجموعہ کفر و فساد پر نازل ہوا وہ بھی عام رہا) اور (اس سے ثابت ہو گیا کہ) آپ کا رب ایسا نہیں کہ بستیوں کو کفر کے سبب ہلاک کر دے اور ان کے رہنے والے (اپنی اور دوسروں کی) اصلاح میں لگے ہوں (بلکہ جب بجائے اصلاح کے فساد کریں اور فساد کرنے والوں کو منع نہ کریں اس وقت عذاب خاص کے مستحق ہو جاتے ہیں) اور اگر اللہ کو منظور ہوتا تو سب آدمیوں کو ایک ہی طریقہ کا بنا دیتا (یعنی سب کو مؤمن کر دیتا لیکن بعض حکمتوں سے ایسا منظور نہ ہوا اس لئے دین کے خلاف مختلف طریقوں پر ہو گئے) اور (آئندہ بھی) ہمیشہ اختلاف (ہی) کرتے رہیں گے مگر جس پر آپ کے رب کی رحمت ہو (وہ دین کے خلاف طریقہ اختیار نہ کرے گا) اور (اس اختلاف کا غم یا تاسف یا تعجب نہ کیجئے کیونکہ) اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اسی واسطے پیدا کیا ہے (کہ ان میں اختلاف رہے اور (اختلاف کے لئے پیدا کرنے کی وجہ یہ ہے کہ) آپ کے رب کی یہ بات پوری ہو گی کہ میں جہنم کو جنات سے اور انسانوں سے دونوں سے بھر دوں گا (اور خود اس کی حکمت یہ ہے کہ جس طرح مرحومین میں صفت رحمت کا ظہور ہوا مغضوبین میں صفت غضب کی ظاہر ہو پھر اس ظہور کی حکمت یا اس حکمت کی حکمت اللہ ہی کو معلوم غرض اس ظہور کی حکمت سے جہنم میں جانا بعضوں کا ضرور اور جہنم میں جانے کے لئے وجود کفار کا تکوینا ضروری اور وجود کفار کے لئے اختلاف لازم یہ وجہ ہے سب کے مسلمان نہ ہونے کی)۔ **ف**: مراد اس اختلاف سے اختلاف بعد الاتفاق ہے پس آیت: كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً [البقرة: ۲۱۳] سے اس آیت کا کچھ تعارض نہیں کہ ایک سے اختلاف اور دوسری سے عدم اختلاف معلوم ہوتا ہے وجہ عدم تعارض تغائر دونوں کے زمانوں کا ہے اور تخصیص اہل الرائے کی اسلئے کی کہ جب انہوں نے منع نہ کیا تو اوروں کا منع نہ کرنا تو بدرجہ اولیٰ مفہوم ہو گیا اور اس آیت سے جو ظاہراً شبہ ہوتا ہے کہ اصل وجہ تو اہلاک کی کفر تھا نہ کہ عدم النہی اسکا جواب اثنائے ترجمہ میں تقریر خلاصہ مطلب سے معلوم ہو گیا کہ عدم نہی مطلق عذاب کا سبب نہیں بلکہ عذاب خاص کا۔ **ربط**: اوپر محکی عنہ یعنی واقعات قصص کی علت و حکمت مذکور تھی آگے حکایت یعنی بیان قصص کی حکمت مذکور ہے۔

بیان بعض حکمت ہائے حکایت قصص ☆ وَ كُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ (الی قوله تعالی) وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ۝ اور پیغمبروں کے قصوں میں سے ہم یہ سارے (مذکورہ) قصے آپ سے بیان کرتے ہیں جن کے ذریعہ سے ہم آپ کے دل کو تقویت دیتے ہیں (ایک فائدہ بیان قصص کا تو یہ ہوا جس کا حاصل آپ کو تسلی دینا ہے) اور ان قصوں میں آپ کے پاس ایسا مضمون پہنچا ہے جو خود بھی راست (اور واقعی) ہے اور مسلمانوں کے لئے (برے کاموں سے روکنے کو) نصیحت ہے اور اچھے کام کرنے کے لئے) یاد دہانی ہے (یہ دوسرا فائدہ بیان قصص کا ہوا ایک فائدہ نبی کے لئے دوسرا امت کے لئے) **ف**: حق صفت ذاتیہ ہے آیات قرآنیہ کی جو قصص پر مشتمل ہیں اور موعظة اور ذکری اس کی صفات اضافیہ ہیں جن میں ایک زاجر اور ایک آمر ہے۔

ربط: اوپر مجموعہ سورت میں توحید اور رسالت اور بعث اور حقانیت قرآن اور وعدہ و وعید کے اثبات اور شبہات کی نفی سے اتمام دعوت اور الزام حجت کا حق کافی وافی ادا کر دیا گیا اب جو لوگ اس پر بھی نہ مانیں ان سے آخری کلام کر کے سورت کو ختم کیا جاتا ہے۔

خاتمہ کلام با الدالخصام ☆ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ (الی قوله تعالی) وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ۝ اور جو لوگ (باوجود ان حجج قاطعہ کے بھی) ایمان نہیں لاتے ان سے کہہ دیجئے کہ (میں تم سے الجھتا نہیں) تم اپنی حالت پر عمل کرتے رہو ہم بھی (اپنے طور پر) عمل کر رہے ہیں اور (ان اعمال کے نتیجہ کے) تم (بھی) منتظر رہو ہم بھی منتظر ہیں (سو عنقریب حق و باطل کھل جاوے گا) اور آسمانوں اور زمین میں جتنی غیب کی باتیں ہیں ان کا علم خدا ہی کو ہے (تو بندوں کے اعمال تو غیب بھی نہیں اور ان کا علم تو بدرجہ اولیٰ حق تعالیٰ کو ہے) اور سب امور اسی کی طرف رجوع ہوں گے (یعنی علم و اختیار دونوں کے ساتھ موصوف ہے پھر اس کو کیا مشکل ہے اگر اعمال کی جزا و سزا دے اور جب وہ ایسا علم و اختیار رکھتا ہے) تو (اے محمد ﷺ) آپ اسی کی عبادت کیجئے (جس میں تبلیغ بھی داخل ہے) اور اسی پر بھروسہ رکھئے (اگر تبلیغ میں کسی اذیت کا احتمال ہو یہ بیچ میں بطور جملہ معترضہ کے آپ سے خطاب فرما دیا آگے پھر وہی اوپر کا مضمون ہے یعنی) اور آپ کا رب ان باتوں سے بے خبر نہیں جو کچھ تم کر رہے ہو (جیسا کہ اوپر علم غیب سے اعمال کا علم بدرجہ اولیٰ ثابت ہو گیا)۔ **ف**: حسن ختام سورت کا اس آیت پر ظاہر ہے وقد فرغت بحمد الله تعالىٰ من تفسير هذه السورة لخمسة عشر خلون من جمادى الاولىٰ ۱۳۲۴ من الهجرة۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ط روح میں ہے کہ اس اختلاف کے لئے ان کو اس لئے پیدا کیا کہ وہ اس کے جمال یعنی لطف اور اس کے جلال یعنی قہر کے مظاہر ہوں اھ اور: مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ [الذاريت: ۵۶] کے منافی نہیں ایک غایۃ تکوینیہ ہے ایک غایۃ تشریعیہ ۱۲۔ قولہ تعالیٰ وَ كُلًّا نَّقُصُّ (الی قوله تعالی) مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ اس میں دلیل ہے کہ مقبولین کے قصص کو قلوب کی تثبیت و تقویت و تنشیط میں خاص اثر اور دخل

ہے اسی لئے بزرگوں نے اولیاء کی حکایات جمع کرنے کا خاص اہتمام فرمادیا ہے ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ : ۱ قوله فی فلو لا اوراوپر......نہ ہوئے اشار بالاول الیٰ معنی الفاء وبالثانی الی ان التخصیص یراد به النفی کما فی آخر سوة یونس فلو لا کانت قریة امنت فانظر فی الحاشیة ثمه ۱۲۔

اللغات : البقیة خصلة باقیة من الرأی والعقل او الفضل ماخوذ من البقیة التی یصطفیها المرء لنفسه ویدخرها مما ینفعه ومن هنا قیل فلان من بقیة القوم ای من خیارهم الاتراف من الترف وهو التوسع فی النعمة ۱۲۔

النحو : کلا منصوب علی انه مفعول به لقوله نقص والتنوین عوض عن المضاف الیه ای کل نبأ ومن انباء صفة لنبأ مقدر ومن تبعیضیة وما نثبت عطف بیان او بدل من کلا وهذه یشار بها الی انبائهما۔

البلاغة : قوله غیب بتقدیر علم المضاف قوله تعملون بالتاء فیه تغلیب المخاطب علی معنی ما ربك بغافل عما تعمل انت وما یعملون هم فیجازی کلا منك ومنهم بموجب الاستحقاق ۱۲۔

سورۃ یوسف ۱۲ مکیۃ ۵۳ — بسم اللہ الرحمن الرحیم — آیاتھا ۱۱۱ — رکوعاتھا ۱۲

سورۂ یوسف مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اور اس کی ایک سو گیارہ آیتیں اور بارہ رکوع ہیں

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۱﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲﴾ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿۳﴾ اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ اِنِّىْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِىْ سٰجِدِيْنَ ﴿۴﴾ قَالَ يٰبُنَىَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۵﴾ وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۶﴾ ع ۱۱

الٓر ۔ یہ آیتیں ہیں ایک کتاب واضح کی۔ ہم نے اس کو اتارا ہے قرآن عربی زبان کا تاکہ تم (بوجہ اہل لسان ہونے کے اوّلاً) سمجھو (اور تمہارے واسطے اور لوگ سمجھیں) ہم نے جو یہ قرآن آپ کے پاس بھیجا ہے اس (کے بھیجنے) کے ذریعہ سے ہم آپ سے ایک بڑا عمدہ قصہ بیان کرتے ہیں اور اس (ہمارے بیان کرنے) کے قبل آپ (اس سے) محض بے خبر تھے۔ وہ وقت قابل ذکر ہے جب کہ یوسفؑ نے اپنے والد یعقوب علیہ السلام سے کہا کہ ابا میں نے (خواب میں) گیارہ ستارے اور سورج اور چاند دیکھے ہیں (اور) ان کو اپنے روبرو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ انہوں نے (جواب میں) فرمایا کہ بیٹا اپنی اس خواب کو اپنے بھائیوں کے روبرو بیان مت کرنا پس (یہ سمجھ کر) وہ تمہاری (ایذا رسانی کی) کوئی خاص تدبیر کریں گے بلاشبہ شیطان آدمی کا صریح دشمن ہے اور اسی طرح تمہارا رب تم کو منتخب کرے گا اور (تم کو علوم دقیقہ بھی دے گا مثلاً) تم کو خوابوں کی تعبیر کا علم دے گا اور (نعمتیں دے کر بھی) تم پر اور یعقوبؑ کے خاندان پر اپنا انعام کامل کرے گا جیسا کہ اس سے قبل تمہارے دادا پر دادا یعنی ابراہیم و اسحاق علیہم السلام پر اپنا انعام مکمل کر چکا ہے واقعی تمہارا رب بڑا علم و حکمت والا ہے۔ ۞

تفسیر: بسم اللہ الرحمن الرحیم ☆ **سورة يوسف مكية وآيها مائة واحدى عشرة اية كذا فى البيضاوى۔** خلاصہ سورت کا ظاہر ہے کہ تقریباً تمام تر مشتمل ہے قصہ حضرت یوسف علیہ السلام پر اور اس کے آغاز سے پہلے قرآن کی حقیت جس میں وہ قصہ بیان ہوا ہے اور اس کے ختم سے پیچھے اول توحید کا مضمون اور اس کے اخلال پر وعید پھر رسالت کی بحث اور اس کے منکرین کی بدانجامی کی اجمالی حکایت اور ایسی حکایات وقصص کا موجب عبرت ہونا اور قرآن میں جس میں یہ قصص ہیں حق ہونا مذکور ہے اور اسی پر سورت ختم ہے پس زیادہ حصہ سورت کا قصص پر مشتمل ہے جس کے بیان کی حکمت سورت سابقہ کی اخیر کی آیت: وکلا نقص الخ میں مذکور ہوئی تھی اور کچھ حصہ سورت کا اصول دین میں ہے جس میں کفار کی مخالفت کرنے کی وجہ سے جو آپ کو غم تھا اس کے ازالہ وتسلی کے لئے یہ قصہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے اخوان کی مخالفت سے کوئی ضرر نہیں پہنچا بلکہ انجام کار وہی ترقی کا سبب ہو گیا اسی طرح آپ کو آپ کی قوم کی مخالفت مضر نہ ہوگی پس مناسبت دونوں سورتوں کی اور خود اجزاء سورت کی بھی اس تقریر سے مستفاد ہو گئی اور چونکہ ارتباط اجزاء قصہ میں جو بڑا حصہ سورت کا

ہے محتاج بیان نہیں اس لئے مثل دیگر مقامات کے ان میں تقریر ربط کی مستقلاً بیان نہ کی جاوے گی اور شان نزول اس کا درمنثور میں ابن عباسؓ سے اس طرح مروی ہے کہ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ ہم کو کوئی قصہ سنا دیں تو خوب ہو اس پر یہ قصہ نازل ہوا اور خازن میں بروایت ضحاک ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ یہود نے آپ سے یہ قصہ پوچھا تھا (یعنی امتحاناً) اس پر یہ آیات الرٰ الخ نازل ہوئیں واللہ اعلم اور اس قصہ کے متعلق تین فائدے مظنون ہیں اول یہ کہ اس کو احسن القصص کیوں فرمایا اس کی وجہ روح المعانی میں مختصر الفاظ میں یہ لکھی ہے کہ وہ مشتمل ہے ان امور پر حاسد و محسود مالک و مملوک شاہد و مشہود عاشق و معشوق حبس و اطلاق خصب و جدب ذنب و عفو فراق و وصال سقم و صحت حل و ارتحال ذل و عز او رنیز مفید ہے ان امور کو قضا و قدر کا کوئی دافع اور مانع نہیں ہے جس کو خدا تعالیٰ کوئی چیز نہیں پہنچانا چاہیں اس کو کوئی روک نہیں سکتا۔ حسد سے حاسد ہی کو نقصان و خذلان پہنچتا ہے۔ صبر مفتاح الفرج ہے تدبیر کرنا عقل کی بات ہے اصلاح امور معاش میں عقل کام کی چیز ہے وغیر ذالک اھ دوم اور قصے کچھ کچھ بیان کئے گئے یہ بالاستیعاب بیان کیا گیا اس کی وجہ روح میں جلال سیوطیؒ سے یہ لکھی ہے کہ یہ صحابہ کی درخواست پر نازل ہوا اس لئے بسط و تمام کے ساتھ بیان کیا گیا تا کہ ان کا مقصود کہ استیعاب ہے حاصل ہو جاوے اور احاطہ سے ان کو راحت اور سیری ہو اھ سوم اس قصہ کو مثل دوسرے قصوں کے مکرر نہیں لائے اس کی وجہ میرے نزدیک فائدہ دوم پر متفرع ہے کیونکہ اور قصوں میں چونکہ استیعاب نہیں ہے اس لئے ہر مقام کے مناسب مختلف فوائد کے لئے کچھ کچھ اجزاء لائے گئے گو ان میں بعض اجزاء مشترک بھی ہوں مگر مقصود اجزاء متباینہ اور اجزاء مشترکہ کے فوائد متباینہ ہیں بخلاف اس قصہ کے کہ سب اجزاء اور سب فوائد ایک جگہ مجتمع کر دیئے گئے اس لئے اس میں تکرار نہیں اور روح میں اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ اور قصص میں مقصود زجر ہے معاصی پر اور تقبیح ہے مناہی کی اور ان کا مہتم بالشان ہونا مقتضی ہے تکرار کو بخلاف اس قصہ کے جیسا کہ ظاہر ہے اور یہی دونوں وجہ قصہ اصحاب کہف اور قصہ ذی القرنین اور قصہ موسیٰ مع الخضر علیہما السلام اور قصہ ذبیح علیہ السلام کے غیر مکرر ہونے میں بھی جاری ہیں واللہ اعلم۔

حقیت قرآن و تمہید قصہ ☆ الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ۟ (الی قولہ تعالی) لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝ ۔ الٓرٰ ۔ (اس کے معنی تو اللہ کو معلوم ہیں) یہ آیتیں ہیں ایک کتاب واضح کی (جس کے الفاظ اور معانی ادلیہ بہت صاف ہیں) ہم نے اس کو اتارا ہے قرآن عربی زبان کا تا کہ تم (بوجہ اہل لسان ہونے کے اولاً) سمجھو (اور تمہارے واسطے سے اور لوگ سمجھیں) ہم نے جو یہ قرآن (جس کی صفت او پر مذکور ہوئی) آپ کے پاس بھیجا ہے اس (کے بھیجنے) کے ذریعہ سے ہم آپ سے ایک بڑا عمدہ قصہ بیان کرتے ہیں اور اس (ہمارے بیان کرنے) کے قبل آپ (اس سے) محض بے خبر تھے (کیونکہ نہ کوئی کتاب پڑھی تھی نہ کسی صاحب کتاب سے حاصل کیا تھا اور عوام میں ایسی کامل صحت کے ساتھ مشہور نہ تھا پس اس سے ثابت ہوا کہ یہ قرآن وحی ہے)

آغاز قصہ و خواب گفتن یوسف علیہ السلام و جواب دادن یعقوب علیہ السلام

اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ (الی قولہ تعالی) اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ وہ وقت قابل ذکر ہے جب کہ یوسف (علیہ السلام) نے اپنے والد (یعقوب علیہ السلام) سے کہا کہ ابا میں نے (خواب میں) گیارہ ستارے اور سورج اور چاند دیکھے ہیں انکو اپنے روبرو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے انہوں نے (جواب میں) فرمایا کہ بیٹا اپنے اس خواب کو اپنے بھائیوں کے روبرو بیان مت کرنا (کیونکہ بوجہ خاندانِ نبوت میں ہونے کے وہ اس کی تعبیر جانتے ہیں گو ظناً سہی کہ گیارہ ستارے گیارہ بھائی ہیں اور سورج باپ بوجہ اعظمیت اور چاند ماں بوجہ اصغریت یا بالعکس بمناسبت تذکیر و تانیث لفظ کے اور سجدہ سے اصلی مراد انقیاد) پس یہ (سمجھ کر) وہ تمہارے (ایذا رسانی کے) لئے کوئی خاص تدبیر کریں گے (یعنی ان میں سے اکثر کہ دس بھائی علاتی تھے اور حقیقی بنیامین سے گو اندیشہ ضرر نہیں لیکن شاید ان کے منہ سے نکل جاوے پھر فتنہ ہو) بلاشبہ شیطان آدمی کا صریح دشمن ہے (اس لئے بھائیوں کے دل میں وسوسے ڈالے گا) اور (جس طرح خدا تم کو یہ عزت دے گا کہ سب تمہارے منقاد ہوں گے) اسی طرح تمہارا رب تم کو (دوسری عزتیں بھی دے گا کہ تم کو نبوت کے لئے) منتخب کرے گا اور تم کو (علوم دقیقہ بھی دے گا) مثلاً خوابوں کی تعبیر کا علم دے گا اور (اس کے علاوہ اور نعمتیں دے کر بھی) تم پر اور یعقوب کے خاندان پر انعام کامل کرے گا جیسا اس کے قبل تمہارے دادا پردادا یعنی ابراہیم و اسحٰق (علیہما السلام) پر اپنا انعام کامل کر چکا ہے واقعی تمہارا رب بڑا علم و حکمت والا ہے (ہر ایک کے مناسب فیض عطا فرماتا ہے)

ف: یہاں چند امور قابل تحقیق ہیں۔ اول: یہ دیکھنا غالباً حالت خواب میں تھا کیونکہ اکثر اطلاق رؤیا کا خواب پر آتا ہے۔ دوم: یہ کل بارہ بھائی تھے دو حقیقی اور دس علاتی۔ علاتیوں سے خوف ایذا تھا اور حقیقی سے یہ کہ منہ سے نکل جاوے۔ سوم: بھائیوں کا تعبیر سمجھنا مناسبت خاندان نبوت سے تھا پس ان کا نبی یا ولی ہونا لازم نہیں آتا اور ظناً تھا اس لئے تاویل الاحادیث کے شرف کا مشترک ہونا لازم نہیں آتا۔ چہارم: یہ کید اس غرض سے ہونا ضرور نہیں کہ یہ تعبیر واقع نہ ہو بلکہ تعبیر تو بالیقین واقع ہوگی مگر حسد سے ایذاء دیں گے گو اس کے بعد پھر وقوع تعبیر ضروری ہے۔ پنجم: یہ بشارتیں یعقوب علیہ السلام نے جو دیں یا تو اس خواب سے سمجھے

یا وحی سے۔ ششم: بھائیوں کے مشابہ کواکب ہونے سے ان کی نبوت ثابت نہیں ہوئی کیونکہ نورانیت صحابیت سے بھی ہو سکتی ہے چنانچہ سجدہ کے وقت وہ تائب ہو کر کامل صحابی تھے اور اسی طرح آل یعقوب سے بھی اس کا ثبات نہیں ہوتا کیونکہ اولاً نعمت عام ہے اختلاف عمل سے اُس کی خصوصیات مختلف ہوں گی پس مقصود مطلق نعمت اشتراک ہو تماثل ضرور نہیں دوسرے آل یعقوب سے مراد بواسطہ بھی ہو سکتا ہے سو ان کی اولاد میں آگے بہت نبی ہوئے۔ ہفتم: اتمام نعمت میں اپنا ذکر تواضعاً نہیں فرمایا۔

مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: اِذْ قَالَ یُوْسُفُ (الی قولہ تعالی) رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ۔ اس میں دلالت ہے کہ مرید کو چاہئے کہ اس کو جو حال یا وارد بیداری میں یا خواب میں پیش آوے اس کو اپنے شیخ سے بیان کردے قولہ تعالیٰ: قَالَ یٰبُنَیَّ لَا تَقْصُصْ (الی قولہ تعالی) كَيْدًا۔ اس میں دلالت ہے کہ اپنا حال غیر شیخ سے نہ کہے کہ اس میں ضرر کا احتمال ہے گو ضرر کا اختلاف مقامات سے مختلف ہے ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قوله في المبين ادلة قيد بها لان ما فيه مما يتوقف على الاستنباط كفي كما هو غير خفي۔

البلاغۃ: قوله رأيتهم تاكيد و يادني للشفقة او لصغر السن والتاكيد بكيد اشارة الى نوع خاص منه اما لكونه عظيما واما لكونه خفيا وفي قوله يكيدوا تغليب ۱۲۔

لَقَدْ كَانَ فِیْ یُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖۤ اٰیٰتٌ لِّلسَّآىِٕلِیْنَ ۝۷ اِذْ قَالُوْا لَیُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰۤى اَبِیْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ؕ اِنَّ اَبَانَا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنِ ۝۸ۚۖ اقْتُلُوْا یُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا یَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِیْكُمْ وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِیْنَ ۝۹ قَالَ قَآىِٕلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا یُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّ یَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّیَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِیْنَ ۝۱۰ قَالُوْا یٰۤاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى یُوْسُفَ وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ۝۱۱ اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا یَّرْتَعْ وَیَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝۱۲ قَالَ اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْۤ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ یَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ۝۱۳ قَالُوْا لَىِٕنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّاۤ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۝۱۴ فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَاَجْمَعُوْۤا اَنْ یَّجْعَلُوْهُ فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَاَوْحَیْنَاۤ اِلَیْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ۝۱۵ وَجَآءُوْۤ اَبَاهُمْ عِشَآءً یَّبْكُوْنَ ۝۱۶ قَالُوْا یٰۤاَبَانَاۤ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا یُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَاۤ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِیْنَ ۝۱۷ وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِیْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ؕ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ ؕ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ۝۱۸ وَجَآءَتْ سَیَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ ؕ قَالَ یٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ ؕ وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَعْمَلُوْنَ ۝۱۹ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۭ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ۚ وَكَانُوْا فِیْهِ مِنَ الزّٰهِدِیْنَ ۝۲۰ۧ

یوسفؑ اور ان کے (علاتی) بھائیوں کے قصہ میں دلائل موجود ہیں ان لوگوں کے لئے جو (آپ سے) ان کا قصہ پوچھتے ہیں وہ وقت قابل ذکر ہے جبکہ ان علاتی بھائیوں نے (باہم بطور مشورہ کے) گفتگو کی کہ (یہ بات ہے کہ) یوسفؑ اور ان کا بھائی (بنیامین) ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں حالانکہ ہم ایک جماعت کی جماعت ہے واقعی ہمارے باپ (اس مقدمہ میں) کھلی غلطی میں ہیں یا تو یوسف کو قتل کر ڈالو یا ان کو کسی (دور دراز) سرزمین میں ڈال آؤ پھر تمہارے باپ کا رخ خالص تمہاری طرف ہو جائے گا اور تمہارے سب کام بن جائیں گے۔ ان ہی میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ یوسفؑ کو قتل مت کرو (اس کی صورت یہ ہے کہ) ان کو کسی ایسے اندھیرے کنوئیں میں ڈال دو تاکہ ان کو کوئی راہ چلتا نکال لے جائے اگر تم کو (یہ کام) کرنا ہے۔ سب نے (مل کر باپ سے) کہا کہ ابا اس کی کیا وجہ ہے کہ یوسفؑ کے بارے میں آپ

ہمارا اعتبار نہیں کرتے حالانکہ ہم انکے (دل و جان سے) خیر خواہ ہیں۔ آپ انکو کل کے روز ہمارے ساتھ (جنگل کو) بھیجئے کہ ذرا وہ کھاویں کھیلیں اور ہم انکی پوری محافظت رکھیں گے۔ یعقوبؑ نے فرمایا کہ مجھ کو یہ بات غم میں ڈالتی ہے کہ اس کو تم لے جاؤ اور (خوف یہ کہ) میں یہ اندیشہ کرتا ہوں کہ اس کو کوئی بھیڑیا کھا جائے اور تم (اپنے مشاغل میں) اس سے بے خبر رہو وہ بولے کہ اگر ان کو بھیڑیا کھا جائے اور ہم ایک جماعت کی جماعت (موجود) ہوں تو ہم بالکل ہی گئے گزرے ہوئے۔ سو جب ان کو لے گئے اور سب نے پختہ عزم کر لیا کہ ان کو کسی اندھیرے کنوئیں میں ڈال دیں اور ہم نے ان کے پاس وحی بھیجی کہ تم ان لوگوں کو یہ بات جتلاؤ گے اور وہ تم کو پہچانیں گے بھی نہیں اور ادھر وہ لوگ اپنے باپ کے پاس عشاء کے وقت روتے ہوئے پہنچے کہنے لگے کہ ابا ہم سب تو آپس میں دوڑنے لگ گئے اور یوسفؑ کو ہم نے اپنی چیز بست کے پاس چھوڑ دیا بس (اتفاقاً) ایک بھیڑیا (آیا اور) ان کو کھا گیا اور آپ تو ہمارا کا ہے کو یقین کرنے لگے گو ہم کیسے ہی سچے (کیوں نہ) ہوں اور یوسفؑ کی قمیص پر جھوٹ موٹ کا خون بھی لگا لائے تھے یعقوبؑ نے فرمایا کہ بلکہ تم نے دل سے ایک بات بنالی ہے سو (خیر) صبر ہی کروں گا جس میں شکایت کا نام نہ ہوگا اور جو باتیں تم بناتے ہو ان میں اللہ ہی مدد کرے اور ایک قافلہ (جو مصر کو جا رہا تھا) اور انہوں نے اپنا آدمی پانی لانے کے واسطے (یہاں کنوئیں پر) بھیجا اور اپنا ڈول ڈالا کہنے لگا کہ ارے بڑی خوشی کی بات ہے یہ بڑا اچھا لڑکا نکل آیا اور ان کو مال (تجارت) قرار دے کر اس خیال سے چھپالیا اور اللہ کو ان سب کی کارگزاریاں معلوم تھیں اور (یہ کہہ کر) ان کو بہت ہی کم قیمت کو بیچ ڈالا یعنی گنتی کے چند درہم کے عوض اور وہ لوگ کچھ ان کے قدر دان تو تھے ہی نہیں ۞

تفسیر: معاملہ اخوانِ یوسف علیہ السلام با او ☆ لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ (الی قولہ تعالی) وَكَانُوا فِيهِ مِنَ الزَّاهِدِينَ ۞ یوسف (علیہ السلام) کے اور ان کے (علاتی) بھائیوں کے قصہ میں (خدا کی قدرت اور آپ کی نبوت کے) دلائل موجود ہیں ان لوگوں کے لئے جو (آپ سے ان کا قصہ) پوچھتے ہیں (کیونکہ یوسف علیہ السلام کو ایسی بے کسی اور بے بسی سے اس سلطنت و رفعت کو پہنچا دینا یہ خدا ہی کا کام تھا اس سے مسلمانوں کو جو کہ کسی قصہ کے خواہاں تھے عبرت اور قوتِ ایمان حاصل ہوگی اور یہود کو کہ انہوں نے خصوصیت کے ساتھ یہ قصہ پوچھا تھا دلیل نبوت کی مل سکتی ہے اگر غور کریں) وہ وقت قابل ذکر ہے جب کہ ان (علاتی) بھائیوں نے (باہم بطور مشورہ کے) یہ گفتگو کی کہ (یہ کیا بات ہے کہ) یوسف اور اُن کا (حقیقی) بھائی (بنیامین) ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں حالانکہ (وہ دونوں بوجہ کم عمری کے ان کا کچھ کار و خدمت بھی نہیں کر سکتے اور) ہم ایک جماعت کی جماعت ہیں (کہ اپنی قوت اور کثرت کی وجہ سے ان کی ہر طرح کی خدمت بھی کرتے ہیں تو ہم زیادہ عزیز ہونے چاہئیں) واقعی ہمارے باپ (اس مقدمہ میں) کھلی غلطی میں ہیں (لیکن یوسف علیہ السلام کے ہوتے ہوئے تو امید مت رکھو کہ تم زیادہ عزیز ہو سکو اور بنیامین سے جو محبت ہے وہ صرف اس وجہ سے کہ یوسف علیہ السلام کے حقیقی بھائی ہیں تو اصل میں خاطر داشت یوسف ہی کی مقصود ہے اور احبیت میں اصل یہی ہیں تو ان کو کسی تدبیر سے باپ کے پاس سے ہٹانا چاہئے اس کی صورت یہ ہے کہ) یا تو یوسف علیہ السلام کو قتل کر ڈالو یا ان کو کسی (دور دراز) سرزمین میں ڈال آؤ (دونوں صورتوں میں باپ سے جدا ہو جاویں گے۔ تو (پھر) تمہارے باپ کا رخ خالص تمہاری طرف ہو جاوے گا اور تمہارے سب کام بن جاویں گے۔ انہیں میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ یوسف کو قتل مت کرو (قتل کرنا بہت بری بات ہے ہاں دوسری شق میں مضائقہ نہیں) اور (اس کی صورت یہ ہے کہ) ان کو کسی (ایسے) اندھیرے کنوئیں میں ڈال دو (جس میں پانی بھی زیادہ نہ ہو کہ ڈوبنے کا ڈر ہو ورنہ وہ تو قتل ہی ہے اور یکایک ہر کسی کو اطلاع بھی نہ ہو کیونکہ اندھیرا کنواں ہے اور رہگذر سے بھی بہت دور نہ ہو) تا کہ ان کو کوئی راہ چلتا نکال لے جاوے اگر تم کو (یہ کام) کرنا ہے (تو اس طرح کرو غرض سب کا اتفاق رائے ہو گیا اور) سب نے (مل کر باپ سے) کہا کہ ابا اس کی کیا وجہ ہے کہ یوسف کے بارہ میں آپ ہمارا اعتبار نہیں کرتے (اور کبھی ان کو ہمارے ساتھ کہیں نہیں بھیجتے) حالانکہ ہم ان کے (دل و جان سے) خیر خواہ ہیں (سو ایسا نہ چاہئے بلکہ) آپ ان کو کل کے روز ہمارے ساتھ (جنگل کو) بھیجئے کہ ذرا وہ کھاویں کھیلیں اور ہم ان کی پوری محافظت رکھیں گے یعقوب (علیہ السلام) نے فرمایا کہ (مجھ کو ساتھ بھیجنے سے دو امر مانع ہیں ایک حزن ایک خوف (حزن تو یہ کہ) مجھ کو یہ بات غم میں ڈالتی ہے کہ اس کو تم (میری آنکھوں کے سامنے سے لے جاؤ اور (خوف یہ کہ) میں اندیشہ کرتا ہوں کہ اس کو کوئی بھیڑیا کھا جاوے اور تم (اپنے مشاغل میں) اس سے بے خبر رہو (کیونکہ اس جنگل میں بھیڑیئے بہت تھے) وہ بولے کہ اگر ان کو بھیڑیا کھا جاوے اور ہم ایک جماعت کی جماعت (موجود) ہوں تو ہم بالکل ہی گئے گذرے ہوئے (کیونکہ جماعت کی قوت بھی زیادہ ہوتی ہے اور کئی آدمیوں میں نگرانی بھی سہل ہے غرض کہہ سن کر یعقوب علیہ السلام سے ان کو لے کر چلے) سو جب ان کو (اپنے ساتھ جنگل کو) لے گئے اور (حسب قرارداد سابق) سب نے پختہ عزم کر لیا کہ ان کو کسی اندھیرے کنوئیں میں ڈال دیں (تو جو کچھ تجویز کیا تھا عملدر آمد کیا) اور اس وقت ان کو تسلی کے لئے) ہم نے ان کے پاس وحی بھیجی کہ (تم مغموم مت ہو ہم تم کو یہاں سے خلاصی دے کر بڑے رتبہ پر پہنچا دیں گے اور ایک دن وہ ہوگا کہ) تم ان لوگوں کو یہ بات جتلاؤ گے اور وہ تم کو (بوجہ اس کے کہ ایک حالت رفیعہ میں ہوگے) پہچانیں گے بھی نہیں (چنانچہ یہ وعدہ واقع ہوا هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوسُفَ الخ غرض یوسف علیہ السلام کا تو یہ قصہ ہوا) اور (ادھر وہ لوگ اپنے باپ کے پاس عشاء کے وقت روتے ہوئے پہنچے اور جب انہوں نے رونے کا سبب پوچھا تو کہنے لگے کہ اے ابا ہم سب تو آپس میں

دوڑنے میں (کہ دیکھیں کون آگے نکلے اس میں) لگ گئے اور یوسف کو ہم نے (ایسی جگہ جہاں بھیڑیا آنے کا گمان نہ تھا) اپنی چیز بست کے پاس چھوڑ دیا بس (اتفاقاً) ایک بھیڑیا (آیا اور) ان کو کھا گیا اور آپ تو ہمارا کاہے کو یقین کرنے لگے گو ہم کیسے ہی سچے (کیوں نہ) ہوں اور (جب یعقوب علیہ السلام کے پاس آنے لگے تھے تو) یوسفؑ کی قمیص پر جھوٹ موٹ کا خون بھی لگا لائے تھے (اس طرح سے کہ کوئی ہرن یا بکری ذبح کی اور اس کے خون میں قمیص کو آلودہ کر لیا وہ قمیص اپنے قول کی سند میں پیش کی) یعقوب (علیہ السلام) نے (دیکھا تو کرتہ کہیں سے پھٹا نہیں چرانہیں **اخرج الطبری معناه عن ابن عباس وقتادة والحسن** تو) فرمایا کہ (یوسف کو بھیڑیئے نے ہرگز نہیں کھایا) بلکہ تم نے اپنے دل سے یہ بات بنالی ہے سو (خیر) صبر ہی کروں گا جس میں شکایت کا نام نہ ہوگا (**اخرج الطبری مرفوعاً صبر لا شکوی فیه**) اور جو باتیں تم بناتے ہو ان میں اللہ ہی مدد کرے (کہ اس وقت مجھ کو ان کی سہار ہو اور آئندہ تمہارا جھوٹ آشکار ہو غرض یعقوب علیہ السلام رو پیٹ کر بیٹھ رہے) اور (یوسف علیہ السلام کا یہ قصہ ہوا کہ اتفاق سے ادھر) ایک قافلہ آنکلا (جو مصر کو جاتا تھا) اور انہوں نے اپنا آدمی پانی لانے کے واسطے (یہاں کنوئیں پر) بھیجا اور اس نے اپنا ڈول ڈالا (یوسف علیہ السلام نے اس کو پکڑ لیا جب ڈول باہر آیا تو یوسف علیہ السلام کو دیکھا خوش ہو کر) کہنے لگا کہ ارے بڑی خوشی کی بات ہے یہ تو بڑا اچھا لڑکا نکل آیا۔ (غرض قافلہ والوں کو خبر ہوئی وہ بھی بڑے خوش ہوئے) اور ان کو مال (تجارت) قرار دے کر (اس خیال سے) چھپا لیا (کہ کوئی آکر دعوے دار نہ ہو پھر اس کو مصر میں لے جا کر کسی بڑے آدمی کے ہاتھ بیچ کر خوب نفع کمائیں گے) اور اللہ کو ان سب کی کارگزاریاں معلوم تھیں (کہ بھائی ان کو بے وطن اور قافلہ والے ذریعہ ٔ شمن بنا رہے تھے اور اللہ ان کو شاہِ زمین بنا رہا تھا اور وہ بھائی بھی آس پاس خبر کے لئے لگے تھے اور وقتاً فوقتاً کنوئیں میں دیکھ آتے تھے کھانا پانی بھی پہنچا دیتے تھے یوں چاہتے تھے کہ یوسف کنوئیں میں ہلاک بھی نہ ہوں کوئی ان کو نکال لے لیکن کہیں دوسری جگہ لے جاوے اور یعقوب علیہ السلام تک خبر نہ پہنچے غرض اس روز جو کنوئیں میں نہ پایا اور قافلہ کو اترا ہوا دیکھا تو تجسس کرتے کرتے یوسف علیہ السلام تک جا پہنچے اور قافلہ والوں سے کہا کہ یہ ہمارا غلام ہے بھاگ گیا تھا اب ہم اس کو رکھنا نہیں چاہتے) اور (یہ کہہ کر) ان کو بہت کم قیمت کو (قافلہ والوں کے ہاتھ) بیچ ڈالا یعنی گنتی کے چند درہم کے عوض اور (وجہ اس کی یہ تھی کہ) وہ لوگ کچھ ان کے قدردان تو تھے ہی نہیں) کہ ان کو متاع نفیس کی طرح آلہ تحصیل مال کثیر کا بناتے کیونکہ بیع بے مقصود نہ تھی بلکہ مقصود بلا کی طرح ان کا یہاں سے ٹالنا تھا (یوسف علیہ السلام ڈر کے مارے خاموش رہے کہ مار نہ ڈالیں اور اس کو غنیمت سمجھا)۔ **ف**: اس مقام میں کئی مضمون قابل تحقیق ہیں۔

اول: حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ سب سے زیادہ محبت ہونے کی مختلف وجوہ بیان کی گئی ہیں اقرب یہ ہے کہ فراست نبوت سے یعقوب علیہ السلام ان کو ہونہار دیکھتے تھے اور خواب سننے کے بعد یہ امر اور زیادہ مؤکد ہو گیا تھا جیسا کہ ان کے ارشاد وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ الخ سے یہ امر مترشح ہوتا ہے۔

دوم: دوسرے بھائی یوں سمجھتے تھے کہ یوسف علیہ السلام کی نسبت ایسا خیال یعقوب علیہ السلام کا اجتہاد ہے اور اجتہاد میں غلطی ہونا منافی نبوت نہیں پس ضلال سے مراد خطائی الاجتہاد ہے ورنہ اعتقاد ضلال نبی کی نسبت کفر ہے اور یہ سب بھائی مؤمن یقیناً تھے گو نبوت ثابت نہیں۔

سوم: یوسف علیہ السلام کے ساتھ جو معاملہ ہوا اس میں تاویل دشوار ہے اس لئے ظاہراً وہ گناہ تھا لیکن آخر قصہ میں استغفار اور معذرت ان کی منصوص ہے اور توبہ یقیناً مطہر ہے۔

چہارم: ظاہراً لعب کو یعقوب علیہ السلام نے جائز رکھا باوجود یکہ امر عبث کی تجویز شان انبیاء علیہم السلام کے خلاف ہے سو اصل یہ ہے کہ یہ لعب اس لئے عبث نہیں کہ مراد اس سے مسابقت و تیر اندازی وغیرہ ہے جو کہ امور مفیدہ میں سے ہے جواب مشہور تو یہ ہے اور احقر کہتا ہے کہ منجملہ فوائد مقصودہ کے تجدید نشاط بھی ہے جو کہ بچوں کے لئے ضروری اور مشاغل ضروریہ میں جی لگنے کا موقوف علیہ ہے اور ضروری کا مقدمہ بھی ضروری ہوتا ہے خوب سمجھ لو۔

پنجم: احبیت میں بنیامین بھی شریک تھے تو ان کی نسبت کوئی تدبیر انہوں نے نہیں سوچی جواب اس کا اثنائے تقریر ترجمہ میں مذکور ہے کہ ان کے نزدیک احبیت بالذات یوسف علیہ السلام کی تھی اور بنیامین کی بالعرض تاکہ بنیامین کی راحت یوسف علیہ السلام کو بھی راحت ہو جب یوسف علیہ السلام نہ رہیں گے یہ معاملہ بنیامین کے ساتھ نہ رہے گا۔

ششم: حضرت یعقوب علیہ السلام کا بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ فرمانا بنا بر قول مشہور اس قمیص کے مسلم دیکھنے سے تھا لیکن اگر وہ روایت ثابت نہ ہو تو ذوق اجتہاد و شہادت قلب سے ہوگا جو کہ انبیاء علیہم السلام میں اکثر تو مطابق واقعہ کے ہوتا ہے اور کبھی وہ گمان واقع کے خلاف بھی ہو جاتا ہے جیسا کہ بنیامین کے ماخوذ ہونے کے قصہ میں بھی بعینہ یعقوب علیہ السلام کا یہی قول آیا ہے حالانکہ اس میں ظاہراً تسویل نہ تھی۔

ہفتم: جب یعقوب علیہ السلام کو یقیناً یا ظناً یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا بیان غلط ہونا معلوم تھا تو یوسف علیہ السلام کو تلاش کیوں نہیں کیا ایسے صبر میں تو دوسرے کی جان کا تلف ہو جانا مظنون ہے غالب یہ ہے کہ یعقوب علیہ السلام کو وحی سے اجمالاً معلوم ہو گیا ہوگا کہ وہ تلف نہ ہوں گے لیکن میری قسمت میں

مفارقت طویلہ مقدر ہے میری تلاش سے نہ ملیں گے اب کوئی اشکال نہ رہا۔
ہشتم: اہل سیر کا اتفاق ہے کہ اس وقت یوسف علیہ السلام صغیر السن تھے پس چالیس برس کے بعد وحی نازل ہونا یہ اکثری ہے کلی نہیں کذا فی الروح المعانی تحت آیۃ: وَاَوْحَیْنَآ اِلَیْهِ الخ۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: اِذْ قَالُوْا لَیُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِیْنَا مِنَّا اس میں دلالت ہے کہ شیخ کو جائز ہے کہ کسی مرید کے ساتھ دوسرے مریدوں سے زیادہ محبت رکھے جب کہ اس میں اوروں سے زیادہ رشد کے آثار پائے اور بعض اوقات ان مریدوں کو شیخ پر خطاء اجتہادی کا ویسا ہی گمان ہوتا ہے جیسا ان بھائیوں کو یعقوب علیہ السلام پر ہوا تھا ۱۲ قولہ تعالیٰ: یَخْلُ لَكُمْ (الی قولہ تعالی) قَوْمًا صٰلِحِیْنَ یہ دونوں جملے بقرینہ جزم امر کے جواب ہیں یعنی باپ کی توجہ تمہاری طرف خالص ہو جاوے گی اور اس توجہ سے تمہاری درست حالی بڑھ جاوے گی اور اگر اس درست حالی کو صلاحیت دینیہ پر محمول کیا جاوے تو اس پر دال ہو گا کہ شیخ کی توجہ کو اصلاح حال مرید میں دخل عظیم ہے اور یہ مسئلہ مشہور ہے ۱۲۔ قولہ تعالیٰ: اَرْسِلْهُ (الی قولہ تعالی) وَیَلْعَبْ بعض مفسرین نے اس کی تفسیر مسابقت و تیراندازی سے کی ہے جس سے مقصود اعداد قوت لقتال العدو ہے اس کو لعب باعتبار صورت کے کہہ دیا اور نہ لعب حقیقی کی کہ عبث ہے یعقوب علیہ السلام اجازت نہ دیتے۔ میں کہتا ہوں کہ لعب حقیقی بھی جو کہ مباح ہو اس میں یہ مصلحت ہو کہ اس سے نشاط ہوگا جو تحصیل علم و تکمیل عمل میں معین ہوگا عبث نہیں اور اس صورت میں اس میں دلالت ہوگی کہ مرید کے لئے احیاناً ایسی تفریحات قولیہ یا فعلیہ میں ایسی ہی مصلحت کے لئے مشغول ہو جانا کچھ حرج نہیں ۱۲۔ قولہ تعالیٰ قَالَ بَلْ (الی قولہ تعالی) اَمْرًا یہ دو موقعوں میں ہے ابن عطیہ کا قول روح میں ہے کہ ایک جگہ ان کا گمان صحیح ہوا دوسری جگہ صحیح نہیں ہوا اور ایسے شخص کو متہم سمجھنا (بطور احتمال غالب کے) جس کے دوسرے افعال تہمت کا شبہ پیدا کرتے ہوں خاص کر باپ کا بیٹوں کے ساتھ ایسا معاملہ موجب گناہ نہیں اھ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کشف و فراست کا ہمیشہ صحیح ہونا ضرور نہیں ۱۲۔ قولہ تعالیٰ: وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ جلالین میں ہے اور یوسف علیہ السلام اس خوف سے ساکت رہے کبھی یہ بھائی ان کو قتل کر دیں اھ اور قرآن سے بھی ظاہراً یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ساکت رہے اس سے یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ اگر خوف ضرر سے انکار علی المنکر سے جیسا کہ یہاں بیع الحرام منکر تھا سکوت کرے تو منافی کمال نہیں ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله** فی اخوته علاتی القرینة علیه قوله اذ قالوا العود الضمیر فیه الٰی بنی العلات۱۲۔ ۲ **قوله** فی یوسف قصه اشارة الی تقدیر المضاف۱۲۔ ۳ **قوله** فی عصبته قوت لانه من العصب وهو الشد ای من تعصب به الامور۱۲۔ ۴ **قوله** فی صالحین تمہارے سب کام اشارة الی ترجیح هذا التفسیر علی تفسیره بالتوبة لانه لا دخل فیها للقتل او الطرح۱۲۔ ۵ **قوله** فی غیبت کسی اشارة الٰی ارادة الجنس ۱۲۔ ۶ **قوله** فی صادقین کیسے ہی ایسے متصفین بالصدق مطلقا لا فی هذه الوقعة خصوصاً والالزام الاعتراف بالکذب ولا معنی له۱۲۔ ۷ **قوله** فی کذب جھوٹ موٹ کا اشارة الٰی کون الکذب للصفة۱۲۔ ۸ **قوله** فی فصبر کروں گا اشارة الٰی معنی الترکیب ای فامری صبر جمیل وفسر الجمیل بما لا شکوٰی فیه۱۲۔ ۹ **قوله** فی غلٰم بڑا اچھا افاده التنوین للتفخیم والتنویع۱۲۔ ۱۰ **قوله** فی یعملون سب کی جمع فیه بین القولین لعدم التنافی۱۲۔

اللغات: قوله غیابة الجب الغیابة القعر لان ما فیه یغیب عن البصر والجب بیرلم تطو۱۲۔ قوله یرتع التوسع فی اکل الفواکه الوارد من یستقی الماء فی الجیش قوله وکانوا فیه الخ فی النیسابوری قال اهل اللغة زهد فیه معناه رغب عنه وزهد عنه معناه رغب فیه۱۲۔

النحو: قوله وکانوا فیه من الزاهدین فی الروح والجار علی ما نقل عن ابن مالك متعلق بمحذوف یدل علیه الزاهدین ای کانوا زاهدین فیه من الزاهدین وذلك ان اللام فی الزاهدین اسم موصول ولا یتقدم ما فی صلة الموصول علیه ولان ما بعد الجار لا یعمل فی ما قبله وهل من الزاهدین صفة لزاهدین المحذوف مؤکدة او یکون خبرا ثانیا کل ذلك محتمل لیس بدلا من المحذوف لوجود من معه۱۲۔

البلاغۃ: قوله قالوا لئن اکله الذئب فی الروح وانما اقتصروا علی جواب خوف ابیهم علیه السلام من اکل الذئب مع انه ذکر فی وجه عدم مفارقته امرین حزنه لمفارقته وخوفه علیه من الذئب لانه السبب القوی فی المنع دون الحزن لقصر زمانه بناء علی سرعة عودهم به او لان حزنه بالذهاب به انما هو للخوف علیه فنفی الثانی یدل علٰی نفی الاول او لکراهتهم لذلك لانه سبب حسدهم له فلذلك اعاروه اذ ناصماء ۱۵۱۲۔ قوله عشاء فی النیسابوری عن مقاتل انما جاء واعشاء لئلا یظهر امارة الخجل والکذب علی وجوههم۱۲۔

وَقَالَ الَّذِی اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖٓ اَكْرِمِیْ مَثْوٰىهُ عَسٰٓى اَنْ یَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ؕ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِیُوْسُفَ

فِی الْاَرْضِ وَ لِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ ؕ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰۤی اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ

اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۲۲﴾ وَرَاوَدَتْهُ الَّتِیْ هُوَ فِیْ بَیْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ

وَقَالَتْ هَیْتَ لَكَ ؕ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْۤ اَحْسَنَ مَثْوَایَ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا

لَوْلَاۤ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۲۴﴾ وَاسْتَبَقَا

الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِیْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ وَّاَلْفَیَا سَیِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ؕ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا

اِلَّاۤ اَنْ یُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۲۵﴾ قَالَ هِیَ رَاوَدَتْنِیْ عَنْ نَّفْسِیْ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ قَمِیْصُهٗ

قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ﴿۲۶﴾ وَاِنْ كَانَ قَمِیْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ

الصّٰدِقِیْنَ ﴿۲۷﴾ فَلَمَّا رَاٰ قَمِیْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَیْدِكُنَّ ؕ اِنَّ كَیْدَكُنَّ عَظِیْمٌ ﴿۲۸﴾ یُوْسُفُ اَعْرِضْ

عَنْ هٰذَا ٚ وَاسْتَغْفِرِیْ لِذَنْۢبِكِ ۖۚ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕیْنَ ﴿۲۹﴾ ع ۹ ۱۲

اور جس شخص نے مصر میں ان کو خرید اتھا (یعنی عزیز مصر) اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ اس کو خاطر سے رکھنا کیا عجب ہے کہ (بڑا ہو کر) ہمارے کام آئے یا ہم اس کو بیٹا بنالیں اور اسی طرح یوسف علیہ السلام کو اس سرزمین (مصر) میں خوب قوت دی (مراد اس سے سلطنت ہے) اور تا کہ ہم ان کو خوابوں کی تعبیر دینا بتلادیں اور اللہ تعالیٰ اپنے (چاہے ہوئے) کام پر غالب (اور قادر) ہے (جو چاہے کرے) لیکن اکثر آدمی (اس بات کو) نہیں جانتے اور جب وہ اپنی جوانی کو پہنچے ہم نے ان کو حکمت اور علم عطا فرمایا اور ہم نیک لوگوں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں اور جس عورت کے گھر میں یوسفؑ رہتے تھے وہ (ان پر مفتون ہو گئی اور) ان سے اپنا مطلب حاصل کرنے کے لئے ان کو پھسلانے لگی اور گھر کے سارے دروازے بند کر دیئے اور ان سے کہنے لگی کہ آجاؤ تم ہی سے کہتی ہوں یوسفؑ نے کہا اللہ بچائے (دوسرے) وہ (یعنی تیرا شوہر میرا مربی اور محسن) ہے مجھ کو کیسی اچھی طرح رکھا ایسے حق فراموشوں کو فلاح نہیں ہوا کرتی اور اس عورت کے دِل میں تو ان کا خیال (عزم کے درجہ میں) جم ہی رہا تھا اور ان کو بھی اس عورت کا کچھ کچھ خیال ہو چلا تھا اگر اپنے رب کی دلیل کو انہوں نے دیکھا ہوتا تو زیادہ خیال ہو جانا عجب نہ تھا ہم نے اسی طرح ان کو علم دیا تا کہ ہم ان سے صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کو دُور رکھیں وہ ہمارے برگزیدہ بندوں میں سے تھے اور دونوں آگے پیچھے دروازہ کی طرف کو دوڑے اور اس عورت نے ان کا کرتا پیچھے سے پھاڑ ڈالا اور دونوں نے (اتفاقاً) اس عورت کے شوہر کو دروازے کے پاس کھڑا پایا عورت بولی کہ جو شخص تیری بی بی کے ساتھ بدکاری کا ارادہ کرے اس کی سزا بجز اس کے اور کیا (ہو سکتی ہے) کہ وہ جیل خانہ بھیجا جائے یا کوئی اور دردناک سزا ہو یوسفؑ نے کہا یہی مجھ سے اپنا مطلب نکالنے کو پھسلاتی تھی اور (اس موقع پر) اس عورت کے خاندان میں سے ایک گواہ نے شہادت دی کہ ان کا کرتا (دیکھو کہاں سے پھٹا ہے) اگر آگے سے پھٹا ہے تو عورت سچی ہے اور یہ جھوٹے اور اگر وہ کرتا پیچھے سے پھٹا ہے تو (عادتاً یقینی ہے کہ) عورت جھوٹی ہے اور یہ سچے سو جب (عزیز) نے ان کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہوا پایا (عورت سے) کہنے لگا کہ یہ تم عورتوں کی چالاکی ہے بے شک تمہاری چالاکیاں بھی غضب ہی کی ہوتی ہیں اے یوسف اس بات کو جانے دو اور عورت سے کہا اے عورت تو (یوسفؑ سے) اپنے قصور کی معافی مانگ بے شک سر تا پا تو ہی قصوروار ہے۔ ۞

تفسیر: قصہ یوسف علیہ السلام با زنِ عزیز ☆ وَقَالَ الَّذِی اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖۤ (الی قولہ تعالی) اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕیْنَ ﴿۲۹﴾ (غرض قافلہ والوں نے یوسف علیہ السلام کو بھائیوں سے خرید کر مصر میں لا کر عزیز مصر کے ہاتھ فروخت کیا) اور جس شخص نے مصر میں ان کو خرید اتھا (یعنی عزیز) اس نے (ان کو اپنے گھر لا کر اپنی بیوی کے سپرد کیا اور اس) اپنی بیوی سے کہا کہ اس کو خاطر سے رکھنا کیا عجب ہے کہ (بڑا ہو کر) ہمارے کام آوے (جیسا پروردہ لوگ اپنے کام آیا کرتے ہیں) یا ہم اس کو بیٹا بنالیں (مشہور یہ ہے کہ یہ اس لئے کہا کہ ان کے اولاد نہ تھی) اور ہم نے (جس طرح یوسف علیہ السلام کو اپنی خاص عنایت سے اس چاہِ تاریک سے نجات دی) اسی طرح یوسف (علیہ السلام) کو اس سرزمین (مصر) میں خوب قوت دی (مراد اس سے سلطنت ہے) اور (جس طرح نجات دینے کی غرض سے تھی اس طرح اس غرض سے بھی نجات دی تھی) تا کہ ہم ان کو خوابوں کی تعبیر دینا بتلادیں (مطلب یہ کہ نجات دینے سے مقصود یہ تھا کہ دولت ظاہری و باطنی سے مالا مال کریں) اور اللہ تعالیٰ اپنے (چاہے ہوئے) کام پر غالب (اور قادر) ہے (جو چاہے کر دے) لیکن اکثر آدمی (اس بات کو) جانتے نہیں

(کیونکہ اہل ایمان ویقین تو کم ہی ہیں یہ قصہ کے درمیان میں بطور جملہ معترضہ کے آ گیا تا کہ بیع وشراء کے ساتھ اول ہی سے سامعین کو معلوم ہو جاوے کہ گو یہ اس وقت ظاہراً ایسی ناگوار حالت میں ہیں مگر ہم نے ان کو اصل میں سلطنت رفیعہ وعلوم بدیعہ کے لئے بچایا ہے اور یہ حالتیں عارضی اور مقاصد اصلیہ کا مقدمہ ہیں کیونکہ ترقی سلطنت کا زینہ عزیز کے گھر کا آنا ہی ہوا اور اسی طرح علوم وواردات قلبیہ کے لئے مکاہ ومشاق سبب ہو جاتے ہیں پس اس اعتبار سے علوم کے فیضان میں بھی اس کو دخل ہوا اور مشترک طور پر امراء کے گھر پرورش پانا سلیقہ وتجربہ بڑھاتا ہے جس کی ضرورت سلطنت اور علوم دونوں میں ہے خصوص علم تعبیر میں اور اس جملہ معترضہ کا کچھ تتمہ آ گے ہے یعنی) اور جب وہ اپنی جوانی (یعنی سن بلوغ یا کمال شباب) کو پہنچے ہم نے ان کو حکمت اور علم عطا فرمایا (اور وَاَوْحَیْنَآ اِلَیْهِ الخ میں قبل بلوغ جس وحی کا ذکر گذر چکا وہ ایک خاص واقعہ کے متعلق ہے وہ علوم دینیہ سے نہیں جو علم وحکمت سے مراد ہے پس دونوں آیتوں میں تعارض نہیں) فرمایا اور ہم نیک لوگوں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں (جس طرح یوسف علیہ السلام کو ان کے عمل بالشریعت کی بدولت ان کے علم وحکمت میں روزانہ ترقی فرماتے رہے اس تتمہ جملہ معترضہ میں پہلے سے یہ بتلانا ہے کہ جو کچھ آ گے قصہ میں بعضے امور کی تہمت آپ کی نسبت آوے گی وہ سب غلط ہوگا کیونکہ وہ صاحب حکمت تھے جس کا حاصل ہے علم نافع یعنی علم مع العمل اور ان امور کا صدور حکمت کے خلاف ہے پس صدور غلط ہے اب آ گے قصہ آتا ہے کہ وہاں نازونعم سے رہا کئے) اور (اس اثناء میں یہ ابتلاء پیش آیا کہ) جس عورت کے گھر میں یوسف (علیہ السلام) رہتے تھے وہ (ان پر مفتون ہو گئی اور) ان سے اپنا مطلب حاصل کرنے کو ان کو پھسلانے لگی اور (گھر کے) سارے دروازے بند کر دیئے اور (ان سے) کہنے لگی کہ جاؤ تم ہی سے کہتی ہوں یوسف (علیہ السلام) نے کہا (کہ اول تو یہ خود بڑا بھاری گناہ ہے) اللہ بچائے (دوسرے) وہ (یعنی تیرا شوہر) میرا مربی (اور محسن) ہے کہ مجھ کو کیسی اچھی طرح رکھا (تو کیا میں اسی کے ناموس میں خلل اندازی کروں) ایسے حق فراموشوں کو فلاح نہیں ہوا کرتی (بلکہ اکثر تو دنیا ہی میں خوار اور پریشان ہوتے ہیں ورنہ آخرت تو وقت موعود ہی ہے) اور اس عورت کے دل میں ان کا خیال (عزم کے درجہ میں) جم ہی رہا تھا اور ان کو بھی اس عورت کا کچھ کچھ خیال (امر طبعی کے درجہ میں) ہو چلا تھا (جو کہ اختیار سے باہر ہے جیسا گرمی کے روزہ میں پانی کی طرف میلان طبعی ہوتا ہے گو روزہ توڑنے کا وسوسہ تک بھی نہیں آتا البتہ) اگر اپنے رب کی دلیل کو (یعنی اس فعل کے گناہ ہونے کی دلیل کو کہ حکم شرعی ہے) انہوں نے نہ دیکھا ہوتا (یعنی ان کو علم شریعت جو مقرون قوت عملیہ کے ساتھ ہے نہ ہوتا) تو زیادہ خیال ہو جانا عجب نہ تھا (کیونکہ دواعی اور اسباب ایسے ہی قوی تھے مگر) ہم نے اسی طرح ان کو علم دیا تا کہ ہم ان سے صغیرہ اور کبیرہ گناہ کو دور رکھیں) یعنی ارادہ سے بھی بچایا اور فعل سے بھی بچایا کیونکہ) وہ ہمارے برگزیدہ بندوں میں سے تھے (اور برگزیدہ بھی اعلیٰ درجہ کے بوجہ نبی ہونے کے جن کے لئے عصمت لازم ہے مگر اس عورت نے پھر وہی اصرار کیا تو اس وقت یوسف علیہ السلام وہاں سے جان بچا کر بھاگے اور وہ ان کو پکڑنے کے لئے ان کے پیچھے چلی) (اور دونوں آگے پیچھے دروازے کی طرف کو دوڑے اور (دوڑنے میں ان کو جو پکڑنا چاہا تو) اس عورت نے ان کا کرتہ پیچھے سے پھاڑ ڈالا (یعنی کرتہ پکڑ کر کھینچا اور یہ آگے کو دوڑے تو کرتہ پھٹ گیا مگر یوسف علیہ السلام دروازے سے باہر نکل گئے) اور عورت بھی ساتھ تھی تو) دونوں نے (اتفاقاً) اس عورت کے شوہر کو دروازے کے پاس (کھڑا) پایا عورت (خاوند کو دیکھ کر سٹپٹائی اور فوراً بات بنا کر) بولی کہ جو شخص تیری بی بی کے ساتھ بدکاری کا ارادہ کرے اس کی سزا بجز اس کے اور کیا (ہو سکتی) ہے کہ وہ جیل خانہ بھیجا جاوے یا اور کوئی دردناک سزا ہو (جیسے ضرب جسمانی) یوسف (علیہ السلام) نے کہا (کہ یہ جو میری طرف تعریض کرتی ہے بالکل جھوٹی ہے بلکہ معاملہ برعکس ہے) یہی مجھ سے اپنا مطلب نکالنے کو مجھ کو پھسلاتی تھی اور (اس موقع پر) اس عورت کے خاندان سے ایک گواہ نے (جو کہ شیر خوار بچہ تھا اور یوسف علیہ السلام کے معجزہ سے بول پڑا آپ کی براءت ونزاہت پر) شہادت دی (اور ہر چند کہ صرف اس کا غیر معتاد طور پر بول پڑنا ہی صدق یوسف علیہ السلام کے لئے کافی شہادت تھی مگر ناطق ہونے کے ساتھ اس کو عاقل ہونا یہ دوسرا معجزہ آپ کا تھا چنانچہ اس نے ایک معقول علامت بتلا کر عاقلانہ فیصلہ بھی کیا اور کہا) کہ ان کا کرتہ (دیکھو کہاں سے پھٹا ہے) اگر آگے سے پھٹا ہے تو (تنزلاً وتبرعاً تسلیم کر لیا کہ) عورت سچی اور یہ جھوٹے (گو یہ علامت عادۃً یقینی نہیں کیونکہ اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ دونوں آمنے سامنے ہوں اور عورت ان کا دامن پکڑ کر کھینچتی ہو اور یہ اس کو چھڑاتے ہوں اس لئے دامن پھٹ گیا ہو مگر خیر ہم اس احتمال سے قطع نظر کئے لیتے ہیں) اور اگر وہ کرتہ پیچھے سے پھٹا ہے تو (عادۃً یقینی ہے کہ) عورت جھوٹی اور یہ سچے (اس فیصلہ میں ظاہر ہے کہ عورت کے لئے بڑی وسعت کی گئی ہے کہ اس کے صدق کی دلیل میں تو جانب مخالف کا احتمال ہوتے ہوئے بھی اس کو دلیل قرار دے لیا اور ان کے صدق کی دلیل کو جب ہی دلیل قرار دیا کہ احتمال جانب مخالف کا عادۃً بالکل قطع ہو جاوے غرض اس فیصلہ کے موافق وہ کرتا دیکھا تو پیچھے سے پھٹا ہوا نکلا) سو جب (عزیز نے) ان کا کرتہ پیچھے سے پھٹا ہوا دیکھا (عورت سے) کہنے لگا کہ (تو نے جو کہا تھا مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ الخ) یہ تم عورتوں کی چالاکی ہے بیشک تمہاری چالاکیاں بھی غضب ہی کی ہوتی ہیں (پھر یوسف علیہ السلام کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا) اے یوسف اس بات کو جانے دو (یعنی اس کا چرچا یا خیال مت کرو) اور (عورت سے کہا کہ) اے عورت تو (یوسف سے) اپنے قصور کی معافی مانگ بیشک سر تا سر تو ہی قصور وار ہے۔ ف: چند فائدے ضروریہ: اول یوسف علیہ السلام نے جو قبح کی علت میں فرمایا

اِنَّهٗ رَبِّيْٓ حالانکہ زنا مطلقاً قبیح ہے وجہ اس کی دو ہیں۔

اول: یہ کہ اس صورت میں زیادہ قبیح ہے جیسا حدیث میں پڑوس سے اس فعل کے ارتکاب میں زیادہ وعید آئی ہے دوسرے یہ کہ مخاطب زلیخا تھی وہ قبح شرعی کو تو سمجھتی نہ تھی اور قبح عقلی دقیق کو بھی نہ سمجھتی اس لئے ایک قبح عقلی جو بالکل ظاہر ہے اس کو بیان کر دیا کہ اس پر حجت ہو۔

دوم: هَمَّ بِهَا الخ میں بہت محققین نے یہ بھی توجیہ فرمائی ہے کہ یہ مقید ہے لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ الخ کے ساتھ جس میں حاصل معنی یہ ہوگا کہ وہ بھی خیال کرتے اگر بُرْهَانَ رَبِّهٖ کو نہ دیکھتے مگر اب خیال بھی نہیں ہوا یہ بھی نہایت لطیف تفسیر ہے مگر احقر نے تفسیر متن کو اس لئے اختیار کیا کہ اس میں یوسف علیہ السلام کا کمال زیادہ ہے کہ باوجود رغبت کے جس کا منشا قوت طبیعت وصحت بدن وتعدیل مزاج وسلاست قوی ہے رک گئے اس میں صبر ومجاہدہ اشد ہے اور جو اس میں اشکال تھا وہ اس طرح رفع ہوگیا کہ زلیخا کا هم اور قسم کا ہے اور ان کا هم اور طرح کا جیسا ترجمہ سے ظاہر ہے اور اسی وجہ سے هما یا هم کلو احد باخر نہیں فرمایا اور اول کو لام اور قد کے ساتھ مؤکد کیا دوسرے کو نہیں کیا جو کہ مؤید تغایر ہے اور اس کا هم کہنا مشاکلۃً ہے ورنہ یہ مرتبہ هم سے پہلے ہے خوب سمجھ لو۔

سوم: غَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ سے دروازوں کا تعدد معلوم ہوتا ہے اور اسْتَبَقَا الْبَابَ سے اس دروازہ کا توحد اور اَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ۔ سے دروازہ کا انفتاح معلوم ہوتا ہے سو غالب یہ ہے کہ یہ ابواب متعدد ایسے تھے جیسے امراء کے مکانات میں ایک ایک درجہ میں کئی کئی دروازے مختلف اطراف میں ہوا کرتے ہیں ان کا آگے پیچھے علی الترتیب ہونا ضروری نہیں جیسا کہ مشہور ہے پھر حضرت یوسف علیہ السلام ان دروازوں میں سے کسی ایک دروازہ کی طرف دوڑے ہوں گے اور اس کو جلدی سے کھول کر باہر ہوگئے ہوں گے جیسا معمولی طور پر صرف کنڈی لگا کر دروازہ بند کر لیا جاتا ہے اور کنڈی کھلنے سے کھل جاتا ہے باقی کیفیت مشہورہ کیلئے دلیل کی حاجت ہے۔ واللہ اعلم۔

چہارم: اس شاہد کا طفل شیر خوار ہونا حدیث مرفوع میں وارد ہے چنانچہ روح المعانی میں مسند احمد اور صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم سے مع تصحیح حاکم علی شرط الشیخین کے نقل کیا ہے ونیز رکوع آئندہ میں راوا الاٰیٰت سے بھی ظاہراً اس کی تائید ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔

پنجم: اگر یوسف علیہ السلام اس وقت نبی نہ ہوں تو اس خارق کو اصطلاح میں بجائے معجزہ کے ارہاص کہیں گے۔

ششم: اس شاہد نے جو فیصلہ بتلایا یہ کوئی حجت شرعی نہیں حجت کافیہ تو صرف اس کا نطق ہے لیکن حاضرین کے مذاق کے موافق اس کا بیان کر دینا حجت اصلیہ کے لئے زیادہ مؤید ہوگیا پس اس سے ایسے امور ظنیہ کا حجت ہونا ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ قیافہ شناس نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو حضرت زید رضی اللہ عنہ کا بیٹا بتلایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے خوش ہوئے کہ معترضین اس کے قول کو حجت سمجھتے تھے اور حجت شرعیہ پہلے سے قائم تھی یعنی الولد للفراش اس سے اس کی تائید بھی ہوگئی اور اسکو شاہد کہنا باعتبار نطق کے تو ظاہر ہے کہ اس میں احتمال صدق زلیخا سے تعرض ہی نہیں لیکن اس فیصلہ کے اعتبار سے اس کا شاہد کہنا باوجودیکہ اس فیصلہ میں دونوں متنازعین کا صدق محتمل ہے بدیں وجہ ہے کہ آخر میں اس فیصلہ کا نفع حضرت یوسف علیہ السلام ہی کے حق میں ہوا پس گویا مقصود ان کی ہی شہادت دینا ہے۔

ہفتم: اس عورت کا نام بعض نے راعیل کہا ہے اور مشہور زلیخا ہے بفتح زا وکسر لام یا بضم زا وفتح لام اور بعض نے کہا ہے کہ ایک نام ہے ایک لقب خواہ وہ یا یہ کذا فی الروح المعانی اور اس کا شوہر عزیز کے لقب سے مشہور تھا جیسا آگے آتا ہے امرأۃ العزیز اور یہ سلطنت مصر کے مدار المہام کا لقب ہوتا تھا اور نام اس شخص کا قطفیر ہے علی الراجح کما فی روح المعانی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما واللہ اعلم۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ ۔ یعنی عزیز مصر میرا آقا ہے اور اس میں دلالت ہے کہ اگر اپنا محسن کافر بھی ہو اس کی بھی رعایت کرنا چاہئے اور اہل طریق اس میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں قولہ تعالیٰ: قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِيْ اس میں دلالت ہے کہ مخالف کا عیب ایسے وقت ظاہر کر دینا جب اخفاء سے اپنا ضرر محتمل ہو مکارم اخلاق کے برخلاف نہیں ۱۲۔

الحواشی: (۱) از تصحیح مع حوالہ ہر دو ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قولہ** فی مصرین اشارۃ الی ان من بمعنی فی وقیل بتقدیر المضاف ای من اہل مصر ہکذا فی الروح ۱۲۔ ۲ **قولہ** فی اکرمی مثوہ خاطر سے رکھنا اشارۃ الی انہ حاصل المعنی لکونہ کنایۃ عن اکرامہ علیہ السلام نفسہ علی ابلغ وجہ واتمہ لان من اکرم المحل بتنظیفہ وفرشہ ونحو ذلک فقد اکرم ضنیفہ بسائر ما یکرم بہ وقیل المثوی مقحم یقال المجلس العالی والمقام السامی ۱۲۔ ۳ **قولہ** فی کذلک مکنا جس طرح اشارۃ الی تقدیر العامل ۱۲۔ ۴ **قولہ** جس طرح الخ اشارۃ الی تقدیر المعطوف علیہ والعامل ۱۲۔ ۵ **قولہ** ہناک غرض یراد بہ الحکمۃ مجازاً ۱۲۔ ۶ **قولہ** فی اشدہ بلوغ یا کمال اشارۃ الی ان فیہ قولین وعلی الاول دل علی ان ما قبلہ کان فی

الصغر ۱۲۔ ۷ قوله فی نجزی ترقی اشارة الی اندفاع الدذر الذی یتوهم بان ظاهر الآیة یدل علی ان الحکم والعلم موقوف علی الاحسان والحال ان الاحسان نفر موقوف علی الحکم والعلم تقریر الاندفاع ظاهر ۱۲۔ ۸ قوله فی هیت لك تم ہی سے اشارة الی ان اللام للتبیین وتقدیره اقول لك ۱۲۔ ۹ قوله فی استغفری یوسف اشارة الی ان الاستغفار یجوز استعماله فی الاعتذار للخلق ایضا دلیلها فی الروح حمل الاستغفار علی طلب المغفرة والصفح من الزوج اھ وقصدی بنقله جواز استعماله فی الاعتذار للخلق۔ ۱۰ قوله فی الخاطئین قصوروار اشارة الی ان الخطاء قد یستعمل فی مطلق الذنب وان کان عن عمد کما فی الروح ۱۲۔

لطیفه: قال بعض العلماء ان النساء اشد شرا من الشیطان لان الله تعالی سمی کیدهن عظیما و کیده ضعیفا وفیه ان عظمته بالنسبة الی کید الرجال وضعفه بالنسبة الی قدرة الله تعالی فافهم ۱۲۔

اللغات: المراودة المطالبة برفق من راد یرودا ذا ذهب وجاء لطلب شیء وعدی بعن لتضمنه بمعنی المخادعة التی فیها معنی المنازعة لان احدهما یرید شیئا لا یرید صاحبه ان یخرجه من یده۔ قوله هیت اسم فعل بمعنی تعال سواء کانت التاء مضمومة او مفتوحة ۱۲۔

البلاغة: قوله راودته المفاعلة للمبالغة لا للمشارکة الا مجازا من حیث ان احد الجزئین فیه کان جمال یوسف علیه السلام قوله قدت اسناد الی السبب وانما اسند الیها وان کان احد جزئی السبب هو علیه السلام ایضاً لقراره لال الجزء الاخیر کانت هی قوله من دبر المضاف الیه مقدر ای دبر القمیص او یوسف قوله من کید کن تعمیم الخلق للتنبه علی ان الکید خلق لهن عریق ۱۲۔

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِينَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيزِ تُرَاوِدُ فَتٰهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ؕ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۰﴾ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ﴿۳۱﴾ قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ ؕ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَاۤ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْۤ اِلَيْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۳﴾ فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۴﴾ ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۳۵﴾

ع ۴ / ۱۴

اور چند عورتوں نے جو کہ شہر میں رہتی تھیں یہ بات کہی کہ عزیز کی بی بی اپنے غلام کو اس سے اپنا (ناجائز) مطلب حاصل کرنے کے واسطے پھسلاتی ہے اس غلام کا عشق اس کے دل میں جگہ کر گیا ہے ہم تو اس کو صریح غلطی میں دیکھتے ہیں سو جب اس عورت نے ان عورتوں کی بدگوئی (کی خبر) سنی تو کسی کے ہاتھ ان کو بلا بھیجا (کہ تمہاری دعوت ہے) اور ان کے واسطے مسند تکیہ لگایا اور ہر ایک کو ان میں سے ایک ایک چاقو بھی دیا اور کہا کہ ذرا ان کے سامنے تو آ جاؤ سو عورتوں نے جو ان کو دیکھا تو (ان کے جمال سے) حیران رہ گئیں اور (اس حیرت میں اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور کہنے لگیں ماشاء اللہ یہ شخص آدمی ہرگز نہیں یہ کوئی بزرگ فرشتہ ہے وہ عورت بولی تو (دیکھ لو) وہ شخص یہی ہے جس کے بارے میں تم مجھ کو برا بھلا کہتی تھیں (کہ اپنے غلام کو چاہتی ہے) اور واقعی اس سے میں نے اپنا مطلب حاصل کرنے کی خواہش کی تھی مگر یہ پاک صاف رہا اور اگر آئندہ کو میرا کہنا نہ کرے گا (جیسا اب تک نہیں کیا) تو بے شک جیل خانہ بھیجا جائے گا اور بے عزت بھی ہوگا یوسفؑ نے دعا کی اے میرے رب جس (واہیات) کام کی طرف یہ عورتیں مجھ کو بلا رہی ہیں اس سے تو جیل خانہ میں جانا ہی مجھ کو زیادہ پسند ہے اور اگر آپ ان کے داؤ پیچ کو مجھ سے دفع نہ کریں گے تو ان کی (اصلاح کی) طرف مائل ہو جاؤں گا اور نادانی کا کام کر بیٹھوں گا سو انکی دعا انکے رب نے قبول کی اور ان عورتوں کے داؤ پیچ کو ان سے دور رکھا بے شک وہ دعاؤں کا بڑا سننے والا اور ان کے احوال کا خوب جاننے والا ہے۔ پھر مختلف نشانیاں دیکھنے کے بعد ان لوگوں کو (یعنی عزیز اور اس کے متعلقین کو) یہی مصلحت معلوم ہوئی کہ ان کو ایک وقت (خاص تک) قید میں رکھیں۔

تفسیر: قصہ قاطعات ید با یوسف علیہ السلام و سجن او: وَقَالَ نِسْوَةٌ (الی قوله تعالی) لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۳۵﴾ اور چند عورتوں نے جو کہ شہر میں رہتی تھیں

(یعنی شہر کی چند عورتوں نے) یہ بات کہی کہ عزیز کی بی بی اپنے غلام کو اسے اپنا (ناجائز) مطلب حاصل کرنے کے واسطے پھسلاتی ہے (کیسی پست طبیعت ہے کہ غلام پر گرتی ہے) اس غلام کا عشق اس کے دل میں جگہ کر گیا ہے ہم تو اس کو صریح غلطی میں دیکھتے ہیں سو جب اس عورت نے ان عورتوں کی بدگوئی (کی خبر) سنی تو کسی کے ہاتھ ان کو بلا بھیجا (کہ تمہاری دعوت ہے) اور ان کے واسطے مسند تکیہ لگایا اور (جب وہ آئیں اور ان کے روبرو مختلف کھانے اور میوے حاضر کئے جن میں بعضی چیزیں چاقو سے تراش کر کھانے کی تھیں اور اس واسطے) ہر ایک کو ان میں سے ایک ایک چاقو (بھی) دے دیا (جس کے لئے ظاہر میں تو ان چیزوں کا بہانہ تھا اور اصلی غرض وہ تھی جو آگے آتی ہے کہ حواس باختہ ہو کر ان چاقوؤں سے اپنے ہاتھوں کو زخمی کر لیں گی) اور (یہ سب سامان درست کر کے یوسف علیہ السلام سے جو کہ کسی دوسرے مکان میں تھے) کہا کہ ذرا ان کے سامنے تو آ جاؤ (چنانچہ یوسف علیہ السلام یہ سمجھ کر کہ کوئی صحیح غرض ہوگی باہر آ گئے) سو عورتوں نے جوان کو دیکھا تو (ان کے جمال سے) حیران رہ گئیں اور (اس حیرت میں) اپنے ہاتھ کاٹ لئے (یعنی جس وقت یہ باہر آئے وہ عورتیں کوئی چیز مثل ترنج وغیرہ تراش رہی تھیں ان کو دیکھ کر ایسی بدحواسی چھائی کہ اس بے خبری میں وہ چاقو ہاتھ پر چل گیا جیسا اکثر دوسری طرف خیال بٹ جانے سے ایسا اتفاق ہو جاتا ہے) اور کہنے لگیں حاش للہ یہ شخص آدمی ہرگز نہیں یہ تو کوئی بزرگ فرشتہ ہے (مطلب یہ کہ ایسا حسن و جمال آدمی میں کب ہوتا ہے فرشتے البتہ ایسے نورانی ہوتے ہیں) وہ عورت بولی تو (دیکھ لو) وہ شخص یہ ہے جس کے بارے میں تم مجھ کو برا بھلا کہتی تھیں (کہ اپنے غلام کو چاہتی ہے) اور واقعی میں نے اس سے اپنا مطلب حاصل کرنے کی خواہش کی تھی مگر یہ پاک صاف رہا اور (پھر یوسف علیہ السلام کے دھمکانے اور سنانے کو کہا کہ) اگر آئندہ کو میرا کہنا نہ کرے گا (جیسا اب تک نہیں کیا) تو بیشک جیل خانہ بھیجا جاوے گا اور بے عزت بھی ہوگا (وہ سب عورتیں بھی یوسف علیہ السلام سے کہنے لگیں کہ تم کو اپنی محسنہ سے ایسی بے اعتنائی مناسب نہیں جو یہ کہے تم کو ماننا چاہئے) یوسف (علیہ السلام) نے (جو یہ باتیں سنیں اور دیکھا کہ یہ عورت تو بے ڈھب پیچھے پڑی ہے اور سب اسی کی ہاں میں ہاں ملاتی ہیں تو حق تعالیٰ سے) یہ دعا کی کہ اے میرے رب جس (واہیات) کام کی طرف یہ عورتیں مجھ کو بلا رہی ہیں اس سے تو جیل خانہ میں جانا ہی مجھ کو زیادہ پسند ہے اور اگر آپ ان کے داؤ پیچ کو مجھ سے دفع نہ کریں گے تو ان کی (صلاح کی) طرف مائل ہو جاؤں گا اور نادانی کا کام کر بیٹھوں گا سو ان کی دعا ان کے رب نے قبول کی اور ان عورتوں کے داؤ پیچ کو ان سے دور رکھا بیشک وہ (دعاؤں کا) بڑا سننے والا (اور ان کے احوال کا) خوب جاننے والا ہے (پھر یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی کی) مختلف نشانیاں دیکھنے کے بعد (جن سے خود تو اس کا پورا یقین ہو گیا مگر عوام میں سے چرچہ قطع ہونے کی غرض سے) ان لوگوں کو (یعنی عزیز اور اس کے متعلقین کو) یہی مصلحت معلوم ہوا کہ ان کو ایک وقت (خاص) تک قید میں رکھیں۔ **ف**: یوسف علیہ السلام کا یہ فرمانا وَإِلَّا تَصْرِفْ الخ منافی عصمت کے نہیں کیونکہ یہ عصمت بھی تو بدولت حفاظت خداوندی ہی کے ہے چونکہ انبیاء علیہم السلام کی نظر اصل مؤثر کی طرف ہوتی ہے اس لئے ان کو اپنی عصمت پر اعتماد اور ناز نہیں ہوتا اور یوسف علیہ السلام کا یہ کہنا اِلَّا تَصْرِفْ مقصود اس سے یہ ہے کہ اصرف عنی الخ اس لئے اس کے بعد فَاسْتَجَابَ فرمایا اور اس استجابت کا بیان خود قرآن میں ہے فَصَرَفَ عَنْهُ الخ اور جن میں جانا جزو استجابت نہیں جیسا مشہور ہے کہ قید کی دعا کی اس لئے قید میں گئے کیونکہ قید کی درخواست تو نہیں کی صرف فعل قبیح کا جن سے افتح ہونا بیان کیا ہے پس ثُمَّ بَدَا لَهُمْ جملہ مستقلہ ہے استجابت کا متمم نہیں اور آیات سے مراد معجزہ کہ دلیل عقلی ہے اور قُدَّ قمیص کہ دلیل عادی ہے اور اقرار زلیخا رَاوَدْتُّهُ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ کہ دلیل شرعی ہے جو موافق قول مشہور ع نہاں کے ماند آن رازے کزو سازند محفلہا۔ عزیز تک پہنچ گیا یا بقول بعض اولین کہ سب دال ہیں نزاہت یوسف پر۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: فَلَمَّا رَاَيْنَهٗٓ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ روح میں ابن عطاء سے منقول ہے کہ یہ تو مشاہدہ مخلوق کے غلبہ کا اثر ہے سو مشاہدہ حق کا کیسا کچھ اثر ہو سکتا ہے تو اگر ایسے شخص سے کوئی امر خلاف ظاہر صادر ہو جاوے اس پر اعتراض وانکار نہ کرے ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قولہ فی المدینۃ** جو کہ اشارۃ الی کونہ صفۃ لنسوۃ ۱۲ ۲؎ **قولہ فی اخرج** صحیح غرض اشارۃ الی دفع ایراد وھو ان رؤیتھن لہ علیہ السلام کان عن نفس فکیف اذا علیہ السلام وجاء رفع ظاہر من عدم اطلاع علیہ السلام علی ھذا الامر ۱۲۔ ۳؎ **قولہ فی لیکونا** کہنے لگیں ھکذا فی التفاسیر بلا سند لکن علیہ قرائن فی القرآن من قولہ تعالیٰ یدعوننی وقولہ تعالیٰ بکیدھن علیم وقولہ راودتن باعتبار ان الاعانۃ علی الشیء فی حکم ذلک الشیٔ ۱۲۔ ۴؎ **قولہ فی اصب** صلاح اشارۃ الی تقدیر المضاف ای الی اجابتھن بمواناتھا۔

۵؎ **قولہ فی فصرف** دور رکھا اشارۃ الی ان المراد استمرار الصرف لا احداثہ بعد ان لم یکن ۱۲۔

رسم الخط: قولہ لیکونا یکتب فیہ النون بصورۃ الالف علی حکم الوقف لانہ حین الوقف یقرء الفًا کما فی الکافیۃ والنون المخففۃ المفتوح ما قبلھا تقلب الفا فی الوقف اھ ای جوازا من حاشیۃ عبدالرحمن بن المحمود ۱۲۔

اللغات: الشغاف فی القاموس کسحاب غلاف القلب او حجابہ او حبتہ او سویدار المکر المراد بہ الغیبۃ وسوء المقالۃ مجاز

العلاقة الاخفاء المتكأ النمارق والوسائد التى يتكأ عليها او

قوله حاش لله اصله حاشا بالالف فحذف تخفيفا وهو حرف وضع للاستثناء والتنزية معًا ثم نقل وجعل اسما للتنزيه فقط واللام للبيان فهى متعلقه بمحذوف ويستعمل فى معنى التعجب قوله اكبرنه عظمنه و دهشن برؤية جماله۱۲۔

النحو: قوله شغفها حبا الضمير فى الفعل الٰى يوسف عليه السلام وحبا تمييز منه اى شغفها حبه بمعنى دخل فى شغاف قلبها الذى يسمى الغلاف كما صرح به اهل التشريح ان من اجزاء القلب الغشاء۱۲۔ قوله ثم بدا لهم فاعله الضمير اما الى السجن وقوله ليسجننه بتقدير القول حال اى بدأ لهم السجن قائلين ليسجننه واما الى الحدث اى وقع لهم البدء ويكون الفاعل جملة ليسجننه بتاويل المصدر كما فى قوله اولم يهدلهم كم اهلكنا الخ۱۲۔

البلاغة: قوله السجن احب ولم يقل والصغر لان الصغر من لوازم السجن عادة فاغنى ذكر احدهما عن الآخر۱۲۔

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ۭ قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّىْٓ اَرٰىنِىْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّىْٓ اَرٰىنِىْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِىْ خُبْزًا تَاْكُلُ

الطَّيْرُ مِنْهُ ۭ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۳۶ قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ

الطَّيْرُ مِنْهُ ۭ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۳۶ قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ

وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَاۗءِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا

وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝۳۸ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ

الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝۳۹ۭ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَاۗءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَاۗؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۴۰ يٰصَاحِبَيِ

السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ۭ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ

تَسْتَفْتِيٰنِ ۝۴۱ۭ وَقَالَ لِلَّذِيْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ ۡ فَاَنْسٰىهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ

بِضْعَ سِنِيْنَ ۝۴۲ۧ

اور یوسف علیہ السلام کے ساتھ (یعنی اس زمانہ میں) اور بھی دو غلام (بادشاہ کے) جیل خانہ میں داخل ہوئے ان میں سے ایک نے کہا کہ میں اپنے خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ جیسے شراب نچوڑ رہا ہوں دوسرے نے کہا کہ میں اپنے خواب کو اس طرح دیکھتا ہوں کہ (جیسے) اپنے سر پر روٹیاں لئے جاتا ہوں (اور) اس میں سے پرندے (نوچ نوچ کر) کھاتے ہیں ہم کو اس خواب کی تعبیر بتایئے آپ ہم کو نیک آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ (دیکھو) جو کھانا تمہارے پاس آتا ہے جو کہ تم کو کھانے کے لئے جیل خانہ میں ملتا ہے میں اس کے آنے سے پہلے اس کی حقیقت تم کو بتلا دیا کرتا ہوں یہ بتلا دینا اس علم کی بدولت ہے جو مجھ کو میرے رب نے تعلیم فرمایا ہے میں نے تو ان لوگوں کا مذہب (پہلے ہی سے) چھوڑ رکھا جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور وہ لوگ آخرت کے بھی منکر ہیں اور میں نے اپنے ان بزرگوں باپ دادوں کا مذہب اختیار کر رکھا ہے ابراہیم علیہ السلام کا اور اسحٰق علیہ السلام کا اور یعقوب علیہ السلام کا ہم کو کسی طرح زیبا نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی شے کو شریک (عبادت) قرار دیں اور یہ (عقیدہ توحید) ہم پر اور (دوسرے) لوگوں پر (بھی) خدا تعالیٰ کا ایک فضل ہے لیکن اکثر لوگ ان نعمت کا شکر ادا نہیں کرتے۔ اے قید خانہ کے رفیقو! متفرق معبود اچھے یا ایک معبود برحق جو سب سے زبردست ہے وہ اچھا (جواب اس کا ظاہر ہے) تم لوگ تو خدا کو چھوڑ کر صرف چند بے حقیقت ناموں کی عبادت کرتے ہو جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے آپ (ہی) ٹھہرا لیا ہے خدا تعالیٰ نے تو (ان کے معبود ہونے) کی دلیل (نقلی یا عقلی) بھیجی نہیں حکم دینے کا اختیار صرف خدا ہی کا ہے (اور) اس نے یہ حکم دیا ہے کہ بجز اس کے اور کسی کی عبادت مت کرو یہی (توحید) کا سیدھا طریقہ ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ اے قید خانہ کے رفیقو! تم میں ایک تو (جرم میں بری ہو

کر) اپنے آقا کو (بدستور) شراب پلایا کرے گا اور دوسرا (مجرم قرار پا کر) سولی دیا جائے گا اور اس کے سر کو پرندے نوچ نوچ کر کھا دیں گے جس کے بارے میں تم پوچھتے تھے وہ اسی طرح مقدر ہو چکا اور جس شخص پر رہائی گمان تھا اس سے یوسف علیہ السلام نے فرمایا اپنے آقا کے سامنے میرا بھی تذکرہ کرنا پھر اس کو اپنے آقا سے (یوسف علیہ السلام کا) تذکرہ کرنا شیطان نے بھلا دیا تو (اس وجہ سے) قیدخانہ میں اور بھی چند سال ان کا رہنا ہوا۔

تفسیر: قصہ یوسف علیہ السلام با ساقی و خباز شاہی در سجن ☆ وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ (الی قولہ تعالی) فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ اور یوسف (علیہ السلام) کے ساتھ (یعنی اسی زمانہ میں) اور بھی دو غلام (بادشاہ کے) جیل خانہ میں داخل ہوئے (جن میں ایک ساقی تھا دوسرا خباز اور ان کے قید ہونے کا سبب یہ ہوا کہ تھا کہ ان کی نسبت شبہ ہوا تھا کہ انہوں نے کھانے میں اور شراب میں زہر ملا کر بادشاہ کو دیا ہے سو مقدمہ زیر تحقیق تھا اور یہ دونوں حبس میں بھیج دیئے گئے تھے انہوں نے جو حضرت یوسف علیہ السلام میں بزرگی کے آثار پائے تو ان میں سے ایک نے حضرت یوسف علیہ السلام سے) کہا کہ میں اپنے خواب میں (کیا) دیکھتا ہوں کہ (جیسے) شراب (بنانے کے لئے انگور کا شیرہ) نچوڑ رہا ہوں (اور بادشاہ کو وہ شراب پلا رہا ہوں) اور دوسرے نے کہا کہ میں اپنے کو اس طرح دیکھتا ہوں کہ (جیسے) اپنے سر پر روٹیاں لئے جاتا ہوں (اور) اس میں سے پرندے (نوچ نوچ کر) کھاتے ہیں ہم کو اس خواب کی (جو کہ ہم دونوں نے دیکھا ہے) تعبیر بتلایئے آپ ہم کو نیک آدمی معلوم ہوتے ہیں (حضرت) یوسف (علیہ السلام) نے (چاہا کہ جب یہ میرے معتقد ہیں تو ان کو دعوتِ ایمان اول کرنا چاہئے اس لئے اول اپنا نبی ہونا ایک معجزہ سے ثابت کرنے کے لئے) فرمایا کہ (دیکھو) جو کھانا تمہارے پاس آتا ہے جو کہ تم کو کھانے کے لئے (جیل خانہ میں) ملتا ہے میں اس کے آنے سے پہلے اس کی حقیقت تم کو بتلا دیا کرتا ہوں (کہ فلانی چیز آوے گی اور ایسی ایسی ہوگی اور) یہ بتلا دینا اس علم کی بدولت ہے جو مجھ کو میرے رب نے تعلیم فرمایا ہے (یعنی مجھ کو وحی سے معلوم ہو جاتا ہے پس یہ معجزہ ہوا جو کہ دلیل نبوت ہے اور شاید تخصیص اس معجزہ کی اس مناسبت سے فرمائی ہو کہ جس واقعہ میں انہوں نے آپ سے رجوع کیا وہ واقعہ بھی طعام کا ہے تو یہ معجزہ اس وقت ان کے حال کے مناسب زیادہ ہوا **واللہ اعلم** اب اثبات نبوت کے بعد آگے اثبات توحید ہے یعنی جب میرا کمال اور نبوت دلیل سے ثابت ہے تو جس طریق کو میں اختیار کروں اور اس کو صحیح بتلاؤں وہ حق ہوگا سو وہ طریق یہ ہے کہ) میں نے تو ان لوگوں کا مذہب (پہلے ہی سے) چھوڑ رکھا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور وہ لوگ آخرت کے بھی منکر ہیں اور میں نے اپنے ان (بزرگوار) باپ دادوں کا مذہب اختیار کر رکھا ہے ابراہیم علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام کا اور یعقوب (علیہ السلام کا اور اس مذہب کا رکن اعظم یہ ہے کہ) ہم کو کسی طرح زیبا نہیں کہ اللہ کے ساتھ کسی شئے کو شریک (عبادت) قرار دیں (یعنی توحید اس مذہب کا رکن اعظم ہے اور) یہ (عقیدۂ توحید) ہم پر اور (دوسرے) لوگوں پر (بھی) خدا تعالیٰ کا ایک فضل ہے (کہ اس کی بدولت دنیا و آخرت کی فلاح ہے) لیکن اکثر لوگ (اس نعمت کا) شکر (ادا) نہیں کرتے (یعنی توحید کی قدر اور اس کو اختیار نہیں کرتے) اے قیدخانہ کے رفیقو (ذرا سوچ کر بتلاؤ کہ عبادت کے واسطے) متفرق معبود اچھے یا ایک معبود برحق جو سب سے زبردست ہے وہ اچھا (جواب اس کا ظاہر ہے) تم لوگ تو خدا کو چھوڑ کر صرف چند بے حقیقت ناموں کی عبادت کرتے ہو (یعنی وہ مسمیات بمنزلہ اسمائے محض کے ہیں) جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے (آپ ہی) ٹھہرا لیا ہے خدا تعالیٰ نے تو ان (کے معبود ہونے) کی کوئی دلیل (عقلی یا نقلی) بھیجی نہیں (اور) حکم (دینے کا اختیار صرف) خدا ہی کا ہے (اور) اس نے یہ حکم دیا ہے کہ بجز اس کے اور کسی کی عبادت مت کرو (پس اسی حکم پر عمل کرنا چاہئے) یہی (توحید اور عبادت میں حق تعالیٰ کی تخصیص) سیدھا طریقہ ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے (اور اس طریقہ کو اختیار نہیں کرتے ایمان کے ارکان کی تبلیغ کر کے اب ان کے خواب کی تعبیر بتلاتے ہیں کہ) اے قیدخانہ کے رفیقو تم میں ایک تو (جرم سے بری ہو کر) اپنے آقا کو (بدستور) شراب پلایا کرے گا اور دوسرا (مجرم قرار پا کر) سولی دیا جاوے گا اور اس کے سر کو پرندے (نوچ نوچ) کھاویں گے اور جس بارہ میں تم پوچھتے تھے وہ اسی طرح مقدر ہو چکا (اور یونہی ہوگا چنانچہ بعد تنقیح مقدمہ ایک بری ثابت ہوا دوسرا مجرم دونوں جیل خانہ سے بلائے گئے ایک رہائی کے لئے دوسرا سزا کے لئے) اور (جب وہ لوگ جیل خانہ سے جانے لگے تو) جس شخص پر رہائی کا گمان تھا اس سے یوسف (علیہ السلام) نے فرمایا کہ اپنے آقا کے سامنے میرا بھی تذکرہ کرنا (کہ ایک شخص بے قصور قید ہے اس نے وعدہ کر لیا) پھر اس کو اپنے آقا سے (یوسف علیہ السلام کا) تذکرہ کرنا شیطان نے بھلا دیا تو (اس وجہ سے) قیدخانہ میں اور بھی چند سال ان کا رہنا ہوا **ف**: چونکہ اسباب عادیہ کا استعمال جائز ہے اس لئے اس امر میں یوسف علیہ السلام پر کوئی شبہ نہیں ہو سکتا اور یہ جو فرمایا فَلَبِثَ الخ یہ بطور عتاب کے نہیں فرمایا بلکہ نسیان پر محض مرتب کرنا اس امر کا مقصود ہے کہ وہ بھول گیا اس لئے کوئی سامان ان کے نکلنے کا نہ ہوا خوب سمجھ لو اور بضع کا اطلاق عربی میں تین سے دس سال تک آتا ہے پس اس کے درمیان جتنے عدد ہیں ہر عدد کا آیت میں احتمال ہے۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالی: قَالَ لَا يَأْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖۤ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا روح میں ہے کہ اگر کوئی عالم اپنے اوصاف اس لئے بیان کرے کہ لوگ اس سے نفع حاصل کریں تو جائز ہے اور یہ تزکیۂ ممنوعہ میں داخل نہیں اھ اور بعض بزرگوں نے جو اپنے کمالات ظاہر کئے ہیں اور اس کی

پرواہ نہیں کی کہ لوگ ان کو مدعی کہیں گے اس کا منشاء یہی ہے۱۲۔ قولہ تعالیٰ : وَقَالَ لِلَّذِیْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّكَ اس میں دلالت ہے کہ اگر ازالہ شدائد کے لئے کسی مخلوق سے استعانت کرے خصوص جس پر احسان کیا ہو کچھ حرج نہیں کیونکہ یہ اسباب مشروعہ میں سے ہے اور اس کو احسان کا عوض چاہنا نہ کہا جاوے گا احسان سے محبت پیدا ہو جاتی ہے اور محبت سے یہ استعانت گوارہ ہوتی ہے۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قولہ اسی زمانہ میں اشارة الی المعیة الزمانیة ویحتمل ان یکون المعیة فی مطلق دخول السجن۱۲۔ ۲؎ قولہ فی بتاویلہ الاول خواب بتاویل الجنس او ما ذکر۱۲۔ ۳؎ قولہ فی بتاویلہ الثانی حقیقت لان مرجع الشئ ومنتهاه هو حقیقة۱۲۔ ۴؎ قولہ فی ترکت چھوڑ رکھا ہے اشارة الی ان الترک ارید به الامتناع عبر به لا استجلابهما الی ترکهما الحادث۱۲۔ ۵؎ قولہ فی ارباب عبادت کے واسطے اشارة الی حذف المضاف ای عبادة ارباب الخ۱۲۔ ۶؎ قولہ فی ذکر ربہ اپنے آقا سے اشارة الی کون الاضافة لادنی الملابسة لان الرب لیس فاعلا للذکر ولا مفعولا۱۲۔

النحو: قوله یصاحبی السجن وقوله ذکر ربه فیهما الاضافة لادنی الملابسة وحقیقتهما یصاحبی فی السجن وذکر یوسف عند ربه۱۲۔

الکلام والبلاغة: قوله ظن انه ناج ان کان التعبیر عن اجتهاد دل علی ان الاجتهاد ظنی ولو من الانبیاء وان کان عن وحی فالمراد به تیقن ففیه علی احد الشقین مسئلة من الکلام وعلی الآخر مسئلة من البلاغة۱۲۔

وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّیْۤ اَرٰی سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ یٰبِسٰتٍ ؕ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِیْ فِیْ رُءْیَایَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْیَا تَعْبُرُوْنَ ﴿۴۳﴾ قَالُوْۤا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِیْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِیْنَ ﴿۴۴﴾ وَقَالَ الَّذِیْ نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِیْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ ﴿۴۵﴾ یُوْسُفُ اَیُّهَا الصِّدِّیْقُ اَفْتِنَا فِیْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعِ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ یٰبِسٰتٍ ۙ لَّعَلِّیْۤ اَرْجِعُ اِلَی النَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِیْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِیْ سُنْۢبُلِهٖۤ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ یَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ﴿۴۸﴾ ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِیْهِ یُغَاثُ النَّاسُ وَفِیْهِ یَعْصِرُوْنَ ﴿۴۹﴾ ع ۷ ۱۶

اور بادشاہ (مصر) نے کہا کہ میں (خواب میں کیا) دیکھتا ہوں کہ سات گائیں فربہ ہیں جن کو سات لاغر گائیں کھا گئیں اور سات بالیں سبز ہیں اور ان کے علاوہ سات اور ہیں جو کہ خشک ہیں اے درباروالو! اگر تم (خواب کی) تعبیر دے سکتے ہو تو میرے اس خواب کے بارے میں مجھ کو جواب دو وہ لوگ کہنے لگے کہ یوں ہی پریشان خیالات ہیں اور دوسرے ہم لوگ (کہ صرف امور سلطنت میں ماہر ہیں) خوابوں کی تعبیر کا علم بھی نہیں رکھتے اور ان (مذکورہ) دو قیدیوں میں کہ جو رہا ہو گیا تھا (وہ مجلس میں حاضر تھا) اس نے کہا اور مدت کے بعد اس کو خیال آیا میں اس کی تعبیر کی خبر لائے دیتا ہوں اور آپ لوگ ذرا مجھ کو جانے کی اجازت دیجئے اے یوسف اے صدق مجسم آپ ہم لوگوں کو اس خواب کا جواب (یعنی تعبیر دیجئے کہ سات گائیں) موٹی ہیں ان کو سات گائیں دبلی کھا گئیں اور سات بالیں ہری ہیں اور اس کے علاوہ سات خشک ہیں تا کہ میں ان لوگوں کے پاس لوٹ کر جاؤں (اور بیان کروں) تا کہ ان لوگوں کو بھی معلوم ہو جائے آپ نے فرمایا تم سات سال متواتر (خوب غلہ) بونا پھر جو فصل کاٹو اس کو بالوں میں رہنے دو تا کہ گھن نہ لگ جائے ہاں اگر تھوڑا جو تمہارے کھانے میں آوے پھر اس (سات برس) کے بعد سات برس اور ایسے سخت (اور قحط کے) آویں گے جو اس (تمام تر) ذخیرہ کو کھا جائیں گے جس کو تم نے ان برسوں کے واسطے جمع کر کے رکھا ہو گا ہاں مگر تھوڑا سا (جو بیج کے واسطے رکھ چھوڑو گے پھر اس سات برس) کے بعد ایک برس ایسا آوے گا جس میں لوگوں کے لئے خوب بارش ہو گی اور اس میں شیرہ بھی نچوڑیں گے (اور شرابیں پئیں گے)۔

تفسیر: قصہ تعبیر یوسف علیہ السلام رؤیا ملک مصر ☆ وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّیْۤ اَرٰی سَبْعَ بَقَرٰتٍ (الی قوله تعالی) فِیْهِ یُغَاثُ النَّاسُ وَفِیْهِ یَعْصِرُوْنَ ﴿۴۹﴾ اور بادشاہ (مصر) نے (بھی ایک خواب دیکھا اور ارکان دولت کو جمع کر کے ان سے) کہا کہ میں (خواب میں کیا) دیکھتا ہوں کہ سات گائیں فربہ ہیں جن کو سات

لاغر گائیں کھا گئیں اور سات بالیں سبز ہیں اور ان کے علاوہ سات اور ہیں جو کہ خشک ہیں (اور ان خشک بالوں نے اسی طرح ان سات سبز پر لپٹ کر ان کو خشک کر دیا) اے دربار والو اگر تم (خواب کی) تعبیر دے سکتے ہو تو میرے اس خواب کے بارہ میں مجھ کو جواب دو وہ لوگ کہنے لگے کہ (اول تو یہ کوئی خواب نہیں جس سے آپ فکر میں پڑیں) یوں ہی پریشان خیالات ہیں اور (دوسرے) ہم لوگ (کہ امور سلطنت میں ماہر ہیں) خوابوں کی تعبیر کا علم بھی نہیں رکھتے (دو جواب اس لئے دیئے کہ اول جواب سے بادشاہ کے قلب سے پریشانی اور وسواس دور کرنا ہے اور دوسرے جواب سے اپنا عذر ظاہر کرنا ہے خلاصہ یہ کہ اول تو ایسا خواب قابل تعبیر نہیں دوسرے، ہم اس فن سے واقف نہیں) اور ان (مذکورہ) دو قیدیوں میں سے جو رہا ہو گیا تھا (وہ مجلس میں حاضر تھا) اس نے کہا اور مدت کے بعد اس کو (یوسف علیہ السلام کی وصیت کا) خیال آیا میں اس کی تعبیر کی خبر لائے دیتا ہوں آپ لوگ مجھ کو ذرا جانے کی اجازت دیجئے (چنانچہ دربار سے اجازت ہوئی اور وہ قید خانہ میں یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچا اور جا کر کہا) اے یوسف اے صدق مجسم آپ ہم لوگوں کو اس (خواب) کا جواب (یعنی تعبیر) دیجئے کہ سات گائیں موٹی ہیں ان کو سات دبلی گائیں کھا گئیں اور سات بالیں ہری ہیں اور اس کے علاوہ (سات) خشک بھی ہیں (کہ ان خشک کے لپٹنے سے وہ ہری بھی خشک ہو گئیں آپ تعبیر بتلائیے) تاکہ میں (جنہوں نے مجھ کو بھیجا ہے) ان لوگوں کے پاس لوٹ کر جاؤں (اور بیان کروں) تاکہ (اس کی تعبیر اور اس سے آپ کا حال) ان کو بھی معلوم ہو جاوے (تعبیر کے موافق عمل درآمد کریں اور آپ کی خلاصی کی کوئی صورت نکلے) آپ نے فرمایا کہ (ان سات فربہ گایوں اور سات سبز بالیوں سے مراد پیداوار اور بارش کے سال ہیں پس) تم سات سال متواتر (خوب) غلہ بونا پھر جو فصل کاٹو اس کو بالیوں ہی میں رہنے دینا) تاکہ گھن نہ لگ جاوے) ہاں مگر تھوڑا سا جو تمہارے کھانے میں آوے (وہ بالوں میں سے نکالا ہی جاوے گا) پھر اس (سات برس) کے بعد سات برس ایسے سخت (اور قحط کے) آویں گے جو کہ اس (تمام تر) ذخیرہ کو کھا جاویں گے جس کو تم نے ان برسوں کے واسطے جمع کر کے رکھا ہو گا ہاں مگر تھوڑا سا جو (بیج کے واسطے) رکھ چھوڑو گے (وہ البتہ بچ جاوے گا اور ان خشک بالیوں اور خشک گایوں سے اشارہ ان سات سال کی طرف ہے) پھر اس (سات برس) کے بعد ایک برس ایسا آوے گا جس میں لوگوں کے لئے خوب بارش ہو گی اور اس میں (بوجہ اس کے کہ انگور کثرت سے پھلیں گے) شیرہ بھی نچوڑیں گے (اور شرابیں پیویں گے) **ف**: ظاہراً یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اعیانِ سلطنت فن تعبیر سے ناواقف تھے اسی لئے بادشاہ کے کلام میں بھی شک پایا جاتا ہے: اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْيَا تَعْبُرُوْنَ ﴿۴۳﴾ اور انہوں نے بھی نفی علم کی کی ہے: مَا نَحْنُ بِتَاْوِيْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾ اور انکا یہ کہنا: اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ دلیل جاننے کی نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ تفصیلاً تو ہم علم تعبیر جانتے نہیں مگر خوابوں کی جیسی شان ہوتی ہے اس سے اجمالاً اتنا کہہ سکتے ہیں کہ یہ خواب نہیں ہے محض خیال ہے تو اتنا علم اجمالی دلیل مہارت فن کی نہیں اور اس قول کا فائدہ وہی تھا جو متن میں مذکور ہے یعنی بے فکر کرنا بادشاہ کو اب یہ شبہ بھی نہیں ہو سکتا کہ جب وہ تعبیر نہ جانتے تھے تو صرف دوسرا جملہ کہہ دینا کافی تھا اور ساقی کا یہ کہنا کہ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ الخ اس سے بھی ظاہراً یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ تعبیر کے عالم نہ تھے ورنہ علمائے تعبیر کے فیصلہ کے بعد ارکان سلطنت کے روبرو ایسی جرأت نہ ہوتی اس سے معلوم ہوا کہ وہ جانتے نہ تھے بلکہ خود بھی مشتاق و منتظر تھے اور ان اعیان سلطنت کا یہ جواب چونکہ تعبیر نہ تھا اس لئے اس خواب کی دوسری تعبیر جو یوسف علیہ السلام نے دی وہی واقع ہوئی ورنہ جیسا حدیث میں آیا ہے اول ہی تعبیر واقع ہوا کرتی ہے بشرطیکہ وہ خواب باعتبار اصول تعبیر کے اس تعبیر کو محتمل ہو اور اگر قاعدہ کے موافق محتمل نہ ہو تو واقع ہونا ضرور نہیں پس جہاں کہیں دو تعبیروں میں سے دوسری واقع ہو اور پہلی نہ ہو معلوم کر لو کہ تعبیر اول موافق قاعدہ کے نہ تھی اور قواعد اس کے چونکہ بہت دقیق ہیں لہٰذا احاطہ ان کا کسی قدر دشوار ہے اور یہ جو فرمایا: يَاْتِيْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ یہ غالباً اس سے سمجھا کہ جب بقراء ت عجاف اور سنبلات یابسات سے مراد سبع شداد ہیں تو لامحالہ ان سبع کے بعد شدۃ نہ رہے گی پس بارش وغیرہ ہو گی واللہ اعلم اور خواب میں بقرات اور سنبلات دونوں کا نظر آنا شاید اس لئے ہو کہ قحط کا اثر حیوانات اور نباتات ہی پر ہوتا ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: قَالَ تَزْرَعُوْنَ الخ یوسف علیہ السلام نے فوراً ہی اس کو ارشاد فرمانا شروع کر دیا اور اس پر ملامت نہ کی کہ تو نے میری فرمائش اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ میں تفسیر کی اس سے غایت درجہ کا حلم و کرم معلوم ہوتا ہے اہل طریق کی بھی یہی شان ہونا چاہئے کہ ایسے شخص کے حقوق میں بھی کمی نہ کریں جو ان کے حق میں کمی کرے ۱۲۔

الحواشی: (۱) اس پر بعض معاندین اہل یورپ نے ایک جاہلانہ اعتراض کیا ہے کہ مصر کی شادابی کا بارش سے کوئی واسطہ نہیں بلکہ تمام تر دریائے نیل کا فیض ہے اس کا جواب جو ایک فاضل فلسفی دوست نے دیا ہے ملخصاً نقل کیا جاتا ہے (اول) **یغاث** کا غیب سے ہونا ضروری نہیں مفردات القرآن میں غوث سے ہونا بھی صحیح لکھا ہے کما فی قولہ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ اور معنی ہوں گے کہ لوگوں کی فریاد رسی ہو گی مصیبت سے نجات ملے گی گو اکثر سلف سے غیث ہی سے ہونا منقول ہے تو اعتراض قرآن پر نہ رہا دوسرے **یغاث** کے ساتھ الناس ہے اہل مصر نہیں قحط مصر سے باہر بھی پڑا تھا چنانچہ برادران یوسف اس سلسلہ میں فلسطین سے آئے تھے اور ان اطراف میں بارش ہو جانا بھی کافی ہے تیسرے یہ کہ خود اہل یورپ ہی نے اپنے جغرافیوں میں اس حصہ کو جس میں فراعنہ کی سلطنت تھی

بارانی لکھا ہے گو بعضے حصے کم بارش والے اور بعضے بے بارش والے بھی ہیں اھ میں کہتا ہوں کہ چوتھے یہ کہ بارش نہ ہونے کا عادت مستمرہ ہونا اور احیاناً بارش ہو جانا ان میں کوئی تنافی نہیں پانچویں خود نیل کی طغیانی میں منع بارش ہو جانے کا من وجہ دخیل ہونا مستبعد نہیں ۱۲ فقط اشرف علی نصف ج ۱/ ۱۳۵۳ھ۔

ملحقات الترجمۃ: لے قوله في يعلمون تعبیراورحال القرينة على الاول قص الرؤيا وعلى الثاني ذكره قول يوسف اذكرني عند ربك فافهم ۱۲۔

اللغات: الافتاء الابانه العبارة والتعبير من العبور وهو المجاوزة وهى الانتقال من الصورة المشاهدة فى المنام الى ما هى صورة و مثال لها من الامور الآفاقية والانفسية الواقعة فى الخارج الاضغاث جمع ضغث وهو اقل من الخرمة واكثر من القبضة من اخلاط النبات الحلم عبارة عما يراه النائم مطلقا لكن غلبت الرؤياء على ما يراه من الخير والشئ الحسن وغلب الحلم على اخلافه والحلم عند العرب يستعمل استعمال الرؤياء والتفريق من الاصطلاحات الشرعية واضغاث الاحلام تخاليطها من قبيل لجين الماء او اضافة الصفة الى الموصوف اى الاحلام المختلطة وهى متحققة فى رؤيا واحدة بحسب انها متركبة من اشياء كل منها حلم فكانت احلاماً او يراد به الجنس من غير نظر الى معنى الجمعية الامة والطائفة من الزمان ۱۲۔ الدأب بالحركة والسكون حركة لا سكون لها اى تعب ولما كان التعب فى الغالب من الفعل الدائم استعمل فى الاستمرار وموقعه موقع الحال او المفعول المطلق دائبين او تدابون دابا قوله يغاث من الغيث ۱۲۔

البلاغۃ: قوله انى ارى لم يصرح بكونه فى المنام اكتفاء بقرائن المقام لان ذلك الشئ العجيب لا يرى عادة فى اليقظة وايضًا لدلالة قوله رؤياى عليه قوله سبع عجاف اورد بالوصف دون الاضافة على معنى سبع بقرات عجاف لما قاله الطيبى وهو ان المميز اذا وصف ثم رفع بالابهام والاجمال من العدد اذن بانهما مقصود ان فى الذكر بخلافه اذا ميز ثم وصف بل الوصف ادعى لان المميز انما استجلب للوصف ومن ثم ترك التمييز فى القرائن الثلث والمقام يقتضى ذلك لان المقصود بيان الابتلاء بالشدة بعد الرخاء وبيان الكمية بالعدد والكيفية بالبقرات تابع فليفهم ويعلم من ذلك وجه العدول الى ما فى النظم الكريم عن ان يقال انى ارى سبع بقرات عجاف ياكلن سبعا سمانا الاخصر منه كذا فى الروح وانما فهم كون هذه السبع بقرات وكذا كون اليابسات سنبلات وكونهما سبعا بقرينة المقام قوله انا انبئكم لم يقل افيتكم للدلالة هى ان هذا النباء يكون بالتلقى من غيرى لا من تلقاء نفسى قوله فارسلون لم يصرح باسم يوسفؑ حرصا على ان يكون هو المرسل فانه لو ذكره فلربما ارسلوا غيره قوله افتنافى سبع اى فى رؤيا ذلك ولم يصرح لدلالة مضمون الحادثة عليه حيث ان مثله لا يقع فى عالم الشهادة عادة ولم يقل نبئنا نقلاً لقول الملك افتونى ولم يقل افتنى اشعار بان الرؤيا ليست له بل لغيره ممن له ملاء لسته بامور العامة وانه فى ذلك سفير قوله لعلى ولعلهم مجاراة معه عليه السلام على نهج الادب واحترازا عن المجازفة اذ لم يكن على يقين من الرجوع ولا من علمهم بذلك فربما لم يعلموه اما لعدم فهمهم او لعدم اعتمادهم ۱۲۔ قوله فما حصدتم الجملة معترضة بين جزائ التعبير ارشاد الى الاصلح واعلم ان التعبير ليس فى قوله تزرعون بل فى ما ترتب عليه الزرع واصل الكلام هكذا قال سياتى سبع خصاب تطرون فيها وان زرعتم ينبت كثيرا هذا هو التعبير فالواجب عليكم تزرعوا فيها فالامر بالزرع ايضا ارشاد الى الاصلح وليس جزأ للتعبير فافهم قوله ياكلن فيه اسناد مجازى وكان الداعى اليه التطبيق بين المعبر والعبر به قوله فيه يعصرون والتعرض لذكره مع جواز الاكتفاء عنه بذكر الغيث المستلزم له عادة كما اكتفى به عن ذكر تصرفهم فى الجنوب اما لان استلزام الغيث له ليس كاستلزامه المحبوب اذا المذكورات يتوقف اصلاحها على امور اخرىٰ غير المطرد واما لمراعاة جانب المستفتى باعتبار حالته الخاصة به بشارة له وهى التى يدور عليها حسن موقع تغليبه على الناس فى قراءة حمزة والكسائى بالفوقانية ۱۲۔

وَ قَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِیْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰی رَبِّكَ فَسْئَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِیْ قَطَّعْنَ
اَیْدِیَهُنَّ ؕ اِنَّ رَبِّیْ بِكَیْدِهِنَّ عَلِیْمٌ ﴿۵۰﴾ قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ یُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا
عَلِمْنَا عَلَیْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِیْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ز اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَ
اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۵۱﴾ ذٰلِكَ لِیَعْلَمَ اَنِّیْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَیْبِ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ كَیْدَ الْخَآئِنِیْنَ ﴿۵۲﴾
وَ مَاۤ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ ؕ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۵۳﴾ وَ قَالَ
الْمَلِكُ ائْتُوْنِیْ بِهٖۤ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِیْ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْیَوْمَ لَدَیْنَا مَكِیْنٌ اَمِیْنٌ ﴿۵۴﴾ قَالَ
اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ ﴿۵۵﴾ وَ كَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِیُوْسُفَ فِی الْاَرْضِ ۚ یَتَبَوَّاُ مِنْهَا
حَیْثُ یَشَآءُ ؕ نُصِیْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَ لَا نُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۵۶﴾ وَ لَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَیْرٌ
لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا یَتَّقُوْنَ ﴿۵۷﴾

اور بادشاہ نے حکم دیا کہ ان کو میرے پاس لاؤ (چنانچہ یہاں سے قاصد چلا) پھر جب ان کے پاس (وہ) قاصد پہنچا اور پیغام دیا تو آپ نے فرمایا کہ تو اپنی سرکار کے پاس لوٹ جاؤ پھر اس سے دریافت کر کہ کچھ تم کو خبر ہے ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے میرا رب ان عورتوں کے فرقہ کے فریب کو خوب جانتا ہے کہا کہ تمہارا کیا واقعہ ہے جب تم نے یوسف علیہ السلام سے اپنے مطلب کی خواہش کی عورتوں نے جواب دیا ماشاء اللہ ہم کو ان میں ذرا بھی تو برائی کی بات نہیں معلوم ہوئی عزیز کی بیوی (جو کہ حاضر تھی) کہنے لگی کہ اب تو حق بات (سب پر) ظاہر ہو ہی گئی میں نے ہی ان سے اپنے مطلب کی خواہش کی تھی اور بے شک وہی سچے ہیں یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ تمام اہتمام (جو میں نے کیا) محض اس وجہ سے تاکہ عزیز کو (زائد یقین کے ساتھ) معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کی عدم موجودگی میں اس کی آبرو میں دست درازی نہیں کی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کے فریب کو چلنے نہیں دیتا اور (باقی) میں اپنے نفس کو (بالذات) بری (اور پاک) نہیں بتلاتا (کیونکہ) نفس تو (ہر ایک کا) بری بات بتلاتا ہے بجز اس (نفس) کے جس پر میرا رب رحم کرے بلا شبہ میرا رب بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا ہے اور (سن کر) بادشاہ نے کہا کہ ان کو میرے پاس لاؤ میں ان کو خاص اپنے (کام کے) لئے رکھوں گا پس جب بادشاہ نے ان سے باتیں کیں تو بادشاہ نے (ان سے) کہا کہ تم ہمارے نزدیک آج (سے) بڑے معزز اور معتبر ہو یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ ملکی خزانوں پر مجھ کو مامور کر دو میں ان کی حفاظت (بھی) رکھوں گا (اور) خوب واقف ہوں اور ہم نے ایسے (عجیب) طور پر یوسف علیہ السلام کو ایک ملک میں بااختیار بنا دیا کہ اس میں جہاں چاہیں رہیں سہیں ہم جس پر چاہیں اپنی عنایت متوجہ کر دیں اور ہم نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے اور آخرت کا اجر کہیں زیادہ بڑھ کر ہے ایمان اور تقویٰ والوں کے لئے۔

تفسیر: **قصہ ملاقات و مکالمت یوسف علیہ السلام با ملک مصر** ☆ وَ قَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِیْ بِهٖ (الی قولہ تعالی) وَ لَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا یَتَّقُوْنَ ﴿۵۷﴾ (غرض وہ شخص تعبیر لے کر دربار میں پہنچا) اور (جا کر بیان کیا) بادشاہ نے (جو سنا تو آپ کے علم و فضل کا معتقد ہوا اور) حکم دیا کہ ان کو میرے پاس لاؤ (چنانچہ یہاں سے قاصد چلا) پھر جب ان کے پاس (وہ) قاصد پہنچا (اور پیغام دیا تو) آپ نے فرمایا کہ (میں جب تک میرا اس تہمت سے بری ہونا اور بے قصور قید ہونا ثابت نہ ہو جاوے گا نہ آؤں گا) تو اپنی سرکار کے پاس لوٹ جا پھر اس سے دریافت کر کہ (کچھ تم کو خبر ہے) ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے (مطلب یہ تھا کہ ان کو بلا کر میرا حال متعلق اس واقعہ کے جس میں مجھ کو قید کی گئی تفتیش کیا جاوے اور عورتوں کے حال سے مراد ان کا واقف یا ناواقف ہونا ہے حال یوسف علیہ السلام سے اور ان عورتوں کی تخصیص شاید اس لئے کی ہو کہ ان کے سامنے زلیخا نے اقرار کیا تھا وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ) میرا رب ان عورتوں کے فریب کو خوب جانتا ہے (یعنی اللہ کو تو معلوم ہی ہے کہ زلیخا کا مجھ پر تہمت لگانا کید تھا مگر عند الناس بھی اس کی تنقیح ہو جانا مناسب ہے چنانچہ بادشاہ نے ان عورتوں کو حاضر کیا اور) کہا کہ تمہارا کیا واقعہ ہے جب تم نے یوسف (علیہ السلام) سے اپنے مطلب کی خواہش کی (یعنی ایک نے خواہش کی اور بقیہ نے اس کی اعانت کی کہ اعانت فعل بھی مثل فعل کے ہے اس وقت تم کو کیا تحقیق ہوا شاید بادشاہ نے اس طور پر اس لئے

پوچھا ہو کہ مجرم سن لے کہ بادشاہ کو وقوع مراودۃ کی اطلاع ہے تو تعیین کی بھی اطلاع ہوگی اور اس حالت میں انکار نہ چل سکے گا پس اس طرح اقرار کر لے) عورتوں نے جواب دیا کہ حاش للہ ہم کو ان میں ذرا بھی تو برائی کی بات نہیں معلوم ہوئی (وہ بالکل پاک وصاف ہیں شاید زلیخا کا وہ اقرار اس لئے ظاہر نہ کیا ہو کہ مقصود زیادہ نزاہت یوسف علیہ السلام کا اثبات سمجھی ہوں اور وہ حاصل ہو گیا یا زلیخا کے روبرو ہونے سے حیا یا احتمال عداوت معلوم ہوا ہو) عزیز کی بی بی (جو کہ حاضر تھی) کہنے لگی کہ اب تو حق بات (سب پر) ظاہر ہو ہی گئی (اب اخفاء بے کار ہے سچ یہی ہے کہ) میں نے ان سے اپنے مطلب کی خواہش کی تھی (نہ کہ انہوں نے جیسا میں نے اول کہہ دیا تھا مَا جَزَاءُ الخ) اور بے شک (اس بات میں کہ هِيَ رَاوَدَتْنِي الخ) وہی سچے ہیں اور (اور غالبًا ایسے امر کا اقرار کر لینا مجبوری ہی کی حالت میں زلیخا کو پیش آیا غرض تمام صورت مقدمہ اور اظہارات اور ثبوت نزاہت یوسف علیہ السلام کا ان کے پاس کہلا کر بھیجا اس وقت) یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ تمام اہتمام (جو میں نے کیا) محض اس وجہ سے تا کہ عزیز کو (زائد) یقین کے ساتھ معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کی عدم موجودگی میں اس کی آبرو میں دست اندازی نہیں کی اور یہ (بھی معلوم ہو جاوے) کہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کے فریب کو چلنے نہیں دیتا (چنانچہ زلیخا نے عزیز کی حرمت میں خیانت کی تھی کہ دوسرے پر نگاہ کی خدا نے اس کی قلعی کھول دی پس میری غرض یہ تھی) اور (باقی) میں اپنے نفس کو (بالذات) بری (اور پاک) نہیں بتلاتا (کیونکہ) نفس تو (ہر ایک کا) بری ہی بات بتلاتا ہے بجز اس (نفس) کے جس پر میرا رب رحم کرے (اور اس میں امر بالسوء کا مادہ نہ رکھے جیسا انبیاء علیہم السلام کے نفوس ہوتے ہیں مطمئنہ جن میں یوسف علیہ السلام کا نفس بھی داخل ہے خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ میری نزاہت وعصمت میرے نفس کا ذاتی کمال نہیں کہ تخلف محال ہو بلکہ رحمت وعنایت الٰہیہ کا اثر ہے اس لئے وہ امر بالسوء نہیں کرتا ورنہ جیسے اوروں کے نفوس ہیں ویسا ہی میرا ہوتا) بلاشبہ میرا رب بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا ہے (یعنی اوپر جو نفس کی دو قسمیں معلوم ہوئیں امارہ اور مطمئنہ سو امارہ اگر توبہ کر لے تو اس کی مغفرت فرمائی جاتی ہے اور مرتبہ توبہ میں وہ لوامہ کہلاتا ہے اور جو مطمئنہ ہے وہ کمال اس کا لازم ذات نہیں بلکہ عنایت ورحمت کا اثر ہے پس امارہ کے لوامہ ہونے پر عفو کا ظہور ہوتا ہے اور مطمئنہ میں رحیم کا یہ تمام تر مضمون ہوا یوسف علیہ السلام کی تقریر کا باقی یہ امر کہ یہ صورت اثبات نزاہت کی بعد رہائی کے بھی تو ممکن تھی پھر رہائی پر اس کو مقدم کیوں رکھا اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ جتنا یقین اس ترتیب میں ہو سکتا ہے اس کے خلاف میں نہیں ہو سکتا کیونکہ دلائل کی دلالت تو مشترک ہے لیکن اس صورت مجوزہ میں یہ امر زائد ہے کہ بادشاہ اور عزیز سمجھ سکتے ہیں کہ جب بدون تبریہ کے یہ رہا ہونا نہیں چاہتے حالانکہ ایسی حالت میں رہائی اغر مطلوب واکرم مرغوب ہوتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اپنی نزاہت وبراءت کا کامل یقین ہے اس لئے اس کے ثابت ہو جانے کا ان کو پورا اطمینان ہے بقول مشہور آنرا کہ حساب پاک است از محاسبہ چہ باک۔ اور ظاہر ہے کہ ایسا کامل یقین بری ہی کو ہو سکتا ہے نہ کہ ملوث کو یہ ساری باتیں بادشاہ نے سنیں) اور (یہ سن کر اس بادشاہ نے کہا کہ ان کو میرے پاس لاؤ میں ان کو خاص اپنے (کام کے) لئے رکھوں گا (اور عزیز سے ان کو لے لوں گا کہ اس کے ماتحت نہ رہیں گے چنانچہ لوگ ان کو بادشاہ کے پاس لائے) پس جب بادشاہ نے ان سے باتیں کیں (اور باتوں سے اور زیادہ فضل وکمال آپ کا ظاہر ہوا) تو بادشاہ نے (ان سے) کہا کہ تم ہمارے نزدیک آج (سے) بڑے معزز اور معتبر ہو (بعد اس کے اس خواب کی تعبیر کا ذکر آیا اور بادشاہ نے کہا کہ اتنے بڑے قحط کا اہتمام بڑا بھاری کام ہے یہ انتظام کس کے سپرد کیا جاوے) یوسف (علیہ السلام) نے فرمایا کہ ملکی خزانوں پر مجھ کو مامور کر دو میں (ان کی) حفاظت (بھی) رکھوں گا اور (آمد وخرچ کے انتظام اور اس کے حساب کتاب کے طریقہ سے بھی) خوب واقف ہوں (چنانچہ بجائے اس کے کہ ان کو کوئی خاص منصب دیتا مثل اپنے پورے اختیارات ہر قسم کے دے دیئے گویا حقیقت میں بادشاہ یہی ہو گئے گو برائے نام وہ بادشاہ رہا اور یہ عزیز کے عہدہ سے مشہور ہوئے چنانچہ ارشاد ہے) اور ہم نے ایسے (عجیب) طور پر یوسف (علیہ السلام) کو ملک (مصر) میں بااختیار بنا دیا کہ اس میں جہاں چاہیں رہیں سہیں (جیسا کہ بادشاہوں کو آزادی عنایت ہوتی ہے یعنی یا تو وہ وقت تھا کہ کنوئیں میں محبوس تھے پھر عزیز کی ماتحتی میں مقید رہے پھر قید خانہ میں بند رہے اور یا آج یہ خود مختاری اور آزادی عنایت ہوئی بات یہ ہے کہ) ہم جس پر چاہیں اپنی عنایت متوجہ کر دیں اور ہم نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے (یعنی دنیا میں بھی نیکی کا اجر ملتا ہے کہ حیٰوۃ طیبہ عطا فرماتے ہیں خواہ ضمن میں یسار کے جیسا یوسف علیہ السلام کے لئے تھا خواہ ضمن میں عسار کے کہ قناعت ورضا جس سے عیش لذیذ میسر ہوتا ہے عطا فرماتے ہیں یہ تو اجر دنیا میں ہوا) اور آخرت کا اجر کہیں زیادہ بڑھ کر ہے ایمان اور تقویٰ والوں کے لئے۔

ف: یوسف علیہ السلام کے اس اہتمام براءت سے معلوم ہوا کہ رفع تہمت میں سعی کرنا امر مطلوب ہے حدیثوں میں اس کا مطلوب ہونا وارد ہے منجملہ اس کے فوائد کے یہ بھی ہے کہ لوگ غیبت سے بچیں گے اپنا قلب بھی تشویش سے محفوظ رہے گا گو عزیز کو براءت سے پہلے سے معلوم تھی مگر استحکام یقین عزیز اور رفع بدنامی عند العوام مصلحت جدید تھی اور یوسف علیہ السلام کے اس قول سے اجْعَلْنِي الخ معلوم ہوا کہ جب کسی کام کی لیاقت اپنے اندر منحصر دیکھے خود اس کی درخواست جائز ہے مگر مقصود نفع رسانی ہو نہ کہ نفس پروری اور اجر موعود فی الدنیا کی تفسیر جو حَيٰوةً طَيِّبَةً سے کی گئی یہ دوسری آیت میں منصوص ہے: مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً [النحل: ۹۷] پس بعضوں کو دنیوی ثروت نہ ملنے سے کوئی اشکال لازم نہیں آتا اور درمنثور میں

منقول ہے کہ عزیز اسی زمانہ میں مرگیا اور زلیخا سے یوسف علیہ السلام کا نکاح ہو گیا۔ واللہ اعلم

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُولُ قَالَ ارْجِعْ إِلَىٰ رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ اللَّاتِي قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ ۚ۔ یہ اس لئے فرمایا کہ تہمت کا ازالہ ہو جاوے اور مقتدا کو یہی مناسب ہے تاکہ اس کی دعوت الی الحق پر نفع مرتب ہو اور حدیث لاجبت الداعی میں حضور کی تواضع ہے اور بیان ہے یوسف علیہ السلام کے کمال حلم و استقلال کا جیسا بہت سی حدیثوں میں دوسرے حضرات انبیاء علیہم السلام کا ذکر فرمایا ہے قولہ تعالیٰ: ذَٰلِكَ لِيَعْلَمَ أَنِّي لَمْ أَخُنْهُ (الی قولہ تعالیٰ) وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِي ۚ۔ مقصود یہ ہے کہ اس تحقیق میں حکمت واقع کا اظہار ہے نہ کہ علی الاطلاق یعنی ہر نقص سے یا علی الاستقلال یعنی بدون توفیق حق کے نزاہت کا دعویٰ اور اس میں دلالت ہے کہ اگر اپنے کمالات کبھی بیان کرنا پڑیں تو اس بیان کی حکمت بھی ظاہر کر دینا بہتر ہے تاکہ ایہام سے محفوظ رہے ۱۲ قولہ تعالیٰ: قَالَ اجْعَلْنِي عَلَىٰ خَزَائِنِ الْأَرْضِ ۚ۔ اس میں دلالت ہے کہ منصب و حکومت کی درخواست جب کہ اس میں مخلوق کا نفع ہو اور خود اپنا یہ ضرر نہ ہو کہ غیر اللہ میں مشغول ہو جاوے قادح فی الکمال نہیں۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قوله فی لیعلم** زائد لان نفس الیقین کان اصلاً بالآیات کشهادة شاهد وغیرها ۱۲۔ ۲؎ **قوله فی الا ما رحم** بجز اس نفس کے کما روی عن ابن عباس فی الخازن ان معناه من عصم ربی فهو کقوله تعالیٰ ما طاب لکم من النساء ۱۲۔ ۳؎ **قوله فی توضیحه** جن میں یوسف علیہ السلام کا نفس بھی صرح به فی المدارک ۱۲۔ ۴؎ **قوله قبل مکنا** عزیز لقوله تعالیٰ فیما بعد ایها العزیز ۱۲۔

البلاغۃ: قوله فاسئله فی الروح وانما لم یقل فاسئاله ان یفتش عن ذلک حثا للملک علی الجد فی التفتیش لتتبین براء ته وتتضح نزاهته فان السؤال عن شئی مما یهیج الانسان ویحرکه للبحث لانه بانف من الجهل ولو قال سله ان یفتش لکان تهیجاله عن الفحص عن ذلک وفیه جراة علیه فربما امتنع منه ولم یلتفت الیه ۱۲۔ قوله ما خطبکن وقوله ذلک لیعلم وقوله فلما کلمه قیل هذه الجمل کلها جمل مقدرة ففیها ایجاد ۱۲۔

وَجَاءَ إِخْوَةُ يُوسُفَ فَدَخَلُوا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهُ مُنكِرُونَ ﴿۵۸﴾ وَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُونِي بِأَخٍ لَّكُم مِّنْ أَبِيكُمْ ۚ أَلَا تَرَوْنَ أَنِّي أُوفِي الْكَيْلَ وَأَنَا خَيْرُ الْمُنزِلِينَ ﴿۵۹﴾ فَإِن لَّمْ تَأْتُونِي بِهِ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِندِي وَلَا تَقْرَبُونِ ﴿۶۰﴾ قَالُوا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ أَبَاهُ وَإِنَّا لَفَاعِلُونَ ﴿۶۱﴾ وَقَالَ لِفِتْيَانِهِ اجْعَلُوا بِضَاعَتَهُمْ فِي رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُونَهَا إِذَا انقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿۶۲﴾ فَلَمَّا رَجَعُوا إِلَىٰ أَبِيهِمْ قَالُوا يَا أَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَأَرْسِلْ مَعَنَا أَخَانَا نَكْتَلْ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ﴿۶۳﴾ قَالَ هَلْ آمَنُكُمْ عَلَيْهِ إِلَّا كَمَا أَمِنتُكُمْ عَلَىٰ أَخِيهِ مِن قَبْلُ ۖ فَاللَّهُ خَيْرٌ حَافِظًا ۖ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ﴿۶۴﴾ وَلَمَّا فَتَحُوا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ إِلَيْهِمْ ۖ قَالُوا يَا أَبَانَا مَا نَبْغِي ۖ هَٰذِهِ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ إِلَيْنَا ۖ وَنَمِيرُ أَهْلَنَا وَنَحْفَظُ أَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيرٍ ۖ ذَٰلِكَ كَيْلٌ يَسِيرٌ ﴿۶۵﴾ قَالَ لَنْ أُرْسِلَهُ مَعَكُمْ حَتَّىٰ تُؤْتُونِ مَوْثِقًا مِّنَ اللَّهِ لَتَأْتُنَّنِي بِهِ إِلَّا أَن يُحَاطَ بِكُمْ ۖ فَلَمَّا آتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللَّهُ عَلَىٰ مَا نَقُولُ وَكِيلٌ ﴿۶۶﴾ وَقَالَ يَا بَنِيَّ لَا تَدْخُلُوا مِن بَابٍ وَاحِدٍ وَادْخُلُوا مِنْ أَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ۖ وَمَا أُغْنِي عَنكُم مِّنَ اللَّهِ مِن شَيْءٍ ۖ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ ۖ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۖ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ ﴿۶۷﴾ وَلَمَّا دَخَلُوا مِنْ حَيْثُ أَمَرَهُمْ

اَبُوْهُمْ ۭ مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ۭ وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۸﴾

اور (کنعان میں بھی قحط ہوا تو) یوسف علیہ السلام کے بھائی آئے پھر یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے سو یوسف علیہ السلام نے ان کو پہچان لیا اور انہوں نے یوسف علیہ السلام کو نہیں پہچانا اور جب یوسف علیہ السلام نے ان کا سامان (غلہ کا) تیار کرایا تو (چلتے وقت) فرمادیا کہ اپنے علاتی بھائی کو بھی (ساتھ) لانا (تاکہ اس کا حصہ بھی دیا جا سکے) تم دیکھتے نہیں ہو کہ میں پورا ناپ کر دیتا ہوں اور سب سے زیادہ مہمان نوازی کرتا ہوں اور اگر تم (دوبارہ آئے اور) اس کو میرے پاس نہ لائے تو نہ میرے پاس تمہارے نام کا غلہ ہوگا اور نہ تم میرے پاس آنا وہ بولے (دیکھئے) ہم اپنے امکان تک تو اس کے باپ سے اس کو مانگیں گے اور ہم اس کام کو ضرور کریں گے اور یوسف علیہ السلام نے اپنے نوکروں سے کہہ دیا کہ ان کی جمع پونجی ان ہی کے اسباب میں (چھپا کر) رکھ دو تاکہ جب وہ گھر جاویں تو اس کو پہچانیں شاید (یہ احسان وکرم دیکھ کر) پھر دوبارہ آئیں۔ غرض جب لوٹ کر اپنے باپ (یعقوب علیہ السلام) کے پاس پہنچے کہنے لگے اے ابا ہمارے لئے (مطلقاً) غلہ کی بندش کردی گئی سو آپ ہمارے بھائی بنیامین کو ہمارے ساتھ بھیجئے تاکہ ہم (پھر) غلہ لاسکیں اور ہم ان کی پوری حفاظت رکھیں گے یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں رہنے دو میں اس کے بارہ میں بھی تمہارا ویسا ہی اعتبار کرتا ہوں جیسا کہ اس سے پہلے اس کے بھائی (یوسف علیہ السلام) کے بارہ میں تمہارا اعتبار کر چکا ہوں سو اللہ (کے سپرد وہی) سب سے بڑھ کر نگہبان ہے اور وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے اور (اس گفتگو کے بعد) جب انہوں نے اپنا اسباب کھولا تو (اس میں) ان کو ان کی جمع پونجی بھی ملی جوان ہی کو واپس کر دی گئی تھی کہنے لگے اے ابا (لیجئے) اور ہم کو کیا چاہئے کہ یہ ہماری جمع پونجی بھی تو ہم ہی کو لوٹا دی گئی اور اپنے گھر والوں کے لئے (اور) رسد لاویں گے اور اپنے بھائی کی خوب حفاظت رکھیں گے اور ایک اونٹ کا بوجھ غلہ اور زیادہ لاویں گے یہ تو تھوڑا سا غلہ ہے یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ اس وقت تک ہرگز اس کو تمہارے ہمراہ نہ بھیجوں گا جب تک کہ اللہ کی قسم کھا کر مجھ کو پکا قول نہ دو کہ تم اس کو ضرور ہی لے آؤ گے ہاں اگر کہیں گھر جاؤ تو مجبوری ہے (چنانچہ سب نے اس پر قسم کھائی) سو جب وہ قسم کھا کر اپنے باپ کو قول دے چکے تو انہوں نے فرمایا کہ ہم لوگ جو کچھ بات چیت کر رہے ہیں یہ سب اللہ ہی کے حوالے ہے اور (چلتے وقت) یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ اے میرے بیٹو سب کے سب ایک ہی دروازے سے مت جانا بلکہ علیحدہ علیحدہ دروازوں سے جانا اور خدا کے حکم کو تم پر سے نہیں ٹال سکتا حکم تو بس اللہ ہی کا (چلتا) ہے (باوجود اس تدبیر ظاہری کے دل سے) اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور اسی پر اور بھروسہ کرنے والوں کو بھروسہ رکھنا چاہئے اور جب (مصر پہنچ کر) جس طرح ان کے باپ نے کہا تھا (اسی طرح شہر میں) داخل ہوئے تو باپ کا ارمان پورا ہو گیا (باقی) ان کے باپ کو ان سے (یہ تدبیر بتلا کر) خدا کا حکم ٹالنا مقصود نہ تھا لیکن یعقوب علیہ السلام کے جی میں (درجہ تدبیر میں) ایک ارمان (آیا) تھا جس کو انہوں نے ظاہر کر دیا اور وہ بلاشبہ بڑے عالم تھے بایں وجہ کہ ہم نے ان کو علم دیا تھا لیکن اکثر لوگ اس کا علم نہیں رکھتے۔

تفسیر: ظہور قحط و بار اول آمدن برادران یوسف علیہ السلام و بازگشتن ☆ وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ (الی قولہ تعالیٰ) وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۸﴾ (غرض یوسف علیہ السلام نے بااختیار ہو کر غلہ کاشت کرانا اور جمع کرانا شروع کیا اور سات برس کے بعد قحط شروع ہوا یہاں تک کہ دور دور سے یہ خبر سن کر کہ مصر میں سلطنت کی طرف سے غلہ فروخت ہوتا ہے جوق جوق لوگ آنا شروع ہوئے) اور (کنعان میں بھی قحط ہوا) یوسف (علیہ السلام) کے بھائی (بھی بجز بنیامین کے غلہ لینے مصر میں) آئے پھر یوسف (علیہ السلام) کے پاس پہنچے سو یوسف (علیہ السلام) نے (تو) ان کو پہچان لیا اور انہوں نے یوسف (علیہ السلام) کو نہیں پہچانا کیونکہ ان میں تغیر کم ہوا تھا نیز یوسف علیہ السلام کو ان کے آنے کا خیال اور قوی احتمال بھی تھا پھر نو وارد سے پوچھ بھی لیتے ہیں اور شناسا لوگوں کو تھوڑے پتہ سے اکثر پہچان بھی لیتے ہیں بخلاف یوسف علیہ السلام کے کہ ان میں چونکہ مفارقت کے وقت بہت کم عمر تھے تغیر بھی زیادہ ہو گیا تھا اور ان کو یوسف علیہ السلام کے ہونے کا احتمال بھی نہ تھا پھر حکام سے کوئی پوچھ بھی نہیں سکتا کہ آپ کون ہیں یوسف علیہ السلام کا معمول تھا کہ ہر شخص کے ہاتھ غلہ صرف بقدر حاجت فروخت کرتے تھے چنانچہ ان کو بھی جب فی آدمی ایک ایک اونٹ غلہ داموں کی عوض ملنے لگا تو انہوں نے کہا کہ ہمارا ایک علاتی بھائی اور ہے اس کو باپ نے اس وجہ سے کہ ان کا ایک بیٹا گم ہو گیا تھا اپنی تسلی کے لئے رکھ لیا ہے اس کے حصہ کا بھی ایک اونٹ غلہ زیادہ مول دے دیا جاوے یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ قانون کے خلاف ہے اگر اس کا حصہ لینا ہے وہ خود آکر لے جاوے غرض ان کے حصہ کا غلہ ان کو دلوا دیا) اور جب یوسف (علیہ السلام) نے ان کا سامان (غلہ کا) تیار کر دیا تو (چلتے وقت) فرمادیا کہ (اگر یہ غلہ خرچ کر کے اب کے آنے کا ارادہ ہو تو) اپنے علاتی بھائی کو بھی (ساتھ) لانا (تاکہ اس کا حصہ بھی دیا جا سکے) تم دیکھتے نہیں ہو کہ میں پورا ناپ کر دیتا ہوں اور میں سب سے زیادہ مہمان نوازی کرتا ہوں (پس اگر تمہارا وہ بھائی آوے گا اس کو بھی پورا حصہ دوں گا اور اس کی خوب خاطر داشت کروں گا جیسا تم نے اپنے ساتھ دیکھا غرض آنے میں تو نفع ہی نفع ہے) اور اگر تم (دوبارہ آئے اور) اس کو میرے پاس نہ لائے تو (میں سمجھوں گا کہ تم مجھ کو دھوکہ دے کر غلہ زیادہ لینا چاہتے تھے تو اس کی سزا میں) نہ میرے پاس تمہارے نام کا غلہ ہوگا اور نہ تم میرے پاس آنا (پس

اس کے نہ لانے میں یہ نقصان ہوگا کہ تمہارے حصہ کا غلہ بھی سوخت ہو جاوے گا) وہ بولے (دیکھئے) ہم (اپنی حد امکان تک تو) اس کے باپ سے اس کو مانگیں گے اور ہم اس کام کو (یعنی کوشش اور درخواست') ضرور کریں گے (آگے باپ کے اختیار میں ہے) اور (جب وہاں سے بالکل چلنے لگے تو) یوسف (علیہ السلام) نے اپنے نوکروں سے کہہ دیا کہ ان کی جمع پونجی (جس کے عوض انہوں نے غلہ مول لیا ہے) ان (ہی) کے اسباب میں (چھپا کر) رکھ دو تا کہ جب اپنے گھر جاویں تو اس کو (جب وہ اسباب میں سے نکلے) پہچانیں شاید (یہ احسان وکرم دیکھ کر) پھر دوبارہ آویں (چونکہ یوسف علیہ السلام کو ان کا دوبارہ آنا اور ان کے بھائی کا لانا منظور تھا اس لئے کئی طرح سے اس کی تدبیر کی اول وعدہ کیا کہ (اگر اس کو لاؤ گے تو اس کا بھی حصہ ملے گا دوسرے وعید سنادی کہ اگر نہ لاؤ گے تو اپنا حصہ بھی نہ پاؤ گے تیسرے دام جو کہ نقد کے علاوہ کوئی اور چیز تھی واپس کر دیئے دو خیال سے ایک یہ کہ اس سے احسان وکرم پر استدلال کر کے پھر آویں گے دوسرے اس لئے کہ شاید ان کے پاس اور دام نہ ہوں اور اس لئے پھر نہ آسکیں اور جب یہ دام ہوں گے ان ہی کو لے کر پھر آسکتے ہیں) غرض جب لوٹ کر اپنے باپ (یعقوب علیہ السلام) کے پاس پہنچے کہنے لگے اے ابا (ہماری بڑی خاطر ہوئی اور غلہ بھی ملا مگر بنیامین کا حصہ نہیں ملا بلکہ بدون بنیامین کے ساتھ لے جائے ہوئے آئندہ بھی) ہمارے لئے (مطلقاً) غلہ کی بندش کر دی گئی سو (اس صورت میں ضروری ہے کہ) آپ ہمارے بھائی (بنیامین) کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے تا کہ (دوبارہ غلہ لانے سے جو امر مانع ہے وہ مرتفع ہو جاوے اور) ہم (پھر) غلہ لاسکیں اور (اگر ان کے بھیجنے سے آپ کو کوئی اندیشہ مانع ہے تو اس کے متعلق یہ عرض ہے کہ) ہم ان کی پوری حفاظت رکھیں گے یعقوب (علیہ السلام) نے فرمایا کہ بس (رہنے دو) میں اس کے بارہ میں بھی تمہارا ویسا ہی اعتبار کرتا ہوں جیسا اس سے پہلے اس کے بھائی (یوسفؑ) کے بارہ میں تمہارا اعتبار کر چکا ہوں (یعنی دل تو میرا گواہی دیتا نہیں مگر تم کہتے ہو کہ بدون اس کے گئے ہوئے آئندہ غلہ نہ ملے گا اور وہ عادتاً موقوف علیہ ہے قوام بدن وحیات جسمانی کا جس کی تحصیل فرض ہے) سو (خیر اگر لے ہی جاؤ گے تو) اللہ (کی سپرد ہی) سب سے بڑھ کر نگہبان ہے (میری نگہبانی سے کیا ہوتا ہے) اور وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے (میری محبت اور شفقت سے کیا ہوتا ہے) اور (اس گفتگو کے بعد) جب انہوں نے اپنا اسباب کھولا (تو اس میں) ان کی جمع پونجی (بھی) ملی کہ ان ہی کو واپس کر دی گئی کہنے لگے کہ اے ابا (لیجئے) اور ہم کو کیا چاہئے یہ ہماری جمع پونجی بھی تو ہم ہی کو لوٹا دی گئی (ایسا کریم بادشاہ ہے اور اس سے زیادہ کس عنایت کا انتظار کریں یہ عنایت بس ہے اس کا مقتضا بھی یہی ہے کہ ایسے کریم بادشاہ کے پاس پھر جاویں اور وہ موقوف ہے بھائی کے ساتھ لے جانے پر اس لئے اجازت ہی دے دیجئے ان کو ساتھ لے جاویں گے) اور اپنے گھر والوں کے واسطے (اور) رسد لاویں گے اور اپنے بھائی کی خوب حفاظت رکھیں گے اور ایک اونٹ کا بوجھ غلہ اور زیادہ لاویں گے (کیونکہ جس قدر اس وقت لائے ہیں) یہ تو تھوڑا سا غلہ ہے (جلدی ختم ہو جاوے گا پھر اور ضرورت ہوگی اور اس کا ملنا موقوف ہے ان کے لے جانے پر) یعقوب (علیہ السلام) نے فرمایا کہ (خیر اس حالت میں بھیجنے سے انکار نہیں لیکن) اس وقت تک ہرگز اس کو تمہارے ہمراہ نہ بھیجوں گا جب تک کہ اللہ کی قسم کھا کر مجھ کو پکا قول نہ دو گے کہ تم اس کو ضرور لے ہی آؤ گے ہاں اگر کہیں گھر ہی جاؤ تو مجبوری ہے (چنانچہ سب نے اس پر قسم کھائی) سو جب وہ قسم کھا کر اپنے باپ کو قول دے چکے تو انہوں نے فرمایا کہ ہم لوگ جو کچھ بات چیت کر رہے ہیں یہ سب اللہ کے حوالے (یعنی وہی ہمارے قول وقرار کا گواہ ہے کہ سن رہا ہے اور وہی اس قول کو پورا کر سکتا ہے پس اس کہنے سے دو غرض ہوئیں اول ان کو اپنے قول کے خیال رکھنے کی ترغیب اور تنبیہ کہ اللہ کو حاضر ناظر سمجھنے سے یہ بات ہوتی ہے اور دوسرے اس تدبیر کا منتہی تقدیر کو قرار دینا کہ توکل کا حاصل ہے اور اس کے بعد بنیامین کو ہمراہ جانے کی اجازت دے دی غرض دوبارہ مصر کے سفر کو مع بنیامین سب تیار ہوئے) اور (چلتے وقت) یعقوب (علیہ السلام) نے (ان سے) فرمایا کہ اے میرے بیٹو (جب مصر میں پہنچو تو) سب کے سب ایک ہی دروازہ سے مت جانا بلکہ علیحدہ علیحدہ دروازوں سے جانا اور (یہ محض ایک تدبیر ظاہری ہے بعض مکروہات مثل نظر بد وغیرہ سے بچنے کی باقی) خدا کے حکم کو تم پر سے نہیں ٹال سکتا حکم تو بس اللہ ہی کا (چلتا) ہے (باوجود اس تدبیر ظاہری کے دل سے) اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور اسی پر اور بھروسہ کرنے والوں کو بھروسہ رکھنا چاہئے (یعنی تم بھی اسی پر بھروسہ رکھنا تدبیر پر نظر مت کرنا غرض سب رخصت ہو کر چلے) اور جب (مصر پہنچ کر) جس طرح ان کے باپ نے کہا تھا (اسی طرح شہر کے) اندر داخل ہوئے تو باپ کا ارمان پورا ہو گیا (باقی) ان کے باپ کو ان سے (یہ تدبیر بتلا کر) خدا کا حکم ٹالنا مقصود نہ تھا (تا کہ ان پر کسی قسم کا اعتراض یا اس تدبیر کے نافع نہ ہونے سے ان پر شبہ لازم آوے چنانچہ خود انہوں نے ہی فرما دیا تھا: مَآ اُغْنِیْ عَنْكُمْ الخ) لیکن یعقوب (علیہ السلام) کے جی میں (درجۂ تدبیر میں) ایک ارمان (آیا) تھا جس کو انہوں نے ظاہر کر دیا اور وہ بلاشبہ بڑے عالم تھے بایں وجہ کہ ہم نے ان کو علم دیا تھا (وہ علم کے خلاف تدبیر کو اعتقاداً مؤثر حقیقی کب سمجھ سکتے تھے صرف ان کے اس قول کی وجہ وہی عملاً ایک تدبیر کا ارتکاب تھا جو کہ مشروع ومحمود ہے) لیکن اکثر لوگ اس کا علم نہیں رکھتے (بلکہ جہل سے تدبیر کو مؤثر حقیقی اعتقاد کر لیتے ہیں) **ف**: بعض کتب میں لکھا ہے کہ اول بار میں یوسف علیہ السلام نے بنیامین کا حصہ دے دیا تھا مگر آگے کے لئے روک دیا تھا کہ بدون بنیامین کے غلہ لینے مت آنا ورنہ بالکل نہ ملے گا' واللہ اعلم۔ ایک سوال اس مقام پر یہ پیدا ہوتا ہے کہ یوسف علیہ السلام نے جس طرح اپنے بھائی کے بلانے کی تدبیر کی یعقوب علیہ السلام کے بلانے کا اہتمام کیوں نہ فرمایا خواہ اپنے

حال کی صاف اطلاع کر کے خواہ کسی تدبیر سے اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کو وحی سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ ابھی ملاقات مقدر نہیں ہے یا کوئی اور مصلحت خفی ہو ایک سوال یہ ہے کہ یعقوب علیہ السلام بھی مشاہیر میں سے تھے اور یوسف علیہ السلام بھی پھر خبر کیسے مخفی رہی روح المعانی میں ختم قصہ پر یہ جواب دیا ہے کہ یہ امر غلبۂ قدر سے منجملہ خوارق عادات ہے کہ ایک سوال یہ ہے کہ یعقوب علیہ السلام جب ان بیٹوں کا تجربہ کر چکے تھے اور حضرت بنیامین کو خطرہ میں ڈالنا کب جائز تھا اس کا جواب توضیح ترجمہ هَلْ اٰمَنُكُمْ الخ سے ظاہر ہے کہ نہ بھیجنے میں ضرر متیقن تھا اور بھیجنے میں ضرر متوہم تھا جس کا تدارک بھی قسم وغیرہ سے ہو گیا تھا پس بھیجنا جائز بلکہ ضروری ہوا ایک سوال یہ ہے کہ پہلی بار جو یہ غلہ لینے گئے تھے اس وقت یہ وصیت کیوں نہیں فرمائی گئی لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ الخ اس کے دو جواب دیئے گئے ہیں ایک یہ اس وقت مصر والے ان کو پہچانتے نہ تھے کسی نے التفات بھی نہ کیا تھا اور ایک بار جانے سے جو یوسف علیہ السلام نے ان کے ساتھ عنایت کا خاص برتاؤ کیا تو ان پر نظریں پڑنے لگیں اور تھے سب وجیہ و شکیل اس لئے نظر بد کا حسد کا بہت سے چیزوں کا ان پر احتمال ہوا۔ دوسرے یہ کہ زیادہ مقصود بنیامین کی حفاظت تھی اور پہلی بار وہ ساتھ نہ تھے ایک سوال یہ ہے کہ ظاہر قرآن کے الفاظ مَا كَانَ يُغْنِيْ الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ یعقوب علیہ السلام کی تدبیر نافع نہیں ہوئی حالانکہ بالیقین حسد و نظر بد وغیرہ جن کو اجتماع و تفرق فی الدخول سے تعلق ہے یہ امور واقع نہیں ہوئے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تدبیر نافع ہوئی اور یہ صورت تعارض کی ہے جواب یہ ہے کہ نافع نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اصل مقصود یعقوب علیہ السلام کا یہ تھا کہ ان پر کوئی حادثہ واقعہ نہ ہو کچھ تخصیص حسد وغیرہ کی نہ تھی لیکن ان کے ذہن میں وہ امور آئے جو واقع ہونے والے نہ تھے اور ان ہی کی تدبیر بتلا دی اور جو امور مقدر تھے وہ ذہن میں بھی نہ آئے اور واقع ہوئے پس تدبیر کا نافع نہ ہونا باعتبار اصل مقصود کے صحیح ہوا اور آیت قَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا الخ کا مقصود مدلول بعبارۃ النص احقر کے ذوق میں غالباً خود اس قول کا نقل کرنا یا ایسی تدبیرات کی ترغیب دینا نہیں ہے بلکہ اس حکایت مشہورہ پر ظاہراً جو شبہ ہوتا تھا کہ یہ تدبیر خلاف شان نبوت ہے اس کا جواب دینا مقصود ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ خلافِ شان جب ہوتا جب اس کو مؤثر حقیقی سمجھتے اور توکل کے ساتھ تدبیر کرنا منافی شان نہیں ہے البتہ اگر نظر بد کوئی چیز نہ ہوتی تب بھی شبہ باقی رہتا لیکن دلیل نقلی و تجربہ سے اس کا مؤثر ہونا خود ثابت ہے اس لئے شبہ کی اصلاً گنجائش نہ رہی۔

ترجمہ مسائل السلوک : قولہ تعالیٰ : اَلَا تَرَوْنَ اَنِّيْٓ اُوْفِي الْكَيْلَ وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿۵۹﴾ اس میں دلالت ہے کہ اپنی خوش معاملگی کا اظہار اگر اس سے اپنی مدح مقصود نہ ہو بلکہ اس میں کوئی مصلحت ہو منافی تواضع نہیں ۱۲۔ قولہ تعالیٰ : قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا اس میں دلالت ہے کہ تدبیر ماذون فیہ توکل کے منافی نہیں ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ : ۱ قولہ قبل لما جھزھم نی آدمی ایک دل علیہ قولہ تزداد کیل بعیر ۱۲۔ ۲ قولہ فی لفاعلون کوشش الخ کذا ما فی البیضاوی ای لفاعلون الاجتھاد لا الاتیان بالاخ ۱۲۔ ۳ قولہ فی کیل بعیر غلہ اشارۃ الی ان الکیل بمعنی المکیل ۱۲۔ ۴ قولہ فی جواب کما دخلوا باپ کا ارمان اشارۃ الی حذف الجواب دل علیہ قضاھا ۱۲۔

رسم الخط : قولہ اوف الکیل اسقاط الیاء لعدم التلفظ بھا لا لتقاء الساکنین ۱۲۔

اللغات : الرجل فی القاموس مرکب للبعیر ومسکنك ویستصحبہ من الاثاث ۱۲۔ قولہ حاجۃ المراد بہ الشفقۃ مجاز لان الحاجۃ الی الشئ الفقر الیہ مع محبتہ فالمحبۃ والشفقۃ جزء من مفھومھا الحقیقی ۱۲۔ قولہ قضاھا اظھرھا ۱۲۔

النحو : قولہ موثقا من اللہ صفۃ موثقا وھو مصدر میمی بمعنی المفعول والمراد الحلف باللہ تعالیٰ وانما جعل الحلف بہ سبحانہ موثقا منہ لانہ مما توکد العھود وتشدد وقد اذن اللہ تعالیٰ بذلك فھو اذن منہ تعالیٰ شانہ کذا فی الروح قولہ الا حاجۃ استثناء منقطع بمعنی لکن ۱۲۔

البلاغۃ : قولہ منع منا الکیل ای حکم بعد الیوم والتعبیر بذلك عما ذکر مجاز للمبالغۃ کان المنع قد وسع وھذا علی روایۃ انہ علیہ السلام اعطی لاخیہ وسقا وقیل ان الفعل علی حقیقۃ بناء علی روایۃ انہ لم یعطہ وسقا واللہ اعلم ۱۲۔

وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّيْٓ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۹﴾ فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِيْ رَحْلِ اَخِيْهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ ﴿۷۰﴾ قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ ﴿۷۱﴾ قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ

وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ ۝۷۲ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ
فِى الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ ۝۷۳ قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ ۝۷۴ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ
وُّجِدَ فِىْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِى الظّٰلِمِيْنَ ۝۷۵ فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ
اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ ؕ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ
اَخَاهُ فِىْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَفَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ
عَلِيْمٌ ۝۷۶ قَالُوْۤا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِىْ نَفْسِهٖ وَلَمْ
يُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ۝۷۷ قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗۤ اَبًا
شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۷۸ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا
مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ۝۷۹ ع ۹/۱۱/۲

اور جب یہ لوگ (برادران یوسف علیہ السلام) یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے تو انہوں نے اپنے بھائی کو اپنے ساتھ ملالیا اور تنہائی میں ان سے کہا کہ میں تیرا بھائی یوسف ہوں سو یہ لوگ جو کچھ (بدسلوکی) کرتے رہے ہیں اس کا رنج مت کرنا۔ پھر جب یوسف علیہ السلام نے ان کا سامان تیار کردیا تو پانی پینے کا برتن اپنے بھائی کے اسباب میں رکھ دیا پھر ایک پکارنے والے نے پکارا کہ اے قافلہ والو تم ضرور چور ہو وہ ان (تلاش کرنے والوں) کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے کہ تمہاری کیا چیز گم ہوگئی ہے انہوں نے کہا کہ ہم کو بادشاہی پیمانہ نہیں ملتا (وہ غائب ہے) اور جو شخص اس کو لا کر حاضر کرے اس کو ایک بار غلہ شتر ملے گا اور میں اس کا دلوانے کا ذمہ دار ہوں۔ یہ لوگ کہنے لگے کہ بخدا تم کو خوب معلوم ہے کہ ہم لوگ ملک میں فساد پھیلانے نہیں آئے اور ہم لوگ چوری کرنے والے نہیں ان (ڈھونڈنے والے) لوگوں نے کہا اگر تم جھوٹے نکلے تو اس (چور) کی کیا سزا انہوں نے جواب دیا کہ اس کی سزا یہ ہے کہ جس شخص کے اسباب میں سے ملے پس وہی شخص اپنی سزا ہم لوگ ظالموں (یعنی چوروں) کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں پھر یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی کے اسباب کے تھیلے سے قبل تلاشی کی ابتداء اول دوسرے بھائیوں کے (اسباب کے تھیلوں سے کی) پھر (آخر میں) اس برتن کو اپنے بھائی کے (اسباب کے تھیلے سے) برآمد کرلیا ہم نے یوسف علیہ السلام کی خاطر اس طرح تدبیر فرمائی یوسف علیہ السلام اپنے بھائی کو اس بادشاہ مصر کے قانون کی رو سے نہیں لے سکتے تھے مگر یہ ہے کہ اللہ ہی کو منظور تھا ہم جس کو چاہتے ہیں (علم میں) خاص درجوں تک بڑھا دیتے ہیں اور تمام علم والوں سے بڑھ کر ایک بڑا علم والا ہے۔ کہنے لگے کہ (صاحب) اگر اس نے چوری کی تو (تعجب نہیں کیونکہ) اس کا ایک بھائی تھا (وہ بھی) (اسی طرح) اس کے پہلے چوری کرچکا ہے پس یوسف علیہ السلام نے اس بات کو (جو آگے آتی ہے) اپنے دل میں پوشیدہ رکھا اور اس کو ان کے سامنے (زبان سے) ظاہر نہیں کیا یعنی (دل میں) یوں کہا کہ اس (چوری) کے درجہ میں تم تو اور بھی زیادہ برے ہو اور جو کچھ تم بیان کررہے ہو اسکی حقیقت کا اللہ ہی کو خوب علم ہے۔ کہنے لگے اے عزیز اس (بنیامین) کا ایک بہت بوڑھا باپ ہے سو (آپ ایسا کیجئے کہ اس کی جگہ) ہم میں سے ایک کو رکھ لیجئے اور اپنا مملوک بنا لیجئے ہم آپ کو نیک مزاج دیکھتے ہیں (یوسف علیہ السلام نے کہا کہ ایسی (بے انصافی کی) بات سے خدا بچائے کہ جس کے پاس ہم نے اپنی چیز پائی ہے اس کے سوا دوسرے شخص کو پکڑ کر رکھ لیں اس حالت میں تو ہم بڑے بے انصاف سمجھے جاویں گے۔

تفسیر: بار دوم آمدن برادرانِ یوسف علیہ السلام ☆ وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ (الی قولہ تعالی) اِنَّاۤ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ۝ اور جب یہ لوگ (یعنی برادرانِ یوسفؑ) یوسف (علیہ السلام) کے پاس پہنچے (اور بنیامین کو پیش کرکے کہا کہ ہم آپ کے حکم کے موافق ان کو لائے ہیں) انہوں نے اپنے بھائی کو اپنے ساتھ ملالیا (اور تنہائی میں ان سے) کہا کہ میں تیرا بھائی (یوسف) ہوں سو یہ لوگ جو کچھ (بدسلوکی) کرتے رہے ہیں اس کا رنج مت کرنا (کیونکہ اب تو اللہ نے ہم کو ملا دیا اب سب غم بھلا دینا چاہیے یوسف علیہ السلام کے ساتھ بدسلوکی تو ظاہر اور مشہور ہے رہا بنیامین کے ساتھ سو یا تو ان کو بھی کچھ تکلیف دی ہو ورنہ یوسف علیہ السلام کی جدائی کیا ان کے حق میں کچھ کم تکلیف ہے پھر دونوں بھائیوں نے مشورہ کیا کہ کوئی ایسی صورت ہو کہ بنیامین یوسف کے پاس رہیں کیونکہ ویسے رہنے میں تو اور بھائیوں کا بوجہ عہد وسوگند کے اصرار ہوگا ناحق کا جھگڑا ہوگا اور پھر اگر وجہ بھی ظاہر ہوگئی تو راز کھلا اور اگر مخفی رہی تو یعقوب علیہ السلام کا رنج بڑھے گا

کہ بلاسبب کیوں رکھے گئے یا کیوں رہے یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ تدبیر تو ہے مگر ذرا تمہاری بدنامی ہے بنیامین نے کہا کچھ پرواہ نہیں غرض ان میں یہ امر قرار پا گیا اور ادھر سب کو غلہ دے کران کی رخصت کا سامان درست کیا گیا) پھر جب یوسف (علیہ السلام) نے ان کا سامان (غلہ اور روانگی کا) تیار کر دیا تو (خود یا کسی معتمد کی معرفت) پانی پینے کا برتن (کہ وہی پیمانہ غلہ دینے کا بھی تھا) اپنے بھائی کے اسباب میں رکھ دیا پھر (جب یہ لاد پھاند کر چلے تو یوسف علیہ السلام کے حکم سے پیچھے سے) ایک پکارنے والے نے پکارا کہ اے قافلہ والو تم ضرور چور ہو وہ ان (تلاش کرنے والوں) کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے کہ تمہاری کیا چیز گم ہوگئی ہے (جس کی چوری کا ہم پر شبہ ہوا) انہوں نے کہا کہ ہم کو بادشاہی پیمانہ نہیں ملتا (وہ غائب ہے) اور جو شخص اس کو (لاکر) حاضر کرے اس کو ایک بار شتر غلہ (بطور انعام کے خزانہ سے) ملے گا (اور یا یہ مطلب ہو کہ اگر خود چور بھی مال دے دے تو عفو کے بعد انعام پائے گا) اور میں (اس کے دلوانے) کا ذمہ دار ہوں (غالبًا یہ نداء اور یہ وعدۂ انعام بحکم یوسف علیہ السلام ہوگا) یہ لوگ کہنے لگے کہ بخدا تم کو خوب معلوم ہے کہ ہم ملک میں فساد پھیلانے (جس میں چوری بھی داخل ہے) نہیں آئے اور ہم لوگ چوری کرنے والے نہیں (یعنی ہمارا شیوہ نہیں ہے) ان (ڈھونڈنے والے) لوگوں نے کہا اچھا اگر تم جھوٹے نکلے (اور تم میں سے کسی پر سرقہ ثابت ہوگیا) تو اس (چور) کی کیا سزا انہوں نے (موافق شریعت یعقوب علیہ السلام کے) جواب دیا کہ اس کی سزا یہ ہے کہ وہ جس شخص کے اسباب میں ملے پس وہی شخص اپنی سزا (یعنی چوری کے عوض میں خود اس کی ذات کو صاحب مال اپنا غلام بنالے) ہم لوگ ظالموں (یعنی چوروں) کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں (یعنی ہماری شریعت میں یہی مسئلہ اور عمل ہے غرض یہ امر باہم ٹھہرنے کے بعد اسباب اتروا دیا گیا) پھر (تلاشی کے وقت) یوسف (علیہ السلام) نے (خود یا کسی معتمد کی معرفت) اپنے بھائی کے (اسباب کے) تھیلے سے قبل تلاشی کی ابتداءً اول دوسرے بھائیوں کے (اسباب کے) تھیلوں سے کی پھر (اخیر میں) اس (برتن) کو اپنے بھائی کے (اسباب کے) تھیلے سے برآمد کر لیا ہم نے یوسف (علیہ السلام) کی خاطر سے اس طرح (بنیامین کے رکھنے کی) تدبیر فرمائی وجہ اس تدبیر کی یہ ہوئی کہ) یوسف اپنے بھائی اور بادشاہ (مصر) کے قانون کی رو سے نہیں لے سکتے تھے (کیونکہ اس کے قانون میں کچھ تادیب وجرمانہ تھا روی الثانی الطبری عن معمر والاول فی روح المعانی) مگر یہ ہے کہ اللہ ہی کو منظور تھا (اس لئے یوسف علیہ السلام کے دل میں یہ تدبیر آئی اور ان لوگوں کے منہ سے یہ فتویٰ نکلا اور اس مجموعہ سے تدبیر راست آ گئی اور چونکہ یہ حقیقۃً استرقاق نہ تھا بلکہ بنیامین کی خوشی سے صورت استرقاق کی تھی اس لئے استرقاق حر کا شبہ لازم نہیں آیا۔ اور گو یوسف علیہ السلام بڑے عالم عاقل تھے مگر پھر بھی ہمارے القاء تدبیر کے محتاج تھے وجہ یہ کہ کسی کا علم ذاتی اور محیط نہیں ہے بلکہ) ہم جس کو چاہتے ہیں (علم میں) خاص درجوں تک بڑھا دیتے ہیں (پس سب کا علم مستفاد بھی ہوا اور محدود بدرجات متناہیہ بھی ہوا) اور تمام علم والوں سے بڑھ کر ایک بڑا علم والا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کہ اس کا علم ذاتی بھی ہے اس میں یہ بھی فوقیت ہے اور محیط بالکل بھی ہے یہ بھی فوقیت ہے پس جب علم مخلوق ناقص ٹھہرا اور علم خالق کامل لامحالہ مخلوق اپنے علم وتدبیر میں محتاج ہوگا تعلیم والقاء خالق کا اس لئے کِدْنَا اور اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ کہا گیا حاصل یہ کہ جب ان کے اسباب سے وہی برتن برآمد ہوا اور بنیامین روک لئے گئے تو وہ سب بڑے شرمندہ ہوئے اور) کہنے لگے کہ (صاحب) اگر اس نے چوری کی تو (تعجب نہیں کیونکہ) اس کا ایک بھائی (تھا وہ) بھی (اسی طرح) اس کے پہلے چوری کر چکا ہے (جس کا قصہ درمنثور میں اس طرح لکھا ہے کہ یوسف علیہ السلام کو ان کی پھوپھی پرورش کرتی تھیں جب ہوشیار ہوئے تو یعقوب علیہ السلام نے لینا چاہا وہ چاہتی بہت تھیں انہوں نے ان کا رکھنا چاہا اس لئے انہوں نے ان کی کمر میں ایک پٹکا کپڑوں کے اندر باندھ کر مشہور کر دیا کہ پٹکا گم ہوگیا اور سب کی تلاشی لی تو ان کی کمر میں نکلا اور اس شریعت کے قانون کے موافق ان کو پھوپھی کے قبضہ میں رہنا پڑا یہاں تک کہ ان پھوپھی نے وفات پائی پھر یعقوب علیہ السلام کے پاس آ گئے اھ اور ممکن ہے کہ یہ صورت استرقاق کی بھی یوسف علیہ السلام کی رضا مندی سے ہوئی ہو اس لئے یہاں بھی استرقاق حر لازم نہیں ہر چند کہ قرائن واخلاق یوسفیہ میں ذرا بھی تامل کرنے سے آپ کی براءت اس فعل سے یقینًا معلوم تھی مگر بنیامین پر جو بھائیوں کو غصہ تھا اس میں یہ بات بھی کہہ دی) پس یوسف (علیہ السلام) نے اس بات کو (جو آگے آتی ہے) اپنے دل میں پوشیدہ رکھا اور اس کو ان کے سامنے (زبان سے ظاہر نہیں کیا یعنی (دل میں) یوں کہا کہ اس (چوری کے) درجہ میں تم تو اور بھی زیادہ برے ہو) یعنی ہم دونوں بھائیوں سے تو حقیقت سرقہ کی صادر نہیں ہوئی اور تم نے تو اتنا بڑا کام کیا کہ کوئی مال غائب کرتا ہے تم نے آدمی غائب کر دیا کہ مجھ کو باپ سے بچھڑا دیا اور ظاہر ہے کہ آدمی کی چوری مال کی چوری سے زشت تر ہے) اور جو کچھ تم (ہم دونوں بھائیوں کے متعلق) بیان کر رہے ہو (کہ ہم سارق ہیں) اس (کی حقیقت) کا اللہ ہی کو خوب علم ہے) کہ ہم چور نہیں ہیں جب بھائیوں نے دیکھا کہ انہوں نے بنیامین کو ماخوذ کر لیا اور اس پر قابض ہوگئے تو براہ خوشامد) کہنے لگے اے عزیز اس (بنیامین کے ایک بہت بوڑھا باپ ہے (اور وہ اس کو بہت چاہتا ہے اس کے غم میں خدا جانے کیا حال ہو اور ہم سے اس قدر محبت نہیں) سو آپ (ایسا کیجئے کہ) اس کی جگہ ہم میں سے ایک کو رکھ لیجئے (اور اپنا مملوک بنالیجئے) ہم آپ کو نیک مزاج دیکھتے ہیں (امید ہے کہ اس درخواست کو منظور فرمالیں گے) یوسف (علیہ السلام) نے کہا ایسی (بے انصافی کی) بات سے خدا بچاوے کہ جس کے پاس ہم نے اپنی چیز پائی ہے اس کے سوا دوسرے شخص کو پکڑ کے رکھ لیں (اگر ہم ایسا کریں تو) اس

حالت میں تو ہم بڑے بے انصاف سمجھے جاویں گے (کیونکہ استرقاق حقیقۃً جس کو مرقوق استرقاق سمجھے بلا استحقاق رضامندی سے بھی حرام ہے)۔ ف: یہاں چند امور قابل تحقیق ہیں امر اول ظاہر یہ ہے کہ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ کی نداء باذن یوسف علیہ السلام ہوئی تو اس کی صدق کی کیا توجیہ ہے احقر کے نزدیک یہ توریہ ہے مراد وہ سرقہ ہے کہ یوسف علیہ السلام کو یعقوب علیہ السلام سے غائب کر دیا جو کہ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا کا مفہوم ہے اور سامعین معنی قریب یعنی سرقہ سقایہ کا سمجھے اور توریہ یہی ہے امر دوم اس منادی کے ساتھ تفتیش کے لئے اور لوگ بھی ہوں گے جیسا اَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ سے معلوم ہوتا ہے اور شاہی امور میں یہی عادت بھی ہے کہ ایک کام پر کئی شخص معین و معین ہوتے ہیں امر سوم وہ سقایہ پانی پینے کا خاص ممتاز برتن تھا اس کو غلہ ناپنے کے لئے تجویز کیا تھا جس کی وجہ شاید یہ ہو کہ لینے والوں کا اعزاز و اکرام ظاہر ہو سائلین کے مثل ذلیل نہ سمجھے جاویں نیز غلہ تھوڑا تھوڑا بقدر ضرورت دیا جاتا تھا اس لئے چھوٹا برتن تجویز کیا چونکہ اس سے بادشاہی کام ہوتا تھا اس لئے اس کا لقب صُوَاعَ الْمَلِكِ ہو گیا تھا یہ ضرور نہیں کہ خاص بادشاہ کے پینے کا ہو اور نہ یہ ضرور ہے کہ ملک سے مراد یوسف علیہ السلام ہوں اور صواع اور متاع سے بھی یہی مراد ہے امر چہارم مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ میں صرف وجدان کو موجب سزا قرار دیا حالانکہ اس میں یہ بھی احتمال تھا کہ کسی اور نے رکھ دیا ہو تو جیہ اس کی یہ ہے کہ جب متہم یہ احتمال پیش نہ کرے تو ظاہراً سرقہ کو اس نے تسلیم کر لیا اس لئے جزاء مرتب کی گئی امر پنجم درمنثور میں مجاہدؒ سے منقول ہے کہ مصر کا بادشاہ مسلمان ہو گیا تھا لیکن مَا كَانَ لِيَاْخُذَ الخ سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں ورنہ اسلام کے بعد اپنا قانون غیر شرعی کیوں جاری رکھتا البتہ اگر یہ کہا جاوے کہ عام رعایا سے مغلوب رہا ہو اس لئے قانون شرعی جاری نہ کر سکا ہو تو ممکن ہے۔ امر ششم: جب یوسف علیہ السلام اپنا شرعی قانون جاری کرنے کے مختار نہ تھے تو عہدۂ حکومت کیوں لیا جواب یہ ہے کہ قانون شرعی جاری نہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ غیر شرعی جاری کیا کرتے ہوں اور محل اعتراض یہ دوسرا امر ہو سکتا تھا دوسرے جہاں شرعاً حد ہو اور قانوناً تعزیر ہو اور حد کا اختیار نہ ہو تو تعزیر کے عدم سے اس کا وجود غنیمت ہے اس کو غیر مختار کے لئے حکم بغیر الشرع نہ کہیں گے۔ امر ہفتم یوسف علیہ السلام کو عزیز باعتبار لقب عہدہ کے کہا گو اختیارات شاہی رکھتے ہوں۔

ترجمۂ مسائل السلوک: وقولہ تعالیٰ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ اس عنوان میں اشارہ ہے اس طرف کہ کامل کے افعال افعال حق کے مظاہر ہیں ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله في جعل** خود یا معتمد فالاسناد حقيقي او مجازي والثاني هو الظاهر من حيث كونه ملكا والاول هو الظاهر من حيث ان المقام مقام الاخفاء حتى من الخاصة ۱۲۔ ۲ **قوله في فما جزاؤه** چور اشارة الى ان الضمير للسارق المدلول عليه بقرينة المقام ۱۲۔ ۳ **قوله في درجات** خاص اى متنابية بقرينة التنكير بخلاف رفيع الدرجات لكون اللام للعوم والاستغراق وايضاً يدل المقام على تناهيها هنا ولا تناهيها ثمه لان هذا في المخلوق وذاك في الخالق ۱۲۔ ۴ **قوله في عليم** اللہ تعالیٰ وهذا من ابدع التفسير وهو مروى عن الحبر كما في روح المعاني انه اخرج عبدالرزاق وجماعة عن سعيد بن جبير قال كنا عند ابن عباسؓ فحدث بحديث فقال رجل عنده وفوق كل ذى علم عليم فقال ابن عباسؓ بئسما قلت الله العليم وهو فوق كل عالم آه فتبصر وتشكر ۱۲۔ ۵ **قوله في شر** کوئی مال اشارة الى ان الشرية باعتبار سائر السارقين لا باعتبار المتكلم لان المتكلم لا شر فيه مطلقا فافهم ۱۲۔

اللغات: قوله السقاية اناء يشرب فيه الصواع صاع الوعاء الظرف الذى يحفظ فيه الشئ وعندى هو اخص من الرحل فمعنى جعله في الرحل جعله في الوعاء ومنه سبب التفتيش في الوعاء لا في الرحل لان الرحل بعضه لا يصلح لان يكتم المتاع فيه وانما الذى يكتم فيه هو الوعاء من الرحل والدين الطاعة كذا في القاموس ۱۲۔

النحو: قوله كنا عطف على ما جئنا او على لقد علمتم فعلى الاول يكون المعلوم امر ان وعلى الثاني امر واحد قوله جزاؤه مبتدأ وجملة من وجد الخ خبره قوله استخرجها اى السقاية او الصواع لانه مما يذكر ويؤنث قوله الا ان يشاء الله استثناء منقطع اى لكن اخذه بمشية الله واذنه في دين غير الملك ۱۲۔ قوله فاسرها مفسرو قال انتم تفسير فالضمير الى المقالة المدلول عليها بالمقامة هذا على قول الزجاج وتايد باثار راها الطبير عن قتادةؒ وبان عباسؓ وتعقبة ابو على بما ذكره في الكبير ويحتمل على قوله وجوه عديدة اقربها ان في الكلام تقديماً وتاخيراً او اصل الكلام قال انتم شر مكانا واسرها يوسف في نفسه ونكتنه التقديم ان محط الفائدة حكاية الاسرار اشارة الى نحتمله عليه الصلوٰة والسلام حيث لم يعمهم على العلانية ولهذا زيدت جملة ولم يبدها لهم قوله معاذ الله اى نعوذ بالله عوذ امن ان نأخذ الخ ۱۲۔

البلاغۃ: قوله تاالله لقد علمتم الخ في الروح لنسرق فان السرقة من اعظم انواع الفساد او لنفسد فيها اى فساد كان فضلا عما نسبتمونا اليه من السرقة ونفى المجئ الافساد وان لم يكن مستلزماً لما هو مقتضى المقام من نفى الافساد مطلقا لكنهم جعلوا المجئ

الذی یترتب علیہ ذلک ولو بطریق الاتفاق مجینا لغرض الافساد مفعولا لاجلہ ادعاء اظھار الکمال قبحہ عندھم وتربیۃ الاستحالۃ صدورہ عنھم فکانھم قالوا ان صدر عنا افساد کان مجینا لذلک مریدین بہ تقبیح حالہ واظھار کمال نزاعتھم عنہ والحلف فی الحقیقۃ علی الامر الذی فی حیز العلم لا علی علم الخاطبین بذلک الا انھم ذکروہ للاستشھاد وتاکید الکلام آہ قولہ کدنا لیوسف ای صنعنا ودبرنا ففیہ مجاز لغوی واللام للنفع لا کاللام فی قولہ فیکیدوا لک کیدًا فانھا للضرر علی ما ھو الاستعمال الشائع ۱۲۔ قولہ شیخا کبیرًا ھو محط الفائدۃ والا محکونہ ذا اب معلوم مما سبق ۱۲۔

فَلَمَّا اسْتَيْأَسُوا مِنْهُ خَلَصُوا نَجِيًّا ۖ قَالَ كَبِيرُهُمْ أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَّ أَبَاكُمْ قَدْ أَخَذَ عَلَيْكُم مَّوْثِقًا مِّنَ اللَّهِ وَمِن قَبْلُ مَا فَرَّطتُمْ فِي يُوسُفَ ۖ فَلَنْ أَبْرَحَ الْأَرْضَ حَتَّىٰ يَأْذَنَ لِي أَبِي أَوْ يَحْكُمَ اللَّهُ لِي ۖ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ﴿٨٠﴾ ارْجِعُوا إِلَىٰ أَبِيكُمْ فَقُولُوا يَا أَبَانَا إِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ وَمَا شَهِدْنَا إِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حَافِظِينَ ﴿٨١﴾ وَاسْأَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِي كُنَّا فِيهَا وَالْعِيرَ الَّتِي أَقْبَلْنَا فِيهَا ۖ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ﴿٨٢﴾ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنفُسُكُمْ أَمْرًا ۖ فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ عَسَى اللَّهُ أَن يَأْتِيَنِي بِهِمْ جَمِيعًا ۚ إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ﴿٨٣﴾ وَتَوَلَّىٰ عَنْهُمْ وَقَالَ يَا أَسَفَىٰ عَلَىٰ يُوسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ ﴿٨٤﴾ قَالُوا تَاللَّهِ تَفْتَأُ تَذْكُرُ يُوسُفَ حَتَّىٰ تَكُونَ حَرَضًا أَوْ تَكُونَ مِنَ الْهَالِكِينَ ﴿٨٥﴾ قَالَ إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ وَأَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٨٦﴾ يَا بَنِيَّ اذْهَبُوا فَتَحَسَّسُوا مِن يُوسُفَ وَأَخِيهِ وَلَا تَيْأَسُوا مِن رَّوْحِ اللَّهِ ۖ إِنَّهُ لَا يَيْأَسُ مِن رَّوْحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ ﴿٨٧﴾

پھر جب ان کو یوسف علیہ السلام سے تو بالکل امید نہ رہی (کہ بنیامین کو دیں گے) تو (اس جگہ سے) علیحدہ ہو کر باہم مشورہ کرنے لگے ان سب میں جو بڑا تھا اس نے کہا کہ کیا تم کو معلوم نہیں کہ تمہارے باپ تم سے خدا کی قسم کھلا کر پکا قول لے چکے ہیں اور اس سے پہلے یوسف کے بارے میں کس قدر کوتاہی کر چکے ہو سو میں تو اس زمین سے ٹلتا ہی نہیں تاوقتیکہ میرے باپ مجھ کو (حاضری کی اجازت نہ دیں یا اللہ تعالیٰ اس مشکل کو سلجھا دے اور وہی خوب سلجھانے والا ہے تم واپس اپنے باپ کے پاس جاؤ اور جا کر ان سے) کہو کہ اے باپ آپ کے (بنیامین) نے چوری کی (اس لئے گرفتار ہوئے) اور ہم تو وہی بیان کرتے ہیں جو ہم کو مشاہدہ سے معلوم ہوا ہے اور ہم غیب کی باتوں کے تو حافظ تھے ہی نہیں اور اس بستی (یعنی مصر) والوں سے پوچھ لیجئے جہاں ہم (اس وقت) موجود تھے اور اس قافلہ والوں سے پوچھ لیجئے جن میں ہم شامل ہو کر یہاں آئے ہیں اور یقین جانئے ہم بالکل سچ کہتے ہیں۔ یعقوب علیہ السلام فرمانے لگے بلکہ تم نے اپنے دل سے ایک بات بنالی ہے سو صبر ہی کروں گا جس میں شکایت کا نام نہ ہوگا (مجھ کو) اللہ سے امید ہے کہ ان سب کو مجھ تک پہنچا دے گا (کیونکہ) وہ خوب واقف ہے بڑی حکمت والا ہے اور ان سے دوسری طرف رخ کر لیا اور کہنے لگے ہائے یوسف افسوس اور غم سے (روتے روتے) ان کی آنکھیں سفید پڑ گئیں اور وہ (غم سے جی ہی جی میں) گھٹا کرتے تھے بیٹے کہنے لگے بخدا (معلوم ہوتا ہے) تم سدا کے سدا یوسف کی یادگاری میں لگے رہو گے یہاں تک کہ گھل گھل کر دم بلب ہو جاؤ گے یا یہ کہ بالکل ہی مر جاؤ گے یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تو اپنے رنج وغم کی صرف اللہ سے شکایت کرتا ہوں اور اللہ کی باتوں کو جتنا میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ اے میرے بیٹو! جاؤ اور یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائی کو تلاش کرو اور اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو بے شک اللہ کی رحمت سے وہی لوگ ناامید ہوتے ہیں جو کافر ہیں۔

تفسیر: بازگشتن برادرانِ یوسف از سفر دوم ☆ فَلَمَّا اسْتَيْأَسُوا مِنْهُ (الی قولہ تعالیٰ) إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ ﴿٨٧﴾ پھر جب ان کو یوسف (علیہ السلام) سے تو (ان کے صاف جواب کے سبب) بالکل امید نہ رہی (کہ بنیامین کو دیں گے) تو (اس جگہ سے) علیحدہ ہو کر باہم مشورہ کرنے لگے (کہ

کیا کرنا چاہئے پھر زیادہ کی یہ رائے ہوئی کہ مجبوری ہے سب کو واپس چلنا چاہئے مگر) ان سب میں جو بڑا تھا اس نے کہا کہ (تم جو سب کے سب واپس چلنے کی صلاح کر رہے ہو تو) کیا تم کو معلوم نہیں کہ تمہارے باپ تم سے خدا کی قسم کھلا کر پکا قول لے چکے ہیں (کہ تم ان کو اپنے ہمراہ لانا لیکن اگر گھر جاؤ تو مجبوری ہے سو ہم سب کے سب تو گھرے نہیں کہ تدبیر کی گنجائش نہ رہتی اس لئے حتی الامکان کچھ تدبیر کرنا چاہئے) اور اس سے پہلے یوسف کے بارہ میں کس قدر کوتاہی کر ہی چکے ہو (کہ ان کے ساتھ جو برتاؤ ہوا اس سے باپ کے حقوق بالکل ضائع ہوئے سو وہ پرانی ہی شرمندگی کیا کم ہے جو ایک نئی شرمندگی لے کر جاویں) سو میں تو اس زمین سے ٹلتا نہیں تاوقتیکہ میرے باپ مجھ کو (حاضری کی) اجازت نہ دیں یا اللہ تعالیٰ اس مشکل کو سلجھادے اور وہی خوب سلجھانے والا ہے) یعنی کسی تدبیر سے بنیامین چھوٹ جاوے غرض میں یا اس کو لے کر جاؤں گا یا بلایا ہوا جاؤں گا سو مجھ کو تو یہاں چھوڑ دو اور تم واپس اپنے باپ کے پاس جاؤ (جا کر ان سے) کہو کہ اے ابا آپ کے صاحبزادے (بنیامین) نے چوری کی (اس لئے گرفتار ہوئے) اور ہم تو وہی بیان کرتے ہیں جو ہم کو (مشاہدہ سے) معلوم ہوا ہے اور ہم (قول وقرار دینے کے وقت) غیب کی باتوں کے تو حافظ تھے نہیں (کہ چوری کرے گا ورنہ ہم کبھی قول نہ دیتے) اور (اگر ہمارے کہنے کا یقین نہ ہو تو) اس بستی (یعنی مصر) والوں سے (کسی اپنے معتمد کی معرفت) پوچھ لیجئے جہاں ہم (اس وقت) موجود تھے (جب چوری برآمد ہوئی ہے) اور اس قافلہ والوں سے پوچھ لیجئے جن میں ہم شامل ہو کر (یہاں) آئے ہیں (معلوم ہوتا ہے اور بھی کنعان کے یا آس پاس کے لوگ غلہ لینے گئے ہوں گے) اور یقین جانئے ہم بالکل سچ کہتے ہیں (چنانچہ سب نے بڑے کو وہاں چھوڑا اور خود آ کر سارا ماجرا بیان کیا) یعقوب (علیہ السلام) کے سبب ان سے غیر مطمئن ہو چکے تھے اسی قیاس پر مثل سابق) فرمانے لگے (کہ بنیامین چوری میں ماخوذ نہیں ہوا) بلکہ تم نے اپنے دل سے ایک بات بنالی ہے سو (خیر مثل سابق) صبر ہی کروں گا جس میں شکایت کا نام نہ ہوگا (مجھ کو) اللہ سے امید ہے کہ ان سب کو (یعنی یوسف اور بنیامین اور جو بڑا بھائی مصر میں رہ گیا ہے ان تینوں کو) مجھ تک پہنچاوے گا (کیونکہ) وہ (حقیقت حال سے) خوب واقف ہے (اس لئے اس کو سب کی خبر ہے کہ کہاں کہاں اور کس کس حال میں ہیں اور وہ) بڑی حکمت والا ہے (جب ملانا چاہے گا ہزاروں اسباب و تدابیر درست کر دے گا) اور (یہ جواب دے کر بوجہ اس کے کہ ان سے رنج پہنچا تھا) ان سے دوسری طرف رخ کر لیا اور (بوجہ اس کے کہ اس نئے غم سے وہ پرانا غم اور تازہ ہو گیا یوسف کو یاد کر کے) کہنے لگے ہائے یوسف افسوس اور غم سے (روتے روتے) ان کی آنکھیں سفید پڑ گئیں (کیونکہ زیادہ رونے سے سیاہی آنکھوں کی کم ہو جاتی ہے اور آنکھیں بے رونق یا بالکل بے نور ہو جاتی ہیں) اور وہ (غم سے جی ہی جی میں) گھٹا کرتے تھے (کیونکہ شدت غم کے ساتھ جب شدت ضبط ہوگا جیسا کہ صابرین کی شان ہے تو کظم کی کیفیت پیدا ہوگی) بیٹے کہنے لگے بخدا (معلوم ہوتا ہے) تم سدا کے سدا یوسف کی یادگاری میں لگے رہو گے یہاں تک کہ گھل گھل کر دم بلب ہو جاؤ گے یا یہ کہ بالکل مر ہی جاؤ گے (تو اتنے غم سے فائدہ کیا) یعقوب (علیہ السلام) نے فرمایا کہ (تم کو میرے رونے سے کیا بحث) میں تو اپنے رنج و غم کی صرف اللہ سے شکایت کرتا ہوں (تم سے تو کچھ نہیں کہتا) اور اللہ کی باتوں کو جتنا میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے (باتوں سے مراد یا تو لطف و کرم و رحمت اتم ہے اور یا مراد الہام ہے ان سب سے ملنے کا جو بلا واسطہ ہو یا بواسطہ خواب یوسف کی جس کی تعبیر اب تک واقع نہیں ہوئی تھی اور واقع ہونا اس کا ضرور ہے) اے میرے بیٹوں (اظہار غم تو صرف اللہ کی جناب میں کرتا ہوں مسبب الاسباب وہی ہیں لیکن ظاہری تدبیر تم بھی کرو کہ ایک بار پھر سفر میں) جاؤ اور یوسف اور ان کے بھائی کی تلاش کرو (یعنی ایسی فکر و تدبیر کی جستجو کرو جس سے یوسف علیہ السلام کا نشان ملے اور بنیامین کو رہائی ہو) اور اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو بیشک اللہ کی رحمت سے وہی لوگ ناامید ہوتے ہیں جو کافر ہیں۔ **ف**: اس واقعہ میں یعقوب علیہ السلام کا بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ کا فرمانا ظاہراً واقع کے مطابق معلوم نہیں ہوتا لیکن چونکہ اجتہاداً فرمایا تو اجتہاد میں خطا ہو جانا منافی عصمت نبوت نہیں اس لئے اس میں کوئی اشکال نہیں اور اگر یہ شبہ ہو کہ اجتہاد سے تہمت لگانا کب جائز ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ متہم و مشتبہ کو ظناً متہم و مشتبہ سمجھنا موجب معصیت نہیں کہ اس میں آدمی طبعاً مضطر بھی ہے البتہ تیقن جائز نہیں اور وہ منقول نہیں رہا یہ کہ بَلْ سَوَّلَتْ تو صیغہ تیقن کا ہے جواب یہ ہے کہ قرائن حالیہ کے انضمام سے عدم تیقن پر دلالت کی گئی ہوگی پھر والد کو اولاد پر بہ نسبت غیروں کے حق عتاب زیادہ بھی ہے پس ایہام تیقن جب کہ قلب میں تیقن نہ ہو عفو ہے بالخصوص اگر مقصود اخبار نہ ہو بلکہ استکشاف ہو جیسا موضع تفتیش میں عادت ہے کہ صیغہ خبر کا تکلم کیا کرتے ہیں تاکہ متہم سمجھے کہ ان کو خبر ہے اور اس وجہ سے واقعہ کا انکار نہ کر سکے۔ اور مقصود اس سے استخبار ہوتا ہے یہ تقریر تو باعتبار ظاہر کے ہے اور اگر نظر غائر سے دیکھا جاوے تو یہ ارشاد مطابق واقع کے بھی ہے کیونکہ سرقہ تو واقع نہیں ہوا تھا یعقوب علیہ السلام کو نورانیت قلب سے مدرک ہو گیا کہ خبر سرقہ کی غلط ہے البتہ کشف میں اتنی کمی رہی کہ اس کارروائی کا فاعل ان کو علی التعیین معلوم نہ ہوا مجملاً اتنا معلوم ہو گیا کہ یہ کارروائی میری اولاد ہی میں سے کسی سے واقع ہوئی ہے اور لکم کے خطاب سے وہی فاعل مقصود ہو اور لکم تغلیباً فرمادیا ہو واللہ اعلم اور عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا سے معلوم ہوتا ہے کہ بقیہ بھائیوں کے ساتھ بھی آپ کو محبت تھی اور یہ فرمانا عجب نہیں کہ اس بناء پر ہو کہ خواب یوسف کا تو صحیح ہے اور وہ ضرور واقع ہوگا اور اس کا وقوع موقوف ہے اس پر کہ یوسف بھی زندہ ہوں اور سب بھائی بھی صحیح و سالم مع میرے اور میری بی بی کے ایک جگہ جمع ہوں اور ابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ کی تقریر میں جو بے رونق یا بے نور

دو لفظ لائے گئے وجہ اس کی یہ ہے کہ اس میں علماء مختلف ہیں کہ آپ کی بینائی بالکل گم ہوگئی تھی یا کم ہوگئی تھی دوسرے قول والوں نے فَارۡتَدَّ بَصِيۡرًا کے معنی یہ کہے ہیں کہ خوشی سے توانائی آئی اور ضعف بصر بھی جاتا رہا اور یعقوب علیہ السلام نے جو يٰۤاَسَفٰى عَلٰى يُوۡسُفَ فرمایا حالانکہ اس وقت دوسرا غم بھی تھا وجہ اس کی یہ ہے کہ غالب غم وہی تھا اور غم کا قاعدہ ہے کہ نئے حادثہ سے پرانے حادثہ کا اثر تازہ ہو جاتا ہے اس لئے اس واقعہ تازہ نے فراق یوسف کا غم اور زیادہ کر دیا اس کے غلبہ میں یہ کلمہ کہا اور بنیامین کا غم مغلوب تھا غالب کے روبرو مغلوب کا ذکر نہیں کیا اور یہ جو فرمایا : فَتَحَسَّسُوۡا مِنۡ يُّوۡسُفَ وَاَخِيۡهِ حالانکہ تیسرے بھائی بھی اس وقت غائب ہیں وجہ یہ کہ وہ اپنے اختیار سے رہ گئے تھے کسی آفت میں تو مبتلا نہیں ہوئے تھے ان کے تجسس کی کیا ضرورت ہے وہ جب موقع پاویں گے خود آ جاویں گے دوسرے وہ تو ان کے ساتھ متفق ہی ہیں ان کو تو یہ خود ہی ڈھونڈیں گے بخلاف یوسف اور بنیامین کے کہ ان سے رنج رکھتے تھے اس لئے شاید ان کے تجسس میں کمی کریں اور یعقوب علیہ السلام کا جب مخلوق میں اس قدر رونا موجب وسوسہ نہ ہو کیونکہ محبت امر اضطراری ہے اور اگریہ بھی دلیل رقت قلب و ترحم ہے اور خاص کر جب کہ محبت کا سبب کوئی امر دینی ہو چنانچہ رکوع دوم کے فوائد تفسیریہ کے تحت میں اس کا بیان ہو چکا ہے اور اس مسئلہ کی تحقیق کی رحمت الٰہیہ سے مایوس ہونا کفر ہے پارۂ نہم کے رکوع اول کے فوائد تفسیر میں گزر چکی ہے دیکھ لیا جاوے اور کسی کو شبہ نہ ہو کہ جب یعقوب علیہ السلام نے فرمایا تھا فَصَبۡرٌ جَمِيۡلٌ ؕ پھر شکایت کیوں زبان پر لائے اس کا جواب خود قرآن میں ہے اَشۡكُوۡا بَثِّىۡ وَحُزۡنِىۡۤ اِلَى اللّٰهِ یعنی شکایت الی الخلق منافی ہے صبر جمیل کے نہ کہ شکایت الی الخالق کہ عین دعاء والتجاء مطلوب ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک : قولہ تعالیٰ : وَ تَوَلّٰى عَنۡهُمۡ وَقَالَ يٰۤاَسَفٰى عَلٰى يُوۡسُفَ یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ یہ منصب نبوت کے خلاف ہے کیونکہ معرفت کاملہ اس کے لوازم سے ہے اور اس کے لوازم سے محبت کاملہ ہے اور اس کے ساتھ غیر کی گنجائش کہاں۔ جواب یہ ہے کہ یہ محبت طبعیہ ہے اور یہ جب حق کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے اور کاملین میں یہ محبت ان کو حق تعالیٰ کی رضا سے غافل نہیں کرتی بلکہ اس میں معین ہوتی ہے جیسا یعقوب علیہ السلام کا یہ قول اس پر دال ہے قولہ تعالیٰ: اِنَّمَاۤ اَشۡكُوۡا بَثِّىۡ وَحُزۡنِىۡۤ اِلَى اللّٰهِ وَاَعۡلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ۝ ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ : ۱ قوله فی منه یوسف لان عود الضمير الى بنيامين ينا فيه ظاهر قوله او يحكم الله لى وملازمة الكبير المصر راجيا خلاصة لحيلة ۱۲۔ ۲ قوله فی خلصوا زیادہ کی یہ رائے ہوئی الخ القرينة عليه الجواب بقوله الم تعلموا الخ ۱۲۔ ۳ قوله فی من الحزن روتے روتے لان الحزن نفسه لا يذهب بالبصر وانما يكون سبباً للبكاء وهو سبب للابيضاض ۱۲۔

اللغات : قوله خلصوا انفردوا عن غيرهم واعتزلوا الناس قوله نجيا اى متناجين و وحده لانه مصدر فى الاصل قوله فلن ابرح تامة بمعنى لن اذهب وضمت هنا معنى فارق فنصبت الارض على المفعولية ولا يجوز ان تكون ناقصة قوله كظيم مملو من الغيظ على اولاد ومن الحزن على يوسف الحرض المريض المشفى على الهلاك وقيل من اذاهم به او مرض وجعله مهز ولا نحيفًا وهو فى الاصل مصدر ۱۲۔ الروح بالفتح اصله التنفس ثم استعير للفرح ۱۲۔

النحو :قوله من قبل الجار والمجرور متعلق بقوله تعالىٰ ما فرطتم وما ندة والجملة حالية قوله تفتئوا اى لا تفتئوا حذف حرف النفى لان القسم اذا لم يكن معه علامة الاثبات كان على النفى وعلامة الاثبات هى اللام ونون التاكيد فاذا لم يذكر اول على انه منفى كذا فى الروح۔

البلاغۃ : قوله حتى تكون حرضا او تكون الخ فيه الترتيب الوقوعى والا كان الظاهر عكسه ۱۲۔

فَلَمَّا دَخَلُوۡا عَلَيۡهِ قَالُوۡا يٰۤاَيُّهَا الۡعَزِيۡزُ مَسَّنَا وَاَهۡلَنَا الضُّرُّ وَجِئۡنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزۡجٰىةٍ فَاَوۡفِ لَنَا الۡكَيۡلَ وَتَصَدَّقۡ عَلَيۡنَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَجۡزِى الۡمُتَصَدِّقِيۡنَ ۝۸۸ قَالَ هَلۡ عَلِمۡتُمۡ مَّا فَعَلۡتُمۡ بِيُوۡسُفَ وَاَخِيۡهِ اِذۡ اَنۡتُمۡ جٰهِلُوۡنَ ۝۸۹ قَالُوۡۤا ءَاِنَّكَ لَاَنۡتَ يُوۡسُفُ ؕ قَالَ اَنَا يُوۡسُفُ وَهٰذَاۤ اَخِىۡ قَدۡ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيۡنَا ؕ اِنَّهٗ مَنۡ يَّتَّقِ وَيَصۡبِرۡ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيۡعُ اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ۝۹۰ قَالُوۡا تَاللّٰهِ لَقَدۡ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيۡنَا وَاِنۡ كُنَّا لَخٰطِـئِيۡنَ ۝۹۱ قَالَ لَا تَثۡرِيۡبَ عَلَيۡكُمُ الۡيَوۡمَ ؕ

يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۡ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۹۲﴾ اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۳﴾ ع

پھر جب یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے کہنے لگے اے عزیز! ہم کو اور ہمارے گھر والوں کو (قحط کی وجہ سے) بڑی تکلیف پہنچ رہی ہے اور ہم کچھ یہ نکمی چیز لائے ہیں سو آپ پورا غلہ دے دیجئے اور ہم کو خیرات (سمجھ کر) دے دیجئے بے شک اللہ تعالیٰ خیرات دینے والوں کو جزائے خیر دیتا ہے۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا (کہو) وہ بھی تم کو یاد ہے جو کچھ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ برتاؤ کیا تھا جب کہ تمہاری جہالت کا زمانہ تھا کہنے لگے کیا سچ مچ تم ہی یوسف ہو انہوں نے فرمایا (ہاں) میں یوسف ہوں اور یہ (بنیامین) میرا حقیقی بھائی ہے ہم پر اللہ تعالیٰ نے بڑا احسان کیا واقعی جو شخص گناہوں سے بچتا ہے اور صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے نیک کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے وہ کہنے لگے بخدا کچھ شک نہیں تم کو اللہ تعالیٰ نے ہم پر فضیلت عطا فرمائی اور بے شک ہم (اس میں) خطاوار تھے یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ تم پر آج کوئی الزام نہیں اللہ تعالیٰ تمہارا قصور معاف کرے اور وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔ اب تم میرا یہ کرتہ (بھی) لیتے جاؤ اور اس کو میرے باپ کے چہرے پر ڈال دو (اس سے) ان کی آنکھیں روشن ہو جاویں گی اور اپنے (باقی) گھر والوں کو (بھی) سب کو میرے پاس لے آؤ۔

تفسیر: بار سوم آمدن برادران یوسف علیہ السلام بامر یعقوب علیہ السلام بتجسس یوسف علیہ السلام و بنیامین ☆ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ (الی قولہ تعالیٰ) وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۳﴾ پھر (حضرت یعقوب علیہ السلام کے حکم کے موافق کہ انہوں نے فرمایا تھا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ مصر کو چلے کیونکہ بنیامین کو مصر ہی میں چھوڑا تھا یہ خیال ہوا ہوگا کہ جس کا نشان معلوم ہے پہلے اس کے لانے کی تدبیر کرنا چاہئے کہ بادشاہ سے مانگیں پھر یوسف علیہ السلام بے نشان کو ڈھونڈیں گے غرض مصر پہنچ کر) جب یوسف (علیہ السلام) کے پاس (جن کو عزیز سمجھ رہے تھے) پہنچے (اور غلہ کی بھی حاجت تھی پس یہ خیال ہوا کہ غلہ کے بہانہ سے عزیز کے پاس چلیں اور اس کی خرید کے ضمن میں خوشامد کی باتیں کریں جب اس کی طبیعت میں نرمی دیکھیں اور مزاج خوش پائیں تو بنیامین کی درخواست کریں اس لئے اول غلہ لینے کے متعلق گفتگو شروع کی اور) کہنے لگے اے عزیز ہم کو اور ہمارے گھر والوں کو (قحط کی وجہ سے) بڑی تکلیف پہنچ رہی ہے اور (چونکہ ہم کو ناداری نے گھیر رکھا ہے اس لئے خرید غلہ کے واسطے کھرے دام نہیں میسر ہوئے) ہم کچھ یہ نکمی چیز لائے ہیں سو آپ (اس کے نکمے ہونے سے قطع نظر کر کے) پورا غلہ دے دیجئے (اور اس کے نکمے ہونے سے غلہ کی مقدار میں کمی نہ کیجئے) اور (ہمارا کچھ استحقاق نہیں) ہم کو خیرات (سمجھ کر) دے دیجئے بیشک اللہ تعالیٰ خیرات دینے والوں کو (خواہ حقیقۃً خیرات دیں خواہ تسامح و رعایت کریں کہ وہ بھی مثل خیرات کے ہے) جزائے خیر دیتا ہے (اگر مومن ہے تو آخرت میں بھی ورنہ دنیا ہی میں) یوسف (علیہ السلام) نے (جوان کے یہ مسکنت آمیز الفاظ سنے رہا نہ گیا اور بے اختیار چاہا کہ اب ان سے کھل جاؤں اور عجب نہیں کہ نور قلب سے معلوم ہو گیا ہو کہ اب کی باران کو تجسس بھی مقصود ہے اور یہ بھی منکشف ہو گیا ہو کہ اب زمانہ مفارقت کا ختم ہو چکا پس تمہید تعارف کے طور پر) فرمایا (کہو) وہ بھی تم کو یاد ہے جو کچھ تم نے یوسف علیہ السلام اور اس کے بھائی کے ساتھ (برتاؤ) کیا تھا جب کہ تمہاری جہالت کا زمانہ تھا (اور برے بھلے کی سوچ نہ تھی یہ سن کر تو چکرائے کہ عزیز مصر کو یوسف علیہ السلام کے قصہ سے کیا واسطہ ادھر اس شروع زمانہ کے خواب سے غالب احتمال تھا ہی کہ شاید یوسف کسی بڑے رتبہ کو پہنچیں کہ ہم سب کو ان کے سامنے گردن جھکانا پڑے اس لئے اس کلام سے شبہ ہوا اور غور کیا تو کچھ کچھ پہچانا اور زیادت تحقیق کے لئے) کہنے لگے کیا سچ مچ تم ہی یوسف ہو انہوں نے فرمایا (ہاں) میں یوسف ہوں اور یہ (بنیامین) میرا (حقیقی) بھائی ہے (یہ اس لئے بڑھا دیا کہ اپنے یوسف ہونے کی اور تاکید ہو جاوے یا ان کے تجسس کی کامیابی کی بشارت ہے کہ جن کو تم ڈھونڈنے نکلے ہو ہم دونوں ایک جگہ جمع ہیں) ہم پر اللہ تعالیٰ نے بڑا احسان کیا (کہ ہم دونوں کو اول توفیق صبر و تقویٰ کی عطا فرمائی پھر اس کی برکت سے ہماری تکلیف کو راحت سے افتراق کو اجتماع سے اور قلت مال و جاہ کو کثرت سے مال و جاہ سے مبدل فرما دیا) واقعی جو شخص گناہوں سے بچتا ہے اور (مصائب پر) صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے نیک کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کیا کرتا وہ (تمام گذشتہ قصوں کو یاد کر کے نادم ہوئے اور معذرت کے طور پر) کہنے لگے کہ بخدا کچھ شک نہیں تم کو اللہ تعالیٰ نے ہم پر فضیلت عطا فرمائی (اور تم اسی لائق تھے) اور (ہم نے جو کچھ کیا) بیشک ہم (اس میں) خطاوار تھے (للہ معاف کر دو) یوسف (علیہ السلام) نے فرمایا کہ نہیں تم پر آج (میری طرف سے) کوئی الزام نہیں (بے فکر) رہو میرا دل صاف ہو گیا) اللہ تعالیٰ تمہارا قصور معاف کرے اور وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے (تائب کا قصور معاف کر ہی دیتا ہے اسی دعا سے یہ بھی مفہوم ہو گیا کہ میں نے معاف کر دیا اور لَا تَثْرِيْبَ سے بھی معلوم ہو گیا) اب تم میرے باپ کو جا کر بشارت دو اور بشارت کے ساتھ) میرا یہ کرتہ (بھی) لیتے جاؤ اور اس کو میرے باپ کے چہرہ پر ڈال دو (اس سے) ان کی آنکھیں روشن ہو جاویں گی (اور یہاں تشریف لے آویں گے) اور اپنے باقی گھر والوں کو (بھی) سب کو میرے پاس۔ لے آؤ کہ سب ملیں اور خوش ہوں کیونکہ حالت موجودہ میں میرا جانا مشکل ہے اس لئے گھر والے ہی چلے آویں)۔ ف: تَصَدَّقْ عَلَيْنَا ط کی جو تفسیر کی

گئی ہے اس سے دو شبہ دفع ہو گئے اول یہ کہ ان کو صدقہ کب حلال تھا بوجہ نبی ہونے کے یا آل نبی ہونے کے دوسرے یہ کہ ان کو سوال کرنا جو کہ ممنوع ہے کیسے درست تھا تقریر جواب ظاہر ہے کہ رعایت فی المعاملہ کو مجازاً تصدق کہہ دیا اور اس کی درخواست اور قبول نبی اور آل نبی سب کو جائز ہے اور سوال اول کا ایک جواب یہ بھی ہے کہ ان کی نبوت ثابت نہیں اور آل انبیاء کو نفل صدقہ جائز ہے اور اگر بعض علماء کا قول لیا جاوے کہ تحریم صدقہ خصوصیاتِ آل محمدیؐ سے ہے تو ایک جواب بھی حاصل ہو سکتا ہے اور یَجْزِی الْمُتَصَدِّقِیْنَ میں جو دو شقیں مؤمن اور کافر کی بیان کیں وجہ یہ کہ ان کو عزیز مصر کا مؤمن ہونا معلوم نہ تھا اور آخرت کے ساتھ لفظ بھی اس لئے بڑھایا کہ صدقہ کی خاصیت دفع بلاء دنیا میں مؤمن کے لئے بھی واقع ہوتی ہے اور مَّا فَعَلْتُمْ بِیُوْسُفَ وَاَخِیْهِ کی تفسیر اس سے اوپر کے رکوع کی اول آیت میں بیان ہو چکی ہے اور مَنْ یَّتَّقِ الخ میں دعویٰ تقویٰ کا نہیں ہے کیونکہ مَنَّ اللّٰهُ میں وہ بھی داخل ہے جیسا اثنائے ترجمہ میں بیان ہوا اور اَلْقُوْهُ الخ اس لئے فرمایا کہ ان کو خلل بصارت کا علم ہو گیا ہوگا اور یہ بصیر ہونا بطور معجزہ کے تھا اور قمیص علی الاصح کوئی خاص نہ تھا یہی معمولی ملبوس تھا اور یعقوب علیہ السلام کے لانے کو اس لئے تصریحاً نہیں فرمایا کہ وہ تو بے آئے رہ ہی نہیں سکتے ان کا تشریف لانا یقینی تھا اور مَّا فَعَلْتُمْ بِیُوْسُفَ وَاَخِیْهِ کے ساتھ و بابیہ نہ کہا حالانکہ ان کو بھی ایذائیں پہنچی تھیں وجہ یہ کہ ان کو جو کچھ تکلیف ہوئی وہ بواسطہ مذکور پہنچی۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ الخ روح میں شاہ کرمانیؒ سے منقول ہے کہ جو شخص مخلوق کو نظر حق سے دیکھے گا وہ ان کی مخالفت کی پروانہ کرے گا اور جو شخص ان کو اپنی نظر سے دیکھے گا اپنی عمر ان کی بحث و تکرار میں ختم کر دے گا دیکھئے یوسف علیہ السلام کو چونکہ مجازی قضاء کا علم تھا انہوں نے اپنے بھائیوں کا کس طرح عذر قبول کیا ۱۲۔

ملحقات الترجمہ: قوله فی هل علمتم یاد اشارة الی ان المراد بالعلم استمراره بقرينة المقام ۱۲۔

اللغات: قوله مزجاة مدفوعة من الزجى الدفع اى رؤيته قوله تثريب من الثرب وهو الشحم الرقيق فى الجوف وعلى الكرش والتفصيل للسلب اى ازالة الشرب استعير لللوم الذى يظهر العيوب كما ان ازالة الشحم يبدى الهزال وما لا يرضى قوله يأت بصيرا بمعنى يصير نا قصه ۱۲۔

البلاغة: قوله لا تثريب عليكم اليوم التقييد باليوم ليس للتخصيص بل للمبالغة لان اليوم زمان احتماله فاذا انتفى فى اليوم انتفى فى غيره بالاولى ۱۲۔

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِیْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴿۹۴﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِیْ ضَلٰلِكَ الْقَدِیْمِ ﴿۹۵﴾ فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰی وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِیْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾ قَالُوْا یٰۤاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕیْنَ ﴿۹۷﴾ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۹۸﴾

اور جب قافلہ چلا تو اب ان کے باپ نے کہنا شروع کیا کہ اگر تم مجھ کو بڑھاپے میں بہکی باتیں کرنے والا نہ سمجھو تو ایک بات کہوں کہ مجھ کو تو یوسف کی خوشبو آ رہی ہے وہ پاس والے کہنے لگے کہ بخدا آپ تو اپنے اسی پرانے غلط خیال میں مبتلا ہیں۔ پس جب خوشخبری لانے والا پہنچا تو (آتے ہی) اس نے وہ کرتا ان کے منہ پر لا کر ڈال دیا پس فوراً ہی ان کی آنکھیں کھل گئیں آپ نے بیٹوں سے فرمایا کیوں میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ اللہ کی باتوں کو جتنا میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے سب بیٹوں نے کہا اے ہمارے باپ ہمارے لئے (خدا سے) ہمارے گناہوں کی دعائے مغفرت کیجئے ہم بے شک خطا کار تھے یعقوب علیہ السلام نے فرمایا عنقریب تمہارے لئے اپنے رب سے دعائے مغفرت کروں گا بے شک وہ غفور رحیم ہے۔

تفسیر: بازگشتن برادرانِ یوسف علیہ السلام از سفر سوم و بشارت بردن ☆ وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِیْرُ (الی قوله تعالیٰ) اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۹۸﴾ اور جب (یوسف علیہ السلام سے بات چیت ہو چکی اور آپ کے فرمانے کے موافق کرتہ لے کر چلنے کی تیاری کی اور) قافلہ (شہر مصر سے) چلا (جس میں یہ لوگ بھی تھے) تو ان کے باپ نے (پاس والوں سے) کہنا شروع کیا کہ اگر تم مجھ کو بڑھاپے میں بہکی باتیں کرنے والا نہ سمجھو تو ایک بات کہوں کہ مجھ کو تو یوسف کی خوشبو آ رہی ہے (یہ معجزہ تھا یعقوب علیہ السلام کا کہ اس کرتہ میں جو یوسف علیہ السلام کے بدن کا اثر تھا وہ محسوس ہو گیا اور چونکہ معجزہ اختیاری نہیں ہوتا اس سے پہلے یہ ادراک نہ ہوا) وہ (پاس والے) کہنے لگے کہ بخدا آپ تو اپنے اسی پرانے غلط خیال میں مبتلا ہیں (کہ یوسف زندہ ہیں اور ملیں گے اسی خیال کے غلبہ سے اب

خوشبو کا وہم ہو گیا اور واقع میں نہ خوشبو ہے نہ کچھ ہے یعقوب علیہ السلام خاموش ہو رہے) پس جب (یوسف علیہ السلام کے صحیح سلامت ہونے کی) خوشخبری لانے والا (مع کرتہ کے یہاں) آ پہنچا (تو آتے ہی) اس نے وہ کرتہ ان کے منہ پر لا کر ڈال دیا بس (آنکھوں کو لگنا تھا اور دماغ میں خوشبو پہنچنا کہ) فوراً ہی ان کی آنکھیں کھل گئیں (اور انہوں نے آپ سے سارا ماجرا بیان کیا) آپ نے (بیٹوں سے) فرمایا کیوں میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ اللہ کی باتوں کو جتنا میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے (اور اسی لئے میں نے تم کو یوسف کے تجسس کے لئے بھیجا تھا دیکھو آخر اللہ تعالیٰ میری امید راست لایا اُن کا یہ قول اس سے اوپر کے رکوع میں آ چکا ہے اس وقت) سب بیٹوں نے کہا کہ اے ہمارے باپ ہمارے لئے (خدا سے) ہمارے گناہوں کی دعائے مغفرت کیجئے (ہم نے جو کچھ آپ کو یوسف علیہ السلام کے معاملہ میں تکلیف دی اس میں) ہم بیشک خطاوار تھے (مطلب یہ کہ آپ بھی معاف کر دیجئے کیونکہ عادۃً کسی کے لئے استغفار وہی کرتا ہے جو خود بھی مؤاخذہ کرنا نہیں چاہتا) یعقوب (علیہ السلام) نے فرمایا عنقریب تمہارے لئے اپنے رب سے دعائے مغفرت کروں گا بے شک وہ غفور رحیم ہے (اسی سے ان کا معاف کر دینا بھی معلوم ہو گیا اور عنقریب کا مطلب یہ ہے کہ تہجد کا وقت آنے دو جو کہ قبولیت کی ساعت ہے **كذا فى الدر المنثور مرفوعًا**۔ **ف**: قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ کی تفسیر مذکور پر لازم آتا ہے کہ جنہوں نے معجزۂ یعقوبی کو مستبعد سمجھا تھا ان سے کچھ نہیں کہا اس کی چند وجہ ہیں اول اسی سے ان کا جواب نکل آیا دوسرے ان کی غلطی فوراً ظاہر ہو گئی جتانے کی کوئی ضرورت نہ تھی اور بیٹوں سے اِنِّىْٓ اَعْلَمُ الخ [البقرۃ : ۳۳] کہنا اس پر ایک مدت گزر گئی تھی تیسرے ان مستبعدین سے زیادہ معاملہ بھی نہ تھا جتنا بیٹوں سے تھا اور انہوں نے یعقوب علیہ السلام سے صراحۃً یوں نہیں کہا کہ آپ معاف کر دیجئے وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان کے ذمے دو قسم کے حقوق تھے حقوق اللہ و حقوق العباد اس لئے ایسا جامع عنوان اختیار کیا جس میں دونوں مضمون آ گئے ورنہ حقوق اللہ کے لئے پھر جدا کہنا پڑتا اور غالباً اسی وجہ سے یعقوب علیہ السلام نے وعدہ واستغفار کا کیا جیسا یوسف علیہ السلام نے بھی يَغْفِرُ اللّٰهُ کہا کہ یہ بھی دونوں حق کا جامع ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّىْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ روح میں ہے کہ چونکہ ملاقات کا وقت آ چکا تھا اس لئے یہ خوشبو مدرک ہو گئی اور جب وہ کنوئیں میں بہت ہی قریب تھے چونکہ وقت نہ آیا تھا یہ خوشبو مدرک نہ ہوئی اور یہی حال ہے اولیاء کے مکاشفات کا

گہے بر طارم اعلیٰ نشینم گہے بر پشت پائے خود نہ بینم ۱۲

اللغات: التفنيد النسبة الى الفند وهو ضعف العقل بسبب الهرم ۱۲ قوله فارتد بصيرا فصار ۱۲۔

البلاغة: قوله لو لا ان تفندون جوابه لقلت ولا يقصد التعليق بهذا التركيب فى نحو هذا المقام والا لما قال هذا القول ما لم يقولوا لا نفندك بل يراد النهى اى لا تفندونى فافهم كذا القى فى روعى ۱۲۔

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ﴿۹۹﴾ وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۡ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ۭ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۰۰﴾ رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۣ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰۱﴾

پھر جب یہ سب کے سب یوسف کے پاس پہنچے تو انہوں نے اپنے والدین کو اپنے پاس (تعظیماً) ہی جگہ دی اور کہا سب مصر میں چلئے (اور) خدا کو منظور ہے تو وہاں امن چین سے رہئے اور اپنے والدین کو تخت شاہی پر بٹھایا اور سب کے سب یوسف علیہ السلام کے آگے سجدہ میں گر گئے اور یوسف نے کہا کہ اے میرے باپ یہ ہے میرے خواب کی تعبیر جو پہلے زمانہ میں دیکھا تھا جس کو میرے رب نے سچا کر دیا اور خدا نے میرے ساتھ احسان کیا کہ ایک تو اس نے مجھے قید سے نکالا اور دوسرے یہ کہ تم سب کو جنگل سے یہاں لایا (یہ سب کچھ) بعد اس کے ہوا کہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان فساد ڈلوایا تھا بلاشبہ میرا رب جو چاہتا ہے اس کی عمدہ تدبیر کرتا ہے بلاشبہ وہ بڑے علم اور حکمت والا ہے۔ اے پروردگار تو نے مجھے سلطنت کا بڑا حصہ دیا اور مجھ کو خوابوں کی تعبیر دینا تعلیم فرمائی (جو کہ علم عظیم ہے) اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے تو میرا کارساز ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی مجھ کو پوری فرمانبرداری کی حالت میں دنیا سے اٹھا لے اور مجھ کو خاص نیک بندوں میں شامل کر لے۔ ۞

تفسیر: بار چہارم آمدن برادرانِ یوسف علیہ السلام مع والدین واہل خود ☆ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ (الى قوله تعالى) اِنَّهٗ هُوَ

الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۞ (غرض سب مصر کو تیار ہو کر چل دیئے اور یوسف علیہ السلام خبر سن کر استقبال کے لئے بیرون مصر تشریف لائے اور باہر ہی ملاقات کا سامان کیا گیا) پھر جب یہ سب کے سب یوسف (علیہ السلام) کے پاس پہنچے تو انہوں نے (سب سے مل ملا کر) اپنے والدین کو اپنے پاس (تعظیماً) جگہ دی اور (بات چیت سے فارغ ہو کر) کہا سب مصر میں چلئے (اور) انشاء اللہ تعالیٰ (وہاں) امن چین سے رہئے (مفارقت کا غم اور قحط کا الم سب کافور ہو گئے غرض سب مصر میں پہنچے) اور (وہاں) پہنچ کر تعظیماً) اپنے والدین کو تخت (شاہی) پر اونچا بٹھایا اور (اس وقت سب کے قلوب پر یوسف علیہ السلام کی ایسی عظمت غالب ہوئی کہ) سب ان کے سامنے سجدہ میں گر گئے اور (یہ حالت دیکھ کر) وہ کہنے لگے کہ اے ابا یہ ہے میرے خواب کی تعبیر جو پہلے زمانہ میں دیکھا تھا (کہ شمس وقمر اور گیارہ ستارے مجھ کو سجدہ کرتے ہیں) میرے رب نے اس خواب) کو سچا کر دیا (یعنی اس کی سچائی کا ظہور کر دیا) اور (علاوہ اس شرف کے میرے رب نے مجھ پر اور انعام بھی فرمائے چنانچہ) میرے ساتھ (ایک) اس وقت احسان فرمایا جس وقت مجھ کو قید سے نکالا (اور اس رتبہ سلطنت تک پہنچایا) اور (دوسرا یہ انعام فرمایا کہ) بعد اس کے کہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان فساد ڈلوا دیا تھا (جس کا مقتضا یہ تھا کہ عمر بھر بھی مجتمع ومتفق نہ ہوتے مگر اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے کہ وہ) تم سب کو (جن میں میرے بھائی بھی ہیں) باہر سے (یہاں) لے آیا (اور سب کو ملا دیا) بلاشبہ میرا رب جو چاہتا ہے اس کی تدبیر لطیف کر دیتا ہے بلاشبہ وہ بڑا علم اور حکمت والا ہے (اپنے علم وحکمت سے سب امور کی تدبیر درست کر دیتا ہے) **ف**: اس امر کی وجہ کہ اول ملاقات میں سجدہ نہ کیا اور مصر میں آ کر کیا شاید یہ ہو کہ وہاں محبت کا عظمت پر غلبہ تھا اس کے مناسب یہ امور ہیں ملنا جلنا معانقہ مکالمہ اور یہاں عظمت کا محبت پر غلبہ ہوا یا تو اس وجہ سے کہ محبت کے جوش کو سکون ہو گیا تھا اس لئے عظمت کا مشاہدہ ہوا اور یا یہ کہ اس جگہ یوسف علیہ السلام گویا اپنے اجلاس شاہی پر تھے اور باہر اجلاس پر نہ تھے دونوں حالتوں میں تفاوت ظاہر ہے اور یہ سجدہ بطور تحیت کے تھا جو امم سابقہ میں جائز تھا اور بعضوں کو جو یہ شبہ ہوا ہے کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین سے اپنی اتنی بڑی تعظیم کو کیونکر گوارا کیا محض ضعیف شبہ ہے ان کو تو خواب سے معلوم تھا کہ ایسا امر ہونے والا ہے پھر کیا امور کائنہ میں مزاحمت فرماتے اور ذکر اجتماع میں جو فرمایا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الخ یہ اس لئے کہ اس کا مقتضا یہ تھا کہ نہ بھائیوں سے میل ہوتا بوجہ رنج کے اور نہ والدین سے ہوتا بوجہ نہ پہنچنے خبر کے جس کا سبب وہی فساد تھا جس نے باہم جدائی ڈال دی تھی اور اس میں علماء کے دو قول ہیں کہ یہ ان کی والدہ تھیں یا خالہ جن کو مجازاً والدہ کہہ دیا۔

ختم قصہ بر دعائے یوسف علیہ السلام برائے ختم بالخیر ☆ رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ (الی قولہ تعالی) وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۔ (اس کے بعد سب ہنسی خوشی رہتے رہے یہاں تک کہ یعقوب علیہ السلام کی عمر ختم پر پہنچی اور بعد وفات حسب وصیت ملک شام میں لے جا کر اپنے بزرگوں کے پاس دفن کئے گئے پھر یوسف علیہ السلام کو بھی آخرت کا اشتیاق ہوا اور دعا کی کہ) اے میرے پروردگار آپ نے مجھ کو (ہر طرح کی نعمتیں دیں ظاہری بھی باطنی بھی ظاہری یہ کہ مثلاً) سلطنت کا بڑا حصہ دیا اور (باطنی یہ کہ مثلاً) مجھ کو خوابوں کی تعبیر دینا تعلیم فرمایا (جو کہ علم عظیم ہے خصوصاً جب کہ وہ یقینی ہو جو موقوف ہے وحی پر پس اس کا وجود مستلزم ہو گا عطائے نبوت کو) اے خالق آسمانوں اور زمین کے آپ میرے کارساز ہیں دنیا میں بھی آخرت میں بھی (پس جس طرح دنیا میں میرے سارے کام بنا دیئے کہ سلطنت دی علم دیا اسی طرح آخرت کے کام بھی بنا دیجئے کہ) مجھ کو فرمانبرداری کی حالت میں دنیا سے اُٹھا لیجئے اور خاص نیک بندوں میں شامل کر دیجئے (یعنی میرے بزرگوں میں جو انبیاء عظام ہوئے ہیں ان میں مجھ کو پہنچا دیجئے)۔ **ف**: اشتیاق موت کا اگر شوقاً الی لقاء اللہ ہو تو جائز ہے اور حصہ سلطنت کا اس لئے کہا کہ ساری دنیا کی سلطنت تو آپ کے پاس نہ تھی اور مثلاً اس لئے بڑھا دیا گیا کہ نعمتیں ان ہی امور مذکورہ میں تو منحصر نہیں اور بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ دعا طلب موت کے لئے نہیں تھی بلکہ مطلب یہ تھا کہ جب وفات ہو اسلام اور صلاح پر ہو اور ہر حالت میں گو انبیاء علیہم السلام کا اسلام وصلاح پر وفات پانا یقینی ہے لیکن اس کے مراتب مختلف ہیں اور متزائد ہوتے رہتے ہیں اس لئے اس کی طلب میں کوئی اشکال نہیں اہل سیر نے لکھا ہے کہ جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو آپ نے اپنے بھائیوں کو یا ان کی اولاد کو وصیت فرمائی کہ اگر کبھی تم لوگ مصر کا وطن چھوڑ کر اپنے آبائی ملک شام کو جانے لگو تو میری لاش اپنے ہمراہ لے جانا چنانچہ موسیٰ علیہ السلام جب مصر سے مخفی نکلے ہیں تو حسب وحی الٰہی یوسف علیہ السلام کی نعش کا صندوق اپنے ہمراہ لے لیا تھا (اور ہمارے آئمہ نے نبش ونقل کی اس صورت کے عدم جواز پر اتفاق کیا ہے **کما فی الطحاوی علی مراقی الفلاح**) اور بعض تفاسیر میں لکھا ہے کہ بعد وفات یوسف علیہ السلام کے سلطنت مصر کی سلاطین مصر ہی کی طرف منتقل ہو گئی کیونکہ یوسف علیہ السلام کو گو اختیارات سلطنت کے حاصل ہو گئے تھے مگر باضابطہ تو پہلا ہی بادشاہ بادشاہ رہا تھا اسی لئے یوسف علیہ السلام عزیز مصر کہلاتے تھے چنانچہ ان ہی سلاطین مصر کے سلسلہ میں وہ فرعون ہوا جو موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھا اور ان برادرانِ یوسف علیہ السلام کی اولاد میں وہ بنی اسرائیل ہوئے جو موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں تھے اور بعض مفسرین نے بلا سند لکھا ہے کہ یہود نے امتحاناً پوچھا تھا کہ یعقوب علیہ السلام تو شام کے رہنے والے تھے ان کی اولاد مصر میں فرعون کے ہاتھ میں کہاں پہنچ گئی اس قصہ سے اس کا جواب بھی حاصل ہو گیا اور مفصل وجہ شام سے مصر کو آنے کی بیان فرما دی ان مفسرین نے رکوع دوم کی پہلی آیت لَقَدْ كَانَ الخ کی تفسیر اسی سوال کے ساتھ کی ہے واللہ اعلم۔

ربط : آیات قصہ یوسف علیہ السلام جس طرح قصہ سے سوال کرنے والوں کا جواب ہے اسی طرح جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر بھی دلیل ہے جیسا آیت : لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ الخ میں اس طرف اشارہ بھی ہے آگے ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ الخ میں اسی دلالت کی تقریر اور آیت وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ الخ میں کفار کا عناد کہ باوجود دلائل کے ایمان نہیں لاتے اور آیت وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ الخ میں اس عناد کی تقریر اور آیت : وَكَاَيِّنْ الخ اور آیت : وَمَا يُؤْمِنُ الخ میں مثل انکار نبوت کے ان کا انکار توحید و نیز آیت وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ سے آخر آیات مذکورہ تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تسلیہ بھی نہ امیدی سے راحت ہو جاتی ہے جو کہ مدلول آیت وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ کا ہے اور اسی طرح اس امر کے معلوم ہونے سے کہ ان کے ایمان نہ لانے سے آپ کا کوئی اجر و نفع فوت نہیں ہوتا بلکہ نصیحت نہ ماننے سے ان ہی کا ضرر ہے جو کہ مدلول ہے آیت : وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ الخ کا نیز تسلی ہوتی ہے اور اسی طرح اس سننے سے بھی تسلی ہوتی ہے کہ نبوت سے بڑھ کر یہ توحید کے منکر ہیں تو نبوت کے انکار پر کیا تعجب کیا جاوے جو کہ مدلول ہے وَكَاَيِّنْ الخ اور وَمَا يُؤْمِنُ الخ کا آگے آیات اَفَاَمِنُوْٓا الخ میں اس انکار توحید و رسالت پر وعید ہے آگے آیت : قُلْ هٰذِهٖ الخ میں اتمام حجت کے لئے تکریر دعوت ہے آگے وَمَآ اَرْسَلْنَا الخ میں نبوت پر ان کے ایک شبہ کا کہ نبی فرشتہ ہونا چاہئے جواب ہے اور اسی آیت کے آخر میں وعید کی تقریر و تاکید ہے آگے آیت حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الخ میں آپ کی اور اہل ایمان کی تسلی اور کفار کے وعید کی تقریر ہے آگے ختم کی آیت میں حکمت قصص سابقہ کی کہ تسلی اور وعید بالا ہے اور حقیت قرآن کی کہ قصص پر مشتمل ہے جو کہ بعینہ شروع سورت کی آیتوں کا بھی یہی مضمون تھا مذکور ہے پس خلاصہ ان تمام تر آیات کا وہ ہوا جو عنوان آئندہ میں لکھا جاتا ہے۔

ترجمۂ مسائل السلوک : قولہ تعالیٰ : تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا اس سے دو مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک باوجود عصمت اور امتناع کفر کے انبیاء علیہم السلام کا خوف کرنا دوسرے بعض تفاسیر پر شوق لقاء میں موت کی تمنا کرنا ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ : ۱ قوله قبل فاما دخلوا باہر دل عليه ظاهر قوله تعالىٰ ادخلوا مصر وقال بعضهم فى معناه تمكنوا فيه بعد الدخول ۱۲۔ ۲ قوله فى حقا ظہور لان كون الرؤيا حقا حاصل من قبل وان لم يظهر ۱۲۔ ۳ قوله فى توضيح تاويل مستلزم ولم يصرح بعطاء النبوة لانها لا المستلزم هذا التاويل فذكر التاويل دل على الجمع بين النعمتين فافهم ۱۲۔

اللغات : قوله احسن بى فيه اقوال وبنى الترجمة على كون الباء صلة لاحسن كما فى قوله تعالىٰ وبالوالدين احسانا ۱۲۔ قوله البد والظهور ولما كان الشئ فى البادية ظاهرا اطلق عليها و كنعان وان لم يكن بادية لكن القرىٰ كالبادية فى جنب امثال مصر قوله نزغ فى القاموس افسد بينهم۔

النحو : قوله لما يشاء متعلق بلطيف بمعنى لطيف تدبيره نافذ فى الامور وماش فيها ۱۲۔

البلاغة : قوله من السجن لم يقل ومن الجب تكر ما لا خوته كيلا يخجلوا ولان تمام النعمة كان بعد الخروج من السجن حيث تسلطن بعده قوله نزغ الشيطان فيه تلطف باخوته حيث لم يفعلوا ما فعلوا بانفسهم وانما اغراهم الشيطان فمعظم الملامة عليه ۱۲۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ ع ۱۱ وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ۭ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَاۗءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَاۗءُ ۭ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۰﴾ لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۭ مَا كَانَ

وقف النبی

حَدِیۡثًا یُّفۡتَرٰی وَ لٰکِنۡ تَصۡدِیۡقَ الَّذِیۡ بَیۡنَ یَدَیۡہِ وَ تَفۡصِیۡلَ کُلِّ شَیۡءٍ وَّ ہُدًی وَّ رَحۡمَۃً لِّقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۱۱﴾ ع ۱۲/۷/۶

(اے محمدؐ) یہ قصہ غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم نے وحی کے ذریعہ تم کو بتایا کیونکہ تم یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے پاس اس وقت موجود نہ تھے جبکہ انہوں نے اپنا ارادہ پختہ کرلیا تھا اور وہ تدبیریں کررہے تھے اور اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے گو آپ کا کیسا ہی جی چاہتا ہو اور آپ ان سے اس پر کچھ معاوضہ تو چاہتے نہیں یہ (قرآن) تو تمام جہان والوں کے لئے ایک نصیحت ہے اور بہت سی نشانیاں ہیں آسمانوں میں اور زمین میں جن پر ایمان کا گزر ہوتا رہتا ہے اور وہ ان کی طرف اصلاً توجہ نہیں کرتے اور اکثر لوگ جو خدا کو مانتے بھی ہیں تو اس طرح کہ شرک بھی کرتے ہیں سو کیا پھر بھی اس بات سے مطمئن ہوئے بیٹھے ہیں کہ ان پر خدا کے عذاب کی کوئی ایسی آفت آپڑے جو ان کو محیط ہوجائے یا ان پر اچانک قیامت آجائے اور ان کو (پہلے سے) خبر بھی نہ ہو۔ آپ فرما دیجئے کہ یہ میرا طریقہ ہے میں (لوگوں کو توحید) خدا کی طرف اس طور سے بلاتا ہوں کہ میں بھی اس پر قائم ہوں اور میرے ساتھ والے بھی اور اللہ (شرک سے) پاک ہے اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں اور ہم نے آپ سے پہلے مختلف بستی والوں میں جتنے (رسول) بھیجے سب آدمی ہی تھے (کوئی فرشتہ نہ تھا) اور (یہ لوگ جو بے فکر ہیں) تو کیا یہ لوگ ملک میں کہیں چلے پھرے نہیں کہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے کہ ان لوگوں کا کیسا برا انجام ہوا جو ان سے پہلے (کافر) ہوگزرے ہیں اور البتہ عالم آخرت ان لوگوں کے لئے نہایت بہبودی کی چیز ہے جو احتیاط رکھتے ہیں سو کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے۔ یہاں تک کہ پیغمبر (اس بات سے) مایوس ہوگئے اور ان پیغمبروں کو گمان غالب ہوگیا کہ ہمارے فہم نے غلطی کی ان کو ہماری مدد پہنچی پھر (اس عذاب سے) ہم نے جس کو چاہا بچالیا گیا اور ہمارا عذاب مجرم لوگوں سے نہیں ہٹتا۔ ان (انبیا امم سابقین کے) قصہ میں سمجھ دار لوگوں کے لئے (بڑی) عبرت ہے یہ قرآن (جس میں یہ قصے ہیں) کوئی تراشی ہوئی بات تو ہے نہیں (کہ اس عبرت نہ ہوتی) بلکہ اس سے پہلے جو (آسمانی) کتابیں ہوچکی ہیں یہ ان کی تصدیق کرنے والا ہے اور ہر ضروری بات کی تفصیل کرنے والا ہے اور ایمان والوں کے لئے ذریعہ ہدایت اور رحمت ہے۔ ۞

تفسیر: بحث رسالت و توحید و تسلیہ حضور وعید منکرین وحقیت قرآن ☆ ذٰلِکَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الۡغَیۡبِ نُوۡحِیۡہِ (الی قولہ تعالیٰ) وَّ ہُدًی وَّ رَحۡمَۃً لِّقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۱۱﴾ یہ قصہ (جو اوپر بیان کیا گیا آپ کے اعتبار سے) غیب کی خبروں میں سے ہے (کیونکہ آپ کے پاس کوئی ظاہری ذریعہ اس کے جاننے کا نہیں تھا صرف) ہم (ہی) وحی کے ذریعہ سے آپ کو یہ قصہ بتلاتے ہیں اور (یہ ظاہر ہے کہ) آپ ان (برادران یوسف) کے پاس اس وقت موجود نہ تھے جب کہ انہوں نے اپنا ارادہ (یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈالنے کا) پختہ کرلیا تھا اور وہ (اس کے متعلق) تدبیریں کررہے تھے (کہ باپ سے یوں کہیں ان کو یوں لے جائیں وغیرہ ذالک اور اسی طرح یہ امر یقینی ہے کہ آپ نے کسی سے یہ قصہ سنا سنایا بھی نہیں پس یہ صاف دلیل ہے نبوت کی اور صاحب وحی ہونے کی) اور (باوجود نبوت پر دلائل قائم ہونے کے) اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے گو آپ کا کیسا ہی جی چاہتا ہو اور (ان کے ایمان نہ لانے سے آپ کا تو کوئی نقصان ہے نہیں کیونکہ) آپ ان سے اس (قرآن) پر کچھ معاوضہ تو چاہتے نہیں (جس میں یہ احتمال ہو کہ اگر یہ قرآن کو قبول نہ کریں گے تو آپ کا معاوضہ فوت ہوجاوے گا) یہ (قرآن) تو صرف تمام جہان والوں کے لئے ایک نصیحت ہے (جو نہ مانے گا اسی کا نقصان ہوگا) اور (جیسے یہ لوگ منکر نبوت ہیں اسی طرح باوجود دلائل منکر توحید بھی ہیں چنانچہ) بہت سی نشانیاں ہیں (کہ توحید پر دال ہیں) آسمانوں میں (جیسا کواکب وغیرہ) اور زمین میں (جیسے عناصر و عنصریات) جن پر ان کا گزر ہوتا رہتا ہے (یعنی ان کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں) اور وہ ان کی طرف (اصلاً) توجہ نہیں کرتے (یعنی ان سے استدلال نہیں کرتے) اور اکثر لوگ جو خدا کو مانتے بھی ہیں تو اس طرح کہ شرک بھی کرتے جاتے ہیں (پس بدون توحید خدا کا ماننا مثل نہ ماننے کے ہے پس یہ لوگ اللہ کے ساتھ بھی کفر کرتے ہیں اور نبوت کے ساتھ بھی کفر کرتے ہیں) سو کیا (اللہ و رسول کے منکر ہوکر) پھر بھی اس بات سے مطمئن ہوئے بیٹھے ہیں کہ ان پر خدا کے عذاب کی کوئی ایسی آفت آپڑے جو ان کو محیط ہوجاوے یا ان پر اچانک قیامت آجاوے اور ان کو (پہلے سے) خبر بھی نہ ہو (مطلب یہ کہ مقتضا کفر کا عقوبت ہے خواہ دنیا میں نازل ہوجاوے یا قیامت کے دن واقع ہووے ان کو ڈرنا اور کفر کو چھوڑ دینا چاہئے) آپ فرما دیجئے کہ یہ مضمون جو اوپر مفہوم ہوا رسالت کا حق ہونا توحید کا حق ہونا یہی) میرا طریق ہے (جس کا خلاصہ مکرر سنایا جاتا ہے کہ) میں (لوگوں کو توحید) خدا کی طرف اس طور پر بلاتا ہوں کہ میں (اس توحید کی اور اپنے داعی من اللہ ہونے کی) دلیل پر قائم ہوں میں بھی اور میرے ساتھ والے بھی (یعنی میرے پاس بھی دلیل ہے توحید و رسالت کی اور میرے ساتھ والے بھی استدلال کے ساتھ مجھ پر ایمان لائے ہیں میں بے دلیل بات کی طرف کسی کو نہیں بلاتا دلیل سنو اور سمجھو پس حاصل طریق یہ ہوا کہ خدا واحد ہے اور میں داعی ہوں) اور اللہ (شرک سے) پاک ہے اور میں (اس طریق کو قبول کرتا ہوں اور) مشرکین میں سے نہیں ہوں (خلاصہ یہ ہوا کہ میرا مقصود دعویٰ نبوت سے اپنا بندہ بنانا نہیں بلکہ الہ کا بندہ بنانا ہے لیکن اس کا طریق بذریعہ داعی من اللہ کے بتلایا جاتا ہے اس لئے میرا داعی ماننا جب کہ میرے پاس اس کی دلیل بھی واجب ہے) اور (یہ جو نبوت پر شبہ کرتے ہیں کہ نبی فرشتہ ہونا چاہئے محض مہمل بات ہے کیونکہ) ہم نے آپ سے پہلے مختلف بستی والوں میں سے جتنے (رسول) بھیجے سب آدمی ہی تھے جن کے پاس وحی بھیجتے تھے (کوئی بھی فرشتہ نہ تھا جنہوں نے ان کو نہ مانا اور ایسے مہمل شبہات کرتے رہے ان کو سزائیں دی گئیں اسی طرح ان کو بھی

سزا ہوگی خواہ دنیا میں خواہ آخرت میں اور یہ لوگ جو بے فکر ہیں) تو کیا یہ لوگ ملک میں (کہیں) چلے پھرے نہیں کہ (اپنی آنکھوں سے) دیکھ لیتے کہ ان لوگوں کا کیسا (برا) انجام ہوا جو ان سے پہلے (کافر) ہو گزرے ہیں (مطلب یہ کہ ان کی ہلاکت اور بدانجامی کے آثار مشاہدہ کر لیتے) اور (یاد رکھو کہ جس دنیا میں منہمک ہو کر تم نے کفر اختیار کر رکھا ہے یہ دنیا محض ہیچ اور فانی ہے) البتہ عالم آخرت ان لوگوں کے لئے بہبودی کی چیز ہے جو (شرک وغیرہ سے) احتیاط رکھتے ہیں (اور توحید اختیار کرتے ہیں) سو کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے (کہ فانی کا اختیار کرنا بہتر ہے یا باقی کا اور اگر تم کو تاخیر عذاب سے شبہ عدم وقوع کا ہوتا ہو تو تمہاری غلطی ہے اس لئے کہ کفار امم سابقہ کو بھی بڑی بڑی مہلتیں دی گئیں) یہاں تک کہ (تطویل مدت مہلت کی وجہ سے) پیغمبر (اس بات سے) مایوس ہو گئے (کہ وقت اجمالی وعدہ الٰہیہ کا اپنے اجتہاد سے معین کر کے ہم نے اپنے ذہن میں قرار دے رکھا تھا اس وقت میں ہم منصور اور کفار مقہور نہ ہوں گے) اور ان (پیغمبروں) کو گمان غالب ہو گیا کہ (وعدۂ الٰہیہ کی تحدید میں) ہمارے فہم نے غلطی کی (کہ بلا تنقیص محض قرآن یا حب استعجال نصر سے قریب کا وقت معین کر لیا حالانکہ وعدہ مطلق ہے پھر مایوسی کی حالت میں) ان کو ہماری مدد پہنچی (وہ مدد یہ کہ کفار پر عذاب آیا) پھر (اس عذاب سے) ہم نے جس کو چاہا وہ بچا لیا گیا (مراد اس سے مؤمنین ہیں) اور (اس عذاب میں کفار ہلاک کئے گئے کیونکہ) ہمارا عذاب مجرم لوگوں سے نہیں ہٹتا (بلکہ ان پر ضرور واقع ہوتا ہے گو بدیر سہی پس یہ کفار مکہ بھی اس دھوکے میں نہ رہیں) ان (انبیاء و امم سابقین) کے قصہ میں سمجھ دار لوگوں کے لئے (بڑی) عبرت ہے (کہ اس سے عبرت حاصل کرتے ہیں کہ اطاعت کا یہ انجام ہے اور معصیت سے یہ انجام ہے) یہ قرآن (جس میں یہ قصے) ہیں کوئی تراشی ہوئی بات تو ہے نہیں (کہ اس سے عبرت نہ ہوتی بلکہ اس سے پہلے جو آسمانی کتابیں ہو چکی ہیں یہ ان کی تصدیق کرنے والا ہے اور ہر (ضروری) بات کی تفصیل کرنے والا ہے اور ایمان والوں کے لئے ذریعۂ ہدایت و رحمت ہے (پس ایسی کتاب میں جو مضامین عبرت کے ہوں گے ان سے تو عبرت حاصل کرنا لازم ہی ہے) **ف**: ظنوا کے ترجمہ میں گمان غالب کا اعتبار اس صورت میں ہے جب مدت معہودہ فی الذہن کے گزرنے سے پہلے اس ظن کا اعتبار کیا جاوے کہ آثار نصرت نہ پانے سے گمان غالب ہو گیا اور اگر اس کے گزرنے کے بعد اس کا اعتبار کیا جاوے تو ظن بمعنی تیقن کے ہوگا اور مایوسی بھی ایک صورت میں ظنی ہوگی اور ایک حالت میں یقینی اور تفسیر کذبوا کی اسہل و اسلم تفاسیر یہ اور بنا اس کی غلطی اجتہادی کا انبیاء سے جائز ہونا ہے سو حدیثوں میں یہ امر مصرح ہے خود ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا عام حدیبیہ میں خواب دیکھنا کہ طواف کرنے مکہ گئے ہیں اور اس ارادہ سے چلنا اور کامیاب نہ ہونا اس خطائے اجتہادی رسل کی نظیر ہے اور ایک قراءت کذبوا بالتشدید ہے جس کے معنی تکذیب کئے گئے اس کا حاصل معنی یہ ہے کہ رسل کو شبہ ہوا کہ کہیں اہل ایمان ہی تکذیب وشک نہ کرنے لگیں پس ظن بمعنی توہم و احتمال ہے اور انہم اور کذبوا کی ضمیر رسل کی طرف اور فاعل کذبوا کا اہل ایمان اور استایئس کے وہی معنی ہیں اور دونوں قراءتوں میں اور اور توجیہات میں بھی ہیں مگر اسہل و اسلم یہی ہیں جو بندہ نے اختیار کیں واللہ اعلم اور اسی کے قریب مضمون کی آیت پارہ دوم کے نصف پر اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ الخ [البقرة: ۲۱۴] آئی ہے اس کی تفسیر دیکھنے سے یہاں کی اور توضیح ہو جاوے گی۔ **وقدتم تفسير سورة يوسف عليه السلام بحمد الله المنعم ضحوة يوم الجمعة السابع والعشرين من جمادى الاول ۱۳۲۴ من هجرة خير الانام عليه وعلى اخوانه من النبين وعلىٰ آله واصحابه واتباعه اجمعين ما لا يعد ولا يحصىٰ من الصلوٰة والتحيات الىٰ يوم القيام۔**

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ بعض نے ریا مراد لی ہے اور بعض نے نظر الی الاسباب و اعتماد علی الاسباب سے تاویل کی ہے بعض نے خلق کی اطاعت خالق کی معصیت کے ساتھ مراد لی ہے بعض نے ہر قسم کے شرک کو اس میں داخل کیا ہے اس میں قبر پرستی و نذر لغیر اللہ اور غیر اللہ کے نافع وضار ہونے کا اعتقاد بھی آ گیا اور بعض صوفیہ نے مطلق التفات الی غیر اللہ کو شرک کہا ہے۔ قولہ تعالیٰ: قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا روح میں ہے کہ اس میں اشارہ ہے کہ داعی الی اللہ کو طریق ایصال کا ماہر اور حق تعالیٰ کی ذات و صفات کا عارف ہونا چاہئے ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله قبل حتى اذ استائيسوا مہلتیں الخ اشارة الى تقدير امهلوا كما في البيضاوى اى لا يغررهم تاديهم فان من قبلهم امهلوا الخ ۱۲۔ ۲ قوله في قصصهم قصه اشارة الى كونه مصدرا بمعنى المقصوص اى جنسه الشامل للجميع ۱۲۔

الکلام: قوله الا رجالا استدل به على اختصاص النبوة بالرجال دون النساء وفيه ان هذا الحصر باعتبار الملائكة فلا دلالة فيه على ما ذكرو المسئلة ظنية والعلم عند الله تعالى نعم لم يثبت نبوة امرأة بقاطع وما لم يقم القاطع على واحد من شقيه فهو محتمل الوجود والعدم ۱۲۔

اختلاف القراءة: في كذبوا قراء تان بالتخفيف والتشديد وفي كليهما احتمالات اربعة عقلية عود ضمير ظنوا وانهم كذبوا الى الرسل وعودهما الى الامم وعود الاول الى الرسل والثاني الى الامم وبالعكس فهذه ثمانية احتمالات الاول كون كذبوا بالشديد وكون

الضميرين للرسل الثانی كون الضميرين للامم مع التشديد الثالث كون الاول للرسل والثانی للامم مع التشديد الرابع بالعكس مع التشديد الخامس كون كذبوا بالتخفيف وكون الضميرين للرسل السادس كون الضميرين للام مع التخفيف السابع كون الاول للرسل والثانی للامم مع التخفيف الثامن عكسه مع التخفيف فالاول فيه وجوه منها ذكر فی فائدة المتن ومنها ان يكون الظن بمعنی التيقن وفاعل التكذيب اهل الكفر والياس من ايمان هولاء الكفرة والخامس فيه وجوه منها ما ذكر فی المتن والفائدة وفاعل الكذب علی هذا انفسهم او رجاء هم ومنها ان يكون الظن بمعنی الوسوسة التی لا يواخذ عليها ولا يكون اختياريا وفاعل الكذب من اخبرهم من الله تعالیٰ والياس اما من النصرا ومن ايمان الكفرة والسادس توجيهه ان الامم ظنوا ان الرسل قد كذبوا مبنيا للفاعل فيما ادعوه من النبوة والوعيد والثامن توجيهه ان الامم قد ظنوا ان الرسل قد كذبوا مبنيا للمفعول ای اخلفوا وخلط الامر عليهم وباقی الاحتمالات محتمل عقلا ولا يصح وقوعا فافهم ۱۲۔

النحو: قوله علی بصيرة خبر مقدم وانا مع ما عطف عليه مبتدأ مؤخر ۱۲۔

البلاغة: : قوله وما كنت لديهم وانما حذف الشق الاخير ای عدم تلقيه عليه السلام من احرمع ان الدال علی النبوة هو الجموع اما لعلمه من آية اخریٰ كقوله تعالیٰ ما كنت تعلمها واما للتهكم بمن كذبه عليه السلام و ذلك من حيث انه تعالیٰ جعل المشكوك فيه كونه عليه السلام حاضرا بين يدی اولاد يعقوب عليه السلام ما كرين فنفاه بقوله وما كنت لديهم وانما الذی يمكن ان يرتاب فيه المرتاب قبل التعرف هو تلقيه من اصحاب القصة وكان ظاهر الكلام ان ينفی ذلك فلما جعل المشكوك ما لا ريب فيه لان كونه عليه السلام لم يلق احدا ولا سمع كان عندهم كفلق الفجر جاء التهكم البالغ وسار حاصل المعنی قد علمتم يا مكابرة انه لم يكن مشاهدا لمن مضی من القرون الخالية وانكار كم ما اخبر به يفضی الی ان تكابر وابانه قد شاهد من مضی منهم وهذا كقوله تعالیٰ ام كنتم شهداء اذ وصاكم الله بهذا ومنه يظهر فائدة العدول عن اسلوب ما كنت تعلمها انت ولا قومك الی هذا الاسلوب وهو ابلغ مما ذكر اولا و ذكر لترك ذلك نكتة اخریٰ ايضًا وهی ان المذكور مكرهم وما دبروه وهو مما اخفوه حتی لا يعلمه غيرهم فلا يمكن تعلمه من الغير ولا يخلو عن حسن من الروح ۱۲۔

سورۃ الرعد ۱۳ مدنیۃ ۹۶ | بسم اللہ الرحمن الرحیم | آیاتہا ۴۳ رکوعاتہا ۶

سورۂ رعد مدینہ میں نازل ہوئی | شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں | اور جس میں تینتالیس آیات اور چھ رکوع ہیں

الٓمّٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ؕ وَالَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱﴾ اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ﴿۲﴾ وَهُوَ الَّذِیْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ وَاَنْهٰرًا ؕ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِیْهَا زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۳﴾ وَفِی الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِیْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَیْرُ صِنْوَانٍ یُّسْقٰی بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۫ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰی بَعْضٍ فِی الْاُكُلِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۴﴾

الٓمّٓرٰ ۔ یہ (جو آپ سن رہے ہیں) آیتیں ہیں ایک بڑی کتاب (یعنی قرآن) کی اور جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا جاتا ہے یہ بالکل سچ ہے لیکن بہت سے آدمی ایمان نہیں لاتے۔ اللہ ایسا (قادر) ہے کہ اس نے آسمانوں کو بدوں ستون کے اونچا کھڑا کر دیا چنانچہ تم ان (آسمانوں) کو اسی طرح دیکھ رہے ہو پھر عرش پر قائم ہوا اور آفتاب و ماہتاب کو کام میں لگا دیا ہر ایک وقت مقررہ پر چلتا رہتا ہے وہی اللہ ہر کام کی تدبیر کرتا ہے (اور) دلائل کو صاف صاف بیان کرتا ہے تاکہ تم اپنے رب کے پاس جانے کا یقین کر لو۔ اور وہ ایسا ہے کہ اس نے زمین کو پھیلایا اور اس (زمین) میں پہاڑ اور نہریں پیدا کیں اور اس میں ہر قسم کے پھلوں سے دو دو قسم کے پیدا کئے شب (کی تاریکی) سے ان (کی روشنی) کو چھپا دیتا ہے ان امور (مذکورہ) میں سوچنے والوں کے لئے (سمجھنے کے) واسطے (توحید پر) دلائل (موجود) ہیں اور زمین میں پاس پاس (اور پھر) مختلف قطع ہیں اور پھر انگوروں کے باغ ہیں اور کھیتیاں ہیں اور کھجوریں ہیں جن میں بعضے تو ایسے ہیں کہ تنہ سے اوپر جا کر دو تنا ہو جاتے ہیں اور بعض دو تنے نہیں ہوتے سب کو ایک ہی طرح کا پانی دیا جاتا ہے اور ہم ایک دوسرے کو پھلوں میں فوقیت دیتے ہیں اور امور (مذکورہ) ہیں (بھی) سمجھدار لوگوں کے واسطے (توحید کے) دلائل موجود ہیں۔ ۞

تفسیر: بسم اللہ الرحمن الرحیم سورۃ الرعد مدنية وقيل مكية الا قوله ويقول الذين كفروا الآية وايها خمس و اربعون۔ كذا فى البيضاوى اس سورت کا حاصل یہ مضامین ہیں توحید، رسالت جواب شبہات بر رسالت تسلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حقیت قرآن وعدہ وعید جس کی تفصیل تقریرات ربط اور معانی آیات سے معلوم ہوگی اور یہی مضامین اجمالاً سورۂ یوسف کے آخری رکوع میں مذکور ہیں پس ربط سورت کا ماسبق سے بھی اور باہم گر بھی اس سے ظاہر ہو گیا۔ بسم الله الرحمٰن الرحيم۔

حقیتِ قرآن ☆ الٓمّٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ (الی قولہ تعالی) لَا یُؤْمِنُوْنَ ۔ الٓمّٓرٰ ۔ (اس کے معنی اللہ کو معلوم ہیں) یہ (جو آپ سن رہے ہیں) آیتیں ہیں ایک بڑی کتاب (یعنی قرآن) کی اور جو کچھ آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا جاتا ہے یہ بالکل سچ ہے اور (اس کا مقتضا یہ تھا کہ سب ایمان لاتے) لیکن بہت سے آدمی ایمان نہیں لاتے۔ **ربط**: اوپر حقیتِ قرآن کا مضمون تھا آگے توحید کا مضمون ہے جو کہ اعظم مقاصد قرآن سے ہے۔

توحید☆ اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ (الی قوله تعالی) اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ۝ اللہ ایسا (قادر) ہے کہ اس نے آسمانوں کو بدوں ستون کے اونچا کھڑا کر دیا چنانچہ تم ان (آسمانوں) کو (اسی طرح) دیکھ رہے ہو پھر عرش پر (جو مشابہ ہے تخت سلطنت کے اس طرح) قائم (اور جلوہ فرما) ہوا (جو کہ اس کی شان کے لائق ہے) اور آفتاب و ماہتاب کو کام میں لگا دیا (ان دونوں میں سے) ہر ایک (اپنے مدار پر) ایک وقت معین میں چلتا رہتا ہے (چنانچہ سورج اپنے مدار کو سال بھر میں قطع کر لیتا ہے اور چاند مہینہ بھر میں) وہی (اللہ) ہر کام کی (جو کچھ عالم میں واقع ہوتا ہے) تدبیر کرتا ہے (اور) دلائل (تکوینیہ وتشریعیہ کو صاف صاف بیان کرتا ہے تاکہ تم اپنے رب کے پاس جانے کا (یعنی بعث ونشر کا) یقین کرلو (اس کے امکان کا تو اس طرح کہ جب اللہ تعالیٰ ایسی عظیم چیزوں کی تخلیق پر قادر ہے تو مردوں کو زندہ کرنے پر کیوں نہیں قادر ہوگا اور اس کے وقوع کا یقین اس طرح کہ مخبر صادق نے ایک امر ممکن کے وقوع کی خبر دی لامحالہ وہ واقع ہے) اور وہ ایسا ہے کہ اس نے زمین کو پھیلایا اور اس (زمین) میں پہاڑ اور نہریں پیدا کیں اور اس میں ہر قسم کے پھلوں سے دو دو قسم کے پیدا کیے (مثلاً کھٹے اور میٹھے یا چھوٹے اور بڑے کوئی رنگ کا اور کوئی کسی رنگ اور) شب (کی تاریکی) سے دن (کی روشنی) کو چھپا دیتا ہے (یعنی شب کی تاریکی سے دن کی روشنی پوشیدہ اور زائل ہو جاتی ہے) ان امور (مذکورہ) میں سوچنے والوں کے (سمجھنے کے) واسطے (توحید پر) دلائل (موجود) ہیں (جس کی تقریر پارہ دوم کے رکوع چہارم کے شروع میں گزری ہے) اور اسی طرح اور بھی دلائل ہیں توحید کے چنانچہ) زمین میں پاس پاس (اور پھر) مختلف قطعے ہیں (جن کا باوجود تلاصق کے مختلف الاثر ہونا عجیب بات ہے) اور انگوروں کے باغ ہیں اور (مختلف) کھیتیاں ہیں اور کھجور (کے درخت) ہیں جن میں بعضے تو ایسے ہیں کہ ایک تنہ سے اوپر جا کر دو تنے ہو جاتے ہیں اور بعضے میں دو تنے نہیں ہوتے (بلکہ جڑ سے شاخوں تک ایک ہی تنہ چلا جاتا ہے اور) سب کو ایک ہی طرح کا پانی دیا جاتا ہے اور (باوجود اس کے پھر بھی) ہم ایک کو دوسرے پر پھلوں میں فوقیت دیتے ہیں ان امور (مذکورہ) میں (بھی) سمجھ داروں کے (سمجھنے کے) واسطے (توحید کے) دلائل (موجود) ہیں۔ **ف** : تَرَوْنَهَا سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ یہ جو نظر آتا ہے آسمان ہے اور فلاسفہ جو اس رنگ محسوس کو نور وظلمت کی ترکیب کا اثر بتلاتے ہیں ہم اس کے منکر نہیں لیکن اگر باوجود اس کے اسی میں آسمان کا رنگ بھی نظر آتا ہو تو کیا تعجب ہے خواہ وہ رنگ اسی کے مناسب ہو جیسا ظاہر حدیث **ما اظلت الخضراء** سے معلوم ہوتا ہے اور یا دوسرا رنگ ہو کہ امتزاج سے ایسا محسوس ہونے لگا ہو جیسا فرض کیجئے ایک سفید کپڑے کے سامنے دو آئینے ہوں ایک سفید اور ایک سیاہ تو ان دونوں کے اندر سے وہ کپڑا ابھی نظر آتا ہے گو اصلی رنگ پر نہ سہی پس اس صورت میں خضراء اس کو باعتبار عارض کے فرما دیا اور آیت : وَاِلَی السَّمَآءِ كَیْفَ رُفِعَتْ [الغاشیة : ۱۸] سے بھی ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ آسمان نظر آتا ہے اور بعض نے یہ کہا ہے کہ یہ رویت اور نظر حکمی ہے حقیقی نہیں یعنی دلائل سے اس کا وجود اور صفت وکیفیت ایسی معلوم ہے جیسے گویا دیکھ لیا۔ واللہ اعلم۔ **ف** : صِنْوَانٌ کے ترجمہ میں دو تنہ کی تخصیص تمثیلاً ہے ورنہ بعض میں تین چار تک دیکھے گئے ہیں اور پھر ہر ایک میں پتھے الگ الگ نکلتے ہیں اور پھر پھل الگ الگ لگتے ہیں۔

ترجمہ مسائل السلوک : قوله تعالیٰ : وَفِی الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ (الی قوله تعالی) یُّسْقٰی بِمَآءٍ وَّاحِدٍ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰی بَعْضٍ فِی الْاُكُلِ اس سے معلوم ہوا کہ اگر فاعل واحد بھی ہو تب بھی قوابل کے اختلاف فی الاستعداد سے ثمرات مختلف پیدا ہوتے ہیں ایسا ہی حال ہے قلوب مختلفة الاستعداد کا کہ باوجود مربی کے واحد ہونے کے ان میں حالات مختلفہ پیدا ہوتے ہیں اور یہ مربی کے نہ اختیار میں ہے نہ اس کے بخل کی دلیل ہے ۱۲۔

ملحقات الترجمة : ۱ قوله فی الكتب بڑی افاده الاطلاق فكانه هو الكتاب لا غير واستلزم ذلك فخامة ۱۲۔

اختلاف القراءة : فی قراءة وزرع ونخيل مجرورين عطفا على اعناب وهو كما فی الكشف من باب متقلد سيفا ورمحا او المراد ان فی الجنات فرجا مزروعة بين الاشجار والا فلا يقال للمزرعة وحدها جنة قال فی روح المعانی وهذا احسن منظر او انزه ۱۲۔

اللغات : قوله عمد اسم جمع قوله سخر جعلهما طائعين لما اريد منهما۔ قوله يدبر فيه مجاز ای يتصرف من غير نظر الی معنی الفكر فی العواقب قوله مد بسط قوله رواسی ثوابت صنوان الفرعان من اصل واحد ۱۲۔

النحو : قوله ترونها استيناف وقيل صفة عمد ثم النفی اما متوجه الی المقيد والقيد ای لا عمد ولا رؤية وقيل الی القيد فقط والعمد مثبت بان يراد به القدرة الالٰهية كقوله تعالیٰ ان الله يمسك السمٰوٰت الخ ۱۲۔

البلاغة : قوله رفع السمٰوٰت وهذا كقوله سبحان الذی كبر الفيل وصغر البق ۱۲۔

وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ۬ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ وَیَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّیِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ

مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ؕ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ ۚ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ وَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝

اور (اے محمدؐ) اگر آپ کو تعجب ہو تو (واقعی) ان کا یہ قول تعجب کے لائق ہے کہ جب ہم خاک ہو گئے کیا ہم پھر از سرنو (قیامت کے روز) پیدا ہو گئے یہ وہ لوگ ہیں کہ انہوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا اور ایسے لوگوں کی گردنوں میں (دوزخ میں) طوق ڈالے جائیں گے اور ایسے لوگ دوزخی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ لوگ عافیت (ختم میعاد) سے آپ کے مصیبت (کے نزول) کا تقاضا کرتے ہیں حالانکہ ان سے پہلے (اور کفار پر) واقعات عقوبت گزر چکے ہیں اور یہ بات بھی یقینی ہے کہ آپ کا رب لوگوں کی خطائیں باوجود ان کی بے جا حرکتوں کے معاف کر دیتا ہے اور یہ بات بھی یقینی ہے کہ آپ کا رب سخت سزا دیتا ہے اور یہ کفار یوں (بھی) کہتے ہیں کہ ان پر خاص معجزہ جو ہم چاہتے ہیں کیوں نہیں نازل کیا گیا آپ صرف ڈرانے والے نبی ہیں اور ہر قوم کے لئے ہادی ہوتے چلے آئے ہیں۔

تفسیر ربط: اوپر توحید کا اثبات تھا آگے جواب ہے کفار کے شبہات کا جو نبوت کے متعلق تھے مع وعید کے اور وہ تین شبہے تھے اول: بعث ونشر کو وہ لوگ محال سمجھتے تھے اور اس سے نفی نبوت پر استدلال کرتے تھے جیسا دوسری آیت میں ہے: هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ [سبأ: ۷] دوسرا شبہ یہ تھا کہ اگر آپ نبی ہیں تو انکار نبوت پر جس عذاب کی آپ وعید سناتے ہیں وہ کیوں نہیں آتا کقولہ تعالیٰ: اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ الخ تیسرا شبہ یہ تھا کہ جن معجزات کی ہم فرمائش کرتے ہیں وہ کیوں نہیں ظاہر کئے جاتے آیت وَاِنْ تَعْجَبْ الخ میں اول شبہ کا رد ہے اور آیت وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ الخ میں دوسرے شبہ کا جواب اور آیت: وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا الخ میں تیسرے شبہ کا جواب ہے۔ کذا فی الکبیر۔

جواب مطاعن بر نبوت:

وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ (الی قولہ تعالی) وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝ اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ کو (ان لوگوں کے انکار بعث سے) تعجب ہو تو (واقعی) ان کا یہ قول تعجب کے لائق ہے کہ جب ہم (مر کر) خاک ہو گئے کیا (خاک ہو کر) ہم (قیامت کو) از سرنو پیدا ہوں گے (تعجب کے لائق اس لئے کہ جو ذات ایسی اشیاء مذکورہ کے خلق پر ابتداءً قادر ہے اس کو دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے اور اسی سے جواب ہو گیا استبعاد بعث کا اور انکار نبوت کا بھی جس کا مبنیٰ وہ استبعاد تھا ایک کے جواب سے دوسرے کا جواب ہو گیا آگے ان کے لئے وعید ہے کہ) یہ وہ لوگ ہیں کہ انہوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا (کیونکہ انکار بعث سے اس کی قدرت کا انکار کیا و نیز انکار نبوت سے جو لازم تھا انکار بعث سے حق تعالیٰ کی صفت تائید الحق کا انکار کیا کہ اظہار معجزات ید کاذب پر ایک قسم ہے تائید باطل و تلبیس حق کی) اور ایسے لوگوں کی گردنوں میں (دوزخ میں) طوق ڈالے جاویں گے اور ایسے لوگ دوزخی ہیں (اور) وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ لوگ عافیت (کی میعاد ختم ہونے) سے پہلے آپ سے مصیبت (کے نازل ہونے) کا تقاضا کرتے ہیں (کہ اگر آپ نبی ہیں تو جلدی عذاب منگا دیجئے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عذاب کے وقوع کو بڑا بعید سمجھتے ہیں) حالانکہ ان سے پہلے (اور کفار پر) واقعات عقوبت گزر چکے ہیں (تو ان پر آجانا کیا مستبعد) اور (اللہ تعالیٰ کے غفور اور رحیم ہونے کو سن کر یہ لوگ مغرور نہ ہو جاویں کہ اب ہم کو عذاب نہ ہوگا کیونکہ صرف غفور رحیم ہی نہیں ہیں اور پھر سب کے لئے غفور رحیم نہیں ہیں بلکہ دونوں باتیں اپنے اپنے موقع پر ظاہر ہوتی ہیں یعنی) یہ بات بھی یقینی ہے کہ آپ کا رب لوگوں کی خطائیں باوجود ان کی (ایک خاص درجہ کی) بیجا حرکتوں کے معاف کر دیتا ہے اور یہ بات بھی یقینی ہے کہ آپ کا رب سخت سزا دیتا ہے (یعنی اس میں دونوں صفتیں ہیں اور ہر ایک کے ظہور کی شرطیں اور اسباب ہیں پس انہوں نے بلا سبب اپنے کو مستحق رحمت و مغفرت کیسے سمجھ لیا بلکہ کفر کی وجہ سے ان کے لئے تو اللہ تعالیٰ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ہے) اور یہ کفار (قدح نبوت کی غرض سے) یوں (بھی) کہتے ہیں کہ ان پر خاص معجزہ (جو ہم چاہتے ہیں) کیوں نہیں نازل کیا گیا (اور یہ اعتراض محض حماقت ہے کیونکہ آپ مالک معجزات نہیں بلکہ) آپ صرف (عذاب خدا سے کافروں کو) ڈرانے والے (یعنی نبی) ہیں (اور نبی کے لئے مطلق معجزہ کی ضرورت ہے جو کہ ظاہر ہو چکا ہے نہ کہ خاص معجزہ کی) اور (کوئی آپ انوکھے نبی نہیں ہوئے بلکہ) ہر قوم کے لئے (امم ماضیہ میں) ہادی ہوتے چلے آئے ہیں (ان میں بھی یہی قاعدہ چلا آیا ہے کہ دعویٰ نبوت کے لئے مطلق دلیل کو کافی قرار دیا گیا خاص دلیل کا التزام نہیں ہوا) ف: آیت میں ہادی عام ہے نبی اور نائب نبی کو پس ہند میں مطلق ہادی کے آنے سے اس کا نبی ہونا لازم نہیں البتہ محتمل ہے اس میں زیادہ بحث ضرور نہیں۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قولہ فی فعجب واقعی الی لائق اشارة الی تقدیر الجزاء ای ان تعجب فحق لك التعجب لان قولهم حقیق بالتعجب ۱۲۔ ۲ قولہ قبل وقد خلت جس سے معلوم الخ اشارة الی توجیه الحال و التقدیر یستعجلونك مستهزئین بانذارك منکرین لوقوع ما انذرتهم ایاه و الحال انه قد مضت العقوبات علی امثالهم کذا فی الروح ۱۲۔ ۳ قولہ فی ظلمهم خاص درجہ المراد به المعصیة احتراز

عن الکفر ۱۲۔

اللغات: قوله المثلث جمع مثلة كسمرة وسمرات وهى العقوبة الفاضحة سميت بها لما بين العقاب والمعاقب به من المماثلة ۱۲۔

النحو: قوله اذا كنا عامله ما دل عليه انا لفى خلق اى نبعث و تكرار الهمزة للتاكيد قوله قبل الحسنة بتقدير المضاف اى قبل انقضاء الزمان المقدر لها كذا فى الروح ۱۲۔

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ؕ وَكُلُّ شَیْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ⑧ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ⑨ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۭ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ⑩ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ⑪ هُوَ الَّذِیْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ⑫ ۚ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِی اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ⑬ ؕ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَیْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَی الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ ⑭ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ⑮ السجدة قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِی الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ اَمْ هَلْ تَسْتَوِی الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۚ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ⑯

اللہ تعالیٰ کو سب خبر رہتی ہے جو کچھ کسی عورت کو حمل رہتا ہے اور جو کچھ رحم میں کمی بیشی ہوتی ہے اور ہر چیز اللہ کے نزدیک ایک خاص انداز سے (مقرر) ہے وہ تمام پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا جاننے والا ہے سب سے بڑا اور عالی شان ہے۔ تم میں سے جو شخص کوئی بات چپکے سے کہے اور جو پکار کر کہے اور جو شخص رات کو کہیں چھپ جاوے اور جو دن کو چلے پھرے یہ سب برابر ہیں ہر شخص (کی حفاظت) کے لئے کچھ فرشتے (مقرر) ہیں جن کی بدلی ہوتی رہتی ہے کچھ اس کے آگے اور کچھ اس کے پیچھے کہ وہ بحکم خدا اس کی حفاظت کرتے ہیں واقعی اللہ تعالیٰ کسی قوم کی (اچھی) حالت میں تغیر نہیں کرتے جب تک کہ وہ لوگ خود اپنی صلاحیت کی حالت کو نہیں بدل دیتے اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر مصیبت ڈالنا تجویز کر لیتا ہے تو پھر اس کے ہٹنے کی کوئی صورت نہیں اور کوئی خدا کے سوا ان کا مددگار نہیں رہتا۔ وہ ایسا ہے کہ تم کو بجلی دکھاتا ہے جس سے ڈر بھی ہوتا ہے اور امید بھی ہوتی ہے اور وہ بادلوں کو (بھی) بلند کرتا ہے جو پانی سے بھرے ہوتے ہیں اور رعد (فرشتہ) اس کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتا ہے اور (دوسرے) فرشتے بھی اور اس کے خوف سے اور وہ بجلیاں بھیجتا ہے پھر جس پر چاہے گرا دیتا ہے اور وہ لوگ اللہ کے باب میں جھگڑتے ہیں حالانکہ وہ بڑا شدید القوۃ ہے۔ سچا پکارنا اسی کے لئے خاص ہے اور خدا کے سوا جن کو یہ پکارتے ہیں وہ ان کی درخواست کو اس سے زیادہ منظور نہیں کر سکتے جتنا پانی اس شخص کی درخواست کو منظور کرتا ہے جو اپنے دونوں پانی کی طرف پھیلائے ہوئے ہوتا ہے کہ وہ اس کے منہ تک اڑ کر آ جاوے وہ اس کے منہ تک (از خود) آنے والا نہیں اور کافروں کی درخواست (ان معبود باطلہ سے) کرنا محض بے اثر ہے۔ اور اللہ کے سامنے سب سر خم کئے ہیں جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں خوشی سے اور مجبوری سے اور ان کے سائے بھی صبح اور شام کے وقتوں میں ہیں۔ آپ کہئے کہ آسمانوں اور زمین کا پروردگار کون ہے آپ وہی کہہ دیجئے کہ اللہ ہے (پھر) آپ یہ کہئے کہ کیا پھر بھی تم نے خدا کے سوا دوسرے مددگار قرار دے رکھے

ہیں جو خود اپنی ذات کے نفع نقصان کا بھی اختیار نہیں رکھتے آپ یہ (بھی) کہئے کہ اندھا اور آنکھوں والا برابر ہو سکتا ہے یا کہیں تاریکی اور روشنی برابر ہو سکتی ہے یا انہوں نے اللہ کے ایسے شریک قرار دے رکھے ہیں کہ انہوں نے بھی (کسی چیز کو پیدا کیا ہو جیسے خدا پیدا کرتا ہے پھر ان کو پیدا کرنا ایک سا معلوم ہوا ہو آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے اور وہی واحد ہے غالب ہے۔

تفسیر ربط: اوپر بحث نبوت سے پہلے توحید کا مضمون تھا آگے پھر عود ہے اسی طرف کہ اَللّٰهُ یَعْلَمُ الخ میں اپنا وسیع العلم ہونا اور لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ الخ میں اپنا حافظ خلق ہونا اور هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمُ الخ میں اپنا عظیم الشان ہونا اور لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ الخ میں اپنا مجیب الدعوات ہونا اور وَلِلّٰهِ یَسْجُدُ الخ میں اپنا قادر مطلق ہونا اور قُلْ مَنْ رَّبُّ الخ میں اپنا خالق ہونا مذکور فرمایا ہے۔

عود بسوئے توحید☆ اَللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى (الی قولہ تعالی) وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ۝ اللہ تعالیٰ (کا علم ایسا وسیع ہے کہ اس) کو سب خبر رہتی ہے جو کچھ کسی عورت کو حمل رہتا ہے (یعنی لڑکا ہے یا لڑکی ہے) اور جو کچھ (ان عورتوں کے) رحم میں کمی بیشی ہوتی ہے (بچہ میں یا مدت میں مثلاً کبھی ایک بچہ ہوتا ہے کبھی زیادہ کبھی جلدی ہوتا ہے کبھی دیر میں) اور ہر شئے اللہ کے نزدیک (یعنی اس کے علم میں) ایک خاص انداز سے (مقرر) ہے وہ تمام پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا جاننے والا ہے سب سے بڑا (اور) عالی شان ہے تم میں سے جو شخص کوئی بات چپکے سے کہے اور جو پکار کر کہے اور جو شخص رات میں کہیں چھپ جاوے اور جو دن میں چلے پھرے یہ سب (خدا کے علم میں) برابر ہیں (یعنی سب کو یکساں جانتا ہے اور جیسا تم میں سے ہر شخص کو جانتا ہے اسی طرح ہر ایک کی حفاظت بھی کرتا ہے چنانچہ تم میں سے) ہر شخص (کی حفاظت) کے لئے کچھ فرشتے (مقرر) ہیں جن کی بدلی ہوتی رہتی ہے کچھ اس کے آگے اور کچھ اس کے پیچھے کہ وہ بحکم خدا (بہت بلاؤں سے) اس کی حفاظت کرتے ہیں (اور اس سے کوئی یوں نہ سمجھ جاوے کہ جب فرشتے ہمارے محافظ ہیں پھر جو چاہے کرو معصیت خواہ کفر کسی طرح عذاب نازل ہی نہ ہوگا یہ سمجھنا بالکل غلط ہے کیونکہ) واقعی اللہ تعالیٰ (ابتداءً تو کسی کو عذاب دیتا نہیں چنانچہ اس کی عادت ہے کہ وہ) کسی قوم کی (اچھی) حالت میں تغیر نہیں کرتا جب تک وہ لوگ خود اپنی (صلاحیت کی) حالت کو نہیں بدل دیتے (مگر اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ جب وہ اپنی صلاحیت میں خلل ڈالنے لگتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر مصیبت وعقوبت تجویز کی جاتی ہے) اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر مصیبت ڈالنا تجویز کر لیتا ہے تو پھر اس کے ہٹنے کی کوئی صورت نہیں (وہ واقع ہو ہی جاتی ہے) اور (اسی وقت میں) کوئی خدا کے سوا (جن کی حفاظت کا ان کو زعم ہے) ان کا مددگار نہیں رہتا (حتیٰ کہ فرشتے بھی ان کی حفاظت نہیں کرتے اور اگر کرتے بھی تو حفاظت ان کی کام نہ آسکتی) وہ ایسا (عظیم الشان) ہے کہ تم کو (بارش کے وقت) بجلی (چمکتی ہوئی) دکھلاتا ہے جس سے (اس کے گرنے کا) ڈر بھی ہوتا ہے اور (اس سے بارش کی) امید بھی ہوتی ہے اور وہ بادلوں کو (بھی) بلند کرتا ہے جو پانی سے بھرے ہوتے ہیں اور رعد (فرشتہ) اس کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتا ہے اور (دوسرے) فرشتے بھی اس کے خوف سے (اس کی تحمید وتسبیح کرتے ہیں اور وہ (زمین کی طرف) بجلیاں بھیجتا ہے پھر جس پر چاہے گرا دیتا ہے اور وہ لوگ اللہ کے باب میں (یعنی اس کی توحید میں باوجود اس کے ایسے عظیم الشان ہونے کے) جھگڑتے ہیں حالانکہ وہ بڑا شدید القوت ہے (کہ جس سے ڈرنا چاہئے مگر یہ لوگ ڈرتے نہیں اور اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں اور وہ ایسا مجیب الدعوات ہے کہ) سچا پکارنا اسی کے لئے خاص ہے (کیونکہ اس کو قبول کرنے کی قدرت ہے) اور خدا کے سوا جن کو یہ لوگ (اپنے حوائج ومصائب میں) پکارتے ہیں وہ (بوجہ عدم قدرت کے) ان کی درخواست کو اس سے زیادہ منظور نہیں کر سکتے جتنا پانی اس شخص کی درخواست کو منظور کرتا ہے جو اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلائے ہو (اور اس کو اشارہ سے اپنی طرف بلا رہا ہو) تاکہ وہ (پانی) اس کے منہ تک (اڑ کر) آ جاوے اور وہ (از خود) اس کے منہ تک (کسی طرح) آنے والا نہیں (پس جس طرح پانی ان کی درخواست قبول کرنے سے عاجز ہے اسی طرح ان کے معبود عاجز ہیں اگر وہ غیر ذی روح ہیں تب تو ظاہر ہے اور اگر وہ ذی روح ہیں تب بھی قادر حقیقی کے روبرو تو عاجز ہی ہیں) اور (چونکہ وہ معبودین ان کی درخواست کے قبول کرنے سے عاجز ہیں اس لئے) کافروں کی (ان سے) درخواست کرنا محض بے اثر ہے اور اللہ ہی (ایسا قادر مطلق ہے کہ اسی) کے سامنے سب سرخم کئے ہیں جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں (بعضے) خوشی سے اور (بعضے) مجبوری سے (خوشی سے یہ کہ) باختیار خود عبادت کرتے ہیں اور مجبوری کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس مخلوق میں جو تصرف کرنا چاہتے ہیں وہ اس کی مخالفت نہیں کر سکتا) اور ان (زمین والوں) کے سائے بھی (سرخم کئے ہیں) صبح اور شام کے وقتوں میں (یعنی سایہ کو جتنا چاہیں بڑھائیں جتنا چاہیں گھٹائیں اور صبح وشام کے وقت چونکہ امتداد اور تقلص ان کا زیادہ ظاہر ہوتا ہے اس لئے تخصیص کی گئی ورنہ سایہ بھی بایں معنی ہر طرح مطیع ہے اور چونکہ مثل صفات بالا کے وہ تمام عالم کا خالق بھی ہے اس لئے اس مضمون کی تقریر وتحقیق کے لئے) آپ (ان سے یوں) کہئے کہ آسمانوں اور زمین کا پروردگار (یعنی موجد ومبقی یعنی خالق وحافظ) کون ہے (اور چونکہ اس کا جواب متعین ہے اس لئے جواب بھی) آپ (ہی) کہہ دیجئے کہ اللہ ہے (پھر) آپ یہ کہئے کہ کیا (یہ دلائل توحید سن کر) پھر بھی تم نے خدا کے سوا دوسرے مددگار (یعنی معبودین) قرار دے رکھے ہیں جو (بوجہ غایت عجز کے) خود اپنی ذات کے نفع نقصان کا بھی اختیار نہیں رکھتے (اور پھر شرک کے ابطال اور

توحید کے احقاق کے بعد اہل توحید واہل شرک اور خود توحید وشرک کے درمیان اظہارِ فرق کے لئے) آپ یہ (بھی) کہئے کہ کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہوسکتا ہے (یہ مثال ہے مشرک اور موحد کی) یا کہیں تاریکی اور روشنی برابر ہوسکتی ہے (یہ مثال ہے شرک اور توحید کی) یا انہوں نے اللہ کے ایسے شریک قرار دے رکھے ہیں کہ انہوں نے بھی (کسی چیز کو) پیدا کیا ہو جیسا خدا (ان کے اعتراف کے موافق بھی) پیدا کرتا ہے پھر (اس وجہ سے) ان کو (دونوں کا) پیدا کرنا ایک سا معلوم ہوا ہو (اور اس سے استدلال کیا ہو کہ جب دونوں یکساں خالق ہیں تو دونوں یکساں معبود بھی ہوں گے سو اس کے متعلق بھی) آپ (ہی) کہہ دیجئے کہ اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے اور وہی (اپنی ذات وصفات کمال میں) واحد ہے (اور سب مخلوقات پر) غالب ہے۔ **ف**: لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ الخ سے جو شبہ پیدا ہوا تھا اس کے جواب کے لئے گو صرف وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا الخ کافی ہے مگر اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ الخ کا فائدہ یہ ہے کہ یہ بھی ایک منشاء تھا اسی اشتباہ کا جو لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ سے پیدا ہوا تھا یعنی بعض صورتوں میں عدم تغییر کو دیکھ کر بھی دھوکہ ہوسکتا تھا کہ کسی صورت میں تغییر واقع نہ کیا جاوے گا اس لئے تغییر کے یقینی انتفاء کی ایک حد بیان فرمادی گئی جیسا کہ یہ سب ترجمہ کی تقریر سے ظاہر ہے اور بعض لوگوں کو وسوسہ ہوا ہے کہ باوجود حفاظت ملائکہ کے پھر کیوں بعض حوادث کا وقوع ہوتا ہے جواب ظاہر ہے کہ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ [هود: ۴۳] کی اس میں قید ہے پس جب کسی حکمت کی وجہ سے جس کی تعیین کا علم ہونا ہم کو ضرور نہیں حکم حفاظت کا نہیں ہوتا وہ ملائکہ اپنا کام نہیں کرتے اور اگر کسی کو یہ وسوسہ ہو کہ حفاظت تو ویسے بھی ہوسکتی تھی ملائکہ کے مقرر ہونے کی کیا ضرورت جواب یہ ہے کہ ضرورت کی نفی سے حکمت کی نفی لازم نہیں آتی مثل دوسرے اسباب کے اس میں بھی حکمتیں ہوں گی اور اگر کسی کو یہ وسوسہ ہو کہ بعض اوقات دیکھا جاتا ہے کہ باوجود ارتکاب معاصی کے عافیت اور نعمت زائل نہیں ہوتی اور بعض اوقات باوجود اجتناب معاصی کے عافیت اور نعمت زائل ہوجاتی ہے اور یہ دونوں امر مقتضائے اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ الخ کے منافی ہیں جواب یہ ہے کہ امر اول تو ظاہراً بھی منافی نہیں کیونکہ آیت کا مدلول یہ نہیں کہ ان کی تغییر حالت سے ہم ضرور تغییر کردیں گے بلکہ اس کا مدلول یہ ہے کہ بدوں ان کی تغییر کے ہم تغییر نہ کریں گے سو امر اول ظاہر ہے کہ اس مدلول کے منافی نہیں اور امر ثانی بھی تامل کے بعد منافی نہیں کیونکہ مَا بِقَوْمٍ سے مراد رحمت الٰہیہ اور اس کی تغییر سے مراد غضب اور ناراضی ہے جیسا مَا بِاَنْفُسِهِمْ سے مراد طاعت اور اس کی تغییر سے مراد معصیت ہے پس حاصل مدلول آیت یہ ہوا کہ بدوں معصیت کے ہم ناراض نہیں ہوتے پس اجتناب معاصی میں ناراضی کی نفی یقینی ہے نعمت اور عافیت کی نفی کا وعدہ نہیں پس امر ثانی کو مدلول آیت سے کوئی تنافی نہیں اور اس بناء پر امر اول کے عدم تنافی کی اور بھی تقریر ممکن ہے وہ یہ کہ ارتکاب معاصی سے گو نعمت اور عافیت ظاہری زائل نہ ہو لیکن حق تعالیٰ کی ناراضی کسی درجہ میں تو ضرور مرتب ہوجاتی ہے چنانچہ روح المعانی میں بروایت ابن ابی شیبہ وابو الشیخ وابن مردویہ حضرت علیؓ سے مرفوعاً ایک حدیث قدسی نقل کی ہے جس میں یہ مضمون مصرح ہے اس کے الفاظ یہ ہیں وعزتی وجلالی وارتفاعی فوق عرشی ما من اهل قرية ولا اهل بيت ولا رجل ببادية كانوا على ما كرهت من معصيتي ثم تحولوا عنها الى ما احبت من طاعتي الا تحولت لهم عما يكرهون من عذابي الى ما يحبون من رحمتي وما من اهل قرية ولا اهل بيت ولا رجل ببادية كانوا على ما احببت من طاعتي ثم تحولوا عنها الى ما كرهت من معصيتي الا تحولت لهم عما يحبون من رحمتي الى ما يكرهون من عذابي اور اس تفسیر سے ایک اور وسوسہ زائل ہوگیا وہ یہ کہ بعض آیات واحادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ذنوب خاصہ سے کبھی مواخذہ عامہ بھی ہوتا ہے تو غیر عاصی کا ماخوذ ہونا بظاہر منافی ہے مدلول اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ الخ کے وجہ زوال ظاہر ہے کہ اگر یہ ماخوذین باوجود قدرت کے مداہنت کرتے تھے تب تو یہ بھی ایک معصیت کے مرتکب تھے تو کچھ اشکال ہی نہیں اور اگر اس سے بھی محفوظ تھے تو وہ مواخذہ صورۃً ہے غضب اور ناراضی نہیں ہے پس دونوں میں کچھ تنافی نہ ہوئی اور ظاہر آیت سے کہ رعد کا ذکر ملائکہ کے ساتھ کیا گیا اور ترمذی کی حدیث مرفوع کی تصریح سے رعد کا ایک فرشتہ ہونا معلوم ہوتا ہے اور اسی حدیث سے برق کا اس فرشتہ کے ہاتھ میں ایک ناری تازیانہ ہونا معلوم ہوتا ہے اس میں بعض نے ایک اشکال نقلی کیا ہے اور ایک اشکال عقلی اول یہ کہ سورۂ بقرہ میں رعد نکرہ آیا ہے سو اگر علم ہوتا تو نکرہ نہ آتا دوسرا یہ کہ فلاسفہ نے اس کے خلاف ذکر کیا ہے اول کا جواب یہ ہے کہ رعد جیسا فرشتہ کا نام ہے ایسے ہی رعد اس فرشتہ کی آواز کو بھی کہتے ہیں پس نکرہ سے مراد اس کی صوت ہے اور دوسرے کا جواب یہ ہے کہ اگر اس آواز کا سبب ظاہری فلاسفہ کے قول کے موافق ہو اور سبب حقیقی اخبار شرع کے مطابق ہو تو اس میں کوئی اشکال نہیں چنانچہ انسان کی آواز کا ظاہری سبب قلع وقرع خاص ہے اور حقیقی سبب اس کی روح ہے اسی طرح یہاں ہونا بھی مستبعد نہیں اور یہ بھی کہنا مضائقہ نہیں کہ گاہے یہ سبب ہوا اور گاہے وہ ہو کیونکہ مسبب واحد کے اسباب کا متعدد ہونا جائز ہے اسی طرح برق کی حقیقت تو وہی ہو جو فلاسفہ کہتے ہیں مگر وہ اس فرشتہ کے قبضہ میں ہو تو اس میں کوئی استبعاد نہیں یا گاہے یہ ہوگا گاہے وہ ہو خوب سمجھ لو والله اعلم وعلمه اتم واحكم۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ روح میں نصرآبادی سے منقول ہے کہ یہ حکم عوام وخواص سب کو عام ہے اور خواص کے لئے زیادہ کاوش ہوتی ہے ۱۲۔ قولہ تعالیٰ: وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ اس

سے غیر اللہ احیاء و اموات سے استغاثہ کرنے والوں کا خسران معلوم ہوتا ہے اور یہ بلا کثرت سے پھیل گئی ۱۲۔ قولہ تعالیٰ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا اول انقیاد تشریعی ہے دوسرا انقیاد تکوینی ۱۲۔

ملحقات الترجمة: ۱۔ قوله في تغيض رحم ميں اشارة الى الاسناد المجازى والفاعل ما يلابس الرحم من الولد او المدقة ان كان الغيض والازدياد لازمين او الفاعل هو الله تعالىٰ ان كانا متعديين ۱۲۔ ۲۔ قوله في رب السمٰوٰت خالق كذا في الروح ۱۲۔

اللغات: سارب ذاهب من القاموس ۱۲۔ قوله معقبٰت بمعنى متعقبات لا يا ايها وذهابهماتنا وبين۔ قوله المخال من المخل وهو المكر والتدبير والمراد القوة ۱۲۔

النحو: قوله دعوة الحق اى الدعوة اى الذى يترتب عليه الاثر قوله الا كباسط تقديره الا كاستجابة الماء باسط كفيه قوله خوفا وطمعا بمعنى خائفين وطامعين حال من ضمير المفعول قوله الثقال جمع لكون السحاب جنسا ۱۲۔

البلاغة: قوله سواء منكم تخصيص بعد تعميم استفيد من عالم الغيب الخ وفي تقيد المستخفى بالليل مبالغة ۱۲۔

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ؕ وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ؕ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ۝

اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی نازل فرمایا پھر نالے بھر کر اپنی مقدار کے موافق چلنے لگے پھر وہ سیلاب خس وخاشاک کو بہالایا جو اس (پانی) کے اوپر لا رہا ہے اور جن چیزوں کو آگ کے اندر اور اسباب بنانے کی غرض سے تپاتے ہیں اس میں ایسا ہی میل کچیل اوپر آ جاتا ہے اللہ تعالیٰ حق (یعنی ایمان وغیرہ) اور باطل (یعنی کفر وغیرہ) کی اسی طرح مثال بیان کر رہا ہے سو جو میل کچیل تھا وہ تو پھینک دیا جاتا ہے اور جو چیز لوگوں کے کارآمد ہے وہ دنیا میں (نفع رسانی کے ساتھ) رہتی ہے اللہ تعالیٰ اسی طرح (ہر ضروری مضمون میں) مثالیں بیان کیا کرتے ہیں۔

تفسیر ربط: اوپر توحید کا حق ہونا اور شرک کا باطل ہونا مذکور تھا آگے اس حق اور اس باطل کی دو مثالیں مذکور ہیں جیسا اوپر بھی ایک تمثیل نور وظلمات کے ساتھ مذکور ہوئی ہے۔

مثال حق و باطل ☆ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ (الی قولہ تعالی) كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ۝ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی نازل فرمایا پھر (اس پانی سے) نالے (بھر کر) اپنی مقدار کی موافق چلنے لگے (یعنی چھوٹے نالے میں تھوڑا پانی اور بڑے نالے میں زیادہ پانی) پھر وہ سیلاب (کا پانی) خس وخاشاک کو بہالایا جو اس (پانی) کی (سطح کے) اوپر (آ رہا) ہے (ایک کوڑا کرکٹ تو یہ ہے) اور جن چیزوں کو آگ کے اندر (رکھ کر) زیور یا اور اسباب (ظروف وغیرہ) بنانے کی غرض سے تپاتے ہیں اس میں بھی ایسا ہی میل کچیل (اوپر آ جاتا) ہے (پس ان دو مثالوں میں دو چیزیں ہیں ایک کارآمد چیز کہ اصل پانی اور اصل مال ہے اور ایک ناکارہ چیز کہ کوڑا کرکٹ میل کچیل ہے غرض) اللہ تعالیٰ حق (یعنی توحید وایمان وغیرہ) اور باطل (یعنی کفر وشرک وغیرہ) کی اسی طرح کی مثال بیان کر رہا ہے (جس کی تکمیل اگلے مضمون سے ہوتی ہے) سو (ان دونوں مذکورہ مثالوں میں) جو میل کچیل تھا وہ تو پھینک دیا جاتا ہے اور جو چیز لوگوں کے کارآمد ہے وہ دنیا میں (نفع رسانی کے ساتھ) رہتی ہے (اور جس طرح اس حق وباطل کی مثال بیان کی گئی) اللہ تعالیٰ اسی طرح (ہر ضروری مضمون میں) مثالیں بیان کیا کرتے ہیں۔ **ف**: حاصل دونوں مثالوں کا یہ ہے کہ جیسا ان مثالوں میں میل کچیل برائے چندے اصلی چیز کے اوپر نظر آتا ہے لیکن انجام کار وہ پھینک دیا جاتا ہے اور اصلی چیز رہ جاتی ہے اسی طرح باطل گو برائے چندے حق کے اوپر غالب نظر آوے لیکن آخر کار باطل محو اور مغلوب ہو جاتا ہے اور حق باقی اور ثابت رہتا ہے کذا فی الجلالین۔

اللغات: قوله اودية جمع وادى الموضع الذى يسيل فيه الماء بكثرة قوله فاحتمل حمل قوله السيل الماء الجارى فى الاودية قوله زبدا هو الغثاء الذى يطرحه الوادى وله رابيا عاليا منتفى فوق الماء قوله جفاء جفاء الماء بالزبد اذا قذفه ۱۲۔

النحو: قوله بقدرها متعلق بسالت قوله و مما يوقدون اى الناس بدلالة المقام خبر مقدم وابتغاء مفعول له وزبد مبتدأ مؤخر وقوله جفاء حال ۱۲۔

البلاغة: تنكير اودية لان الاستيعاب غير واقع وزيادة قوله فى النادر قيل للاشعار بالمبالغة فى الاحتمال للاذابة وحصول الزبد ۱۲۔

لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى ۚ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ ۙ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۸﴾ اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۹﴾ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ﴿۲۰﴾ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ﴿۲۱﴾ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۲﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۴﴾ وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۙ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۲۵﴾

جن لوگوں نے اپنے رب کا کہنا مان لیا ان کے واسطے اچھا بدلہ ہے اور جن لوگوں نے اس کا کہنا نہ مانا ان کے پاس اگر تمام دنیا بھر کی چیزیں (موجود) ہوں اور (بلکہ) اس کے ساتھ اور بھی ہو تو وہ سب اپنی رہائی کے لئے دے ڈالیں ان لوگوں کو سخت حساب ہوگا اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بری قرارگاہ ہے۔ جو شخص یہ یقین رکھتا ہو کہ جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل ہوا ہے وہ سب حق ہے کیا ایسا شخص اس کی طرح ہو سکتا ہے جو کہ اندھا ہے پس نصیحت تو سمجھدار ہی لوگ قبول کرتے ہیں اور یہ (سمجھدار لوگ ایسے ہیں) کہ اللہ سے جو کچھ انہوں نے عہد کیا ہے اس کو پورا کرتے ہیں اور اس عہد کو توڑتے نہیں اور یہ ایسے ہیں کہ اللہ نے جن علاقوں کے قائم رکھنے کا حکم کیا ہے ان کو قائم رکھتے ہیں اور اپنے رب سے ڈرتے رہتے ہیں اور سخت عذاب کا اندیشہ رکھتے ہیں اور یہ لوگ ایسے ہیں کہ اپنے رب کی رضامندی کے جویاں رہ کر مضبوط رہتے ہیں اور نماز کی پابندی کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو روزی دی ہے اس میں سے چپکے بھی اور ظاہر کر کے بھی خرچ کرتے ہیں اور بدسلوکی کو حسن سلوک سے ٹال دیتے ہیں اس جہاں میں نیک انجامی ان لوگوں کے واسطے ہے یعنی ہمیشہ رہنے کی جنتیں جن میں وہ لوگ بھی داخل ہوں گے اور ان کے ماں باپ اور بیبیوں اور اولاد (میں جو جنت کے) لائق ہوں گے وہ بھی داخل ہوں گے اور فرشتے ان کے پاس ہر (سمت کے) دروازہ سے آتے ہوں گے (اور یہ کہتے ہوں گے) کہ تم صحیح سلامت رہو گے بدولت اس کے کہ تم (دین حق پر) مضبوط رہے تھے سو اس جہان میں تمہارا انجام بہت اچھا ہے اور جو لوگ خدا تعالیٰ کے معاہدوں کو ان کی پختگی کے بعد توڑتے ہیں اور خدا تعالیٰ نے جن علاقوں کو قائم رکھنے کا حکم دیا ہے ان کو قطع کرتے ہیں اور دنیا میں فساد کرتے ہیں ایسے لوگوں پر لعنت ہوگی اور ان کے لئے اس جہان میں خرابی ہوگی۔

تفسیر ربط: اوپر مثالوں کے ضمن میں حق اور باطل کا حال بیان فرمایا تھا آگے اہل حق اور اہل باطل کا حال باعتبار صفت یعنی ہدایت وضلالت و بعض اعمال حسنہ وسیئہ کے اور نیز باعتبار جزاء یعنی ثواب وعقاب کے مذکور ہے جیسا کہ اوپر تمثیل بالاعمٰی والبصیر میں بھی ان کا حال ہدایت وضلالت کا اجمالاً مذکور ہوا تھا۔

بعضے صفات وعواقب محققین ومبطلین ☆ لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى (الی قولہ تعالیٰ) وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۲۵﴾ جن لوگوں نے اپنے رب کا کہنا مان لیا (اور توحید اور طاعت کو اختیار کرلیا) ان کے واسطے اچھا بدلہ (یعنی جنت مقرر) ہے اور جن لوگوں نے اس کا کہنا نہ مانا (اور کفر و معصیت پر قائم رہے) ان کے پاس (قیامت کے دن) اگر تمام دنیا بھر کی چیزیں (موجود) ہوں اور (بلکہ) اس کے ساتھ اسی کی برابر اور بھی (مال و دولت) ہو تو سب اپنی رہائی کے لئے دے ڈالیں ان لوگوں کا سخت حساب ہوگا (جس کو دوسری آیت میں حساب عسیر فرمایا ہے) اور ان کا ٹھکانا (ہمیشہ کے لئے) دوزخ ہے اور وہ برا قرارگاہ ہے جو شخص یہ یقین رکھتا ہو کہ جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل ہوا ہے وہ سب حق ہے کیا ایسا شخص اس کی طرح ہو سکتا ہے جو کہ (اس علم سے محض) اندھا ہے (یعنی کافر و مومن برابر نہیں) پس نصیحت تو سمجھدار ہی لوگ قبول کرتے ہیں (اور) یہ (سمجھدار) لوگ ایسے ہیں کہ اللہ سے جو کچھ انہوں نے عہد کیا ہے اس کو پورا کرتے ہیں اور (اس) عہد کو توڑتے نہیں اور یہ ایسے ہیں کہ اللہ نے جن علاقوں کے قائم رکھنے کا حکم کیا ہے ان کو قائم رکھتے ہیں اور اپنے رب سے ڈرتے رہتے ہیں اور سخت عذاب کا اندیشہ رکھتے ہیں (جو کہ کفار کے ساتھ خاص ہوگا اس لئے کفر سے بچتے ہیں) اور یہ لوگ ایسے ہیں کہ اپنے رب کی رضامندی کے جویاں رہ کر (دین حق پر) مضبوط رہتے ہیں اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو روزی دی ہے اس میں سے چپکے بھی اور ظاہر کر کے بھی (جیسا موقع ہوتا ہے) خرچ کرتے ہیں اور (لوگوں کی) بدسلوکی کو (جو ان کے ساتھ کی جاوے) حسن سلوک سے ٹال دیتے ہیں (یعنی کوئی ان کے ساتھ بدسلوکی کرے تو کچھ

خیال نہیں کرتے بلکہ اس کے ساتھ سلوک کرتے ہیں) اس جہان میں (یعنی آخرت میں) نیک انجامی ان لوگوں کے واسطے ہے یعنی ہمیشہ رہنے کی جنتیں جن میں وہ لوگ بھی داخل ہوں گے اور ان کے ماں باپ اور بیبیوں اور اولاد میں جو (جنت کی) لائق (یعنی مؤمن) ہوں گے (گو ان موصوفین کے درجے کے نہ ہوں) وہ بھی (جنت میں ان کی برکت سے ان ہی کے درجوں میں) داخل ہوں گے اور فرشتے ان کے پاس ہر (سمت کے) دروازہ سے آتے ہوں گے (اور یہ کہتے ہوں گے) کہ تم (ہر آفت اور خطرہ سے) صحیح وسلامت رہو گے بدولت اس کے کہ تم (دین حق پر) مضبوط رہے تھے سو اس جہان میں تمہارا انجام بہت اچھا ہے (یہ تو عمل اور مآل ہوا مطیعین کا آگے ان کے اضداد کا ذکر ہے) اور جو لوگ خدا تعالیٰ کے معاہدوں کو ان کی پختگی کے بعد توڑتے ہیں اور خدا تعالیٰ نے جن علاقوں کے قائم رکھنے کا حکم فرمایا ہے ان کو قطع کرتے ہیں اور دنیا میں فساد کرتے ہیں ایسے لوگوں پر لعنت ہوگی اور ان کے لئے اس جہان میں خرابی ہوگی **ف**: چونکہ ایسے مضامین مؤمنین اور کفار کے متعلق قرآن میں اب تک متعدد مواقع پر آچکے ہیں اس لئے مزید تفصیل کی ضرورت نہ سمجھی گئی البتہ یہ بات شاید اب تک کہیں مذکور نہیں ہوئی کہ مقربین کی برکت سے ان کے آباء وازواج اور اولاد بھی اسی درجہ میں بالتبع داخل ہوں گے سو یہ مضمون اس آیت کی تفسیر میں ابن جبیر سے منقول ہے **كذا في الروح عن ابن ابي حاتم وابي الشيخ** اس روایت کے الفاظ یہ ہیں: **يدخل الرجل الجنة فيقول اين امي اين ولدي اين زوجتي فيقال لم يعملوا مثل عملك فيقول كنت اعمل لي ولهم ثم قرأ و الاية** اور **من صلح** کی تفسیر **من آمن** نقل کی ہے اور مراد آباؤ اولاد سے وہ ہیں جو بلا واسطہ ہوں ورنہ تمام اہل جنت کا ایک ہی درجہ میں ہونا لازم آتا ہے اور وہ منتفی بالنصوص ہے اگر کسی کو شبہ ہو کہ بلا واسطہ میں بھی یہی امر لازم آتا ہے کیونکہ ان تابعین کے بھی آباء واولاد کچھ بلا واسطہ ہوں گے وعلیٰ ہذا جواب یہ ہے کہ جو شخص بالتبع صاحب درجہ ہوگا اس کی تبعیت سے دوسرا صاحب درجہ نہ ہوگا۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ اَلَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ الخ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ کو ان جملوں سے موصوف کرنا اس پر دلیل ہے کہ عقل معتبر عقل معاد ہی ہے اور ایسا ہی شخص عاقل کہنے کے لائق ہے گو دنیا سے ناواقف ہو ۱۲۔ قولہ تعالیٰ: وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ روح میں ہے کہ اس میں سب اوامر آ گئے اور اس عموم میں سب اہل حقوق داخل ہیں یہاں تک کہ حضرت فضیل بن عیاض کا قول ہے کہ اگر کوئی سب نیک کام کرے اور اس کے پاس ایک مرغی ہو اس کا حق ادا نہ کرے تو وہ نکوکار نہیں میں کہتا ہوں کہ جب مرغی کے حق میں یہ کہا گیا ہے تو پیر کا کیا کچھ حق وادب ہوگا جس میں سخت کوتاہی کی جاتی ہے ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله في الذين يوفون** یہ لوگ ایسے **اشارة الى ان الموصول مبتدأ وهو الا وفق بقوله تعالى والذين ينقضون فانه مقابل له وهو مبتدأ بيقين** ۱۲۔ ۲ **قوله في صبروا وما بعده** رہتے ہیں **ونحوه اشارة الى ارادة المستقبل بالماضي بقرينة اخواتها** ۱۲۔ ۳ **قوله في آبائهم** ماں باپ **ففيه تغليب** ۱۲۔

البلاغۃ: **قوله افمن يعلم الخ قال البيضاوي الهمزة لانكار ان يقع شبهة في تشابههما بعد ما ضرب المثل اه قلت وبه ظهر معنى الهمزة والفاء** ۱۲۔

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ۝۲۶ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ۝۲۷ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۝۲۸ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ ۝۲۹ كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَا۟ عَلَيْهِمُ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ؕ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ ۝۳۰ وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ؕ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ؕ اَفَلَمْ يَايْـَٔسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝۳۱ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ

لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۫ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿۳۲﴾

اللہ جس کو چاہے رزق زیادہ دیتا ہے اور تنگی کر دیتا ہے اور یہ (کفار) لوگ دنیوی زندگی پر اتراتے ہیں اور یہ دنیوی زندگی آخرت کے مقابلہ میں بجز ایک متاع قلیل کے اور کچھ بھی نہیں اور یہ کافر لوگ کہتے ہیں کہ ان پر کوئی معجزہ ان کے رب کی طرف سے کیوں نہیں نازل کیا گیا آپ کہہ دیجئے کہ واقعی اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں گمراہ کر دیتے ہیں اور جو شخص ان کی طرف متوجہ ہوتا ہے اس کو اپنی طرف ہدایت کر دیتے ہیں مراد اس سے وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور اللہ کے ذکر سے ان کے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے خوب سمجھ لیجئے کہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ہو جاتا ہے جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے ان کیلئے خوشحالی اور نیک انجامی ہے (اور) اسی طرح ہم نے آپ کو ایک ایسی امت میں رسول بنا کر بھیجا ہے کہ اس (امت) سے پہلے اور بہت سی امتیں گزر چکی ہیں تاکہ آپ ان کو وہ کتاب پڑھ کر سنا دیں جو ہم نے آپ کے پاس وحی کے ذریعے سے بھیجی ہے اور وہ لوگ ایسے بڑے رحمت والے کی ناسپاسی کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ وہ میرا مربی اور نگہبان ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں میں نے اسی پر بھروسہ کر لیا اور اسی کے پاس مجھ کو جانا ہے اور اگر کوئی ایسا قرآن ہوتا جس کے ذریعے سے پہاڑ (اپنی جگہ سے) ہٹا دیئے جاتے یا اس کے ذریعہ سے زمین جلدی جلدی طے ہو جاتی یا اسکے ذریعہ سے مردوں کے ساتھ کسی کو باتیں کرا دی جاتیں تب بھی یہ لوگ ایمان نہ لاتے بلکہ سارا اختیار خاص اللہ ہی کو ہے کیا پھر بھی ایمان والوں کو اس بات میں دلجمعی نہیں ہوئی کہ اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو تمام (دنیا بھر کے) آدمیوں کو ہدایت کر دیتا اور یہ مکہ کے کافر تو ہمیشہ (آئے دن) اس حالت میں رہتے ہیں کہ انکے (بد) کرداروں کے سبب ان پر کوئی نہ کوئی حادثہ پڑتا رہتا ہے یا انکی بستی کے قریب نازل ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ آ جائے گا یقیناً اللہ تعالیٰ وعدہ خلاف نہیں کرتے اور بہت سے پیغمبروں کے ساتھ جو کہ آپ سے قبل ہو چکے ہیں استہزا ہو چکا ہے پھر میں ان کافروں کو مہلت دیتا رہا پھر میں نے ان پر داروگیر کی پھر میری سزا کس طرح کی تھی۔

تفسیر ربط: اوپر کفار کا ملعون یعنی رحمت سے بعید ہونا مذکور ہوا ہے چونکہ اکثر کفار باعتبار ثروت دنیوی کے خوشحال تھے اس لئے خود ان کو یا دوسرے دیکھنے والوں کو یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ اگر یہ لوگ رحمت سے بعید ہوتے تو آثار رحمت یعنی دولت وثروت سے کیوں کامیاب ہوتے آگے اس شبہ کا جواب ہے۔

جواب شبہ عدم مغوضیت کفار از وسعت رزق ☆ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ (الی قولہ تعالی) فِى الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ﴿۲۶﴾ (یعنی ظاہری دولت وثروت کو دیکھ کر یہ دھوکہ نہ کھانا چاہئے کہ یہ لوگ موردِ رحمت ہیں کیونکہ رزق کی تو یہ کیفیت ہے کہ) اللہ جس کو چاہے زیادہ رزق دیتا ہے اور (جس کے لئے چاہتا ہے) تنگی کر دیتا ہے (رحمت وغضب کا یہ معیار نہیں) اور یہ (کفار) لوگ دنیوی زندگانی پر (اور اس کے عیش وعشرت پر) اتراتے ہیں اور (ان کا اترانا بالکل فضول اور غلطی ہے کیونکہ) یہ دنیوی زندگی (اور اس کا عیش وعشرت) آخرت کے مقابلہ میں بجز ایک متاع قلیل کے اور کچھ بھی نہیں۔

ربط: اوپر ذکر جزائے فریقین وبیان توحید سے پہلے آیات وَاِنْ تَعْجَبْ الخ میں نبوت کے متعلق مضمون تھا آگے پھر عود ہے اسی طرف۔

عود بہ مبحث نبوت ☆ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ (الی قولہ تعالی) ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۫ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿۳۲﴾ اور یہ کافر لوگ (آپ کی نبوت میں طعن واعتراض کرنے کے لئے یوں) کہتے ہیں کہ ان (پیغمبرؐ) پر کوئی معجزہ (ہمارے فرمائشی معجزوں میں سے) ان کے رب کی طرف سے کیوں نہیں نازل کیا گیا آپ کہہ دیجئے کہ واقعی (تمہاری ان بیہودہ فرمائشوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ) اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں گمراہ کر دیتے ہیں (وجہ معلوم ہونے کی ظاہر ہے کہ باوجود معجزات کافیہ کے جن میں سب سے اعظم قرآن ہے پھر بھی فضول باتیں کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قسمت ہی میں گمراہی لکھی ہے) اور (جس طرح ان معاندین کو قرآن جو اعظم معجزات ہے ہدایت کے لئے کافی نہ ہوا اور گمراہی ان کو نصیب ہوئی اسی طرح) جو شخص ان کی طرف متوجہ ہوتا ہے (اور طریق حق کا طالب ہوتا ہے جس کا مصداق آگے آتا ہے: اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ الخ) اس کو اپنی طرف (رسائی دینے کے لئے) ہدایت کر دیتے ہیں (اور گمراہی سے بچا لیتے ہیں) مراد اس سے وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور اللہ کے ذکر سے (جس کی بڑی فرد قرآن ہے) ان کے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے (جس کی بڑی فرد ایمان ہے یعنی وہ قرآن کے اعجاز کو دلالت علی النبوۃ کے لئے کافی سمجھتے ہیں اور واہی تباہی فرمائش نہیں کرتے پھر خدا کی یاد اور طاعت میں ان کو ایسی رغبت ہوتی ہے کہ متاع حیوٰۃ دنیا سے مثل کفار کے ان کو رغبت اور فرحت نہیں ہوتی اور) خوب سمجھ لو کہ اللہ کے ذکر (میں ایسی ہی خاصیت ہے کہ اس) سے دلوں کو اطمینان ہو جاتا ہے (یعنی جس مرتبہ کا ذکر ہو اسی ہی مرتبہ کا اطمینان چنانچہ قرآن سے ایمان اور اعمال صالحہ سے وطاعت سے شدت تعلق وتوجہ الی اللہ میسر ہوتا ہے غرض) جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے (جن کا اوپر ذکر ہوا) ان کے لئے (دنیا میں) خوشحالی اور (آخرت میں) نیک انجامی ہے (جس کو دوسری آیت میں فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ الخ [النحل : ۹۷] سے تعبیر فرمایا ہے خلاصہ یہ کہ کفار کے لئے قرآن کے اعجاز کو نا کافی سمجھنا اور ضلال اور اس کے قبل رغبت الی الدنیا اور اس کے حظ کا فنا اور اس کے مقابلہ میں مؤمنین کے لئے قرآن کو کافی سمجھنا اور ہدایت اور رغبت الی الآخرۃ اور اس کے ثمرہ کا بقا ثابت فرمایا ہے اور اصل مقصود مقام کا بحث رسالت ہے آگے اسی بحث کا تتمہ ہے یعنی یہ لوگ جو آپ کی رسالت پر شبہات کرتے ہیں تو آپ کی رسالت کوئی انوکھی چیز تو ہے نہیں پہلے بھی رسول ہوتے آئے ہیں اور جس طرح ہم نے پہلے رسولوں کو ان کی امتوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا تھا) اسی طرح ہم نے آپ کو ایک ایسی

امت میں رسول بنا کر بھیجا ہے کہ اس (امت) سے پہلے اور بہت سی امتیں گزر چکی ہیں (اور آپ کو ان کی طرف اس لئے رسول بنا کر بھیجا ہے) تا کہ آپ ان کو وہ کتاب پڑھ کر سنا دیں جو ہم نے آپ کے پاس وحی کے ذریعہ سے بھیجی ہے اور (ان کو چاہئے تھا کہ اس نعمت عظمیٰ کی قدر کرتے اور اس کتاب پر کہ وہ معجز بھی ہے ایمان لے آتے مگر) وہ لوگ ایسے بڑے رحمت والے کی ناسپاسی کرتے ہیں (اور قرآن پر ایمان نہیں لاتے) آپ فرما دیجئے کہ (تمہارے ایمان نہ لانے سے میرا کوئی ضرر نہیں کیونکہ بیش بریں نیست کہ میرے ساتھ مخالفت کرو گے سو اس سے مجھ کو اس لئے اندیشہ نہیں کہ) وہ میرا مربی (اور نگہبان) ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں (پس لامحالہ وہ کامل الصفات ہوگا پس وہ حفاظت کے لئے بھی کافی ہوگا اس لئے) میں نے اسی پر بھروسہ کر لیا اور اسی کے پاس مجھ کو جانا ہے (اس لئے توکل کی جزاء کی بھی توقع ہے یعنی مبتداء و معاد دونوں مقتضی ہیں توکل کو خلاصہ یہ کہ میری حفاظت کے لئے تو اللہ تعالیٰ کافی ہے تم مخالفت کر کے میرا کچھ نہیں کر سکتے البتہ تمہارا ہی ضرر ہے) اور (اے پیغمبر اور اے مسلمانو! ان کافروں کے عناد کی یہ کیفیت ہے کہ قرآن کی جو موجودہ حالت ہے کہ اس کا معجز ہونا محتاج تدبر ہے بجائے اس کے) اگر کوئی قرآن ایسا ہوتا (خواہ تو وہ یہی ہوتا جو معجزات آئندہ کا بھی مظہر ہو جاتا یا کوئی دوسرا قرآن ہوتا) جس کے ذریعہ سے پہاڑ (اپنی جگہ سے) ہٹا دیئے جاتے یا اس کے ذریعہ سے زمین جلدی جلدی طے ہو جاتی یا اس کے ذریعہ سے مردوں کے ساتھ کسی کو باتیں کرا دی جاتیں (یعنی مردہ زندہ ہو جاتا اور کوئی اس سے بات کر لیتا اور یہ وہ معجزے ہیں جن کی فرمائش اکثر کفار کیا کرتے تھے بعضے مطلقاً بعضے اس طرح سے کہ قرآن کو بحالت موجودہ تو ہم معجزہ مانتے نہیں البتہ اگر قرآن سے ان خوارق کا ظہور ہو تو ہم اس کو معجزہ مان لیں مطلب یہ کہ اگر قرآن سے ایسے ایسے معجزات کا بھی ظہور ہوتا جس سے دونوں طرح کے لوگوں کی فرمائش پوری ہو جاتی یعنی جو نفس خوارق مذکورہ کے متدعی تھے اور جو ان کا ظہور قرآن سے چاہتے تھے) تب بھی یہ لوگ ایمان نہ لاتے (کیونکہ یہ اسباب مؤثر حقیقی نہیں) بلکہ سارا اختیار خاص اللہ ہی کو ہے (وہ جس کو توفیق عطا فرماتے ہیں وہ ہی ایمان لاتا ہے اور ان کی عادت ہے کہ طالب کو توفیق دیتے ہیں اور معاند کو محروم رکھتے ہیں اور چونکہ بعضے مسلمانوں کا جی چاہتا تھا کہ ان معجزات کا ظہور ہو جاوے شاید یہ ایمان لے آئیں اس لئے آگے ان کا جواب ہے کہ) کیا (یہ سن کر کہ یہ معاند ہیں ایمان نہ لاویں گے اور یہ کہ سب اختیار خدا ہی کو ہے اور یہ کہ اسباب مؤثر حقیقی نہیں ہیں کیا یہ سب سن کر) پھر بھی ایمان والوں کو اس بات میں دلجمعی نہیں ہوئی کہ اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو تمام (دنیا بھر کے) آدمیوں کو ہدایت کر دیتا (مگر بعض حکمتوں سے مشیت نہیں ہوئی تو سب ایمان نہ لاویں گے جس کی علت قریبہ عناد ہے پھر ان معاندین کے ایمان کی فکر میں کیوں لگے ہیں) اور (جب محقق ہو گیا کہ یہ لوگ ایمان نہ لاویں گے تو اس امر کا خیال آ سکتا ہے کہ پھر ان کو سزا کیوں نہیں دی جاتی اس کے متعلق ارشاد ہے کہ) یہ (مکہ کے) کافر تو ہمیشہ (آئے دن) اس حالت میں رہتے ہیں کہ ان کے (بد) کرداروں کے سبب ان پر کوئی نہ کوئی حادثہ پڑتا رہتا ہے (کہیں قتل کہیں قید کہیں ہزیمت) یا (بعض حادثہ اگر ان پر نہیں بھی پڑتا مگر) ان کی بستی کے قریب نازل ہوتا رہتا ہے (مثلاً کسی قوم پر آفت آئی اور ان کو خوف پیدا ہوا کہ کہیں ہم پر بھی یہ بلا نہ آوے) یہاں تک کہ (اسی حالت میں) اللہ کا وعدہ آ جاوے گا (یعنی آخرت کے عذاب کا سامنا ہو جاوے گا جو کہ مرنے کے بعد شروع ہو جاوے گا اور) یقیناً اللہ تعالیٰ وعدہ خلاف نہیں کرتے (پس عذاب کا وقوع ان پر یقینی ہے گو بعض اوقات توقف سے سہی) اور (ان لوگوں کا یہ معاملہ تکذیب و استہزاء کچھ آپ کے ساتھ خاص نہیں اور اسی طرح ان کے عذاب میں توقف ہونا کچھ ان کے ساتھ خاص نہیں بلکہ پہلے رسل اور پہلی امم کے ساتھ بھی ایسا ہو چکا ہے چنانچہ) بہت سے پیغمبروں کے ساتھ جو کہ آپ کے قبل ہو چکے ہیں (کفار کی طرف سے) استہزاء ہو چکا ہے پھر میں ان کافروں کو مہلت دیتا رہا پھر میں نے ان پر دار و گیر کی سو (سمجھنے کی بات ہے کہ) میری سزا کس طرح کی تھی (یعنی نہایت سخت تھی) **ف**: ایک آیت میں ذکر اللہ کی خاصیت میں خوف کو بیان کیا ہے اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ [الأنفال: ۲] اور یہاں اطمینان قلب بیان کیا ہے سو اس میں تعارض نہ سمجھا جاوے کیونکہ اطمینان کے جو معنی بیان کئے گئے ہیں کہ دوسری چیز کی طرف رغبت و توجہ کرنے سے کافی ہو جاوے یہ خوف کے ساتھ ممکن الاجتماع ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ روح میں ہے کہ اس اطمینان کا سبب ایک نور ہے جس کو اللہ تعالیٰ مؤمنین کے قلب پر فائز فرماتا ہے جس سے پریشانی اور وحشت جاتی رہتی ہے ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله** في الأخرة مقابله اشارة الى التقدير هكذا في جنب الأخرة ۱۲۔ ۲ **قوله** في متاع قليل افاده التنوين ۱۲۔ ۳ **قوله** في الذين امنوا وتطمئن مراد اس سے اشارة الى كون الموصول خبر مبتدأ مقدر اى هم ۱۲۔ ۴ **قوله** في ذكر الله بڑی فرد قرآن كما في قوله تعالى نزلنا الذكر ۱۲۔ ۵ **قوله** في قطعت جلدی جلدی افاد التفصيل التكثير ولم اختر في تفسيره تشقيق الارض عيونا او جعلها قطائع للزرع لان فيهما تكلف التقدير وما اخترته لا تكلف فيه ۱۲۔ ۶ **قوله** بعد كلم جس سے دونوں طرح وبه علم وجه تخصيص القرآن في ذكر هذه الخوارق ۱۲۔ ۷ **قوله** في جزاء لو ان قرآنا ايمان نہ لاتے اشارة الى تقدير لما آمنوا ۱۲۔ ۸ **قوله** قبل بل لله کیونکہ یہ اسباب

اشارة الی تقدیر ما اضرب عنه و محصله ظاهر ۱۲۔ ۹ قوله فی افلم یائیس دل جمعی هو یستعمل فی الیاس والیقین وکذلك الکلمة الاصلیة ۱۲۔

الرِّوَایَات: قوله ویقول الذین کفروا وقوله لا یزال الذین کفروا ای اهل مکة کذا فی روح المعانی قوله ولو ان قرآنا الخ فی الروح اخرج ابن شیبة وابن المنذر وغیرهما عن الشعبی قال قالت قریش لرسول الله صلی الله علیه وسلم ان کنت نبیا کما تزعم فباعد جبلی مکة و خشبیها هذین مسیرة اربعة ایام او خمسة فانها ضیقة حتی نزرع فیها ونرعی وابعث لنا آبائنا من الموتٰی حتی یکلمونا ویخبرونا انك نبی او احملنا الی الشام او الی الیمن او الی البحیرة حتی نذهب و نجئی فی لیلة کما زعمت انك فعلته فنزلت هذه الأیة واخرج ابن جریر وابو الشیخ عن ابن عباس رضی الله عنهما انهم قالوا سیر بالقران الجبال قطع بالقرآن الارض اخرج به موتانا فنزلت قوله افلم یایئس روی عن ابن عباس ان الکفار لما سألوا الآیات ود المؤمنون ان یظهرها الله تعالٰی لیجتمعوا علی الایمان آه قلت وهذه وان کانت بلا سند لکن ظاهر الفاظ القرآن یؤید وقوع القصة والله اعلم ۱۲۔

اللُّغَات: قوله طوبٰی کبشرٰی مصدر اصله طیبی قوله افلم یایئس فی الروح افلم یعلموا وهی لغة هوازن والظاهر ان استعمال الیاس فی ذلك حقیقة وقیل مجاز لانه متضمن للعلم فان الآئیس عن الشئ عالم بانه لا یکون فاستعمل المقید وهو علم العدم فی المطلق وهو مطلق العلم ۱۲۔

اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰی كُلِّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ ۚ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ قُلْ سَمُّوْهُمْ ؕ اَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِی الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ؕ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾ لَهُمْ عَذَابٌ فِی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۳۴﴾ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا ؕ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۖ وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ﴿۳۵﴾

پھر (بھی) کیا جو (خدا) ہر شخص کے اعمال پر مطلع ہو اور ان لوگوں کے شرکاء برابر ہو سکتے ہیں اور ان لوگوں نے خدا کے لئے شرکاء تجویز کئے ہیں آپ کہئے کہ (ذرا) ان (شرکاء) کا نام تو لو کیا تم اللہ تعالیٰ کو ایسی بات کی خبر دیتے ہو کہ دنیا (بھر) میں اس (کے وجود) کی خبر اللہ تعالیٰ کو نہ ہو یا محض ظاہری لفظ کے اعتبار سے ان کو شریک کہتے ہو بلکہ ان کافروں کو اپنے مغالطہ کی باتیں مرغوب معلوم ہوتی ہیں اور (اسی وجہ سے) یہ لوگ راہ حق سے محروم رہتے ہیں اور جس کو خدا تعالیٰ گمراہی میں رکھے اس کو کوئی راہ پر لانے والا نہیں۔ ان کے لئے دنیوی زندگانی میں (بھی) عذاب ہے اور آخرت کا عذاب اس سے بدر جہا زیادہ سخت ہے اور اللہ (غالب) سے ان کا کوئی بچانے والا نہیں ہوگا (اور) جس جنت کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ اس (کے عمارات واشجار) کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اس کا پھل اور اس کا سایہ دائم رہے گا یہ تو انجام ہوگا متقیوں کا اور کافروں کا انجام دوزخ ہوگا۔

تفسیر ربط: اوپر اثنائے ذکر رسالت میں بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا میں توحید کا ذکر آ گیا تھا آگے اس کے مقابلہ میں شرک اور اہل شرک کی تقبیح ہے۔

تقبیح شرک واہل آں ☆ اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰی كُلِّ نَفْسٍ (الی قولہ تعالی) فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾ (جب حق تعالیٰ کی شان معلوم ہوگئی کہ وہی مختار کل ہیں تو اس کے معلوم اور ثابت ہونے کے بعد) پھر (بھی) کیا جو (خدا) ہر شخص کے اعمال پر مطلع ہو اور ان لوگوں کے شرکاء برابر ہو سکتے ہیں اور (باوجود اس کے) ان لوگوں نے خدا کے لئے شرکاء تجویز کئے ہیں آپ کہئے کہ (ذرا) ان (شرکاء) کا نام تو لو (میں بھی سنوں کون ہیں اور کیسے ہیں) کیا (تم حقیقۃً ان کو شرکاء سمجھ کر دعویٰ کرتے ہو تب تو یہ لازم آتا ہے کہ) تم اللہ تعالیٰ کو ایسی بات کی خبر دیتے ہو کہ دنیا (بھر) میں اس (کے وجود) کی خبر اللہ تعالیٰ کو نہ ہو (کیونکہ اللہ تعالیٰ تو اسی کو موجود جانتے ہیں جو واقع میں موجود ہو اور معدوم کو موجود نہیں جانتے کیونکہ اس سے علم کا غلط ہونا لازم آتا ہے گو انکشاف میں دونوں یکساں ہیں غرض ان کو حقیقی شریک کہنے سے یہ امر لازم آتا ہے اور وہ محال ہے پس ان کا شریک ہونا بھی محال ہے) یا (یہ کہ ان کو حقیقۃً شریک نہیں کہتے بلکہ) محض ظاہری لفظ کے اعتبار سے ان کو شریک کہتے ہو (اور مصداق واقعی اس کا کہیں نہیں ہے اگر یہ شق ثانی ہے تو ان کے شریک نہ ہونے کو از خود تسلیم کرتے ہو پس مطلوب کہ بطلان اشراک ہے دونوں شقوں پر ثابت ہو گیا اول شق میں دلیل سے دوسری شق میں تمہاری تسلیم سے اور یہ تقریر باوجودیکہ اعلیٰ درجہ میں کافی ہے مگر یہ لوگ نہ مانیں گے) بلکہ ان کافروں کو اپنے مغالطے کی باتیں (جن سے تمسک کر کے مبتلائے شرک ہیں) مرغوب معلوم ہوتی ہیں اور (اسی وجہ سے) یہ لوگ راہ (حق) سے محروم رہ گئے ہیں

اور (اصل وہی بات ہے جو اوپر بَلْ لِلّٰهِ الْاَمْرُ سے مفہوم ہو چکی ہے یعنی) جس کو خدا تعالیٰ گمراہی میں رکھے اس کا کوئی راہ پر لانے والا نہیں (البتہ وہ اسی کو گمراہ رکھتا ہے جو باوجود وضوح حق کے عناد کرتا ہے)۔ ف: فِی الْاَرْضِ اس لئے کہا کہ آسمان میں وجود شرکاء کے وہ بھی قائل نہ تھے۔ ربط: اوپر طریقہ مشرکین کی تقبیح تھی آگے ان کی سزا کا بیان ہے اور مقابلہ کے لئے مؤمنین کی جزاء وصلہ کا بیان ہے۔

سزائے مشرکین وجزائے مؤمنین ☆ لَهُمْ عَذَابٌ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۳۴﴾ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا ۭ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِیْنَ اتَّقَوْا ڰ وَّعُقْبَى الْكٰفِرِیْنَ النَّارُ ﴿۳۵﴾ ان کافروں کے لئے دنیوی زندگانی میں (بھی) عذاب ہے (وہ عذاب قتل وقید وذلت یا امراض ومصائب ہے) اور آخرت کا عذاب اس سے بدرجہا زیادہ سخت ہے (کیونکہ شدید بھی ہے اور دائم بھی ہے) اور اللہ (کے عذاب) سے ان کا کوئی بچانے والا نہیں ہوگا (اور) جس جنت کا متقیوں سے (یعنی شرک وکفر سے بچنے والوں سے) وعدہ کیا گیا ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ اس (کے عمارات اور اشجار) کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی اس کا پھل اور اس کا سایہ دائم رہے گا یہ تو انجام ہوگا متقیوں کا اور کافروں کا انجام دوزخ ہو گا۔ ف: عذاب دنیوی کی تفسیر میں جو امراض ومصائب کہا گیا تو کافروں کے حق میں یہ امور عقوبت ہیں اور مؤمنین کے لئے رحمت کہ ان کے لئے رفع درجات وکفارہ سیئات کا سبب ہوتا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے اور میووں کے دائم رہنے سے مراد یہ ہے کہ نوع ان کی باقی رہے گی گو بعض افراد فنا ہو جاویں یعنی اگر ایک بار میوہ کھا لیا دوسرا اس کے عوض درخت پر لگ جاوے گا اور سایہ کے دوام کی وجہ یہ ہے کہ وہاں آفتاب نہ ہوگا اور اس سے یہ وسوسہ نہ ہو وہ کہ کوئی اور روشنی بھی نہ ہوگی کیونکہ نور منحصر آفتاب میں نہیں۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله فی المتقون شرک وکفر القرینة علیه اتیانه مقابلا لقوله وعقبی الکفرین ۱۲۔

اللغات: قوله اکلها ما یوکل وهو الثمر کذا فی الروح قلت ولما کان المراد الجنس لم یضر الافراد ۱۲۔

النحو: الفاء فی فمن للترتیب علی ما سبق من قوله بل لله الامر والموصول مبتدأ وخبره کمن لیس کذلك مقدر و ام بمعنی الهمزة والمستفهم عنه مقدر والمذکور من قوله تنبؤنه من لوازمه اقیم مقامه والباء فی بظاهر متعلق تبسمونهم المقدر والمضرب عنه قبل بل مقدر ای ما آمنوا۔

وَالَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ یُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ۭ قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ۭ اِلَیْهِ اَدْعُوْا وَاِلَیْهِ مَاٰبِ ﴿۳۶﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِیًّا ۭ وَلَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا وَاقٍ ﴿۳۷﴾ ع ۵ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّیَّةً ۭ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ یَّاْتِیَ بِاٰیَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴿۳۸﴾ یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ ښ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾

اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس (کتاب) سے خوش ہوتے ہیں جو آپ پر نازل کی گئی ہے اور ان ہی کے گروہ میں بعضے ایسے ہیں کہ اس کے بعض حصہ کا انکار کرتے ہیں آپ فرمائیے کہ مجھ کو صرف یہ حکم ہوا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤں میں اللہ ہی کی طرف بلاتا ہوں اور اسی کی طرف مجھ کو جانا ہے اور اسی طرح ہم نے اس کو اس طور پر نازل کیا ہے کہ وہ ایک خاص حکم ہے عربی زبان میں اور اگر آپ (بفرض محال) ان کے نفسانی خیالات کا اتباع کرنے لگیں بعد اس کے کہ آپ کے پاس علم (صحیح) پہنچ چکا ہے تو اللہ کے مقابلے میں نہ کوئی آپ کا مددگار ہوگا اور نہ کوئی بچانے والا اور ہم نے یقیناً آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے اور ہم نے ان کو بیبیاں اور بچے بھی دیئے اور کسی پیغمبر کے اختیار میں یہ امر نہیں کہ ایک آیت بھی بدوں خدا کے حکم کے لا سکے ہر زمانہ کے مناسب خاص خاص احکام ہوتے ہیں خدا تعالیٰ (ہی) جس حکم کو چاہیں موقوف کر دیتے ہیں اور جس حکم کو چاہیں قائم رکھتے ہیں اور اصل کتاب انہیں کے پاس ہے۔

تفسیر ربط: اوپر آیت وَاِنْ تَعْجَبْ الخ اور آیت وَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْهِ الخ میں نبوت کی بحث آ چکی ہے آگے اسی کے متعلق اہل کتاب کی حالت اور ان کے بعض شبہات کا جواب مذکور ہے۔

کلام با اہل کتاب متعلق نبوت ☆ وَالَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَفْرَحُوْنَ (الی قوله تعالی) وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾ اور جن لوگوں کو ہم نے (آسمانی)

کتاب (یعنی توریت وانجیل) دی ہے (اور وہ اس کو پورے طور سے مانتے تھے) وہ اس (کتاب) سے خوش ہوئے ہیں جو آپ پر نازل کی گئی ہے (کیونکہ اس کی خبر اپنی کتابوں میں پاتے ہیں اور خوش ہو کر مان لیتے ہیں اور ایمان لے آتے ہیں جیسے یہود میں عبداللہ بن سلامؓ اور ان کے ساتھی اور نصاریٰ میں نجاشی اور ان کے فرستادے جن کا ذکر اور آیات میں بھی ہے) اور ان ہی کے گروہ میں بعضے ایسے ہیں کہ اس (کتاب) کے بعض حصہ کا (جس میں ان کی کتاب کے خلاف احکام ہیں) انکار کرتے ہیں (اور کفر کرتے ہیں) آپ (ان سے) فرمائیے کہ (احکام دو قسم کے ہیں اصول وفروع اگر تم اصول میں مخالف ہو سو وہ تو سب شرائع میں مشترک ہیں چنانچہ) مجھ کو (توحید کے متعلق) صرف یہ حکم ہوا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤں (اور نبوت کے متعلق یہ بات ہے کہ) میں (لوگوں کو) اللہ ہی کی طرف بلاتا ہوں (یعنی نبوت کا حاصل یہ ہے کہ میں داعی الی اللہ ہوں) اور معاد کے متعلق میرا یہ عقیدہ ہے کہ) اسی کی طرف مجھ کو (دنیا سے لوٹ کر) جانا ہے (یعنی اعظم اصول یہ تین ہیں سو ان میں ایک بات بھی قابل انکار نہیں چنانچہ توحید سب کے نزدیک مسلم ہے جیسا یہی مضمون دوسری آیت میں ہے :تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا الخ [آل عمران : ٦٤] اور نبوت میں اپنے لئے مال وجاہ نہیں چاہتا جس پر انکار کی گنجائش ہو محض دعوت الی اللہ کرتا ہوں سو ایسے لوگ پہلے بھی ہوئے ہیں جس کو تم بھی مانتے ہو جیسا یہی مضمون دوسری جگہ بھی ہے :مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ الخ [آل عمران : ٧٩] اسی طرح معاد کا عقیدہ مشترک اور مسلم غیر قابل انکار ہے) اور (اگر فروع میں مخالف ہو تو اس کا جواب اللہ تعالیٰ یوں دیتے ہیں کہ ہم نے جس طرح اور رسولوں کو خاص خاص زبانوں میں خاص خاص احکام دیئے) اسی طرح ہم نے اس (قرآن) کو اس طور پر نازل کیا کہ وہ ایک خاص حکم ہے عربی زبان میں (عربی کی تصریح سے اشارہ ہو گیا دوسرے انبیاءؑ کی دوسری السنہ کی طرف اور اختلاف السنہ سے اشارہ ہو گیا اختلاف امم کی طرف تو حاصل جواب کا یہ ہوا کہ اختلاف فروع بسبب اختلاف امم کے ہوا کیونکہ مصالح امم کے ہر زمانہ میں جداگانہ ہیں پس یہ اختلاف شرائع کا مقتضی مخالفت کو نہیں چنانچہ خود تمہاری شرائع مسلمہ میں بھی ایسا اختلاف فروع کا ہوا پھر تمہاری مخالفت وانکار کی کیا گنجائش ہے) اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ (بفرض محال) ان کے نفسانی خیالات کا (یعنی احکام منسوخہ یا احکام محرفہ کا) اتباع کرنے لگیں بعد اس کے کہ آپ کے پاس (احکام مقصودہ کا) علم (صحیح) پہنچ چکا ہے تو اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں نہ کوئی آپ کا مددگار ہوگا اور نہ کوئی بچانے والا (اور جب نبی کو ایسا خطاب کیا جارہا ہے تو اور لوگ انکار کر کے کہاں رہیں گے سو اس میں تعریض ہے اہل کتاب کے ساتھ پس دونوں شقوں پر منکرین ومخالفین کا جواب ہو گیا) اور (اہل کتاب میں سے بعضوں کا جو نبوت پر یہ طعن ہے کہ انکے پاس بیبیاں متعدد ہیں سو اس کا جواب یہ ہے کہ) ہم نے یقیناً آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے اور ہم نے ان کو بیبیاں اور بچے بھی دیئے (یہ کونسا امر منافی رسالت ہے ایسا ہی مضمون دوسری آیت میں ہے :اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ الخ [النساء : ٥٤]) اور (چونکہ اختلاف شرائع کا شبہ اور شبہات سے زیادہ مشہور اور اوپر محض اجمال کے ساتھ مذکور تھا اس لئے اس کو آگے مکرر ومفصل ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص نبی پر اختلاف شرائع کا شبہ کرتا ہے وہ در پردہ نبی کو مالک احکام سمجھتا ہے حالانکہ) کسی پیغمبر کے اختیار میں یہ امر نہیں کہ ایک آیت (یعنی ایک حکم) بھی بدون خدا کے حکم کے اپنی طرف سے) لا سکے (بلکہ احکام کا مقرر ہونا اذن واختیار خداوندی پر موقوف ہے اور خدا تعالیٰ کی حکمت ومصلحت کے اعتبار سے یہ معمول مقرر ہے کہ) ہر زمانہ کے مناسب خاص خاص احکام ہوتے ہیں (پھر دوسرے زمانہ میں بعض امور میں دوسرے احکام آتے ہیں اور پہلے احکام موقوف ہو جاتے ہیں اور بعضے بحالہا باقی رہتے ہیں پس) خدا تعالیٰ (ہی) جس حکم کو چاہیں موقوف کر دیتے ہیں اور جس حکم کو چاہیں قائم رکھتے ہیں اور اصل کتاب (یعنی لوح محفوظ) ان ہی کے پاس (رہتی) ہے (اور یہ سب احکام ناسخ ومنسوخ ومستمر اس میں درج ہیں وہ سب کی جامع اور گویا میزان الکل ہے یعنی جہاں سے یہ احکام آتے ہیں وہ اللہ ہی کے قبضہ میں ہے پس احکام سابقہ کے موافق یا مغائر احکام لانے کی کسی کو گنجائش اور دسترس ہی نہیں ہو سکتی) **ف** : آیت : يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ الخ کی سہل اور بے تکلف اور مناسب مقام یہی تفسیر ہے جو مذکور ہوئی اور حُكْمًا عَرَبِيًّا کی تقریر سے صرف اہل عرب کا امت ہونا متوہم نہ ہو وجہ تخصیص عربی کی باوجود عموم بعثت کے عنقریب شروع سورۂ ابراہیم میں آتی ہے۔

ترجمۂ مسائل السلوک : قولہ تعالیٰ :اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ (الی قولہ تعالی) وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ الخ صریح ہے اس باب میں کہ عبادات کسی سے ساقط نہیں ہوتیں اور دوسرا ارشاد نص ہے اس باب میں کہ وہ امر ندب کا نہیں وجوب کا ہے جس کے ترک پر وعید ہے قولہ تعالیٰ : وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً روح میں ہے کہ اس میں اشارہ ہے کہ کامل کو تعلقات اہل وولد ودنیا کے مضر نہیں ہوتے اور یہ منافی ولایت نہیں ۱۲۔ قولہ تعالیٰ :وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ اس میں خوارق کے مطالبہ کی ممانعت ہے اور جب انبیاء سے اس کی ممانعت ہے جن کا صاحب خوارق ہونا ضرور ہے تو اولیاء سے تو کب اجازت ہو گی جن کا صاحب خوارق ہونا بھی ضرور نہیں۔ قولہ تعالیٰ : يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۚ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ ۝ بعض نے اس کو سعادت وشقاوت پر محمول کیا ہے اور بعض سلف سے ایسی دعا منقول بھی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ دفتر ملائکہ سے تو یہ محو ممکن ہے مگر علم الٰہی سے ممکن نہیں اور لوح محفوظ اگر علم الٰہی سے حاکی ہے تو اس میں تغیر جائز نہیں اور اگر وہ ملائکہ کا دفتر ہے تو اس میں تغیر ممکن ہے اور محفوظ معنی یہ

ہوں گے کہ تغیر خلق سے محفوظ ہے ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قوله فی اٰتیناهم پورے طور سے القرینة علیه التعبیر بالذین آتیناهم والاخبار عنهم بیفرحون وقوله مانتے تھے دل علیه مقابلة قوله ینکر ۱۲۔ ۲؎ قوله قبل کذٰلك جس طرح القرینة علیه قوله لقد ارسلنا الخ وقوله اٰتینهم الکتٰب فانه یدل علی وجود الکتب الاخر المنزلة من السماء ۱۲۔ ۳؎ قوله فی عربیا تصریح سے اشاره المقصود به بیان فائدة التقیید به واعلم ان المراد بالاقوام الامم فان هذا اللفظ یستعمل تارة فی المشارکین فی النسب او الوطن کما فی قوله تعالٰی وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومه و یستعمل تارة فی الامة کما فی قوله تعالٰی ان قومی اتخذوا هذا القرآن الخ ۱۲۔ ۴؎ قوله فی عنده ام الکتب یعنی جہاں سے یہ احکام آتے ہیں المقصود به بیان فائدة زیادة قوله تعالٰی وعنده ام الکتٰب فافهم ۱۲۔

الروایات: فی الدر المنثور اخرج ابن جریر وابو الشیخ عن الضحاك فی قوله لکل اجل کتاب یقول لکل کتاب ینزل من السماء اجل فیمحوا الله ما یشاء الخ واخرج ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم والبیهقی فی المدخل عن ابن عباسؓ فی قوله تعالٰی یمحوا الله ما یشاء قال یبدل الله ما یشاء من القرآن فینسخه و یثبت ما یشاء فلا یبدله وعنده ام الکتاب یقول وجملة ذلك عنده فی ام الکتٰب الناسخ والمنسوخ وما یبدل و یثبت کل ذلك فی کتاب الله تعالٰی وعن ابن زید فی الاٰیة قال یمحوا الله ما یشاء مما ینزل علی الانبیاءً ویثبت ما یشاء مما ینزل علی الانبیاءً وعنده ام الکتٰب لا یبدل ویغیر آه قلت وما نقل عن السلف انهم دعوا الله تعالٰی لمحوا الشقاوة واثبات السعادة وتلاوتهم الآیة فاما مبنی علی تفسیرهم الآیة بغیر ما ذکرا وعلی قیامهم محوا علی محوا واثباتا علی اثبات واما اشکال التغیر فی القدر فالجواب عنه ان هذا المحو والاثبات لیس فی اللوح المحفوظ بل لکتاب دونه وما نقل عن البعض من انکشاف تغیر اللوح المحفوظ علیهم فاما ان یقال اشتبه علیهم غیر اللوح باللوح او یفسر ام الکتٰب بعلم الله تعالٰی کما نقله روح المعانی عن کعب بروایة عبدالرزاق وابن جریر علی معنی ان العلم هو اصل کل کتاب ویشهد ذوقی بصحة حدیث الاشتباه والله اعلم ۱۲۔

اللغات: قوله الاحزاب جمع حزب وهو الطائفة المجتمعة لامر ما کعداوة ونحوها الاجل فی الروح ای لکل وقت و مدة من الاوقات والمدد قوله کتاب حکم معین یکتب ۱۲۔

وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ۝۴۰ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ۭ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ۭ وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝۴۱ وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا ۭ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ۭ وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ۝۴۲ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ۭ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ۝۴۳ ع ۶ / ۱۲

اور جس بات کا ہم ان سے وعدہ کر رہے ہیں اس میں کا بعض واقعہ اگر ہم آپ کو دکھلا دیں خواہ ہم آپ کو وفات دے دیں پس آپ کے ذمہ تو صرف احکام کا پہنچا دینا ہے اور دار و گیر کرنا تو ہمارا کام ہے کیا اس امر کو نہیں دیکھ رہے کہ ہم زمین کو ہر چہار طرف سے برابر کم کرتے چلے آتے ہیں اور اللہ جو چاہتا ہے حکم کرتا ہے اس کے حکم کو کوئی ہٹانے والا نہیں اور وہ بڑی جلدی حساب لینے والا ہے اور ان سے پہلے جو (کافر) لوگ ہو چکے ہیں انہوں نے تدبیریں کیں سو اصل تدبیر تو خدا ہی کی ہے اس کو سب خبر رہتی ہے جو شخص جو کچھ بھی کرتا ہے اور ان کفار (کو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے کہ اس عالم میں نیک انجامی کس کے حصہ میں ہے اور یہ کافر لوگ یوں کہہ رہے ہیں کہ (نعوذ باللہ) آپ پیغمبر نہیں آپ فرما دیجئے کہ میرے اور تمہارے درمیان (میری نبوت پر) اللہ تعالیٰ اور وہ شخص جس کے پاس کتاب (آسمانی) کا علم ہے کافی گواہ ہیں۔

تفسیر ربط: اوپر کی آیتوں میں اہل کتاب میں سے منکرین نبوت کے متعلق کلام تھا آگے دوسرے کفار منکرین نبوت کے متعلق کلام ہے۔

کلام در منکرین نبوت از غیر اہل کتاب ☆ وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ (الی قوله تعالی) وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ۝۴۳ اور (یہ لوگ جو اس بناء پر انکار نبوت کرتے ہیں کہ گر آپ نبی ہیں تو انکار نبوت پر جس عذاب کا وعدہ کیا جاتا ہے وہ عذاب کیوں نہیں نازل ہوتا تو اس کے متعلق سن لیجئے کہ) جس بات کا (یعنی عذاب کا) ہم ان سے (انکار نبوت پر) وعدہ کر رہے ہیں اس میں کا بعض واقعہ اگر ہم آپ کو دکھلا دیں (یعنی آپ کی حیات میں کوئی عذاب ان پر

نازل ہو جاوے) خواہ (قبل نزول اس عذاب کے) ہم آپ کو وفات دے دیں (پھر بعد میں وہ عذاب واقع ہو خواہ دنیا میں یا آخرت میں تو دونوں حالتوں میں آپ فکر واہتمام نہ کریں کیونکہ) بس آپ کے ذمہ تو صرف (احکام کا) پہنچادینا ہے اور داروگیر کرنا تو ہمارا کام ہے (آپ اس فکر میں کیوں پڑیں کہ اگر واقع ہو جاوے تو بہتر ہے شاید یہ ایمان لے آویں اور ان لوگوں سے بھی تعجب ہے کہ وقوع عذاب علی الکفر کا کیسے یک لخت انکار کر رہے ہیں) کیا (مقدمات عذاب میں سے) اس امر کو نہیں دیکھ رہے کہ ہم (فتح اسلام کے ذریعہ سے ان کی) زمین کو ہر چہار طرف سے برابر کم کرتے چلے آتے ہیں (یعنی ان کی عملداری بسبب کثرت فتوحات اسلامیہ کے روز بروز گھٹتی جارہی ہے سو یہ بھی تو ایک قسم کا عذاب ہے جو مقدمہ ہے اصل عذاب کا جیسا دوسری آیت میں ہے: وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ [السجدة : ۲۱]) اور اللہ (جو چاہتا ہے) حکم کرتا ہے اس کے حکم کو کوئی ہٹانے والا نہیں (پس عذاب ادنیٰ خواہ عذاب اکبر جو ہو اس کو کوئی ان کے شرکاء یا غیر شرکاء میں سے رد نہیں کر سکتا) اور (اگر ان کو چندے مہلت بھی ہوگئی تو کیا ہے) وہ بڑی جلدی حساب لینے والا ہے (وقت کی دیر ہے پھر فوراً ہی سزائے موعود شروع ہو جاوے گی) اور (یہ لوگ جو ایذائے رسول تنقیص اسلام میں طرح طرح کی تدبیریں کرتے ہیں تو ان سے کچھ نہیں ہوتا چنانچہ) ان سے پہلے جو (کافر) لوگ ہو چکے ہیں انہوں نے (بھی ان ہی اغراض کے لئے بڑی بڑی) تدبیریں کیں سو (کچھ بھی نہ ہوا کیونکہ) اصل تدبیر تو خدا ہی کی ہے (اس کے سامنے کسی کی نہیں چلتی سو اللہ نے ان کی وہ تدبیریں نہ چلنے دیں اور) اس کو سب خبر رہتی ہے جو شخص جو کچھ بھی کرتا ہے (پھر اس کو وقت پر سزا دیتا ہے) اور (اسی طرح) ان کفار (کے اعمال کی بھی سب اس کو خبر ہے سو ان) کو (بھی) ابھی معلوم ہوا جاتا ہے کہ اس عالم میں نیک انجامی کس کے حصہ میں ہے (آیا ان کے یا مسلمانوں کے یعنی عنقریب ان کو اپنی بدانجامی اور سزائے اعمال معلوم ہو جاوے گی) اور یہ کافر لوگ (ان سزاؤں کو بھولے ہوئے) یوں کہہ رہے ہیں کہ (نعوذ باللہ) آپ پیغمبر نہیں آپ فرما دیجئے کہ (تمہارے انکار بے معنی سے کیا ہوتا ہے) میرے اور تمہارے درمیان (میری نبوت پر) اللہ تعالیٰ اور وہ شخص جس کے پاس کتاب (آسمانی) کا علم ہے (جس میں میری نبوت کی تصدیق ہے) کافی گواہ ہیں (مراد اس سے علمائے اہل کتاب جو منصف تھے اور نبوت کی پیشینگوئی دیکھ کر ایمان لے آئے تھے مطلب یہ ہوا کہ میری نبوت کی دو دلیلیں ہیں عقلی اور نقلی عقلی تو یہ کہ حق تعالیٰ نے مجھ کو معجزات عطا فرمائے جو دلیل نبوت ہیں اور اللہ تعالیٰ کے گواہ ہونے کے یہی معنی ہیں اور نقلی یہ کہ کتب سماویہ سابقہ میں اس کی خبر موجود ہے اگر یقین نہ آوے منصف علماء سے پوچھ لو وہ ظاہر کر دیں گے پس دلائل نقلیہ وعقلیہ کے ہوتے ہوئے نبوت کا انکار کرنا بجز شقاوت کے اور کیا ہے کسی عاقل کو اس سے شبہ نہ ہونا چاہئے۔ **ف**: اگر یہ سورت مکی ہو تو نَنْقُصُهَا کی تفسیر پر ظاہراً یہ اشکال ہوگا کہ قبل ہجرت فتوحات اسلامیہ نہ تھیں اس کے دو جواب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ یہ آیت خاص مدنی ہو دوسرے یہ کہ فتوحات عام ہو طوعاً یا کرہاً کو پس قبول اسلام فتح اسلامی ہے طوعاً اور غلبۂ اسلام بعد القتال فتح اسلامی ہے کرہاً اور یقینی بات ہے کہ قبل ہجرت بھی اسلام پھیل رہا تھا اور قبائل عرب سے گزر کر اسلام حبشہ تک پہنچ چکا تھا اور یہی جواب ہے اس آیت کے متعلق جو اسی قسم کی سورۂ انبیاء کے ربع کے قریب واقع ہے اور وہ سورت علی المشہور مکی ہے۔

خاتمہ: الحمد للہ آج دوسری تاریخ جمادی الاخریٰ یوم چہار شنبہ وقت چاشت ۱۳۲۴ھ تفسیر سورۂ رعد ختم ہوئی اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے بقیہ تفسیر بھی اتمام کو پہنچاوے آمین یا رب العالمین بحرمة سيد المرسلين صلى الله تعالىٰ عليه وعلى آله واصحابه واولياء امته اجمعين ابد الأبدين ودهر الداهرين فقط۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله قبل انما عليك البلغ اہتمام نہ کریں اشارة الى تقدير الجزاء فلاتهتم۔ ۲ قوله فى فلله المكر اصل تدبیر افاده الجنس لانه ليس ما وراء الجنس شئ ۱۲۔

اللغات: المعقب فى الروح هو من يكر على الشئ فيبطله وحقيقة الذى يعقب الشئ بالابطال آه ۱۲۔

سُوْرَةُ اِبْرٰهِيْمَ ۱۴ مَكِّيَّةٌ ۷۲ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۵۲ — رُكُوْعَاتُهَا ۷

سورۂ ابراہیم مکہ میں اتری — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اور اس کی باون آیتیں ہیں اور سات رکوع

الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝۱ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ۭ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِۨ ۝۲ الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ۝۳ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۭ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۴

الٓر یہ (قرآن) ایک کتاب ہے جس کو ہم نے آپ پر نازل فرمایا تا کہ آپ تمام لوگوں کو ان کے پروردگار کے حکم سے تاریکیوں سے روشنی کی طرف یعنی خدائے غالب ستودہ صفات کی راہ کی طرف لاویں وہ ایسا خدا ہے کہ اس کی ملک ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور بڑی خرابی یعنی بڑا سخت عذاب ہے ان کافروں کو جو دنیوی زندگانی کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں اور (بلکہ) اللہ کی راہ (مذکور) سے روکتے ہیں اور اس میں کجی (یعنی شبہات) کے متلاشی رہتے ہیں ایسے لوگ بڑی دور کی گمراہی میں ہیں اور ہم نے تمام (پہلے) پیغمبروں کو (بھی) ان ہی کی قوم کی زبان میں پیغمبر بنا کر بھیجا ہے تا کہ ان سے (احکام الٰہیہ کو) بیان کریں پھر جس کو اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں گمراہ کرتے ہیں اور جس کو چاہیں ہدایت کرتے ہیں اور وہی (سب امور پر) غالب ہے (اور) حکمت والا ہے۔

تفسیر: سُوْرَةُ اِبْرٰهِيْمَ مكية :وهي احدٰى و خمسون اٰية كذا فى البيضاوى۔ اس سورت کا خلاصہ یہ مضامین ہیں شروع سے رسالت کی بحث اور اسی سے اس کا آغاز سورۂ رعد کے اختتام سے متناسب ہو گیا اور مِنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ [الجاثية : ۱۰] سے کفار کی سزا کا بیان اور اُدْخِلَ الَّذِيْنَ سے مومنین کی جزا کا بیان پس یہ دونوں مضمون معاد کے متعلق ہو گئے اور اَلَمْ تَرَ كَيْفَ [ابراهيم : ۲۴] سے توحید کا ذکر اور اسی کی تقریر کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ جس میں اس نعمت کا بھی کسی قدر بیان ہے جو آیت اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ [ابراهيم : ۲۸] میں اجمالاً مذکور ہے پھر لَا تَحْسَبَنَّ [ابراهيم : ۴۲] سے عود مضمون معاد کی طرف اور ختم کی آیت ان سب مضامین کی جامع ہے اور تناسب مضامین مذکورہ کا کہ رسالت اور معاد اور توحید ہے ظاہر ہے اور متعدد دفعہ مذکور بھی ہو چکا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بحث رسالت ☆ الٓرٰ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ (الى قوله تعالى) وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۴۔ الٓر (اس کے معنی اللہ ہی کو معلوم ہیں) یہ (قرآن) ایک کتاب ہے جس کو ہم نے آپ پر نازل فرمایا ہے تا کہ آپ (اس کے ذریعہ سے) تمام لوگوں کو ان کے پروردگار کے حکم سے مرتبہ تبلیغ میں کفر کی) تاریکیوں سے نکال کر (ایمان وہدایت کی) روشنی کی طرف یعنی ذات غالب ستودہ صفات کی راہ کی طرف (کہ روشنی سے یہی مراد ہے) لاویں (روشنی میں لانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ راہ بتلاویں) جو ایسا خدا ہے کہ اسی کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور (جب یہ کتاب خدا کا رستہ بتلاتی ہے تو) بڑی خرابی یعنی بڑا سخت عذاب ہے ان کافروں کو جو (اس راہ کو نہ تو خود قبول کرتے ہیں بلکہ) دنیوی زندگانی کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں (اس لئے دین کی جستجو نہیں کرتے) اور

(نہ دوسروں کو یہ راہ اختیار کرنے دیتے ہیں بلکہ) اللہ کی (اس) راہ (مذکور) سے روکتے ہیں اور اس میں کجی (یعنی شبہات) کے متلاشی رہتے ہیں (جن کے ذریعہ سے دوسروں کو گمراہ کرسکیں) ایسے لوگ بڑی دور کی گمراہی میں ہیں (یعنی وہ گمراہی حق سے بڑی دور ہے) اور (اس کتاب کے منزل من اللہ ہونے میں جو بعض کفار کو یہ شبہ ہے کہ یہ عربی کیوں ہے جس سے احتمال ہوتا ہے کہ خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے تصنیف کرلیا ہوگا عجمی زبان میں کیوں نہیں تاکہ یہ احتمال ہی نہ ہوتا اور قرآن دوسری کتب سماویہ سے عجمی ہونے میں متوافق بھی ہوتا تو یہ شبہ محض لغو ہے کیونکہ) ہم نے تمام (پہلے) پیغمبروں کو (بھی) ان ہی کی قوم کی زبان میں پیغمبر بنا کر بھیجا ہے تاکہ (ان کی زبان میں) ان سے (احکام الٰہیہ کو) بیان کریں (کہ اصل مقصود تبیین ہے نہ کہ السنہ کا توافق) پھر (بیان کرنے کے بعد) جس کو اللہ تعالیٰ چاہیں گمراہ کرتے ہیں (کہ وہ ان احکام کو قبول نہیں کرتا) اور جس کو اللہ تعالیٰ چاہیں ہدایت کرتے ہیں (کہ وہ احکام کو قبول کرلیتا ہے) اور وہی (سب امور پر) غالب ہے (اور) حکمت والا ہے (پس غالب ہونے سے سب کو ہدایت کرسکتا تھا مگر بہت سے حکمتیں اس کو مقتضی نہ ہوئیں۔ **ف**: غرض جب سب پیغمبر اپنی اپنی قوم میں احکام لے کر آئے تو آپ کے لئے بھی یہی قاعدہ رکھا گیا کہ آپ کی قوم عرب ہیں گو امت سب ہیں اس لئے عربی زبان میں یہ کتاب نازل کی گئی پس شبہ محض لغو ہے یہ تو حکمت ہوئی عربی زبان میں قرآن کے ہونے کی اور عجمی میں نہ ہونے کی اور سورۂ فصلت میں ایک اور وجہ بھی مذکور ہے: وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِیًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰیٰتُهٗ ءَاَعْجَمِیٌّ وَّعَرَبِیٌّ [حٰمٓ السجدة : ٤٤]۔ رہا عربی میں یہ احتمال کہ شاید خود تصنیف کرلیا ہو سو یہ اس کے معجز ہونے سے مدفوع ہے لقولہ تعالیٰ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ۔ ان کے شبہ کے جواب کی تقریر یہاں تک ختم ہوئی جس سے وہ شبہ بالکلیہ رفع ہوگیا اب مستقلاً ایک اور شبہ خصوص بعثت کا ہے جو بِلِسَانِ قَوْمِهٖ سے متوہم ہوتا ہے اور جس کے یہود مدعی تھے وہ یہ کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی قوم صرف عرب ہیں حالانکہ ضروریاتِ اسلام سے یہ عقیدہ ہے کہ آپ کی بعثت عام ہے اور آیات و احادیث بھی اس میں نص صریح ہیں اس کے جواب کی طرف اجمالاً خود اوپر کی تقریر میں بھی اشارہ کردیا گیا ہے اس قول میں آپ کی قوم عرب ہیں گو امت سب ہیں تفصیل اس کی یہ ہے کہ قوم خاص ہے امت عام ہے قوم کے خاص ہونے سے امت کا خاص ہونا لازم نہیں آتا۔ قوم کہتے ہیں جماعت خاصہ کو خواہ شرکت نسبیہ وغیرہ رکھتے ہوں یا نہیں اور امت جن کی طرف نبی مبعوث ہو البتہ اور انبیاء علیہم السلام کی قوم اور امت دونوں کا مصداق ایک ہوتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا مصداق قوم سے عام ہے اور یہود کے دعوے کا ایک مستقل عقلی جواب بھی ہے یعنی جب تم آپ کو نبی عرب مانتے ہو اور نبی کے لئے صدق لازم ہے اور آپ مدعی ہیں عموم بعثت کے پس اس میں بھی صادق ہوں گے وھو المطلوب پس یہ شبہ بھی مرتفع ہوگیا۔ اب اس کی تحقیق باقی رہی کہ جب آپ کی امت تمام اقوام عرب وعجم ہیں تو تبیین احکام اس طریق سے سہل ہے کہ قرآن سب زبانوں میں ہوتا اس کا جواب روح المعانی میں لکھا ہے کہ اس میں تعدد السنہ سے اختلاف بہت ہوجاتا ہے اھ اور کوئی اصل نہ ہوتی جو مرجع سب اختلافات کا ہوتا اور یہ حکمت نزول کتاب کے منافی تھا اور تبیین کی سہولت ایسی عظیم مصلحت نہ تھی جتنا عظیم یہ مفسدہ تھا اور نفس تبیین ترجمہ وتفسیر سے حاصل ہے اور اختلافِ تراجم کے وقت اصل زبان کی تحقیق سے اختلاف مضر رفع ہوسکتا ہے پھر یہ کہ ایک زبان عربی ہی کیوں ہوئی اس کا جواب تو بلسان قومہ میں مصرح یعنی چونکہ آپ کی قوم کی زبان ہے دوسرا جواب اس لسان کی خصوصیات میں اور تیسرا جواب اس قوم کی خصوصیات میں غور کرنے سے معلوم ہوسکتا ہے یعنی عربی زبان اشرف اللغات واجمع اللغات ہے اور عرب خصوصاً قریش کہ اخص قوم آپ کی وہی ہیں حمیت ونشر دین میں سب اقوام سے اکمل تھے اس لئے اصل دین ان کی زبان میں کیا گیا کہ ان سے زیادہ خصوصیت رہے اور یہ اس کی خصوصیت کے ساتھ حامی رہیں اور خود عرب کے لغات میں باہم ایسا اختلاف نہ تھا اسی لئے قرآن لغتِ قریش میں نازل ہوا **كذا في البخاري** گو برائے چندے دوسرے لغات عرب میں ہر اہل لغت کو کلمات مخصوصہ پڑھنے کی اجازت ہوگئی تھی جیسا حدیثوں میں ہے کہ پھر جب لغتِ قریش سے سب مالوف ہوگئے وہ اجازت نہ رہی **نقله في الروح عن ابن شامة۔ فقط۔** **ربط**: اوپر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا مضمون تھا آگے اسی کی تائید کے لئے دوسرے رسل کا ذکر ہے جس سے یہ معلوم ہوجاوے کہ رسالت کوئی انوکھی چیز نہیں کہ اس کا انکار کیا جاوے پہلے بھی رسول ہوتے آئے ہیں نیز اس میں وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ کے اجمال کی تفصیل بھی ہے پھر موسیٰ علیہ السلام کے متعلق زیادہ مضمون ہے بوجہ ان کے زیادہ مشہور اور نیز صاحب کتاب ہونے کے اور دوسروں کا بعض کا مجمل جیسے نوح اور ہود وصالح علیہم السلام اور بعض کا مبہم جیسے وَالَّذِیْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ الخ اور مضمون رسالت کے ساتھ ہر مقام پر انکار کا وبال بھی ساتھ ساتھ مذکور ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اس سے مستنبط ہوتا ہے کہ شیخ کے خلفاء وہی ہوتے ہیں جن کو ان کے ساتھ بہ نسبت تمام مستفیدین کے مناسبت زیادہ ہو اور شیخ کے اول مخاطب وہی ہوتے ہیں جیسے قرآن کا اول خطاب عرب کو ہوا پھر باقی اقوام کو ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قوله في الناس** تمام **اشارة الى ان اللام للاستغراق المفيد لعموم بعثته عليه الصلوة والسلام ۱۲۔**

الروایات: **في اللباب اخرج ابن جرير عن سعيد بن جبير قال قالت قريش لو لا انزل هذا القرآن اعجميا وعربيا فانزل الله ولو**

جعلناه قرآنا اعجميا آه وفى روح المعانى عن البحر ان سبب نزول الآية اى قوله تعالىٰ وما ارسلنا من رسول ان قريشا قالوا ما بال الكتب كلها اعجمية وهذا عربى آه قلت ومقصودى هو هذا الاخير لكن لما كان بلا سند ذكرت الاول للتقوية والله اعلم۔

اللغات: اللسان يطلق على اللغة وعلى الجارحة ۱۲۔

النحو: قوله باذن ربهم متعلق بتخرج بمعنى بامر ربهم قوله الى صرط بدل من الى النور وفائدة البدل الايذان بكون الدين جامعًا بين كونه صراطاً و نوراً قوله الله الذى بالجر بدل من العزيز الحميد وبالرفع خبر مبتدأ مقدر اى هو كما فى قراءة قوله من عذاب من بيانية وهو بيان لويل وقيل وقيل قوله يبغونها عوجا اى يبغون لها فحذف الجار واوصل الفعل الى الضمير اى يقولون لمن يريدون صده هى سبيل ناكبة زائغة غير مستقيمة ۱۲۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا أَنْ أَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللَّهِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ﴿٥﴾ وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ أَنْجَاكُمْ مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُونَ أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ ۚ وَفِي ذَٰلِكُمْ بَلَاءٌ مِنْ رَبِّكُمْ عَظِيمٌ ﴿٦﴾ وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ ۖ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ ﴿٧﴾ وَقَالَ مُوسَىٰ إِنْ تَكْفُرُوا أَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا فَإِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ حَمِيدٌ ﴿٨﴾

اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو یہ حکم دے کر بھیجا کہ اپنی قوم کو (کفر کی) تاریکیوں سے (ایمان کی) روشنی کی طرف لاؤ اور انہیں اللہ تعالیٰ کے معاملات (نعمت) یاد دلاؤ بلاشبہ ان معاملات میں عبرتیں ہیں ہر صابر شاکر کے لئے۔ اور اس وقت کو یاد کیجئے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کا انعام اپنے اوپر یاد کرو کہ جب تم کو فرعون والوں سے نجات دی جو تم کو سخت تکلیفیں پہنچاتے تھے اور تمہارے بیٹوں کو ذبح کر ڈالتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے ایک بڑا امتحان تھا اور وہ وقت یاد کرو جب کہ تمہارے رب نے تم کو اطلاع فرمادی کہ اگر تم شکر کرو گے تو تم کو زیادہ نعمت دوں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو (یہ سمجھ رکھو) میرا عذاب بڑا سخت ہے اور موسیٰ علیہ السلام نے (یہ بھی) فرمایا تم اور تمام دنیا بھر کے آدمی سب کے سب مل کر بھی ناشکری کرو گے تو اللہ تعالیٰ بالکل بے احتیاج ستودہ صفات ہے۔

تفسیر: ذکر موسیٰ علیہ السلام ☆ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا أَنْ أَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ (الی قولہ تعالیٰ) فَإِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ حَمِيدٌ ﴿٨﴾ اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ اپنی قوم کو (کفر و معاصی کی) تاریکیوں سے (نکال کر ایمان و طاعت کی) روشنی کی طرف لاؤ اور ان کو اللہ تعالیٰ کے معاملات (نعمت و نقمت کے) یاد دلاؤ بلاشبہ ان معاملات میں عبرتیں ہیں ہر صابر و شاکر کے لئے (کیونکہ نعمت کو یاد کر کے شکر کرے گا اور نقمت کو پھر اس کے زوال کو یاد کر کے آئندہ حوادث میں صبر کرے گا اور یاد دلانے کا یہ ایک فائدہ ہے) اور اس وقت کو یاد کیجئے کہ جب (ہمارے اس ارشاد بالا کے موافق) موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کا انعام اپنے اوپر یاد کرو جب کہ تم کو فرعون والوں سے نجات دی جو تم کو سخت تکلیفیں پہنچاتے تھے اور تمہارے بیٹوں کو ذبح کر ڈالتے تھے اور تمہاری عورتوں کو (یعنی لڑکیوں کو جو کہ بڑی ہو کر عورتیں ہو جاتی تھیں) زندہ چھوڑ دیتے تھے (تاکہ ان سے کار و خدمت لیں سو یہ بھی مثل ذبح ہی کے ایک عقوبت تھی) اور اس (مصیبت اور نجات دونوں میں تمہارے رب کی طرف سے ایک بڑا امتحان تھا (یعنی مصیبت میں بلاء تھی اور نجات میں نعمت تھی اور بلاء اور نعمت دونوں بندہ کے لئے امتحان ہیں پس اس میں موسیٰ علیہ السلام نے ایام اللہ یعنی نعمت و نقمت دونوں کی تذکیر فرمادی) اور (موسیٰ علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ اے میری قوم) وہ وقت یاد کرو جب کہ تمہارے رب نے (میرے ذریعہ سے) تم کو اطلاع فرمادی کہ اگر (میری نعمتوں کو سن کر) تم شکر کرو گے تو تم کو (خواہ دنیا میں بھی یا آخرت میں تو ضرور) زیادہ نعمت دوں گا اور اگر تم (ان نعمتوں کو سن کر) ناشکری کرو گے تو (یہ سمجھ رکھو کہ) میرا عذاب بڑا سخت ہے (ناشکری میں اس کا احتمال ہے) اور موسیٰ (علیہ السلام) نے (یہ بھی) فرمایا کہ اگر تم اور تمام دنیا بھر کے آدمی سب کے سب مل کر بھی ناشکری کرنے لگو تو اللہ تعالیٰ (کا کوئی ضرر نہیں کیونکہ وہ) بالکل بے احتیاج (اور اپنی حد ذات میں ستودہ صفات ہیں (استکمال بالغیر کا وہاں احتمال نہیں پس اللہ تعالیٰ کا ضرر محتمل ہی نہیں اور تم اپنا ضرر سن چکے ہو۔ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ [ابراھیم: ۷] اس لئے شکر کرنا ناشکری مت کرنا) **ف:** شکر میں ایمان اور ناشکری میں کفر بھی داخل ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ الخ باوجود اس کے کہ مخرج حقیقی حق تعالیٰ ہے پھر اخراج کی نسبت نبی کی طرف کرنا قوی دلیل ہے اس کی کہ تکمیل مرید میں شیخ کو عظیم دخل ہے ۱۲۔ قولہ تعالیٰ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ اگر ذٰلِكَ کا مشار الیہ سوء عذاب ہو اور بلاء کی تفسیر انعام سے کی جاوے تو آیت سے یہ معلوم ہوگا کہ مؤمن کے لئے مصیبت بھی نفع اور تربیت ہے ۱۲۔

فائدہ: الظاهر ان المراد بقومه بنو اسرائيل بقرينة قوله اذكروا نعمة الله عليكم الخ ۱۲۔

الحواشی: (۱) یعنی یہ سوچ کر کہ اسی طرح دوسری قومیں بھی عنقریب زائل ہو جاویں گی اور ظاہر ہے کہ یہ معین ہوگا صبر میں ۱۲۔ منہ

ملحقات الترجمة: ۱ قوله في ايام معالات كذا فسر في الروح عاما للبلاء والآلاء وما في بعض الاحاديث من تفسيره بالآلاء فلا ينافيه لا يحتمل التفسير ببعض المفهوم ۱۲۔ ۲ قوله احتمال ہے اشارة الى تقدير الجزاء اى فان العذاب محتمل لان المذكور من قوله تعالى ان عذابي لشديد لا يصلح للجزاء لان كون العذاب شديدًا واقع في نفسه لا يتاخر عن كفر احد ۱۲ منه۔

اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۬ۛ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۛؕ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ؕ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْۤا اَيْدِيَهُمْ فِيْۤ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْۤا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَاۤ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ﴿۹﴾ قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ قَالُوْۤا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۰﴾ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَمَا كَانَ لَنَاۤ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَمَا لَنَاۤ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰٮنَا سُبُلَنَا ؕ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَاۤ اٰذَيْتُمُوْنَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ ﴿۱۴﴾ وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۱۵﴾ مِّنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ﴿۱۶﴾ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ﴿۱۷﴾

(اے کفار مکہ) کیا تم کو ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں یعنی قوم نوح علیہ السلام اور عاد (قوم ہود) اور ثمود (قوم صالح) اور جو لوگ ان کے بعد ہوئے ہیں جن کو بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا ان کے پیغمبران کے پاس دلائل لے کر آئے سو ان قوموں نے اپنے ہاتھ ان پیغمبروں کے منہ میں دے دیئے اور کہنے لگے کہ جو حکم دے کر تم کو بھیجا گیا ہے ہم ان کے منکر ہیں اور جس امر کی طرف تم ہم کو بلاتے ہو ہم تو اس کی جانب سے بہت بڑے شبہ میں ہیں جو (ہم کو) تردد میں ڈالے ہوئے ہے۔ ان کے پیغمبروں نے کہا کیا تم کو اللہ تعالیٰ کے بارے میں شک ہے جو کہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے وہ تم کو بلا رہا ہے تاکہ تمہارے گناہ معاف کر دے اور معین مدت تک تم کو (خیر وخوبی کے ساتھ) حیات دے انہوں نے کہا کہ تم محض ایک آدمی ہو جیسے ہم ہیں تم یوں چاہتے ہو کہ ہمارے آباؤ اجداد جس چیز کی عبادت کرتے تھے (یعنی بت) اس سے ہم کو روک دو سو کوئی صاف معجزہ دکھاؤ ان کے رسولوں نے (اس جواب میں) کہا کہ ہم بھی تمہارے جیسے آدمی ہیں لیکن اللہ اپنے بندوں میں جس پر چاہے (وہ) احسان فرما دے اور یہ بات ہمارے قبضہ کی نہیں کہ ہم تم کو کوئی معجزہ دکھلا سکیں بغیر خدا کے حکم کے اور اللہ ہی پر سب ایمان لانے والوں کو بھروسہ کرنا چاہئے اور ہم کو اللہ پر بھروسہ نہ کرنے کا کون امر باعث ہو سکتا ہے حالانکہ اس نے ہم کو ہمارے (منافع دارین کے) راستے بتلا دیئے اور تم نے ہم کو جو کچھ ایذا پہنچائی ہے ہم اس پر صبر کریں گے اور اللہ ہی پر بھروسہ کرنے والوں کو بھروسہ رکھنا چاہئے۔ اور ان کفار نے اپنے رسولوں سے کہا کہ ہم تم کو اپنی سرزمین سے نکال دیں گے یا یہ ہو کہ تم ہمارے مذہب میں پھر آ

جاؤ پس ان رسولوں پر ان کے رب نے (تسلی کے لئے) وحی نازل فرمائی کہ ہم (ہی) ان ظالموں کو ضرور ہلاک کر دیں گے اور ان کے (ہلاک کرنے کے) بعد تم کو اس سرزمین میں آباد رکھیں گے (اور) یہ ہر اس شخص کے لئے (عام) ہے جو میرے روبرو کھڑے ہونے سے ڈرے اور میرے وعید سے ڈرے اور کفار فیصلہ چاہنے لگے اور جتنے سرکش (اور) ضدی (لوگ) تھے وہ سب بے مراد ہوئے اس کے آگے دوزخ ہے اور اس کو (دوزخ میں) ایسا پانی پینے کو دیا جائے گا جو کہ پیپ لہو (کے مشابہ) ہوگا جس کو گھونٹ گھونٹ کر کے پیوے گا اور گلے سے آسانی کے ساتھ اتارنے کی کوئی صورت نہ ہوگی اور ہر (چہار) طرف سے اس پر (سامان) موت کی آمد ہوگی اور کسی طرح مرے گا نہیں اور اس کو اور سخت عذاب کا سامنا ہوگا۔

تفسیر ربط: آیاتِ بالا کی تمہید میں مذکور ہو چکا۔

ذکر معاملات بعض دیگر رسل با قوم ایشاں ☆ اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ (الی قوله تعالی) وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ (اے کفارِ مکہ) کیا تم کو ان لوگوں (کے واقعات) کی خبر (گو اجمالاً سہی) نہیں پہنچی جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں یعنی قوم نوح اور عاد (قوم ہود) اور ثمود (قوم صالح) اور جو لوگ ان کے بعد ہوئے ہیں جن (کی مفصل حالت) کو بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا (کیونکہ ان کے حالات تفصیلاً منضبط و منقول نہیں ہوئے اور وہ واقعات یہ ہیں کہ) ان کے پیغمبران کے پاس دلائل لے کر آئے سو ان قوموں (میں جو کفار تھے انہوں) نے اپنے ہاتھ ان پیغمبروں کے منہ میں دے دیئے (یعنی ماننے تو کیا یہ کوشش کرتے تھے کہ ان کو بات تک نہ کرنے دیں) اور کہنے لگے کہ جو حکم دے کر تم کو (بزعم تمہارے) بھیجا گیا ہے (یعنی توحید و ایمان) ہم اس کے منکر ہیں اور جس امر کی طرف تم ہم کو بلاتے ہو (یعنی وہی توحید و ایمان ہم تو اس کی جانب سے بہت بڑے شبہ میں ہیں جو (ہم کو) تردد میں ڈالے ہوئے ہے (مقصود اس سے توحید و رسالت دونوں کا انکار ہے توحید کا ظاہر ہے اور رسالت کا تَدْعُوْنَنَآ میں جس کا حاصل یہ ہے کہ تم خود اپنی رائے سے دعوتِ توحید کر رہے ہو مامور و مرسل من اللہ نہیں ہو) ان کے پیغمبروں نے (اس بات کے جواب میں) کہا کیا (تم کو) اللہ تعالیٰ کے بارے میں (یعنی اس کی توحید میں) شک (وانکار) ہے جو کہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے (یعنی اس کا ان چیزوں کا پیدا کرنا خود دلیل اس کی ہستی اور وحدانیت کی ہے پھر اس دلیل کے ہوتے ہوئے شک کرنا بڑے تعجب کی بات ہے کہ اگر کوئی اپنی رائے سے بھی اس کی دعوت کرے تو بھی زیبا ہے لیکن محل متنازع فیہ میں تو ہماری دعوت بحکم خداوند تعالیٰ ہے پس) وہ (ہی) تم کو (توحید کی طرف) بلا رہا ہے تاکہ (اس کے قبول کرنے کی برکت سے) تمہارے (گذشتہ) گناہ معاف کر دے اور (تمہاری عمر کی) معین مدت تک تم کو (خیر و خوبی کے ساتھ) حیات دے (مطلب یہ کہ توحید علاوہ اس کے کہ فی نفسہٖ حق ہے تمہارے لئے دونوں جہان میں نافع بھی ہے دنیا میں تو تاخیر اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی [ابراھیم: ۱۰] بالمعنی المذکور اور آخرت میں مغفرت اور اس جواب میں دونوں امر کے متعلق جواب ہو گیا توحید کے متعلق بھی یَدْعُوْكُمْ میں جیسا تقریر ترجمہ سے ظاہر ہے) انہوں نے (پھر دونوں امر کے متعلق گفتگو شروع کی اور) کہا کہ تم (پیغمبر نہیں ہو بلکہ) محض ایک آدمی ہو جیسے ہم ہیں (اور بشریت منافی رسالت ہے جب پیغمبر نہیں ہو تو تم جو کچھ توحید کے بارے میں کہتے ہو وہ من اللہ نہیں بلکہ) تم (اپنی رائے ہی سے) یوں چاہتے ہو کہ ہمارے آباؤ اجداد جس چیز کی عبادت کرتے تھے (یعنی بت) اس سے ہم کو روک دو سو (اگر رسالت سے مدعی ہو تو علاوہ ان دلائل و بینات مذکورہ جملہ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ کے جواب تک نبوت پر قائم ہو چکے ہیں اور) کوئی صاف معجزہ دکھلاؤ (جو ان سب سے واضح تر ہو اس میں نبوت پر تو کلام ظاہر ہے اور یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا میں توحید پر کلام کی طرف اشارہ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ شرک کے حق ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ہمارے بزرگ اس کو کرتے تھے) ان کے رسولوں نے (اس کے جواب میں) کہا کہ (تمہاری تقریر کے کئی جزو ہیں۔ انکار توحید دلیل فعل آباء۔ انکار نبوت بدعویٰ تنافی نبوت و بشریت۔ مطالبہ سُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ علاوہ بینات سابقہ سو امر اول کے متعلق فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ میں جواب ہو گیا کیونکہ دلیل عقلی کے روبرو رسم و عرف کوئی چیز نہیں۔ امر دوم کے متعلق ہم اپنی بشریت کو تسلیم کرتے ہیں کہ واقعی) ہم بھی تمہارے جیسے آدمی ہیں لیکن (بشریت اور نبوت میں تنافی نہیں کیونکہ نبوت ایک اعلیٰ درجہ کا احسان خداوندی ہے اور) اللہ (کو اختیار ہے کہ) اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے (وہ) احسان فرماوے (اور احسان کے غیر بشر کے ساتھ مختص ہونے کی کوئی دلیل نہیں) اور امر سوم کے متعلق یہ ہے کہ دعویٰ کے لئے جس میں دعویٰ نبوت بھی داخل ہے نفس دلیل اور مطلق بینہ جو دعویٰ نبوت کی صورت میں معجزہ ہوگا ضرور ہے جو کہ پیش کی جا چکی ہے رہا دلیل و معجزۂ خاص جس کو تم سلطان مبین یعنی صاف دلیل سے تعبیر کر رہے ہو سو اولاً حسب قواعد مناظرہ ضروری نہیں ثانیاً) یہ بات ہمارے قبضہ کی نہیں کہ ہم تم کو کوئی معجزہ دکھلا سکیں بغیر خدا کے حکم کے (پس تمہارے تمام ترشبہات کا جواب ہو گیا پھر اگر اس پر بھی تم نہ مانو اور مخالفت کئے جاؤ تو خیر ہم تمہاری مخالفت سے نہیں ڈرتے بلکہ اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں) اور اللہ ہی پر سب ایمان والوں کو بھروسہ کرنا چاہئے (چونکہ ہم بھی با ایمان ہیں اور ایمان مقتضی ہے توکل کو اس لئے ہم بھی اس کو اختیار کرتے ہیں) اور ہم کو اللہ پر بھروسہ نہ کرنے کا کون امر باعث ہو سکتا ہے حالانکہ اس نے (ہمارے حال پر بڑا فضل کیا کہ) ہم کو ہمارے (منافع دارین کے) راستے بتلا دیئے (جس کا اتنا بڑا فضل ہو اس پر تو ضرور بھروسہ کرنا چاہئے) اور (ضرر خارجی سے یوں بے فکر ہو گئے رہا ضرر داخلی کہ تمہاری مخالفت کا

غم وحزن ہوتا سو) تم نے (عناد وخلاف کر کے) جو کچھ ہم کو ایذا پہنچائی ہے ہم اس پر صبر کریں گے (پس اس سے بھی ہم کو ضرر نہ رہا اور حاصل اس صبر کا بھی وہی توکل ہے) اور اللہ ہی پر بھروسہ کرنے والوں کو (ہمیشہ) بھروسہ رکھنا چاہئے اور (ان تمام تر اتمام حجت کے بعد بھی کفار نرم نہ ہوئے بلکہ) ان کفار نے اپنے رسولوں سے کہا کہ ہم تم کو اپنی سرزمین سے نکال دیں گے یا یہ ہو کہ تم ہمارے مذہب میں پھر آ جاؤ (پھر آنا اس لئے کہا کہ سکوت قبل بعثت سے وہ یہی سمجھتے تھے کہ ان کا اعتقاد بھی ہم ہی جیسا ہوگا) پس ان رسولوں پر ان کے رب نے (تسلی کے لئے) وحی نازل فرمائی کہ (یہ بیچارے تم کو کیا نکالیں گے) ہم (ہی) ان ظالموں کو ضرور ہلاک کر دیں گے اور ان کے (ہلاک کرنے کے) بعد تم کو اس سرزمین میں آباد رکھیں گے (اور) یہ (وعدہ آباد رکھنے کا کچھ تمہارے ساتھ خاص نہیں بلکہ) ہر اس شخص کے لئے (عام) ہے جو میرے روبرو کھڑے ہونے سے ڈرے اور میرے وعید سے ڈرے (مراد یہ کہ جو مسلمان ہو جس کی علامت خوف موقف اور خوفِ وعید ہے سب کے لئے یہ وعدہ عذاب سے نجات دینے کا عام ہے) اور (پیغمبروں نے جو یہ مضمون کفار کو سنایا کہ تم نے دلائل کے فیصلہ کو نہ مانا اب عذاب سے فیصلہ ہونے والا ہے یعنی عذاب آنے والا ہے جیسا آیت اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ وامثالہا سے معلوم ہوتا ہے تو) کفار (چونکہ جہل مرکب و عناد میں غرقاب تھے اس سے بھی نہ ڈرے بلکہ کمال بے باکی سے وہ) فیصلہ چاہنے لگے (جیسا آیت فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا وامثالہا سے معلوم ہوتا ہے) اور (جب وہ فیصلہ آیا تو) جتنے سرکش (اور) ضدی (لوگ) تھے وہ سب (اس فیصلہ میں) بے مراد ہوئے (یعنی ہلاک ہو گئے اور جو ان کی مراد تھی کہ اپنے کو اہل حق سمجھ کر فتح و ظفر چاہتے تھے وہ حاصل نہ ہوئی)۔ ف: کبھی وسوسہ ہو جاتا ہے کہ اَلَمْ يَأْتِكُمْ الخ سے تو ان کے واقعہ کا علم اور لَا يَعْلَمُهُمْ سے اس کا عدم علم معلوم ہوتا ہے۔ جواب یہ ہے کہ اول باعتبار اجمال کے دوسرا باعتبار تفصیل کے جیسا تقریر ترجمہ سے ظاہر ہے پس لَا يَعْلَمُهُمْ کا مضمون مثل آیت وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ کے ہوا کذا فی الکبیر اور يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوبِكُمْ کے متعلق تحقیق آخر پارۂ نہم آیت قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا الخ کے ذیل میں گزر چکی ہے ملاحظہ فرمائی جاوے۔ حاصل یہ کہ اسلام سے ذنوب تو کل معاف ہوتے ہیں لیکن حقوق وزواجر معاف نہیں ہوتے چنانچہ اسلام کے سبب ذمی سے حدود کا ساقط نہ ہونا فقہ میں مذکور ہے۔

ربط: اوپر منکر رسالت کے عذاب دنیوی کا ذکر تھا آگے اس کے عذابِ اخروی کا ذکر ہے۔

عذاب منکرین رسل ☆ مِّنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ (الی قولہ تعالی) وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ۝ (جس جبار عنید کا اوپر ذکر ہوا ہے علاوہ دنیوی عذاب کے) اس کے آگے دوزخ (کا عذاب آنے والا) ہے اور اس کو (دوزخ میں) ایسا پانی پینے کو دیا جاوے گا جو کہ پیپ لہو (کے مشابہ) ہوگا جس کو (غایت تشنگی کی وجہ سے) گھونٹ گھونٹ کر کے پیوے گا اور (غایت حرارت وکراہت کی وجہ سے) گلے سے آسانی کے ساتھ اتارنے کی کوئی صورت نہ ہوگی اور ہر (چہار) طرف سے اس پر (سامان) موت کی آمد ہوگی اور وہ کسی طرح مرے گا نہیں (بلکہ یوں ہی سسکتا رہے گا) اور (پھر یہ بھی نہیں کہ یہی عذاب مذکور ایک حالت پر رہے بلکہ) اس (شخص) کو اور (زیادہ) سخت عذاب کا سامنا (برابر) ہوا (کرے) گا (جس سے عادت پڑنے کا احتمال ہی نہیں ہو سکتا کقولہ تعالی: كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا [النساء: ۵۶]) ف: یتجرع اور لا یکاد کے اجتماع کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ پھنس کر گلے سے اترے پس اتر جانے کے اعتبار سے تجرع کا حکم صحیح ہوا اور بے پھنسے نہ اترنے کے اعتبار سے لا یکاد کا حکم صحیح ہوا دوسری صورت یہ پھنس کر رہ جاوے اترے نہیں پس لا یکاد کا حکم تو ظاہر ہے اور تجرع کا حکم باعتبار قصد کے صحیح ہوا یعنی پینا چاہے گا مگر پی نہ سکے گا۔ واللہ اعلم۔ ربط: اوپر منکر رسالت کے عذاب کا ذکر تھا چونکہ بعض منکرین رسالت اپنے زعم میں کچھ اعمال قربت وثواب کے بھی کرتے تھے جن میں بعض تو فی نفسہٖ بھی قربت نہ تھے جیسے بت پرستی اور بعض ان کے اعتبار سے قربت نہ تھے جیسے اعتاق وصلہ رحم ومہمانداری وغیرہا کہ فی نفسہٖ تو قربت ہیں مگر شرط یعنی ایمان کے فقدان سے ان کے حق میں قربت نہیں رہے پس ان اعمال پر نظر کر کے ان کو یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ یہ اعمال ہمارے کام آویں گے اور عذاب سے بچالیں گے اسی طرح یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ قیامت میں ہمارا زندہ ہی ہونا محال ہے پھر گنجائش عذاب کی کہاں۔ اسی طرح یہ وسوسہ ممکن تھا کہ ہم جن کے کہنے سے اس طریق کو اختیار کئے ہوئے ہیں وہ ہمارے کام آویں گے۔ اسی طرح یہ احتمال ہو سکتا تھا کہ معبودین غیر اللہ ہم کو بچالیں گے اس لئے آگے اولاً ان اعمال کا محض بے اثر ہونا مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا الخ میں اور ثانیاً قیامت کا امکان وقوع آیت اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ الخ میں اور ثالثاً اکابر کا کام نہ آنا آیت وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الخ میں اور رابعاً معبودین غیر اللہ کی معبودیت کا جو اصل سرمنشاء ہے یعنی شیطان اس کا قیامت کے روز صاف جواب دے دینا بیان فرماتے ہیں پس حاصل مجموعہ کا تمام طرق نجات کا مسدود ہو جانا ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالی جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ الخ روح میں حسن سے ہے کہ انہوں نے اپنے ہاتھوں کو پیغمبر کے منہ پر رکھ دیا تاکہ ان کو بولنے نہ دیں اھ میں کہتا ہوں کہ اس کا قصداً ذکر کرنا حالانکہ اصل مقصود کے لئے قَالُوْٓا اِنَّا كَفَرْنَا کافی تھا اس کی دلیل ہے کہ سوئے ادب کفر کے علاوہ ایک مستقل جرم ہے اسی واسطے اہل طریق سوئے ادب سے سخت ممانعت کرتے ہیں ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ : ۱ **قوله فی ارسلتم** بزعم فلا یرد انهم لم یکونوا معتقدین رسالتهم ۱۲۔ ۲ **قوله فی افی الله شك** انکار اشارة الی ان المراد بالشك هذا لا معناه المشهور لانهم کانوا مکذبین جزمًا فالشك یقابل العلم جهلا مرکبا کان او بسیطا ۱۲۔ ۳ **قوله فی من ذنوبکم** گذشتہ گناہ فمن هذه تبعیضیة والبعض هو ما سبق احترازا عن ما لحق وفائدتها الایذان بان ما ستعملون من بعد تواخذون به فافهم فانه عجیب اخذته من البیضاوی سورة نوح ۱۲۔ ۴ **قوله** قوله فی یؤخرکم خیروخوبی دلیله متاعًا حسنا فی سورة هود والا فالتاخیر لا یختص باهل الایمان وترجمة حیات ترجمة بالحاصل ۱۲۔ ۵ **قوله فی یتوکل** الثانی ہمیشہ هربا عن تحصیل الحاصل ۱۲۔ ۶ **قوله فی** واستفتحوا کفار فهو کقوله تعالیٰ ان تستفتحوا فقد جاء کم الفتح ورجحه فی البیضاوی وبقوله ومعنی الخیبة اذا کان الاستفتاح من الکفرة کان اوقع آہ مختصرًا وفی حاشیة حیث لم یحصل ماتو قعوا لانفسهم وهذا کمال الخیبة ۱۲۔

النحو : قوله والذین من بعدهم معطوف علی قوم نوح قوله لا یعلمهم حال من الضمیر المستتر فی الجار والمجرور والتقدیر والذین کانوا من بعدهم حال کون هؤلاء الکائنین لا یعلمهم الخ ۱۲۔ قوله من ورائه فی موضعین ضمیره الی جبار عنید ۱۲۔ قوله صدید عطف بیان او بدل ۱۲۔ قوله یاتیه الموت بحذف المضاف ای اسباب الموت فی انواع العذاب ۱۲۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ﹰاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴿۱۸﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۹﴾ وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴿۲۰﴾ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ﴿۲۱﴾ ع ۳ وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۲﴾ ۱۵

جولوگ اپنے پروردگار کے ساتھ کفر کرتے ہیں ان کی حالت باعتبار عمل کے یہ ہے جیسے کچھ راکھ ہو جس کو تیز آندھی کے دن تیزی کے ساتھ ہوا اُڑا لے جائے ان لوگوں نے جو کچھ عمل کئے تھے ان کا کوئی حصہ ان کو حاصل نہ ہوگا یہ بھی بڑی دور دراز کی گمراہی ہے۔ کیا (اے مخاطب) تجھ کو یہ بات معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو اور زمین کو بالکل ٹھیک ٹھیک پیدا کیا ہے (اس سے اس کا قادر ہونا بھی معلوم ہو گیا پس) اگر وہ چاہے تو تم سب کو فنا کر دے اور ایک دوسری نئی مخلوق پیدا کر دے اور یہ خدا کو کچھ بھی مشکل نہیں اور خدا کے سامنے سب پیش ہوں گے پھر چھوٹے درجہ کے لوگ (یعنی عوام و تابعین) بڑے درجہ کے لوگوں سے کہیں گے کہ ہم (دنیا میں) تمہارے تابع تھے تو کیا تم خدا کے عذاب کا کچھ جزو ہم سے ہٹا سکتے ہو وہ (جواب میں) کہیں گے کہ اگر اللہ ہم کو کوئی راہ بتلاتا تو ہم تم کو بھی (وہ) راہ بتا دیتے (اور اب تو) ہم سب کے حق میں دونوں صورتیں برابر ہیں خواہ ہم پریشان ہوں خواہ ضبط کریں ہمارے بچنے کی کوئی صورت نہیں اور جب (قیامت میں) تمام مقدمات فیصل ہو چکیں گے تو شیطان جواب میں کہے گا کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے سچے وعدے کئے تھے اور میں نے بھی کچھ وعدے کئے تھے سو میں نے ان وعدوں کے خلاف کیا اور میرا تم پر اور تو کچھ زور چلتا نہ تھا بجز اس کے کہ میں نے تم کو بلایا تھا سو تم نے (باختیار خود) میرا کہنا مان لیا تو تم مجھ پر (ساری) ملامت مت کرو اور زیادہ ملامت اپنے آپ پر کرو نہ میں تمہارا مددگار ہوں اور نہ تم میرے مددگار ہو سکتے ہو میں خود تمہارے اس فعل سے بیزار ہوں کہ تم اس سے قبل (دنیا میں مجھ کو) خدا کا شریک قرار دیتے تھے یقیناً ظالموں کیلئے دردناک عذاب (مقرر) ہے۔

تفسیر : **انسداد جمیع طرق محتملہ نجات کفار** : ☆ مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ (الی قولہ تعالیٰ) اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۲﴾ (ان کافروں کو اگر اپنی نجات کے متعلق یہ زعم ہو کہ ہمارے اعمال ہم کو نافع ہوں گے تو اس کا قاعدہ کلیہ تو یہ سن لو کہ) جو لوگ اپنے پروردگار کے ساتھ کفر کرتے ہیں ان کی حالت باعتبار

عمل کے یہ ہے (یعنی ان کے اعمال کی ایسی مثال ہے) جیسے کچھ راکھ ہو (جو اُڑنے میں بہت خفیف ہوتی ہے) جس کو تیز آندھی کے دن میں تیزی کے ساتھ ہوا اڑا لے جائے (کہ اس صورت میں اس راکھ کا نام ونشان بھی نہ رہے گا اسی طرح) ان لوگوں نے جو کچھ عمل کئے تھے اس کا کوئی حصہ (یعنی اثر ونفع کے قبیل سے) ان کو حاصل نہ ہوگا (اس راکھ کی طرح ضائع و برباد جاوے گا) یہ بھی بڑے دور دراز کی گمراہی ہے (کہ گمان تو ہو کہ ہمارے عمل نیک اور نافع ہیں اور پھر ظاہر ہوں بد اور مضر جیسے عبادت اصنام یا غیر نافع جیسے اعتاق وصلہ ارحام اور چونکہ حق سے اس کو بہت بعد ہے اس لئے بعید کہا گیا پس اس طریق سے تو نجات کا احتمال نہ رہا اور اگر ان کا یہ زعم ہو کہ قیامت ہی کا وجود محال ہے اور اس صورت میں عذاب کا احتمال نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ) کیا (اے مخاطب) تجھ کو یہ بات معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو اور زمین کو بالکل ٹھیک ٹھیک (یعنی مشتمل بر منافع ومصالح) پیدا کیا ہے (اور اس سے قادر ہونا اس کا ظاہر ہے پس جب وہ قادر مطلق ہے تو) اگر وہ چاہے تو تم سب کو فنا کردے اور ایک دوسری نئی مخلوق پیدا کردے اور یہ خدا کو کچھ بھی مشکل نہیں (پس جب نئی مخلوق پیدا کرنا آسان ہے تو تم کو دوبارہ پیدا کردینا کونسا مشکل ہے پس اس میں خلق سماوات وارض سے تو قدرت علی خلق جدید پر استدلال کیا اور اس سے اعادۂ خلق قدیم پر قادر ہونے پر استدلال کیا۔ غرض یہ زعم بھی طریق نجات کا باطل ہوا) اور (اگر یہ وسوسہ ہو کہ ہمارے اکابر ہم کو بچالیں گے تو اس کی حقیقت سن لو کہ قیامت کے دن) خدا کے سامنے سب پیش ہوں گے پھر چھوٹے درجہ کے لوگ (یعنی عوام وتابعین) بڑے درجہ کے لوگوں سے (یعنی خواص ومتبوعین سے بطور ملامت وعتاب) کہیں گے کہ ہم (دنیا میں) تمہارے تابع تھے (حتیٰ کہ دین کا جو راہ تم نے ہم کو بتلایا ہم اسی پر ہولئے اور آج ہم پر مصیبت ہے) تو کیا تم خدا کے عذاب کا کچھ جزو ہم سے مٹا سکتے ہو (یعنی اگر بالکل نہ بچاسکو تو کسی قدر بھی بچا سکتے ہو) وہ (جواب میں کہیں گے کہ ہم تم کو کیا بچاتے خود ہی نہیں بچ سکتے ہیں البتہ) اگر اللہ ہم کو (کوئی) راہ (بچنے کا) بتلاتا تو ہم تم کو بھی (وہ) راہ بتلا دیتے (اور اب تو) ہم سب کے حق میں دونوں صورتیں برابر ہیں خواہ ہم پریشان ہوں (جیسا کہ تمہاری پریشانی فَهَلْ أَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ سے ظاہر اور ہماری پریشانی تو لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ سے ظاہر ہی ہے) خواہ ضبط کریں (دونوں حالتوں میں) ہمارے بچنے کی کوئی صورت نہیں (پس اس سوال وجواب سے معلوم ہوگیا کہ طریق کفر کے اکابر بھی تابعین کے کچھ کام نہ آویں گے یہ طریق بھی نجات کا محتمل نہ رہا) اور اگر اس کا بھروسہ ہو کہ یہ معبودین غیر اللہ کام آویں گے اس کا حال اس حکایت سے معلوم ہو جاوے گا کہ) جب (قیامت میں تمام مقدمات فیصل ہوچکیں گے (یعنی اہل ایمان جنت میں اور کفار دوزخ میں بھیج دیئے جاویں گے) تو (اہل دوزخ سب شیطان کے پاس کہ وہ بھی وہاں ہوگا جا کر ملامت کریں گے کہ کمبخت تو تو ڈوبا ہی تھا ہم کو بھی اپنے ساتھ ڈبو دیا اس وقت) شیطان (جواب میں) کہے گا کہ (مجھ پر تمہاری ملامت ناحق کی ہے کیونکہ) اللہ تعالیٰ نے تم سے (جتنے وعدے کئے تھے سب) سچے وعدے کئے تھے (کہ قیامت ہوگی اور کفر سے ہلاکت ہوگی اور ایمان سے نجات ہوگی) اور میں نے بھی تم سے کچھ وعدے کئے تھے (کہ قیامت نہ ہوگی اور تمہارا طریقۂ کفر بھی طریقۂ نجات ہے) سو میں نے وہ وعدے خلاف تم سے کئے تھے (اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے حق ہونے پر اور میرے وعدوں کے باطل ہونے پر دلائل قطعیہ قائم تھے سو باوجود اس کے تم نے میرے وعدوں کو صحیح اور خدائے تعالیٰ کے وعدوں کو غلط سمجھا تو اپنے ہاتھوں تم ڈوبے) اور (اگر تم یوں کہو کہ آخر سچے وعدوں کو جھوٹا سمجھنے اور جھوٹے وعدوں کو سچا سمجھنے کا سبب بھی تو میں ہی ہوا تو بات یہ ہے کہ واقعی میں اغواء کے مرتبہ میں سبب ضرور ہوا لیکن یہ دیکھو کہ میرے اغواء کے بعد تم مختار تھے یا مضطر و مجبور سو ظاہر ہے کہ) میرا تم پر اور تو کچھ زور چلتا نہ تھا بجز اس کے کہ میں نے تم کو (گمراہی کی طرف) بلایا تھا سو تم نے (باختیار خود) میرا کہنا مان لیا (اگر نہ مانتے تو میں بزور تم کو گمراہ نہ کرسکتا تھا جب یہ بات ثابت ہے) تو تم مجھ پر (ساری) ملامت مت کرو (اس طرح سے کہ اپنے کو بالکل بری سمجھنے لگو) اور زیادہ ملامت اپنے آپ کو کرو (کیونکہ اصل علت عذاب کی تمہارا ہی فعل ہے اور میرا فعل تو محض سبب ہے جو بعید اور غیر مستلزم ہے پس ملامت کا تو یہ جواب ہے اور اگر مقصود اس قول سے استعانت واستمداد ہے تو میں کسی کی کیا مدد کروں گا خود ہی مبتلائے مصیبت ومحتاج امداد ہو رہا ہوں لیکن جانتا ہوں کہ کوئی میری مدد نہ کرے گا ورنہ میں بھی تم سے اپنے لئے مدد چاہتا کیونکہ زیادہ مناسبت تم سے ہے بس اب تو) نہ میں تمہارا مددگار (ہوسکتا) ہوں اور نہ تم میرے مددگار (ہوسکتے) ہو (البتہ اگر میں تمہارے طریقۂ شرک کو حق سمجھتا ہوتا تو بھی اس تعلق کی وجہ سے نصرت کا مطالبہ کرنے کی کسی درجہ میں گنجائش تھی لیکن) میں خود تمہارے اس فعل سے بیزار ہوں (اور اس کو باطل سمجھتا ہوں) کہ تم اس کے قبل (دنیا میں) مجھ کو (خدا کا) شریک قرار دیتے تھے (یعنی دربارۂ عبادت اصنام وغیرہا میری ایسی اطاعت کرتے تھے جو اطاعت کہ خاصۂ حق تعالیٰ ہے پس اصنام کو شریک ٹھہرانا بایں معنی شیطان کو شریک ٹھہرانا ہے پس مجھ سے تمہارا کوئی تعلق نہیں نہ تم کو استمداد کا کوئی حق ہے پس) یقیناً ظالموں کے لئے دردناک عذاب (مقرر) ہے (پس عذاب میں پڑے رہو نہ مجھ پر ملامت کرنے سے نفع کی امید رکھو اور نہ مدد چاہنے سے جو تم نے ظلم کیا تھا تم بھگتو جو میں نے کیا تھا میں بھگتوں گا پس گفتگو قطع کرو یہ حاصل ہوا جواب ابلیس کا پس اس سے معبودین غیر اللہ کا بھروسہ بھی قطع ہوا کیونکہ جو ان معبودین کی عبادت کا اصل بانی ومحرک ہے اور درحقیقت عبادت غیر اللہ سے زیادہ راضی وہی ہوتا ہے چنانچہ اسی بناء پر قیامت کے دن دوزخ میں اہل نار اسی سے کہیں سنیں گے اور کسی معبود غیر اللہ سے کچھ بھی نہ کہیں گے جب اس نے صاف جواب دے دیا تو اوروں سے کیا امید ہوسکتی ہے

پس نجات کفار کے سب طریقے مسدود ہوگئے اور یہی مضمون تھا جیسا سرخی میں ظاہر کیا گیا ہے) **ف**: یہ جواو پر ضعفاء کا قول فرمایا گیا ہے فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ الخ اگر یہ امر جائز رکھا جاوے کہ قیامت میں بعض حقائق کفار سے مخفی رہیں گے جیسا کہ اکثر آیات کے ظاہر سے یہی معلوم ہوتا ہے جیسا آیا ہے :اُدْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ کہ ظاہر درخواست سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اس کا احتمال ہوگا تب تو هَلْ اَنْتُمْ میں استفہام اپنے ظاہر پر ہے اور بندہ نے اسی کو اختیار کیا ہے اور اگر بعض حقائق کا مخفی رہنا تجویز نہ کیا جاوے تو یہ استفہام توبیخ وعتاب کے لئے ہوگا بعض مفسرین نے اسی کو اختیار کیا ہے اور یہ جو آیا ہے : مَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ یہ حصر محققین کے نزدیک باعتبار اضلال کے ہے یعنی گمراہ کرنے میں اس سے زیادہ زور نہیں چلتا کہ اغواء کردے یہ نہیں ہوسکتا کہ جبراً کسی کو گمراہ کردے پس اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ شیاطین کوئی دوسری مضرت انسان کو نہ پہنچاسکیں بلکہ نصوص ومشاہدات سے اس کا امکان اور وقوع ثابت ہے کہ بعض امراض میں شیاطین کو دخل ہوسکتا ہے وہ بیہوش کرسکتے ہیں وہ آدمی کو اُٹھا کر لے جاسکتے ہیں وہ پتھر برسا سکتے ہیں مگر چونکہ اکثر اوقات فرشتے محافظ رہتے ہیں اس لئے ایسے واقعات بکثرت نہیں ہوتے اور یہ جو آیا ہے **دعوتکم** اس کا مصدق بواسطہ وبلا واسطہ دونوں طرح ہوسکتا ہے پس شیطان بعض اوقات خود اغوا کرتا ہے اور کبھی دوسرے شیاطین کو اس کا حکم کرتا ہے اور ایک وقت میں بلا واسطہ متعدد اشخاص کو اغواء کرسکنے کے امتناع پر کوئی دلیل معتد بہ قائم نہیں ہوئی **واللہ اعلم**۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ الخ اس میں اس شخص کے عذر کا ابطال ہے جو کہتا ہے میں کیا کروں کمبخت شیطان نے گناہ کراہی دیا اس سے واضح ہوگیا کہ شیطان کا بجز وسوسہ کے اور کچھ زور نہیں ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قوله في وعدو وعدتكم وعدے حملاً للمصدر على الجنس الشامل للواحد والكثير**۔

اللغات: **قوله محيص من حاص حاد و فرد هو اما انتم مكان كالمبيت والمصيف او مصدر ميمي كالغيب والمشيب اى لا منجى او لا نجاة قوله فاخلفتكم قال البيضاوى جعل تبيين خلف وعده كالاخلاف منه فى الحاشية يعنى ان الاخلاف حقيقة هو عدم انجاز من يقدر على انجاز وعده وليس الشيطان كذلك فقوله اخلفتكم يكون مجازا آه وفى الروح ولو جعل مشاكلة لصح قلت وترجمتى بالحاصل ۱۲۔ قوله مصرخ يقال استصرخنى فاصرخته اى استغاثنى فاغثته واصله من الصراخ وهو مد الصوت والهمزة للسبب كان المغيث يزيل صراخ المستغيث ۱۲۔ قوله ان كفرت بمعنى تبرأت مجازا ۱۲۔**

النحو: **قوله وعد الحق من اضافة الموصوف الى الصفة ۱۲۔ قوله انى كفرت بما اشركتمون من قبل اى باشراككم اياى فهو كقوله تعالى ويوم القيمة يكفرون بشرككم ۱۲۔**

البلاغۃ: **قوله كرماد تخصيصه لخفته ولسرعته ذهابه مع الهواء ۱۲ منه۔ قوله ان الظلمين كونه من كلام ابليس ابلغ فى المقصود وهو قطع املهم بالكلية حيث يقوله من يقول اليوم بخلافه ۱۲۔**

وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ؕ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ﴿۲۳﴾ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ﴿۲۴﴾ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ ۨاجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ﴿۲۶﴾ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ﴿۲۷﴾ ع ۱۶

اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے وہ ایسے باغوں میں داخل کئے جائیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی (اور) وہ ان میں اپنے پروردگار کے حکم سے ہمیشہ رہیں گے (اور) وہاں ان کو سلام اس لفظ سے کیا جائے گا (السلام علیکم)۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیسی مثال بیان فرمائی ہے کلمہ طیبہ (یعنی کلمہ توحید) کی کہ وہ مانند ہے ایک پاکیزہ درخت کے جس کی جڑ خوب گڑی ہوئی ہو اور اس کی شاخیں اونچائی میں جارہی ہوں وہ خدا کے حکم سے ہر فصل میں اپنا پھل دیتا ہو اور اللہ تعالیٰ مثالیں لوگوں کے واسطے اس لئے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ خوب سمجھ لیں اور گندہ کلمہ (یعنی کلمہ کفر وشرک) کی مثال ایسی ہے جیسے ایک خراب درخت ہو کہ وہ زمین

کے اوپر ہی اوپر سے اکھاڑ لیا جائے اس کو کچھ ثبات نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اس پکی بات (یعنی کلمہ طیبہ کی برکت) سے دنیا اور آخرت میں مضبوط رکھتا ہے اور ظالموں کو بچلا دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

تفسیر: ربط: اوپر کفار کے عذاب کا ذکر تھا آگے تمیم مضمون کے لئے اہل ایمان کے ثواب کا ذکر ہے کیونکہ بَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا میں لفظ جَمِيْعًا سب کو شامل ہے کفار اور مؤمنین کی تفصیل سے اس کی تمیم ہوگئی۔

ثواب مؤمنین ☆ وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (الی قولہ تعالی) تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے وہ ایسے باغوں میں داخل کئے جائیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی (اور) وہ ان میں اپنے پروردگار کے حکم سے ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (اور) وہاں ان کو سلام اس لفظ سے کیا جاوے گا السلام علیکم (یعنی باہم بھی فرشتوں کی طرف سے بھی لقولہ تعالیٰ اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا [الواقعة: ٢٦] ولقولہ تعالیٰ: وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ۔ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ۔ (الایۃ)۔ ربط: اوپر شروع سے یہاں تک رسالت اور معاد کا ذکر ہو چکا آگے توحید کا بیان ہے پس اول کلمۂ توحید کی فضیلت اور کلمۂ کفر و شرک کی مذمت مثال سے بھی اَلَمْ تَرَ كَيْفَ الخ میں اور اثر سے بھی يُثَبِّتُ اللّٰهُ الخ میں ذکر کی گئی پھر مشرکین کی مذمت کی نعم الٰہیہ کا مقابلہ کفر سے کیا: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ الخ میں اور موحدین کی فضیلت اشارۃً اور ان کو نعیم الٰہیہ کے شکر کی تاکید قُلْ لِّعِبَادِيَ الخ میں بیان کی گئی پھر توحید کے دلائل مع تعداد بعض نعم الٰہیہ اَللّٰهُ الَّذِيْ الخ میں مذکور ہوئے۔

فضل کلمۂ توحید و شناعت کلمۂ شرک بیان مثال واثر ☆ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً (الی قولہ تعالی) وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ کیا آپ کو معلوم نہیں (یعنی اب معلوم ہو گیا) کہ اللہ تعالیٰ نے کسی (اچھی اور موقع کی) مثال بیان فرمائی ہے کلمہ طیبہ کی (یعنی کلمۂ توحید وایمان کی) کہ وہ مشابہ ہے ایک پاکیزہ درخت کے (مراد کھجور کا درخت ہے) جس کی جڑ (زمین کے اندر) خوب گڑی ہوئی ہو اور اس کی شاخیں اونچائی میں جا رہی ہوں (اور) وہ (درخت) خدا کے حکم سے ہر فصل میں (یعنی جب اس کی فصل آجاوے) اپنا پھل دیتا ہو (یعنی خوب پھلتا ہو کوئی فصل ماری نہ جاتی ہو اسی طرح کلمۂ توحید یعنی لا الٰہ الا اللہ کی ایک جڑ ہے یعنی اعتقاد جو مؤمن کے قلب میں استحکام کے ساتھ جائے گیر ہے اور اس کی کچھ شاخیں ہیں یعنی اعمال صالحہ جو ایمان پر مرتب ہوتے ہیں جو بارگاہ قبولیت میں آسمان کی طرف لے جائے جاتے ہیں پھر ان پر رضائے دائمی کا ثمرہ مرتب ہوتا ہے) اور اللہ تعالیٰ (اس قسم کی) مثالیں لوگوں (کے بتلانے) کے واسطے اس لئے بیان فرماتے ہیں تاکہ وہ (لوگ معانی مقصودہ کو) خوب سمجھ لیں (کیونکہ مثال سے مقصود کی خوب توضیح ہو جاتی ہے) اور گندہ کلمہ کی (یعنی کلمۂ کفر و شرک کی) مثال ایسی ہے جیسے ایک خراب درخت ہو (مراد درخت حنظل ہے) کہ وہ (زمین کے اوپر ہی اوپر سے اکھاڑ لیا جاوے اور) اس کو (زمین میں) کچھ ثبات نہ ہو (خراب فرمایا باعتبار اس کی بو اور مزہ اور رنگ کے یا اس کے پھل کی بو اور مزہ اور رنگ کے یہ صفت طیبہ کے مقابل ہوئی اور اوپر سے اکھاڑنے کا مطلب یہ ہے کہ جڑ اس کی دور تک نہیں ہوتی اوپر ہی رکھی ہوتی ہے یہ اَصْلُهَا ثَابِتٌ کے مقابل فرمایا اور مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ۔ اسی کی تاکید کے لئے فرمایا اور اس کی شاخوں کا اونچا نہ جانا اور پھل کا تفکہاً مطلوب نہ ہونا ظاہر ہے یہی حال کلمۂ کفر کا ہے کہ گو کافر کے دل میں اس کی جڑ ہے مگر حق کے سامنے اس کا مضمحل و مطلوب ہو جانا مشابہ اسی کے ہے جیسے اس کی جڑ ہی نہیں قال تعالیٰ: حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ اور شاید مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ کی تصریح سے کفر کا یہی اضمحلال و مغلوبیت بتلانا مقصود ہو اور چونکہ اس کے اعمال مقبول نہیں ہوتے اس لئے فروع فی السماء بھی منفی ہے اور چونکہ اس کے اعمال پر رضائے الٰہی مرتب نہیں ہوتی اس لئے پھل کی نفی بھی ظاہر ہے اور چونکہ قبول و رضا کا کفر میں اصلاً احتمال نہیں اسی لئے مشبہ بہ کی جانب میں فروع اور ثمر کا ذکر قطعاً مطروح و متروک فرما دیا ہو بخلاف نفس کفر کے کہ اس کا ذکر اس لئے کیا گیا کہ اسکا وجود محسوس بھی ہے اور احکام جہاد وغیرہ میں معتبر بھی ہے یہ تو دونوں کی مثال ہوگئی آگے اثر کا بیان ہے کہ) اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اس پکی بات (یعنی کلمۂ طیبہ ثابت الاصل کی برکت) سے (جس کا اوپر ذکر ہوا) ایمان والوں کو دنیا اور آخرت (دونوں جگہوں) میں (دین میں اور امتحان میں) مضبوط رکھتا ہے اور (اس کلمۂ خبیثہ کی نحوست سے) ظالموں (یعنی کافروں) کو (دونوں جگہ دین میں اور امتحان میں بچلا دیتا ہے اور (کسی کو ثابت رکھنے اور کسی کو بچلا دینے میں ہزاروں حکمتیں ہیں پس) اللہ تعالیٰ (اپنی حکمت سے) جو چاہتا ہے کرتا ہے **ف**: حنظل تنہ دار نہیں ہوتا اس کو شجرہ مجازاً فرما دیا گیا اور شجرہ طیبہ اور شجرہ خبیثہ کی یہ تفسیریں حدیث میں آئی ہیں اوردہ الدر المنثور عن الترمذی والنسائی والبزار وابی یعلی وابن جریر وابن ابی حاتم وابن حبان والحاکم مع تصحیحہ وابن مردویہ عن انس مرفوعًا خرما کا طیب ہونا تو ظاہر ہے اور حنظل کو خبیث باعتبار بو اور مزہ اور بعض مضرتوں کے فرمایا جو کتب طبیہ میں مذکور ہیں اور يُثَبِّتُ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا سے مراد یہ ہے کہ شیاطین الانس والجن کے اضلال واغوا کا اس پر اثر نہیں ہوتا اور مرتے دم تک ایمان پر قائم رہتا ہے اور يُثَبِّتُ فِي الْاٰخِرَةِ سے مراد قبر میں نکیرین کے سوال کا صحیح صحیح اور اطمینان سے جواب دے دینا ہے یہ تفسیر بکثرت حدیثوں میں آئی ہے البتہ اکثر حدیثوں میں مجموعی طور پر آیت کی یہ تفسیر آئی ہے جس سے بعض نے اس کو تثبت فی الحیوۃ الدین کی تفسیر قرار دی ہے اور

آخرت سے مراد زمانہ قیامت کا لیا ہے لیکن درمنثور میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بالتخصیص تفسیر منقول ہوئی ہے قال فی الاخرة القبر اخرجه الطبرانی فی الاوسط وابن مردویه اوراسی کے مناسب اضلال فِی الدُّنْيَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ کی تفسیر ہو جاوے گی چنانچہ دنیا میں ان کی ضلالت ظاہر ہے اور قبر میں حسب تصریح احادیث ان سے جواب نہ بن پڑے گا بلکہ متحیرانہ جواب دے گا هاه هاه لا ادری چنانچہ درمنثور میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ کافر کے جواب نہ دے سکنے کا ذکر کر کے انہوں نے کہا فذٰلك قوله ويضل الله الظلمين اخرجه ابن جرير وابن ابی حاتم والبيهقی والله اعلم اور اس مقام پر ایک اشکال ہے وہ یہ کہ سوال قبر کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ میں ہوا ہے چنانچہ سورۂ مؤمن ختم قصہ فرعون پر اس کا بیان آوے گا پس اس آیہ کی کہ سورۂ مکیہ کا جزو ہے تفسیر کرنا سوال قبر سے کیسے صحیح ہے جواب یہ ہے کہ یا تو یہ آیت مدنی ہوگی اور سورت کا مکیہ ہونا باعتبار اکثر اجزاء کے ہے اور یا یہ ہے کہ یہ آیت عام ہے قبر اور یوم قیامت کے اور لفظ آخرت دونوں کو شامل ہے لیکن اس کی تفسیر کے ایک جزو کا علم تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں دیا گیا دوسرا جزو مخفی رکھا گیا وہ مدینہ میں بتلا دیا گیا اور نصوص سے قیامت کے دن بھی سوال ہونا ثابت ہے کقولہ تعالیٰ: فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ [الأعراف: ٦] مگر کفار سے وہ سوال بطور حساب عسیر کے ہوگا اور اہل ایمان سے بطور حساب یسیر کے ہوگا اور اس میں تثبیت سے اعانت فرمائی جاوے گی اور نزلت فی العذاب القبر جو آیا ہے مراد اس سے تخصیص نہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ یہ بھی اس کا مدلول ہے۔

الحواشی: (۱) یعنی وَّفَرْعُهَا فِی السَّمَآءِ اور تُؤْتِیْٓ اُكُلَهَا کا مقابل اس واسطے بیان نہیں فرمایا کہ اس شجرہ خبیثہ کے پھل کا نا قابل ہونا اور اس کی شاخوں کا اونچا نہ ہونا ظاہر ہے ۱۲ منہ۔ (۲) یعنی وجہ تشبیہ کی تصریح سے مشبہ کی اس خاص حالت کا بتلانا مقصود ہو کہ وہ اضمحلال مذکور السابق ہے ۱۲ منہ۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله فی کشجرة طيبة کہ والخ هذه الكاف بيانية تستعمل فی الفارسية فی صدر الجملة البيانية ۱۲۔

اللغات: قوله اجتثت اصله اخذ الجثة ۱۲۔

النحو: قوله كلمة طيبة بدل من مثلا و كشجرة خبر مبتدأ ای هی وقوله كشجرة خبيثة فيه حذف المضاف ای كمثل شجرة خبيثة ووجهه ظاهر ۱۲۔

البلاغۃ: قوله ومثل كلمة خبيثة فی الروح ولعل تغيير الاسلوب حيث لم يقل وضرب الله مثلا خبيثة الخ للايذان بان ذلك غير مقصود بالبيان وانما ذلك امر ظاهر يعرفه كل احد آه قلت لعل كونه غير مقصود لكون الكفر غير مقصود فكذا ذكره فانما الاهتمام للمحبوب قلت ولعل عدم ذكر الاغصان والثمار فی هذا المثال مبنی علی كونه غير مقصود فاقتضى الاجمال والاختصار والله اعلم ۱۲۔ قوله فاحلوا يتعرض بحلولهم لان الاحلال مستلزم للحلول ای مستلزم شرعاً يعنی ثابت بالنصوص ۱۲۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ﴿۲۸﴾ جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا وَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۲۹﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ﴿۳۰﴾ قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ﴿۳۱﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ﴿۳۲﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ﴿۳۳﴾ وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴿۳۴﴾ ع ۵ / ۱۷

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے بجائے نعمت الٰہی کے کفر کیا اور جنہوں نے اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر یعنی جہنم میں پہنچایا وہ اس میں داخل ہوں گے اور وہ رہنے کی بری جگہ ہے اور ان لوگوں نے اللہ کے ساجھی قرار دیئے تا کہ دوسروں کو بھی اس کے دین سے گمراہ کر دیں آپ کہہ دیجئے کہ چندے عیش کر لو کیونکہ اخیر انجام تمہارا دوزخ میں جانا ہے۔ جو میرے خاص ایمان والے بندے ہیں ان سے کہہ دیجئے کہ وہ نماز کی پابندی رکھیں اور ہم نے جو کچھ ان کو دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور آشکارا خرچ کیا کریں ایسے دن کے آنے سے پہلے پہلے جس میں نہ خرید وفروخت ہوگی اور نہ دوستی ہوگی۔ اللہ ایسا ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی (یعنی مینہ) برسایا پھر اس پانی سے پھلوں کی قسم سے تمہارے لئے رزق پیدا کیا اور تمہارے نفع کے واسطے کشتی (اور جہاز) کو مسخر بنایا تا کہ وہ خدا کے حکم سے (وقدرت سے)

دریا میں چلے اور تمہارے نفع کے واسطے نہروں کو (اپنی قدرت کا) مسخر بنایا اور تمہارے نفع کے واسطے سورج اور چاند کو (اپنی قدرت کا) مسخر بنایا جو ہمیشہ چلتے ہی میں رہتے ہیں اور تمہارے نفع کے واسطے رات اور دن کو (اپنی قدرت کا) مسخر بنایا اور جو چیز تم نے مانگی تم کو ہر چیز دی اور اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اگر (ان کو) شمار کرنے لگو تو شمار نہیں لا سکتے (مگر) سچ یہ ہے کہ آدمی ہی بے انصاف اور بڑا ہی ناشکرا ہے۔

تفسیر ربط: آیاتِ بالا کی تمہید میں مذکور ہو چکا ہے۔

مذمت کفار و مشرکین و مدح مؤمنین ☆ اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ بَدَّلُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ كُفۡرًا وَّاَحَلُّوۡا (الی قولہ تعالیٰ) مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِىَ يَوۡمٌ لَّا بَيۡعٌ فِيۡهِ وَلَا خِلٰلٌ ۝ کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا (یعنی ان کا حال عجیب ہے) جنہوں نے بجائے نعمت الٰہی (کے شکر) کے کفر کیا (مراد اس سے کفار مکہ) ہیں **كذا فی الدر المنثور عن ابن عباسؓ**) اور جنہوں نے اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر یعنی جہنم میں پہنچایا (یعنی ان کو بھی کفر کی تعلیم کی جس سے) وہ اس (جہنم) میں داخل ہوں گے اور وہ رہنے کی بری جگہ ہے (اس میں اشارہ ہو گیا کہ ان کا داخل ہونا قرار اور دوام کے لئے ہوگا) اور (اوپر جو کہا گیا ہے کہ ان لوگوں نے شکر نعمت کی جگہ کفر کیا اور اپنی قوم کو جہنم میں پہنچایا اس کفر اور پہنچانے کا بیان یہ ہے کہ) ان لوگوں نے اللہ کے ساجھی قرار دیئے تا کہ (دوسروں کو بھی) اس کے دین سے گمراہ کریں (پس ساجھی قرار دینا کفر ہے اور دوسروں کو گمراہ کرنا جہنم میں پہنچانا ہے) آپ (ان سب سے) کہہ دیجئے کہ چندے عیش کر لو کیونکہ آخر انجام تمہارا دوزخ میں جانا ہے (عیش سے مراد حالت کفر میں رہنا کیونکہ ہر شخص کو اپنے مذہب میں لذت ہوتی ہے یعنی اور چندے کفر کر لو یہ تہدید ہے اور مطلب کیونکہ کا یہ ہے کہ چونکہ جہنم میں جانا تو تمہارا ضروری ہے اس واسطے فکر سے باز آنا تمہارا مشکل ہے خیر اور چندے گذار لو پھر تو اس مصیبت کا سامنا ہو ہی گا اور) جو میرے خاص ایمان والے بندے ہیں (ان کو اس کفر نعمت کے وبال پر متنبہ کر کے اس سے محفوظ رکھنے کے لئے) ان سے کہہ دیجئے کہ وہ (نعمت الٰہی کے اس طرح شکر گذار رہیں کہ) نماز کی پابندی رکھیں اور ہم نے جو کچھ ان کو دیا ہے اس میں سے (حسب قواعد شرعیہ) پوشیدہ اور آشکارا (جیسا موقع ہو) خرچ کیا کریں ایسے دن کے آنے سے پہلے جس میں نہ خرید و فروخت ہوگی اور نہ دوستی ہوگی (مطلب یہ کہ عباداتِ بدنیہ و مالیہ کو ادا کرتے رہیں کہ یہی شکر ہے نعمت کا)

ف: اس میں مؤمنین کی کئی طرح مدح ہوگئی ایک تو الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا سے ان کو تعبیر فرمایا پھر ان کو عبادی تشریفاً فرمایا پھر ان کو براہِ عنایت شکر کی ترغیب دے کر کفران کی ایک آفت عظیمہ سے بچایا۔ تمہید بالا میں اشارۃً سے یہی مراد ہے اور بیع وخلت کی نفی پارۂ سوم کے پہلے رکوع میں بھی کی گئی ہے وہاں ملاحظہ کر لیا جاوے اور مقصود نفی خلال سے یہ ہے کہ یہ مستقلاً نافع نہیں ہے نہ یہ کہ ایمان کے ہوتے ہوئے بھی جب کہ حب فی اللہ ہو نافع نہیں ہے۔

ربط: تمہید بالا میں مذکور ہو چکا۔

اثبات توحید و تعداد بعض نعم ☆ اَللّٰهُ الَّذِىۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ (الی قولہ تعالیٰ) اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَظَلُوۡمٌ كَفَّارٌ ۝ اللہ ایسا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی (یعنی مینہ) برسایا پھر اس پانی سے پھلوں کی قسم سے تمہارے لئے رزق پیدا کیا اور تمہارے نفع کے واسطے کشتی (اور جہاز) کو (اپنی قدرت کا) مسخر بنایا تا کہ وہ خدا کے حکم (وقدرت) سے دریا میں چلے (اور تمہاری تجارت اور سفر کی غرض حاصل ہو) اور تمہارے نفع کے واسطے نہروں کو (اپنی قدرت کا) مسخر بنایا (تا کہ اس سے پیو اور آبپاشی کرو اور اس میں کشتی چلاؤ) اور تمہارے نفع کے واسطے سورج اور چاند کو (اپنی قدرت کا) مسخر بنایا جو ہمیشہ چلنے ہی میں رہتے ہیں (تا کہ تم کو روشنی اور گرمی وغیرہ کا فائدہ ہو) اور تمہارے نفع کے واسطے رات اور دن کو (اپنی قدرت کا) مسخر بنایا (تا کہ تم کو معیشت اور آسائش کا نفع حاصل ہو) اور جو جو چیز تم نے مانگی (اور وہ تمہارے مناسب حال ہوئی) تم کو ہر چیز دی اور (اشیائے مذکورہ ہی پر کیا منحصر ہے) اللہ تعالیٰ کی نعمتیں (تو اس قدر بے شمار ہیں کہ) اگر (ان کو) شمار کرنے لگو تو شمار میں نہیں لا سکتے (مگر) سچ یہ ہے کہ آدمی بہت ہی بے انصاف بڑا ہی ناشکر ہے (کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر اور شکر نہیں کرتا بلکہ اور بالعکس کفر و معصیت کرنے لگتا ہے جیسا اوپر آیا ہے اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ بَدَّلُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ كُفۡرًا) **ف**: آسمان سے پانی نازل ہونے پر بعض کو شبہ ہوا ہے کہ بعض اوقات اونچے پہاڑوں پر کھڑے ہونے سے نیچے پانی برستا ہوا نظر آتا ہے اور یہ شخص خشک کھڑا رہتا ہے اگر آسمان سے پانی برستا تو اس کے اوپر بھی برستا مگر یہ شبہ نہایت لچر ہے ممکن ہے کہ وہ پانی آسمان سے بادلوں میں ایسے طور پر ملائکہ کی معرفت آجاوے کہ اوپر سے تقاطر نہ ہو پھر بادل سے تقاطر ہوتا ہو اور ہم بارش میں تبخیر کے دخل ہونے کے منکر نہیں ممکن ہے کہ دونوں امر کا مجموعہ سبب ہو یا کبھی ایک طریق ہو کبھی دوسرا۔ وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ اور اٰتٰٮكُمۡ مِّنۡ كُلِّ مَا سَاَلۡتُمُوۡهُ‌ؕ میں جو قید لگائی کہ وہ مناسب حال ہو اس سے شبہ جاتا رہا کہ بعض اشیاء ہم مانگتے ہیں اور وہ نہیں ملتیں سو وہ حکمت الٰہیہ میں اس سائل کے مناسب نہ ہوگی اور بعض نے جواب دیا ہے کہ لفظ کل تکثیر کے لئے ہے نہ کہ تعمیم کے لئے جیسے فَتَحۡنَا عَلَيۡهِمۡ اَبۡوَابَ كُلِّ شَىۡءٍ‌ؕ اور اگر تقریر ترجمہ پر یہ شبہ ہو کہ اٰتٰٮكُمۡ مِّنۡ كُلِّ مَا سَاَلۡتُمُوۡهُ‌ؕ الخ میں تو کل نعمتیں آگئیں پھر اس کے کیا معنی کہ اشیائے مذکورہ میں انحصار نہیں الخ تو اس کا جواب یہ ہے کہ كُلِّ مَا

سَاَلْتُمُوْهُ نعم مسئولہ کو عام ہے نعم غیر مسئولہ تو اس میں داخل نہیں اس لئے وَاِنْ تَعُدُّوْا الخ میں وہ سب داخل کی گئیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بے شمار اس لئے ہیں کہ اول تو جو منافع اس کو بالفعل حاصل ہیں اور جو مضرتیں اس سے مدفوع ہیں وہ خود کثرت سے ہیں پھر ان منافع کے اسباب وعلل ومقدمات ابتداء سے سلسلۂ حوادث تک اور منافع کے مصالح وحکم متاخرہ کہ وہ بھی نعمتیں ہیں ان میں اور زیادہ کثرت ہے کہ عادۃً اسکا احاطہ نہیں ہوسکتا یہی مطلب ہے لَا تُحْصُوْهَا کا اور اسکو بے شمار سے تعبیر کیا گیا ہے اور یہ جو فرمایا ہے اِنَّ الْاِنْسَانَ مراد اس سے جنس ہے گو بعض افراد کے اعتبار سے سہی پس یہ شبہ لغو ہے کہ ہر انسان تو ایسا نہیں۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ : وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ الخ یہ نعمت اہل نار تک پر ہے چنانچہ روح میں ابن مسعودؓ کی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اہل نار پر بھی احسان ہے کیونکہ نار سے بھی زیادہ عذاب سے سزا دینے پر قادر ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قوله فى نعمت الله شکر اشارة الى تقدير المضاف ۱۲ منه ۲؎ قوله فى سخر لكم تمہارے نفع اشارة الى ان اللام للانتفاع لا للصلة فلا يرد ان ما ذكر ههنا ليس فى قدرتنا كما قال البيضاوى لانتفاعكم والقرينة على هذا المعنى قوله بامره ۱۲ منه۔ ۳؎ قوله فى نعمت الله نعمتیں اشارة الى ارادة الجنس ۱۲ ۴؎ قوله فى تعدوا شمار کرنے لگو اشارة الى دفع ايراد وهو ان العدو الاحصاء متحدان فكيف يترتب عدم شئ على وجوه والجواب ان معنى الشرط ان تشرعوا فاندفع الايراد ۱۲ منه۔

اختلاف القراءۃ: فى قراءة ليضلوا لازمًا ۱۲۔

اللغات: قوله دائبين فى الحاشية على البيضاوى الدواب مرور الشئ فى العمل على عادته فيه من الداب وهو العادة ۱۲۔

النحو: قوله يقيموا الصلوٰة فى البيضاوى يجوز ان يقدر لام الامر ليصح تعلق القول بها اى بالاقامة والانفاق وانما حسن ذلك ولم يحسن قوله محمد(1) تفد نفسك كل نفس اى لتفد لدلالة قل عليه ولا دلالة فى محمد تفد ۱۲۔ قوله من كل ما سألتموه هى ابتدائية ولا حاجة على ما فسرنا الى التبعيض ۱۲۔

البلاغۃ: قوله ليضلوا فى البيضاوى وليس الضلال والاضلال غرضهم لكن لما كان نتيجته جعل كالغرض ۱۲۔ قوله فان مصيركم فى البيضاوى وفى التهديد بصيغة الامر ايذان بان المهدد عليه كالمطلوب لافضائه الى المهدد به وان الامرين كائنان لا محالة ولذلك علله بقوله فان مصيركم الخ وان المخاطب لانهما كه فيه كالمامور به من آمر مطاع ۱۲۔

الحواشی: (1) هو منادى وحرف النداء محذوف ۱۲ منه۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴿۳۵﴾ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۶﴾ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۷﴾ رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ۗ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ﴿۳۸﴾ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۹﴾ رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ڰ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ﴿۴۰﴾ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ﴿۴۱﴾ ع ۶ ۱۸ وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ڛ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ﴿۴۲﴾ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْئِدَتُهُمْ هَوَآءٌ ﴿۴۳﴾ وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ۭ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا

اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ﴿۴۴﴾ وَّ سَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ﴿۴۵﴾ وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ۭ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ﴿۴۶﴾ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۴۷﴾ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۴۸﴾ وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَىِٕذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ﴿۴۹﴾ سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ﴿۵۰﴾ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۵۱﴾ هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۵۲﴾

ع ۷ ۱۱ ۱۹

اور جب کہ ابراہیم علیہ السلام نے کہا اے میرے رب اس شہر (مکہ) کو امن والا بنا دے اور مجھ کو اور میرے خاص فرزندوں کو بتوں کی عبادت سے بچائے رکھئے اے میرے پروردگار ان بتوں نے بہتیرے آدمیوں کو گمراہ کیا پھر جو شخص میری راہ پر چلے گا وہ تو میرا ہی ہے اور جو شخص (اس بات میں) میرا کہنا نہ مانے سو آپ تو کثیر المغفرت (اور) کثیر رحمت ہیں۔ اے ہمارے رب میں اپنی اولاد کو آپ کے معظم گھر کے قریب ایک (کف دست) میدان میں جو زراعت کے قابل نہیں آباد کرتا ہوں اے ہمارے رب تا کہ وہ لوگ نماز کا اہتمام رکھیں تو آپ کچھ لوگوں کے قلوب ان کی طرف مائل کر دیجئے اور ان کو محض اپنی قدرت سے پھل کھانے کو دیجئے تا کہ یہ لوگ (ان نعمتوں کا) شکر کریں۔ اے ہمارے رب آپ کو تو سب کچھ معلوم ہے جو ہم اپنے دل میں رکھیں اور جو ظاہر کریں اور اللہ تعالیٰ سے تو کوئی چیز بھی مخفی نہیں نہ زمین میں اور آسمان میں تمام حمد و ثنا خدا کے لئے (سزاوار) ہے جس نے مجھ کو بڑھاپے میں اسمٰعیل اور اسحٰق (دو بیٹے) عطا فرمائے حقیقت میں میرا رب دعا کا بڑا سننے والا ہے اے میرے رب مجھ کو بھی نماز کا (خاص) اہتمام کرنے والا رکھیے اور میری اولاد میں بھی بعضوں کو اے ہمارے رب اور میری (یہ) دعا قبول فرمائیے (اور) اے ہمارے رب میری مغفرت کر دیجئے اور میرے ماں باپ کی بھی اور کل مؤمنین کی بھی حساب قائم ہونے کے دن اور (اے مخاطب) جو کچھ یہ ظالم کافر لوگ کر رہے ہیں اس سے خدا تعالیٰ کو بے خبر مت سمجھو (کیونکہ) ان کو صرف اس روز تک مہلت دے رکھی ہے جس میں ان لوگوں کی نگاہیں پھٹی رہ جاویں گی دوڑتے ہوں گے اپنے سر اوپر اٹھا رکھے ہوں گے اور ان کی نظر ان کی طرف ہٹ کر نہ آوے گی اور ان کے دل بالکل بدحواس ہوں گے اور آپ ان لوگوں کو اس دن سے ڈرائیے جس دن ان پر عذاب آ پڑے گا پھر یہ ظالم لوگ کہیں گے کہ اے اللہ ہمارے رب ایک مدت قلیل تک ہم کو اور مہلت دیجئے ہم آپ کا سب کہنا مان لیں گے اور پیغمبروں کا اتباع کریں گے کیا تم نے اس کے قبل قسمیں نہ کھائی تھیں کہ تم کو کہیں جانا ہی نہیں ہے حالانکہ تم ان (پہلے) لوگوں کے رہنے کی جگہوں میں رہتے تھے جنہوں نے اپنی ذات کا نقصان کیا تھا اور تم کو یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ ہم نے ان کے ساتھ کیونکر معاملہ کیا تھا اور ہم نے تم سے مثالیں بیان کیں اور ان لوگوں نے اپنی سی بہت ہی بڑی بڑی تدبیریں کیں تھیں اور ان کی تدبیریں اللہ کے سامنے تھیں اور واقعی ان کی تدبیریں ایسی تھیں کہ ان سے پہاڑ بھی ٹل جاویں۔ پس اللہ تعالیٰ کو اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرنے والا نہ سمجھنا اللہ بے شک بڑا زبردست اور پورا بدلہ لینے والا ہے جس روز دوسری زمین بدل دی جائے گی اس زمین کے علاوہ اور آسمان بھی اور سب کے سب ایک زبردست اللہ کے روبرو پیش ہوں گے اور تو اس روز مجرموں (یعنی کافروں) کو زنجیروں میں جکڑے ہوئے دیکھے گا (اور) ان کے کرتے قطران کے ہوں گے اور آگ ان کے چہروں پر لپٹی ہوگی تا کہ اللہ تعالیٰ ہر (مجرم) شخص کو اس کے کئے کی سزا دے یقیناً اللہ تعالیٰ بڑی جلد حساب لینے والا ہے۔ یہ (قرآن) لوگوں کے لئے احکام پہنچاتا ہے اور تا کہ اس کے ذریعہ (عذاب سے) ڈرائے جاویں اور تا کہ اس بات کا یقین کرلیں کہ وہی ایک معبود برحق ہے اور تا کہ دانشمند لوگ نصیحت حاصل کریں۔ ۞

تفسیر ربط: اوپر توحید اور نعم الٰہیہ کا ذکر تھا آگے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعض واقعات مذکور ہیں جن میں شرک کی مذمت اور بعض نعم الٰہیہ متعلقہ باہل مکہ کا ذکر ہے جس سے مضمون سابق کی تقریر ہو گئی خصوص اہل مکہ کے لئے کہ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں تھے پس ان کو تنبیہ ہو گئی کہ تمہارے جد امجد شرک کو برا کہتے تھے اور تمہارے لئے بعض نعم کی دعا کر گئے تھے تم شکر کرو گے کہ جیسا لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ سے معلوم ہوتا ہے مگر تم نے بجائے شکر کے کفر کیا جیسا بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا میں مذکور ہوا۔

قصہ ابراہیم علیہ السلام بتقریر توحید حق و انعام ☆ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا (الی قولہ تعالیٰ) يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ﴿۴۱﴾ اور (وہ وقت قابل یاد کرنے کے ہے) جب کہ ابراہیم (علیہ السلام) نے (حضرت اسمٰعیل اور حضرت ہاجرہ کو بحکم الٰہی میدان مکہ میں لا کر رکھنے کے وقت دعا کے طور پر) کہا

کہ اے میرے رب اس شہر (مکہ) کو امن والا بنا دیجئے (کہ اس کے رہنے والے مستحق امن رہیں یعنی حرم کر دیجئے) اور مجھ کو میرے خاص فرزندوں کو بتوں کی عبادت سے (جو کہ اس وقت جہلاء میں شائع ہے) بچائے رکھیے (جیسا اب تک بچائے رکھا) اے میرے پروردگار (میں بتوں کی عبادت سے بچنے کی دعا اس لئے کرتا ہوں کہ) ان بتوں نے بہتیرے آدمیوں کو گمراہ کر دیا (یعنی ان کی گمراہی کا سبب ہو گئے اس لئے ڈر کر آپ کی پناہ چاہتا ہوں اور میں جس طرح اولاد کے بچنے کی دعا کرتا ہوں اسی طرح ان کو بھی کہتا سنتا رہوں گا) پھر (میرے کہنے سننے کے بعد) جو شخص میری راہ پر چلے گا وہ تو میرا ہے ہی (اور اس کے لئے وعدۂ مغفرت ہے ہی) اور جو شخص (اس باب میں) میرا کہنا نہ مانے سو (اس کو آپ ہدایت فرمایئے کیونکہ) آپ تو کثیر المغفرت (اور) کثیر الرحمۃ ہیں (ان کی مغفرت اور رحمت کا سامان بھی کر سکتے ہیں کہ ان کو ہدایت دیں مقصود اس دعا سے شفاعت مؤمنین کے لئے ہے اور طلب ہدایت غیر مؤمنین کے لئے ہے) اے ہمارے رب میں اپنی اولاد کو (یعنی اسمٰعیل علیہ السلام کو اور ان کے واسطہ سے ان کی نسل کو) آپ کے معظم گھر (یعنی خانہ کعبہ) کے قریب (جو کہ پہلے سے یہاں بنا ہوا تھا اور ہمیشہ سے لوگ اس کا ادب کرتے آتے تھے) ایک (کف دست) میدان میں جو (بوجہ سنگستان ہونے کے) زراعت کے قابل (بھی) نہیں آباد کرتا ہوں اے ہمارے رب (بیت الحرم کے پاس اس لئے آباد کرتا ہوں) تاکہ وہ لوگ نماز کا (خاص) اہتمام رکھیں (اور چونکہ یہ اس وقت کف دست میدان ہے) تو آپ کچھ لوگوں کے قلوب ان کی طرف مائل کر دیجئے (کہ یہاں آ کر رہیں سہیں تاکہ آبادی پر رونق ہو جاوے) اور (چونکہ یہاں زراعت وغیرہ نہیں ہے اس لئے) ان کو (محض اپنی قدرت سے) پھل کھانے کو دیجئے تاکہ یہ لوگ (ان نعمتوں کا) شکر کریں اے ہمارے رب (یہ دعائیں محض عبودیت و افتقار کے لئے ہیں۔ آپ کو اپنی حاجات کی اطلاع کے لئے نہیں کیونکہ) آپ کو تو سب کچھ معلوم ہے جو ہم اپنے دل میں رکھیں اور جو ظاہر کر دیں اور (ہمارے ظاہر و باطن پر کیا حصر ہے) اللہ تعالیٰ سے (تو) کوئی چیز بھی مخفی نہیں نہ زمین میں اور نہ آسمان میں (کچھ دعائیں آگے آویں گی اور بیچ میں بعض نعم سابقہ پر حمد و شکر کیا تاکہ شکر کی برکت سے یہ دعائیں اقرب الی القبول ہو جاویں چنانچہ فرمایا کہ) تمامی حمد (وثنا) خدا کے لئے (سزاوار) ہے جس نے مجھ کو بڑھاپے میں اسماعیل اور اسحاق (دو بیٹے) عطا فرمائے حقیقت میں میرا رب دعا کا بڑا سننے والا (یعنی قبول کرنے والا) ہے (کہ عطائے اولاد کے متعلق میری یہ دعا : رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصّٰلِحِيْنَ [الصّٰفّٰت : ۱۰۰] قبول کر لی پھر اس نعمت کا شکر ادا کر کے آگے بقیہ دعائیں پیش کرتے ہیں کہ) اے میرے رب (جو میری نیت ہے اپنی اولاد کو بیت محرم کے پاس بسانے سے کہ وہ نمازوں کا اہتمام رکھیں اس کو پورا کر دیجئے اور جیسا ان کے لئے اہتمام نماز میرا مطلوب ہے اسی طرح اپنے لئے بھی مطلوب ہے اس لئے اپنے اور ان کے دونوں کے لئے دعا کرتا ہوں اور چونکہ مجھ کو وحی سے معلوم ہو گیا ہے کہ ان میں بعض غیر مؤمن بھی ہوں گے اس لئے دعا سب کے لئے نہیں کر سکتا ہوں پس ان مضامین پر نظر کر کے یہ دعا کرتا ہوں کہ) مجھ کو بھی نماز کا (خاص) اہتمام کرنے والا رکھئے اور میری اولاد میں بھی بعضوں کو (نماز کا اہتمام رکھنے والا کیجئے) اے ہمارے رب اور میری (یہ) دعا قبول کیجئے (اور) اے ہمارے رب میری مغفرت کر دیجئے اور میرے ماں باپ کی بھی اور کل مؤمنین کی بھی حساب قائم ہونے کے دن (یعنی قیامت کے روز سب مذکورین کی مغفرت کر دیجئے) **ف** : اس مقام پر ابراہیم علیہ السلام کی کئی دعائیں ہیں اور بجز مغفرت کے سب قبول ہوئیں۔

اول : مکہ کو امن والا بنانا چنانچہ وہ اس طرح قبول ہوئی کہ وہ حرم ہو گیا جس میں قتل و غارت حتیٰ کہ وحوش اور بعض نباتات کا تلف کرنا حرام ہو گیا اور حدیث میں اسی کو فرمایا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنوایا۔ اور میں نے ترجمہ میں مستحق امن سے اس لئے تفسیر کی کہ اگر کوئی امن کو توڑے تب بھی ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا قبول نہ ہونا اس سے لازم نہیں آتا اور اس دعا سے کہ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ الخ یہ لازم نہیں آتا کہ اس وقت وہ شہر کی صورت میں ہو بلکہ اس کی ایسی مثال ہے کہ کوئی شخص سنار کے پاس سونا یا چاندی لے جا کر کہے **اجعل هذا الخاتم حسناً** یعنی اس انگوٹھی کو اچھا بنانا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ انگوٹھی بالفعل تیار ہو بلکہ ایسی ترکیب سے مقصود یہ بتلانا ہے کہ زیادہ مطمح فائدہ مفعول ثانی ہے پس اَجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اور اَجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ میں تعارض نہیں ہے اور رہا یہ کہ انہوں نے دونوں لفظ کہے تھے یا ایک سو دونوں احتمال ہیں کہ اول بَلَدًا اٰمِنًا کہا ہو جس میں بلد بنوانے کی بھی دعا ہو پھر اَلْبَلَدَ کہا جس میں زیادہ مقصود امن کی دعا ہو یا ایک لفظ کہا ہو جس میں بلدیت کی بھی درخواست مقصود تھی اور امنیت کی زیادہ مقصود تھی اس لئے حکایت میں دونوں تعبیریں صحیح ہو گئیں اول تعبیر دونوں کی مقصودیت کی بناء اور دوسری تعبیر امنیت کی زیادہ مقصودیت کی بناء پر۔

دوسری دعا : اجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ الخ یہ اس طرح قبول ہوئی کہ ان کے خاص صلبی فرزند اس سے محفوظ رہے پس اولاد اولاد کے شرک سے کوئی اشکال لازم نہیں آتا رہا یہ امر کہ اپنے لئے اجْنُبْنِيْ کہنے کے کیا معنی حالانکہ وہ ہمیشہ سے منزہ تھے جواب یہ ہے کہ مقصود دوام حفظ کا تھا جیسے تقریر ترجمہ سے ظاہر ہے پھر یہ کہ دوام حفظ بھی بوجہ نبوت و عصمت کے امر یقینی تھا پھر اس کی طلب کے کیا معنی جواب حسب تحقیق روح المعانی یہ ہے کہ عصمت کا لزوم بتوفیق الٰہی ہے امر طبعی نہیں اس لئے

طلب حفظ ضروری ہے۔

تیسری دعا: لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ جس کی تصریح رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ الخ میں ہے اس کا قبول ہونا ظاہر ہے کہ آپ کی اولاد میں بہت عابد ہوئے بلکہ سید العابدین ہوئے۔

چوتھی دعا: فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً یہ بھی قبول ہوئی چنانچہ اول قبیلہ جرہم نے وہاں آ کر سکونت اختیار کی پھر مختلف زمانوں میں لوگ آفاق سے آ آ کر وہاں بسا کئے۔

پانچویں دعا: وَارْزُقْهُمْ الخ یہ دو صورت سے واقع ہوا ایک طائف میں پیداوار کی کثرت دوسرے اور بلاد وامصار سے آمد۔

اب یہاں دو اشکال ہیں۔ ایک من عصانی کے لئے دعائے مغفرت اس کا جواب تقریر ترجمہ سے ظاہر ہے دوسرا اشکال والدین کے لئے دعا کرنا سو اہل سیر نے والدہ کا ایمان تو نقل کیا ہے اور باپ کے لئے دعا کرنے کی توجیہ پارہ یازدہم کے رکوع دوم آیت وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ الخ کے ذیل میں گزر چکی ہے کہ مقصود دعائے ہدایت ہے البتہ ایک وسوسہ باقی ہے وہ یہ کہ یہ دعا بڑھاپے کی حالت میں ہوئی ہے اور ظاہر یہ ہے کہ اس وقت باپ زندہ نہ ہوگا پھر دعائے ہدایت کب متصور ہے سو اگر اس کے مرنے کی خبر ان کو پہنچ چکی ہو تو معنی یہ ہوں گے اغفرله ان مات مؤمنا۔ پھر وحی سے جب علم علی الکفر کا ہوا تو تبری فرمائی ہو واللہ اعلم اور اگر والدہ کا ایمان ثابت نہ ہو تو یہی جواب وہاں ہے اور ثمرات کے ساتھ پانی نہ مانگنے کی وجہ حالانکہ اس کی بھی ضرورت تھی اور اس وقت موجود بھی نہ تھا یہ لکھی ہے کہ وادی میں پانی تو جمع ہو ہی جاتا ہے اور اسی وجہ سے غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ فرمایا اور غیر ذات ماء نہ بڑھایا واللہ اعلم اور ہر چند کہ ابراہیم علیہ السلام کے علاوہ اسماعیل واسحاق علیہما السلام کے اور فرزند بھی تھے جیسا روضۃ الصفا میں منقول ہے کہ آپ نے بعد وفات سارا کے کسی کنعانی بی بی سے نکاح کیا اور سے چھ فرزند ہوئے لیکن دعا میں ان دو کا نام لینا یا اس وجہ سے ہوگا کہ اس وقت بھی دو ہوں یا اس وجہ سے کہ سب سے اشرف تھے اور جاننا چاہئے کہ ان سب دعاؤں کا ایک جلسہ میں ہونا ضرور نہیں پس یہ شبہ نہ رہا کہ اسماعیل علیہ السلام کے بچپن میں کہ متبادر اسکنت سے معلوم ہوتا ہے اسحاق کہاں تھے۔

ربط: اوپر مِنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ الخ میں کفار کا عذاب مذکور تھا آگے پھر وہی مضمون ہے اور درمیان میں جو توحید و رسالت کا ذکر تھا اس سے تناسب ظاہر ہے کہ اسی کے انکار سے یہ عذاب ہوتا ہے۔

عود بذکر عذاب کفار ☆ وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۚ (الی قوله تعالی) اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ اور (اے مخاطب) جو کچھ یہ ظالم (کافر) لوگ کر رہے ہیں اس سے خدا تعالیٰ کو (جلدی عذاب نہ دینے کی بنا پر) بے خبر مت سمجھ (کیونکہ) ان کو صرف اس روز تک مہلت دے رکھی ہے جس میں ان لوگوں کی نگاہیں (مارے حیرت اور ہیبت کے) پھٹی رہ جاویں گی (اور وہ موقف حساب کی طرف حسب الطلب) دوڑتے ہوں گے (اور فرط حیرت سے) اپنے سر اوپر اٹھا رکھے ہوں گے (اور) ان کی نظر ان کی طرف ہٹ کر نہ آوے گی (یعنی ایسی ٹکٹکی بندھے گی کہ آنکھ نہ جھپکیں گے) اور ان کے دل (شدت ہول سے) بالکل بدحواس ہوں گے اور (جب وہ دن آ جاوے گا پھر مہلت نہ ہوگی پس) آپ ان لوگوں کو اس دن (کے آنے) سے ڈرائیے جس دن ان پر عذاب آ پڑے گا پھر یہ ظالم لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے رب ایک مدت قلیل تک ہم کو (اور) مہلت دے دیجئے (اور دنیا میں پھر بھیج دیجئے) ہم (اس مدت میں) آپ کا سب کہنا مان لیں گے اور پیغمبروں کا اتباع کریں گے (جواب میں ارشاد ہوگا کہ کیا ہم نے دنیا میں تم کو مہلت طویلہ نہ دی تھی اور) کیا تم نے (اس مہلت کے طول ہی کے سبب) اس کے قبل (دنیا میں) قسمیں نہ کھائی تھیں کہ تم کو (دنیا سے) کہیں جانا ہی نہیں ہے (یعنی قیامت کے منکر تھے اور اس پر قسم کھاتے تھے کقولہ تعالیٰ: وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ۭ [النحل: ۳۸] حالانکہ (اسباب منع انکار کے سب مجتمع تھے چنانچہ) تم ان (پہلے) لوگوں کے رہنے کی جگہوں میں رہتے تھے جنہوں نے کفر وانکار قیامت کر کے) اپنی ذات کا نقصان کیا تھا اور تم کو (تواتر اخبار سے) یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ ہم نے ان کے ساتھ کیونکر معاملہ کیا تھا (کہ ان کے کفر وانکار پر ان کو سزائیں دیں اس سے تم کو معلوم ہو سکتا ہے کہ انکار کرنا موجب غضب ہے پس تصدیق واجب ہے اور ان کے مساکن میں رہنا ہر وقت ان کے ان حالات کا مذکر ہو سکتا تھا پس انکار کی کسی وقت گنجائش نہ تھی) اور (علاوہ ان واقعات کے سننے کے جو کہ عبرت کے لئے کافی تھے) ہم نے (بھی) تم سے مثالیں بیان کیں (یعنی کتب سماویہ میں ہم نے بھی ان واقعات کو مثال کے طور پر بیان کیا کہ اگر تم ایسا کرو گے تو تم بھی ایسے ہی مغضوب و مستحق عذاب ہو گے پس واقعات کا اولاً اخبار سے سننا پھر ہمارا ان کو بیان کرنا پھر مماثلت پر تنبیہ کر دینا یہ سب اسباب مقتضی اس کو تھے کہ قیامت کا انکار نہ کرتے) اور (ہم نے جن پہلے لوگوں کو ان کے کفر وانکار پر سزائیں دیں) ان لوگوں نے (دین حق کے مٹانے میں) اپنی سی بہت ہی بڑی بڑی تدبیریں کیں تھیں اور ان کی (یہ سب) تدبیریں اللہ کے سامنے تھیں (اس کے علم سے مخفی نہ رہ سکتی تھیں) اور واقعی ان کی تدبیریں ایسی تھیں کہ (عجب نہیں) ان سے پہاڑ بھی (اپنی جگہ سے) ٹل جاویں (مگر پھر بھی حق ہی غالب رہا اور ان کی ساری تدبیریں گاؤ خورد ہو گئیں اور وہ ہلاک کئے گئے اس سے بھی معلوم ہو گیا کہ

حق وہی ہے جو پیغمبر فرماتے تھے اور اس کا انکار موجب غضب وعذاب ہے جب قیامت میں ان کا معذب ہونا معلوم ہو گیا) پس (اے مخاطب) اللہ تعالیٰ کو اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرنے والا نہ سمجھنا (چنانچہ قیامت کے دن ان کے منکرین کے عذاب کا وعدہ تھا سو وہ پورا ہوگا جیسا اوپر مذکور ہوا) بیشک اللہ تعالیٰ بڑا زبردست (اور) پورا بدلہ لینے والا ہے (کہ اس کو کوئی بدلہ لینے سے نہیں روک سکتا پس قدرت بھی کامل پھر مشیت کا تعلق اوپر معلوم ہوا پھر خلف وعدہ کا کیا احتمال رہا اور یہ بدلہ اس روز ہوگا) جس روز دوسری زمین بدل دی جاوے گی اس زمین کے علاوہ اور آسمان بھی (دوسرے بدل دیئے جاویں گے ان آسمانوں کے علاوہ کیونکہ اول بار کے نفخ صور سے سب زمین وآسمان ٹوٹ پھوٹ جاویں گے پھر دوسری بار میں از سرنو زمین وآسمان بنیں گے) اور سب کے سب ایک (اور) زبردست اللہ کے روبرو پیش ہوں گے (مراد اس سے قیامت کا دن ہے یعنی قیامت میں بدلہ لیا جاوے گا) اور اس روز (اے مخاطب) تو مجرموں کو (یعنی کافروں کو) زنجیروں میں جکڑے ہوئے دیکھے گا (اور) ان کے کرتے قطران کے ہوں گے (یعنی سارے بدن کو قطران لپٹی ہوگی کہ اس میں آگ جلدی اور تیزی کے ساتھ لگے اور وہ درخت چیڑ کا روغن ہوتا ہے **كما فى كتب اللغات والطب**) اور آگ ان کے چہروں پر (بھی) لپٹی ہوگی (یہ سب کچھ اس لئے ہوگا) تاکہ اللہ تعالیٰ ہر (مجرم) شخص کو اس کے کئے کی سزا دے (اور گو ایسے مجرم بے انتہا ہوں گے مگر) یقیناً اللہ تعالیٰ (کو ان کا حساب وکتاب کچھ دشوار نہیں کیونکہ وہ) بڑی جلد حساب لینے والا ہے (سب کا فیصلہ شروع کر کے فوراً ہی ختم کر دے گا) **ف**: سَكَنْتُمْ میں خطاب کفار متاخرین کو ہے جن سے پہلے کوئی امت معذب ہو چکی ہے پس اس میں تسلسل لازم نہیں آتا کہ ساکن کے لئے مساکن ظلمہ کا ہونا ضروری ہے اور وہ ظلمہ بھی مساکن ہیں **وهلم جرا** اور **الناس** کا **انذر** کے لئے مفعول ہونا اور يَأْتِيهِمُ کا مرجع **الناس** ہونا اور **يقول** اور اس کے جواب يَأْتِيهِمُ پر مرتب ہونا قرینہ ہے کہ متاخرین میں بھی صرف اسی امت کے کفار مراد ہیں اور ان کا معذبین کے مساکن میں رہنا باین معنی ہے کہ بعض قریٰ ملک شام میں تھے اور عرب کے لوگ تجارت کے سفر میں آتے جاتے ان کو دیکھتے تھے اور ٹھہرنے کا وقت آجاتا تو ٹھہرتے بھی تھے کقولہ تعالیٰ وَإِنَّهُمَا لَبِإِمَامٍ مُّبِينٍ وقولہ تعالیٰ وَإِنَّكُمْ لَتَمُرُّونَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِينَ ۔ وَبِاللَّيْلِ اور باین معنی ہے کہ نوح علیہ السلام کے زمانہ میں سب کفار غرق ہو گئے تھے سو جہاں عرب رہتے تھے یہ بھی ان میں سے بعض کے مساکن تھے **والله اعلم** اور سماوات وارض کی تجدید و تبدیل باعتبار ذات وصفات دونوں کے صحیح ہو سکتی ہے کیونکہ مادۂ قدیمہ کا اعادہ اور اس میں ہیئت جدیدہ کا افادہ ہوگا پس اگر ہیئت کو جزو ذات کہا جاوے تو تبدیل ذات اس کو کہنا صحیح ہے اور اگر خارج ذات کہا جاوے تو تبدیل صفات کہنا صادق ہے اور حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ علاوہ اس اعادۂ خلق کے سماوات وارض میں کوئی تبدیلی بھی ہوگی جس میں بعض تبدیل کے وقت اہل محشر زمین پر نہ ہوں گے بلکہ پل صراط پر ہوں گے جیسا مسلم کی حدیث میں مصرح ہے باقی اس تبدیل کی حکمت اللہ ہی کو معلوم ہے۔

زباں تازہ کردن باقرار تو ☆ نینگیختن علت از کار تو

اور یہ جو فرمایا کہ ان تدبیروں سے پہاڑوں کا ٹل جانا عجب نہ تھا یہ ایک مثل ہے کسی شئے کی قوت بیان کرنے کے لئے اور فی نفسہ یہ امر کچھ محال بھی نہیں کیونکہ پہاڑوں کے توڑنے اور اڑانے کی تدبیریں بکثرت استعمال میں آتی ہیں۔ **والله اعلم** ۔ ربط: اوپر شروع سورت سے یہاں تک مضامین توحید ورسالت و معاد کے مذکور تھے آگے سورت کو ایسی آیت پر ختم فرمایا جاتا ہے جو مدح قرآن کے ساتھ ان سب کو جامع ہے۔

خاتمہ مشتمل بر خلاصہ تمام سورت مع مدح قرآن ☆ هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ یہ (قرآن) لوگوں کے لئے احکام کا پہنچانا ہے (تاکہ مبلغ یعنی رسول کی تصدیق کریں) اور تاکہ اس کے ذریعہ سے (عذاب سے) ڈرائے جاویں اور تاکہ اس بات کا یقین کر لیں کہ وہی ایک معبود برحق ہے اور تاکہ دانشمند لوگ نصیحت حاصل کر لیں۔ **ف**: بلاغ میں تصدیق رسالت اور لِيُنْذَرُوْا بِهٖ میں تصدیق معاد اور لِيَعْلَمُوْٓا میں تصدیق توحید اور لِيَذَّكَّرَ میں عبادات بدنیہ ومالیہ جن کا ذکر يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ الخ میں تھا آگئیں اور یہی حاصل ہے تمام سورت کا سبحان اللہ کیا اچھا ختم ہے اے اللہ اپنے فضل سے ان ہی عقائد واعمال پر ہم کو ختم کیجئے **وقد تم تفسير سورة ابراهيم عليه السلام لثامن جمادى الأخرة يوم الثلاثاء ۱۳۲۴ من الهجرة والحمد لله تعالى على ذلك۔**

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ الخ اس میں دلالت ہے کہ انبیاء علیہم السلام تک بے خوف نہیں ہوئے سوان کا تو کیا ذکر ہے جو ہر وقت نفس و شیطان کے پھندوں میں پھنسے ہیں تو کسی کو اپنے حال وکمال پر ناز نہ کرنا چاہیے ۱۲ قولہ تعالیٰ: رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ الخ بعض غلاۃ صوفیہ نے اس سے استدلال کیا ہے کہ اپنے اہل وعیال کو توکل پر ایسی جگہ رکھنا جائز ہے جہاں کچھ سروسامان نہ ہو مگر یہ استدلال اس لئے غلط ہے کہ یہ رکھنا وحی سے تھا تو اس پر

دوسرے فعل کو جو بلاوحی ہو کیسے قیاس کیا جا سکتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ حضرت ہاجرہ نے پوچھا کہ کیا آپ کو خدا تعالیٰ نے حکم کیا ہے ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا ہاں انہوں نے کہا تو وہ ہم کو ضائع نہ کرے گا ۱۲۔ قولہ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً الخ اس میں دلالت ہے کہ بقدر ضرورت مال و جاہ کا اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لئے طلب کرنا مذموم نہیں خصوص جب کہ اعانت علی الدین کے لئے ہو جیسا اس آیت میں لِيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ اور لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ سے معلوم ہوتا ہے ۱۲۔ قولہ تعالیٰ: وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ روح میں ہے کہ ان کا مکر غایت شدت و قوت میں تھا اھ اور اس میں دلالت ہے کہ مبالغہ جس کی حقیقت ضرب المثل ہے صدق کے منافی نہیں خصوص غلبہ حال کے وقت جس سے عبارت اپنے ظاہر سے خارج ہو جاتی ہے مگر اہل مناسبت کے نزدیک مدلول اس کا ظاہر ہوتا ہے ۱۲۔

ضمیمہ از روح المعانی: قولہ تعالیٰ: وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ یعنی ایسے کلام سے بیان کرتے ہیں جو ان کے والی واستعداد اور عقل کے مناسب ہو ورنہ ان کی سمجھ میں نہ آتا تو اس بناء پر عوام الناس کے سامنے صوفیہ کی اصطلاح میں کلام کرنا مناسب نہیں اور بہت لوگوں کے ضلال کا منشاء یہی ہوا کہ انہوں نے صوفیہ کی کتابیں دیکھیں اور ان کی اصطلاحوں کو نہ جانا سوایسوں کو ایسی کتابیں دیکھنا مناسب نہیں قولہ تعالیٰ: لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ بعضے لوگ اپنے کمالات کو اپنے مجاہدات کی طرف منسوب کیا کرتے ہیں اور حالانکہ عطائے حق نہیں سمجھتے اور چونکہ یہ شکر کے خلاف ہے لہٰذا مذموم اور مانع ترقی ہے ۱۲ قولہ تعالیٰ: قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا (الی قولہ تعالی) وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ۔ اسی طرح منکرین مشائخ ان کے حق میں کہتے ہیں یہی ان کا جواب ہے۔ آگے ارشاد ہے قولہ تعالیٰ: وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ یہی جواب اس شخص کو دیا جاوے گا جو اولیاء سے کرامت کا طالب ہو ۱۲۔ قولہ تعالیٰ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ۔ محمد ابن حامد نے کہا ہے کہ ہر ملامت کا محل نفس ہے جو اس پر ملامت نہ کرے اور اس سے ہمیشہ راضی رہے اس نے اس کو ہلاک کیا۔ قولہ تعالیٰ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ الخ حق تعالیٰ کی عادت ہے کہ وہ اپنے خاص مقبولین کے بڑے بڑے امتحان لیتا ہے تا کہ اس کو سب مخلوق سے یکسو کر دے اسی لئے حق تعالیٰ نے اپنے خلیل علیہ السلام کو یہ حکم کیا کہ اپنی ذریت کو ایسی وادی میں رکھے جہاں پانی تک نہ ہو۔ تا کہ خالص اسی پر اعتماد ہو کیونکہ وہاں اسباب ہی نہ تھے جس پر نظر ہوتی۔ قولہ تعالیٰ: فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً الخ ابن عطاء نے فرمایا ہے کہ جو شخص مخلوق سے بالکلیہ منقطع ہو جاتا ہے حق تعالیٰ لوگوں کے قلوب کو اس کی طرف متوجہ کر دیتا ہے اور اس کی محبت ان کے قلوب میں ڈال دیتا ہے ۱۲۔ ضمیمہ کے ساتھ سورۂ ابراہیم تمام ہوئی۔

الحواشی: (۱) یعنی مہلت اس قدر طویل تھی کہ تم کو اس سے عدم وقوع مابعد ہا کا دھوکہ ہو گیا ۱۲ منہ۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله** فی اضللن سب اشارة الى كون الاسناد مجازيا الى السبب وذكرها بصيغة الجمع ذات العقل مبالغة لان الاصل فی الاضلال ان يكون من ذوى العقول ۱۲۔ ۲ **قوله** قبل فمن تبعنی کہتا سنتا اشارة الى توجيه الفاء ۱۲۔ ۳ **قوله** فی اسكنت من ذريتی اولاد کو اشارة الى ان من ابتدائية ۱۲۔ ۴ **قوله** بعده واسطہ اشارة الى ان الاسكان عام لما بالواسطة وما بلاواسطة ففيه عموم المجاز ۱۲۔ ۵ **قوله** فی بيتك پہلے سے اشارة الى ان تسمية بيتا باعتبارما كان ولا يشكل عليك انه لما كان محرما فما معنى دعائه بالامن اى بكونه حرما لان المحرم كان هو البيت خاصة الا ما حول البيت الى حدود الحرم ۱۲۔ ۶ **قوله** فی لا تحسبن اے مخاطب اشارة الى كون المخاطب غير متعين فلا يرد اشكال ۱۲۔ ۷ **قوله** فی الابصار ان لوگوں کی دلیل التخصيص قوله تعالىٰ فی المؤمنين لا يحزنهم وقوله لا خوف عليهم ولا هم يحزنون ونحو ذلك ۱۲۔ ۸ **قوله** فی مهطعين موقف الدليل عليه مهطعين الى الداع و ظاهر ان دعوة الداعی الى الموقف ۱۲۔ ۹ **قوله** فی دعوتك سب کہنا استفيد العموم من الجنسية والاضافة الى المعروف ۱۲۔ ۱۰ **قوله** قبل اولم تكونوا مہلت طویلہ الخ اشارة الى توجيه وقوع وقوله تعالىٰ والم تكونوا فی جواب قولهم اخرنا الخ۔ ۱۱ **قوله** ان کی تدبیریں ایسی تھیں الخ بنى الترجمة على كون ان الخففة وكون اللام مكسورة كما فی النيسابوری من قرأ بكسر اللام الاولى بنصب الثانية فوجهان احدهما ان تكون ان مخففة من الثقيلة فزوال الجبال مثل لعظم مكرهم و شدته اى وان (للشان) كان مكرهم معدا (اى صالحًا) لذلك آه ونظيره فی نفس التاثير مع عدم الوقوع للمانع قوله تعالىٰ ولو ان قرآنا سيرت به الجبال الآية ۱۲۔ ۱۲ **قوله** فلا تحسبن جب قیامت میں الخ اشارة الى توجيه الفاء ۱۲۔ ۱۳ **قوله** قبل يوم تبدل بدلا اس روز اشارة الى انه ظرف للانتقام ۱۲۔ ۱۴ **قوله** قوله بعد وجوههم (بھی) اشارة الى ان المراد به جميع الجسد وخص الوجه بالذكر لانه اغر موضع فی ظاهر البدن واشرفه فعبر به عن الكل ۱۲۔ ۱۵ **قوله** قبل ليجزی سب کچھ

اشارة الی تعلقه بمضمر ای یفعل ذلک بهم۱۲۔ ؃ قوله فی بلغ پہنچانا اشارة الی انه بمعنی التبلیغ۱۲۔ ؁ قوله ولینذروا تصدیق اشارة الی تقدیر المعطوف علیه و دلیل التخصیص دلالة بلا غ علی مبلغ۱۲۔

اللغات: قوله المحرم من الحرمة الشرعیة بمعنی ان الله تعالٰی حرم التعرض له والتهاون به واما من الحرمة التکوینیة بمعنی انه لم یزل ممنعا عزیز ایها به الجبابرة فی کل عصر۱۲۔ قوله بواد فی القاموس منفرج بین جبال او تلال او اکام۱۲۔ قوله علی الکبر مع الکبر۱۲۔ قوله مهطعین مسرعین۱۲۔ قوله مقنعی رافعی۱۲۔ قوله طرفهم فی البیضاوی نظرهم و حقیقة ارتداده ان الشعاع یخرج وقت الرؤیة من العین ثم اذا غض رجع الیها۱۲۔ قوله هواء خالیة عن العقل والفهم۱۲۔ قوله قریب قلیل لان القلیل ینقضی عنقریب۱۲۔ قوله مقرنین مقرونة ایدیهم وارجلهم الی الاعناق۱۲۔ قوله الاصفاد القیود۱۲۔ قوله سرابیلهم جمع سربال وهو القمیص۱۲۔ قوله قطران هو ما یحلب من شجر الابهل فیطبخ وتهنا به الابل الجربی وهو اسود منتن۱۲ منه۔

النحو: قوله من الناس ای من افئدة الناس ومن تبعیضیته۱۲۔ قوله ومن ذریتی من هذه تبعیضیته وهو معطوف علی مفعول اجعل الاول۱۲۔ قوله مهطعین حال من اصحاب الابصار الدال علیه الابصار ۱۲۔ قوله کیف فعلنا بهم هو دال علی فاعل تبین وفاعله حالهم او خبرهم۱۲۔

البلاغة: قوله رب و ربنا تکریره للمبالغة فی التضرع واضیف الرب الی المفرد تارة والی الجمع تارة فحیث اعتبر کون الاولاد معه جمع وحیث لم یعتبر افرد فافهم۱۲۔ قوله فلا تحسبن الله الخ قال جار الله قدم المفعول الثانی وهو الوعد علی المفعول الاول لیعلم انه غیر مخلف الوعد علی الاطلاق ثم قال رسله تنبیهاً علی انه اذا لم یکن من شانه اخلاف الوعد فکیف یخلفه رسله الذین صفوته کذا فی النیسابوری۱۲۔

سُوْرَةُ الْحِجْرِ ۱۵ مَكِّيَّةٌ ۵۴ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۹۹ رُكُوْعَاتُهَا ۶

سورۂ حجر مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اور اس کی ننانوے آیتیں ہیں اور چھ رکوع

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝۱ رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ۝۲ ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝۳ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ ۝۴ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ۝۵ وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ۝۶ لَوْ مَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۷ مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ ۝۸ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝۹ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ ۝۱۰ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۱۱ كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝۱۲ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ ۝۱۳ وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ ۝۱۴ لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ۝۱۵ ع ۱

الٓرٰ یہ آیتیں ہیں ایک کامل کتاب اور قرآن واضح کی۔ کافر لوگ بار بار تمنا کریں گے کہ کیا خوب ہوتا اگر وہ (یعنی ہم دنیا میں) مسلمان ہوتے آپ انکو انکے حال پر رہنے دیجئے کہ وہ (خوب) کھالیں اور چین اڑالیں اور خیالی منصوبے ان کو غفلت میں ڈالے رکھیں ان کو ابھی حقیقت معلوم ہوئی جاتی ہے اور ہم نے جتنی بستیاں ہلاک کی ہیں ان سب کے لئے ایک وقت معین نوشتہ ہوتا رہا ہے کوئی امت اپنی معیاد مقرر سے نہ پہلے ہلاک ہوئی ہے نہ پیچھے رہی ہے اور ان کفار (مکہ) نے یوں کہا کہ اے وہ شخص کہ جس پر قرآن نازل کیا گیا ہے تم مجنون ہو (اور نبوت کا غلط دعویٰ کرتے ہو ورنہ) اگر تم سچے ہو تو ہمارے پاس فرشتوں کو کیوں نہیں لاتے ہم فرشتوں کو صرف فیصلہ ہی کے لئے نازل کیا کرتے ہیں اور (اگر ایسا ہوتا تو) اس وقت ان کو مہلت بھی نہ دی جاتی ہم نے قرآن نازل کیا ہے اور ہم اس کے محافظ اور نگہبان ہیں اور ہم نے آپ کے قبل بھی پیغمبروں کو اگلے لوگوں کے بہت سے گروہوں میں بھیجا تھا اور کوئی رسول ان کے پاس ایسا نہیں آیا جس کے ساتھ انہوں نے استہزاء نہ کیا ہو اسی طرح ہم یہ استہزاء مجرموں کے قلوب میں ڈال دیتے ہیں (جس کی وجہ سے) یہ لوگ قرآن پر ایمان نہیں لاتے اور یہ دستور پہلوں ہی سے ہوتا آیا ہے (پس آپ غمگین نہ ہوں) اور اگر ہم ان کیلئے آسمان میں کوئی دروازہ کھول دیں پھر یہ دن کے وقت اس میں (آسمان کو) چڑھ جاویں تب بھی یوں کہہ دیں کہ ہماری نظر بندی کر دی گئی تھی بلکہ ہم لوگوں پر تو بالکل جادو کر رکھا ہے۔

تفسیر: سُوْرَةُ الْحِجْرِ مکیة وهی تسع و تسعون آیة كذا فی البیضاوی : خلاصہ اس سورت کا یہ مضامین ہیں حقیت قرآن۔ تعذیب کفار۔ تحقیق رسالت۔ اثبات توحید۔ ذکر بعض انعامات جزائے مطیعین وسزائے مخالفین بعضے قصص بطور نمونہ جزا و سزا۔ حقیت قیامت۔ تسلیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ چنانچہ تفصیل اپنے مواقع سے معلوم ہوگی اور ان سب کا ارتباط باہمی اور نیز مضامین سورت سابقہ کے ساتھ ظاہر ہے اور اس سورت کے فاتحہ اور سورت سابقہ کے خاتمہ میں بوجہ اشتمال بر فضل قرآن ارتباط ظاہر تر ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حقیت قرآن ☆ الٓرٰ تِلۡكَ اٰيٰتُ الۡكِتٰبِ وَقُرۡاٰنٍ مُّبِيۡنٍ۝ الٓرٰ (اس کے معنی تو اللہ ہی کو معلوم ہیں) یہ آیتیں ہیں ایک کامل کتاب کی اور قرآن واضح کی (یعنی اس کی دونوں صفتیں ہیں کامل کتاب ہونا بھی اور قرآن واضح ہونا بھی)۔ رَبط: اوپر قرآن کی حقیت کا اثبات تھا جس سے اجمالاً اس کے تمام مضامین کے حق ہونے پر تنبیہ ہوگئی آگے بعض مضامین مقصودہ ہیں تا کہ قرآن کی حقیت سننے کے بعد ان کو اچھی طرح سنیں اور یقین کریں۔

بیان عذاب وحسرتِ کفار ☆ رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا (الی قولہ تعالی) وَمَا يَسۡتَاۡخِرُوۡنَ۝ (جب قیامت کا دن ہوگا اور کافروں پر طرح طرح کا عذاب ہوگا ان اوقات میں) کافر لوگ بار بار تمنا کریں گے کہ کیا خوب ہوتا اگر وہ (یعنی دنیا میں) مسلمان ہوتے (بار بار اس لئے کہ جب کوئی نئی شدت واقع ہوگی اور معلوم ہوگا کہ اس کی علت کفر ہے تب ہی اسلام نہ لانے پر تازہ حسرت کریں گے) آپ (دنیا میں ان کے کفر پر غم نہ کیجئے اور) ان کو ان کے حال پر رہنے دیجئے کہ وہ (خوب) کھالیں اور چین اُڑالیں اور خیالی منصوبے ان کو غفلت میں ڈالے رکھیں ان کو ابھی (مرنے کے ساتھ ہی) حقیقت معلوم ہوئی جاتی ہے (اور دنیا میں جو ان کو جلدی سزا نہیں ملتی اس کی وجہ یہ ہے کہ سزا کا وقت مقرر نہیں آیا) اور ہم نے جتنی بستیاں (کفر کی وجہ سے) ہلاک کی ہیں ان سب کے لئے ایک معین وقت نوشتہ ہوتا رہا ہے (اور ہمارا قاعدہ ہے کہ) کوئی امت اپنی میعاد مقرر سے نہ پہلے ہلاک ہوئی ہے اور نہ پیچھے رہی ہے (بلکہ وقت مقرر پر ہلاک ہوئی ہے پس اسی طرح جب ان کا وقت آجاوے گا ان کو بھی سزا دے دی جاوے گی)۔ رَبط: اوپر کفار کے بعض احوال بدمآل مذکور تھے آگے ان کے بعض اقوال متضمنہ انکار رسالت مع جواب اور ان کے عناد کے مذکور ہیں۔

بحث رسالت ☆ وَقَالُوۡا يٰۤاَيُّهَا الَّذِىۡ نُزِّلَ عَلَيۡهِ الذِّكۡرُ (الی قولہ تعالی) بَلۡ نَحۡنُ قَوۡمٌ مَّسۡحُوۡرُوۡنَ۝ اور ان کفار (مکہ) نے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے) یوں کہا کہ اے وہ شخص جس پر (بزعم اس کے) قرآن نازل کیا گیا ہے تم (نعوذ باللہ) مجنون ہو (اور نبوت کا غلط دعویٰ کرتے ہو ورنہ) اگر تم (اس دعوے میں) سچے ہو تو ہمارے پاس فرشتوں کو کیوں نہیں لاتے (جو ہمارے سامنے تمہارے صدق کی گواہی دیں کقولہ تعالیٰ: لَوۡلَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡهِ مَلَكٌ فَيَكُوۡنَ مَعَهٗ نَذِيۡرًا [الفرقان: ۷] اللہ تعالیٰ جواب دیتے ہیں کہ) ہم فرشتوں کو (جس طریق پر وہ درخواست کرتے ہیں) صرف فیصلہ ہی کے لئے نازل کیا کرتے ہیں اور (اگر ایسا ہوتا تو) اس وقت ان کو مہلت بھی نہ دی جاتی (بلکہ جب ان کے آنے پر بھی ایمان نہ لاتے جیسا ان سے یہ امر متیقن ہے تو فوراً ہلاک کر دیئے جاتے جیسا کہ سورۂ انعام کے اول رکوع کے اخیر آیتوں میں اس کی وجہ مذکور ہو چکی ہے اور یہ جو تنزیل قرآن کے منکر ہیں سو یہ انکار بھی محض باطل ہے) ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور (یہ دعویٰ بلا دلیل نہیں ہے بلکہ اس کا معجز ہونا اس پر دلیل ہے پھر اس کے معجز ہونے کی ایک دلیل تو دوسری سورتوں میں مذکور ہے کہ اس کے مثل کوئی ایک سورت بنا لاوے اور دوسری دلیل اس کے معجز ہونے کی یہ ہے کہ قبل از وقوع خبر دیتے ہیں کہ) ہم اس (قرآن) کے محافظ (اور نگہبان) ہیں (اس میں کوئی شخص کمی بیشی نہیں کر سکتا جیسا اور کتابوں میں ہوتا ہے کہ باوجود کسی مخالف کے نہ ہونے کے اس کے نسخوں میں اختلاف کمی وبیشی کا ہو جاتا ہے اور اس میں باوجود مخالفین کی کوششوں کے یہ بات نہیں ہوئی بس یہ ایسا صریح معجزہ ہے کہ جو باوجود بلاغت کے اعتبار سے قرآن اور غیر قرآن میں تمیز نہ کر سکے اس فرق کا تو وہ بھی انکار نہیں کر سکتا پس باوجود دلیل کے کہ اعجاز ہے انکار کرنا محض عناد ہے) اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تکذیب سے غم نہ کیجئے کیونکہ یہ معاملہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہمیشہ سے ہوتا چلا آیا ہے چنانچہ) ہم نے آپ کے قبل بھی پیغمبروں کو اگلے لوگوں کے بہت سے گروہوں میں بھیجا تھا اور (ان کی یہ حالت تھی کہ) کوئی رسول ان کے پاس ایسا نہیں آیا جس کے ساتھ انہوں نے استہزاء نہ کیا ہو (جو کہ تکذیب کی قبیح تر قسم ہے پس جس طرح ان لوگوں کے دلوں میں یہ استہزاء پیدا ہوا تھا) اسی طرح ہم یہ استہزاء ان مجرمین (یعنی کفار مکہ) کے قلوب میں ڈال دیتے ہیں (جس کی وجہ سے) یہ لوگ قرآن پر ایمان نہیں لاتے اور یہ دستور پہلوں ہی سے ہوتا آیا ہے (کہ انبیاء کی تکذیب کرتے رہے ہیں پس آپ مغموم نہ ہوں) اور (ان کے عناد کی یہ کیفیت ہے کہ فرشتوں کا آسمان سے آنا تو در کنار اس سے بڑھ کر) اگر (خود ان کو آسمان پر بھیج دیا جاوے اس طرح سے کہ) ہم ان کے لئے آسمان میں کوئی دروازہ کھول دیں پھر یہ دن کے وقت (جس میں اونگھ نیند وغیرہ کا بھی شبہ نہ ہو) اس (دروازہ) میں (سے آسمان کو) چڑھ جاویں تب بھی یوں کہہ دیں کہ ہماری نظر بندی کر دی گئی تھی (جس سے ہم اپنے کو آسمان پر چڑھتا ہوا دیکھ رہے ہیں اور واقع میں نہیں چڑھ رہے اور نظر بندی میں کچھ اسی واقعہ کی تخصیص نہیں) بلکہ ہم لوگوں پر تو بالکل جادو کر رکھا ہے (اگر ہم کو اس سے بڑھ کر بھی کوئی خارق دکھلایا جائے گا وہ بھی واقع میں خارق نہ ہوگا) ف: اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ۝ کی وجہ بعض نے اعجاز نظم کو سمجھا ہے پھر اس میں بعض کو یہ وسوسہ ہوا ہے کہ قرآن کا نظم کے اعتبار سے بلیغ ہونا اس کو تو مستلزم ہے کہ اس میں بیشی نہ ہو ورنہ وہ غیر معجز ہوگی اور اگر پوری سورت کم اور ضائع کر دی جاوے تو اعجاز نظمی سے یہ کمی کیسے معلوم ہو سکتی ہے لیکن احقر نے اس کو مستقل معجزہ قرار دے کر جو تقریر کی ہے اس میں اس کی گنجائش نہیں رہی کیونکہ ایسی کمی اگر کی جاتی تو تمام دنیا کے نسخوں کا اس میں متفق ہونا عادۃً ممتنع تھا بلکہ کسی میں وہ کمی ہوتی کسی میں نہ ہوتی خلاصہ یہ کہ نسخوں میں اختلاف ہوتا جیسا اور کتب سماویہ

میں مشاہدہ ہو رہا ہے کہ وہ معجز نہ تھیں گو اصل میں منجانب اللہ تھیں اور ہر چند کہ کفار مکہ کے وقت اس پیشین گوئی کا وقوع ایسا واضح جیسا اب ہوا ہے بایں وجہ نہ ہوا تھا کہ قرآن کے نزول کو تھوڑا زمانہ ہوا تھا لیکن ایک حیثیت سے اسی کے قریب قریب اس وقت بھی وقوع ہو گیا تھا کہ باوجود اس کے کہ ظاہری سامان حفاظت کا مثل کتابت وتدوین وغیرہ کم تھی پھر نثر عبارت تھی باوجود اس کے یاد رکھنے والوں میں اختلاف نہ تھا اور اگر اتفاقاً وسہواً کوئی لفظ کسی کو غلط یاد ہو جاتا تو تنبیہ کے ساتھ ہی اس کی اصلاح ہو جاتی اور اسی طرح اگر کوئی یاد کا دعویٰ کرتا تو وہ دعویٰ نہ چل سکتا یہ مجموعی حالت کسی عبارت یا خطبہ میں نہ تھی اس لئے اس وجہ اعجاز کا بھی ان کفار کے مقابلہ میں بیان کرنا غیر مفید نہ ہوا اور کوئی یوں شبہ نہ کرے کہ جب اللہ تعالیٰ اس کا محافظ ہے تو صحابہؓ سے لے کر اس وقت تک اس کی حفاظت کا سامان کیوں کیا جاتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سامان بھی اللہ کی محافظت کا ظہور ہے اور اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ اگر دوسری کتاب کی بھی محافظت ونگہداشت کی جاوے تو کیا اس کا منجانب اللہ تعالیٰ ہونا پایۂ ثبوت کو پہنچ جاوے گا۔ جواب یہ ہے کہ باوجود محافظت بلیغ کے بھی ہرگز اس قدر محفوظ نہ رہ سکے گی کہ اس میں کسی طرح پر کمی وبیشی کا احتمال نہ ہو سکے پس قرآن کی محافظت ظاہری پر ایسی کامیابی دلیل ہے محافظت غیبی کی جو کہ اصل مدلول ہے لَحٰفِظُوْنَ کا خوب سمجھ لو اور بعض کو زمان متاخر کے اعتبار سے یہ وسوسہ ہوا ہے کہ کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ خود یہ آیت ہی کسی نے ملا دی ہو پس اس کا یقینی پیشین گوئی ہونا کیونکر ثابت ہوگا مگر یہ بھی محض لغو ہے اس لئے کہ تواتر سے یہ بات ثابت ہے کہ یہ آیت دوسری آیات کے زمانہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلی پھر الحاق کا احتمال کیونکر ہو سکتا ہے اور احقر نے جو لَوْ فَتَحْنَا الخ کی تقریر میں ان کے آسمان پر عروج کرنے کو فرشتوں کے آسمان سے نزول کرنے سے بڑھ کر کہا ہے۔ وجہ اس کی ظاہر ہے کہ یہ عروج عادت انسانی کا خارق ہے اور وہ نزول عادت ملائکہ کا خارق نہیں اور وہ کفار بھی اس نزول کو مانتے تھے گو نزول علی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر تھے۔

ربط مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا الخ اس میں ایسے شخص کی مذمت کی طرف اشارہ ہے جس کو بڑی فکر شکم پری وشہوت رانی کی رہتی ہو ایسا شخص حرم قرب میں پہنچنے سے محروم رہتا ہے **کذا فی الروح**۱۲۔ قولہ تعالیٰ: وَقَالُوا يَا أَيُّهَا الَّذِي نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ الخ روح میں ہے کہ اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جو شخص اسرار وحقائق کو نہ سمجھتا ہو اس کو چاہئے کہ اولیاء اللہ پر ان کے علوم ومعارف یا احوال پر انکار نہ کرے جیسے بعضے منکرین ان کو جنون کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ ریاضات کے سبب تخیلات فاسدہ کا ان پر غلبہ ہو گیا ہے اور مراد ان اولیاء سے محققین راسخین فی الشرع ہیں نہ کہ جہلاء بد دین جیسے اس زمانہ میں بکثرت ایسے ہیں اھ ملخصاً قولہ تعالیٰ: لَوْ مَا تَأْتِينَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ ...... [الحجر : ۷] اس میں ایسے شخص پر رد ہے جو ایسے شخص سے خوارق کا طالب ہو جس کے صدق پر دلائل صحیحہ قائم ہیں۔۱۲ قولہ تعالیٰ: وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ الخ [الحجر : ۱۴] تک یہی حال ہے منکرین اولیاء کا کہ اگر خوارق کا بھی مشاہدہ کر لیں تو اس کو سحر یا شعبدہ بتلاتے ہیں ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قولہ فی تلک** یعنی اس کی اشارۃ الی انہ من عطف الصفۃ علی الصفۃ مع وحدۃ الذات۱۲ ۲؎ **قولہ فی ربما** بار بار اشارۃ الی کونہا للتکثیر۱۲۔ ۳؎ **قولہ قبل ذرھم** غم نہ کیجئے اشارۃ الی ما یراد من ذرھم۱۲۔ ۴؎ **قولہ فی نزل** بزعم اس کے لانہم لم یکونوا مقرین بہ وانما قالوہ تہکما وتعلیلا لحکمہم بالجنون۱۲۔ ۵؎ **قولہ فی ما ننزل** جس طریق قید بہ لان مطلق نزول الملٰئکۃ لا یکون بالعذاب۱۲۔ ۶؎ **قولہ فی الحق** فیصلہ کما روی عن مجاھد والحسن تفسیرہ بالعذاب کذا فی الروح۱۲۔ ۷؎ **قولہ فی سنۃ** تکذیب رواہ فی الروح عن ابن عباسؓ۱۲۔

الفقہ: قولہ تعالیٰ دل وانا لہ لحفظون علی ان من قال بضیاع شئ من القرآن فقد انکر النص ۱۲۔

اللغات: قولہ نسلک ندخل یقال سلکت الخیط فی الابرۃ۱۲۔ قولہ سکرت سدت ومنعت من الابصار حقیقۃ وما نراہ تخیل فھو من السکر بالفتح۱۲۔

النحو: قولہ ولھا حال ای ما اھلکنا قریۃ فی حال من الاحوال الا فی حال کونہا لھا کتٰب معلوم کما ذکرہ کما النیسابوری عن السکاکی۱۲۔ قولہ انا نحن۔ نحن ھھنا لیست فصلاً لانہا لم تقع بین الاسمین بل ھو اما مبتدأ او تاکید لاسم ان۱۲۔ قولہ الا کانوا بہ الجملۃ حال من ضمیر المفعول فی یاتیھم وھی حال مقدرۃ ویجوز ان تکون صفۃ لرسول علی اللفظ اوالموضع کذا فی الاعراب۱۲۔

البلاغۃ: قولہ ذرھم یأکلوا حکم فیہ بترتب الاکل والتمتع علی ذرھم مع ان الظاھر عدم سببیۃ ذرھم للاکل والتمتع فان التمتع والاکل لا یتوقف علی تحقق معنی ذرھم و توجیہ ان لو تصدی علیہ السلام لمخاطبتھم ومقارعتھم ما ھنالھم عیش فبھذا الاعتبار صح الحکم بالترتب فافھم۱۲ منہ۔ قولہ تعالیٰ ما ننزل الملٰئکۃ الذی ھو جواب لقولھم المتاخر لو ما تاتینا تقدیمہ علی قولہ تعالیٰ انا

نحن الذی هو جواب لقولهم المتقدم انك لمجنون لشدة استدعاء المتاخر الجواب فان قولهم الاول بدیهی البطلان واما الثانی فظاهره طلب الدلیل فالاشتیاق الی جوابه اشد وایضا لیتصل بعض الجواب ببعض السوال ولو روعی الترتیب لانفصل كلا الجوابین عن كلا السوالین فافهم ۱۲۔

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَزَيَّنَّاهَا لِلنَّاظِرِينَ ﴿۱۶﴾ وَحَفِظْنَاهَا مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ رَجِيمٍ ﴿۱۷﴾ إِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ مُبِينٌ ﴿۱۸﴾ وَالْأَرْضَ مَدَدْنَاهَا وَأَلْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَوْزُونٍ ﴿۱۹﴾ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَسْتُمْ لَهُ بِرَازِقِينَ ﴿۲۰﴾ وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَعْلُومٍ ﴿۲۱﴾ وَأَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ فَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَسْقَيْنَاكُمُوهُ وَمَا أَنْتُمْ لَهُ بِخَازِنِينَ ﴿۲۲﴾ وَإِنَّا لَنَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ وَنَحْنُ الْوَارِثُونَ ﴿۲۳﴾ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِينَ ﴿۲۴﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ إِنَّهُ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ﴿۲۵﴾ ع ۲

اور بے شک ہم نے آسمان میں بڑے بڑے ستارے پیدا کئے اور دیکھنے والوں کے لئے اس کو آراستہ کیا اور اس کو ہر شیطان سے محفوظ فرمایا ہاں مگر کوئی بات (فرشتوں کی) چوری چھپے سن بھاگے تو اس کے پیچھے ایک روشن شعلہ ہو لیتا ہے اور ہم نے زمین کو پھیلایا اور اس میں بھاری بھاری پہاڑ ڈال دیئے اور اس میں ہر قسم کی (ضرورت کی نباتی) چیز ایک معین مقدار سے اگائی اور ہم نے تمہارے واسطے اس میں معاش کے سامان بنائے اور ان کو بھی معاش دی کہ جن کو تم روزی نہیں دیتے اور جتنی چیزیں ہیں ہمارے پاس سب کے خزانے کے خزانے (بھرے پڑے) ہیں اور ہم اس (چیز) کو ایک معین مقدار میں اتارتے رہتے ہیں اور ہم ہواؤں کو بھیجتے ہیں جو کہ بادل کو پانی سے بھر دیتی ہیں پھر ہم ہی آسمان سے پانی برساتے ہیں پھر وہ پانی تم کو پینے کو دیتے ہیں اور تم اتنا پانی جمع کر کے نہ رکھ سکتے تھے اور ہم ہی ہیں کہ زندہ کرتے ہیں اور مارتے ہیں اور (سب کے مرنے کے بعد) ہم ہی باقی رہ جائیں گے اور ہم تمہارے اگلوں کو بھی جانتے ہیں اور ہم تمہارے پچھلوں کو بھی جانتے ہیں اور بے شک آپ کا رب ہی ان سب کو (قیامت میں) محشور فرمائے گا بے شک وہ حکمت والا ہے علم والا ہے۔

تفسیر ربط: اوپر رسالت کے متعلق مضمون ہدایت مشحون تھا آگے توحید کے متعلق ہے کہ وہ لوگ اس کے بھی منکر تھے۔

بیانِ توحید ☆ وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا (الی قوله تعالی) إِنَّهُ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ﴿۲۵﴾ اور بیشک ہم نے آسمان میں بڑے بڑے ستارے پیدا کئے اور دیکھنے والوں کیلئے اس (آسمان) کو (ان ستاروں سے) آراستہ کیا (دیکھنے میں اچھا معلوم ہوتا ہے) اور اس (آسمان) کو (ان ستاروں کے ذریعہ سے) ہر شیطان مردود سے محفوظ فرمایا (کہ وہاں تک ان کی رسائی نہیں ہونے پاتی) ہاں مگر کوئی بات (فرشتوں کی) چوری چھپے سن بھاگے تو اس کے پیچھے ایک روشن شعلہ ہو لیتا ہے (اور اس کے اثر سے وہ شیطان ہلاک یا بدحواس ہو جاتا ہے اور رجیم اسی معنی کو باعتبار مایؤل کے فرمایا اور اسی طرح وہ آسمانی خبر اور کسی تک نہیں پہنچتی آسمان کی حفاظت سے یہی مقصود ہے) اور ہم نے زمین کو پھیلایا اور اس (زمین) میں بھاری بھاری پہاڑ ڈال دیئے اور اس (زمین) میں ہر قسم کی (ضرورت کی نباتی) چیز ایک معین مقدار سے اُگائی اور ہم نے تمہارے واسطے اس (زمین) میں معاش کے سامان (ماکولات ومشروبات وملبوسات کے قبیل سے) بنائے اور (نہ صرف تم ہی کو یہ سامان معاش دیا بلکہ) ان کو بھی معاش دی کہ جن کو تم روزی نہیں دیتے (یعنی تمام مخلوقات جو ظاہر میں بھی تمہارے ہاتھ سے خورد ونوش کا سامان نہیں پاتے) اور جتنی چیزیں (از قبیل معاش ورزق) ہیں ہمارے پاس سب کے خزانے کے خزانے (بھرے پڑے) ہیں اور ہم (حسب حکمت) اس (چیز) کو ایک معین مقدار سے اتارتے رہتے ہیں اور ہم ہی ہواؤں کو بھیجتے ہیں جو کہ بادل کو پانی سے بھر دیتی ہیں پھر ہم ہی آسمان سے پانی برساتے ہیں پھر وہ پانی تم کو پینے کو دیتے ہیں اور تم اتنا پانی جمع کر کے نہ رکھ سکتے تھے (کہ ہمیشہ کے لئے بارش سے مستغنی ہو جاتے پس اگر بارش نہ ہوتی بڑی مصیبت میں پڑتے) اور ہم ہی ہیں کہ زندہ کرتے ہیں اور مارتے ہیں اور (سب کے مرنے کے بعد) ہم ہی (باقی) رہ جاویں گے اور ہم تمہارے اگلوں کو بھی جانتے ہیں اور ہم تمہارے پچھلوں کو بھی جانتے ہیں اور بیشک آپ کا رب ہی ان سب کو (قیامت میں) محشور فرماوے گا (یہ اس لئے فرمایا کہ اوپر توحید ثابت ہوئی ہے اس میں

منکر توحید کی سزا کی طرف اشارہ کر دیا) بیشک وہ حکمت والا ہے (ہر شخص کو اس کے مناسب بدلہ دے گا اور) علم والا ہے (سب کے اعمال کی اس کو پوری خبر ہے)۔ **ف**: بروج کی تفسیر کواکب کے ساتھ مجاہد اور قتادہ سے اور کواکب عظام کے ساتھ ابوصالح سے درمنثور میں منقول ہے مجازاً و تشبیہاً ان کو بروج کہہ دیا گیا اور یہ اسہل واسلم تفاسیر ہے اور استراق سمع کے باب میں بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو حدیث مرفوعاً روایت کی ہے اس میں تصریح ہے کہ ملائکہ بادل میں آ کر آسمانی خبروں کا تذکرہ کرتے ہیں اور شیاطین کچھ سن لیتے ہیں اھ اور دوسری حدیث میں جو ہے کہ **قَالُوْا مَا ذا قال ربکم قالوا الحق فیسمعها مسترقوا السمع** اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آسمان میں سے سن لیتے ہیں بلکہ فاء محض تعقیب کے لئے ہے یعنی تذکرہ فی السماء کے بعد سنتے ہیں گو سحاب میں سہی یعنی آسمان سے بالکل روک دیئے گئے اور سحاب میں سے کچھ سنتے ہیں اب یہ اشکال نہ رہا کہ بعد ولایت یا بعث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ روک دیئے گئے ہیں پھر اس آیت کے کیا معنی باقی یہ امر کہ پھر آسمان سے روک دینے سے فائدہ کیا ہوا جب کہ سننے کا دوسرا ذریعہ موجود رہا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ سماوات میں امور عظام کا تذکرہ ہوا کرتا ہو اس کو بالکل مسدود کر دیا کہ علوم عظیمہ کے انکشاف کا کوئی طریق بجز وحی کے نہ رہے اور سحاب میں واقعات جزئیہ کا تذکرہ ہوتا ہو کہ وہ علوم مقصودہ نہیں اور آیت: اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ باعتبار سموٰت کے ہو اور **استرق السمع** باعتبار سحاب کے ہو پس اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ میں استثناء منقطع ہوگا اور غالباً سحاب میں سے بھی ناتمام علم حاصل ہوتا ہے جیسا **خطف الخطفة** سے معلوم ہوتا ہے اور چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے آسمانوں کی خبریں بھی لیتے اس لئے یہ مسدودی خصائص نبویہ سے ہے باقی یہ کہ پہلے وہاں تک کیوں رسائی ہوتی تھی غالباً اس میں اظہار اشرف ہے اور ممکن ہے کہ ختم نبوت اس کا سبب ہو کیونکہ ہر چند کہ التباس وحی اور غیر وحی کا پہلے بھی نہ ہو سکتا تھا کیونکہ جس نبی کی نبوت دلائل قاطعہ سے ثابت ہو جاتی تھی وہ جس کو غیر وحی کہہ دیتے وہ یقیناً غیر وحی ہوتا تھا لیکن بعد انقراض زمانۂ نبوت کے ممکن تھا کہ کاہن وغیرہ لوگ اس میں خلط و لبس کرنا چاہتے ہوں اور عوام الناس ضلالت میں پڑ جاتے ہوں مگر چونکہ نبوت ختم نہ ہوئی تھی اس لئے آئندہ نبی کے آنے پر وہ اختلاط مبدل بہ تمیز ہو سکتا تھا اس لئے مسدودی کی ضرورت نہ تھی جب نبوت کا سلسلہ ختم ہونے کو ہوا پھر ایسے اختلاط والتباس کا رفع ہونا مستبعد تھا اس لئے بالکل ایسے علوم عظیمہ کا انسداد کر دیا ہو **واللہ اعلم** اور جاننا چاہئے کہ قرآن و حدیث میں یہ دعویٰ نہیں کہ بدوں اس سبب کے شہاب نہیں پیدا ہوتا بلکہ دعویٰ یہ ہے کہ استراق کے وقت شہاب سے شیاطین کو رجم کیا جاتا ہے پس ممکن ہے کہ شہاب کبھی محض طبعی طور پر ہوتا ہو اور کبھی اس غرض کے لئے ہوتا ہو اور اس میں کواکب کو یہ دخل ہو کہ سخونت کوکب سے خود مادۂ شیاطین میں یا مادۂ بخارات میں بواسطہ فعل ملائکہ کے نار پیدا ہو جاتی ہو جس سے شیاطین کو ہلاکت یا فساد عقل کا صدمہ پہنچتا ہو اس تقریر پر بفضلہ تعالیٰ اس بحث میں نہ کوئی اشکال عقلی رہا نہ نقلی جیسا ماہران علوم و فنون پر مخفی نہیں اور ہواؤں کو جو فرمایا کہ بادلوں کو پانی سے بھر دیتی ہے یہ اس اعتبار سے فرمایا کہ جو بخارات مادہ سحاب کا اس کو ہوا طبقۂ زمہریر میں پہنچاتی ہے جہاں اس میں مائیت پیدا ہوتی ہے پس ہوا سبب ہوگئی سحاب میں مائیت پیدا ہونے کا اور اس کے ساتھ جو فرمایا: فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً اس کی یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ کچھ پانی وہاں پیدا ہو چکا تھا پھر حسب عادت الٰہیہ آسمان سے بھی اس میں پانی امداد کے واسطے احیاناً یا دواماً بھیج دیا جاتا ہو اس تقریر میں یہ آیتیں مشاہدات و تجربات کے اصلاً مخالف نہ رہیں خوب سمجھ لو: **وللہ الحمد علی ما الهمنی ربی وافهمنی واللہ اعلم وعلمه اتم واحکم** اور شہاب ثاقب دن کو بھی ہوتا ہے لیکن بوجہ ضوء شمس کے نظر نہیں آتا۔ پس یہ وسوسہ نہ رہا کہ کیا شیاطین رات ہی کو استراق کرتے ہیں۔

ربط: اوپر توحید کا پیرایۂ انعام میں ذکر تھا اس کے قبل کفار کے نکال و وبال کا ذکر تھا۔ آگے قصۂ آدم علیہ السلام میں خالق ہونے کے ضمن میں توحید اور انعام ظاہری اور امر بالسجود میں انعام باطنی اور نافرمانی و بدانجامی ابلیس کے ضمن میں منکرین کا نکال و وبال مذکور ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ : وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ الخ اس میں اشارہ ہے حقائق توکل و قطع اسباب و اعراض عن الالتفات الی الاغیار کی طرف کذا فی الروح ملخصاً ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قوله فی السمع** کوئی بات **اشارة الی ان السمع بمعنی المسموع ۱۲۔** ۲؎ **قوله فی موزون** معین مقدار **کما فی الروح فهو مجاز مستعمل فی لازم معناه او کنایة ۱۲۔** ۳؎ **قوله فی من لستم** اور ان کو بھی معاش دی **اشارة الی التقدير هكذا واعشنا من لستم ای مما غير كم لان المعنى اعشناكم ۱۲۔** ۴؎ **قوله فی وان من شیء** از قبیل معاش **القرينة على التخصيص السياق والسباق من قوله معايش واسقيناكموه ۱۲۔**

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۶﴾ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۸﴾ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ

فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ ﴿٢٩﴾ فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ ﴿٣٠﴾ إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَىٰ أَن يَكُونَ مَعَ السَّاجِدِينَ ﴿٣١﴾ قَالَ يَا إِبْلِيسُ مَا لَكَ أَلَّا تَكُونَ مَعَ السَّاجِدِينَ ﴿٣٢﴾ قَالَ لَمْ أَكُن لِّأَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهُ مِن صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ ﴿٣٣﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ ﴿٣٤﴾ وَإِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ إِلَىٰ يَوْمِ الدِّينِ ﴿٣٥﴾ قَالَ رَبِّ فَأَنظِرْنِي إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿٣٦﴾ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنظَرِينَ ﴿٣٧﴾ إِلَىٰ يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ﴿٣٨﴾ قَالَ رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٣٩﴾ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ﴿٤٠﴾ قَالَ هَٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ ﴿٤١﴾ إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغَاوِينَ ﴿٤٢﴾ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٤٣﴾ لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ لِّكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُومٌ ﴿٤٤﴾ ع ۱۹

اور ہم نے انسان کو بجتی ہوئی مٹی سے جو کہ سڑے ہوئے گارے کی بنی تھی پیدا کیا اور جن کو اس سے قبل آگ سے کہ وہ ایک گرم ہوا تھی پیدا کر چکے تھے اور وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے جب آپ کے رب نے ملائکہ سے ارشاد فرمایا کہ میں ایک بشر کو بجتی ہوئی مٹی سے جو کہ سڑے ہوئے گارے کی بنی ہوگی پیدا کرنے والا ہوں سو میں جب اس کو پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی (طرف سے) جان ڈال دوں تو تم سب اس کے روبرو سجدہ میں گر پڑنا سو سارے کے سارے فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا مگر ابلیس کہ اس نے اس بات کو قبول نہ کیا سجدہ نہ کرنے والوں کے ساتھ شامل ہوا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابلیس تجھ کو کون امر باعث ہوا کہ تو سجدہ کرنے میں شامل نہ ہوا کہنے لگا کہ میں ایسا نہیں کہ بشر کو سجدہ کروں جس کو آپ نے بجتی ہوئی مٹی سے جو کہ سڑے ہوئے گارے کی بنی ہے پیدا کیا ہے۔ ارشاد ہوا کہ تو اچھا پھر آسمان سے نکل کیونکہ بے شک تو مردود ہو گیا اور بے شک تجھ پر (میری) لعنت رہے گی قیامت کے دن تک کہنے لگا تو پھر مجھ کو (مرنے سے) مہلت دیجئے قیامت کے دن تک ارشاد ہوا تو (جا) تجھ کو معین وقت کی تاریخ تک مہلت دی گئی۔ کہنے لگا اے میرے رب بسبب اس کے کہ آپ نے مجھے (بحکم تکوین) گمراہ کیا ہے میں قسم کھاتا ہوں کہ میں دنیا میں ان کی نظر میں معاصی کو مرغوب کر کے دکھاؤں گا اور ان سب کو گمراہ کروں گا بجز آپ کے ان بندوں کے جو ان میں منتخب کئے گئے ہیں ارشاد ہوا کہ (وہاں) یہ ایک سیدھا راستہ ہے جو مجھ تک پہنچتا ہے واقعی میرے ان بندوں پر تیرا ذرا بھی بس نہ چلے گا ہاں مگر جو گمراہ لوگوں میں تیری راہ پر چلنے لگے (تو چلے) اور جو لوگ تیری راہ پر چلیں گے ان سب سے جہنم کا وعدہ ہے جس کے سات دروازے ہیں ہر دروازہ (میں سے جانے) کے لئے ان لوگوں کے الگ الگ حصے ہیں۔

تفسیر: قصۂ آدم علیہ السلام مشتمل بر توحید و انعام و وخامت کفر ☆ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن صَلْصَالٍ (الی قولہ تعالی) لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُومٌ ﴿٤٤﴾ اور ہم نے انسان کو (یعنی اس نوع کی اصل اول یعنی آدم علیہ السلام کو) بجتی ہوئی مٹی سے جو کہ سڑے ہوئے گارے کی بنی تھی پیدا کیا (یعنی اول گارے کو خوب خمیر کیا کہ اس میں بو آنے لگی پھر وہ خشک ہو گیا کہ وہ خشک ہونے سے کھن کھن بولنے لگا جیسا مٹی کا برتن چٹکی مارنے سے بجا کرتا ہے پھر اس خشک گارے سے آدم کا پتلا بنایا کہ زیادہ دال علی القدرت ہے) اور جن کو (یعنی اس نوع کی اصل ابوالجان کو) اس کے قبل (یعنی آدم علیہ السلام کے قبل) آگ سے کہ وہ (غایت لطافت کی وجہ سے ایک گرم ہوا تھی پیدا کر چکے تھے (مطلب یہ کہ چونکہ اس آگ میں اجزاء دخانیہ نہ تھے اس لئے وہ مثل ہوا کے نظر نہ آتی کیونکہ آگ کا نظر آنا اجزائے کثیفہ کے اختلاط سے ہے اس کو دوسری آیت میں اس طرح فرمایا ہے: وَخَلَقَ الْجَانَّ مِن مَّارِجٍ مِّن نَّارٍ [الرحمن: ۱۵]) اور وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے جب آپ کے رب نے ملائکہ سے (ارشاد) فرمایا کہ میں ایک بشر کو (یعنی اس کے پتلے کو) بجتی ہوئی مٹی سے جو کہ سڑے ہوئے گارے کی بنی ہوگی پیدا کرنے والا ہوں سو میں جب اس کو (یعنی اس کے اعضائے جسمانیہ کو) پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی (طرف سے) جان ڈال دوں تو تم سب اس کے روبرو سجدہ میں گر پڑنا سو (جب اللہ تعالیٰ نے اس کو بنا لیا تو) سارے کے سارے فرشتوں نے (آدم علیہ السلام کو) سجدہ کیا مگر ابلیس نے کہ اس نے اس بات کو قبول نہ کیا کہ سجدہ کرنے والوں کے ساتھ شامل ہو (یعنی سجدہ نہ کیا) اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ابلیس تجھ کو کونسا امر باعث ہوا کہ تو سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا کہنے لگا کہ میں ایسا نہیں کہ بشر کو سجدہ کروں جس کو آپ نے بجتی ہوئی مٹی سے جو کہ سڑے ہوئے گارے کی بنی ہے پیدا کیا ہے (یعنی ایسے حقیر و ذلیل مادہ سے بنایا گیا ہے کیونکہ میں نورانی مادۂ آتش سے پیدا ہوا ہوں تو نورانی ہو کر ظلمانی کو کیسے سجدہ کروں) ارشاد ہوا تو (اچھا پھر) آسمان سے نکل کیونکہ بیشک تو (اس حرکت سے) مردود ہو گیا اور (بیشک تجھ پر (میری) لعنت قیامت تک رہے گی (جیسا دوسری آیت میں ہے عَلَيْكَ لَعْنَتِي [ص: ۷۸] یعنی

قیامت تک تو میری رحمت سے بعید رہے گا مقبول ومرحوم وموفق للتوبہ نہ ہوگا اور ظاہر ہے کہ قیامت تک جو محل رحمت نہ ہو تو پھر قیامت میں تو مرحوم ہونے کا احتمال ہی نہیں پس جس وقت تک احتمال تھا اس کی نفی کردی اور اس سے یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ اس میں تو مہلت مانگنے سے پہلے ہی مہلت دینے کا وعدہ ہو گیا بات یہ ہے کہ مقصود قیامت تک عمر دینا نہیں ہے کہ یہ شبہ ہو بلکہ مطلب یہ ہے کہ حیات دنیویہ میں تو ملعون ہے گو وہ قیامت تک ممتد کیوں نہ ہو) کہنے لگا (کہ اگر مجھ کو آدم علیہ السلام کی وجہ سے مردود کیا ہے) تو پھر مجھ کو (مرنے سے) مہلت دیجئے قیامت کے دن تک (تا کہ ان سے اور ان کی اولاد سے خوب بدلہ لوں) ارشاد ہوا (جب تو مہلت مانگتا ہے) تو (جا) تجھ کو معین وقت کی تاریخ تک مہلت دی گئی کہنے لگا کہ اے میرے رب بسبب اس کے آپ نے مجھ کو (بحکم تکوین) گمراہ کیا ہے میں قسم کھاتا ہوں کہ میں دنیا میں ان کی (یعنی آدم علیہ السلام اور اولاد آدمؑ کے) نظر میں معاصی کو مرغوب کر کے دکھلاؤں گا اور ان سب کو گمراہ کروں گا بجز آپ کے ان بندوں کے جو ان میں منتخب کئے گئے ہیں (یعنی آپ نے ان کو میرے اثر سے محفوظ رکھا ہے) ارشاد ہوا کہ (ہاں) یہ (منتخب ہو جانا جس کا طریقہ اعمال صالحہ واطاعت کاملہ ہے) ایک سیدھا راستہ ہے جو مجھ تک پہنچتا ہے (یعنی اس پر چل کر ہمارا مقرب ہو جاتا ہے) واقعی میرا ان (مذکور) بندوں پر تیرا ذرا بھی بس نہ چلے گا ہاں مگر جو گمراہ لوگوں میں سے تیری راہ پر چلنے لگے (تو چلے) اور (جو لوگ تیری راہ پر چلیں گے) ان سب سے جہنم کا وعدہ ہے جس کے سات دروازے ہیں ہر دروازہ (میں سے جانے) کے لئے ان لوگوں کے الگ الگ حصے ہیں (کہ کوئی کسی دروازہ سے جاوے گا کوئی کسی دروازہ سے) **ف**: اول کے جن کی پیدائش کا ذکر آیت میں ہے پھر ان میں بھی مثل انسان کے توالد وتناسل ہونے لگا اور غالب یہ ہے کہ نار سے پیدا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جزو غالب یہ نار ہے جیسا انسان میں سب عناصر ہیں مگر غالب تراب ہے اور اگر یہ شبہ ہو کہ جب اور عناصر مل گئے تو خالص نار کہاں جواب یہ ہے کہ اول خالص لی گئی ہو گو بعد مزاج دیگر عناصر کے خالص نہ رہی اور دلائل مختلفہ سے جنات کے متعلق یہ امور معلوم ہوتے ہیں آگ سے پیدا ہونا' توالد وتناسل ہونا عادۃً ان کا نظر نہ آنا مختلف اشکال میں ان کا متشکل ہوسکنا مگر جن اشکال میں متشکل ہوئے سے التباس مضر دین ہوتا ہو اس پر بحکمت الٰہی قادر نہ ہونا اور جس میں التباس مضر دنیا ہوتا ہو اس پر کم قادر ہونا شیطان کا بھی از قسم جن ہونا یعنی جس جن میں شرارت ہو اس کو شیطان کہتے ہیں۔ اور روح اگر جسم لطیف ہو جیسا جمہور کا قول مشہور ہے تب تو نفخ کے معنی حقیقی ہیں اور اگر جوہر مجرد عن المادہ ہو تو نفخ مطلق تعلق کو مجازاً واستعارۃً کہہ دیا اور اللہ تعالیٰ کا یہ جواب: هٰذَا صِرَاطِيْ الخ [الأنعام: ۱۵۴] یہ قول ابلیس کی تصدیق ہے کہ واقعی ایسا ہی ہوگا کہ مقتضا حکمت کا ہے مگر جواب میں جو ترتیب بدل گئی کہ اس کے قول میں غاوین کا ذکر مقدم تھا اور مخلصین کا مؤخر اور جواب میں برعکس اس میں یہ نکتہ ہے کہ جس کا اہتمام زیادہ ہوتا ہے اس کو مقدم کیا کرتے ہیں سو ابلیس کو تو اغواء کا اہتمام زیادہ ہوتا ہے اور حق تعالیٰ کو مخلصین کی حفاظت کا و الله اعلم اور لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ میں کلام ہوا ہے بعض نے تو کہا ہے کہ سات طبقے ہیں مختلف العذاب جیسا جیسا استحقاق عذاب کا ہوگا ویسے ہی طبقہ میں دخول ہوگا۔ چونکہ ہر طبقہ کا دروازہ بھی علیحدہ ہوگا اسلئے سَبْعَةُ أَبْوَابٍ سے تعبیر فرما دیا اور بعض نے کہا ہے کہ سات دروازے ہی مراد ہیں اور مقصود بیان کرنا کثرت داخلین کا ہے کہ ایک دروازہ کافی نہ ہوگا تا کہ سننے سے ہول زائد ہو اور بعض الفاظ کی تفسیر اور ضروری مضامین متعلق مقام سورۂ بقرہ کے رکوع سوم اور سورۂ اعراف کے رکوع دوم میں گذر چکے ہیں۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِيْ روح کی اپنی طرف اضافت فرمانا اس کی تشریف ہے اس لئے کہ وہ اسرار الٰہیہ میں سے ایک سر خفی ہے اسی لئے کہا گیا ہے: من عرف نفسه فقد عرف ربه ۱۲ قولہ تعالیٰ: وَّ اِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ بعض نے جہل سے اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ استدلال کیا ہے کہ اس کے بعد ملعون نہ رہے گا۔ جواب یہ ہے کہ مراد اس سے تابید ہے کیونکہ جب دار العمل ہی میں مقبول نہ ہوا تو دار الجزاء میں کیسے مقبول ہوگا ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله** في روحی اپنی طرف سے اشارة الى توجيه الاضافة ۱۲۔ ۲ **قوله** قبل فسجد جب بنا لیا اشارة ان في الكلام ايجاز ۱۲۔ ۳ **قوله** قبل فانظرني اگر مجھ کو اشارة الى وجه ترتبه بالفاء ۱۲۔ ۴ **قوله** قبل فانك جب تو مہلت اشارة ايضا الى معنى الفاء ۱۲۔ ۵ **قوله** في ازينن معاصی اشارة الى تقدير المفعول ۱۲۔ ۶ **قوله** في على مجھ تک اشارة الى ان على بمعنى الى فيتعلق بمستقيم ويجوز ان يكون و صفا لصراط كما في الاعراب ۱۲۔ ۷ **قوله** في عبادی ان مذکور اشارة الى كون الاضافة للعهد ۱۲۔ ۸ **قوله** في الا من اتبعك ہاں الى تو چلے اشارة الى كون الاستثناء منقطعًا ۱۲۔

اختلاف القراءۃ: في مخلصين فتح اللام و كسرها ۱۲۔

اللغات: قوله صلصال طين يابس يصلصل اى يصوت وهو غير مطبوخ ۱۲۔ قوله حمأ الطين الاسود المنتن ۱۲۔ قوله مسنون منتن وصف به مبالغة ۱۲۔ قوله سموم ريح حار نارى تنفذ في المسام ۱۲۔

النحو: قوله من حمأ بدل او صفة لصلصال ۱۲۔ قوله نار السموم فيه اضافة الموصوف الى الصفة اى نار هى كالسموم فى اللطافة ۱۲۔ قوله ما لك اے اىّ سبب لك فى ان لا تكون قوله من الغاوين بيان لمن اتبعك ۱۲۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۴۵﴾ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۴۷﴾ لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ﴿۴۸﴾ نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۴۹﴾ وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ﴿۵۰﴾ وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ ﴿۵۱﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴿۵۳﴾ قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِيْ عَلٰٓى اَنْ مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ ﴿۵۴﴾ قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ ﴿۵۵﴾ قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ ﴿۵۶﴾ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۷﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۵۸﴾ اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ؕ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۹﴾ اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَآ ۙ اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۶۰﴾

بے شک خدا سے ڈرنے والے (یعنی اہل ایمان) باغوں اور چشموں میں (بستے) ہوں گے تم ان میں سلامتی اور امن کے ساتھ داخل ہو اور ان کے دلوں میں جو کینہ تھا ہم وہ سب دور کر دیں گے کہ سب بھائی بھائی کی طرح (الفت و محبت سے) رہیں گے تختوں پر آمنے سامنے بیٹھا کریں گے وہاں ان کو ذرا بھی تکلیف نہ پہنچے گی اور نہ وہ وہاں سے نکالے جائیں گے (اے محمد) آپ میرے بندوں کو اطلاع دے دیجئے کہ میں بڑا مغفرت اور رحمت والا بھی ہوں اور نیز یہ کہ میری سزا دردناک سزا ہے اور آپ ان لوگوں کو ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں (کے قصے) کی بھی اطلاع دے دیجئے جبکہ وہ ان کے پاس آئے پھر (آکر) انہوں نے السلام علیکم کہا ابراہیم کہنے لگے کہ ہم تو تم سے خائف ہیں انہوں نے کہا کہ آپ خائف نہ ہوں ہم آپ کو ایک فرزند کی بشارت دیتے ہیں جو بڑا عالم ہوگا ابراہیم علیہ السلام کہنے لگے کیا تم مجھ کو اس حالت پر (فرزند کی) بشارت دیتے ہو کہ مجھ پر بڑھاپا آ گیا ہے سو کس چیز کی بشارت دیتے ہو وہ (فرشتے) بولے کہ ہم آپ کو امر واقعی کی بشارت دیتے ہیں سو آپ ناامید نہ ہوں ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ بھلا اپنے رب کی رحمت سے کون ناامید ہوتا ہے بجز گمراہ لوگوں کے فرمانے لگے کہ تو (یہ بتلاؤ کہ) اب تم کو کیا مہم درپیش ہے اے فرشتو! فرشتوں نے کہا کہ ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں (مراد قوم لوط علیہ السلام ہے) مگر لوط علیہ السلام کا خاندان کہ ہم ان سب کو بچالیں گے بجز ان کی (یعنی لوط علیہ السلام کی) بی بی کے کہ ان کی نسبت ہم نے تجویز کر رکھا ہے کہ وہ ضرور اسی مجرم قوم میں رہ جائے گی۔

تفسیر ربط: اوپر آیات کے آخر میں اہل نار کا ذکر تھا آگے اہل جنت کا ذکر ہے جیسا قرآن کی عادۃ مطردہ ہے۔

نعیم اہل جنان ☆ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ (الی قوله تعالی) وَمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ بیشک خدا سے ڈرنے والے (یعنی اہل ایمان) باغوں اور چشموں میں (بستے) ہوں گے (خواہ اول ہی سے اگر معصیت نہ ہو یا عفو ہو گئی ہو اور خواہ بعد سزائے معصیت کے اور ان سے کہا جاوے گا کہ) تم ان (جنات وعیون) میں سلامتی اور امن کے ساتھ داخل ہو (یعنی اس وقت بھی ہر مکروہ سے سلامتی ہے اور آئندہ بھی کسی شر کا اندیشہ نہیں) اور (دنیا میں طبعی تقاضا سے) ان کے دلوں میں جو کینہ تھا ہم وہ سب (ان کے دلوں سے جنت میں داخل ہونے کے قبل ہی) دور کر دیں گے کہ سب بھائی بھائی کی طرح (الفت و محبت سے) رہیں گے تختوں پر آمنے سامنے بیٹھا کریں گے وہاں ان کو ذرا بھی تکلیف نہ پہنچے گی اور نہ وہ وہاں سے نکالے جاویں گے۔

ربط: اوپر اہل نار و اہل جنت کے وعدہ و وعید کا ذکر تھا آگے اسی وعدہ و وعید کی تاکید کے لئے حق تعالیٰ اپنے لطف و قہر کا اجمالاً بیان فرماتے ہیں۔

تاکید وعدہ و وعید سابق ☆ نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (الی قوله تعالی) وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ (اے محمد ﷺ) آپ میرے بندوں کو اطلاع دے دیجئے کہ میں بڑا مغفرت اور رحمت والا بھی ہوں اور (نیز) یہ کہ میری سزا (بھی) دردناک سزا ہے (تاکہ اس سے مطلع ہو کر ایمان اور تقویٰ کی رغبت اور کفر و معصیت سے رہبت ہو)۔ ربط: اوپر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور قہر فی الآخرۃ کا ذکر تھا آگے ایک رحمت و قہر فی الدنیا کا بطور تنظیر و نمونہ کے دو قصوں کے ضمن میں ذکر ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے لئے بشریٰ اور لوط علیہ السلام کے اور ان کے متبعین کے لئے بھی نجات یہ رحمت ہے اور قوم لوط کا اہلاک یہ قہر ہے۔

قصہ ابراہیم علیہ السلام ولوط علیہ السلام بطور رحمت وقہر ☆ وَ نَبِّئۡهُمۡ عَنۡ ضَيۡفِ اِبۡرٰهِيۡمَ ۞ اِذۡ دَخَلُوۡا عَلَيۡهِ (الی قولہ تعالی) اِنَّهَا لَمِنَ الۡغٰبِرِيۡنَ ۞ اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان (لوگوں) کو ابراہیم (علیہ السلام) کے مہمانوں (کے قصہ) کی بھی اطلاع دیجئے (وہ قصہ اس وقت واقع ہوا تھا) جب کہ وہ (مہمان جو کہ واقع میں فرشتے تھے) ان کے (یعنی ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے پھر (آ کر) انہوں نے السلام علیکم کہا (ابراہیم علیہ السلام ان کو مہمان سمجھ کر فوراً ان کے لئے کھانا تیار کر کے لائے مگر چونکہ وہ فرشتے تھے انہوں نے کھایا نہیں تب) ابراہیم (علیہ السلام) دل میں ڈرے کہ یہ لوگ کھانا کیوں نہیں کھاتے کیونکہ وہ فرشتے بشکل بشر تھے ان کو بشر ہی سمجھا اور کھانا نہ کھانے سے شبہ ہوا کہ یہ لوگ کہیں مخالف نہ ہوں اور) کہنے لگے کہ ہم تو تم سے خائف ہیں انہوں نے کہا کہ آپ خائف نہ ہوں کیونکہ ہم (فرشتے ہیں منجانب اللہ ایک بشارت لے کر آئے ہیں اور) آپ کو ایک فرزند کی بشارت دیتے ہیں جو بڑا عالم ہوگا (مطلب یہ کہ نبی ہوگا کیونکہ آدمیوں میں سب سے زیادہ علم انبیاء علیہم السلام کو ہوتا ہے مراد اس فرزند سے اسحاق علیہ السلام ہیں) ابراہیم (علیہ السلام) کہنے لگے کہ کیا تم مجھ کو اس حالت پر (فرزند کی) بشارت دیتے ہو کہ مجھ پر بڑھاپا آ گیا سو (ایسی حالت میں مجھ کو) کس چیز کی بشارت دیتے ہو (مطلب یہ کہ یہ امر فی نفسہ عجیب ہے نہ یہ کہ قدرت سے بعید ہے) وہ (فرشتے) بولے کہ ہم آپ کو امر واقعی کی بشارت دیتے ہیں (یعنی تولد فرزند یقیناً واقع ہونے والا ہے) سو آپ ناامید نہ ہوں (یعنی اپنے بڑھاپے پر نظر نہ کیجئے کہ ایسے اسباب عادیہ پر نظر کرنے سے وساوس ناامیدی کے غالب ہوتے ہیں) ابراہیم (علیہ السلام) نے فرمایا کہ بھلا اپنے رب کی رحمت سے کون ناامید ہوتا ہے بجز گمراہ لوگوں کے (یعنی میں نبی ہو کر گمراہوں کی صفت سے کب موصوف ہو سکتا ہوں محض مقصود اس امر کا عجیب ہونا ہے باقی اللہ کا وعدہ سچا اور مجھ کو امید سے بڑھ کر اس کا کامل یقین بعد اس کے فراست نبوۃ سے آپ کو معلوم ہوا کہ ان ملائکہ کے آنے سے علاوہ بشارت کے اور بھی کوئی مہم عظیم مقصود ہے اس لئے) فرمانے لگے کہ (جب قرائن سے مجھ کو یہ معلوم ہو گیا کہ تمہارے آنے کا کچھ اور بھی مقصود ہے) تو (یہ بتلاؤ کہ) اب تم کو کیا مہم درپیش ہے اے فرشتو! فرشتوں نے کہا کہ ہم ایک مجرم قوم کی طرف (ان کو سزا دینے کے لئے) بھیجے گئے ہیں (مراد قوم لوط ہے) مگر لوط (علیہ السلام) کا خاندان کہ ہم ان سب کو (عذاب سے) بچالیں گے (یعنی ان کو بچنے کا طریقہ بتلا دیں گے کہ ان مجرموں سے علیحدہ ہو جاویں) بجز ان کی (لوط علیہ السلام کی) بی بی کے کہ اس کی نسبت ہم نے تجویز کر رکھا ہے کہ وہ ضرور اسی قوم مجرم میں رہ جاوے گی (اور ان کے ساتھ عذاب میں مبتلا ہوگی)۔ **ف**: فرشتوں کو جو اللہ تعالیٰ نے مہمان کے عنوان سے تعبیر فرمایا تو اس وجہ سے کہ بشکل آدمیوں کے تھے جو ابراہیم علیہ السلام کو مہمان معلوم ہوئے اور دوسری آیتوں میں اسحاق علیہ السلام کی بشارت کے ساتھ یعقوب علیہ السلام کی بھی بشارت مذکور ہے یہاں ان ہی آیتوں کی وجہ سے بیان میں اکتفا فرمایا اور قدرنا میں فرشتوں نے اپنی طرف مجازاً نسبت کی حالانکہ وہ فعل اللہ تعالیٰ کا تھا وجہ اس کی قرب واختصاص ملائکہ کا ہے اور سورۂ ہود میں نصف پارے کے قریب یہ قصہ آ چکا ہے کچھ ضروری مضامین اس کے متعلق وہاں بھی مذکور ہیں دیکھ لئے جاویں۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: نَبِّئۡ عِبَادِيۡۤ الخ اس میں طریق ارشاد کی تعلیم ہے کہ اسی طرح خوف ورجاء سے تربیت کرنا چاہئے کیونکہ رجاء محض سے تعطل وخوف محض سے قنوط محتمل ہے ۱۲ قولہ تعالیٰ: قَالَ فَمَا خَطۡبُكُمۡ الخ وجہ اس سوال کی یہ تھی کہ معمولی وسرسری کام کیلئے مجمع کو نہیں بھیجا جاتا اور حق تعالیٰ بندوں کے ساتھ ان ہی کی عادات کے موافق معاملہ فرماتے ہیں۔ اس رعایت سے یہ بھی مستنبط ہوا کہ ہر کام میں انتظام مناسب امر مستحسن ہے اور یہ اہل اللہ کی عادات طبعیہ سے ہو جاتا ہے ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ا قولہ فی متقابلین بیٹھا کریں گے اشارة الی کون التقابل احیانا اذا تنادموا لا کل حین لان منزل کل واحد منهم علیحدة فلذا ترجم بقوله بیٹھے ہوں گے ۱۲۔

اختلاف القراءة: قوله تبشرون فی الروح قرأ ابن کثیر بکسر النون مشددة بدون یاء علی ادغام نون الجمع فی نون الوقایة والاکتفاء بالکسرة عن الیاء وقرأ نافع بکسر النون مخففة وفیه حذف نون الرفع کما هو مذهب سیبویه استثقالا لاجتماع المثلین ودلالة بابقاء نون الوقایة علی الیاء آه۔

اللغات: قوله علی ان بمعنی مع قوله بالحق بالامر المخقق قوله فبم اصله فبما ای بای شئ وان المراد ان البشارة بما لا یقع عادة بشارة بغیر شئ کذا فی الروح ۱۲۔

النحو: قوله اذ دخلوا ظرف لخبر مضاف الی ضیف ای خبر ضیف ابراهیم حین دخولهم علیه۔

البلاغة: قوله انا الغفور الرحیم وان عذابی الخ فی توصیف ذاته تعالیٰ بالمغفرة والرحمة دون التعذیب حیث لم یقل وانا المعذب ترجیح بجانب الوعد علی الوعید ۱۲ منه عم فیضه۔

فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ۣالْمُرْسَلُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۶۲﴾ قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَاَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۶۴﴾ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّامْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَاۗءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۶۶﴾ وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۶۷﴾ قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ ضَيْفِيْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ﴿۶۸﴾ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ ﴿۶۹﴾ قَالُوْٓا اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ هٰٓؤُلَاۗءِ بَنٰتِيْٓ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۷۱﴾ لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۷۲﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ ﴿۷۳﴾ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ﴿۷۴﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ﴿۷۵﴾ وَاِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ ﴿۷۶﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۷﴾

پھر جب وہ فرشتے خاندان لوط علیہ السلام کے پاس آئے کہنے لگے کہ تم تو اجنبی آدمی (معلوم ہوتے) ہو انہوں نے کہا نہیں بلکہ ہم آپ کے پاس وہ چیز لے کر آئے ہیں جس میں یہ لوگ شک کیا کرتے تھے اور ہم آپ کے پاس یقینی ہونے والی چیز لے کر آئے ہیں اور ہم بالکل سچے ہیں۔ سو آپ رات کے کسی حصہ میں اپنے گھر والوں کو لے کر (یہاں سے) چلے جایئے اور آپ سب کے پیچھے ہو لیجئے اور تم میں سے کوئی پیچھے پھر کر بھی نہ دیکھے اور جس جگہ (جانے کا) تم کو حکم ہوا ہے اس طرف سب چلے جانا اور ہم نے لوط علیہ السلام کے پاس یہ حکم بھیجا کہ صبح ہوتے ہی ان کی بالکل جڑ ہی کٹ جائے گی (یعنی بالکل ہلاک ہو جائیں گے) اور شہر کے لوگ خوب خوشیاں کرتے ہوئے پہنچے لوط علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ لوگ میرے مہمان ہیں سو مجھ کو فضیحت مت کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور مجھ کو رسوا مت کرو وہ کہنے لگے کہ کیا ہم آپ کو دنیا بھر کے لوگوں سے منع نہیں کر چکے لوط علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ میری (بہو) بیٹیاں موجود ہیں اگر تم میرا کہنا کرو آپ کی جان کی قسم وہ اپنی مستی میں مدہوش تھے۔ پس سورج نکلتے نکلتے ان کو آواز سخت نے آ دبایا پھر ہم نے ان بستیوں کا اوپر کا تختہ تو نیچے کر دیا اور ان لوگوں پر کنکر کے پتھر برسانا شروع کر دیئے اس واقعہ میں کئی نشانیاں ہیں اہل بصیرت کے لئے اور یہ بستیاں ایک آباد سڑک پر ملتی ہیں ان بستیوں میں اہل ایمان کے لئے بڑی عبرت ہے۔

تفسیر ربط: اوپر کے قصہ کا آگے بقیہ ہے۔

اہلاک مجرمین وانجائے مؤمنین از قوم لوط علیہ السلام ☆ فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ۣالْمُرْسَلُوْنَ ﴿۶۱﴾ (الی قولہ تعالیٰ) اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۷﴾ پھر جب وہ فرشتے خاندان لوط (علیہ السلام) کے پاس آئے (تو چونکہ بشکل بشر تھے اس لئے) کہنے لگے تم تو اجنبی آدمی (معلوم ہوتے) ہو (دیکھئے شہر والے تمہارے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں کیونکہ یہ اجنبی لوگوں کو پریشان کیا کرتے ہیں) انہوں نے کہا نہیں (ہم آدمی نہیں) بلکہ (فرشتے ہیں) آپ کے پاس وہ چیز (یعنی وہ عذاب) لے کر آئے ہیں جس میں یہ لوگ شک کیا کرتے تھے اور ہم آپ کے پاس یقینی ہونے والی چیز (یعنی عذاب) لے کر آئے ہیں اور ہم (اس خبر دینے میں) بالکل سچے ہیں سو آپ رات کے کسی حصہ میں اپنے گھر والوں کو لے کر (یہاں سے) چلے جایئے اور آپ سب کے پیچھے ہو لیجئے (تا کہ کوئی رہ نہ جاوے لوٹ نہ جاوے اور آپ کی ہیبت سے کوئی التفات نہ کرے جس کی ممانعت آتی ہے) اور تم میں سے کوئی پیچھا پھر کر بھی نہ دیکھے (یعنی سب جلدی چلے جاویں) اور جس جگہ (جانے) کا تم کو حکم ہوا ہے (یعنی شام كذا فى الدر عن السدى) اس طرف سب چلے جانا (آگے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے) اور ہم نے (ان فرشتوں کے واسطہ سے) لوط (علیہ السلام) کے پاس یہ حکم بھیجا کہ صبح ہوتے بالکل ان کی جڑ ہی کٹ جاوے گی (یعنی بالکل ہلاک ہو جاویں گے یہ فرشتوں کی گفتگو جو مذکور ہوئی وقوع میں مؤخر ہے اہتمام مقصود کے لئے کہ انجاء و اہلاک کی خبر دینا ہے ذکر میں مقدم فرما دیا اور آگے جو قصہ آتا ہے وہ وقوع میں مقدم ہے تتمیم کے لئے اس کو بیان فرماتے ہیں یعنی) اور شہر کے لوگ (یہ خبر سن کر کہ لوط علیہ السلام کے یہاں حسین حسین لڑکے آئے ہیں) خوب خوشیاں کرتے ہوئے (لوط علیہ السلام کے گھر بہ نیت فاسد) پہنچے لوط (علیہ السلام) نے (جو کہ اب تک وہ بھی ان کو آدمی ہی سمجھتے تھے ان کی بدنیتی کی وجہ سے) فرمایا کہ یہ لوگ میرے مہمان ہیں سو (ان کو دق کر کے) مجھ کو (عام لوگوں میں) فضیحت مت کرو (کیونکہ مہمان کی اہانت میزبان کی اہانت ہے سو اگر ان مسافروں کا خیال نہیں کرتے

تو میرا تو خیال کرو کہ تمہاری بستی کا ہوں) اور (خود اس فعل ناجائز کے بارے میں بھی) اللہ سے ڈرو اور مجھ کو (ان مہمانوں کی نظر میں) رسوا مت کرو (یوں سمجھیں گے کہ اہل شہر ان کی کچھ وقعت نہیں کرتے) وہ کہنے لگے (کہ یہ فضیحتی ہماری طرف سے نہیں آپ نے خود اپنے ہاتھوں خریدی ہے کہ ان کو مہمان بنایا) کیا ہم آپ کو دنیا بھر کے لوگوں (کو مہمان بنانے) سے (بارہا) منع نہیں کر چکے (نہ مہمان بناتے نہ اس رسوائی کی نوبت آتی) لوط (علیہ السلام) نے فرمایا کہ (آخر اس بیہودہ حرکت کی ضرورت ہی کیا ہے جس کی وجہ سے مہمانداری سے بھی ممانعت کی جاتی ہے قضائے شہوت کے لئے) یہ میری (بہو) بیٹیاں (جو تمہارے گھروں میں ہیں) موجود ہیں اگر تم میرا کہنا کرو (تو یہ عورتیں کافی ہیں مگر وہ کس کی سنتے تھے) آپ کی جان کی قسم وہ اپنی مستی میں مدہوش تھے پس سورج نکلتے نکلتے ان کو آواز سخت نے آدبایا پھر (صیحہ کے بعد) ہم نے ان بستیوں (کی زمین کو الٹ کر ان) کا اوپر کا تختہ تو نیچے کر دیا (اور نیچے کا اوپر کر دیا) اور ان لوگوں پر کنکر کے پتھر برسانا شروع کئے اس واقعہ میں کئی (مضمونوں کے) نشان ہیں اہل بصیرت کے لئے (مثلاً ایک یہ کہ فعل بد کا نتیجہ بد ہوتا ہے ایک یہ کہ ایمان و اطاعت سے نجات ہوتی ہے ایک یہ کہ اللہ کو بڑی قدرت ہے کہ اسباب طبعیہ کے خلاف جو چاہے کر دے وغیر ذلك) اور یہ بستیاں ایک آباد سڑک پر ملتی ہیں (یعنی عرب سے شام کو جاتے ہوئے ان کے آثار معلوم ہوتے ہیں) ان بستیوں میں (بحالت کذائیہ) اہل ایمان کے لئے بڑی عبرت ہے (کہ ان کو دیکھ کر ان مضامین کا استحضار کر لیتا ہے اور جو مؤمن نہیں ہے وہ اس کو اسباب طبعیہ یا بخت و اتفاق پر محمول کرتا ہے نہ خدا کو قادر سمجھتا ہے نہ گناہوں کو اس کی سزا سمجھتا ہے) **ف**: یہ قصہ سورۂ ہود کے نصف پارہ پر بھی گذر چکا ہے بعض ضروری مضامین متعلقہ اس کے وہاں دیکھ لئے جاویں اور مصبحین اور مشرقین کا اجتماع یا تو اس اعتبار سے ہے کہ صبح سے ابتدا ہوئی اور اشراق تک خاتمہ ہو گیا ہو یا صبح کو مفہوم عام لے لیا جاوے اشراق کو بھی دوسری آیت میں بکرۃ کا لفظ ہے جس کے معنی اول نہار ہیں اگر نہار عرفی لیا جاوے تو مشرقین کا مرادف ہے اور اگر شرعی لیا جاوے تو مصبحین کا مقارب ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو جا بجا مخلوقات کی قسم کھائی ہے ان چیزوں کا عظیم ہونا باعتبار کثیر النفع یا دال علی القدرت ہونے کے ظاہر کرنا مقصود ہے اور مکلفین کو اس سے ممانعت فرمانا اس لئے ہے کہ کہیں قسم کھانے والا اس چیز کو ایسا معظم نہ سمجھ جاوے جیسا حق تعالیٰ کو معظم سمجھتا ہے کیونکہ بعض سے اس کا وقوع ہو چکا ہے اور اللہ تعالیٰ میں یہ احتمال ہی نہیں کہ وہ کسی مخلوق کو معظم سمجھیں کیونکہ سب سے اعظم وہ خود ہیں یا یوں کہا جاوے کہ ان اشیاء کی قسم باعتبار ان کی ذات کے نہیں بلکہ اس اعتبار سے ہے کہ یہ اشیاء دال علی القدرۃ ہیں پس مقصود ان کی قسم سے قسم ہے قدرت الٰہیہ کی اور صفات الٰہیہ کا مقسم بہ ہونا مثل ذات کے محل اشکال نہیں اور عام قسم کھانے والے اس لحاظ سے قسم نہیں کھاتے پھر ان کے ذمہ ایہام سے بچنا بھی واجب کیا گیا ہے۔

ربط: او پر قوم لوط علیہ السلام کے عذاب کا ذکر تھا آگے اصحاب ایکہ اور اصحاب حجر کے عذاب کا ذکر ہے کہ مقصود سب کا مشترک ہے کہ قہر فی الدنیا کا ذکر کرنا بطور نمونہ قہر فی الآخرۃ کے مقصود ہے و نیز ان عذاب کے قصوں میں احقاق مسئلہ رسالت پر بھی دال ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اس سے معلوم ہوا کہ آثار غضب اور مغضوبین کی طرف تفریح کر طور پر بھی نہ دیکھے اور اس میں لہو و منکر کفری یا بدعی کے مجمع بھی داخل ہو گئے ۱۲۔ قولہ تعالیٰ: اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ الخ حدیث ترمذی میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله اور پھر یہ آیت تلاوت فرمائی تو اس بناء پر یہ آیت اصل ہے فراست کی اور اس میں ادراک عقلی و کشفی وغیرہ سب آ گیا اور اس سے ان سب طرق کی قطعیت لازم نہیں آتی جیسا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ یا يَعْقِلُوْنَ سے مطلقاً عقل و فکر کی قطعیت لازم نہیں آتی مقصود صرف یہ بتلانا ہے کہ یہ طرق نافع ہیں حدود شرعیہ کی رعایت سے ان سے کام لیا جاوے ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله** قبل بل جئنك ہم آدمی نہیں دل عليه قوم لان القوم يختص بالرجال والرجل لا يكون الا من الثقلين لان الملك لا يوصف بالذكورة كما لا يوصف بالانوثة وبه اتضح معنى بل وهذا من المواهب ۱۲۔ ۲ **قوله** فى ذلك الامر یہ حکم الی جاوے گی اشارة الى ان جملة دابر هؤلاء الخ تفسير لذلك الامر ۱۲۔ ۳ **قوله** فى لا تفضحون عام وفى لا تخزون مہمانوں اشارة الى دفع التكرار والقرينة على الثانى قوله لا تخزون فى ضيفى وعلى الاول ورده متقابلا۔ ۴ **قوله** فى كنتم فاعلين میرا کہنا لان المقدر كالملفوظ وقوله وفى ما بعد یہ عورتیں اشارة الى تقدير الجواب ۱۲۔ ۵ **قوله** فى عاليها بستیوں بدليل قوله تعالى المؤتفكات ودل عليها ههنا المدنية لان ما عداها يتعلق بها ۱۲ منه عم فيضه۔

اللغات: **قوله تعالى** قضينا اوحينا مقضيا مثبتا ففقى مضمن معنى اوحى ولذا عدى تعدية ۱۲۔ قوله مصبحين داخلين فى الصباح وهى ههنا تامة ۱۲۔ **قوله تعالى** للمتوسمين التوسم التفعل من الوسم وهو العلامة التى يستدل بها على مطلوب وترجمته بالحاصل والفراسة الايمانية لما كانت نوعًا من البصيرة قرأها رسول الله صلى الله عليه وسلم مع ذكر الفراسته لا لان التوسم هذا مفسر

بالفراسة فافهم۱۲۔ **قوله تعالیٰ** مقيم ثابت لم يندرس وترجمته ايضا بالحاصل۱۲۔

النحو : قوله الا آل لوط استثناء منقطع كما هو ظاهر۱۲۔ منه عم فيضهٗ۔

البلاغة : **قوله** قال فما خطبكم فی الروح توسيط قال بين كلاميه عليه السلام مشير الى ان هناك ما طوى ذكره او لما ان هناك انتقالا الى بحث آخر۱۲۔ **قوله** جئنٰك واتيناك نسبة المجئ بالعذاب اليه عليه السلام مع ان المجئ كان الى القوم لعله باعتبار مجيئهم بخبره اليه عليه السلام وهذا من المواهب۱۲۔ **قوله** آتينك بالحق فيه مبالغة وتاكيد لان فيه نفيا لامترائهم المذكور سابقا والامتراء على معناه لا يحتاج الى تاويله بالانكار لانهم كيف كان لهم ان يقولوا لا يقع الحادثة الفلانی۱۲۔ **قوله** قالوا بل جئنٰك بالحق فی الروح ولعل تقديم هذه المجادلة على ما جرى بينه وبين اهل المدينة من المجادلة للمسارعة الى ذكر بشارة لوط عليه السلام عقيب ذكر بشارة ابراهيم عليه السلام۔ قوله الآيات فی موضع وآية فی موضع آخر لان المشار اليه فی الاول القصة بتمامها وفيها ذكر عدة من العبر وفی الثانی القرى المهلكة ومشاهدتها انما تدل على شئ واحد وهو الهلاك واما ان الهلاك لای شئ وقع فيحتاج الى سماع القصة وهو من المواهب۱۲۔

وَ اِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَیْكَةِ لَظٰلِمِیْنَ ﴿۷۸﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ۘ وَ اِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِیْنٍ ﴿۷۹﴾ؕ وَ لَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۸۰﴾ۙ وَ اٰتَیْنٰهُمْ اٰیٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ ﴿۸۱﴾ۙ وَ كَانُوْا یَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا اٰمِنِیْنَ ﴿۸۲﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّیْحَةُ مُصْبِحِیْنَ ﴿۸۳﴾ۙ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿۸۴﴾ؕ وَ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَهُمَاۤ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَ اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِیَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِیْلَ ﴿۸۵﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ ﴿۸۶﴾ وَ لَقَدْ اٰتَیْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَ الْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ ﴿۸۷﴾ لَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَ لَا تَحْزَنْ عَلَیْهِمْ وَ اخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۸۸﴾ وَ قُلْ اِنِّیْۤ اَنَا النَّذِیْرُ الْمُبِیْنُ ﴿۸۹﴾ۚ كَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِیْنَ ﴿۹۰﴾ۙ الَّذِیْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِیْنَ ﴿۹۱﴾ فَوَ رَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۹۲﴾ۙ عَمَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۹۴﴾ اِنَّا كَفَیْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِیْنَ ﴿۹۵﴾ۙ الَّذِیْنَ یَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۚ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَ لَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ یَضِیْقُ صَدْرُكَ بِمَا یَقُوْلُوْنَ ﴿۹۷﴾ۙ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَ كُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ ﴿۹۸﴾ۙ وَ اعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى یَاْتِیَكَ الْیَقِیْنُ ﴿۹۹﴾ؒ

اور بن والے (یعنی شعیب علیہ السلام کی امت بھی) بڑے ظالم تھے سو ہم نے ان سے (بھی) بدلہ لیا اور دونوں (قوموں کی) بستیاں صاف سڑک پر واقع ہیں اور حجر والوں نے (بھی) پیغمبروں کو جھوٹا بتلایا اور ہم نے ان کو اپنی (طرف سے) نشانیاں دیں سو وہ لوگ ان سے روگردانی ہی کرتے رہے اور وہ لوگ پہاڑوں کو تراش تراش کران میں گھر بناتے تھے کہ امن میں رہیں سوان کو صبح کے وقت آواز سخت نے آ پکڑا سوان کے دنیوی ہنر ان کے کچھ بھی کام نہ آئے اور ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور ان کی درمیانی چیزوں کو بغیر مصلحت کے نہیں پیدا کیا اور ضرور قیامت آنے والی ہے سو آپ خوبی کے ساتھ درگزر کیجئے بلاشبہ آپ کا رب بڑا خالق بڑا عالم ہے اور ہم نے آپ کو سات آیتیں دیں جو (نماز میں) مکرر پڑھی جاتی ہیں اور قرآن عظیم دیا آپ اپنی آنکھ اٹھا کر بھی اس چیز کو نہ دیکھئے جو کہ ہم نے مختلف کافروں کو برتنے کے لئے دے رکھی ہے اور ان پر غم نہ کیجئے اور مسلمانوں پر شفقت رکھئے اور کہہ دیجئے کہ میں کھلم کھلا (تم کو عذاب خدا سے) ڈرانے والا ہوں جیسا کہ ہم نے وہ عذاب ان لوگوں پر نازل کیا ہے جنہوں نے حصے کر رکھے تھے یعنی آسمانی کتاب کے مختلف اجزاء قرار دیتے تھے سو آپ کے پروردگار کی قسم (یعنی اپنی) ہم ان سب سے ان کے اعمال کی ضرور باز پرس کریں گے۔ غرض

آپ کو جس بات کا حکم کیا گیا ہے اس کو (تو) صاف صاف سنا دیجئے اور ان مشرکین کی پرواہ نہ کیجئے یہ لوگ جو ہنستے ہیں (اور) اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا معبود قرار دیتے ہیں ان سے آپ کے لئے ہم کافی ہیں سو ان کو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے اور واقعی ہم کو معلوم ہے کہ یہ لوگ جو باتیں کرتے ہیں اس سے آپ تنگ دل ہوتے ہیں سو (اس کا علاج یہ ہے کہ) آپ اپنے پروردگار کی تسبیح وتحمید کرتے رہئے اور نماز پڑھنے والوں میں رہئے اور آپ رب کی عبادت کرتے رہئے یہاں تک کہ آپ کو موت آجائے۔

تفسیر: قصۂ اصحاب ایکہ: ☆ وَ اِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ لَظٰلِمِيْنَ ۝ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ۘ وَ اِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ ۝

قصہ اصحاب حجر ☆ وَ لَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ (الی قولہ تعالی) فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ اور بن والے (یعنی شعیب علیہ السلام کی امت بھی) بڑے ظالم تھے سو ہم نے ان سے (بھی) بدلہ لیا اور ان کو عذاب سے ہلاک کیا) اور دونوں (قوم کی) بستیاں صاف سڑک پر (واقع) ہیں (اور شام کو جاتے ہوئے راہ میں نظر آتی ہیں) اور حجر (بکسر حاء) والوں نے (بھی) پیغمبروں کو جھوٹا بتلایا (کیونکہ جب صالح علیہ السلام کو جھوٹا کہا اور سب پیغمبروں کا اصل دین ایک ہی ہے تو سب کو بھی جھوٹا بتلایا) اور ہم نے ان کو اپنی (طرف سے) نشانیاں دیں (جس سے اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت صالح علیہ السلام کی نبوت ثابت ہوتی تھی مثلاً دلائل توحید اور ناقہ کہ معجزہ صالح علیہ السلام کا تھا) سو وہ لوگ ان (نشانیوں) سے روگردانی (ہی) کرتے رہے اور وہ لوگ پہاڑوں کو تراش تراش کر ان میں گھر بناتے تھے کہ (ان میں سب آفات سے) امن میں رہیں سو ان کو صبح کے وقت (خواہ اول ہی صبح میں یا دن چڑھے علی الاحتمالین) آواز سخت نے آ پکڑا سو ان کے (دنیوی) ہنر ان کے کچھ بھی کام نہ آئے (ان ہی مستحکم گھروں میں عذاب سے کام تمام ہو گیا اس آفت سے ان کے گھروں نے نہ بچالیا بلکہ اس آفت کا ان کو احتمال بھی نہ تھا اور اگر ہوتا بھی تو کیا کرتے)۔ **ف**: ایکہ کہتے ہیں بن کو بعض نے کہا ہے کہ مدین کے پاس ایک بن تھا اس لئے اہل مدین کا یہ بھی لقب ہے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ دو قومیں تھیں ایک کے ہلاک ہونے کے بعد شعیب علیہ السلام دوسری قوم کی طرف مبعوث ہوئے۔ اور روح المعانی میں بہ تخریج ابن عساکر یہ حدیث مرفوع نقل کی ہے **ان مدین واصحاب الایکۃ امتان بعث اللہ تعالیٰ الیھما شعیباً علیہ السلام واللہ اعلم** اور حجر ایک وادی ہے حجاز اور شام کے درمیان اس میں قوم ثمود بستی تھی اور پارۂ ہشتم کے اخیر قصہ سوم میں **رجفہ** اور **صیحہ** کے اجتماع کی توجیہ ذکر کی گئی ہے اور قوم لوط کی بستیوں کا سر راہ واقع ہونا اوپر کی آیت میں آ چکا ہے یہاں مکرر ذکر فرمانا شاید اس لئے ہو کہ منازل اہل ایکہ کے وقوع علی الطریق کو منازل قوم لوط کے وقوع علی الطریق سے تشبیہ دینا مقصود ہو یعنی اس کا وقوع علی الطریق تو اوپر معلوم ہو چکا ہے یہ بھی اسی طرح واقع علی الطریق ہے پس دونوں کے دونوں واقع علی الطریق ہیں اس تقریر پر حقیقی تکرار نہ ہوا اور ظاہری تکرار جو ہے سو اس سے اس مکرر کی تاکید مقصود نہ ہوئی۔ بلکہ اس متاخر کی تاکید اس کے ساتھ تشبیہ دینے سے مقصود ہوئی خوب سمجھ لو۔ **ربط**: اوپر شروع سورت میں کفار مکہ کے شدت عناد و مخالفت کا جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیان تھا بالخصوص آیت: وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ سے نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ۝ تک جیسا کہ اس کے ترجمہ سے ظاہر ہے اور اسی کے ساتھ اجمالاً آپ کی تسلی کا مضمون بھی ارشاد فرمایا تھا۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ سے سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ۔ تک پھر درمیان میں اور مضامین مناسبت خاصہ سے مذکور ہوئے تھے اب آگے خاتمہ سورت پر اسی عناد و مخالفت کے بارے میں تفصیلاً مضمون آپ کی تسلی کا بابلغ وجوہ مذکور ہے جیسا تقریر ترجمہ سے ان شاء اللہ واضح ہوتا ہے۔

تسلیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بابلغ وجوہ برعنادِ کفار ☆ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ (الی قولہ تعالی) وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۝ اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان لوگوں کے عناد و خلاف سے غم نہ کیجئے کیونکہ اس کا ایک روز فیصلہ ہونے والا ہے اور وہ روزِ قیامت ہے جس کی آمد کے متعلق ہم آپ سے تذکرہ کرتے ہیں کہ) ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور ان کی درمیانی چیزوں کو بغیر مصلحت کے نہیں پیدا کیا (بلکہ اس مصلحت سے پیدا کیا کہ ان کو دیکھ کر صانع عالم کے وجود اور وحدت اور عظمت پر استدلال کر کے اس کے احکام کی اطاعت کریں اور بعد اقامت اس حجت کے جو ایسا نہ کرے وہ معذب ہو) اور (دنیا میں پورا عذاب ہوتا نہیں تو اور کہیں ہونا چاہئے اس کے لئے قیامت مقرر ہے پس) ضرور قیامت آنے والی ہے (وہاں سب کو بھگتا یا جاوے گا) سو آپ (کچھ غم نہ کیجئے بلکہ) خوبی کے ساتھ (ان کی شرارتوں سے) درگذر کیجئے (درگذر کا مطلب یہ ہے کہ اس غم میں نہ پڑیئے اس کا خیال نہ کیجئے اور خوبی یہ کہ شکوہ شکایت بھی نہ کیجئے کیونکہ) بلاشبہ آپ کا رب (چونکہ) بڑا خالق (ہے اس سے ثابت ہوا کہ) بڑا عالم (بھی) ہے (سب کا حال اُس کو معلوم ہے آپ کے صبر کا بھی ان کی شرارت کا بھی اس لئے ان سے پورا پورا بدلہ لے لے گا اور خالق ہونے کا ذکر بطور استدلال کیا گیا کیونکہ خالق ہونا دلیل ہے عالم ہونے کی کقولہ تعالیٰ: اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ [الملک: ۱۴]) اور (آپ ان کے معاملہ کو نہ دیکھئے کہ موجب غم ہوتا ہے ہمارا معاملہ اپنے ساتھ دیکھئے کہ ہماری طرف سے آپ کے ساتھ کس قدر لطف و عنایت ہے چنانچہ) ہم نے آپ کو (ایک بڑی بھاری نعمت یعنی) سات آیتیں دیں جو (نماز میں) مکرر پڑھی جاتی ہیں اور (وہ) بوجہ جامع مضامین عظیمہ ہونے کے اس قابل ہے کہ اس کے دینے کو یوں کہا جائے کہ) قرآن عظیم دیا (مراد اس سے سورۂ فاتحہ ہے جو بوجہ عظیم ہونے کے ام

القرآن سے ملقب ہے پس اس نعمت اور منعم کی طرف نگاہ رکھئے کہ موجب فرح وسرور ہوان لوگوں کے عناد وخلاف کی طرف التفات نہ کیجئے اور) آپ اپنی آنکھ اُٹھا کر بھی اس چیز کو نہ دیکھئے (نہ تأسفانہ غیظاً) جو کہ ہم نے مختلف قسم کے کافروں کو (مثلاً یہود ونصاریٰ اور مجوس ومشرکین) برتنے کے لئے دے رکھی ہے (اور بہت جلد ان سے جدا ہو جاوے گی) اور ان (کی حالت کفر) پر (کچھ) غم نہ کیجئے (غیظاً نظر کرنا یہ کہ چونکہ وہ دشمن خدا ہیں اس لئے بوجہ بغض فی اللہ کے غصہ آوے کہ ایسی نعمتیں ان کے پاس نہ ہوتیں اس کے جواب کی طرف **متعنا** میں اشارہ ہے کہ یہ کوئی بڑی معتد بہ دولت نہیں کہ ان مبغوضین مغضوبین کے پاس نہ ہوتی متاع فانی ہے اور تاسفاً نظر یہ کہ افسوس یہ چیزیں ان کو ایمان سے مانع ہو رہی ہیں اگر یہ نہ ہوں تو غالباً ایمان لے آویں اس کا جواب **لا تحزن** میں ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ غایت عناد ان کی طینت میں ہے ان سے کسی طرح توقع نہیں اور حزن ہوتا ہے خلاف توقع پر جب توقع نہیں پھر حزن بے وجہ۔ اور حرصاً نظر کا احتمال ہی نہیں غرض یہ کہ آپ کسی طرح بھی ان کفار کے فکر وغم میں نہ پڑیئے) اور مسلمانوں پر شفقت رکھئے (یعنی فکر مصلحت اور شفقت کے لئے مسلمان کافی محل ہیں کہ ان کو اس سے نفع بھی ہے) اور (کافروں کے لئے چونکہ فکر مصلحت کا کوئی نتیجہ نہیں اس لئے ان کی طرف توجہ بھی نہ کیجئے البتہ تبلیغ کہ آپ کا فرض منصبی ہے اس کو ادا کرتے رہئے اور اتنا) کہہ دیجئے کہ میں کھلم کھلا (تم کو عذاب خدا سے) ڈرانے والا ہوں (اور خدا کی طرف سے تم کو یہ مضمون پہنچاتا ہوں کہ وہ عذاب جس سے ہمارا نبی ڈراتا ہے ہم تم پر کسی وقت ضرور نازل کریں گے) جیسا ہم نے (وہ عذاب) ان لوگوں پر (مختلف اوقات گذشتہ میں) نازل کیا ہے جنہوں نے (احکام الٰہی کے) حصے کر رکھے تھے یعنی آسمانی کتاب کے مختلف اجزاء قرار دیئے تھے (ان میں جو مرضی کے موافق ہوا مان لیا جو مرضی کے خلاف ہوا اس سے انکار کر دیا مراد اس سے یہود ونصاریٰ سابق ہیں جن پر مخالفت انبیاء علیہم السلام سے عذابوں کو ہونا مثل مسخ **قردة و خنازیر** وقتل وقید وذلت کے مشہور ومعروف تھا مطلب یہ کہ عذاب کا نازل ہونا کوئی امر مستبعد نہیں پہلے ہو چکا ہے اگر تم پر بھی ہو جاوے عجب کیا ہے خواہ دنیا میں خواہ آخرت میں اور جب ان مشبہ اور مشبہ بہ لوگوں کا مستحق عذاب ہونا تقریر بالا سے معلوم ہو گیا) سو (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو) آپ کے پروردگار کی (یعنی اپنی) قسم ہم ان سب (اگلوں اور پچھلوں) سے ان کے اعمال کی (قیامت کے روز) ضرور باز پرس کریں گے (پھر ہر ایک کو اس کے مناسب سزا دیں گے) غرض (حاصل کلام یہ کہ) آپ کو جس بات (کے پہنچانے) کا حکم کیا گیا ہے اس کو (تو) صاف صاف سنا دیجئے اور (اگر یہ نہ مانیں تو) ان مشرکوں (کے نہ ماننے) کی (مطلق) پرواہ نہ کیجئے (یعنی غم نہ کیجئے جیسا اوپر آیا ہے **لا تحزن** اور نہ طبعاً خوف کیجئے کہ یہ مخالف بہت سے ہیں کیونکہ) یہ لوگ جو (جو آپ کے اور خدا کے مخالف ہیں چنانچہ آپ پر تو) ہنستے ہیں (اور) اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا معبود قرار دیتے ہیں ان (کے شر وایذاء) سے آپ (کو محفوظ رکھنے) کے لئے (اور ان سے بدلہ لینے کے لئے) ہم کافی ہیں سو ان کو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے (کہ استہزاء اور شرک کا کیا انجام ہوتا ہے غرض جب ہم کافی ہیں پھر کاہے کا خوف) اور واقعی ہم کو معلوم ہے کہ یہ لوگ جو (کفر واستہزاء کی) باتیں کرتے ہیں اس سے آپ تنگ دل ہوتے ہیں (کہ طبعی بات ہے) سو (اس کا علاج یہ ہے کہ) آپ اپنے پروردگار کی تسبیح وتحمید کرتے رہئے اور نمازیں پڑھنے والوں میں رہئے اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہئے یہاں تک کہ (اسی حالت میں) آپ کو موت آ جاوے (یعنی مرتے دم تک ذکر وعبادت میں مشغول رہئے اس میں علاوہ مامور بہ اور ماجور علیہ ہونے کے یہ بھی خاصیت ہے کہ اس طرف شغل کو مقتصر کر دینے سے دوسرا شغل جو کہ موجب ضیق صدر تھا زائل یا مغلوب ہو جاتا ہے۔ **ف**: بعض مضامین تسلیہ سے مثل سزا وغیرہ کی خبر کے یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ ان کا سزایاب ہونا چاہتے تھے اس میں شاید کسی کو شانِ شفقت کا شبہ ہو تو جواب یہ ہے کہ اپنے ساتھ کسی معاملہ کی وجہ سے یہ امر نہ تھا بلکہ چونکہ حق تعالیٰ کے ساتھ کفر وشرک کرتے تھے اس لئے بغض فی اللہ کا اثر یہ غضب مذکور تھا اور شفقت تو یہ ہے کہ آپ ان کی ہدایت میں ساعی تھے نہ یہ کہ باوجود کفر کے ان کی مغفرت کے طالب تھے اور آخر آیت کے آخر ترجمہ میں مقتصر کی قید اس لئے ظاہر کی کہ کسی کو یہ وسوسہ نہ ہو کہ جب ضیق صدر کا علاج مشغولی عبادت ہے تو آپ تو ہمیشہ سے مشغولِ عبادت تھے پھر ضیق کیسے واقع ہوا اب اس قید سے جواب ظاہر ہو گیا کہ مطلق مشغولی اس کا علاج نہیں ہے بلکہ اس کا مقتصر ہونا سو آپ کی مشغولی تو دائم تھی لیکن طبعاً یا قصداً کہ خیر خواہی کا قصد بھی عبادت ہے آپ ان کے حال پر بھی متوجہ ہوتے تھے اس لئے مقصوداً اقتصار کی تعلیم فرمائی گئی کہ خیر خواہی کی حد ختم ہو چکی تھی **واللہ اعلم** اور **كَمَآ اَنْزَلْنَا** الخ میں تفسیر مذکور پر صنعت التفات ہے اور ان کی کتاب کو قرآن کہنے میں یہ نکتہ ہو سکتا ہے کہ اس محمدی قرآن کے انکار میں آپ کو تسلی ہو جاوے کہ پہلے قرآن کا بھی انکار ہو چکا ہے اور بعض نے اس کو **اٰتینٰك** کے متعلق کہہ کر یہ معنی کہے ہیں کہ ہم نے آپ کو سبع مثانی اس طرح دی جیسا سابق اہل کتاب پر بواسطۂ انبیاء کے کتاب نازل کی تھی اور مقصود اس تشبیہ سے دفع استبعاد ہے نزول وحی میں اور علی الانبیاء شاید اس لئے نہ کہا ہو کہ اشارہ ہو جاوے کہ مقصود انزال کتب الٰہیہ سے مکلف بنانا ہوتا ہے امت کو پس آپ پر بھی نزول اسی لئے ہوا ہے اور دونوں توجیہوں پر اگر قرآن کے معنی اصطلاحی رکھے جاویں اور مقتسمین کی صفت **جعلوا** الخ کے ساتھ باعتبار ان کے بعض کے کہ زمانۂ نزول قرآن میں موجود تھے کہی جاوے تب بھی بعید نہیں۔

واللہ اعلم وقد تم تفسیر سورۃ الحجر لثلث عشرۃ مضت من جمادی الاخریٰ یوم الاحد ۱۳۲۴ھجری وللہ الحمد۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ اس میں بعض اخلاق کی تعلیم ہے۱۲ قولہ تعالیٰ: لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اس میں حق تعالیٰ کی غیرت معلوم ہوتی ہے اغیار کی طرف نظر کرنے سے۱۲ قولہ تعالیٰ: فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ الخ اس میں دلالت ہے کہ حق بات کو بہت صفائی سے کہنا چاہیے۱۲۔ قولہ تعالیٰ وَ لَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ الخ اس میں غم وضیق کا علاج بتلایا گیا ہے کہ ذکر وتوجہ الی الحق ہے قولہ تعالیٰ: وَ اعْبُدْ رَبَّكَ الخ یقین کی تفسیر موت ہے تو اس میں ان لوگوں پر رد ہے جو کہتے ہیں کہ کوئی مرتبہ سلوک میں ایسا ہے جس میں تکالیف شرعیہ ساقط ہو جاتی ہیں اور یہ اعتقاد الحاد محض ہے۱۲ سورۂ حجر تمام ہوئی۔

ملحقات الترجمة: ۱ **قوله** في بالحق مصلحت لان الحق مقابل للباطل وهو ما لا نفع فيه فالحق ماله نفع۱۲۔۲ **قوله** اخفض شفقت هو ترجمة بالحاصل وتحقيقه في اللغات من هذه الحواشي۱۲۔ ۳ **قوله** في القرآن آسانی کتاب حملا للقرآن على معناه اللغوى اى المقر ولا الاصطلاحى الخاص بكتاب نبينا صلى الله عليه وسلم۱۲۔ ۴ **قوله** في فسبح بحمد تسبیح وتحمید مبناه كون الباء للملابسة والفرق بينهما ان التسبيح نفي ما يجب نفيه والتحميد اثبات ما يجب اثباته۱۲۔ ۵ **قوله** في الساجدين نمازیں عملا للسجدة على الصلوٰة اطلاقا للجزء على الكل مجازاً ۱۲۔

الروايات: السبع المثاني هي الفاتحة اخرجه البخاري وابو داؤد والترمذي ورفعوه والقرآن العظيم اخرج البخاري عن ابي سعيد بن المعلى قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الحمد لله رب العالمين هي السبع المثاني والقرآن العظيم الذي اوتيته قوله المقتسمين في الروح اخرج الطبراني في الاوسط عن ابن عباسؓ قال سأل رجل رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ارأيت قول الله تعالىٰ كما انزلنا على المقتسمين قال عليه الصلوٰة والسلام اليهود والنصارى قال الذى جعلوا القرآن عضين ما عضين قال صلى الله عليه وسلم آمنوا ببعض وكفروا ببعض ۱۲ منه عم فيضه۔

اللغات: الامام الطريق لانه يوتم به اى يقصد ويتبع۱۲۔ مثاني جمع مثنى بمعنى المكرر جمع للمبالغة۱۲۔ قوله ازواجا اصنافاً قوله اخفض جناحك آه في الروح اصل ذلك ان الطائر اذا اراد ان يضم فرخه اليه بسط جناحيه له والجناحان من ابن آدم جانبا آه وهو كناية عن التواضع والرفق الشفقة۱۲۔ قوله المقتسمين اى الذين قسموه قوله عضين جمع عضة واصلها عضوة بكسر العين وفتح الضاد بمعنى جزو فهو معتل اللام من عضاه بالتشديد جعله اعضاء واجزاء وجمع السلامة يجبر ما حذف منه والافحقه ان لا يجمع جمع السلامة المذكر لكونه غير عاقل قوله فاصدع اى اظهره واجهربه يقال صدع بالحجة اذا تكلم بها جهاراً ۱۲۔ قوله اليقين الموت وسمى به لانه متيقن اللحوق لكل حى۱۲۔ عم فيضهٗ۔

النحو: قوله والقرآن عطف على السبع عطف الصفة على الصفة والذات متحدة۱۲۔ قوله من المثاني من هذه بيانية قوله كما انزلنا متعلق بمقدر اى ننزل عليهم عذابا كما انزلنا ويدل على ذلك المقدر الملفوظ من قوله انا النذير كما هو ظاهر وفي البيضاوى هكذا انا النذير المبين انذركم ببيان وبرهان ان عذاب الله نازل بكم ان لم تؤمنوا كما انزلنا مثل العذاب الذى انزلنا الخ۔

البلاغة: قوله تعالىٰ كن من السّٰجدين في الروح ولمزيد الاعتناء بامر الصلوٰة جئ بالامر بها كما ترى مغائر الامر السابق على هذا الوجه المخصوص وفي ذلك من ترغيب فيها ما لا يخفى قوله واعبد ربك في الاظهار بلفظ الرب تاكيد لما دل عليه الربوبية من اظهار اللطف به صلى الله عليه وسلم۱۲۔ قوله حتى ياتيك اليقين۔ اسناد الاتيان اليه للايذان بانه متوجه الى الحى طالب للموصول اليه۔

سورۃ النحل ۱۶ مکیۃ ۷۰ — بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — آیاتہا ۱۲۸ رکوعاتہا ۱۶

سورۂ نحل مکہ میں اُتری — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اور اس کی ایک سو اٹھائیس آیتیں اور سولہ رکوع ہیں

اَتٰۤی اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ① یُنَزِّلُ الْمَلٰٓىِٕكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ اَنْ اَنْذِرُوْۤا اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ② خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ تَعٰلٰى عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ③ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ ④ وَ الْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِیْهَا دِفْءٌ وَّ مَنَافِعُ وَ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۪⑤ وَ لَكُمْ فِیْهَا جَمَالٌ حِیْنَ تُرِیْحُوْنَ وَ حِیْنَ تَسْرَحُوْنَ ۪⑥ وَ تَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِیْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ؕ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۙ⑦ وَّ الْخَیْلَ وَ الْبِغَالَ وَ الْحَمِیْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَ زِیْنَةً ؕ وَ یَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ⑧

خدا تعالیٰ کا حکم آپہنچا سو تم اس میں جلدی مت مچاؤ وہ لوگوں کے شرک سے پاک اور برتر ہے۔ وہ فرشتوں (کی جنس یعنی جبرائیل) کو وحی یعنی اپنا حکم دے کر اپنے بندوں میں سے جس پر چاہیں (یعنی انبیاء پر) نازل فرماتے ہیں یہ کہ خبردار کہہ دو کہ میرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں سو مجھ سے ڈرتے رہو۔ آسمانوں کو اور زمین کو حکمت سے بنایا وہ ان کے شرک سے پاک ہے (اور) انسان کو نطفہ سے بنایا پھر وہ یکا یک کھلم کھلا جھگڑنے لگا اور اس نے چوپایوں کو بنایا ان میں تمہارے جاڑے کا بھی سامان ہے اور بہت سے فائدے ہیں اور وہ ان میں سے کھاتے بھی ہو اور ان کی وجہ سے تمہاری رونق بھی ہے جبکہ (ان کو) شام کے وقت لاتے ہو اور جبکہ (ان کو) صبح کے وقت چھوڑ دیتے ہو اور وہ تمہارے بوجھ (لاد کر) ایسے شہر کو لے جاتے ہیں جہاں تم بدون جان کو محنت میں ڈالے ہوئے (خود بھی) نہیں پہنچ سکتے تھے واقعی تمہارا رب بڑی شفقت اور رحمت والا ہے اور گھوڑے اور خچر اور گدھے بھی پیدا کئے تاکہ تم ان پر سوار ہو اور نیز زینت کے لئے بھی اور وہ ایسی ایسی چیزیں بناتا ہے جس کی تم کو خبر بھی نہیں۔

تفسیر: سورة النحل مكية وهي مائة وثمان و عشرون آية بلا خلاف ۱۲۔ ربط وتناسب: اس سورت میں یہ مضامین ہیں توحید بہ پیرایۂ امتنان جس کو زیادت ایقاظ کے لئے تمہید وعید سے شروع کیا گیا اور گذشتہ سورت کے ختم پر بھی توحید اور عدم توحید پر وعید کا مضمون تھا جیسا یَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اور فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ الخ سے معلوم ہوتا ہے اور اس اشتراک سے اس کے انجام اور اس کے آغاز کا تناسب بھی معلوم ہو گیا اور اس توحید کے ضمن میں شرک کا رد اور اہل شرک کی مذمت اور بعض آیات میں نبوت وقرآن کے انکار پر وعید اور اس کے مقابلہ میں مصدقین قرآن کے لئے بشارت اور بعض آیات میں بعث کا اثبات بھی ہے اور یہ مضمون رکوع پنجم کے ختم تک چلا گیا ہے پھر رکوع ششم کے اول میں ہجرت کی فضیلت اور نبوت کا اثبات اور منکرین کے لئے وعید بیان کر کے پھر توحید کی طرف عود فرمایا گیا ہے پھر رکوع ہشتم کے اخیر میں رسالت اور قرآن کی حقانیت بیان فرما کر پھر توحید کی طرف عود ہے پھر رکوع یازدہم کے قریب ختم سے قرآن کی حقیت اور برکت اور اس کی تعلیمات میں سے بعض کی خوبی اور ان میں سے بالخصوص ایفائے عہد کی زیادہ تاکید پھر مطلقاً اعمال صالحہ کی فضیلت مذکور ہے پھر رکوع سیزدہم کے قریب ختم سے قرآن اور رسالت کے بحث اور منکر پر وعید اور اکراہ میں زبانی انکار کا استثناء اور آخر رکوع چہاردہم میں اس انکار کا ایمان کی برکت سے معاف ہو جانا بیان ہوا ہے پھر رکوع پانزدہم کے شروع میں کفر کا وبال اخروی و دنیوی اور پھر بعض رسوم شرکیہ کا ابطال پھر اس رکوع

میں توبہ کی ترغیب پھر ختم کے رکوع میں رسالت محمدیہ کا اثبات اور اس کی تقویت کے لئے رسالت ابراہیمیہ کا ذکر پھر منصب رسالت کے بعض آداب اور مخالفین کی مخالفت پر آپ کو مع اتباع کے صبر وتقویٰ کا ارشاد فرمایا ہے اور اسی کی فضیلت پر سورت کو ختم کر دیا ہے اب تمام اجزاء سورت کا تناسب بالکل واضح ولائح ہے واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم اب دلائل توحید سے سورت شروع ہوتی ہے جس میں زیادہ حصہ دلائل عقلیہ کا ہے کہ آیت خَلَقَ السَّمٰوٰتِ الخ سے دور تک چلا گیا ہے اور اس کے قبل آیت: یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ میں اس توحید کی دلیل نقلی کی طرف اشارہ ہے اور چونکہ مضمون توحید کا مہتم بالشان ہے اس لئے سب سے اول اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ میں وعید کا مضمون لایا گیا ہے تا کہ اس سے متنبہ ہو کر توجہ کے ساتھ دلائل میں غور کریں اور اسی اہتمام کے لئے دلیل نقلی میں انذروا مکرر تنبیہ کے لئے لائے ہیں اور دلائل عقلیہ میں اپنے انعامات کا ذکر بھی فرمایا ہے تا کہ اتیان امر اور انذار سے ترہیب اور ذکر نعم سے ترغیب ہو جاوے کہ دونوں کو توجہ میں خاص دخل ہے۔

تمہید توحید بوعید ☆ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا یُشْرِكُوْنَ۝ خدائے تعالیٰ کا حکم (یعنی سزائے کفر وشرک کا وقت قریب) آ پہنچا (اور اس کا آنا یقینی ہے) سو (اے منکرو) تم اس میں (منکرانہ) جلدی مت مچاؤ (جیسا ان کا قول تھا کہ اگر عذاب کوئی چیز ہے تو جلدی آ جانا چاہئے۔ یعنی جلدی نہ آنا بہتر ہے تا کہ تم کو اصلاح وتوبہ کی مہلت مل جاوے باقی اس کا آنا یقینی ہے پھر جلدی مانگنے سے کیا فائدہ جب کفر وشرک پر عذاب ہونا سن لیا تو اب توحید اختیار کرو اور اس کی حقیقت سنو کہ) وہ لوگوں کے شرک سے پاک ہے اور برتر ہے (یعنی اس کا کوئی شریک نہیں)۔

اثبات توحید بدلیل نقلی ☆ یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ (الی قولہ تعالی) فَاتَّقُوْنِ۝ وہ (اللہ تعالیٰ) فرشتوں (کی جنس یعنی جبریل) کو وحی یعنی اپنا حکم دے کر اپنے بندوں میں سے جس پر چاہیں (یعنی انبیاء پر) نازل فرماتے ہیں (اور وہ حکم) یہ (ہے) کہ (لوگوں کو) خبردار کر دو کہ میرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں سو مجھ سے ڈرتے رہو (یعنی میرے ساتھ شرک مت کرو ورنہ سزا ہوگی) **ف**: اس میں یہ امر ظاہر فرما دیا کہ توحید تمام انبیاء علیہم السلام کی شریعت مشترکہ ہے۔

اثبات توحید بطریق عقلی متضمن ذکر نعم ☆ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ (الی قولہ تعالی) وَ یَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۝ (اللہ تعالیٰ نے) آسمانوں کو اور زمین کو حکمت سے بنایا وہ ان کے شرک سے پاک ہے (اور) انسان کو (یعنی اس نوع کے اکثر افراد کو) نطفہ سے بنایا پھر وہ یکایک کھلم کھلا (خدا ہی کی ذات وصفات میں) جھگڑنے لگا (یعنی بعضے ایسے بھی ہوئے مطلب یہ کہ ہماری تو یہ نعمتیں اور انسان کی طرف سے یہ ناشکری) اور اسی نے چوپایوں کو بنایا ان میں تمہارے جاڑے کا بھی سامان ہے (چنانچہ بعضے جانور کی کھال کا پوستین اور بال کا کمبل بنتا ہے) اور بھی بہت سے فائدے ہیں (کسی کا دودھ بھی پیا جاتا ہے اور کسی پر سوار ہوتے ہیں کوئی ہل میں چلایا جاتا ہے وغیرہ وغیرہ جن میں بعض کا آگے ذکر آتا ہے) اور ان میں سے (جو کھانے کی چیزیں ہیں ان کو) کھاتے بھی ہو (جیسے لحم وشحم مثلاً) اور ان کی وجہ سے تمہاری رونق بھی ہے جب کہ (ان کو) شام کے وقت (جنگل سے گھر) لاتے ہو اور جب کہ (ان کو) صبح کے وقت (گھر سے جنگل کو) چھوڑ دیتے ہو اور وہ تمہارے بوجھ بھی (لاد کر) ایسے شہر کو لے جاتے ہیں جہاں تم کو بدوں جان کو محنت میں ڈالے ہوئے (خود بھی) نہیں پہنچ سکتے تھے (اور بوجھ سمیت تو اور بھی مشکل تھا) واقعی تمہارا رب بڑی شفقت اور رحمت والا ہے (کہ تمہارے آرام کے لئے کیا کیا سامان پیدا کئے) اور گھوڑے اور خچر اور گدھے بھی پیدا کئے تا کہ تم ان پر سوار ہو اور نیز زینت کے لئے بھی اور وہ ایسی ایسی چیزیں (تمہارے فائدے کے لئے) بناتا ہے جن کی تم کو خبر بھی نہیں (اور اس سے تم کو فائدہ پہنچ رہا ہے اور ایسی چیزیں کثرت سے ہیں مثلاً کسی موذی جانور کی نسل بڑھ گئی اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا سمی مادہ زمین میں پیدا کر دیا جس سے وہ ہلاک ہو گیا اور عام کو اس مادہ کی اطلاع تک بھی نہیں ونحو ذالک)۔ **ف**: خَلَقَ الْاِنْسَانَ کے ترجمہ میں اکثر اس لئے کہا گیا کہ آدم علیہ السلام اس سے مستثنیٰ ہیں اور اگر نطفہ مخصوص ہو منی مرد کے ساتھ جیسا اکثر کتابوں میں لکھا ہے تو عیسیٰ علیہ السلام بھی مستثنیٰ ہیں اور ان آیات میں جمال اور زینت کا جواز معلوم ہوتا ہے اور اس میں تکبر وتفاخر میں فرق یہ ہے کہ جمال اور زینت تو اپنا دل خوش کرنے کے لئے یا اظہار نعمت الٰہیہ کے لئے ہوتا ہے اور دل میں اپنے کو نہ اس نعمت کا مستحق سمجھتا ہے اور نہ دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے بلکہ منعم حقیقی کی طرف اس کا منسوب ہونا اس کے پیش نظر رہتا ہے اور جس میں دعوئ استحقاق اور تحقیر اور اپنے او پر نظر اور دوسروں کی نظر میں علوشان کا قصد ہو وہ تکبر اور حرام ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَلَكُمْ فِیْهَا جَمَالٌ (الی قولہ تعالی) وَزِیْنَةً ؕ دفأ و رکب و اکل وغیرہ منافع ضروریہ کے بعد اس کا لانا دلیل ہے اس پر کہ زینت وجمال وغیرہ مصالح زائد کا قصد بھی مضر نہیں جب اس میں کوئی شرعی مصلحت ہو جیسے دفع مذلت یا مسرت اور فخر وتکبر نہ ہو مگر چونکہ مبتدی اس سے کم خالی ہوتا ہے اس لئے اس کو کنارہ کشی ہی مناسب ہے جب تک کہ تہذیب نفس حاصل نہ ہو جاوے اور اس تہذیب کی شیخ کامل شہادت نہ دے دے۔

ملحقات الترجمۃ: **۱** قولہ قبل فلا یقینی اشار بہ الی معنی الفاء ثم اوضحہ بقولہ فیما بعد منکر فافہم ۱۲ **۲** قولہ فی تاکلون لحم وشحم مبناہ علی ان من تبعیضیۃ والضمیر الی الانعام المخصوص بالازواج الثمانیۃ المذکورۃ فی سورۃ الانعام ولما کان جمیعہا ماکولا حمل

التبعیض علی اجزائه لا علی اصنافه ۱۲۔ ۳ قوله فی یخلق فائدے: دلیله عندی کون المقام للامتنان ۱۲۔

الکلام: استدل بعض المنکرین للخوارق کطی الارض للاولیاء وبقوله تعالیٰ لا بشق الانفس والجواب ان هذا باعتبار اکثر الاشخاص واکثر الازمان ۱۲۔

الفقه: استدل بقوله تعالیٰ لترکبوها الخ لابی حنیفة علی حرمة الخیل علی ما هو المشهور وضعف بان التخصیص لکون الرکوب اکثر مالوف فی الخیل لا لعدم تحقق الاکل فیها فلا بد من الرجوع فی ذلك الی الاخبار۔

اللغات: قوله دفء اسم لما یدفا به ای یسخن ۱۲۔ قوله تریحون یقال اراح الماشیة اذا ردها الی المراح بالعشی ۱۲۔ قوله تسرحون یقال سرحها اخرجها من خطائرها ومبیتها الی مسارحها ومراعیها غدوة ۱۲۔

النحو: قوله بالروح الباء فیه للملابسة ومن بیانیة وامره بیان للروح بمعنی الوحی لاشتراکهما فی معنی الاحیاء وان انذروا بدل للروح ۱۲ قوله لکم فیها دفء استیناف کمقابلة ولکم فیها جمال قوله والخیل عطف علی الانعام ۱۲۔

البلاغة: قوله الملئکة المراد بها الجنس والتعبیر بالانذار عن الاعلام بناء علی ان هذا الاعلام اکثر من خوطب به هم الذین لم یکونوا موحدین ۱۲۔ قوله منها تاکلوان تقدیم الظرف اما للفاصلة او للحصر الاضافی باعتبار ان اکثر ما یعتاد الاکل منها فلا یرد ان غیر الانعام ایضا یوکل ۱۲۔ قوله حین تریحون وحین تسرحون فی الروح وتعیین الوقتین لان ما یدور علیه امر الجمال من تزین الافنیة وتجاوب ثغائها ورغائها انما هو عند الذباب والمجی فی ذینك الوقتین واما عند کونها فی المساح فتنقطع اضافتها الحسیة الی اربابها وعند کونها فی الخطائر لا یراها راء ولا ینظر الیها ناظر وتقدیم الا راحة علی السرح مع انها متاخرة فی الوجود عنه لکونها اظهر منه فی استتباع ما ذکر من الجمال واتم فی استجلاب الانس والبهجة اذ فیها حضور بعد غیبة واقبال بعد ادبار علی احسن ما یکون ملاء ی البطون حافلة الضروع ۱۲۔ قوله لم تکونوا بٰلغیه لم یقل مبلغیها ای الاثقال مبالغة کما یظهر من تقریر الترجمة ۱۲ قوله و زینة لم یدخل علیها الاسلام اشارة الی انها لیست مقصورة بالذات حقیقة بان یدخل علیه لام التعلیل بخلاف الرکوب وهو معطوف علی محل لترکبوها ای ولتترنبتوا بها ۱۲۔

وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ ؕ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝۹ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ۝۱۰ يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝۱۱ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۙ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝۱۲ وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ۝۱۳ وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝۱۴ وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝۱۵ وَعَلٰمٰتٍ ؕ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝۱۶ اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝۱۷ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۸ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۝۱۹ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ۝۲۰ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ

وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۲۱﴾ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۲۲﴾ لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ﴿۲۳﴾

اور سیدھا راستہ اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے اور بعضے رستے ٹیڑھے بھی ہیں اور اگر خدا چاہتا تو تم سب کو (منزل) مقصود تک پہنچا دیتا۔ وہ ایسا ہے جس نے تمہارے واسطے آسمان سے پانی برسایا جس سے تم کو پینے کو ملتا ہے اور جس (کے سبب) سے درخت پیدا ہوتے ہیں جن میں تم چرنے چھوڑ دیتے ہو اور اس (پانی) سے تمہارے لئے کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل (زمین سے) اگاتا ہے بے شک اس میں سوچنے والوں کے لئے (توحید کی) دلیل (موجود) ہے۔ اس نے تمہارے لئے رات اور دن اور سورج اور چاند کو (اپنا) مسخر (قدرت) بنایا اور ستارے بھی اس کے حکم سے مسخر ہیں بے شک اس میں (بھی) عقل مند لوگوں کے لئے چند دلیلیں (موجود) ہیں اور ان چیزوں کو بھی (بنایا) جن کو تمہارے لئے اس طور پر پیدا کیا کہ ان کے اقسام مختلف ہیں بے شک اس میں (بھی) سمجھدار لوگوں کے لئے دلیل (توحید موجود) ہے اور وہ ایسا ہے کہ اس نے دریا کو (بھی) مسخر بنایا کہ اس میں سے تازہ تازہ گوشت کھاؤ اور اس میں سے (موتیوں کا) گہنا نکالو جس کو تم پہنتے ہو اور تو کشتیوں کو دیکھتا ہے کہ اس (دریا) میں (اس کا) پانی چیرتی ہوئی چلی جارہی ہیں اور تاکہ تم خدا کی روزی تلاش کرو اور شکر کرو اور اس نے زمین میں پہاڑ رکھ دیئے تاکہ وہ (زمین) تم کو لے کر ڈگمگانے (اور ہلنے) نہ لگے اور اس نے نہریں اور رستے بنائے تاکہ منزل مقصود تک پہنچ سکو اور بہت سی نشانیاں بنائیں اور تاروں سے بھی لوگ رستہ معلوم کرتے ہیں سو کیا جو شخص پیدا کرتا ہو وہ اس جیسا ہو جائے گا جو پیدا نہیں کر سکتا پھر کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو گننے لگو تو (کبھی) نہ گن سکو واقعی اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑے رحمت والے ہیں اور اللہ تعالیٰ تمہارے پوشیدہ و ظاہر احوال سب جانتے ہیں اور جن کی یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود ہی مخلوق ہیں وہ (معبودین) مردے (بے جان) ہیں زندہ نہیں اور ان کو خبر نہیں کہ وہ مردے کب اٹھائے جائیں گے تمہارا معبود برحق ایک ہی معبود ہے تو جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے دل (معقول بات سے) منکر ہو رہے ہیں اور قبول حق سے تکبر کرتے ہیں (اور) ضروری بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے سب احوال پوشیدہ و ظاہر جانتے ہیں یقینی بات ہے کہ اللہ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔ ۞

تفسیر: ربط: اوپر بعض دلائل توحید کا ذکر ہوا ہے اور بعض دلائل آگے مذکور ہوں گے درمیان میں بطور جملہ معترضہ کے ان دلائل کا نعمت روحانی ہونا بیان فرماتے ہیں کہ وہ دلائل صراط مستقیم تک پہنچانے والے ہیں اور غیر مستقیم سے بچانے والے ہیں۔

جملہ معترضہ برائے تبیین اثر دلائل مذکورہ ☆ وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ ۭ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹﴾ اور (دلائل مذکورہ سابقہ ولاحقہ سے جو) سیدھا راستہ (دین کا ثابت ہوتا ہے وہ خاص) اللہ تک پہنچتا ہے اور بعضے راستے (جو کہ دین کے خلاف ہیں) ٹیڑھے بھی ہیں (کہ ان سے اللہ تک رسائی ممکن نہیں پس بعضے تو سیدھے راستہ پر چلتے ہیں اور بعضے ٹیڑھے پر) اور اگر خدا چاہتا تو تم سب کو (منزل) مقصود تک پہنچا دیتا (مگر وہ اسی کو پہنچاتے ہیں جو اس صراط مستقیم کا طالب بھی ہو: وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ [العنکبوت: ۶۹] اس لئے تم کو چاہئے کہ ان دلائل میں غور کرو اور ان سے حق کو طلب کرو کہ تم کو مقصود تک رسائی عطا ہو)۔ ربط: جملہ معترضہ مذکورہ کے بعد بقیہ دلائل توحید کا بیان فرماتے ہیں۔

بقیہ دلائل مفیدۂ توحید ونعم ☆ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ﴿۱۰﴾ (الی قولہٖ تعالیٰ) وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۶﴾ وہ (اللہ) ایسا ہے جس نے تمہارے (فائدہ کے) واسطے آسمان سے پانی برسایا جس سے تم کو پینے کو ملتا ہے اور جس (کے سبب) سے درخت (پیدا ہوتے) ہیں جن میں تم (اپنے مواشی کو) چرنے چھوڑ دیتے ہو (اور) اس (پانی) سے تمہارے (فائدہ کے) لئے کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل (زمین سے) اُگاتا ہے بیشک اس (مذکور) میں سوچنے والوں کے لئے (توحید کی) دلیل (موجود) ہے اور اس (اللہ) نے تمہارے (فائدہ کے) لئے رات اور دن اور سورج اور چاند کو (اپنا) مسخر (قدرت) بنایا اور اسی طرح اور ستارے (بھی) اس کے حکم سے مسخر (قدرت) ہیں بیشک اس (مذکور) میں (بھی) عقلمند لوگوں کے لئے (توحید کی) چند دلیلیں (موجود) ہیں اور (اسی طرح) ان چیزوں کو بھی (مسخر قدرت بنایا) جن کو تمہارے (فائدہ کے) لئے اس طور پر پیدا کیا کہ ان کی اقسام (یعنی اجناس وانواع واصناف) مختلف ہیں (اس میں تمام حیوانات ونباتات وجمادات وبسائط ومرکبات داخل ہو گئے) بیشک اس (مذکور) میں (بھی) سمجھدار لوگوں کے لئے (توحید کی) دلیل (موجود) ہے اور وہ (اللہ) ایسا ہے کہ اس نے دریا کو (بھی) مسخر (قدرت) بنایا تاکہ اس میں سے تازہ تازہ گوشت (یعنی مچھلی نکال نکال کر) کھاؤ اور (تاکہ) اس میں سے (موتیوں کا) گہنا نکالو جس کو تم (مرد وعورت سب) پہنتے ہو اور (اے مخاطب اس دریا کا ایک یہ بھی فائدہ ہے کہ) تو کشتیوں کا (خواہ چھوٹی ہوں یا بڑی ہوں جیسے جہاز تو ان کو) دیکھتا ہے کہ اس (دریا) میں (اس کا) پانی چیرتی ہوئی چلی جارہی ہیں اور (نیز اس لئے دریا کو مسخر قدرت بنایا) تاکہ تم (اس میں مال تجارت لے کر سفر کرو اور اس کے ذریعہ سے) خدا کی روزی تلاش کرو اور

تا کہ (ان سب فائدوں کو دیکھ کر اس کا) شکر (ادا) کرو اور اس نے زمین میں پہاڑ رکھ دیئے تا کہ وہ (زمین) تم کو لے کر ڈگمگانے (اور ہلنے) نہ لگے اور اس نے (چھوٹی چھوٹی) نہریں اور راستے بنائے تا کہ (ان راستوں کے ذریعہ سے اپنی) منزل مقصود تک پہنچ سکو اور (ان راستوں کی پہچان کے لئے) بہت سی نشانیاں بنائیں (جیسے پہاڑ درخت وغیرہ جن سے راستہ پہچانا جاتا ہے ورنہ اگر تمام زمین کی سطح یکساں حالت پر ہوتی راستہ ہرگز نہ پہچانا جاتا) اور ستاروں سے بھی لوگ راستہ معلوم کرتے ہیں (چنانچہ ظاہر و معلوم ہے)۔ **ف**: آیت میں شجر عام ہے گیاہ وغیرہ کو اور مشہور یہ ہے کہ موتی مونگا وغیرہ صرف دریائے شور میں پیدا ہوتا ہے اگر یہ بات محقق ہو جاوے تو آیت میں بحر سے مراد خاص وہی ہوگا ورنہ شیریں کو بھی عام ہوگا اور سورۂ رحمٰن میں جو مِنْهُمَا آیا ہے تقدیر ثانی پر تو تاویل کی کوئی حاجت نہیں اور اول پر بوجہ محاورت کے مِنْهُمَا کہہ دیا کیونکہ وہاں اجتماع بحرین کا ذکر ہے جیسا فرض کرو دو شخص اکٹھے آویں اور ان میں ایک کے پاس کوئی مال تجارت ہو تو کہا جاتا ہے کہ دو شخص آئے تھے جن کے پاس ایسا ایسا مال تھا اور تَلْبَسُوْنَهَا کے ترجمہ میں جو مرد و عورت کی تعمیم ظاہر کی گئی وجہ یہ کہ موتی مونگا پہننا مردوں کو بھی جائز ہے پس تلبسون میں تغلیب ہے اور پہاڑوں کی جو حکمت استقرار ارض کو فرمایا اس پر بادی النظر میں شبہ ہوتا ہے کہ حکماء کے اصول پر تو ارض طبعاً مقتضی سکون کو ہے اور متکلمین کے نزدیک اگرچہ مقتضی سکون کو نہیں مگر مقتضی حرکت کو بھی نہیں پھر پہاڑوں کے نہ ہونے کی صورت میں اس کے حرکت و اضطراب کی کیا وجہ جس کے روکنے کے لئے پہاڑ پیدا کئے گئے جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ گو وہ مقتضی حرکت کو نہیں ہے مگر حق تعالیٰ نے کسی حکمت سے اس کو ایسی حالت پر بنایا کہ عنصر آب کے اندر ہونے سے جب پانی کو ہوا سے حرکت ہوتی ہے تو یہ بھی ہلتی جیسا بخارات محتبسہ کی حرکت ہے خود حکماء بھی حرکت ارض کے قائل ہیں اس کے بند کرنے کو اس پر پہاڑ پیدا کئے کہ حرکت پانی کی اس کو حرکت نہ دے سکے جیسا اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایسی حالت پر بنایا ہے کہ بدون غذا کے زندہ نہ رہتا پھر غذا پیدا کر کے زندہ رکھا اب یہ سوال کہ زمین کو پہلے سے کیوں ایسا بنایا بعینہٖ ایسا سوال ہے کہ کوئی شخص کہے کہ انسان کو پہلے سے کیوں محتاج غذا بنایا کیونکہ ہم احاطۂ حکمت کے مدعی نہیں ہیں اور ممکن ہے کہ حکمت یہ ہو کہ فرشتوں کو اپنی عظمت قدرت کی دکھلانا مقصود ہو کہ ہم نے کس طرح حرکت پیدا کر دی اور کسی طرح اس کو سکون سے مبدل کر دیا **کذا فی روح المعانی** اور احقر کہتا ہے کہ یوں بھی کہنا ممکن ہے کہ ارض کے سب اجزاء اگر متشابہ ہوتے تو اس کا مرکز حجم مرکز ثقل پر منطبق ہوتا اور پانی میں غرق ہوتی اور جب اس کے ایک حصہ کو کھولنے کے واسطے پانی سے نکالا جاتا تو پھر یہ پانی میں غرق ہونا چاہتی اور اس لئے اس میں حرکت ہوتی اور چونکہ عنصر آب بھی طالب مرکز عالم ہے اس لئے کسی درجہ میں وہ اس کے ساتھ مقاومت کرتا لامحالہ مضطربانہ حرکت پیدا ہوتی خوب سمجھ لو اور اگر تمید کے معنی مطلق حرکت ہوں جیسا قاموس سے معلوم ہوتا ہے تو اثبات مقاومت کی بھی حاجت نہیں پہاڑوں وغیرہ کے سبب سے اس کا مرکز ثقل مرکزِ حجم سے اتنی دور ہو گیا کہ اس کا یہ حصہ پانی سے مکشوف ہو گیا پس پہاڑ اس حرکت سے مانع ہو گئے اور اول جواب متکلمین کے اصول پر منطبق ہے اور دوسرا اصول حکماء سے اقرب ہے گو منطبق اس وجہ سے نہیں کہ وہ عدم جبال کی حالت میں استقرار فی الوسط کو طبعی کہتے ہیں اور واقع میں باذن اللہ ہے اور جاننا چاہئے کہ بعضوں نے اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ الخ سے نفی حرکت ارض پر استدلال کیا ہے لیکن حق یہ ہے کہ قرآن میں اس حرکت ارض سے جو حکماء میں مختلف فیہ ہے کہیں تعرض نہیں ہے نہ نفیاً نہ اثباتاً اس میں دوسرے دلائل کی ضرورت ہے اور تمید میں جس حرکت کی نفی ہے وہ حرکت عارضی ہے نہ وہ جس میں کلام ہے۔ **ربط**: اوپر دلائل توحید کے بیان فرما کر آگے معبودین بغیر حق کا ان صفات مذکورہ سے خالی ہونا اور اس بناء پر ان کا قابل معبودیت نہ ہونا اور باوجود اقامت دلائل کے ایسے اعتقاد والوں کی مذمت بیان فرماتے ہیں پس اوپر صریحاً احقاق توحید کا تھا اور آگے صریحاً ابطال شرک کا ہے مع ذم اہل شرک۔

ابطال اشراک و ذم مشرکین ☆ اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۞ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا (الی قولہ تعالی) اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ۞ سو (جب اللہ تعالیٰ کا خالق اشیائے مذکورہ ہونا اور اس میں اس کا متفرد ہونا ثابت ہو چکا ہو تو) کیا جو شخص پیدا کرتا ہو (یعنی اللہ تعالیٰ) وہ اس جیسا ہو جاوے گا جو پیدا نہیں کر سکتا (کہ تم دونوں کو معبود سمجھنے لگے تو اس میں اللہ تعالیٰ کی اہانت ہے کہ اس کو بتوں کے برابر کر دیا) پھر کیا تم (اتنا بھی) نہیں سمجھتے اور (اللہ تعالیٰ نے جو اوپر دلائل توحید میں اپنی نعمتیں بتلائی ہیں ان پر کیا حصر ہے وہ تو اس کثرت سے ہیں کہ) اگر تم اللہ تعالیٰ کی (ان) نعمتوں کو گننے لگو تو (کبھی) نہ گن سکو (مگر مشرکین شکر اور قدر نہیں کرتے اور یہ جرم اتنا عظیم تھا کہ نہ معاف کرانے سے معاف ہوتا اور نہ اصرار پر آگے کو یہ نعمتیں ملتیں لیکن) واقعی اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑی رحمت والے ہیں (کہ کوئی شرک سے توبہ کرے تو مغفرت ہو جاتی ہے اور نہ کرے جب بھی تمام نعمتیں حیات تک منقطع نہیں ہوتیں) اور (یہاں نعمتوں کے فائض ہونے سے کوئی یوں نہ سمجھے کہ کبھی سزا نہ ہوگی بلکہ آخرت میں سزا ہوگی کیونکہ) اللہ تعالیٰ تمہارے پوشیدہ اور ظاہری احوال سب جانتے ہیں (پس ان کے موافق سزا دیں گے یہ تو حق تعالیٰ کے خالق اور منعم ہونے کا بیان تھا) اور جن کی یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود ہی مخلوق ہیں (اور اوپر قاعدہ کلیہ ثابت ہو چکا ہے کہ غیر خالق اور خالق مساوی نہیں پس یہ معبودین کیسے مستحق عبادت ہو سکتے ہیں (اور وہ معبودین) مردے (بے جان) ہیں (خواہ دواماً جیسے بت یا فی الحال جیسے جو مر چکے یا فی المآل جو مریں گے مثلاً فرشتے اور جن اور عیسیٰ علیہ السلام وغیرہم)

زندہ (رہنے والے) نہیں (پس خالق تو کیا ہوتے) اور ان (معبودین) کو (اتنی بھی) خبر نہیں کہ (قیامت میں) مردے کب اُٹھائے جاویں گے (یعنی بعض کو تو علم ہے نہیں اور بعض کو تعیین معلوم نہیں اور معبود کے لئے علم تو محیط چاہئے خصوصاً بعث کا کہ اس پر جزاء ہوگی عبادت وعدم عبادت کی تو اس کا علم تو معبود کے لئے بہت ہی مناسب ہے پس خدا کے برابر تو علم میں کیا ہوں گے اس تقریر سے ثابت ہوا کہ) تمہارا معبود برحق ایک ہی معبود ہے تو (اس ایضاح حق پر بھی) جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے (اور اسی لئے ان کو ڈر نہیں کہ توحید کو قبول کریں معلوم ہوا کہ) ان کے دل (ہی ایسے ناقابل ہیں کہ معقول بات کے) منکر ہو رہے ہیں اور (معلوم ہوا کہ) وہ (قبول حق سے) تکبر کرتے ہیں (اور) ضروری بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے سب احوال پوشیدہ وظاہر جانتے ہیں (اور یہ بھی) یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے (پس جب ان کا تکبر معلوم ہے تو ان کو بھی ناپسند کریں گے اور سزا دیں گے)۔ **ف**: احقر نے جو تقریر اَمۡوَاتٌ غَیۡرُ اَحۡیَآءٍ کی کی ہے اس سے ان لوگوں کا استدلال اس آیت سے جاتا رہا جو عیسیٰ علیہ السلام کی حیات بالفعل کے منکر ہیں اور هُمۡ یُخۡلَقُوۡنَ کے بعض نے یہ معنی کہے ہیں کہ وہ خود ہی تراشے جاتے ہیں سو اس صورت میں صرف بتوں کا ذکر ہوگا اور اگر یَدۡعُوۡنَ کو عام لیا جاوے تو مَا یَشۡعُرُوۡنَ الخ کا باعتبار انبیاء وملائکہ کے صحیح ہونا اس طرح پر ہے کہ گو ان کو نفس بعث کا علم تو ہے مگر تعیین وقت بعث کا علم نہیں جیسا کہ آیات متعددہ میں تصریح ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَتَسۡتَخۡرِجُوۡا مِنۡهُ حِلۡیَةً تَلۡبَسُوۡنَهَا اس سے بھی وہی اوپر والا مسئلہ ظاہر ہوتا ہے کہ زینت کا لباس اور تجارت وغیرہ جب کہ حاجب عن الحق نہ ہو خلاف طریق نہیں ۱۲۔ قولہ تعالیٰ: قُلُوۡبُهُمۡ مُّنۡکِرَةٌ اس سے تکبر کی مذمت جس قدر معلوم ہوتی ہے ظاہر ہے کہ کفر وانکار کی اصل وہی ہے ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قوله في على الله پہنچتا ہے اشارة الى التقدير هكذا قصد السبيل اى مستقيمة موصل اليه تعالىٰ وماء عليه سبحانه وعزاه في الروح الى ابن عطية وهو اقرب الى ذوقي وان كان بعيدا من ذوق صاحب الروح ولكل وجهة هو موليها ۱۲۔ ۲؎ قوله في ان تميد نہ لگے اشارة الى تقدير لا بعد ان ۱۲۔ ۳؎ قوله في لعلكم تهتدون راستوں کے ذریعہ سے اشارة الى ان التعليل بالنظر الى قوله تعالىٰ وسبلا كما هو الظاهر كذا في الروح ۱۲۔ ۴؎ قوله في الذين لا يؤمنون تو اس ایضاح۔ الی قولہ معلوم ہو اشار الى توجيه ترتب ما بعد الفاء على ما قبلها فافهم و تدبر ۱۲۔

الروایات: في الدر المنثور اخرج ابن جرير وابن ابى حاتم عن قتادة في قوله وهو الذى سخر البحر لتاكلوا منه لحما طريا يعنى حيتان البحر آه قلت وهو موافق لابى حنيفة رحمه الله تعالىٰ ۱۲۔

اللغات: قوله تسيمون۔ اسام الماشية وسومها جعلها ترعى ۱۲ البلاغة منه شراب تبعيضية ۱۲ قوله منه شجر سببية و ابتدائية ۱۲۔ قوله مواخر يقال مخر الماء اذا شقها قوله سخر في الروح ليس المراد بتسخير ذلك للمخاطبين تمكينهم من التصرف به كيف شاؤا كما في قوله تعالىٰ سبحان الذى سخر لنا هذا ونحوه بل تصريفه سبحانه لذلك حسب ما يترتب عليه منافعهم ومصالحهم كان ذلك تسخير لهم و تصرف من قبلهم حسب ارادتهم قاله بعض المحققين آه قلت ولطال ما ارانيه الله تعالىٰ ولله الحمد على الموافقة ۱۲۔

النحو: قوله وما ذرأ عطف على الليل اى سخر ما ذرأ ۱۲۔ قوله ولتبتغوا عطف على لتاكلوا ۱۲ قوله انهارًا۔ في البيضاوى جعل فيها انهارا لان القى فيه معنى الجعل ۱۲ قوله سبلا وعلامات معطوف على انهار ومعمول لجعل المقتدر ۱۲۔

البلاغۃ: قوله النخيل والاعناب ذكرهما بصيغة الجمع لكثرة اصنافهما جدا ۱۲۔ قوله لأية ولايٰت وقوله يتفكرون ويعقلون ويذكرون هذا عندى تفنن للعبارات ۱۲ قوله لحما طريا التعبير عنه باللحم مع كونه حيوانا للاشارة الىٰ قلة عظامه وضعفها فكان كله لحم ووصفه بالطراوة ضد اليبوسة للاشعار بلطافة ۱۲۔ قوله ولعلكم تشكرون في الروح ولعل تخصيص هذه النعمة بالتعقب بالشكر لانها اقوى في باب الانعام من حيث انه جعل ركوب البحر مع كونه مظنة للهلاك سببا للانتفاع وحصول المعاش ۱۲۔ قوله افمن يخلق في الروح كان حق الكلام بحسب الظاهر افمن لا يخلق كمن يخلق لكن اختير ما عليه النظم تفاديا عن توسيط ذكر غير الخالق بين الخالق وما ذكر من جزئيات الخالقية وتنبيهًا على كمال قبح ما فعلوه من حيث ان ذلك ليس مجرد رفع اصنامهم عن محلها بل هو خط لمنزلة الربوبية الى مرتبة الجمادية ولا ريب انه اقبح من الاول واتى بمن تغليبا لذوى العلم على غيرهم او بناء على ما عند عبدتها ۱۲۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُم مَّاذَآ أَنزَلَ رَبُّكُمۡ قَالُوٓاْ أَسَٰطِيرُ ٱلۡأَوَّلِينَ ﴿٢٤﴾ لِيَحۡمِلُوٓاْ أَوۡزَارَهُمۡ كَامِلَةٗ يَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِ وَمِنۡ

اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿٢٥﴾ قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى

اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٢٦﴾

ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَاۗءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَاۗقُّوْنَ فِيْهِمْ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا

الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْۗءَ عَلَي الْكٰفِرِيْنَ ﴿٢٧﴾ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۠ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا

نَعْمَلُ مِنْ سُوْۗءٍ ۭ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٨﴾ فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ فَلَبِئْسَ

مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿٢٩﴾ وَقِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوْا خَيْرًا ۭ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا

حَسَنَةٌ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ۭ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ ﴿٣٠﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَاۗءُوْنَ ۭ كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ ﴿٣١﴾ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ طَيِّبِيْنَ ۙ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ

عَلَيْكُمُ ۙ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٣٢﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ ۭ

كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿٣٣﴾ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا

عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٣٤﴾ ع

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا چیز نازل فرمائی ہے تو کہتے ہیں کہ وہ تو محض بے سند باتیں ہیں جو پہلوں سے چلی آرہی ہیں نتیجہ اس کہنے کا یہ ہوگا کہ ان لوگوں کو قیامت کے دن اپنے گناہوں کا پورا بوجھ اور جن کو یہ لوگ بے علمی سے گمراہ کررہے تھے ان کے گناہوں کا بھی کچھ بوجھ اپنے اوپر اٹھانا پڑے گا خوب یاد رکھو کہ جس گناہ کو یہ اپنے اوپر لاد رہے ہیں وہ برا بوجھ ہے۔ جو لوگ ان سے پہلے ہو گذرے ہیں انہوں نے بڑی بڑی تدبیریں کیں سو اللہ تعالیٰ نے ان کا بنا بنایا گھر جڑ بنیاد سے ڈھا دیا پھر اوپر سے ان پر چھت آپڑی ہو اور (علاوہ ناکامی کے) ان پر (خدا کا) عذاب ایسی طرح آیا کہ ان کو خیال بھی نہ تھا پھر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کو رسوا کرے گا اور یہ کہے گا کہ میرے شریک جن کے بارے میں تم لڑا جھگڑا کرتے تھے (وہ اب) کہاں ہیں جاننے والے کہیں گے کہ آج پوری رسوائی اور عذاب کافروں پر ہے۔ جن کی جان فرشتوں نے حالت کفر میں قبض کی تھی (یعنی آخر وقت تک کافر رہے) پھر کافر لوگ صلح کا پیغام ڈالیں گے کہ ہم تو کوئی برا کام نہ کرتے تھے کیوں نہیں بے شک اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے سو جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ (اور) اس میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہو غرض تکبر کرنے والوں کا وہ برا ٹھکانا ہے اور جو لوگ شرک سے بچتے ہیں ان سے کہا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا چیز نازل فرمائی ہے وہ کہتے ہیں کہ بڑی خیر نازل فرمائی ہے جن لوگوں نے نیک کام کئے ہیں ان کے لئے اس دنیا میں بھی بھلائی ہے اور عالم آخرت تو اور زیادہ بہتر ہے اور واقعی وہ شرک سے بچنے والوں کا اچھا گھر ہے وہ گھر ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں جن میں یہ داخل ہوں گے ان باغوں کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی جس چیز کو ان کا جی چاہے گا وہاں ان کو ملے گی (بلکہ) اس طرح کا عوض اللہ تعالیٰ سب شرک سے بچنے والوں کو دے گا جن کی روح فرشتے اس حالت میں قبض کرتے ہیں کہ وہ (شرک سے) پاک ہوتے ہیں وہ فرشتے کہتے جاتے ہیں السلام علیکم تم جنت میں چلے جانا (اپنے) اعمال کے سبب۔ یہ لوگ اسی بات کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس (موت کے) فرشتے آجاویں یا آپ کے پروردگار کا حکم (یعنی قیامت) آجاوے ایسا ہی ان سے پہلے جو لوگ تھے انہوں نے بھی کیا تھا اور ان پر اللہ تعالیٰ نے ذرا ظلم نہیں کیا لیکن وہ آپ ہی اپنے اوپر ظلم کررہے تھے آخر ان کے اعمال بد کی ان کو سزائیں ملیں اور جس عذاب پر وہ ہنستے تھے ان کو اسی نے آگھیرا۔ ۞

تفسیر: ربط: اوپر مشرکین کی ضلالت کا بیان تھا آگے ان کے اضلال کا جو کہ بواسطہ انکار نبوت و قرآن کے تھا مع اس کی وعید کے بیان ہے۔

بیان اضلال مشرکین مع وعید ☆ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ (الی قولہ تعالی) فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿٢٩﴾ اور جب ان سے کہا جاتا ہے (یعنی کوئی ناواقف شخص تحقیق کے لئے یا کوئی واقف شخص امتحان کے لئے ان سے پوچھتا ہے) کہ تمہارے رب نے کیا چیز نازل فرمائی ہے (یعنی قرآن جس کو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کا نازل کیا ہوا فرماتے ہیں آیا یہ صحیح ہے) تو کہتے ہیں کہ (صاحب وہ رب کا نازل کیا ہوا کہاں ہے) وہ تو محض بے سند باتیں ہیں جو پہلوں سے (منقول) چلی آ رہی ہیں (یعنی اہل ملل پہلے سے توحید ونبوت ومعاد کے مدعی ہوتے آئے ہیں ان ہی سے یہ بھی نقل کرنے لگے باقی یہ دعوے خدا کے تعلیم دیئے ہوئے نہیں) نتیجہ اس (کہنے) کا یہ ہوگا کہ ان لوگوں کو قیامت کے دن اپنے گناہوں کا پورا بوجھ جن کو یہ لوگ بے علمی سے گمراہ کر رہے تھے ان کے گناہوں کا بھی کچھ بوجھ اپنے اوپر اُٹھانا پڑے گا (گمراہ کرنے سے مراد یہی کہنا ہے اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ کا کیونکہ اس سے دوسرے آدمی کا اعتقاد خراب ہوتا ہے اور جو شخص کسی کو گمراہ کیا کرتا ہے اس گمراہ کو تو گمراہی کا گناہ ہوتا ہے اور اس گمراہ کرنے والے کو اس کی گمراہی کے سبب بن جانے کا اس حصہ تسبب کو کچھ بوجھ فرمایا گیا اور اپنے گناہ کا کامل طور پر اُٹھانا ظاہر ہے) خوب یاد رکھو کہ جس گناہ کو یہ اپنے اوپر لا د رہے ہیں وہ برا بوجھ ہے (اور انہوں نے جو گمراہ کرنے کی یہ تدبیر نکالی ہے کہ دوسروں کو ایسی ایسی باتیں کر کے بہکاتے ہیں سو یہ تدبیریں حق کے مقابلہ میں پیش رفت نہ ہوں گی بلکہ خود ان ہی پر ان کا وبال ونکال عود کرے گا چنانچہ) جو لوگ ان سے پہلے ہو گذرے ہیں انہوں نے (انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ اور مخالفت میں) بڑی تدبیریں کیں سو اللہ تعالیٰ نے ان (کی تدبیروں) کا بنا بنایا گھر جڑ بنیاد سے ڈھا دیا پھر (وہ ایسے ناکام ہوئے جیسے گویا) اوپر سے ان پر (اس گھر کی) چھت (آ پڑی ہو۔ یعنی جس طرح چھت آ پڑنے سے سب دب کر رہ جاتے ہیں اسی طرح وہ لوگ بالکل خائب وخاسر ہوئے) اور (علاوہ ناکامی کے) ان پر (خدا کا) عذاب ایسی طرح آیا کہ ان کو خیال بھی نہ تھا (کیونکہ توقع تو اس تدبیر میں کامیابی کی تھی خلاف توقع ان پر ناکامی سے بڑھ کر عذاب آ گیا جو کوسوں بھی ان کے ذہن میں نہ تھا کفار سابقین پر عذابوں کا آنا معلوم و معروف ہے یہ حالت تو ان کی دنیا میں ہوئی) پھر قیامت کے دن (ان کے واسطے یہ ہوگا کہ) اللہ تعالیٰ ان کو رسوا کرے گا اور (اس میں سے ایک رسوائی یہ ہوگی کہ ان سے) یہ کہے گا کہ (تم نے جو) میرے شریک بنا رکھے تھے) جن کے بارے میں تم (انبیاء واہل ایمان سے) لڑا جھگڑا کرتے تھے (وہ اب) کہاں ہیں (اس حالت کو دیکھ کر حق کے) جاننے والے کہیں گے کہ آج پوری رسوائی اور عذاب کافروں پر ہے جن کی جان فرشتوں نے حالت کفر پر قبض کی تھی (یعنی آخرت وقت تک کافر رہے شاید ان اہل علم کا قول بیچ میں اس لئے بیان فرمایا ہو کہ کفار کی رسوائی کا عام اور علانیہ ہونا معلوم ہو جاوے) پھر کافر لوگ (اَيْنَ شُرَكَآءِيَ کے جواب میں) صلح کا پیغام ڈالیں گے (اور کہیں گے) کہ (شرک جو اعلیٰ درجہ کی برائی اور مخالفت حق تعالیٰ کی ہے ہماری کیا مجال تھی کہ ہم اس کے مرتکب ہوتے) ہم تو کوئی برا کام (جس میں ادنیٰ مخالفت بھی حق تعالیٰ کی ہو) نہ کرتے تھے (اس کو صلح کا مضمون اس لئے کہا گیا کہ دنیا میں شرک کا جو کہ مخالفت یقینیہ ہے بڑے جوش وخروش سے اقرار تھا کقولہ تعالیٰ: لَوْشَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا اور شرک کا اقرار مخالفت کا اقرار تھا خصوصاً انبیاء علیہم السلام کے ساتھ تو خود صریح مخالفت کے مدعی تھے وہاں اس شرک کے انکار سے مخالفت کا انکار کریں گے اس لئے اس کو صلح فرمایا اور یہ انکار ایسا ہے جیسا دوسری آیت میں ہے وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ [الأنعام: ٢٣] حق تعالیٰ ان کے اس قول کو رد فرمائیں گے کہ) کیوں نہیں (بلکہ واقعی تم نے برے کام مخالفت کے کئے) بیشک اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے سو (اچھا) جہنم کے دروازوں میں (سے جہنم میں) داخل ہو جاؤ (اور) اس میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہو غرض (حق سے) تکبر (اور مخالفت اور مقابلہ) کرنے والوں کا وہ برا ٹھکانا ہے (یہ عذاب آخرت کا ذکر ہو گیا پس حاصل آیات کا یہ ہوا کہ تم نے اپنے سے پہلے کافروں کا حال خسارہ و عذاب دنیا وآخرت کا سن لیا اسی طرح جو تدبیر ومکر دین حق کے مقابلہ میں تم کر رہے ہو اور خلق کو گمراہ کرنا چاہتے ہو یہی انجام تمہارا ہوگا)۔ **ف:** بِغَيْرِ عِلْمٍ کی تفسیر پارۂ ہشتم کے ربع رکوع وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ کے اخیر آیت میں اور وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ کے متعلق تحقیق سورۂ انعام کے رکوع سوم میں گذر چکی ہے۔ **ربط:** اوپر قرآن ورسالت کے متعلق کفار کے بعض اقوال کفر واضلال مع وعید کے بیان ہوا تھا آگے اس کے مقابلہ میں اس کے متعلق مؤمنین کے صالح اقوال واعمال کا مع وعدہ وبشارت کے مذکور ہے۔

بیان اعمال مؤمنین مع بشارت مزید ☆ وَقِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوْا خَيْرًا ۭ (الی قولہ تعالی) سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ۙ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ اور جو لوگ شرک سے بچتے ہیں ان سے (جو قرآن کے بارے میں) کہا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا چیز نازل فرمائی ہے وہ کہتے ہیں کہ بڑی خیر (اور برکت کی چیز) نازل فرمائی ہے جن لوگوں نے نیک کام کئے ہیں (جس میں یہ قول مذکور اور تمام اعمال صالحہ آ گئے) ان کے لئے اس دنیا میں بھی بھلائی ہے (وہ بھلائی ثواب کا وعدہ وبشارت ہے) اور عالم آخرت تو (بوجہ اس کے کہ وہاں اس وعدہ کا تحقق وظہور ہو جاوے گا) اور زیادہ بہتر (اور موجب سرور) ہے اور واقعی وہ شرک سے بچنے والوں کا اچھا گھر ہے وہ گھر (کیا ہے) ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں جن میں یہ داخل ہوں گے ان باغوں کے (اشجار وعمارات کے) نیچے سے نہریں جاری ہوں گی جس چیز کو ان کا جی چاہے گا وہاں ان کو ملے گی (اور خاص ان ہی کی کیا تخصیص ہے جن کا قول اس مقام پر مذکور ہے بلکہ) اسی طرح کا عوض اللہ تعالیٰ سب شرک سے بچنے والوں کو دے گا جن کی روح فرشتے اس حالت میں قبض کرتے ہیں کہ وہ (شرک سے) پاک (صاف) ہوتے ہیں (مطلب یہ کہ مرتے دم تک توحید پر قائم رہتے ہیں اور) وہ (فرشتے) کہتے جاتے ہیں السلام علیکم تم (قبض روح کے بعد) جنت میں چلے جانا اپنے

اعمال کے سبب **ف**: قبض روح کے بعد جنت میں جانا روحانی جانا ہے اور جسمانی جانا مخصوص ہے قیامت کے ساتھ اور یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ قیامت میں تم جنت میں جانا اور ہر حال میں مقصود بشارت سنانا ہے اور اعمال کو جو سبب دخول جنت کا فرمایا یہ سبب عادی ہے اور سبب حقیقی رحمت الٰہیہ ہے جیسا ایک حدیث میں آیا ہے پس آیت و حدیث میں تعارض نہیں۔ **ربط**: او پر مؤمنین سے پہلے کفار کے ضلال و اضلال کا ذکر مؤمنین کا ذکر بمناسبت مقابلہ تتمیم مضمون کے لئے درمیان میں آ گیا اب پھر آگے کفار کے اصرار و عناد پر وعید ہے۔

وعید بر اصرار کفار☆ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ (الی قولہ تعالی) وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ۝ یہ لوگ (جو اپنے کفر و عناد و جہالت پر اصرار کر رہے ہیں اور باوجود وضوح دلائل حق کے ایمان نہیں لاتے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ صرف) اسی بات کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس (موت کے) فرشتے آ جاویں یا آپ کے پروردگار کا حکم (یعنی قیامت) آ جاوے (یعنی کیا موت کے وقت یا قیامت میں ایمان لاویں گے جب کہ ایمان مقبول نہ ہوگا گو اس وقت تمام کفار بوجہ انکشاف حقیقت کے توبہ کریں گے جیسا اصرار کفر پر یہ لوگ کر رہے ہیں) ایسا ہی ان سے پہلے جو لوگ تھے انہوں نے بھی (کفر پر اصرار) کیا تھا اور (اصرار کی بدولت سزایاب ہوئے سو) ان پر اللہ تعالیٰ نے ذرا ظلم نہیں کیا لیکن وہ آپ ہی اپنے اوپر ظلم کر رہے تھے (کہ سزا کے کام جان جان کے کرتے تھے) آخر ان کے اعمال بد کی ان کو سزائیں ملیں اور جس عذاب (کی خبر پانے) پر وہ ہنستے تھے ان کو اسی (عذاب) نے آ گھیرا (پس ایسا ہی تمہارا حال ہوگا)۔ **ربط**: او پر کفار کو ان کے کفر پر عذاب قیامت سے ڈرایا تھا اس پر کفار کو دو شبہے تھے ایک یہ کہ ہمارا یہ طریقہ جس کو تم کفر کہتے ہو حق تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ نہیں تا کہ اس عذاب کا استحقاق ہو سکے دوسرے یہ کہ خود قیامت ہی کوئی چیز نہیں تا کہ بر تقدیر استحقاق اس عذاب کا وقوع ہو سکے آگے ان دونوں شبہوں کو مع جواب کے ارشاد فرمایا ہے اور چونکہ ایسے شبہات براہ عناد کے ہوتے تھے اور اس وجہ سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو حزن شدید ہوتا تھا اس لئے درمیان میں تسلیہ کا مضمون بھی ہے اور چونکہ شبہ اول کا جواب مفصل پارہ ہشتم بعد ربع آیت: سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا الخ [الأنعام: ١٤٨] میں گذر چکا ہے جیسا کہ وہاں اس کی تقریر قابل ملاحظہ آ چکی ہے اس لئے یہاں اجمالی جواب پر اکتفا ہوا ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا الخ روح میں امام کا قول منقول ہے کہ اس حسنہ سے مراد فتح باب مکاشفات و مشاہدات و الطاف بھی ہو سکتا ہے میں کہتا ہوں یا حیوٰۃ طیبہ مراد ہو۱۲۔ قولہ تعالیٰ: الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ الخ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ملائکہ دنیا میں غیر نبی کے ساتھ بھی کلام کرتے ہیں اور نیز اس سے طاعات کے بعض ثمرات کا دنیا میں حاصل ہونا بھی معلوم ہوتا ہے۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله فی اساطیر** کہاں ہے وہ تو اشارة الی امرین الاول ان اساطیر خبر مبتدأ مقدر ای هو والثانی ان وجه العدول عن الظاهر ای النصب الی الرفع هو ان النصب فیه اقرار بالانزال وکان مزعومهم الانکار ما سیاتی بخلاف ما سیاتی فی قول المؤمنین من نصب خیرا بمعنی انزل خیرا فانه لما کان فیه الاقرار بنزوله من الرب اتوا به منصوبا فافهم۱۲۔ ۲ **قوله فی لیحملوا** نتیجہ اشارة الی ان اللام للعاقبة۱۲۔ ۳ **قوله فی اتی** ڈھادیا لما فی الروح عن انکشاف اهلك۱۲۔ ۴ **قوله فی تتوفهم** قبض کی تھی ففیه کما فی الروح حکایة حال ماضیة بصیغة المضارع۱۲۔ ۵ **قوله فی فاتقوا** کہیں گے اشارة الی تقدیر القول الذی مقوله ما کنا نعمل۱۲۔ ۶ **قوله فی توضیح** اخیر الترجمة انجام تمہارا اشار به الی ان قوله تعالیٰ ویخزیهم وکذا ما بعده کله فی الکفار السابقین فالضمائر راجعة الی الذین من قبلهم۱۲۔ ۷ **قوله فی العنوان** مزید سماه مزیدا لان الجزاء یزید دائما علی العمل۱۲۔ ۸ **قوله فی حسنة** ثواب کا وعدہ هو اسلم التفاسیر عندی وما فی قوله تعالیٰ ربنا آتنا فی الدنیا حسنة یراد بها عندی التوفیق للاعمال الحسنة فان کلا یحمل علی ما هو المناسب المقام۱۲۔ ۹ **قوله فی جنٰت** وہ اشارة الی انه خبر مبتدأ ای هی۱۲۔ ۱۰ **قوله فی سیئات** سزائیں ملیں اشارة الی تقدیر المضاف کما فی النیسابوری ای جزاء سیئات اعمالهم۱۲۔

الروایات: فی الدر المنثور اخرج ابن ابی حاتم عن السدی وقتادة وادخلت الحدیث بعضه فی بعض واختصرته قالا ان ناسا من مشرکی العرب کانوا یقعدون بطریق من اتی نبی الله صلی الله علیه وسلم فاذا مروا سئالوهم فاخبروهم بما سمعوا من النبی صلی الله علیه وسلم فقالوا انما هو اساطیر الاولین فیرجع احدهم فاذا کان الوافد ممن عزم الله له علی الرشاد فقالوا له مثل ذلك (فلا یرجع) فیدخل مکة فیلقی المؤمنین فیسأله ماذا یقول محمد وما انزل ربکم فیقولون خیرًا آه۱۲ منه مرت فی الحواشی علی الآیة السابقة۱۲۔

الکلام: قوله تعالیٰ کاملة فیه دلالة علی ان المؤمنین یرجی فیهم سقوط بعض عقابهم ولا تبقی اوزارهم کاملة من الروح۱۲۔

فائده: وان شئت حملت اتیان الملائکة علی ماحمل علیه قوله تعالیٰ فی آخر الانعام هل ینظرون الآیة والکل قریب۱۲۔

اللغات: البنیان اسم مفرد مذکر بمعنی المبنی القواعد فی البیضاوی الاساس ۱۲۔

البلاغۃ: قوله اتی اللہ بنیانهم الخ فی الکلام تمثیل او یقال اتی امر اللہ کما رواه الطبری عن قتادة ۱۲۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝٣٥ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ؕ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝٣٦ اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝٣٧ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ؕ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝٣٨ لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ ۝٣٩ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَاۤ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝٤٠ وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝٤١ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝٤٢

اور مشرک لوگ یوں کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو خدا کے سوا کسی چیز کی نہ ہم عبادت کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم اس کے بدوں (حکم کے) کسی چیز کو حرام کہہ سکتے جو (کافر) لوگ ان سے پہلے ہوئے ہیں ایسی ہی حرکت انہوں نے بھی کی تھی سو پیغمبروں کے ذمہ تو صرف (احکام کا) صاف صاف پہنچا دینا ہے اور ہم ہر امت میں کوئی نہ کوئی پیغمبر بھیجتے رہے ہیں کہ تم (خاص) اللہ کی عبادت کرو اور شیطان (کے رستے) سے بچتے رہو سو ان میں بعضے وہ ہوئے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور بعضے ان میں سے وہ ہوئے جن پر گمراہی کا ثبوت ہو گیا تو ا چھا زمین میں چلو پھرو پھر (آثار سے) دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا (برا) انجام ہوا ان کے راہ راست پر آنے کی اگر آپ کو تمنا ہو تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو ہدایت نہیں کرتا جس کو گمراہ کرتا ہے اور ان کا کوئی حمایتی نہ ہوگا اور یہ لوگ بڑے زور لگا لگا کر قسمیں کھاتے ہیں کہ جو مر جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو دوبارہ زندہ نہ کرے گا کیوں نہیں زندہ کرے گا اس وعدہ کو تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے لازم کر رکھا ہے لیکن اکثر لوگ یقین نہیں لاتے تاکہ جس چیز میں یہ لوگ اختلاف کیا کرتے تھے ان کے روبرو اس کا (بطور معائنہ کے) اظہار کر دے اور تاکہ کافر لوگ (پورا) یقین کر لیں کہ واقعی وہی جھوٹے تھے ہم جس چیز کو (پیدا کرنا) چاہتے ہیں بس اس سے ہمارا اتنا ہی کہنا (کافی) ہوتا ہے کہ تو (پیدا) ہو جا پس وہ پیدا ہو جاتی ہے اور جن لوگوں نے اللہ کے واسطے اپنا وطن (مکہ) چھوڑ دیا بعد اس کے کہ ان پر ظلم کیا گیا ہم ان کو دنیا میں ضرور اچھا ٹھکانا دیں گے اور اگرچہ آخرت کا ثواب بدر جہا بڑا ہے کاش ان (کافروں) کو (بھی) خبر ہوتی وہ ایسے ہیں جو صبر کرتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

تفسیر: ردِ دعویٰ کفار مر اثبات حقیت طریقہ خود و نفی قیامت را مع تسلیہ ☆ وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا (الی قولہ تعالیٰ) اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَاۤ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝٤٠ اور مشرک لوگ یوں کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کو (بطور رضا کے یہ امر) منظور ہوتا (کہ ہم غیر اللہ کی عبادت کہ ہمارے طریقہ کے اصول میں سے ہے اور بعض اشیاء کی تحریم کہ ہمارے طریقہ کے فروع میں سے ہے نہ کریں مطلب یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمارے طریقہ موجودہ کو ناپسند اور اس کے خلاف کو پسند کرتے) تو خدا کے سوا کسی چیز کی نہ ہم عبادت کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم اس کے بدون (حکم کے) کسی چیز کو حرام کہہ سکتے (اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو ہمارا طریقہ پسند ہے ورنہ ہم کو کیوں کرنے دیتے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس سے مغموم نہ ہوں کیونکہ یہ بیہودہ مجادلہ کوئی نئی بات نہیں بلکہ) جو (کافر) لوگ ان سے پہلے ہوئے ہیں ایسی ہی حرکت انہوں نے بھی کی تھی (یعنی بے ہودہ مجادلات اپنے پیغمبروں سے کئے تھے) سو پیغمبروں (کا اس سے کیا بگڑا اور وہ جس طریق کی طرف بلاتے ہیں اس کو کیا ضرر پہنچا ان) کے ذمہ تو (احکام کا) صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے (صاف صاف یہ کہ دعویٰ واضح ہو اور دلیل صحیح اس پر قائم ہو اسی طرح آپ کے ذمہ بھی یہی کام تھا جو آپ کر رہے ہیں پھر اگر براہ عناد دعویٰ اور دلیل میں خوض نہ کریں تو آپ کی بلا سے) اور (جس طرح ان کا معاملہ آپ کے ساتھ یعنی مجادلہ کوئی نئی بات نہیں اسی طرح آپ کا معاملہ ان کے ساتھ یعنی توحید و دین حق کی طرف بلانا کوئی نئی

بات نہیں بلکہ اس کی تعلیم بھی قدیم سے چلی آئی ہے چنانچہ) ہم ہر امت میں (امم سابقہ سے) کوئی نہ کوئی پیغمبر (اس بات کی تعلیم کے لئے) بھیجتے رہے ہیں کہ تم (خاص) اللہ کی عبادت کرو اور شیطان (کے رستہ) سے (کہ وہ شرک وکفر ہے) بچتے رہو (اس میں تحریم مجوث فیہ بھی آ گئی کیونکہ وہ بھی شعبہ شرک وکفر کا تھا) سو ان میں بعضے وہ ہوئے کہ جن کو اللہ نے ہدایت دی (کہ انہوں نے حق کو قبول کر لیا) اور بعضے ان میں وہ ہوئے جن پر گمراہی کا ثبوت ہو گیا (مطلب یہ کہ کفار اور انبیاء میں یہ معاملہ اسی طرح چلا آ رہا ہے اور ہدایت واضلال کے متعلق اللہ تعالیٰ کا معاملہ بھی ہمیشہ سے یوں ہی جاری ہے کہ مجادلہ کفار کا بھی قدیم تعلیم انبیاء علیہم السلام کی بھی قدیم اور سب کا ہدایت نہ پانا بھی قدیم پھر آپ کو غم کیوں ہو یہاں تک تسلی فرمائی گئی جس میں اخیر کے مضمون میں ان کے شبہ کا اجمالی جواب بھی ہو گیا کہ ایسی باتیں کرنا گمراہی ہے جس کے گمراہی ہونے کی آگے تائید اور جواب کی زیادہ توضیح ہے یعنی اگر مجادلہ مع الرسل کا گمراہی ہونا تم کو معلوم نہ ہو) تو (اچھا) زمین میں چلو پھرو پھر (آثار سے) دیکھو کہ (پیغمبروں کے) جھٹلانے والوں کا کیسا (برا) انجام ہوا (پس اگر وہ گمراہ نہ تھے تو ان پر عذاب کیوں نازل ہوا اور واقعات اتفاقیہ ان کو اس لئے نہیں کہہ سکتے کہ خلاف عادت ہوئے اور انبیاء علیہم السلام کی پیشینگوئی کے بعد ہوئے اور مؤمنین اس سے بچے رہے پھر اس کے عذاب ہونے میں کیا شک ہے اور چونکہ بوجہ شدت غم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ کے تسلیہ کا اہتمام زائد ہے اس لئے پہلے لوگوں کی گمراہی کی خبر دینے پر تفریع فرمانے کے طور پر آگے پھر آپ کو خطاب ہے کہ جیسے پہلے بعضے لوگ ہوئے ہیں جن پر حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ صادق آتا تھا اسی طرح یہ لوگ بھی ہیں سو (ان کے راہ راست پر آنے کی اگر آپ کو تمنا ہو تو (کچھ نتیجہ نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو ہدایت نہیں کیا کرتا جس کو (اس شخص کے عناد کے سبب) گمراہ کرتا ہے (البتہ اگر وہ عناد کو چھوڑ دے تو ہدایت کر دیتا ہے لیکن یہ عناد کو چھوڑیں گے نہیں اس لئے ان کو ہدایت بھی نہ ہوگی) اور (ضلالت وعذاب کے بارہ میں اگر ان کا یہ گمان ہو کہ ہمارے شرکاء اس حالت میں بھی عذاب سے بچا لیں گے تو وہ سمجھ رکھیں خدا تعالیٰ کے مقابلہ میں) ان کا کوئی حمایتی نہ ہوگا (یہاں تک تقریر ہوگئی ان کے شبہ اول کے متعلق آگے دوسرے شبہ کے متعلق کلام ہے) اور یہ لوگ بڑے زور لگا لگا کر اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ جو مر جاتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کو دوبارہ زندہ نہ کرے گا (اور قیامت نہ آوے گی آگے جواب ہے کہ) کیوں نہیں زندہ کرے گا (یعنی ضرور زندہ کرے گا) اس وعدہ کو تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لازم کر رکھا ہے لیکن اکثر لوگ (باوجود قیام دلیل صحیح کے اس پر) یقین نہیں لاتے (اور یہ دوبارہ زندہ کرنا اس لئے ہوگا) تاکہ (دین کے متعلق) جس چیز میں یہ لوگ (دنیا میں) اختلاف کیا کرتے تھے (اور انبیاء کے فیصلہ سے روبراہ نہ آتے تھے) ان کے روبرو اس (کی حقیقت) کا (بطور معائنہ کے) اظہار کر دے اور تاکہ (اس اظہار حقیقت کے وقت) کافر لوگ (پورا) یقین کر لیں کہ واقعی وہی جھوٹے تھے (اور انبیاء ومؤمنین سچے تھے پس قیامت کا آنا یقینی اور عذاب سے فیصلہ ہونا ضروری یہ جواب ہو گیا لا یبعث اللہ کا اور چونکہ وہ لوگ قیامت کی نفی وقوع بنا بر اس کے استبعاد کے کرتے تھے اس لئے آگے اپنی قدرت کاملہ کے اثبات سے اس کا استبعاد دفع فرماتے ہیں کہ ہماری قدرت ایسی عظیم ہے کہ) ہم جس چیز کو (پیدا کرنا چاہتے ہیں بس اس سے ہمارا اتنا ہی کہنا (کافی) ہوتا ہے کہ تو (پیدا) ہو جا پس وہ (موجود) ہو جاتی ہے (تو اتنی بڑی قدرت کاملہ کے روبرو بے جان چیزوں میں دوبارہ جان کا پڑ جانا کون سا دشوار ہے جیسا پہلی بار جان ڈال چکے ہیں اب دونوں شبہوں کا پورا جواب ہو چکا وللہ الحمد) ۔ **ف** : كُنْ فَيَكُوْنُ کی بحث آخر پارہ الم رکوع وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ آیت بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ میں آ چکی ہے ملاحظہ فرما لیا جاوے اور لَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان والوں کے لئے بھی زمانہ قدیم میں کچھ رسول مبعوث ہوئے ہیں خواہ ہند ہی میں پیدا ہوئے اور رہے ہوں یا کسی اور ملک میں رہتے ہوں اور یہاں ان کے نائب تبلیغ کے لئے آئے ہوں اور اگر آیت لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ سے اس کے تعارض کا شبہ ہو تو دو طرح سے مدفوع ہو سکتا ہے ایک یہ کہ کل امۃ میں لفظ کل تکثیر کے لئے ہو اس لئے ہند میں رسول آنے کے مضمون میں احقر نے لفظ ظاہراً بڑھایا ہے۔ دوسرے یہ کہ ہر امت اور قوم کے اوائل میں ایک رسول آ گئے ہوں اس طرح کہ اگر وہ لوگ اس شریعت کا سلسلہ قائم و باقی رکھنا چاہتے تو ممکن ہوتا اور ضرورت اسی قدر سے مرتفع ہو سکتی ہے اور اواخر میں رسول آنے کی ضرورت نہیں رہتی گو اوائل کی تقصیر سے اواخر تک وہ سلسلہ نہ پہنچا ہو بس حکم بعث کا کل امم میں باعتبار اوائل کے ہو اور مَآ اَتٰهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ باعتبار اواخر کے ہو اور اس صورت میں احتمال ہے کہ بعض جگہ جبال وجزائر میں تبلیغ نہ ہوئی ہو واللہ اعلم۔

ربط : اوپر کفار کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایذاء رسانی کا معاملہ کہ مجادلہ بالباطل ہے بیان فرما کر آپ کو تسلی دی ہے آگے کفار کا اہل ایمان کے ساتھ جو ایذاء رسانی کا معاملہ تھا یعنی اخراج عن الوطن اس بارے میں اہل ایمان کو بشارت خیر دارین کی سنا کر تسلی دیتے ہیں لیکن آیت میں ہجرت سے مدینہ کی ہجرت مراد نہیں ہے کیونکہ یہ سورت مکی ہے قبل ہجرت نازل ہوئی بلکہ ہجرت حبشہ مراد ہے اور لَنُبَوِّئَنَّهُمْ سے مدینہ میں قرار دینے کا وعدہ ہے کذا فی الدر عن قتادة۔

تبشیر مہاجرین ☆ وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ (الی قولہ تعالی) وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ اور جن لوگوں نے اللہ کے واسطے اپنا وطن (مکہ) چھوڑ دیا

(اور حبشہ کو چلے گئے) بعد اس کے کہ ان پر (کفار کی طرف سے) ظلم کیا گیا (کیونکہ ایسی مجبوری میں وطن چھوڑنا بڑا شاق گذرتا ہے) ہم ان کو دنیا میں ضرور اچھا ٹھکانہ دیں گے (یعنی ان کو مدینہ پہنچا کر خوب امن وراحت دیں گے چنانچہ بعد چندے مدینہ میں اللہ تعالیٰ نے پہنچا دیا اور اس کو وطن اصلی قرار دیا گیا اس لئے اس کو ٹھکانہ کہا اور ہر طرح کی وہاں سے ترقی ہوئی اس لئے حسنہ کہا گیا اور حبشہ کا قیام عارضی تھا اس لئے اس کو ٹھکانہ نہیں فرمایا) اور آخرت کا ثواب (اس سے) بدر جہا بڑا ہے (کہ خیر بھی ہے اور ابقی بھی) کاش (اس اجر آخرت کی) ان (بے خبر کافروں) کو (بھی) خبر ہوتی (اور اس کے حاصل کرنے کی رغبت سے مسلمان ہو جاتے) وہ (مہاجرین ان وعدوں کے اس لئے مستحق ہیں کہ وہ) ایسے ہیں جو (ناگوار واقعات پر) صبر کرتے ہیں (چنانچہ وطن کا چھوڑنا گو ان کو ناگوار ہے لیکن بدون اس کے دین پر عمل نہیں کر سکتے تھے دین کے لئے وطن چھوڑا اور صبر کیا) اور (وہ ہر حال میں) اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں (وطن چھوڑنے کے وقت یہ خیال نہیں کرتے کہ کھاویں پیویں گے کہاں سے) **ف**: گو بعض کا حبشہ ہی میں انتقال ہو گیا تھا لیکن اکثر مدینہ میں پہنچے پھر یہ کہ اصل مطلب تو پریشانی کی نفی کرنا ہے سو یہ اموات پر بھی صادق ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا (الی قولہ تعالی) وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ اور حدیث میں تارک منہیات کو مہاجر فرمایا ہے تو اس آیت میں متقی کی بھی بشارت ہے حسنات دارین کے ساتھ۔ قولہ تعالیٰ: فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اس میں شیخ کامل کی تقلید بھی داخل ہوگئی۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله فی ان تحرص نتیجہ نہیں اشارة الی تقدیر جواب ان ای فلا ینفع حرصك ۱۲منه۔

النحو: قوله حقا صفة لوعدا وعليه متعلق بمقدر ای لازما وهو صفة ايضا لوعدا ووعدا مفعول مطلق للفعل المقدر ۱۲۔ قوله ليبين متعلق بمقدر يدل عليه بلى ای يبعثهم ليبين الخ ۱۲۔ قوله فی الله ای الله كما فی قوله عليه السلام فی هرة ۱۲۔ قوله حسنة ای مباءة حسنة بمعنی منزلا ۱۲۔ قوله الذين صبروا ای هم الذين ۱۲۔ قوله تعالٰی بالبينٰت والزبر متعلق بارسلنا المقدر الدال عليه ما ارسلنا المذكور ۱۲۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٤٣﴾ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ۭ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿٤٤﴾ اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٤٥﴾ اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِيْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿٤٦﴾ اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰي تَخَـوُّفٍ ۭ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿٤٧﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَاۗىِٕلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ ﴿٤٨﴾ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَاۗبَّةٍ وَّالْمَلٰۗىِٕكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٤٩﴾ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴿٥٠﴾ وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰــهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴿٥١﴾ وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ۭ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ﴿٥٢﴾ وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْــــَٔــرُوْنَ ﴿٥٣﴾ ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿٥٤﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۭ فَتَمَتَّعُوْا ۣ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿٥٥﴾ وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ ۭ تَاللّٰهِ لَتُسْــَٔــلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ﴿٥٦﴾ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ ۙ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿٥٧﴾ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴿٥٨﴾ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْۗءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ۭ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰي هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿٥٩﴾ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۚ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٦٠﴾

اور ہم نے آپ کے قبل (بھی) صرف آدمی ہی رسول بنا کر معجزات اور کتابیں دے کر بھیجے ہیں کہ ان پر وحی بھیجا کرتے تھے سو اگر تم کو علم نہیں تو (دوسرے) اہل علم سے پوچھ دیکھو اور آپ پر یہ قرآن اتارا ہے تاکہ جو مضامین لوگوں کے پاس بھیجے گئے ان کو آپ ان سے ظاہر کر دیں اور تاکہ وہ (ان میں) فکر کیا کریں اور جو لوگ بری بری تدبیریں کرتے ہیں کیا ایسے لوگ پھر بھی اس بات سے بے فکر ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو زمین میں دھنسا دے یا ان پر ایسے موقع سے عذاب آپڑے جہاں سے ان کو گمان بھی نہ ہو یا ان کو چلتے پھرتے (کسی آفت میں) پکڑے سو یہ لوگ خدا کو ہرگز (بھی) نہیں ہرا سکتے یا ان کو گھٹاتے گھٹاتے پکڑے سو تمہارا رب شفیق بڑا مہربان ہے کیا (ان) لوگوں نے اللہ کی ان پیدا کی ہوئی چیزوں کو نہیں دیکھا جن کے سامنے کبھی ایک طرف کو کبھی دوسری طرف کو اس طور پر جھکتے جاتے ہیں کہ (بالکل) خدا کے (حکم کے) تابع ہیں اور وہ چیزیں بھی عاجز ہیں اور اللہ ہی کی مطیع ہیں جتنی چیزیں چلنے والی آسمانوں میں اور زمین میں موجود ہیں اور بالخصوص فرشتے (بھی) اور وہ تکبر نہیں کرتے وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں جو کہ ان پر بالادست ہے اور ان کو جو کچھ حکم کیا جاتا ہے وہ اس کو کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ دو (یا زیادہ) معبود مت بناؤ پس ایک معبود وہی ہے تو تم لوگ خاص مجھ ہی سے ڈرو اور اسی کی (ملک) ہیں سب چیزیں جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہیں اور لازمی طور پر اطاعت بجالانا اسی کا حق ہے تو کیا پھر بھی اللہ کے سوا اوروں سے ڈرتے ہو اور تمہارے پاس جو کچھ بھی نعمت ہے وہ سب اللہ ہی کی طرف سے ہے پھر جب تم کو (ذرا) تکلیف پہنچتی ہے تو اسی سے فریاد کرتے ہو پھر جب تم سے اس تکلیف کو ہٹا دیتا ہے تو تم میں ایک جماعت اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ہماری دی ہوئی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں خیر چند روز عیش اڑالو اب جلدی خبر ہوئی جاتی ہے اور یہ لوگ ہماری دی ہوئی چیزوں میں سے ان معبودوں کا حصہ لگاتے ہیں جن کے متعلق ان کو کچھ علم نہیں قسم ہے خدا کی تم سے تمہاری ان افتراء پردازیوں کی ضرور باز پرس ہوگی اور اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں سبحان اللہ اور اپنے لئے چاہتی ہے چیز اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی خبر دی جائے تو سارے دن اس کا چہرہ بے رونق رہے اور دل ہی دل میں گھٹتا رہے (اور) جس چیز کی اس کو خبر دی گئی ہو اس کی عار میں لوگوں سے چھپا چھپا پھرے آیا اس کو ذلت پر لئے رہے یا اس کو (زندہ یا مار کر) مٹی میں گاڑ دے خوب سن لو ان کی تجویز بہت ہی بری ہے جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے ان کی بری حالت ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے تو بڑے اعلیٰ درجہ کے صفات ثابت ہیں اور وہ بڑے زبردست ہیں بڑے حکمت والے ہیں۔

تفسیر: ربط: اوپر کی آیت سے پہلے کفار کے بعض شبہات کفریہ کا جواب مذکور تھا آگے ایک شبہ کفریہ کا جواب رسالت کے متعلق مذکور ہے۔

جواب شبہ کفار متعلق رسالت ☆ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ (الی قولہ تعالی) وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۞ اور (یہ لوگ جو آپ کی رسالت کا اس بنا پر انکار کرتے ہیں کہ رسالت اور بشریت میں منافات سمجھ رہے ہیں محض مہمل بات ہے کیونکہ) ہم نے آپ کے قبل (بھی) صرف آدمی ہی رسول بنا کر معجزات اور کتابیں (یعنی دلائل واحکام) دے کر بھیجے ہیں کہ ان پر وحی بھیجا کرتے تھے سو (اے مکہ والو منکرو) اگر تم کو علم نہیں تو (دوسرے) اہل علم سے پوچھ دیکھو (جو تمہارے نزدیک مسلمانوں کی طرفداری نہ کریں) اور (اسی طرح آپ کو رسول بنا کر) آپ پر بھی یہ قرآن اتارا ہے تاکہ جو مضامین (آپ کے واسطہ سے) لوگوں کے پاس بھیجے گئے ان کو آپ ان سے ظاہر کر دیں اور تاکہ وہ (ان میں) فکر کیا کریں (یعنی آپ اپنا کام کریں اور وہ اپنا کام کریں کہ مجموعہ سے ہدایت ہو غرض یہ کہ جب آپ کی رسالت بھی سنت قدیمہ کے موافق ہے پھر انکار کی کیا وجہ اور دعویٰ تنافی کی کیا دلیل) **ف**: مراد اہل ذکر سے اہل کتاب ہیں جو خود مشرکین کی طرح اہل اسلام کے مخالف تھے اور اگر کوئی کہے کہ اس مسئلہ میں مشرکین ان کے بھی مخالف تھے پھر ان کا قول کیسے حجت ہوگا جواب یہ ہے کہ یہ امر منقول ہے مذہبی حیثیت سے قطع نظر کر کے من حیث التواتر ان کا قول حجت ہو جاوے گا اور تواتر میں عدالت شرط نہیں پس اہل کتاب کا مذہباً غیر عادل ہونا مضر احتجاج نہیں ہو سکتا۔

ربط: اوپر آیات وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا الخ سے پہلے آیت ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ اور هَلْ يَنْظُرُوْنَ میں کفار کو عذاب آخرت سے ڈرایا تھا آگے عذاب دنیوی سے ڈراتے ہیں۔

وعید کفار باحتمال عذاب دنیوی ☆ اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ (الی قولہ تعالی) فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۞ جو لوگ (دین حق کے باطل کرنے کو) بری بری تدبیریں کرتے ہیں (کہ کہیں اس میں شبہات واعتراض نکالتے ہیں اور حق کا انکار کرتے ہیں کہ اضلال ہے کہیں دوسروں کو روکتے ہیں کہ اضلال ہے) کیا ایسے لوگ (یہ کارروائیاں کفر کی کر کے) پھر بھی اس بات سے بے فکر (بیٹھے ہوئے) ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو (ان کے کفر کے وبال میں) زمین میں غرق کر دے یا ان پر ایسے موقع سے عذاب آپڑے جہاں ان کو گمان بھی نہ ہو (جیسے جنگ بدر میں ایسے بے سروسامان مسلمانوں کے ہاتھ سے ان کو سزا ملی کہ کبھی ان کو اس کا احتمال عقلی بھی نہ ہوتا کہ یہ ہم پر غالب آسکیں گے) یا ان کو چلتے پھرتے (کسی آفت میں پکڑ لے (جیسے کوئی مرض ہی دفعۃً آ کھڑا ہو) سو (اگر ان امور میں سے کوئی امر ہو جاوے تو) یہ لوگ خدا کو ہرا (بھی) نہیں سکتے یا ان کو گھٹاتے گھٹاتے پکڑ لے (جیسے قحط و وبا پڑے اور تدریجاً خاتمہ ہو جاوے یعنی نڈر رہنا نہ چاہئے خدا کو سب قدرت ہے مگر مہلت جو دے رکھی ہے) سو (اس کی وجہ یہ ہے کہ) تمہارا رب شفیق مہربان بڑا ہے (اس لئے مہلت دی ہے کہ اب بھی سمجھ جاؤ اور فلاح اور نجات کا طریق اختیار کر لو)۔ **ف**: آفت کی اقسام مختلف ہیں اول بواسطہ انسان کے دوسرے غیبی طور پر جو احیاناً ہو تیسرے غیبی اور معمولی طور پر جو

خاص شخص کی حالت کے اعتبار سے ہو چوتھے غیبی معمولی طور پر جو عام حالت کے اعتبار سے ہو یُخِیفَ اللّٰہُ میں قسم دوم اور یَاْتِیَهُمُ الْعَذَابُ میں قسم اول اور یَاْخُذَهُمْ فِیْ تَقَلُّبِهِمْ میں قسم سوم اور یَاْخُذَهُمْ عَلٰی تَخَوُّفٍ میں قسم چہارم کی طرف اشارہ ہے۔ **واللہ اعلم باسرار کلامہ۔**

ربط :اوپر شروع سورت سے دور تک توحید کا مضمون تھا آگے پھر عود ہے اسی کی طرف۔

عود بسوئے توحید ☆ اَوَلَمْ یَرَوْا اِلٰی مَا خَلَقَ اللّٰہُ مِنْ شَیْءٍ (الی قولہ تعالٰی) وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ کیا (ان) لوگوں نے اللہ کی ان پیدا کی ہوئی چیزوں کو نہیں دیکھا (اور دیکھ کر توحید پر استدلال نہیں کیا) جن کے سائے کبھی ایک طرف کو کبھی دوسری طرف کو اس طور پر جھکتے جاتے ہیں کہ (بالکل) خدا کے (حکم کے) تابع ہیں (یعنی سایہ کے اسباب کہ آفتاب کا نورانی ہونا اور سایہ دار جسم کا کثیف ہونا ہے اور حرکت سایہ کا سبب کہ آفتاب کی حرکت ہے پھر سایہ کے خواص یہ سب بحکم الٰہی ہے) اور وہ (سایہ دار) چیزیں بھی (اللہ کے روبرو) عاجز (اور تابع حکم) ہیں اور (جس طرح یہ اشیائے مذکورہ جن میں حرکت ارادیہ نہیں جیسا کہ یتفیؤا کی اسناد ظلال کی طرف اس کا قرینہ ہے کیونکہ متحرک بلا ارادہ میں سایہ کی حرکت خود اس متحرک بالارادہ کی حرکت سے ہوتی ہے حکم خدا کے تابع ہیں اسی طرح) اللہ ہی کے مطیع (حکم) ہیں جتنی چیزیں (بالارادہ) چلنے والی آسمانوں میں (جیسے فرشتے) اور زمین میں (جیسے حیوانات) موجود ہیں اور (بالخصوص) فرشتے (بھی) اور وہ (فرشتے باوجود علو مکان و رفعت شان کے اطاعت خداوندی سے) تکبر نہیں کرتے (اور اسی لئے بالخصوص ان کا ذکر کیا گیا باوجودیکہ ما فی السمٰوٰت میں داخل تھے) وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں جو کہ ان پر بالادست ہے اور ان کو جو کچھ (خدا کی طرف سے) حکم کیا جاتا ہے وہ اس کو کرتے ہیں۔ **ربط** :اوپر توحید کا اثبات تھا آگے اشراک کا ابطال ہے۔

ذم وابطال شرک وترہیب عباد ☆ وَقَالَ اللّٰہُ لَا تَتَّخِذُوْا اِلٰهَیْنِ اثْنَیْنِ (الی قولہ تعالٰی) وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ اور اللہ تعالٰی نے (تمام مکلفین کو بواسطہ رسل کے) فرمایا ہے کہ دو (یا زیادہ) معبود مت بناؤ بس ایک معبود ہی ہے (اور جب یہ بات ہے) تو تم لوگ خاص مجھ ہی سے ڈرا کرو (کیونکہ جب الوہیت میرے ساتھ خاص ہے تو جو اس کے لوازم ہیں کمال قدرت وغیرہ بھی میرے ہی ساتھ خاص ہوں گے تو انتقام وغیرہ کا خوف مجھ ہی سے چاہئے اور شرک انتقام کو مستدعی ہے پس شرک نہ کرنا چاہئے) اور اسی کی (ملک) ہیں سب چیزیں جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں اور لازمی طور پر اطاعت بجالانا اسی کا حق ہے (یعنی وہی اس امر کا مستحق ہے کہ سب اس کی اطاعت بجالاویں جب یہ بات ثابت ہے) تو کیا پھر بھی اللہ کے سوا اوروں سے ڈرتے ہو (اور ان سے ڈر کر ان کو پوجتے ہو) اور (جیسا ڈرنے کے قابل سوا خدا کے کوئی نہیں ایسا ہی نعمت دینے والا اور امید کے قابل بجز خدا کے کوئی نہیں چنانچہ) تمہارے پاس جو کچھ (کسی قسم کی) بھی نعمت ہے وہ سب اللہ ہی کی طرف سے ہے پھر جب تم کو (ذرا) تکلیف پہنچتی ہے تو (اس کے رفع ہونے کے لئے) اسی (اللہ) سے فریاد کرتے ہو (اور کوئی بت وغیرہ اس وقت یاد نہیں آتا جس سے توحید کا حق ہونا اس وقت تمہارے اقرار حال سے بھی معلوم ہو جاتا ہے لیکن) پھر جب (اللہ تعالٰی) تم سے اس تکلیف کو ہٹا دیتا ہے تو تم میں کی ایک جماعت (اور وہی بڑی جماعت ہے) اپنے رب کے ساتھ (بدستور سابق) شرک کرنے لگتی ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ ہماری دی ہوئی نعمت کی (وہ تکلیف کا رفع کرنا ہے) ناشکری کرتے ہیں (جو عقلاً بھی قبیح ہے) خیر چند روزہ عیش اڑا لو (دیکھو) اب جلدی (مرتے ہی) تم کو خبر ہوئی جاتی ہے (اور ایک جماعت اس لئے کہا گیا کہ بعضے اس حالت کو یاد رکھ کر توحید و ایمان پر قائم ہو جاتے ہیں کقولہ تعالٰی :فَلَمَّا نَجّٰهُمْ اِلَی الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ [لقمٰن : ۳۲]) اور (منجملہ ان کے شرک کے ایک یہ ہے کہ) یہ لوگ ہماری دی ہوئی چیزوں میں سے ان (معبودوں) کا حصہ لگاتے ہیں جن کے (معبود ہونے کے) متعلق ان کو کچھ علم (اور ان کے معبود ہونے کی کوئی دلیل وسند) نہیں (جیسا اس کی تفصیل پارۂ ہشتم کے رکوع سوم آیت :وَجَعَلُوْا لِلّٰہِ الخ میں گذری ہے) قسم ہے خدا کی تم سے تمہاری ان افتراء پردازیوں کی (قیامت میں) ضرور باز پرس ہوگی اور (ایک شرک ان کا یہ ہے کہ) اللہ تعالٰی کے لئے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں سبحان اللہ (کیسی مہمل بات ہے) اور (اس پر یہ طرہ کہ) اپنے لئے چاہتی چیز (یعنی بیٹے پسند کرتے ہیں) اور جب ان میں کسی کو بیٹی (پیدا ہونے) کی خبر دی جاوے (جس کو اللہ کے لئے تجویز کرتے ہیں) تو (اس قدر ناراض ہو کہ) سارے دن اس کا چہرہ بے رونق رہے اور وہ دل ہی دل میں گھٹتا رہے (اور) جس چیز کی اس کو خبر دی گئی ہے (یعنی تولد دختر) اس کی عار سے لوگوں سے چھپا چھپا پھرے (اور دل میں اتار چڑھاؤ کرے کہ) آیا اس (مولود جدید) کو ذلت (کی حالت) پر لئے رہے یا اس کو (زندہ یا مار کر) مٹی میں گاڑ دے خوب سن لو ان کی یہ تجویز بہت ہی بری ہے کہ اول تو خدا کے لئے اولاد ثابت کرنا یہی کس قدر بری بات ہے پھر اولاد بھی وہ جس کو خود اس قدر ذلیل وموجب عار سمجھیں پس) جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے ان کی بری حالت ہے (دنیا میں بھی کہ ایسے جہل میں مبتلا ہیں اور آخرت میں بھی کہ مبتلائے عقوبت و ذلت ہوں گے) اور اللہ تعالٰی کے لئے تو بڑے اعلٰی درجہ کی صفات ثابت ہیں (نہ وہ جو کہ یہ مشرکین بکتے ہیں) اور وہ بڑے زبردست ہیں (اگر ان کو دنیا میں شرک کی سزا دینا چاہیں تو کچھ مشکل نہیں لیکن ساتھ ہی) بڑی حکمت والے (بھی ہیں بمقتضائے حکمت بعد موت تک سزا کو مؤخر فرما دیا ہے) **ف** :روح المعانی میں ہے کہ خزاعہ ملائکہ کو بیٹیاں خدا کی کہتے تھے اور جیسے نبوت کا اعتقاد مہمل تھا ایسے ہی

ان کی تانیث کا بھی۔ واللہ اعلم۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ الخ باوجود بعض نعمتوں کے ظاہراً منجانب خلق کے ہونے کے سب کو حق تعالیٰ کی طرف سے فرمانا ممکن ہے کہ اس طرف اشارہ ہو کہ نعم کے سب وسائط منعم حقیقی کے مظاہر ہیں اور یہی مسئلہ ہے مظہریت کا ۱۲ قولہ تعالیٰ: وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى سورۂ روم میں ایسی ہی آیت ہے وہاں دیکھ لو ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله في افامن یہ کارروائیاں اشارة الى توجيه الفاء ۱۲۔ ۲ قوله قبل فان ربكم مہلت اشارة الى ان المذكور علة للمقدر اى لم يفعل ذلك فان ربكم الخ ۱۲ منه۔ ۳ قوله في اليمين والشمائل ایک طرف الخ اشارة الى ان المراد بهما مطلق الجانبين مجازاً ۱۲۔ ۴ قوله في يتفيؤا جھکتے جاتے ہیں اشارة الى ان الفئ عام لما قبل الزوال ولما بعده كما نقل الطبرى عن قتادة وابن جريج والضحاك ۱۲۔ ۵ قوله في سجدا تابع اشارة الى ان فيه مجازاً لاشتراك المطلقة فيهما ۱۲۔ ۶ قوله في هم داخرون سایہ دار چیزیں اشارة الى ان الضمير الى شئ والجمع باعتبار عمومه معنى كما ان افراد ضمير ظلاله الراجع الى شئ باعتبار افراده لفظا واتى بضمير ذوى العقول اشارة الى ان دخورها كدخور اهل العقل ۱۲۔ ۷ قوله في الهين یا زیادہ اشارة الى ان المقصود بالنهى التعدد لا خصوصية العدد ولما كان نفى الاثنين يستلزم نفى ما زاد عليه اقتصر عليه ۱۲۔ ۸ قوله في مسكم ذرا دل عليه مادة المس ۱۲۔ ۹ قوله في ليكفروا حاصل اشارة الى ان اللام للعاقبة ۱۲۔ ۱۰ قوله في توضيحه عقلاً اشارة الى فائدة جملة ليكفروا ۱۲۔ ۱۱ قوله قبل لهم طرح اشارة الى انه لا دخل له فى اشراكهم والانكار انما هو على المجموع ۱۲۔ ۱۲ قوله في بشر پیدا اشارة الى حذف المضاف اى بولادة الانثى ۱۲۔ ۱۳ قوله في بشر خبر اشارة الى ارادة المطلق بالمقيد ويحتمل اعتبار كونه سارا فى نفسه ۱۲۔ ۱۴ قوله في سوء عار اشارة الى ان هذا السوء باعتبار العرف لا فى الواقع ۱۲۔ ۱۵ قوله قبل ايمسكه اتا رچڑھاؤ اشارة الى تقدير الكلام هكذا يتوارى ويتفكر فى نفسه ما ذا يفعل المسيكه الخ۔ ۱۶ قوله في يدسه زندہ یا مار کر لان عادتهم كانت مختلفة ولما كان مآل الجميع الدفن دخل فى الدس جميع الصور ۱۲۔

اللغات: قوله ان يخسف بكم الخسف لازم ومتعد فالباء اما للتعدية او للملابسة والارض اما مفعول به او نصب بنزع الخافض ۱۲۔ قوله تخوف فى القاموس تخوف الشئ تنقصه ومنه قوله تعالىٰ او ياخذهم على تخوف آه قوله دابة قال البيضاوى الدبيب هى الحركة الجسمانية سواء كان فى ارض او سماء قلت فيعم الملائكة ۱۲ قوله الدين الطاعة الواصب اللازم الدائم ۱۲ قوله تجئرون الجوار التضرع الصياع ۱۲۔

النحو: قوله من شئ بيان لما خلق ۱۲ قوله من فوقهم حال من ربهم قوله واصبا حال من ضمير الدين (الى قوله تعالىٰ) قوله ولهم عطف على الله معمول ليجعلون۔ قوله على هون حال من فاعل يمسك اى يمسكه حال كون الممسك ذليلا وتذكير الضمير فى يمسكه باعتبار لفظ ما فى ما بشر ۱۲۔

البلاغة: قوله ان كنتم فى الشرط معنى التكبيت والالزام كما فى قول الاجير ان كنت عملت لك فاعطنى حقى فان العمل غير مشكوك فيه كما ان عدم العلم هذا لا يشك فيه ۱۲ منه۔ لعل النكتة فى افراد اليمين وجمع الشمائل مرادا بهما مطلق الجانبين لان التفيو عن اليمين يراد به ما يقارب الطلوع فافراده كافراد النور فى القرآن والتفيو عن الشمال يراد به ما يقارب الغروب فجمعه كجمع الظلمات والله اعلم باسرار كلامه ۱۲۔ قوله اثنين وواحد فى الروح جئى بهما للايضاح والتفسير لا للتاكيد وان حصل و تقرير ذلك ان لفظ آلهين حامل لمعنى الجنسية اعنى الآلهية ومعنى العدو اعنى الاثنينية وكذا لفظ اله حامل لمعنى الجنسية والواحدة والغرض المسوق له الكلام فى الاول النهى عن اتخاذ الاثنين من الآله لا عن اتخاذ جنس الا له وفى الثانى اثبات الواحد من الا له لا اثبات جنسه فوصف آلهين باثنين و آله بواحد ايضاحاً لهذا الغرض ۱۲۔ قوله ثم اذا مسكم وقوله ثم اذا كشف فى الروح ثم فى الاول لتراخى الزمان اشعارا بانهم غمطوا تلك النعم ولم يزالوا عليه الى وقت الالجاء وفى الثانى لتراخى الرتبة ۱۲ قوله فاياى فارهبون فى الروح فيه التفات من الغيبة الى التكلم والنكتة فيه بعد النكتة العامة اعنى الايقاظ والتطرية المبالغة فى التخويف فان تخويف الحاضر مواجهة ابلغ من تخويف الغائب ۱۲۔ قوله تالله لتسئلن فى الروح فى صرف الكلام من الغيبة الى الخطاب المنبئى عن كمال الغضب من شدة الوعيد ما لا يخفى ۱۲ منه۔

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى ؕ لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ ﴿۶۲﴾ تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿۶۵﴾ ع ۸ ۱۴ وَاِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِىْ بُطُوْنِهٖ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿۶۶﴾ وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِىْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ﴿۶۸﴾ ثُمَّ كُلِىْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِىْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ ۛ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَىْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿۷۰﴾ ع ۹ ۱۵

اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں پر ان کے ظلم کے سبب دارو گیر فرماتے تو سطح زمین پر کوئی (حس و) حرکت کرنے والا نہ چھوڑتے لیکن ایک میعاد معین تک مہلت دے رہے ہیں پھر جب ان کا وقت معین آ پہنچے گا اس وقت ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے اور اللہ تعالیٰ کے لئے وہ امور تجویز کرتے ہیں جن کو ناپسند کرتے ہیں اور اپنی زبان سے جھوٹے وعدے کرتے جاتے ہیں کہ ان کے (یعنی ہمارے) لئے ہر طرح کی بھلائی لازمی بات ہے کہ ان کے لئے دوزخ ہے اور بے شک وہ لوگ سب سے پہلے دوزخ میں بھیجے جائیں گے۔ بخدا آپ سے پہلے جو امتیں ہو گذری ہیں ان کے پاس بھی ہم نے رسولوں کو بھیجا تھا سو ان کو بھی شیطان نے ان کے اعمال (کفریہ) مستحسن کر کے دکھلائے پس وہ آج ان کا رفیق ہے اور ان کے واسطے دردناک سزا مقرر ہے اور ہم نے آپ پر یہ کتاب صرف اس واسطے نازل کی ہے کہ جن امور (دین) میں لوگ اختلاف کر رہے ہیں آپ (عام) لوگوں پر اس کو ظاہر فرما دیں اور ایمان والوں کی ہدایت (خاصہ) اور رحمت کی غرض سے اور اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس سے زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد زندہ کیا اس میں ایسے لوگوں کے لئے بڑی دلیل ہے جو سنتے ہیں اور (نیز) تمہارے لئے مواشی میں بھی غور درکار ہے (دیکھو) ان کے پیٹ میں جو گوبر اور خون (کا مادہ) ہے اس کے درمیان میں سے صاف اور گلے میں آسانی سے اترنے والا دودھ (بنا کر) ہم تم کو پینے کو دیتے ہیں اور (نیز) کھجور اور انگوروں کے پھلوں سے تم لوگ نشہ کی چیز اور عمدہ کھانے کی چیزیں بناتے ہو بے شک اس میں ان لوگوں کے لئے بڑی دلیل ہے جو عقل (سلیم) رکھتے ہیں اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے جی میں یہ بات ڈالی کہ تو پہاڑوں میں گھر بنالے اور درختوں میں (بھی) اور لوگ جو عمارتیں بناتے ہیں ان میں بھی پھر ہر قسم کے پھلوں سے چوستی پھر اپنے رب کے رستوں میں چل جو آسان ہیں اس کے پیٹ میں سے پینے کی ایک چیز نکلتی ہے جس کی رنگتیں مختلف ہوتی ہیں کہ اس میں لوگوں کے لئے شفاء ہے اس میں (بھی) ان لوگوں کے لئے بڑی دلیل ہے جو سوچتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے تم کو (اول) پیدا کیا پھر تمہاری جان قبض کرتا ہے اور بعضے تم میں وہ ہیں جو ناکارہ عمر تک پہنچائے جاتے ہیں جس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ ایک چیز سے باخبر ہو کر پھر بے خبر ہو جاتا ہے بے شک اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی قدرت والے ہیں۔

تفسیر: ربط: اوپر شرک کا رد مذکور تھا اور اگلی آیت کے بعد وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الخ میں پھر اسی کے متعلق مضمون ہے اور درمیان میں یعنی اگلی آیت وَلَوْ يُؤَاخِذُ الخ میں شرک کا بوجہ غایت قبح کے مقتضی تعجیل سزا کا ہونا لیکن بمقتضائے حکمت اس سزا کا مؤجل ہونا اور اس اجل پر لا بد اس کا وقوع ہو جانا مذکور ہے جس کی طرف آیت بالا کے اخیر یعنی وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۶۰﴾ میں اشارہ ہو بھی چکا ہے۔

امہال ظالمین تا وقت موعود ☆ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ (الی قولہ تعالی) وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۶۱﴾ اور اگر اللہ تعالیٰ (ظالم) لوگوں پر ان کے (یعنی شرک و کفر) کے سبب (فی الفور دنیا میں پوری) دارو گیر فرماتے تو سطح زمین پر کوئی (حس و) حرکت کرنے والا نہ چھوڑتے (بلکہ سب کو ہلاک کر دیتے) لیکن (فی الفور دارو گیر

نہیں فرماتے بلکہ) ایک میعادِ معین تک مہلت دے رہے ہیں (تا کہ اگر کوئی توبہ کرنا چاہے تو گنجائش ہو) پھر جب ان کا (وہ) وقت معین (نزدیک) آ پہنچے گا اس وقت ایک ساعت نہ (اس سے) پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے (بلکہ فوراً سزا ہو جاوے گی) **ف** : تقریر ملازمت شرط و جزاء میں احقر کے نزدیک یہ ہے کہ ظالم تو اپنے ظلم کی وجہ سے ہلاک ہوتے اور غیر ظالم اس لئے کہ حکمت خداوندی باعتبار اکثر اوقات کے اس عالم میں مجموعہ کے آباد کرنے کو مقتضی ہے ورنہ نیکوں کی آبادی زمین پر بغیر ظالموں کے مثل آبادی ملائکہ کے آسمان پر ہوتی پھر آبادی زمین کو جدا کیوں کیا جاتا اور اس مضمون کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں ارشاد ہے : **لو لم تذنبوا لذهب الله بكم** الخ یعنی لو لم یکن فیکم مذنبون اس لئے نیک بھی نہ رہتے اور چونکہ حیوانات انسان ہی کے منافع کے لئے مخلوق ہوتے ہیں یہ نہ ہوتے تو وہ بھی نہ ہوتے **وهذا من المواهب ولله الحمد** اور اکثر اوقات کی قید اس لئے لگائی کہ بعض اوقات دنیا میں صرف غیر ظالم ہی رہیں گے جیسے زمانِ عیسیٰ علیہ السلام میں ۔ **ربط** : پھر عود ہے ذم شرک و اہل شرک کی طرف جس سے زیادہ مقصود باوجود شرک مذموم کے ان کے دعویٰ نجات کرنے پر مذمت کرنا ہے۔

ذم دعویٰ اہل شرک باوجود منافی ☆ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ (الی قولہ تعالی) وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ۝ اور اللہ تعالیٰ کے لئے وہ امور تجویز کرتے ہیں جن کو خود (اپنے لئے) ناپسند کرتے ہیں (جیسا اوپر آیا ہے وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ) اور (پھر اس پر) اپنی زبان سے جھوٹے دعوے کرتے جاتے ہیں کہ ان کے (یعنی ہمارے) لئے (بر تقدیر وقوع قیامت) ہر طرح کی بھلائی ہے (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بھلائی کہاں سے آئی تھی بلکہ) لازمی بات ہے کہ ان کے لئے (قیامت کے دن) دوزخ ہے اور بیشک وہ لوگ (دوزخ میں) سب سے پہلے بھیجے جاویں گے ۔ **ف** : وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ میں دو وجہ سے تکرار نہیں[1] ایک تو یہ کہ یہ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سے عام ہے چنانچہ اپنی ریاست میں کسی کی شرکت کا ناپسند ہونا بھی اس میں داخل ہے دوسرے یہاں زیادہ مقصود رد ہے **تصف السنتهم** کا کہ ایسی تو باتیں کرتے ہیں اور پھر اپنے لئے قیامت میں امید بھلائی کی رکھتے ہیں جیسا تمہید میں بھی مذکور ہوا اور عنوان بھی اس پر دال ہے اور بر تقدیر وقوع ترجمہ میں اس لئے بڑھایا کہ وہ لوگ قیامت کے منکر تھے پس ان کا یہ کہنا بنائے مذکور پر تھا کقولہ تعالیٰ وَلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى۔

ربط : اوپر کفار کی جہالات و کفریات کا مذکور تھا چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے صدمہ پہنچتا تھا آگے آپ کی تسلی جس کے ضمن میں اثبات رسالت و حقانیت قرآن بھی ہے فرماتے ہیں۔

تسلیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ☆ تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ (الی قولہ تعالی) وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۝ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کے کفر و جہالت پر کچھ غم نہ کیجئے کیونکہ) بخدا آپ (کے زمانہ) سے پہلے جو امتیں ہو گذری ہیں ان کے پاس بھی ہم نے رسولوں کو بھیجا تھا (جیسا آپ کو ان کے پاس بھیجا ہے) سو (جس طرح یہ لوگ اپنی کفریات کو پسند کرتے ہیں اور اس پر قائم ہیں اسی طرح) ان کو بھی شیطان نے ان کے اعمال (کفریہ) مستحسن کر کے دکھلائے پس وہ (شیطان) آج (یعنی دنیا میں) ان کا رفیق ہے (یعنی رفیق تھا کہ ان کو بہکا تا سکھاتا تھا پس دنیا میں تو ان کو یہ خسارہ ہوا) اور (پھر قیامت میں) ان کے واسطے دردناک سزا (مقرر) ہے (غرض یہ لاحقین بھی ان سابقین کی طرح کفر کر رہے ہیں اور ان ہی کی طرح ان کو سزا بھی ہو گی آپ کیوں غم میں پڑیں) اور ہم نے آپ پر یہ کتاب (جس کا نام قرآن ہے اس واسطے نازل نہیں کی کہ سب کا ہدایت پر لانا آپ کے ذمہ ہوتا کہ بعض کے ہدایت پر نہ آنے سے آپ مغموم ہوں بلکہ) صرف اس واسطے نازل کی ہے کہ جن امور (دین) میں لوگ اختلاف کر رہے ہیں (مثل توحید و معاد و احکام حلال و حرام) آپ (عام) لوگوں پر اس کو ظاہر فرما دیں (یہ فائدہ تو قرآن کا عام ہے) اور ایمان والوں کی ہدایت (خاصہ) اور رحمت کی غرض سے (نازل فرمایا ہے سو یہ امور بفضلہ تعالیٰ حاصل ہیں) ۔ **ربط** : اوپر شروع سورت سے زیادہ مضمون توحید کا بہ پیرایۂ انعامات چلا آتا ہے آگے پھر وہی مضمون ہے جو آیت : يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ الخ تک چلا گیا ہے جس میں چند چیزوں سے بترتیب استدلال و امتنان کیا گیا ہے پانی ۔ نباتات ۔ منافع مواشی ۔ منافع نحل ۔ احوال بشر یعنی ایجاد و توفی ابقائے شخصی و نوعی اعطائے حواس و عقل اعطاء اسباب معیشت اور درمیان درمیان آیت : فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا اور آیت : ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا و آیت : وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ میں شرک کا ابطال اور بعض آیات میں صرف اثبات صفات کمال علم و قدرت سے توحید پر استدلال کیا گیا ہے اور ختم آیات پر مضمون تسلیہ کا فرمایا ہے اور شروع سورت سے ان آیات کے ختم تک کہ دو ثلث سورت کا ہے چونکہ ایسے امور مذکور ہیں جو دلائل قدرت ہونے کے علاوہ وجوہ نعمت بھی ہیں اس لئے اس سورت کا نام سورہ نعم بھی ہے یعنی جمع نعمت ۔

عود بتوحید متضمن انعامات ☆ وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً (الی قولہ تعالی) اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ۝ اور اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس سے زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد زندہ کیا (یعنی اس کی قوت نامیہ کو بعد اس کے کہ خشک ہو جانے سے کمزور ہو گئی تھی تقویت دی) اس (امر مذکور) میں ایسے

لوگوں کے لئے (توحید کی اور منعم ہونے کی) بڑی دلیل ہے جو (جی سے ان باتوں کو) سنتے ہیں اور (نیز) تمہارے لئے مواشی میں بھی غور درکار ہے (دیکھو) ان کے پیٹ میں جو گوبر اور خون (کا مادہ) ہے اس کے درمیان میں سے (دودھ کا مادہ کہ ایک حصہ خون کا ہے بعد ہضم کے جدا کر کے تھن کے مزاج سے اس کا رنگ بدل کر اس کو) صاف اور گلے میں آسانی سے اترنے والا دودھ (بنا کر) ہم تم کو پینے کو دیتے ہیں اور (نیز) کھجور اور انگوروں (کی حالت میں غور کرنا چاہئے کہ ان) کے پھلوں سے تم لوگ نشہ کی چیز اور عمدہ کھانے کی چیزیں (جیسے خرمائے خشک و کشمش اور شربت اور سرکہ) بناتے ہو بیشک اس میں (بھی توحید کی اور منعم ہونے کی) ان لوگوں کے لئے بڑی دلیل ہے جو عقل (سلیم) رکھتے ہیں اور (یہ بات بھی غور کے قابل ہے کہ) آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے جی میں یہ بات ڈالی کہ تو پہاڑوں میں گھر (یعنی چھتہ) بنالے اور درختوں میں (بھی) اور لوگ جو عمارتیں بناتے ہیں ان میں (بھی چھتہ لگالے چنانچہ ان سب موقعوں پر وہ چھتہ لگاتی ہے) پھر ہر قسم کے (مختلف) پھلوں سے (جو تجھ کو مرغوب ہوں) چوستی پھر۔ پھر (چوس کر چھتہ کی طرف واپس آنے کے لئے) اپنے رب کے رستوں میں چل جو (تیرے لئے باعتبار چلنے کے اور یاد رہنے کے) آسان ہیں (چنانچہ بڑی بڑی دور سے بے راستہ بھولے ہوئے اپنے چھتے کو لوٹ آتی ہے پھر جب چوس کر اپنے چھتہ کی طرف لوٹتی ہے تو) اس کے پیٹ میں سے پینے کی ایک چیز نکلتی ہے (یعنی شہد) جس کی رنگتیں مختلف ہوتی ہیں کہ اس میں لوگوں (کی بہت سے بیماریوں) کے لئے شفاء ہے اس میں (بھی) ان لوگوں کے لئے (توحید کی اور منعم ہونے کی) بڑی دلیل ہے جو سوچتے ہیں اور (اپنی حالت بھی سوچنے کے قابل ہے کہ) اللہ تعالیٰ نے تم کو (اول) پیدا کیا پھر (عمر ختم ہونے پر) تمہاری جان قبض کرتا ہے (جن میں بعضے تو ہوش و حواس میں چلتے ہاتھ پاؤں اُٹھ جاتے ہیں) اور بعضے تم میں وہ ہیں جو ناکارہ عمر تک پہنچائے جاتے ہیں (جس میں نہ قوت جسمانیہ رہے نہ قوت عقلیہ رہے) جس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ ایک چیز سے باخبر ہو کر پھر بے خبر ہو جاتا ہے (جیسا اکثر ایسے بوڑھوں کو دیکھا جاتا ہے کہ ابھی ان کو ایک بات بتلائی اور ابھی بھول گئے اور پھر اس کو پوچھ رہے ہیں) بیشک اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی قدرت والے ہیں (علم سے ہر ایک مصلحت جانتے ہیں اور قدرت سے ویسا ہی کر دیتے ہیں اس لئے حیات و وفات کی حالتیں مختلف کر دیں پس یہ بھی دلیل ہے توحید کی **ف**: **الانعام** یعنی مواشی سے بھی یہی خاص مواشی مراد ہیں۔ گائے۔ بھینس۔ بھیڑ۔ بکری۔ اونٹ اور نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ الخ کے ترجمہ کی تقریر جو کی گئی اس سے تولد لبن کی کیفیت پر انطباق آیت کا ظاہر ہو گیا حاصل یہ کہ آیت سے یہ مراد نہیں کہ پیٹ میں ایک طرف گوبر ہوتا ہے اور ایک طرف خون اور دونوں کے درمیان میں دودھ رہتا ہے بلکہ پیٹ میں جو غذا ہوتی ہے اس میں وہ اجزاء جو آگے چل کر دودھ بنیں گے اور وہ اجزاء جو گوبر بن جاویں گے سب مخلوط ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو جدا جدا کرتے ہیں کچھ گوبر بن کر دفع ہو جاتا ہے اور کچھ ہضم کبدی میں اخلاط بنتے ہیں جن میں خون بھی ہے پھر اس خون میں وہ حصہ جو آگے چل کر دودھ بنے گا اور وہ حصہ جو دودھ نہ بنے گا یہ دونوں مخلوط ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ایک حصہ جدا کر کے پستان تک پہنچاتا ہے اور وہ وہاں پہنچ کر دودھ بن جاتا ہے جیسا **انثیین** میں خاصیت رکھی ہے کہ خون وہاں پہنچ کر مادہ منویہ بن جاتا ہے پس اجزائے دمویہ خاصہ جو آخر میں مستحیل الی اللبن ہوئے ہیں ایک بار اجزائے مستحیلہ الی الفرث سے اور ایک بار اجزائے دمویہ غیر مستحیلہ الی اللبن سے ممیز ہوتے ہیں یہ تمیز اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے خوب سمجھ لینا چاہئے اور تمیز اول کا تو بطن میں ہونا ظاہر ہے اور تمیز ثانی کا محل بطن کو فرمانا یا تو اس اعتبار سے ہے کہ بطن سے مراد ما فی داخل البدن ہو اور یا اس اعتبار سے کہ یہ اجزائے متمیزہ ثانیاً کسی وقت تو بطن ہی میں تھے اور تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا الخ میں دو قول ہیں ایک یہ کہ نزول آیت کے وقت مسکرات حرام نہ تھے کیونکہ آیت مکی ہے اس لئے امتنان فرمایا لیکن چونکہ حرام ہونے والے تھے اس لئے اس کو حسن وغیرہ کے ساتھ موصوف نہ کیا جیسا رزق کو کیا ہے دوسرا قول یہ ہے کہ گو نزول آیت کے وقت مسکرات حرام بھی ہو گئے ہوں اس احتمال پر کہ شاید یہ آیت مدنی ہو لیکن یہاں امتنان حسی مقصود نہیں تا کہ موقوف ہو حلت پر بلکہ امتنان معنوی یعنی استدلال علی التوحید ہے اور وہ باوجود حرمت کے بھی صحیح ہے کیونکہ یہ بھی دلیل قدرت ہے کہ تازہ شیرہ میں نشہ کی صفت نہ تھی پھر ایک نئی کیفیت اس میں حادث ہو گئی جو علت حرمت کی ہو گئی اور حادث کے لئے محدث کی ضرورت ہے پس وجود محدث پر اس طرح سے یہ دلیل ہو گئی اور بعض نے کہا ہے کہ امتنان مقصود ہی نہیں بلکہ عتاب ہے اور **ورزقا حسنا** میں منّت ہے پس آیت جامع ہے درمیان عتاب و منت کے یعنی ہمارا یہ انعام اور تم ایسی بے جا حرکت کرتے ہو اور شہد کے متعلق اختلاف ہے کہ یہ منہ کی رطوبت ہے یا معدہ کی اگر قول اول ثابت ہے تو **کلی** کے معنی ہوں گے **التقطی** اور **بطونها** سے مراد ہوگا **افواهها** کیونکہ وہ بھی مشابہ بطن کے ہے اور اگر قول ثانی محقق ہو تو دونوں لفظ اپنے ظاہری معنی پر رہیں گے اور ہر حالت میں فِيْهِ شِفَاۗءٌ لِّلنَّاسِ باعتبار بعض امراض کے ہے رہی یہ بات کہ یہ خاصیت تو اکثر ادویہ میں ہے کہ بعض امراض کے لئے نافع ہے پھر عسل کی کیا تخصیص ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ مکھی شہد کی ایک زہری جانور ہے چنانچہ اس کے کاٹنے سے الم شدید کا ہونا اس کی ظاہر دلیل ہے پس معدن سم سے تریاق و شفا کا پیدا کرنا یہ قدرتِ عجیبہ ہے اور شہد کے الوان کا مختلف ہونا امر مشاہد ہے اور ارذل عمر ہر شخص میں باختلاف مزاج مختلف ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ روح میں ہے کہ اس میں اشارہ ہے کہ حق تعالیٰ کبھی ظاہری حقیر شئے میں کوئی عزیز شئے رکھ دیتا ہے

اس لئے صورت پر نظر نہ کرنا چاہئے جیسا حدیث میں ہے کہ بہت میلے کچیلے ایسے مقبول ہوتے ہیں کہ اگر خدا کے بھروسہ قسم کھا بیٹھیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم پوری کر دیتا ہے ۱۲۔

الحواشی: (۱) اوپر آیا ہے: وَيَجْعَلُونَ لِلّٰهِ الْبَنَاتِ اور یہاں فرمایا وَيَجْعَلُونَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُونَ اور بظاہر يَكْرَهُونَ کا مصداق بنات معلوم ہوتا ہے پس کلام میں یہ تکرار ہوا اس کے دو جواب دیئے ایک یہ کہ يَكْرَهُونَ کے مصداق میں شرک فی الریاسۃ بھی داخل ہے کہ اپنے لئے ناگوار سمجھتے تھے اور خدا کے لئے گوارا کرتے تھے پس جب یہ عام ہوا تو تکرار نہ رہا دوسرا جواب یہ کہ اگر اس کا مصداق خاص بھی (یعنی بنات) کہا جاوے تب بھی بوجہ اختلاف غرض تکرار نہیں ہے کیونکہ مقام اول پر تو ان کے اس اعتقاد پر انکار تھا اور دوسرے مقام پر باوجود اس ارتکاب قبیح کے دعویٰ نجات پر انکار ہے جیسا کہ تمہید یعنی ربط اور عنوان یعنی سرخی میں اس طرف اشارہ ہے ۱۲ منہ۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله في الناس ظالم كذا في الروح ۱۲۔ ۲ قوله في يواخذ پوری لان بعض المواخذة قد يقع ليذيقهم بعض الذى عملوا الخ ۱۲۔ ۳ قوله في عليها زمین لدلالة الناس عليه ۱۲۔ ۴ قوله في كل الثمرات تجھ کو مرغوب اشارة الى ان الكل الاستغراق العرفى او للتكثير ۱۲۔ ۵ قوله قبل ومنكم من يرد جن میں بعضے تو ہوش الخ اشارة الى ان قوله تعالىٰ ومنكم من يرد معطوف على مقدر اى فمنكم من تعجل وفاته ومنكم الخ ۱۲۔ ۶ قوله في لكيلا يعلم جس کا یہ اثر اشارة الى ان اللام للعاقبة ۱۲۔

اختلاف القراءۃ: نسقيكم من المجرد والمزيد قراء تان وهما لغتان بمعنى لطيفة ذكر ههنا اربعة اشياء المآء واللبن والخمر والعسل بالترتيب الذى روعى فى عين هذه الاشياء مذكورة فى سورة محمد فى قوله تعالىٰ فيها انهار من ماء غير آسن الخ ولعل السر فى هذا الترتيب ان الماء اصل فى الشرب ثم اللبن اكثر من الخمر ثم الخمر معنى الشرب فيه اقوى من العسل لان العسل قد يوتدم به ففيه معنى الاكل بخلاف الخمر والله اعلم ۱۲۔

اللغات: قوله مفرطون مقدمون او منسيون متركون كذا فى القاموس ۱۲ قوله اوحى الهم والنكتة فى التعبير به ان هذا الالهام يكون بحيث لا يعلمه الا اللطيف الخبير فشابه الوحى ۱۲ قوله لكيلا يعلم کے مصدرية بمعنى ان۔

النحو: فى الروح قوله هدى ورحمة فى موضع نصب على انهما مفعول من اجله والناصب انزلنا ولما اتحد الفاعل فى العلة والمعلول وصل الفعل بهما بنفسه ولما لم يتحد فى التبيين لان فاعل الانزال هو الله تعالىٰ لا الرسول عليه الصلوة والسلام وصلت العلة بالحرف آه قوله مما فى بطونه من بين من الاولىٰ تبعيضية ومن الثانية ابتدائية وكلاهما متعلق بنسقيكم وجوز ان يكون من بين حالا من لبنا قدم عليه لتنكيره وللتنبيه على انه موضع العبرة وتذكير الضمير فى بطونه الراجع الى اللانعام لان الانعام اسم جميع فهو مفرد لفظاً قوله ومن ثمرات متعلق تتخذون ومنه تكرير للظرف تاكيدا كذا فى الروح ۱۲۔

البلاغۃ: قوله تصف السنتهم الكذب فى الروح والمراد من تصف السنتهم الكذب يكذبون وهو من بليغ الكلام و بديعه و سياتى ان شاء الله تعالىٰ قريبا تمام الكلام فى ذلك آه ثم انجر وعده فى آخر السورة وقال السنتهم لكونها منشأ للكذب ومنبعا للزور شخص عالم بكنهه ومحيط بحقيقته يصفه للناس ويعرفه او ضح وصف وابين تعريف ومثل هذا وارد فى كلام العرب والعجم تقول له وجه يصف الجمال وريق يصف السلاف وعين تصف السحر آه قوله هدى ورحمة فى الروح ولعله انما قدمت علة التبيين على علتى الهدى والرحمة لتقدمه فى الوجود عليهما ۱۲ منه قوله يسمعون التعبير بالسمع مع ان ما ذكرها ههنا مبصر اشارة الى انه فى الوضوح من الاستدلال به بحيث يكفى سماعه لا يحتاج الى رؤية ورؤية ۱۲۔

الحواشی: (۲) اى كلمة منه فى قوله تتخذون منه تكرير للظرف اى لقوله من ثمرات ۱۲۔

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِى الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّىْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ؕ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا

يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝٧٣ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝٧٤ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰي شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ۭ هَلْ يَسْتَوٗنَ ۭ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝٧٥ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰي شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰي مَوْلٰىهُ ۙ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ۭ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝٧٦

ع ١٠ / ١٦

اور اللہ تعالیٰ نے تم میں بعضوں کو بعضوں پر رزق میں فضیلت دی ہے سو جن لوگوں کو فضیلت دی گئی ہے وہ اپنے حصہ کا مال اپنے غلاموں کو اس طرح کبھی دینے والے نہیں کہ وہ (مالک و مملوک) سب اس میں برابر ہو جاویں کیا پھر بھی خدائے تعالیٰ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے تم ہی میں سے تمہارے لئے بیبیاں بنائیں اور (پھر) ان بیبیوں سے تمہارے بیٹے اور پوتے پیدا کئے اور تم کو اچھی اچھی چیزیں کھانے (پینے) کو دیں کیا پھر بھی بے بنیاد چیز پر ایمان رکھیں گے اور اللہ کی نعمت کی ناشکری کرتے رہیں گے اور اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی عبادت کرتے رہیں گے جو ان کو نہ آسمان سے رزق پہنچانے کا اختیار رکھتی ہیں اور نہ زمین میں سے اور نہ قدرت رکھتی ہیں سو تم اللہ تعالیٰ کے لئے مثالیں مت گھڑو اللہ تعالیٰ (خوب) جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے۔ اللہ تعالیٰ ایک مثال بیان فرماتا ہے کہ ایک غلام ہے دوسرے کی ملک کا جو کسی بات کا اختیار نہیں رکھتا اور ایک شخص ہے جسے ہم نے اپنے پاس سے معقول روزی دے رکھی ہے جس میں سے وہ چھپے کھلے خرچ کرتا رہتا ہے کیا یہ سب برابر ہو سکتے ہیں؟ اللہ ہی کے لئے سب تعریف ہے بلکہ ان میں سے اکثر جانتے نہیں اور اللہ تعالیٰ ایک مثال بیان فرماتا ہے دو شخصوں کی جن میں سے ایک گونگا ہے اور کسی چیز پر اختیار نہیں رکھتا بلکہ وہ اپنے مالک پر بوجھ ہے کہیں بھی اسے بھیجے وہ کوئی بھلائی نہیں لاتا کیا یہ اور وہ جو عدل کا حکم دیتا ہے اور ہے بھی سیدھی راہ پر برابر ہو سکتے ہیں۔ ۝

تفسیر: ربط: اور ذکر ہو چکا۔

بقیہ مضمون سابق ☆ وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰي بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ (الی قولہ تعالی) وَهُوَ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝٧٦ اور (اثبات توحید کے ساتھ شرک کا قبح ایک باہمی معاملہ کے ضمن میں سنو کہ) اللہ تعالیٰ نے تم میں بعضوں کو بعضوں پر رزق (کے باب) میں فضیلت دی ہے (مثلاً کسی کو غنی اور غلاموں کا مالک بنایا کہ ان کے ہاتھ سے ان غلاموں کو بھی رزق پہنچتا ہے اور کسی کو غلام بنا دیا کہ اس کو مالک ہی کے ہاتھ سے رزق پہنچتا ہے اور کسی کو نہ ایسا غنی بنایا کہ دوسرے غلاموں کو دے نہ غلام بنایا کہ اس کو کسی مالک کے ہاتھ سے پہنچے) سو جن لوگوں کو (رزق میں خاص) فضیلت دی گئی ہے (کہ ان کے پاس مال بھی ہے اور غلام بھی ہیں) وہ (لوگ) اپنے حصہ کا مال اپنے غلاموں کو اس طرح کبھی دینے والے نہیں کہ وہ (مالک و مملوک) سب اس میں برابر ہو جاویں (کیونکہ اگر غلام رکھ کر دیا تو مال ان کی ملک ہی نہ ہوگا بلکہ بدستور یہی مالک رہیں گے اور اگر آزاد کر کے دیا تو مساواۃ ممکن ہے مگر وہ غلام نہ رہیں گے پس غلامی اور مساوات ممکن نہیں اسی طرح یہ بت وغیرہ جب باعتراف مشرکین خدا تعالیٰ کے مملوک ہیں تو باوجود مملوک ہونے کے معبودیت میں خدا کے مماثل کیسے ہو جاویں گے اس میں شرک کی غایت تقبیح ہے کہ جب تمہارے غلام تمہارے شریک رزق نہیں ہو سکتے تو اللہ تعالیٰ کے غلام اس کے شریک الوہیت کیسے ہو سکتے ہیں) کیا (یہ مضامین سن کر) پھر بھی (خدائے تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں جس سے عقلاً یہ لازم آتا ہے کہ خدائے تعالیٰ کی نعمت کا (یعنی اس بات کا کہ خدا نے نعمت دی ہے) انکار کرتے ہیں (وجہ لزوم ظاہر ہے کیونکہ متفرد بالانعام کیلئے تفرد بالمعبودیت لازم ہے اور شرک سے لازم منتفی ہو گیا پس ملزوم بھی منتفی ہو گیا اور تفرد بالانعام اس کے منعم ہونے کے لوازم سے ہے پس اس کا بھی انکار ہو گیا پس شرک مستلزم ہے انکار انعام منعم کو اور یہ فی نفسہ عقلاً قبیح ہے پس شرک کا قبح بعنوان دوسرے امر کے جس کا قبح مسلم ہے ظاہر ہو گیا) اور (منجملہ دلائل قدرت و وجوہِ نعمت کے ایک بڑی نعمت اور دلیل قدرت اللہ تعالیٰ کی خود تمہارا وجود بقاء شخصی و نوعی ہے کہ) اللہ تعالیٰ نے تم ہی میں سے (یعنی تمہاری جنس اور نوع سے) تمہارے لئے بیبیاں بنائیں اور (پھر) ان بیبیوں سے تمہارے بیٹے اور پوتے پیدا کئے (کہ یہ بقائے نوعی ہے) اور تم کو اچھی اچھی چیزیں کھانے (پینے) کو دیں (کہ یہ بقاء شخصی ہے اور چونکہ بقاء موقوف ہے وجود پر اس کی طرف بھی اشارہ ہو گیا) کیا (یہ سب دلائل و نعم سن کر) پھر بھی بے بنیاد چیز پر (یعنی بتوں وغیرہ پر جن کے معبود ہونے کی کوئی دلیل نہیں بلکہ خلاف دلیل ہے) ایمان رکھیں گے اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری (و بے قدری) کرتے رہیں گے اور (مطلب اس ناشکری کا یہ ہے کہ) اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی عبادت کرتے رہیں گے جو ان کو نہ آسمان میں سے رزق پہنچانے کا اختیار رکھتی ہیں اور نہ زمین میں سے (یعنی نہ بارش کرنے کا ان کو اختیار ہے نہ زمین سے کوئی پیداوار کرنے کا) اور نہ (اختیار حاصل کرنے کی) قدرت رکھتی ہیں

(اس کی نفی سے زیادہ مبالغہ ہوگیا کیونکہ بعض دفعہ دیکھا جاتا ہے کہ ایک شخص بالفعل تو با اختیار نہیں ہے لیکن جدوجہد سے اختیارات حاصل کرلیتا ہے اس لئے اس کی بھی نفی فرمادی) سو (جب شرک کا بطلان ثابت ہوگیا تو) تم اللہ تعالیٰ کے لئے مثالیں مت گھڑو (کہ اللہ تعالیٰ کی مثال بادشاہان دنیا کی سی ہے کہ ہر شخص ان سے عرض حاجت نہیں کرسکتا اس لئے اس کے نائب ہوتے ہیں کہ عوام ان سے عرض حاجت کرتے ہیں پھر وہ سلاطین سے عرض کرتے ہیں کذا فی الکبیر ویؤخذ من قولہ تعالیٰ :مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا [الزمر : ۳] وَهٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ [یونس : ۱۸]) اللہ تعالیٰ (خوب) جانتے ہیں (کہ ایسی مثالیں محض مہمل ہیں) اور تم (بوجہ عدم تدبر کے) نہیں جانتے (اس لئے جو چاہتے ہو بک ڈالتے ہو اور) اللہ تعالیٰ (شرک کے بطلان ظاہر کرنے کے لئے) ایک مثال بیان فرماتے ہیں کہ (فرض کرو) ایک (تو) غلام ہے (کسی کا) مملوک کہ (اموال وتصرفات میں سے) کسی چیز کا (بلا اذن) اختیار نہیں رکھتا اور (دوسرا) ایک شخص ہے جس کو ہم نے اپنے پاس سے خوب روزی دے رکھی تو وہ اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ (جس طرح جی چاہتا ہے جہاں چاہتا ہے) خرچ کرتا ہے (اس کو کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں) کیا اس قسم کے شخص آپس میں برابر ہوسکتے ہیں (پس جب مالک مجازی اور مملوک مجازی برابر نہیں ہوسکتے تو مالک حقیقی ومملوک حقیقی تو کب برابر ہوسکتے ہیں اور استحقاق عبادت موقوف ہے مساوات پر اور وہ منتفی ہے حقیقت میں) ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے لائق ہیں (کیونکہ کامل الذات والصفات وہی ہیں پس معبود بھی وہی ہوسکتا ہے مگر پھر بھی مشرکین غیر اللہ کی عبادت نہیں چھوڑتے) بلکہ ان میں اکثر تو (بوجہ عدم تدبر کے) جانتے ہی نہیں (اور اسی وجہ سے کہ عدم علم لاسبب عدم تدبر ہے معذور نہ ہوں گے) اور اللہ تعالیٰ (اس کی توضیح کے لئے) ایک اور مثال بیان فرماتے ہیں کہ (فرض کرو) دو شخص ہیں جن میں ایک تو (علاوہ غلام ہونے کے) گونگا (بہرا بھی) ہے (اور بوجہ بہرے اندھے بے عقل ہونے کے) کوئی کام نہیں کرسکتا اور (اس وجہ سے) وہ اپنے مالک پر ایک وبال جان ہے (کہ وہ مالک ہی اس کے سارے کام کرتا ہے اور) وہ (مالک) اس کو جہاں بھیجتا ہے کوئی کام درست کرکے نہیں لاتا (یعنی خود تو کیا کرتا دوسروں کی تعلیم سے بھی اس سے کوئی کام درست نہیں ہوتا سو) کیا یہ شخص اور ایسا شخص باہم برابر ہوسکتے ہیں جو اچھی اچھی باتوں کی تعلیم کرتا ہو (جس سے اس کا ناطق عاقل صاحب قوۃ علمیہ ہونا معلوم ہوتا ہے) اور وہ خود بھی (ہر امر میں) معتدل طریقہ پر (چلتا) ہو (جس سے قوۃ عملیہ منتظمہ معلوم ہوتی ہے جب مخلوق مخلوق میں باوجود تشارک فی الماہیت والاوصاف الکثیرہ کے یہ تفاوت ہے تو کجا مخلوق وخالق۔ اور لَا يَقْدِرُ [1] کے ترجمہ میں بلا اذن کی قید سے فقہی [2] شبہات مندفع ہوگئے اور کوئی وسوسہ میں نہ پڑے کہ شاید معبود غیر اللہ کو بھی اذن ہوگیا ہو۔ جواب یہ ہے کہ ربوبیت کے لئے کسی کو اذن نہیں ہوا اور نہ ہوسکتا ہے)۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ : فَلَا تَضْرِبُوْا الخ اس میں دلالت ہے کہ ذات وصفات میں رائے اور ذوق سے کلام نہ کرنا چاہئے اور اس سے اسمائے الٰہیہ کا توقیفی ہونا بھی ظاہراً معلوم ہوتا ہے ۱۲۔

الحواشی: (۱) جو کہ آیت ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا میں واقع ہے ۱۲ منہ۔ (۲) مثلاً یہ کہ ماذون ہونے کے بعد تو وہ قادر علی التصرف ہوجاتا ہے اور قدرت سے مراد قدرت حکمی ہے نہ کہ حسی پس عرفی شبہات بھی نہیں ہوسکتے کہ قدرت تو اس کی مشاہد ہے پھر نفی کیسے کردی ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قوله فی** و یعبدون مطلب اشارة الی انه عطف تفسیر ۱۲۔ ۲؎ **قوله فی** حسنا خوب ای الکثیر وهذا معنی مجازی لانه فی الاصل ما یستحسنه الناس والمعروف ان الکثیر یستحسونه ۱۲۔ ۳؎ **قوله فی** یستوٗن اس قسم کے اشار به الی ان المراد الصفات لا الفردان ولذا اورد بصیغة الجمع دون التثنیة ۱۲۔ ۴؎ **قوله** قبل بل اکثرهم نہیں چھوڑتے فظهر به توجیه کلمة بل ۱۲۔ ۵؎ **قوله فی** مثلا الثانی اور بقرینة العطف علی مثل ۱۲۔ ۶؎ **قوله فی** احدهما ابکم علاوہ غلام دلیله قوله تعالیٰ مولاه فان الظاهر منه المالك وایضا لما اورد المثال الثانی لزیادة التوضیح ینبغی ان یراعی فیه ما روعی فی الاول مع شیٔ زائد ۱۲۔ ۷؎ **قوله فی** لا یقدر بوجہ بہرے الخ لان المثال لا یظهر وجهه بدون اعتبار هذه الاوصاف فاشار الی دخول کلها فی نفی القدرة ولعل تخصیص الابکم بالذکر لان اللسان اکثر فائدة لان غالب الافادة والاستفادة یتعلق به بخلاف غیره فافهم ۱۲۔

اللغات: قوله حفدة فی القاموس مع معان اخر اولاد الاولاد ۱۲ قوله کل ثقیل اصله من الغلط الذی هو نقیض الحدة یقال کل السکین اذا غلظت شفرته کذا فی النیسابوری قلت فاطلاق الکل علی العبد لغلظة معنویة ۱۲۔

النحو: قوله من الطیبٰت من تبعیضیة وهذا ظاهر ۱۲۔

البلاغۃ: قوله مملوکا زاده للدلالة علی تعیین معنی العبد دفعاً للاشتراك لانه یستعمل بمعنی عبد الله ایضاً ۱۲۔

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَاللّٰهُ

اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾ اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَاۗءِ ۭ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿۸۰﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ﴿۸۱﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۸۲﴾ يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۳﴾ ع ۱۱ ۷ ۱۷

اور آسمان وزمین کا علم صرف اللہ ہی کو معلوم ہے اور قیامت کا اَمر تو ایسا ہی ہے جیسے آنکھ کا جھپکنا بلکہ اس سے زیادہ قریب بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ سے نکالا ہے کہ اس وقت تم کچھ بھی نہیں جانتے تھے اسی نے تمہارے کان اور آنکھیں اور دل بنائے کہ تم شکر گذاری کرو کیا ان لوگوں نے پرندوں کو نہیں دیکھا جو حکم کے بندھے ہوئے آسمان میں ہیں جنہیں بجز اللہ کے کوئی اور تھامے ہوئے نہیں بے شک اس میں تو ایمان لانے والے لوگوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تمہارے گھروں میں سکونت کی جگہ بنادی ہے اور اسی نے تمہارے لئے چوپایوں کی کھالوں کے گھر بنادیئے ہیں جنہیں تم ہلکا پھلکا پاتے ہو اپنے کوچ کے دن اور اپنے ٹھہرنے کے دن بھی اور ان کی اون اور روؤں اور بالوں سے بھی اس نے بہت سے سامان قوت مقررہ کے لئے فائدہ کی چیزیں بنادیں اللہ ہی نے تمہارے لئے اپنی پیدا کردہ چیزوں میں سے سائے بنائے ہیں اور اسی نے تمہارے لئے پہاڑوں میں غار بنائے ہیں اور اسی نے تمہارے کرتے بنائے ہیں جو تمہیں گرمی سے بچائیں اور ایسے کرتے بھی جو تمہیں لڑائی کے وقت کام آئیں وہ اسی طرح اپنی پوری پوری نعمتیں دے رہا ہے کہ تم حکم بردار بن جاؤ پھر بھی اگر یہ منہ موڑے رہیں تو تجھ پر تو صرف ظاہری تبلیغ کردینا ہی ہے یہ خدا کی نعمتیں جانتے پہنچانتے ہوئے ان کے منکر ہو رہے ہیں بلکہ ان میں سے اکثر ناشکرے ہیں۔

تفسیر: **ربط:** تمہید آیات واللہ انزل الخ میں گذر چکا۔

تتمہ سابق ☆ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (الی قولہ تعالیٰ) وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۳﴾ اور آسمانوں اور زمین کی (تمام) پوشیدہ باتیں (جو کسی کو معلوم نہیں باعتبار علم کے) اللہ ہی کے ساتھ خاص ہیں (پس صفت علم میں وہ کامل ہیں) اور (قدرت میں ایسے کامل ہیں کہ ان غیوب میں سے جو ایک امر عظیم ہے) قیامت (اس) کا معاملہ بس ایسا (جھٹ پٹ) ہوگا جیسے آنکھ جھپکنا بلکہ اس سے بھی جلدی (قیامت کے معاملہ سے مراد ہے مردوں میں جان پڑنا اور اس کا جلدی ہونا ظاہر ہے کیونکہ آنکھ جھپکنا حرکت ہے اور حرکت زمانی ہوتی ہے اور جان پڑنا آنی ہے اور آنی ظاہر ہے کہ زمانی سے اسرع ہے اور اس پر تعجب نہ کیا جاوے کیونکہ) یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں (اور اثباتِ قدرت کے لئے تخصیص ساعت کی شاید اس وجہ سے کی ہو کہ وہ منجملہ غیوب خاصہ کے بھی ہے پس وہ علم اور قدرت دونوں کی دلیل ہے قبل الوقوع تو علم کی اور بعد الوقوع قدرت کی) اور (منجملہ دلائل قدرت و وجوہ نعمت یہ امر ہے کہ) اللہ تعالیٰ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ سے اس حالت میں نکالا کہ تم کچھ بھی نہ جانتے تھے (اس مرتبہ کا نام اصطلاح میں عقل ہیولانی ہے) اور اس نے تم کو کان دیئے اور آنکھ اور دل تاکہ تم شکر کرو (استدلال علی القدرت کے لئے) کیا لوگوں نے پرندوں کو نہیں دیکھا کہ آسمان کے (تلے) میدان میں (قدرت کے) مسخر ہو رہے ہیں (یعنی) ان کو (اس جگہ) کوئی نہیں تھامتا بجز اللہ کے (ورنہ ان کے اجسام کا ثقیل ہونا اور ہواء معاوق کا رقیق ولطیف ہونا طبعاً مقتضی اس کو ہے کہ نیچے گر پڑیں اس لئے) اس (امر مذکور) میں ایمان والوں کے لئے (قدرت الٰہیہ کی) چند دلیلیں (موجود) ہیں (چند نشانیاں اس لئے فرمایا کہ طیور کو خاص وضع پر پیدا کرنا جس سے اڑنا ممکن ہوا ایک دلیل ہے پھر جو کو ایسے طور پر پیدا کرنا جس میں اڑنا ممکن ہو ایک دلیل ہے پھر بالفعل اس طیران کا وقوع ایک دلیل ہے اور جتنے اسباب کو طیران میں دخل ہے جس کی وجہ سے ثقل جسم ورقۃ قوام معاوق کا اثر طبعی ظاہر نہیں ہوا چونکہ وہ سب اللہ ہی کے پیدا کیے ہوئے ہیں پھر ان اسباب پر مسبب یعنی طیران کا مرتب ہو جانا یہ بھی بہ مشیت الٰہی ہے اس لئے مَا يُمْسِكُهُنَّ الخ فرمایا گیا) اور (منجملہ وجوہ نعمت دلائل قدرت یہ امر ہے کہ) اللہ تعالیٰ نے تمہارے واسطے (حالت حضر میں) تمہارے گھروں میں رہنے کی جگہ بنائی اور (حالت سفر میں) تمہارے لئے جانوروں کی کھال کے گھر (یعنی خیمے) بنائے

جن کو تم اپنے کوچ کے دن اور مقام (کرنے) کے دن ہلکا (پھلکا) پاتے ہو (اور اس وجہ سے اس کا لادنا اور نصب کرنا سب سہل معلوم ہوتا ہے) اور ان (جانوروں) کے اون اور ان کے رووں اور ان کے بالوں سے (تمہارے) گھر کا سامان اور فائدے کی چیزیں ایک مدت تک کے لئے بنائیں (مدت تک اس لئے فرمایا کہ عادۃً یہ سامان بہ نسبت روئی کے کپڑوں کے دیرپا ہوتا ہے) اور (منجملہ دلائل قدرت و وجوہ نعمت کے یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اپنی بعضی مخلوقات کے سائے بنائے (جیسے درخت و مکانات وغیرہ) اور تمہارے لئے پہاڑوں میں پناہ کی جگہیں بنائیں (یعنی غار وغیرہ جس میں گرمی سردی بارش موذی دشمن آدمی جانور سے محفوظ رہ سکتے ہو) اور تمہارے لئے ایسے کرتے بنائے جو گرمی سے تمہاری حفاظت کریں اور ایسے کرتے (بھی) بنائے جو تمہاری (آپس کی) لڑائی (زخم لگنے) سے تمہاری حفاظت کریں (مراد اس سے زرہیں ہیں) اللہ تعالیٰ تم پر اسی طرح (کی) اپنی نعمتیں پوری کرتا ہے تاکہ تم (ان نعمتوں کے شکریہ میں) فرمانبردار رہو (اور ہر چند کہ نعم مذکورہ میں بعض مصنوعات عباد بھی ہیں مگر مادہ اور سلیقہ ترکیب تو اللہ ہی کا پیدا کیا ہوا ہے اس لئے منعم حقیقی وہی ہیں) پھر (ان نعمتوں کے بعد بھی) اگر یہ لوگ (ایمان سے) اعراض کریں تو (آپ غم نہ کریں آپ کا کوئی ضرر نہیں کیونکہ) آپ کے ذمہ تو صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے (اور ان کے اعراض کی وجہ ان نعمتوں کا نہ پہچاننا نہیں ہے) وہ لوگ خدا کی نعمت کو (تو) پہچانتے ہیں (مگر پہچان کر) پھر (برتاؤ میں) اس کے منکر ہوتے ہیں (کہ جو برتاؤ منعم کے ساتھ چاہئے تھا یعنی عبادت وہ دوسرے کے ساتھ کرتے ہیں) اور زیادہ ان میں (ایسے ہی) ناسپاس ہیں۔

ف: لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا میں جو عقل ہیولانی کے مرتبہ میں مطلقاً نفی علم کی کی گئی ہے اگر حکماء کے اس دعوے کی دلیل کے مقدمات سب تسلیم کر لئے جاویں کہ اس وقت نفس کو اپنا علم حضوری ہوتا ہے تو اس شَيْئًا سے اس کی تخصیص بدلیل عقل ہو جاوے گی ورنہ اپنے عموم پر رہے گا اور متاع کا مفہوم اثاث سے عام ہے کہ تجارت اور زینت وغیرہ سب کو شامل ہے اور یہاں کرتوں کی صفت میں گرمی کے بچاؤ کا ذکر فرمایا کیونکہ شروع سورت میں لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ میں سردی کا بچاؤ مذکور ہو چکا ہے اور اکثر ممالک میں غالباً سردیوں میں پوستین اور اونی کپڑوں کا استعمال اور گرمیوں میں روئی کا استعمال اس کا مرجح ہوا کہ وہاں سردی[۲] کے بچاؤ کا ذکر ہوا اور یہاں گرمی کے بچاؤ کا۔

الحواشی: (۱) اور اثبات قدرت یعنی استدلال علی القدرت کے لئے واقعہ ساعت کو ذکر کے ساتھ اس واسطے خاص فرمایا کہ اس میں دوسرے دلائل سے ایک خصوصیت زائد ہے کہ یہ دال علی العلم ہے ۱۲ منہ۔ (۲) کیونکہ وہاں انعام کا ذکر ہے جس کے یہ اجزاء ہیں اور یہاں مطلق سرابیل ہے جو روئی کو بھی شامل ہے ۱۲۔

اللغات: اللمح النظر ۱۲ قوله الطير جمع طائر ۱۲ قوله الجو الهواء المتباعد من الارض وقيل مسافة ما بين السماء والارض واضافته الى السماء لما انه في جانبها من الناظر ۱۲ قوله السكن فعل بمعنى المفعول اى ما يسكن فيه ۱۲ قوله تستخفونها السين للوجدان ۱۲ الصوف للغنم الوبر للابل الشعر للمعز السربال القميص وكل ما يلبس كذا في القاموس ۱۲۔

النحو: قوله من بيوتكم من بيانية ۱۲۔

البلاغة: قوله او هو اقرب قال الفراء او بمعنى بل ولاتنا في بين تشبيهه في السرعة بما هو غاية ما يتعارفه الناس في بابه وبين كونه في الواقع اقرب من ذلك وهذا بناء على ان الغرض من التشبيه بيان سرعته لا بيان مقدار زمان وقوعه وتحديده كذا في روح المعاني ۱۲۔

وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ﴿٨٤﴾ وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ﴿٨٥﴾ وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ أَشْرَكُوا شُرَكَاءَهُمْ قَالُوا رَبَّنَا هَٰؤُلَاءِ شُرَكَاؤُنَا الَّذِينَ كُنَّا نَدْعُو مِنْ دُونِكَ ۖ فَأَلْقَوْا إِلَيْهِمُ الْقَوْلَ إِنَّكُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿٨٦﴾ وَأَلْقَوْا إِلَى اللَّهِ يَوْمَئِذٍ السَّلَمَ ۖ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٨٧﴾ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ زِدْنَاهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يُفْسِدُونَ ﴿٨٨﴾ وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِمْ مِنْ أَنْفُسِهِمْ ۖ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ ۚ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ﴿٨٩﴾ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ

ع ۱۲ ۱۸

بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۹۰﴾

جس دن ہم ہر امت میں سے گواہ کھڑا کریں گے پھر کافروں کو نہ اجازت دی جائے گی اور نہ وہ عذر اور رجوع طلب کئے جائیں گے جب یہ ظالم عذاب دیکھ لیں گے پھر نہ تو وہ ان سے ہلکا کیا جائے گا اور نہ وہ ڈھیل دیئے جائیں گے جب مشرکین اپنے شریکوں کو دیکھ لیں گے تو کہیں گے اے ہمارے پروردگار یہی ہمارے وہ شریک ہیں جنہیں ہم تجھے چھوڑ کر پکارا کرتے تھے پس وہ انہیں جواب دیں گے کہ تم بالکل ہی جھوٹے ہو اس دن وہ سب عاجز ہو خدا کے سامنے اطاعت کا اقرار پیش کریں گے اور جو بہتان باز دعا کرتے تھے وہ سب ان سے گم ہو جائے گا جنہوں نے کفر کیا اور راہ خدا سے روکا ہم انہیں عذابوں پر عذاب بڑھاتے جائیں گے یہ بدلہ ہوگا ان کی فتنہ پردازیوں کا۔ جس دن ہم ہر امت میں ان ہی میں سے ان کے مقابلے میں گواہ کھڑا کریں گے اور تجھے ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے اور ہم نے تجھ پر یہ کتاب نازل فرمائی ہے جو ہر چیز کا شافی بیان ہے اور ہدایت اور رحمت اور خوش خبری ہے مسلمانوں کے لئے۔ اللہ تعالیٰ عدل کا بھلائی کا اور قرابت داروں کے ساتھ سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی کے کاموں ناشائستہ حرکتوں اور ظلم وزیادتی سے روکتا ہے وہ اب تمہیں نصیحت کر رہا ہے کہ تم نصیحت حاصل کر لو۔

تفسیر: ربط: اوپر توحید اور نعمت کے ذکر میں کفار کے شرک اور انکار نعمت کا ذکر فرمایا تھا آگے اس پر عذاب یوم قیامت کی وعید فرماتے ہیں۔

وعید کفار بر کفر ☆ وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا (الی قولہ تعالی) بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ ﴿۸۸﴾ اور (وہ دن یاد کرنے کے قابل ہے) جس دن ہم ہر ہر امت میں سے ایک ایک گواہ (کہ اس امت کا پیغمبر ہوگا) قائم کریں گے (جو ان کے اعمال سیئہ کی شہادت دیں گے) پھر ان کافروں کو (عذر ومعذرت کرنے کی) اجازت نہ دی جاوے گی اور نہ ان کو حق تعالیٰ کے راضی کرنے کی فرمائش کی جاوے گی (یعنی ان سے یوں نہ کہا جاوے گا کہ تم توبہ یا کوئی عمل کر کے اللہ کو خوش کر لو وجہ اس کی ظاہر ہے کہ آخرت دار الجزاء ہے دار العمل نہیں) اور جب ظالم (یعنی کافر) لوگ عذاب کو دیکھیں گے (یعنی اس میں پڑیں گے تو) وہ عذاب نہ ان سے ہلکا کیا جاوے گا اور نہ وہ (اس میں) کچھ مہلت دیئے جاویں گے (کہ چند روز کے بعد وہ عذاب جاری کیا جاوے) اور جب مشرک لوگ اپنے شریکوں کو (جن کو خدا کے سواء پوجتے تھے) دیکھیں گے تو (بطور اقرار جرم کے) کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار وہ ہمارے شریک یہی ہیں کہ آپ کو چھوڑ کر ہم ان کی پوجا کرتے تھے سو وہ (شرکاء ڈریں گے کہ کہیں ہماری کمبختی نہ آجاوے اس لئے وہ) ان کی طرف کلام کو متوجہ کریں گے کہ تم جھوٹے ہو (اصل مطلب ان کا یہ ہوگا کہ ہمارا تمہارا کوئی تعلق نہیں جس سے مقصود اپنی حفاظت ہے اب خواہ یہ مطلب ان کا صحیح ہو جیسا اگر مقبولین مثل ملائکہ وانبیاء علیہم السلام کے یہ بات کہیں تو صحیح ہے کقولہ تعالیٰ: بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ [سبا: ۴۱] اور خواہ یہ غلط ہو جیسے خود شیاطین کہنے لگیں اور خواہ[1] ان کو صحیح غلط ہونے کی خبر ہی نہ ہو جیسے اصنام واشجار وغیرہ کہنے لگیں) اور یہ (مشرک اور کافر) لوگ اس روز اللہ کے سامنے اطاعت کی باتیں کرنے لگیں گے اور جو کچھ (دنیا میں) افتراء پردازیاں کرتے تھے (اس وقت) وہ سب گم ہو جاویں گی (اور ان میں) جو لوگ (خود بھی) کفر کرتے تھے اور (دوسروں کو بھی) اللہ کی راہ (یعنی دین) سے روکتے تھے ان کے لئے ہم ایک سزا پر (کہ کفر کے مقابلہ میں ہوگی) دوسری سزا بمقابلہ ان کے فساد کے (کہ راہ خدا سے روکتے تھے) بڑھا دیں گے) ف: ایسے مضامین کی آیتیں جا بجا آچکی ہیں اور ضروریات متعلقہ تفسیر ان کی بیان ہو چکی ہیں۔ ربط: اوپر بیان وعید میں شہادت انبیاء علیہم السلام کو اپنی اپنی امت پر ذکر فرمایا تھا آگے يَوْمَ نَبْعَثُ (الی قولہ تعالی) جِئْنَا میں جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت اپنی امت پر ذکر فرماتے ہیں اور چونکہ یہ شہادت خواص انبیاء علیہم السلام سے ہے اس حیثیت سے اس شہادت سے رسالت محمدیہ کا بھی اثبات ہو گیا اس لئے وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الخ میں اس رسالت پر استدلال فرماتے ہیں اور چونکہ اس جزو آیت میں قرآن کا تبیان اور ہدیٰ ورحمت ہونا مذکور ہے اس لئے آیت اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ الخ میں اس پر تنبیہ فرماتے ہیں کیونکہ کسی کتاب کا ایسی تعالیم پر مشتمل ہونا صاف دلیل ہے اس کے موصوف باوصاف مذکور ہونے کی پس خلاصہ ان آیتوں کا اس تقریر پر یہ ہوا جو عنوان ذیل میں مذکور ہے۔

وعید متضمن رسالت وفضل قرآن ☆ وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ (الی قولہ تعالی) لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۹۰﴾ اور (وہ دن قابل یاد کرنے اور لوگوں کے ڈرنے کے ہے) جس دن ہم ہر ہر امت میں ایک ایک گواہ جو ان ہی میں کا ہوگا ان کے مقابلہ میں قائم کریں گے (مراد اس امت کا نبی ہے اور ان ہی میں کا ہونا عام ہے خواہ باعتبار شرکت نسب کے ہو خواہ باعتبار شرکت سکنیٰ کے ہو) اور ان لوگوں کے مقابلہ میں آپ کو گواہ بنا کر لائیں گے اور (اس اخبار شہادت سے جو آپ کی رسالت کا اخبار مفہوم ہوتا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ) ہم نے آپ پر قرآن اتارا ہے جو (علاوہ معجز ہونے کے جو کہ مدار ہے اثبات رسالت کا ان خوبیوں کا جامع ہے) کہ تمام (دین کی) باتوں کا (بواسطہ یا بلا واسطہ عامہ ناس کے لئے) بیان کرنے والا ہے اور (خاص) مسلمانوں کے واسطے بڑی ہدایت اور بڑی رحمت اور (ایمان پر) خوشخبری سنانے والا ہے (اور قرآن کا ان اوصاف کو جامع ہونا اس سے ظاہر ہے کہ) بیشک اللہ تعالیٰ (اس قرآن میں) اعتدال اور احسان اور اہل قرابت کو دینے کا حکم فرماتے ہیں اور کھلی برائی اور مطلق برائی اور (کسی پر) ظلم (وزیادتی) کرنے سے منع

فرماتے ہیں (اور مامورات ومنہیات مذکورہ میں تمام اشیائے حسنہ وقبیحہ آ گئیں پس اس جامعیت سے اس کا تبیان وغیرہ ہونا صاف ظاہر ہے اور) اللہ تعالیٰ تم کو (امور مذکورہ کی) اس لئے نصیحت فرماتے ہیں کہ تم نصیحت قبول کرو (اور عمل کرو کہ ہدیٰ ورحمت وبشریٰ ہونا اس کا اسی پر مرتب ہے)۔ ف: مامورات میں اعتدال عام ہے قوت علمیہ وعملیہ کو اس میں سارے عقائد واعمال ظاہرہ باطنہ غرض تمام شرائع داخل ہو گئے پھر ان میں سے احسان بوجہ اس کے کہ اس کا نفع متعدی الی الغیر ہے ذکر کے ساتھ خاص کیا گیا۔ پھر احسان میں سے احسان ذی القربیٰ اور زیادہ فضیلت واہمیت رکھتا ہے اس لئے اس کے بعد اس کو لائے اور اسی طرح منہیات میں منکر عام ہے تمام امور خلاف شریعت کو پھر اس میں فحشاء کو بوجہ زیادہ قباحت کے مخصوص بالذکر فرمایا اور اشدیت کی وجہ سے مقدم فرمایا اسی طرح ان امور منکرہ میں سے بغی بوجہ اس کے کہ اس کا ضرر متعدی الی الغیر ہے مخصوص بالذکر کیا گیا پس اس طرح سے اس میں تمام امور حسنہ وقبیحہ داخل ہو گئے اور لِكُلِّ شَيْءٍ سے مراد دین کی باتیں اور تبیان سے مراد عام بواسطہ وبلاواسطہ لینے سے یہ اشکال رفع ہو گیا کہ اس میں دنیا کی باتیں کہاں ہیں یا دین کی سب باتیں کہاں ہیں وجہ رفع اشکال کی ظاہر ہے کہ دنیا کی باتیں تو مراد[۲] ہی نہیں اور دین کی باتیں بعضی سنت واجماع وقیاس سے ثابت ہیں اور ان تینوں کا حجت ہونا قرآن سے ثابت پس امور ثابتہ بہذہ الدلائل بھی بواسطہ قرآن سے ثابت ہیں۔ **ويؤده صريحا ما رواه البخاري عن ابن مسعودؓ انه قال لعن الله الواشمات و المستوشمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغيرات خلق الله تعالىٰ فبلغ ذلك امرأة من بنى اسد فقالت له انه بلغنى انك لعنت كيت وكيت فقال وما لى لا العن من لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو فى كتاب الله قالت والله لقد قراء ت ما بين اللوحين فما وجدته قال والله لئن قرأتيه لقد وجدتيه وما اٰتكم الرسول فخذوه وما نهٰكم عنه فانتهوا۔**

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ الخ آیت کا اصول اخلاق کے لئے جامع ہونا ظاہر ہے۔

الحواشی: (۱) کیونکہ ان اشجار واصنام کو خود عبادت ہی کی خبر نہیں تو اس کے احکام متعلقہ صحیح وغلط کی بھی خبر نہیں ۱۲ منہ۔ (۲) **لان القرآن لم ينزل لهذا الغرض بل نزل للمقصود الاصلى وهو التوجه الى الخالق تعالىٰ ذكره فهو جامع له ومملو منه وكماله ان يخلو مما كان خارجًا عن مقصوده كما لا يخفى على من له عقل سليم ۱۲ منه۔**

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله فى التمهيد** تنبیہ فرماتے ہیں **كذا فى الروح والدليل على هذا الربط ما فيه هكذا اخرج احمد عن عثمان ابن ابى العاص قال كنت عند رسول الله صلى الله عليه وسلم جالسًا اذ شخص بصره فقال اتانى جبريل فامرنى ان اضع هذه الآية بهذا الموضع ان الله يامر الخ اه۔** ۲ **قوله فى هدى** بڑی **افاده التنوين والمراد به مع هذا القيد الايصال الى المطلوب فانه اعظم معنى الهدى فافهم ۱۲۔**

اللغات: **قوله يستعتبون فى البيضاوى يسترضون من العتبى وهو الرضا فى الحاشية اى لا يقال ارضوا ربكم آه ۱۲۔**

اللغات: **تبيان فى الاصل مصدر وهو ابلغ من البيان ۱۲۔**

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۹۱﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِىْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ؕ تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِىَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ ؕ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ؕ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۹۲﴾ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَلَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَتَذُوْقُوا السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۹۴﴾ وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۵﴾ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ؕ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾

اور تم اللہ کے عہد کو پورا کرو جبکہ تم اس کو (تخصیصاً یا تعمیماً) اپنے ذمہ کرلو اور قسموں کو بعد ان کے مستحکم کرنے کے مت توڑو اور تم اللہ تعالیٰ کو گواہ بھی بنا چکے ہو بے شک اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے جو کچھ تم کرتے ہو اور تم اس عورت کے مشابہ بنو جس نے اپنا سوت کاتے پیچھے بوٹی بوٹی کر کے نوچ ڈالا کہ (اس طرح) تم (بھی) اپنی قسموں کو آپس میں فساد ڈالنے کا ذریعہ بنانے لگو محض اس وجہ سے کہ ایک گروہ سے بڑھ جائے بس اس سے اللہ تعالیٰ تمہاری آزمائش کرتا ہے اور جن چیزوں میں تم اختلاف کرتے رہے قیامت کے دن ان سب کو تمہارے سامنے (عمداً) ظاہر کردے گا اور اگر اللہ کو منظور ہوتا تو تم سب کو ایک ہی طریقہ کا بنا دیتے لیکن جس کو چاہتے ہیں بے راہ کردیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں راہ پر ڈال دیتے ہیں اور تم سے تمہارے سب اعمال کی باز پرس ہوگی اور تم اپنی قسموں کو آپس میں فساد ڈالنے کا ذریعہ مت بناؤ کبھی کسی اور کا قدم جمنے کے بعد نہ پھسل جائے پھر تم کو اس سبب سے کہ تم راہ خدا سے مانع ہوئے تکلیف بھگتنا پڑے اور تم کو بڑا عذاب ہوگا اور تم لوگ عہد خداوندی کے عوض میں (دنیا کا) تھوڑا سا فائدہ مت حاصل کرو پس اللہ کے پاس جو چیز ہے وہ تمہارے لئے بدر جہا بہتر ہے اگر تم سمجھنا چاہو اور جو کچھ تمہارے پاس (دنیا میں) ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو کچھ تمہارے اللہ کے پاس ہے وہ دائم رہے گا اور جو لوگ ثابت قدم ہیں ان کے اچھے کاموں کے عوض میں ان کا اجران کو ضرور دیں گے۔ ۞

تفسیر: ربط: اوپر یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ میں تمام شرائع کا حکم تھا آگے ان میں سے ایک خاص امر یعنی وفائے عہد کا نہایت اہتمام سے حکم ہے اور وجہ اسکی تخصیص کے علاوہ اسکے فی نفسہٖ مہتم بالشان ہونے کے شاید یہ بھی ہو کہ ابتدائے اسلام میں عہد کے ایفاء اور نقض کا اسلام پر ایک خاص اثر تھا کہ اسلام پر باقی رہنا یہ بھی ایک فرد تھی وفائے عہد کی نیز صلح و جنگ میں مدار اعتبار یہی تھا نیز اس سے اسلام لانے والوں کو اپنے حقوق شخصیہ و جمہوری کے باب میں پورا اطمینان ہوتا تھا جو قوت و ترقی اسلام کا سبب تھا اسی طرح نقض میں اسکے برعکس مفاسد مرتب ہوتے تھے جس کا ضرر اسلام کو پہنچتا تھا اس وجہ سے یہ مضمون قابل اہتمام ہوا۔

امر بایفائے عہد ☆ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ (الی قولہ تعالی) وَ لَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْۤا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۝۹۶ اور تم اللہ کے عہد کو (یعنی جس عہد کو پورا کرنے کا شرعاً حکم ہے اس کو) پورا کرو (اس سے وہ نکل گیا جو خلاف شرع عہد ہو اور باقی سب عہود مشروعہ خواہ متعلق حقوق اللہ کے ہوں یا متعلق حقوق العباد کے ہوں اس میں داخل ہو گئے) جب کہ تم اس کو (تخصیصاً یا تعمیماً) اپنے ذمہ کرلو (تخصیصاً یہ کہ تصریحاً اس کا التزام کرلیا تعمیماً یہ کہ ایمان لائے تو تمام احکام واجبہ کا التزام اس کے ضمن میں ہو گیا) اور (بالخصوص جن عہود میں قسم بھی کھائی ہو وہ زیادہ قابل اہتمام ہیں سو ان میں) قسموں کو بعد ان کے مستحکم کرنے کے (کہ اللہ کا نام لینے سے مستحکم ہو جاتی ہیں) مت توڑو اور تم (ان قسموں کی وجہ سے ان عہود میں) اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا چکے ہو (یہ قیدیں بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا اور قَدْ جَعَلْتُمُ واقعی مقتضی للوفاء پر تنبیہ کے لئے ان کی تصریح کی گئی) بیشک اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے جو کچھ تم کرتے ہو (خواہ وفاء یا نقض پس اسی کے موافق تم کو جزاء و سزا دے گا) اور تم (نقض عہد کر کے) اس (دیوانی مکہ میں رہنے والی) عورت کے مشابہ مت بنو جس نے اپنا سوت کاتے پیچھے بوٹی بوٹی کر کے نوچ ڈالا کہ (اس کی طرح) تم (بھی) اپنی قسموں کو (بعد درستی کے توڑ کر ان کو) آپس میں فساد ڈالنے کا ذریعہ بنانے لگو (کیونکہ قسم و عہد توڑنے سے موافقین کو بے اعتباری اور مخالفین کو برانگیختگی پیدا ہوتی ہے اور یہ اصل ہے فساد کی اور توڑنا بھی) محض اس وجہ سے کہ ایک گروہ دوسرے گروہ سے (کثرت یا ثروت میں) بڑھ جاوے (یعنی مثلاً کفار کے دو گروہوں میں باہم مخالفت ہو اور تمہاری ایک سے صلح ہو جاوے پھر دوسری طرف پلہ جھکتا ہوا دیکھ کر اس گروہ مصالح سے عذر کر کے دوسرے گروہ سے سازش کرے یا مثلاً کوئی مسلمان ہو کر مسلمانوں میں شامل ہوا اور پھر کافروں کی طرف زور دیکھا تو عہد اسلام کو توڑ کر مرتد ہو جاوے اور یہ جو ایک گروہ دوسرے سے بڑھا ہوا ہوتا ہے یا دوسری کسی جماعت کے شامل ہو جانے سے بڑھ جاتا ہے تو) بس اس (زائد ہونے) سے اللہ تعالیٰ تمہاری آزمائش کرتا ہے (کہ دیکھیں وفائے عہد کرتے ہو یا جھکتا پلہ دیکھ کر ادھر ڈھل جاتے ہو) اور جن چیزوں میں تم اختلاف کرتے رہے (اور مختلف راہیں چلتے رہے) قیامت کے دن ان سب (کی حقیقت) کو تمہارے سامنے (عملاً) ظاہر کردے گا (کہ حق والوں کو جزا اور باطل والوں کو سزا ہو جاوے گی آگے اس اختلاف کی حکمت بطور جملہ معترضہ کے اجمالاً بیان فرماتے ہیں) اور (ہر چند کہ اللہ تعالیٰ کو یہ بھی قدرت تھی کہ اختلاف نہ ہونے دیتے چنانچہ) اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو تم سب کو ایک ہی طریقہ کا بنا دیتے لیکن (بمقتضائے حکمت جس کی تفصیل و تعیین یہاں ضروری نہیں) جس کو چاہتے ہیں بے راہ کردیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں راہ پر ڈال دیتے ہیں چنانچہ منجملہ ہدایت کے وفائے عہد اور منجملہ ضلالت کے نقض عہد بھی ہے) اور (یہ نہ سمجھنا کہ جیسے دنیا میں گمراہوں کو پوری سزا نہیں ہوتی ایسے ہی آخرت میں مطلق العنان رہیں گے ہرگز نہیں بلکہ قیامت میں) تم سے تمہارے سب اعمال کی ضرور باز پرس ہوگی اور (جیسا نقض عہد و قسم سے حسی ضرر ہوتا ہے جس کا اوپر بیان تھا اسی طرح اس سے معنوی ضرر بھی ہوتا ہے آگے اس کا ذکر ہے یعنی) تم اپنی قسموں کو آپس میں فساد ڈالنے کا ذریعہ مت بناؤ (یعنی قسموں اور عہدوں کو مت توڑو) کبھی (اس کو دیکھ کر) کسی اور کا قدم جمنے کے بعد نہ پھسل جاوے (یعنی دوسرے بھی تمہاری تقلید کریں اور عہد شکنی کرنے لگیں) پھر تم کو اس سبب سے کہ تم (دوسروں کے لئے) راہ خدا سے مانع ہوئے تکلیف بھگتنا پڑے (کیونکہ وفائے عہد راہ خدا ہے تم اس کے نقض کے سبب بن گئے اور یہی ہے وہ معنوی ضرر کہ دوسروں کو بھی ناقض عہد بنایا) اور (وہ تکلیف یہ ہوگی کہ اس حالت میں) تم کو بڑا عذاب ہوگا

(اور جس طرح گروہ غالب میں شامل ہو کر جاہ حاصل کرنے کی غرض سے نقض عہد ممنوع ہے جس کا اوپر ذکر ہوا اسی طرح تحصیل مال کی غرض سے جو نقض ہو اس کی ممانعت فرماتے ہیں کہ) اور تم لوگ عہد خداوندی کے عوض میں (دنیا کا) تھوڑا سا فائدہ مت حاصل کرو (عہد اللہ کے معنی تو شروع آیت میں معلوم ہوئے اور ثَمَنًا قَلِيلًا سے مراد دنیا ہے کہ باوجود کثیر ہونے کے بھی قلیل ہے چنانچہ خود فرماتے ہیں کہ) پس اللہ کے پاس کی جو چیز ہے (یعنی ذخیرۂ آخرت) وہ تمہارے (متاع دنیوی سے) بدرجہا بہتر ہے اگر تم سمجھنا چاہو (پس متاع آخرت کثیر ہوئی اور متاع دنیوی قلیل) اور (علاوہ تفاوت قلیل وکثیر کے دوسرا تفاوت فنا وبقاء کا بھی ہے چنانچہ) جو کچھ تمہارے پاس (دنیا میں) ہے وہ (ایک روز) ختم ہو جاوے گا (خواہ زوال سے یا موت سے) اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ دائم رہے گا اور جو لوگ (وفائے عہد وغیرہ احکام دین پر) ثابت قدم ہیں ہم ان کے اچھے کاموں کے عوض میں ان کا اجر (کہ وہی نعمت باقیہ مذکورہ ہے) ان کو ضرور دیں گے (پس وفائے عہد کر کے دولت کثیرہ غیر فانیہ کو حاصل کرو اور قلیل فانی کے لئے نقض عہد مت کرو)۔

ربط: اوپر عمل خاص یعنی ایفائے عہد کا اجر اور فضل اور نقض عہد کی مذمت فرمائی تھی آگے آیت من عمل الخ میں اعمال صالحہ اور عامل صالح کی تعمیم کہ خواہ کوئی عمل صالح ہو اور خواہ عامل مذکر ہو یا مؤنث کوئی ہو مذکور ہے اور چونکہ نقض عہد اور اسی طرح جمیع اعمال غیر صالحہ کا سبب اغوائے شیطان ہے اس لئے اس کے بعد آیت فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ الخ میں اس کے شر سے بچنے کا طریق ارشاد فرماتے ہیں۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ آخرت کو دنیا پر ترجیح دینے کے باب میں صریح ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله في كفيلا** گواہ كما في الروح اى شاهدا رقيبا فان الكفيل مراع لحال المكفول به رقيب عليه والعلاقة للمجاز اللزوم۔ ۲ **قوله في غزلها** سوت وفي قوة کاتے وجهه ظاهر ۱۲۔ ۳ **قوله في انكاثا** بوٹی بوٹی کر کے اشارة الى انه حال من غزلها ۱۲۔ ۴ **قوله في تتخذون الاول** کہ اس کی اشارة الى انه حال من فاعل لا تكونوا ۱۲۔ ۵ **قوله في ان تكونوا** محض اس وجہ سے اشارة الى تعلقه بتقدير اللام بتتخذون ۱۲۔ ۶ **قوله في يبلوكم الله** اس زائد ہونے فالضمير المجرور راجع الى كون الامة اربى والكون مذكر ۱۲۔ ۷ **قوله في تختلفون** مختلف راہیں اشارة الى كون الاختلاف اعم من القولي والفعلي والاعتقادي ۱۲۔

اللغات: انكاثا جمع نكث بكسر النون وهو ما ينكث فتله الدخل ما يدخل الشيء ولم يكن منه ثم كنى به عن الفساد اى وسيلة للغدر والفساد ۱۲۔

البلاغۃ: قوله قدم افرده ايذانا بانه لو زلت قدم واحدة لكفى في الاضرار فكيف بما اذا زلت اقدام ۱۲۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۷﴾ فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿۹۸﴾ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۹۹﴾ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ ع ۱۳ / ۱۱ / ۱۹ وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ۭ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۙ لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۰۴﴾ اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

جو شخص کوئی نیک کام کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہو بشرطیکہ صاحب ایمان ہو تو ہم اس شخص کو (دنیا میں) بالطف زندگی دیں گے اور (آخرت میں) ان کے کاموں کے عوض میں ان کا اجر دیں گے تو جب آپ قرآن پڑھنا چاہیں تو شیطان مردود (کے مکر) سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کریں یقیناً اس کا قابو ان لوگوں پر نہیں چلتا جو ایمان رکھتے ہیں اور اپنے رب پر دل سے بھروسہ رکھتے ہیں بس اس کا قابو تو صرف ان ہی لوگوں پر چلتا ہے جو اس سے تعلق رکھتے ہیں اور ان لوگوں پر جو کہ اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہیں اور

جب ہم کسی آیت کو بجائے دوسری آیت کے بدلتے ہیں اور حالانکہ اللہ تعالیٰ جو حکم بھیجتا ہے اس کو وہی خوب جانتا ہے تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ افترا کرنے والے ہیں بلکہ انہی میں اکثر لوگ جاہل ہیں آپ فرما دیجئے کہ اس کو روح القدس آپ کے رب کی طرف سے حکمت کے موافق لائے ہیں تا کہ ایمان والوں کو ثابت قدم رکھے اور ان مسلمانوں کیلئے ہدایت اور خوشخبری (کا ذریعہ) ہو جاوے اور ہم کو معلوم ہے کہ یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کو تو آدمی سکھلا جاتا ہے جس شخص کی طرف اس کی نسبت کرتے ہیں اس کی زبان تو عجمی ہے اور یہ قرآن صاف عربی ہے۔ جو لوگ اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے ان کو اللہ کبھی راہ پر نہ لاویں گے اور ان کے لئے دردناک سزا ہوگی بس جھوٹ افترا کرنے والے تو یہی لوگ ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے اور یہ لوگ ہیں پورے جھوٹے۔

تفسیر: فضیلت اعمال خیر: ☆ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

حفاظت از داعی اعمال شر ☆ فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ (الی قولہ تعالی) وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ۝ (اور کچھ اجر وثواب وفائے عہد ہی میں منحصر نہیں اور نہ کسی عامل کی تخصیص ہے بلکہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ) جو شخص کوئی نیک کام کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہو بشرطیکہ صاحب ایمان ہو (کیونکہ کافر کے اعمال صالح مقبول نہیں) تو ہم اس شخص کو (دنیا میں تو) بالطف زندگی دیں گے اور (آخرت میں) ان کے اچھے کاموں کے عوض میں ان کا اجر دیں گے (اور جب عمل صالح کی فضیلت معلوم ہوئی اور اس میں کبھی کبھی شیطان کھنڈت ڈالا کرتا ہے چنانچہ کبھی وفائے عہد کے باب میں اغوا کرتا ہے کبھی دوسرے عمل صالح مثل قراءت قران کے باب میں اغوا کرتا ہے) تو (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ اور آپ کے واسطہ سے اور مخاطب سن لیں کہ) جب آپ (کیسا ہی نیک کام کرنا چاہیں حتیٰ کہ) قرآن پڑھنا چاہیں تو شیطان مردود (کے شر) سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کریں (یعنی دل سے خدا پر نظر رکھنا کہ حقیقت استعاذہ کی ہے اصلی واجب ہے اور زبان سے بھی کہہ لینا قراءت میں مسنون ہے اور ہم پناہ مانگنے کا جس کا حاصل خدا پر نظر رکھنا ہے اس لئے حکم کرتے ہیں کہ) یقیناً اس کا قابو ان لوگوں پر نہیں چلتا (یعنی اس کا وسوسہ ان پر مؤثر نہیں ہوتا) جو ایمان رکھتے ہیں اور اپنے رب پر (دل سے) بھروسہ رکھتے ہیں بس اس کا قابو تو صرف ان ہی لوگوں پر چلتا ہے جو اس سے تعلق رکھتے ہیں (اور اس کی مخالفت کا قصد نہیں کرتے اسی لئے اللہ پر ان کی نظر اور بھروسہ نہیں کیونکہ بھروسہ کا عزم تو قصد مخالفت کے وقت کرتا) اور ان لوگوں پر (قابو چلتا ہے) جو کہ اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہیں (پس مشرکون مقابل امنوا کے ہے اور یتولونہ مقابل یتوکلون کے)

ف: حَيٰوةً طَيِّبَةً سے یہ مراد نہیں کہ اس کو فقر یا مرض کبھی نہ ہوگا بلکہ مطلب یہ ہے کہ اطاعت کی برکت سے اس کے قلب میں ایسا نور پیدا ہوگا جس سے وہ ہر حال میں شاکر وصابر اور رضا وتسلیم سے رہے گا اور اصل جمعیت کی یہی رضا ہے اور استعاذہ میں قرآن کی تخصیص میں یہ نکتہ ہے کہ قرآن کی شان ہے: لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ [حم السجدۃ: ۴۲] جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بہ نسبت دوسرے اعمال کے اس میں شیطانی تصرف ووسوسہ کم ہوتا ہے اسی لئے مشہور ہے۔ ع دیو بگریزد ازاں قوم کہ قرآں خوانند۔ اور بعض بعض آیات اور سورتوں میں بالتخصیص بھی فرار شیطان کی تاثیر منقول ہے پس اس تخصیص میں نہایت مبالغہ ہو گیا کہ جب ایسے عمل میں بھی استعاذہ کا حکم ہے تو اور اعمال صالحہ میں تو بدرجہ اولیٰ ضروری ہے اور استعاذہ سے جو اصل مقصود ہے یعنی توکل اس کے اعتبار سے امر اپنے حقیقی معنی وجوب پر باقی ہے اور قابو کی نفی واثبات کا حاصل گناہ کا صادر کرانا یا نہ کرا سکنا ہے فقط۔ **ربط**: اوپر منجملہ اصول کے توحید کا اور پھر ضمن اثبات رسالت میں اجمالاً کل فروع کا اور تفصیلاً بعض فروع کا مضمون مذکور تھا آگے دوسری اصل یعنی رسالت کے متعلق مخالفین کے شبہات کا جواب مع وعید کے مذکور ہے۔

جواب شبہات بر نبوت مع تہدید ☆ وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ (الی قولہ تعالی) وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۝ اور جب ہم کسی آیت کو بجائے دوسری آیت کے بدلتے ہیں (یعنی ایک آیت کو لفظاً یا معناً منسوخ کر کے اس کی جگہ دوسرا حکم بھیج دیتے ہیں) اور حالانکہ اللہ تعالیٰ جو حکم (اولاً یا ثانیاً) بھیجتا ہے اس (کی مصلحت) کو وہ ہی خوب جانتا ہے (باعتبار حالت مکلفین کے اول اور مصلحت تھی پھر اور مصلحت ہو گئی) تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) آپ (خدا پر) افترا کرنے والے ہیں (کہ اپنے کلام کو اللہ کی طرف نسبت کر دیتے ہیں ورنہ احکام خداوندی میں نسخ کیوں ہوتا غرض وہ لوگ نسخ کو مستلزم نفی کلام اللہ کہتے ہیں گو عدم نسخ کو مستلزم ثبوت کلام اللہ نہ مانتے تھے اللہ تعالیٰ جواب دیتے ہیں کہ آپ مفتری نہیں ہیں) بلکہ ان ہی میں اکثر لوگ جاہل ہیں (کہ نسخ کو ملزوم اور نفی کلام اللہ کو لازم بلا دلیل مانتے ہیں) آپ (جواب میں) فرما دیجئے کہ (یہ کلام میرا بنایا ہوا نہیں بلکہ) اس کو روح القدس (یعنی جبرئیل علیہ السلام) آپ کے رب کی طرف سے حکمت کے موافق لائے ہیں (پس یہ اللہ کا کلام ہے اور تبدیل احکام بوجہ حکمت کے ہے اور یہ کلام اسلئے بھیجا گیا ہے) تا کہ ایمان والوں کو (ایمان پر) ثابت قدم رکھے اور ان مسلمانوں کے لئے ہدایت اور خوشخبری (کا ذریعہ) ہو جاوے (اس غایت کے بڑھانے سے تعریض ہو گئی کہ ایسی نافع چیز سے یہ مخالفین منتفع نہیں ہوتے) اور ہم کو معلوم ہے کہ یہ لوگ (دوسری بات) یہ بھی کہتے ہیں کہ انکو تو آدمی سکھلا جاتا ہے (مراد اس سے ایک عجمی ورومی نصرانی غلام یا لوہار

ہے جس کا نام بلعام یا مقیس تھا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں جی لگا کر سنتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اس کے پاس جا بیٹھتے اور وہ انجیل وغیرہ کچھ جانتا تھا تو کافروں نے یہ ایک بات نکالی کہ حضور کو یہ سکھلا دیتا ہے کذا فی الدر المنثور اللہ تعالیٰ جواب دیتے ہیں کہ قرآن مجید تو مجموعہ لفظ و معنی کا نام ہے سو اگر معنی کی جزالت خارقہ کے ادراک کی تم کو تمیز نہیں تو الفاظ کی بلاغت خارقہ کو سمجھ سکتے ہو پس اگر فرض کر لیا جاوے کہ مضامین میں وہ شخص سکھلا دیتا ہے تو یہ تو سوچو کہ یہ الفاظ کہاں سے آ گئے کیونکہ) جس شخص کی طرف اس کی نسبت کرتے ہیں اس کی زبان تو عجمی ہے اور یہ قرآن صاف عربی ہے (اور عربی بھی ایسی کہ بلغائے عرب اس کے معارضہ سے عاجز آ گئے تو بیچارہ عجمی کے ایسی عبارت بنا سکتا ہے پھر کیسے احتمال ہو سکتا ہے کہ وہ شخص آپ کو قرآن سکھلاتا ہو اور یہ احتمال کہ وہ مضامین سکھلا دیتا ہو اور آپ اپنے الفاظ میں ادا کر دیتے ہوں پہلے سے مدفوع ہے کیونکہ آپ کی بھی ایسی زبان نہ تھی پھر دوسرے بلغاء اس سے کیوں عاجز ہو گئے اس مقام پر صرف تہمت تعلیم کا رفع کرنا ہے سو تقریر مذکورۂ بالا اس کے لئے کافی ہے آگے ان کے لئے تہدید ہے کہ) جو لوگ اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے (جیسے یہ لوگ آیات قرآنیہ کے منکر ہیں) ان کو اللہ تعالیٰ کبھی راہ پر نہ لاویں گے اور ان کے لئے دردناک سزا ہوگی (اور یہ جو نعوذ باللہ آپ کو مفتری کہتے ہیں سو) بس جھوٹ افتراء کرنے والے تو یہ ہی لوگ ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے (چنانچہ نبی کو مفتری کہنا کتنا بڑا افتراء ہے) اور یہ لوگ ہیں پورے جھوٹے (کیونکہ خلق پر جھوٹ لگانے سے خالق پر جھوٹ باندھنا اشد ہے جب کلام اللہ کا انکار کیا تو خدا پر جھوٹ باندھا کہ ان کی کہی ہوئی بات کو یوں کہا کہ نہیں کہی) **ف**: اور اعجمی کا اطلاق احیاناً غیر واضح وغیرہ مفہوم کلام پر بھی آتا ہے گو عربی ہو آیت میں یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ اس شخص کی تقریر خود کافی وافی نہیں الخ۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً روح میں بعض کا قول نقل کیا ہے کہ: فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً وہ ہے جو محبوب کے ساتھ ہوا ہو اور یہ اولیاء کو دنیا میں بھی میسر ہو جاتا ہے ۱۲ منہ قولہ تعالیٰ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ الخ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان کا مؤمن پر ذرا بھی زور نہیں چلتا یعنی جب مؤمن اس پر غالب آنا چاہے اور یہ امر مشاہد ہے ۱۲۔

الحواشی: (۱) ای مدحهم اولا بالایمان فی قوله لیثبت الذین آمنوا وثانیا بالاسلام فی قوله للمسلمین ۱۲ منه۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله فی وهو مؤمن بشرطیکہ اشارة الی انه حال ۱۲ ۲ قوله فی اذا قراء ت چاہیں ای اردت ۱۲ ۳ قوله فی بما ینزل مصلحت اشارة الی تقدیر المضاف الی الموصول ای اعلم بمصلحة ما ینزل ۱۲ ۴ قوله فی الکاذبون پورے کذا فی البیضاوی ۱۲۔

اللغات: قوله یلحدون یمیلون قولهم عن الاستقامة الیه ای ینسبون التعلیم الیه۔

النحو: قوله هدی و بشری معطوفان علی محل لیثبت ای تثبیتا وهدایة الخ کذا فی البیضاوی ۱۲۔

البلاغۃ: قوله من ربك ولم یقل من ربی لما فی الروح فی اضافة الرب الی ضمیره صلی الله علیه وسلم من الدلالة علی تحقیق اضافة آثار الربوبیة علیه علیه الصلوٰة والسلام ما لیس فی اضافته الی یاء المتکلم المنتبئته عن التلقین ۱۲۔ المحض کما فی ارشاد العقل السلیم وکانه اعتناء بامر هذه الدلالة لم یقل من ربکم علی ان فی ترك خطابهم من حط قدرهم ما فیه آه قوله للمسلمین فیه وضع المظهر موضع المضمر والعدول عن ضمیرهم او عن المؤمنین لمدحهم بکلا العنوانین ولم یکن هذا فی ما لو قال للمؤمنین موضع للمسلمین ۱۲۔ قوله بشر فی الروح وانما لم یصرح باسم من زعموا مع انه ادخل فی ظهور کذبهم للایذان بان مدار خطائهم لیس بنسبته صلی الله علیه وسلم الی التعلم من الشخص معین بل من لبشر کائنا من کان ۱۲۔

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰۶﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۰﴾ ع۱۴ يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً

مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝

جوشخص ایمان لائے پیچھے اللہ سے کفر کرے مگر جس شخص پر زبردستی کی جائے بشرطیکہ اس کا قلب ایمان پر مطمئن ہو لیکن ہاں جو جی کھول کر کفر کرے تو ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوگا اور ان کو بڑی سزا ہوگی (اور) یہ غضب اور عذاب اس سبب سے ہوگا کہ انہوں نے دنیوی زندگی کو آخرت کے مقابلہ میں عزیز رکھا اور اس سبب سے ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ایسے کافروں کو ہدایت نہیں کیا کرتا یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر اور کانوں پر اور آنکھوں پر مہر لگا دی ہے اور یہ لوگ انجام سے بالکل غافل ہیں (اس لئے) لازمی بات ہے کہ آخرت میں یہ لوگ بالکل گھاٹے میں رہیں گے۔ پھر بے شک آپ کا رب ایسے لوگوں کے لئے جنہوں نے مبتلائے کفر ہونے کے بعد ایمان لاکر ہجرت کی پھر جہاد کیا اور (ایمان پر) قائم رہے تو وہ آپ کا رب ان اعمال کے بعد بھی بڑی مغفرت کرنے والا بڑی رحمت کرنے والا ہے جس روز ہر شخص اپنی ہر طرفداری میں گفتگو کرے گا اور دوست کو نہ پوچھے گا اور ہر شخص کو اس کے کئے کا پورا بدلہ ملے گا اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ ایک بستی والوں کی حالت عجیبہ بیان فرماتے ہیں کہ وہ (بڑے) امن واطمینان میں (رہتے) تھے (اور) ان کی کھانے پینے کی چیزیں بڑی فراغت سے ہر چہار طرف سے ان کے پاس پہنچا کرتی تھیں سو انہوں نے خدا کی نعمتوں کی بے قدری کی اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو ان حرکات کے سبب ایک محیط قحط اور خوف کا مزہ چکھایا اور ان کے پاس ان ہی میں کا ایک رسول بھی (منجانب اللہ) آیا سو اس (رسول) کو (بھی) انہوں نے جھوٹا بتایا تب ان کو عذاب (الٰہی) نے پکڑا جبکہ وہ بالکل ہی ظلم پر کمر باندھنے لگے۔ ۞

تفسیر: ربط: اوپر کفار منکرین توحید ورسالت کے حق میں وعیدیں مذکور ہوئیں ہیں آگے خاص ان کی وعید جو ایمان لاکر کافر ہو جاویں مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ میں اور اس سے مکرہ کا استثناء اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ میں مذکور ہے۔

وعید مرتدین واستثنائے مکرہین ☆ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ (الی قولہ تعالی) لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ جو شخص ایمان لائے پیچھے اللہ کے ساتھ کفر کرے (اس میں کفر بالرسول بھی داخل ہے) مگر جس شخص پر (کافروں کی طرف سے) زبردستی کی جاوے (کہ اگر تو کفر کا فلانا کام یا فلانا کام نہ کرے گا تو تجھ کو قتل کردیں گے مثلاً) بشرطیکہ اس کا قلب ایمان پر مطمئن ہو (یعنی عقیدہ میں فتور نہ آوے اور اس قول یا فعل کو برا سمجھتا ہو تو وہ مستثنیٰ ہے کہ اس کو ظاہری کفر کا ارتکاب جائز ہے اور اس کے لئے وہ وعید آئندہ نہیں ہے) لیکن ہاں جو جی کھول کر (یعنی اس کو صحیح اور مستحسن سمجھ کر) کفر کرے تو ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوگا اور ان کو بڑی سزا ہوگی (اور) یہ (غضب وعذاب) اس سبب سے ہوگا کہ انہوں نے دنیوی زندگی کو آخرت کے مقابلہ میں عزیز رکھا اور اس سبب سے ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ایسے کافر لوگوں کو (جو کہ دنیا کو ہمیشہ آخرت پر ترجیح دیں) ہدایت نہیں کیا کرتا (یہ دو سبب الگ الگ نہیں بلکہ مجموعہ سبب ہے حاصل یہ ہے کہ چونکہ عزم فعل کے بعد عادۃ اللہ جاری ہے کہ خلق فعل ہو جاتا ہے اور اس خلق پر صدور فعل مرتب ہوتا ہے پس سبب عادی صدور فعل قبیح کا مجموعہ عزم وخلق ہے اسْتَحَبُّوْا میں عزم کی طرف اشارہ ہے اور لَا يَهْدِيْ میں خلق کی طرف) یہ وہ لوگ ہیں کہ (دنیا میں ان کے اصرار علی الکفر کی یہ حالت ہے کہ) اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر اور کانوں پر اور آنکھوں پر مہر لگا دی ہے اور یہ لوگ (انجام سے) بالکل غافل ہیں (اس لئے) لازمی بات ہے کہ آخرت میں یہ لوگ بالکل گھاٹے میں رہیں گے۔ ف: احکام اکراہ کے مفصلاً کتب فقہیہ میں ملاحظہ کئے جاویں۔

ربط: اوپر کفر پر وعید تھی اصلی ہو یا ارتداد ہو آگے فرماتے ہیں کہ اگر یہ لوگ ایمان لے آویں تو یہ کفر اور اس کی وعید سب معاف اور رفع ہو جاویں گے۔

سقوط کفر باثر ایمان ☆ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا (الی قولہ تعالی) لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ پھر (اگر کفر کے بعد یہ لوگ ایمان لے آویں تو) بیشک آپ کا رب ایسے لوگوں کے لئے کہ جنہوں نے مبتلائے کفر ہونے کے بعد (ایمان لاکر) ہجرت کی پھر جہاد کیا اور (ایمان پر) قائم رہے (یعنی پھر نہیں پھرے) تو آپ کا رب (ایسے لوگوں کے لئے) ان (اعمال) کے بعد بڑی مغفرت کرنے والا بڑی رحمت کرنے والا ہے (یعنی ایمان اور اعمال صالحہ کی برکت سے ان کے سب گناہ گذشتہ کفر وغیرہ معاف ہو جاویں گے اور رحمت الہیہ سے ان کو جنت اور اس میں بڑے بڑے درجے ملیں گے۔ ف: ہر چند کہ مغفرت ونفس رحمت صرف ایمان لانے سے ہو جاتی ہے مگر رحمت کاملہ کے درجات عالیہ بھی ملیں اس کے لئے عادۃً اور اعمال کی بھی ضرورت ہے اور اگر آیت میں نفس رحمت مراد لی جاوے تب بھی مغفرت ورحمت کے لئے مجموعہ ایمان واعمال کے سبب ہونے سے شرط ہونا لازم نہیں آتا خوب سمجھ لو۔ ربط: اوپر کفار کے حق میں وعید اور مؤمنین کے حق میں وعدہ مذکور ہے آگے اس وعدہ ووعید کے ظہور کا وقت بتلاتے ہیں۔

ذکر یوم جزاء: يَوْمَ تَأْتِي كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ (یہ جزاوسزا مذکوراس روز واقع ہوگی) جس روز ہر شخص اپنی ہی طرفداری میں گفتگو کرے گا (اور دوسرے کو نہ پوچھے گا) اور ہر شخص کو اس کے کئے کا پورا بدلہ ملے گا (یعنی نیکی کے بدلہ میں کمی نہ ہوگی گو زیادتی ہو جاوے اور بدی کے بدلہ میں زیادتی نہ ہوگی گو کمی ہو جاوے) اور (یہی مطلب ہے اس کا کہ) ان پر ظلم نہ کیا جاوے گا (پس پورا کہنے میں ایک جگہ زیادتی کی نفی ہے ایک جگہ کمی کی)۔ ف: اور اس سے شفاعت کی نفی کا شبہ نہ ہو کیونکہ وہ اپنی رائے سے نہ ہوگی بالاذن ہے پس گویا وہ شافع کی طرف منسوب ہی نہیں اور یہاں اس گفتگو کا ذکر ہے جو اپنی رائے سے ہو۔ ربط: اوپر کفر پر عذاب اخروی کی وعید ہے آگے بتلاتے ہیں کہ کفر پر دنیوی آفات کا نزول بھی بعید نہیں۔

بعض آفات کفر در دنیا گو غیر لازم باشد ☆ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً (الى قوله تعالى) فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ اور اللہ تعالیٰ (وبال کفر پر متنبہ کرنے کے لئے) ایک بستی والوں کی حالت عجیبہ بیان فرماتے ہیں کہ وہ (بڑے) امن و اطمینان میں (رہتے) تھے (اور) ان کے کھانے پینے کی چیزیں بڑی فراغت سے ہر چار طرف سے ان کے پاس پہنچا کرتی تھیں سو (بجائے اس کے کہ اس حالت میں منعم حقیقی کا احسان مانتے اور اطاعت کرتے) انہوں نے خدا کی نعمتوں کی بے قدری کی (یعنی خدا کے ساتھ شرک و کفر کیا) اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو ان حرکات کے سبب ایک محیط قحط اور خوف کا مزہ چکھایا (کہ جوع سے رزق رغد جاتا رہا اور خوف سے امن و اطمینان فوت ہو گیا) اور (اس سزا میں حق تعالیٰ کی طرف سے کچھ جلدی نہیں کی گئی بلکہ اول ان کی اصلاح کے واسطے) ان کے پاس ان ہی میں کا ایک رسول بھی (منجانب اللہ) آیا (جس کے صدق و امانت کا بوجہ ان ہی میں سے ہونے کے ان کو پورا حال معلوم تھا) سو اس (رسول) کو (بھی) انہوں نے جھوٹا بتایا تب ان کو عذاب (الٰہی) نے پکڑا جب کہ وہ بالکل ہی ظلم پر کمر باندھنے لگے ف: اس کی توجیہ میں مفسرین کی دو تقریریں ہیں ایک یہ کہ مکہ والوں کو یہ مضمون سنانا ہے اور قریہ سے مراد قریہ غیر معین ہے کیونکہ کفار سابقین کے قریوں میں ایسی حالت بہت سے قریوں کی ہو چکی ہے کہ نعمت حسی امن و رزق بھی تھا اور نعمت معنوی مجئی رسول بھی ہوا اور پھر کفر کیا اور مواخذہ کئے گئے پس مکہ والوں کو سناتے ہیں کہ تم اگر ایسا کرو گے تو یہی حال تمہارا ہوگا چنانچہ جب وہ کفر سے باز نہ آئے تو بعد چندے قحط بھی پڑا اور مسلمانوں کے لشکروں کا ہر وقت اندیشہ بھی ان کے لئے طوق گردن ہو گیا اور بعض نے کہا ہے کہ قریہ سے مراد مکہ ہے اور مدینہ والوں کو یہ مضمون سنانا ہے کہ تم ایسے مت ہونا اور ان علماء نے اس آیت کو مدنی کہا ہے **قاله مقاتل** یہ دونوں قول روح المعانی میں منقول ہیں اور دونوں غیر بعید ہیں اور احقر نے عنوان میں غیر لازم اس لئے کہا کہ بعض اوقات کفر پر دنیا میں سزائے صریح و جلی نہیں ہوتی اور یوں تو قہر خدا اور ناراضی خود بڑی سزا ہے مگر خفی ہے اور چونکہ یہاں دوام سزائے دنیوی کا دعویٰ نہیں کیا گیا اس لئے کوئی شبہ نہیں ہو سکتا ہے مقصود صرف ڈرانا ہے تو ضرر محتمل بھی تخویف کے لئے کافی ہے البتہ سزائے آخرت یقینی اور لازم ہے اور امن و اطمینان میں یہ فرق ہے کہ امن کی حقیقت ہے زوال خوف اعداء وغیرہم اور اطمینان اس امن کا اثر ہے یعنی سکون قلب جب خوف نہ ہوگا سکون ہوگا۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ الخ اور اور چونکہ وسوسہ میں یہ شرح صدر نہیں ہوتا اور نہ اختیار ہوتا ہے بلکہ اس کی بے اختیاری اکراہ کی بے اختیاری سے اشد ہے اس لئے اس میں مطلق ذم نہیں قولہ تعالیٰ: ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا جب دنیا کے مذموم ہونے میں صریح ہے اور اس میں بھی کہ جب مذموم وہ ہے جس میں دنیا کا ایثار ہو آخرت پر نہ کہ حب طبعی کہ اس پر ملامت نہیں ۱۲۔ قولہ تعالیٰ: فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ اسی کے قریب بلاء میں بہت سے مدعیان زہد مبتلاء ہیں کہ حق تعالیٰ کی نعمتوں کو حقیر سمجھتے ہیں اور اپنے کو لذات کا تارک سمجھتے ہیں اور تارک ذات ہو جاتے ہیں حق تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں دیکھتے: وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ اور فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ الآیہ۔ قولہ تعالیٰ: وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ الخ اس سے معلوم ہوا کہ طریقت کے احکام شریعت کے مبائن نہیں کہ یہاں کا حلال وہاں کا حرام ہو یا بالعکس ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قوله فى فتنوا** مبتلائے کفر **هو احد الوجوه المذكورة فى الكبير وهو اوفق بالمقام عندى ۱۲۔ ۲؎ قوله قبل هاجروا** ایمان لاکر **دل عليه هاجروا لتوقفها على الايمان او يقال انها كانت فى الابتداء بمنزلة الاقرار فعبر بها عن الايمان ۱۲۔ ۳؎ قوله فى يوم** جزاء و سزا **اشارة الى كونه ظرفا لربهم والخاسرون ۱۲۔ ۴؎ قوله فى كل نفس الاول** ہر شخص **اشارة الى جواب عما يرد ظاهرا من اضافة الشئ الى نفسه فى نفسها الراجع ضميره الى النفس فالمعنى نفس النفس والجواب ان النفس الاول بمعنى المرء والثانية بمعنى العين ولا شناعة فى قولهم عين المرء فافهم ۱۲۔**

الروایات: **فى الدر المنثور باسانيد كثيرة نزول الآية فى عمارا كره ثم جاء وسأل ۱۲ فى الروح اخرج ابن جرير عن الحسن وعكرمة انها نزلت فى عبدالله بن ابى سرح الذى كان يكتب لرسول صلى الله عليه وسلم فازله الشيطن فلحق بالكفار فاستجار له عثمانؓ يوم فتح مكة آه نعم يشكل على التفاسير كلها كون السورة مكية لكن نقل فى الروح عن ابن عطية ان هذه الأية مدنية او يقال ان الهجرة**

يراد بها الى الجثة والجهاد يراد به اللغوى او يقال ان الهجرة عن الكفر والجهاد مع النفس او يقال انه اخبار عما سيكون والله اعلم ۱۲۔

اختلاف القراءة: فى قراءة فتنوا معروفا فى الروح وهو ضمير المشركين اى عذبوا المؤمنين او وقعوا فى الفتنة فان فتن جاء متعديا ولازما وتستعمل الفتنة فيما يحصل عنه العذا آه اى الكفر وهو اوفق بما مر عن الكبير كما فى قوله تعالٰى لا يفتننكم الشيطٰن اى لا يضلنكم وكما فى قوله تعالٰى الا فى الفتنة سقطوا فافهم ۱۲۔

فائده: قد ذكر فى حواشى آية وقد فصل لكم ما حرم عليكم شئ مما يتعلق بالترتيب بين هذه الاية وتلك الاية فى التقديم والتاخير فانظر ۱۲ قوله تعالٰى ولا تقربوا لما تصف الخ اس سے معلوم ہوا کہ طریقت کے احکام شریعت کے مبائن نہیں کہ یہاں کا حلال وہاں حرام ہو یا بالعکس۔

النحو: قوله من كفر فى الجلالين من مبتدا او شرطية والخبر او الجواب لهم وعيد شديد دل عليه هذا ولكن من شرح ۱۲۔ قوله تعالٰى ثم ان ربك الخ فى عن ابى البقاء خبر ان الاولى هو الآتى وان الثانية واسمها تكرير للتاكيد والجار والمجرور متعلق باحدى المرفوعين ۱۲ آه۔

البلاغة: قوله تعالٰى اذاقها الله الخ فى البيضاوى استعار الذوق لادراك اثر الضرر واللباس لما غشيهم واشتمل عليهم من الجوع والخوف واوقع الاذاقة عليه بالنظر الى المستعار له لا المستعار كقول كثير غمر الرداء فانه استعار الرداء للمعروف واضاف اليه الغمر الذى هو وصف المعروف لا وصف الرداء وقد ينظر الى المستعار كقوله ينازعنى ردائى عبد عمرو الى قوله فاحتجر منه بشطر استعار الرداء للسيف ثم قال فاعتجر نظرًا الى المستعار آه۔

فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ؕ ﴿۱۱۶﴾ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۖ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾ وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۹﴾

ع ۱۵ ۹ ۲۱

سو جو چیزیں اللہ نے تم کو حلال اور پاک دی ہیں ان کو کھاؤ اور اللہ کی نعمت کا شکر کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو تم پر تو صرف مردار کو حرام کیا ہے اور خون کو اور خنزیر کے گوشت (وغیرہ) کو اور جس چیز کو غیر اللہ کے لئے نامزد کر دیا گیا ہو پھر جو شخص کہ بالکل بے قرار ہو جائے بشرطیکہ طالب لذت نہ ہو اور نہ حد (ضرورت) سے تجاوز کرنے والا ہو تو اللہ تعالیٰ بخش دینے والا مہربانی کرنے والا ہے اور جن چیزوں کے بارے میں محض تمہارا جھوٹا زبانی دعویٰ ہے ان کی نسبت یوں مت کہہ دیا کرو کہ فلانی چیز حلال ہے اور فلانی چیز حرام ہے جس کا حاصل یہ ہوگا کہ اللہ پر جھوٹی تہمت لگا دے گے بلا شبہ جو لوگ اللہ پر جھوٹ لگاتے ہیں وہ فلاح نہ پائیں گے یہ دنیا میں چند روزہ عیش ہے اور (مرنے کے بعد) ان کے لئے دردناک سزا ہے اور صرف یہودیوں پر ہم نے وہ چیزیں حرام کر دی تھیں جن کا بیان ہم اس کے قبل آپ سے کر چکے ہیں اور ہم نے ان پر کوئی زیادتی نہیں کی لیکن وہ خود ہی اپنے اوپر زیادتی کیا کرتے تھے پھر آپ کا رب ایسے لوگوں کے لئے جنہوں نے جہالت سے برا کام کر لیا پھر اس کے بعد توبہ کر لی اور آئندہ کے لئے اپنے اعمال درست کر لئے تو آپ کا رب اس کے بعد بڑی مغفرت کرنے والا بڑی رحمت کرنے والا ہے۔

تفسیر: ربط: اوپر کفر و شرک کا وبال اخروی و دنیوی مذکور ہوا ہے آگے بطور تفریع کے بعض رسوم شرک و کفر سے کہ وہ تحلیل و تحریم بالہوی ہے مع وعید منع فرماتے ہیں خواہ خطاب مسلمانوں کو ہو بایں معنیٰ کہ تم ان کے سے کام مت کرنا خواہ کفار کو ہو بایں معنیٰ کہ ان کاموں کو ترک کر دو۔

نہی از بعض رسوم شرکیہ ☆ فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ (الی قولہ تعالی) وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ (جب کفر و شرک کا اصلاً و فرعاً مذموم ہونا معلوم ہو گیا) سو جو چیزیں اللہ نے تم کو حلال اور پاک دی ہیں ان کو (حرام مت سمجھو کہ رسم شرک ہے بلکہ ان کو) کھاؤ اور اللہ کی نعمت کا شکر کرو اگر تم (واقع میں یا بزعم خود) اسی کی عبادت کرتے ہو (جیسے مسلمان واقع میں خدا کی عبادت کرتے تھے اور کفار اس کے مقصود بالذات ہونے کے مدعی تھے، کہتے تھے: مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ [الزمر: ۳] پس دونوں خطابوں پر معنی آیت کے واضح ہو گئے) تم پر تو (منجملہ ان اشیاء کے جن میں تم گفتگو کرتے ہو) صرف مردار کو حرام کیا ہے اور خون کو اور خنزیر کے گوشت (وغیرہ) کو اور جس چیز کو غیر اللہ کے نامزد کر دیا گیا ہو پھر جو شخص کہ (مارے فاقہ کے) بالکل بے قرار ہو جاوے بشرطیکہ طالب لذات نہ ہو اور نہ حد (ضرورت) سے تجاوز کرنے والا ہو تو اللہ تعالیٰ (اس کے لئے اگر وہ ان چیزوں کو کھالے) بخش دینے والا مہربانی کرنے والا ہے اور جن چیزوں کے بارے میں محض تمہارا جھوٹا زبانی دعویٰ ہے (اور اس پر کوئی دلیل صحیح قائم نہیں) ان کی نسبت یوں مت کہہ دیا کرو کہ فلانی چیز حلال ہے اور فلانی چیز حرام ہے (جیسا پارۂ ہشتم کے ربع کے قریب آیات وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ الخ میں ان کے دعوے آ چکے ہیں) جس کا حاصل یہ ہوگا کہ اللہ پر جھوٹی تہمت لگا دو گے (کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے موافق تو نہیں کہا بلکہ اس کے خلاف فرمایا ہے) بلاشبہ جو لوگ اللہ پر جھوٹ لگاتے ہیں وہ فلاح نہ پاویں گے (خواہ دارین میں یا آخرت میں) یہ (دنیا میں) چندروزہ عیش ہے اور (آگے مرنے کے بعد) ان کے لئے دردناک سزا ہے اور (یہ مشرکین مدعی ہیں ملت ابراہیمی کے سو اشیائے طیبہ ان کی شریعت میں تو حرام نہ تھیں البتہ بہت روز بعد ان اشیاء میں سے) صرف یہودیوں پر ہم نے وہ چیزیں حرام کر دیں تھیں جن کا بیان ہم اس کے قبل (سورہ انعام میں) آپ سے کر چکے ہیں اور (ان کی تحریم میں بھی) ہم نے ان پر (صورۃً بھی) کوئی زیادتی نہیں کی لیکن وہ خود ہی اپنے اوپر (مخالفت انبیاء کی کر کے) زیادتی کیا کرتے تھے (پس تحریم اشیاء طیبہ مقصوداً تو کبھی نہیں ہوئی اور شریعت ابراہیمیہ میں عارض کی وجہ سے بھی نہیں ہوتی پھر تم نے کہاں سے اختراع کیا)۔ **ف**: ایسی آیت چند جا آئی ہیں وہاں تفسیر ملاحظہ فرمائی جاوے۔ **ربط**: اوپر افتراء علی اللہ کی مذمت اور اس پر وعید ہے آگے ایمان و توبہ کا اس کے لئے مکفر ہونا فرماتے ہیں جیسا ابھی اوپر بھی ایسی ہی آیت اسی مناسبت سے آ چکی ہے۔

سقوط عمل سوء توبہ ☆ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ (الی قولہ تعالی) اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۹﴾ پھر آپ کا رب ایسے لوگوں کے لئے جنہوں نے جہالت سے برا کام (خواہ کچھ بھی ہو) کر لیا پھر اس کے بعد توبہ کر لی (جو طریقہ توبہ کا مقرر ہے) اور (آئندہ کے لئے) اپنے اعمال درست کر لئے تو آپ کا رب اس (توبہ) کے بعد بڑی مغفرت کرنے والا بڑی رحمت کرنے والا ہے۔ **ف**: جہالت کے معنی کے لئے سورۂ نساء کے رکوع سوم کی آیت: اِنَّمَا التَّوْبَةُ [النساء: ۱۷] کی تفسیر اور اَصْلَحُوْا کی قید کے سبب نہ کہ شرط ہونے کے لئے اس آیت کی چار سرخی اوپر کی آیت کی تفسیر مع فائدہ ملاحظہ فرمائیے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله في لما تصف ان کی نسبت الخ كما في الروح اللام صلة للقول مثلها في قوله تعالى لا تقولوا لم يقتل الخ و معناها الاختصاص وما موصولة والعائد محذوف اى لا تقولوا في شان الذى تصف السنتكم من البهائم بالحل والحرمة بمجرد قول باللسان ۲۔**

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ۭ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ۭ اِجْتَبٰىهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۲۱﴾ وَاٰتَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۭ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۭ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۭ وَلَىِٕنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۲۶﴾ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ ع ۱۶ ۲۲

بے شک ابراہیم علیہ السلام بڑے مقتدا تھے اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار تھے بالکل ایک طرف کے ہو رہے تھے اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکر گذار تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو منتخب کر لیا تھا اور ان کو سیدھے رستہ پر ڈال دیا تھا اور ہم نے ان کو دنیا میں اچھائی دی تھی اور وہ آخرت میں بھی اچھے لوگوں میں ہوں گے پھر ہم نے آپ کے پاس وحی بھیجی کہ آپ ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ پر جو کہ بالکل ایک طرف کے ہو رہے تھے چلئے اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے۔ بس ہفتہ کی تعظیم تو صرف ان ہی لوگوں پر لازم کی گئی تھی جنہوں نے اس میں خلاف کیا تھا بے شک آپ کا رب قیامت کے دن ان میں باہم فیصلہ کر دے گا جس بات میں یہ اختلاف کیا کرتے تھے۔ آپ اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ سے بلایئے اور ان کے ساتھ اچھے طریقہ سے بحث کیجئے آپ کا رب خوب جانتا ہے اس شخص کو بھی جو اس کے رستہ سے گم ہوا اور وہی راہ پر چلنے والوں کو بھی خوب جانتا ہے اور اگر بدلہ لینے لگو تو اتنا ہی بدلہ جتنا تمہارے ساتھ برتاؤ کیا گیا ہے اور اگر صبر کرو تو وہ صبر کرنے والوں کے حق میں بہت ہی اچھی بات ہے اور آپ صبر کیجئے اور آپ کا صبر کرنا خاص خدا ہی کی توفیق سے ہے اور ان پر غم نہ کیجئے اور جو کچھ یہ تدبیریں کیا کرتے ہیں اس سے تنگ دل نہ ہو جایئے اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے جو پرہیزگار ہوتے ہیں اور جو نیک کردار ہوتے ہیں۔

تفسیر: ربط: اوپر شرک و کفر کے اصول و فروع یعنی انکار توحید و انکار رسالت و تحریم حلال و تحلیل حرام کا ابطال اور رد کیا گیا ہے جو مشرکین مکہ جن سے ان مضامین کا اول خطاب ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں تھے اور اپنے کو ان کے طریقہ پر بتلاتے تھے اس لئے آگے مضامین مذکورہ کی تقویت کے لئے كَانَ أُمَّةً میں ابراہیم علیہ السلام کے مقتدائے خلق ہونا جس کا حاصل نبوت و رسالت ہے اور لَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۞ میں مع سیاق و سباق ان کا مشرک نہ ہونا کہ توحید ہے اور اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ میں اشارۃً اشیائے طیبہ کا ان کے یہاں حرام نہ ہونا اور قَانِتًا کے عموم سے تحلیل حرام و تحریم حلال بالہوی دونوں کا نہ ہونا اور اِجْتَبٰهُ وَهَدٰىهُ ۔ وَاٰتَيْنٰهُ میں اس طریقہ کی اور صاحب طریقہ کی فضیلت اور درمیان میں ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس طریقہ پر ہونا مع اثبات رسالت کے بیان فرماتے ہیں۔ تاکہ ان کو اپنے طریقہ مخالفہ ملت ابراہیمیہ کے ترک کی اور حضور ﷺ کے طریقہ موافقہ ملت ابراہیمیہ کے اختیار کی ترغیب ہو جس کے لوازم سے رسالت محمدیہ کے انکار سے بالخصوص باز آنا بھی ہے۔

تحقیق فضیلت ملتِ ابراہیمیہ برائے ترغیب اتباع ملتِ محمدیہ موافقہ باو!

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ؕ (الی قولہ تعالی) وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۞ بیشک ابراہیم (علیہ السلام جن کو تم بھی مانتے ہو) بڑے مقتدا (یعنی نبی اولوالعزم امت عظیمہ کے متبوع) تھے (پھر مسئلۂ نبوت میں کلام کے کیا معنی اور) اللہ تعالیٰ کے (پورے) فرمانبردار تھے (اپنی ہوائے نفسانی سے کوئی عقیدہ یا عمل نہ کرتے تھے پھر تحلیل حرام اور تحریم حلال میں بلا دلیل اپنی ہوائے نفسانی کی پیروی کیوں کرتے ہو اور وہ) بالکل ایک (خدا کی) طرف کے ہو رہے تھے اور (مطلب ایک طرف ہونے کا یہ ہے کہ) وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے (بلکہ موحد خالص تھے پھر تم شرک کیوں کرتے ہو اور وہ) اللہ کی نعمتوں کے (بڑے) شکر گزار تھے (پھر تم شرک و کفر کر کے ناشکری کیوں کرتے ہو جیسا اوپر آیا ہے فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ غرض ابراہیم علیہ السلام کی یہ شان اور طریقہ تھا اور وہ ایسے مقبول تھے کہ) اللہ تعالیٰ نے ان کو منتخب کر لیا تھا اور ان کو سیدھے راستہ پر ڈال دیا تھا اور ہم نے ان کو دنیا میں بھی خوبیاں (مثل نبوت و اجتباء و ہدایت) دیں تھیں اور وہ آخرت میں بھی (اعلیٰ درجہ کے) اچھے لوگوں میں ہوں گے (پس ایسے مقبول کا جو طریقہ ہو گا وہ بالکل مقبول ہو گا اس کو اختیار کرنا چاہئے اور وہ اب منحصر ہے طریقۂ محمدیہ میں چنانچہ اس کا ذکر فرماتے ہیں کہ) پھر ہم نے آپ کے پاس وحی بھیجی کہ آپ ابراہیم کے طریقہ پر جو کہ بالکل ایک (خدا کی) طرف کے ہو رہے تھے (اس حیثیت سے کہ وہی آپ کی شریعت ہے) چلئے اور (چونکہ ان کے مدعیان اتباع مشرک و اہل کتاب کچھ نہ کچھ شرک میں مبتلا تھے اس لئے مکرر فرماتے ہیں کہ) وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے (تاکہ مشرکین کے ساتھ یہود و نصاریٰ کے طریقہ موجودہ کی بھی نفی ہو جاوے اور جیسا شرک کی نفی مکرر اہتمام کے لئے فرمائی اسی طرح اہتمام کے لئے کہ ایسے رسوم میں زیادہ مبتلا تھے تحریم طیبات کی نفی کی طرف باوجودیکہ قانتاً کے عموم میں مذکور ہو چکی ہے مکرر اشارہ قریب بصراحت فرماتے ہیں کہ) بس ہفتہ کی تعظیم (یعنی اس میں مچھلی کے شکار کی ممانعت جو کہ تحریم طیبات کی ایک فرد ہے وہ) تو صرف ان ہی لوگوں پر لازم کی گئی تھی جنہوں نے (آخر میں) اس میں (عملاً) خلاف کیا تھا (کہ کسی نے مانا اور عمل کیا کسی نے خلاف کیا مراد اس سے یہود ہیں یعنی تحریم طیبات کی یہ صورت مثل دوسری صورتوں کے صرف یہود کے ساتھ مخصوص تھی ملت ابراہیمی میں نہ تھی آگے احکام میں

اختلاف کرنے کے متعلق فرماتے ہیں کہ) بیشک آپ کا رب قیامت کے دن ان میں باہم (عملاً) فیصلہ کر دے گا جس بات میں یہ (دنیا میں) اختلاف کیا کرتے تھے **ف**: اِنَّمَا جُعِلَ السَّبۡتُ میں صرف تحریم طیبات کا اشارہ ہے شاید تکریر میں اس کی تخصیص اس لئے ہو کہ اس میں شعبہ شرک کا تھا کہ تعظیم اصنام اس تحریم کا سبب تھا بخلاف تحلیل حرام کے کہ فی نفسہٖ مستقل غلطی تھی تعظیم اصنام کو اس میں دخل نہ تھا اور پھر تحریم طیبات کی صورتوں میں سے ذکر سبت سے صرف تحریم سمک کو مثال میں لانا شاید اس لئے ہو کہ اور طیبات کی تحریم کا اوپر وَ عَلَى الَّذِيۡنَ هَادُوۡا حَرَّمۡنَا الخ میں ذکر آ چکا تھا واللہ اعلم۔ **ربط**: اوپر ثُمَّ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ الخ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے اثبات سے یہ مقصود تھا کہ مرسل الیہم اس رسالت کے حقوق ادا کریں یعنی تصدیق اور اتباع کریں آگے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ادائے رسالت کے حقوق و آداب کی تعلیم ہے جن میں سے مراعاۃ عدل فی الانتقام میں خصوصاً اور آپ کے تابعین کو بھی عموماً خطاب ہے کیونکہ انتقام میں عادۃً تابعین کا اشتراک ضروری ہے بخلاف تبلیغ و دعوت و بقیہ احکام مذکورہ آیت کے نبی سے بالانفراد بھی اس کا صدور ہو سکتا ہے اس لئے اس میں خطاب خاص ہے۔

آداب تبلیغ احکام رخصت و عزیمت در انتقام ☆ اُدۡعُ اِلٰى سَبِيۡلِ رَبِّكَ بِالۡحِكۡمَةِ وَالۡمَوۡعِظَةِ الۡحَسَنَةِ (الی قولہ تعالٰی) اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيۡنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيۡنَ هُمۡ مُّحۡسِنُوۡنَ ۝۱۲۸ آپ اپنے رب کی راہ (یعنی دین) کی طرف (لوگوں کو) علم کی باتوں (کے ذریعہ سے جن سے مقصود اثبات مدعا ہوتا ہے) اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ سے (جن سے مقصود ترغیب و ترہیب و ترقیق قلب ہوتا ہے) بلایئے اور (اگر بحث آن پڑے تو) ان کے ساتھ اچھے طریقہ سے (کہ جس میں شدت و خشونت نہ ہو) بحث کیجئے (بس اتنا کام آپ کا ہے پھر آپ اس تحقیق میں نہ پڑیئے کہ کس نے مانا کس نے نہیں مانا کیونکہ یہ کام خدا کا ہے پس) آپ کا رب خوب جانتا ہے اس شخص کو بھی جو اس کے راستہ سے گم ہوا اور وہی راہ پر چلنے والوں کو بھی خوب جانتا ہے اور (اگر کبھی کفار جدال علمی کی حد سے گذر کر جدال عملی تک پہنچ جاویں اور ید یا لسان سے ایذا پہنچاویں اس میں آپ کو مع آپ کے تابعین کے بدلہ لینا بھی جائز ہے کہ رخصت ہے اور صبر کرنا بھی جائز ہے کہ عزیمت ہے پس) اگر (شق اول اختیار کرو یعنی) بدلہ لینے لگو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنا تمہارے ساتھ برتاؤ کیا گیا ہے (اس سے زیادتی مت کرو) اور اگر (شق ثانی اختیار کرو یعنی ان کی ایذاؤں پر) صبر کرو تو وہ (صبر کرنا) صبر کرنے والوں کے حق میں بہت ہی اچھی بات ہے (کہ مخالف پر بھی اچھا اثر پڑتا ہے اور دیکھنے والوں پر بھی اور آخرت میں موجب اجر عظیم ہے) اور (ہر چند کہ صبر کرنا عموماً سب کے لئے عزیمت ہے لیکن خصوصاً آپ کے لئے بوجہ اعظمیت شان کے اوروں سے زیادہ عزیمت ہے اس لئے آپ کو خصوصیت کے ساتھ حکم ہے کہ) آپ صبر کیجئے اور (چونکہ) آپ کا صبر کرنا خاص خدا ہی کی توفیق (خاص) سے ہے (اس لئے آپ تسلی رکھیں کہ صبر میں آپ کو دشواری نہ ہوگی) اور ان (لوگوں کی مخالفت) پر غم نہ کیجئے اور جو کچھ یہ (مخالفت میں) تدبیریں کیا کرتے ہیں اس سے تنگ دل نہ ہوجیے (اس سے آپ کا کوئی ضرر نہیں ہوگا کیونکہ آپ تقویٰ و احسان کے ساتھ موصوف ہیں اور) اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے (یعنی ان کا ممد و معاون ہوتا ہے) جو پرہیزگار ہوتے ہیں اور جو نیک کردار ہوتے ہیں۔ **ف**: حکمت اور موعظت حسنہ اور جدال کی تفسیر سے خود ان میں تغایر معلوم ہو گیا اور یہ تفسیر اسلم و اقرب الی العربیۃ ہے بہ نسبت اس کے کہ ان الفاظ کو برہان و خطابت و جدل اصطلاحی پر محمول کیا جاوے جیسا کبیر میں ہے اس میں علاوہ تکلف کے ایک کمی یہ ہے کہ حکمت اور موعظت اور جدال کے مخاطب الگ الگ قسم کے لوگ ہوں گے حالانکہ ذوق سیاق سے یہ بعید معلوم ہوتا ہے اور جاننا چاہئے کہ اصل حکمت میں دلائل قطعیہ ہیں جن کو برہان کہتے ہیں اور ظاہراً قرآن میں بکثرت دلائل خطابیہ عادیہ وظنیہ کا استعمال کیا گیا ہے سو اصل یہ ہے کہ ایسے کسی مدعاء پر ظنی استدلال نہیں کیا گیا جس پر دلیل برہانی قائم نہ ہو بلکہ وہ سب دعوے برہانی ہیں لیکن برعایت فہم مخاطبین اور ان کی تسہیل کے لئے عنوانات مالوفہ اختیار کئے گئے ہیں پس اس سے کوئی شبہ نہ کرے کہ قرآن نے استقراء وغیرہ کو حجت سمجھا ہے اور اس بنا پر اہل قرآن خصم کے ایسے استدلالات پر بے تکلف کلام کرنے کا حق رکھتے ہیں جب تک کہ وہ کوئی برہانی دلیل پیش نہ کریں خوب سمجھ لو۔ اور الا باللہ کے ترجمہ میں توفیق کو خاص کے ساتھ اس لئے مقید کیا گیا کہ بدون توفیق الٰہی کے تو کوئی شخص بھی صبر بلکہ کوئی عمل نیک نہیں کر سکتا پھر آپ اس کی اس میں کیا تخصیص ہے اس قید سے وجہ تخصیص معلوم ہوگئی یعنی توفیق کے مراتب مختلف ہیں نفس توفیق تو مشترک ہے لیکن انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص اور زائد عنایت ہوتی ہے اور وہ ان کے اعمال میں مؤثر ہوتی ہے فقط۔ **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

تم والحمد للہ تعالیٰ تفسیر سورۃ النحل للرابع والعشرین من جمادی الآخرۃ یوم الخمیس ۱۳۲۴ من الھجرۃ وصلی اللہ علیہ وسلم علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ وَاٰتَیْنٰهُ فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً الخ اس میں دلالت ہے کہ دنیا میں نعمتوں کا مل جانا مقام عقبی کا منقص نہیں اور بعض نے جو کہا ہے کہ مشہور ولی کا مقام غیر مشہور سے کم ہے مراد اس سے وہ ہے جس میں شہرت کی آفات پیدا ہوگئی ہوں ۱۲۔ قولہ تعالیٰ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ اس میں اہل اللہ کے طریق دعوت کی تفصیل ہے اور یہ کہ تبلیغ کے بعد اصرار کی ضرورت نہیں اور یہی مذاق ہے اہل طریق کا قولہ تعالیٰ: وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَیْرٌ الخ صبر کا خصائل اہل اللہ سے ہونا ظاہر ہے قولہ تعالیٰ: وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ الخ صبر کے بہت مراتب ہیں صبر۔ للہ صبر۔ فی اللہ صبر۔ مع اللہ صبر۔ عن اللہ صبر۔ اللہ (ان سب کی حقیقت اصل رسالہ عربی میں دیکھو) اور یہ صبر باللہ سب سے اکمل اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت کیا گیا ہے ۱۲۔

الروایات: روی فی الصحاح انه مثل ببعض الانصار والمهاجرین ومنم حمزةؓ یوم احد فقالوا لنمثلن بهم ولزبین علیهم فنزل آه والآیة علی هذه مدنیة وفی الروح ذهب الخامس لی انها کمیة آه فشمولها لقصة حمزة لکونها عامة واختاره الامام الرازی قلت قاما صدور هذا لقول فلعلهم خصصوا منها الکفارة فنبهوا علی عمومها بواسطة نزول جبریل علیه السلام وقراء ته لها تذکیر اثم لما کانت الروایة۔

اللغات: قوله فی ضیق فی النیسابوری من قرأ بکسر الضاد فظاهر وهو من الکلام القلوب لان الضیق وصف فهو یکون فی الانسان ولا یکون الانسان فیه وفیه لطیفة اخری وهی ان الضیق اذا عظم وقوی صار کالشیٔ المحیط به من جمیع الجوانب ومن قرأ بفتحها فاما علی انه مصدر ایضا او علی انه مخفف ضیق فمعناه فی امر ضیق آه ۱۲ قوله مما یمکرون من سببیة۔

سورۂ بنی اسرائیل مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۱۱۱ آیات اور ۱۲ رکوع ہیں

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۝۱
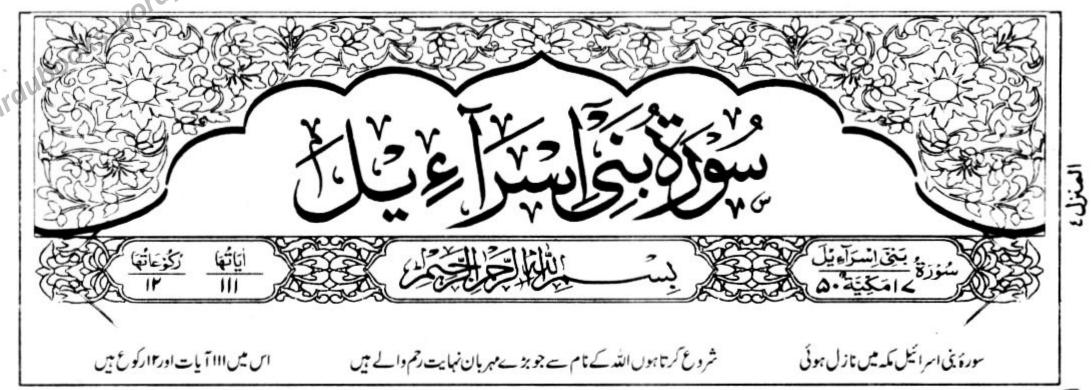
وہ پاک ذات ہے جو اپنے بندہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو شب کے وقت مسجدِ حرام سے (یعنی مسجد کعبہ) سے اقصیٰ (یعنی بیت المقدس) تک جس کے گرداگرد ہم نے برکتیں کررکھی ہیں لے گیا تاکہ ہم ان کو اپنے کچھ عجائباتِ قدرت دکھلا دیں بے شک اللہ تعالیٰ بڑے سننے والے بڑے دیکھنے والے ہیں۔

تفسیر: سورة بنی اسرائیل مكية وقيل الا قوله وان كادوا ليفتنونك الى اخر ثمان ايات وهي مائة وعشر ايات كذا فی البیضاوی۔ اس سورت میں زیادہ مضامین توحید متضمن انعامات کے اور رسالت کے ہیں چنانچہ قصہ معراج سے کہ خارقِ عظیم ہے اس کی ابتداء کی گئی جو کہ تنزیہ الٰہی کے ساتھ دلالت کرتی ہے رسالت پر اور اس مضمون سے اس کی ابتداء سورۂ نحل کی انتہاء سے بھی متناسب ہے اور تقویت رسالت کے لئے موسیٰ اور نوح علیہما السلام کا ذکر لایا گیا اور اس کی تصدیق کی ترغیب کے لئے نجات طوفان نوح اور تکذیب کی ترہیب کے لئے قصہ فساد بنی اسرائیل اور ان کی سزایابی کا سنایا گیا پھر قرآن کو کہ دلیل رسالت ہے ہادی بتایا گیا یہ رکوع اول ہے پھر توقف عذاب سے جو رسالت پر شبہ تھا اس پر کلام کیا گیا' عذاب کا وقت بتایا گیا' قری سابقہ کا عذاب سنایا گیا دنیا کی مذمت کی گئی جس کی محبت مانع ایمان ہے یہ رکوع دوم ہے قرآن کے بعض احکام بتلائے گئے جن کی لفظی اعجاز اور معنوی خوبی سے رسالت پر استدلال کیا جا سکتا ہے یہ رکوع سوم و چہارم ہے اس کے بعد توحید کا اثبات ہے پھر قرآن اور رسالت کی بحث ہے اور رسالت پر جو اخبار عن البعث سے شبہ تھا اس کا جواب ہے یہ رکوع پنجم ہے پھر انکار و اعتراض پر جو مسلمانوں کو غصہ آجاتا تھا اس میں نرمی کا حکم ہے پھر رسالت داؤدیہ سے رسالت محمدیہ کی تقویت ہے پھر شرک کا ابطال ہے پھر انکار پر وعید ہے پھر ایک شبہ متعلقہ رسالت کا جواب ہے یہ رکوع ششم ہے پھر ضررِ مخالفت ظاہر کرنے کے لئے ابلیس کا قصہ ہے پھر دلائل توحید ہیں یہ رکوع ہفتم ہے پھر مخالفت پر قیامت کی وعید ہے پھر کچھ رسالت کے متعلق مضمون ہے یہ رکوع ہشتم ہے پھر کچھ قرآن کے بعض آثار اور منکرین کی ناشکری کا تسلیہ رسول اللہ ﷺ کے لئے بیان ہے یہ رکوع نہم ہے پھر رکوع دہم سے آخر سورت تک رسالت کے متعلق بحث چلی گئی ہے اور ساتھ ساتھ کچھ کچھ مضامین وعید کے ہیں اس تقریر سے سورۂ ہٰذا کے اجزا کا باہمی ارتباط اور اس کے ابتدا کا سورت سابقہ کے انتہا سے تناسب اور نیز دونوں سورتوں کو بوجہ مشترک فیہ ہونے توحید و رسالت کے مع قطع نظر کے کمی وبیشی سے ظاہر و باہر ہے۔

قصہ اجمالی معراج ☆ سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا (الی قولہ تعالی) اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۝ وہ ذات پاک ہے جو اپنے بندہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو شب کے وقت مسجد حرام (یعنی مسجد کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (یعنی بیت المقدس) تک جس کے گرداگرد (کہ ملک شام ہے) ہم نے (دینی و دنیوی) برکتیں کررکھی ہیں (دینی برکت یہ ہے کہ وہاں بکثرت انبیاء مدفون ہیں دنیوی برکت یہ کہ وہاں اشجار و انہار و پیداوار کی کثرت ہے غرض اس مسجد اقصیٰ تک عجیب طور پر اس واسطے) لے گیا تاکہ ہم ان (بندہ) کو اپنے کچھ عجائبات قدرت دکھلاویں (جن میں بعض تو خود وہاں کے متعلق ہیں مثلاً اتنی بڑی مسافت مدتِ قصیرہ میں طے کرنا سب انبیاء علیہم السلام کو دیکھنا ان کی باتیں سننا وغیرہ ذالک اور بعض آگے کے متعلق ہیں مثلاً آسمانوں پر جانا اور عجائبات کثیرہ دیکھنا) بیشک اللہ تعالیٰ بڑے سننے والے بڑے دیکھنے والے ہیں (چونکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کو سنتے احوال کو دیکھتے تھے اس لئے ان کو اس طرح مکرم و مقرب بنایا)۔

ف: اس مقام پر چند تنبیہات اور چند تحقیقات اور چند اشکالات ہیں۔

تنبیہ اول: سبحان تنزیہ و تعجیب کے لئے مستعمل ہے چونکہ یہ لے جانا عجیب تھا اور عجیب ہونے کی وجہ سے قدرت عظیمہ پر دال ہے اسلئے اس سے شروع کرنا مناسب ہوا اور اسی لئے احقر نے ترجمہ میں لفظ عجیب طور پر کو ظاہر کر دیا اور یہ جانا براق پر تھا جیسا صحاح میں ہے جس کی برق رفتاری بھی عجیب تھی۔

تنبیہ دوم: اس مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے جانے کو اسرا کہتے ہیں اور آگے آسمانوں پر جانے کو معراج کہتے ہیں اور گاہے دونوں لفظ مجموعہ پر اطلاق کئے جاتے ہیں۔

تنبیہ سوم: یہاں بِعَبْدِہٖ کہنے سے دو فائدے ہیں ایک تو اظہار آپ کے قرب و قبول کا دوسرے اس عجیب معجزہ کی وجہ سے کوئی آپ ﷺ پر الوہیت کا شبہ نہ کر سکے۔

تنبیہ چہارم: ہر چند کہ اَسْرٰی رات ہی کے چلنے کو کہتے ہیں لیکن لَیْلًا کی تصریح اس لئے ہے کہ تا کہ باعتبار عرف و محاورات کے تبعیض پر دال ہو اور زیادہ دلالت کرتے قدرت پر کہ تھوڑی ہی رات میں اتنا دراز کام کر لیا گیا اور دلالت علی التبعیض کی تصریح عبد القاہر سے اور اس کی توجیہ سیبویہ اور ابن مالک سے صاحب روح نے اس طرح نقل کیا ہے: **اللیل والنھار اذا عرفا کانا معیارا للتعمیم وظرفا محددا بخلاف المنکر فلما عدل عن تعریفه علم انه لم یقصد استغراق السری۔**

تنبیہ پنجم: مسجد حرام کا اطلاق گاہے مطلق حرم پر بھی آتا ہے اور یہاں دونوں معنی صحیح ہو سکتے ہیں کیونکہ بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ آپ اس وقت حطیم میں تشریف رکھتے تھے اور بعض میں آیا ہے کہ ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے پس آیت کو دونوں پر محمول کر سکتے ہیں اور وجہ تطبیق دونوں حدیثوں میں بہت سہل ہے کیونکہ ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر سے حطیم میں آ جانا اور وہاں سے آگے جانا کوئی امر مستبعد نہیں۔

تنبیہ ششم: مسجد اقصیٰ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اقصیٰ کے معنی عربی میں ہیں بہت دور چونکہ وہ مسجد مکہ سے بہت دور ہے اس لئے اقصیٰ کہا گیا۔

تنبیہ ہفتم: ہر چند کہ عجائبات کا مشاہدہ بدون آپ کے لیجائے ہوئے بھی ممکن تھا لیکن اس میں اور اسی طرح رکوب میں اور زیادہ اکرام و اظہار شان ہے اس لئے آپ کو اس طرح لے گئے۔

تنبیہ ہشتم: رات کی تخصیص میں یہ حکمت لکھی ہے کہ عادۃً وقت خلوت کا ہے اس میں بلانا دلیل ہے زیادت اختصاص کی۔

تنبیہ نہم: یہاں مسجد اقصیٰ سے مراد صرف اس مسجد کی زمین ہے کہ حقیقت میں مسجد اصالۃً زمین ہی ہوتی ہے اور عمارت تو تبعاً مسجد ہوتی ہے وجہ اس مراد لینے کی ہے کہ یہ امر تاریخ سے ثابت ہے عیسیٰ علیہ السلام کے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے درمیان میں اس کی عمارت منہدم کر دی گئی تھی چنانچہ عنقریب تفسیر آیات وَقَضَیْنَآ اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ میں مذکور ہوگا اس لئے ظاہراً اس پر شبہ ہوتا ہے کہ مسجد اقصیٰ کا جب اس وقت وجود ہی نہ تھا پھر وہاں تک لے جانے کے کیا معنی پس اس مراد کی تعیین سے وہ شبہ جاتا رہا اور اگر اس حدیث پر شبہ ہو کہ کفار معترضین نے آپ ﷺ سے بیت المقدس کی ہیئت و کیفیت دریافت کی تھی اس کے کیا معنی تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو منہدم عمارت کی ہیئت و کیفیت دریافت کرنا بھی ممکن ہے علاوہ اس کے اس زمین کے قرب میں لوگوں نے کچھ عمارتیں بنام نہاد بیت المقدس کے بنالی تھیں اس سے بھی سوال ممکن ہے۔

ضمیمہ: یہ جو کچھ اوپر گذرا تفسیر حقانی سے لکھا گیا تھا بعد میں اس کے متعلق ایک دوست کا خط آیا جس سے عمارت مسجد کا عہد فاروقی تک باقی رہنا معلوم ہوتا ہے لہٰذا اس خط کو مع اپنے جواب کے بعینہٖ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

السوال: تنویر السراج ص ۷۱ تنبیہ نہم میں حضرت والا نے تحریر فرمایا ہے یہاں مسجد اقصیٰ سے مراد صرف اس مسجد کی زمین ہے الی قولہ اس کی عمارت منہدم کر دی گئی الخ اور بیان القرآن تفسیر سورۂ بنی اسرائیل میں بھی یہی ارشاد ہوا ہے بندہ نے اس کے متعلق بعض وجوہات سے تواریخ کی مختلف کتابوں کو دیکھا سب سے زیادہ معتبر تاریخ محمد بن جریر الطبری کو دیکھا اس میں خلافت فاروقی ۱۵ھ کے وقائع میں جلد چہارم میں یہ عبارت درج ہے بعینہٖ نظر انور میں گذارتا ہوں۔

قال لما شخص عمر من الجابیة الٰی ایلیاء فدنا من باب المسجد قال ارقبوا لی کعبا فلما انفرق به الباب قال لبیك اللھم لبیك بما ھو احب الیك ثم قصد المحراب محراب داؤد علیه السلام وذلك لیلا فصلی فیه ولم یلبث ان طلع الفجر فامر المؤذن بالاقامة فتقدم وصلی بالناس وقرأ بھم ص وسجد فیھا ثم قام وقرأ بھم فی الثانیة صدر بنی اسرائیل ثم رکع ثم انصرف فقال علی بکعب تاتی به فقال این تری ان نجعل المصلی فقال الی الصخرة فقال ضاھیت واللہ الیھودیة یاکعب وقد رأیتك وخلعك نعلیك فقال احببت ان اباشره بقدمی فقال قد رأیتك بل نجعل قبلته صدره کما جعل رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قبلة مساجدنا صدورھا اذھب الیك فانا لم نؤمر بالصخرة ولکنا امرنا بالکعبة فجعل قبلته صدره ثم قام من مصلاه الی کناسة قد کانت الروم قد دفنت بھا بیت المقدس فی

زمان بنی اسرائیل فلما صار الیھم ابرزوا بعضھا وترکوا سائرھا وقال یا ایھا الناس اصنعوا کما اصنع وجثا فی اصلھا وحثا فی فرج من فروج قبائہ وسمع التکبیر من خلفہ وکان یکرہ سوء الرعۃ فی کل شئ فقال ما ھذا فقالوا کبر کعب وکبر الناس تکبیرہ فقال علی بہ فاتی بہ فقال یا امیر المؤمنین انہ حدثنا علی ما صنعت الیوم بنی منذ خمسمائۃ سنۃ فقال وکیف فقال ان الروم انما روا علی بنی اسرائیل فادیلوا علیھم مدفنوہ ثم ادیلوا فلم یفرغوا لہ حتی اغارت علیھم فارس فبغوا علی بنی اسرائیل ثم ادیلت الروم علیھم الی ان ولیت فبعث اللہ نبیا علی الکناسۃ فقال ابشری او ری شلم علیک الفاروق ینقیک مما فیک الخ۔ اس سے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک باب المسجد کا باقی ہونا محراب داؤد علیہ السلام کا موجود ہونا صخرہ کا اپنے موقع پر رہنا اور مسجد کو مزبلہ بنانا اور اس کو پاٹ دینا اور اس میں سے بعض کا ابراز اور بقیہ کا کناسہ رکھ چھوڑنا ثابت ہوتا ہے اور بالکل منہدم ہونا ثابت نہیں اور پھر فاروق کا تنقیہ مذکور ہے نہ منہدم کی تعمیر مولوی شبلی صاحب نے الفاروق حصہ دوم ص ۹۶ میں لکھا ہے سب سے پہلے مسجد میں گئے محراب داؤد کے پاس پہنچ کر سجدہ داؤد کی آیت پڑھی اور سجدہ کیا اور طبری کے جستہ جستہ موقع کا اخذ کیا ہے اور تفسیر عزیزی میں وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ کی تفسیر میں کناسہ بنانا اور خنزیر وغیرہ ڈلوانے کا ذکر کیا ہے بہر حال مسجد بیت المقدس کی عمارت باقی رہنا لیکن ویراں حالت پر رکھ چھوڑنا کناسہ ومزبلہ بنانا ثابت ہوتا ہے نہ کہ منہدم ہونا اس سے معراج کی حدیث تمام وکمال اپنی ظاہر پر رہتی ہے اور تنویر ص: ۵۹ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کی جو حدیث نقل فرمائی ہے وہ بالکل سالم رہتی ہے کیونکہ اس میں دروازوں کا وجود ثابت ہوتا ہے اگر وہ دروازے کفار کو معلوم نہ ہوتے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایک شمار کر کے بتلانا اور ان کا باور کرنا حیز خفا میں آجاتا ہے اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جو رائے ہو اس سے مشرف فرمایا جاؤں۔

الجواب: جَزَاکُمُ اللّٰهُ تعالٰی علی ھذا التحقیق۔ مجھ کو خود تاریخ پر نظر نہیں تفسیر حقانی سے لکھا تھا چنانچہ تفسیر بیان القرآن میں آئندہ کے جس مقام کا حوالہ دیا ہے وہاں تفسیر حقانی سے اخذ کرنے کی تصریح کر دی ہے۔

تنبیہ دھم: اَلَّذِیْ بٰرَکْنَا بطور مدح کے بڑھایا ہے اور اس سے خود اس مسجد کا مبارک ہونا بدرجۂ اولیٰ مفہوم ہو گیا کیونکہ جب اس کے آس پاس باوجود مسجد نہ ہونے کے برکت ہے تو خود اس میں تو ضرور برکت ہوگی کیونکہ آس پاس دو قسم کی برکتیں ہیں ایک دنیوی سو اس سے تو دینی برکت ضرور زیادہ ہے اور دوسری دینی کہ مدفن انبیاء سے سو دفن ہونا صرف تلبس جسم کا ہے اور قبلہ ہونا جیسا کہ اکثر انبیاء علیہم السلام کا وہ قبلہ رہا ہے تلبس روح کا ہے اور یہ زیادہ موجب برکت ہو گیا خصوص جب کہ وہاں نبی رہ کر عبادت کریں کہ جسم کا تلبس بھی ہو جاوے گا کیونکہ وہ قبلہ ہونے کے ساتھ اکثر انبیاء کا متعبد اور محل عبادت بھی رہا ہے پس اس طرح خود اس مسجد کے مبارک تر ہونے پر دلالت ہو گئی پس بعض کتب میں جو لکھا ہے کہ موضع جسد شریف رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم عرش سے بھی افضل ہے اس کا فضیلت جزئی پر محمول کرنا مناسب ہے واللہ اعلم۔

تنبیہ یازدھم: لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا میں آیات کا اطلاق جو کہ عرفاً عظم اور کمال پر دال ہوتا ہے اور آیات سماویہ خصوصاً جب کہ آسمانوں پر انبیاء بھی تھے جیسا احادیث معراج میں ہے آیات ارضیہ سے اعظم اور اکمل ہیں اس طرح یہ اطلاق مشیر ہے کہ مسجد اقصیٰ سے آگے بھی آپ کو لے گئے اسی لئے روح المعانی میں یہ تفسیر کی ہے :لنریہ من ایتنا ای لنرفعہ الی السماء حتی یری ما یری من العجائب مگر تصریح نہ کرنے میں شاید یہ نکتہ ہو کہ وہ اور زیادہ عجیب ہے اور انکار اس کا قریب ہے اور نص قطعی کا انکار کفر ہے پس تصریح نہ کرنا رحمت ہے ضعفاء کے ساتھ۔

تنبیہ دوازدھم: من کا تبعیضیہ لینا اس وجہ سے ہے کہ واقع میں ایسا ہی ہوا تھا چنانچہ صحاح میں ہے اسمع صریف الاقلام کہ قلم کے چلنے کی آواز آتی تھی اور ظاہراً اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قلم نہیں دیکھے علی ہذا۔

تنبیہ سیزدھم: اَسْرٰی میں ضمیر غائب کی ہے اس سے شروع کیا گیا اور اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ پر کہ اس میں بھی ضمیر غائب کی ہے ختم کیا گیا اور درمیان میں ضمیر متکلم کہ دال تعظیم پر بھی ہے لائی گئی اس میں یہ نکات ہیں۔

اول: تجدید کلام وتنشیط سامع۔ دوم: برکات اور آیات اور اراءت کا عظیم ہونا۔ سوم: اَسْرٰی کے بعد قرب کے زیادہ ہونے کی طرف اشارہ اور قرب کے وقت اصل تکلم ہے۔

تنبیہ چہاردھم: اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ۝ کے بڑھانے کا فائدہ علاوہ فائدہ مذکورہ فی المتن کے ایک یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مکذبین کو وعید ہے کہ ہم تمہاری تکذیب ومخالفت کو دیکھتے سنتے ہیں خوب سزا دیں گے۔

تنبیہ پانزدھم: لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا کے بعد اس کا بڑھانا مشیر اس طرف ہے کہ گو رویت عجائبات کی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی مگر علم میں ہمارے برابر نہیں ہو گئے کیونکہ ان کو ہم نے دکھلایا اور ہم بالذات سمیع بصیر ہیں دوسرے انہوں نے بعض آیات کو دیکھا اور ہم علی الاطلاق سمیع بصیر ہیں۔

تحقیقات۔ تحقیق اوّل: یہاں مسجد اقصیٰ تک جانا مذکور ہے اندر جانا احادیث میں مصرح ہے کہ آپ ﷺ اندر تشریف لے گئے اور انبیاء علیہم السلام سے ملے اور آپ ﷺ نماز میں ان کے امام بنے۔

تحقیق دوم: آگے آسمانوں کی طرف جانا اس آیت میں مصرح نہیں ہے گو اشارہ اس کی طرف ہے اور اس سے زیادہ صراحت کے قریب اشارہ سورۂ والنجم میں ہے: وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۔ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى [النجم: ۱۳، ۱۴] یعنی آپ نے جبرئیل علیہ السلام کو دوسری بار سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى کے پاس دیکھا ہے اور پہلی بار کا دیکھنا اس کے قبل وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى میں مذکور ہوا ہے سو اس سے ظاہراً معلوم ہوا کہ آپ سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى تک پہنچے تھے کیونکہ عند متعلق رای کے ہے پس رویت عند السدرة سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ رای اور مرئی دونوں سدرہ کے پاس ہوں گے پھر حدیثوں میں تو اس کی اس قدر تصریح ہے کہ مجال انکار نہیں۔

تحقیق سوم: جمہور اہلسنّت و جماعت کا مذہب یہ ہے کہ معراج بیداری میں جسد کے ساتھ ہوئی اور دلیل اسکی اجماع ہے اور مستند اس اجماع کا یہ امور ہو سکتے ہیں:

اول: حق تعالیٰ نے جس اہتمام سے قصہ اسراء کو بیان فرمایا ہے اس سے اس کا غایت عجیب ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اگر یہ نوم میں یا روحانی طور پر ہوتی تو یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے۔

دوسرے: بِعَبْدِهٖ سے ظاہراً یہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ حقیقی اور متبادر معنی جاء نی عبد فلان کے یہی ہیں کہ وہ بیداری میں دھڑ اور جان سمیت آیا پس عبد کا مصداق مجموعہ روح و جسد اور اس فعل کا صدور مقید بالیقظہ ہوتا ہے الا ان یصرح علی خلاف ذلك۔

تیسرے: اگر یہ خواب کی حالت میں یا روحانی طور پر ہوتی تو جس وقت کفار نے تکذیب کی تھی یا بیت المقدس اور اپنے قافلہ کے حالات پوچھے تھے جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے: بعضها فی الصحاح وبعضها رواه البیهقی وغیره کما فی الدر المنثور تو آپ ﷺ اس وقت بہت سہولت سے جواب دے دیتے کہ میں بیداری میں اس کے ہونے کا کب مدعی ہوں جو تم ایسی باتیں کرتے ہو اور بیت المقدس کی ہیئت و کیفیت بیان کرنے کے متعلق فکر میں نہ پڑتے جیسا حدیثوں میں ہے کہ آپ ﷺ کو فکر ہوئی حق تعالیٰ نے منکشف کر دیا اور آپ ﷺ نے بتلا دیا رواہ مسلم اور بعض کو آیت: وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الخ سے شبہ ہوا ہے سو اول تو وہاں احتمال ہے کہ واقعہ بدر یا عمرہ مکہ کا خواب مراد ہو جیسا بعض مفسرین اس طرف گئے ہیں جن کا ذکر اجمالاً: اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكَ لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا میں آیا ہے اور اگر واقعۂ معراج ہی مراد ہو تو رؤیا بمعنی روایت ہے کیونکہ رأی کے دونوں مصدر ہیں مثل قربی اور قرابت کے یا بقول بعض شب کی رویت کو رؤیا کہتے ہیں گو بیداری میں ہو یا تشبیہاً رویا کہہ دیا ہو اور وجہ تشبیہ کی یا عجائب کا دیکھنا ہے اور یا شب کے وقت واقع ہونا ہے کذا فی روح المعانی اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ عالم الغیب کا انکشاف گو بیداری میں ہو مگر اس میں عالم ناسوت سے غیبت ضرور ہوتی ہے گو ہر دو غیبت میں فرق عظیم ہے مگر نفس غیبت کے اشتراک سے یہ بیداری مشابہ نوم کے ہو جاوے گی واللہ اعلم اور بعض کو شریک کی حدیث سے جس کے آخر میں ثم استیقظت ہے شبہ پڑ گیا ہے سو چونکہ شریک محدثین کے نزدیک حافظ حدیث نہیں اور دوسرے حفاظ کے خلاف کیا اس لئے وہ زیادت غیر مقبول ہے کذا فی روح المعانی یا محمول ہے تعداد واقعہ پر کیونکہ علماء نے لکھا ہے کہ عروج روحانی آپ ﷺ کو کئی بار ہوا ہے یعنی اس معراج سے پہلے خواب میں عروج ہوا ہے جس کی حکمت یہ لکھی ہے کہ تدریجاً اس معراج اعظم کی استعداد اور برداشت ہو سکے و نیز ایک توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ مذکورہ بالا تشابہ بالنوم کی بناء پر اس غیبت کے انقطاع کو استیقاظ من النوم کے ساتھ تشبیہ دے کر استیقظت سے تعبیر کر دیا گیا اور بعض کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ و حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اقوال سے شبہ پڑ گیا ہے سو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تو اس وقت تک آپ ﷺ کے نکاح میں بھی نہ آئیں تھیں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس وقت تک اسلام بھی نہ لائے تھے خدا جانے کسی سے سن کر کہا ہے یا اجتہاداً کہا ہے یا کسی دوسرے واقعہ کی نسبت کہا اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال علاوہ ازیں قول عائشہ رضی اللہ عنہا ما فقد جسد محمد ﷺ کی یہ توجیہ بھی ہو سکتی ہے کہ فقدان کے معنی تلاش کرنے کے ہیں کما فی سورة یوسف من تنویر المقیاس۔

(قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ) ۔ تطلبون ۔ (قَالُوْا نَفْقِدُ) [یوسف: ۷۱، ۷۲] نطلب (صواع الملك) اھ مطلب یہ کہ معراج کی واپسی اس قدر جلد ہوئی کہ کسی کو آپ ﷺ کے جسد کے غائب ہونے کی اطلاع بھی نہ ہوئی جو تلاش کی نوبت آتی کہ آپ ﷺ کہاں تشریف لے گئے اور اگر چہ اس مضمون کو ما فقد محمد ﷺ سے بھی تعبیر کر سکتے تھے لیکن جسد کی طرف نسبت کرنا اشارہ ہے تعلق معراج بالجسد کی طرف کہ آپ ﷺ کی غیبت ایسی تھی کہ اگر تلاش ہوتی تو تلاش کا متعلق جسد ہوتا سو اس میں بالعکس اور تائید ہوئی اثبات معراج بالجسد کی نہ کہ نفی اور اگر ما فقد جسد محمد ﷺ میں فقدان کے مشہور معنی لئے جاویں تب بھی معراج جسمانی کے منافی نہیں کیونکہ فقدان کے معنی محض غائب اور گم ہونے کے نہیں بلکہ اس کے معنی گم کرنا ہے جس کے لئے ایک کا فاقد دوسرے کا مفقود ہونا ضروری ہے پس مطلب یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس رات کسی نے گھر سے غائب اور گم نہیں پایا اور یہ درست ہے کیونکہ جب

آپ ﷺ تشریف لے گئے اس وقت سب گھر والے سو رہے تھے اور ان کی بیداری سے قبل واپسی ہوگئی غرض اس کی نوبت نہیں آئی کہ کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گھر میں نہ دیکھا ہو۔

تحقیق چہارم: بیت المقدس تک جانے کا منکر کافر ہے اور ماول مبتدع ہے اور آگے جانے کا منکر ماول مبتدع ہے اور ہر چند کہ سورۂ نجم میں تقریباً تصریح ہے لیکن عند میں احتمال ہے کہ وہ راہ کے مفعول کا حاصل ہو اس لئے آپ کے سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچنے میں نص نہیں ہے۔

تحقیق پنجم: اس میں اختلاف ہے کہ حق تعالیٰ کو اس شب میں آپ ﷺ نے دیکھا یا نہیں اس میں سلف اور خلف سب کا اختلاف ہے اور روایات محتمل تاویل کو ہیں کیونکہ روایت مثبتہ رویت میں احتمال ہے کہ رویت بالقلب مراد ہو اور نفی رویت سے کسی خاص رویت کی نفی مراد ہو مثلاً قیامت کے روز جنت میں جو انکشاف ہو گا یہ انکشاف اس سے کم ہو گو رویت صادق آوے جیسے بے عینک دیکھنا بھی دیکھنا ہے اور عینک سے اور زیادہ انکشاف ہوتا ہے غرض اس مسئلہ میں توقف بہتر ہے۔

دفع اشکالات ☆ دفع اشکال اول: بعض کو وسوسہ ہوا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے باب میں فرمایا ہے نُرِیٓ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ [الأنعام : ۷۵] اور آپ ﷺ کے لئے من تبعیضیہ کیوں فرمایا؟ جواب یہ ہے کہ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کل آیات تو نہیں ہیں اور ممکن ہے کہ یہ بعض جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھلایا گیا اس بعض سے اعظم ہو۔

دفع اشکال دوم: بعض ظاہر پرست شبہ کرتے ہیں کہ خرق والتیام افلاک پر محال ہے۔ جواب یہ ہے کہ اس دلیل کے سب مقدمات باطل ہیں جیسا اپنے محل میں مذکور ہے۔

دفع اشکال سوم: بعض کہتے ہیں کہ اس قدر سریع کیونکر ممکن ہے جواب یہ ہے کہ بعض کوکب باوجود اسقدر عظیم ہونے کے نہایت سریع ہیں اور سرعت کی عقلاً کوئی حد نہیں ہے۔

دفع اشکال چہارم: بعض کہتے ہیں کہ آسمان کے نیچے ہوا نہیں اور حرارت شدید ہے جسم عنصری سلامت نہیں رہ سکتا جواب یہ ہے کہ محال ممکن نہیں ہوتا لیکن مستبعد واقع ہو سکتا ہے۔

دفع اشکال پنجم: بعض کہتے ہیں آسمان ہی موجود نہیں جواب یہ ہے کہ: هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ [البقرة : ۱۱۱]

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ الخ یہاں آپ کی صفت میں عبد فرمانا اس لئے ہے کہ عبودیت اشرف اوصاف ہے نیز اس میں سد باب ہے کہ آپ کے حق میں کوئی غلو نہ کرنے پاوے جیسا نصاریٰ نے اپنے نبی کی شان میں کیا اور چونکہ اصل معنی اس کے ذل اور خضوع ہے اور یہ بعد معرفت کاملہ کے ہوتا ہے تو اس سے آپ کے کمال معرفت پر دلالت ہوئی قولہ تعالیٰ: لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا۔ اتنی طویل مسافت کا اتنے قصیر زمانہ میں قطع کرنا کئی وجہ کو محتمل ہے ایک یہ کہ مکان و زمان دونوں اپنے حال پر رہیں اور سیر میں اس قدر سرعت ہو اور ظاہر یہی ہے۔ دوسرے یہ کہ زمانہ اپنے حال پر رہے اور طی مکان ہو گیا ہو اور صوفیاء نے اور بعض فقہاء نے اس کو اولیاء کے لئے بھی جائز کہا ہے تیسرے یہ کہ مکان اپنے حال پر رہے اور زمانہ میں بسط اور نشر ہو گیا ہو اور صوفیاء نے اولیاء کے لئے اس کو بھی جائز کہا ہے اور اس باب میں عجیب و غریب حکایات ہیں اور اسی طرح نشر مکان و طی زمان میں بھی خوارق ممکنہ سے ہیں اور صوفیہ ان کے بھی قائل ہیں۔ واللہ اعلم

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قوله و قیل مائة واحدی عشر آیة ۱۲۔

اللغات: الاسراء السیر باللیل خاصة کالسری فاسری وسری بعمنی ویقال اسراه واسری به کاخذ الخطام واخذ به ولیست همزة اسری للتعدیة کذا فی الروح قلت وعلم منه اسری تستعمل لازما ومتعدیا ۱۲۔

وَاٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِیْ وَكِیْلًا ۲ ذُرِّیَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ۳ وَقَضَیْنَآ اِلٰى بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ فِی الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِی الْاَرْضِ مَرَّتَیْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِیْرًا ۴ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَیْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّیَارِ ؕ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ۵ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَیْهِمْ

وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا ۝ اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ؕ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا ۝ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ ۚ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ۘ وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ۝

اور ہم نے موسیٰ کو کتاب (یعنی توریت) دی اور ہم نے اس کو بنی اسرائیل کے لئے (آلہ) ہدایت بنایا کہ تم میرے سوا (اپنا) کوئی کارساز مت قرار دو۔ اے لوگوں کی نسل جن کو ہم نے نوح علیہ السلام کے ساتھ سوار کیا وہ نوح علیہ السلام بڑے شکر گذار بندہ تھے اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں یہ بات (بطور پیشین گوئی) بتلا دی تھی کہ تم سرزمین (شام) میں دوبارہ خرابی کرو گے اور بڑا زور چلانے لگو گے پھر جب ان دو بار میں سے پہلی بار کی میعاد آئے گی تو ہم تم پر اپنے ایسے بندوں کو مسلط کریں گے جو بڑے جنگجو ہوں گے پھر وہ گھروں میں گھس پڑیں گے اور یہ ایک وعدہ ہے جو ضرور ہو کر رہے گا پھر ہم پھر ان پر تمہارا غلبہ کر دیں گے اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد کریں گے اور ہم تمہاری جماعت بڑھا دیں گے۔ اگر اچھے کام کرتے رہو گے تو اپنے ہی نفع کے لئے اچھے کام کرو گے اور اگر تم (پھر) برے کام کرو گے تو بھی اپنے ہی لئے۔ پھر جب پچھلی بار کی میعاد آئے گی پھر ہم دوسروں کو مسلط کریں گے تاکہ (مار مار کر) تمہارے منہ بگاڑ دیں اور جس طرح وہ لوگ مسجد (بیت المقدس) میں گھسے تھے یہ لوگ اس میں گھس پڑیں اور جس جس پر ان کا زور چلے سب کو برباد کر ڈالیں عجب نہیں کہ تمہارا رب تم پر رحم فرمائے اور اگر وہی پھر (شرارت) کرو گے تو ہم بھی پھر وہی کریں گے اور ہم نے جہنم کو (ایسے) کافروں کا جیل خانہ بنا (ہی) رکھا ہے۔

تفسیر: ربط: اوپر حق تعالیٰ نے اپنی تنزیہ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل بیان فرمائی تھی آگے موسیٰ علیہ السلام کا صاحب کتاب ہونا کہ مؤید نبوت محمدیہ ہے اور درمیان میں اس کتاب کے ہادی ہونے کا کہ علی الاطلاق اطاعت احکام پر حامل ہے اور اس کتاب کا ایک مہتم بالشان مضمون کہ مود تنزیہ و توحید حق تعالیٰ ہے بیان فرماتے ہیں اور مخاطبین کو اولاد اصحاب سفینہ نوح کے عنوان سے پکار کر نوح علیہ السلام کا شاکر ہونا بیان فرماتے ہیں کہ عنوان ہذا سے اپنا احسان جو مقتضی تنزیہ و توحید و اطاعت کو ہے اور ان کے شاکر ہونے سے تنزیہ و توحید و اطاعت کی ترغیب اور ان کے نام کی تصریح سے بوجہ مشہور بالنبوۃ ہونے کے نبوۂ محمدیہ کی تائید مفہوم ہو جاوے۔

تقویت توحید و رسالت مع ترغیب اطاعت بطرزِ بلیغ ☆ وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ (الی قولہ تعالی) اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ۝ اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب (یعنی توریت دی) اور ہم نے اُس کو بنی اسرائیل کے لئے (آلہ) ہدایت بنایا (جس میں اور احکام کے ساتھ یہ توحید کا عظیم الشان حکم بھی تھا) کہ تم میرے سوا (اپنا) کوئی کارساز مت قرار دو اے اُن لوگوں کی نسل جن کی ہم نے نوح (علیہ السلام) کے ساتھ (کشتی میں) سوار کیا تھا (ہم تم سے خطاب کر رہے ہیں تاکہ اس نعمت کو یاد کرو کہ اگر ہم ان کو کشتی پر سوار کر کے نہ بچاتے تو آج تم ان کی نسل کہاں ہوتے اور نعمت کو یاد کر کے اس کا شکر کرو جس کی بڑی فرد توحید ہے اور) وہ نوح (علیہ السلام) بڑے شکر گذار بندہ تھے (پس جب انبیاء شکر کرتے رہے تو تم کیسے اس کے تارک ہو سکتے ہو۔ ربط: اوپر وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ میں اتباع ہدایت اور اطاعت احکام الٰہیہ کی ترغیب تھی اور كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ۝ میں اس کی اور تائید تھی آگے ان بنی اسرائیل کی مخالف احکام کا جن کی ہدایت کے لئے وہ کتاب آئی تھی بیان کر کے اس مخالفت و معصیت سے ترہیب اور عبرت دلانے کا مضمون ہے۔

ترہیب از مخالفت و معصیت ☆ وَقَضَيْنَآ الخ ان آیات میں اجمالاً دو واقعوں کا بیان ہے کہ بنی اسرائیل نے ایک بار معاصی میں انہماک کیا تو ان پر اعداء مسلط ہوئے اور ان کو تباہ کیا پھر ذرا شرارت کم ہوئی تو پھر سنبھل گئے مگر بعد چندے پھر ویسی ہی شرارت کی اور پھر اسی طرح تباہ ہوئے اھ اور تاریخ سے ان لوگوں پر چھ حادثوں کا واقع ہونا معلوم ہوتا ہے۔

واقعہ اول: سلیمان علیہ السلام کی وفات کے تھوڑے دنوں بعد حاکم بیت المقدس نے بے دینی اختیار کی اس پر شاہ مصر چڑھ آیا اور بیت المقدس سے بہت سا اسباب چاندی و سونے کا لوٹ لے گیا مگر شہر اور مسجد کو منہدم نہیں کیا۔

واقعہ دوم: تخمیناً چار سو سال کے بعد بعضوں میں بت پرستی اور بعضوں میں نااتفاقی پیدا ہونے کی نحوست سے ایک اور بادشاہ مصر کا چڑھ آیا اور کسی شہر کی عمارتوں اور مسجد کو بھی صدمہ پہنچایا۔

واقعہ سوم: چند سال بعد بخت نصر شاہ بابل نے چڑھائی کی اور شہر کو فتح کر کے اپنے ساتھ بہت سے قیدی پکڑ لے گیا اور مال و دولت لوٹا اور ایک

شخص کو پہلے بادشاہ کے خاندان میں سے اپنا نائب مقرر کر کے چلا گیا۔

واقعہ چہارم: اس نئے بادشاہ نے جو کہ بت پرست و بدکار تھا اور حضرت ارمیا علیہ السلام کی نصیحت نہ سنتا تھا بخت نصر سے بغاوت کی وہ پھر چڑھ آیا اور اس قدر کشت وخون وقتل وغارت کیا جس کی حد در ئیں اور شہر اور مسجد میں آگ لگادی اور بالکل میدان کر دیا اور یہ حادثۂ عظیم تخمیناً چار سو پندرہ سال بعد تعمیر مسجد کے گذرا ہے اور اس کے بعد یہود جلا وطن ہو کر ستر سال تک بابل میں نہایت ذلت وخواری سے رہے پھر شاہ بابل کا شاہ ایران کے ہاتھوں استیصال ہوا تو شاہ ایران نے پھر یہود پر رحم کر کے ان کے ملک شام میں پہنچا دیا اور سامان بھی واپس دیا پھر یہود نے شاہان ایران کی مدد سے پھر مسجد کو نمونہ سابقہ پر تیار کیا اور شہر پناہ وغیرہ کو بھی از سر نو بنایا اور اب تک یہود اپنے افعال قبیحہ پر نادم اور تائب تھے۔

واقعہ پنجم: مگر اس کے بعد پھر وہی پرانی شرارتیں سوجھیں تو ایسے اسباب جمع ہوئے کہ ایک بادشاہ جس نے انطاکیہ آباد کیا ہے بیت المقدس پر حضرت مسیح علیہ السلام سے ایک سو ستر برس پہلے چڑھ آیا چالیس ہزار یہود کو قید چالیس ہزار کو قتل کیا اور مسجد کی بڑی بے عزتی کی مگر مسجد بچ رہی پھر اس بادشاہ کے جانشینوں میں سے ایک بادشاہ نے شہر اور مسجد کو ویران کر دیا پھر بعد چندے سلاطین روم کی اس جگہ حکومت ہو گئی انہوں نے مسجد کو درست کیا اور اس کے آٹھ سال بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔

واقعہ ششم: پھر یہود نے سلاطین روم سے بغاوت اختیار کی آخر رومیوں نے پھر شہر اور مسجد کی وہی حالت بنائی اس وقت کے بادشاہ رومی کا نام طیطس تھا جو نہ یہودی تھا نہ نصرانی کیونکہ اس کے بہت روز بعد قسطنطین اول عیسائی ہوا ہے یہ حادثہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صعود سے چالیس برس بعد ہوا۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک یہ مسجد ویران پڑی رہی حتیٰ کہ آپ نے تعمیر کرائی یہ ہے اجمالی حکایت ان واقعات کی اب قرآن میں جو مجملاً دو واقعہ مذکور ہیں ہر چند کہ ان کی تعیین یقینی تو مشکل ہے لیکن انسب اور اقرب یہ ہے کہ ان میں جو بڑے واقعات ہیں جن میں شرارت بھی زیادہ کی اور سزا بھی زیادہ کی اور سزا بھی سخت ملی ان پر محمول کیا جاوے سو ان میں ایک تو واقعۂ چہارم ہے اور ایک واقعۂ ششم اور اگر واقعات کی تفصیل دیکھنا ہو تو تفسیر حقانی ملاحظہ فرمایئے میں نے اس اجمال کا اسی تفصیل سے اقتباس کیا ہے اب تفسیر شروع ہوتی ہے اور یہ بھی کہنا ممکن ہے کہ مرتین سے مراد دو شریعتوں کی مخالفت ہو یعنی لتخالفن شریعتین گو ہر شریعت کی مخالفت کئی کئی بار ہو پس اس طرح اس میں سب واقعات داخل ہو جاویں گے کہ بعض حوادث شریعت موسویہ کی مخالفت کی سزا تھی اور بعض شریعت عیسویہ کی مخالفت کی سزا پھر ان کے بعد ان عدتم میں شریعت محمدیہ کی مخالفت پر وعید ہے اور اس طرح کلام نہایت جامع اور متناسق ہو جاوے گا اور بعض نے خوب کہا ہے کہ قرآن کا اصل مقصود ہے کہ جب معاصی کی کثرت ہوئی سزا دی گئی اس کے لئے تعیین واقعات کی کوئی ضرورت نہیں۔

تفسیر آیات ☆ وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِىٓ اِسْرَآءِيْلَ فِى الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِى الْاَرْضِ (الی قولہ تعالی) وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا۞

اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں (خواہ توریت میں یا اور انبیاء بنی اسرائیل کے صحف میں) یہ بات (بطور پیشینگوئی) بتلا دی تھی کہ تم سرزمین (شام) میں دوبارہ (گناہوں کی کثرت سے) خرابی کرو گے (ایک بار شریعت موسویہ کی مخالفت دوسری بار شریعت عیسویہ کی مخالفت) اور (دوسروں پر بھی) بڑا زور چلانے لگو گے (یعنی زیادتیاں کرو گے پس لتفسدن میں حقوق اللہ کے اور لتعلن میں حقوق العباد کے ضائع کرنے کی طرف اشارہ ہے اور یہ بھی لکھا تھا کہ دونوں بار سخت سزا میں مبتلا کئے جاؤ گے) پھر جب ان دو بار میں سے پہلی بار (کی سزائے شرارت) کی میعاد آوے گی (تو) ہم (تمہاری سزا کے لئے) تم پر اپنے ایسے بندوں کو مسلط کریں گے جو بڑے جنگجو ہونگے پھر وہ (تمہارے) گھروں میں گھس پڑیں گے (اور تم کو قتل اور قید اور غارت کریں گے) اور یہ (وعدۂ سزا) ایک وعدہ ہے جو ضرور ہو کر رہے گا پھر (جب تم نادم وتائب ہو گے تو) ہم پھر ان پر تمہارا غلبہ کر دیں گے (گو بواسطہ سہی کہ جو قوم) ان پر غالب آوے گی وہ تمہاری حامی ہو گی پس تمہارے وہ دشمن اس قوم سے اور تم سے دونوں سے مغلوب ہوں گے اور مال اور بیٹوں سے (جو کہ قید اور غارت کئے گئے تھے) ہم تمہاری امداد کریں گے (یعنی یہ چیزیں تم کو واپس ملیں گی اور ان سے تم کو قوت پہنچے گی) اور ہم تمہاری جماعت (یعنی تابعین کو) بڑھاویں گے (پس جاہ اور مال اور اولاد اور اتباع سب میں ترقی ہو گی جیسا کہ کرۃ اور اموال اور بنین اور نفیرا اس پر دال ہے اور اس کتاب میں بطور نصیحت یہ بھی لکھا تھا) کہ اگر (اب آئندہ کے لئے) اچھا کام کرتے رہو گے تو اپنے ہی نفع کے لئے اچھے کام کرو گے (یعنی دنیا وآخرت میں اس کا نفع حاصل ہوگا) اور اگر (پھر) تم برے کام کرو گے تو بھی اپنے ہی لئے (برائی کرو گے یعنی پھر سزا ہو گی چنانچہ ایسا ہی ہوا جس کا آگے بیان ہے کہ) پھر جب (ان دو بار میں سے) پچھلی بار کی (سزا کی) میعاد آوے گی (اور تم شریعت عیسویہ کی مخالفت اور شرارت کرو گے) ہم پھر دوسروں کو مسلط کریں گے تا کہ (تم کو مار مار کر) تمہارے منہ بگاڑ دیں اور جس طرح وہ (پہلے) لوگ مسجد (بیت المقدس) میں (لوٹ مار کے ساتھ) گھسے تھے یہ (پچھلے) لوگ بھی اس میں گھس پڑیں اور جس جس چیز پر ان کا زور چلے سب کو (ہلاک و) برباد کر ڈالیں (اور اس کتاب میں یہ بھی لکھا تھا کہ اگر اس بعث ثانی کے بعد جب دورہ شریعت محمدی کا ہو تم مخالفت و معصیت سے باز آ کر شریعت محمدیہ کا اتباع کر لو تو) عجب نہیں

(یعنی امید بمعنی وعدہ ہے) کہ تمہارا ربّ تم پر رحم فرماوے (اور تم کو ادبار وذلت سے بچاوے) اور اگر تم پھر وہی (شرارت) کرو گے تو ہم بھی پھر وہی (سزا کا برتاؤ) کریں گے (چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں انہوں نے آپ کی مخالفت کی پھر قتل اور قید اور ذلیل ہوئے یہ تو دنیا کی سزا ہوگئی) اور (آخرت میں) ہم نے جہنم کو (ایسے[۶]) کافروں کا جیل خانہ بنا (ہی) رکھا ہے۔ **ف**: الکتاب کے ترجمہ میں جو احقر نے تردید کی ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ بقول بعض علماء یہ مضمون اب توریت میں نہیں ہے پس یا تو تحریف ہوئی ہے اور یا اور دوسری الہامی کتب مراد ہیں کہ ان میں اب تک یہ مضامین بکثرت پائے جاتے ہیں واللہ اعلم اور لِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ میں لام کے داخل ہونے اور اس کے لِيَسُوْءٗا پر معطوف ہونے سے یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ کیا اللہ تعالیٰ کو یہ مقصود تھا کہ مسجد ویران وتباہ ہو۔ جواب یہ ہے کہ تکویناً مقصود ہونا لازم نہیں آتا جس کا حاصل رضا ہے پس کچھ شبہ نہیں۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ یہ آیت نص ہے اس میں کہ شرور وقبائح بھی مصالح کے سبب تکویناً مراد ہوتے ہیں اور چونکہ یہاں کفاران مصالح کے واسطہ بنائے گئے اس لئے ان کو عباداً لنا فرمایا۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قوله** فی وعدا ولهما سزائے شرارت کی میعاد اشارة الی ان فی الکلام مضافاً مقدرا ای وعد عقاب اولا هما لان الوعد ظاهره التعلق بامر مرغوب او مرهوب وهذا مقام الوعيد ويمكن ان يكون الوعد بمعنى الموعد ای الوقت ويصح تطبيق ترجمتی علی كليهما۱۲۔ ۲؎ **قوله** قبل ليسوء مسلط اشارة الى تقدير بعثنا بقرينة المقام۱۲۔ ۳؎ **قوله** هناك پہلے لوگ الی پچھلے اشارة الى ان مرجع يدخلوا ودخلوا متغاير ان على حد رجوع الضمير للدرهم فی قولك عندی درهم ونصفه وهذا اذا قدر قبل ليسوء واو بعثناهم ولو قدر بعثنا اخرين لم يحتج الى هذا التكلف۱۲ فافهم۔ ۴؎ **قوله** فی كما دخلوه لوٹ مار تعيين بوجه التشبيه۔ ۵؎ **قوله** فی ان عدتم اس کتاب میں هكذا فی الروح فيلزم على هذا ان الله تعالىٰ او درهم بثلثة عقيبات على ثلثة مخالفات لكن اخر عن وقوع اثنين وذكر الثالث بعنوان الشرطية التی لم يخبر عن وقوع مقدمها لكنه قد وقع وتغيير العنوان لنكتة تعميم الحكم۱۲۔ ۶؎ **قوله** فی الكافرين ایسے اشارة الى ان فيه وضع المظهر فی موضع المضمر ايذانا بالعلية۱۲۔

اختلاف القراءۃ: فی قراءة ان لا يتخذوا بالغيبة فمن قرأن على الغيبة فان ناصبة ولام العاقبة محذوفة ای لئلا يتخذوا ومن قرأ على الخطاب فان مفسرة معناها ای لا تتخذوا كقولك كتبت اليه ان افعل كذا ۱۲۔ فی قراءة ليسوء بالافراد رجوعا للضمير الى الله تعالىٰ فيه صنعة التفات ان قدر بعثنا وان قدر بعث الله فلا التفات۱۲۔

اللغات: قوله قضينا ای اعلمنا هم كذا فی الروح قلت لما كان الاعلام متضمنا معنى الانهار للخبر عدی بالی والا لعدی بعلی۱۲ قوله لتعلن العلو الارتفاع تجوز به عن التكبر والاستيلاء على وجه الظلم۱۲ جاسوا قال الراغب توسطوها وترددوا بينها كذا فی الروح قوله الكرة الكر العطف والرجوع تجوز به عن الدولة والغلبة ۱۲۔ قوله نفيرا من ينفر مع الرجل من عشيرته واهل بيته وفی الاعراب تمييز وهو فعيل بمعنى فاعل وهو اسم للجماعة وقيل هو جمع نفر مثلی عبد وعبيد۱۲۔ قوله ليتبروا ليهلكوا۱۲۔ قوله حصيرا ای سبحان اما جامد او بمعنى حاصر ای محيط فالتذكير اما على معنى النسبة ای ذات حصرا وعلى تاويل جهنم بمذكر و فی الاعراب لم يؤنثه لان فصيلا بمعنى فاعل۱۲۔

النحو: قوله ان لا تتخذوا فی موضع البدل من الكتاب۱۲۔

البلاغۃ: قوله فاذا جاء فی موضعين الفاء للتفصيل الاجمال الذی فی لتفسدن مرتين۱۲۔ قوله ان احسنتم احسنتم لم يقل فلها اشارة الى ان الحسنة من شانها ان تصدر ولا بد۱۲ قوله فلها اللام للاختصاص فلا حاجة الى تاويلها بعلی۔

إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا ﴿٩﴾ وَأَنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٠﴾ وَيَدْعُ الْإِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَاءَهُ بِالْخَيْرِ ۖ وَكَانَ الْإِنْسَانُ عَجُولًا ﴿١١﴾ وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَتَيْنِ ۖ فَمَحَوْنَا آيَةَ اللَّيْلِ وَجَعَلْنَا آيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِتَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ ۚ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنَاهُ تَفْصِيلًا ﴿١٢﴾ وَكُلَّ إِنْسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ

طٰٓئِرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖ ؕ وَ نُخْرِجُ لَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ كِتٰبًا یَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ﴿۱۳﴾ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْیَوْمَ عَلَیْكَ حَسِیْبًا ﴿۱۴﴾ مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْهَا ؕ وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ وَ مَا كُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾

بلا شبہ یہ قرآن ایسے طریقہ کی ہدایت کرتا ہے جو بالکل سیدھا ہے (یعنی اسلام) اور ان ایمان والوں کو جو کہ نیک کام کرتے ہیں یہ خوشخبری دیتا ہے کہ ان کو بڑا بھاری ثواب ملے گا اور یہ بھی بتلاتا ہے کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہم ان کے لئے ایک دردناک سزا تیار کر رکھی ہے اور (بعضا) انسان برائی (یعنی عذاب) کی ایسی درخواست کرتا ہے جس طرح بھلائی کی درخواست اور انسان (کچھ طبعاً ہی) جلد باز ہوتا ہے اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا سو رات کی نشانی کو تو ہم نے دھندلا بنایا اور دن کی نشانی کو ہم نے روشن بنایا تاکہ (دن کو) اپنے رب کی روزی تلاش کرو اور تاکہ برسوں کا شمار اور حساب معلوم کرلو اور ہم نے ہر چیز کو خوب تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اور ہم نے ہر انسان کا عمل اس کے گلے کا ہار کر رکھا ہے اور (پھر) قیامت کے دن ہم ان کا نامہ اعمال اس کے واسطے نکال کر سامنے کر دیں گے جس کو وہ کھلا ہوا دیکھ لے گا اپنا نامہ اعمال (خود) پڑھ لے آج تو خود اپنا آپ ہی محاسب کافی ہے۔ جو شخص (دنیا میں) راہ پر چلتا ہے وہ اپنے نفع کے لئے راہ پر چلتا ہے اور جو شخص بے راہی کرتا ہے سو وہ بھی اپنے ہی نقصان کے لئے بے راہ ہوتا ہے اور کوئی شخص کسی کا بوجھ نہ اٹھائے گا اور ہم (کبھی) سزا نہیں دیتے جب تک کسی رسول کو نہیں بھیج لیتے۔

تفسیر: ربط: شروع سورت میں معجزۂ معراج سے آپ کی رسالت پر استدلال تھا آگے قرآن کی جو کہ رسالت کی بڑی دلیل ہے مدح ہے اور جیسے اوپر تنزیہ باری تعالیٰ کا مضمون تھا ایسے ہی **للتی ھی اقوم** مشتمل ہے اس مضمون کو۔

مدح قرآن دال بر توحید و رسالت ☆ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ (الی قولہ تعالی) اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿﴾ بلا شبہ یہ قرآن ایسے طریقہ کی ہدایت کرتا ہے جو بالکل سیدھا ہے (یعنی اسلام) اور (اس طریقہ کو ماننے اور نہ ماننے والوں کی جزا و سزا بھی بتلاتا ہے چنانچہ) ان ایمان والوں کو جو کہ نیک کام کرتے ہیں یہ خوشخبری دیتا ہے کہ ان کو بڑا بھاری ثواب ملے گا اور یہ بھی بتلاتا ہے کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہم نے ان کے لئے ایک دردناک سزا تیار کر رکھی ہے۔ **ف**: اگر اجر کبیر سے مراد مطلق جنت ہے تب تو یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ کے قید کی سبب ہونے سے اس کا شرط ہونا لازم نہیں آتا اور اگر مراد درجاتِ عالیہ جنت کے ہیں تو شرط ہونا بھی صحیح ہے اور لَا یُؤْمِنُوْنَ میں آخرت کی تخصیص اس لئے ہے کہ ہر واجب الایمان چیز کا ظہور اس میں ہو جاوے گا۔ ربط: اوپر توحید و رسالت و قرآن کی حقیت کا اثبات اور غیر اہل ایمان کے لئے عذاب کا استحقاق مذکور تھا اس پر کفار کو یہ شبہ تھا کہ اگر یہ چیزیں حق ہیں اور ان کا انکار موجب عذاب ہے تو ہم پر دنیا ہی میں عذاب موعود کیوں نہیں آجاتا کقولہ تعالیٰ: اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ ...... [الأنفال: ۳۲] وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا ...... [ص: ۱۶] آگے اس شبہ پر کلام ہے کہ اول وَیَدْعُ الْاِنْسَانُ میں کفار کا استعجال ذکر فرمایا پھر كُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ سے رَسُوْلًا ﴿﴾ تک حساب و کتاب اور موعود عذاب کا معین وقت پر واقع ہونا بیان فرمایا اور درمیان میں تخلیق لیل و نہار کی حکمت سے کہ تحدید اوقات ہے بطور تنظیر کے اس طرف اشارہ فرمایا کہ جس طرح معمولی واقعات محسوب بالاوقات ہیں اسی طرح واقعات عذاب وغیرہ بھی جن میں جو دنیا میں واقع ہونے والے ہیں وہ اپنے وقت پر ہو جاویں گے اور باقی قیامت کے یوم موعود میں ہونے والے ہیں وہ اپنے وقت پر ہو جاویں گے اس مجموعہ سے ان کے شبہ کا جواب ہو گیا اور ممکن ہے کہ درمیان میں آیت: وَجَعَلْنَا الَّیْلَ ...... تقریر توحید کے لئے ہو جو کہ اوپر بھی مذکور ہوئی ہے اور كُلَّ شَیْءٍ فَصَّلْنٰهُ سے یا تو قرآن کی مدح کرنا ہے جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے اور نیز یہ مضامین مفیدہ بھی اس میں بیان ہو رہے ہیں یا اگر لوح محفوظ مراد ہو تو حساب و کتاب کے مقدر فی اللوح ہونے سے اس کے موقت ہونے کی تقریر ہے۔

جواب شبہ اہل عناد بتوقف عذاب ☆ وَیَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَیْرِ ؕ (الی قولہ تعالی) وَ مَا كُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿﴾ اور (بعضا) انسان (جیسے کفار ہیں) برائی (یعنی عذاب) کی ایسی درخواست (تقاضے سے) کرتا ہے جس طرح بھلائی کی درخواست (تقاضے اور جلدی کے ساتھ کرتا ہے) اور انسان (کچھ طبعاً ہی) جلد باز (ہوتا) ہے (مگر جنہوں نے اپنی تہذیب کر لی ہے وہ تعجیل ممنوع سے بچتے ہیں اور جو ہدایت یافتہ نہیں ہیں وہ انجام اندیشی نہیں کرتے اور عذاب مانگتے ہیں اور اس کے نہ آنے سے اس کا انکار کرتے ہیں) اور (ہم نے جس طرح تمام واقعات کا حساب وقت پر رکھا ہے اسی طرح عذاب بھی اپنے وقت پر ہوگا آخرت میں تو ضرور اور ممکن ہے کہ کچھ دنیا میں بھی چنانچہ دنیا کے واقعات کا محسوب ہونا دیکھو کہ) ہم نے رات اور دن کو (اپنی قدرت کی) دو نشانیاں بنایا سو رات کی نشانی (یعنی خود رات) کو تو ہم نے دھندلا بنایا اور دن کی نشانی کو روشن بنایا (کہ اس میں سب چیزیں بے تکلف دکھائی دیں) تاکہ (دن میں) اپنے رب کی روزی تلاش کرو اور تاکہ (دونوں رات اور دن کی آمد و رفت و اختلاف الوان و مقدار و اختلاف مبدأ و منتہا سے) برسوں کا شمار اور (دوسرے چھوٹے چھوٹے) حساب معلوم کرلو (جیسا سورۂ یونس کے پہلے رکوع میں بیان ہوا ہے) اور ہم نے ہر چیز کو خوب تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے

(خواہ لوح محفوظ پس کل شیء عام ہے اور یا قرآن میں پس کل شیء سے مراد ضروری ہے اول سورت میں تقریر مطلب کی یہ ہے کہ لوح محفوظ میں ہر شئی کا جدا جدا وقت معین لکھا ہے اور دوسری صورت میں یہ تقریر ہوگی کہ دیکھو قرآن میں کیسے مفید مضامین ہدایت آ گئیں شبہات میں موجب تسکین مذکور ہیں) اور ہم نے ہر (عمل کرنے والے) انسان کا عمل (نیک ہو یا بد) اس کے گلے کا ہار کر رکھا ہے (یعنی ہر شخص کا عمل اس کے ساتھ لازم ہے) اور (پھر) قیامت کے دن ہم اس کا نامۂ اعمال اس کے دیکھنے کے واسطے نکال کر سامنے کر دیں گے جس کو وہ کھلا ہوا دیکھ لے گا اور اس سے کہا جاوے گا کہ لے اپنا نامۂ اعمال (خود) پڑھ لے آج تو خود اپنا آپ ہی محاسب کافی ہے (یعنی اس کی ضرورت نہیں کہ تیرے اعمال کوئی گنا وے نامۂ اعمال پڑھتا جا اور دل میں یاد کر کے ملزم ہوتا جا' مطلب یہ کہ گو ابھی عذاب نہیں آیا لیکن یہ بلا ٹلے گی نہیں ایک وقت ایسا ہوگا کہ اپنے سب اعمال مخزونہ مکنونہ کو کھلی آنکھوں دیکھ لے گا اور حجت استحقاق عذاب کی اس پر قائم ہو جاوے گی اور) جو شخص (دنیا میں) راہ پر چلتا ہے وہ اپنے نفع کے لئے راہ پر چلتا ہے (اس وقت اس کا نفع اس کو نظر آوے گا) اور جو شخص بے راہی کرتا ہے سو وہ بھی اپنے ہی نقصان کے لئے بے راہ ہوتا ہے (وہ اس وقت اس کا خمیازہ بھگتے گا کسی دوسرے کا کچھ نقصان نہیں کیونکہ ہمارا قانون ہے کہ) کوئی شخص کسی (کے گناہ) کا بوجھ نہ اٹھاوے گا اور (یہ جو کچھ سزا و عقوبت ہوتی ہے اتمام حجت کے بعد کیونکہ ہمارا قانون اور معمول ہے کہ) ہم (کبھی) سزا نہیں دیتے جب تک کسی رسول کو (ہدایت کے لئے) نہیں بھیج لیتے (بشرطیکہ اس شخص کو بواسطہ یا بلاواسطہ اس رسول کی خبر پہنچ چکی ہو اور پھر بھی نہ مانے اس وقت البتہ سزا تجویز کرتے ہیں)۔ **ف**: تقریر مذکور پر کہ مقصود محسوب ہوتا ہے واقعات کا لِتَبْتَغُوْا کا لانا تذکیر نعمت اور اس طرف اشارہ ہے کہ وقت موعود کے قبل تو ہماری طرف سے نعمتیں فائض ہو رہی ہیں و نیز اشارہ ہے کہ لیل و نہار کی حکمت حساب میں منحصر نہیں بلکہ ایک حکمت ابتغاء بھی ہے اور نُخْرِجُ فرمانا اس وجہ سے ہے کہ نامۂ اعمال عالم غیب میں ملائکہ کے ہاتھوں میں محفوظ تھا اور قتادہ سے منقول ہے کہ بے پڑھا ہوا آدمی بھی نامۂ اعمال پڑھ لے گا **کذا فی الروح** اور مَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ الخ سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ جن قوموں تک رسول کی اصلاً خبر نہیں پہنچی وہ کفر و معاصی پر معذب نہ ہوں گے چنانچہ بعض کا یہی مذہب ہے اور جو بعض اس کے قائل ہیں کہ جن عقائد و اعمال کا قبح و مدرک بالعقل ہو سکتا ہے اور کسی سبب سے ادراک کی تحریک بھی ہوئی اور زمانہ تامل و ادراک کا بھی ملا گو بوجہ عدم تامل کے ادراک نہ ہوا ہو یا یہ کہ ادراک ہو گیا ہو اور پھر ایسے عقائد و اعمال کے مرتکب ہوئے ہوں وہ معذب ہوں گے تو ان بعض کا قول بھی اس آیت کے موافق اس طرح ہو سکتا ہے کہ یہ صورت بھی مثل بعث رسل کے ہے کیونکہ فائدہ بعث رسل سے یہی امر ہے پس مقصود اصلی آیت میں یہی فائدہ مشترکہ ہوگا پس مطلب آیت کا یہ ہوگا: **مَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حتى ننبهه بالنقل او بالعقل والله اعلم۔**

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ اس میں اشارہ ہے بعض آداب دعا کی طرف کہ استعجال نہ کرے خصوصاً بددعا میں خصوص دوسرے کے لئے خصوص اپنے انتقام کے لئے جیسے بہت سے مدعی غیظ نفس میں مسلمانوں کے لئے بددعا کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ضرور قبول ہوگی گویا خدائی ان کے قبضہ میں ہے ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قوله فى اقوم بالكل اشارة الى ان التفصيل يراد به الكمال فلا اشكال من لزوم كون غير الاسلام قيما ۱۲۔** ۲؎ **قوله فى ان الذين** بتلاتا ہے **اشارة الى تقدير ويخبر المعطوف على يبشر ۱۲۔** ۳؎ **قوله فى اٰية الليل** خودرات **اشارة الى ان الاضافة بيانية ۱۲۔** ۴؎ **قوله فى كل انسان** عمل کرنے والے **القرينة عليه طائر والمراد به العمل ۱۲۔**

رسم الخط: حذف الواو من يدع انما هو فى الخط لعدم التلفظ به ۱۲۔

النحو: قوله للتى اى للطريقة التى وفى حذف الموصوف فخامة كما لا يخفى ۱۲ قوله ان لهم اى بان لهم كما فى الاعراب ۱۲۔ قوله وكل شىء منصوب بفعل محذوف لانه معطوف على الجملة الفعلية ولو لا ذلك لكان الاولى رفعه لعدم احتياجه الى التقدير ۱۲ قوله كل انسان منصوب على حد كل شىء ۱۲۔

البلاغۃ: قوله محونا هو من قبيل قولهم ضيق فم الركية ۱۲۔ قوله الزمناه طائره الطائر كناية عن العمل لان العرب يطيرون بالطائر فى الخير والشر وقوله فى عنقه تصوير لشدة اللزوم وكما الارتباط ۱۲۔

وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ﴿۱۶﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا ﴿۱۷﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۱۸﴾ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا

وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُورًا ﴿١٩﴾ كُلًّا نُّمِدُّ هَٰٓؤُلَآءِ وَهَٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ۚ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا ﴿٢٠﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۚ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ﴿٢١﴾

اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو اس کے خوش عیش لوگوں کو حکم دیتے ہیں پھر (جب) وہ لوگ وہاں شرارت مچاتے ہیں تب ان پر حجت تمام ہو جاتی ہے پھر اس بستی کو تباہ اور غارت کر ڈالتے ہیں اور ہم نے بہت سی امتوں کو نوح علیہ السلام کے بعد کفر و معصیت کے سبب ہلاک کیا ہے اور آپ کا رب اپنے بندوں کے گناہوں کا جاننے والا دیکھنے والا کافی ہے۔ جو شخص دنیا (کے نفع) کی نیت رکھے گا ہم ایسے شخص کو دنیا میں جتنا چاہیں گے جس کے واسطے چاہیں گے فی الحال ہی دے دیں گے پھر ہم اس کے لئے جہنم تجویز کریں گے وہ اس میں بدحال راندہ (درگاہ) ہو کر داخل ہوگا اور جو شخص آخرت کے ثواب کی نیت رکھے گا اور اس کے لئے جیسی سعی کرنی چاہئے ویسی ہی سعی بھی کرے گا بشرطیکہ وہ شخص مؤمن بھی ہو سو ایسے لوگوں کی یہ سعی مقبول ہوگی۔ آپ کے رب کی (اس) عطا (دنیوی) میں سے تو ہم ان کی بھی امداد کرتے ہیں اور اُن کی بھی اور آپ کے رب کی (یہ) عطا دنیوی کسی پر بند نہیں۔ آپ دیکھ لیجئے ہم نے ایک کو دوسرے پر کس طرح فوقیت دی ہے اور البتہ آخرت درجوں کے اعتبار سے بھی بہت بڑی ہے اور فضیلت کے اعتبار سے بھی بہت بڑی ہے۔ ✿

تفسیر ربط: اوپر وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ الخ میں بدوں بعثت رسول کے عذاب نہ ہونا بیان فرمایا آگے بعثت رسل کے بعد جب کہ اطاعت نہ کریں عذاب کا ہونا بیان فرماتے ہیں تا کہ سننے والے متنبہ ہوں کہ ہماری طرف رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو چکے ہیں نہ ماننے سے ہم بھی مستحق عذاب ہو جاویں گے گو وقت معین سے قبل نہ ہو جیسا ان پر بھی معین وقت پر آیا تھا اور اوپر جواب شبہ میں یہ مضمون بھی مذکور تھا۔

استحقاق عذاب عصیان رسل ☆ وَإِذَآ أَرَدْنَآ أَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً (الی قولہ تعالی) وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا بَصِيْرًا ﴿١٧﴾ اور جب ہم کسی بستی کو (جو کہ کفر و معصیت کے سبب بمقتضائے حکمت قابل ہلاک ہو) ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو (اس کو قبل بعثت رسل ہلاک نہیں کرتے بلکہ کسی رسول کی معرفت) اس (بستی) کے خوش عیش (یعنی امیر و رئیس) لوگوں کو (خصوصاً اور دوسرے عوام کو عموماً ایمان و طاعت کا) حکم دیتے ہیں پھر (جب) وہ لوگ (کہنا نہیں مانتے بلکہ) وہاں شرارت مچاتے ہیں تب ان پر حجت تمام ہو جاتی ہے پھر اس بستی کو تباہ اور غارت کر ڈالتے ہیں اور (اسی طرز کے موافق) ہم نے بہت سی امتوں کو نوح (علیہ السلام) کے (زمانہ کے) بعد (ان کے کفر و معصیت کے سبب) ہلاک کیا ہے (جیسے عاد و ثمود وغیرہم اور نوح علیہ السلام کی قوم کا ہلاک ہونا مشہور و معروف ہی ہے اس لئے مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ پر اکتفا کیا گیا اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ شروع سورت یعنی آیت : ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ میں لفظ حَمَلْنَا مشیر ہے ان کی قوم کے اہلاک کی طرف اس لئے گویا اس کو اہلاک قوم نوح کا ذکر قرار دے کر یہاں مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ فرمایا گیا) اور آپ کا رب اپنے بندوں کے گناہوں کا جاننے والا دیکھنے والا کافی ہے (پس جیسا جیسا گناہ ہوتا ہے ویسی ویسی سزا دیتا ہے) **ف**: بعض مفسرین نے اَمَرْنَا کے معنی کثرنا کہے ہیں یعنی کثیر کر دیتے ہیں کیونکہ امر جس طرح کثیر شد کے معنی میں آتا ہے اسی طرح کثیر نمود کے معنی میں بھی آتا ہے پس یہ لازم و متعدی دونوں ہے كذا فى الروح اس وقت یہ معنی ہوں گے کہ ہم امراء کو باعتبار عدد اور سامان کے بڑھا دیتے ہیں جس کو استدراج کہتے ہیں حتی کہ ان کو خوب غفلت و انہماک ہو جاتا ہے جیسا اس آیت میں ہے: حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً [الأنعام: ٤٤] مجموعہ تفسیرین کا حاصل یہ ہوا کہ ہم اتمام حجت کے لئے بعثت رسل اور امہال کو مقدم کر دیتے ہیں اور جس حکمت سے وہ لوگ قابل ہلاک ہوتے ہیں اس کی تعیین و تفتیش ضروری نہیں جیسے دوسرے عام واقعات کی حکمت اور راز کا بھی احاطہ نہیں ہو سکتا پس اس پر یہ لازم نہیں آیا کہ قبل بعثت اگر وہ قابل ہلاک نہیں تھے تو گویا ہلاک کرنے کے لئے یہ سلسلہ نکالا جو ظاہراً بعید از رحمت ہے اور اگر قابل ہلاک تھے تو تفسیر اول پر بدوں بعثت رسل قابل ہلاک ہونے کا قائل ہونا پڑتا ہے حاصل حل اشکال کا شق ثانی کا اختیار کرنا ہے بمقتضائے حکمت الہیہ ان کا ہلاک مناسب تھا مگر بالفعل ہلاک ہونا بمقتضائے عادت الہیہ بعثت رسل پر موقوف رکھا گیا اور سبب ہلاک ذنوب و فسق ہے نہ کہ محض ارادہ اب شبہ ہلاکت کے مقصود بالذات ہونے کا بھی نہ رہا جیسا ظاہراً اِذَآ اَرَدْنَآ کے شرط اور اَمَرْنَا کے جزا ہونے سے ہوتا ہے اور اسی واسطے قریہ کے ترجمہ میں اس قید سے مقید کر دیا کہ جو کہ کفر و معصیت کے سبب الخ اور مترفین کی تخصیص ذکر بوجہ ان کے ذی اثر ہونے کے ہے کہ انکی اطاعت کا بھی معصیت کا بھی تعمم کا بھی دوسروں پر دربابِ کے اثر پڑتا ہے اسلئے ان کو زیادہ سمجھا جاتا ہے دوسرے غافل اور معاند اور احمق بھی زیادہ یہی ہوتے ہیں اور تخصیص ذکر نوح علیہ السلام کی خود تقریر ترجمہ سے ظاہر ہے۔

ربط: اوپر آیات : وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ الخ میں اس شبہ کا جواب تھا کہ اگر ہمارا طریقہ موجب عذاب ہو تو دنیا ہی میں کیوں نہیں وہ عذاب آجاتا اب آگے اس شبہ کا جواب ہے کہ اگر ہمارے بعض اعمال مختلف فیہا موجب عذاب بھی ہوں لیکن جو اعمال ہم سے ایسے صادر ہوتے ہیں جو بالاتفاق حسن ہیں جیسے مہمانداری و اعانت مظلوم و انجاح سوال وغیرہا یہ نجات کا ذریعہ ہو جاویں گے حاصل جواب یہ ہے کہ دو حال سے خالی نہیں یا تو ان اعمال سے تم کو نفع دینا مقصود ہے جیسا کہ

یہی واقع ہے چنانچہ انکار آخرت اس کی دلیل ہے تب تو تم یُرِیۡدُ الۡعَاجِلَۃَ میں داخل ہو جس کا انجام جہنم اور اگر تم کو نفع آخرت مقصود ہے جیسا کہ محض فرضی صورت ہے تو اس میں فھو مؤمن کی قید ہے جو تم میں مفقود ہے اس لئے وہ بھی نجات کا ذریعہ نہیں ہو سکتا پس بہر حال تم مستوجب عذاب رہے و نیز ساتھ ساتھ دنیا کی تذلیل اور آخرت کی تفصیل بھی مذکور ہے۔

اشتراط نیت آخرت وایمان برائے قبول اعمال مع تحقیر دُنیا و تفضیلِ آخرت

مَنۡ كَانَ يُرِيۡدُ الۡعَاجِلَةَ (الی قولہ تعالی) وَلَلۡاٰخِرَةُ اَكۡبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكۡبَرُ تَفۡضِيۡلًا۝ جو شخص (اپنے اعمال نیک سے صرف) دنیا (کے نفع) کی نیت رکھے (خواہ اس لئے کہ آخرت کا منکر ہے یا اس لئے کہ آخرت کی نیت نہیں کی) ہم ایسے شخص کو دنیا میں جتنا چاہیں گے (اور پھر سب کے لئے نہیں بلکہ) جس کے واسطے چاہیں گے فی الحال ہی دے دیں گے (یعنی دنیا ہی میں کچھ جزا مل جاوے گی) پھر (آخرت میں خاک نہ ملے گا بلکہ وہاں) ہم اس کے لئے جہنم تجویز کریں گے وہ اس (جہنم) میں بدحال راندہ (درگاہ) ہو کر داخل ہوگا اور جو شخص (اپنے اعمال میں) آخرت (کے ثواب) کی نیت رکھے گا اور اس (آخرت) کے لئے جیسے سعی کرنا چاہے ویسی ہی سعی بھی کرے گا (مطلب اس کا یہ ہے کہ وہ عمل قواعد شرعیہ کے موافق کیا کیونکہ آخرت کے لئے وہی سعی کرنا چاہئے جس کا امر ہوا ہو بخلاف ان اعمال کے جو ہوائے نفسانی کے موافق ہوں کہ وہ مقبول نہیں غرض شرع کے موافق عمل کیا) بشرطیکہ وہ شخص مؤمن بھی ہو سو ایسے لوگوں کی یہ سعی (مذکور عنداللہ) مقبول ہوگی (غرض قبول سعی یعنی عمل کی تین شرطیں ہوئیں تصحیح نیت جس پر اَرَادَ الۡاٰخِرَةَ دال ہے۔ تصحیح عمل حسب شرع جس پر سَعۡيَهَا دال ہے۔ تصحیح عقیدہ جس پر مؤمن دال ہے پس شرائط قبول کے یہ ہیں اور بدوں اس کے غیر مقبول اور کافروں پر نعم دنیویہ ہونا علامت ان کے قبول اعمال کی نہیں ہے کیونکہ نعمت دنیویہ مخصوص مقبولین کے ساتھ نہیں بلکہ) آپ کے رب کی (اس) عطاء (دنیوی) میں سے تو ہم ان (مقبولین) کی بھی امداد کرتے ہیں اور ان (غیر مقبولین) کی بھی (امداد) کرتے ہیں اور آپ کے رب کی (یہ) عطاء (دنیوی کسی پر) بند نہیں (چنانچہ) آپ دیکھ لیجئے ہم نے (اس عطائے دنیوی میں بلا قید ایمان وکفر کے) ایک کو دوسرے پر کس طرح فوقیت دی ہے (حتیٰ کہ اکثر کفار اکثر مؤمنین سے زیادہ تنعم رکھتے ہیں پس یہ چیزیں قابل وقعت نہیں) اور البتہ آخرت (جو مخصوص ہے مقبولین کے ساتھ وہ) درجوں کے اعتبار سے بھی بہت بڑی ہے اور فضیلت کے اعتبار سے بھی بہت بڑی ہے (اس کا اہتمام چاہئے جو مشروط بشرائط مذکورہ ہے)۔ **ف**: سورۂ ہود کے رکوع دوم کی آیت: مَنۡ كَانَ يُرِيۡدُ الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا وَزِيۡنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيۡهِمۡ ...... [ھود: ۱۵] سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اعمال کا بدلہ دنیا میں ضرور ملتا ہے اور اس آیت میں مشیت کے ساتھ مقید ہے یہ اشکال اس آیت کے ترجمہ وتفسیر کے ملاحظہ سے دفع ہو جاوے گا کیونکہ وہاں نُوَفِّ اِلَيۡهِمۡ اَعۡمَالَهُمۡ [ھود: ۱۵] کی تفسیر میں ایسے قیود ہیں جن سے لزوم توفیہ جزائے اعمال کا نہیں رہتا بلکہ بعض صورتوں میں توفیہ ہوتا ہے پس مَا نَشَآءُ لِمَنۡ نُّرِيۡدُ کا مصداق وہی صورتیں ہو جاویں گی اور دونوں آیتوں کا مضمون متحد ہو جاوے گا۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَاِذَاۤ اَرَدۡنَاۤ اَنۡ نُّهۡلِكَ روح میں ہے کہ اس میں اشارہ ہے کہ اسی طرح جب مرید کے قلب کو خراب کرنا منظور ہوتا تو اس پر نفس وشیطان کے عسا کر کو مسلط کر دیا جاتا ہے پس شہوات وطبعیات کے اتباع سے خراب ہو جاتا ہے ۱۲۔ قولہ تعالیٰ: وَمَنۡ اَرَادَ الۡاٰخِرَةَ الخ روح میں ہے کہ سعی جو آخرت کے لائق ہو وہ ہے جس میں موافقت شریعت اور استقامت ہو قولہ تعالیٰ: كُلًّا نُّمِدُّ هٰۤؤُلَاۤءِ وَهٰۤؤُلَاۤءِ مِنۡ عَطَآءِ رَبِّكَ الخ یہ صریح ہے اس میں کہ توسع فی الدنیا قبول کی علامت نہیں جیسے بعض مدعیان طریق فخر کیا کرتے ہیں کہ جو شخص ہمارے سلسلہ میں آتا ہے اس کو مال وعہدہ کی ترقی ہو جاتی ہے اور اس میں اس کی بھی اصل ہے جو بعض اکابر کی عادت ہوتی ہے کہ ایصال نفع میں مؤمنین کی تخصیص نہیں کرتے سو یہ تعمیم اخلاق الٰہیہ میں سے ہے اور لَيۡسَ عَلَيۡكَ هُدٰىهُمۡ [البقرۃ: ۲۷۲] الآیۃ میں اس کی ترغیب بھی ہے ہاں ہدیہ وغیرہ میں تقویٰ کی رعایت مناسب ہے ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله فى امرنا ايمان واطاعت اخرجه ابن جرير عن ابن عباس كذا فى الدر المنثور والقرينة على تقدير قوله بالطاعة قوله تعالى ففسقوا فان المقدر قد يكون عين المذكور وقد يكون ضده تقول امرته فقام وتقول امرته فعصانى ۱۲۔

الروایات: من كان يريد العاجلة قال الضحاك من يريد بعمله الدنيا ۱۲ قوله كلا غد قال الحسن كلا نرزق فى الدنيا البر والفاجر كذا فى الدر المنثور عن ابن ابى حاتم وغيره ۱۲۔

النحو: قوله كلا مفعول مقدم لنمد وهؤلاء وهؤلاء بدل من كلا۔

البلاغۃ: قوله ما نشاء لمن نريد ذكر المشية فى احدهما والارادة فى الآخر تفنن قوله من عطاء عبر عن الرزق وغيره بالعطاء ايذانا بان لامداد المذكور ليس بطريق الاستيجاب بل بمحض التفضل۔

لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ﴿۲۲﴾ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ﴿۲۳﴾ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴿۲۴﴾ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ؕ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ﴿۲۵﴾ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴿۲۶﴾ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ؕ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴿۲۷﴾ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ﴿۲۸﴾ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ﴿۲۹﴾ اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا بَصِيْرًا ﴿۳۰﴾ ع

اللہ (برحق) کے ساتھ اور کوئی معبود مت تجویز کرو ورنہ تو بدحال بے یارومددگار ہو کر بیٹھ جائے گا اور تیرے رب نے حکم کر دیا ہے کہ بجز اس کے کسی کی عبادت مت کرو اور تم اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کیا کرو اگر تیرے پاس ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جاویں سو ان کو کبھی (ہاں) ہوں بھی مت کرنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان سے خوب ادب سے بات کرنا اور ان کے سامنے شفقت سے انکساری کے ساتھ جھکے رہنا اور یوں دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار ان دونوں پر رحمت فرمائیے جیسا انہوں نے مجھ کو بچپن میں پالا پرورش کیا۔ تمہارا رب تمہارے مافی الضمیر کو خوب جانتا ہے اگر تم سعادت مند ہو تو وہ توبہ کرنے والوں کی خطا معاف کر دیتا ہے اور قرابت دار کو اس کا حق (مال وغیرہ) دیتے رہنا اور محتاج اور مسافر کو بھی دیتے رہنا اور (مال کو) بے موقع مت اڑانا (کیونکہ) بے شک بے موقع اڑانے والے شیطانوں کے بھائی بند ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے اور اگر اپنے رب کی طرف سے جس رزق کے آنے کی امید ہو اس کے انتظار میں تجھ کو ان سے پہلو تہی کرنا پڑے تو ان سے نرمی کی بات کہہ دینا اور نہ تو اپنا ہاتھ گردن ہی سے باندھ لینا چاہئے اور نہ بالکل ہی کھول دینا چاہئے ورنہ الزام خوردہ تہی دست ہو کر بیٹھ رہو گے بلاشبہ تیرا رب جس کو چاہتا ہے زیادہ رزق دیتا ہے اور وہی تنگی کر دیتا ہے بے شک وہ اپنے بندوں کو خوب جانتا ہے دیکھتا ہے۔ ۞

تفسیر ربط: اوپر قبولِ اعمال کی شرطیں بتلائی ہیں اب آگے بعض اعمالِ ضروریہ بتلاتے ہیں کہ طالب آخرت ان کو اختیار کرے اور چونکہ بڑی شرط ایمان و توحید تھی اس لئے ان احکام کو توحید سے شروع کیا اور توحید ہی پر ختم کیا اور دونوں جگہ زیادہ اہتمام کے لئے متقارب ہی الفاظ فرمائے لَا تَجْعَلْ الخ پس اس میں هُوَ مُؤْمِنٌ کی قدرے تفصیل ہوگئی اور درمیان احکام میں رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ؕ الخ اور الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ الخ کے عنوان عام میں اشتراط نیت بھی داخل ہو گیا پس یہ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ کے مناسب ہو گیا اور باقی احکام بتلانے سے قانونِ شرعی کی تعیین ہوگئی اس سے سَعٰى لَهَا سَعْيَهَا کی تبیین ہوگئی اور یہ احکام مختلف انواع کے متعدد اوامر اور متعدد نواہی ہیں جو اپنی حسن وخوبی کی وجہ سے اہل بصیرت کے لئے رسالت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دلائل بھی ہو سکتے ہیں جس میں اوپر کلام تھا۔

حکم اول ...... توحید ☆ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ﴿۲۲﴾ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ۔ (اے مخاطب) اللہ (برحق) کے ساتھ کوئی اور معبود مت تجویز کر (یعنی شرک مت کر) ورنہ تو بدحال، بے یارومددگار ہو کر بیٹھ رہے گا اور (آگے پھر اسی کی تاکید[1] ہے کہ) تیرے رب نے حکم کر دیا ہے کہ بجز اس (معبود برحق) کے کسی کی عبادت مت کرو۔

حکم دوم ...... ادائے حقوق ابوین ☆ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ (الی قولہ تعالی) فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ﴿۲۵﴾ اور تم (اپنے) ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کیا کرو اگر (وہ) تیرے پاس (ہوں اور) ان میں سے ایک یا دونوں کے دونوں بڑھاپے (کی عمر) کو پہنچ جاویں (جس کی وجہ سے محتاج خدمت ہو جاویں اور جب کہ طبعاً ان کی خدمت کرنا ثقیل معلوم ہو) سو (اس وقت بھی اتنا ادب کرو کہ) ان کو کبھی (ہوں مت کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان سے خوب ادب سے بات کرنا اور ان کے سامنے شفقت سے انکساری کے ساتھ جھکے رہنا اور (ان کے لئے حق تعالی سے) یوں دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار ان

دونوں پر رحمت فرمائیے جیسا انہوں نے مجھ کو بچپن (کی عمر) میں پالا پرورش کیا ہے (اور صرف اس ظاہری توقیر وتعظیم پر اکتفامت کرنا دل میں بھی ان کا ادب اور قصد اطاعت رکھنا کیونکہ) تمہارا رب تمہارے مافی الضمیر کو خوب جانتا ہے (اور اسی وجہ سے تمہارے لئے ایک تخفیف بھی سناتے ہیں کہ) اگر تم (حقیقت میں دل ہی سے) سعادت مند ہو (اور غلطی یا تنگ مزاجی یا دل تنگی سے کوئی ظاہری فروگذاشت ہو جاوے اور پھر نادم ہو کر معذرت کرلو) تو توبہ کرنے والوں کی خطا معاف کر دیتا ہے۔ **ف**: ارْحَمْهُمَا میں جو دعا کے لئے فرمایا ہے ظاہراً امر ندب واستحباب کے لئے ہے اور بعض نے کہا ہے کہ وجوب کے لئے ہے لیکن عمر بھر میں ایک بار دعا کرنے سے بھی واجب ادا ہو جاوے گا اور بدلائل شرعیہ یہ دعا کرنا مقید ہے ایمان ابوین کے ساتھ البتہ اگر حالت کفر میں زندہ ہوں اور دعائے رحمت بمعنی دعائے ہدایت کی جاوے تو جائز ہے۔

حکم سوم ادائے حقوق دیگر اہل حق ☆ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَ لَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴿۲۶﴾

حکم چہارم نہی از تبذیر ☆ وَ لَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴿۲۶﴾ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴿۲۷﴾

حکم پنجم رد جمیل ☆ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَاۗءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ﴿۲۸﴾

حکم ششم: اقتصاد در انفاق ☆ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ (الی قولہ تعالی) اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ﴿۳۰﴾ اور قرابت دار کو اس کا حق (مالی وغیر مالی) دیتے رہنا اور محتاج اور مسافر کو بھی (ان کے حقوق) دیتے رہنا اور (مال کو) بے موقع مت اُڑانا (کیونکہ) بیشک بے موقع اڑانے والے شیطانوں کے بھائی بند (یعنی ان کے مشابہ ہوتے) ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے (کہ حق تعالیٰ نے اس کو دولت عقل کی دی مگر اس نے خدا تعالیٰ کی نافرمانی میں اس کو صرف کیا اسی طرح مبذرین کو دولت مال کی دی مگر وہ خدا تعالیٰ کی نافرمانی میں اس کو صرف کرتے ہیں) اور اگر (کسی وقت تمہارے پاس ان لوگوں کے دینے کو نہ ہو اور اس لئے) تم کو اس رزق کے انتظار میں جس کی اپنے پروردگار کی طرف سے توقع ہو (اس کے[۵] نہ آنے تک) ان سے پہلوتہی کرنا پڑے تو (اتنا خیال رکھنا کہ) ان سے نرمی کی بات کہہ دینا (یعنی دلجوئی کے ساتھ ان سے وعدہ کر لینا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ کہیں سے آوے گا تو دیں گے اور دل آزار جواب مت دینا) اور نہ تو اپنا ہاتھ گردن ہی سے باندھ لینا چاہئے (کہ غایت بخل سے بالکل ہی ہاتھ روک لیا جاوے) اور نہ بالکل ہی کھول دینا چاہئے (کہ اسراف کیا جاوے) ورنہ الزام خوردہ (اور) تہی دست ہو کر بیٹھ رہو گے (اور محض کسی کے فقر واحتیاج پر ترحم کر کے اپنے کو پریشانی میں ڈالنا بے کار ہے کیونکہ) بلاشبہ تیرا رب جس کو چاہتا ہے زیادہ رزق دیتا ہے اور وہی (جس پر چاہے) تنگی کر دیتا ہے بیشک وہ اپنے بندوں (کی حالت اور ان کی مصلحت کو) خوب جانتا ہے دیکھتا ہے (تم اس فکر میں کیوں پڑے کہ باوجود گنجائش نہ ہونے کے کچھ دینا چاہئے)۔ **ف**: اسراف اور تبذیر کا حاصل ایک ہی ہے کہ محل معصیت میں خرچ کرنا خواہ وہ معصیت بالذات ہو جیسے شراب وقمار وزنا خواہ بالغیر ہو جیسے فعل مباح میں بہ نیت شہرت وتفاخر خرچ کرنا اور بعض نے یہ فرق کیا ہے کہ اسراف میں جہل بالکمیۃ ہے کہ مقادیر حقوق سے تجاوز ہو اور تبذیر میں جہل بالکیفیت ہے کہ محل وموقع نہ سمجھے اور حق عام ہے مالی اور غیر مالی کو مثل حسن معاشرت کے اور شیاطین چونکہ بہت سے ہیں گو ابلیس ایک ہی ہے اس لئے جمع لائے اور شیطان جو مفرد لایا گیا تو مراد اس سے ابلیس ہے کہ اصل کفران میں وہی ہے اور یا جنس مراد ہے کہ سب شیاطین کو شامل ہے اور آخر میں جو اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ الخ ارشاد فرمایا اس سے یہ مقصود نہیں کہ کوئی کسی کا غم نہ کرے بلکہ مطلب یہ ہے کہ دوسرے کے نفع کے لئے اپنے کو دینی ضرر پہنچانا یا ایسا دنیوی ضرر برداشت کرنا جس کا انجام دینی ضرر ہو یہ ممنوع ہے اگر ایسی حالت میں بہت خوش ہو تو سمجھ لے کہ اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ الخ۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا الخ اس سے شیخ مربی کیلئے دعا کرنے کا استحسان مستنبط ہوتا ہے ۱۲۔ قولہ تعالیٰ: اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ اسی طرح شیخ کو اپنے مریدوں کے ساتھ معاملہ کرنا چاہئے کہ اپنے حقوق میں اس پر تشدد نہ کرے ہاں جس میں ان کی اصلاح ہو وہ مستثنیٰ ہے قولہ تعالیٰ: وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ الخ اس سے یہ بھی مستنبط ہوتا ہے کہ جب کسی وقت افادہ طالب سے عذر ہو تو اسکو نرم جواب دے اور مصلحت اصلاح یہاں بھی مستثنیٰ ہے قولہ تعالیٰ: وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ الخ اس میں اشارہ ہے مشائخ کو مریدوں کے ساتھ کس طرح رہنا چاہئے یعنی نہ حقائق ومعارف ظاہر کرنے میں بخل کرے اور نہ ایسے اسرار بیان کرے جس کا وہ متحمل نہ ہو اور برباد ہو جاوے ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: [۱] **قولہ فی لا تعبدوا** ای کی تاکید اشارۃ الی وجہ التکرار ۱۲ منہ۔ [۲] **قولہ فی احسانا** سلوک کیا کرو اشارۃ الی تقدیر احسنوا لیصح العطف ۱۲۔ [۳] **قولہ فی عندک** تیرے پاس کما قال البیضاوی فی کنفک وکفالتک ویحتمل ان یکون المعنی عندک ای فی حیاتک ومن ثم ترجمہ البعض بقولہ تمہارے سامنے ۱۲۔ [۴] **قولہ فی قولا کریما** خوب افادہ التاکید بالمفعول المطلق ۱۲۔ [۵] **قولہ فی ابتغاء** اس کے نہ آنے تک اشارۃ الی دفع ایراد تقریرہ ان ابتغاء مفعول لہ لتعرض فھو علۃ لہ ولا یصح الابتغاء للعلیۃ وانما العلۃ عدم

الوجدان تقرير الجواب ان الابتغاء لما دل على عدم الوجدان صح جعله مفعولا له فاطلق المسبب على السبب فان فاقد الرزق مبتغ له ۱۲۔

الکلام: استدل بعض بما فی الدر المنثور فی تفسیر الآیة وآت ذا القربی انه صلی الله علیه وسلم اعطی فاطمة فدکا حین نزلت آیة والجواب بعد تسلیم صحة الخبر ان هذا الاعطاء اما ان کان عاریة او هبة فان کان الاول فلا احتجاج فیما فیه الکلام وان کان الثانی فما معنی دعوی فاطمة الارث فیه ولم لم تتمسک بهذا الاعطاء فافهم واصل الجواب ما قال ابن کثیر هذا مشکل فانه یشعر بان الآیة مدنیة والمشهور خلافه آه ۱۲۔

اللغات: قوله فتقعد القعود یراد به المکث مطلقا عرفا او یقال ان من شان المذموم المخذول ان یقعد نادمًا متفکرا علی ما فرط منه فالقعود علی هذا حقیقة قوله قضی بمعنی امر وقوله ان الا تعبدوا ای بان لا تعبدوا قوله کما ربیانی فی الروح الکاف لتاکید الوجود کانه قیل رب ارحمهما رحمة محققة مکشوفة لا ریب فیهما کقوله تعالیٰ مثل ما انکم تنطقون ۱۲۔ قوله اف هو اسم صوت ینبئ عن التضجر او اسم فعل هو الضجر واسم الفعل بمعنی المضارع وکذا بعضی الماضی قلیل والکثیر بمعنی الامر ۱۲ قوله لا تنهرهما زاده بعد قوله لا تقل لهما اف ذکر الخاص بعد العام للاعتناء بشانه وقیل لان المراد من قوله تعالیٰ لا تقل لهما اف المنع من اظهار الضجر القلیل والکثیر والمراد من قوله سبحانه ولا تنهرهما المنع من اظهار المخالفة فی القول علی سبیل الرد علیهما والتکذیب لهما ولذا روعی هذا الترتیب والا فالمنع من التافیف یدل علی المنع من المنهر بطریق الاولی۔ قوله واخفض لهما ای توضع لهما وتذلل وجناح الذل بل خفض الجناح تمثیل فی التواضع وقیل المراد بخفضهما ما یفعله الطائر اذا ضم فراخه لتربیته وانه انسب بالمقام ۱۲۔ قوله فی الروح وتوحید ضمیر الخطاب فی عندک وفیما بعده مع ان ما صرح به فیما سبق علی الجمع للاحتراز عن التباس المراد وهو نهی کل احد عن تافیف والدیه ونهرهما فانه لو قومل الجمع بالجمع او التثنیة بالتثنیة لم یحصل ذلک وذکر انه وحد الخطاب فی ولا تجعل المبالغة وجمع فی ان لا تعبدوا الا ایاه لانه اوفق لتعظیم امر القضاء ۱۲۔ قوله میسورًا اسم مفعول بمعنی سهل کالسعید والمسعود ۱۲۔ قوله محسورًا ای منقطعا بک لا شئ عندک من حسره السفر اعیاه شئ واوقفه حتی انقطع عن رفقة قال الراغب یقال للمعیی حاسر ومحسورا اما الحاسر فتصورا انه قد خسر بنفسه قواه واما المحسور فتصور ان التعب قد خسره کذا فی الروح۔

وَلَا تَقۡتُلُوۡۤا اَوۡلَادَکُمۡ خَشۡيَةَ اِمۡلَاقٍ‌ؕ نَحۡنُ نَرۡزُقُهُمۡ وَاِيَّاكُمۡ‌ؕ اِنَّ قَتۡلَهُمۡ كَانَ خِطۡاً كَبِيۡرًا ﴿۳۱﴾ وَلَا تَقۡرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيۡلًا ﴿۳۲﴾ وَلَا تَقۡتُلُوا النَّفۡسَ الَّتِىۡ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالۡحَـقِّ‌ؕ وَمَنۡ قُتِلَ مَظۡلُوۡمًا فَقَدۡ جَعَلۡنَا لِـوَلِيِّهٖ سُلۡطٰنًا فَلَا يُسۡرِفْ فِّى الۡقَتۡلِ‌ؕ اِنَّهٗ كَانَ مَنۡصُوۡرًا ﴿۳۳﴾ وَلَا تَقۡرَبُوۡا مَالَ الۡيَتِيۡمِ اِلَّا بِالَّتِىۡ هِىَ اَحۡسَنُ حَتّٰى يَبۡلُغَ اَشُدَّهٗ‌ ۖ وَاَوۡفُوۡا بِالۡعَهۡدِ‌ ۚ اِنَّ الۡعَهۡدَ كَانَ مَسۡـُٔوۡلًا ﴿۳۴﴾ وَاَوۡفُوا الۡكَيۡلَ اِذَا كِلۡتُمۡ وَزِنُوۡا بِالۡقِسۡطَاسِ الۡمُسۡتَقِيۡمِ‌ؕ ذٰ لِكَ خَيۡرٌ وَّاَحۡسَنُ تَاۡوِيۡلًا ﴿۳۵﴾ وَلَا تَقۡفُ مَا لَـيۡسَ لَـكَ بِهٖ عِلۡمٌ‌ ؕ اِنَّ السَّمۡعَ وَالۡبَصَرَ وَالۡفُؤَادَ كُلُّ اُولٰۤـئِكَ كَانَ عَنۡهُ مَسۡـُٔوۡلًا ﴿۳۶﴾

اور اپنی اولاد کو ناداری کے اندیشہ سے قتل مت کرو (کیونکہ) ان کو بھی رزق دیتے ہیں اور تم کو بھی بے شک ان کا قتل کرنا بڑا بھاری گناہ ہے اور زنا کے پاس بھی مت پھٹکو بلاشبہ وہ بڑی بے حیائی کی بات ہے اور بری راہ ہے اور جس شخص کے (قتل) کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے اس کو قتل مت کرو مگر حق پر اور جو شخص ناحق قتل کیا جائے تو ہم نے اس کے وارث کو اختیار دیا ہے سو اس کے قتل کے بارہ میں حد (شرع) سے تجاوز نہ کرنا چاہئے وہ شخص طرفداری کے قابل ہے اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر ایسے طریقہ سے جو کہ مستحسن ہے یہاں تک کہ وہ اپنے سن بلوغ کو پہنچ جاوے اور عہد (مشروع) کو پورا کیا کرو بے شک (ایسے) عہد کی باز پرس ہونے والی ہے اور جب ناپ (تول) کرو تو پورا ناپو اور صحیح ترازو سے تول کر دو یہ (فی نفسہ بھی) اچھی بات ہے اور انجام بھی اس کا اچھا ہے اور جس بات کی (تجھ کو) تحقیق نہ ہو اس پر عمل درآمد مت کیا کر

(کیونکہ) کان اور آنکھ اور دل ہر شخص سے اس سب کی (قیامت کے دن) پوچھ ہوگی۔

تفسیر: حکم ہفتم نہی از قتل اولاد ☆ وَلَا تَقْتُلُوٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۖ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۚ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ۝ اور اپنی اولاد کو ناداری کے اندیشہ سے قتل مت کرو (کیونکہ) ہم ان کو بھی رزق دیتے ہیں اور تم کو بھی (البتہ اگر تم رازق ہوتے تو ایسی باتیں سوچتے) بیشک ان کا قتل کرنا بڑا بھاری گناہ ہے۔ ف: جاہلیت میں بعضے آدمی بیٹیوں کو خوفِ فقر سے مار ڈالتے تھے كذا فى الدر المنثور عن قتادة پس اولاد سے مراد بنات ہوں گی اور اولاد کے عنوان سے تعبیر کرنا اظہارِ تعلق واختصاص کے لئے ہے کہ جوشِ ترحم ہو۔

حکم ہشتم نہی از زنا ☆ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا ۝ اور زنا کے پاس بھی مت پھٹکو (یعنی اس کی مبادی ومقدمات سے بھی بچو) بلا شبہ وہ (فی نفسہ بھی) بڑی بے حیائی کی بات ہے اور (باعتبار مفاسد کے بھی) برا راہ ہے (کیونکہ اس پر عداوتیں اور فتنے اور تضییع نسب مرتب ہوتے ہیں)۔

حکم نہم نہی از مطلق قتل ناحق ☆ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ (الی قولہ تعالی) اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ۝ اور جس شخص (کے قتل کرنے) کو اللہ نے (قواعد شرعیہ کی رو سے) حرام فرمایا ہے اس کو قتل مت کرو ہاں مگر حق پر (قتل کرنا درست ہے یعنی جب وجوب یا اباحت قتل کا کوئی سبب شرعی پایا جاوے اور اس وقت وہ حَرَّمَ اللّٰهُ میں داخل نہیں) اور جو شخص ناحق قتل کیا جاوے تو ہم نے اس کے وارث (حقیقی یا حکمی) کو (قصاص لینے کا شرعاً) اختیار دیا ہے سو اس کو قتل کے بارے میں حد (شرع) سے تجاوز نہ کرنا چاہئے (یعنی غیر قاتل کو قتل نہ کرے کیونکہ) وہ شخص (زیادتی نہ کرنے کی صورت میں تو شرعاً) طرفداری کے قابل ہے (اور زیادتی کرنے سے پھر فریق ثانی طرفداری کے قابل ہو جاوے گا اس لئے زیادتی کر کے منصوریت سے خارج نہ ہونا چاہئے) ف: ولی سے مراد وہ شخص ہے جس کو حق قصاص ہوا گر کوئی وارث موجود ہو تو وہ ورنہ سلطان۔ کہ وارثِ حکمی سے یہی مراد ہے۔

حکم دہم نہی از تصرف ناحق در مالِ یتیم ☆ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۠ اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ (یعنی اس میں تصرف مت کرو) مگر ایسے طریقہ سے (تصرف کی اجازت ہے) جو کہ (شرعاً) مستحسن ہے یہاں تک کہ وہ اپنے سن بلوغ کو پہنچ جاوے۔ ف: یہی الفاظ سورۂ انعام کے اخیر رکوع سے پہلے رکوع میں آئے ہیں وہاں اس کی تفسیر دیکھ لی جاوے۔

حکم یازدہم امر بوفائے عہد ☆ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ۝ اور عہد (مشروع) کو پورا کیا کرو بیشک (ایسے) عہد کی (قیامت میں) باز پرس ہونے والی ہے۔ ف: عہد میں تمام احکام الٰہی اور تمام عقود جو فیما بین العباد ہیں داخل ہو گئے چنانچہ کبیر میں ہے: كل عقد تقدم لاجل توثيق الامر و توكيده فهو عهد اور خازن میں ایسی تفسیر کی ہے کہ وعدہ کو بھی شامل ہے وہ یہ ہے: قيل اراد بالعهد ما يلتزمه الانسان على نفسه لیکن وعدہ کا وجوب دیانۃً ہوگا قضاءً نہیں اور مشروع کی قید سے غیر مشروع نکل گئے اور نیز وجوب وفائے وعدہ میں دوسرے دلائل سے عدم عذر کی بھی قید ہے اور عذر میں وجوب ساقط ہے۔

حکم دوازدہم وسیزدہم امر بایفائے کیل ووزن ☆ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ (الی قولہ تعالی) وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝ اور (ناپنے کی چیزوں کو) جب ناپ کر دو تو پورا ناپو اور (تولنے کی چیزوں کو) صحیح ترازو سے تول کر دو یہ (فی نفسہ بھی) اچھی بات ہے اور انجام بھی اس کا اچھا ہے (آخرت میں ثواب اور دنیا میں اعتبار)۔

حکم چہاردہم نہی از اتباع غیر دلیل ☆ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰۗىِٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔــوْلًا ۝ اور جس بات کی تجھ کو تحقیق نہ ہو اس پر عمل درآمد مت کیا کرو (کیونکہ) کان اور آنکھ اور دل ہر شخص سے ان سب کی (قیامت کے دن) پوچھ ہوگی (کہ آنکھ کا استعمال کہاں کیا کان کا کہاں استعمال کیا بے دلیل بات کا کیوں خیال جمایا اس لئے بے تحقیق بات پر وثوق کر کے اس پر عمل درآمد مت کر) ف: علم اصول وکلام میں ہر امر کی تحقیق کا درجہ جدا جدا ثابت ہو چکا ہے پس جس امر میں جس درجہ کی تحقیق ضروری ہے بدون اس درجہ کی تحقیق کے اس پر عمل درآمد جائز نہیں خواہ قولاً ہو مثل نقل وحکایت یا فتویٰ اور خواہ فعلاً ہو کہ اس کام کو کیا جاوے پس قطعیات میں دلیل قطعی تحقیق کا درجہ ہے اور ظنیات میں دلیل ظنی پس اس سے قیاس شرعی کی نفی لازم نہیں آتی خوب سمجھ لو۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: فَقَدْ جَعَلْنَا الخ اس میں قدرت کے وقت ضبط نفس کی تعلیم ہے ۱۲۔ قولہ تعالیٰ: ولا تقف ما ليس لك به علم۔ اس میں نہی ہے تخمین ورائے سے الٰہیات اور نبوات میں کلام کرنے سے اور سالک کو دعاوی عاطلہ سے ۱۲۔

اللغات: خطأ كالثم و زنا ومعنى قوله الزنى والزناء جاء فيه القصر والمد ١٢ قوله القسطاس الميزان فى اللغة الرومية ولا يقدح

استعماله في القرآن في عربيته لانه يعد التعريب والسماع في فصيح الكلام يصير عربياً قوله ولا تقف قفا اتبع قفاه ثم استعمل في مطلق الاتباع وصار حقيقة فيه ـ

النحو : قوله الا بالحق استثناء منقطع لان من قتل بالحق ليس داخلا في النفس المحرمة قوله مسئولا اى مسئولا عنه على حذف الجار كذا في الروح ۱۲ـ قوله كان عنه مسئولا في الروح وجوز ان يكون اسم كان او فاعله ضمير كل محذوف المضاف اى كان صاحبه عنه مسئولا او كان عنه مسئولا صاحبه فيقال له لم استعملت السمع فيما لا يحل الخ قلت وترجمتي مبنى على هذا التركيب ـ

البلاغة : قوله نحن نرزقهم جواب عن منشاهم وقوله تعالى ان قتلهم دليل على مدعاه من النهى وبه يتم الكلام في المحاجة قوله ولا تقربوا الزنى نهى عن قربانه للمبالغة ولان القربان داع الى المباشرة ۱۲ـ قوله كل اولئك اى كل هذه الاعضاء واشير اليها باولئك لانها (اى كلمة اولئك) جاء ت لغير العقلاء من حيث انها (اى اولئك) اسم جمع لذا (اى لفظ ذا) هو اى لفظ ذا يعم القبيلتين (اى العقلاء وغير العقلاء) كذا في الروح قلت فكذا اولئك الذى هو اسم جمع له يعم القبيلتين ۱۲ـ

وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ﴿۳۷﴾ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ﴿۳۸﴾ ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ؕ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۳۹﴾ اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ؕ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ﴿۴۰﴾ ع وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِيَذَّكَّرُوْا ؕ وَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ﴿۴۱﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗٓ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِي الْعَرْشِ سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ﴿۴۳﴾ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۴﴾

اور زمین پر اتراتا ہوا مت چل کیونکہ تو نہ زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ (بدن کو تان کر) پہاڑوں کی لمبائی کو پہنچ سکتا ہے یہ سارے برے کام تیرے رب کے نزدیک (بالکل) ناپسند ہیں۔ یہ باتیں اس حکمت کی ہیں جو خدائے تعالیٰ نے آپ پر وحی کے ذریعے سے بھیجی ہیں اور اللہ برحق کے ساتھ کوئی اور معبود تجویز مت کرو ورنہ تو الزام خوردہ اور راندہ ہو کر جہنم میں پھینک دیا جاوے گا۔ تو کیا تمہارے رب نے تم کو تو بیٹوں کے ساتھ خاص کیا اور خود فرشتوں کو (اپنی) بیٹیاں بنائی ہیں بے شک تم بڑی سخت بات کہتے ہو اور ہم نے اس قرآن میں طرح طرح سے بیان کیا ہے تاکہ (اس کو) اچھی طرح سمجھ لیں اور ان کو نفرت ہی بڑھتی جاتی ہے۔ آپ فرما دیجئے کہ اگر اس کے ساتھ اور معبود بھی ہوتے ہیں جیسا یہ لوگ کہتے ہیں تو اس حالت میں عرش والے تک انہوں نے راستہ ڈھونڈ لیا ہوتا یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے پاک اور بہت زیادہ برتر ہے۔ تمام ساتوں آسمان اور زمین اور جتنے اس میں ہیں اس کی پاکی بیان کر رہے ہیں اور کوئی چیز ایسی نہیں جو تعریف کے ساتھ اس کی پاکی (قالاً یا حالاً) بیان نہ کرتی ہو لیکن تم لوگ ان کی پاکی بیان کرنے کو سمجھتے نہیں ہو وہ بڑا حلیم اور بڑا غفور ہے۔

تفسیر : حکم پانزدہم نہی از مرح ☆ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ﴿۳۷﴾ اور زمین پر اتراتا ہوا مت چل (کیونکہ) تو (زمین پر زور سے پاؤں رکھ کر) نہ زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ (بدن کو تان کر) پہاڑوں کی لمبائی کو پہنچ سکتا ہے (پھر اترانا عبث) ف : یعنی زور سے پاؤں رکھنے کے لئے کم از کم اتنی قوت تو ہونا چاہئے اور تننے کے لئے کم از کم اتنی قدرت ضرور ہے جب اس سے بھی عاجز ہے پھر قوت وقدرت کی وضع کیوں بنائی اور جن چیزوں پر انسان قادر بھی ہے ان پر بھی حقیقۃً قدرت نہیں رکھتا پس تکبر ہر امر میں مذموم ہوا اب اس تعلیل پر یہ شبہ نہ رہا کہ اس سے امور اختیاریہ میں تکبر کا جواز متوہم ہوتا ہے۔ ربط : اوپر جن امور جزئیہ کی نہی آئی ہے منہیات میں تو عین مذکورات اور مامورات میں ضد مذکورات آگے عنوان کلی سے سب کا قبیح ہونا بیان فرماتے ہیں۔

قبح منہیات مذکورہ : كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا۔ یہ سارے (مذکورہ) برے کام تیرے رب کے نزدیک (بالکل) ناپسند ہیں۔ ف : جو کہ

منہیات میں تو صریحاً مذکور ہیں اور مامورات میں دلالۃ مثلاً اَوْفُوْا سے اس کی ضد یعنی عدم ایفاء کی حرمت پر دلالت نکلتی ہے جیسا سورۂ انعام کی آیت :قُلْ تَعَالَوْا الخ میں حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ کے بعد ارشاد ہوا ہے :اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا حالانکہ عدم اشراک اور احسان حرام نہیں مگر یہ جن اضداد پر دال ہے یعنی شرک واساءت وہ حرام ہیں ۔ ربط :اوپر مضامین مذکورہ بیان فرما کر آگے ان پر عمل کرنے کی ترغیب کے واسطے ان کا عین علم وحکمت ہونا بیان فرماتے ہیں اور ان مضامین کو اسی مضمون توحید پر ختم کرتے ہیں جس سے ان کا آغاز فرمایا تھا۔ ربط :اوپر مضامین مذکورہ بیان فرما کر آگے ان پر عمل کرنے کی ترغیب کے واسطے ان کا عین علم وحکمت ہونا بیان فرماتے ہیں اور ان مضامین کو اسی مضمون توحید پر ختم کرتے ہیں جس سے ان کا آغاز فرمایا تھا۔

ختم احکام مذکورہ بر مدح آں تکرار توحید☆ ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ (الی قولہ تعالی) مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا۝ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) یہ باتیں (جو مذکور ہوئیں)اس حکمت میں کی ہیں جو خدا تعالیٰ نے آپ پر وحی کے ذریعہ سے بھیجی ہیں ۔اور (اے مخاطب) اللہ برحق کے ساتھ کوئی اور معبود تجویز مت کرنا ورنہ تو الزام خوردہ اور راندہ ہو کر جہنم میں پھینک دیا جاوے گا۔ ربط :اوپر توحید کی تقریر اور تکریر تھی آگے بھی وہی مضمون ہے۔

تاکید توحید: اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ (الی قولہ تعالی) اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا۝ (جب اوپر شرک کا قبیح اور باطل ہونا سن لیا) تو کیا (پھر بھی ایسی باتوں کے قائل ہوتے ہو جو توحید کے خلاف ہیں مثلاً یہ کہ) تمہارے رب نے تم کو تو بیٹوں کے ساتھ خاص کیا ہے اور خود فرشتوں کو (اپنی) بیٹیاں بنائی ہیں (جیسا بعض جہلاء کے زعم تھا پس وجہ انکار اس میں دو ہیں ایک تو اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد قرار دینا پھر اولاد بھی وہ جو اپنے لئے ناکارہ سمجھی جاوے پس دو نقص کا نسبت کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف لازم آیا) بے شک تم بڑی (سخت) بات کہتے ہو اور (افسوس تو یہ ہے کہ) ہم نے (اسی مضمون اثبات توحید وابطال شرک کو) اس قرآن میں طرح طرح سے بیان کیا ہے تاکہ (اس کو) اچھی طرح سمجھ لیں (جیسا کہ بار بار اور مختلف طرق سے بیان کرنے کا مقتضا یہی ہے کہ سمجھ میں آ جاوے)اور (باوجود اس کے)ان کو (اس توحید سے) نفرت ہی بڑھتی جاتی ہے آپ (ابطال شرک کے لئے ان سے) فرمائیے کہ اگر اس (معبود برحق) کے ساتھ اور معبود بھی (شریک الوہیت وربوبیت) ہوتے جیسا یہ لوگ کہتے ہیں تو اس حالت میں عرش والے (یعنی خدائے حقیقی) تک (مخالفانہ طور پر پہنچنے کا) انہوں نے (کبھی کا) راستہ ڈھونڈ لیا ہوتا (یعنی مخالفت اور مقابلہ واقع ہوتا پھر عالم کا نظام موجود کیسے باقی رہتا حالانکہ نظام عالم قائم ہے معلوم ہوا کہ سبب فساد یعنی تعدد آلہہ منفی ہے پس ثابت ہوا کہ) یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے پاک اور بہت زیادہ برتر ہے (وہ ایسا پاک ہے کہ) تمام ساتوں آسمان اور زمین اور جتنے (آدمی اور جن اور فرشتے) ان میں (موجود) ہیں (سب کے سب قالاً یا حالاً) اس کی پاکی بیان کر رہے ہیں (چنانچہ فرشتے اور مؤمنین ثقلین کے قالاً بھی اور کفار صرف حالاً) اور (ان ہی پر کیا انحصار ہے اور بھی جتنی چیزیں ہیں ان میں) کوئی چیز ایسی نہیں جو تعریف کے ساتھ اس کی پاکی (قالاً یا حالاً) بیان نہ کرتی ہو لیکن (اے مشرکین) تم لوگ ان (عقلاء واشیائے مذکورہ) کی پاکی بیان کرنے کو سمجھتے نہیں ہو (حالی کو تو اس لئے نہیں سمجھتے کہ اس کی حقیقت استدلال ہے اور وہ موقوف ہے تامل پر اور تم تامل کرتے نہیں اور قالی کو بعض اشیاء میں تو اس لئے کہ وہ امور کشفیہ سے ہے اور مؤمنین کی تسبیح قالی کو اس لئے کہ باوجود سننے کے اس کے معنی اور اس کی حقیقت میں تدبر نہیں کرتے ،ور تمہاری اس غفلت مذمومہ پر جو عذاب نہیں ہوتا اس سے حقیت توحید میں شبہ نہ کرنا کیونکہ وجہ توقف عذاب کی یہ ہے کہ) وہ بڑا حلیم ہے (ورنہ تمہارا عقیدہ ضرور موجب عذاب ہے البتہ اگر توبہ کرلو تو وہ) بڑا غفور (بھی) ہے (سب معاف کر دے گا) **ف**:

اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِي الْعَرْشِ کا مضمون ملازمت عادیہ پر مبنی ہے اور ایسی بڑی عظیم القدرت ذاتوں میں دوام صلح بھی عادۃً ممتنع ہے اور اس کا اقناعی ہونا اس لئے مضر نہیں کہ فی نفسہ یہ برہانی ہے یہاں تقریب افہام کے لئے یہ تقریر اختیار کرلی گئی چنانچہ دلیل برہانی توحید کی پارۂ دوم رکوع چہارم کی تفسیر میں گذر چکی ہے اور آیت تُسَبِّحُ لَهُ الخ میں تسبیح بطور عموم مجاز کے تسبیح حقیقی یعنی قالی اور تسبیح حکمی یعنی حالی دونوں کو شامل ہے پس مطیعین ذوی العقول کی تسبیح قالی تو ظاہر ہے اور غیر ذوی العقول کی تسبیح احادیث سے ثابت اور کشف سے مؤید ہے اور عصاۃ ذوی العقول کی صرف حالی ہے بایں معنی کہ ان کا وجود تابع وجود دال ہیں وجود موجود پر اور اس طرح کی تسبیح حالی اور اقسام موجودات میں بھی عام ہے پس حالاً یا قالاً میں جو تردید ہے بطور منع الخلو کے ہے اور عدم فقہ کا خطاب بقرینہ مقام مشرکین کو ہے اور تَسْبِيْحَهُمْ کی ضمیر بطور تغلیب کے سب مسبّحین ومسبحات کی طرف ہے اور ان کا نہ سمجھنا ہر تسبیح کے اعتبار سے ہے جیسا ترجمہ میں تقریر کی گئی اور یہی مدار ملامت بھی ہے جیسا لَّا تَفْقَهُوْنَ سے مذمت عدم فقہ کی بقرینہ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا۝ کے معلوم ہوتی ہے ورنہ بعض اقسام کا نہ سمجھنا موجب ملامت نہیں بخلاف مؤمنین کے کہ سب کی تسبیح کو سمجھتے ہیں خواہ مسبح کی ہر تسبیح کو جیسے اہل کشف خواہ بعض مسبح کی ایک تسبیح کو اور بعض کی دونوں تسبیح کو جیسے عامہ مؤمنین کہ جمادات ومخفیات کی صرف تسبیح حالی کو سمجھتے ہیں کہ ان کے وجود مشاہد یا ثابت بالدلیل سے استدلال وجود صانع پر کرتے ہیں اور عقلاء مطیعین کی دونوں تسبیحوں کو سمجھتے ہیں اور بعض کو وسوسہ ہوا ہے کہ تسبیح کے لئے علم اور علم کے لئے حیات چاہئے اور یہ جمادات میں نہیں ہے سو جواب یہ ہے کہ اس قدر علم اور اس قدر حیات اگر حاصل ہو اور محسوس نہ ہو تو کیا امتناع ہے۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ : وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اس میں بعد آثار مؤیدہ اس پر دلالت ہے کہ جمادات تسبیح قالی کرتے ہیں اور اس کے لئے شعور لازم ہے گو ضعیف ہی سہی ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله فی** اَفَاَصْفٰكُمْ جب اوپر اشار بهذا الی توجیه الفاء الترتیبیة ۲ **قوله فی صرفنا** ای مضمون اشارة الی تقدیر المفعول ۱۲۔ ۳ **قوله فی ما یزیدهم** بڑھتی جاتی ترجمة بالحاصل لان الاسناد فی یزید الی السبب ۱۲۔

اللغات: **قوله مرحا** مصدر وقع موقع الحال **قوله طولا** تمییز من الجبال ای لن تبلغ طول الجبال ۱۲ **قوله سیئه** الاضافة بیانیة ۱۲۔

النحو: **قوله کما یقولون** الکاف فی محل النصب علی انها نعت لمصدر محذوف ای کونا مشابها لما یقولون والمراد بالمشابهة علی ما قیل الموافقة والمطابقة کذا فی الروح ۱۲۔

البلاغۃ: **قوله فی الارض** التقیید بالارض لیس للاحتراز عن المشئ فی الهواء او علی الماء للتذکیر بالمبدأ والمعاد وهو اردع عن هذا المشی ۱۲ **قوله لن تخرق الارض** وایثار الاظهار علی الاضمار حیث لم یقل لن تخرقها لزیادة الایقاد او التفریع ۱۲ **قوله مینه** ولم یصرح تعالیٰ بکون المامورات مرضیته لان وراء المفاسد اهم من جلب الصالح **قوله ولا تجعل الخ** کرر للتنبیه علی ان التوحید مبدء الامر ومنتهاه وانه راس محل حکمة وملاکها رتبا علیه اولا ما یکون اولا وآخر ما یکون آخرا لان المذموم هو الذی یذکر ان الفعل الذی اقدم علیه قبیح ومنکر والملوم هو الذی یقال له لم فعلت مثل هذا الفعل وما الذی حملك علیه وبه یعلم ان الذم یکون اولا و اللوم یکون آخر او کذا المخذول یراد به من ترکت اعانته وفوض الی نفسه والمدحور المطرود الترك یکون اولاد الطرد آخرا و کذا القعود مقدم علی الالقاء وفی بناء الفعل الفاعل فی قوله فتقعد اشارة الی ان التاسف اختیاری بخلاف الالقاء فانه اضطراری ۱۲ **قوله مع اختلاف القراء ة قوله کما یقولون** وقرأ حمزة والکسائی کما تقولون بالتاء والامر ان فی مثل هذا المقام شائعان وذلك انه اذا امر احد تبلیغ کلام لاحد فالمبلغ له فی حال تکلم الامر غائب و یصیر غالبا سند التبلیغ فاذا لو حظ الاول حقه الغیبة واذا لو حظا الثانی حقه الخطاب کذا فی الروح ۱۲۔

وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَیْنَكَ وَبَیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ﴿۴۵﴾ وَّجَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ یَّفْقَهُوْهُ وَفِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِی الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰٓی اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ﴿۴۶﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَسْتَمِعُوْنَ بِهٖٓ اِذْ یَسْتَمِعُوْنَ اِلَیْكَ وَاِذْ هُمْ نَجْوٰٓی اِذْ یَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴿۴۷﴾ اُنْظُرْ كَیْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ سَبِیْلًا ﴿۴۸﴾ وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِیْدًا ﴿۴۹﴾ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِیْدًا ﴿۵۰﴾ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا یَكْبُرُ فِیْ صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَیَقُوْلُوْنَ مَنْ یُّعِیْدُنَا ؕ قُلِ الَّذِیْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَیُنْغِضُوْنَ اِلَیْكَ رُءُوْسَهُمْ وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی هُوَ ؕ قُلْ عَسٰٓی اَنْ یَّكُوْنَ قَرِیْبًا ﴿۵۱﴾ یَوْمَ یَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِیْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۵۲﴾

اور جب قرآن پڑھتے ہیں تو ہم آپ کے اور جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے درمیان میں ایک پردہ حائل کر دیتے ہیں اور (وہ پردہ یہ ہے کہ) ہم ان کے دلوں پر حجاب ڈالتے ہیں اس سے کہ وہ اس کو سمجھیں اور ان کے کانوں میں ڈاٹ دے دیتے ہیں اور جب آپ قرآن میں صرف اپنے رب کا ذکر کرتے ہیں تو وہ لوگ نفرت کرتے ہوئے پشت پھیر کر چل دیتے ہیں۔ جس وقت آپ کی طرف یہ لوگ کان لگاتے ہیں ہم خوب جانتے ہیں جس غرض سے یہ سنتے ہیں اور جس وقت یہ لوگ آپس میں سرگوشیاں کرتے ہیں جبکہ یہ ظالم یوں کہتے ہیں کہ تم لوگ محض ایسے شخص کا ساتھ دے رہے ہو جن پر جادو کا اثر ہو گیا ہے آپ دیکھئے کہ یہ لوگ آپ کے لئے کیسے کیسے القاب تجویز کرتے ہیں سو یہ لوگ گمراہ ہو گئے ہیں پس راستہ نہیں پا سکتے اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ کیا جب ہم (مرکر) ہڈیاں اور چورا ہو جاویں گے تو کیا ہم از سر نو پیدا اور زندہ کئے جاویں گے آپ (جواب میں) فرما دیجئے کہ تم پتھر یا لوہا یا اور کوئی مخلوق ہو کر دیکھ لو جو تمہارے ذہن میں بہت ہی بعید ہو اس پر پوچھیں گے کہ وہ کون ہے جو ہم کو دوبارہ زندہ

کرے گا آپ فرما دیجئے کہ وہ وہ ہے جس نے تم کو اول بار پیدا کیا تھا اس پر آپ کے آگے سر ہلا ہلا کر کہیں گے کہ اچھا بتلاؤ یہ کب ہوگا آپ فرما دیجئے کہ عجب نہیں یہ قریب ہی آ پہنچا ہو یہ اس روز ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تم کو پکارے گا اور تم (بالاضطرار) اس کی حمد کرتے ہوئے حکم کی تعمیل کرلو گے اور تم یہ خیال کرو گے کہ تم بہت ہی کم رہے تھے۔

تفسیر ربط: اوپر فرمایا تھا کہ باوجود قرآن میں مضمون توحید مکرر ہونے کے انکو تذکر نہیں ہوتا آگے اس عدم تذکر کی وجہ عدم تدبر و تفکر کو فرماتے ہیں جس کے ساتھ تنفر و تمسخر بھی ہوتا تھا اور اس سے انکے انکار رسالت وقرآن پر بھی دلالت ہوگئی اور مضمون سابق یعنی ان کے انکار توحید کے اخبار کے ساتھ مناسبت ہوگئی۔

معاملۂ کفار وقت استماع قرآن ☆ وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ (الی قولہ تعالی) فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا اور جب آپ (تبلیغ کے لئے) قرآن پڑھتے ہیں تو ہم آپ کے اور جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے درمیان میں ایک پردہ حائل کر دیتے ہیں اور (وہ پردہ یہ ہے کہ) ہم ان کے دلوں پر حجاب ڈال دیتے ہیں اس سے کہ وہ (قرآن کے مقصود) کو سمجھیں اور انکے کانوں میں (اسکے بغرض ہدایت سننے سے) ڈاٹ دے دیتے ہیں (یعنی وہ پردہ عدم فہم اور عدم ارادۂ فہم ہے جس سے وہ آپ کی شان نبوت کا ادراک نہیں کر سکتے) اور جب آپ قرآن میں صرف اپنے رب (کے اوصاف وکمالات) کا ذکر کرتے ہیں (اور ان کے معبودین سے ان کمالات کی نفی کرتے ہیں) تو وہ لوگ (اسی عدم تفہم کے سبب اس سے) نفرت کرتے ہوئے پشت پھیر کر چل دیتے ہیں (آگے اس پر وعید ہے کہ) جس وقت یہ لوگ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں تو ہم خوب جانتے ہیں جس غرض سے یہ (قرآن کو) سنتے ہیں (یعنی وہ غرض یہی اعتراض و طعن ہے) اور (نیز) جس وقت یہ لوگ (قرآن سننے کے بعد) آپس میں سرگوشیاں کرتے ہیں (ہم اس کو بھی خوب جانتے ہیں) جب کہ (اس سرگوشی میں) یہ ظالم یوں کہتے ہیں کہ تم لوگ (یعنی تمہاری برادری میں سے جو ان کے ساتھ ہو گئے ہیں) محض ایسے شخص کا ساتھ دے رہے ہو جس پر جادو کا (خاص) اثر (کہ وہ جنون ہے) ہو گیا ہے (یعنی یہ جو عجیب عجیب باتیں کرتے ہیں یہ سب مالیخولیا ہے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ذرا) آپ دیکھئے تو یہ لوگ آپ کے لئے کیسے کیسے القاب تجویز کرتے ہیں سو (ایسی ایسی باتیں اور ایسی ایسی مخالفتیں کر کے) یہ لوگ (بالکل ہی) گمراہ ہو گئے تو (اب حق کا) راستہ نہیں پا سکتے (کیونکہ ایسے امور سے استعداد ضائع ہو جاتی ہے غرض قرآن کے ساتھ استہزاء رسول کے ساتھ بھی استہزاء اس سے بڑھ کر کیا ضلالت ہوگی)۔ ف: صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ آپ پر ایک دفعہ جادو چل گیا تھا بعض لوگوں نے اس آیت سے اس حدیث کی تکذیب کی ہے کہ یہ قول تو کفار کا تھا اور باطل تھا جواب اس کا تقریر ترجمہ سے ظاہر ہو گیا کہ ان کا مقصود مسحور کہنے سے بطور کنایہ کے مجنون کہنا تھا جس کے خیالات اور مقالات سب ہذیانات اور توہمات ہوتے ہیں اور وہ وحی کو اس قبیل سے کہتے تھے یہ بیشک قرآن میں منفی ہے اور آپ پر جو سحر ہوا تھا اس سے بعض جزئی اور امور عادیہ میں ایک گونہ ذہول ہو گیا تھا باقی دنیوی امور میں بھی کوئی اختلال نہیں ہوا اور دینی امور میں تو ایسا ذہول بھی نہیں ہوا اور نہ بعد زوال اس کے اثر کے اللہ تعالیٰ ان امور پر متنبہ فرما دیتے جیسا خطائے اجتہادی میں تنبہ ہو جاتا تھا پس آیت میں سحر کے اثر خاص یعنی جنون کی نفی ہے اور حدیث میں اثبات مطلق سحر کا آیا ہے اور نفی خاص سے نفی عام کی لازم نہیں آتی۔ پس آیت وحدیث میں کچھ تعارض نہیں۔ ربط: اوپر ان کفار کے انکار توحید ورسالت وقرآن کا جواب تھا آگے ان کے انکار بعث کا جواب ہے و نیز اس سے نبوت پر بھی شبہ کرتے تھے کہ ایسے معاملات کی خبر دینے والا رسول کس طرح ہو سکتا ہے۔ پس اس طور پر ان آیات میں بعث اور رسالت دونوں کے متعلق شبہات کا حل ہے۔

کلام با منکرین بعث ☆ وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا (الی قولہ تعالی) وَ تَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ کیا جب ہم (مر کر) ہڈیاں اور (ہڈیوں کا بھی) چورا (یعنی ریزہ ریزہ) ہو جاویں گے تو کیا (اس کے بعد قیامت میں) ہم از سرنو پیدا اور زندہ کئے جاویں گے (یعنی اول تو مر کر ہی زندہ ہونا مشکل ہے کہ محل میں قابلیت نہیں رہی پھر خاص کر ایسی حالت میں کہ محل میں اجتماع بھی نہ رہے) آپ (جواب میں) فرما دیجئے کہ (تم ہڈیوں ہی سے حیات کو بعید کہتے ہو اور ہم کہتے ہیں کہ) تم پتھر یا لوہا یا اور کوئی ایسی مخلوق ہو کر دیکھ لو جو تمہارے ذہن میں (قبول حیات سے) بہت ہی بعید ہو (دیکھو زندہ کئے جاؤ گے یا نہیں اور لوہے پتھر کا بعید عن الحیات ہونا ظاہر ہے کہ ان میں کبھی حیوانی حیات نہیں آئی بخلاف اجزائے انسان کے کہ ایک بار حیات کے ساتھ موصوف ہو چکے ہیں جب ابعد کا احیاء ممکن ہے تو اقرب کا احیاء تو بدرجۂ اولیٰ ممکن ہے اور کونوا سے مقصود امر نہیں ہے بلکہ تعلیق ہے کہ اگر جدید و حجارہ بھی ہو جاؤ تب بھی محل قدرت رہو گے) اس پر (یعنی جب قابل کی قابلیت ثابت ہوگئی تو اب فاعل کی تحقیق کرنے کے لئے آپ سے) پوچھیں گے کہ وہ کون ہے جو دوبارہ ہم کو زندہ کرے گا آپ فرما دیجئے کہ وہ وہ ہے جس (کی اتنی بڑی قدرت ہے کہ اس) نے تم کو اول بار میں پیدا کیا تھا (جب کہ تم جماد محض تھے اب اس کی قدرت کہاں گئی خصوص ایسی چیز پر کہ اس میں قابلیت بھی زیادہ ہے غرض قابل تام اور فاعل کامل پھر فعل میں کیا استبعاد) اس پر (جب قابل وفاعل دونوں کی تحقیق ہو چکی زمانۂ وقوع کی تحقیق کے لئے) آپ کے آگے (بطور انکار کے) سر ہلا ہلا کر کہیں گے کہ (اچھا یہ بتائیے) یہ (زندہ ہونا) کب ہوگا آپ فرما دیجئے کہ عجب نہیں یہ قریب ہی آ پہنچا ہو (آگے اس کے وقت وقوع کی حالت کا بیان ہے کہ) یہ اس روز ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تم کو (زندہ کرنے اور میدان حشر میں جمع ہونے کے لئے فرشتہ کے ذریعہ سے) پکارے گا۔ اور تم (بالاضطرار) اس کی حمد (وثنا) کرتے ہوئے حکم کی تعمیل کرلو گے (یعنی زندہ بھی ہو جاؤ گے اور میدان حشر میں بھی

حاضر ہو جاؤ گے) اور (اس روز کی ہول و ہیبت دیکھ کر یہ حال ہوگا کہ دنیا و قبر میں رہنے کی نسبت) تم یہ خیال کرو گے کہ تم (قبر و دنیا میں) بہت ہی کم (مدت) رہے تھے (کیونکہ قبر و دنیا میں اس دن کی نسبت سے پھر بھی راحت تھی اور راحت کا زمانہ شدت کے زمانہ کے سامنے کم معلوم ہوتا ہے) **ف** فَتَسْتَجِيبُوْنَ بِحَمْدِهٖ کی تفسیر میں صاحب روح نے عبد بن حمید سے ابن جبیر کا قول نقل کیا ہے کہ قبروں سے **سبحٰنك اللهم و بحمدك** کہتے ہوئے نکلیں گے گو کافر کو یہ نافع نہ ہو اور بعض نے کہا ہے کہ یہ کنایہ ہے انقیاد سے یعنی **تنقادون له انقياد الحامدين** اور یہ فرشتہ جس کے ذریعہ سے پکارا جاوے گا اسرافیل علیہ السلام ہیں ان کے نفخہ میں یہی حکم ہوگا اور بالاضطرار اس لئے کہا کہ حیات میں تو مطلق اختیار نہیں اور میدان حشر میں جمع ہونے پر کامل اختیار نہیں۔

ملحقات الترجمة : ۱؎ **قوله في وجعلنا** وہ پردہ اشارة الى كون العطف تفسيريا ۱۲۔ ۲؎ **قوله في** توضيح جعلنا على قلوبهم جس سے وہ توجيه لعجل الحجاب بينهم وبينه صلى الله عليه وسلم مع انهم كانوا يدركونه و حاصل الوجه وقوع الحجاب بينهم و بينه صلى الله عليه وسلم باعتبار عدم ادراكهم ما هو عليه من النبوة وجلالة القدر ۱۲۔ ۳؎ **قوله في** وحده کمالات کی نفی فمعنى وحده ما هو بشرط لا شئ لا ما هو لا بشرط شئ ۱۲۔ ۴؎ **قوله في** ان تتبعون تمہارے برادری ففى الكلام تجوز فلا يراد انهم لم يتبعوه صلى الله عليه وسلم ۱۲۔

اللغات : **قوله** مستورا اما بمعنى اسم الفاعل اى الساتر او بمعنى النسبة اى اذا ستر كذا قالوا ۱۲ **قوله** وحده قيل مصدر وهو حال بمعنى واحد او قيل انه ليس بمصدر بل هو اسم موضوع موضع المصدر وهو الايجاد الموضوع موضع الحال وهو موحد **قوله** نفورا مصدر مفعول مطلق او لاجله او جمع نافر ۱۲ **قوله** بما يستمعون به اى متلبس به من الهزء والاستخفاف بك وبالقرآن فالباء الاولى صلة علم والثانية للتلبس والموصول يراد به الهزء واللغو ۱۲۔ **قوله** نجوى مصدر كزيد عدل او جمع نجى كفضيل وقتلى ۱۲۔ **قوله** الامثال الاوصاف العجيبة البعيدة عنه صلى الله عليه وسلم والمراد الجنس فلا يرد انهم ما قالوا الا مسحوراً فقط او يقال ان قولهم هذا يدل على اقوالهم الأخر المماثلة فجمعت فى الآية ۱۲ النغض الحركة والانغاض التحريك وقيل التحريك الذى هو بطريق الانكار خاصة اى سيحر كون انكاراً واستهزاءً ۱۲۔

النحو : **قوله** اذ يستمعون ظرف لا علم لا باعتبار التقييد بل باعتبار الاخبار عن الواقع للايقاظ من غير تخصيص واذ هم نجوى معطوف على اذ يستمعون لكن من حيث تعلقه بما به التناجى المدلول عليه السياق النظم والمعنى نحن اعلم بما يستمعون به اذ يستمعون اليك ونحن اعلم بما يتناجون به اذ هم نجوى ۱۲ **قوله** ء اذا كنا الظرف متعلق بمقدر اى نبعث لا بمبعوثون لان ان لها الصدر فلا يعمل ما بعدها فى ما قبلها والهمزة الثانية تاكيد للاولى وخلقا جديدًا مفعول مطلق يكون خلقاً بمعنى بعثا او حال فيكون خلقاً بمعنى مخلوقاً **قوله** يوم عامله تبعثون القدر او يكون المقدر **قوله** قل الذى اى هو الذى ۱۲۔

البلاغة : **قوله** الذين لا يؤمنون بالأخرة وقوله يقول الظلمون فى كليهما وضع المظهر موضع المضمر ايذانا بالتقبيح ۱۲۔ **قوله** فتستجيبون بحمده هى مبالغة فى انقيادهم للبعث كقولك لمن تامره بامر يشق عليه ستأتى به وانت حامد شاكر وهذا يذكر فى معرض التهديد كذا فى النيسابورى ۱۲۔

وَقُلْ لِّعِبَادِیْ یَقُوْلُوا الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَنْزَغُ بَیْنَهُمْ ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِیْنًا ﴿۵۳﴾ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ؕ اِنْ یَّشَاْ یَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ یَّشَاْ یُعَذِّبْكُمْ ؕ وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ وَكِیْلًا ﴿۵۴﴾ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِیّٖنَ عَلٰی بَعْضٍ وَّاٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۵۵﴾ قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا یَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِیْلًا ﴿۵۶﴾ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ وَیَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَیَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ﴿۵۷﴾ وَاِنْ مِّنْ قَرْیَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِیْدًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِی الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ﴿۵۸﴾

اور آپ میرے (مسلمان) بندوں سے کہہ دیجئے کہ ایسی بات کہا کریں جو بہتر ہو شیطان لوگوں میں فساد ڈلوا دیتا ہے واقعی شیطان انسان کا صریح دشمن ہے۔ تم سب کا حال

تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے اگر وہ چاہے تم پر رحمت فرمادے یا اگر وہ چاہے تو تم کو عذاب دینے لگے اور ہم نے آپ (تک) کو ان کا ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا اور آپ کا رب خوب جانتا ہے ان کو جو کہ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہیں اور ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت دی ہے اور ہم داؤد علیہ السلام کو زبور دے چکے ہیں۔ آپ فرمادیجئے کہ جن کو تم خدا کے سوا (معبود) قرار دے رہے ہو ذرا ان کو پکارو تو سہی سو وہ یقیناً نہ تم سے تکلیف کو دور کرنے کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ اس کے بدلنے کا یہ لوگ کہ جن کو مشرکین پکار رہے ہیں وہ خود اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈ رہے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب بنتا ہے اور وہ اس کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں (اور) واقعی آپ کے رب کا عذاب ہے بھی ڈرنے کے قابل اور (کفار کی) ایسی کوئی بستی نہیں جس کو ہم قیامت سے پہلے ہلاک نہ کریں یا (قیامت کے روز) اس کو سخت عذاب نہ دیں یہ بات کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں لکھی ہوئی ہے۔

تفسیر ربط: اوپر کفار کی جہالات کا ذکر تھا جو مسلمانوں کو غصہ آنے کا مظنہ تھا اس لئے آگے جواب میں نرمی برتنے کی تعلیم ہے۔

تعلیم ترک خشونت درمحاجۂ کفار ☆ وَقُلْ لِّعِبَادِیْ (الی قولہ تعالی) وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ وَكِیْلًا ۝ اور آپ میرے (مسلمان) بندوں سے کہہ دیجئے کہ (اگر کفار کو جواب دیں تو) ایسی بات کہا کریں جو (اخلاق کے اعتبار سے) بہتر ہو (یعنی اس میں سب وشتم اور خشونت اور اشتعال نہ ہو کیونکہ) شیطان (سخت جواب کہلوا کر) لوگوں میں فساد ڈلوا دیتا ہے واقعی شیطان انسان کا صریح دشمن ہے (اور وجہ ہمارے اس علم کی یہ ہے کہ سختی سے کوئی فائدہ نہیں کیونکہ ہدایت و ضلالت بالکل مشیت ازلیہ کے متعلق ہے سو) تم سب کا حال تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے (کہ کون کس قابل ہے پس) اگر وہ چاہے تم (میں سے جس) پر (چاہے) رحمت فرمادے (یعنی ہدایت کردے) یا اگر وہ چاہے تو تم (میں سے جس) کو (چاہے) عذاب دینے لگے (یعنی اس کو توفیق ہدایت نہ دے اور اس پر عذاب ہو) اور ہم نے آپ (تک) کو ان (کی ہدایت) کا ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا (جب آپ باوجود نبوت کے ذمہ دار نہیں بنائے گئے تو اور امتی تو کیونکر ذمہ دار ہو سکتے ہیں پھر اس قدر درپے ہونا اور سختی سے کام لینا کیا ضرور) **ف**: مراد اس سے بے ضرورت سختی کرنا ہے جیسا اکثر مجادلات میں ہو جاتی ہے ورنہ ضرورت اور مصلحت کے موقع پر اس سے زیادہ قتال تک کی اجازت ہے خوب کہا گیا ہے۔

بے حکم شرع آب خوردن خطاست ☆ وگرخوں بفتوی بریزی رواست

ربط: اوپر وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ اور وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا میں کفار کے انکار رسالت پر دلالت تھی منجملہ ان کے وجوہ انکار رسالت کے ایک ان کا یہ بھی خیال تھا کہ رسول فرشتہ ہونا چاہئے یا اگر بشر ہو تو کوئی رئیس ہو جیسا ان کا قول نقل کیا گیا ہے: لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ [الزخرف: ۳۱] آگے اس شبہ کا جواب اور ذکر داؤد علیہ السلام سے آپ کی رسالت کی تائید اور رسولوں میں سے آپ کے افضل ہونے کی طرف اجمالی اشارہ فرماتے ہیں۔

اثبات رسالت وفضیلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِیّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۝ اور آپ کا رب خوب جانتا ہے ان کو (بھی) جو کہ آسمانوں میں ہیں اور (ان کو بھی جو کہ) زمین میں ہیں۔ (آسمان والوں سے مراد ملائکہ اور زمین والوں سے جن اور انسان مطلب یہ کہ ہم خوب واقف ہیں کہ ان میں سے کس کو نبی بنانا مناسب ہے اور کس کو نہیں پس اگر آپ کو نبی بنا دیا تو کیا تعجب ہے) اور (اسی طرح اگر آپ کو فضیلت دی تو کیا تعجب ہے کیونکہ) ہم نے (پہلے بھی) بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت دی ہے اور (اسی طرح اگر آپ کو قرآن دیا تو کیا تعجب ہے کیونکہ آپ کے قبل) ہم داؤد (علیہ السلام) کو زبور دے چکے ہیں۔ **ف**: زبور کی تخصیص میں یہ نکتہ ہے کہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب ملک وسلطنت ہونے کی خبر دی گئی ہے قال تعالی: وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِی الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ [الأنبیاء: ۱۰۵] چنانچہ تفسیر حقانی میں اس مضمون کا حوالہ ۳۷ زبور کے ۹ اور گیارہویں درس پر کیا ہے۔ ربط: اوپر چند آیتوں میں شرک کا ابطال تھا آگے اس میں سے بعض خاص صورتوں کا رد ہے اور وہ خاص صورت یہ ہے کہ بعض لوگ ملائکہ اور جنات کی پرستش کرتے تھے پھر وہ جنات مسلمان ہو گئے اور فرشتے تو مؤمن ہیں ہی لیکن یہ لوگ پھر بھی ان کی پرستش کرتے رہے اس باب میں یہ آیتیں نازل ہوئی ہیں **رواه البخاری عن ابن مسعود حدیث الجن وابن جریر عنه حدیث الملائکة وفیه یقولون هم بنات الله۔ کذا فی الدر المنثور۔**

عود بابطال شرک ☆ قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ (الی قولہ تعالی) اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ۝ آپ (ان لوگوں سے) فرمادیجئے کہ جن کو تم خدا کے سوا (معبود) قرار دے رہے ہو (جیسے ملائکہ وجنات) ذرا ان کو (تکلیف دور کرنے کے لئے) پکارو تو سہی سو (یقیناً) وہ نہ تم سے تکلیف کو دور کرنے کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ اس کے بدل ڈالنے کا (اختیار رکھتے ہیں مثلاً شدید سے خفیف ہی کر دیں اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ گو جنات وملائکہ نفس اختیار کی صفت سے موصوف ہیں لیکن اپنے اختیار میں محتاج حق تعالی کے ہیں پس جس چیز کا اختیار نہیں ہوا اس پر اختیار نہیں رکھتے چنانچہ فرماتے ہیں کہ) یہ لوگ کہ جن کو مشرکین (جلب منفعت یا دفع مضرت کے لئے) پکار رہے ہیں وہ خود ہی اپنے رب کی طرف (پہنچنے کا) ذریعہ ڈھونڈ رہے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب بنتا

ہے (یعنی خود وہی طاعت وعبادت میں مشغول ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ کا قرب میسر ہو جاوے اور چاہتے ہیں کہ زیادہ قرب ہو جاوے) اور وہ اس کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اس کے عذاب سے (درصورت نافرمانی کے) ڈرتے ہیں (اور) واقعی آپ کے رب کا عذاب ہے بھی ڈرنے کے قابل (مطلب یہ کہ جب وہ خود عابد ہیں تو معبود کیونکر ہوں گے اور جب وہ خود ہی منفعت یعنی رحمت میں اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں اوروں کو کیا منفعت دے سکتے ہیں۔ اسی طرح جب وہ خود مضرت یعنی عذاب سے بچنے میں اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں تو اوروں سے مضرت کو کیا دفع کر سکتے ہیں پھر ان کا معبود ومعین بنانا محض باطل ہوگا)۔

رَبط: اوپر آیات: وَيَدْعُ الْإِنْسَانُ (الی قولہ تعالی) وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُونِ میں فی نفسہ کفار کا استحقاق عذاب اور اس کا عارض کی وجہ سے توقف مذکور تھا اب پھر اس کے وقوع کا یقینی ہونا بیان فرماتے ہیں بعض پر دنیا میں بھی اور بعض پر آخرت میں مقصود یہ کہ ٹلے گا نہیں اگر یہاں نہیں تو وہاں ضرور ہوگا اور نیز اس کے قبل کی آیت کے خاتمہ پر: إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا ۝ میں عذاب کو قابل حذر بتلایا تھا اب اس عذاب کے وقوع کو بتلاتے ہیں دونوں توجیہ مناسب کی ہوسکتی ہیں۔

ترہیب کفار از ہلاک وعذاب ☆ وَإِنْ مِنْ قَرْيَةٍ إِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوهَا (الی قولہ تعالی) كَانَ ذَٰلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا ۝ اور (کفار کی) ایسی کوئی بستی نہیں جس کو ہم قیامت سے پہلے ہلاک نہ کریں یا (قیامت کے روز) اس (کے رہنے والوں) کو (دوزخ کا) سخت عذاب نہ دیں یہ بات کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں لکھی ہوئی ہے (پس اگر کوئی کافر یہاں کسی آفت میں ہلاک ہونے سے بچ گیا تو قیامت کے روز آفت کبریٰ سے نہ بچے گا۔ **ف**: ہلاک ہونے میں آفت کی قید اس لئے ظاہر کردی کہ موت طبعی سے تو سب ہلاک ہوتے ہی ہیں اس میں کفر کی تخصیص نہیں ہے۔

رَبط اوپر چند آیات میں رسالت کے متعلق کلام تھا چنانچہ آیت: رَبُّكُمْ أَعْلَمُ الخ کی تمہید میں عنقریب مذکور ہوا ہے آگے بھی رسالت ہی کے متعلق ان کے ایک شبہ کا جواب ہے مشابہ کا بعض خاص فرمائشی معجزات کا واقع نہ ہونا تھا آیت میں ان کے عدم وقوع کی حکمت کے بیان سے جواب دیا گیا ہے۔

تَرْجَمۂ مَسَائِلُ السُّلُوک: قولہ تعالیٰ: وَقُلْ لِعِبَادِي يَقُولُوا الخ اس میں مخالفین کے ساتھ نرمی کرنے کی تعلیم ہے قولہ تعالیٰ: رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِكُمْ الخ الیٰ میں دلالت ہے کہ اصلاح میں کسی کے درپے نہ ہو ۱۲۔

مُلْحَقَاتُ التَّرْجَمَۃ: ۱ **قوله** فی ما ارسلنك آپ تک فيه اشارة الى وجه العدول عن ضمير الجمع الى الواحد فان ظاهر المقام ارسلناكم ۱۲۔ ۲ **قوله** فى التمهيد وجوہ انکار رسالت الخ ذكره فى روح المعانى ۱۲۔ ۳ **قوله** فى ف نکتہ الخ ذكره فى الروح ۱۲۔ ۴ **قوله** قابل اشارة الى ما فى النيسابورى اى حقيقا بان يحذره كل احد ۱۲۔ ۵ **قوله** فى قرية کفار کی دل على هذا التخصيص المقام ۱۲۔ ۶ **قوله** فى معذبوها قیامت کے روز دل عليه السكوت عن القيد السابق ومجيئه فى مقابلته وايضا يدل عليه اتصاف العذاب بالشديد المناسب بعذاب القيامة ۱۲۔

اَلنَّحْو: **قوله** يقولوا عن الزجاج انه مجزوم بلام الامر المقدرة اى ليقولوا كذا فى الروح ۱۲۔ **قوله** اولئك مبتدأ الذين صفة يدعون صلة ويبتغون خبر والمراد باولئك المعبودون والضمير فى يدعون الى العابدين والمفعول محذوف اى اولئك الذين يدعونهم الخ **قوله** ايهم اقرب ذكر الزمخشرى وجهين الثانى كون اى استفهامية وهى مبتدأ واقرب خبرها والجملة فى محل نصب يبتغون وضمن معنى يحرصون فكانه قيل يحرصون ايهم يكون اقرب الى الله تعالى وذلك بالطاعة وازدياد الخير والصلاح ۱۲۔

اَلْبَلَاغَۃ: **قوله** قل ادعوا الخ فى الآية ترق وتدرج لان قوله تعالى ادعوا اعتبر فيه كشف الضر لفظا لقرينة لا يملكون كشف الضر ووجه التخصيص ان دفع الضراهم من جلب النفع ثم قوله تعالى يدعون اعتبر فيه باطلاقه كشف الضر وجلب النفع كلاهما ثم قاله تعالى فى الجواب يبتغون الخ اعتبر فيه ثلثة امور كونهم عابدين المدلول عليه بقوله يبتغون وكونهم محتاجين فى جلب النفع المدلول عليه بقوله يرجون وكونهم محتاجين فى دفع الضر المدلول عليه بقوله يخافون فافهم ۱۲۔

وَمَا مَنَعَنَا أَنْ نُرْسِلَ بِالْآيَاتِ إِلَّا أَنْ كَذَّبَ بِهَا الْأَوَّلُونَ ۚ وَآتَيْنَا ثَمُودَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوا بِهَا ۚ وَمَا نُرْسِلُ بِالْآيَاتِ إِلَّا تَخْوِيفًا ۝ وَإِذْ قُلْنَا لَكَ إِنَّ رَبَّكَ أَحَاطَ بِالنَّاسِ ۚ وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ فِي الْقُرْآنِ ۚ وَنُخَوِّفُهُمْ فَمَا يَزِيدُهُمْ إِلَّا طُغْيَانًا كَبِيرًا ۝ ع ۶

اور ہم کو خاص (فرمائشی) معجزات کے بھیجنے سے صرف یہی امر مانع ہوا کہ پہلے لوگ ان کی تکذیب کر چکے ہیں اور ہم نے قوم ثمود کو اونٹنی دی تھی جو کہ بصیرت کا ذریعہ تھی سو ان

لوگوں نے اس کے ساتھ ظلم کیا اور ہم ایسے معجزات کو صرف ڈرانے کے لئے بھیجا کرتے ہیں اور وہ وقت یاد کر لیجئے جب کہ ہم نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کا رب (اپنے علم سے) تمام لوگوں کو محیط ہو رہا ہے اور ہم نے جو تماشا آپ کو دکھایا تھا اور جس درخت کی قرآن میں مذمت کی گئی ہے ہم نے تو ان دونوں چیزوں کو ان لوگوں کے لئے موجب گمراہی کر دیا اور ہم ان کو ڈراتے رہتے ہیں لیکن ان کی بڑی سرکشی بڑھتی چلی جاتی ہے۔

تفسیر: حکمت عدم وقوع بعض مقترحات کفار ☆ وَمَامَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ (الی قوله تعالی) فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ۚ اور ہم کو خاص (فرمائشی) معجزات کے بھیجنے سے صرف یہی امر مانع ہوا کہ پہلے لوگ ان (کے ہم جنس[1] فرمائشی معجزات) کی تکذیب کر چکے ہیں (اور طبیعتیں اُن کی اور اِن کی مشابہ ہیں پس یہ بھی تکذیب کریں گے) اور (نمونہ کے طور پر ایک قصہ بھی سن لو کہ) ہم نے قوم ثمود کو (ان کی فرمائش کے موافق بطور معجزہ صالح علیہ السلام کی) اونٹنی دی تھی (جو عجیب طور پر پیدا ہوئی اور) جو کہ (معجزہ ہونے کے سبب فی نفسہٖ) بصیرت[2] کا ذریعہ تھی سو ان لوگوں نے (اس سے بصیرت حاصل نہ کی بلکہ) اس کے ساتھ (بڑا ظلم کیا کہ اس کو قتل کر ڈالا پس ایسا ہی یہ بھی کریں گے) اور ہم ایسے معجزات کو صرف (اس بات سے) ڈرانے کے لئے بھیجا کرتے ہیں (کہ اگر ایمان نہ لاؤ گے تو ابھی ہلاک کر دیئے جاؤ گے یعنی فرمائشی معجزات سے اصل مقصود یہ ہوتا ہے اور اس پر ایمان کا اثر کم مرتب ہوتا ہے پس اگر ان کا وقوع ہوتا تو یہ ایمان نہ لاتے اور ہم اپنے وعدہ تخویفی کو پورا کرتے تو یہ ہلاک ہوتے جیسے ثمود اور اصحاب مائدہ کے ساتھ ہوا اور ابھی بہت سی حکمتوں سے ان کے ہلاک کا وقت مقرر نہیں آیا) اور (ہم جو کہتے ہیں کہ یہ ایمان نہ لاویں گے تو وجہ یہ کہ ہم کو یہ بات پہلے سے معلوم ہے اور اس کے قبل ہم آپ کو اپنے اس معلوم ہونے کی اطلاع بھی دے چکے ہیں چنانچہ) آپ وہ وقت یاد کر لیجئے جب کہ ہم نے آپ سے کہا تھا (کبھی وحی غیر متلو کے ذریعہ سے کہا ہوگا) کہ آپ کے رب (اپنے علم سے) تمام لوگوں (کے احوال ظاہری موجودہ و مستقبلہ) کو محیط ہو رہے ہیں (اور ان احوال مستقبلہ میں ان کا ایمان نہ لانا بھی ہے پس اللہ تعالیٰ کو وہ بھی معلوم ہے) اور جیسا ان کی حالت کا قیاس واقعات اولین پر دلیل ہے ان کے ایمان نہ لانے کی اسی طرح خود ان کے بعض واقعات پر قیاس کرنا نیز دلیل ہے ان کے ایمان نہ لانے پر چنانچہ) ہم نے (واقعۂ معراج میں) جو تماشا (بیداری میں) آپ کو دکھلایا تھا اور جس درخت کی قرآن میں مذمت[3] کی گئی ہے (یعنی زقوم کہ طعام کفار ہے) ہم نے ان دونوں چیزوں کو ان لوگوں کے لئے موجب گمراہی کر دیا (یعنی ان دونوں امر کو سن کر تکذیب کی معراج کی تو اس لئے کہ ایک شب میں اتنی دور جانا یا بالخصوص آسمان پر کسی طرح بھی جانا ممکن نہیں اور شجرۂ زقوم کی اس لئے کہ وہ دوزخ میں بتلایا جاتا ہے سو اس پر کہتے تھے کہ آگ سے تو درخت جل جاتا ہے نہ کہ اس میں پیدا ہو۔ خلاصہ یہ کہ ان میں ایک امر خارق تو دنیا ہی میں واقع ہوا اور ایک امر گو دنیا میں خارق ہے لیکن اس کا وقوع آخرت میں ہے کہ وہاں کے اعتبار سے خارق ہونا ضرور نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ وہاں کی یہی عادت ہو مگر آخران امور کی تکذیب کی پس اس قیاس سے بھی عام مخاطبین بہت جلدی سمجھ سکتے ہیں کہ اگر فرمائشی معجزات آتے ضرور یہ تکذیب کرتے اور یہ دونوں قیاس تقریب فہم ناظرین و سامعین کے لئے ورنہ اصل دلیل تو وہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات معلوم ہے جس کی طرف اَحَاطَ بِالنَّاسِ میں اشارہ ہے) اور ہم (ان کو گو ایسے آیات مقترحہ کے ایقاع سے تخویف نہیں کرتے لیکن آیات[4] تشریعیہ کے ذریعے سے) ان کو (عذاب آخرت) ڈراتے رہتے ہیں لیکن ان کی بڑی سرکشی بڑھتی چلی جاتی ہے (حالانکہ یہ تخویف باصلہٖ موضوع ہدایت ہی کے لئے ہے جب امر موضوع للہدایت سے ان کو ہدایت نہیں ہوتی تو امر غیر موضوع للہدایۃ یعنی آیات مقترحہ موضوعہ للتخویف والتعذیب سے تو ان کو کیا ہدایت ہوتی جیسا یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم ان کے ظاہر ہونے پر ایمان لے آتے اس لئے ظاہر نہ ہونا مصلحت ہوا۔ **ف**: شجرۂ زقوم کے ساتھ علاوہ تکذیب بالنحو المذکور کے ایک استہزاء بھی کرتے تھے جس کا بیان مع زائد تحقیق اس مقام کے سورۂ صف کے دوسرے رکوع کے اخیر میں آوے گا وہاں ملاحظہ فرمایا جاوے۔

ربط: اوپر آیات: وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ میں کفار کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے استہزاء وخلاف کے ساتھ پیش آنا اور اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ الخ میں ملائکہ کا جن کو کفار نے معبود بنا رکھا تھا عبودیت وانقیاد بجالانا اور وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ الخ میں آیات مقترحہ کی کفار کی جانب سے فرمائش ہونا مذکور ہے آگے قصہ آدم و ابلیس کا جو ان سب مضامین کے مناسب ہے بیان فرماتے ہیں کہ اس سے مضمون اول کی وجہ بھی معلوم ہوگئی کہ حسد سے جس طرح ابلیس کو یہی حسد باعث مخالفت آدم علیہ السلام ہوا تھا اور ساتھ ساتھ تسلی بھی کر دی گئی کہ جس طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی شیطان سے حفاظت کرتے ہیں اسی طرح شر کفار سے آپ کو بچالیں گے اور اس سے مضمون ثانی کی بھی تقویت ہوگئی کہ اس میں امتثال ملائکہ کا مذکور ہے اور مضمون ثالث کا سبب بھی معلوم ہو گیا کہ شیطان ان سے ایسے کام کراتا ہے جیسا کہ اس نے کہہ دیا تھا کہ میں گمراہ کروں گا اور ساتھ ساتھ ایسے کام کرنے والوں کے واسطے وعید کی طرف بھی اشارہ ہے جیسا شیطان کے جواب ہی میں کہہ دیا گیا تھا کہ تیرے تابعین کی سزا جہنم ہے۔

ملحقات الترجمۃ: [1] **قوله فی کذب بها** ہم جنس **زاده لان عین هذه الآيات التی یقترحها قریش لم تقع فی الاولین ۱۲۔** [2] **قوله فی مبصرة** بصیرت کا ذریعہ۔ **کما فی الروح یتبصر بها الغیر فالصیغة للنسب ۱۲۔** [3] **قوله فی الملعونة** مذمت **لقوله تعالی طلعها كانه رؤس**

الشياطين واشار به الى ان ماخذه قول العرب لكل طعام مكروه ضار ملعون ۱۲۔ ۴ قوله فی نخوفهم آیات تشریعیہ اشارۃ الی دفع ایراد هو ان قوله تعالىٰ وما نرسل الخ يدل على عدم وقوع التخويف وقوله نخو فهم دال على وقوعه تقرير الدفع ان المنفى التخويف بالعذاب العاجل والمثبت التخويف بالآجل ۱۲۔

الروایات: فی الدر المنثور اخرج ابن اسحق وابن جرير وابن المنذر عن الحسن رضى الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اصبح يحدث بذلك فكذب به اُناس فانزل الله فيمن ارتد وما جعلنا الخ وفيه اخرج ابن المنذر عن ابن عباس رضى الله عنهما فی قوله والشجرة الملعونة قال ملعونة لان طلعها كانه رؤس الشياطين وهم ملعونون وفی اللباب اخرج الحاكم والطبرانی وغيره عن ابن عباس رضى الله عنهما قال سأل اهل مكة النبى صلى الله عليه وسلم ان يجعل لهم الصفا ذهبا وان ينحى عنهم الجبال فيزرعوا فقيل له ان شئت ان تستانی بهم (ای منتظر) وان شئت نؤتهم الذى سألوا فان كفروا اهلكوا كما اهلكت من قبلهم قال بل استأنى بهم فانزل الله تعالىٰ وما منعنا ان نرسل بالآيات الخ وفی اللباب اخرج ابن ابى حاتم والبيهقى فی البعث عن ابن عباس رضى الله عنهما قال لما ذكر الله الزقوم خوف به هذا الحى من قريش قال ابو جهل هل تدرون ما هذا الزقوم الذى يخوفكم به محمد قالوا لا قال الثريد بالزبد اما لئن امكننا منها لتزقمنها زقما فانزل الله والشجرة الملعونة فی القرآن ونخوفهم فما يزيدهم الا طغياناً كبيرا او انزل ان شجرة الزقوم طعام الاثيم وفيه اخرج جرير عن قتادة قال قال ابو جهل زعم صاحبكم هذا ان فی الناس شجرة والنار تاكل الشجرة وانا والله ما نعلم الزقوم الا التمر او الزبد فانزل الله حين عجبوا ان يكون فی النار شجرة تخرج فی اصل الجحيم ۱۲۔

الکلام: استدل بعض بالرؤيا على ان المعراج كان فی المنام وبترجمتی حصل الجواب كما فی الدر المنثور عن البخارى وخلق كثير عن ابن عباس قال هى رويا عين اريها رسول الله صلى الله عليه وسلم ليلة اسرى به وليست برؤيا منام۔

النحو: قوله والشجرة الملعونة عطف على الرؤيا اى وما جعلنا الشجرة الا فتنة للناس ۱۲۔

البلاغۃ: قوله وما منعنا الى كبير ذكر فی الآية قياسين الاول قياس حالهم على احوال السابقين فی الآية الاولى والثانى قياس حالهم هذه على حالهم السابقة فی الآية الثانية و خارقين الاول الناقة والثانى الشجرة وتخويفين الاول ما نرسل بالآيات الا تخويفا والثانى ونخوفهم ۱۲ قوله أتينا ثمود تخصيص الناقة لوجوه منها ان المشهور ثمود كانوا اقترحوها فنسب ذكرها مع الآيات المقترحة الثانى ان ثمود كانوا من العرب الثالث فی الدر المنثور اخرج البيهقى فی الدلائل عن الربيع بن انسؓ قال قال الناس لرسول الله صلى الله عليه وسلم لو جئتنا بآية كما جاء بها صالح والنبيون الخ فلما ذكروا الناقة بالخصوص ناسب ذكرها خصوصاً۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا ۚ﴿۶۱﴾ قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ ۫ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۶۲﴾ قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ﴿۶۳﴾ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ؕ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۶۴﴾ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ﴿۶۵﴾ رَبُّكُمُ الَّذِيْ يُزْجِيْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿۶۶﴾ وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ﴿۶۷﴾ اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِيْلًا ﴿۶۸﴾ اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ يُّعِيْدَكُمْ فِيْهِ تَارَةً اُخْرٰى فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيْحِ فَيُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ ۙ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا

لَكُمْ عَلَيْنَا بِهٖ تَبِيْعًا ﴿۶۹﴾ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰي كَثِيْرٍ مِّمَّنْ

خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ﴿۷۰﴾ ع ۷

اور جب کہ ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو سوان سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے (نہ کیا اور) کہا کہ کیا میں ایسے شخص کو سجدہ کروں جس کو آپ نے مٹی سے بنایا ہے کہنے لگا کہ اس شخص کو جو آپ نے مجھ پر فضیلت دی ہے تو بھلا بتلایئے تو خیر اگر آپ نے مجھ کو قیامت کے زمانہ تک مہلت دے دی تو میں (بھی) بجز قدرے قلیل لوگوں کے اس کی اولاد کو اپنے بس میں کرلوں گا۔ ارشاد ہوا جا جو شخص ان میں سے تیرے ساتھ ہولے گا سو تم سب کی سزا جہنم ہے سزا پوری اور ان میں سے جس جس پر تیرا قابو چلے اپنی چیخ پکار سے اس کا قدم اکھاڑ دینا اور ان پر اپنے سوار اور پیادے چڑھالانا اور ان کے مال اور اولاد میں اپنا ساجھا کرلینا اور ان سے وعدہ کرنا اور شیطان ان لوگوں سے بالکل جھوٹے وعدے کرتا ہے میرے خاص بندوں پر تیرا ذرا قابو نہ چلے گا اور آپ کا رب کافی کارساز ہے۔ تیرا رب ایسا (منعم) ہے کہ تمہارے لئے کشتی کو دریا میں لے چلتا ہے تا کہ تم اس کے رزق کی تلاش کرو بے شک وہ تمہارے حال پر بہت مہربان ہے اور جب تم کو دریا میں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو بجز خدا کے اور جتنوں کی تم عبادت کرتے تھے سب غائب ہو جاتے ہیں پھر جب تم کو خشکی کی طرف بچالاتا ہے تو پھر تم پھر جاتے ہو اور واقعی انسان ہے بڑا ناشکرا۔ تو کیا تم اس بات سے بے فکر ہو بیٹھے ہو کہ تم کو خشکی کی جانب سے لا کر زمین میں دھنسا دے یا تم پر کوئی ایسی تند ہوا بھیج دے جو کنکر برسانے لگے پھر تم کسی کو اپنا کارساز نہ پاؤ یا تم اس سے بے فکر ہو گئے کہ خدا تعالیٰ پھر تم کو دریا ہی میں دوبارہ لے جائے پھر تم پر ہوا کا سخت طوفان بھیج دے پھر تم کو تمہارے کفر کے سبب غرق کر دے پھر اس بات پر کوئی ہمارا پیچھا کرنے والا تم کو نہ ملے اور ہم نے آدم کی اولاد کو عزت دی اور ہم نے ان کو خشکی اور دریا میں سوار کیا اور نفیس نفیس چیزیں ان کو عطا فرمائیں اور ہم نے ان کو اپنی بہت مخلوقات پر فوقیت دی۔

تفسیر: قصۂ آدم علیہ السلام و ابلیس ☆ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا (الی قولہ تعالٰی) وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ﴿۶۵﴾ اور (وہ وقت قابل ذکر ہے) جب کہ ہم نے فرشتوں سے کہا[1] کہ آدم (علیہ السلام) کو سجدہ کرو سوان سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے (نہ کیا اور) کہا کہ کیا میں ایسے شخص کو سجدہ کروں جس کو آپ نے مٹی[2] سے بنایا ہے (اس پر مردود[3] و مطرود ہوا اس وقت) کہنے لگا کہ اس شخص کو آپ نے مجھ پر فوقیت دی ہے (اور اسی بناء پر سجدہ کراتے ہیں) تو بھلا بتلایئے تو (اس میں کیا[4] فضیلت ہے) خیر[5] (اس کی وجہ سے جیسا میں مردود ہوا ہوں) اگر آپ نے (میری درخواست کے موافق) مجھ کو قیامت کے (قریب) زمانہ تک (موت سے) مہلت دے دی تو میں (بھی) بجز قدرے قلیل لوگوں کے (کہ وہ مخلصین ہیں باقی) اس کی تمام اولاد کو اپنے بس[5] میں کرلوں گا (یعنی گمراہ کردوں گا) ارشاد ہوا جا (جو تجھ سے ہوسکے کرلیجیو) جو شخص ان میں سے تیرے ساتھ ہولے گا سو تم سب کی (یعنی تیری[6] اور ان کی) سزا جہنم ہے سزا پوری اور ان میں سے جس جس پر تیرا[8] قابو چلے اپنی چیخ و پکار سے (یعنی اغواء[7] و وسوسہ سے) اس کا قدم (راہ راست سے) اُکھاڑ دینا اور ان پر اپنے سوار اور پیادے (مراد مطلق لشکر) چڑھالانا (کہ سب مل کر گمراہ کرنے میں خوب زور لگادیں) اور ان کے مال اور اولاد میں اپنی ساجھا کرلینا (یعنی مال و اولاد کو ذریعہ گمراہی بنا دینا چنانچہ مشاہد ہے) اور ان سے (جھوٹے جھوٹے) وعدے کرنا (کہ قیامت میں گناہ پر مواخذہ نہ ہوگا اور یہ شرکت فی النفس ہے جیسا کہ اس سے پہلے شرکت فی الاموال والاولاد مذکور ہے یہ سب صیغے تہدید[9] کے ہیں) اور (آگے بطور جملہ معترضہ[10] کے فرماتے ہیں کہ) شیطان ان لوگوں سے بالکل جھوٹے وعدے کرتا ہے (جن کا تفصیلاً جھوٹ ہونا نصوص میں منصوص ہے آگے پھر اس کے خطاب کا بیان ہے کہ) میرے خاص بندوں پر تیرا ذرا قابو نہ چلے گا (جیسا تو خود بھی مقر ہے) اور (اے محمد[11] صلی اللہ علیہ وسلم اس کا قابو کیونکر چلے کہ) آپ کا رب (ان کا) کافی کارساز ہے (یہ سب جواب تھا اس کے قول لئن اخرتن الخ کا اور اس کے قبل کے قَالَ ءَاَسْجُدُ اور هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ الخ کا جواب بوجہ غایت ظہور کے مذکور نہیں کیونکہ مامور کو تفتیش عن الحکمۃ کا منصب حاصل نہیں اور شیطان مامور تھا اس لئے اس کا قول ءَاَسْجُدُ اور هٰذَا الَّذِيْ قابل جواب نہیں ہے اور خیل و رجل سے مراد محاورات میں مطلق لشکر ہے یہ ضرور نہیں کہ شیطان سوار بھی ہوتے ہوں گو ممتنع بھی نہیں اور یہ بات کہ شیطان کو ابتداءً کیسے معلوم ہوا کہ میں اغوائے بنی آدم پر قادر ہوں جواب یہ ہے کہ غالباً انسان کے قویٰ ترکیبیہ مختلفہ سے اس کو یہ ظن حاصل ہوا۔

ربط: اوپر کی آیتوں میں اثبات توحید و ابطال شرک کا مضمون ہے آگے ایک خاص طرز پھر اس کی طرف عود ہے اور وہ خاص طرز توحید کے باب میں بیان ہے بعض نعمتوں کا کہ دلالات علی التوحید کے ساتھ ترغیب بھی ہے ادائے حقوق منعم کی کہ ان میں اعظم توحید ہے اور وہ خاص طرز ابطال اشراک میں اظہار ہے ان کے اعتراف کا وقت مصیبت میں کہ اس وقت خدا کے سوا کسی سے مدد نہیں مانگتے۔

عود بسوئے توحید ☆ رَبُّكُمُ الَّذِيْ يُزْجِيْ لَكُمُ الْفُلْكَ (الی قولہ تعالٰی) ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهٖ تَبِيْعًا ﴿۶۹﴾ تمہارا رب ایسا (منعم) ہے کہ تمہارے (نفع کے) لئے کشتی کو دریا میں لے چلتا ہے تا کہ تم اس کے رزق کی تلاش کرو (چنانچہ اکثر تجارت کے لئے بحری سفر ہوتا ہے) بیشک وہ تمہارے حال پر بہت مہربان

ہے (کہ تمہارے نفع کے لئے ایسا ایسا سامان بنایا) اور جب تم کو دریا میں کوئی تکلیف پہنچتی ہے (جیسے موج اور ہوا کے طوفان سے غرق ہونے کا خوف) تو (اس وقت) بجز خدا کے اور جتنوں کی تم عبادت کرتے تھے سب غائب ہو جاتے ہیں (دل سے بھی ان کا خیال نہیں آتا اور فریادرسی سے بھی کہ وہ امداد نہیں کر سکتے جس سے بدلالت حال و مقال خود تمہارے اعتراف سے بطلان شرک لازم آتا ہے) پھر جب تم کو خشکی کی طرف بچالاتا ہے تم پھر (بدستور سابق) روگردانی کرنے لگتے ہو اور (واقعی انسان ہے بڑا ناشکرا (کہ ایسی جلدی منعم کا انعام اور اپنا الحاح بھول جاتا ہے اور تم جو اعراض کرنے لگے) ہو تو کیا تم اس بات سے بے فکر ہو کر بیٹھے ہو کہ تم کو خشکی کی جانب میں لا کر زمین میں دھنسا دے (کہ مثل غرق فی البحر کے ہے) یا تم پر کوئی ایسی تند ہوا بھیج دے جو کنکر پتھر برسانے لگے (جیسا قوم عاد پر ہوا آئی تھی اور یہ عذاب اوپر سے ہے جیسا پہلے نیچے سے تھا) پھر تم کسی کو اپنا کارساز (خدا کے مقابلہ میں نہ پاؤ یا تم اس سے بے فکر ہو گئے کہ خدا تعالیٰ پھر تم کو دریا ہی میں دوبارہ لے جاوے پھر تم پر ہوا کا سخت طوفان بھیج دے پھر تم کو تمہارے کفر (سابق یا دائم) کے سبب غرق کر دے (یعنی اگر خشکی میں غرق ہونا سمجھ میں نہ آوے تو اچھا یہ بھی تو احتمال ہے کہ ایسا کام نکلے کہ پھر سمندر کا سفر کرنا پڑے اور وہاں غرق کر دے) پھر اس بات پر) یعنی غرق کر دینے پر کوئی ہمارا پیچھا کرنے والا (یعنی بدلہ لینے والا) تم کو نہ ملے۔ ربط: اوپر بعض انعامات کے پیرایہ میں توحید کا مذکور تھا آگے دیگر بعض انعامات کے پیرایہ میں توحید کا مذکور ہے۔

ذکر بعض انعامات بغرضِ توحید ☆ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ (الی قولہ تعالیٰ) وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ۝ اور ہم نے آدم علیہ السلام کی اولاد کو (بعض صفات خاصہ عطا فرمانے سے) عزت دی اور ہم نے ان کو خشکی اور دریا میں (جانوروں اور کشتیوں پر) سوار کیا اور نفیس نفیس چیزیں ان کو عطا فرمائیں اور (ان امور میں) ہم نے ان کو اپنی بہت سی مخلوقات پر فوقیت دی (کیونکہ اور حیوانات اس سے خالی ہیں پس اس نعمت کی قدر کریں اور توحید و طاعت بجا لاویں)۔ **ف**: انسان میں بعض صفاتِ خاصہ ایسی ہیں جو اور حیوانات میں نہیں جیسے حسن صورت جس میں استقامت قامت بھی آ گیا اور عقل اور ایجاد صنائع وغیرہا اور یہ نعم تمام نوع کو عام ہیں پس بنی آدم سے مراد سب بنی آدم ہیں اور چونکہ اوپر کرمنا مجمل تھا جس سے شبہ ہو سکتا تھا کہ ان صفات کے سبب یہ سب سے افضل ہے حالانکہ یہ امر خلاف واقع تھا کیونکہ یہ امور مدار افضلیت علی الملائکہ ہیں وکل بنی آدم میں متحقق نہیں اس لئے وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ میں یہ ابہام رفع کر دیا کہ مراد تکریم سے تفضیل علی بعض الخلائق ہے یعنی حیوانات اور حیوانات سے جو کم رتبہ ہیں پس آیت ملائکہ اور بشر کے تفاضل متکلم فیہ بین المتکلمین سے ساکت ہے کسی کا استدلال آیت سے نہیں ہو سکتا واللہ اعلم۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ۝ روح میں ہے کہ اس میں دلالت ہے کہ انسان مواقع ضلال سے بدوں حفاظت حق تعالیٰ کے خود نہیں بچ سکتا ۱۲۔ قولہ تعالیٰ اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ الخ یہاں شبہ ہو سکتا ہے کہ حق تعالیٰ نے ان کو حالت ماضیہ یاد دلائی اور اہل طریق ماضی کے یاد کو حجاب کہتے ہیں۔ جواب یہ ہے کہ اہل طریق کا خطاب ان لوگوں کے لئے ہے جن کو غفلت زائل ہو کر مشغول بحق ہو گئے ہوں اور یہاں خطاب اہل غفلت کو ہے تاکہ ان کی تمادی وغفلت دور ہو تو دونوں خطاب میں امر مشترک مشغول بحق کرنا ہے ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قولہ** فی طینا مٹی سے اشارة الی نصبه بنزع الخافض ۱۲۔ ۲ **قولہ** قبل ارأیتك اس پر مردود اشارة الی ان بین القولین بعض الفاصل ومن ثم كرر قال ایذانا بان قوله ارأیتك لیس مترتبا علی قوله الاول ء اسجد الخ۔ ۳ **قولہ** فی توضیح ارأیتك اس میں کیا فضیلت اشارة الی وجه الترکیب حاصله ان الکاف حرف خطاب مؤکد لمعنی التاء ولا محل له من الاعراب ورای علمیته وهذا مفعولها الاول والمفعول الثانی محذوف لدلالة الصلة علیه ای اخبرنی عن هذا الذی کرمته علی لم کرمته علی والعلاقة ما بین[1] العلم والاخبار من السببية والمسببیته ۱۲۔ ۴ **قولہ** قبل لئن اخرتن خیر اشارة الی ان جملة لئن اخرتن مستانفة فلا دلالة علی الاستیناف زیدت هذه الکلمة ۱۲۔ ۵ **قولہ** فی لاحتنکن بس میں اشارة الی انه ماخوذ من قولهم حنك الدابة واحتنکها اذا جعل فی حنکها الاسفل حبلا یقودها به والمعنی لاستولین علیهم استیلاء قویا کذا فی روح المعانی عن ابن عباسؓ ۱۲۔ ۶ **قولہ** فی جزائکم تیری اور ان کی اشارة الی التغلیب ۱۲۔ ۷ **قولہ** فی صوتك یعنی اغوا کما فی الروح وعبر عن الدعاء الی المعصیة والوسوسة بالصوت تحقیرا له حتی کانه لا معنی له الا الصوت ۱۲۔ ۸ **قولہ** فی اجلب چڑھالانا کما فی الروح عن الزجاج اجلب علی العدد جمع علیه الخیل ۱۲۔ ۹ **قولہ** بعد عدهم تهدید لان الله لا یامر بالفحشاء۔ ۱۰ **قولہ** قبل وما یعدهم جملة معترضة اوردها للایذان ببطلان مواعیده المدلول علیها یقولا وعدهم۔ ۱۱ **قولہ** فی بربك اے محمد ﷺ اشارة الی ان هذا الخطاب له علیه السلام بقرینة هذه الاضافة لمشعرة بالخصوصیة ۱۲۔ ۱۲ **قولہ** فی رزقناهم عطاء ولم یترجم بالاطعام اشارة الی عمومه لجمیع المستلذات من المطعومات والمشروبات والملبوسات مما یحصل بصنعهم او

بغیر صنعهم كما فی الروح ۱۲۔

اللغات: **قوله** اذهب ليس المراد به ضد المجى بل تخلية وما سولته نفسه اهانة له كقولك لمخالفك افعل ما تريد ۱۲۔ **قوله** واستفزز الاستفزاز الاستخفاف والخدع والايقاع فيما اراده منه واصل معنى الفز القطع ۱۲۔ قوله بخيلك الباء زائدة ۱۲۔ **قوله** حاصبا ريحا ترمى بالحصباء ۱۲ **قوله** قاصفاً كاسرا كل شئ يمر عليه ۱۲۔

النحو: **قوله** جزاءً موفورا حال لصفتها التى هى حال فى الحقيقة ولذا جاء ت جامدة كقوله تعالىٰ قرآنا عربيا وقال النيسابورى وانتصب جزاء موفورًا على المصدر والعامل فيه معنى تجازون المدلول عليه بقوله فان جهنم جزاء كم وفى اعراب القرآن قيل هو تمييز ۱۲۔

البلاغة: **قوله** وكان الانسان فى الروح فيه لفافة حيث اعرض سبحانه عن خطابهم حيث اعرضوا عن طاعته ۱۲ **قوله** جانب البر ذكر الجانب ليكون المعنى ان الجوانب كلها متساوية بالنسبة الى قدرته تعالىٰ برا او بحرا فالاضافة بيانية ۱۲۔ **قوله** يعيدكم لم يقل ان تعودوا اشارة الى ان عظم الهول السابق يقتضى ان لا يعودوا الا ان يعادوا ۱۲۔

الحواشی: (۱) ما موصولة وقوله من السببية والمسببية بيان لما فافهم ۱۲۔

يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ ۖ فَمَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَأُولَٰئِكَ يَقْرَءُونَ كِتَابَهُمْ وَلَا يُظْلَمُونَ فَتِيلًا ﴿٧١﴾ وَمَنْ كَانَ فِي هَٰذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ وَأَضَلُّ سَبِيلًا ﴿٧٢﴾ وَإِنْ كَادُوا لَيَفْتِنُونَكَ عَنِ الَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهُ ۖ وَإِذًا لَاتَّخَذُوكَ خَلِيلًا ﴿٧٣﴾ وَلَوْلَا أَنْ ثَبَّتْنَاكَ لَقَدْ كِدْتَ تَرْكَنُ إِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيلًا ﴿٧٤﴾ إِذًا لَأَذَقْنَاكَ ضِعْفَ الْحَيَاةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيرًا ﴿٧٥﴾ وَإِنْ كَادُوا لَيَسْتَفِزُّونَكَ مِنَ الْأَرْضِ لِيُخْرِجُوكَ مِنْهَا ۖ وَإِذًا لَا يَلْبَثُونَ خِلَافَكَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٧٦﴾ سُنَّةَ مَنْ قَدْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُسُلِنَا ۖ وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيلًا ﴿٧٧﴾ ع ۸

جس روز ہم تمام آدمیوں کو ان کے اعمال نامہ سمیت بلاویں گے پھر جس کا نامہ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا ایسے لوگ اپنا نامہ اعمال پڑھیں گے اور ان کا ذرا نقصان نہ کیا جائے گا اور جو شخص دنیا میں اندھا رہے گا سو وہ آخرت میں بھی اندھا رہے گا اور زیادہ گم کردہ راہ ہوگا اور اگر یہ (کافر) لوگ آپ کو اس چیز سے بچلانے ہی لگے تھے جو ہم نے آپ پر وحی کے ذریعے سے بھیجی ہے تاکہ آپ اس کے سوا ہماری طرف غلط بات کی نسبت کریں اور ایسی حالت میں آپ کو گاڑھا دوست بنا لیتے اور اگر ہم نے آپ کو ثابت قدم نہ بنایا ہوتا تو آپ ان کی طرف کچھ کچھ جھکنے کے قریب جا پہنچتے اور اگر ایسا ہوتا تو ہم آپ کو حالت حیات میں اور بعد موت کے دہرا عذاب چکھاتے پھر آپ ہمارے مقابلہ میں کوئی مددگار بھی نہ پاتے اور یہ لوگ اس سرزمین سے آپ کے قدم ہی اکھاڑنے لگے تھے تاکہ آپ کو اس سے نکال دیں اور ایسا ہو جاتا تو آپ کے بعد یہ بھی بہت کم ٹھہرنے پاتے جیسا کہ ان صاحبوں کے باب میں ہمارا یہ قاعدہ رہا ہے جن کو آپ سے پہلے ہم نے رسول بنا کر بھیجا تھا اور آپ ہمارے (اس) قاعدے میں تغیر نہ پاویں گے۔

تفسیر ربط: اوپر آیات: وَقَالُوٓا ءَاِذَا کُنَّا عِظَامًا الخ میں اثبات بعثت کا مضمون تھا آگے اس یوم بعث کے بعض واقعات کا ذکر ہے نیز اس کے ضمن میں مخالفت پر وعید بھی ہوگئی۔

بعض واقعات قیامت ☆ يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ (الى قوله تعالى) فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ وَأَضَلُّ سَبِيلًا ﴿٧٢﴾ (اُس دن کو یاد کرنا چاہئے) جس روز ہم تمام آدمیوں کو ان کے نامۂ اعمال سمیت (میدانِ محشر) میں بلاویں گے (اور وہ نامۂ اعمال اڑا دیئے جاویں گے اور پھر کسی کے داہنے اور کسی کے بائیں ہاتھ میں آ جاویں گے) پھر جس کا نامہ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جاوے گا (اور یہ اہل ایمان ہوں گے) تو ایسے لوگ اپنا نامۂ اعمال (خوش ہوکر) پڑھیں گے اور ان کا ذرا نقصان نہ کیا جاوے گا (یعنی ان کے ایمان و اعمال کا ثواب پورا پورا ملے گا کم نہ ہوگا خواہ زیادہ مل جاوے اور عذاب سے بھی نجات ہوگی خواہ اولاً یا بعد چندے) اور جو شخص دنیا میں (راہِ نجات دیکھنے سے) اندھا رہے گا سو وہ آخرت میں بھی (منزل نجات تک پہنچنے سے) اندھا رہے گا اور (بلکہ بہ نسبت دنیا کے وہاں اور) زیادہ راہ گم کردہ ہوگا (کیونکہ دنیا میں ضلالت کا تدارک ممکن تھا اور وہاں یہ بھی ممکن نہ ہوگا سو ایسا شخص بائیں ہاتھ میں نامۂ عمل دیا جاوے گا)

ف: قرآن مجید کی آیات متعددہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال کفار کو دیا جائے گا چنانچہ اس کے بارہ میں یہ الفاظ آئے ہیں: اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ [الحاقة: ۳۳] اور اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ [الانشقاق: ۱۴] پس تقابل سے معلوم ہوا کہ داہنے ہاتھ میں اہل ایمان کو دیا جاوے گا خواہ عاصی ہوں یا غیر عاصی پھر خوش ہو کر نامۂ اعمال جو پڑھے گا بلکہ اوروں کو بھی بلا کر پڑھوائے گا جیسا ارشاد ہے: هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ [الحاقة: ۱۹] یہ خوشی ایمان کی ہوگی کہ مستلزم ہے نجات عن العذاب الابدی کو گو بعض اعمال پر سزا بھی ہو جاوے اور لَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا میں جو اعمال کے ثواب کا ذکر ہے مراد مطلق اعمال صالحہ ہیں گو بعض سہی اور یہ قول اعمال کفار کے لئے بالکل نہ ہوگا کیونکہ شرط قبول یعنی ایمان مفقود ہے اور قرآن میں داہنے اور بائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال کے دیئے جانے کی کیفیت مذکور نہیں لیکن بعض حدیثوں میں مجملاً آیا ہے **وعند نظایر الكتب رواه احمد عن عائشة مرفوعاً** اور بعض روایات میں اور زیادہ مفصل ہے کہ سب نامۂ اعمال عرش کے نیچے جمع ہوں گے اس وقت ایک ہوا آوے گی کہ اڑا کر کسی کے داہنے ہاتھ میں کسی کے بائیں ہاتھ میں پہنچا دے گی **اخرجه العقيلي عن انس مرفوعاً** دونوں حدیثیں روح المعانی میں ہیں **والله اعلم**۔ ربط: اوپر آیات: وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ الخ اور نیز دیگر بعض آیات سابقہ میں کفار کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تکذیب کے ساتھ پیش آنا مذکور ہوا ہے آگے آپ کے ساتھ ان کا عداوت سے پیش آنا مذکور ہوا ہے دین کے اعتبار سے بھی جس کا **وان كادوا ليفتنونك** میں ذکر ہے اور دنیا کے اعتبار سے بھی جس کا **وان كادوا ليستفزونك** میں ذکر ہے پس اس مضمون کا رسالت سے تعلق ہے اور دور تک بلکہ آخر سورت تک تقریباً زیادہ تر رسالت ہی کے متعلق مضمون چلا گیا ہے جیسا ہر جگہ ربط کی تقریرات سے معلوم ہوگا۔

معاملہ عداوت کفار با رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم در امور دینیہ و دنیویہ ☆ وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ (الی قوله تعالى) وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا

ف: **مقدمہ**: ایک قصہ کی طرف آیات وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ الخ میں اشارہ ہے اور ایک قصہ کی طرف **وان كادوا ليستفزونك الخ** میں لیکن تعیین قصہ میں اقوال مختلف ہیں اور اسی بناء پر ان آیات کے مکی اور مدنی ہونے میں اختلاف ہے کیونکہ بعض قصے مکہ میں واقع ہوئے اور بعض مدینہ میں چنانچہ مکہ میں جو قصے واقع ہوئے ان میں ایک یہ ہے کہ قریش نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ اگر آپ ہماری طرف رسول ہو کر آئے ہیں تو ان غرباء اور عوام کو اپنے پاس سے بالکل ہٹا دیجئے کہ ہم آپ کے تابع اور اصحاب ہو جاویں اور دوسرا یہ ہے کہ اہل مکہ نے دارالندوہ میں مشورہ کیا تھا کہ آپ کو مکہ سے جبراً نکال دینا چاہئے جس کا ذکر سورۂ انفال کی ان آیات میں ہے: وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ...... [الأنفال: ۳۰] اور مدینہ میں جو قصے واقع ہوئے ایک ان میں یہ ہے کہ قبیلۂ ثقیف نے آپ سے درخواست کی کہ ہم کو اسلام لانے کے لئے ایک سال کی مہلت دیجئے ذرا اس سال بتوں کے چڑھاوے کی آمدنی ہم وصول کر لیں پھر مسلمان ہو جاویں گے اور دوسرا یہ ہے کہ یہود نے آپ سے براہِ شرارت عرض کیا کہ اگر آپ نبی ہیں تو جو مسکن اکثر انبیاء کا رہا ہے یعنی ملک شام آپ بھی وہاں جا کر رہئے چنانچہ آپ کو کچھ خیال ہو گیا یہ سب روایات درمنثور اور لباب النقول میں ہیں پس پہلی آیتیں تو قصۂ اول یا سوم کے متعلق ہیں اور پچھلی آیتیں قصہ دوم یا چہارم کے متعلق ہیں اب تفسیر لکھی جاتی ہے۔ تفسیر: اور یہ (کافر) لوگ (اپنی قوت قید کی وجہ سے) آپ کو اس چیز سے بچلانے (اور ہٹانے) ہی لگے تھے جو ہم نے آپ پر وحی کے ذریعہ سے بھیجی ہے (یعنی اس کی کوشش میں لگے تھے کہ آپ ہمارے حکم کے خلاف کریں کہ مسلمانوں کو ہٹا دیں یا مسلمان ہونے کے لئے ایک سال کی مہلت دے دیں کہ دونوں امر خلاف شرع ہیں اور ان کی یہ کوشش اس لئے تھی) تاکہ آپ اس (حکم وحی) کے سوا ہماری طرف (عملاً) غلط بات نسبت کر دیں (کیونکہ نبی کا فعل خلاف شرع ہوتا نہیں پس نعوذ باللہ اگر آپ اس درخواست کے موافق عمل کرتے تو اس کی نسبت حکم الٰہی ہونے کا دعویٰ لازم آتا اور یہ افتراء ہوتا) اور ایسی حالت میں آپ کو گاڑھا دوست بنا لیتے اور (ان کی یہ تدبیر اور شرارت ایسی تیز تھی کہ) اگر ہم نے آپ کو ثابت قدم نہ بنایا ہوتا (اور معصوم نہ کیا ہوتا جو کہ لازمۂ نبوت ہے) تو آپ ان کی طرف کچھ کچھ جھکنے کے قریب جا پہنچتے (اور) اگر ایسا ہوتا (کچھ قرب رجحان و میلان ہو جاتا) تو ہم آپ کو (بوجہ اس کے مقرباں را بیش بود حیرانی) حالت حیات میں (دنیا میں بھی) اور بعد موت کے (برزخ یا آخرت میں) دوہرا عذاب چکھاتے پھر آپ ہمارے مقابلہ میں کوئی مددگار بھی نہ پاتے (مگر چونکہ آپ کو معصوم اور ثابت قدم بنایا اس لئے کسی قدر قرب میلان بھی نہیں ہوا اور **ضعف الحيوة وضعف الممات** سے بھی بچ گئے) اور (نیز) یہ (کافر) لوگ اس سرزمین (مکہ یا مدینہ) سے آپ کے قدم ہی اکھاڑنے لگے تھے (خواہ جبراً یا خداعاً) تاکہ آپ کو اس سے نکال دیں اور اگر ایسا (واقع) ہو جاتا تو آپ کے (جانے کے) بعد یہ بھی بہت کم (یہاں) ٹھہرنے پاتے جیسا ان صاحبوں کے باب میں (ہمارا) قاعدہ رہا ہے جن کو آپ سے پہلے رسول بنا کر بھیجا تھا (کہ جب ان کی قوم نے ان کو وطن سے نکالا تو ان کو بھی رہنا نصیب نہ ہوا) اور آپ ہمارے (اس) قاعدے میں تغیر (تبدل) نہ پاویں گے۔ **ف**: لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ الخ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تنزیہ میں نہایت ہی مبالغہ ہے کہ اول تو رکون باعتبار مراتب اولیہ کے جیسا کہ شَيْئًا قَلِيْلًا اس پر دال ہے ایک خفیف امر اور وسوسہ کا مرتبہ ہے جو مذموم نہیں پھر اس کا بھی قرب کہ اور بھی اخف ہے مگر آپ سے یہ بھی منفی تھا اور یہ ارشاد عتاب نہیں بلکہ اظہار محبوبیت ہے کہ آپ ایسے محبوب ہیں کہ ہم نے رکون قلیل کے قرب سے بھی آپ کو بچایا اور اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ میں

اِذًا سے وہی مراد ہے جو وہاں منفی تھا اس لئے بندہ نے کچھ قرب رجحان سے تفسیر کی اور پچھلی آیتوں میں اگر مدینہ کا قصہ ہے تب تو چونکہ آپ کا خروج نہیں ہوا اس واسطے یہود کے خروج وعدم خروج کے متعلق کوئی اشکال نہیں گو مستقل حکم سے ان کا اخراج کیا گیا اور اگر مکہ کا قصہ ہے تو وہاں سے چونکہ آپ کا خروج ہوا ہے اس لئے اس کی دو طرح سے توجیہ کی گئی ہے بعض نے کہا ہے کہ اخراج پر یہ وعید تھی مگر انہوں نے اخراج نہیں کیا بلکہ باذن الٰہی باختیار تشریف لے گئے اس لئے لَا یَلْبَثُوْنَ الخ کا مرتب ہونا ضرور نہیں اور بعض آیات میں جو یُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ آیا ہے وہ اسناد مجازی الی السبب ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اخراج عام ہے اور وہ بعد نزول آیت کے واقع ہوا وھذا علی تقدیر نزولھا بمکۃ اور عدم لبث اس طرح مرتب ہوا کہ بڑے بڑے رؤسا بدر میں مارے گئے جو بجائے کل سکان مکہ کے تھے اور چونکہ ہر حال میں خروج سے پہلے رائے کا تبدل ضرور ہوتا ہے اگر طبعاً نہیں تو عقلاً سہی اور اسی وجہ سے خارج ہونے والا اخراج جبری میں بھی مقاومت ومزاحمت کو چھوڑ دیتا ہے اس لئے یُخْرِجُوْكَ سے پہلے یَسْتَفِزُّوْنَكَ کو لائے۔ واللہ اعلم۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ الخ یہ نص ہے اس میں کہ انبیاء کا حافظ بھی حق تعالیٰ ہی ہے بدون اس کے قوۃ قدسیہ کافی نہیں تو دوسرے کو تو اپنے تقدس ونسبت باطنہ پر ناز کرنے کا کوئی حق ہی نہیں اور ممکن ہے کہ خود وہ نسبت بھی موہومہ ہی ہو ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قولہ فی امامھم نامۂ اعمال اخرجہ ابن جریر عن ابن عباس کذا فی الدر المنثور وانما سمی بالامام لان کل احد یکون تابعًا لما فیہ من موجبات الثواب او العقاب ۱۲۔ ۲؎ قولہ فی بامامھم سمیت فالباء بمعنی مع ۱۲۔ ۳؎ قولہ فی ضعف الحیٰوۃ دنیا میں وفی ضعف الممات برزخ الخ قولہ دوہرا عذاب اشارۃ الی ان اصل الکلام عذابا ضعفا فی الحیٰوۃ الدنیا وعذابا ضعفا فی الممات (ای فیما بعد الممات) فحذف الموصوف واقیم الصفۃ مقامہ ثم اضیفت الصفۃ کاضافۃ الموصوف ۱۲۔ ۴؎ قولہ فی سنۃ جیسا اشارۃ الی نزع الخافض کذا فی الروح ۱۲۔ ۵؎ قولہ فی لسنتنا اس قاعدہ بقرینۃ المقام فلا یستدل بالآیۃ علی عدم وقوع الخوارق وان عمت فمعناھا انہ لا یحولھا احد حتی یشک فی الانجاز ۱۲۔

البلاغۃ: قولہ یقرء ون کتابھم لم یقل یقرء ونہ اعتناء و اھتمامًا قولہ ومن کان کان مقتضی الظاھر ان یقال ومن اوتی کتبہ بشمالہ لکن ذکر مآل الایتاء بالشمال فدل علیہ ویسمی صنعۃ الاحتباك حیث ذکر فی احد الموضعین السبب الدال علی المسبب وفی الآخر المسبب الدال علی السبب فافھم ۱۲۔

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ۭ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ﴿۷۸﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ڰ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ﴿۸۰﴾ وَقُلْ جَاۗءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۭ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَاۗءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ﴿۸۲﴾

آفتاب ڈھلنے کے بعد سے رات کے اندھیرے ہونے تک نمازیں ادا کیا کیجئے اور صبح کی نماز بھی بے شک صبح کی نماز (فرشتوں کے) حاضر ہونے کا وقت ہے اور کسی قدر رات کے حصہ میں سو اس میں تہجد پڑھا کیجئے جو آپ کے لئے زائد چیز ہے امید ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود میں جگہ دے گا اور آپ یوں دعا کیجئے کہ اے رب مجھ کو خوبی کے ساتھ پہنچائیو اور مجھ کو خوبی کے ساتھ لے جائیو اور مجھ کو اپنے پاس سے ایسا غلبہ دیجیو جس کے ساتھ نصرت ہو کہہ دیجئے کہ حق آیا اور باطل گیا گذرا ہوا اور واقعی باطل چیز تو یوں ہی آتی جاتی رہتی ہے اور ہم (قرآن میں) ایسی چیزیں نازل کرتے ہیں کہ وہ ایمان والوں کے حق میں تو شفا اور رحمت ہیں اور نا انصافوں کو اس سے اور الٹا نقصان بڑھتا ہے۔ ✿

تفسیر ربط: اوپر کفار کی مخالفت وعداوت کا ذکر تھا جو فی نفسہ موجب تعلق خاطر نبوی ہو سکتا تھا آگے اَقِمِ الصَّلٰوةَ الخ میں اشتغال بالعبادۃ اور قُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ الخ میں التجاء وتفویض الی اللہ کا حکم اور عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ میں بعض بشارات اخرویہ کا وعدہ صراحۃً اور جَاۗءَ الْحَقُّ میں بعض بشارات دنیویہ کا وعدہ اشارۃً ارشاد فرماتے ہیں تا کہ ان امور میں مشغول ہونے سے وہ تعلق خاطر جو موجب حزن ہوتا نہ ہو یا نہ رہے پھر زیادت تسلیہ کیلئے نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ الخ میں استدلال علی النبوۃ کے ساتھ لَا يَزِيْدُ الخ میں کفار کی بد استعدادی بیان فرما دی تا کہ ان کے ایمان سے مایوسی موجب قلت قلق ہو جاوے پس اس مضمون کا بھی رسالت سے تعلق ہوا۔

اوامر ومواعید اخبار خاصہ مقللہ حزن نبوی ☆ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ (الی قولہ تعالٰی) وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا۝ آفتاب ڈھلنے کے بعد سے رات کے اندھیرے ہونے تک نمازیں ادا کیا کیجئے (اس میں ظہر، عصر، مغرب، عشاء چار نمازیں آ گئیں جیسا کہ حدیث سے اس اجمال کی تفصیل ہوگئی) اور صبح کی نماز بھی (ادا کیا کیجئے) بیشک صبح کی نماز (فرشتوں کے) حاضر ہونے کا وقت ہے (جیسا حدیثوں میں ہے کہ عصر اور فجر کے وقت ملائکہ کی جو کہ انسان کی حفاظت یا کتابت کے لئے مقرر ہیں بدلی ہوتی اور چونکہ صبح کا وقت نیند سے اُٹھنے کا تھا اس لئے اس کا حکم بھی الگ کیا اور ایک خاص بزرگی بھی بیان کی) اور کسی قدر رات کے حصہ میں بھی (نماز ادا کیجئے) سو اس میں تہجد پڑھا کیجئے جو کہ آپ کے لئے (پنجگانہ نمازوں کے علاوہ) زائد چیز ہے (خواہ فرض زائد ہو یا نفل ہو کہ وہ زائد ہوتا ہی ہے دونوں قول ہیں آگے بشارت ہے کہ) امید (یعنی وعدہ) ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود میں (کہ مقام شفاعۃ کبریٰ ہے) جگہ دے گا اور (یہ تو عبادت کا حکم اور بشارت اخرویہ کا وعدہ تھا آگے تفویض کا حکم ہے کہ) آپ یوں دعا کیجئے کہ اے رب (مکہ جانے کے بعد) مجھ کو (جہاں لے جانا ہو) خوبی (یعنی راحت) کے ساتھ پہنچائیو اور (جب مکہ) سے لے جانا ہو تو) مجھ کو خوبی (یعنی راحت) کے ساتھ لے جائیو اور مجھ کو اپنے پاس سے (ان کفار پر) ایسا غلبہ دیجیو جس کے ساتھ (آپ کی) نصرت (اور مدد) ہو (جس سے وہ غلبہ بڑھتا ہی جاوے ورنہ عارضی غلبہ تو کفار کو بھی ہو جاتا ہے مگر وہ منصور من اللہ نہیں ہوتے اس لئے جلد زائل ہو جاتا ہے اس میں تفویض کا حکم ہوگیا) اور (آگے بشارت دنیویہ ہے کہ ان دعاؤں کے قبول ہونے کی خبر دینے کے طور پر یہ بھی) کہہ دیجئے کہ (بس اب دین) حق (غالب ہونے کو) آیا اور باطل (دین) گیا گذرا ہوا (اور) واقعی باطل چیز تو یوں ہی آتی جاتی رہتی ہے (یعنی آپ ان مضامین میں نظر کیجئے اور مغموم نہ ہو جائیے چنانچہ ہجرت کے بعد مکہ فتح ہوا اور سب وعدے پورے ہوگئے) اور (زیادت تسلیہ کے لئے یوں سمجھئے کہ) ہم ایسی چیز یعنی قرآن نازل کرتے ہیں کہ وہ ایمان والوں کے حق میں تو (موجب) شفا اور رحمت ہے (کیونکہ وہ اس کو مانتے ہیں اور عمل کرتے ہیں جس سے حق تعالٰی کی رحمت ان پر ہوتی ہے اور عقائد و اعمال فاسدہ سے شفا ہوتی ہے) اور ناانصافیوں کو اس سے اور الٹا نقصان بڑھتا ہے (کہ وہ مانتے نہیں زیادہ مغضوب و مستحق ہوتے ہیں جب کہ ان کی یہ حالت ہے پھر ان سے امید قبول اور مخالفت پر حزن بے فائدہ ہے) **ف**: تہجد پہلے سب پر فرض تھا پھر امت سے فرضیت منسوخ ہوگئی لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں دو قول ہیں کہ ایک یہ کہ آپ پر فرض رہا تھا اخرجہ ابن ابی حاتم عن الضحاك قال نسخ قيام الليل الا عن النبي صلى الله عليه وسلم وعن ابن عباس انه قال في ذٰلك يعني خاصة النبي صلى الله عليه وسلم امر بقيام الليل و كتب عليه اور دوسرا قول یہ ہے کہ آپ پر بھی فرض نہ رہا تھا اخرجه ابن جرير عن مجاهد یہ سب روایتیں درمنثور میں ہیں قول اول پر نافلہ بمعنی لغوی ہوں گے یعنی فریضہ زائدة لك اور تطبیق دونوں میں اس طرح ہو سکتی ہے کہ اول نسخ صرف امت کے لئے ہوا ہو پھر آپ کے لئے بھی ہوگیا ہو اور یہی صحیح ہے کہ آپ پر بھی فرض نہ تھا اور دوسرے قول پر وجہ تخصیص لك کی یہ ہوگی کہ فضیلت زائدہ یہ آپ ہی کے ساتھ خاص ہے بخلاف امت کے کہ ان کے لئے کبھی کفارہ سیئات بھی ہوتی ہے اور آپ خود معصوم ہیں اور مقام محمود کی یہ تفسیر صحاح میں آئی ہے اور شفاعت کبریٰ وہ ہے کہ جس میں تمام خلائق کے حساب و کتاب شروع ہونے کی شفاعت ہوگی اور بعض روایات میں جو مقام محمود کی تفسیر میں شفاعة لامتی آیا ہے مراد اس سے غیر امت کی نفی نہیں اور اَدْخِلْنِيْ وَ اَخْرِجْنِيْ کی تفسیر ہجرت کے ساتھ ترمذی میں آئی ہے اور قُلْ جَآءَ الْحَقُّ میں فتح مکہ میں یہ آیت پڑھ کر بتوں کو گرا رہے تھے اور باطل کو جزوق فرمایا مراد اس سے عام ہے اب یا پھر یا فی نفسہٖ گو ظہور نہ ہوا ہو پس باطل کا چندے رہ جانا موجب شبہ نہ رہا۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالٰی: وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ الخ اسی طرح سالک کو تقلب حالات میں ہر وقت اس کی دعا کی حاجت ہے کیونکہ اس کو کچھ خبر نہیں کہ کونسی حالت اس کے لئے نافع ہے اور کونسی حالت مضر ۱۲۔ قولہ تعالٰی: وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ الخ اخیر جملہ کا موقع تعلیل میں وارد ہونا اس پر دال ہے کہ آیت ہر حق اور باطل کو عام ہے اس میں باطنی نور ظلمت بھی داخل ہوگئے اور حب اللہ اور حب الخلق بھی آ گئی ۱۲۔ قولہ تعالٰی: وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ روح میں ہے کہ شفاء اشارہ ہے تخلیہ کی طرف اور رحمت اشارہ ہے تحلیہ کی طرف ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله في لدلوك بعد سے لان اللام للتاقيت وهي بمعنى بعد كما في قوله لطول اجتماع لم بنت ليلة معا كذا في الروح ۱۲۔ ۲ قوله في اقم الصلوٰة نمازیں للجنسيه ۱۲۔ ۳ قوله في قرآن الفجر نماز تسمية للكل بجزئه الاشرف واجمع عليه المفسرون كما في النيسابوري ولعل النكتة في هذا التعبير الاشارة الى ندب طول القراءة في الفجر ۱۲۔ ۴ قوله في من الليل ادا کیجئے اشارة الى تعلق من الليل باقم المقدر المعطوف على اقم قبله وقوله فتهجد تفسير له خاصة له ومن تبعيضية والباء في به بمعنى في ۱۲۔ ۵ قوله في يبعثك مقاما۔ مقام محمود میں جگہ دے گا اشارة الى امرين الاول ان يبعثك متضمن لمعنى يقيمك اذ لا يصح ان يعمل في مثل هذا الظرف الافعل فيه معنى الاستقرار كذا في الروح فالمعنى يبعثك فيقيمك ولذا ترجمت بالحاصل والثاني ان نصب مقاما على الظرف اى في

مقام۱۲۔۶ قوله يعنى اشارة الى كون من بيانية قدم المبين على البيان اهتماما لشانه۱۲۔

اللُّغَات: قوله دلوك فيه معنى الانتقال ومنه الدلك المعروف لان فيه نقل اليد من موضع الى موضع۱۲ قوله غسق شدة الظلمة ومن ثم حمل على وقت العشاء قوله تهجد من الهجو بمعنى النوم والتفعل السلب ومن ثم اشترط فيه بعضهم النوم اولا ثم التيقظ ثانيا وعندى ان النوم الذى هو شرط اعم من الحقيقى والحكمى والمراد الاصلى جعله فى آخر الليل سواء كان قبله النوم او وقت النوم فتفكر۱۲ قوله محمودا سمى به لانه عليه السلام يحمده فيه جميع الاولين والأخرين حيث يظهر هنالك كرامته على الله تعالىٰ۱۲۔

اَلنَّحْو: قوله قرآن الفجر اى صلوٰة الفجر معطوف على الصلوٰة۱۲۔

اَلْبَلَاغَة: قوله عسى ان يبعثك افاد تهوين المشقة فى العبادة قوله ادخلنى قدمه لانه هو الاهم قوله مدخل صدق الاضافة للمبالغة والمراد ادخالا مرضيا جيدا لا مكروه فيه۱۲۔

وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَئُوْسًا ﴿۸۳﴾ قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ؕ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ﴿۸۴﴾ ع وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۵﴾ وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ﴿۸۶﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ﴿۸۷﴾ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴿۸۸﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۫ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۸۹﴾

اور آدمی کو جب ہم نعمت عطا کرتے ہیں تو منہ موڑ لیتا ہے اور کروٹ پھیر لیتا ہے اور جب اس کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو نا امید ہو جاتا ہے آپ فرما دیجئے کہ ہر شخص اپنے طریقہ پر کام کر رہا ہے سو تمہارا رب خوب جانتا ہے جو زیادہ ٹھیک راستہ پر ہو اور یہ لوگ آپ سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں (امتحاناً) آپ فرما دیجئے روح میرے رب کے حکم سے بنی ہے اور تم کو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے اور اگر ہم چاہیں تو جس قدر آپ پر وحی بھیجی ہے سب سلب کر لیں پھر اس کے (واپس لانے کے) لئے آپ کو ہمارے مقابلہ میں کوئی حمایتی نہ ملے مگر آپ کے رب ہی کی (یہ) رحمت ہے (کہ ایسا نہیں کیا) بے شک آپ پر یہ بڑا فضل ہے آپ فرما دیجئے کہ اگر تمام انسان اور جنات اس کام کے لئے جمع ہو جائیں کہ ایسا قرآن بنا لاویں تب بھی ایسا نہ لا سکیں گے اگرچہ ایک دوسرے کا مددگار بھی بن جاوے اور ہم نے لوگوں کے سمجھانے کے لئے اس قرآن میں ہر قسم کا عمدہ مضمون طرح طرح سے بیان کیا ہے پھر بھی اکثر لوگ بے انکار کئے ہوئے نہ رہے۔

تفسیر: ربط: اوپر کفار کی مخالفات اور قرآن سے ان کے منتفع نہ ہونے کا بیان تھا اور اس کے ساتھ مؤمنین کا اس سے منتفع ہونا مذکور تھا آگے وَاِذَآ اَنْعَمْنَا الخ میں کفار کی اس مخالفت اور عدم قبول کی علت کا کہ تکبر اور قسوت اور بے تعلقی حق تعالیٰ سے ہے بیان ہے اور قُلْ كُلٌّ الخ میں بعموم الفاظ کفار اور مؤمنین دونوں کے اعمال واقوال کے تفاوت کی علت اور جزاء اجمالاً مذکور ہے۔

اعمال جاہلین خصوصاً واحوال عاملین عموماً ☆ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ (الی قولہ تعالی) فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا اور (بعض) آدمی (یعنی کافر ایسا ہوتا ہے کہ اس) کو جب ہم نعمت عطا کرتے ہیں تو (ہم سے اور ہمارے احکام سے) منہ موڑ لیتا ہے اور کروٹ پھیر لیتا ہے اور جب اس کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو (بالکل رحمت سے) نا امید ہو جاتا ہے (اور یہ دونوں امر دلیل ہیں اللہ سے بے تعلقی کے اور یہی بے تعلقی اصل سبب ہے ہدایت کی طرف متوجہ نہ ہونے کا اور حق میں غور نہ کرنے کا اور اسی سے کفر وغیرہ پیدا ہوتا ہے) آپ فرما دیجئے کہ (مؤمنین اور کفار اشرار اور اخیار میں سے) ہر شخص اپنے طریقہ پر (جو کہ مقتضا اس کی عقل صحیح یا جہل قبیح کا ہے نیک یا بد) کام کر رہا ہے (اس میں اشارہ ہے علت کی طرف کہ عقل صحیح یا جہل قبیح اعمال خیر وشر کی علت ہے) سو تمہارا رب خوب جانتا ہے جو زیادہ ٹھیک راستہ پر ہو (اور اسی طرح جو ٹھیک راستہ پر نہ ہو (ہر ایک کو اس کے موافق جزا دے گا یہ نہیں کہ بے دلیل شرعی جس کا دل چاہے اپنے کو ٹھیک راستہ پر سمجھنے لگے)۔ ربط: اوپر سے آیات عدیدہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفار کا معاملہ کہ مباحث متعلقہ رسالت ہے چلا آ رہا ہے آگے بھی رسالت کے امتحان کے لئے جو آپ سے کفار نے سوال کیا تھا اس کا جواب ہے جیسا صحیحین میں ہے کہ یہود نے آپ سے امتحاناً روح کا سوال کیا اور نسائی اور ترمذی کی حدیث میں ہے کہ یہود سے مشورہ کر کے قریش نے یہ سوال کیا تھا اور اسی بناء پر اس آیت کے مکی ومدنی ہونے میں اختلاف ہو گیا کہ

قریش تو مکہ میں تھے اور یہود کا سوال مدینہ میں تھا۔

جوابِ سوال ☆ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۵﴾ اور یہ لوگ آپ سے (امتحاناً) روح (کی حقیقت) کو پوچھتے ہیں آپ (جواب میں) فرما دیجئے کہ روح (کے متعلق بس اتنا اجمالاً جان لو کہ وہ ایک چیز ہے جو) میرے رب کے حکم سے بنی ہے اور (باقی اس کی مفصل حقیقت سو) تم کو بہت تھوڑا علم (بقدر تمہاری فہم کے اور وہ بھی صرف ضروریات کا) دیا گیا ہے (اور چونکہ اس کا علم ضروریات سے نہیں ہے اور نہ تمہارے فہم میں آ سکتا ہے اس لئے مخفی رکھا گیا) **ف**: ظاہراً یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسی روح کے متعلق سوال تھا جس سے انسان زندہ ہے کیونکہ جب مطلق روح بولتے ہیں یہی مفہوم ہوتا ہے اور جواب سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ نصوص میں اس کی حقیقت ظاہر نہ کرنے کی وجہ بتلائی ہے اور ضروری عقیدہ اس کے حدوث کا ظاہر کر دیا گیا ہے اب یہ امر کہ کسی دوسرے طریقہ سے اس کا انکشاف ہو سکتا ہے یا ہوتا ہے آیت اس کے اثبات و نفی دونوں سے ساکت ہے پس دونوں امر محتمل ہیں اور کوئی شق معارض نص کے نہیں نص علیہ فی حجۃ اللہ البالغۃ اور یہاں جو علم کو قلیل فرمایا تو بہ نسبت علم الٰہی کے اور دوسری آیت میں جو علم کو خیر کثیر فرمایا تو بہ نسبت متاع دنیا کے پس دونوں میں تصادم نہیں اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ قلت صفت علم کی ہے اور کثرت صفت خیر کی اور علم اگرچہ قلیل ہو وہ بھی خیر کثیر ہے اس صورت میں تصادم کا شبہ ہی نہیں ہو سکتا۔ **ربط**: اوپر وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ الخ میں تنزیل قرآن عموماً اور قُلِ الرُّوْحُ الخ میں تنزیل جواب خصوصاً دال ہیں نبوت محمدیہ پر آگے ان علوم وحی کے ابقا سے امتنان و تسلیہ کے ساتھ تقریر نبوت پر بھی دلالت ارشاد فرمائی جاتی ہے پس یہ مضمون بھی متعلق رسالت کے ہے۔

امتنان بقاء وحی ☆ وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ (الی قولہ تعالی) اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ﴿۸۷﴾ اور اگر ہم چاہیں تو جس قدر آپ پر ہم نے وحی بھیجی ہے سب سلب کر لیں (یعنی نہ خارج میں نہ ذہن میں کہیں نہ رہے) پھر اس[1] (وحی) کے (واپس لانے کے) لئے آپ کو ہمارے مقابلہ میں کوئی حمایتی بھی نہ ملے مگر (یہ) آپ کے رب ہی کی رحمت ہے (کہ ایسا[2] نہیں کیا) بیشک آپ پر اس کا بڑا فضل ہے (مطلب یہ کہ آپ نبوت کے متعلق اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کو یاد کر کے خوش رہئے اور کسی کی مخالفت کا غم نہ کیجئے)۔ **ربط**: اوپر خاص مضامین سے رسالت کی تقریر تھی اگلے مضمون اعجازِ قرآن میں بھی اسی کی تقریر ہے۔

اعجاز قرآن کریم ☆ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى (الی قولہ تعالی) بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴿۸۸﴾ آپ فرما دیجئے کہ اگر تمام انسان اور جنات سب اس بات کے لئے جمع ہو جاویں کہ ایسا قرآن بنا لاویں تب بھی ایسا نہ لا سکیں گے اگرچہ ایک دوسرے کا مددگار بھی بن جاوے (اور یہ اجتماع آراء ہے تو بدون مدد کے تو بدرجۂ اولیٰ عاجز رہیں گے گو اجتماع ظاہری کو تصمیم عزم میں پھر بھی دخل ہوگا پس اگر بالکل اجتماع نہ ہو تو اولیٰ سے بھی اولیٰ درجہ میں عجز ہوگا۔ **ف**: شاید جن کا ذکر اس لئے کیا ہو کہ وہ جنات کی عبادت کرتے تھے مطلب یہ ہوگا کہ اگر تمہارے خدا بھی آ جاویں تب بھی نہ بنا سکو اور یا یوں کہا جاوے کہ چونکہ جن بھی مکلف ہیں اس لئے ان کا ذکر کیا گیا۔ **ربط**: آگے آپ کی تقریر رسالت کے لئے قرآن کا کافی شافی ہونا اور کفار کا عناد کہ باوجود اس کے اس کو نہیں مانتے مذکور ہے اور اسی کے قریب اوپر کے مضامین ہیں۔

ضلالت کفار باوجود ہدایت تامہ قرآن ☆ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۸۹﴾ اور ہم نے لوگوں کے (سمجھانے کے) لئے اس قرآن میں ہر قسم کا عمدہ[3] مضمون طرح طرح سے بیان کیا ہے پھر بھی اکثر لوگ بے انکار کئے ہوئے نہ رہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ اس میں دلالت ہے کہ اسرار غیر ضروریہ کا تفحص مذموم ہے جب کہ اس آیت کا مدلول نہی عن السوال کہا جاوے جیسا کہ ظاہر ہے۔ قولہ تعالیٰ: وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ الخ اسی طرح اہل نسبت کو سلب نسبت سے ڈرتے رہنا چاہئے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کون ہے جب آپ سے یہ خطاب ہے تو دوسرا کس حساب میں ہے ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قولہ فی بہ** اس وحی کے واپس **اشارۃ الی عود الضمیر الی الذی اوحینا وتقدیر المضاف ای لا تجد لک باسترداد الذی اوحینا الخ۔ ۲ قولہ فی الا رحمۃ** ایسا نہیں کیا **اشارۃ الی ان الا بمعنی لکن والتقدیر لکن رحمۃ من ربک ترکتہ غیر مذھوب فلم تحتج الی من یتوکل للاسترداد مایوس عنہ بالفقدان المدلول علیہ بلا تجد والتغائر المعنوی بین الکلامین کاف کذا فی الروح قلت محشیا قولہ مایوس الخ صفۃ لقولہ من ای الذی اویس عنہ فی قولہ لا تجد وقولہ التغایر الخ الذی ھو شرط فی ما قبل لکن التی فسر بہ الا وما بعدہ ۱۲۔ ۳ قولہ فی کل مثل** عمدہ مضمون **کما فی الروح من کل معنی بدیع ھو فی الحسن والغرابۃ واستجلاب النفوس کالمثل آہ وانما زدت کلمۃ قسم لان القرآن لا یحیط بکل فرد من المعانی بل ھو محیط بکل نوع من المعانی الفاضلۃ ۱۲۔**

الروایات: **فی اللباب ما مختصرہ ان بعض الیھود قالہ لہ صلی اللہ علیہ وسلم انزل علینا کتابا بالعرفہ والا جئناک بمثل ما تاتی بہ**

فنزلت ۱۲۔

اِخْتِلَافُ الْقِرَاءَة: فی الروح قرأ ابن عامر ناء کجاء فقیل ذلک من باب القلب وقیل بمعنی نهض ای اسرع بصرف جانبه وقیل معناه تثاقل عن الشکر ۱۲۔

اَللُّغَات: قوله ونابجانبه نوی عطفه عن طاعتنا واصله البعد المشاکلة المذهب والطریقة التی تشاکل حاله وما هو علیه فی نفس الامر وهو ماخوذ من الشکل ای المثل والنظیر وفسر مجاهد بالطبیعة وروی ذلک عن ابن عباسؓ علی انها من شکلت الدابة اذا قیدتها لان الطبیعة علی الانسان قاهر ۱۲۔ من الروح۔

اَلنَّحْو: قوله من امر ربی متعلق بکائن ای حادث من امر ربی ای بامر ربی فمن للعلة کما فی الکبیر بتخلیق الله تعالٰی قوله لا یاتون جواب القسم ساد مسد الجزاء ولیس هو الجزاء بدلیل اثبات النون ۱۲۔

اَلْبَلَاغَة: قوله ونابجانبه زاده مبالغة لان فیه تصویرًا للاعراض فهو تمثیل فالجانب علی ظاهره ۱۲ قوله لا یأتون بمثله فی الروح اوثر الاظهار علی ایراد الضمیر الراجع الی المثل المذکور احترازا عن ان یتوهم ان له مثلا معینا۔

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ﴿۹۰﴾ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ﴿۹۱﴾ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ﴿۹۲﴾ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ؕ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۳﴾ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۴﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ﴿۹۵﴾ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ﴿۹۶﴾ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ؕ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ﴿۹۷﴾ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿۹۸﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ ؕ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۹۹﴾ قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ﴿۱۰۰﴾ ع

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم آپ پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک آپ ہمارے لئے (مکہ کی) زمین سے کوئی چشمہ نہ جاری کردیں یا خاص آپ کے لئے کھجور اور انگور کا باغ نہ ہو پھر اس باغ کے بیچ بیچ میں جگہ جگہ بہت سی نہریں آپ جاری کردیں جیسا کہ آپ کہا کرتے ہیں آپ آسمان کے ٹکڑے ہم پر نہ گرادیں یا آپ اللہ کو اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لاکھڑا کردیں یا آپ کے پاس کوئی سونے کا بنا ہوا گھر نہ ہو یا آپ آسمان پر (ہمارے سامنے) نہ چڑھ جاویں اور ہم تو آپ کے (آسمان پر) چڑھنے کا بھی کبھی باور نہ کریں جب تک کہ (وہاں سے) آپ ہمارے پاس ایک نوشتہ نہ لائیں جس کو ہم پڑھ بھی لیں آپ فرما دیجئے کہ سبحان اللہ میں بجز اس کے کہ آدمی ہوں مگر پیغمبر ہوں اور کیا ہوں اور جس وقت ان لوگوں کے پاس ہدایت پہنچ چکی اس وقت ان کو ایمان لانے سے بجز اس کے اور کوئی (قابل التفات) بات مانع نہیں ہوئی کہ انہوں نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے آپ فرما دیجئے کہ اگر زمین پر فرشتے (رہتے) ہوتے کہ اس میں چلتے بستے تو البتہ ہم ان پر آسمان سے فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتے۔ آپ (اخیر بات) کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان کافی گواہ ہے (کیونکہ) وہ اپنے بندوں کو خوب جانتا ہے خوب دیکھتا ہے اور اللہ جس کو راہ پر لائے وہی راہ پر

آتا ہے اور جس کو وہ بے راہ کر دے تو خدا کے سوا آپ کسی کو بھی ایسوں کا مددگار نہ پاویں گے اور ہم قیامت کے روز ان کو اندھا گونگا بہرا کر کے منہ کے بل چلائیں گے پھر ان کا ٹھکانا (دوزخ) ہے وہ جب ذرا دھیمی ہونے لگے گی تب ہی ان کے لئے اور زیادہ بھڑکا دیں گے۔ یہ ہے ان کی سزا اس سبب سے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا تھا کہ جب ہم ہڈیاں اور بالکل ریزہ ریزہ ہو جاویں گے تو کیا ہم از سر نو پیدا کر کے (قبروں سے) اٹھائے جاویں گے کیا ان لوگوں کو اتنا معلوم نہیں کہ جس اللہ نے آسمان اور آسمان اور زمین پیدا کئے وہ اس بات پر بدرجہ اولیٰ قادر ہے کہ وہ ان جیسے آدمی دوبارہ پیدا کر دے اور ان کے لئے ایک میعاد معین کر رکھی ہے کہ اس میں ذرہ بھی شک نہیں اس پر بھی بے انصاف لوگ بے انکار کئے نہ رہے۔ آپ فرما دیجئے کہ اگر تم لوگ میرے رب کی رحمت (یعنی نبوت) کے خزانوں (یعنی کمالات) کے مختار ہوتے تو اس صورت میں تم اس کے خرچ کرنے کے اندیشہ سے ضرور ہاتھ روک لیتے اور آدمی ہے بڑا تنگ دل۔

تفسیر ربط : آگے بھی تقریر رسالت کے لئے مشرکین کے ایک شبہ متعلقہ نبوت کا جواب ہے کہ انہوں نے محض براہ عناد کچھ بے سروپا فرمائشیں کی تھیں اس شبہ کو آیت میں دفع کیا گیا ہے اخرجه ابن جریر عن ابن عباس كذا في اللباب اور اوپر بھی تقریر رسالت کا مضمون تھا۔

جواب اقتراح معاندین ☆ وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ (الی قوله تعالی) قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝ اور یہ لوگ (باوجود اس کے کہ اعجاز قرآن سے آپ کی نبوت ثابت ہو چکی ایمان نہیں لاتے بلکہ یوں) کہتے ہیں کہ ہم آپ پر ہرگز ایمان نہ لاویں گے جب تک آپ ہمارے لئے (مکہ کی) زمین سے کوئی چشمہ نہ جاری کر دیں یا خاص آپ کے لئے کھجور اور انگوروں کا کوئی باغ نہ ہو پھر اس باغ کے بیچ بیچ میں جگہ جگہ بہت سی نہریں آپ جاری کر دیں یا جیسا آپ کہا کرتے ہیں آپ آسمان کے ٹکڑے ہم پر نہ گرا دیں (جیسا آیت میں ہے : اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ...... [السبا : ۹]) یا آپ اللہ کو اور فرشتوں کو (ہمارے) سامنے نہ لا کھڑا کر دیں (کہ ہم کھلم کھلا دیکھ لیں) یا آپ کے پاس کوئی سونے کا بنا ہوا گھر ہو نہ ہو یا آپ آسمان پر (ہمارے سامنے) نہ چڑھ جاویں اور ہم تو آپ کے (آسمان پر) چڑھنے کا بھی یقین نہ کریں جب تک کہ (وہاں سے) آپ ہمارے پاس ایک نوشتہ نہ لاویں جس کو ہم پڑھ بھی لیں (وراس میں آپ کے آسمان پر پہنچنے کی تصدیق بطور رسید لکھی ہوئی ہو) آپ (ان سب خرافات کے جواب میں) فرما دیجئے کہ سبحان اللہ میں بجز اس کے کہ آدمی ہوں (مگر) پیغمبر ہوں اور کیا ہوں (کہ ان فرمائشوں کا پورا کرنا میری قدرت میں ہو۔ پس بشریت کہ بالذات عجز کو مقتضی ہے متحقق ہے اور بالعرض قدرت کو کوئی امر مقتضی نہیں اور رسالت گو میری صفت ہے مگر وہ اس کو مقتضی نہیں اور اگر اس کو مقتضی کہا جاوے تو محض غلط ہے کیونکہ اس کا مقتضا صرف اس قدر ہے کہ کوئی دلیل صحیح سالم عن المعارض اس پر قائم ہو سو اس کو بار ہا تم لوگوں کے سامنے پیش کر چکا ہوں اور اب تک اس پر کوئی قدح نہیں کیا گیا اس لئے بالعرض قدرت کو بھی کوئی امر مقتضی نہ رہا پس ان آیت کو بشر یا رسول سے تو کوئی تعلق نہ رہا اب رہ گیا یہ امر کہ حق تعالیٰ بوجود عدم ضرورت کے ظاہر کر دیں سو اس کی حکمت کو وہ جانیں کسی کو اس فرمائش کا حق نہیں چنانچہ بعض حکمتیں معلوم بھی ہو گئی ہیں کہ فرمائش کے پورا ہونے پر ایمان نہ لاتے تو استیصال ہی ہو جاتا جیسا کئی بار گذر چکا ہے)۔ ربط : اوپر بعض شبہات متعلقہ رسالت کا جواب تھا آگے بھی بعض شبہات متعلقہ رسالت کا جواب ہے وہ شبہ یہ تھا کہ رسول بشر نہ ہونا چاہئے۔ فرشتہ ہونا چاہئے جواب کا حاصل یہ ہے کہ رسول اور مرسل الیہم میں مناسبت ضروری ہے اگر مرسل الیہم فرشتے ہوتے تو رسول بھی فرشتہ ہوتا جب کہ مرسل الیہم بشر ہیں تو رسول بھی بشر ہونا چاہئے۔

جواب بعض شبہات متعلقہ رسالت ☆ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا (الی قوله تعالی) لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ۝ اور جس وقت ان لوگوں کے پاس ہدایت (یعنی دلیل صحیح رسالت کی مثل اعجاز قرآن کے) پہنچ چکی (جس کا مقتضا یہ تھا کہ ایمان لے آتے) اس وقت ان کو ایمان لانے سے بجز اس کے اور کوئی (قابل التفات) بات مانع نہیں ہوئی کہ انہوں نے (بشریت اور رسالت میں تنافی سمجھی جس کے سبب یہ) کہا کیا اللہ تعالیٰ نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے (یعنی ایسا نہیں ہو سکتا) آپ (جواب میں ہماری طرف سے) فرما دیجئے کہ اگر زمین پر فرشتے (رہتے) ہوتے کہ اس میں (مثل دیگر سکان ارض کے) چلتے بستے (اور بمقتضائے حکمت و تبدیل خاصیت ملکیت آسمانوں پر نہ جاتے) تو البتہ ہم ان پر آسمان سے فرشتہ رسول بنا کر بھیجتے **ف** : اگر وسوسہ ہو کہ جب مناسبت کی ضرورت سے مجانست کی رعایت ہوئی تو پھر رسول کے پاس کہ بشر ہوتا ہے فرشتہ کیسے آتا ہے اور کیونکر فیض ہوتا ہے جواب یہ ہے کہ رسول میں چونکہ شان ملکیت کی بھی ہوتی ہے اس لئے اس کو فرشتہ اور بشر دونوں سے مناسبت ہوتی ہے کہ فرشتہ سے وحی لے کر بشر کو پہنچا دے۔ بخلاف عوام بشر کے ان میں شان ملکیت کی نہیں ہوتی اس لئے مجانست شرط مناسبت ہے اور اگر یہ وسوسہ ہو کہ اگر فرشتہ آدمی کی شکل میں بن کر آ جاتا تو عوام کو بھی مناسبت ہو جاتی اس کے دو جواب ہیں ایک تو وہ جو کہ سورۂ انعام کے رکوع اول کے آخر میں آیت : وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا [الانعام : ۹] میں گذر چکا ہے دوسرا یہ کہ شکل بدلنے سے فرشتہ کی خاصیت نہیں بدلتی پھر بھی مناسبت نہ ہوتی اور اگر یہ وسوسہ ہو کہ آپ میں وصف جامعیت ہے اس لئے ان کو بھی آپ سے فیض ممکن ہے اور يَمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ کی قید اس لئے لگائی کہ اگر ان کو عروج کی اجازت ہوتی تو ارسال رسول کی ضرورت نہ ہوتی۔ ربط : قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ میں رسالت کی دلیل قطعی کا

اور بعد کی آیتوں میں اس کے متعلق شبہات کے جوابوں کا بیان تھا چونکہ معاندین ان پر بھی نہیں مانے اس لئے آگے آخری خطاب اور اس کے ساتھ قیامت کے روز وعید عذاب اور اس کے ضمن میں قیامت کے متعلق شبہ کا جواب ارشاد ہے۔

جواب اخیر ووعید سعیر واثبات یوم عسیر ☆ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ (الی قولہ تعالی) فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۹۹﴾ (جب یہ لوگ باوجود قیام ادلہ ودفع شبہات کے بھی نہیں مانتے تو) آپ (اخیر بات) کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان (کے اختلاف میں) کافی گواہ ہے (یعنی خدا جانتا ہے کہ میں واقع میں رسول ہوں تم نہیں مانتے مت مانو ایک روز بھگتو گے کیونکہ) وہ اپنے بندوں (کے احوال) کو خوب جانتا ہے خوب دیکھتا ہے (تمہارے عناد کو بھی دیکھتا جانتا ہے تم کو اس کی سزا دے گا) اور (واقعی بات یہ ہے کہ) اللہ جس کو راہ پر لاوے وہی راہ پر آتا ہے اور جس کو وہ بے راہ کر دے تو خدا کے سوا (جتنے ہیں جن کی مدد کا ان کو بھروسہ ہے ان میں سے) آپ کسی کو بھی ایسوں کا مددگار نہ پاویں گے (اور خدا کی مدد سے بوجہ کفر کے محروم رہے یعنی جب تک خدا کی طرف سے دستگیری نہ ہو نہ ہدایت ہوسکتی ہے نہ عذاب سے بچ سکتا ہے چنانچہ یہ لوگ باوجود اجتماع اسباب ہدایت کے بوجہ مخذول ہونے کے ہدایت تک نہ پہنچ سکے) اور ہم قیامت کے روز ان کو اندھا گونگا بہرا کر کے منہ کے بل چلائیں گے (پھر) ان کو ٹھکانا دوزخ ہے (اور وہاں کے شدت عذاب کی یہ کیفیت ہوگی کہ) وہ (یعنی اس کی آگ) جب ذرا دھیمی ہونے لگے گی تب ہی ہم ان کے لئے اور زیادہ بھڑکا دیں گے یہ ہے ان کی سزا اس سبب سے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا تھا اور یوں کہا تھا کہ کیا جب ہم ہڈیاں اور (ہڈیاں بھی کیسی کہ) بالکل ریزہ ریزہ ہوجاویں گے تو کیا ہم از سرنو پیدا کر کے (قبروں سے) اُٹھائے جاویں گے کیا ان لوگوں کو اتنا معلوم نہیں کہ جس اللہ نے آسمان اور زمین پیدا کئے وہ اس بات پر (بدرجۂ اولیٰ) قادر ہے کہ وہ ان جیسے آدمی دوبارہ پیدا کر دے اور (منکرین کو شاید یہ وسوسہ ہو کہ ہزاروں مر گئے مگر اب تک یہ وعدہ بعث عام کا پورا ہوا نہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ) ان کے (دوبارہ پیدا کرنے کے) لئے ایک میعادِ معین کر رکھی ہے کہ اس (میعاد کے آنے کے وقت دوبارہ پیدا کرنے) میں ذرا بھی شک نہیں اس پر بھی بے انصاف لوگ بے انکار کئے نہ رہے۔

ف: حدیث شیخین میں تصریح ہے کہ کفار منہ کے بل چلیں گے پس عَلٰى وُجُوْهِهِمْ میں تو معنی مجازی یقیناً نہیں اور اسی کے قرینہ سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا میں بھی مجاز نہیں جیسا دوسری آیت میں ہے: قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا [طٰہٰ: ۱۲۵] الخ۔ پھر دوسری آیتوں سے جو ان کا سمیع بصیر ہونا یا ان کا سر اونچا ہونا معلوم ہوتا ہے جیسے: اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ [مریم: ۳۸] مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ [ابراھیم: ۴۳] اس میں متعدد جواب ہوسکتے ہیں لیکن اسہل اور اقرب یہ ہے کہ عین حشر وقت ذلت کے لئے یہ حالت ہوگی بعد میں سمع وبصر واقناع رؤس دوسری مصلحتوں سے مثل شدت خوف وحیرت وغیرہ کے واقع ہوگا اور **یخلقهم** کی جگہ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ اس لئے فرمایا کہ یہ خلق جدید ان کو اور تمام آدمیوں کو جو کہ ان مذکورین کے امثال ہیں بلکہ کل مخلوقات کو عام ہوگی یا مِثْلَهُمْ سے یہ مراد ہو **من كان على صفتهم من الصغر والحقارة بالنسبة الى السمٰوٰت والارض** اور اس کے عموم میں یہ بھی داخل ہوں۔ **ربط**: اوپر کفار کا آپ کی نبوت پر انکار کرنا اور عداوت رکھنا مذکور ہوا ہے آگے بطور تفریع کے فرماتے ہیں کہ اگر نبوت تمہارے اختیار میں ہوتی تم تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نہ دیتے مگر وہ فضل خاص خدا کے ہاتھ میں ہے اس لئے تمہاری کراہت وعداوت مانع نہیں ہوسکتی نیز اس سے ان کے اس قول کا جواب بھی نکل آیا جو کہا کرتے تھے: وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ [الزخرف: ۳۱] جس کا جواب اس جگہ ان لفظوں میں دیا ہے اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ [الزخرف: ۳۲] پس دونوں آیتوں کا مضمون قریب قریب ہوگیا چنانچہ یہاں بھی لفظ رحمت مذکور ہے جس کی تفسیر نبوت ہے۔

موکول نبودن عطائے نبوت بعباد ☆ قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ ۚ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ﴿۱۰۰﴾۔ آپ فرما دیجئے کہ اگر تم لوگ میرے رب کی رحمت (یعنی نبوت) کے خزانوں (یعنی کمالات) کے مختار ہوتے (کہ) جس کو چاہتے دیتے جس کو نہ چاہتے نہ دیتے جیسا تمہارے بے جا تحکمات سے مترشح ہوتا ہے مثلاً یہ کہنا: لَوْلَا نُزِّلَ [الزخرف: ۳۱] الخ اور مثلاً اقتراح آیات اور مثلاً دعویٰ منافات بشریت ونبوت) تو اس صورت میں تم (اس کے) خرچ کرنے کے اندیشہ سے ضرور ہاتھ روک لیتے (کبھی بھی کسی کو نہ دیتے باوجودیکہ وہ چیز ایسی ہوتی کہ دینے سے بھی نہ گھٹتی مگر خود اس کے دینے ہی کو مثل خرچ کرنے کے سمجھ کر کسی کو بھی نہ دیتے جیسے بعض لوگ علم کی بات غایت بخل سے نہیں بتلایا کرتے) اور آدمی ہے بڑا تنگ دل (کہ ایسی نہ گھٹنے والی چیز کے عطا کرنے سے بھی دریغ کرتا ہے جس کی وجہ بخل عداوت نبویہ کے ساتھ یہ بھی شاید ہوئی کہ اگر کسی کو نبی بنالیا تو پھر پابندی احکام کرنا پڑے گی جیسے اتفاق کر کے کسی کو بادشاہ قرار دے لینے پر یہی امر مرتب ہوتا ہے)۔ **ف**: یہ تفسیر مواہب الٰہیہ سے ہے اور مقام کے ساتھ نہایت چسپاں ہے اس میں نبوت کو رحمت کے ساتھ تعبیر کرنا ایسا ہوگا جیسا بالا جماع آیت: اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ [الزخرف: ۳۲] میں تعبیر کیا گیا ہے اور اعطائے نبوت کا انفاق کہنا ایسا ہوگا جیسا بعض مفسرین نے مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ [البقرۃ: ۳] میں انفاق کی تفسیر اضافۂ انوار سے کی ہے۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ الخ اس میں مذمت ہے طلب خوارق کی قولہ تعالیٰ: قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ الخ اس میں تصریح ہے کہ مقبولین کو یہ قدرت نہیں کہ جوان سے درخواست کی جاوے وہ اس کو پورا کر دیں ۱۲۔ قولہ تعالیٰ: قُلْ لَّوْ كَانَ فِی الْاَرْضِ الخ وجہ اس حکم کی معلم و متعلم میں مناسبت کا شرط ہونا ہے اور اس شرط کی رعایت قوم میں معروف ہے قولہ تعالیٰ: كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ الخ ۔ اس میں اس قول کا رد ہے جو بعض کی طرف منسوب ہے کہ مدت طویلہ کے بعد عذاب نار منقطع ہو جائے گا۔ قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ الخ اس میں اشارہ ہے اس شخص کی مذمت کی طرف جو طریق کو طالبین سے چھپاتے ہیں اور وہ طریق کی حقیقت ان چند ملفوظات کو سمجھتے ہیں جو اپنے مشائخ سے سن لئے ہیں ان کو خدا جانے کیا خزائن و دفائن سمجھتے البتہ علوم کشفیہ جز و طریق نہیں ان کو ظاہر نہ کرنا چاہئے ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله فی الارض مکہ بدليل اسباب النزول ۱۲۔ ۲ قوله فی حتى تفجر لنا جاری کر دیں فی الروح هو من باب نصر للتعدى وقرء بعضهم تفجر من التفعيل ووجهه ظاهر ۱۲۔ ۳ قوله فی تفجيرا جگہ جگہ مفهوم من المفعول المطلق للتكثير ۱۲۔ ۴ قوله فی ما منع الناس قابل التفات اشارة الى جواب سوال انه هو انه ما معنى الحصر مع انه كان لهم شبهات شتى والجواب ان الحصر باعتبار معظم الموانع ولا محذور فی تعدد المعظم فلا يرد انه كيف يصح هذا الحصر مع الحصر الآخر فی قوله تعالىٰ وما منع الناس ان يومنوا اذ جائهم الهدى ويستغفروا ربهم الا ان تاتيهم سنة الاولين الخ ۱۲۔ ۵ قوله فی الا ان قالوا بشریت اور رسالت الخ اشارة الى ان المانع هو الاعتقاد المستتبع لهذا القول كما هو الظاهر ۶ قوله فی قل لو كان ہماری طرف سے بقرينة لنزلنا فان بعض الا جوبة حكاية عن الله تعالىٰ وبعضها عن نفسه كما فی الآية التى تليهما من قوله قل كفى بالله شهيدا بينى وبينكم الخ ۱۲۔ ۷ قوله فی نحشر چلائیں گے هو ترجمة بالحاصل لان اصله الجمع ولما كان هذا الجمع بعد الامشاء صح تفسيره به ۱۲۔ ۸ قوله فی اولم يروا معلوم اشارة الى ان الرؤية علمية ۱۲۔ ۹ قوله فی ان يخلق دوبارہ لان الكلام فی الخلق الجديد ۱۲۔ ۱۰ قوله قبل وجعل بعث عام قيد به لان بعض الموتى قد احياهم الله تعالىٰ معجزة لانبيائه ۱۲۔ ۱۱ قوله فی خشية الانفاق خرچ الخ هذا من المواهب وفيه من المبالغة ما لا يخفى حيث جعل الانفاق مخوفا منه وبعضهم قدر المضاف اى خشية عاقبته الانفاق وهو النفاد والمعنى ظاهر ۱۲۔ ۱۲ قوله فی ف مواہب وفسرها بعضهم بالمعانى اللغوية فيكون حاصل المرام مع اعتبار الربط بما قبل ان اظهار المقترحات اما للدلالة على النبوة فجوابه ما مر فی قوله هل كنت الا بشرا رسولا واما الاتساع الارزاق فجوابه على ما ذكر ههنا ان الاتساع لا يكون حسب قانون التمدن الا بان يعاون بعضهم بعضا وهؤلاء لبخلهم ما كانوا يعاونوا فانتفت هذه الفائدة ايضا فكان اظهار المقترحات عبثا محضا ۱۲۔

اللغات: قوله ينبوع من نبع الماء كيعبوب فالباء زائدة للمبالغة ۱۲۔

النحو: قوله كسفا حال ۱۲ قوله ملكا رسولا ملكا حال مقدمة من رسول وهو مفعول بعث ۱۲۔

البلاغۃ: قوله الا ان قالوا والنكتة فی التعبير عن الاعتقاد بالقول الاشارة الى انه لفظ محض لا معنى له ۱۲۔ قوله نحشرهم فيه التفات قوله قادر الى جعل فی قوله قادر دلالة على الامكان وفی قوله جعل دلالات على الوقوع وعليه بلغ التفرع بقوله فابى غاية الاستحسان ۱۲۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ فَسْـَٔلْ بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّىْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا ﴿۱۰۱﴾ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ ۚ وَاِنِّىْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ﴿۱۰۲﴾ فَاَرَادَ اَنْ يَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِيْعًا ﴿۱۰۳﴾ وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا ﴿۱۰۴﴾ وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ۗ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۱۰۵﴾ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ﴿۱۰۶﴾ قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ۗ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ﴿۱۰۷﴾ وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ﴿۱۰۸﴾ وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ﴿۱۰۹﴾

وقف لازم · السجدۃ

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿۱۱۰﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ﴿۱۱۱﴾

اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کھلے ہوئے نو معجزے دیئے جب کہ وہ بنی اسرائیل کے پاس آئے تھے سو آپ بنی اسرائیل سے پوچھ دیکھئے اور فرعون نے ان سے کہا کہ اے موسیٰ میرے خیال میں تم پر ضرور کسی نے جادو کر دیا ہے موسیٰ نے فرمایا تو (دل میں) خوب جانتا ہے کہ یہ عجائبات خاص آسمان کے پروردگار نے بھیجے ہیں جو کہ بصیرت کے لئے کافی ذرائع ہیں اور میرے خیال میں ضرور تیری کم بختی کے دن آ گئے ہیں پھر اس نے چاہا کہ بنی اسرائیل کا اس سرزمین سے قدم اکھاڑ دے سو ہم نے اس (ہی) کو اور جو اس کے ساتھ تھے سب کو غرق کر دیا اور اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل کو کہہ دیا کہ (اب) تم اس سرزمین میں رہو سہو پھر جب آخرت کا وعدہ آ جائے گا تو ہم سب کو جمع کر کے لا حاضر کریں گے اور ہم نے اس قرآن کو راستی ہی کے ساتھ نازل کیا اور وہ راستی ہی کے ساتھ نازل ہو گیا اور ہم نے آپ کو صرف خوشی منانے اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور قرآن میں ہم نے جا بجا فصل رکھا تا کہ اس کو لوگوں کے سامنے ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں اور ہم نے اس کو اتارنے میں تدریجاً اتارا۔ کہہ دیجئے کہ تم اس قرآن پر خواہ ایمان نہ لاؤ جن لوگوں کو قرآن سے علم دیا گیا تھا یہ قرآن جب ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو ٹھوڑیوں کے بل گر پڑتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارا رب (وعدہ خلافی سے) پاک ہے بے شک ہمارے رب کا وعدہ ضرور پورا ہی ہوتا اور ٹھوڑیوں کے بل گرتے ہیں روتے ہوئے اور یہ قرآن ان کا خشوع اور بڑھا دیتا ہے۔ آپ فرما دیجئے کہ خواہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو جس نام سے بھی پکارو گے سو اس کے بہت اچھے اچھے نام ہیں اور اپنی نماز میں نہ تو بہت پکار کر پڑھئے اور نہ بالکل چپکے ہی پڑھیے اور ان دونوں کے درمیان ایک طریقہ اختیار کر لیجئے اور کہہ دیجئے کہ تمام خوبیاں اسی اللہ پاک کے لئے (خاص) ہیں جو نہ اولاد رکھتا ہے اور نہ اس کا کوئی سلطنت میں شریک ہے اور نہ کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی مددگار ہے اور اس کی خوب بڑائیاں بیان کیا کیجئے۔

تفسیر ربط: اوپر رسالت محمدیہ اور دلیل رسالت یعنی اعجاز قرآن کا اثبات اور کفار کا بیان تھا آگے بطور تنظیر کے رسالت موسویہ اور معجزات موسویہ کا ذکر اور عناد فرعون کا بیان ہے جس سے آیات مقترحہ کے عدم ظہور کی حکمت بھی مفہوم ہو گئی کہ یہ مثل فرعون کے ضرور انکار کرتے اور مستوجب عذاب ہوتے اور تسلیہ کے لئے عناد فرعون کا اور صبر بنی اسرائیل کا انجام مذکور ہوتا ہے تا کہ ان معاندین کے انجام کو اس پر قیاس کر لیا جاوے اور مسلمانوں کو استقلال سہل ہو اور نظیر مذکور کا بیان کر کے آیت: وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ الخ سے پھر اصلی مدعا یعنی تحقیق رسالت و دلیل رسالت کی طرف عود ہے اور قُلْ اٰمِنُوْا الخ میں تسلیہ کے لئے عدم مبالات کی تصریح ہے پس تمام تر کلام سے مقصود تحقیق رسالت ہے۔

تحقیق رسالت ☆ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ فَسْئَلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ (الی قولہ تعالی) وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کھلے ہوئے نو معجزے دیئے (جن کا ذکر پارہ نہم کے رکوع ششم آیت اول میں ہے) جب کہ وہ بنی اسرائیل کے پاس آئے تھے سو آپ بنی اسرائیل سے (بھی چاہے) پوچھ دیکھئے (اور چونکہ آپ فرعون کی طرف بھی بھیجے گئے تھے اور فرعون و آل فرعون کے ایمان نہ لانے سے وہ عجائبات ظاہر ہوئے تھے اس لئے موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو دوبارہ ایمان لانے کے لئے یاد دہانی کی اور ان آیات بینہ سے ڈرایا) تو فرعون نے ان سے کہا کہ اے موسیٰ میرے خیال میں تو ضرور تم پر کسی نے جادو کر دیا (جس سے تمہاری عقل مخبوط ہو گئی کہ ایسی بہکی بہکی باتیں کرتے ہو) موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا تو (دل میں) خوب جانتا ہے (گو عار کی وجہ سے زبان سے اقرار نہیں کرتا) کہ یہ عجائبات خاص آسمان اور زمین کے پروردگار ہی نے بھیجے ہیں جو کہ بصیرت کے لئے (کافی) ذرائع ہیں اور میرے خیال میں ضرور تیری کمبختی کے دن آ گئے ہیں (اور یا تو فرعون کی یہ حالت تھی کہ موسیٰ علیہ السلام کی درخواست پر بھی بنی اسرائیل کو مصر سے جانے کی اجازت نہ دیتا تھا اور) پھر (یہ ہوا کہ) اس نے (اس احتمال سے کہ کہیں بنی اسرائیل موسیٰ علیہ السلام کے اثر سے قوت نہ پکڑ جاویں خود ہی) چاہا کہ بنی اسرائیل کا اس سرزمین سے قدم اکھاڑ دے (یعنی ان کو شہر بدر کر دے) سو ہم نے (قبل اس کے کہ وہ کامیاب ہو خود) اس (ہی) کو اور جو اس کے ساتھ تھے سب کو غرق کر دیا اور اس (کے غرق کرنے) کے بعد ہم نے بنی اسرائیل کو کہہ دیا کہ (اب) تم اس سرزمین (کے جہاں سے تم کو نکالنا چاہتا تھا مالک ہو تم ہی اس) میں رہو سہو (خواہ بالقوہ یا بالفعل مگر یہ مالکیت حیات دنیا تک ہے) پھر جب آخرت کا وعدہ آ جاوے گا تو ہم سب کو جمع کر کے (قیامت کے میدان میں مملوکانہ محکومانہ) لا حاضر کریں گے اور (جس طرح ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو معجزے دیئے اسی طرح آپ کو معجزے دیئے جن میں عظیم الشان معجزہ قرآن ہے کہ) ہم نے اس قرآن کو راستی ہی کے ساتھ تو نازل کیا ہے اور وہ راستی ہی کے ساتھ (آپ پر) نازل ہو گیا (یعنی جیسا کاتب کے پاس سے چلا تھا اسی طرح مکتوب الیہ تک پہنچ گیا اور درمیان میں کوئی تغیر و تبدل و تصرف نہیں ہوا پس سرتا سر راستی ہی راستی ہے) اور (جس طرح ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو پیغمبر بنایا تھا اور ہدایت ان کے اختیار میں نہ تھی اسی طرح)

ہم نے آپ کو (بھی) صرف (ایمان پرثواب کی) خوشی سنانے والا اور (کفر پر عذاب سے) ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے (اگر کوئی ایمان نہ لاوے کچھ غم نہ کیجئے) اور قرآن (میں صفت راستی کی ساتھ بمقتضائے رحمت اور بھی ایسے صفات کی رعایت کی گئی ہے کہ اس سے ہدایت زیادہ آسان ہو چنانچہ ایک تو یہ کہ اس میں ہم نے (آیات وغیرہ کا) جا بجا فصل رکھا تا کہ آپ اس کو لوگوں کے سامنے ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں (جس میں وہ اچھی طرح سمجھ سکیں کیونکہ تقریر طویل مسلسل بعض اوقات ضبط میں نہیں آتی) اور (دوسرے یہ کہ) ہم نے اس کو اتارنے میں بھی (حسب واقعات) تدریجاً اتارا (تا کہ معانی کا خوب انکشاف ہو اب ان سب امور کا مقتضا یہ تھا کہ یہ لوگ ایمان لے آتے لیکن اس پر بھی ایمان نہ لاویں تو آپ کچھ پرواہ نہ کیجئے بلکہ صاف) کہہ دیجئے کہ تم اس قرآن پر خواہ ایمان لاؤ یا نہ لاؤ (مجھ کو کوئی پرواہ نہیں دو وجہ سے اول تو یہ کہ میرا کیا ضرر کیا۔ دوسرے یہ کہ تم ایمان نہ لائے تو کیا ہوا دوسرے لوگ ایمان لے آئے چنانچہ) جن لوگوں کو قرآن (کے نزول) سے پہلے (دین کا) علم دیا گیا تھا (یعنی منصف علمائے اہل کتاب) یہ قرآن جب ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو ٹھوڑیوں کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارا رب (وعدہ خلافی سے) پاک ہے بیشک ہمارے رب کا وعدہ ضرور پورا ہی ہوتا ہے (سو جس کتاب کا جس نبی پر نازل کرنے کا وعدہ کتب سابقہ میں کیا تھا اس کو پورا فرما دیا) اور ٹھوڑیوں کے بل (جو) گرتے ہیں (تو) روتے ہوئے (گرتے ہیں) اور یہ قرآن (یعنی اس کا سننا) ان کا (دلی) خشوع اور بڑھا دیتا ہے (کیونکہ ظاہر و باطن کا توافق کیفیت کو قوی کر دیتا ہے) **ف**: یہ سجدہ میں گرنا بطور شکر کے ہے کہ وعدۂ مندرجہ کتب سابقہ پورا ہوا یا تعظیم و اجلال کے لئے ہے کہ قرآن سن کر ہیبت طاری ہوتی ہے یا مجازاً کنایہ ہے کمال انقیاد و خشوع سے اور سجدہ چہرے کے بل ہوتا ہے مگر ٹھوڑی کے بل کہنا مبالغہ کے لئے ہے کہ اپنے چہرے کو زمین اور خاک سے اس قدر لگائے دیتے ہیں کہ ٹھوڑی لگنے کے قریب ہو جاتی ہے اور ترمذی کی حدیث میں یہود کا آپ سے تسع آیات سے سوال کرنا اور جواب میں احکام بیان فرمان مذکور ہے لیکن آیت میں اس کا مراد لینا سیاقِ کلام سے بعید ہے کہ ظاہراً کلام معجزات میں ہے پس معنی حدیث کے احقر کے نزدیک یہ ہیں کہ آپ نے ان معجزات کو بیان کر کے بطور زیادت علی الجواب کے احکام بھی بیان کر دیئے راوی نے احکام کو مہتم بالشان سمجھ کر معجزات کا مضمون کلام سے حذف کر دیا واللہ اعلم اور مَثْبُوْرًا کہنا اگر لہجۂ شفقت میں ہو تو قول لین کے خلاف نہیں ہے اور چونکہ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے متبوع رہے اس لئے اِذْ جَآءَهُمْ میں بنی اسرائیل کی تخصیص کی۔ **ربط**: اوپر آیات متعددہ میں توحید کی تقریر تھی آگے ختم سورت پر پھر اس کے متعلق بعض تحقیقات و بعض تعلیمات ہیں اور چونکہ سورت کے افتتاح میں بھی باری تعالیٰ کی تنزیہ پر دلالت تھی پس اس کا اختتام پر ہونا لطافت و حسن مراعات کو دوبالا کر دیتا ہے اور ان آیات کے اسباب نزول یہ قصے ہیں۔

اوّل: آپ نے ایک روز دعا میں یا اللہ یا رحمٰن فرمایا مشرکین نے اعتراض کیا کہ ہم کو تو دو معبودوں کے پکارنے سے منع کرتے ہیں اور خود دو معبودوں کو پکارتے ہیں اس پر یہ نازل ہوا: قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ الخ۔

دوم: آپ نماز میں ذرا بلند آواز سے قرآن پڑھتے تو مشرکین قرآن اور حق تعالیٰ اور جبریل علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرتے ہیں اس پر یہ نازل ہوا وَلَا تَجْهَرْ الخ۔

سوم: یہود و نصاریٰ اللہ کی اولاد قرار دیتے تھے اور عرب شرک کرتے تھے اور صابئون اور مجوس کہتے تھے کہ اگر اللہ کے مخصوصین نہ ہوں تو نعوذ باللہ اس کی قدر کم ہو جاوے اس پر یہ نازل ہوا: وقل الحمد الخ کذا فی اللباب باسانید مختلفة۔

تحقیق و تعلیم توحید ☆ قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ (الی قولہ تعالی) وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا۝ آپ فرما دیجئے کہ خواہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو جس نام سے بھی پکارو گے سو (بہتر ہے کیونکہ) اس کے بہت سے اچھے اچھے نام ہیں (اور اس میں شرک سے کوئی علاقہ نہیں کیونکہ مسمیٰ تو ایک ہی ہے اسماء متعدد ہیں شرک جب ہوتا جب مسمیٰ دوسرا ہوتا) اور اپنی جہری نماز میں نہ تو بہت پکار کر پڑھئے (کہ سن سن کر مشرکین خرافات بکیں اور قلب نماز میں مشوش ہو) اور نہ بالکل ہی چپکے چپکے پڑھئے (کہ نمازیوں کو بھی نہ سنائی دے کیونکہ ان کی تعلیم دینے میں کمی پڑتی ہے) اور دونوں کے درمیان ایک (متوسط) طریقہ اختیار کر لیجئے (کہ منفعت بھی فوت نہ ہو اور مضرت بھی مرتب نہ ہو) اور (کفار پر رد کرنے کے لئے علی الاعلان) کہہ دیجئے کہ تمام خوبیاں اسی اللہ (پاک) کے لئے (خاص) ہیں جو نہ اولاد رکھتا ہے اور نہ اس کا کوئی سلطنت میں شریک ہے اور نہ کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی مددگار ہے اور اس کی خوب بڑائیاں بیان کیا کیجئے (اس میں سب عقائد قصہ سوم کا ابطال ہو گیا) **ف**: بندہ نے جو نماز میں جہری کی قید لگائی وجہ اس کی ظاہر ہے کہ اس میں جہر سے احتمال مشرکین کے سننے اور بکنے کا تھا اور لَا تَجْهَرْ کی توضیح میں جو احقر نے کہا ہے کہ قلب نماز میں مشوش ہو وجہ اس کی یہ ہے کہ تبلیغ کے وقت اس ضرر کا اعتبار نہیں کیونکہ وہاں بدوں اسماع کے غرض حاصل نہیں ہوتی پس ضروری ہوا اور ضرورت کے لئے اس ضرر کا تحمل کیا جاوے گا بخلاف صلوٰۃ کے کہ یہاں اسماع سے غرض یعنی حضور قلب ہوتا ہے اس لئے منع کیا گیا۔

لطیفہ: جس سے مخلوق کو کسی قدر قوت پہنچا کرتی ہے وہ کبھی تو اپنے سے چھوٹا ہوتا ہے جیسے اولاد اور کبھی مساوی ہوتا ہے جیسے شریک اور کبھی بڑا ہوتا ہے جیسے ناصر

وحامی حق تعالیٰ نے بترتیب تینوں کی نفی فرمادی کیونکہ یہاں مقسم ہی نہیں یعنی وہ خود ایسے قوی ہیں کہ کسی سے قوت حاصل کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔

لطیفہ دوم: سورت کو تسبیح سے شروع کیا اور تحمید و تکبیر پر ختم کیا پس سبحان اللہ والحمد للہ واللہ اکبر کے معانی پر فاتحہ اور خاتمہ ہوا **والله اعلم وسبحان الله والحمد لله والله اكبر على ما وفقنى لاتمام تفسير سورة الاسراء ليوم الاثنين سادس رجب ۱۳۲۴هجرى ويليه انشاء الله تعالىٰ تفسير سورة الكهف والله المستعان وعليه التكلان فقط۔**

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ : وَإِنِّي لَأَظُنُّكَ يَٰفِرْعَوْنُ مَثْبُورًا اس میں دلالت ہے کہ جوب تر کی بہ تر کی دینا جب کہ تسامع ورعایت میں کوئی مصلحت نہ ہو کرم اور کمال اخلاق کے منافی نہیں ۱۲۔ قولہ تعالیٰ: يَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ الخ اس میں خشیت حق سے رونے کی فضیلت ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله في اذ جاء هم** جبکہ الخ مقدما على ترجمة فسئل اشارة الى تعلق اذ بآيتنا وكون فسئل جملة معترضة للتقرير والتاكيد۱۲۔ ۲ **قوله** قبل فقال له فرعون دوبارہ لانه لم تقع هذه الايات اذ جاءه موسى اول مرة۱۲۔ ۳ **قوله في اسكنوا** بالقوة یا بالفعل اشارة الى الاختلاف بين دخولهم مصر بعد غرقه نعم لا شك فى التمكن من السكنى وهذا هو المراد بالقوة وفسر الارض بعضهم بالشام واراه بعيدا۱۲۔ ۴ **قوله في فرقناه** آیات الخ لم اره يغرى واخذنه من قول ابن عباسؓ آية آية انزل وقول ابى بن كعب بيناه وقرأ الاول مثقلا والثانى مخففا كذا فى الدر المنثور۱۲۔ ۵ **قوله في يخرون الثاني** گرتے ہیں اشارة الى ان فائدة التكرير تقييد الاول البكاء والخشوع۱۲۔ ۶ **قوله في تدعوا** جس نام سے الخ اشارة الى ما قال الزمخشرى انه بمعنى التسمية لا بمعنى النداء وهو يتعدى الى مفعولين تقول دعوته زيدا ثم يترك احدهما استغناء عنه فتقول دعوت زيدًا ۱۲۔ ۷ **قوله في صلاتك** نماز میں على توجيهين اما ان يكون المراد بالصلوة القراءة واما ان يقدر المضاف اى بقراءة صلاتك۱۲۔

اللغات: قوله مثبورًا من الثبور الهلاك۱۲ قوله لفيفا جميعًا كذا فى الروح عن ابن عباس الخ قوله للاذقان اللام قيل للاختصاص وقيل بمعنى على۱۲۔

النحو: قوله فسئل الفاء للاعتراض كما فى قولهم زيد فاعلم فقيه۱۲ قوله قرانًا عامله مقدر اى فرقنا۱۲۔ قوله اياما اسم شرط جازم منصوب به تدعوا وجازم له فهو عامل ومعمول من جهتين وكلمة من فى قوله من الذل تعليلية۱۲۔
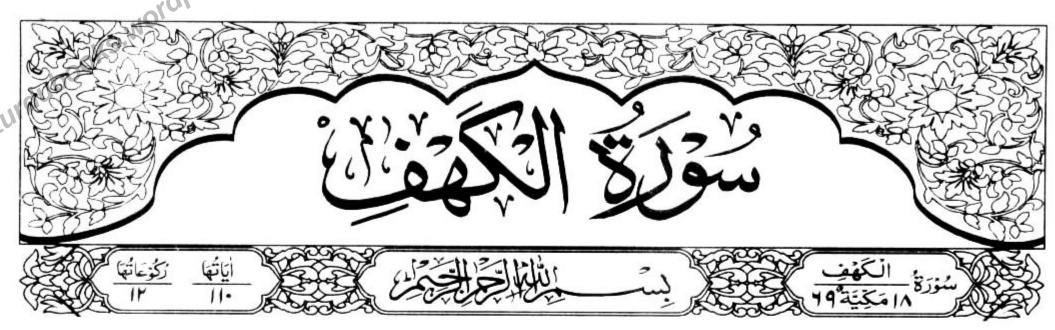
سورۃ کہف مکہ میں نازل ہوئی ———— شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں ———— اس میں ۱۱۰ آیات اور ۱۲ رکوع ہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰي عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۝۱ قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۝۲ مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا ۝۳ وَّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۝۴ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَاۗىِٕهِمْ ۭ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۭ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ۝۵ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓي اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۝۶ اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَي الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝۷ وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا ۝۸

تمام خوبیاں اس اللہ کے لئے ثابت ہیں جس نے اپنے (خاص) بندے پر یہ کتاب نازل فرمائی اور اس میں ذرا بھی کجی نہیں رکھی بالکل استقامت کے ساتھ موصوف بنایا تا کہ وہ ایک سخت عذاب سے جو کہ منجانب اللہ ہوگا ڈرائے اور ان اہل ایمان کو جو نیک کام کرتے ہیں یہ خوشخبری دے کہ ان کو اچھا اجر ملے گا جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور تا کہ ان لوگوں کو ڈرائے جو یوں کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے نہ تو اس کی کوئی دلیل ان کے پاس ہے اور نہ ان کے باپ دادوں کے پاس تھی بڑی بھاری بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے (اور) وہ لوگ بالکل ہی جھوٹ بکتے ہیں اور آپ جو ان پر اتنا غم کھاتے ہیں سو شاید آپ ان کے پیچھے اگر یہ لوگ اس مضمون (قرآنی) پر ایمان نہ لائے تو غم سے اپنی جان دے دیں گے (یعنی اتنا غم نہ کر کہ قریب ہلاکت کر دے) ہم نے زمین کی چیزوں کو اس لئے باعث رونق بنایا تا کہ ہم لوگوں کی آزمائش کریں کہ ان میں زیادہ اچھا عمل کون کرتا ہے اور ہم زمین کی تمام چیزوں کو ایک صاف میدان (یعنی فنا) کر دیں گے۔ ۞

تفسیر: سورة الكهف مكية وقيل الا قوله تعالىٰ واصبر نفسك لأية وهى مائة واحدىٰ عشر اية كذا فى البيضاوى ۱۲ وفى قول مائة و عشر آيات ۱۲۔ **ربط:** اس سورت میں مضامین میں مباحث توحید و رسالت فناء وحقارت دنیا جزاء وسزائے آخرت ذم تکبر وجدال ابطال شرک۔ بعض قصص رسالت وتوحید وبعث پر دلالت کرنے کے لئے چنانچہ مفصلاً تقریرات ربط میں معلوم ہوگا اور ان سب کا تناسق ظاہر ہے کہ ان سب مضامین کو ایمان کے حصول میں دخل ہے اور گذشتہ سورت کا ختم اور اس سورت کا آغاز حمد سے ہونا تناسب طرفین کے لئے کافی ہے واللہ اعلم۔

رسالت و ما بہ الرسالت وتسلیہ صاحب رسالت: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰي عَبْدِهِ (الی قولہ تعالیٰ) وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا ۝۸ تمام خوبیاں اس اللہ کے لئے ثابت ہیں جس نے اپنے (خاص) بندہ (محمد ﷺ) پر یہ کتاب نازل فرمائی اور اس (کتاب) میں (کسی قسم کی) ذرا بھی کجی نہیں رکھی (نہ لفظی مثل رکاکت واختلال فصاحت کے اور نہ معنوی مثل تناقض ومخالفت حکمت کے بلکہ اس کو) بالکل استقامت کے ساتھ موصوف بنایا (اور نازل اس لئے کیا) تا کہ وہ (کتاب کافروں کو عموماً) ایک سخت عذاب سے جو کہ منجانب اللہ (ان کے لئے آخرت میں) ہوگا ڈرائے اور ان اہل ایمان کو جو کہ نیک کام کرتے ہیں یہ خوشخبری دے کہ ان کو (آخرت میں) اچھا اجر ملے گا جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور تا کہ (کفار میں سے بالخصوص) ان لوگوں کو (عذاب سے) ڈرائے جو یوں کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے (بالخصوص ان کو جدا اس لئے فرمایا کہ عرب میں یہ بلا

بہت تھی کہ وہاں کے مشرکین و یہود و نصاریٰ سب ہی مبتلا تھے) نہ تو اس کی کوئی دلیل ان کے پاس ہے اور نہ ان کے باپ دادوں کے پاس تھی بڑی بھاری بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے (اور) وہ لوگ بالکل (ہی) جھوٹ بکتے ہیں (جس میں بوجہ امتناع عقلی کے صدق کا عقلی احتمال بھی نہیں اور آپ جو ان کے کفر پر اتنا غم کرتے ہیں) سو (معلوم ہوتا ہے کہ) شاید آپ ان کے پیچھے اگر یہ لوگ اس مضمون (قرآنی) پر ایمان نہ لائے تو غم سے اپنی جان دے دیں گے (یعنی اتنا غم نہ کیجئے کہ قریب بہلاکت کر دے وجہ یہ کہ یہ عالم ابتلاء ہے اس میں کفر و ایمان دونوں ہی چیزیں ہوتی ہیں چنانچہ) ہم نے زمین پر کی چیزوں کو اس (زمین) کے لئے باعث رونق بنایا تا کہ ہم (اس کے ذریعہ سے) لوگوں کی آزمائش کریں کہ (دیکھیں) ان میں زیادہ اچھا عمل کون کرتا ہے (اور کون نہیں کرتا یعنی کون تو اس کے اسباب زینت میں مشغول ہو کر حق تعالیٰ سے غافل ہو جاتا ہے اور کون اس پر فریفتہ نہ ہو کر حق تعالیٰ کی طرف مشغول ہوتا ہے غرض یہ عالم ابتلا ٹھہرا پس تکوینا ضرور ہوا کہ کوئی مبتلائے کفر ہوا اور کوئی مشرف بایمان ہو پھر غم بیکار۔ آپ اپنا کام کئے جائیے)اور (ان کے کفر کے نتیجہ کی فکر میں آپ نہ پڑیئے کہ اس کا مرتب کرنا ہمارا کام ہے چنانچہ ایک روز وہ ہوگا کہ) ہم زمین پر کی تمام چیزوں کو ایک صاف میدان (یعنی فنا) کر دیں گے (یعنی قیامت آنے والی ہے جس میں فنا کے بعد بقا اور اس بقا میں جزا و سزا سب واقع ہو جاوے گی۔ خلاصہ یہ کہ آپ تبلیغ کیجئے یوں نہ سوچئے کہ ہائے ان پر عذاب ہوگا وہ ہمارے متعلق ہے جیسا دوسری جگہ فرمایا : اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ [البقرۃ : ۱۱۹] ۔)

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الآیۃ (اس میں دلالت ہے اس پر کہ) مقام عبدیت کے مشابہ کوئی مقام نہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے اعلیٰ مرتبہ میں ہیں۔ قولہ تعالیٰ : لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا الخ یہ باس حجاب ہے جو اشد عذاب ہے ۱۲۔ قولہ تعالیٰ : وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الخ اور یہ وہ اعمال جن سے خاص حق تعالیٰ کی رضا مقصود ہو اور بعض نے کہا ہے کہ یہ بیزاری ہے اپنی ہستی سے بوجہ ہستی حق کے ۱۲۔ قولہ تعالیٰ : اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا الخ اور یہ اجر رویت اور مشاہدہ بلا حجاب ہے حق تعالیٰ کا ۱۲۔ قولہ تعالیٰ : فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ الآیۃ اس میں اشارہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مزید شفقت اور مخالفین کو موافق بنانے کے اہتمام کی طرف۔ قولہ تعالیٰ: اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ الخ اس حسن عمل میں یہ بھی داخل ہے کہ ان اشیاء ارضیہ انہار و اشجار و جبال و معادن کو حق سبحانہ تعالیٰ کے انوار جلال و جمال کے مشاہدہ کا آئینہ بناوے اور ابن عطاء نے فرمایا ہے کہ حسن عمل یہ ہے کہ کل (حوادث) سے بے التفاتی کرے اور بعض نے کہا ہے کہ اہل معرفت و محبت زینت ارض ہیں اور حسن عمل ان کی طرف احترام کے ساتھ نظر کرنا ہے ۱۲ قولہ تعالیٰ وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا ۞ یہ اشارہ ہے وجود حق کے ظہور سے اشیائے ارضیہ کے ظہور فنا کی طرف ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ل **قولہ** لینذر کتاب آثرتہ لقرب الکتاب بخلاف ما فی الفرقان من قولہ تبارك الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون فان فیہ الاقرب ھو العبد ۱۲۔

الکلام: قولہ یعملون الصٰلحت ھو سبب لا شرط ۱۲۔

اللغات: قولہ باخع قاتل ومھلك الاسف الحزن والغضب مشترك قولہ جرزا ارض لا نبات فیہ واصلہ القطع ای ارض قطع نباتھا ۱۲۔

النحو: قولہ قیما معمول لجعل المقدر ای جعلہ قیما ۱۲ قولہ لینذر متعلق بقولہ انزل قولہ ماکثین حال من الضمیر فی لھم قولہ کبرت التانیث باعتبار المقالۃ وکلمۃ تمیز قولہ اسفا مفعول لہ لقولہ باخع ۱۲۔

البلاغۃ: قولہ قیما قال الزمخشری فائدۃ الجمع بینہ وبین نفی العوج التاکید فرب مستقیم مشھود لہ بالاستقامۃ لا یخلو من ادنی عوج عند الصبر والتصفح وقدم النفی للاھتمام ۱۲ قولہ تخرج فائدۃ استعظام اجترائھم علی النطق بھا واخراجھا من افواھھم فان کثیرا مما یوسوس بہ الشیطان وتحدث بہ النفس لا یمکن ان یتفوہ بہ بل بصرف عنہ الفکر فکیف بمثل ھذا المنکر کذا فی الروح ۱۲۔ قولہ علی اٰثارھم فی البیضاوی ای اذا ولو عن الایمان شبھۃ[1] لما تداخلہ من الوجد علی تولیھم بمن فارقتہ اعزتہ وھو یتحسر کائنا علی آثارھم ویبخع نفسہ وجدا علیھم ۱۲ قولہ احسن فی الروح وایراد صیغۃ التفضیل مع ان الابتلاء شامل للفریقین باعتبار اعمالھم المنقسمۃ الی الحسن والقبیح ایضا الی الحسن والا حسن فقط للاشعار بان الغایۃ الاصلیۃ للجعل والمذکور انما ھو ظھور کمال احسان المحسنین ۱۲۔ قولہ صعیدا جرزا محمول علی المجاز عندی لان الصعید الجرز ھی الارض لا ما علی الارض وانما تجوز مبالغۃ وصفا للحال بوصف المحل وعلی الحقیقۃ عند غیری بجعلہ ترابا فصح تسمیۃ صعیدا او علی الکنایۃ عن مطلق الفناء کما یقال لمن مات صار ترابا و للناس فیما یعشقون مذاھب ۱۲۔

الحواشی: (۱) ضمیر المفعول راجع الیه ﷺ ۱۲ منه۔

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ⑨ اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ⑩ فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِى الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ⑪ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَىُّ الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا ⑫ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ⑬ وَّرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا ⑭ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ؕ لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَيِّنٍ ؕ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ؕ ⑮ وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗٓا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ⑯ وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِىْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ⑰

کیا آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ غار والے اور پہاڑ والے ہماری عجائبات میں سے کچھ تعجب کی چیز تھے وہ وقت قابل ذکر ہے جبکہ ان نو جوانوں نے اس غار میں جا کر پناہ لی پھر کہا کہ ہمارے پروردگار ہم کو اپنے پاس سے رحمت کا سامان عطا فرمایئے اور ہمارے لئے (اس) کام میں دوستی کا سامان مہیا کر دیجئے سو ہم نے اس غار میں ان کے کانوں پر سالہا سال تک نیند کا پردہ ڈال دیا پھر ہم نے ان کو اٹھایا تا کہ ہم معلوم کر لیں ان دونوں گروہ میں کون سا فرد ان کی رہنے کی مدت سے زیادہ واقف تھا۔ ہم ان کا واقعہ آپ سے ٹھیک ٹھیک بیان کرتے ہیں وہ لوگ چند نو جوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے اور ہم نے ان پر ہدایت میں اور ترقی کر دی تھی اور ہم نے ان کے دل اور مضبوط کر دیئے جبکہ وہ دین میں پختہ ہو کر کہنے لگے کہ ہمارا رب تو وہ ہے جو آسمان اور زمین کا رب ہے ہم تو اس کو چھوڑ کر کسی معبود کی عبادت نہیں کریں گے کیونکہ اس صورت میں ہم نے یقیناً بڑی ہی بے جا بات کہی یہ جو ہماری قوم ہے انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اور معبود قرار دے رکھے ہیں یہ لوگ ان معبودوں پر کوئی کھلی دلیل کیوں نہیں لاتے تو اس شخص سے زیادہ کون غضب ڈھانے والا ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ تہمت لگائے اور جب تم ان لوگوں سے الگ ہو گئے اور ان معبودوں سے بھی مگر اللہ سے تو تم (فلاں) غار میں چل کر پناہ لو تم پر تمہارا رب اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے لئے تمہارے اس کام میں کامیابی کا سامان درست کر دے گا۔ اور اے مخاطب جب دھوپ نکلتی ہے تو تو اس کو دیکھے گا کہ وہ داھنی جانب کو بچی رہتی ہے اور جب چھپتی ہے تو بائیں طرف ہٹی رہتی ہے اور وہ لوگ اس غار کے ایک فراخ موقع میں تھے یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے جس کو اللہ ہدایت دے وہی ہدایت پاتا ہے اور جس کو وہ بے راہ کر دیں تو آپ اس کے لئے کوئی مددگار رہ بتانے والا نہ پائیں گے۔ ۞

تفسیر ربط: اوپر رسالت کی بحث تھی آگے ایک قصہ جس میں اصحاب کہف کا واقعہ ہے مذکور ہے جو کہ اس اعتبار سے منجملہ دلائل رسالت کے ہے کہ آپ نے ظاہراً کسی سے یہ مضامین نہیں سنے اور پھر جواب دے دینا چنانچہ کفار قریش نے بتعلیم یہود امتحان نبوت ہی کے لئے یہ تین سوال کئے بھی تھے ایک روح کے متعلق جس کا جواب سورت سابقہ میں گذر چکا ایک اصحاب کہف کا قصہ جو ابھی مذکور ہوتا ہے ایک ذوالقرنین کا قصہ جو اس سورت کے آخر میں آوے گا **كذا فى اللباب عن ابن عباس برواية ابن جرير** اور اس روایت میں یہود کا اصحاب کہف کے بارے میں یہ قول بھی **فانه كان لهم امر عجيب** اور عجب نہیں کہ اسی واسطے اس کی تمہید میں **ام حسب الى عجبا** فرمایا گیا ہو پس اول اس قصہ کی تمہید پھر اس قصہ کا بیان ہے اول اجمالاً پھر تفصیلاً۔

تمہید قصہ اصحاب کہف ☆ اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ⑨۔

اجمال قصہ اصحاب کہف ☆ اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ (الی قوله تعالی) ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَىُّ الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا ⑫ کیا[۱] آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ غار والے اور پہاڑ والے (کہ دونوں ایک ہی جماعت کے لقب ہیں) ہماری عجائبات (قدرت) میں سے کچھ تعجب[۲] کی چیز تھے (جیسا یہود کے قول سے **كان لهم امر عجيب** یا ان کے اس فعل سے معلوم ہوتا ہے کہ سوال کے لئے اس کو زیادہ عجیب سمجھ کر اس خیال سے منتخب کیا کہ معمولی واقعہ کا جواب سن سنا کر کچھ قیاس

ورائے لگا کر ممکن ہے اور خلاف عادت میں بدون نقل صحیح اور علم تام کے ممکن نہیں اور گوروح وذوالقرنین کے مضمون کو عجیب سمجھا ہو مگر اس کو اور زیادہ عجیب سمجھا ہو گا اس لئے اس حکم میں اس کی تخصیص ہوئی ہو غرض یہ کہ آپ کو مخاطب[۳] بنا کر اوروں کو سنانا مقصود ہے کہ یہ قصہ باوجود عجیب ہونے کے فی نفسہٖ اور آیات قدرت سے مثل خلق سماوات وارض وغیرہا کے زیادہ عجیب نہیں جن کا پیدا کرنا محل معدوم میں تصرف تھا اور اس واقعہ میں تو تصرف محل موجود میں تھا پھر ان مخالفین سے تعجب ہے کہ اس کو تو عجب سمجھتے ہیں اور دوسری آیات قدرت سے عبرت نہیں پکڑتے کہ صانع عالم کے حقوق توحید وطاعت کاملہ کے بجالاویں جس کے لوازم میں سے تصدیق رسالت بھی ہے یہ تو تمہید تھی آگے اجمالاً وہ قصہ فرماتے ہیں کہ) وہ وقت قابل ذکر ہے جب کہ ان نوجوانوں نے (ایک بے دین بادشاہ سے بھاگ کر) ایک ایسے غار میں (جس کا قصہ آتا ہے) جا کر پناہ لی پھر (حق تعالیٰ سے بطور دعا کے) جو کہا کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو اپنے پاس سے رحمت کا سامان عطا فرمائیے اور ہمارے لئے (اس) کام میں درستی کا سامان مہیا کر دیجئے (غالبًا) رحمت سے حصول مقاصد کی طرف اشارہ ہے اور تہیٔ رشد سے تصحیح مقدمات کی طرف) سو (ہم نے ان کی دعا قبول کر لی اور ان کی حفاظت کے ساتھ ان کے افکار وتشویشات کو اس طرح دفع کیا کہ) ہم نے اس غار میں ان کے کانوں پر سالہا سال[۴] تک نیند کا پردہ[۵] ڈال دیا (یعنی ایسے غرق ہو کر سوئے کہ کوئی آواز ان کے کان میں نہ پہنچتی تھی اور اس میں زیادہ مبالغہ ہے بہ نسبت اس کے کہ کہا جاوے کہ آنکھ پر پردہ ڈال دیا کیونکہ آنکھ تو بدون نوم ثقیل کے بھی مبصرات سے معطل ہو جاتی ہے) پھر (سالہا سال کے بعد) ہم نے ان کو (نیند[۶] سے) اٹھایا تا کہ ہم (ظاہری) طور پر بھی) معلوم کر لیں کہ ان (کے) دونوں گروہ میں (سے جن میں ایک کا قول تھا: قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ اور دوسرے کا قول تھا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ) کونسا گروہ ان کے (اس حالت میں) رہنے کی مدت سے زیادہ واقف تھا (چنانچہ جس گروہ نے رَبُّكُمْ اَعْلَمُ الخ کہا تھا وہی زیادہ واقف تھا گو اجمالاً سہی کیونکہ طول مدت کا حکم تو صحیح تھا گو بلا تعیین سہی۔ **ف**: چونکہ وہ غار پہاڑ میں تھا اس لئے ان کو اصحاب الکہف اور اصحاب الرقیم کہتے ہیں لیکن چونکہ یہ لکھنا کسی قوی روایت سے منقول نہیں اس واسطے میں نے قرآن کی تفسیر کو اس پر مبنی نہیں کیا البتہ اگر رقیم بمعنی مرقوم لے کر وجہ تسمیہ یہ کہی جاوے کہ اس حال کو عجیب سمجھ کر مثل دوسرے واقعات تاریخیہ کے اس وقت لوگوں نے اس کو کتاب میں ضبط اور مدون کر لیا تھا تو پہلے سے قریب تر ہے اور بندہ نے جو اَيُّ الْحِزْبَيْنِ الخ کی تفسیر کی ہے وہ تفسیر کبیر میں مجاہد سے منقول ہے اور اس کی بنا یہ ہے کہ ہر قول کا قائل جدا ہو اور اگر ایک ہی ہوں تو حزبین کا تعدد حکمی ہو جاوے گا واللہ اعلم آگے اس قصہ کی تفصیل بعد الاجمال ہے۔

تفصیل قصہ اصحاب کہف ☆ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ (الی قولہ تعالیٰ) وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ۝ ہم ان کا واقعہ آپ سے ٹھیک ٹھیک بیان کرتے ہیں (یہ اس لئے کہا کہ لوگوں نے اس کو مختلف طور پر مشہور کیا تھا اس لئے فرمایا کہ ٹھیک وہ ہے جو قرآن میں ہے) وہ لوگ (یعنی اصحاب کہف) چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر (موافق تعلیم دین عیسوی) ایمان لائے تھے اور ہم نے (ایمان لانے کے بعد) ان کی ہدایت میں ترقی کر دی تھی (کہ ان کو ثبات وصبر وتوکل وزہد فی الدنیا کی صفتیں بھی عنایت کی تھیں) اور (اس زیادت ہدایت میں سے یہ تھا کہ) ہم نے ان کے دل (صبر وثبات سے) مضبوط کر دیئے جب کہ وہ (دین میں) پختہ ہو کر (آپس میں یا کہ بادشاہ اور لوگوں کے روبرو) کہنے لگے کہ ہمارا رب تو وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے ہم تو اس کو چھوڑ کر کسی معبود کی عبادت نہ کریں گے کیونکہ (اگر خدانخواستہ ہم نے ایسا کیا تو) اس صورت میں ہم نے یقیناً بری ہی بے جا بات کہی (عبادت الٰہیہ پر بیجا بات کہنے کو اس لئے مرتب کیا کہ عبادت میں لامحالہ اعتراف ان کی معبودیت کا یا خود ان کے سامنے کلمات تضرع وافتقار زبان سے بھی صادر ہوتے ہیں) یہ جو[۷] ہماری قوم ہے انہوں نے خدا کو چھوڑ کر اور معبود قرار دے رکھے ہیں (کیونکہ یہ قوم مع اپنے بادشاہ کے بت پرست تھی سو) یہ لوگ ان معبودوں (کے معبود ہونے[۸]) پر کوئی کھلی دلیل کیوں نہیں لاتے (جیسا موحدین توحید پر دلیل روشن رکھتے ہیں) تو باوجود توحید کے اثبات بالدلیل ہونے کے) اس شخص سے زیادہ کون غضب ڈھانے والا ہو گا جو اللہ پر جھوٹ تہمت لگاوے (کہ معاذ اللہ اس کے شریک بھی ہیں) اور پھر آپس میں کہا کہ) جب تم ان لوگوں سے (عقیدہ ہی میں) الگ ہو گئے ہو اور ان کے معبودوں (کی عبادت) سے بھی (الگ ہو گئے ہو) مگر اللہ سے (الگ نہیں[۹] ہوئے بلکہ اسی کے واسطے سب سے الگ ہوئے) تو (اس حالت میں مصلحت یہ ہے کہ) تم (فلاں) غار میں (جو مشورہ سے طے ہوا ہو گا) چل کر پناہ لو (تا کہ امن اور فراغ کے ساتھ اللہ کی عبادت کر سکو) تم پر تمہارا رب اپنی رحمت پھیلاوے گا اور تمہارے لئے تمہارے اس کام میں کامیابی کا سامان درست کر دے گا (یہ توقع وہی ہے جس کی دعا ان سے اوپر منقول ہوئی ہے: رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ۝) اور اے مخاطب (وہ غار ایسی وضع پر ہے کہ) جب دھوپ نکلتی ہے تو تو اس کو دیکھے گا کہ وہ غار سے داہنی جانب کو بچی رہتی ہے تو (غار کے دروازہ سے الگ رہتی ہے) اور جب وہ چھپتی ہے تو (غار کے) بائیں طرف ہٹی رہتی ہے (یعنی اس وقت بھی دروازہ پر نہیں پڑتی تا کہ دھوپ سے ایذاء نہ ہو) اور وہ لوگ اس غار کے ایک فراخ موقع میں تھے (یعنی ایسے غاروں میں جو کہ دور تک چلے جایا کرتے ہیں کہیں فراخ کہیں تنگ جگہیں جو ہوتی ہیں تو وہ ان میں سے فراخ جگہ میں تھے تا کہ جی نہ گھبراوے اور ہوا بھی لگے) یہ (ان لوگوں کا باوجود اپنے ضعف وقلت اور

مخالفین کی قوت و کثرت کے ہدایت پانا) اللہ تعالیٰ کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے ہے (کہ وہ کس طرح اپنے بندوں کو خلاف اسباب ظاہری ہمت و استقلال دے دیتے ہیں بس معلوم ہوا کہ) جس کو اللہ ہدایت دے وہی ہدایت پاتا ہے اور جس کو وہ بے راہ کر دیں تو آپ اس کے لئے کوئی مددگار راہ بتلانے والا نہ پاویں گے۔ **ف** : غار کی داھنی اور بائیں جانب یا تو اس میں داخل ہونے والے کے اعتبار سے ہے اس سے خارج ہونے والے اعتبار سے پس تقدیر اول پر وہ غار شمال رویہ ہوا اور تقدیر ثانی پر جنوب رویہ اور شرق رویہ ہونے میں طلوع کے وقت ان پر دھوپ پڑتی اور غروب رویہ ہونے میں غروب کے وقت اور مقصود اس سے اس جگہ کا محفوظ ہونا ہے۔

ترجمۂ مسائل السلوک : قولہ تعالیٰ : فَضَرَبْنَا عَلٰٓی اٰذَانِهِمْ الخ یہ حالت مشابہ تھی فنا و استغراق کے۔ قولہ تعالیٰ : ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ الخ یہ اشارہ ہے صحو بعد السکر اور جلوت بعد خلوت کی طرف ۱۲ قولہ تعالیٰ : فَاْوٗٓا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ الخ یعنی اپنے محبوب کے ساتھ خلوت کرو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنی رحمت و منفعت یعنی معرفت و تجلیات کو ظاہر اور مہیا فرما دے گا۔ بعض عارفین نے کہا ہے کہ غیر اللہ سے عزلت اور خلوت وصل حق کا موجب ہے بلکہ بدون عزلت کے وصل نہیں ہوتا ۱۲۔ قولہ تعالیٰ : وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ الخ اس کی حکمت یہ ہے کہ غار میں روشنی زیادہ نہ ہو کہ اس سے حضور (و جمعیت قلب) میں خلل پڑتا ہے کیونکہ ظلمت سے فکر اور جمع حواس میں اعانت ہوتی ہے اسی لئے اہل خلوت کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ اپنی خلوت کے لئے ایسا مکان تجویز کرتے ہیں جس میں روشنی کم ہو اور باوجود اس کے بھی مراقبہ کے وقت آنکھوں کو بند کر لیتے ہیں قولہ تعالیٰ : مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وجہ اس کی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے جو اس کو مخذول کیا ہے (جو حاصل ہے اضلال کا) تو صرف اس لئے کہ اس کی استعداد صالح نہ تھی اور جس میں استعداد (صالح) نہ ہو (ظاہر ہے کہ) اس کی رہبری سخت دشوار (بلکہ عادۃً ممتنع) ہے۔

ملحقات الترجمۃ : ۱ **قوله** فى ام كيا اشارة الى ان ام بمعنى الهمزة كما فى الروح ۱۲۔ ۲ **قوله** فى عجبا تعجب کی چیز اشارة الى تقدير المضاف اى ذوات عجب لان العجب مصدر ۱۲۔ ۳ **قوله** فى توضيح حسبت آپ کو مخاطب بنا کر الخ والقرينة على كونه صلى الله عليه وسلم مخاطبا ما سياتى نهن نقص عليك وعلى كون غيره ومسمعا انه صلى الله عليه وسلم كان على علم صحيح من الحكم على الاعجب بالاعجب وعلى العجيب بالعجيب ۱۲۔ ۴ **قوله** فى سنين سالہا سال بقرينة انضمام عدد اليه الذى هو للتكثير فان كون الشئ معدودا قد يدل على التكثير وقد يدل على التقليل فان الكثير غاية الكثرة لا يعد فلذا افاد التقليل و كذا التقليل فى غاية القلة لا يعد فلذا افاد التكثير ۱۲۔ ۵ **قوله** فى ضربناه پردہ اشارة الى تقدير المفعول اى ضربنا الحجاب ۱۲۔ ۶ **قوله** بعثنا نیند سے اشارة الى المجاز العرفى والنكتة فيه والاشار ة الى ان نومهم كان من الثقل بحيث يشابه الموت ۱۲۔ ۷ **قوله** فى قومنا یہ جو الخ اشارة الى ان قومنا عطف بيان لا خبر ۱۲۔ ۸ **قوله** فى عليهم معبود ہونے اشارة الى حذف المضاف اى على عبادتهم بمعنى معبودتهم۔ ۹ **قوله** فى الا الله الگ نہیں ہوئے هكذا فى الخازن فالعامل فى الاستثناء اعتزلتموهم لا يعبدون فافهم ولعل زيادته تتميم العلة للايواء لانها مجموع عبادة الله وترك عبادة غيره فافهم ۱۲۔ ۱۰ **قوله** فى ذلك ہدایت پانا اليه مال صاحب الروح ۱۲۔

اللغات : قوله الكهف النقب المتسع فى الجبل فان لم يكن واسعا فهو غار والرقيم بمعنى محل فى الجبل وقيل بمعنى الجبل من رقمة الوادى اى جانبه كذا فى الروح وقال صاحب القاموس كامير قرية اصحاب الكهف او جبهلم او كلبهم او الوادى او الصخرة او لوح رصاص نقش فيه نسبهم واسماء هم و دينهم آه قوله شططا ذات شطط اى بعد عن الحق مفرط قوله مرفقا ما ترتفقون وتنتفعون ۱۲ قوله تزاور تنتحى من الزور وهو الميل ۱۲ قوله ذات اليمين من الظروف المتفرقة كيميناً وشمالاً ۱۲۔ قوله تقرضهم اى تعدل عنهم قال الكسائى يقال قرضت المكان اذا عدلت عنه ولم يقربه ۱۲ قوله فجوة متسع ۱۲ قوله المهتد حذف الياء تخفيفاً ۱۲۔

النحو : قوله هيئى لنا من امرنا فى الروح اللام ومن متعلقان بهيئ والاولى للاجل والثانية ابتدائية ۱۲ قوله احصى فى البيضاوى احصى ضبط وقيل اسم تفضيل من الاحصاء بحذف الزائد كقولهم هو احصى للمال وفى الروح والحق ان الذاهب الى كون احصى افعل تفضيل جعل امدا تميزا وهو يعمل فى التمييز على الصحيح آه۔

البلاغۃ : قوله اذ اوى الفتية فيه وضع المظهر موضع المضمر تنبيهًا على انهم كانوا فتية اما سنا ليدل على كمال طلبهم للحق حيث اتبعوه فى حالة يشتغلون فيه باللهو واللعب واما اخلاقا ليدل على كمال قوتهم العملية ۱۲ قوله لنعلم فى جعله غاية ههنا و جعل قوله ليتسائلوا بينهم غاية فيما بعد للفعل الواحد وهو بعثنا هم اشارة الى كون محصل الغايتين واحد او هو ظهور القدرة الألهية عليهم

فالمقصود هو التسائل ولما كان العلم من لوازمه عبر ههنا بالعلم ۱۲ قوله وترى الشمس فى الروح ليس المرد الاخباء بوقوع الرؤية بل الانباء يكون الكهف لورأية ترى الشمس الخ ۱۲۔

وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ ۖ وَّ نُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖ وَ كَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ۭ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ⑱ وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَاۗءَلُوْا بَيْنَهُمْ ۭ قَالَ قَاۗىِٕلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ۭ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۭ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ۭ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ⑲ اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا ⑳ وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا ۚ اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ۭ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓي اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ㉑

اور اے مخاطب تو ان کو جاگتا ہوا خیال کرتا حالانکہ وہ سوتے تھے اور ہم ان کو (کبھی) داہنی اور (کبھی) بائیں طرف کروٹ بدل دیتے تھے اور ان کا کتا دہلیز پر اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے تھا اگر (اے مخاطب) تو ان کو جھانک کر دیکھتا تو ان سے پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑا ہوتا اور تیرے اندر ان کی دہشت سما جاتی اور اسی طرح ہم نے ان کو جگایا تا کہ وہ آپس میں پوچھ پاچھ کریں ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ تم کس قدر رہے ہوگے بعضوں نے کہا کہ (غالباً) ایک دن یا ایک دن سے بھی کچھ کم رہے ہوں گے دوسرے بعضوں نے کہا کہ یہ تو تمہارے خدا ہی کو خبر ہے کہ تم کس قدر رہے اب اپنے میں سے کسی کو یہ روپیہ دے کر شہر کی طرف بھیجو پھر وہ شخص تحقیق کرے کہ کون سا کھانا حلال ہے سو اس میں سے تمہارے پاس کچھ کھانا لے آوے اور (سب) کام خوش تدبیری سے کرے اور کسی کو تمہاری خبر نہ ہونے دے کیونکہ اگر وہ لوگ کہیں خبر پا جاویں گے تو تم کو یا تو پتھروں سے مار ڈالیں گے یا تم کو (جبراً) اپنے طریقے میں پھیر لیں گے اور ایسا ہوا تو تم کو کبھی فلاح نہ ہوگی اور اس طرح ہم نے لوگوں کو ان پر مطلع کر دیا تا کہ وہ لوگ اس بات کا یقین کرلیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور یہ کہ قیامت میں کوئی شک نہیں وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب کہ اس زمانہ کے لوگ ان کے معاملہ میں جھگڑ رہے تھے سو ان لوگوں نے یہ کہا کہ ان کے پاس کوئی عمارت بنوا دو ان کا رب ان کو خوب جانتا تھا جو لوگ اپنے کام پر غالب تھے انہوں نے کہا کہ ہم تو ان کے پاس ایک مسجد بنا دیں گے۔ ۞

تفسیر: بقیہ قصہ مذکورہ ☆ وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ ۖ وَّ نُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ (الی قولہ تعالی) لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ㉑ اور اے مخاطب تو (اگر اس وقت جب کہ وہ غار میں گئے اور ہم نے ان پر نیند کو مسلط کر دیا ان کو دیکھتا تو بوجہ اس کے کہ ان پر ظاہراً خواب کے آثار مثل استرخاءِ بدن وتغیر سانس وغیرہ کچھ نمودار نہ تھے اور صرف آنکھ بند ہونا علامت یقینی نوم کی ہے نہیں اس لئے) ان کو جاگتا ہوا خیال کرتا حالانکہ وہ سوتے تھے اور سونے کے (اس زمانۂ دراز میں) ہم ان کو کبھی داہنی طرف اور (کبھی) بائیں طرف کروٹ دیتے تھے اور (اس حالت میں) ان کا کتا جو کسی ضرورت سے ان کے پاس تھا اور ساتھ چلا آیا تھا غار کی) دہلیز پر اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے (بیٹھا) تھا (اور ان کے رعب وجلال خداداد کی یہ حالت تھی کہ) اگر (اے مخاطب تو ان کو جھانک کر دیکھتا تو ان سے پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑا ہوتا اور تیرے اندر ان کی دہشت سما جاتی (غالباً یہ سب امور ان کے اسباب حفاظت ہیں کیونکہ جس کو آدمی جاگتا ہوا سمجھتا ہے دفعۃً اس کو گزند پہنچانے کا حوصلہ نہیں پڑتا اسی طرح کروٹیں دینے سے ان کا بدن مٹی کے کھا لینے سے محفوظ رہا اسی طرح کتا بھی اجنبی آدمی کو آنے جانے سے روکتا ہے اور اگر وہ سوتا بھی ہوتا ہے تو اجنبی آدمی کے آنے کے وقت اکثر اس کی آنکھ کھل جاتی ہے اور دہلیز پر پڑا رہنا یہ حسب عادت اس جانور کے ہے کہ پہرہ کے واسطے اکثر دروازہ پر پڑ جاتا ہے اسی طرح ان کی صورتوں کو ہیبت ناک کر دینا بھی حفاظت کے واسطے ہے کہ ہر شخص کی ہمت وہاں جانے کی نہ ہو تو اس آیت میں عام لوگوں کو خطاب ہے پس اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مرعوب ہونا لازم نہیں آتا) اور (جس طرح ہم نے ان کو اپنی قدرت

محض سے اتنے دونوں تک سلایا) اسی طرح (بعد اس نوم طویل کے اپنی قدرت سے) ہم نے ان کو جگا دیا تا کہ وہ آپس میں پوچھ پاچھ کریں (جس سے اخیر میں ان کو حق تعالیٰ کی قدرت اور حکمت منکشف ہو چنانچہ) ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ تم (اس حالت نوم میں) کس قدر رہے ہوگے (جواب میں) بعضوں نے کہا کہ (غالباً) ایک دن یا ایک دن سے بھی کچھ کم رہے ہوں گے (اس اندازہ کے لئے سورج وغیرہ کے دیکھنے کی کوئی ضرورت نہیں اکثر لوگ سوکر جب اُٹھتے ہیں نیند بھرنے نہ بھرنے سے اندازہ وقت کا رائے سے کیا کرتے ہیں) دوسرے بعضوں نے کہا (کیونکہ اگر پہلے ہی لوگ اس کے قائل ہوتے تو عبارت یوں ہوتی ربنا اعلم بما لبثنا غرض انہوں نے کہا) کہ (اس کی تفتیش کی کیا ضرورت ہے) یہ تو (ٹھیک ٹھیک) تمہارے خدا ہی کو خبر ہے کہ تم کس قدر رہے (اس جواب میں بھی اس قائل ہونے کی ضرورت نہیں کہ ان کے بال و ناخن وغیرہ بڑھے ہوئے تھے اس سے شبہ ہوا محض عبث سمجھ کر اس گفتگو سے روک دیا اور بال و ناخن وغیرہ میں دونوں احتمال ہیں) اب (اس قصہ کو چھوڑ کر ضروری کام کرنا چاہئے وہ یہ کہ) اپنے (مجمع) میں سے کسی کو یہ روپیہ (جو کہنے والے کے پاس ہوگا کیونکہ کچھ خرچ بھی لے کر چلے تھے غرض کہ کسی کو یہ روپیہ) دے کر شہر کی طرف بھیجو پھر وہ (وہاں پہنچ کر) تحقیق کرے کہ کونسا کھانا حلال ہے (اخرجه الطبری عن سعید بن جبیر ورجحه کیونکہ ان کے زمانہ پوشیدگی غار میں بتوں کا ذبیحہ بکثرت بکتا تھا) سو اس میں سے تمہارے پاس کچھ کھانا لے آوے اور (سب) کام خوش تدبیری سے کرے (کہ نہ اس کو کوئی پہچانے ایسی ہیئت وضع سے جاوے اور نہ یہ کسی کو معلوم ہو کہ یہ بت کے ذبیحہ کو اس لئے تحقیق کرتا ہے کہ اس کو حرام سمجھتا ہے) اور کسی کو تمہاری خبر نہ ہونے دے (کیونکہ) اگر وہ لوگ (یعنی اہل شہر جن کو وہ اپنے زعم میں اسی زمانہ گذشتہ کے مشرکین سمجھے ہوئے ہیں) کہیں تمہاری خبر پاجاویں گے تو تم کو یا پتھروں سے مار ڈالیں گے (یہ کنایہ ہے مطلق قتل سے یا اس زمانہ میں سزائے شدید کی یہی صورت ہوگی۔ غرض تم کو ہلاک کر دیں گے) یا (جبراً) تم کو اپنے طریقہ میں پھر کر لیں گے اور ایسا ہوا تو تم کو کبھی فلاح نہ ہوگی (وجہ یہ کہ گو حالت اکراہ میں تلفظ بالکفر مع اطمینان قلب بالایمان جائز ہے لیکن بکثرت ایسا بھی ہوتا ہے کہ ابتداءً اکراہ سے کفر کیا تھا پھر شیطان کے اغوا سے دنیوی مصالح پر نظر کر کے اس میں سہل انگاری کرتا ہے شدہ شدہ اس کی برائی دل سے نکل جاتی ہے اور دل کھول کر کفر کرنے لگتا ہے چنانچہ ایسے واقعات ہوئے ہیں کہ کوئی شخص نیا مسلمان ہوا مگر اس پر دباؤ ڈال کر پھر کفار نے اس کو اپنے میں شامل کر لیا اول اول تنگی رہی پھر مساوات ہوگئی اور ویسا ہی ہو گیا نعوذ باللہ من ذلک یا فلاح سے مراد فلاح کامل ہو یعنی اکراہ میں کفر کرنا رخصت ہے لیکن عزیمت کے ثواب سے تو جو کہ فلاح کامل ہے محرومی رہے گی۔ غرض ان میں سے ایک شخص کھانا لینے چلا روپیہ جو بازار میں دکھلایا تو کوئی سو برس کے سکہ کا دکاندار کو شبہ چوری کا ہوا تب مجبور ہو کر انہوں نے اپنا پورا قصہ بیان کیا حتیٰ کہ اس کا چرچا ہوا جب پرانے لوگوں نے کہا کہ ہاں ہم نے اپنے بڑوں سے سنا ہے کہ چند نوجوان اس طرح غائب ہو گئے تھے واقعی وہ لوگ یہی ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ اسی مطلع ہونے کے قصہ کو مع ایک حکمت کے فرماتے ہیں) اور (ہم نے جس طرح اپنی قدرت سے ان کو سلایا اور جگایا) اسی طرح ہم نے (اپنی قدرت و حکمت سے اس زمانہ کے) لوگوں کو ان (کے حال) پر مطلع کر دیا تا کہ (منجملہ اور فوائد کے ایک فائدہ یہ بھی ہو کہ) وہ لوگ (اس واقعہ سے استدلال کر کے) اس بات کا یقین (یا زیادہ یقین کر لیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور (وہ وعدہ) یہ (ہے) کہ قیامت (کے ہونے) میں کوئی شک نہیں (یقین یا زیادہ یقین دو باتیں اس لئے کہیں کہ یہ لوگ جن کو یہ علم دینا مقصود تھا اگر کافر تھے تب تو یقین حاصل ہو گیا اور اگر مؤمن تھے تو زیادہ یقین ہو گیا اور تقریر اس حصول یقین کی یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام ہمیشہ سے بعث کی خبر دیتے آئے ہیں اور دلائل سمعیہ بھی اس پر قائم ہیں غرض شرائط حصول یقین کے سارے موجود لیکن صرف ایک مانع کی وجہ سے کفار کو یقین نہیں ہوتا تھا اور وہ مانع استبعاد اور خرق عادت تھا اس واقعہ سے خرق عادت کا امکان ثابت ہو گیا بالخصوص اس نوم طویل و یقظہ کو موت اور بعث سے یک گونہ مشابہت بھی ہے پس وہ مانع مرتفع ہو گیا اور شرائط پہلے سے مجتمع تھیں پس یقین مرتب ہو گیا چونکہ حصول یقین کی علت تامہ کا جزو اخیر یہی رفع مانع تھا اس لئے اس کو علت فرمایا گیا اور زیادہ یقین کا مرتب ہونا تو اور بھی اظہر ہے اب یہ شبہ نہ رہا کہ اس واقعہ سے امکان بعث تو معلوم ہو سکتا ہے لیکن تحقق بعث معلوم نہیں ہو سکتا اس تقریر سے علم بالامکان بوجہ رفع مانع کے موجب علم تحقق بعث ہو گیا پھر اسی زمانہ میں یا بعد کے زمانہ میں ان صاحبوں نے وہیں غار میں وفات پائی اور اطلاع وفات پر ان کے متعلق اہل عصر میں ایک اختلاف ہوا جس کو آگے بیان فرماتے ہیں کہ) وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب کہ اس زمانہ کے لوگ ان کے معاملہ میں باہم جھگڑ رہے تھے (اور وہ معاملہ اس غار کا منہ بند کرنا تھا بغرض حفاظت ان کی لاشوں کے یا یادگار قائم کرنا تھا بغرض نشان کے) سو ان لوگوں نے کہا کہ ان کے (غار کے) پاس کوئی عمارت بنوا دو (پھر اختلاف ہوا کہ کیا عمارت ہو کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ کہا اس اختلاف کے وقت) ان کا رب ان (کے احوال مختلفہ) کو خوب جانتا تھا (بالآخر) جو لوگ اپنے (چاہے ہوئے) کام پر غالب (اور قادر) تھے (یعنی اہل حکومت کہ وہ اس وقت دین حق پر تھے) انہوں نے کہا کہ ہم تو ان کے پاس ایک مسجد بنا دیں گے (تا کہ مسجد اس بات کی بھی علامت رہے کہ یہ لوگ عابد تھا ان کو کوئی معبود نہ بنا لے جیسا کہ دوسری عمارات میں پرستش کا احتمال رہے)۔ ف: پس مسجد بنانا اس مصلحت کے لئے اور دوسرے مفاسد بند کرنے کے لئے تھے سو اگر کسی زمانہ میں مسجد بنانے میں بھی کوئی مفسدہ ہونے لگے وہ بھی ناجائز ہوگی جیسا قواعد شرعیہ شاہد ہیں پس آیت

اباحت فی نفسہ سے زائد پر دال نہیں اور شاید اس تنازع کے ذکر کرنے سے بھی ان کی حفاظت نعشوں کی اور پھر بنائے مسجد سے ان کی حفاظت معبودیت بیان فرمانا مقصود ہوتا ہے کہ معلوم ہو جاوے کہ انہوں نے ہم پر توکل کیا اور اطاعت کی ہم نے ہر طرح سے کیسی حفاظت کی۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ الخ یہ مثال ہے ان لوگوں کی جو اجسام سے خلق کے ساتھ ہیں اور قلوب سے حق تعالیٰ کے ساتھ ہیں (جس کو خلوت در انجمن کہتے ہیں) نیز اس میں مثال ہے ان لوگوں کی تسلیم (وفناء) کی طرف کہ جیسے مردہ ہوتا ہے غسال کے ہاتھ میں قولہ تعالیٰ: وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ابوبکر وراق کا قول ہے کہ صالحین کی مجالست و مجاورت غنیمت ہے اگرچہ مجانست بھی نہ ہو دیکھئے حق تعالیٰ نے اصحاب کہف کے ساتھ ان کے کتے کا کس طرح ذکر فرمایا ہے صرف اس وجہ سے کہ وہ ان کے ساتھ تھا قولہ تعالیٰ: لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ الخ وجہ اس فرار و رعب کی یہ ہے کہ میں نے ان کو اپنے قہر ربوبیت اور سطوت و عظمت کا لباس پہنا رکھا ہے پس اس ہیبت و عظمت کے سبب یہ فرار و رعب ہے جیسا میں نے جب عصا پر اپنا لباس ہیبت پہنا دیا تو موسیٰ علیہ السلام کو قرار ہوا اور یہ درحقیقت ہماری عظمت کا رعب ہے جو اس آئینہ میں ظاہر ہوئی یہ مثال ہے اس ہیبت کی جو اہل اللہ کو عطا ہوتی ہے) قولہ تعالیٰ: فَابْعَثُوْا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ الخ یہ مثال اس کی ہے کہ جب سالک سکر سے صحو کی طرف اور روحانیت سے مادیت کی طرف رجوع کرتا ہے تو پھر وہ معیشت (و مالوفات طبعیہ ضرور یہ مباحہ کا خواہشمند ہوتا ہے اور طریقت کے حقائق کا استعمال کرتا ہے (اور اس کی ظاہری صورتیں بعض مہجور ہو جاتی ہیں) نیز اس فَابْعَثُوْا الخ میں اشارہ ہے کہ طالبانِ حق کی شان کے لائق یہ ہے کہ خلق سے سوال کرنا ترک کر دیں (اور ہمت عالی رکھیں جیسا اصحاب کہف نے داموں سے کھانا خریدنا تجویز کیا یہ نہیں کیا کہ کسی سے مانگ لاویں) قولہ تعالیٰ: فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا اس میں دلالت ہے کہ طالبان حق کو ورع کا عمل اختیار کرنا چاہئے جیسا اصحاب کہف نے اَزْكٰى بمعنی حلال کو طلب کیا اور اسی واسطے حضرت ذوالنون مصری کا قول ہے کہ عارف وہ شخص ہے جس کا نور معرفت اس کی نور ورع کو نہ بجھا دے (مطلب یہ ہے کہ نور معرفت سے تو وہ سب چیزوں کی نسبت حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف کرتا ہے تو اس میں ناقص کو یہ دھوکا ہو جاتا ہے کہ جب خدا کے سامنے کوئی مالک نہیں تو پھر ہر مال حرام مباح ہے کیونکہ اس میں حق عبد ہے ہی نہیں اور کامل اسی نسبت کے ساتھ یہ بھی دیکھ رہا ہے کہ آخر کسی درجہ میں حق تعالیٰ نے اس مال کی نسبت عبد کی طرف بھی کی ہے گو ضعیف و ناقص و مجاز ہی سہی اور اسی نسبت کے کچھ حقوق و احکام بھی ہیں سو ان میں سے حرمت تناول بلا اذن بھی ہے پس یہ شخص جو عارف کامل ہے اس لئے ورع کو بھی نہ چھوڑے گا) اور بعض نے اَزْكٰى کی تفسیر اطیب بمعنی لذیذ کے ساتھ کی ہے تو اس کا حاصل یہ ہوگا کہ طعام لذیذ و لطیف لاوے جس میں یہ مصلحت تھی کہ انہوں نے مدت سے نہ کھایا تو طعام غیر لطیف ان کو مضر ہوتا اسی طرح بعض مصالح (دینیہ) سے بھی بعض بزرگوں نے جیسے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے طعام لطیف و لباس لطیف کو استعمال فرمایا ہے (اور تفصیل ان مصالح کی طویل ہے) قولہ تعالیٰ: وَلْيَتَلَطَّفْ بعض نے تفسیر کی ہے لطف فی المعاملہ کے ساتھ پس یہ وصیت ہے حسن اخلاق و نرمی و حسن معاملہ کی اس شخص سے جس سے خریدے گا ۱۲ قولہ تعالیٰ: وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ۝ یعنی اغیار کو اطلاع نہ ہو اسی طرح اسرار حق کو ان اغیار پر ظاہر نہ کرے جو مطالعہ انوار و وقوف اسرار سے محجوب ہیں ورنہ وہ احجار انکار سے سنگسار کریں گے قولہ تعالیٰ: فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا اس بنیان سے مراد یہ ہے کہ ایسی طرح کہ منہ غار کا بند ہو جاوے اور اس مسجد کی نسبت اس کہف کی طرف ایسی کی جیسے مسجد نبوی کی نسبت مرقد مبارک کی طرف (مثلاً یوں کہا جاوے کہ روضہ شریف کی مسجد) پس اس میں قبر پرستوں کی کوئی حجت نہیں ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قوله في** تحسبهم دیکھتا كذا في الروح المعاني لورأيتهم الخ ۱۲۔ ۲؎ **قوله في** ليعلموا مجملہ اور فوائد الخ اشارة الى ان الغاية لا انحصار فيها وكذلك اكثر الغايات ۱۲۔ ۳؎ **قوله في** وان الساعة وہ وعدہ الخ اشارة الى ان العطف تفسيری ۱۲۔ ۴؎ **قوله في** اذ يتنازعون قابل ذکر هو من المواهب وكذا ارجاع الضمير في ربهم اعلم بهم الى المتنازعين ۱۲۔ ۵؎ **قوله في** توضيح يتنازعون اس غار کا من الكشاف و قوله بغرض نشان من غيره۔ ۶؎ **قوله في** توضيح لنتخذن اس بات کی بھی يعني مع احد الغرضين المذكورين في التفسير قبل ثلثة اسطر من قوله اور دہ معاملہ الخ ۱۲۔

اللغات: قوله ايقاظ جمع يقظ بكسر القاف قوله ذات اليمين اى جهة تلى ايمانهم قوله الوصيد الفناء والعتبة كذا في القاموس وسمى فم الغار عتبة مجازاً ۱۲ قوله الورق الفضة مضروبا او غير مضروب كما في الحديث اتفا من ورق ۱۲ قوله ازكى احل والمراد الحلال ۱۲۔

النحو: قوله رعبا مفعول ثان باسط ذراعيه كون اسم الفاعل عاملا مع كونه بمعن المضى لكونه الكلام حكاية حال للاستحضار ۱۲ قوله ايها اى الاطعمة دل على المرجع قوله طعاما قوله منه اى ازكى ۱۲۔

البلاغۃ: قوله فابعثوا معنى الفاء وترتب البعث على ما قبله ان قولهم ربكم اعلم دل على ترك هذا التفتيش الغير الضروری فالمعنى

اترکوا ما لیس بضروری فاتوا ما ھو ضروری ۱۲۔

سَيَقُولُونَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَيَقُولُونَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ ۚ وَيَقُولُونَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ قُلْ رَّبِّيْ أَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا قَلِيلٌ ۵ فَلَا تُمَارِ فِيهِمْ إِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا ص وَّلَا تَسْتَفْتِ فِيهِمْ مِّنْهُمْ أَحَدًا ﴿۲۲﴾ وَلَا تَقُولَنَّ لِشَايْءٍ إِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ﴿۲۳﴾ إِلَّآ أَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ز وَاذْكُرْ رَّبَّكَ إِذَا نَسِيتَ وَقُلْ عَسٰى أَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ لِأَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ﴿۲۴﴾ وَلَبِثُوا فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا ﴿۲۵﴾ قُلِ اللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوا ۚ لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ط أَبْصِرْ بِهٖ وَأَسْمِعْ ط مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ ز وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ أَحَدًا ﴿۲۶﴾

ع ۱۵

بعضے لوگ تو کہیں گے کہ وہ تین ہیں چوتھا ان کا کتا ہے اور بعضے کہیں گے کہ پانچ ہیں چھٹا ان کا کتا ہے اور یہ لوگ بے تحقیق بات کو ہانک رہے ہیں اور بعضے کہیں گے کہ وہ سات ہیں آٹھواں ان کا کتا ہے آپ کہہ دیجئے کہ میرا رب ان کا شمار خوب (صحیح صحیح) جانتا ہے ان کو بہت قلیل لوگ جانتے ہیں سو آپ ان کے بارے میں سرسری بحث نہ کیجئے اور ان کے بارے میں ان لوگوں میں سے کسی سے بھی نہ پوچھئے اور آپ کسی کام کی نسبت یوں نہ کہا کیجئے کہ میں اس کو کل کروں گا مگر خدا کے چاہنے کو ملا دیا کیجئے اور جب آپ بھول جاویں تو اپنے رب کا ذکر کیا کیجئے اور کہہ دیجئے کہ مجھ کو امید ہے کہ میرا رب مجھ کو (نبوت کی) دلیل بننے کے اعتبار سے اس سے بھی نزدیک تر بات بتلا دے اور وہ لوگ اپنے غار میں تین سو برس تک رہے اور نو برس اوپر اور رہے آپ کہہ دیجئے کہ خدا تعالیٰ ان کے رہنے کی مدت کو خوب جانتا ہے تمام آسمانوں اور زمین کا علم غیب اسی کو ہے وہ کیسا کچھ دیکھنے والا اور کیسا کچھ سننے والا ہے ان کا خدا کے سوا کوئی بھی مددگار نہیں اور نہ اللہ تعالیٰ کسی کو اپنے حکم میں شریک کرتا ہے۔

تفسیر: ربط: یہاں تک قصہ اصحاب کہف کا بقدر اقتضائے مقام ختم ہو چکا چونکہ اس قصہ میں ناقلین بعض بعض اجزاء میں اختلاف رکھتے تھے اس لئے اس کو سن کر اہل اختلاف کی جانب سے ان اختلافات کے اظہار کا محل تھا خصوص ان اجزاء میں جو اوپر اجمال و ابہام کے ساتھ مذکور ہوئے ہیں جیسے فِتْيَةٌ کہ مبہم ہے اس میں ان کا عدد مصرح نہیں اور جیسے سِنِينَ عَدَدًا کی اس میں عدد سِنِينَ کی تعیین نہیں اس لئے آگے بالخصوص ان دونوں اختلافوں سے تصریحاً تعرض کر کے ایک سے تو اول کلام میں منطوقاً سَيَقُولُونَ الخ اور دوسرے سے آخر میں مفہوماً وَلَبِثُوا (الی قولہ تعالی) قُلِ اللّٰهُ أَعْلَمُ الخ اور دوسرے[1] اختلافوں کو مقالیسہ پر چھوڑ کر ساتھ ساتھ اور درمیان درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان اختلافات کے وقت طرز مخاطبت کی نہیاً و امراً تعلیم فرماتے ہیں حاصل طرز مذکور کا یہ ہے کہ مجموعہ متکلم و مخاطب کی جانب میں تین تین امر ہیں۔ دعویٰ استہام اعتراض پس ان کے دعویٰ مخالف واقع کی اظہار غلطی کے لئے نقل صحیح قرآنی پیش کر کے قُلْ رَّبِّيْ أَعْلَمُ اور قُلِ اللّٰهُ أَعْلَمُ کہہ دینے کو کافی فرمایا اور ان کے استفہام کی نسبت جب کہ اس کا جواب وحی میں منقول نہ ہو اور قابل جواب بھی ہو اور اس بناء پر جواب کا وعدہ کر لیا جاوے لَا تَقُولَنَّ الخ میں اس دعویٰ کو مشیت الٰہی پر معلق کرنے کا بعنوان عام حکم فرمایا اور استفہام مذکور میں یہ قیود اس لئے لگائی گئیں کہ جس کا جواب وحی میں منقول ہو چکا ہو گا اس میں وعدۂ جواب کی جگہ خود جواب ہی آ چکا ہے اسی طرح جو قابل جواب نہ ہو اس میں بھی وعدۂ جواب نہ ہو گا اس لئے یہ دونوں صورتیں مبحث میں داخل نہیں اب رہا اعتراض جو محض عناداً ہو اس کے جواب میں زائد مشغول ہونے سے لَا تُمَارِ الخ میں منع فرمایا یہ تین امر تو مخالفین کی جانب سے ہوئے اب رہے یہی تینوں امر جو آپ کی طرف سے ہوں تو دعویٰ کے اثبات میں تو نقل صحیح جس کی صحت خود اس کے اعجاز سے ثابت ہے پیش کرنے کو اس سے زائد کاوش نہ کرنے کو ارشاد فرمایا چنانچہ لَا تُمَارِ الخ میں یہ بھی داخل ہے اور استفہام سے بوجہ اس کے غیر ضروری ہونے کے لَا تَسْتَفْتِ الخ میں ممانعت فرمائی اب رہا اعتراض سو لَا تُمَارِ الخ میں اس کی ممانعت بھی آ گئی یہ ہے حاصل آیات آئندہ کا مع وجہ ارتباط و وجہ تخصیص تعرض عدد و مدت لبث و عدم اجتماع فی الذکر یعنی ذکر عدد در اول و ذکر مدت لبث در آخر بغرض احاطۂ اختلافات مجموعہ کلام بقصد اظہار مقصودیت ذکر اختلاف و طرز عمل متعلق اختلاف و للہ الحمد علی ما افہمنی اسلوب ہذا المقام۔

تعلیم مکالمات در مخاصمات ☆ سَيَقُولُونَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ (الی قولہ تعالی) لَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ أَحَدًا (جس وقت اصحاب کہف کا قصہ بیان کریں گے تو) بعضے لوگ تو کہیں[1] گے کہ وہ تین[2] ہیں چوتھا ان کا کتا ہے اور بعضے کہیں[3] گے کہ وہ پانچ ہیں چھٹا اُن کا کتا ہے (اور) یہ لوگ بے تحقیق بات کو ہانک رہے ہیں اور بعضے کہیں گے کہ وہ سات ہیں اور آٹھواں ان کا کتا ہے آپ (ان اہل اختلاف سے) کہہ دیجئے کہ میرا رب ان کا شمار خوب (صحیح صحیح) جانتا ہے

(کہ آیا ان اقوال متعارضہ میں سے کوئی قول صحیح ہے یا سب غلط ہیں) ان (کے شمار) کو (صحیح صحیح) بہت قلیل لوگ جانتے ہیں (اور چونکہ کوئی فائدہ معتد بہا اس کی تعیین کے متعلق نہ تھا لہٰذا اس اختلاف کا کوئی صریح فیصلہ آیت میں نہیں فرمایا لیکن روایات میں حضرت ابن عباسؓ وابو مسعودؓ کا قول آیا ہے **انا من القلیل کانوا سبعة** یعنی میں ان ہی قلیل میں سے ہوں اور وہ سات تھے **کذا فی الدر المنثور عن ابی حاتم وغیرہ** اور آیت میں بھی اشارۃً اس کی صحت مفہوم ہوتی ہے کیونکہ اس اخیر قول کو نقل کر کے اس کو رد نہیں فرمایا **واللہ اعلم** سو (اگر اس پر بھی وہ لوگ اختلاف سے باز نہ آویں تو) آپ (ان لوگوں سے) ان (اصحاب کہف) کے (عدد[5] وغیرہ) کے بارے میں بجز سرسری بحث کے زیادہ بحث نہ کیجئے (سرسری بحث سے یہ مراد ہے کہ آپ وحی کے موافق ان کے روبرو قصہ بیان کر دیجئے اور زیادہ سوال و جواب نہ کیجئے اس کو اس لئے کہا کہ آخر تلاوت وحی سے اس کے معارض قول کی تغلیط تو ضرور ہی ہوگی بالخصوص رجم بالغیب اور قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ اور امثال اس کے سے مگر چونکہ اس میں بار بار رد و قدح نہیں ہے اس لئے یہ بحث سرسری قرار دی گئی اور اس نہی کے مضمون میں ان کے اعتراض کے جواب میں زیادہ مشغول ہونا اور اپنے دعوے کے اثبات میں زیادہ کاوش کرنا یا ان پر اعتراضات کرنا یہ سب آ گیا) اور (جس طرح زیادہ بحث کرنے سے ممانعت کی گئی ہے اسی طرح آپ کو ان سے کچھ پوچھنے[6] سے بھی ممانعت ہے پس) آپ ان (اصحاب کہف) کے بارے میں ان لوگوں میں سے کسی سے بھی کچھ نہ پوچھئے (کیونکہ وحی میں ضروری کی تعلیم ہو چکی اور غیر ضروری غیر ضروری ہے) اور (اگر یہ لوگ آپ سے کوئی بات قابل جواب دریافت کریں اور آپ جواب کا وعدہ کریں تو اس کے ساتھ ان شاء اللہ تعالیٰ یا اس کے ہم معنی[7] کوئی بات ضرور ملایا کریں بلکہ وعدۂ جواب کی کیا تخصیص ہے ہر امر میں اس کا لحاظ رکھئے پس) آپ کسی کام[8] کی نسبت یوں نہ کہا کیجئے کہ میں اس کو (مثلاً[9]) کل کر دوں گا مگر خدا کے چاہنے کو ملا دیا کیجئے (یعنی ان شاء اللہ تعالیٰ وغیرہ بھی ساتھ کہہ دیا کیجئے اور آئندہ ایسا نہ ہو جیسا اس کے قبل ہو گیا کہ آپ سے روح و اصحاب کہف و ذوالقرنین کا قصہ پوچھا گیا تو آپ نے وحی کے بھروسہ زبان سے ان شاء اللہ بے کہے وعدہ فرما لیا کہ کل جواب دے دوں گا چنانچہ پندرہ روز تک وحی نازل نہ ہوئی اور آپ کو بڑا غم ہوا اس کے بعد جواب کے ساتھ یہ حکم بھی نازل ہوا **کذا فی اللباب عن ابن عباس**) اور جب آپ (اتفاقاً ان شاء اللہ تعالیٰ کہنا) بھول جاویں (اور پھر کبھی یاد آوے) تو (اس وقت انشاء اللہ تعالیٰ کہہ کر) اپنے رب کا ذکر کر لیا کیجئے (یعنی جب یاد آوے کہہ لیا کیجئے اور یہ حکم افادۂ برکت کے اعتبار سے ہے جو کہ وعدوں میں مقصود ہے تعلیق و ابطال کے اثر کے اعتبار سے نہیں ہے جو کہ طلاق و عتاق و یمین وغیرہ میں مقصود ہے پس اس میں متصل کہنا ابطال اثر میں مفید ہوگا اور منفصل کہنا مفید نہ ہوگا) اور (ان لوگوں سے یہ بھی) کہہ دیجئے کہ (تم نے جو امتحان نبوت کے لئے اصحاب کہف کا قصہ مجھ سے پوچھا تھا جس کا جواب دینا میری نبوت کے دلائل میں سے ہے سو یہ نہ سمجھا[10] جاوے کہ میرے نزدیک اس سوال کا جواب دے دینا کوئی اعظم الدلائل اور سرمایۂ ناز و افتخار ہے جیسا تم نے اس قصہ کو عجیب تر سمجھ کر پوچھا ہے اور اس کے جواب کو اعظم دلائل سمجھتے ہو سو چونکہ یہ قصہ عجب الآیات نہیں جیسا تمہید قصہ میں بھی فرمایا گیا ہے: اَمْ حَسِبْتَ الخ اس لئے میرے نزدیک دلالۃ علی النبوۃ میں سب سے اعظم و اقرب نہیں ہے مطلب یہ کہ میری نبوت ایسا امر محقق ہے و متیقن ہے کہ اس پر استدلال کرنے کے لئے جس دلیل کو تم اعظم سمجھتے ہو میں اس سے بھی اعظم دلیلیں اس پر رکھتا ہوں چنانچہ ان میں سے بعض دلائل تو وقتاً فوقتاً تمہارے روبرو پیش کر چکا ہوں مثل اعجاز قرآن وغیرہ کے جو یقیناً اس سوال کے جواب سے دلالت علی المدعا میں فائق تر ہے کہ کوئی شخص کسی طریق سے اس پر قادر نہیں بخلاف جواب سوال کے کہ گو میرے اعتبار سے وہ معجز ہے لیکن عالم بالنقل بھی ایسے سوالات کا جواب دے سکتا ہے اور بعضے ایسے دلائل کی نسبت) مجھ کو امید ہے کہ میرا رب مجھ کو (نبوت کی) دلیل[11] بننے کے اعتبار سے اس (قصہ) سے بھی نزدیک تر بات بتلا دے (چنانچہ اصحاب کہف سے بھی زیادہ جن کا زمانہ قدیم تھا اور جن کے اخبار کا پتہ نہ چل سکتا تھا وہ وحی سے بتلائے گئے کہ وہ یقیناً اس قصہ کے جواب سے اخبار عن الغیب میں زیادہ عجیب و غریب ہیں) اور (جیسا ان لوگوں کا ان کے عدد میں اختلاف ہے اسی طرح مدت نوم میں بھی اختلاف ہے جس میں امر واقعی بتلاتے ہیں کہ) وہ لوگ اپنے (اس) غار میں (حالت خواب میں) تین سو برس تک رہے اور نو برس اوپر اور رہے (اور اگر اس کو سن کر بھی اختلاف کریں تو) آپ کہہ دیجئے کہ خدا تعالیٰ ان کے (غار میں) رہنے کی مدت کو[12] (تو تم سے) زیادہ جانتا ہے اس کی یہ شان ہے کہ) تمام آسمانوں اور زمین کا علم غیب اسی کو ہے وہ کیسا کچھ دیکھنے والا اور کیسا کچھ سننے والا ہے (پس ان کو چاہئے کہ ایسے صاحب علم محیط کے ساتھ دعویٰ علم بالمعلومات میں معارضہ نہ کریں ورنہ مستحق سزا ہوں گے اور سزا کے وقت) ان کا خدا کے سوا (جتنے ہیں ان میں سے) کوئی بھی مددگار نہیں (ہوگا جو اپنی رائے سے مدد کرے) اور نہ اللہ کسی کو اپنے حکم میں شریک (کیا) کرتا ہے (کہ شریک مشورہ بن کر کسی کے نفع رسانی کی رائے دے سکے۔ خلاصہ یہ کہ نہ کوئی مزاحم ہے نہ کوئی شریک ہے پس ایسے عالی شان سرکار کی مخالفت سے بہت حذر کرنا چاہئے)۔ **ف**: ان کے سات ہونے کے متعلق مدارک میں ایک اور لطیفہ بھی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ جب وہ سو کر اُٹھے ہیں اس قصہ میں ارشاد ہے قَالَ قَآئِلٌ ایک تو یہ ہوا آگے ہے: قَالُوْا لَبِثْنَا تین یہ ہوئے پھر آگے ہے قَالُوْا رَبُّكُمْ تین یہ ہوئے اور ظاہراً سب قائل متغائر معلوم ہوتے ہیں اور جمع کے درجہ اقل سے زائد ہونا محتاج دلیل ہے اور اصل انتفاء ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ لطیفہ مؤید دلیل بن سکتا ہے مستقل دلیل نہیں بن سکتا جیسا کہ ظاہر ہے اور

ان شاء اللہ کہنے کے متعلق مسائل مفصلاً کتب فقہ میں مذکور ہیں حاصل اس مقام کا اتنا ہے کہ آیت میں تفویض کے طور پر ان شاء اللہ تعالیٰ کہنے کا بیان ہے سو فصل مدت اس میں مانع نہیں اور تاثیر فی الحکم کے طور پر کہنے کا بیان نہیں ہے جس میں فصل مانع ہے اور ظاہراً یہ ان شاء اللہ تعالیٰ زبان سے کہنا مستحب ہے لیکن خواص کی پھر اخص الخواص صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ارفع ہوتی ہے اس لئے ترک مستحب پر بھی وحی میں دیر ہوگئی اور لَبِثُوْا الخ سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ نے ان کی مدت لبث کی خبر دی ہے اور بعض نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ مقصود اس سے بھی مثل سَیَقُوْلُوْنَ الخ کے دوسرے لوگوں کا قول نقل کرنا اور قل اللہ اعلم سے اس کا رد کرنا ہے اور یَقُوْلُوْنَ یہاں مقدر ہے یا اوپر کے مقولات عطف پر ہے لیکن اس قول کی کوئی دلیل نہیں اور اگر قُلِ اللّٰہُ اَعْلَمُ کو دلیل کہا جاوے جیسا کہ اس روایت میں اسی سے استدلال منقول ہے تو لازم آتا ہے کہ اوپر جو قُلْ رَّبِّیْٓ اَعْلَمُ کہا گیا ہے اس سے بھی سب اقوال کا رد کرنا مقصود ہو حالانکہ خود ابن عباسؓ سے تیسرے قول کا صحیح ہونا اثنائے ترجمہ میں نقل کیا گیا ہے پس ظاہراً یہ روایت اور یہ استدلال ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ثابت نہیں اور ظاہر سیاق سے وہی ہے جو اوپر نقل کیا گیا اور اللہ اعلم کی تقریر خود ترجمہ سے ظاہر ہے رہا یہ کہ اس تقدیر پر اللہ تعالیٰ نے عدد کی تعیین تو اشارۃً فرمائی اور مدت لبث کی تعیین صراحۃً فرمائی اس کی کیا وجہ ہے تو عجب نہیں کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ یہ واقعہ نوم طویل کا بوجہ نمونہ بعث ہونے کے قدرت الٰہیہ اور امکان بعث پر زیادہ دال ہے بخلاف ان کے سبعہ ہونے کے اور اہل مکہ کو اس مضمون کی زیادہ ضرورت تھی اس لئے اس کی تصریح کردی گئی واللہ اعلم اور اگر ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس روایت مذکورہ کو خدشات سے صاف مان لیا جاوے جس سے وَلَبِثُوْا الخ میں لوگوں کے قول کی نقل معلوم ہوتی ہے تب بھی اس کا مدلول اس قدر ہوگا کہ اس عدد خاص یعنی تین سو نو میں کلام ہے لیکن شروع قصہ میں سِنِیْنَ عَدَدًا سے تصریحاً سالہا سال تک سونا معلوم ہوتا ہے [۳] پس بعض معاصرین منکرین خوارق کا اس روایت سے سالہا سال تک سونے کی نفی پر استدلال کرنا محض لغو ہے اور سِنِیْنَ والی آیت میں تحریف معنوی کرنا اس سے زیادہ منکر اور اقبح ہے رہا یہ کہ مختصر الفاظ کیوں نہ کہہ دیئے ثَلٰثَ مِائَۃٍ وَتِسْعَ سِنِیْنَ میرے نزدیک وجہ یہ ہے کہ اس عبارت میں لفظ سِنِیْنَ ثَلٰثَ مِائَۃٍ سے دور ہو جاتا تو جیسے تین سو سال کے معنی پر اب صریح دلالت ہے اس وقت نہ ہوتی اور یہ دلالت بسبب تنبیہ کفار کے قدرت الٰہیہ پر فی نفسہٖ مقصود ہے اور اگر دونوں جگہ سِنِیْنَ آتا تو تطویل ہوتی اور اگر کوئی کہے کہ اب تسع کی دلالت نو سال کے معنی پر صریحۃً دلالت نہ رہی گو قرینہ مقام دال ہے جواب یہ ہے کہ مقصود مذکور میں مضر نہیں دوسرے تسع بہت چھوٹی کسر ہے بہت بڑے عدد پر اس لئے وَازْدَادُوْا کے لفظ سے اس کی زیادہ اور علاوہ یعنی کسر ہونے پر صراحۃً دلالت فرمادی گئی واللہ اعلم اور تین سوالوں میں سے دو میں وَیَسْئَلُوْنَکَ لانا اور اس قصہ میں نہ لانا شاید اس وجہ سے ہو کہ امر روح باعتبار خفائے ماہیت کے اور امر ذی القرنین بوجہ بعد زمان کے سوال کے قابل تھے بخلاف اس قصہ کے کہ دونوں امر اس میں نہیں ہیں عالم جس میں واقع ہونے سے عدم خفا تو ظاہر ہے اور عدم بعد زمان کا بیان ابھی آتا ہے اس لئے یسئلون کا نہ لانا اشارہ اس طرف ہو گیا کہ یہ سوال ہی کے قبل زیادہ نہ تھا پس یسئلون کا نہ لانا اسی نفی عجب مزعوم اہل کتاب کو مفید ہے جس کو آیت اَمْ حَسِبْتَ اور آیت قُلْ عَسٰٓی الخ مفید ہے اب چار امر اس قصہ کے متعلق اور رہ گئے ایک یہ کہ مذہب عیسوی محرف ہو چکا تھا پھر اصحاب کہف کے قبول کے لئے وہ کیسے کافی ہوا۔ جواب یہ ہے کہ ممکن ہے بعض بعض علماء کے پاس اس وقت مذہب محفوظ ہو۔ دوسرے یہ کہ ان کا زمانہ کونسا تھا تفسیر حقانی میں تاریخ سے نقل کیا ہے کہ سنہ اڑھائی سو عیسوی میں وہ ظالم بادشاہ تھا اور تین سو سال سونے کے ملائے جاویں تو ساڑھے پانسو عیسوی ہوتے ہیں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تخمیناً ۵۷۰ عیسوی میں پیدا ہوئے ہیں تو اس حساب سے ان کی بیداری آپ کی ولادت شریفہ سے بیس برس پہلے ہوئی تیسری بات یہ کہ یہ اب مرگئے ہیں یا ہیں ظاہر کثیر روایت سے یہی ہے کہ اسی زمانہ کے قریب انتقال کر گئے تھے واللہ اعلم فقط چوتھا امر یہ کہ ان کا مقام کون سا تھا سو تفسیر حقانی میں اس کا نام افسوس اور طرسوس ایشیاء کو چک کا ایک شہر لکھا ہے جو اب بشکل ویران قصبہ کے حضرت سلطان کی حکومت میں ہے اور آبادی سے تین کوس وہ غار کئی میل کا ہے فقط۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ الخ اس میں ارشاد ہے خالص تجرید و تفرید کا ۱۲ قولہ تعالیٰ: وَاذْکُرْ رَّبَّکَ اِذَا نَسِیْتَ اس میں مطلوبیت ذکر کی ظاہر ہے قولہ تعالیٰ: اَبْصِرْ بِہٖ وَاَسْمِعْ یعنی وہ کیسا کامل بصیر و سمیع ہے اور یہ کمال کامل اس لئے ہے کہ اس کی صفات عین ذات ہیں (اس سے زیادہ کامل درجہ تعلق کا ہو نہیں سکتا) قولہ تعالیٰ: مَا لَھُمْ مِّنْ دُوْنِہٖ مِنْ وَّلِیٍّ الخ وجہ دوسرے کے ولی (ومختار کامل) نہ ہونے کی یہ ہے کہ اس کے سوا کسی کی (حقیقۃً) فاعلیت نہیں ہے ۱۲۔

الحواشی: (۱) قولہ اور دوسرے اختلافوں کو الخ یہ معطوف ہے تعرض کرکے پر ۱۲ منہ (۲) فتقدیر الکلام الا بان یشاء اللہ ۱۲ منہ۔ (۳) حاصل یہ کہ اگر تین سو نو سال کا عدد خاص ثابت نہ بھی ہو تو سنین عددًا بھی سالہا سال کی مدت پر دلالت کرنے کے لئے بالکل کافی ہے پس منکرین خوارق کو اس سے کوئی گنجائش نہیں مل سکتی ۱۲ منہ۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قولہ فی سیقولون کہیں گے کما فی الروح انہ اخبار قبل الوقوع ۱۲ ۲ قولہ فی ثلثۃ وہ اشارۃ الی انہ خبر المبتدأ مقدر ۱۲ ۳ قولہ فی ویقولون کہیں گے اشارۃ الی اعتبار السنین فیہ ایضا بقرینۃ العطف ۱۲ ۴ قولہ فی ما یعلمھم ان کے شمار اشارۃ الی

حذف المضاف ای عددهم ۱۲ـ ۵ قوله فی لا تمار فیهم عدد وغیرہ فیه زیادة لفظ غیره نظرا الی ما فی التمهید من قوله مقا بسرير الخ ـ ۶ قوله فی لا تستفت کچھ دل علیه اطلاق الاستفتاء ۱۲ـ ۷ قوله فی الا ان یشاء الله اس کے ہم معنی کقوله تعالٰی عسی ان یهدین فانه ایضا جاء وتفویض الی الله تعالٰی فسبحان الله ما احسن الارشاد حیث ارشد اولا الی الکلی ثم ارشد قریباً الی جزئیه ۱۲ـ ۸ قوله فی لشائی کام لان الشیٔ وان کان عاما للعمل وغیره لکن خصصه بمعنی العمل وقوع لفظ ذلك الذی ارید به الشیٔ معمولا للفظ فاعل فی قوله تعالٰی انی فاعل ذلك فکان الشیٔ لا محالة عملا مفعولا ۱۲ـ ۹ قوله فی غدا مثلاً اشارة الی ان المراد الزمان المستقبل والتعبیر بالغد لوقوعه فی کلامه صلی الله علیه وسلم اخبرکم غدا کما فی اللباب ۱۲ـ ۱۰ قوله فی قل عسی یہ نہ سمجھا جاوے الخ کما فی الروح ان فیه تهویناً للقصة ای کما کان فی ما سبق من قوله ام حسبت ۱۲ـ ۱۱ قوله فی رشدا دلیل بنے کما فی الروح ارشادًا للناس ودلالة علی النبوة ۱۲ـ ۱۲ قوله فی ما لبثوا مدت اشارة الی ان ما موصولة یراد به المدة والعائد محذوف ۱۲ـ

النحو: قوله رجمًا حال بمعنی راجمین ۱۲ قوله الا ان یشاء الله مصدر معمول[۲] للباء تقدیره لا تقولن فی حال الا فی حال ملابسته القول بمشیة الله تعالٰی بان تذکر ای بالملابسته الذکریة ولاغبار علی هذا المعنی ۱۲ قوله ثلثمائة سنین قال النیسابوری قال النحویون سنین عطف بیان لثلثمائة ۱۲ قوله از دادوا ضمیره راجع الی اصحاب الکهف ای از دادوا مدة النوم وهو یتعدی الی واحد ۱۲ـ

البلاغة: قوله رابعهم قد یراد فی مثل هذه الترکیب تشریف المضاف کما ههنا انه کان کانه واحد منهم وقدیراد تشریف المضاف الیه کما فی قوله علیه السلام الله ثالثهما کما هو ظاهر وقد لا ولا کقوله تعالٰی ما یکون من نجوی ثلثة الا هو رابعهم الخ قوله رجما بالغیب ای راجمین بالخبر الذی خفی علیه علمه ویراده بالرجم التکلم من غیر علمه لانه مشابه برجم الحجارة قلما تصیب المرجوم علی السداد ۱۲ قوله وثامنهم هذه الواو للصوق الصفة بالموصوف لان الملصوق یناسب الجمع الموضوعة له الواو ۱۲ـ

وَاتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۷﴾ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَیْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِیْدُ زِیْنَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۖ فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَكْفُرْ ۙ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۚ وَاِنْ یَّسْتَغِیْثُوْا یُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ یَشْوِی الْوُجُوْهَ ۚ بِئْسَ الشَّرَابُ ۚ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۲۹﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ﴿۳۰﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّیَلْبَسُوْنَ ثِیَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِـِٕیْنَ فِیْهَا عَلَی الْاَرَآئِكِ ۚ نِعْمَ الثَّوَابُ ۚ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۳۱﴾

ع ۹ ۱۶

اور آپ کے پاس جو آپ کے رب کی کتاب وحی کے ذریعے سے آئی ہے وہ پڑھ دیا کیجئے اس کی باتوں کو (یعنی وعدوں) کو کوئی نہیں بدل سکتا اور آپ خدا کے سوا اور کوئی جائے پناہ نہ پائیں گے اور آپ اپنے کو ان لوگوں کے ساتھ مقید رکھا کیجئے جو صبح و شام (یعنی علی الدوام) اپنے رب کی عبادت محض اس کی رضا جوئی کے لئے کرتے ہیں اور دنیاوی زندگانی کی رونق کے خیال سے آپ کی آنکھیں (یعنی توجہات) ان سے ہٹنے نہ پائیں اور ایسے شخص کا کہنا نہ مانئے جس کے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہو اور وہ اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہو اور اس کا یہ حال حد سے گذر گیا ہے اور کہہ دیجئے کہ یہ دین حق تمہارے رب کی طرف سے آیا ہے سو جس کا جی چاہے ایمان لے آوے اور جس کا جی چاہے کافر رہے بیشک ہم نے ایسے ظالموں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے کہ اس آگ کی قناتیں ان کو گھیرے ہوں گی اور اگر (پیاس سے) فریاد کریں (بھی) تو ایسے پانی سے ان کی فریاد رسی کی جاوے گی جو تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا (اور) مونہوں کو بھون ڈالے گا کیا ہی برا پانی ہوگا اور وہ دوزخ بھی کیا ہی بری جگہ ہے۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے تو ہم ایسوں کا اجر ضائع نہ کریں گے جو اچھی طرح کام کو کرے (پس) ایسے لوگوں کے لئے ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں ان کے (مساکن کے) نیچے نہریں بہتی ہوں گی ان کو وہاں سونے کے کنگن پہنائے جاویں گے اور (بہشت) کیا ہی اچھی جگہ ہے۔

تفسیر ربط: اوپر سے رسالت کی بحث چلی آتی ہے اور اسی کی تقریر کے لئے قصہ اصحاب کہف کا بیان کیا گیا ہے آگے بھی منصب رسالت کے حقوق و آداب مذکور ہیں جس کا حاصل استغناء کے ساتھ تبلیغ کرنا اور مصدقین کو باوجود ان کی شکستہ بالی کے مکذبین پر باوجود ان کی خوشحالی کے ترجیح دینا ہے۔

شانِ نزول: چنانچہ شانِ نزول بھی اس کا یہی ہے کہ بعض رؤسائے مشرکین نے آپ سے درخواست کی تھی کہ ہمارے آنے کے وقت ان فقراء غرباء کو ہٹا دیا کیجئے جس کی تفصیل پارۂ ہفتم کے نصف کے ذرا بعد آیت: وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ ...... وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ ...... [الأنعام ۵۰۔۵۱] کی تفسیر میں گذر چکی ہے۔

بعض آدابِ تبلیغ ☆ وَاتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ (الی قوله تعالى) وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۳۱﴾ اور (آپ کا کام صرف اس قدر ہے کہ) آپ کے پاس جو آپ کے رب کی کتاب وحی کے ذریعہ سے آئی ہے وہ (لوگوں کے سامنے) پڑھ دیا کیجئے (اس سے زیادہ فکر نہ کیا کیجئے اور نہ یہ سوچئے کہ بڑے لوگ اگر مخالف رہے اور ان کی دلجوئی نہ کی گئی تو دین کی کس طرح ترقی ہوگی اس کی ترقی کا تو ہم وعدہ کر چکے ہیں اور) اس کی باتوں کو (یعنی وعدوں کو) کوئی بدل نہیں سکتا (یعنی مخالفین کو یہ قدرت نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ وعدہ پورا کرنے لگیں اور وہ اس کو پورا نہ ہونے دیں اور حق تعالیٰ گو تبدیل پر قادر ہیں مگر دوسرے دلائل سے معلوم ہے کہ وہ تبدیل واقع نہ کریں گے پھر کسی کی مخالفت سے کیا ضرر) اور (اگر ان کی ایسی دلجوئی کی کہ احکام الٰہیہ متروک ہو گئے تو پھر) آپ خدا کے سوا اور کوئی پناہ (بھی) نہ پاویں گے (اور گو اس کا وقوع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بدلائل شرعیہ محال ہے لیکن مقصود اس سے اس فعل کے اثر بیان کرنے میں مبالغہ ہے) اور (جیسا ان رؤساء کفار سے استغناء کا حکم ہے اسی طرح فقراء مسلمین کے حال پر مزید التفات و توجہ کا آپ کو حکم ہے پس) آپ اپنے کو ان لوگوں کے ساتھ (بیٹھنے میں) مقید رکھا کیجئے جو صبح و شام (یعنی علی الدوام) اپنے رب کی عبادت محض اس کی رضا جوئی کے لئے کرتے ہیں (اور ان کی کوئی دنیوی غرض نہیں ہے) اور دنیوی زندگانی کی رونق کے خیال سے آپ کی آنکھیں (یعنی توجہات) ان سے ہٹنے نہ پاویں (خیال رونق سے مراد یہ کہ رئیس مسلمان ہو جاویں تو اسلام میں زیادہ جمال و کمال ہوگا پس اس میں بتلا دیا کہ اس ظاہری سامان سے اسلام کا جمال و کمال نہیں ہے بلکہ اس کا مدار اخلاص و اطاعت کاملہ ہے گو فقراء ہی سے ہو) اور ایسے شخص کا کہنا (دربارہ غرباء کے ہٹا دینے کے) نہ مانئے جس کے قلب کو ہم نے (اس کی سزائے عناد میں) اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے (کہ دین حق کو قبول نہیں کرتا) اور وہ اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہے اور اس کا (یہ) حال (یعنی اتباع ہوا) حد سے گذر گیا ہے اور آپ (ان رؤساء کفار سے صاف) کہہ دیجئے کہ (یہ دین) حق تمہارے رب کی طرف سے (آیا) ہے سو جس کا جی چاہے ایمان لے آوے جس کا جی چاہے کافر رہے (ہمارا کوئی نفع و نقصان نہیں بلکہ ایمان نہ لانے سے اپنا ہی ضرر اور ایمان لانے سے اپنا ہی نفع ہے چنانچہ آگے اللہ تعالیٰ نے اس کو علی الترتیب بیان فرمایا ہے کہ ایمان نہ لانے کا تو یہ ضرر ہے کہ) بیشک ہم نے ایسے ظالموں کے لئے (دوزخ) آگ (سزا کے لئے) تیار کر رکھی ہے کہ اس آگ کی قناتیں ان کو گھیرے ہوں گی (یعنی وہ قناتیں بھی آگ ہی ہیں جیسا حدیث میں ہے ورنہ اس میں سے نکل نہ سکیں گے) اور اگر (پیاس سے) فریاد کریں گے تو ایسے پانی سے ان کی فریاد رسی کی جاوے گی جو (کراہت صورت میں تو) تیل کی تلچھٹ (یعنی کیٹ) کی طرح ہوگا (اور تیز اور گرم اس قدر ہوگا کہ پاس لاتے ہی) مونہوں کو بھون ڈالے گا (حتیٰ کہ چہرے کی کھال اتر کر گر پڑے گی جیسا حدیث میں ہے) کیا ہی برا پانی ہوگا اور وہ دوزخ (بھی) کیا ہی بری جگہ ہوگی (یہ تو ایمان نہ لانے کا ضرر ہوا اور ایمان لانے کا نفع یہ ہے کہ) بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے تو ہم ایسوں کا اجر ضائع نہ کریں گے جو اچھی طرح کام کو کرے (پس) ایسے لوگوں کے لئے ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں ان کے (مساکن کے) نیچے نہریں بہتی ہوں گی ان کو وہاں سونے کے کنگن پہنائے جاویں گے اور سبز رنگ کے کپڑے باریک اور دبیز ریشم کے پہنیں گے (اور) وہاں مسہریوں میں تکئے لگائے بیٹھے ہوں گے کیا ہی اچھا صلہ ہے اور (بہشت) کیا ہی اچھی جگہ ہے۔ **ف**: وَاصْبِرْ نَفْسَكَ الخ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جب تک یہ لوگ نہ اُٹھیں گے آپ بیٹھے رہا کیجئے بلکہ مطلب یہ ہے کہ بدستور سابق ان کو اپنی طول مجالست سے مشرف رکھئے طول کو مقید ہونا فرما دیا چنانچہ درمنثور میں اس کی تفسیر میں ابراہیم کا قول **لا تطردهم عن الذكر** اور ابی جعفر کا قول **امر ان يصبر نفسه مع اصحابه يعلمهم القران** منقول ہے اور بعضوں کو وسوسہ ہوا ہے کہ ان رؤسا نے وعدہ کیا تھا کہ اگر ہماری مجلس خاص بن جاوے تو ہم مسلمان ہو جاویں تو یہ درخواست تو منظوری کے قابل تھی جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ یہ ایمان نہ لاویں گے دوسرے اگر کوئی کافر کسی امر مباح پر اپنا ایمان معلق کرے تو وہ واجب نہیں ہو جاتا چہ جائیکہ امر مکروہ پر مثلاً اگر کوئی کافر کہے کہ مجھ کو ہزار روپیہ دو تو میں مسلمان ہو جاؤں کسی مسلمان پر اس درخواست کا پورا کرنا واجب نہیں اور **يحلون فيها** میں بعض کو وسوسہ ہوا ہے کہ مردوں کے ہاتھ میں تو کنگن برے معلوم ہوں گے جواب یہ ہے کہ یہاں بھی جس جگہ اس کا عرف ہے برے نہیں سمجھے جاتے البتہ نہی شرعی مانع ہے سو وہ وہاں نہیں ہوگی اور یہ جو فرمایا کہ سبز لباس ہوگا اس سے حصر مقصود نہیں کیونکہ آیات میں مصرح ہے کہ جس چیز کو جی چاہے گا وہ ملے گی اور یہاں سُنْدُسٍ اور اِسْتَبْرَقٍ کو مطلق فرمایا مگر سورۂ رحمٰن میں ارشاد ہے: بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ [الرحمن: ۵۴] یعنی استر دبیز ریشمی کپڑے کا ہوگا اس سے اشارۃً مفہوم ہو سکتا ہے کہ ظہائر یعنی ابرہ سندس یعنی باریک ریشمی کپڑے ہوگا جیسا دنیا میں بھی اکثر ایسی ہی عادت ہے۔ واللہ اعلم

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ الخ اس آیت میں حکم ہے ان فقراء کی صحبت کا جو اپنے مولیٰ کی خدمت کے لئے انقطاع اختیار کر چکے ہیں اور گو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جوان سے صحبت رکھتے تھے اس صحبت کا فائدہ ان فقراء کو پہنچتا تھا مگر دوسرے اس صحبت سے خود مستفید ہوں گے کیونکہ یہ فقراء ایسی قوم ہے کہ ان کا جلیس محروم نہیں رہتا قولہ تعالیٰ: وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ اس میں پیروں کا حکم ہے کہ طالبین پر توجہ رکھیں اور ان سے اکتائیں نہیں قولہ تعالیٰ: تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا اس میں مذمت ہے اغنیاء کی طرف میل اور تواضع کرنے کی جس کا سبب ان کا غناء ہو ۱۲ قولہ تعالیٰ: وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا الخ اس میں محجوبین غافلین کی اطاعت سے منع کیا گیا ہے اور اسی اطاعت میں تواضع بھی داخل ہے کیونکہ وہ حالاً اس کا طالب ہے گو مقالاً ظاہر نہیں کرتا ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قولہ فی التمهيد شانِ نزول كما فی الدر المنثور قال جاء ت المؤلفة قلوبهم الى قوله فانزل الله واتل ما اوحى الخ وفيه فی قوله ولا تطع نزلت فی امية بن خلف اه قلت والآية على بعض الروايات مدنية كما فی الروح من قوله وعليه تكون الآيات مستثناة من حكم السورة ای الحكم بكونها مكية۱۲۔ ۲ قوله فی يريدون دنیوی غرض نہیں اشارة الى ان المقصود ليس نفی طلب الجنة فانها من آثار وجه الله۱۲۔ ۳ قوله فی سرادقها حدیث میں ہے اورده فی الروح عن احمد وتاريخ البخاری۱۲۔ ۴ قوله فی يشوی الوجوه حدیث میں ہے رواه الترمذی۱۲۔ ۵ قوله فی فيها وہاں ہو ترجمة بالحاصل ۱۲۔

اللغات: قوله متحدا ملجأ قوله لا تعد لا تتجاوز قوله فرطا۔ افراطاً۱۲۔ قوله السرادق معرب سراپردہ وقيل سراطاق وقيل سرادر ما احاطه بموضع من حاط او مضروب او خباء۱۲ قوله المهل فسر فی الحديث بعكر الزيت وايضا ذكره فی القاموس۱۲ قوله المرتفق فی الروح المقرو المجلس آه وقيل مجلس الراحة خاصة فعليه يكون فيه المشاكلة او التهكم۱۲ قوله العدن القامة۱۲ قوله اساور جمع اسورة جمع سوار قوله سندس واستبرق معربان مارق من ديباج وغلظ۱۲۔

النحو: تريد حال فلا اشكال قوله من اساور من ذهب الاولى ابتدائية والثانية بيانية۱۲۔

البلاغۃ: قوله يريدون وجهه ای رضاه قال السهيلی ان الوجه اذا اضيف اليه تعالیٰ يراد به الرضا والطاعة المرضية مجازا لان من رضی على شخص يقبل عليه ومن غضب يعرض عنه كذا فی الروح۱۲ قوله يحلون مبنيا للمفعول ويلبسون مبنيا للفاعل اشعاراً بانهم لا يتعاطون التحلية بانفسهم وانما يفعله الخدم وكذلك سائر الملوك فی الدنيا يلبسهم التيجان ونحوها خدمهم واسند البس اليهم لان الانسان يتعاطى ذلك نفسه خصوصًا اذا كان فيه سترة العورة كذا فی الروح۱۲۔

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ أَعْنَابٍ وَحَفَفْنَاهُمَا بِنَخْلٍ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ﴿٣٢﴾ كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ آتَتْ أُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِم مِّنْهُ شَيْئًا ۚ وَفَجَّرْنَا خِلَالَهُمَا نَهَرًا ﴿٣٣﴾ وَكَانَ لَهُ ثَمَرٌ فَقَالَ لِصَاحِبِهِ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَنَا أَكْثَرُ مِنكَ مَالًا وَأَعَزُّ نَفَرًا ﴿٣٤﴾ وَدَخَلَ جَنَّتَهُ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ قَالَ مَا أَظُنُّ أَن تَبِيدَ هَٰذِهِ أَبَدًا ﴿٣٥﴾ وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً وَلَئِن رُّدِدتُّ إِلَىٰ رَبِّي لَأَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنقَلَبًا ﴿٣٦﴾ قَالَ لَهُ صَاحِبُهُ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَكَفَرْتَ بِالَّذِي خَلَقَكَ مِن تُرَابٍ ثُمَّ مِن نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوَّاكَ رَجُلًا ﴿٣٧﴾ لَّٰكِنَّا هُوَ اللَّهُ رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِرَبِّي أَحَدًا ﴿٣٨﴾ وَلَوْلَا إِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ ۚ إِن تَرَنِ أَنَا أَقَلَّ مِنكَ مَالًا وَوَلَدًا ﴿٣٩﴾ فَعَسَىٰ رَبِّي أَن يُؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّن جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَاءِ فَتُصْبِحَ صَعِيدًا زَلَقًا ﴿٤٠﴾ أَوْ يُصْبِحَ مَاؤُهَا غَوْرًا فَلَن تَسْتَطِيعَ لَهُ طَلَبًا ﴿٤١﴾ وَأُحِيطَ بِثَمَرِهِ فَأَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلَىٰ مَا أَنفَقَ فِيهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا وَيَقُولُ يَا لَيْتَنِي لَمْ أُشْرِكْ بِرَبِّي أَحَدًا ﴿٤٢﴾

وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا ۝ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ۭ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا ۝

ع ۵ ۱۳ ۱۷

اور آپ ان لوگوں سے دو شخصوں کا حال بیان کیجئے ان دو شخصوں میں سے ایک کو ہم نے دو باغ انگور کے دے رکھے تھے اور ان دونوں (باغوں) کے گرد درختوں سے احاطہ بنا رکھا تھا اور ان دونوں کے درمیان میں کھیتی بھی لگا رکھی (اور) دونوں باغ اپنا پورا پھل دیتے تھے اور کسی کے پھل میں ذرا بھی کمی نہ رہتی تھی اور ان دونوں کے درمیان میں نہر چلا رکھی تھی اور اس شخص کے پاس اور بھی تمول کا سامان تھا سو (ایک بار) اپنے اس (دوسرے) ساتھی ملاقاتی سے ادھر ادھر کی باتیں کرتے کرتے کہنے لگا کہ میں تجھ سے مال میں بھی زیادہ ہوں اور مجمع بھی میرا زبردست ہے اور اپنے اوپر جرم (کفر) قائم کرتا ہوا اپنے باغ میں پہنچا (اور) کہنے لگا کہ میرا تو خیال نہیں کہ یہ باغ (میری مدت حیات میں) کبھی بھی برباد ہو اور میں قیامت کے دن کو نہیں خیال کرتا کہ آوے گی اور اگر میں اپنے رب کے پاس پہنچایا گیا تو ضرور اس باغ سے بہت زیادہ اچھی جگہ مجھ کو ملے گی۔ اس سے اس کے ملاقاتی نے (جو کہ غریب اور دیندار تھا) جواب کے طور کہا کہ کیا تو اس ذات (پاک) کے ساتھ کفر کرتا ہے جس نے تجھ کو (اول) مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر تجھ کو صحیح وسالم آدمی بنایا لیکن میں تو یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ میرا رب (حقیقی) ہے اور میں اس کے ساتھ شریک نہیں ٹھہراتا اور تو جس وقت اپنے باغ میں پہنچا تھا تو تو نے یوں کیوں نہ کہا کہ جو اللہ کو منظور ہوتا ہے وہی ہوتا ہے اور بدوں خدا کی مدد کے (کسی میں) کوئی قوت نہیں اگر تو مجھ کو مال اور اولاد میں کمتر دیکھتا ہے تو مجھ کو وہ وقت نزدیک معلوم ہوتا ہے کہ میرا رب مجھ کو تیرے باغ سے اچھا باغ دے دے اور اس (تیرے باغ) پر کوئی تقدیری آفت آسمان سے بھیج دے جس سے وہ باغ دفعتہً ایک صاف میدان ہو کر رہ جائے یا اس سے اس کا پانی بالکل اندر (زمین میں) اتر کر خشک ہو جائے پھر تو اس کی کوشش بھی نہ کر سکے اور اس شخص کے سامان تمول کو آفت نے آ گھیرا پھر اس نے جو کچھ اس باغ پر خرچ کیا تھا اس پر ہاتھ ملتا رہ گیا اور وہ اپنی ٹٹیوں پر گرا ہوا پڑا تھا اور کہنے لگا کیا خوب ہوتا کہ میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا اور اس کے پاس کوئی ایسا مجمع نہ ہوا کہ خدا کے سوا اس کی مدد کرتا اور نہ وہ خود ہم سے بدلہ لے سکا ایسے موقعہ پر مدد کرنا اللہ برحق ہی کا کام ہے اسی کا ثواب سب سے اچھا اور اسی کا نتیجہ سب سے اچھا ہے۔ ۞

تفسیر ربط: اوپر بیان آداب تبلیغ کے ضمن میں کفار کی اس درخواست کا کہ ہمارے آنے کے وقت فقراء مسلمین کو ہٹا دیا جاوے رد تھا آگے تذلیل مال و تفضیل ایمان واعمال کے بیان سے ایک قصہ کے پیرایہ میں اس درخواست کے مبنیٰ اور منشاء کا کہ اموال دنیا پر افتخار اور استکبار اور بوجہ ناداری کے غرباء مسلمین کا استحقار واستصغار ہے ہدم فرماتے ہیں اور یہ قصہ قرآن میں بہت مجمل آیا ہے جس میں اہل قصہ کا نام ونشان نہیں بتلایا اسی لئے بعض نے اس کو فرضی قصہ کہا ہے لیکن درمنثور میں ابی عمرو شیبانی کا قول تعیین نہر مذکور فی القصہ کے بارے میں منقول ہے کہ یہ نہر شہر رملہ سے ملک شام کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصہ واقعی ہے اور چونکہ اصل مقصود تفصیل پر موقوف نہ تھا اس لئے اجمال مضر مقصود نہیں واللہ اعلم اور جیسا اس قصہ سے کفار کی تغلیط ہوگئی اسی طرح مؤمنین کی تسکین اور تسلی بھی ہوگئی کہ ناداری کا غم نہ کریں اور حصول دولت عقبیٰ پر شکر کریں۔ فقط

قصہ دربیان تذلیل مال وتفضیل اعمال ☆ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ (الی قولہ تعالی) هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا ۝ اور آپ (دنیا کی بے ثباتی اور عقبیٰ کی ثبات ظاہر کرنے کے لئے) ان لوگوں سے دو شخصوں کا حال (جن میں باہم ملاقات یا قرابت کا تعلق تھا) بیان کیجئے (تاکہ کفار کا زعم باطل ہو جاوے اور مسلمانوں کو تسلی حاصل ہو جاوے سو) ان دو شخصوں میں سے ایک کو (جو کہ بددین تھا) ہم نے دو باغ انگور کے دے رکھے تھے اور ان دونوں (باغوں) کا کھجور کے درختوں سے احاطہ بنا رکھا تھا (یعنی باڑ کھجور کے درختوں کی تھی) اور ان دونوں (باغوں) کے درمیان کھیتی بھی لگا رکھی تھی (اور) دونوں باغ اپنا پورا پھل دیتے تھے اور کسی کے پھل میں ذرا بھی کمی نہ رہتی تھی (بخلاف اکثر باغوں کے کہ کبھی کسی درخت میں اور کسی سال پورے باغ میں پھل کم آتا ہے) اور ان دونوں (باغوں) کے درمیان میں نہر چلا رکھی تھی اور اس شخص کے پاس اور بھی تمول کا سامان[1] تھا سو (ایک بار) اپنے اس (دوسرے) ملاقاتی سے ادھر اُدھر کی باتیں کرتے کرتے کہنے لگا کہ میں تجھ سے مال میں بھی زیادہ ہوں اور مجمع بھی میرا زبردست ہے (یعنی تو جو میرے طریقہ کو باطل اور عنداللہ ناپسندیدہ بتلایا کرتا ہے اور اپنے طریقہ کو حق اور عنداللہ پسندیدہ کہتا ہے سو ثمرہ دونوں کا دیکھ لے اگر تیرا دعویٰ صحیح ہوتا تو حالت بالعکس ہوتی کیونکہ دشمن کو کوئی نہیں نوازتا اور دوست کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتا) اور وہ (اتفاق سے اپنے ملاقاتی[2] سے لے کر) اپنے اوپر جرم (کفر) قائم کرتا ہوا اپنے باغ میں پہنچا (اور) کہنے لگا کہ (اجتماع اسباب بقاء ونشو ونما کے اعتبار سے) میرا تو خیال نہیں ہے کہ یہ باغ (میری مدتِ حیات میں) کبھی بھی برباد ہو (یہ اس نے توحید کے مسئلہ میں کلام کیا کہ تو جو صانع عالم کا اور اس کی قدرت وغیرہ کا قائل ہے سو میں تو نہیں سمجھتا کہ اسبابِ طبعیہ کو کوئی معطل کر سکے اور اس باغ وغیرہ کا کارخانہ جس کی آبادی کے سارے اسباب جمع ہیں کہ نہر بھی ہے، کارکن بھی ہیں، خرچ کرنے کو مال بھی، اس مال کی حفاظت کا سامان بھی ہے کسی طرح محتمل ویرانی کا ہو) اور (اسی طرح) میں قیامت کو نہیں خیال

کرتا کہ آوے گی اور اگر (بفرض محال) قیامت آئی بھی اور) میں اپنے رب کے پاس پہنچایا گیا (جیسے تو کہا کرتا ہے) تو ضرور اس باغ سے بہت زیادہ اچھی جگہ مجھ کو ملے گی (یعنی وہاں کی جنت کو تو یہاں سے اچھا تو کہا ہی کرتا ہے اور وہ مقبولین کے واسطے ہے اور میرے مقبول ہونے کی یہی دلیل ہے کہ یہاں کیسی راحت وعزت سے رکھا جاتا ہوں پس اگر قیامت ہوئی وہاں بھی مجھ کو جنت ہی ملے گی پس اس شخص نے چار دعوے کئے کفر کا مذموم نہ ہونا اَنَا اَکْثَرُ الخ میں توحید کا انکار مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِیْدَ الخ میں قیامت کا انکار مَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ الخ میں اپنا مکرم عنداللہ ہونا لَئِنْ رُّدِدْتُّ میں جو فرع ہے پہلے دعویٰ کی) اس (کی یہ باتیں سن کر اس) سے اس کے ملاقاتی نے (جو کہ دیندار اور غریب تھا) جواب[ع] کے طور پر کہا کیا تو (توحید اور قیامت سے انکار کر کے) اس ذات (پاک) کے ساتھ کفر کرتا ہے جس نے تجھ کو (اول) مٹی سے (جو کہ تیرا مادہ بعیدہ ہے بواسطہ آدم علیہ السلام کے) پیدا کیا پھر (تجھ کو) نطفہ سے (جو کہ تیرا مادہ قریبہ ہے رحم مادر میں بنایا یعنی اعضا بنائے) پھر تجھ کو صحیح وسالم آدمی بنایا (یعنی ہاتھ پاؤں سے درست بنایا مطلب یہ کہ توحید اور قیامت کا انکار کفر باللہ ہے توحید میں تو عقلاً بھی اور قیامت میں صرف نقلاً خیر اگر تو کفر کرتا ہے تو کیا کر) لیکن میں تو یہ عقیدہ[ع] رکھتا ہوں کہ وہ یعنی اللہ تعالیٰ میرا رب (حقیقی) ہے اور میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا (اس جواب سے توحید کا بھی اثبات ہو گیا جیسا لا شرك صریحاً دال ہے اور قیامت کا بھی اثبات دلالۃً ہو گیا جیسا ربی سے معلوم ہوا کیونکہ جس کو قدرت احیاء کی بھی نہ ہو وہ عاجز ہے اور عاجز لائق ربوبیت حقیقیہ کے نہیں) اور (جب توحید ثابت ہے جس کے لوازم میں سے ہے قدرت کاملہ کا ثابت ہونا اور اس کے فروع میں سے ہے اسباب طبعیہ کا معطل ہو سکنا تو اس بناء پر تجھ کو واجب تھا کہ آگے بڑھ کر مسبب کی طرف نظر کرتا سو) تو جس وقت اپنے باغ میں پہنچا تھا تو نے یوں کیوں نہ کہا کہ جو اللہ کو منظور ہوتا ہے وہی ہوتا ہے (اور) بدون خدا کی مدد[ق] کے (کسی میں) کوئی قوت نہیں (چنانچہ یہ باغ اللہ جب تک چاہے گا قائم رکھے گا اگر وہ چاہے گا ویران ہو جاوے گا اس کی مشیت کے روبرو سب اسباب معطل ہیں اور بدون ان کی مدد کے کوئی اسباب کام نہیں آ سکتے اس سے بھی توحید کی تائید ہو گئی اب دو مضمون رہ گئے ایک اول کا یعنی کفر کے مذموم نہ ہونے پر کثرت اموال وغیرہ سے استدلال اور ایک آخر کا جو اسی کی فرع ہے یعنی ان چیزوں سے مکرم عنداللہ ہونے پر استدلال آگے اس کا جواب ہے کہ) اگر تو مجھ کو مال اور اولاد میں (جو کہ نفرا۔ کے عموم میں داخل ہے) کمتر دیکھتا ہے (اور اس سے اپنے اور اپنے طریقہ کے غیر مذموم عنداللہ ہونے کا شبہ پڑ گیا ہے) تو مجھ کو وہ وقت نزدیک معلوم ہوتا ہے کہ میرا رب مجھ کو تیرے باغ سے اچھا باغ دے دے (خواہ دنیا میں یا مرنے کے بعد جس میں ہر طرح کا سامان عیش ولذت کا ہو اور اس میں اولاد ونفر کی کثرت کا جواب بھی آ گیا کیونکہ مقصود اولاد وغیرہ سے قلب کی راحت ہوتی ہے سو اس اچھے باغ میں راحت کا سب سامان ہو گا خواہ اولاد وغیرہ کے واسطے سے یا کسی چیز کے واسطے سے جو اولاد سے بھی زیادہ ہو) اور اس (تیرے باغ) پر کوئی تقدیری آفت[ل] آسمان سے (یعنی حکم غیبی سے بلا توسط طبعیہ) بھیج دے جس سے وہ باغ دفعۃً[ع] ایک صاف (چٹیل) میدان ہو کر رہ جاوے یا اس سے[ث] اس کا پانی (جو نہر میں جاری ہے) بالکل اندر (زمین میں) اتر (کر خشک ہو) جاوے پھر تو اس (کے لانے اور نکالنے) کی کوشش بھی نہ کر سکے (اور ملنا تو بڑی دور ہے اور اس کافر کی اولاد کی نسبت کوئی بات نہیں کہی اس کی بے تکلف توجیہ میرے خیال میں یہ ہے کہ اولاد کی راحت بھی مال کے ساتھ ہے جب مال نہیں ہوتا تو اولاد الٹا وبال جان ہو جاتی ہے اور آلۂ تعذیب ہوتی ہے اور کھیت کا بھی لفظوں میں ذکر نہیں کیونکہ اس کا مدار پانی پر ہے جب وہ نہیں رہا تو کھیت بھی اجڑ جاوے گا یا یہ کھیت تابع تھا اور باغ دو تھے اور ہر جگہ ایک کا ذکر کیا وجہ اس کی یہ ہے کہ مراد جنس باغ ہے جو دونوں کو شامل ہے حاصل یہ ہوا کہ تیرا منشاء اشتباہ یہ دولت وثروت ہے جو تیرے پاس ہے اور میرے پاس نہیں سو اس کا منشاء سمجھنا غلط ہے کیونکہ اول تو یہاں ہی ممکن ہے کہ عکس ہو جاوے پھر کبھی نہ کبھی تو یہ فناء ہونے والا ہی ہے اور آخرت کی نعمتیں کبھی فنا نہ ہوں گی اس لئے اعتبار وہاں کا ہے یہاں کا نہیں اور من السماء بالتفسیر المذکور سے اس طرف بھی اشارہ ہو گیا کہ اگر غیر معمولی طریقہ سے آفت نازل ہو تو تعطل اسباب طبعیہ بھی معلوم ہو جاوے جس سے توحید کی زائد تائید ہو) اور (اس گفتگو کے بعد یہ واقعہ ہوا کہ) اس شخص کے سامان تمول کو آفت نے آ گھیرا (معلوم نہیں کیا آفت تھی لیکن ظاہراً اس کے ابہام سے جیسا کہ احیط کا مبنی للمفعول ہونا دال ہے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی عظیم آفت تھی اور غیر معمولی عظیم ہونے میں اعظم ہے پس عجب نہیں کہ کوئی امر خارق عادت ہو چنانچہ خازن میں لکھا ہے کہ ایک آگ تھی جو آسمان سے آئی اور باغ وکھیت کو جلا دیا اور پانی کو خشک کر دیا نیز حسبان کی تفسیر بھی بعض نے نار کے ساتھ کی ہے اخرج ذلك ابن ابی شیبة وابن ابی حاتم عن الضحاك كذا في الروح اور اگر نہ بھی ہو تب بھی کچھ خرابی نہیں کیونکہ من السماء کی اگر یہ تفسیر ہو تو اس مؤمن کا یہ خیال تھا جو پورا ہونا ضروری نہیں) پس اس نے جو کچھ اس باغ پر خرچ کیا تھا اس پر ہاتھ ملتا رہ گیا اور وہ باغ اپنی ٹٹیوں پر گرا ہوا پڑا تھا (خواہ وہ بھی سوختہ ہوں یا سب نیم سوختہ ہوں اور باغ کی تخصیص حسرت میں یہ ہے کہ اس میں زیادہ خرچ کیا اور وہ محبوب بھی زیادہ تھا اور ہلاک ہونے پر حسرت کا ذکر نہیں فرمایا وجہ یہ کہ وہ تو ظاہر ہے انفاق کا ذکر اس لئے فرمایا کہ دوہری حسرت تھی حال پر بھی ماضی پر بھی بلا واسطہ بھی بواسطہ بھی) اور کہنے لگا کیا خوب ہوتا کہ میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا (مراد یہ کہ کفر نہ کرتا اس میں انکار قیامت وغیرہ سب آ گیا چونکہ توحید سب میں اعظم ہے اس لئے اس کی تخصیص کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ سمجھ گیا کہ یہ آفت کفر کے

انتقام میں آئی ہے اس لئے اس پر نادم ہوتا ہے کہ اگر کفر نہ کرتا تو یا تو آفت نہ آتی یا آتی تو اس کا بدل آخرت میں ملتا اب خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ [الحج : ۱۱] کا مضمون ہوگیا یہ باتیں مؤمن سے اس کے کان میں پڑی ہوں گی اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مؤمن ہوگیا ہو کیونکہ یہ ندامت ضرر کی وجہ سے ہے کفر کے مذموم ہونے کی وجہ سے ندامت ثابت نہیں) اور اس کے پاس کوئی ایسا مجمع نہ ہوا کہ خدا کے سوا اس کی مدد کرتا (کہ اس پر آفت نہ آنے دیتا یا آنے کے بعد ہٹا دیتا سارا ناز مجمع پر جاتا رہا) اور نہ وہ خود (ہم سے) بدلا لے سکا ایسے موقع پر مدد کرنا اللہ برحق ہی کا کام ہے (اور آخرت میں بھی) اسی کا ثواب سب سے اچھا ہے اور (دنیا میں بھی) اسی کا نتیجہ سب سے اچھا ہے (یعنی اگر اس کے مقبولین کا کوئی نقصان ہو جاتا ہے تو دونوں جہان میں ثمرہ نیک ملتا ہے بخلاف کافر کے کہ بالکل خسارے میں رہ گیا)۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ : وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ الخ اس میں فقراء متوکلین علی اللہ کی تسلی اور اغنیاء مغرورین کی تنبیہ کی گئی ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله فى كان له ثمر** سامان تمول كما فى الروح عن القاموس وغيرها انواع المال ۱۲۔ ۲ **قوله فى دخل جنته** ملاقاتی کو لے کر **دل عليه هذا القيد السياق والمحاورة كذا فى الروح** ۱۲۔ ۳ **قوله فى يحاوره الثانى** جواب کے طور پر **دل عليه وقوعه فى الجواب** ۱۲۔ ۴ **قوله فى لكنا** میں تو یہ عقیدہ **اشارة الى اصله وهو لكن انا اعتقد وهو اولى من اقول** ۱۲۔ ۵ **قوله فى باللہ** مدد **اشارة الى ان الباء للاستعانة** ۱۲۔ ۶ **قوله فى حسبانا** تقدیری آفت **كما فى الروح عن الزمخشرى هو مصدر كالبطلان والغفران بمعنى الحساب والمراد به المحسوب والمقدر اى مقدر قدره الله تعالىٰ وحسبه وهو الحكم بتخريبها** ۱۲۔ ۷ **قوله فى فتصبح** دفعۃً **دلت عليه الفاء ويتايد به كون الآفة غير معتادة**۔ ۸ **قوله فى او يصبح** یا اس **فيه اشارة الى كونه معطوفا على تصبح لا على يرسل ولا تعجب من كون الحسبان السماوى سببا لغور الماء فان الله تعالىٰ قادر على خلاف العادة** ۱۲۔ ۹ **قوله فى الولاية** مدد کرنا **لانه بفتح الواو اما بكسر الواو فمعناه السطلان والملك** ۱۲۔

اللغات: **قوله حففنٰهما بنخل اى جعلنا النخل محيطة بها مطيفة بحا فيهما اى جانبيهما يقال حفه القوم اذا طافوا به و حففته بهم اذا جعلتهم حافين حوله فتزيده الباء مفعولا آخر كقولك غشيته به ۱۲ قوله زلقا ليس فيها نبات واصل معنى الزلق الزلل فى الشئ لو حل ونحوه لكن لما كان ذلك فيما لا يكون فيه نبت ونحوه مما يمنع منه تجوز به او كنى عنه بالمصدر عن المزلقة مبالغة ۱۲۔ قوله عقبا بضم القاف والتنوين عاقبة ۱۲۔**

البلاغۃ: **قوله او يصبح هو مانعة الخلو ۱۲ قوله يقلب كفيه قال غير واحد هو ان يضيع باطن احداهما على ظهر الاخرى ثم يعكس الامر ويكرر ذلك فهو كناية عن الندم والتحسر ولكونه كناية عن الندم عدى بعلى فى قوله تعالىٰ على ما انفق ۱۲۔**

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ۝۴۵ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ۝۴۶ وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ۝۴۷ وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ؕ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۢ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ۝۴۸ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ۝۴۹ ع ۱۸

اور آپ ان لوگوں سے دنیوی زندگی کی حالت بیان فرمائیے کہ وہ ایسی ہے جیسے آسمان سے ہم نے پانی برسایا ہو پھر اس کے ذریعے سے زمین کی نباتات خوب گنجان ہوگئی ہوں پھر وہ ریزہ ریزہ ہو جاوے کہ اس کو ہوا اڑائے لئے پھرتی ہو اور اللہ تعالیٰ ہر ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں مال اور اولاد حیات دنیا کی ایک رونق ہے اور جو اعمال صالح باقی رہنے والے ہیں وہ آپ کے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی ہزار درجہ بہتر ہیں اور امید کے اعتبار سے بھی ہزار درجہ بہتر ہیں۔ اس دن کو یاد کرنا چاہئے جس دن ہم پہاڑوں کو ہٹا دیں گے اور آپ زمین کو دیکھیں گے کہ کھلا میدان پڑا ہے اور ہم ان سب کو جمع کر دیں گے اور ان میں سے کسی کو بھی نہیں چھوڑیں گے اور سب کے

سب آپ کے رب کے روبرو برابر کھڑے کر کے پیش کئے جائیں گے دیکھوتم ہمارے پاس آئے بھی جیسا ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا بلکہ تم ہی سمجھتے رہے کہ ہم تمہارے لئے کوئی وقت موعود نہ لائیں گے اور نامہ اعمال رکھ دیا جائے گا تو آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ اس میں جو کچھ ہے اس سے ڈرتے ہوں گے اور کہتے ہوں گے کہ ہائے ہماری کم بختی اس نامہ اعمال کی عجیب حالت ہے کہ بے قلمبند کئے ہوئے نہ کوئی چھوٹ گناہ چھوڑا نہ بڑا گناہ (چھوڑا) اور جو کچھ انہوں نے کیا وہ سب (لکھا ہوا) موجود پائیں گے اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہ کرے گا۔

تفسیر ربط: اوپر جس طرح ایک تمثیل جزئی کے ضمن میں مال وجاہ دنیا کا فانی اور حقیر ہونا اور اعمال عقبیٰ کا باقی اور وقیع ہونا مذکور تھا اسی طرح آگے بھی ایک تمثیل کلی کے ضمن میں دنیا کا سریع الزوال ہونا اور پھر اعمال صالحہ کا باقی رہنا اور پھر بعض واقعات قیامت کے ذکر سے آخرت کا قابل اہتمام اور مخالفت کا قابل حذر ہونا بیان فرماتے ہیں۔

فنائے دنیا وبقائے عقبیٰ وہولِ قیامت ☆ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (الی قولہ تعالیٰ) وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا اور آپ ان لوگوں سے دنیوی زندگی کی حالت بیان فرمائیے کہ وہ ایسی ہے جیسے آسمان[۱] سے ہم نے پانی برسایا ہو پھر اس (پانی) کے ذریعہ سے زمین کی نباتات خوب گنجان ہوگئی ہوں پھر وہ (بعد اس کے کہ تر وتازہ اور سرسبز تھے خشک ہوکر) ریزہ ریزہ ہو جاوے کہ اس کو ہوا اُڑائے لئے پھرتی ہو (یہی حال دنیا کا ہے کہ آج ہری بھری نظر آتی ہے پھر اس کا نام ونشان بھی نہ رہے گا) اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں (جب چاہیں ایجاد کریں ترقی دیں جب چاہیں فنا کر دیں جب خود اس حیات کا یہ حال ہے اور) مال اور اولاد حیات دنیا کی ایک رونق (اور اس کے توابع میں سے) ہے (تو مال اور اولاد تو اس سے بھی زیادہ سریع الزوال ہے) اور جو اعمالِ صالحہ (ہمیشہ ہمیشہ کو) باقی رہنے والے ہیں وہ آپ کے رب کے نزدیک (یعنی آخرت میں اس دنیا سے) ثواب کے اعتبار سے بھی ہزار درجہ بہتر ہے اور امید کے اعتبار سے بھی ہزار درجہ بہتر ہے (یعنی اعمال صالحہ پر جو امیدیں وابستہ ہوتی ہیں وہ آخرت میں پوری ہوں گی اور اس سے بھی زیادہ زیادہ ثواب ملے گا بخلاف متاع دنیا کے کہ اس سے خود دنیا ہی میں امیدیں نہیں پوری ہوتیں اور آخرت میں تو احتمال ہی نہیں میں اس لئے دنیا میں دلچسپی یا اس پر فخر کرنا نہ چاہئے بلکہ آخرت کا اہتمام کرنا چاہئے) اور اس دن کو یاد کرنا[۲] چاہئے جس دن ہم پہاڑوں کو (ان کی جگہ سے) ہٹا دیں گے (یہ ابتدا میں ہوگا پھر وہ ریزہ ریزہ ہو جاویں گے) اور (بوجہ اس کے کہ پہاڑ اور اشجار اور عمارات نہ رہیں گے) آپ زمین کو دیکھیں گے کہ کھلا میدان پڑا ہے اور ہم ان سب کو (قبروں سے اُٹھا کر میدانِ حساب میں) جمع کر دیں گے اور ان میں سے کسی کو بھی نہ چھوڑیں گے (کہ وہ وہاں نہ لایا جاوے) اور سب کے سب آپ کے رب کے روبرو (یعنی موقف حساب میں) برابر کھڑے کر کے پیش کئے جاویں گے (یہ بھی احتمال نہ رہے گا کہ کوئی کسی کی آڑ میں چھپ جاوے اور ان میں جو قیامت کی تکذیب کرتے تھے ان سے کہا جاوے گا کہ) دیکھو آخر تم ہمارے پاس (دوبارہ پیدا ہوکر) آئے بھی جیسا ہم نے تم کو پہلی بار (یعنی دنیا میں) پیدا کیا تھا (مگر تم باوجود مشاہدہ خلق اول کے خلق ثانی کے قائل نہ ہوئے) بلکہ تم یہی سمجھتے رہے کہ ہم تمہارے (دوبارہ پیدا کرنے کے) لئے کوئی وقت موعود نہ لائیں گے اور نامہ اعمال (خواہ داہنے ہاتھ یا بائیں ہاتھ میں دے کر اس کے سامنے کھلا ہوا) رکھ دیا جاوے گا (جیسا دوسری آیت میں ہے ونخرج له يوم القيٰمة كتٰبا يلقٰه منشورا) تو آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ اس میں جو کچھ (لکھا) ہوگا (اس کو دیکھ کر) اس سے (یعنی اس کی سزا سے) ڈرتے ہوں گے اور کہتے ہوں گے کہ ہائے ہماری کمبختی اس نامۂ عمل میں عجیب حالت ہے کہ بے قلمبند کئے ہوئے نہ کوئی چھوٹا گناہ چھوڑا نہ بڑا گناہ (چھوڑا) اور جو کچھ انہوں نے (دنیا میں) کیا تھا وہ سب (لکھا ہوا) موجود پائیں گے اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہ کرے گا (کہ بے کیا ہوا گناہ لکھ لے یا کی ہوئی نیکی جب کہ شرائط کے ساتھ کی جاوے نہ لکھے۔ خلاصہ یہ کہ رؤساء مشرکین جس چیز پر فخر کرتے ہیں انہوں نے اس کا حال اور اس کا مآل سن لیا اور جن غربا کو حقیر سمجھتے ہیں ان کے باقیات صالحات کا دولت لازوال ہونا معلوم کر لیا۔ اب بھی عقل نہ آوے تو گولی ماریئے)۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله فى كماء وہ ایسی ہے اشارة الى امرين الاول ان الجار والمجرور خبر مبتدأ مقدر اى هى والثانى ان المشبه به ليس نفس الماء بل هذا المجموع باعتبار الهيئة المنتزعة ۱۲ منه۔ ۲ قوله فى يوم نسير ياد اشارة الى تقدير اذكر ۱۲۔

اللغات: الموبق فى القاموس كل شئ حال بين شيئين۔

البلاغۃ: قوله خير عند ربك ثوابا وخير املا تكرير خير للمبالغة ۱۲ قوله بل زعمتم بل للاضراب عن توبيخ الى توبيخ فى المشهور وما قررته فى الترجمة عملت فيه على معناها المشهور ۱۲ قوله لا صغيرة ولا كبيرة الظاهر فى الترقى العكس لكن اذا لم يقصد الترقى بل العموم جاز تقديم الادنى على الاعلى كما فى الروح ۱۲۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ

وَذُرِّيَّتَهٗۤ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ﴿۵۰﴾ مَاۤ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا

خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ۪ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ﴿۵۱﴾ وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ

يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا ﴿۵۲﴾ وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ﴿۵۳﴾ ع ۷/۱۹ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا

فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ﴿۵۴﴾ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْۤا اِذْ جَآءَهُمُ

الْهُدٰى وَيَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّاۤ اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ﴿۵۵﴾ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ

اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْۤا اٰيٰتِيْ وَمَاۤ اُنْذِرُوْا

هُزُوًا ﴿۵۶﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً

اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْۤا اِذًا اَبَدًا ﴿۵۷﴾ وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ

لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ؕ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا ﴿۵۸﴾ وَتِلْكَ

الْقُرٰۤى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ﴿۵۹﴾ ع ۸/۲۰

اور جب کہ ہم نے ملائکہ کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ کرو سوسب نے سجدہ کیا بجز ابلیس کے وہ جنات میں سے تھا سو اس نے اپنے رب کے حکم سے عدول کیا سو کیا پھر بھی تم اس کو اور اس کے چیلے چانٹوں کو دوست بناتے ہو مجھ کو چھوڑ کر حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں یہ ظالموں کے لئے بہت برا بدل ہے۔ میں نے ان کو نہ آسمان اور زمین پیدا کرنے کے وقت بلایا اور نہ خود ان کے پیدا کرنے کے وقت (بلایا) اور میں ایسا (عاجز) نہ تھا کہ (کسی کو بالخصوص) گمراہ کرنے والوں کو اپنا (دوست و) بازو بناتا اور اس دن کو یاد کرو کہ حق تعالیٰ فرمادے گا کہ جن کو تم ہمارا شریک سمجھا کرتے تھے ان کو پکارو پس وہ ان کو پکاریں گے سو وہ ان کو جواب ہی نہ دیں گے اور ہم ان کے درمیان میں ایک آڑ کر دیں گے اور (اس وقت) مجرم لوگ دوزخ کو دیکھیں گے پھر یقین کریں گے کہ وہ اس میں گرنے والے ہیں اس سے کوئی بچنے کی راہ نہ پاویں گے اور ہم نے اس قرآن میں لوگوں (کی ہدایت) کے واسطے ہر قسم کے (ضروری) عمدہ مضامین طرح طرح سے بیان فرمائے ہیں اور (اس پر بھی منکر) آدمی جھگڑے میں سب سے بڑھ کر ہے اور لوگوں کے لئے بعد اس کے کہ ان کو ہدایت پہنچ چکی ایمان لانے سے اور اپنے پروردگار سے (کفر وغیرہ) کی مغفرت مانگنے سے اور امر مانع نہیں رہا بجز اس کے کہ ان کو اس کا انتظار ہو کہ اگلے لوگوں (وغیرہ) کا سا معاملہ ان کے ساتھ پیش آئے یا یہ کہ عذاب (الٰہی) کے سامنے آ کھڑا ہو اور رسولوں کو تو ہم صرف بشارت دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجا کرتے ہیں اور کافر لوگ ناحق کی باتیں پکڑ پکڑ کر جھگڑے نکالتے ہیں تاکہ اس کے ذریعے سے حق بات کو بچلا دیں اور انہوں نے میری آیتوں کو اور جس عذاب سے ان کو ڈرایا گیا تھا اس کو دل لگی بنا رکھا تھا اور اس سے زیادہ کون ظالم ہوگا جس کو اس کے رب کی آیتوں سے نصیحت کی جائے پھر وہ اس سے روگردانی کرے اور جو کچھ اپنے ہاتھوں (گناہ) سمیٹ رہا ہے اس (کے نتیجہ) کو بھول جائے ہم نے اس (حق بات) کے سمجھنے سے ان کے دلوں پر پردے ڈال رکھے ہیں اور (اس کے سننے سے) ان کے کانوں میں ڈاٹ دے رکھی ہے اور اس وجہ سے اگر آپ ان کو راہ راست کی طرف بلاویں تو ایسی حالت میں ہرگز کبھی راہ پر نہ آویں اور آپ کا رب بڑا مغفرت کرنے والا (اور) بڑا رحمت والا ہے اگر ان سے ان کے اعمال پر دارو گیر کرنے لگتا تو ان پر فوراً ہی عذاب واقع کر دیتا مگر ایسا نہیں کرتا بلکہ ان کے واسطے ایک معین وقت ہے (یعنی یوم قیامت) کہ اس سے اس طرف (یعنی پہلے) کوئی پناہ کی جگہ نہیں پا سکتے اور یہ بستیاں (جن کے قصے مشہور و مذکور ہیں) جب انہوں نے (یعنی ان کے باشندوں نے) شرارت کی تو ہم نے ان کو ہلاک کر دیا اور ہم نے ان کے ہلاک ہونے کے لئے وقت معین کیا تھا۔

تفسیر ربط: اوپر آیت: وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا کے الفاظ عامہ سے رؤسا کفار کے فساد اخلاق افتخار و استکبار اور فساد عقائد کفر و انکار پر دلالت ہوئی تھی اور اسی سلسلہ سے یہاں تک کلام چلا آیا ہے آگے بھی اسی کے تعلق سے ابلیس کی بدانجامی بسبب تکبر کے اور ان لوگوں کا اس کے تابع ہونا اور قیامت میں اس اتباع کا کچھ کام نہ آنا اور معذب ہونا اور ان لوگوں کا قرآن میں اور رسالت میں جدال کرنا اور دلائل صحیحہ سے

اعراض کرنا اور ان کے ایمان سے یاس ظاہر فرمانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تسلیہ کے لئے اور باوجود استحقاق عذاب کے تاخیر عذاب کی حکمت یہ سب مضامین دو رکوع تک چلے گئے ہیں۔

بیان کفریات وعقوبات منکرین ☆ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا (الی قولہ تعالی) وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا اور (وہ وقت بھی قابل ذکر ہے) جب کہ ہم نے ملائکہ کو حکم دیا کہ آدم (علیہ السلام) کے سامنے سجدہ کرو سو سب نے سجدہ کیا بجز ابلیس کے کہ وہ جنات میں سے تھا سو (اس لئے) اس نے رب کے حکم سے عدول کیا (جیسا اس کے عنصر غالب نار کا مقتضا تھا لیکن وہ معذور اس لئے نہ ہوگا کہ وہ مقتضا مغلوب ہو سکتا تھا جیسا کہ اکثر آدمی کی طبیعت معصیت کی طرف مائل ہوتی ہے مگر اس کو روکنا ممکن ہے) سو (جب ابلیس ایسا ہے تو) کیا پھر بھی تم اس کو اور اس کے چیلے چانٹوں کو (یعنی اس کی اولاد اور توابع کو) دوست بناتے ہو مجھ کو چھوڑ کر (یعنی میرے اتباع کو چھوڑ کر عقیدۃً ان کا اتباع کرتے ہو کہ شرک محض ہے) حالانکہ وہ (یعنی ابلیس اور اس کی جماعت) تمہارے دشمن ہیں (کہ ہر وقت تمہارے درپے ضرر رہتے ہیں) یہ (ابلیس اور اس کی ذریت کا دوست بنانا) ظالموں کے لئے بہت برا بدل ہے (بدل اس لئے کہا کہ دوست تو بنانا چاہئے تھا مجھ کو اور اس کی جگہ انہوں نے دوست بنایا شیاطین کو پس ان کا عدو ہونا تو اتخاذ ولایت سے مانع ہے اور اتخاذِ ولایت کے لئے جو کہ درحقیقت اتخاذ شریک ہے کوئی امر موجب بھی موجود نہیں چنانچہ) میں نے ان کو نہ تو آسمان اور زمین کے پیدا کرنے کے وقت (اپنی مدد یا مشورت کے لئے) بلایا اور نہ خود ان کے پیدا کرنے کے وقت (بلایا یعنی ایک کے پیدا کرنے کے وقت دوسرے کو نہیں بلایا مطلب یہ کہ اگر کوئی خدا کا شریک ہوتا تو اگر وہ مستقل نہ ہوتا تو اقل درجہ معین تابع تو ہوتا اور اگر دوسری مخلوقات میں ان کی شرکت نہ ہوتی تو کم از کم خود ان کے ذاتی تعلقات کے باب میں تو ان کی پوچھ ہوتی جب یہ بھی نہیں تو ان کو شریک قرار دینا سفاہت محضہ ہے) اور میں ایسا (عاجز) نہ تھا کہ (کسی کو اور خصوص[۲] گمراہ کرنے والوں کو (یعنی شیاطین کو) اپنا (دست) بازو بناتا (یعنی معین تو وہ ڈھونڈے جو قادر نہ ہو) اور (یہاں تو ان کو شریک خدائی سمجھ رہے ہو وہاں حقیقت معلوم ہوگی سو) اس دن کو یاد کرو کہ حق تعالیٰ (مشرکین سے) فرماوے گا کہ جن کو تم ہمارا شریک سمجھا کرتے تھے ان کو (اپنی امداد کے لئے) پکارو پس وہ ان کو پکاریں گے سو وہ ان کو جواب ہی نہ دیں گے اور ہم ان کے درمیان میں ایک آڑ کر دیں گے (جس سے بالکل ہی مایوسی ہو جاوے ورنہ بے آڑ بھی مدد نہیں کر سکتے تھے) اور (اس وقت) مجرم لوگ دوزخ کو دیکھیں گے پھر یقین کریں گے کہ وہ اس میں گرنے والے ہیں اور اس سے کوئی بچنے کی راہ نہ پاویں گے اور ہم نے اس قرآن میں لوگوں (کی ہدایت) کے واسطے ہر قسم کے (ضروری) عمدہ مضامین طرح طرح سے بیان فرمائے ہیں اور (اس پر بھی منکر) آدمی (کا یہ حال ہے کہ وہ ناحق) جھگڑنے میں سب سے بڑھ کر ہے (یعنی جن مخلوقات سے مجادلہ کا صدور ہو سکتا ہے جیسے جن مثلاً اور حیوانات بھی اگر ان میں اس قدر ادراک کے قائل ہو جاویں گے) اور لوگوں کو بعد اس کے کہ ان کو ہدایت پہنچ چکی (جس کا مقتضا یہ تھا کہ ایمان لے آتے) ایمان لانے اور اپنے پروردگار سے (کفر وغیرہ کی) مغفرت مانگنے سے اور کوئی امر مانع نہیں رہا بجز اس کے کہ ان کو اس کا انتظار[۳] ہو کہ اگلے لوگوں کا سا معاملہ (اہلاک وغیرہ کا) ان کو بھی پیش آئے یا یہ کہ عذاب (الٰہی) روبرو ان کے سامنے آ کھڑا ہو (مطلب یہ کہ کیا اس لئے ایمان نہیں لاتے کہ ایسے امور کا وقوع ہو تب ایمان لاویں گے جیسا ان کے حال[۴] سے مترشح ہے اور کبھی ڈالتے تھے کہ ایسے امور کیوں نہیں واقع ہوتے) اور (اگر وہ رسول کو ماننے کو ان ہی واقعات کے وقوع پر معلق کرتے ہیں تو اس کو مسئلہ رسالت سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ) رسولوں کو تو ہم صرف بشارت دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجا کرتے ہیں (اور اس کے اثبات کیلئے کافی دلیل عطا کرتے ہیں اس سے زیادہ فرمائش محض لغو ہے) اور (اس کی نسبت یوں کہا جاوے گا کہ) کافر لوگ ناحق کی باتیں پکڑ پکڑ کر جھگڑے نکالتے ہیں تاکہ اس کے ذریعہ سے حق بات کو بچلا دیویں اور انہوں نے میری آیتوں کو اور جس (عذاب) سے ان کو ڈرایا گیا تھا اس کو دل لگی بنا رکھا ہے اور اس سے زیادہ کون ظالم ہوگا جس کو اس کے رب کی آیتوں سے نصیحت کی جاوے پھر وہ اس سے روگردانی کرے اور جو کچھ اپنے ہاتھوں (گناہ) سمیٹ رہا ہے اس (کے نتیجہ) کو (جو کہ ملنے والا ہے) بھول جاوے ہم نے اس (حق بات[۵] کے سمجھنے سے ان کے دلوں پر پردے ڈال رکھے ہیں اور (اس کے سننے سے) ان کے کانوں میں ڈاٹ دے رکھی ہے اور (اس وجہ سے ان کا یہ حال ہے کہ) اگر آپ ان کو راہ راست کی طرف بلاویں تو ایسی حالت میں (کہ ان کے قلوب وآذان کی یہ کیفیت ہے) ہرگز بھی راہ پر نہ آویں (پس آپ کیوں غم کریں) اور (ان کو تاخیر عذاب سے خیال عدم وقوع عذاب کا ہو رہا ہے سو اس تاخیر کی وجہ یہ ہے کہ) آپ کا رب بڑا مغفرت کرنے والا (اور) بڑا رحمت والا ہے (پس مہلت اس لئے دی ہے کہ اگر مسلمان ہو جاویں تو ان کی مغفرت کر دوں گا دوسرے خود رحمت بھی مقتضی ہے کہ ایمان نہ لانے پر بھی دنیا میں عذاب شدید سے مہلت دی جاوے ورنہ ان کے اعمال تو ایسے ہیں کہ) اگر ان سے ان کے اعمال پر دارو گیر کرنے لگتا (یعنی دارو گیر کرنا چاہتا[۶]) تو ان پر فوراً ہی عذاب واقع کر دیتا (مگر ایسا نہیں کرتا) بلکہ ان کے (عذاب کے) واسطے ایک معین وقت (یعنی یوم قیامت) (ٹھہرا رکھا) ہے کہ اس سے اس طرف (یعنی پہلے) کوئی پناہ کی جگہ نہیں پا سکتے (اس طور سے کہ اس کے آنے سے پہلے اس پناہ میں جا چھپیں اور اس سے محفوظ رہیں) اور (یہی قاعدہ پہلے کفار کے ساتھ بھی برتا گیا چنانچہ) یہ بستیاں (جن

کے قصے مشہور و مذکور ہیں) جب انہوں نے (یعنی ان کے سکان نے) شرارت کی تو ہم نے ان کو ہلاک کر دیا (پس کفر کا موجب ہلاک ہونا ثابت ہوا) اور ہم نے ان کے ہلاک ہونے کے لئے وقت معین کیا تھا (اسی طرح ان کے لئے وقت معین ہے پس عدم وقوع کیونکر لازم آیا)۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قوله في ذريته** اولاد اور توابع تفسير ان جمع بينها على سبيل عموم المجاز ۱۲۔ ۲؎ **قوله في ما كنت متخذ** خصوص اشارة الى ان التخصيص الاهتمام والا فلا عضد له تعالى من الاولياء ايضاً ۱۲۔ ۳؎ **قوله في الا ان تاتيهم** انتظار اشارة الى حذف المضاف اى انتظارهم ان تاتيهم لان نفس الاتيان ليس بمانع نعم يصح كون الانتظار مانعا لان اصل المانع عدم الوقوع وهو من لازم الانتظار ۱۲۔ ۴؎ **قوله في توضيح ان تاتيهم** حال سے مترشح ہے اشارة الى جواب انهم لم يكونوا منتظرين لان الانتظار يتوقف على التيقن ومع ذلك حكم عليهم بكون الانتظار مانعا لهم والجواب ان كون الانتظار مانعا يترشح من حالهم ومن قالهم لان هذا الحال والقال كحال المنتظر في انه لا يحل شيئا ولا يعقده ما لم يقع الامر المنتظر ۱۲۔ ۵؎ **قوله في ان يفقهوه** حق بات اشارة الى ان الضمير الى الحق في قوله ليدحضوا به الحق ۱۲۔ ۶؎ **قوله في لو يؤاخذهم** چاہتا اشارة الى ان المعنى لو اراد ان يؤاخذهم لان التعجيل والمؤاخذة متحدا ان فكيف الترتب ۱۲۔

فائدۃ: ماورد في الحديث من ايقاظه صلى الله عليه وسلم علياً رضى الله عنه وعذره رضى الله عنه وقراته صلى الله عليه وسلم قوله تعالى وكان الانسان اكثر شئ جدلا فهو اقتباس لا تفسير بالاعلم فلا يلزم دخول علي في الانسان المذكور في الآية لانه لا يعم المؤمن ۱۲۔

اللغات: قوله يدحضوا يزيلو ۱۲ موئل۔ ملجأ ۱۲۔

النحو: قوله جدلا منصوب على التمييز ويراد بالشئ الشئ المجادل والمعنى ان جدل الانسان اكثر من جدل كل مجادل ۱۲ قوله تلك القرى مبتدأ واهلكناهم خبره ۱۲۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ﴿۶۱﴾ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا ۡ لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ﴿۶۲﴾ قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ ۡ وَمَآ اَنْسٰىنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ۚ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ ۖ عَجَبًا ﴿۶۳﴾ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۖ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ﴿۶۴﴾ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿۶۵﴾ قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿۶۶﴾ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿۶۷﴾ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ﴿۶۸﴾ قَالَ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا ﴿۶۹﴾ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْــَٔلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰٓى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ﴿۷۰﴾ ع ۹ / ۲۱

اور وقت یاد کرو جبکہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے فرمایا کہ میں (اس سفر میں) برابر چلا جاؤں گا یہاں تک کہ اس موقع پر پہنچ جاؤں جہاں دو دریا آپس میں ملے ہیں یا یوں ہی زمانہ دراز تک چلتا رہوں گا پس جب (چلتے چلتے) دونوں دریاؤں کے جمع ہونے کے موقع پر پہنچے وہاں اپنی مچھلی کو دونوں بھول گئے اور مچھلی نے دریا میں اپنی راہ لی اور چل دی۔ پھر جب دونوں (وہاں سے) آگے بڑھ گئے تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے کہا کہ ہمارا ناشتہ لاؤ ہم کو تو اس سفر میں (یعنی آج کی منزل میں) بڑی تکلیف پہنچی خادم نے کہا کہ لیجئے دیکھئے (عجیب) بات ہوئی جب ہم اس پتھر کے قریب ٹھہرے تھے سو میں اس مچھلی کے تذکرہ کو بھول گیا اور مجھ کو شیطان ہی نے بھلا دیا کہ میں اس کا تذکرہ کرتا (اور وہ قصہ یہ ہوا کہ) کہ اس مچھلی نے (زندہ ہونے کے بعد) دریا میں عجیب طور پر اپنی راہ لی موسیٰ علیہ السلام نے (یہ شکایت سن کر) فرمایا کہ یہی وہ موقع ہے جس کی ہم کو تلاش تھی سو دونوں اپنے قدموں کے نشان دیکھتے ہوئے الٹے پاؤں لوٹے سو وہاں پہنچ کر انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا جن کو ہم اپنی خاص رحمت (یعنی مقبولیت) دی تھی اور ہم نے ان کو اپنے پاس سے ایک خاص طور کا علم سکھلایا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے (ان کو سلام کیا اور) ان سے فرمایا کہ میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں اس شرط سے کہ جو علم مفید آپ کو (منجانب اللہ) سکھلایا گیا ہے اس میں آپ مجھ کو بھی سکھلا دیں ان بزرگ نے جواب دیا آپ میرے ساتھ رہ

کر (میرے افعال پر) صبر نہ ہو سکے گا اور (بھلا) ایسے امور پر آپ کیسے صبر کر سکیں گے جو آپ کے احاطہ واقفیت سے باہر ہیں موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ان شاء اللہ آپ مجھ کو صابر (یعنی ضابط) پاویں گے اور میں کسی بات میں آپ کے خلاف حکم نہ کروں گا ان بزرگ نے فرمایا کہ (اچھا) اگر آپ میرے ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو (اتنا خیال رہے کہ) مجھ سے کسی بات کی نسبت کچھ پوچھنا نہیں جب تک کہ اس کے متعلق میں خود ہی ابتداءً ذکر نہ کردوں۔

تفسیر ربط: اور پر رؤساء کفار کی اس درخواست کی تقبیح تھی کہ ہماری مجلس تعلیم میں فقراء مسلمین نہ رہنے پاویں گے آگے موسیٰ علیہ السلام کے ایک قصہ سے اس تقبیح کی زیادہ توضیح ہے کہ انہوں نے تو اپنے سے چھوٹے کو بعض خاص علوم میں استاد بنانے سے بھی عار نہیں فرمائی اور تم کو ان غریبوں کے شریک تعلیم ہونے سے بھی عار آگئی ہے و نیز اس مقصود کے ساتھ اس قصہ میں آپ کی نبوت پر بھی دلالت ہوگئی جس کی وجہ ظاہر ہے۔

قصہ موسیٰ علیہ السلام با خضرؑ ☆ وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِفَتَاهُ لَا أَبْرَحُ حَتَّىٰ (الی قولہ تعالی) قَالَ فَإِنِ اتَّبَعْتَنِي فَلَا تَسْأَلْنِي عَن شَيْءٍ حَتَّىٰ أُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ۝ اور وہ وقت یاد کرو جب کہ موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنے خادم[1] سے (جن کا نام یوشع تھا رواہ البخاری) فرمایا کہ میں (اس سفر میں) برابر[2] چلا جاؤں گا یہاں تک کہ اس موقع پر پہنچ جاؤں جہاں دو دریا آپس میں ملے ہیں یا یوں ہی زمانہ دراز[3] تک چلتا رہوں گا (یہ ویسا مضمون ہے کہ

دست از طلب ندارم تا کام من برآید ☆ یا تن رسد بجاناں یا جاں زتن برآید

اور وجہ اس سفر کی یہ ہوئی تھی کہ ایک بار موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل میں وعظ فرمایا تو کسی نے پوچھا کہ اس وقت آدمیوں میں سے سب سے بڑا عالم کون شخص ہے؟ آپ نے فرمایا میں۔ مطلب یہ تھا کہ ان علوم میں کہ جن کو قرب الی اللہ کی تحصیل میں دخل ہے میرے برابر کوئی نہیں اور یہ فرمانا صحیح تھا اس لئے کہ آپ نبی اولوالعزم تھے اور انبیاء اولوالعزم کے برابر دوسرے کو یہ علم نہیں ہوتا لیکن چونکہ ظاہراً لفظ مطلق تھا اس لئے اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ آپ کو احتیاط فی الکلام کی تعلیم دی جاوے غرض ارشاد ہوا کہ ایک ہمارا بندہ مجمع البحرین میں تم سے بھی زیادہ علم رکھتا ہے مطلب یہ تھا کہ بعض علوم میں وہ زیادہ ہے گو ان علوم کو قرب الٰہی میں دخل نہ ہو جیسا عنقریب واضح ہوگا لیکن اس بناء پر جواب میں مطلقاً تو اپنے کو اعلم کہنا نہ چاہئے تھا۔ غرض موسیٰ علیہ السلام ان کے ملنے کے مشتاق ہوئے اور پوچھا کہ ان تک پہنچنے کی کیا صورت ہے؟ ارشاد ہوا کہ ایک بے جان مچھلی اپنے ساتھ لے کر سفر کرو جہاں وہ مچھلی گم ہو جاوے وہ شخص وہاں ہے اس وقت موسیٰ علیہ السلام نے یوشع علیہ السلام کو ساتھ لیا اور یہ بات فرمائی) پس جب (چلتے چلتے) دونوں دریاؤں کے جمع ہونے کے موقع پر پہنچے (وہاں کسی پتھر سے لگ کر سو رہے اور وہ مچھلی باذنہ تعالیٰ زندہ ہو کر دریا میں جا پڑی یوشع علیہ السلام نے بیدار ہو کر مچھلی کو نہ پایا ارادہ تھا کہ موسیٰ علیہ السلام جب جاگیں گے تو اس کا ذکر کروں گا مگر ان کو مطلق یاد نہ رہا شاید اہل اور وطن وغیرہ کے خیالات کا بہت زیادہ ہجوم ہوا ہوگا کہ ذکر کرنا بھول گئے ورنہ ایسی عجیب بات کا بھول جانا کم ہوتا ہے لیکن جو شخص ہر وقت خوارق دیکھتا ہو اس کے ذہن سے کسی ادنیٰ درجہ کی عجیب بات کا نکل جانا کسی خیال کے غلبہ سے عجب نہیں اور موسیٰ علیہ السلام کو بھی پوچھنے کا خیال نہ رہا اس طرح سے) اس اپنی مچھلی کو دونوں بھول گئے اور مچھلی نے (اس کے قبل زندہ ہو کر) دریا میں اپنی راہ لی اور چل[4] دی پھر جب دونوں (وہاں سے) آگے بڑھ گئے (اور دور نکل گئے) تو موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنے خادم سے فرمایا کہ ہمارا ناشتہ تو لاؤ ہم کو تو اس سفر (یعنی آج کی منزل) میں بڑی تکلیف پہنچی (اور اس کے قبل کی منزلوں میں نہیں تھکے تھے جس کی وجہ ظاہراً موقع مقصود سے آگے بڑھنا تھا) خادم نے کہا کہ لیجئے دیکھئے (عجب بات ہوئی (جب ہم اس پتھر کے قریب ٹھہرے تھے (اور سو گئے تھے اس وقت اس مچھلی کا ایک قصہ ہوا اور میرا ارادہ آپ سے ذکر کرنے کا ہوا لیکن میں کسی دوسرے دھیان میں لگ گیا) سو میں اس مچھلی (کے تذکرہ) کو بھول گیا اور مجھ کو شیطان ہی نے بھلا دیا کہ میں اس کو ذکر کرتا اور (وہ قصہ یہ ہوا کہ) اس مچھلی نے (زندہ ہونے کے بعد) دریا میں عجیب طور پر اپنی راہ لی (ایک عجیب طور تو خود زندہ ہو جانا ہے دوسرا عجیب طور یہ کہ وہ مچھلی دریا میں جہاں کو گذری تھی وہاں کا پانی بطور خرق عادت کے اسی طرح سرنگ کے طور پر ہو گیا تھا غالباً پھر مل گیا ہوگا) موسیٰ (علیہ السلام) نے (یہ حکایت سن کر) فرمایا کہ یہی وہ موقع ہے جس کی ہم کو تلاش تھی (وہاں ہی لوٹنا چاہئے) سو دونوں اپنے قدموں کے نشان دیکھتے ہوئے الٹے لوٹے (غالباً وہ راستہ سڑک کا نہ ہوگا اس لئے نشان دیکھنے پڑے) سو (وہاں پہنچ کر) انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ (یعنی خضر) کو پایا جن کو ہم نے اپنی خاص رحمت (یعنی مقبولیت) دی تھی (مقبولیت کے معنی میں ولایت اور نبوت دونوں کا احتمال ہے) اور ہم نے ان کو اپنے پاس سے (یعنی بلا واسطہ اسباب اکتساب) ایک خاص طور کا علم سکھلایا تھا (مراد اس سے علم اسرار کونیہ ہے جیسا واقعات آئندہ سے معلوم ہوتا ہے اور اس علم کو حصول قرب میں کچھ دخل نہیں جس علم کو قرب میں دخل ہے وہ علم اسرار الٰہیہ ہے جس میں موسیٰ علیہ السلام بڑھے ہوئے تھے غرض) موسیٰ (علیہ السلام) نے (ان کو سلام کیا اور) ان سے فرمایا کیا میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں (یعنی آپ ساتھ رہنے کی اجازت دیجئے) اس شرط سے کہ جو علم مفید[5] آپ کو (منجانب اللہ) سکھلایا گیا ہے اس میں سے آپ مجھ کو بھی سکھلا دیں ان بزرگ نے جواب دیا آپ سے میرے ساتھ رہ کر (میرے افعال پر) صبر نہ ہو سکے گا (یعنی آپ مجھ پر روک ٹوک کریں گے اور معلم پر تعلیم کے متعلق متعلم کی روک ٹوک کرنے سے مصاحبت مشکل ہے) اور (بھلا) ایسے امور پر (روک ٹوک کرنے سے) آپ

کیسے صبر کریں گے جو آپ کے احاطۂ واقفیت سے باہر ہیں (یعنی ظاہر میں وہ امور بوجہ منشاء معلوم نہ ہونے کے خلاف شرع نظر آویں گے اور آپ خلاف شرع امور پر سکوت نہ کر سکیں گے) موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا کہ (نہیں) انشاء اللہ آپ مجھ کو صابر (یعنی ضابط) پاویں گے اور میں کسی بات میں آپ کے خلاف حکم نہ کروں گا (یعنی مثلاً اگر روک ٹوک سے منع کردیں گے میں روک ٹوک نہ کروں گا اسی طرح اور کسی بات میں بھی خلاف نہ کروں گا) ان بزرگ نے فرمایا کہ (اچھا) تو اگر آپ میرے ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو (اتنا خیال رہے کہ) مجھ سے کسی بات کی نسبت کچھ پوچھنا نہیں جب تک کہ اس کے متعلق میں خود ہی ابتداءً ذکر نہ کردوں۔ **ف**: مختلف دو دریاؤں کے ملنے کے متعدد مواقع ہیں ان موقعوں میں یہ بھی کوئی موقع ہوگا تعیین پر کوئی امر ضروری موقوف نہیں اور اگر شبہ ہو کہ جب مجمع بحرین کا موقع ان کو بتلایا گیا تو وہاں پہنچ کر کیوں آگے بڑھ گئے اور گو مچھلی کے زندہ ہونے کا قصہ معلوم نہ ہوا تھا لیکن یہ تو معلوم تھا کہ مجمع البحرین آ گیا جواب یہ ہے کہ مجمع البحرین سے کوئی خاص موقع مراد ہونا ضرور نہیں بلکہ اس کا قرب و جوار دور تک مجمع البحرین کہلایا جا سکتا ہے اور اسی وسعت کی وجہ سے مچھلی میں جان پڑنا علامت مقرر کی گئی تھی اس علامت کو سن کر مخاطب ضرور اس موقع کو متسع سمجھے گا گو متکلم کے نزدیک متعین ہو اور اس مچھلی کا زندہ ہونا ظاہر محض قدرت الٰہیہ سے اس لئے ہوا کہ یہ علامت مقرر کی گئی تھی گو پانی لگنے کے وقت حیات ہوئی ہو مگر اس سے اس پانی کا سبب ہونا لازم نہیں آتا یا سبب ہو تو اسی کے لئے ہوا ہو دوام سببیت لازم نہیں آتا اور اگر شبہ ہو کہ یوشع علیہ السلام نبی ہوئے ہیں پھر ان پر شیطان کا تصرف نسیان کے بارے میں کیسے ہوا جواب یہ ہے کہ جو تصرف مفضی الی المعصیت ہو اس سے انبیاء کا محفوظ ہونا ثابت ہے اور باقی دوسرے تصرفات ایسے ہیں جیسے کوئی کافر کسی نبی کے پتھر مار دے اور چوٹ لگ جاوے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ ۔وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ الخ اس میں شیخ کامل کی تلاش میں سعی بلیغ کرنا ثابت ہوتا ہے جب تک اس سے زیادہ کوئی حق واجب فوت نہ ہو جاوے ۱۲۔ قولہ تعالیٰ: نَسِيَا حُوْتَهُمَا الخ (اس اپنی مچھلی کو دونوں بھول گئے) یہ آیت دال ہے اس پر کہ زاد راہ کا جو کہ اسباب میں سے ہے سفر میں ساتھ رکھنا توکل کے منافی نہیں ۱۲ قولہ تعالیٰ: لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا الخ یہ دلیل ہے اس پر کہ اپنی حالت مرض وغیرہ کا اظہار منافی کمال نہیں ۱۲ قولہ تعالیٰ: وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ الخ اس میں دلالت ہے اس پر کہ وسوسہ و نسیان شیطان کے اثر سے پیش آ جانا یہ ولایت کے بلکہ نبوت کے بھی منافی نہیں ۱۲ قولہ تعالیٰ: عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا۝ یہ تعلیم ممکن ہے کہ بواسطۂ وحی ہو یا بواسطۂ الہام اور یہ الہام انبیاء و غیر انبیاء سب کو ہوتا ہے اور یہ آیت اصل ہے اثبات علم لدنی میں اور اس علم لدنی کو علم حقیقت و علم باطن بھی کہتے ہیں۔ گو ان واقعات جزئیہ مذکورہ فی القصہ کا علم اس نوع میں داخل نہیں لیکن خضر علیہ السلام کو علم لدنی بھی عطا کیا گیا ہے ۱۲۔ قولہ تعالیٰ: قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ الخ اسلوب کلام میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے کلام میں خضر علیہ السلام کے ساتھ کس قدر تواضع و ادب اور لطف کی رعایت فرمائی ہے ۱۲۔ قولہ تعالیٰ: فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْئَلْنِيْ الخ اس سے معلوم ہوا کہ شیخ کو مرید سے مناسب شرطیں لگانے کا حق ہے ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قوله في** فتاه خادم لان العرب تسمي الخادم فتى لان الخدم اكثر ما يكون في سن الفتوة ۱۲۔ ۲؎ **قوله في** لا ابرح چلا جاؤں گا اشارة الى حذف المضاف اى اسير بقرينة امضى ۱۲۔ ۳؎ **قوله في** حقبا زمانہ دراز اشارة الى انه مفرد بمعنى الزمان الطويل كذا في الروح ۱۲۔ ۴؎ **قوله في** سربا چل دی اشارة الى كونه مصدرا بمعنى ذهابا من سرب المقدر كذا في الكبير وهذ احد الوجهين في التفسير والوجه الآخر ان يكون السرب بمعنى المنقذ كما ورد في الحديث امسك الله عن الحوت جرية الماء فصار عليه الطاق ويكون السرب على هذا حالا من السبيل او مفعولا ثانيا لاتخذ واخترت الاول لكونه اقرب لعدم توقفه على دليل غير اللغة بخلاف الثاني فانه موقف على مجموع اللغة والحديث فان قلت ان الاول مخالف للحديث المذكور قلت ان الحديث ليس مصرحا بكونه تفسيرا بل لوقوعه وقد صرحت بوقوعه في ترجمة عجباً ۱۲۔ ۵؎ **قوله في** رشدا مفيد لان الرشد اصابة الخير ويلزمه كون العلم مفيدا وهو مصدر وقع صفة لعلماء المقدر وهو المفعول الثاني لعلمت ۱۲۔

الصرف: قوله نبغ حذف الياء تخفيفاً ۱۲۔

النحو: عجباً صفة المصدر اى اتخاذاً عجباً ۱۲ قوله قصصا مصدرا يقصان قصصا ۱۲ قوله خبرا تميز محول عن الفاعل اى لم يحط به خبرك ۱۲۔

البلاغة: قوله مجمع بينهما الاضافة على الاتساع بناء على ان المقام يقتضي ان يضاف المجمع الى الضمير الراجع الى البحرين كما قال قبله مجمع البحرين فلما اضيف الى البين نسب الى المجاز ۱۲ قوله فاتخذ سبيله الفاء فصيحة اى حيي ذلك الحوت قبل ذلك فاتخذ فلا يلزم كون الاتخاذ موخرا عن النسيان وفي ترجمة اشاره الى ذلك فافهم ۱۲۔ قوله ارايت في الكبير الهمزة للاستفهام ورأيت على معناه الاصلي وقد بما هذا الكلام على ما هو المتعارف بين الناس فانه اذا حدث لاحدهم امر عجيب قال لصاحبه ارأيت ما حدث لي كذلك ههنا كانه قال ارأيت ووقع لي منه اذا دينا فحذف مفعول ارأيت لان قوله فاني نسيت يدل عليه آه فالترجمة بالحاصل ۱۲۔

فَانْطَلَقَا ٝ حَتّٰٓى اِذَا رَكِبَا فِى السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا ؕ قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۚ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا اِمْرًا ﴿۷۱﴾ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِىَ صَبْرًا ﴿۷۲﴾ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِىْ بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِىْ مِنْ اَمْرِىْ عُسْرًا ﴿۷۳﴾ فَانْطَلَقَا ٝ حَتّٰٓى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً ۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ ؕ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُّكْرًا ﴿۷۴﴾ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِىَ صَبْرًا ﴿۷۵﴾ قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَىْءٍۢ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِىْ ۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّىْ عُذْرًا ﴿۷۶﴾ فَانْطَلَقَا ٝ حَتّٰٓى اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِ ۨ اسْتَطْعَمَآ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ؕ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ﴿۷۷﴾ قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِىْ وَبَيْنِكَ ۚ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿۷۸﴾

پھر دونوں (کسی طرف) چلے یہاں تک کہ دونوں کشتی پر سوار ہوئے تو ان بزرگ نے اس کشتی میں چھید کر دیا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا آپ نے اس کشتی میں اس لئے چھید کیا کہ اس میں بیٹھنے والوں کو غرق کر دیں آپ نے بڑی بھاری (خطرہ کی) بات کی ہے ان بزرگ نے کہا کہ کیا میں نے کہا نہیں تھا کہ آپ سے میرے ساتھ صبر نہ ہو سکے گا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ (مجھ کو یاد نہ رہا تھا سو) آپ میری بھول چوک پر گرفت نہ کیجئے اور میرے اس معاملہ میں مجھ پر زیادہ تنگی نہ ڈالئے۔ پھر دونوں کشتی سے (اتر کر آگے) چلے یہاں تک کہ جب ایک (کم سن) لڑکے سے ملے تو ان بزرگ نے اس کو مار ڈالا موسیٰ علیہ السلام (گھبرا کر) کہنے لگے آپ نے ایک بے گناہ کو مار ڈالا (اور وہ بھی) بے بدلے کسی جان کے بے شک آپ نے (یہ تو) بڑی بے جا حرکت کی اور ان بزرگ نے فرمایا کیا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ آپ سے میرے ساتھ صبر نہیں ہو سکے گا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ (خیر اب کے اور جانے دیجئے) اگر اس مرتبہ کے بعد آپ سے کسی امر کے متعلق کچھ پوچھوں تو آپ مجھ کو اپنے ساتھ نہ رکھیے بے شک آپ میری طرف سے عذر (کی انتہا) کو پہنچ چکے ہیں۔ پھر دونوں (آگے) چلے یہاں تک کہ ایک گاؤں والوں پر گزر ہوا تو وہاں والوں سے کھانے کو مانگا (کہ ہم مہمان ہیں) سو انہوں نے ان کی مہمانی کرنے سے انکار کر دیا اتنے میں ان کو وہاں ایک دیوار ملی جو گرا ہی چاہتی تھی تو ان بزرگ نے اس کو (ہاتھ کے اشارے سے) سیدھا کر دیا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر آپ چاہتے تو اس کام پر کچھ اجرت ہی لے لیتے ان بزرگ نے کہا کہ یہ وقت ہماری اور آپ کی علیحدگی کا ہے (جیسا کہ خود آپ نے شرط کی تھی) میں ان چیزوں کی حقیقت بتلائے دیتا ہوں جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا۔ ۞

تفسیر تتمہ قصہ ☆ فَانْطَلَقَا ٝ حَتّٰٓى اِذَا رَكِبَا فِى السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا ؕ (الی قولہ تعالی) مَعِىَ صَبْرًا ﴿۷۲﴾ (غرض باہم قول و قرار ہو گیا) پھر دونوں (کسی طرف) چلے (اور غالباً یوشع علیہ السلام بھی ساتھ ہوں گے مگر چونکہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے تابع تھے اس لئے متبوع کا ذکر تابع کے ذکر سے مستغنی ہو گیا) یہاں تک کہ (چلتے چلتے کسی ایسے مقام پر پہنچے جہاں کشتی پر سوار ہونے کی ضرورت ہوئی پس) جب دونوں کشتی میں سوار ہوئے تو ان بزرگ نے اس کشتی (کا ایک تختہ نکال کر اس) میں چھید کر دیا (پھر شاید مرمت کر دی ہوگی اور شاید اہل کشتی اجمالاً ان کے معتقد ہوں اس لئے نہ روکا ہو) موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا کہ کیا آپ نے اس کشتی میں اس لئے چھید کیا کہ اس کے بیٹھنے والوں کو غرق کر دیں (یعنی اس پر یہ ضرر مرتب ہونا بعید نہ تھا اور تو یہی ضرر محتمل تھا مگر جب تک کوئی غالب مصلحت نہ ہو اس وقت تک ضرر محتمل بھی واجب الاحتراز ہے اور مصلحت کچھ معلوم نہیں ہوتی) آپ نے بڑی بھاری (یعنی خطرہ کی) بات کی ان بزرگ نے کہا کہ کیا میں نے کہا نہیں تھا کہ آپ سے میرے ساتھ صبر نہ ہو سکے گا (آخر وہی ہوا اور آپ اپنے قول پر نہ رہے) موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا کہ (مجھ کو یاد نہ رہا تھا سو) آپ میری بھول چوک پر گرفت نہ کیجئے اور میرے اس معاملہ (متابعت) میں مجھ پر زیادہ تنگی نہ ڈالئے (کہ بھول چوک بھی معاف نہ کی جاوے بات گئی گذری ہوئی) پھر دونوں (کشتی سے اتر کر آگے) چلے یہاں تک کہ جب ایک (کمسن) لڑکے سے ملے تو ان بزرگ نے اس کو مار ڈالا موسیٰ (علیہ السلام گھبرا کر) کہنے لگے آپ نے ایک بے گناہ جان کو مار ڈالا (اور وہ بھی) بے بدلے کسی جان کے بیشک آپ نے (یہ تو) بڑی بے جا حرکت کی (کیونکہ اوّل تو نابالغ کا قتل کرنا جس کو قصاص میں بھی نہیں قتل کیا جاتا پھر اس نے تو کوئی فعل موجب قصاص بھی نہ کیا تھا اس حیثیت سے یہ فعل پہلے سے بھی بڑھ کر ہے کیونکہ وہاں مال کا نقصان گو یقینی ہوا لیکن جان کا ضرر محتمل تھا اور یہاں جان کا ضرر متیقن ہوا اور وہ بھی بالکل مرفوع القلم کا کیونکہ یہ لڑکا نابالغ تھا جیسا مسلم میں حدیث مرفوع ہے **لو ادرک** الخ نیز حضرت خضر علیہ السلام کے عذر آئندہ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کے والدین کے بگڑنے کا اندیشہ تھا ورنہ اگر یہ بالغ اور ڈاکو ہوتا جیسا بعض قائل

ہوئے ہیں تو یہ عذر زیادہ قریب الفہم تھا اس کو ذکر کرتے) ان بزرگ نے فرمایا کہ میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ آپ سے میرے ساتھ صبر نہ ہو سکے گا قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ (الی قولہ تعالی) سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِیْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَیْهِ صَبْرًا۝ موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا کہ (خیراب کے اور جانے دیجئے لیکن) اگر اس مرتبہ کے بعد آپ سے کسی امر کے متعلق پوچھوں تو آپ مجھ کو اپنے ساتھ نہ رکھئے بیشک آپ میری طرف سے عذر (کی انتہاء) کو پہنچ چکے ہیں (یعنی آپ نے بہت درگزر کی اگر اب ساتھ نہ رکھیں گے معذور ہیں اور اب کی بار نسیان کا عذر نہ کرنے سے معلوم ہو کہ نسیان نہ ہوا تھا غرض) پھر دونوں (آگے) چلے یہاں تک کہ جب ایک گاؤں والوں پر گزر ہوا تو وہاں والوں سے کھانے کو مانگا (کہ ہم مہمان ہیں) سو انہوں نے ان کی مہمانی کرنے سے انکار کر دیا اتنے میں ان کو وہاں ایک دیوار ملی جو گرا ہی چاہتی تھی تو ان بزرگ نے اس کو (ہاتھ کے اشارہ سے بطور خرق عادت کے) سیدھا کر دیا موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا کہ اگر آپ چاہتے تو اس (کام) پر کچھ اجرت ہی لے لیتے (کہ اس وقت کام بھی چلتا اور ان لوگوں کی بھی اس میں اصلاح اخلاق کی ہوتی ورنہ ایسوں کے ساتھ رعایت کرنے سے دونی بد خلقی ان کی بڑھتی ہے) ان بزرگ نے کہا کہ یہ وقت ہماری اور آپ کی علیحدگی کا ہے (جیسا کہ خود آپ نے شرط کی تھی) میں ان چیزوں کی حقیقت بتلائے دیتا ہوں جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا (چنانچہ آیات آئندہ میں آتا ہے)۔ **ف**: اور عجب نہیں کہ ان اسرار کا بتلانا اس درخواست کو پورا کرنا بھی ہو جو موسیٰ علیہ السلام نے کی تھی تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ گو نمونہ ہی کے طور پر سہی اور[۲] زیادہ ساتھ رہنے میں غالباً وہ مناسب موقع پر خود ہی بتلاتے اور ہر واقعہ پر بتلاتے تو یہ علم زیادہ حاصل ہوتا اور گو یہ علم موسوی کے برابر مفید عام نہ ہو کیونکہ قابل اتباع نہیں تاہم اس معنی کو مفید خاص ضرور ہے کہ بعض حکمتیں مفصلاً منکشف ہوتی ہیں گو اجمالی عقیدہ ہی کہ ہر واقعہ مشتمل حکمتوں پر ہوتا ہے قرب کے لئے کافی ہے اور جب خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کے بولنے پر نکیر کی تو موسیٰ علیہ السلام نے جواب میں یہ نہ کہا کہ تم خلاف شرع کرتے ہو وجہ یہ کہ بعد غصہ فرو ہو جانے کے اجمالاً سمجھ گئے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس بھیجا ہے تو ان کا فعل موافق ہوگا اور موسیٰ علیہ السلام نے وعدہ کر کے پھر جو اعتراض فرمایا تو اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک ایسے فعل کا بذات خود التزام فرمایا تھا جس کو خدا نے ان پر واجب نہ کیا تھا اور اس التزام پر قائم رہنے میں ان کا فائدہ تھا اور ترک میں حضرت خضر علیہ السلام کا کچھ ضرر نہ تھا بالخصوص جب کہ ان کو یہ بھی علم ہو کہ وہ صبر نہ کر سکیں گے اور جو فعل شرعاً واجب نہ ہو بلکہ آدمی اپنی مصلحت کے لئے اس کا التزام کرے اور اس کے ترک میں دوسرے کا ضرر بھی نہ ہو تو ایسے فعل کا ترک شرعاً معصیت نہیں پس خلف وعدہ جو منہی عنہ ہے وہ لازم نہیں آتا اور جیسا ایک بار ایسے وعدہ کا خلاف جائز ہے کئی بار بھی جائز ہے پس یہ سوال بھی نہیں ہو سکتا کہ کئی بار ایسا کیوں کیا اور اصل سبب اس کا خوش طبعی تھا جو کاملین کو بھی احیاناً ہو سکتا ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: خَرَقَهَا قَالَ اَخَرَقْتَهَا الخ اس سے دو امر ثابت ہوئے ایک یہ کہ بعضے ایسے افعال جن کا ظاہر خلاف شرع ہو اور واقع میں یہ خلاف نہیں ہوتے اکابر سے صادر ہو سکتے ہیں دوسرا امر یہ کہ اولیاء میں ایسے بھی ہیں جو باذن حق تکوین میں تصرف کرتے ہیں (جو خواص باری تعالیٰ سے نہ ہو) اور ایسے لوگوں کو قطب التکوین اور صاحب خدمت کہتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ: اِسْتَطْعَمَآ اَهْلَهَا اس سے معلوم ہوا کہ فوری ضرورت کے لئے سوال کرنا جائز ہے اور بعض اہل الطریق نے ضرورات باطن کے لئے نہ کہ ضرورت گرسنگی کے لئے اس کو کبھی کبھی اختیار کیا ہے قولہ تعالیٰ: فَاَقَامَهٗ الخ بخاری کتاب التفسیر میں سعید سے روایت ہے کہ اس دیوار پر ہاتھ پھیر دیا اور وہ سیدھی ہو گئی پس اس تفسیر پر اس میں کرامات اولیاء کا اثبات ہے جب کہ خضر علیہ السلام کی نبوت کا قائل نہ ہو جاوے قولہ تعالیٰ لَتَّخَذْتَ عَلَیْهِ اَجْرًا۝ اس سے معلوم ہوا کہ اکتساب معیشت اور اس کے اسباب کا اختیار کرنا کمال کے منافی نہیں ۱۲ قولہ تعالیٰ قال هذا فراق الخ یہ اصل ہے مرید کو جدا کر دینے کی جب کہ اس سے مناسبت و موافقت کی توقع نہ رہے اور بکثرت خلاف اور نزاع ظاہر ہونے لگے ۱۲۔

الحواشی: (۱) **مفعول فسر** ۱۲۔ (۲) غالباً مقصود اس سے توجیہ ہے اس حدیث کی جس میں حضور نے تمنا ظاہر فرمائی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اگر نہ بولتے تو اور قصے واقع ہوتے۔ حاصل توجیہ کا یہ ہے کہ خود قصہ سننا محل تمنا نہیں بلکہ وہ اسرار جو ان قصوں میں ظاہر ہوتے اور خضر علیہ السلام سکوت پر خود بھی بتا دیتے اور گو وہ اسرار مفید عام نہیں مگر تفصیل و تعیین حکمت کے اعتبار سے مفید خاص ضرور ہیں اور ظاہر ہے کہ جب ہر ہر واقعہ کی حکمت بیان کی جاتی تو یہ علم زیادہ حاصل ہوتا اس اعتبار سے حضور نے ایسی تمنا فرمائی اور میں نے غالباً اس واسطے کہا کہ اچھی طرح ذہن میں نہیں آیا کہ یہ عبارت لکھتے وقت کیوں بڑھائی تھی ۱۲ منہ عفا اللہ عنہ۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله فی لتغرق** ضرر مرتب ہونا **اشارة الی ان اللام للعافیة** ۱۲۔ ۲ **قوله فی توضیحه** مگر جب تک کوئی غالب الخ زادہ **لیکون الجواب بقوله اما السفینة الخ متجها والا فلا یرتفع به الاشکال المذکور من خوف الفرق فافهم** ۱۲۔ ۳ **قوله فی بغیر نفس** وہ بھی **اشارة الی ان زیادة هذا للمبالغة کما بینه فی الترجمة فلا یصح الاحتجاج به علی بلوغه والقرینة علی کونه غیر بالغ استعمال لفظ غلامین فیما سیاتی فی غیر البالغین بدلیل یتیمین** ۱۲۔

اللغات: **الامر والنكر فی الروح عن الکشف الظاهر البلیغة النکر الا تری کیف فسر الشاعر فی قوله لقد یقی الاقران منی نکرا**

☆ واهية وهياء اذ امرا النكر[1] بداهية من صفتهما كيت وكيت وجعل الامر بعض اوصافها۔

الصرف :قوله لتخذت بتاء مفتوحة و خاء مكسورة كما فى قراء ة اما من تخذ بمعنى اخذا ومن اخذبا بدال الفاء تاء و تفصيله فى الروح ۱۲۔

النحو : قوله قد بلغت من لدنى عذرا مفعل بلغت والمعنى كما نقله فى الروح عن النووى قد بلغت الى الغاية التى تعذر بسببنها فى فراقى حيث خالفتك مرة بعد مرة آه۔

البلاغة : خرقها بدون التاء ثم فقتله بالفاء ثم استطعما بدون الفاء والنكتة فى هذا التفاوت عندى انه فى الركوب والاتيان لا يكون الافتراق عن اهل السفينة واهل القرية سريعًا ولا غير اختيارى فلم يكن فيهما داع الى تعجيل الخرق والاستطعام لانه لا يفوت شئ بالتمهل بخلاف اللقى فانه لا يكون فيه الافتراق باختياره بل ربما يفترق الملاقى الآخر وايضا ربما يفوت لاجماع فيه سريعا ولا يتمكن حينئذ من القتل اقتضى العادة فى مثله الى تعجيل القتل فاتى بالفاء الدالة على التعقيب بلا مهملة فافهم فانه من المواهب ۱۲ قوله الم اقل لك زاد لك فى امرأة الثانية للمبالغة والتنبيه على كون المخاطب هو المخاطب لا غير ليكون اشد احتمالاً ۱۲۔

اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِى الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ﴿۷۹﴾ وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ﴿۸۰﴾ فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ﴿۸۱﴾ وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِى الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ۖ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِىْ ۭ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿۸۲﴾ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِى الْقَرْنَيْنِ ۭ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ﴿۸۳﴾ اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِى الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَىْءٍ سَبَبًا ﴿۸۴﴾ فَاَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۸۵﴾ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِىْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ڛ قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا ﴿۸۶﴾ قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ﴿۸۷﴾ وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ۨ الْحُسْنٰى ۚ وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا ﴿۸۸﴾

وہ جو کشتی تھی سو چند آدمیوں کی تھی جو (اس کے ذریعے سے) دریا میں محنت مزدوری کرتے تھے سو میں نے چاہا کہ اس میں عیب ڈال دوں اور (وجہ اس کی یہ تھی کہ) ان لوگوں سے آگے کی طرف ایک (ظالم) بادشاہ تھا جو ہر (اچھی) کشتی کو زبردستی پکڑ رہا تھا اور رہا وہ لڑکا سو اس کے ماں باپ ایماندار تھے سو ہم کو اندیشہ (یعنی تحقیق) ہوا کہ یہ ان دونوں پر سرکشی اور کفر کا اثر نہ ڈال دے پس ہم کو یہ منظور ہوا کہ بجائے اس کے ان کا پروردگار ان کو ایسی اولاد دے جو پاکیزگی (یعنی دین) میں اس سے بہتر ہو اور رہی دیوار سو وہ دو یتیم لڑکوں کی تھی جو اس شہر میں (رہتے) ہیں اور اس دیوار کے نیچے ان کا کچھ مال مدفون تھا جو ان کے باپ سے میراث میں پہنچا ہے اور ان کا باپ (جو مر گیا ہے وہ) ایک نیک آدمی تھا سو آپ کے رب نے اپنی مہربانی سے چاہا کہ وہ دونوں اپنی جوانی (کی عمر) کو پہنچ جاویں اور اپنا دفینہ نکال لیں اور یہ سارے کام میں نے الہام الٰہی سے کئے ہیں ان میں سے کوئی کام میں نے اپنی رائے سے نہیں کیا لیجئے یہ ہے حقیقت ان باتوں کی جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا۔ ذوالقرنین کا حال پوچھتے ہیں آپ ہے آپ فرما دیجئے کہ میں اس کا ذکر ابھی تمہارے سامنے کرتا ہوں ہم نے ان کو روئے زمین پر حکومت دی تھی اور ہم نے ان کو ہر قسم کا سامان (کافی) دیا تھا۔ چنانچہ مغرب کی ایک راہ پر ہو لئے یہاں تک کہ جب غروب آفتاب کے موقع پر پہنچے تو آفتاب ان ایک سیاہ رنگ کے پانی میں ڈوبتا ہوا دکھلائی دیا اور اس موقع پر انہوں نے ایک قوم دیکھی ہم نے (الہاماً) یہ کہا اے ذوالقرنین خواہ سزا دو اور خواہ ان کے بارے میں نرمی کا معاملہ اختیار کرو ذوالقرنین نے عرض کیا کہ (بہت اچھا اول دعوت ایمان ہی دوں گا) لیکن جو ظالم رہے گا سو اس کو تو ہم لوگ سزا دیں گے پھر وہ اپنے مالک حقیقی کے پاس پہنچایا جائے گا پھر وہ اس کو دوزخ کی سزا دے گا اور جو شخص ایمان لے آوے گا اور نیک عمل کرے گا تو

اس کے لئے (آخرت میں بھی) بدلے میں بھلائی ملے گی اور ہم (دنیا میں بھی) اپنے برتاؤ میں اس کو آسان (اور نرم) بات کہیں گے۞

تفسیر: تمہ قصہ ☆ اَمَّا السَّفِیْنَةُ فَکَانَتْ لِمَسٰکِیْنَ یَعْمَلُوْنَ فِی الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِیْبَهَا (الی قولہ تعالیٰ) ذٰلِكَ تَاْوِیْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَیْهِ صَبْرًا۞ وہ جو کشتی تھی سو چند غریب آدمیوں کی تھی جو (اس کے ذریعہ سے) دریا میں محنت مزدوری کرتے تھے (اور اسی پر ان کی گذر اوقات ہوتی ہے) سو میں نے چاہا کہ اس میں عیب ڈال دوں اور (وجہ اس کی یہ تھی کہ) ان لوگوں سے آگے کی طرف ایک (ظالم) بادشاہ تھا جو ہر (اچھی) کشتی کو زبردستی پکڑ رہا تھا (سو اگر ان کی کشتی میں عیب نہ ڈالا جاتا تو اس کو بھی چھین لیتا اور ان غریبوں کا ٹکڑا مارا جاتا پس اس توڑنے میں یہ مصلحت تھی) اور رہا وہ لڑکا سو اس کے ماں باپ ایماندار تھے (اور وہ اگر بڑا ہوتا تو کافر ہوتا اور ماں باپ اس کو چاہتے بہت تھے) سو ہم کو اندیشہ (یعنی تحقیق) ہوا کہ ان دونوں پر سرکشی اور کفر کا اثر نہ ڈال دے (یعنی محبت کے سبب وہ بھی بد دینی میں اس کا ساتھ نہ دینے لگیں) پس ہم کو یہ منظور ہوا کہ (اس کا تو قصہ تمام کر دیا جاوے پھر) بجائے اس کے ان کا پروردگار ان کو ایسی اولاد دے (خواہ لڑکا ہو یا لڑکی) جو پاکیزگی (یعنی دین) میں اس سے بہتر ہو اور (ماں باپ کے ساتھ) محبت کرنے میں اس سے بڑھ کر ہو اور رہی دیوار سو وہ دو یتیم لڑکوں کی تھی جو اس شہر میں (رہتے) ہیں اور اس دیوار کے نیچے ان کا کچھ مال مدفون تھا (جو ان کے باپ سے میراث میں پہنچا ہے) اور ان کا باپ (جو مر گیا ہے وہ) ایک نیک آدمی تھا پس اس کے نیک ہونے کی برکت سے خدا تعالیٰ نے اس کی اولاد کے مال کو محفوظ فرمانا چاہا اور دیوار گرنے سے لوگ مال لوٹ لے جاتے اور غالباً جوان لڑکوں کا سرپرست تھا اور اس کو دفینہ کا علم ہو گا وہ یہاں موجود نہ ہو گا جو انتظام کر لیتا) سو آپ کے رب نے اپنی مہربانی سے چاہا کہ وہ دونوں اپنی جوانی (کی عمر) کو پہنچ جاویں اور اپنا دفینہ نکال لیں اور (یہ سارے کام میں نے بالہام الٰہی کئے ہیں ان میں سے کوئی کام میں نے اپنی رائے سے نہیں کیا (لیجئے صاحب) یہ ہے حقیقت ان باتوں کی جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا (جس کو میں حسب وعدہ بتلا چکا چنانچہ موسیٰ علیہ السلام اس کے بعد ان سے رخصت ہوئے۔ حدیث میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے شرما کر یہ کہہ دیا کہ اگر اب کی بار پوچھوں تو ساتھ نہ رکھنا ورنہ اگر ساتھ رہتے تو اور عجائب امور دیکھتے)

ف: اثنائے ترجمہ میں جس قدر مضامین روایت کے متعلق ہیں سب احادیث صحیحین سے ہیں بجز ان جملوں کے جن میں یہ الفاظ آئے ہیں مطلب اور یعنی اور غالباً اور شاید اور احتمال اور مراد اور ظاہراً اور ہو گیا ہو گا اور عجب نہیں اور یا اور اس قصہ سے بعض کو دھوکہ ہو گیا ہے کہ علم باطن علم شریعت سے افضل ہے جواب اس کا یہ ہے کہ علم باطن کے دو شعبے ہیں علم مرضیات الٰہی جو متعلق بالنفس ہیں اور علم اسرار کونیہ پہلا تو شریعت کا ایک جزو ہی ہے اور جزو کبھی کل سے افضل نہیں ہو سکتا اور دوسرا چونکہ قرب الٰہی میں کچھ دخل نہیں رکھتا اس لئے افضلیت کا احتمال ہی نہیں دوسرا دھوکہ یہ ہے کہ خضر علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام سے افضل ہیں جواب یہ ہے کہ خضر علیہ السلام کو علم باطن کا دوسرا شعبہ حاصل ہونا اس قصہ سے ثابت ہے اور ابھی سن لیا ہے کہ وہ علم شریعت سے جو کہ موسیٰ علیہ السلام کو حاصل تھا افضل نہیں۔ رہا ان کا ان کے پاس بھیجنا سو بنا اس کی افضلیت نہیں بلکہ تعلیم و تادیب کہ آئندہ تکلم میں احتیاط رکھیں اور مقید کی جگہ مطلق نہ بولا کریں بعض کو یہ دھوکہ ہوا ہے کہ پیر اگر خلاف شرع کوئی کام کریں اس پر انکار نہ کرے چنانچہ اس قصہ حدیث میں آیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اگر صبر کرتے تو خوب ہوتا۔ جواب یہ کہ خضر علیہ السلام کا کمال نص سے معلوم تھا اس لئے سکوت جائز تھا دوسرے کا ان پر قیاس کرنا مع الفارق ہے بعض کو دھوکہ ہوا ہے کہ الہام پر خلاف شرع عمل جائز ہے جواب یہ ہے کہ یا تو نبی ہوں گے اور یا یہ کہ شریعت سابقہ ہو گی مگر اس شرع میں جائز نہیں یہاں بعض اہل کتاب کہتے ہیں کہ یہ قصہ موسیٰ مشہور پیغمبر کا نہیں ورنہ ہماری کتابوں میں ہوتا۔ مگر حدیث میں تصریح ہے یہی موسیٰ علیہ السلام صاحب واقعہ ہیں اور بعض کتابیں اہل کتاب کی گم ہو گئی ہیں ممکن ہے کہ ان میں ہو یا اگر نہ بھی ہو تو مثبت مقدم ہے نافی پر اور بعض نے یہ خدشہ کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے یہ سفر کب کیا ہے کہ بنی اسرائیل میں مشہور نہ ہو جواب یہ ہے کہ یا تو ان کو علم ہوا ہو اور عار کی وجہ سے چرچا قطع کر دیا ہو یا خود موسیٰ علیہ السلام نے بخیال ان کی غباوت کے ان کو اطلاع نہ کی ہو کہ کسی فتنہ میں مبتلا نہ ہو جاویں اور بنی اسرائیل یوں سمجھتے ہوں کہ کہیں حسب عادت تشریف لے گئے ہونگے۔ ربط: اوپر اصحاب کہف کا قصہ جس سوال کے جواب میں مذکور ہے جس میں انکے تین سفروں کا بھی بیان ہے۔

قصہ ذوالقرنین ☆ وَیَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِی الْقَرْنَیْنِ (الی قولہ تعالیٰ) فَاَتْبَعَ سَبَبًا۞۔

سفر اوّل: حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِیْ عَیْنٍ (الی قولہ تعالیٰ) وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا یُسْرًا۞ اور یہ لوگ آپ سے ذوالقرنین کا حال پوچھتے ہیں (اس کے پوچھنے کی وجہ یہ لکھی ہے کہ ان کی تاریخ قریب قریب گم تھی اور اسی لئے جو امور ان کے متعلق قرآن میں مصرح نہیں کہ اصل قصہ سے زائد تھے وہ آج تک مختلف فیہ ہیں اور اسی واسطے انہوں نے اس کو سوال کے لئے تجویز کیا تھا پس اس کا جواب بھی کامل دلیل ہے نبوت کی) آپ فرما دیجئے کہ میں اس کا ذکر ابھی تمہارے سامنے بیان کرتا ہوں (آگے حق تعالیٰ کی طرف سے اس کی حکایت شروع ہوئی کہ وہ ذوالقرنین ایک ایسے جلیل القدر بادشاہ ہو گزرے ہیں کہ) ہم نے ان کو روئے زمین پر حکومت دی تھی اور ہم نے ان کو ہر قسم کا سامان (کافی) دیا تھا (جس سے وہ اپنے شاہی ارادوں کو پورا کر سکیں) چنانچہ وہ (بارادۂ فتوحات ملک مغرب) ایک راہ پر ہو لئے (اور راہ سے سفر کرنا شروع کیا) یہاں تک کہ جب (سفر کرتے کرتے اور درمیانی بلاد و امصار کو فتح

کرتے کرتے) غروب آفتاب کے موقع پر (یعنی جہت مغرب میں منتہائے آبادی پر) پہنچے تو آفتاب اُن کو ایک سیاہ رنگ کے پانی میں ڈوبتا ہوا دکھلائی دیا (مراد اس سے غالباً سمندر ہے کہ اس کا رنگ اکثر جگہ سیاہ ہے اور سمندر میں گو حقیقۃً غروب نہیں ہوتا لیکن جہاں سمندر سے آگے نگاہ نہ جاتی ہو تو بادی النظر میں سمندر ہی میں غروب ہوتا معلوم ہوگا) اور اس موقع پر انہوں نے ایک قوم دیکھی (جن کے کافر ہونے پر اگلی آیت اما من ظلم الخ دلالت کرتی ہے) ہم نے (الہاماً یا اس زمانہ کی شریعت کے واسطہ سے) یہ کہا کہ اے ذوالقرنین (اس قوم کے بارے میں تم کو دو اختیار ہیں) خواہ (ان کو ابتداء ہی سے قتل وغیرہ کے ذریعہ سے) سزا دو اور خواہ ان کے بارے میں نرمی کا معاملہ اختیار کرو (یعنی اول دعوتِ ایمان کرلو اور ابتداءً قتل کرنا شاید اس لئے جائز ہو کہ ان کو کسی ذریعہ سے دعوت پہنچ چکی ہوگی لیکن دوسری صورت کو بوجہ ترجیح کے اتخاذ حسن سے تعبیر فرمایا) ذوالقرنین نے عرض کیا کہ (بہت اچھا اول دعوت ایمان ہی کروں گا) لیکن (بعد دعوت ایمان کے) جو (ان میں) ظالم (کفار) رہے گا سو اس کو تو ہم لوگ (قتل وغیرہ کی) سزا دیں گے (اور یہ سزا تو دنیا میں ہوگی) پھر (مرنے کے بعد) وہ اپنے مالک حقیقی کے پاس پہنچایا جاوے گا پھر وہ اس کو (دوزخ کی) سخت سزا دے گا اور جو شخص (میری دعوت ایمان کے بعد) ایمان لے آوے گا اور (قواعد دینیہ کے موافق) نیک عمل کرے گا تو اس کے لئے (آخرت میں بھی) بدلے میں بھلائی ملے گی اور ہم (بھی دنیا میں) اپنے برتاؤ میں اس کو آسان (اور نرم) بات کہیں گے (یعنی قولی سختی بھی اس کے ساتھ روا نہ رکھیں گے اور فعلی سختی تو بدرجہ اولیٰ روا نہ رکھی جاوے گی) ۔ **ف** : ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ ذوالقرنین کوئی مقبول بزرگ بادشاہ ہیں خواہ نبی ہوں یا ولی ہوں کسی دوسرے نبی کے متبع ۔ ہر ولایت کی صورت میں یہ مکالمت بطور الہام ہوئی ہو یا کسی نبی کے ذریعہ سے اور شاید ذوالقرنین کا لقب اس لئے ہوا ہو کہ قرن جانب کو کہتے ہیں اور تثنیہ سے مراد تکریر ہو چونکہ انہوں نے جوانب ارض پر تسلط حاصل کیا تھا اس لئے ذوالقرنین لقب ہوگیا واللہ اعلم اور ذوالقرنین کے دو سفر آئندہ میں یہ مضمون تخییر بین التعذیب والا تخاذ کا مذکور نہیں شاید ایک جگہ ذکر کر کے بقیہ مواقع کو سامعین کے مقالیسہ پر چھوڑ دیا ہو اور ان کے معاملہ میں بھی یہی مکالمت ہوئی ہو یا خود مکالمت کو ان کے مقایسہ پر چھوڑ دیا ہو کہ یہی برتاؤ وہاں کرلیں گے ۔

ترجمہ مسائل السلوک : قولہ تعالیٰ : كَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ اس میں بزرگوں کی اولاد کی رعایت کی اصل ہے اور یہ امر اہل سلوک کے لئے مثل امر طبعی کے ہے ۔ قولہ تعالیٰ : وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ ۚ اس سے ان لوگوں کا احتجاج ساقط ہوگیا جو کاملین کے لئے امور خلاف شرع فی الواقع کا صدور جائز رکھتے ہیں وجہ سقوط ظاہر ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کے یہ سب افعال بالکل مامور بہ من اللہ تھے اور یہی مامور بہ شرع ہے اور وہ نبی تھے تب تو یہ افعال شرع جزئی کی طرف مستند ہیں اور اگر نبی نہیں تھے تو شرع کلی کی طرف کسی اصلی غامض سے استنباط کے ذریعہ سے جس پر موسیٰ علیہ السلام کو اس لئے اطلاع نہیں ہوئی کہ ان پر وہ مصالح خاصہ منکشف نہیں ہوئے اس لئے وہ استنباط نہ کر سکے ۱۲ ۔ قولہ تعالیٰ : ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ۝ الخ اس سے معلوم ہوا کہ ایسے مغیبات پر مطلع ہوجانا اور ان کا منکشف ہوجانا مقاصد میں سے نہیں چنانچہ موسیٰ علیہ السلام باوجودیکہ خضر علیہ السلام سے بوجہ اس کے کہ قطعی نبی اور اولی العزم نہ اہل شرع مستقل سے ہیں اکمل تھے پھر بھی (ان واقعات سے متعجب رہے اور روح المعانی میں ہے کہ علماء نے اس قصہ سے جیسا کہ شراح حدیث وغیرہ نے ذکر کیا ہے ان فوائد پر استدلال کیا ہے طلب علم کے لئے سفر کا مستحب ہونا اور علماء و مشائخ کے ساتھ ادب کا برتاؤ کرنا اور ان پر اعتراض کا ترک کرنا اور ان کے افعال و حرکات و اقوال میں سے جس کا ظاہر مفہوم نہ ہو اس کی تاویل کرلینا اور ان کے ساتھ جو عہد کیا ہے اس کو وفاء کرنا اور اگر ان کے خلاف کچھ ہوجاوے تو اس کی معذرت کرنا اور سفر میں خادم کو ہمراہ لینا اگرچہ وہ سفر کسی بزرگ کی خدمت میں ہو اور سفر میں زادراہ لے جانا اور اس کا منافی توکل نہ ہونا اور نسیان اور دیگر امور مکروہہ کا شیطان کی طرف منسوب کرنا اور ان کی نسبت الی اللہ کرنے سے ادب کرنا اور عالم کا طالب علم سے ایسے فن کی تعلیم نہ کرنے میں عذر کردینا جس کا وہ متحمل نہ ہو سکے گا اور ہر امر میں مثبت حق کو مقدم رکھنا اور متبوع کو تابع سے کچھ شرطیں لگالینا اور نسیان پر مواخذہ نہ ہونا اور تین کے عدد کا تکرار میں معتبر ہونا اور سواری کشتی کا جائز ہونا اور حکم ظاہر پر ہونا جب تک کہ اس کے خلاف معلوم نہ ہو چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے اسی بناء پر انکار فرمایا اور احتیاج کے وقت سوال طعام کا جائز ہونا اور احسان کو ترک کرنا اگرچہ نااہلوں ہی کے ساتھ ہو (چنانچہ باوجود ان اہل قریہ کے طعام نہ دینے کے ان کی دیوار درست کردی) اور اعمال دنیویہ پر اجرت لینا اور آلات اکتساب کے یا کسی ناکافی چیز کے مالک ہونے سے مسکنت کا باقی رہنا اور غصب کا حرام ہونا اور زمین میں مال کے دفن کرنے کا جائز ہونا اور بھی بہت فوائد ہیں جو تلاش یا غور سے معلوم ہو سکتے ہیں اھ اور بندہ ضعیف کہتا ہے کہ حدیث میں جو امر موسیٰ علیہ السلام کے خضر علیہ السلام کے پاس جانے کے سبب کے بارہ میں آیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ طریق اکمل اصلاح کا فعل ہے نہ کہ مخض قول ۱۲ ۔

ملحقات الترجمۃ : ۱؎ **قولہ** فی ورائھم آگے رجح ھذا المعنی من المعنیین لقراءۃ ابن عباس ما فھم اخرجہ البخاری ۱۲ ۔ ۲؎ **قولہ** فخشینا تحقیق ھکذا فی الخازن ۱۲ ۔ ۳؎ **قولہ** فی فاردنا تمام کردیا جاوے اشارۃ الی توجیہ تعلق الارادۃ بالابدال مع عدم کونہ محلا للارادۃ البشریۃ والتوجیہ ان المقصود تعلقھا بالقتل المستتبع للابدال حسب التعلیم الآلھی ۱۲ ۔ ۴؎ **قولہ** فی رحمۃ اپنی مہربانی سے متصلا

مع قوله آپ کے رب نے اشارة الى امرين الاول انه مفعول له لقوله اولا ليستخرجا لاختلاف الفاعلين المانع فى المشهور والثانى ان فيه وضع المظهر موضع المضمر ۱۲ـ ۵ قوله فى فعلته کوئی کام اشارة الى ان ضمير المفعول راجع الى كل واحد مما ذكر ۱۲ـ ۶ قوله فى عندها اس موقع پر هو ترجمة بالحاصل وحقيقة الكلام عند العين ۱۲ـ ۷ قوله فى نعذبه ہم لوگ اشار به باعتبار المحاورة الى ان الجمع ليس للتعظيم بل للاستحقار ايذانا بانا نحن اجمعون خدام واتباع فافهم فانه من المواهب ۱۲ـ ۸ قوله فى امرنا برتاؤ لان لفظ الامر وكذا الشئ عام لكل شئ وامر ويخص بقرينة المقام ۱۲ـ

اللغات: السبب الطريق الموصل الى المقصود اى مقصود كان نعم العدة والسبيل ۱۲ قوله فى عين حمئة فى الروح المراد بالعين اما عين فى البحر او البحر نفسه وتسمية عينا لا باس به و حمئة ذات حماة هى الطين الاسود وقد ترجمت بالحاصل مراعيا فيه المعنى اللغوى فافهم ولا منافاة بينها وبين القراءة الاندى حامية اى عارة لان للماء لايبعه كون حارا باشمس ۱۲ـ

النحو: قوله جزاء حال مقدم ۱۲ـ

البلاغة: قوله فخشينا واردنا اعلم ان القول قد اختلف فى نكتة اسناد الارادة فى القصة الاولى الى ضمير المتكلم المفرد وفى الثانية الى ضمير الجمع وفى الثالثة الى المظهر والذى لزق بقلبى هو ما فى الروح انه روعى فى الجواب دال الاعتراض وما تضمنه واشار اليه فلما كان الاعتراض الاول متضمنا اسناد الاغراق الى الخضر وكان الانكار عليه دون الانكار على ما يليه بناء على ان نكرا ابلغ من امرا على ما اختاره المحققون ناسب ان يصرح باسناد ارادة التعييب الى نفسه المشير الى نفى ارادة الاغراق التى يشير كلام موسىٰ عليه السلام اليها وان لا ياتى بما يدل على التعظيم من ضم احد معه خلاف ما حسب عليه السلام ولما كان الاعتراض الثانى فى غاية المبالغة والانكار ناسب ان يشير الى ان ما اعترض عليه وبولغ فى انكاره قداريد به امر عظيم فلذا اسند الخشية والارادة الى ضمير المعظم فان فى اسناد الارادة الى المعظم تعظيم الارادة وفى تعظيم الارادة تعظيم المراد وكذا فى اسناد الخشية ولما كان الاعتراض ههنا جدا حيث كان بلفظ لا تصلب فيه فناسب ان يلين فى جوابه المقام ولا ينسب لنفسه استقلالا او مشاركة شيئا من الافعال آه قوله خيرا او اقرب لا يراد التفضيل انما يراد المبالغة لان المقتول لم تكن فيه زكوة ورحمة اصلا قوله فى المدينة سماها قرية فى ما قبل ومدينة ههنا لان مالثه من الاباء والمستهجن يناسب شان القرية التى يكون اهلها فى الغالب اهل جفوة وقساوة وما ههنا من كون اليتيمين ولدى صالح يناسب شان المدينة التى اهلها فى الاكثر ذو داب ورشد ۱۲ قوله فاتبع سببا الفاء فصيحة اى فاراد المسير الى المغرب فاتبع وقد اشرت اليه فى الترجمة ۱۲ قوله فله جزاء الحسنىٰ قدم ههنا جزا الآخرة على ثمرته فى الدنيا وفيما قبل عكس اشارة الى ان الاهم الاقدم فى نظر المؤمن هو الآخرة واما الكافر فادل ما يقع نظره على الدنيا فاخبر معجلا من خسارته فيها التى ليشاهدها ۱۲ـ

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۸۹﴾ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ﴿۹۰﴾ كَذٰلِكَ ؕ وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ﴿۹۱﴾ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۹۲﴾ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ﴿۹۳﴾ قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ﴿۹۴﴾ قَالَ مَا مَكَّنِّىْ فِيْهِ رَبِّىْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِىْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿۹۵﴾ اٰتُوْنِىْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِىْٓ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ﴿۹۶﴾ فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ﴿۹۷﴾ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّىْ ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّىْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّىْ حَقًّا ﴿۹۸﴾

پھر ایک (دوسری) راہ پر ہولئے یہاں تک کہ جب (مسافت طے کر کے) طلوع آفتاب کے موقع پر پہنچے تو آفتاب کو ایک ایسی قوم پر طلوع ہوتے دیکھا جن کے لئے ہم نے آفتاب کے اوپر کوئی آڑ نہیں رکھی یہ قصہ اسی طرح ہے اور ذوالقرنین کے پاس جو کچھ (سامان وغیرہ) تھا ہم کو اس کی پوری خبر ہے۔ پھر (مشرق مغرب فتح کر کے) اور راہ پر ہولئے یہاں تک کہ جب دو پہاڑوں کے درمیان میں پہنچے تو ان پہاڑوں سے اس طرف ایک قوم کو دیکھا جو کوئی بات سمجھنے کے قریب بھی نہیں پہنچے انہوں نے (ذوالقرنین سے) عرض کیا کہ اے ذوالقرنین قوم یاجوج ماجوج (جو اس گھاٹی کے اس طرف رہتے ہیں ہماری) اس سرزمین میں (کبھی کبھی بڑا افساد مچاتے ہیں سو کیا ہم لوگ آپ کے لئے کچھ چندہ جمع کریں اس شرط پر کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان کوئی روک بنادیں (کہ وہ پھر نہ آنے پاویں) ذوالقرنین نے جواب دیا کہ جس مال میں میرے رب نے مجھ کو اختیار دیا ہے وہ بہت کچھ ہے سو (مال کی تو مجھے ضرورت نہیں البتہ ہاتھ پاؤں سے میری مدد کرو تو میں تمہارے لئے اور ان کے درمیان میں مضبوط دیوار بنادوں (اچھا تو تم) لوگ میرے پاس لوہے کی چادریں لاؤ یہاں تک کہ جب (ردے ملاتے ملاتے) ان کے دونوں سروں کے بیچ (کے خلا) کو برابر کردیا تو حکم دیا کہ دھونکو (دھونکنا شروع ہوگیا) یہاں تک کہ جب لال انگارا کردیا تو (اس وقت) حکم دیا کہ اب میرے پاس پگھلا ہوا تانبالاؤ (جو پہلے سے تیار کیا گیا ہے) کہ اس پر الٹ دو۔ اپنے مشرقی سفر کو ختم کر کے پھر ذوالقرنین وہیں مشرق کی طرف ایک راہ چلے دیکھا کہ دو پہاڑ ہیں جو ملے ہوئے ہیں لیکن ان کے درمیان ایک گھاٹی ہے جہاں سے یاجوج ماجوج نکل کر ترکوں پر تباہی ڈالا کرتے ہیں انہیں قتل کرتے ہیں کھیت اور باغات تباہ کرتے جو پہلے سے تیار کرالیا ہوگا کہ اس پر ڈال دو سو نہ تو ماجوج موجوج اس پر چڑھ سکتے ہیں اور (غایت استحکام کے باعث) نہ اس میں نقب دے سکتے ہیں ذوالقرنین نے کہا کہ یہ (تیاری دیوار کی) میرے رب کی ایک رحمت ہے پھر جس وقت میرے رب کا وعدہ آوے گا (یعنی اس کے فنا کا وقت آئے گا) تو اس کو ڈھا کر (زمین کے) برابر کردے گا اور میرے رب کا ہر وعدہ برحق ہے۔

تفسیر: سفر دوم ☆ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا (الی قولہ تعالٰی) كَذٰلِكَ ؕ وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ۝ پھر (ممالک مغربیہ فتح کر کے ممالک مشرقیہ فتح کرنے کے ارادہ سے مشرق کی طرف) ایک (دوسری) راہ پر ہولئے یہاں تک کہ جب (مسافت قطع کر کے) طلوع آفتاب کے موقع پر (یعنی جہت مشرق میں منتہائے آبادی پر) پہنچے تو آفتاب کو ایک ایسی قوم پر طلوع ہوتے دیکھا (یعنی وہاں ایک ایسی قوم آباد تھی) جن کے لئے ہم نے آفتاب کے ادھر کوئی آڑ نہیں رکھی (ظاہراً یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ مکان وغیرہ بنانا نہ جانتے تھے کہ آفتاب کی گرمی سے پناہ لے سکیں) یہ قصہ اسی طرح ہے اور ذوالقرنین کے پاس جو کچھ (سامان وغیرہ) تھا ہم کو اس کی پوری خبر ہے۔ ف: یہ تاکید و تحقیق ہے مضمون کی کہ ہم جو کچھ بیان کر رہے ہیں علم سے کہہ رہے ہیں اور ہمارا علم مطابق واقع کے ہے اور ذلك کا مشار الیہ صرف واقعہ سفر مشرق ہو یا پہلا واقعہ سفر مغرب بھی شاید اس سے زیادت تنبیہ ہو نبوت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ دیکھو اخبار ماضیہ مندرسہ کو کس طرح ٹھیک ٹھیک بیان فرماتے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ ہم بتلاتے ہیں۔

سفر سوم ☆ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا (الی قولہ تعالٰی) وَكَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا ۝ پھر (مغرب و مشرق فتح کر کے) ایک اور راہ پر ہولئے (چونکہ آبادی شمالی حصہ میں زیادہ ہے اس لئے غالب گمان ہے کہ اس سے سمت شمال مراد ہو مفسرین نے یہی سمت لکھی ہے) یہاں تک کہ جب (مسافت قطع کر کے ایک ایسے مقام پر جو) پہاڑوں کے درمیان میں (تھا) پہنچے تو ان پہاڑوں سے اس طرف ایک قوم کو دیکھا جو (غایت اجنبیت لغت و قلت فہم کی وجہ سے) کوئی بات سمجھنے کے قریب بھی نہیں پہنچتے (یعنی غیر زبان ہونے کی وجہ سے تو بات نہیں سمجھتے اور وحشی اور قلیل الفہم ہونے کی وجہ سے سمجھ کے لگ بھگ بھی نہیں پہنچتے ورنہ عاقل آدمی رموز و قرائن سے کچھ قریب قریب سمجھ لیتا ہے مگر کسی مترجم کے ذریعہ سے) انہوں نے (ذوالقرنین سے) عرض کیا کہ اے ذوالقرنین قوم یاجوج و ماجوج (جو اس گھاٹی کے اس طرف رہتے ہیں ہماری) اس سرزمین میں (کبھی کبھی آ کر) بڑا افساد مچاتے ہیں (یعنی ہم پر مار دھاڑ کرتے ہیں اور ہم کو مقابلہ کی طاقت نہیں) سو کیا (آپ اجازت دیتے ہیں کہ) ہم لوگ آپ کے لئے کچھ چندہ جمع کردیں اس شرط پر کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان میں کوئی روک بنادیں وہ پھر آنے نہ پاویں) ذوالقرنین نے جواب دیا کہ جس مال میں میرے رب نے مجھ کو (تصرف کرنے کا) اختیار دیا ہے وہ بہت کچھ ہے سو (مال کی تو مجھ کو ضرورت نہیں البتہ) ہاتھ پاؤں سے میری مدد کرو (تو) میں تمہارے اور ان کے درمیان میں خوب مضبوط دیوار بنادوں۔ (اچھا تو) تم لوگ میرے پاس لوہے کی چادریں لاؤ (دام سرکار ملیں گے اور ضرورت کی اور بھی چیزیں منگوائی ہوں گی مگر رکن اعظم اور اس وحشی ملک میں کم یاب چیز بھی تھی اسلئے ذکر میں اس کی تخصیص کی گئی چنانچہ سب سامان جمع کیا گیا اور دونوں پہاڑوں کے درمیان بنیاد کھود کر اُس کو پتھروں وغیرہ سے بھروا کر اوپر سے یہی لوہے چٹانوں کے ردّے رکھنے شروع کئے) یہاں تک کہ جب (ردے ملاتے ملاتے) ان (دونوں) پہاڑوں کے دونوں سروں کے بیچ (کے خلا) کو (پہاڑوں کے) برابر کردیا تو حکم دیا کہ دھوں کو (دھونکنا شروع ہوگیا) یہاں تک کہ جب (دھونکتے دھونکتے) اس کو لال انگارا کردیا تو (اس وقت) حکم دیا کہ اب میرے پاس پگھلا ہوا تانبالاؤ (جو پہلے تیار کرالیا ہوگا) کہ اس پر ڈالوا دوں) چنانچہ تانبالایا گیا (اور آلات کے ذریعہ سے اوپر چھوڑ دیا گیا کہ تمام درزوں میں گھس کر سب چادریں ایک ذات ہو کر ایک ڈال کی دیوار آہنی بن گئی طول و عرض خدا کو معلوم) سو (اس کے غایت ارتفاع و ملاست کے سبب) نہ تو یاجوج ماجوج اس پر چڑھ سکتے اور (غایت استحکام کے سبب) نہ اس

میں نقب دے سکتے تھے (اور دیوار بنانے کے وقت وہ لوگ اس موقع سے بہت دور تھے کیونکہ اس طرف وسیع زمین ہے) ذوالقرنین نے (جب اس دیوار کو تیار دیکھا جس کا تیار ہونا معمولی کام نہ تھا تو بطور شکر کے) کہا کہ یہ (تیاری دیوار کی) میرے رب کی ایک رحمت ہے (مجھ پر بھی کہ میرے ہاتھ سے ایسا کام لیا اور اس دیوار سے باہر بسنے والوں کے لئے بھی کہ یاجوج ماجوج کے شر سے محفوظ ہو گئے) پھر جس وقت میرے رب کا وعدہ آوے گا (یعنی اس کے فنا کا وقت آوے گا تو اس کو ڈھا کر (زمین کے) برابر کر دے گا اور میرے رب کا ہر وعدہ برحق ہے (اور اپنے وقت پر ضرور واقع ہوتا ہے) **ف**: یا تو یہ مضمون حضرت ذوالقرنین نے اس مجمل بناء پر فرمادیا کہ ہر شئے فانی ہے اور یا ممکن ہے کہ ان کو وحی سے اگر وہ نبی ہوں یا الہام یا کسی نبی کے اخبار سے مفصل وقت اس کے انہدام کا کہ قرب قیامت سے معلوم ہو گیا ہو جیسا کہ حدیثوں میں مصرح ومشرح ہے اور یہ بات حضرت ذوالقرنین نے شاید اس لئے فرمادی ہو کہ آدمی کسی حال میں حق تعالیٰ سے غافل اور کسی سامان پر مغرور نہ ہو بلکہ نعمت پر شکر کرے اور فنا کو پیش نظر رکھے اور جاننا چاہئے کہ مصنفین ومؤلفین نے اس سد یاجوج وماجوج کی تعیین کے متعلق اپنے اپنے مقالات وخیالات جمع کئے ہیں اور اس کے مصداق میں اپنی اپنی کہی ہے لیکن قرآن وحدیث میں جو اس کے چند اوصاف معلوم ہوتے ہیں ایک یہ کہ اس کا بانی کوئی بندہ مقبول ہے دوسرے یہ کہ وہ جلیل القدر بادشاہ ہے تیسرے یہ کہ وہ دیوار آہنی ہے چوتھے یہ کہ اس کے دونوں سرے پہاڑوں سے ملے ہوئے ہیں۔ پانچویں یہ کہ اس دیوار کے اس طرف یاجوج ماجوج ہیں وہ ابھی باہر نہیں نکل سکے چھٹے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں اس میں تھوڑا سا سوراخ ہو گیا ہے ساتویں یہ کہ وہ لوگ ہر روز اس کو چھیلتے ہیں اور پھر وہ باذنہ تعالیٰ ویسی ہی دبیز ہو جاتی ہے اور قرب قیامت میں جب چھیل چکیں گے تو کہیں گے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ کل بالکل آر پار کر دیں گے چنانچہ اس روز پھر وہ دبیز نہ ہوگی اور اگلے روز اس کو توڑ کر نکل پڑیں گے۔ آٹھویں یہ کہ یاجوج ماجوج کی قوت باوجود آدمی ہونے کے آدمیوں سے بہت زیادہ بڑھی ہوئی ہے اور عدد میں بہت زیادہ ہیں نویں یہ کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کے وقت نکلیں گے اور اس وقت عیسیٰ علیہ السلام بوحی الٰہی خاص خاص لوگوں کو لے کر کوہ طور پر چلے جاویں گے باقی لوگ اپنے اپنے طور پر قلعہ بند اور محفوظ مکانوں میں بند ہو جاویں گے۔ دسویں یہ کہ وہ دفعۃً غیر معمولی موت سے مر جاویں گے اول کے پانچ اوصاف قرآن سے اور اخیر کے پانچ اوصاف احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتے ہیں پس جو شخص ان سب اوصاف کو پیش نظر رکھے گا اس کو معلوم ہوگا کہ جتنی دیواروں کا لوگوں نے رائے سے پتہ دیا ہے یہ مجموعہ اوصاف ایک میں بھی پایا نہیں جاتا پس وہ خیالات صحیح نہیں معلوم ہوتے اور حدیثوں کا انکار یا نصوص کی تاویلات بعیدہ خود دین کے خلاف ہے۔ رہا یہ شبہ مخالفین کا کہ ہم نے تمام زمین کو چھان ڈالا مگر کہیں اس کا پتہ نہیں ملا اور اسی شبہ کے جواب کے لئے ہمارے مؤلفین نے پتہ بتلانے کی کوشش کی ہے لیکن اس کا صحیح جواب وہ ہے جس کو صاحب روح المعانی نے اختیار کیا ہے حاصل ترجمہ اس کا یہ ہے کہ ہم کو اس کا موقع معلوم نہیں اور ممکن ہے کہ ہمارے اور اس کے درمیان میں بڑے بڑے سمندر حائل ہوں اور یہ دعویٰ کرنا کہ ہم تمام خشکی و تری کو محیط ہو چکے ہیں واجب التسلیم نہیں اور عقلاً یہ جائز ہے کہ امریکہ کی طرح سمندر کے درمیان کوئی حصہ زمین کا ایسا ہو جہاں اب تک رسائی نہ ہوئی ہو اور عدم وجدان سے عدم وجود لازم نہیں آتا اور جب مخبر صادق نے جس کا صدق دلائل قطعیہ سے ثابت ہے اس دیوار کی مع اس کے اوصاف کے خبر دی ہے تو ہم پر واجب ہے کہ تصدیق کریں جس طرح اور امور ممکنہ کی خبر دی ہے اور تصدیق ضروری ہے اور ایسے مشککین کے کلام فضول کی طرف التفات کرنے کا منشاء محض ضعف دین اور قلت یقین ہے اھ اور قرآن میں سفر جنوب کا ذکر نہ ہونا شاید اس وجہ سے ہو کہ اس سفر کا اتفاق نہ ہوا ہو یا کسی وجہ سے ذکر نہ کیا ہو۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ الخ اس سے معلوم ہوا کہ مال کا حاصل ہونا حتیٰ کہ خزائن تک اور جاہ کا حاصل حتیٰ کہ سلطنت تک کمال کے منافی نہیں ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله وذلك یہ قصہ اسی طرح اشارة الى تقدير المبتدأ اى الامر كذلك الذى ذكرنا ۱۲۔ ۲ قوله فى اتونى زبر الحديد دام سرکار زادہ لئلا ينافى قوله ما مكنى فيه ابى خير ۱۲۔

اختلاف القراءة: فى قراءة لا يفقهون عن الافعال اى لتلعثم كان فى لسانهم ونقص فيهم لا لنقص فى ذى القرنين واهله ۱۲۔

اللغات: قوله السدين الجبلين كما فى الروح عن القاموس سمى به لانه يسد القضاء قوله ياجوج وماجوج اسمان اعجميان ۱۲ قوله خرجا جعلا من الاموال ۱۲ قوله مكنى بالادغام اصله مكنني ۱۲ قوله ردما حاجزا حصينا وهو اكبر من السدد او ثق كما فى الروح و عليه يكون قد وعدهم بالاسعاف بمرامهم فوق ما يرجوه وهو اللائق بشان الملوك قوله زبر جمع زبرة كغرف فى غرقة وهى القطعة العظيمة واصل الزبر الاجتماع ۱۲ قوله ساوى اما متعدد المعنى جعل ما بين جانبى الجبلين من البنيان مساويا لهما فى العلوفين مفعول ساوى وفاعله ضمير ذى القرنين واما لازم والفاعل ضمير السدى حتى اذا ساوى السد الفضا الذى بين الصدفين ۱۲ قوله الصدفين جانب الجبل واصله على ما قيل الميل ولا يقال للمنفرد صدف حتى يصادف الآخر ۱۲ قوله القطر النحاس المذاب وهو قول الاكثرين ۱۲ قوله

اسطاعوا بحذف التاء تخفیفًا قوله دکاء ارضا مستویة ۱۲۔

وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَمُوجُ فِي بَعْضٍ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَجَمَعْنَاهُمْ جَمْعًا ﴿٩٩﴾ وَعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِلْكَافِرِينَ عَرْضًا ﴿١٠٠﴾
الَّذِينَ كَانَتْ أَعْيُنُهُمْ فِي غِطَاءٍ عَنْ ذِكْرِي وَكَانُوا لَا يَسْتَطِيعُونَ سَمْعًا ﴿١٠١﴾ أَفَحَسِبَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ
يَتَّخِذُوا عِبَادِي مِنْ دُونِي أَوْلِيَاءَ ۚ إِنَّا أَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ نُزُلًا ﴿١٠٢﴾ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ
أَعْمَالًا ﴿١٠٣﴾ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ﴿١٠٤﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ
كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا ﴿١٠٥﴾ ذَٰلِكَ جَزَاؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا
كَفَرُوا وَاتَّخَذُوا آيَاتِي وَرُسُلِي هُزُوًا ﴿١٠٦﴾ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ﴿١٠٧﴾
خَالِدِينَ فِيهَا لَا يَبْغُونَ عَنْهَا حِوَلًا ﴿١٠٨﴾ قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَدَ
كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا ﴿١٠٩﴾ قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ فَمَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ
رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا ﴿١١٠﴾

اور ہم اس روز ان کی یہ حالت کریں گے کہ ایک میں ایک گڈمڈ ہو جاویں گے اور صور پھونکا جائے گا پھر ہم سب کو ایک ایک کر کے جمع کر لیں گے اور دوزخ کو اس روز کافروں کے سامنے پیش کر دیں گے جن کی آنکھوں پر (دنیا میں) ہماری یاد سے (یعنی دین حق کے دیکھنے سمجھنے سے) پردہ پڑا ہوا تھا اور سن بھی نہ سکتے تھے سو کیا پھر بھی ان کافروں کا خیال ہے کہ مجھ کو چھوڑ کر میرے بندوں کو اپنا کارساز (معبود و حاجت روا) قرار دیں ہم نے تو کافروں کی دعوت کے دوزخ تیار کر رکھا ہے۔ آپ (ان سے) کہئے کہ کیا ہم تم کو ایسے لوگ بتائیں جو اعمال کے اعتبار سے بالکل خسارہ میں ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کی دنیا میں کرائی محنت سب گئی گذری ہوئی اور وہ (بوجہ جہل کے) اسی خیال میں ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو رب کی آیتوں کا (یعنی کتاب الٰہیہ کا) اور اس کے ملنے کا (یعنی قیامت کا انکار کر رہے ہیں) سو اس لئے ان کے سارے کام غارت ہو گئے تو قیامت کے روز ان (کے نیک اعمال) کا ذرا بھی وزن قائم نہ کریں گے بلکہ ان کی سزا وہی ہوگی یعنی دوزخ اس سبب سے کہ انہوں نے کفر کیا تھا اور (یہ کہ) میری آیتوں اور پیغمبروں کا مذاق بنایا تھا۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ان کی مہمانی کے لئے فردوس (یعنی بہشت) کے باغ ہوں گے جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے (نہ ان کو کوئی نکالے گا اور) نہ وہاں سے کہیں اور جانا چاہیں گے آپ کہہ دیجئے کہ اگر میرے رب کی باتیں لکھنے کے لئے سمندر روشنائی ہو تو میرے رب کی باتیں ختم ہونے سے پہلے سمندر ختم ہو جائے (اور باتیں احاطہ میں نہ آویں) اگرچہ اس سمندر کی مثل دوسرا سمندر اس کی مدد کے لئے ہم لے آویں (اور) آپ (یوں بھی) کہہ دیجئے کہ میں تو تم ہی جیسا بشر ہوں میرے پاس بس یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود (برحق) ایک ہی معبود ہے سو جو شخص اپنے رب سے ملنے کی آرزو رکھے تو نیک کام کرتا رہے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

تفسیر ربط: اوپر آخر قصہ میں ذوالقرنین کا قول جو مشعر اس دیوار کے فناء کا اور مشیر خروج یاجوج ماجوج کی طرف ہے حکایت کیا گیا ہے آگے حق تعالیٰ اپنی طرف سے خروج مذکور کے وقت کی خاص حالت اور عموماً دنیا کا فنا ہو کر پھر ثانیاً پیدا ہونا اور اس کے بعد جزاوسزا کا معاملہ اور جو امور و اعمال جزاوسزا کے اسباب ہیں اجمالاً ان کا بیان فرماتے ہیں۔ غرض فنائے خاص کی مناسبت سے فنائے عام اور اس کی مناسبت سے بقائے ثانی اور اس کی مناسبت سے جزا سزا اور اس کی مناسبت سے موجبات جزاوسزا کا ذکر کیا گیا ہے۔

بیان فناء و بقاء و جزاء یوم لقاء ☆ وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَمُوجُ فِي بَعْضٍ (الی قوله تعالی) لَا يَبْغُونَ عَنْهَا حِوَلًا ﴿١٠٨﴾ اور ہم نے اس روز (یعنی جب اس دیوار کے انہدام کا وقت موعود آوے گا اور یاجوج ماجوج کا خروج ہوگا تو اس روز ہم ان کی یہ حالت کریں گے کہ ایک میں گڈمڈ ہو جاویں گے (بوجہ اس کے کہ کثرت سے ہوں گے اور ایک دم سے نکل پڑیں گے) اور (یہ قیامت کے قریب زمانہ میں ہوگا پھر بعد چندے قیامت کا سامان شروع ہوگا حتیٰ کہ ایک بار اول صور پھونکا جاوے گا جس سے تمام عالم فنا ہو جاوے گا پھر) صور دوبارہ پھونکا جاوے گا (جس سے سب زندہ ہو جاویں گے) پھر ہم سب کو ایک ایک کر کے

(میدانِ محشر میں) جمع کر لیں گے اور دوزخ کو اس روز کافروں کے سامنے پیش کریں گے جن کی آنکھوں پر (دنیا میں) ہماری یاد سے (یعنی دین حق) کے دیکھنے سمجھنے سے) پردہ پڑا ہوا تھا اور (جس طرح حق کو دیکھتے نہ تھے اسی طرح اُس کو) وہ سن بھی نہ سکتے تھے (یعنی امرحق کا ذرا ادراک کرنا نہ چاہتے تھے سو) جب یہ بات ثابت ہے کہ کفر پر ایسی وعید شدید کا استحقاق ہے تو) یا پھر بھی ان کافروں کا خیال ہے کہ مجھ کو چھوڑ کر میرے بندوں کو یعنی جو میرے مملوک ومحکوم ہیں اختیاراً یا اضطراراً ان کو) اپنا کارساز (یعنی جو معبود و حاجت روا) قرار دیں (جو کہ شرک اور کفر محض ہے یعنی کفر کا موجب عذاب ہونا دریافت کر کے بھی کفر کرتے ہیں خیر وہ جانیں) ہم نے (تو) کافروں کی دعوت کے لئے دوزخ کو تیار کر رکھا ہے) دعوت بطور تہکم کے فرمایا اور اگر ان کو اپنے اعمال پر ناز ہو جن کو وہ بزعم خود اعمال حسنہ سمجھتے ہیں اور اس سبب سے اپنے کو عذاب کفر سے محفوظ اور ناجی سمجھتے ہوں تو اس باب میں) آپ (ان سے) کہئے کہ کیا ہم تم کو ایسے لوگ بتائیں جو اعمال کے اعتبار سے بالکل خسارہ میں ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کی دنیا میں کری کرائی محنت (جو اعمال حسنہ میں کی تھی آخرت میں) سب گئی گزری اور وہ (بوجہ جہل کے) اسی خیال میں ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں (آگے ان کا مصداق ایسے عنوان سے بتلاتے ہیں جس سے ان کی محنت ضائع ہونے کی وجہ معلوم ہوتی ہے اور پھر اس حبط اعمال کی تصریح بھی بطور تفریع کے فرماتے ہیں یعنی) یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کی آیتوں کا (یعنی کتب الٰہیہ کا) اور اس سے ملنے کا (یعنی قیامت کا) انکار کر رہے ہیں سو (اس لئے) ان کے سارے (نیک) کام غارت گئے تو قیامت کے روز ہم ان (کے نیک اعمال) کا ذرا بھی وزن قائم نہ کریں گے (بلکہ) ان کی سزا وہی ہوگی جو اوپر مذکور ہوئی یعنی دوزخ اس سبب سے کہ انہوں نے کفر کیا تھا (جیسا اوپر بھی معلوم ہوا کہ کفر کا ثمرہ دوزخ ہے) اور (اسی کفر کا ایک شعبہ یہ بھی تھا کہ) میری آیتوں اور پیغمبروں کا مذاق بنایا تھا (آگے ان کے مقابلہ میں اہل ایمان کا حال فرماتے ہیں کہ) بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ان کی مہمانی کے لئے فردوس (یعنی بہشت) کے باغ ہوں گے جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے (نہ ان کو کوئی نکالے گا) اور نہ وہاں سے کہیں اور جانا چاہیں گے۔

ربط: اوپر آیت أَفَحَسِبَ الخ میں توحید کے انکار پر اور آیت : وَاتَّخَذُوٓا اٰيٰتِىۡ وَرُسُلِىۡ الخ میں رسالت کے انکار پر استحقاق عذاب اور اِنَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا الخ میں ان کی تصدیق واطاعت پر وعدہ ثواب مذکور تھا آگے بھی قُلۡ لَّوۡ كَانَ الۡبَحۡرُ الخ میں توحید کا اور قُلۡ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ الخ میں رسالت کا بھی اثبات اور فَمَنۡ كَانَ يَرۡجُوۡا الخ میں مؤمن کا ثواب منطوقاً اور منکر کا عذاب مفہوماً مذکور ہے اور اسی پر سورت ختم ہے اور بعینہٖ یہی مضمون افتتاح سورت میں بھی تھا چنانچہ ملاحظہ آیات سے واضح ہو سکتا ہے۔

توحید و رسالت مع جزائے تصدیق وتکذیب ☆ قُلۡ لَّوۡ كَانَ الۡبَحۡرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّىۡ (الی قوله تعالی) وَّلَا يُشۡرِكۡ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا ۝ آپ (ان سے) کہہ دیجئے کہ اگر میرے رب کی باتیں (یعنی وہ کلمات وعبارات جو اوصاف وکمالات الٰہیہ پر دال ہوں اور ان سے ان کی تعبیر کی جاوے پس ایسے کلمات) لکھنے کے لئے سمندر (کا پانی) روشنائی (کی جگہ) ہو (اور اس سے لکھنا شروع کریں) تو میرے رب کی باتیں ختم ہونے سے پہلے سمندر ختم ہو جاوے (اور باتیں احاطہ میں نہ آویں) اگر چہ اس سمندر کے مثل ایک دوسرا سمندر (اس کی) مدد کے لئے ہم لے آویں (تب بھی وہ باتیں ختم نہ ہوں اور دوسرا سمندر بھی ختم ہو جاوے پس اس کے کمالات تو غیر متناہی ہیں اور کوئی معبود تراشیدہ ایسا ہے نہیں پس الوہیت وربوبیت اسی کے ساتھ مختص ہوئی (اور) آپ (یوں بھی) کہہ دیجئے کہ (تم جو میرے ساتھ انکار سے پیش آتے ہو تو میں امر ممتنع یا مستبعد کا تو مدعی نہیں ہوں بلکہ) میں تو تم ہی جیسا بشر ہوں (اس کا اقرار کرتا ہوں ملکیت وغیرہ کا مدعی نہیں کہ موجب توحش ہو اور) میرے پاس بس یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود (برحق) ایک ہی معبود ہے (تو نہ وحی کا آنا کچھ عجیب اور نہ وہ مضمون کچھ وحشت ناک جو وحی کیا جاتا ہے بلکہ توحید خود دلائل عقلیہ سے بھی ثابت ہے) سو (جب توحید و رسالت ثابت ہوگئی تو) جو شخص اپنے رب سے ملنے کی آرزو رکھے (اور ان کا محبوب ومقرب بننا چاہے) تو (مجھ کو رسول مان کر میری شریعت کے موافق) نیک کام کرتا رہے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے (یعنی توحید و رسالت کا اعتقاد رکھے کہ نفس نجات کا موقوف علیہ دائمی ہے اور نیک عمل کرے کہ کمال نجات کا موقوف علیہ اکثری ہے اور شرک کے عموم میں شرک خفی یعنی ریا کا دخول بھی حدیث سے معلوم ہوا پس اس جزو کے اعتبار سے **عملا صالحا** کے بعد یہ تخصیص بعد تعمیم ہو جاوے گی) **ف**: چونکہ کمالات الٰہیہ میں کمال علمی بھی ہے تو اس سے علوم الٰہیہ کا غیر متناہی ہونا بھی معلوم ہوا پس اس طرح یہ جواب ہو گیا یہود کے اس قول کا بھی کہ ہمارا علم تو کثیر ہے جس کو انہوں نے آیت متضمن جواب روح میں جملہ سن کر کہا تھا : وَمَاۤ اُوۡتِيۡتُمۡ مِّنَ الۡعِلۡمِ اِلَّا قَلِيۡلًا [الأسراء: ۸۵] **كذا فى اللباب والله اعلم بالصواب**۔ حاصل جواب یہ ہوا کہ علوم الٰہیہ کے مقابلہ میں سب قلیل ہے۔

لطیفہ: آیت قُلۡ لَّوۡ كَانَ الۡبَحۡرُ الخ کی تفسیر لکھنے کے وقت مجھ کو اپنے ایک بزرگ یعنی جناب ماموں شوکت علی صاحب مرحوم ومغفور کا ایک مخمس جو بمنزلہ ترجمہ اس آیت کے ہے یاد آیا دلچسپی کے لئے اس کو نقل کرتا ہوں اگر جملہ دریا شود روشنائی ☆ کند کلک اشجار مدحت سرائی ☆ محال از ثنائے تو عہدہ برآئی ☆

ازل تا ابدائے تو فرماں روائی ☆ کرا جز تو در ملک تو بادشاہی خدائے تعالیٰ ان کی مغفرت اور ان پر رحمت فرماوے واقعی بہت خوب لکھا ہے فقط۔

وللہ الحمد حمدا سابقا علی مزید ○ والیوم یوم عید ○ وبختی[1] بخت سعید ○ حیث وفقنی اللہ الغنی الحمید ○ لا تمام النصف الاکثر من تفسیر القرآن المجید ○ یوم الاربعاء الخامس عشر من رجب ۱۳۲۴ھ ہجرۃ خیر العبید ○ صلی اللہ علیہ وسلم ابدا البید ○ وارجو اللہ تعالیٰ ان یاتی علی عید آخر جدید ○ ویقرب الی البعید ○ یوم اقول بملأ فی وقد کمل التفسیر بالتطریب والتغرید ○ الا ایھا الاحباب عید علی عید ○ انہ یفعل ما یشاء ویحکم ما یرید ○

الحواشی: (۱) فی القاموس البخت الجد معرب ۱۲ منہ۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قولہ فی جمعنا** ایک ایک **استفید من التاکید بجمعا فافھم ۱۲۔ ۲ قولہ فی عبادی** اختیاراً یا اضطراراً **اشارۃ الی تعمیم العباد المقبولین وغیر المقبولین والاصنام فالاضافۃ لیس للتشریف بل لاظہار اختصاص المالکیۃ والمملوکیۃ ۱۲۔ ۳ قولہ فی الاخسرین** بالکل **استفید من صیغۃ التفضیل ۱۲۔ ۴ قولہ فی جنّٰت الفردوس** بہشت کے باغ **اشارۃ الی ان المراد بالفردوس المعنی الشرعی لکن لا بمعنی درجۃ الخاصۃ العلیا والا یلزم الاشکال من دخول بعضھم الفردوس وبعضھم ماحولھا من الجنات الاُخر بل بمعنی مطلق الجنۃ وان المراد بالجنات معناھا اللغوی فصح المعنی واستقام ۱۲۔ ۵ قولہ فی لکلمٰت** لکھنے **اشارۃ الی تقدیر الکتابۃ وکون المقدر کالمذکور ۱۲۔**

اللغات: **قولہ نزلا ھو ما اعد للضیف وقت النزول ۱۲ فردوس البستان باللغۃ الرومیۃ العربۃ ۱۲ قولہ حولا مصدر بمعنی تحولا ۱۲ المداد ھو فی الاصل اسم لکل ما یمد بہ الشیٔ واختص فی العرف لما تمد بہ الدواۃ من الحبر والمدد العون والزیادۃ ۱۲۔**

النحو: **قولہ من دونی حال مقدم من اولیاء وھو مفعول ثان وفی الاعراب ان یتخذوا سد مسد المفعولین ۱۲ قولہ ذلک مبتدأ وجزاء ھم خبرہ وجھنم خبر مبتدأ محذوف ای ھو جھنم وعلیہ ترجمت ۱۲۔**

البلاغۃ: **قولہ عرضا تخصیص العرض بالکافرین لان العرض الخاص الفظیع الدال علیہ التاکید بعرضا مختص بالکافرین۔**

سُورَةُ مَرْيَمَ

سُورَةُ مَرْيَمَ ۱۹ مَكِّيَّةٌ ۴۴ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۹۸ | رُكُوْعَاتُهَا ۶

سورۂ مریم مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۹۸ آیات اور ۶ رکوع ہیں

كٓهٰيٰعٓصٓ ﴿۱﴾ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ﴿۲﴾ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ﴿۳﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ﴿۴﴾ وَاِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ﴿۵﴾ يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ﴿۶﴾ يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ۨ اسْمُهٗ يَحْيٰى ۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ﴿۷﴾ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ﴿۸﴾ قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْـًٔا ﴿۹﴾ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ﴿۱۰﴾ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ﴿۱۱﴾ يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ۭ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ﴿۱۲﴾ وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ۭ وَكَانَ تَقِيًّا ﴿۱۳﴾ وَّبَرًّۢا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ﴿۱۴﴾ وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ﴿۱۵﴾ ع ۱

كٓهٰيٰعٓصٓ ﴿۱﴾ یہ تذکرہ ہے آپ کے پروردگار کے مہربانی فرمانے کا اپنے بندہ زکریا پر جب کہ انہوں نے اپنے پروردگار کو پوشیدہ طور پر پکارا (جس میں یہ) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میری ہڈیاں (بوجہ پیری کے) کمزور ہوگئیں اور سر میں بالوں کی سفیدی پھیل گئی اور (اس کے قبل کبھی میں) آپ سے مانگنے میں اے میرے رب ناکام نہیں رہا ہوں اور میں اپنے بعد (اپنے) رشتہ داروں (کی طرف) سے اندیشہ رکھتا ہوں اور میری بی بی بانجھ ہے سو (اس صورت میں) آپ مجھ کو خاص اپنے پاس سے ایک ایسا وارث (یعنی بیٹا) دے دیجئے کہ وہ میرے علوم خاصہ میں میرا وارث بنے اور (میرے جد) یعقوب کے خاندان کا وارث بنے اور اس کو اے میرے رب (اپنا) پسندیدہ بنائیے۔ اے زکریا ہم تم کو ایک فرزند کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا کہ اس کے قبل ہم نے کسی کو اس کا ہم صفت نہ بنایا ہوگا۔ زکریا نے عرض کیا کہ اے میرے رب اولاد کس طور پر ہوگی حالانکہ میری بی بی بانجھ ہے اور (ادھر) میں بڑھاپے کے انتہائی درجہ کو پہنچ چکا ہوں ارشاد ہوا کہ حالت (موجودہ) یوں ہی رہے گی اور پھر اولاد ہوگی اے زکریا تمہارے رب کا قول ہے کہ یہ (امر) مجھ کو آسان ہے اور میں نے تم کو پیدا کیا حالانکہ تم (پیدائش سے قبل) کچھ بھی نہ تھے۔ جب زکریا نے عرض کیا کہ اے میرے رب میرے لئے کوئی علامت مقرر فرما دیجئے ارشاد ہوا کہ تمہاری (وہ) علامت یہ ہے کہ تم تین دن اور تین رات تک آدمیوں سے بات نہ کر سکو گے حالانکہ تندرست ہوگے پس حجرے میں سے برآمد ہوئے اور ان کو اشارے سے فرمایا کہ تم لوگ صبح اور شام خدا کی پاکی بیان کیا کرو۔ اے یحییٰ کتاب کو مضبوط پکڑ لو اور ہم نے ان کو (ان کے) لڑکپن ہی میں (دین کی) سمجھ اور خاص اپنے پاس سے رقت قلب اور پاکیزگی (اخلاق کی) عطا فرمائی تھی اور بڑے پرہیزگار اور اپنے والدین کے خدمت گذار تھے اور وہ

(خلق کے ساتھ) سرکشی کرنے والے (یا حق تعالیٰ کی) نافرمانی کرنے والے نہ تھے اور ان کو اللہ تعالیٰ کا سلام پہنچے جس دن کہ وہ پیدا ہوئے اور جس دن وہ انتقال کریں گے اور جس دن (قیامت میں) زندہ ہو کر اٹھائے جاویں گے۔

تفسیر: بسم اللہ الرحمن الرحیم سورة مريم عليها السلام مكية الا اية السجدة وهي ثمان او تسع و تسعون اية كذا في البيضاوي۔

ربط: اس سورت کا خلاصہ تین مضمون ہیں۔ اول اثبات توحید چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تقریری اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تذکیر اور بعض آیات واقعہ اخیر اس پر دال ہیں دوم ثبات نبوت اس کی تقریر دو طرح ہے ایک بعض انبیاء علیہم السلام کے قصص بیان فرمانے سے اس طرف اشارہ کیا کہ نبوت کوئی امر عجیب وغریب نہیں آپ سے پہلے اور حضرات کو بھی یہ دولت عطا ہوئی ہے۔ دوسرے یہ کہ آپ نے باوجودیکہ خلق سے علوم کو اخذ نہیں فرمایا اخبار ماضیہ کو کس طرح صحیح صحیح بیان فرماتے ہیں جو دلیل ہے صاحب وحی و نبوت ہونے کی۔ سوم مباحث معاد جس میں جزا وسزا کے ذکر کے ساتھ بعض شبہات منکرین بعث کا بھی جواب ہے۔ گذشتہ سورت میں بھی بڑا حصہ ان ہی مضامین کا تھا۔ ونیز یہ مضامین باہم بھی متلاصق و متناسق ہیں اور سورت گزشتہ کے ختم پر اسی طرح بعض انبیائے سابقین کی نبوت کا مضمون ہے پس اس تقریر سے تمام ارتباطات مقصودہ واضح ولائح ہو گئے جاننا چاہئے کہ اس سورت میں انبیاء علیہم السلام کے کئی قصے مذکور ہیں۔

قصہ اول حضرت زکریا و حضرت یحییٰ علیہما السلام: كٓهٰيٰعٓصٓ (الى قوله تعالى) وَ يَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا۔ كٓهٰيٰعٓصٓ (اس کے معنی تو اللہ ہی کو معلوم ہیں) یہ (جو آئندہ قصہ آتا ہے) تذکرہ ہے آپ کے پروردگار کے مہربانی فرمانے کا اپنے (مقبول) بندہ حضرت زکریا (علیہ السلام کے حال) پر جب کہ انہوں نے پروردگار کو پوشیدہ طور پر پکارا (جس میں یہ) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میری ہڈیاں (بوجہ پیری کے) کمزور ہو گئیں اور (میرے) سر میں بالوں کی سفیدی پھیل پڑی (یعنی تمام بال سفید ہو گئے اور اس حالت کا مقتضا یہ ہے کہ میں اس حالت میں اولاد کی درخواست نہ کروں مگر چونکہ آپ کی قدرت و رحمت بڑی کامل ہے) اور (میں اس قدرت و رحمت کے ظہور کا خوگر ہمیشہ سے رہا ہوں چنانچہ اس کے قبل کبھی) آپ سے (کوئی چیز) مانگنے میں اے میرے رب ناکام نہیں رہا ہوں (اس بناء پر بعید سے بعید مقصود بھی طلب کرنا مضائقہ نہیں) اور (اس طلب کا مرجح یہ امر خاص ہو گیا ہے کہ) میں اپنے (مرنے کے) بعد (اپنے) رشتہ داروں (کی طرف) سے (یہ) اندیشہ رکھتا ہوں (کہ میری مرضی موافق شریعت اور دین کی خدمت نہ بجالاویں گے (یہ امر مرجح ہے طلب اولاد کے لئے جس میں خاص خاص اوصاف پائے جاویں جن کو توقع خدمت (دین میں دخل ہو) اور (چونکہ میری پیرانہ سالی کے ساتھ) میری بی بی (بھی) بانجھ ہے (جس کے کبھی باوجود میری صحت مزاج کے اولاد ہی نہیں ہوئی اس لئے اسباب عادیہ اولاد ہونے کے بھی مفقود ہیں) سو (اس صورت میں) آپ مجھ کو خاص اپنے پاس سے (یعنی بلا توسط اسباب عادیہ کے) ایک ایسا وارث (یعنی بیٹا) دے دیجئے کہ وہ (میرے علوم خاصہ میں) میرا وارث بنے اور (میرے جد) یعقوب (علیہ السلام) کے خاندان (کے علوم متوارثہ میں ان) کا وارث بنے (یعنی علوم سابقہ ولاحقہ اس کو حاصل ہو اور (بوجہ باعمل ہونے کے) اس کو اے میرے رب (اپنا) پسندیدہ (و مقبول) بنائیے (یعنی عالم بھی ہو اور عامل بھی ہو حق تعالیٰ بواسطہ ملائکہ کے ارشاد ہوا کہ) اے زکریا ہم تم کو ایک فرزند کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا کہ اس کے قبل (خاص اوصاف میں) ہم نے کسی کو اس کا ہم صفت نہ بنایا ہوگا (یعنی جس علم وعمل کی تم دعا کرتے ہو وہ تو اس فرزند کو ضرور ہی عطا کریں گے اور مزید برآں کچھ اوصاف خاصہ بھی عنایت کئے جاویں گے مثلاً خشیت الٰہیہ سے خاص درجہ کی رقت قلب وغیرہ چونکہ اس اجابت دعا میں کوئی خاص کیفیت حصول ولد کی بتلائی نہ گئی تھی اس لئے اس کے استفسار کے لئے) زکریا (علیہ السلام) نے عرض کیا کہ اے میرے رب میرے اولاد کس طرح ہوگی حالانکہ میری بی بی بانجھ ہے اور (ادھر) میں بڑھاپے کے انتہائی درجہ کو پہنچ چکا ہوں (پس معلوم نہیں ہم جوان ہوں گے یا مجھ کو دوسرا نکاح کرنا ہوگا یا بحالت موجودہ اولاد ہو گی) ارشاد ہوا کہ حالت (موجودہ) یوں ہی رہے گی (اور پھر اولاد ہوگی اے زکریا) تمہارے رب کا قول ہے کہ یہ (امر) مجھ کو آسان ہے اور (یہ کیا اس سے بڑا کام کر چکا ہوں مثلاً) میں نے تم کو (ہی) پیدا کیا ہے حالانکہ (پیدائش کے قبل) تم کچھ بھی نہ تھے (اسی طرح خود اسباب عادیہ بھی کوئی چیز نہ تھا جب معدوم کو موجود کرنا آسان میں ہے تو ایک موجود سے دوسرا موجود کر دینا کیا مشکل ہے یہ سب ارشاد تقویت رجا کے لئے تھا نہ کہ دفع شبہ کے لئے کیونکہ زکریا علیہ السلام کو کوئی شبہ نہ تھا جب زکریا (علیہ السلام کو قوی امید ہو گئی تو انہوں) نے عرض کیا کہ اے میرے رب (وعدہ پر تو اطمینان ہو گیا اب اس وعدہ کے قرب وقوع یعنی حمل کی بھی) میرے لئے کوئی علامت مقرر فرما دیجئے (تاکہ زیادہ شکر کروں اور خود وقوع تو محسوسات ظاہرہ ہی میں سے ہے) ارشاد ہوا کہ تمہاری (وہ) علامت یہ ہے کہ تم تین رات (اور تین دن تک) آدمیوں سے بات (چیت) نہ کر سکو گے حالانکہ تندرست ہو گے (کوئی بیماری وغیرہ نہ ہوگی اور اسی وجہ سے ذکر اللہ کے ساتھ تکلم پر قدرت رہے گی چنانچہ باذن اللہ تعالیٰ زکریا علیہ السلام کی بی بی حاملہ ہوئیں اور حسب اخبار الٰہی زکریا علیہ السلام کی زبان بستہ ہو گئی) پس حجرے میں سے اپنی قوم کے پاس برآمد ہوئے اور ان کو اشارہ سے فرمایا (کیونکہ زبان سے تو بول نہ سکتے تھے) کہ تم لوگ صبح اور شام خدا کی پاکی بیان کیا کرو (یہ تسبیح اور امر بالتسبیح یا تو حسب معمول تھا ہمیشہ تذکیر از زبان سے کہتے تھے آج اشارہ سے کہا اور یا اس نعمت جدیدہ کے شکر میں خود بھی تسبیح کی کثرت فرمائی اور اوروں کو بھی اسی

طور پر امر فرمایا غرض پھر یحییٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور سن شعور کو پہنچے تو ان کو حکم ہوا کہ) اے یحییٰ کتاب کو (یعنی توریت کو کہ اس وقت وہی کتاب شریعت تھی اور انجیل کا نزول بعد میں ہوا) مضبوط ہو کر لو (یعنی خاص کوشش کے ساتھ عمل کرو) اور ہم نے ان کو (ان کے) لڑکپن ہی میں (دین) کی سمجھ اور خاص اپنے پاس سے رقت (کی صفت) اور پاکیزگی (اخلاق کی) عطا فرمائی تھی (حکم میں علم کی طرف اور حنان اور زکوۃ میں اخلاق کی طرف اشارہ ہو گیا) اور (آگے اعمال ظاہری کی طرف اشارہ فرمایا کہ) وہ بڑے پرہیزگار اور اپنے والدین کے خدمت گزار تھے (اس میں حقوق اللہ وحقوق العباد دونوں کی طرف اشارہ ہو گیا) اور وہ (خلق کے ساتھ) سرکشی کرنے والے (یا حق تعالیٰ کی) نافرمانی کرنے والے نہ تھے اور (عند اللہ ایسے وجیہ اور مکرم تھے کہ ان کے حق میں منجانب اللہ یہ ارشاد ہوتا ہے کہ) ان کو (اللہ تعالیٰ کا) سلام پہنچے جس دن کہ وہ پیدا ہوئے اور جس دن وہ انتقال کریں گے اور جس دن (قیامت میں) زندہ ہو کر اٹھائے جاویں گے۔ **ف**: دعاء خفی اس لئے کی گئی کہ وہ اقرب الی الاجابت ہے اور نادی سے اعلان کا شبہ نہ ہو کیونکہ نداء بمعنی دعاء عام ہے اور بجائے طلب ولد کے اصلاح موالی کی دعا نہ کرنا باوجودیکہ یہ بھی طریق حفاظت دین کا تھا شاید اس لئے ہو کہ جو ابتداء سے صالح ہو عوام پر اس کا اثر وعظ کا زیادہ ہوتا ہے اور من آل یعقوب بڑھانا دلیل نقلی ہے اس پر کہ وراثت مالیہ مراد نہیں ہے کیونکہ یقیناً موالی مذکور فی الآیات میں بہ نسبت یحییٰ علیہ السلام کے موروث منہم سے زیادہ قریب تھے پھر بعید کو کب میراث پہنچ سکتی ہے اور انبیاء علیہم السلام کی نظر سے مال ومتاع کا مہتم بالشان نہ ہونا دلیل عقلی ہے وراثت مالیہ کے مراد نہ ہونے پر۔ کیا وہ اس لئے اولاد مانگتے کہ میرا روپیہ پیسہ میرے اور رشتہ داروں کو نہ ملے اور اگر یہ کہا جاوے کہ ہاں یہ نہ ملنا اس لئے چاہتے تھے کہ وہ اوقارب اسکو معصیت میں صرف نہ کریں تو اس کا جواب یہ ہے کہ پھر مورث پر تو کوئی مواخذہ نہیں جو اس کے بچنے کی فکر ہو اور لفظ میراث کا میراث مالی کے ساتھ خاص ہونا یا اس کا شی مکتسب کے ساتھ خاص ہونا دونوں کو یہ آیت رد کرتی ہے: ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا [فاطر: ۳۲] اور اس مسئلہ میں اہلسنّت کے مذہب کی تائید خود کتب شیعہ میں موجود ہے چنانچہ روح المعانی میں یہ روایتیں منقول ہیں **روی الکلینی فی الکافی عن ابی البختری عن ابی عبداللہ جعفر الصادق رضی اللہ عنہ انہ قال ان العلماء ورثۃ الانبیاء و ذٰلک ان الانبیاء لم یورثوا درھما ولا دینارا وانما ورثوا احادیث من احادیثھم فمن اخذ بشیٔ منھا فقد اخذ بحظ وافر۔ وایضًا روی الکلینی فی الکافی عن ابی عبداللہ قال ان سلیمان ورث داؤد وان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم ورث سلیمان علیہ السلام۔** اور ظاہر ہے کہ یہ وراثت اخیرہ کسی طرح مالی ہو ہی نہیں سکتی اور آل عمران میں اس دعا کا باعث ظہور خوارق مریم علیہا السلام ہونا باعث مذکور فی ہذا المقام کے منافی نہیں اصل رغبت اس سے ہوئی ہو اور اظہار اس کے سبب ہوا ہو۔ اور اگر شبہ ہو کہ زکریا علیہ السلام کی دعا میں یرثنی سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ میرے بعد بھی رہے اور سورۂ انبیاء: فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ [الأنبياء: ۷۶] سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعاء قبول ہوئی حالانکہ یحییٰ علیہ السلام پہلے قتل کئے گئے۔ جواب یہ ہے کہ یا تو یرثنی عام ہے بقائے ذات وبقائے آثار کو یا فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ [الأنبياء: ۷۶] سے بعض اجزاء کے اعتبار سے یا قصہ تقدیم قتل یحییٰ علیہ السلام کا ثابت نہیں اور اگر جواب اول پر شبہ ہو کہ بقاء آثار تو خود حضرت زکریا علیہ السلام کا بھی کافی تھا پس اس غرض سے تو ان کا دعاء کرنا بعید ہے بلکہ ظاہر یہ ہے کہ دعا سے مقصود یہ تھا کہ ان کے بعد کوئی جانشین مصلح قوم باقی رہے کہ زندگی کی حالت میں خود ہی کافی تھے اور بعد وفات ان کے آثار کا بقاء ظاہر ہے سو ممکن ہے کہ یہ جواب دیا جائے کہ چند مصلحین کی تعلیم اور اسی طرح ان کے آثار کثیرہ کا باقی رہنا بہ نسبت مصلح واحد اور آثار واحد کے زیادہ مؤثر فی الاصلاح اور دیرپا ہوتا ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: سورۃ مریم علیہا السلام قولہ تعالیٰ: اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا الخ اس میں ذکر خفی کا فی نفسہٖ افضل ہونا معلوم ہوتا ہے گو کسی عارض سے جہر کو ترجیح ہو جاوے ۱۲ قولہ تعالیٰ: قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الخ اس میں الحاح فی الدعاء کی فضیلت معلوم ہوتی ہے قولہ تعالیٰ: وَاِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ الخ اس میں دو مسئلے ہیں ایک یہ کہ اولاد کا طلب کرنا زہد کے منافی نہیں دوسرے یہ کہ کسی ایسی چیز کا مانگنا جو اسباب بعیدہ سے مسبب ہو ادب کے منافی نہیں۔ قولہ تعالیٰ: وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ الخ اس میں اس قول کی اصل ہے جو اکثر لوگوں کی زبان پر جاری ہوتا ہے کہ فلاں شخص مادرزاد ولی ہے۔

الحواشی: (۱) للحدیث الذی رواہ ابن حبان فی صحیحہ مرفوعًا خیر الدعاء لخفی کما فی البحر الرائق ۱۲ منہ۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قولہ فی ذکر** جو آئندہ اشارۃ الی کونہ خبر مبتدأ وھو اسم اشارۃ الی المعھود وانما صحت الاشارۃ الیہ مع عدم جریان ذکرہ لانہ باعتبار کونہ علی جناح الذکر صار فی حکم الحاضر المشاھد کما قیل فی قولھم ھذا ما اشتری فلان ۱۲۔ ۲ **قولہ فی** عبدہ مقبول افادہ الاضافۃ لتشریفیۃ ۱۲۔ ۳ **قولہ فی** قال جس میں اشارۃ الی کونہ تفسیر نادی ۱۲۔ ۴ **قولہ فی** ولیا یعنی بیٹا لقولہ فی آل عمران فدیۃ ۱۲۔ ۵ **قولہ** یا زکریا بواسطہ ملائکہ بدلیل قولہ تعالیٰ فی آل عمران فنادتہ الملائکۃ ۱۲۔ ۶ **قولہ فی** من الکبر بڑھاپے کے انتہائی اشارۃ الی کون من الکبر بیانا لعتیا کذا یفھم من الکشاف ۱۲۔ ۷ **قولہ فی** ثلث لیال اور تین دن لقولہ تعالیٰ فی آل عمران ثلثۃ ایام ۱۲۔ ۸ **قولہ فی** سلام اللہ تعالیٰ کا اشارۃ الی ان السلام للتحیۃ کذا فی الروح ۱۲۔ ۹ **قولہ فی** الکتب خاص حصہ الخ کذا فی الروح ۱۲۔

اللغات: عتيا في القاموس عتا الشيخ عتيا كبر وفي البيضاوي حساوة وكحولا في العظام اى صلابة وهو سة في الروح اصله عتو وكقعود فاستثقل توالي الضمتين والواوين فكسرت التاء فانقلبت الاولى ياء لسكونها وانكسار ما قبلها ثم انقلبت الثانية ايضا لاجتماع الواو والياء وسبق احدهما بالسكون وكسرت العين اتباعًا لما بعدها آه قوله سميا شبيها لان المتشابهين يتشار كان في الاسم قوله اوحى اى اشار۔

النحو: قوله شيبا تمييز وحقيقة الكلام واشتغل اى فشا شيب الرأس قوله كذلك اى الامر كذلك۱۲ قوله ايتك الاضافة لادنى ملابسة۱۲۔

البلاغة: قوله وهن العظم منى تخصيص العظم لانه اذا وهن فغيره اولى وافراده اشارة الى الجنس يشمل كل عظم قوله اشتعل الرأس شيبا اسناد الاشتعال الى الرأس الذى هو محل الشيب الذى هو فاعل لاشتعال فى الحقيقة مبالغة ومفيد للتفصيل بعد الاجمال۱۲ قوله رب انى يكون لم يخاطب الملائكة مع كونه بشر بواسطتهم اشارة الى غاية التجائه الى الله تعالى۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴿۱۶﴾ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۪ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿۱۷﴾ قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ﴿۱۸﴾ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۤ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ﴿۱۹﴾ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ﴿۲۰﴾ قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ﴿۲۱﴾

اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اس کتاب میں مریم کا بھی ذکر کیجئے جب کہ وہ اپنے گھر والوں سے علیحدہ (ہوکر) ایک ایسے مکان میں جو مشرق کی جانب میں تھا (غسل کے لئے) گئیں پھران (گھر والے) لوگوں کے سامنے سے انہوں نے پردہ ڈال لیا (اس حالت میں) ہم نے ان کے پاس اپنے فرشتہ جبرائیل کو بھیجا اور وہ ان کے سامنے ایک پورا آدمی بن کر ظاہر ہوا کہنے لگیں کہ میں تجھ سے (اپنے خدائے) رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو (کچھ) خدا ترس ہے تو یہاں سے ہٹ جاوے گا فرشتہ نے کہا کہ میں تمہارے رب کا بھیجا ہوا (فرشتہ) ہوں تا کہ تم کو ایک پاکیزہ لڑکا دوں وہ (تعجباً) کہنے لگیں کہ بھلا میرے لڑکا کس طرح ہو جائے گا حالانکہ مجھ کو کسی بشر نے ہاتھ تک نہیں لگایا اور نہ میں بدکار ہوں فرشتہ نے کہا کہ یوں ہی (اولاد) ہو جاوے گی تمہارے رب نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر بات مجھ کو آسان ہے اور اس طور پر اس لئے پیدا کریں گے تا کہ اس فرزند کو ہم لوگوں کے لئے نشانی (قدرت) بنادیں اور باعث رحمت بنادیں اور یہ ایک طے شدہ بات ہے (جو ضرور ہوگی)۔

تفسیر: قصۂ دوم حضرت عیسیٰ ومریم علیہما السلام ☆ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ (الی قولہ تعالیٰ) وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ﴿﴾ اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اس کتاب (یعنی قرآن کے اس خاص حصہ یعنی سورت) میں (حضرت) مریم (علیہا السلام) کا (قصہ) بھی ذکر کیجئے (کہ قصۂ مذکورہ سے خاص مناسبت رکھتا ہے اور وہ اس وقت واقع ہو) جبکہ وہ اپنے گھر والوں سے علیحدہ (ہوکر) ایک ایسے مکان میں جو مشرق کی جانب میں تھا (غسل کیلئے) گئیں پھران (گھر والے لوگوں کے سامنے) انہوں نے (درمیان میں) پردہ ڈال لیا (تا کہ آڑ میں غسل کرسکیں) پس (اس حالت میں) ہم نے ان کے پاس اپنے فرشتہ (جبرئیل علیہ السلام) کو بھیجا اور وہ (فرشتہ) ان کے سامنے (ہاتھ پاؤں اور حسن جمال سے) ایک پورا آدمی بن کر ظاہر ہوا (چونکہ حضرت مریم اس کو بشر سمجھیں اس لئے گھبرا کر) کہنے لگیں کہ میں تجھ سے (اپنے خدائے) رحمان کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو (کچھ) خدا ترس ہے (تو یہاں سے ہٹ جاوے گا) فرشتے نے کہا کہ (میں بشر نہیں ہوں کہ تم مجھ سے ڈرتی ہو بلکہ) میں تو تمہارے رب کا بھیجا ہوا (فرشتہ) ہوں (اس لئے آیا ہوں) تا کہ تم کو ایک پاکیزہ لڑکا دوں (یعنی تمہارے منہ میں یا گریبان میں دم کر دوں کہ اس کے اثر سے باذن اللہ تعالیٰ حمل رہ جاوے اور لڑکا پیدا ہو) وہ (تعجباً) کہنے لگیں (نہ کہ انکاراً) کہ (بھلا) میرے لڑکا کس طرح ہو جاوے گا حالانکہ (منجملہ شرائط عادیہ کے مرد کی مقاربت ہے اور وہ بالکل مفقود ہے کیونکہ مجھ کو کسی بشر نے ہاتھ تک نہیں لگایا (یعنی نہ تو نکاح ہوا) اور نہ میں بدکار ہوں۔ فرشتہ نے کہا کہ (بس بلامس بشر) یوں ہی (لڑکا) ہو جاوے گا (اور میں اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ تمہارے رب نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ بات (کہ بلا اسباب عادیہ پیدا کر دوں) مجھ کو آسان ہے اور (یہ بھی فرمایا ہے کہ ہم بلا اسباب عادیہ) اس طور پر اس لئے پیدا کریں گے تا کہ ہم اس فرزند کو لوگوں کے (استدلال علی القدرۃ الالٰہیہ کے) لئے ایک نشانی (قدرت کی) بنادیں اور (نیز اس کے ذریعہ سے لوگوں کے ہدایت پانے کے لئے اس کو) باعث رحمت بنائیں اور یہ (بے باپ کے اس بچہ کا پیدا ہونا) ایک طے شدہ بات ہے (جو ضرور ہوگی) ف: ان کا اول رہنا سہنا مسجد کے متعلق مکانات میں تھا پس اگر یہ اس وقت جوان تھیں تب

تو اپنی خالہ حضرت زکریا علیہ السلام کی بی بی کے پاس ان کے گھر آ رہی ہوں گی اور اگر جوان نہ تھیں جیسا بعض کا قول ہے تو غسل کے لئے گھر آئی ہوں گی اور غسل کو مفسرین نے بطور روایت کے بھی نقل کیا ہے اور فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا بھی اس پر قرینہ ہے واللہ اعلم اور اول وہلہ میں کو فرشتہ کو نہیں پہچانا مگر ان کی تقریر سن کر فراست ولایت سے یقین آ گیا پس یہ شبہ نہیں ہوسکتا کہ حضرت مریم نے نرا دعویٰ کیسے قبول کر لیا اور نہ اس غرض خاص کے لئے فرشتہ کے آنے اور کلام کرنے سے نبی ہونا حضرت مریم کا لازم آتا ہے اور تمثیل سے حقیقت ملکیہ کا معدوم ہونا لازم نہیں آتا یہ اشباح اس حقیقت کے اعتبار سے ایسے ہیں جیسے ہمارے اعتبار سے مختلف لباس اور تمثل کے امکان پر یہ شبہ نہیں ہوسکتا کہ ہر شخص میں احتمال ہے کہ شاید کوئی اور مخلوق اس شخص کی شکل میں متمثل ہو گیا ہو وجہ یہ کہ ایسے امور نادر واقع ہوتے ہیں۔ پس بدوں دلیل کے یہ احتمال محض غیر ناشی عن دلیل ہے جو عقلاً اصلاً معتبر نہیں اور شاید صورت ملکیہ میں ظاہر نہ ہونے میں یہ حکمت ہو کہ ڈر نہ جاویں اور بشر کی تخصیص شاید اس لئے ہو کہ جنس کو جنس سے انس ہوتا ہے اور مکان کا شرقی ہونا اتفاقی امر تھا نہ کہ قصدی۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ۞ اس میں تمثل کا مسئلہ مذکور ہے۔

ملحقات الترجمۃ: لے قوله في مريم قصه لان المذكور هو النبأ لا العين ١٢۔

الروایات: قوله في لاهب لك یا گریبان میں اخرجه عبد الله بن احمد في زوائد الزهد عن نوف ان جبرئيل عليه السلام نفخ في جيبها فحملت الخ كذا في الروح ١٢۔

الفقه: استدل بعض الجهلة بقوله لاهب على جواز التسمية برسول بخش ونحوه جهل عظيم لان الاسناد المجازي يتوقف على الملابسة كما ان جبرئيل كان نافخا بخلاف محل النزاع فانه ما صدر فيه فعل من النبي يكون سببا للهبة الحقيقة الالٰهية فافهم ١٢۔

النحو: قوله اذا انتبذت ظرف للواقع المقدر اى اذكر نبا مريم الذى وقع اذا انتبذت قوله بشرا حال او تمييز قوله ولنجعله متعلق بمقدر اى فعلنا ذلك ١٢۔

البلاغۃ: قوله ان كنت تقيا لم يجعل التقوى شرطا للاستعاذة بل شرط مكافاة وامنها منه وكنت عن ذلك بالاستعاذة بالله تعالىٰ مثاله على المكافاة بالطف وجه وابلغه وان من تعرض للمستعيذ به فقد تعرض لعظيم سخطه آه قوله لم يمسسني بشر كنت به عن الحلال بقرينة المقابلة وارادت به العموم في آية اخرى للتفنن وقيل غير ذلك ومنه ما قال جار الله كما في المس عبارة عن النكاح الحلال لانه كناية عنه في قوله من قبل ان تمسوهن وفي قوله اولا مستم النساء وانما يقال في الزنا فجر بها وخبث بها ونحو ذلك ولا يليق به الكنايات والآداب آه۔

فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهِ مَكَانًا قَصِيًّا ۞ فَأَجَاءَهَا الْمَخَاضُ إِلَىٰ جِذْعِ النَّخْلَةِ قَالَتْ يَا لَيْتَنِي مِتُّ قَبْلَ هَٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَنْسِيًّا ۞ فَنَادَاهَا مِنْ تَحْتِهَا أَلَّا تَحْزَنِي قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ۞ وَهُزِّي إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسَاقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ۞ فَكُلِي وَاشْرَبِي وَقَرِّي عَيْنًا فَإِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ أَحَدًا فَقُولِي إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمَٰنِ صَوْمًا فَلَنْ أُكَلِّمَ الْيَوْمَ إِنْسِيًّا ۞

پھر ان کے پیٹ میں لڑکا رہ گیا پھر اس حمل کو لئے ہوئے (اپنے گھر سے) کسی اور جگہ میں الگ چلی گئیں پھر درد زہ کے مارے کھجور کے درخت کی طرف آئیں (گھبرا کر) کہنے لگیں کاش میں اس حالت سے پہلے ہی مرگئی ہوتی اور ایسی نیست و نابود ہو جاتی کہ کسی کو یاد بھی نہ رہتی۔ پھر جبرائیل علیہ السلام نے ان کے (اس) پائیں (مکان) سے پکارا کہ تم مغموم مت ہو تمہارے رب نے تمہارے پائیں میں سے ایک نہر جاری کر دی ہے اور اس کھجور کے تنے کو (پکڑ کر) اپنی طرف ہلاؤ اس سے تم پر خرمائے تر و تازہ جھڑیں گے پھر (اس پھل کو) کھاؤ اور (وہ پانی) پیو اور آنکھیں ٹھنڈی کرو پھر اگر تم آدمیوں میں سے کسی کو بھی (اعتراض کرتا) دیکھو تو کہہ دینا میں نے تو اللہ کے واسطے روزے کی منت مان رکھی ہے سو آج میں کسی آدمی سے نہیں بولوں گی۔ ۞

تفسیر: تتمہ قصہ متضمنہ حمل و تولد ☆ فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهِ مَكَانًا قَصِيًّا ۞ فَأَجَاءَهَا الْمَخَاضُ إِلَىٰ جِذْعِ النَّخْلَةِ (الی قولہ تعالیٰ) فلن فَلَنْ أُكَلِّمَ الْيَوْمَ إِنْسِيًّا ۞ پھر (اس گفتگو کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ان کے گریبان میں پھونک ماردی جس سے) ان کے پیٹ میں لڑکا رہ گیا پھر (جب ان کو آثار وضع کے معلوم ہوئے تو) اس حمل کو لئے ہوئے (اپنے گھر سے) کسی دور جگہ (جنگل پہاڑ میں) الگ چلی گئیں پھر (جب درد شروع ہوا

تو) درد زہ کے مارے کھجور کے درخت کی طرف آئیں (کہ اس کے سہارے بیٹھیں اُٹھیں اب حالت یہ تھی کہ نہ کوئی انیس نہ جلیس درد سے بے چین ایسے وقت جو سامان راحت وضرورت کا ہونا چاہئے وہ ندارد اُدھر بچہ ہونے پر بدنامی کا خیال آخر گھبرا کر) کہنے لگیں کاش میں اس (حالت) سے پہلے ہی مرگئی ہوتی اور ایسی نیست و نابود ہو جاتی کہ کسی کو یاد بھی نہ رہتی پس (اسی وقت خدا تعالیٰ کے حکم سے حضرت) جبرئیل[۴] (علیہ السلام) پہنچے اور ان کے احترام کی وجہ سے سامنے نہیں گئے بلکہ جس مقام پر حضرت مریم تھیں اس سے اسفل مقام میں آڑ میں آئے اور انہوں) نے ان کے (اس) پائیں (مکان) سے ان کو پکارا (جس کو حضرت مریم نے پہچانا کہ یہ اسی فرشتہ کی آواز ہے جو اول ظاہر ہوا تھا) کہ تم (بے سروسامانی سے یا خوف بدنامی سے) مغموم مت ہو (کیونکہ بے سروسامانی کا یہ انتظام ہوا ہے کہ) تمہارے رب نے تمہارے پائیں (مکان) میں ایک نہر پیدا کر دی ہے (جس کے دیکھنے سے اور پانی پینے سے فرحت طبعی ہو و نیز حسب روایت روح ان کو اس وقت پیاس بھی تھی (اور حسب مسئلہ طبیہ مسخنات کا استعمال قبل وضع یا بعد وضع مسہل ولادت ودافع فضلات ومقوی طبیعت بھی ہے اور پانی میں اگر سخونت بھی ہو جیسا بعض چشموں میں مشاہد ہے تو اور زیادہ مزاج کے موافق ہوگا و نیز تمر کثیر الغذاء مولد دم مسمن ومقوی گردہ کمر ومفاصل ہونے کی وجہ سے زچہ کے لئے خیر الاغذیہ والادویہ ہے اور حرارت کی وجہ سے جو اس کی مضرت ہے سو اول تو رطب میں حرارت کم ہے دوسرے پانی سے اس کی اصلاح ہو سکتی ہے تیسرے مضرت کا ظہور جب ہوتا ہے کہ عضو میں ضعف ہو ورنہ کوئی چیز بھی کچھ نہ کچھ مضرت سے خالی نہیں ہوتی ۔ و نیز قوت طبیعت کے ساتھ خوارق[۵] کا مطیعین کے لئے علامت کرامت وقبول عنداللہ ہونا موجب مسرت روحانی بھی ہے) اور اس کھجور کے تنہ کو (پکڑ کر) اپنی طرف ہلاؤ اس سے تم پر خرمائے تر و تازہ جھڑیں گے (کہ اس سے بھی پھل کے کھانے میں لذت جسمانی اور بطور خرق عادت کے پھل کے آنے میں لذت روحانی مجتمع ہے) پھر (اس پھل کو) کھاؤ اور (وہ پانی) پیو اور آنکھیں ٹھنڈی کرو (یعنی بچہ کے دیکھنے سے اور کھانے پینے سے اور علامت قبول عنداللہ ہونے سے خوش رہو) پھر جب بدنامی کے احتمال کا موقع آوے یعنی کوئی آدمی اس قصہ پر مطلع ہو تو اس کا یہ انتظام ہوا ہے کہ) اگر تم آدمیوں میں سے کسی کو بھی (آتا اور اعتراض کرتا) دیکھو تو (تم کچھ مت بولنا بلکہ اشارہ[۶] سے اس سے) کہہ دینا کہ میں نے تو اللہ کے واسطے (ایسے) روزہ کی منت مان رکھی ہے (جس میں بولنے کی بندش ہے) سو (اس وجہ سے) میں آج (دن بھر) کسی آدمی سے نہیں بولوں گی (اور خدا کے ذکر اور دعا میں مشغول ہونا اور بات ہے بس تم اتنا جواب دے کر بے فکر ہو جانا اللہ تعالیٰ اس مولود مسعود کو خرق عادت کے طور پر بولتا کر دے گا جس سے ظہور اعجاز دلیل نزاہت وعصمت ہو جاوے گی غرض ہر غم کا علاج ہو گیا) **ف** : یہ تمنائے موت اگر غم دنیا سے تھی تب تو غلبہ حال کو اس کا عذر کہا جاوے گا جس میں انسان من کل الوجوہ مکلف نہیں رہتا اور اگر غم دین سے تھا کہ لوگ بدنام کریں گے اور شاید مجھ سے اس پر صبر نہ ہو سکے تو بے صبری کی معصیت میں ابتلا ہوگا موت سے اس معصیت سے حفاظت رہتی تو ایسی تمنا ممنوع نہیں ہے اور اگر شبہ ہو کہ حضرت مریم کو جو کہا گیا کہ تم کہہ دینا کہ میں نے نذر کی ہے سو انہوں نے نذر تو کی نہ تھی ۔ جواب یہ ہے کہ اسی سے یہ حکم بھی مفہوم ہو گیا کہ تم نذر بھی کر لینا اور اس کو ظاہر کر دینا اور روزہ میں بولنے کی بندش کا حکم ان کی شریعت میں تھا ہماری شریعت میں منسوخ ہو چکا ہے **لما رواہ ابوداؤد مرفوعًا لا یتم بعد احتلام ولا صمات یوم الی اللیل وحسنہ السیوطی والعزیزی** اور درد زہ میں پانی اور کھجور کا استعمال طبًا بھی مفید ہے اور اکل وشرب کا حکم بظاہر اباحت کے لئے معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم اور حمل وتولد بلا توسط مرد کے خارق عادت ہے اور خوارق میں کتنا ہی استبعاد ہو مضائقہ نہیں لیکن اس میں اس وجہ سے زیادہ استبعاد بھی نہیں کہ حسب تصریح کتب طب عورت کی منی میں قوت منعقدہ کے ساتھ قوت عاقدہ بھی ہے اس لئے مرض رجاء میں اعضاء کی کچھ ناتمام صورت بھی بن جاتی ہے **کما صرح فی القانون** پس اگر یہی قوت عاقدہ اور بڑھ جاوے تو زیادہ مستبعد نہیں ہے ۔

ترجمہ مسائل السلوک : قولہ تعالیٰ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ الخ اس میں دلیل ہے اس پر کہ موت کی تمنا کسی باعث دینی سے جائز ہے کیونکہ مریم علیہا السلام نے موت کی تمنا ان لوگوں کی ملامت کے سبب اور اسی ملامت کی وجہ سے ان لوگوں کی معصیت میں واقع ہونے کے سبب کی ۔ قولہ تعالیٰ : وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ مریم علیہا السلام کو جو شاخ ہلانے کا حکم فرمایا اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ تحصیل رزق میں فی الجملہ سعی کرنا مطلوب ہے اور وہ توکل کے منافی نہیں ۔

ملحقات الترجمۃ : ۱؎ **قولہ فی فحملتہ** لڑکا اشارۃ الی رجوع ضمیر المفعول الی الغلام ۱۲۔ ۲؎ **قولہ فی فانتبذت** جب ان کوالخ اشارۃ الی ان الفاء فصیحۃ فلا یلزم کون الوضع متصلا بالحمل وان کان محتملا فان صح ما رواہ الطبری عن ابن عباس یقول ما ھی الا ان حملت فوضعت تفسیر الآیۃ بذلک ۱۲۔ ۳؎ **قولہ فی قصیا** جنگل پہاڑ القربۃ علیہ قولہ تعالیٰ سریا والنخلۃ ومن تحتھا فان المجموع یسھل تصورہ فی الفیافی والجبال واللہ اعلم بحقیقۃ الحال ۱۲۔ ۴؎ **قولہ فی فناداھا** جبرئیل یشھد لہ ظاھر الکلام واخرجہ الطبری عن ابن عباس والضحاک وقتادۃ وقیل عیسٰی علیہ السلام وھو بعید ظاھرا ومخالف لما رواہ الطبری عن ابن عباس انہ قال لم یتکلم عیسٰی علیہ السلام حتی اتت قومھا ۱۲۔ ۵؎ **قولہ فی جعل** خوارق دل علی کون ما ذکر خارقا روایات مذکورۃ فی التفاسیر وظاھر المقام ایضا

لان المقصود تسليتها عليه السلام وظهور الخوارق ادخل فيها والله اعلم ۱۲۔ ۷۔ قوله فى قولى اشارة قرينة ظاهر قوله تعالىٰ لن اكلم وقوله فاشارت اليه ۱۲۔

اللغات: قوله فانتبذت به الباء للمصاحبة كما فى قوله تدوس بناء وقوله تنبت بالدهن قوله قصى بعيد۔ قوله فاجاء ها متعد من جاء لكنه خص عرفا بالاجاء ة التى تكون الجاء ولا يستعمل فى مطلق الاجاء ة كذا قال صاحب الكشاف قوله المخاض مصدر مخضت المرأة اذا اخذها الطلق وتحرك الولد فى بطنها للخروج قوله سريا جد ولا لسريانه ۱۲ قوله جذع ما بين العروق وتشعب الاغصان يقال له بالفار سية تنه۔ قوله نسيا الشئ التافة الذى لا يوبه له ومن شانه وحقه ان ينسى فى العادة ويطرح وان لم ينس ولذا اكد بقوله منسيا فافاء فائدة جديدة فافهم قوله تساقط بمعنى تسقط فعل الاسقاط قوله جنيا اى يجنى من الشجر زاده لدفع توهم ان الساقط من الشجر لا يكون فى الاغلب جيدا بخلاف ما يجنى وجه الدفع ظاهر فمعنى جنيا ما يصلح ان يكون جنيًا۔ قوله قرى من القرء بمعنى السكون او بمعنى البرء فان العين اذا رات ما يسر النفس سكنت اليه من النظر الى غيره ويشهد له قوله تعالىٰ قدورا عينهم وان دمعة السرور باردة ۱۲۔

البلاغۃ: قوله هزى اليك عدى بالى لتضمنه معنى الميل الى جهتك قوله بجذع عدى بالباء مع كون الهز متعديا بنفسه اما لتنزيله منزلة اللازم اى افعلى فعل الهز فالباء للآلة والكون الباء زائدة كما فى قوله تعالىٰ ولا تلقوا بايديكم ۱۲۔

فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ؕ قَالُوْا یٰمَرْیَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَیْـًٔا فَرِیًّا ﴿۲۷﴾ یٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّ مَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِیًّا ﴿ۖۚ۲۸﴾ فَاَشَارَتْ اِلَیْهِ ؕ قَالُوْا كَیْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِی الْمَهْدِ صَبِیًّا ﴿۲۹﴾ قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ؕ۫ اٰتٰىنِیَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا ﴿ۙ۳۰﴾ وَّ جَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ ۪ وَ اَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا ﴿ۖ۳۱﴾ وَّ بَرًّۢا بِوَالِدَتِیْ ؗ وَ لَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا ﴿۳۲﴾ وَ السَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَ یَوْمَ اَمُوْتُ وَ یَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا ﴿۳۳﴾

پھر وہ ان کو گود میں لئے ہوئے اپنی قوم کے پاس آئیں لوگوں نے کہا اے مریم تم نے بڑے غضب کا کام کیا اے ہارون کی بہن تمہارے باپ کوئی برے آدمی نہ تھے اور نہ تمہاری ماں بدکار تھیں پس مریم نے بچے کی طرف اشارہ کیا وہ لوگ کہنے لگے کہ بھلا ہم ایسے شخص سے کیونکر باتیں کریں جو ابھی گود میں بچہ ہی ہے وہ بچہ (خود ہی) بول اٹھا کہ میں اللہ کا (خاص) بندہ ہوں اس نے مجھ کو کتاب (یعنی انجیل) دی اور اس نے مجھ کو نبی بنایا (یعنی بنا دے گا) اور مجھ کو برکت والا بنایا میں جہاں کہیں بھی ہوں اور مجھ کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا جب تک میں (دنیا میں) زندہ رہوں اور مجھ کو میری والدہ کا خدمت گزار بنایا اور اس نے مجھ کو سرکش بد بخت نہیں بنایا اور مجھ پر اللہ کی جانب سے سلام ہے جس روز میں پیدا ہوا اور جس روز مرونگا اور جس روز (قیامت) میں زندہ کر کے اٹھایا جاؤنگا۔

تفسیر: تتمہ قصہ متضمنہ ملامت قوم و جواب عیسیٰ علیہ السلام ☆ فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ (الی قولہ تعالی) وَ یَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا (غرض مریم علیہا السلام کی اس کلام سے تسلی ہوئی اور عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے) پھر وہ ان کو گود میں لئے ہوئے (وہاں سے بستی کو چلیں اور) اپنی قوم کے پاس لائیں لوگوں نے (جو دیکھا کہ ان کی شادی تو ہوئی نہ تھی یہ بچہ کیسا! بدگمان ہوکر) کہا اے مریم تم نے بڑے غضب کا کام کیا (یعنی نعوذ باللہ بدکاری کی اور یوں تو بدکاری کوئی کرے برا ہے لیکن تم سے ایسا فعل ہونا زیادہ غضب کی بات ہے کیونکہ) اے ہارون کی بہن (تمہارے خاندان میں کبھی کسی نے ایسا نہیں کیا چنانچہ) تمہارے باپ کوئی برے آدمی نہ تھے (کہ ان سے یہ اثر تم میں آیا ہو) اور نہ تمہاری ماں بدکار تھیں (کہ ان سے یہ اثر تم میں آیا ہو) پھر ہارون جو تمہارے رشتہ کے بھائی ہیں جن کا نام ان ہارون نبی کے نام پر رکھا گیا ہے وہ کیسے کچھ نیک شخص ہیں غرض جس کا خاندان کا خاندان پاک صاف ہو اس سے یہ حرکت ہونا کتنا بڑا غضب ہے) پس مریم (علیہا السلام) نے (یہ ساری تقریر سن کر کچھ جواب نہیں دیا بلکہ) بچہ کی طرف اشارہ کر دیا (کہ اس سے کہو جو کچھ کہنا ہو جواب دے گا) وہ لوگ (سمجھے کہ یہ ہمارے ساتھ تمسخر کرتی ہیں) کہنے لگے کہ بھلا ہم ایسے شخص سے کیونکر باتیں کرے جو ابھی گود میں بچہ ہی ہے (کیونکہ بات اس شخص سے کی جاتی ہے جو کہ وہ بھی بات چیت کرتا ہو سو جب یہ بچہ ہے اور بات چیت پر قادر نہیں اس سے کیا بات کریں اتنے میں) وہ بچہ (خود ہی) بول اُٹھا کہ میں اللہ کا (خاص) بندہ ہوں (نہ تو اللہ ہوں جیسا جہلائے نصاریٰ سمجھیں گے اور نہ غیر مقبول ہوں جیسا یہود سمجھیں گے اور بندہ ہونے کے اور پھر خاص ہونے کے یہ آثار ہیں کہ) اس نے مجھ کو کتاب (یعنی انجیل) دی (یعنی گو آئندہ دے گا مگر بوجہ یقینی ہونے کے ایسا ہے کہ جیسے دے دی) اور اس نے مجھ کو نبی بنایا (یعنی بناوے گا) اور مجھ کو برکت والا

بنایا (یعنی مجھ سے خلق کو دین کا نفع پہنچے گا) میں جہاں کہیں بھی ہوں (گا مجھ سے برکت پہنچے گی وہ نفع تبلیغ دین ہے خواہ کوئی قبول کرے یا نہ کرے انہوں نے تو نفع پہنچا ہی دیا) اور اُس نے مجھ کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا جب تک میں (دنیا میں) زندہ رہوں (اور ظاہر ہے کہ آسمان پر جانے کے بعد مکلّف نہیں رہے اور یہ دلیل ہے بندہ ہونے کی جیسا اور دلائل ہیں خصوصیت کے) اور مجھ کو میری والدہ کا خدمت گزار بنایا (اور چونکہ بے باپ پیدا ہوئے ہیں اس لئے والدہ کی تخصیص کی گئی) اور اس نے مجھ کو سرکش بد بخت نہیں بنایا (کہ ادائے حق خالق یا ادائے حق والدہ سے سرکشی کروں یا حقوق واعمال کے ترک سے بدبختی خریدلوں) اور مجھ پر (اللہ کی جانب سے) سلام ہے جس روز میں پیدا ہوا اور جس روز مروں گا (کہ وہ زمانہ قرب قیامت کا بعد نزول من السماء کے ہوگا) اور جس روز میں (قیامت میں) زندہ کر کے اُٹھایا جاؤں گا (اور اللہ کا سلام دلیل ہے خاص بندہ ہونے کی) **ف**: عیسیٰ علیہ السلام کے مجموعہ اوصاف واحوال مذکورہ آیت سے نزاہت و طہارت حضرت مریم علیہا السلام کی ثابت ہوگئی جو مقصود تھا اس تکلم خارق عادت سے جس میں سب سے بڑھ کر دلالت علی المطلوب میں وصف نبوت ہے کیونکہ نبوت کے ساتھ فساد نسب جو کہ اعلیٰ درجہ کا سبب عار ہے مجتمع نہیں ہوتا اور عطائے نبوت کا تحقق اس تکلم خارق سے ہوتا ہے کیونکہ بے گناہ سے خارق کا صدور دلیل مقبولیت ہے اور مقبول ہونا کاذب ہونے کے منافی ہے اور اہل قادیان نے **ما دمت حیا** سے جو استدلال کیا ہے کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں تو اس آیت کے موافق آسمان پر بھی نماز وزکوٰۃ کے مکلّف ہوں گے واللازم باطل اس کا جواب ترجمہ کے ساتھ "دنیا میں" قید لگانے سے ہوگیا فقط۔ اور اگر ثابت ہو کہ انبیاء پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی تو اوصانی سے مراد ہوگا شریعت میں اس کا ہونا گو امت ہی کے لئے ہو۔

الروایات: فی الروح اخرج احمد و مسلم والترمذی والنسائی والطبرانی وابن حبان وغیرهم عن المغیرة بن شعبة قال بعثنی رسول الله صلی الله علیه وسلم الی اهل نجران فقالوا ارأیت ما تقرء ون یا اخت هارون وموسٰی قبل عیسٰی هکذا وکذا قال فرجعت فذکرت ذلك الرسول الله صلی الله علیه وسلم فقال الا اخبرتهم انهم کانوا یسمون بالانبیاء والصالحین قبلهم۔ وروی عن الکلبی هو اخ لها من ابیها آه ۱۲۔

اللغات: قوله جئت فعلت فریا عظیما واصله من الفری بمعنی القطع علی وجه الاصلاح او الافساد ثم شاع استعماله فی العظیم من الامر خیر او صلاحا کان او شرا وفسادا قولاً کان او فعلاً قوله المهد فی الروع عن قتادة حجر امه وقال عکرمة المرباة ای الموجحة وقیل سریره آه قلت اخرج الطبری قوله قتادة ۱۲۔

النحو: قوله کان فی المهد فی الروح قال ابو عبیدة کان زائدة بمجرد التاکید من غیر دلالة علی الزمان وصبیا حال مؤکدة والعامل فیها الاستقرار فلا یرد ان الناس کلهم کانوا فی الماضی صبیانا فی المهد وکذا لا یردان کان الزائدة لا تنصب الخبر قوله اینما کنت فی الروح عن البحر ان هذا شرط وجزاء ہ محذوف لدلالة ما تقدم علیه لان اسم الشرط لا ینصبه فعل قبله فلا یجوز ان یکون معمولا لجعلنی السابق اه بتغیر واختصار قوله وبرا عطف علی مبارکا وان جعل الفصل مانعا فیضمر فعل ای وجعلنی بارا ۱۲۔

ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِيْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿۳۴﴾ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۳۵﴾ وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۳۶﴾ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۳۷﴾ اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ ۙ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾ وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ ۘ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۴۰﴾ ع

وقف لازم

یہ ہیں عیسیٰ بن مریمؑ میں بالکل سچی بات کہہ رہا ہوں جس میں یہ لوگ جھگڑ رہے ہیں اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ (کسی کو) اولاد اختیار کرے وہ بالکل پاک ہے وہ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو بس اس کو ارشاد فرما دیتا ہے کہ ہو جا سو وہ ہو جاتا ہے اور بے شک اللہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے سو صرف اس کی عبادت کرو یہی دین کا سیدھا راستہ ہے (پھر بھی) مختلف گروہوں نے اس (بارے میں) باہم اختلاف ڈال لیا سو ان کافروں کے لئے ایک بڑے دن کے آنے سے بڑی خرابی (ہونے والی) ہے۔ جس روز یہ لوگ (حساب وجزاء کے لئے) ہمارے پاس آویں گے کیسے کچھ شنوا اور بینا ہو جاویں گے لیکن یہ ظالم آج (دنیا میں) کیسی صریح غلطی میں ہیں اور آپ ان

لوگوں کو حسرت کے دن سے ڈرائیے جبکہ (جنت و دوزخ کا) اخیر فیصلہ کر دیا جائے گا اور وہ لوگ (آج دنیا میں) ہیں اور وہ ایمان نہیں لاتے (لیکن آخر ایک دن مریں گے اور) تمام زمین اور زمین کے رہنے والوں کے ہم ہی وارث (یعنی) آخر مالک رہ جائیں جاویں گے۔

تفسیر: ربط: آگے مضمون قصہ عیسیٰ علیہ السلام پر توحید کی تفریع ہے اور اس کے ساتھ ذکر قیامت سے منکرین توحید کی تفریع ہے۔

تفریع توحید و تفریع کا فر عنید ☆ ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ (الی قولہ تعالی) وَإِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ یہ ہیں عیسیٰ بن مریم (جن کے اقوال واحوال مذکور ہوئے جس سے ان کا بندۂ مقبول ہونا معلوم ہوتا ہے نہ جیسے کہ عیسائیوں نے ان کو عبدیت سے خارج کر کے الوہیت تک پہنچایا ہے اور نہ ویسے جیسا کہ یہودیوں نے ان کو مقبولیت سے خارج کر کے طرح طرح کی تہمتیں لگائی ہیں) میں (بالکل) سچی بات کہہ رہا ہوں جس میں یہ (افراط و تفریط کرنے والے) لوگ جھگڑ رہے ہیں (چنانچہ یہود و نصاریٰ کے اقوال اوپر معلوم ہوئے اور چونکہ یہود کا قول ظاہراً بھی موجب تنقیص نبی تھا جو کہ بداہۃً باطل ہے اس لئے اس کے رد کی طرف اس مقام پر توجہ نہیں فرمائی بخلاف قول نصاریٰ کے کہ ظاہراً مثبت زیادت کمال تھا کہ نبوت کے ساتھ بنوت حق تعالیٰ کے ساتھ ثابت کرتے تھے اس لئے آگے اس کو رد فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ اس میں حق تعالیٰ کی تنقیص بوجہ انکار توحید کے لازم آتی ہے حالانکہ) اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ (کسی کو) اولاد اختیار کرے وہ (بالکل) پاک ہے (کیونکہ اس کی یہ شان ہے کہ) وہ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو بس اس کو اتنا فرما دیتا ہے کہ ہو جا سو وہ ہو جاتا ہے (اور ایسے کمال کے واسطے اولاد کا ہونا عقلاً نقص ہے) اور (آپ تقریر توحید کے لئے لوگوں سے فرما دیجئے کہ مشرکین بھی سن لیں) بیشک اللہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے سو (صرف) اسی کی عبادت کرو (اور) یہی (خالص خدا کی عبادت کرنا یعنی توحید اختیار کرنا دین کا) سیدھا راستہ ہے سو (توحید پر باوجود ان دلائل منقولہ و معقولہ کے قائم ہونے کے پھر بھی (مختلف گروہوں نے (اس بارہ میں) باہم اختلاف ڈال لیا (یعنی انکار توحید کا کر کے طرح طرح کے مذاہب ایجاد کر لئے) سو ان کافروں کے لئے ایک بڑے (بھاری) دن کے آنے سے بڑی خرابی (ہونے والی ہے) (مراد اس سے قیامت ہے کہ باعتبار امتداد و اشتداد کے عظیم ہوگا) جس روز یہ لوگ (حساب و جزا کے لئے) ہمارے پاس آویں گے (اس روز) کیسے کچھ شنوا اور بینا ہو جاویں گے (کیونکہ قیامت میں یہ حقائق پیش نظر ہو جاویں گے اور تمام تر غلطیاں[1] رفع ہو جاویں گی) لیکن یہ ظالم آج (دنیا میں کیسی صریح غلطی میں) مبتلا ہو رہے ہیں اور آپ ان لوگوں کو حسرت کے دن سے ڈرائیے جب کہ (جنت دوزخ کا) اخیر فیصلہ کر دیا جاوے گا (جس کا ذکر حدیث میں ہے کہ جنت اور دوزخ والوں کو موت دکھلا کر اس کو ذبح کر دیا جاوے گا اور دونوں کو خلود کا حکم سنا دیا جاوے گا رواہ الشیخان والترمذی اور اس وقت کی حسرت کا بیحد ہونا ظاہر ہے) اور وہ لوگ (آج دنیا میں) بڑی غفلت میں (پڑے) ہیں اور وہ لوگ ایمان نہیں لاتے (لیکن آخر ایک دن مر جاویں گے اور تمام زمین اور زمین پر رہنے والوں کو وارث (یعنی آخر مالک) ہم ہی رہ جاویں گے اور یہ سب ہمارے ہی پاس لوٹائے جاویں گے (پھر اپنے کفر و شرک کی سزا بھگتیں گے) **ف**: إِذْ قُضِيَ الْأَمْرُ الخ سے امتناع اتخاذ ولد پر استدلال کی تقریر پارہ الم کے تین رکوع وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ [البقرۃ:۱۱۳] میں اسی مضمون کی آیت کی تفسیر میں گذر چکی ہے اور حسرتیں وقت مذکور سے پہلے بھی ہوں گی لیکن اس وقت کی حسرت سب سے اعظم ہوگی اور إِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ الخ اس میں بنظر آیات سورۂ زخرف کے جو قصہ عیسویہ میں آئی ہیں ایک توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس سے پہلے قال مقدر ہو یعنی حالت صبا میں وہ کہا جو اوپر مذکور ہوا اور پھر بعد نبوت یہ فرمایا: إِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ الخ اور احزاب سے مراد جو بعد عیسیٰ علیہ السلام کے ہوئے واللہ اعلم۔

الحواشی: (۱) قولہ قبل لکن الظلمون تمام تر غلطیاں اشارۃ الی جعل الاستدراك متعلقا بما اتصل بہ ونقل فی الروح عن ابی العالیۃ تعلقہ بقولہ فویل للذین کفروا۔

اختلاف القراءۃ: قولہ وان اللہ فی قراءۃ بفتح الھمزۃ بتقریر الجار ای اللام متعلق بقولہ فاعبدوہ ای فاعبدوہ لان اللہ ربی وربکم الروایات ذکرت فی المتن من قصۃ ذبح الموت وفی ھذہ الروایۃ قراءۃ صلی اللہ علیہ وسلم ھاتیك الآیۃ حینئذ ۱۲۔

اللغات: فی القاموس المریۃ الشك والجدل فمعنی یمترون یتنازعون او یشکون قولہ من بینھم فی الروح معناہ ان الاختلاف لم یخرج عنھم بل کانوا ھم المختلفین وبین ظرف استعمل اسماء بدخول من علیہ ونقل فی البحر القول بزیادۃ من قولہ من مشھد مصدر بمعنی الشھود ۱۲۔

النحو: قولہ قول الحق فی الروح قیل نصب علی المصدر ای اقول الحق۔ قولہ یوم الحسرۃ اذ مبدل منہ وبدل۔

البلاغۃ: قولہ لکن الظلمون فیہ وضع المظھر موضع المضمر ۱۲۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۬ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ۝ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا

يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنْكَ شَيْئًا ﴿۴۲﴾ يَا أَبَتِ إِنِّي قَدْ جَاءَنِي مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِي أَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿۴۳﴾ يَا أَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطَانَ ۖ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلرَّحْمَٰنِ عَصِيًّا ﴿۴۴﴾ يَا أَبَتِ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يَمَسَّكَ عَذَابٌ مِنَ الرَّحْمَٰنِ فَتَكُونَ لِلشَّيْطَانِ وَلِيًّا ﴿۴۵﴾

اوراس کتاب میں ابراہیم علیہ السلام کا (قصہ) ذکر کیجئے وہ بڑے راستی والے پیغمبر تھے جبکہ انہوں نے اپنے باپ سے (جو مشرک تھا) کہا کہ اے میرے باپ تم ایسی چیز کی کیوں عبادت کرتے ہو جو نہ کچھ سنے نہ کچھ دیکھے اور نہ کچھ تمہارے کام آ سکے اے میرے باپ میرے پاس ایسا علم پہنچا ہے جو تمہارے پاس نہیں آیا تو تم میرے کہے پر چلو میں تم کو سیدھا رستہ بتلاؤں گا اے میرے باپ تم شیطان کی پرستش مت کرو بے شک شیطان رحمٰن کی نافرمانی کرنے والا ہے اے میرے باپ اندیشہ کرتا ہوں کہ تم پر رحمٰن کی طرف سے کوئی عذاب نہ آ پڑے پھر تم (عذاب میں) شیطان کے ساتھی ہو جاؤ۔

تفسیر: قصہ سوم حضرت ابراہیم علیہ السلام ☆ وجہ ارتباط قصص تمہید سورت میں گذر چکی۔ وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ (الی قولہ تعالی) فَتَكُونَ لِلشَّيْطَانِ وَلِيًّا ﴿۴۵﴾ اور (اے محمد ﷺ) آپ اس کتاب (یعنی قرآن) میں (لوگوں[۱] کے سامنے حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کا (قصہ) ذکر کیجئے (تا کہ ان کو توحید و رسالت کا مسئلہ زیادہ منکشف ہو جاوے) وہ (ہر قول فعل میں) بڑے راستی والے تھے (اور) پیغمبر[۲] تھے (اور وہ قصہ جس کا ذکر کرنا اس جگہ مقصود ہے اس وقت ہوا تھا) جب کہ انہوں نے اپنے باپ سے (جو کہ مشرک تھا) کہا کہ اے میرے باپ تم ایسی چیز کی کیوں عبادت کرتے ہو جو نہ کچھ سنے اور نہ کچھ دیکھے اور نہ تمہارے کچھ کام آ سکے (مراد بت ہیں حالانکہ اگر کوئی دیکھتا سنتا کچھ کام آتا بھی ہو مگر واجب الوجود نہ ہو تب بھی لائق عبادت نہ ہو گا' چہ جائیکہ ان اوصاف سے بھی عاری ہو وہ تو بدرجہ اولیٰ لائق عبادت نہ ہوگا) اے میرے باپ میرے پاس ایسا علم پہنچا ہے جو تمہارے پاس نہیں آیا (مراد اس سے وحی ہے جس میں احتمال غلطی کا ہو ہی نہیں سکتا پس میں جو کچھ کہہ رہا ہوں قطعاً حق ہے جب یہ بات ہے) تو میرے کہنے پر چلو میں تم کو سیدھا راستہ بتلاؤں گا (اور وہ توحید ہے) اے میرے باپ تم شیطان کی پرستش مت کرو (یعنی شیطان کو اور اس کی عبادت کو تو تم بھی برا سمجھتے ہو اور بت پرستی میں شیطان پرستی بالیقین لازم ہے کہ وہی یہ حرکت کراتا ہے اور کسی کی ایسی اطاعت کرنا کہ حق تعالیٰ کے مقابلہ میں بھی اس کی تعلیم کو حق سمجھے یہی عبادت ہے پس بت پرستی میں شیطان پرستی ہوئی اور) بیشک شیطان (حضرت) رحمان کا نافرمانی کرنے والا ہے (تو وہ کب اطاعت کے لائق ہو گا) اے میرے باپ میں اندیشہ کرتا ہوں (اور وہ اندیشہ یقینی ہے) کہ تم پر رحمان کی طرف سے کوئی عذاب نہ آ پڑے (خواہ دنیا میں یا آخرت میں) پھر تم عذاب میں شیطان کے ساتھی ہو جاؤ (یعنی جب اطاعت میں اس کا ساتھ دو گے تو نفس عقوبت میں بھی اس کا ساتھ ہو گا گو شیطان کو دنیا میں عذاب نہ ہوا ہو اور اس شیطان کی معیت اور مشارکت فی العقوبۃ کو کوئی اپنی بھلائی چاہنے والا پسند نہ کرے)

ف: اور عذاب کے ساتھ مِنَ الرَّحْمَٰنِ کہنے سے اشارہ اس طرف ہے کہ گو وہ رحمان ہے مگر یوں نہ سمجھنا کہ کفر پر سزا نہ دے گا بلکہ باوجود رحمان ہونے کے بھی اس پر سزا دے گا۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ الخ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے طریق دعوت میں حسن وادب وخلق اختیار کیا تا کہ مخاطب مکابرہ اور فساد پر آمادہ نہ ہو جاوے ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ؕ قوله في اذكر لوگوں کے سامنے اشارة[۱] الى انه مثل قوله واتل عليهم نبأ ابراهيم ۱۲۔ ۲ؕ قوله في صديقا نبيا اور پیغمبر اشارة الى كون نبيا خبرا بعد خبر لكان ۱۲۔

البلاغۃ: قوله صديقًا نبيا فيه تدرج من الادنى الى الاعلى ۱۲۔

الحواشی: (۱) قوله لانه حاصل قوله واتل عليهم ۱۲ منه۔

قَالَ أَرَاغِبٌ أَنْتَ عَنْ آلِهَتِي يَا إِبْرَاهِيمُ ۖ لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ لَأَرْجُمَنَّكَ ۖ وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا ﴿۴۶﴾ قَالَ سَلَامٌ عَلَيْكَ ۖ سَأَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّي ۖ إِنَّهُ كَانَ بِي حَفِيًّا ﴿۴۷﴾ وَأَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَأَدْعُو رَبِّي عَسَىٰ أَلَّا أَكُونَ بِدُعَاءِ رَبِّي شَقِيًّا ﴿۴۸﴾ فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ۖ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ﴿۴۹﴾

وَ وَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَ جَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ﴿۵۰﴾

باپ نے جواب دیا کیا تم معبودوں سے پھرے ہوئے ہوا ے ابراہیم علیہ السلام اگر تم باز نہ آئے تو میں ضرور تم کو مار پتھروں کے سنگسار کردوں گا اور ہمیش ہمیش کے لئے مجھ سے برکنار ہوا (ابراہیم علیہ السلام) نے کہا میرا اسلام لو اب میں تمہارے لئے اپنے رب سے مغفرت کی درخواست کروں گا بے شک وہ مجھ پر بہت مہربان ہے اور میں تم لوگوں سے اور جن کی تم خدا کو چھوڑ کر عبادت کر رہے ہو ان سے کنارہ کرتا ہوں اور اپنے رب کی عبادت کروں گا امید ہے کہ اپنے رب کی عبادت کر کے محروم نہ رہوں گا۔ پس جب ان لوگوں سے اور جن کی وہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے تھے ان سے علیحدہ ہو گئے ہم نے ان کو اسحٰق علیہ السلام (بیٹا) اور یعقوب (پوتا) عطا فرمایا اور ہم نے (ان دونوں میں سے ہر ایک کو نبی بنایا اور ان سب کو ہم نے اپنی رحمت کا حصہ دیا اور آئندہ نسلوں میں ہم نے ان کا نام نیک اور بلند کیا۔

تفسیر: تمتہ قصہ ☆ قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ (الی قولہ تعالی) وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ﴿۵۰﴾ (ابراہیم علیہ السلام کی یہ تمام تر نصائح سن کر) باپ نے جواب دیا کہ کیا تم میرے معبودوں سے پھرے ہوئے ہوا ے ابراہیم (اور اس لئے مجھ کو بھی منع کرتے ہو یاد رکھو) اگر تم (ان بتوں کے مذمت سے اور مجھ کو ان کی عبادت سے منع کرنے سے) باز نہ آئے تو میں ضرور تم کو مار پتھروں کے سنگسار کردوں گا (پس تم اس سے باز آجاؤ) اور ہمیش ہمیش کے لئے مجھ (کو کہنے سننے) سے برکنار رہو ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا (بہتر) میرا اسلام لو۲ (اب تم سے کہنا سننا بے سود ہے) اب میں تمہارے لئے اپنے رب سے مغفرت کی (اس طرح) درخواست کروں گا (کہ تم کو ہدایت کرے) جس پر مغفرت مرتب ہوتی ہے) بیشک وہ مجھ پر بہت مہربان ہے (اس لئے اسی سے عرض۳ کروں گا جس کا قبول فرمانا یا نہ فرمانا دونوں مختلف اعتبار سے رحمت اور مہربانی ہے) اور (تم اور تمہارے ہم مذہب جب میری حق بات کو بھی نہیں مانتے تو تم میں رہنا بھی فضول ہے اس لئے) میں تم لوگوں سے اور جن کی تم خدا کو چھوڑ کر عبادت کر رہے ہو ان سے (بدناً بھی) کنارہ کرتا ہوں (جیسا قلباً پہلے ہی سے برکنار ہوں یعنی یہاں رہتا بھی نہیں) اور (اطمینان سے علیحدہ ہو کر) اپنے رب کی عبادت کروں گا (کیونکہ یہاں رہ کر اس میں بھی مزاحمت ہوگی) امید (یعنی یقین) ہے کہ اپنے رب کی عبادت کر کے محروم نہ رہوں گا (جیسا۴ بت پرست اپنے باطل معبودوں کی عبادت کر کے محروم رہتے ہیں غرض اس گفتگو کے بعد ان سے اس طرح علیحدہ ہوئے کہ ملک شام کی طرف ہجرت کر کے چلے گئے) پس جب ان لوگوں سے اور جن کی وہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے تھے ان سے (اس طرح) علیحدہ ہو گئے (تو) ہم نے ان کو اسحٰق (بیٹا) اور یعقوب (پوتا) عطا فرمایا (جو کہ رفاقت۵ کے لئے ان کی بت پرست برادری سے بدرجہا بہتر تھے) اور ہم نے (ان دونوں میں) ہر ایک کو نبی بنایا اور ان سب کو ہم نے (طرح طرح کے کمالات دے کر) اپنی رحمت کا حصہ دیا اور (آئندہ نسلوں میں) ہم نے ان کا نام نیک اور بلند کیا (کہ سب تعظیم اور ثناء کے ساتھ ذکر کرتے ہیں اور اسحاق کے قبل اسماعیل ان ہی صفات کے ساتھ عطا ہو چکے تھے)۔ **ف**: اسماعیل علیہ السلام کا اس جگہ ذکر نہ فرمانا اس وجہ سے ہے کہ اول تو وہ اوروں سے اول عطا ہو چکے تھے بعد والوں کے ذکر سے قبل والے کا ذکر خود ہی مفہوم ہو جاتا ہے دوسرے ان کا ذکر مستقل طور پر آئندہ قریب آنے والا ہے تیسرے ابراہیم علیہ السلام کے ذکر سے جیسا عرب کا استجلاب قلب ہوا اسحاق و یعقوب علیہما السلام کے ذکر سے اہل کتاب کا استجلاب قلب مناسب اور اسی نکتہ کی وجہ سے اس کے متصل موسیٰ علیہ السلام کا ذکر آتا ہے پھر ان کے بعد اسماعیل علیہ السلام کا آوے گا **و الله اعلم باسرار كلامه۔**

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ الخ اس میں مقابلہ ہے برائی کا بھلائی سے۔ قولہ تعالیٰ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ الخ اس میں دعاء ہے ہدایت کی کافر کے لئے۔ قولہ تعالیٰ: وَ اَعْتَزِلُكُمْ الخ اس میں معاند سے یکسو ہو جانا ہے مایوسی کے وقت ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله قبل واهجرني** باز آجاؤ **اشارة الى تقدير المعطوف عليه لان للعطف على المذكور فيه عطف للانشاء على الاخبار** ۱۲۔ ۲ **قوله في سلام** میرا سلام لو **اشار به الى ان هذ السلام للمتاركة بقرينة المقام كما في قوله تعالى سلام عليكم لا نبتغي الجاهلين ويؤيده قوله اعتزلكم فلا مس لمسئلة السلام على الكافر جواز او منعا بهذا المقام** ۱۲۔ ۳ **قوله في حفيا** عرض کروں گا الخ **اشار به الى ان المقصود بقوله انه كان بي حفيا انه حقيق بالدعاء وليس المقصود به الاخبار عن الاجابة لا محالة له واني ان هذا الدعاء لم يجب فانه لم يؤمن** ۱۲۔ ۴ **قوله في شقيا** جیسا بت پرست **اشارة الى ان في الكلام تعريضًا به وبقومه** ۱۲۔ ۵ **قوله في وهبنا** رفاقت **اشار به الى توجيه مني الشرطية في لما ولو قيل للظرفية فيه فلا يشكل اصلاً** ۱۲۔

اللغات: **الملي الدهر الطول واراد به ههنا الابد بمعنى مدة عمرة الحفى البليغ في البر والاكرام قوله لسان صدق عليا اللسان مجاز عن الذكر والصدق بمعنى الصادق اى الحسن والعلي كلاهما صفة اللسان احدهما بصورة الاضافة والآخرة بصورة الوصف** ۱۲۔

البلاغۃ: **قوله عسى في تصدير الكلام به اظهار التواضع وحسن الادب وان الاثابة بطريق الفضل لا الوجوب۔**

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰٓى ۡ اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّ كَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿۵۱﴾ وَ نَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَ قَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ﴿۵۲﴾ وَ وَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا ﴿۵۳﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ۡ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿۵۴﴾ وَ كَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ﴿۵۵﴾ وَ اذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ ۡ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۵۶﴾ وَّ رَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿۵۷﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ ۗ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۡ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْرَآءِيْلَ ۡ وَ مِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ؕ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ بُكِيًّا ﴿۵۸﴾ السجدۃ

اوراس کتاب میں موسیٰ علیہ السلام کا بھی ذکر کیجئے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے خاص کئے ہوئے بندے تھے اور وہ رسول نبی بھی تھے اور ہم نے ان کو کوہ طور کی داہنی جانب سے آواز دی اور ہم نے ان کو راز کی باتیں کرنے کے لئے مقرب فرمایا اور ہم نے ان کو اپنی رحمت سے ان کے بھائی ہارون علیہ السلام کو نبی بنا کر عطا کیا اور اس کتاب میں اسمٰعیل کا بھی ذکر کیجئے بلاشبہ وہ وعدے کے بڑے سچے تھے اور وہ رسول بھی تھے نبی بھی تھے اور اپنے متعلقین کو نماز کا اور زکوٰۃ کا حکم کرتے رہتے تھے اور اپنے پروردگار کے نزدیک پسندیدہ تھے اور اس کتاب میں ادریس کا بھی ذکر کیجئے بے شک وہ بڑے راستی والے نبی تھے اور ہم ان کو (کمالات میں) بلند درجہ تک پہنچایا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے خاص انعام فرمایا ہے منجملہ دیگر انبیاء کے آدم کی نسل سے اور ان لوگوں کی نسل سے جن کو ہم نے نوح علیہ السلام کے ساتھ سوار کیا تھا اور ابراہیم علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کی نسل سے اور (یہ سب حضرات) ان لوگوں میں سے ہیں جن کو ہم نے ہدایت فرمائی اور ان کو مقبول بنایا جب ان کے سامنے (حضرت) رحمٰن کی آیتیں پڑھی جاتی تھیں تو سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے (زمین پر) گر جاتے تھے۔

تفسیر: قصہ چہارم حضرت موسیٰ علیہ السلام: وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰٓى (الی قولہ تعالی) خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا اور اس کتاب (یعنی قرآن) میں موسیٰ (علیہ السلام) کا بھی ذکر کیجئے بلاشبہ (یعنی لوگوں کو سنایئے ورنہ کتاب میں ذکر کرنے والا تو فی الحقیقۃ اللہ تعالیٰ ہے) وہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے خاص کئے ہوئے (بندے) تھے اور وہ رسول بھی تھے نبی بھی تھے اور ہم نے ان کو کوہ طور کی داہنی جانب سے آواز دی اور ہم نے ان کو راز کی باتیں کرنے کے لئے مقرب بنایا اور ہم نے ان کو اپنی رحمت (وعنایت) سے ان کے بھائی ہارون کو نبی بنا کر عطا کیا (یعنی ان کی درخواست کے موافق ان کو نبی کیا کہ ان کی مدد کریں) اور اس کتاب میں اسماعیل (علیہ السلام) کا بھی ذکر کیجئے بلاشبہ وہ وعدے کے (بڑے) سچے تھے اور وہ رسول بھی تھے نبی بھی تھے اور اپنے متعلقین کو نماز اور زکوٰۃ کا (خصوصاً اور بھی احکام کا عموماً) حکم کرتے رہتے تھے اور وہ اپنے پروردگار کے نزدیک پسندیدہ تھے اور اس کتاب میں ادریس (علیہ السلام) کا بھی ذکر کیجئے بیشک وہ بڑی راستی والے نبی تھے اور ہم نے ان کو (کمالات میں) بلند رتبہ تک پہنچایا یہ (حضرات جن کا شروع سورت سے یہاں تک ذکر ہوا زکریا علیہ السلام سے ادریس علیہ السلام تک یہ) وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے (خاص) انعام فرمایا ہے (چنانچہ نبوت سے بڑھ کر کون سی نعمت ہوگی) منجملہ (دیگر) انبیاء (علیہم السلام) کے (یہ وصف سب مذکورین میں مشترک ہے اور یہ سب) آدم علیہ السلام کی نسل سے (تھے) اور (بعضے ان میں) ان لوگوں کی نسل سے (تھے) جن کو ہم نے نوح (علیہ السلام) کے ساتھ کشتی میں سوار کیا تھا (چنانچہ بجز ادریس علیہ السلام کے کہ وہ اجداد نوح علیہ السلام سے ہیں باقی سب میں یہ وصف ہے) اور (بعضے ان میں) ابراہیم (علیہ السلام) اور یعقوب (علیہ السلام) کی نسل سے (تھے چنانچہ حضرت زکریا و عیسیٰ و موسیٰ علیہم السلام دونوں کی اولاد میں تھے اور اسحاق و اسماعیل و یعقوب علیہم السلام صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں تھے) اور (یہ سب حضرات) ان لوگوں میں سے (تھے) جن کو ہم نے ہدایت فرمائی اور ان کو مقبول بنایا (اور باوجود اس مقبولیت و اختصاص کے ان سب حضرات موصوفین کی عبدیت کی یہ کیفیت تھی کہ) جب ان کے سامنے (حضرت) رحمان کی آیتیں پڑھی جاتی تھی تو (غایت افتقار و انکسار و انقیاد کے اظہار کے لئے) سجدہ کرتے ہوئے روتے ہوئے (زمین پر) گر جاتے تھے۔ **ف**: یہاں چند فوائد ہیں۔

اول: رسول اور نبی کی تفسیر میں اقوال متعدد ہیں تتبع آیات مختلفہ سے جو بات احقر کے نزدیک محقق ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ ان دونوں کے مفہوم میں عموم و خصوص من وجہ ہے رسول وہ ہے جو مخاطبین کو شریعت جدیدہ پہنچاوے خواہ وہ شریعت اس رسول کے اعتبار سے بھی جدیدہ ہو جیسے تورات وغیرہ یا صرف مرسل الیہم کے اعتبار سے جدیدہ ہو جیسے اسماعیل علیہ السلام کی شریعت کہ وہی شریعت ابراہیمیہ تھی لیکن قوم جرہم کو اس کا علم حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی سے حاصل ہوا اور خواہ وہ رسول نبی ہو یا نبی نہ ہو جیسے ملائکہ کہ ان پر رسل کا اطلاق کیا گیا ہے اور وہ انبیاء نہیں ہیں یا جیسے انبیاء کے فرستادے اصحاب جیسا سورۂ یٰسین میں ہے: اِذْ جَآءَهَا

الْمُرْسَلُوْنَ [یٰسٓ : ۱۳] اور نبی وہ ہے جو صاحب وحی ہو خواہ شریعت جدیدہ کی تبلیغ کرے یا شریعت قدیمہ کی جیسے اکثر انبیائے بنی اسرائیل شریعت موسویہ کی تبلیغ کرتے تھے پس من وجہ وہ عام ہے من وجہ یہ عام ہے پس جن آیتوں میں دونوں مجتمع ہیں اس میں تو کوئی اشکال نہیں کہ عام وخاص کا جمع ہونا صحیح ہے اور جس موقع پر دونوں میں تقابل ہوا ہے جیسے وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ [الحج : ۵۲] الخ چونکہ عام وخاص مقابل ہوتے نہیں اس لئے وہاں نبی کو عام نہ لیں گے بلکہ خاص کر لیں گے مبلغ شریعت سابقہ کے ساتھ پس معنی یہ ہوں گے ما ارسلنا من قبلك من صاحب شرع جديدة ولا صاحب شرع غير جديد الخ لیکن چونکہ اب متبادر لفظ رسول سے صاحب نبوت ہوتا ہے اس لئے غیر نبی پر اطلاق اس کا بوجہ ایہام کے درست نہیں جیسے اس وقت بعض اہل زیغ اپنے لئے وحی اور رسالت بلکہ نبوت کے اطلاق کو جائز رکھتے ہیں اور تفسیر بھی ان الفاظ کی بدل ڈالی ہے نعوذ باللہ۔

دوم: موسیٰ علیہ السلام کی وحی کو جو راز کہا تو اس اعتبار سے کہ اس وقت استماع میں کوئی بشر شریک نہ تھا گو بعد میں اوروں کو بھی موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ سے اس کی اطلاع ہوگئی۔ **سوم:** اور اس جانب کو ایمن اس لئے کہا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے دست راست کی طرف تھی۔ **چہارم:** اور ہارون علیہ السلام کا موسیٰ علیہ السلام کو عطا کیا جانا فرمانے سے مراد یہی ہے کہ ان کی معاونت معاضدت عطاء فرمائی تھی ورنہ ہارون علیہ السلام عمر میں بڑے ہیں۔ **پنجم:** حضرت اسماعیل علیہ السلام کے کمالات میں بالتخصیص صدق وعدہ کو فرمانا اس لئے ہے کہ یہ صفت خصوصیت کے ساتھ آپ پر غالب تھی چنانچہ مشہور ہے جس میں سے ایک فرد اعظم یعنی بچپن میں ایسا سخت وعدہ ذبح کے متعلق سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ [الصّٰفّٰت : ۱۰۲] پورا کر دینا کو قرآن میں مذکور ہے۔ **ششم:** اہلہ سے مراد اگر مطلق امت ہو تب تو تعمیم حاصل ہے اور اگر خاص گھر والے مراد ہوں تو وجہ تخصیص دو ہو سکتی ہیں یا تو باعتبار بداءت کے کہ گھر والوں کے اوروں سے پہلے فرمایا اور یہی شان ہے اہل تبلیغ کی کما ورد قوله تعالىٰ: وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ [الشعراء : ۲۱۴] اور یا اس اعتبار سے کہ اور لوگ ان کا اقتدا کریں گے۔ **ہفتم:** صلوٰۃ وزکوٰۃ کی تخصیص باعتبار اہتمام کے ہے نہ کہ انحصار کے۔ **ہشتم:** یہاں انبیاء علیہم السلام کے بعض اوصاف جو کہ مشترک بھی ہیں جدا جدا فرمانا یہ تفنن کلام کا ہے جو زیادہ تدقیق کا محتاج نہیں۔ **نہم:** ادریس علیہ السلام کے قصہ میں رفعت اور مکان اور علو سب معنوی ہیں اور جو قصہ علو حسی کا مشہور ہے اگر وہ صحیح بھی ہو تب بھی تفسیر کا موقوف علیہ بنانے کی ضرورت نہیں علو اور رفعت کا معنوی ہونا تو کثیر الاستعمال ہے لیکن مکان کا معنوی ہونا بھی صاحب روح نے اس شعر سے ثابت کیا ہے۔

ـــه وكن في مكان اذا ما سقطت تقوم ورجلك في عافية

دہم: چونکہ بعض انبیاء علیہم السلام کی شان میں بعضے ملحدین افراط وتفریط کرتے تھے اس لئے حق تعالیٰ نے ان سب حضرات کے دو قسم کے اوصاف فرمائے ان کا مقبول ہونا وذی کمال ہونا کہ علاج ہے تفریط کا اور اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ الخ میں ان کا مفتقر ومنکسر ہونا کہ علاج ہے افراط کا والله اعلم بالاسرار المودعة في كتابه مطلع الانوار وما علمنا في علمه الا اقل من قطرة بل من رشحة في جنب البحار۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَمِمَّنْ هَدَيْنَا الخ اس میں وصول الی اللہ کے دونوں طریق کا ذکر ہے سلوک کا بھی جس کو ہدایت کہتے ہیں اور جذب کا بھی جس کو اجتباء کہتے ہیں ۱۲۔ قولہ تعالیٰ: اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ الخ آیت سے استدلال ہوتا ہے کہ تلاوت قرآن کے وقت رونا مستحب ہے۔

اختلاف القراءة: في قراءة مخلصا مبنيا للفاعل اى من اخلص لله تعالىٰ ۱۲۔

الفقه: السجدة المستقلة للاجلال او للشكر خارج الصلوٰة قربة مشروعة لكن غير مقصودة بذاتها بخصوصها فلا تنافي في ورودها في النصوص في قول ابي حنيفة بكراهتها فان هذا القول مقيد باعتقادها قربة مقصودة فافهم ۱۲۔

النحو: اولئك مبتدأ والموصول خبره ومن النبيين بيان للموصول ومن ذرية آدم بدل من الجار والمجرور وممن حملنا ومن ذرية ابراهيم وممن هدينا كلها بدل بعضها بدل الكل وبعضها بدل البعض واذ تتلى استيناف ۱۲۔

البلاغة: قوله نجيا في الروح مثل حاله عليه السلام بحال من قربه الملك لمناجاته واصطفاه لمصاحبته ورفع الوسائط بينه وبينه ۱۲۔

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ﴿۵۹﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ﴿۶۰﴾ جَنّٰتِ عَدْنِ ِۨالَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا ﴿۶۱﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا ۭ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ﴿۶۲﴾ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ﴿۶۳﴾

پھر ان کے بعد (بعضے) ایسے ناخلف پیدا ہوئے جنہوں نے نماز کو برباد کیا اور (نفسانی ناجائز) خواہشوں کی پیروی کی سو یہ لوگ عنقریب (آخرت میں) خرابی دیکھیں گے

ہاں مگر جس نے توبہ کرلی اور یمان لے آیا اور نیک کام کرنے لگا سو یہ لوگ جنت میں جاویں گے اوران کا ذرا نقصان نہ کیا جائے گا اور ہمیشہ رہنے کے باغ کا رحمٰن نے اپنے بندوں سے غائبانہ وعدہ فرمایا ہے اوراس کے وعدے کی ہوئی چیز کو یہ لوگ ضرور پہنچیں گے اس (جنت) میں وہ کوئی فضول بات نہ سننے پاویں گے بجز سلام کے اوران کوان کا کھانا صبح وشام ملا کرے گا یہ جنت (جس کا ذکر ہوا) ایسی ہے کہ ہم اپنے بندوں میں سے اس کا مالک ایسے لوگوں کو بنادیں گے جو کہ خدا سے ڈرنے والا ہو۔

تفسیر ربط: اوپر حضرت انبیاء علیہم السلام کے قصص ذکر کرکے آگے ان کے متبعین اور مبتدعین کے حال اور دونوں کے مآل کو اس لئے بیان فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وفاق اور شقاق کرنے والوں کو ترغیب اور ترہیب ہو و نیز اس میں اثبات معاد بھی ہے جو توحید ونبوت کے ساتھ اکثر جگہ قرآن میں مذکور ہوتا ہے۔

حال ومآل اہل وفاق واہل شقاق ☆ فَخَلَفَ مِنۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ (الی قولہ تعالی) تِلۡكَ ٱلۡجَنَّةُ ٱلَّتِي نُورِثُ مِنۡ عِبَادِنَا مَن كَانَ تَقِيّٗا۝ پھر ان (مذکورین) کے بعد (بعضے) ایسے ناخلف پیدا ہوئے جنھوں نے نماز کو برباد کیا (خواہ اعتقاداً کہ انکار کیا یا عملاً کہ اس کے ادا کرنے میں یا حقوق وآداب ضروریہ میں کوتاہی کی) اور (نفسانی ناجائز) خواہشوں کی پیروی کی (جو حضور طاعت سے غافل کرنے والی تھیں) سو یہ لوگ عنقریب (آخرت میں) خرابی دیکھیں گے (خواہ ابدی یا غیر ابدی) ہاں مگر جس نے (کفر و معصیت سے) توبہ کرلی اور مطلب کفر سے توبہ کرنے کا یہ ہے کہ) ایمان لے آیا اور (معصیت سے توبہ کرنا یہ ہے کہ) نیک کام کرنے لگا سو یہ لوگ (بلا خرابی دیکھے) جنت میں جاویں گے اور (جزا ملنے کے وقت) ان کا ذرا نقصان نہ کیا جاوے گا (یعنی ہر نیک عمل کی جزا ملے گی یعنی) ان ہمیشہ رہنے کے باغوں میں (جاویں گے) جن کا رحمان نے اپنے بندوں سے غائبانہ وعدہ فرمایا ہے (اور) اس کے وعدہ کی ہوئی چیز کو یہ لوگ ضرور پہنچیں گے (اس جنت) میں وہ لوگ کوئی فضول بات نہ سننے پاویں گے (کیونکہ وہاں فضول بات ہی نہ ہوگی) بجز (فرشتوں اور ایک دوسرے کے) سلام (کرنے) کے (اور ظاہر ہے کہ سلام سے بہت ہی خوشی اور راحت ہوتی ہے تو وہ فضول نہیں) اوران کو کھانا صبح وشام ملا کرے گا (یعنی یہ تو معین طور پر ہوگا اور یوں دوسرے وقت بھی اگر چاہینگے ملیگا) یہ جنت (جس کا ذکر ہوا) ایسی ہے کہ ہم اپنے بندوں میں سے اسکا مالک ایسے لوگوں کو بنادیں گے جو کہ خدا سے ڈرنے والا ہو۔ (جومنی ہے ایمان وعمل صالح کا) ف: یلقون غیا کی تفسیر میں ابدی وغیر ابدی دو قسمیں باعتبار کافر وعاصی کے کہی گئیں اس طرح یَدۡخُلُونَ ٱلۡجَنَّةَ کی تفسیر میں جو بلا خرابی کہا گیا یہاں بھی ایمان پر خرابی ابدی کی نفی اور عمل صالح پر مطلق خرابی کی نفی مراد ہے اور لَا يُظۡلَمُونَ صالح وعاصی دونوں کے لئے عام ہے بمقابلہ کفار کے کہ ان کے حسنات پر ثواب نہ ہوگا گو یہ ظلم نہیں مگر یہاں جو اس کی تفسیر ہے ینقصون وہ نقصان تو محقق ہے اور صبح شام مقدار صبح وشام ہے ورنہ جنت میں تو ظلمت ہے ہی نہیں جس کے یہ سب فروع ہیں رواہ الطبری عن قتادۃ و مجاهد۔

ربط: اوپر اہل وفاق کی فضیلت واجر کے بیان کرنے میں اطاعت کی ترغیب فرمائی تھی آگے اس کی تاکید وتقویت کے لئے وما نتنزل الخ میں ملائکہ کا غایت درجہ تابع امر ہونا بیان فرما کر اور پھر رب السموٰت الخ میں تمام عالم کا مسخر قدرت ومربوب ہونا بیان فرما کر فاعبدہ الخ میں تفریعاً اطاعت کا امر فرماتے ہیں کیونکہ شان نزول وما نتنزل کا جیسا بخاری وغیرہ نے روایت کیا ہے یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے آرزو ظاہر فرمائی تھی کہ ذرا زیادہ آیا کرو اس پر یہ آیت نازل ہوئی جو بطور جواب کے ہے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی جانب سے جس کے مضمون سے غایت تابعیت للامر الالٰہی ظاہر ہے اوراس تابعیت سے ترغیب اطاعت کی تاکید وتقویت ظاہر ہے کہ جب فرشتوں کی باوجود عظمت کے یہ کیفیت ہے تو ہم کیونکر اطاعت نہ کریں۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله فی خلف بعضے اعتبارا للواقع وعدم دلالة خلف علی العموم۱۲ ۲ قوله فی الشهوات ناجائز بقرينة المقام۱۲۔ ۳ قوله فی وآمن مطلب اشارة الی كونه عطف تفسیر۱۲۔ ۴ قوله فی يدخلون بلا خرابی فسقط احتجاج المعتزلة فی اشتراطهم العمل لدخول الجنة مطلقا والتفصيل ان المعتزلة استدلت بقوله تعالٰی الا من تاب وآمن وعمل الخ علی ان العمل شرط لدخول الجنة كالايمان فاجيب عنه ان هذا الدخول المشروط بالعمل فی الاكثر هو الدخول الخاص الذی لا يكون معه تبعة واما نفس الدخول ولو بعد تبعة فيكفی فيه الايمان وانما قلت فی الاكثر لانه يمكن عندنا ان يدخل الله تعالٰی العاصی الجنة بلا تبعة۔ ۵ قوله فی لا يسمعون فضول بات نہ ہوگی فالنفی المقيد باعتبار نفی المطلق لا القيد فقط۱۲۔

الکلام: التقييد بالعمل الصالح باعتبار من وجب عليه واما من لم يتمكن بان مات مثلا بعد الايمان فورًا فلا تقييد باعتباره فافهم۱۲۔

اللغات: خلف بسكون اللام عام للصالح وغير الصالح او خاص بغير الصالح واما بالفتح فخاص بالصالح وقد يستعمل احدهما مكان الآخر قوله غيا هو الضلال حقيقة وجزاءه مجازا وما الطف ترجمة لقوله خرابی فانه منطبق علی كلا المعنيين۱۲۔ قوله ماتيا بمعنی اسم مفعول كما حملته عليه او بمعنی آتيا۔

النحو: قوله الا من تاب استثناء متصل لان ما قبله حمل على العموم قوله جنٰت عدن بدل من الجنة والمراد بالجنة العرفية وبالجنات اللغوية فتغايرا مفهومًا والتفصيل فی روح المعانی ۱۲۔ قوله التی صفا لقوله الجنة لا الجنات قوله بالغيب حال ای غائبة عنهم او غائبين عنها فالباء للملابسة ۱۲ قوله الاسلاما استثناء منفصل ۱۲۔

البلاغة: قوله بالغيب لعل نكتة التقييد به الاشعار بان الله تعالیٰ وعدهم ما لا يتوقعونه لعدم تعلق علمهم به بخلاف ملوك الدنيا فانهم فی الاكثر يعدون ما يظنون فيه ان المطيع يتوقعه وذلك غاية من الكرم قوله الا سلاما عندی هذا التخصيص للتمثيل والا فلا ينحصر كلام الجنة فی السلام قوله نورث مجاز عن التمليك ونكتة التعبير به ان الملك الذی يكون فی الميراث لا ليسترد ولا يفسخ فهو اقوی من سائر اقسامه ۱۲۔

وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴿۶۴﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ؕ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ﴿۶۵﴾ ع ۱۵ وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَاِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا ﴿۶۶﴾ اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْـًٔا ﴿۶۷﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ﴿۶۸﴾ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ﴿۶۹﴾ ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِيْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا ﴿۷۰﴾ وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ﴿۷۱﴾ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا ﴿۷۲﴾

اور ہم (یعنی فرشتے) بدون آپ کے رب کے حکم کے وقتاً فوقتاً نہیں آ سکتے اسی کی (ملک) ہیں ہمارے آگے کی سب چیزیں اور ہمارے پیچھے کی سب چیزیں اور جو چیزیں ان کے درمیان میں ہیں اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں وہ رب ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو ان دونوں کے درمیان ہیں سو اس کی عبادت کیا کر اور اس کی عبادت پر قائم رہ بھلا تو کسی کو اس کا ہم صفت جانتا ہے اور انسان (منکر بعث) یوں کہتا ہے جب میں مر جاؤں گا تو کیا پھر زندہ کر کے (قبر سے) نکالا جاؤں گا کیا یہ انسان اس بات کو نہیں سمجھتا کہ ہم اس کو اس سے قبل (عدم سے) وجود میں لا چکے ہیں اور یہ (اس وقت) کچھ بھی نہ تھا سو قسم ہے آپ کے رب کی ہم ان کو (اس وقت میں) جمع کریں گے اور شیاطین کو بھی پھر ان کو دوزخ کے گرداگرد اس حالت سے حاضر کریں گے کہ گھٹنوں کے بل گرے ہوں گے پھر (ان کفار کے) ہر گروہ میں سے ان لوگوں کو جدا کریں گے جو ان میں سب سے زیادہ سرکشی کیا کرتا تھا پھر ہم (خود) ایسے لوگوں کو خوب جانتے ہیں جو دوزخ میں جانے کے زیادہ (یعنی اول) مستحق ہیں اور تم میں سے کوئی بھی نہیں جس کا اس پر سے گزر نہ ہو یہ آپ کے رب کے اعتبار سے لازم ہے جو (ضرور) پورا ہو کر رہے گا پھر ہم ان لوگوں کو نجات دے دیں گے جو خدا سے ڈر کر ایمان لاتے تھے۔

تفسیر: محکوم و مربوب بودن ملائکہ و تمامی خلائق مر حق تعالیٰ را و تفریع وجوب عبادت بر آں ☆ وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ (الی قولہ تعالیٰ) هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ﴿۶۵﴾ اور (ہم آپ کی درخواست کا جبرئیل علیہ السلام کی طرف سے جواب دیتے ہیں سنئے وہ یہ ہے کہ) ہم (یعنی فرشتے) بدون آپ کے رب کے حکم کے وقتاً فوقتاً نہیں آ سکتے اسی کی (ملک) ہیں ہمارے آگے کی سب چیزیں (مکان ہو یا زمان مکانی ہو یا زمانی) اور (اسی طرح) ہمارے پیچھے کی سب چیزیں اور جو چیزیں ان کے درمیان میں ہیں (آگے کا مکان تو جو منہ کے سامنے ہو اور پیچھے کا جو پشت کی طرف ہو اور ما بین ذلک جس میں یہ شخص خود ہو اور آگے کا زمان جو مستقبل ہو اور پیچھے کا ماضی ہو اور ما بین ذلک جو زمانہ حال ہو) اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں (چنانچہ یہ سب امور آپ کو پہلے سے معلوم ہیں مطلب یہ ہے کہ ہم تکویناً و تشریعاً مسخر امر ہیں اپنی رائے سے ایک مکان سے دوسرے مکان میں یا جس زمان میں ہم چاہیں کہیں آ جا نہیں سکتے لیکن جب ہمارا بھیجنا مصلحت ہوتا ہے حق تعالیٰ بھیج دیتے ہیں یہ احتمال نہیں کہ شاید کسی مصلحت کے وقت بھول جاتے ہوں) وہ رب[ع] آسمانوں اور زمین کا اور ان سب چیزوں کا جو ان دونوں کے درمیان میں ہیں سو (جب ایسا حاکم و مالک ہے تو اے مخاطب[ع]) تو اس کی عبادت (اور اطاعت) کیا کر اور (ایک آدھ بار نہیں بلکہ) اس کی عبادت پر قائم رہ) اور اگر اس کی عبادت نہ کرے گا تو کیا دوسرے کی عبادت کرے گا) بھلا تو کسی کو اس کا ہم صفت[1] جانتا ہے (یعنی کوئی اس کا ہم صفت نہیں[ع] تو لائق عبادت بھی کوئی نہیں پس اسی کی عبادت کرنا ضرور ہوا) ف: بعض نے جن کو حدیث سے اعتقاد نہیں اس آیت کو اہل جنت کا قول بتایا ہے کہ جنت میں جا کر کہیں گے کہ ہمارا یہ نزول جنت بامر رب ہوا ہے الخ لیکن اول تو یہ صحیح شان نزول کے خلاف ہے۔ دوسرے تنزل کے معنی ہیں بار بار نازل ہونا سو یہ جنت میں مفقود ہے۔ تیسرے اس صورت میں بجائے بامر ربک کے بامر ربنا زیادہ مناسب و قریب بلاغت تھا خوب سمجھ لو۔ ربط: اوپر اہل اطاعت و معصیت کا دنیا میں حال

اور آخرت میں مآل مجملاً مذکور ہوا تھا آگے بھی حال اور مآل اور اسی میں بعض کے اقوال کسی قدر مفصلاً مذکور ہیں نیز اس میں مبحث مبعث و معاد کی بھی تفصیل ہوگئی جو اوپر اجمال کے ساتھ مذکور تھی اور یہ توجیہ ربط کی یہاں سے آخر سورت تک جاری ہے۔

تفصیل حال و معاد اہل ضلال و اہل ارشاد ☆ وَيَقُولُ الْإِنسَانُ أَإِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ أُخْرَجُ حَيًّا (الی قولہ تعالی) وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا اور انسان (منکر بعث) یوں کہتا ہے کہ جب میں مر جاؤں گا تو کیا پھر زندہ کر کے قبر سے نکالا جاؤں گا (اللہ تعالیٰ جواب دیتے ہیں کہ) کیا (یہ) انسان اس بات کو نہیں سمجھتا کہ ہم اس کے قبل (عدم سے) وجود میں لا چکے ہیں اور یہ (اس وقت) کچھ بھی نہ تھا (جب ایسی حالت سے حیات تک لانا آسان ہے تو دوبارہ حیات دینا تو بدرجۂ اولیٰ آسان ہے) سو قسم ہے آپ کے رب کی ہم ان کو (قیامت میں زندہ کر کے موقف میں) جمع کریں گے اور (ان کے ساتھ) شیاطین کو بھی (جو دنیا میں ان کے ساتھ رہ کر بہکاتے سکھاتے تھے جیسا دوسری آیت میں ہے :قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَآ أَطْغَيْتُهٗ [ق : ۲۷]) پھر ان (سب) کو دوزخ کے گرداگرد اس حالت سے حاضر کریں گے کہ (مارے ہیبت کے) گھٹنوں کے بل گرے ہوں گے پھر (ان کفار کے) ہر گروہ میں سے (جیسے یہود و نصاریٰ و مجوس و بت پرست) ان لوگوں کو جدا کریں گے جو ان میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے سرکشی کیا کرتے تھے (تا کہ ایسوں کو اوروں سے پہلے دوزخ میں داخل کریں) پھر (یہ نہیں کہ اس جدا کرنے میں ہم کو کسی تحقیقات کی ضرورت پڑے کیونکہ) ہم (خود) ایسے لوگوں کو خوب جانتے ہیں جو دوزخ میں جانے کے زیادہ (یعنی اولیٰ) مستحق ہیں (پس اپنے علم سے ایسوں کو الگ کر کے اول انکو پھر دوسرے کفار کو دوزخ میں داخل کر دیں گے اور یہ ترتیب صرف اولیت میں ہے اور آخریت نہ ہونے میں تو سب مساوی ہیں اور جہنم کا وجود ایسا یقینی ہے کہ اس کا معائنہ سب مؤمن و کافر کو کرایا جاوے گا گو صورت اور غرض معائنہ کی مختلف ہوگی کفار کو بطور دخول کے اور تعذیب ابدی کے واسطے اور مؤمنین کو بطور عبور پل صراط کے اور زیادت شکر اور فرح کے واسطے کہ اس کو دیکھ کر جو جنت میں پہنچیں گے تو اور زیادہ شکر کریں گے اور خوش ہوں گے) اور (بعض عصاۃ کو سزائے محدود کے لئے جو کہ تطہیر ہے اسی عموم معائنہ کی خبر دی جاتی ہے کہ) تم میں سے کوئی بھی نہیں جس کا اس پر گزر نہ ہو (کسی کا دخولاً کسی کا عبوراً) یہ (وعدہ کے موافق) آپ کے رب کے اعتبار سے (بطور) لازم (مؤکد کے) ہے جو (ضرور) پورا ہو کر رہے گا پھر (اس ورود سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ اس میں مؤمن و کفار برابر ہیں بلکہ) ہم ان لوگوں کو نجات دے دیں گے جو خدا سے ڈر کر (ایمان) لاتے تھے (خواہ اول ہی وہلہ میں نجات ہو جاوے جیسے مؤمنین کاملین کو اور خواہ بعد کسی قدر تکلیف کے جیسے مؤمنین ناقصین کو) اور ظالموں کو (یعنی کافروں کو) اس میں (ہمیشہ کے لئے) ایسی حالت میں رہنے دیں گے کہ (مارے رنج و غم کے) گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالی وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ اس میں ارشاد ہے مجاہدات طریق کی طرف اور تعلیم ہے اول پر صبر و ثبات کی اور یہی حاصل ہے رجعنا من الجهاد الاصغر الى الجهاد الاكبر کا اور ان مجاہدات میں قبض بھی آ گیا اس پر بھی صبر چاہئے۔

الحواشی: (۱) اس مقام پر مراد تو نفی معلوم کی ہے لیکن عنوان میں نفی علم کو اس لئے اختیار کیا گیا کہ نفی معلوم بدلیلہ ہو جاوے کیونکہ اگر خدا کا کوئی سمی بمعنی ہم صفت ہوتا تو وہ صفت اشتہار میں بھی سمی ہوتا اور جب یہ ہوتا تو جس طرح سب کو باری تعالیٰ کا علم ہے اسی طرح سب کو اس کا علم ہوتا اور جب علم نہیں تو معلوم ہوا کہ سمی نہیں ۱۲ تبیان۔ (۲) آخریت سے مراد انقطاع عذاب اور خروج عن السقر ہے یعنی چونکہ کفار میں سے کوئی بھی کسی وقت نجات نہ پاوے گا اس لئے آخریت میں کوئی ترتیب نہیں بلکہ عدم آخریت سب کے لئے ثابت ہے ۱۲ تبیان۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله في ما نتنزل ہم آپ کی درخواست الخ افاد به انه لا يلزم كونه نقلا لكلام جبرئيل عليه السلام لانه لا دليل على انه عليه السلام قاله او لا ثم حكى الله تعالى عنه ثانيا ولا يلزم على تقدير كونه كلامه تعالى رجوع الضمير الى الله تعالى ولا يلزم كونه خطابا وتعليما لجبرئيل عليه السلام ليقوله للنبي صلى الله عليه وسلم فافهم فانه عزيز ۱۲۔ ۲ قوله في رب السمٰوٰت وه اشار به الى حذف المبتدأ ۱۲۔ ۳ قوله في فاعبده اے مخاطب اشار به الى عدم تخصيص الخطاب للنبي صلى الله عليه وسلم ۱۲۔ ۴ قوله في هل تعلم ہم صفت نہیں اشار به الى ان نفي العلم في الآية يراد به نفي المعلوم فافهم ۱۲۔ ۵ قوله في لنحشرنهم ان کو اشار به الى ان الضمائر للكفار الا ضمير منكم محمل على العموم بقرينة الحديث الدال على عموم الورود فافهم ولعل الالتفات من الغيبة الى الخطاب يكون لهذه النكتة ۱۲۔ ۶ قوله في ثم لنحن پھر یہ نہیں وقوله في ثم ننجي پھر اس ورود سے الخ اشار بهٰذين التقديرين الى ان قوله تعالى لنحن اعلم وقوله تعالى ننجي ليس بمدخول ثم بل مدخوله ما قدر فالتراخي في الحكاية لا المحكى عنه ۱۲۔ ۷ قوله في توضيح الذين هم اولى ایسوں کو الگ کر کے اشار به الى ان الموصول فيه وضع المظهر موضع المضمر لان الظاهر كان نحن اعلم بهم فافهم ۱۲۔ ۸ قوله في جثيا الثاني گر گر پڑیں گے اشار به الى دفع ما يتوهم ان النصوص ناطقة بما لا يجتمع مع الجثو من الصعود والدوران و نحوهما ووجه الدفع ان قوله

گرگرا شارہ یصدق بما اذا سقط ثم قام ثم سقط ثم قام ۱۲۔

الروایات: فی الروح اخرج ابن المنذر عن ابن جریج انها ای آیة ویقول الانسان نزلت فی الولید بن مغیرة واخرج ابن ابی حاتم عن ابن زید انه قال فی الآیة ای قوله وان منکم ورود المسلمین المرور علی الجسر بین ظهریها وورود المشرکین ان یدخلوها آه قال صاحب الروح ولا بد علی هذا من ارتکاب عموم المجاز ۱۲۔

اللغات: قوله اولا یذکر هذا من الذکر الذی بمعنی التفکر الجثی بارکین علی الرکب جمع جاث اصله جثو وبواوین عتیا نبوا عن الطاعة مصدر صلیا مصدر بمعنی الدخول ۱۲۔

البلاغة: قوله لنحشرنهم کان الخ ظاهر ان یقول لنخرجنهم لکن اوثر هذا لیکون ابلغ فی الدلالة یعنی یکون الاخراج مع شیء زائد هائل ۱۲۔

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا أَيُّ الْفَرِيقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَأَحْسَنُ نَدِيًّا ۝ وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّن قَرْنٍ هُمْ أَحْسَنُ أَثَاثًا وَرِئْيًا ۝ قُلْ مَن كَانَ فِي الضَّلَالَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمَٰنُ مَدًّا ۚ حَتَّىٰ إِذَا رَأَوْا مَا يُوعَدُونَ إِمَّا الْعَذَابَ وَإِمَّا السَّاعَةَ فَسَيَعْلَمُونَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَأَضْعَفُ جُندًا ۝ وَيَزِيدُ اللَّهُ الَّذِينَ اهْتَدَوْا هُدًى ۗ وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِندَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ مَّرَدًّا ۝

اور ظالموں کو اس میں ایسی حالت میں رہنے دیں گے کہ گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے اور جب ان (منکر) لوگوں کے سامنے ہماری کھلی کھلی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو یہ کافر لوگ مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ دونوں فریقوں میں سے مکان کس کا زیادہ اچھا ہے اور محفل کس کی اچھی ہے اور ہم نے ان سے پہلے بہت سے ایسے ایسے گروہ ہلاک کئے ہیں جو سامان اور نمود میں ان میں سے بھی (کہیں) اچھے تھے۔ آپ فرما دیجئے کہ جو لوگ گمراہی میں ہیں (یعنی تم) رحمٰن ان کو ڈھیل دیتا چلا جا رہا ہے یہاں تک کہ جس چیز کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے اس کو دیکھ لیں گے خواہ عذاب کو (دنیا میں) خواہ قیامت کو (دوسرے عالم میں) سو (اس وقت) ان کو معلوم ہو جائے گا کہ برا مکان کس کا ہے اور کمزور مددگار کس کے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہدایت والوں کو (دنیا میں تو) ہدایت بڑھاتا ہے اور (آخرت میں ظاہر ہوگا کہ) جو نیک کام ہمیشہ کے لئے باقی رہنے والے ہیں وہ تمہارے رب کے نزدیک ثواب میں بہتر ہیں اور انجام میں بھی میں بہتر ہیں۔

تفسیر ربط: اوپر کی آیتوں کی تمہید میں گزر چکا۔

رد بعض اقوالِ منکرین ☆ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ (الی قوله تعالی) وَخَيْرٌ مَّرَدًّا ۝ اور جب منکر لوگوں کے سامنے ہماری (وہ) کھلی کھلی آیتیں پڑھی جاتی ہیں (جن میں مؤمنین کا حق پر ہونا اور کفار کا باطل پر ہونا مذکور ہوتا ہے) تو یہ کافر لوگ مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ (یہ بتلاؤ ہم) دونوں فریقوں میں (یعنی ہم میں اور تم میں) مکان کس کا زیادہ اچھا ہے اور محفل کس کی اچھی ہے (یعنی ظاہر ہے کہ خانگی اور مجلسی ساز و سامان اور اہل و اعوان میں ہم بڑھے ہوئے ہیں۔ یہ مقدمہ تو حسی ہے اور دوسرا مقدمہ عرفی ہے کہ محبوب کو نعمت دی جاتی ہے ان دونوں مقدموں سے ثابت ہوا کہ ہم اللہ کے محبوب و مقبول ہیں اور تم مغضوب و مخذول۔ آگے اللہ تعالیٰ کا ایک جواب الزامی اور ایک تحقیقی دیتے ہیں پہلا جواب تو یہ ہے کہ لوگ ایسی بات کہتے ہیں (اور یہ نہیں دیکھتے کہ) ہم نے ان سے پہلے بہت سے ایسے ایسے گروہ (ہیبت ناک سزاؤں سے کہ بالیقین عذاب تھے ہلاک کئے ہیں جو سامان اور نمود میں ان سے بھی (کہیں) اچھے تھے (اس سے معلوم ہوا مقدمہ ثانیہ غلط ہے بلکہ کسی حکمت اور مصلحت سے نعمت دنیویہ اور مبغوضیت کا جمع ہونا ممکن ہے آگے دوسرا جواب ہے کہ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرما دیجئے کہ جو لوگ گمراہی میں ہیں (یعنی تم) اللہ تعالیٰ ان کو ڈھیل دیتا چلا جا رہا ہے (یعنی اس نعمت دنیوی میں یہ حکمت ہے کہ مہلت دے کر اتمام حجت کر دے جیسا دوسری آیت میں ہے: أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُم مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَن تَذَكَّرَ [فاطر: ۳۷] الخ اور یہ مہلت چند روزہ ہے) یہاں تک کہ جس چیز کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے جب اس کو دیکھ لیں گے خواہ عذاب کو (دنیا میں) خواہ قیامت کو (دوسرے عالم میں) سو (اس وقت) ان کو معلوم ہو جاوے گا کہ برا مکان کس کا ہے اور کمزور مددگار کس کے ہیں (یعنی دنیا میں جو اپنے اہل مجلس کو اپنا مددگار سمجھتے ہیں اور فخر کرتے ہیں وہاں معلوم ہوگا کہ ان میں کتنا زور ہے کیونکہ وہاں تو زور میں اتنی کمی ہوگی کہ اصلاً زور نہ ہوگا اسی کو اضعف فرمایا تھا) اور (مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ) اللہ تعالیٰ ہدایت والوں کو (دنیا میں تو) ہدایت بڑھاتا ہے (یعنی اصل سرمایہ یہ ہے کہ اگر اس کے ساتھ مال و دولت نہ ہو مضر نہیں) اور (آخرت میں ظاہر ہوگا کہ) جو نیک کام ہمیشہ کے باقی رہنے والے ہیں وہ تمہارے رب کے

نزدیک ثواب میں بھی بہتر ہیں اور انجام میں بھی بہتر ہیں (پس ان کو ثواب میں بڑی بڑی نعمتیں ملیں گی جن میں مکانات اور باغات سب کچھ ہوں گے اور انجام ان اعمال کا ابدیت ہے ان نعمتوں کی پس کیفیۃ وکمیۃ مسلمانوں ہی کی حالت اخیرہ بہتر ہوگی اور اخیر ہی کا اعتبار بھی ہے)۔ **ف**: آیتوں کا بینات ہونا یا باعتبار اعجاز کے ہے یا اثباتِ مطالب کے یا ہر دو کے اور **اضعف جندا** سے یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ ان کے پاس وہاں جند ہوگا مگر ضعیف ہوگا کیونکہ یہاں جند اہل مجلس کو کہا جو دنیا میں جند تھے وہاں اُن کا ضعف بیان کرنا مقصود ہے۔ اور اسی طرح اضعف سے یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ اس جند میں وہاں قوت تو ہوگی مگر کم کیونکہ ضعف کا منتہا یہ ہے کہ بالکل قوت نہ رہے تو خالی عن القوت پر بھی اضعف صادق آتا ہے چنانچہ احقر کے تقریر ترجمہ سے یہ دونوں شبہے اسی طرح صاف ہو چکے ہیں۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ قُلْ مَنْ كَانَ الخ اس کے عموم میں اہل باطل کے اعمال کا بقاء بھی داخل ہے پس احوال پر مغرور نہ ہونا چاہئے ۱۲ قولہ تعالیٰ: يَزِيدُ اللّٰهُ الَّذِينَ الخ اس میں کوئی حد مقرر نہ ہونے سے مفہوم ہوا کہ ترقی کی کوئی حد نہیں۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله في للذين آمنوا مسلمانوں سے اشار به الى ان اللام للتبليغ لا لمعنى الاجل لان قولهم ليس فى حق المؤمنين فقط ۱۲۔ ۲ قوله فى مدا چلا جارہا ہے دل عليه التاكيد بالمصدر ۱۲۔**

اللغات: **المقام المكان والندى المجلس والاثاث متاع البيت والرئى فعل بمعنى المفعول المنظر۔**

النحو: **قوله مقاما تميز عن المبتدأ قوله حتى غاية قوله فسيعلمون جواب اذا ۱۲۔**

البلاغۃ: **قوله فليمدد اريد بالامر المضارع ونكتة التعبير به الاشارة الى وقوع هذا المد فى الاكثر كانه مطلوب مؤكد لما فيه من ايلاء العذر واتمام الحجة ۱۲۔**

أَفَرَءَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَوَلَدًا ﴿۷۷﴾ أَطَّلَعَ الْغَيْبَ أَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمَٰنِ عَهْدًا ﴿۷۸﴾ كَلَّا ۚ سَنَكْتُبُ مَا يَقُولُ وَنَمُدُّ لَهُ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ﴿۷۹﴾ وَنَرِثُهُ مَا يَقُولُ وَيَأْتِينَا فَرْدًا ﴿۸۰﴾ وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ آلِهَةً لِيَكُونُوا لَهُمْ عِزًّا ﴿۸۱﴾ كَلَّا ۚ سَيَكْفُرُونَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُونُونَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿۸۲﴾ ع ۵ ۱۷ ۸

بھلا آپ نے اس شخص (کی حالت) کو بھی دیکھا جو ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھ کو (آخرت میں) مال اور اولاد ملیں گے کیا یہ شخص غیب پر مطلع ہو گیا ہے یا کیا اس نے اللہ تعالیٰ سے کوئی عہد (اس بات کا) لے لیا ہے ہرگز نہیں (محض غلط کہتا ہے اور) ہم اس کا کہا ہوا بھی لکھے لیتے ہیں اور اس کے لئے عذاب بڑھاتے چلے جائیں گے اور اس کی کہی ہوئی چیزوں کے ہم وارث رہ جائیں گے اور وہ ہمارے پاس (مال و اولاد سے) تنہا ہو کر آئے گا اور ان لوگوں نے خدا کو چھوڑ کر اور معبود تجویز کر رکھے ہیں تاکہ ان کیلئے وہ (عند اللہ) باعث عزت ہوں (ایسا) ہرگز نہیں (ہوگا بلکہ) وہ تو ان کی عبادت ہی کا انکار کر بیٹھیں گے اور ان کے مخالف ہو جائیں گے ۞

تفسیر ربط: آیت **ويقول الانسان** کی تمہید میں مذکور ہو چکا۔

ردبعض دیگر اقوالِ منکرین ☆ اور اس قول کا قصہ یہ ہے کہ خباب بن ارت صحابی لوہار کا کام کرتے تھے ان کا کچھ قرض عاص بن وائل کے ذمہ رہ گیا تھا انہوں نے ایک بار تقاضا کیا تو عاص نے جواب دیا کہ جب تک تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفر نہ کرے گا تیرے دام نہ دوں گا انہوں نے کہا کہ اگر تو مر کر بھی زندہ ہو گیا جب بھی کفر نہ کروں گا اس نے کہا پس جب یہ بات ہے کہ میں مر کر پھر بھی زندہ ہونے والا ہوں تو میرے پاس جب ہی آنا میرے پاس اس وقت بھی مال اولاد سب کچھ ہوگا تیرے دام بھگتا دوں گا اس پر یہ آیت آئندہ نازل ہوئی **رواه البخارى ومسلم والترمذى والطبرانى وابن حبان وغيرهم**۔ آیت و تفسیر أَفَرَءَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا (الى قوله تعالى) وَيَأْتِينَا فَرْدًا ﴿۸۰﴾ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) بھلا آپ نے اس شخص (کی حالت) بھی دیکھا جو ہماری آیتوں کے ساتھ (جن کا حق یہ ہے کہ ان پر ایمان لایا جاتا جن میں سے آیات بعث بھی ہیں) کفر کرتا ہے اور (علی سبیل الاستہزاء) کہتا ہے کہ مجھ کو (آخرت میں) مال اور اولاد ملیں گے (مطلب یہ کہ اس کی حالت بھی تعجب کے قابل ہے آگے اس کا رد ہے کہ) کیا یہ شخص غیب پر مطلع ہو گیا ہے یا اس نے اللہ تعالیٰ سے کوئی عہد (اس بات کا) لے لیا ہے (یعنی اس دعویٰ کا علم آیا بلاواسطہ اسباب ہوا ہے کہ علم غیب ہے یا بواسطہ اسباب ہوا ہے پھر چونکہ وہ دعویٰ حکم عقلی تو ہی نہیں بلکہ امر نقلی ہے اس لئے صرف دلیل نقلی کہ اخبار خداوندی ہے اس کی دلیل ہو سکتی ہے سو دونوں طریق مفقود ہیں اول تو عقلاً بھی ممتنع ہے اور دوسرا وقوعاً منتفی ہے) ہرگز نہیں (محض غلط کہتا ہے اور) ہم اس کا کہا ہوا بھی لکھے لیتے ہیں (اور وقت پر یہ سزا دیں گے کہ) اس کے لئے عذاب بڑھاتے چلے جائیں گے اور اس کی کہی ہوئی چیزوں کے ہم مالک رہ جاویں گے (یعنی وہ تو دنیا میں مر جاوے گا اور اموال و اولاد پر کوئی اس کا اختیار نہ رہے گا ہم ہی سب کے مالک رہیں گے اور قیامت میں ہم اس

کو نہ دیں گے بلکہ) وہ ہمارے پاس (مال واولاد سے) تنہا ہو کر آوے گا۔ ربط: آیت ویقول الانسان کی تمہید میں گزر چکا۔

ذم بعضے احوال منکرین ☆ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ۙ كَلَّا ۭ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ۝ اور ان لوگوں نے خدا کو چھوڑ کر اور معبود تجویز کر رکھے ہیں تا کہ ان کے لئے وہ (عنداللہ) باعث عزت ہوں (جیسا اس آیت میں حکایت ہے یقولون هولاء شفعاونا عندالله سوایسا) ہرگز نہیں (ہوگا بلکہ) وہ تو (قیامت میں خود) ان کی عبادت ہی کا انکار کر بیٹھیں گے (جیسا سورۂ یونس کے تیسرے رکوع میں گزر چکا: قَالَ شُرَكَاۗؤُهُمْ مَّا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ [یونس: ۲۸]) اور (الٹے) ان کے مخالف ہو جاویں گے (قالاً بھی جیسا گذرا اور حالاً بھی کہ بجائے عزت کے سبب ذلت ہو جاویں ان معبودین میں اصنام بھی ہوں گے سو ان کا ناطق ہونا جیسا یکفرون کا مقتضا ہے مثل نطق جوارح کے مستبعد مستغرب نہیں۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله فی قال لاوتین استهزاء فلا اشكال فی اجتماع انكار البعث وهذا القول فافهم ۱۲۔ ۲ قوله فی نرثه ما يقول کہی ہوئی چیزوں اشارة الى ان المراد مصداق ما يقول وهو المال والولد ۱۲۔ ۳ قوله فی عزا باعث عزت اشار به الى حذف المضاف وعبر بالمصدر مبالغة ۱۲۔

اللغات: قوله الازم والهز والاستفزاز الازعاج بشدة ۱۲ قوله الوفد الركب او من يقدم على الملوك وبالجملة فاللفظة مشعرة عن الاكرام الورد عطاش واصله المصدر من ورد ای سار الى الماء ويلزمه العطش عادة۔

النحو: قوله تؤزهم فی الروح اما حال مقدرة من الشياطين اور استيناف جوابی ۱۲ قوله يوم نحشرهم ناصبه المقدر المدلول عليه بالكلام السابق ای نعذبهم يوم الخ۔

البلاغۃ: قوله افرأيت تقديره انظرت فرأيت قوله سنكتب السين للتاكيد۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ۝ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ۝ يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ۝ وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ۝ لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ۝ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ۝ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْـــًٔـا اِدًّا ۝ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۝ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ۝ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ۝ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ۝ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ۝ وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ۝ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ۝ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ ۭ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ۝

کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ہم نے شیاطین کو کفار پر (ابتلاءً) چھوڑ رکھا ہے کہ وہ ان کو (کفر وضلال پر) خوب ابھارتے رہتے ہیں سو آپ ان کے لئے جلدی نہ کیجئے ہم ان کی باتیں خود شمار کر رہے ہیں (اور) جس روز ہم متقیوں کو رحمٰن (کے دار النعیم) کی طرف مہمان بنا کر جمع کریں اور مجرموں کو (دوزخ کی طرف (پیاسا) ہانکیں گے (وہاں) کوئی سفارش کا اختیار نہ رکھے گا مگر ہاں جس نے رحمٰن کے پاس (سے) اجازت لی ہے اور کافر لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد (بھی) اختیار کر رکھی ہے (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ) تم نے (جو) یہ (بات کہی تو) ایسی سخت کی ہے کہ اس کے سبب کچھ بعید نہیں کہ آسمان پھٹ پڑیں اور زمین کے ٹکڑے اڑ جائیں اور پہاڑ ٹوٹ کر گر پڑیں اس بات سے کہ یہ لوگ خدا تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرتے ہیں حالانکہ خدا تعالیٰ کی شان نہیں کہ وہ اولاد اختیار کرے (کیونکہ) جتنے بھی کچھ آسمانوں اور زمین میں ہیں سب خدا تعالیٰ کے روبرو غلام ہو کر حاضر ہوتے ہیں (اور) اس نے سب کو (اپنی قدرت میں) احاطہ کر رکھا ہے اور سب کو شمار کر رکھا ہے اور قیامت کے روز سب کے سب اس کے پاس تنہا تنہا حاضر ہوں گے۔ بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اللہ تعالیٰ ان کے لئے محبت پیدا کر دے گا سو ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان (عربی) میں اس لئے آسان کیا ہے کہ آپ اس سے متقیوں کو خوشخبری سنا دیں اور (نیز) اس سے جھگڑالو آدمیوں کو خوف دلائیں اور ہم نے ان کے قبل بہت سے گروہوں کو (عذاب وقہر سے) ہلاک کر دیا ہے (سو) کیا آپ ان میں سے کسی کو دیکھتے ہیں ان کی کوئی آہستہ آواز سنتے ہیں۔

تفسیر ربط: اوپر جن ضلالات کا بیان ہوا ہے آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لئے ان کا سبب کہ تسلط شیاطین ہے اور پھر ان کا اثر کہ عذاب مہین ہے اور اس کے وقوع کا وقت کہ یوم الدین ہے مذکور فرماتے ہیں یہ خاص ربط ہے اور ربط عام اوپر گزر چکا ہے۔ اوپر بعض ضلالات اور ان کی عقوبت کا بیان تھا آگے بھی ایک خاص ضلال کا مع اس کے ابطال اور اس کے نکال کے بیان ہے۔

بیان سبب ضلال وو بال ضلال ووقت وبال منکرین بغرض تسلیہ رسول امین ﷺ ☆ اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ (الی قولہ تعالی) اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا۝ (آپ جوان کی گمراہی سے غم کرتے ہیں تو) کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ہم نے شیاطین کو کفار پر (ابتلاءً) چھوڑ رکھا ہے کہ وہ ان کو (کفر و ضلال پر) خوب ابھارتے (اور اکساتے) رہتے ہیں (پھر جو خود ہی اپنے اختیار سے اپنے بدخواہ کے بہکانے میں آ جاوے اس کا کیوں غم کیا جاوے) سو (جب شیاطین ابتلاءً مسلط ہوئے ہیں اور تعجیل سزائے مستحق میں ابتلاء رہتا نہیں تو) آپ ان کے لئے جلدی (عذاب ہونے کی درخواست) نہ کیجئے ہم ان کی باتیں (جن پر سزا ہوگی) خود شمار کر رہے ہیں (اور وہ سزا اس روز واقع ہوگی) جس روز ہم متقیوں کو رحمان (کے دار النعیم) کی طرف مہمان بنا کر جمع کریں گے اور مجرموں کو دوزخ کی طرف پیاسا ہانکیں گے (اور کوئی ان کا سفارشی بھی نہ ہوگا کیونکہ وہاں) کوئی سفارش کا اختیار نہ رکھے گا مگر ہاں جس نے رحمٰن کے پاس (سے) اجازت لی ہے (وہ انبیاء وصلحاء ہیں اور اجازت خاص ہے مؤمنین کے ساتھ پس کفار محل شفاعت نہ ہوئے) ف: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جلدی عذاب چاہنا بعد مایوسی ان کے ایمان لانے کے شاید اس وجہ سے ہو کہ ان کا ضرر کفر دوسروں تک متعدی نہ ہو جاوے پس ایسا استعجال منافی شان رحمت کے نہیں ہے اور ظاہراً مجرمین سے مراد کفار ہیں تو مقابلہ میں متقین سے مراد مؤمن ہیں پھر یہ حشر اگر جنت کی طرف لے جاتا ہے تب تو مطلق مؤمن مراد ہیں، اور اگر یہ حشر من القبر الی الموقف ہے تو مؤمنین کامل مراد ہیں کہ اکرام مستمران ہی کے ساتھ خاص ہے اور مؤمنین ناقص کا حال مقایسہ سے مفہوم ہو گیا کہ بین بین ہوگا واللہ اعلم

اوپر بعض ضلالات کی عقوبت کا بیان تھا آگے بھی ایک خاص ضلال کا مع اس کے ابطال اور اس کے نکال کا بیان ہے۔

ابطال ومآل عقیدہ اتخاذ ولد ☆ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا۝ (الی قولہ تعالی) وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا۝ اور یہ (کافر) لوگ کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ نے اولاد (بھی) اختیار کر رکھی ہے (چنانچہ نصاریٰ کثرت سے اور یہود قلت سے اور مشرکین عرب کے اس عقیدۂ فاسدہ میں مبتلا تھے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ) تم نے (جو) یہ (بات کہی تو) ایسی سخت حرکت کی ہے کہ اس کے سبب کچھ بعید نہیں کہ آسمان پھٹ پڑیں اور زمین کے ٹکڑے اڑ جاویں اور پہاڑ ٹوٹ کر گر پڑیں اس بات سے کہ یہ لوگ خدا تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرتے ہیں حالانکہ خدا تعالیٰ کی شان نہیں کہ وہ اولاد اختیار کرے۔ (کیونکہ) جتنے بھی کچھ آسمانوں اور زمین میں ہیں سب خدا تعالیٰ کے روبرو غلام ہو کر حاضر ہوتے ہیں (اور) اس نے سب کو (اپنی قدرت میں) احاطہ کر رکھا ہے اور (اپنے علم سے) سب کو شمار کر رکھا ہے (یہ حالت تو ان کی فی الحال ہے) اور قیامت کے روز سب کے سب اس کے پاس تنہا تنہا حاضر ہوں گے (کہ ہر شخص خدا ہی کا محتاج اور محکوم ہوگا۔ پس اگر خدا کے اولاد ہو تو خدا ہی کی طرف وجوب وجود ولوازم وجوب کے ساتھ موصوف ہونا چاہئے اور خدا کی یہ صفات ہیں جو مذکور ہوئیں۔ عموم قدرت عموم علم اور غیر خدا کی یہ صفتیں ہیں افتقار وانقیاد جو متضاد ہیں وجوب کے پھر ضدین کا اجتماع کیونکر ہو سکتا ہے۔ ف: اس قول میں اور آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے ٹوٹنے پھوٹنے میں علاقہ یہ ہے کہ اس قول کا جو اثر ہے معقول ہے اگر وہ محسوس ہوتا تو اس کے آثار خارجیہ یہ ہوتے۔

ربط: اوپر کفار کو نقم اخرویہ کی وعید اور ابرار کو نعم اخرویہ کا وعدہ سنایا تھا آگے اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الخ میں ابرار کا نعم دنیویہ کا وعدہ اور كَمْ اَهْلَكْنَا الخ میں کفار کو نقم دنیویہ کی وعید سناتے ہیں اور چونکہ یہ وعدہ اور وعیدیں تبشیر وانذار ہیں درمیان آیہ: فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ الخ میں اسی تبشیر وانذار کا تمام قرآن کی غایت ہونا ارشاد فرماتے ہیں اور چونکہ آیات بالا میں کفار کی طرف زیادہ روئے سخن ہے اس لئے مضمون مذکور کو انذار پر ختم فرماتے ہیں اور اسی پر سورت ختم ہے پس سورت کا رحمت سے شروع ہونا اور انذار پر ختم ہونا ایک خاص لطف دیتا ہے۔

تبشیر اہل ایمان وانذار اہل طغیان و بودن او اعظم مقاصد قرآن ☆ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (الی قولہ تعالی) اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا۝ بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اللہ تعالیٰ (ان کو علاوہ نعم مذکورہ اخرویہ کے دنیا میں یہ نعمت دے گا کہ) ان کیلئے (خلائق کے دل میں) محبت پیدا کر دے گا سو (آپ ان کو یہ بشارت دے دیجئے کیونکہ) ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان (عربی) میں اس لئے آسان کیا ہے کہ آپ اس سے متقیوں کو خوشخبری سنا دیں اور (نیز) اس سے جھگڑالو آدمیوں کو خوف دلاویں اور ان خوف کی چیزوں میں سے نقمت دنیویہ کا ایک یہ بھی مضمون ہے کہ) ہم نے ان کے قبل بہت گروہوں کو (عذاب وقہر سے) ہلاک کر دیا ہے (سو) کیا آپ ان میں سے کسی کو دیکھتے ہیں یا ان (میں سے کسی) کی کوئی آہستہ آواز سنتے ہیں (یہ کنایہ ہے بے نام ونشان ہونے سے سو کفار اس نعمت دنیویہ کے بھی مستحق ہیں گو کسی مصلحت سے کسی کافر کے لئے اس کا وقوع نہ ہو مگر اندیشہ کے قابل تو ہے) ف: اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الخ

کی یہ تفسیر حدیث میں آئی ہے اور اس کا نعمت ہونا بلکہ اعظم نعمت ہونا ظاہر ہے کیونکہ مغز نعمت کا راحت اور امن ہے اور ظاہر ہے کہ محبوبیت اس کے اعظم اسباب سے ہے اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس سے کسی کو بغض نہ ہوگا بلکہ مقصود قرآن وحدیث کا یہ ہے کہ عام خلائق جن کا نہ کوئی نفع اس مؤمن سے وابستہ ہے نہ کوئی ضرر وہ اس سے محبت کرتے ہیں چنانچہ مشاہدہ ہے اور اہل انتفاع کا محبت کرنا جیسا کہ نفع رساں کفار سے بھی لوگوں کو محبت ہوتی ہے یا اہل تضرر کا بغض کرنا جیسا کہ ظالموں کو مسلمانوں سے ہوتا ہے قابل اعتبار نہیں کیونکہ درحقیقت وہ محبت اور بغض اپنے نفع وضرر سے ہے اگر دونوں سے قطع نظر کی جاوے اُس وقت مؤمن کی صفات میں اثر یہ ہے کہ اُس سے عام قلوب کا استجلاب ہوتا ہے اور اہلاک قرون کا مضمون اس سے پہلے رکوع میں بھی آیا ہے لیکن وہاں مقصود دوسرا تھا یعنی جواب دینا کفار کے اس قول کا : اَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ خَیْرٌ مَّقَامًا الخ پس تکرار نہ رہا۔ اور آہستہ آواز کی نفی اس واسطے فرمائی گئی کہ دارو گیر کے وقت مجرم خوف زدہ ہوتا ہے۔ دلیری سے بات کرنے کی تو مجال ہی نہیں ہوتی البتہ چپکے چپکے باتیں کرسکتا ہے پس اس کی نفی سے غیر خفی کی نفی بدرجۂ اولیٰ ہوگئی۔

لطیفہ: اس سورت میں مادہ رحمت کا بکثرت لایا گیا ہے چنانچہ لفظ رحمٰن پندرہ سولہ جگہ آیا ہے اور لفظ رحمت شروع میں آیا ہے اور بھی چند جا لفظ رحمت آیا ہے اس میں نکتہ یہ ہوسکتا ہے کہ اس سورت میں کفار ومؤمنین کا حال زیادہ بیان کیا گیا ہے پس جہاں ذکر مؤمنین میں یہ لفظ آیا ہے وہاں تو اشارہ اس طرف ہے کہ کفار ایسے بڑے رحمت والے کی مخالفت کرتے ہیں اور اس کے احسانات وانعامات سے بھی نہیں شرماتے واللہ اعلم

تمت السورۃ مع تفسیرھا فی الخامس والعشرین من رمضان المبارک ۱۳۲۴ من الھجرۃ۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ : اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ الخ یعنی مودت قلوب میں بسبب ان کے ایمان کے اور یہ جعل دنیا ہی میں ہے بدلیل حدیث فیوضع لہ القبول فی الارض پس یہ علامات ولایت ودلائل اہلیت مشیخت سے ہے۔ اور مراد ان قلوب سے وہ قلوب ہیں جن میں حق تعالیٰ کی محبت ہو پس یہ اشکال نہ رہا کہ بہت سے مؤمنین وصلحاء بعض لوگوں کے قلوب میں مبغوض ہوتے ہیں کیونکہ ایسے لوگ بد باطن ہوتے ہیں اور اسی سے معلوم ہوا کہ صلحاء کا بغض علامت ہے خبث باطن کی (اور اقرب یہ ہے کہ مراد وہ قلوب ہوں جن کا نہ کوئی نفع ان صلحاء سے وابستہ ہے نہ کوئی ضرر) سورۂ مریم تمام ہوئی

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قولہ** تؤزھم خوب افاد التاکید المفعول المطلق۱۲۔ ۲ **قولہ** فی نعد لھم باتیں اشارۃ الی تقدیر الاعمال وقیل یقدر الاعمال والساعات کنایۃ عن قصورتھم ولا ینافی علی ھذا المد لان الطور باعتبارھم والقصر باعتبارہ تعالیٰ۱۲۔ ۳ **قولہ** فی لا یملکون کوئی اشارۃ الی کون مرجع الضمیر عاما۱۲۔ ۴ **قولہ** فی عھد اجازت کما فی الروح قیل المراد بالعھد الامرو الاذن یقال اتخذت الاذن۱۲۔ ۵ **قولہ** فی احصٰھم قدرت کما فی قولہ تعالیٰ علم ان لن تحصوہ وفی الحدیث ولن تحصوا۱۲۔

الروایات: اخرج البخاری و مسلم والترمذی وعبد بن حمید وغیرھم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا احب اللہ تعالیٰ عبدًا نادیٰ جبریل انی قد احببت فلانا فاحبہ فینادی فی السماء ثم تنزل لہ المحبۃ فی الارض فذلک قول اللہ تعالیٰ ان الذین آمنوا الآیۃ کذا فی الروح۱۲۔

اللغات: الاد الثقل العظیم وھو بالکسر اسم وبالفتح مصدر والھدم کما فی القاموس الھدم الشدید والکسر الرکز۔ الصوت الخفی۱۲۔

النحو: قولہ ان دعوا مجرور اما باللام التعلیلیۃ واما بالبدلیۃ من الضمیر المجرور فی منہ۱۲۔

البلاغۃ: قولہ اتی الرحمٰن ھذا الاتیان کما فی الروح معنوی قولہ تنشق اختلاف العبارات فی الثلاثۃ عندی للتفنن واللہ اعلم۱۲۔ قولہ یسرناہ بلسانک الباء بمعنی علی او علی اصلہ وھو الا لصاق تضمین یسرنا معنی انزلنا ای یسرناہ منزلین لہ بلغتک والفاء لتعلیل امر ینساق الیہ النظم الکریم کانہ قیل بعد ایجاء ھذہ السورۃ الکریمۃ بلغ ھذا المنزل وابشر بہ وانذر فانما یسرناہ بلسانک العربی المبین کذا فی الروح۱۲۔

سورۂ طہٰ مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۱۳۵ آیات اور ۸ رکوع ہیں

طٰهٰ ۝۱ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ۝۲ اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۝۳ تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ۝۴ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۝۵ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ۝۶ وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى ۝۷ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۝۸

طٰہٰ (کے معنی تو اللہ تعالیٰ کو معلوم ہیں) ہم نے آپ پر قرآن مجید اس لئے نہیں اتارا کہ آپ تکلیف اٹھائیں بلکہ ایسے شخص کی نصیحت کے لئے (اُتارا ہے) جو اللہ سے ڈرتا ہو یہ اس ذات کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جس نے زمین کو اور بلند آسمانوں کو پیدا کیا ہے (اور) وہ بڑی رحمت والا ہے عرش پر قائم ہے اسی کی ملک ہیں جو چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں زمین میں ہیں اور جو چیزیں ان دونوں کے درمیان میں ہیں اور جو چیزیں تحت الثریٰ میں ہیں اور اس کی شان ہے کہ اگر تم پکار کر بات کہو تو وہ چپکے سے کہی ہوئی بات کو اور اس سے زیادہ مخفی کو جانتا ہے (وہ) اللہ ایسا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اس کے اچھے اچھے نام ہیں۔

سورة طٰه مكية وهى مائة واربع و ثلثون اٰية سورة طٰه مكية وهى مائة واربع اٰية كذا فى البيضاوى

ربط: اوپر کی سورت میں توحید و رسالت و معاد کا بیان تھا اس سورت میں بھی یہی مضامین ہیں چنانچہ شروع میں رسالت و وحی کے متعلق مضمون ہے اور تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ سے توحید کے متعلق ہے اور هَلْ اَتٰىكَ سے موسیٰ علیہ السلام کے قصہ سے توحید و رسالت دونوں کی تقریر ہوگئی چنانچہ اِنَّنِىْٓ اَنَا اللّٰهُ میں توحید کی تصریح ہے اور رسالت موسویہ سے رسالت محمدیہ کی توضیح ہے پھر كَذٰلِكَ نَقُصُّ [طٰہٰ: ۹۹] سے وحی و تنزیل کے مضمون کی تکمیل ہے پھر مَنْ اَعْرَضَ [طٰہٰ: ۱۰۰] سے اس وحی کے مصدق و مکذب کی جزا و سزا کے ذکر کے ساتھ معاد کی تفصیل ہے پھر وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ [طٰہٰ: ۱۱۳] الخ میں رسالت کا ذکر اور فَتَعٰلَى اللّٰهُ [طٰہٰ: ۱۱۴] میں توحید کا ذکر اور لَقَدْ عَهِدْنَآ [طٰہٰ: ۱۱۵] الخ میں كَذٰلِكَ نَقُصُّ [طٰہٰ: ۹۹] کی تتمیم پھر فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ [طٰہٰ: ۱۲۳] سے توحید و رسالت کے ماننے اور نہ ماننے کی جزا و سزا اور اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ [طٰہٰ: ۱۲۸] سے وعید سزا کی تقریر اور فَاصْبِرْ [طٰہٰ: ۱۳۰] الخ میں مکذبین کے معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی اور قَالُوْا لَوْلَا يَاْتِيْنَا [طٰہٰ: ۱۳۳] سے ختم تک رسالت کے متعلق مکذبین کے ایک شبہ کا جواب ہے اور چونکہ اوپر کی سورت ذکر قرآن پر ختم ہوئی ہے اور یہ سورت بھی ذکر قرآن سے شروع ہوئی ہے اس لئے اس کے خاتمہ اور اس کے فاتحہ میں بھی مناسبت خاص حاصل ہے۔

تفسیر: تقریر رسالت و توحید ☆ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ طٰهٰ ۝۱ (الی قوله تعالى) لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۝۸۔ طٰہٰ ۝۱ (کے معنی تو اللہ کو معلوم ہیں) ہم نے آپ پر قرآن (مجید) اس لئے نہیں اتارا کہ آپ تکلیف اُٹھائیں بلکہ ایسے شخص کی نصیحت کے لئے (اتارا ہے) جو (اللہ سے) ڈرتا ہو یہ اس (ذات کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جس نے زمین کو اور آسمان کو پیدا کیا ہے (اور) وہ بڑی رحمت والا عرش پر (جو مشابہ ہے تخت سلطنت کے اس طرح) قائم (اور جلوہ فرما) ہے (جو کہ اس کی شان کے لائق ہے اور وہ ایسا ہے کہ) اسی کی ملک ہیں جو چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں زمین میں ہیں اور جو چیزیں ان دونوں کے درمیان میں ہیں (یعنی آسمان سے نیچے اور زمین سے اوپر) اور جو چیزیں تحت الثریٰ میں ہیں (یعنی زمین کے اندر جو تر مٹی ہے جس کو ثریٰ کہتے ہیں جو چیز کہ اس کے نیچے ہے مراد یہ کہ زمین کی تہ میں یہ تو اللہ تعالیٰ کی قدرت و سلطنت تھی) اور (علم کی یہ شان ہے کہ) اگر تم (اے مخاطب) پکار کر بات کہو تو (اس کے سننے میں تو کیا شبہ ہے) وہ تو (ایسا ہے کہ) چپکے سے کہی ہوئی بات کو اور (بلکہ) اس سے بھی زیادہ خفی بات کو (یعنی جو ابھی دل میں ہے) جانتا

ہے (وہ) اللہ ایسا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود (ہونے کا مستحق) نہیں اس کے (بڑے) اچھے اچھے نام ہیں (جو اوصاف و کمالات پر دلالت کرتے ہیں سو قرآن ایسی ذات مجتمع الصفات کا نازل کیا ہوا ہے اور یقینی حق ہے)۔ **ف**: آیت اولیٰ میں تعب کی نفی عام ہے چند صورتوں کو اول یہ کہ کفار کے انکار پر غم حزن نہ کیجئے آپ کا کام تذکیر و تبلیغ ہے جس کی قسمت میں ڈرنا اور ماننا ہے وہ قبول کرے گا۔ دوم آپ شب کو قیام طویل فرماتے تھے اور اس میں اتنا قرآن پڑھتے تھے کہ تھک جاتے تھے اس لئے آسانی کا حکم دیا جیسے ارشاد ہوا ہے: فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ [المزمل: ۲۰] سوم اس قیام طویل پر کفار نے طعن کیا کہ قرآن کی وجہ سے محمد مصیبت میں پڑ گئے اس کی نفی فرمائی چنانچہ دوم و سوم درمنثور میں منقول ہے اور اول بوجہ عموم لفظ کے احتمال مقبول ہے اور عرش حسب روایات و آیات ایک جسم عظیم ہے آسمانوں اور کسی کے علاوہ اور ان سب کے اوپر مثل قبہ کے اور ان سب سے بڑا اس کے پائے بھی ہیں اور فرشتے اس کو اٹھائے ہوئے ہیں اور وہ ساکن ہے احیاناً اس کو حرکت ہو جاتی ہے چنانچہ اس آیت کی تفسیر میں صاحب روح نے وہ سب نصوص جمع کئے ہیں۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ الخ اس کی دو تفسیریں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ ہم نے آپ پر قرآن اس لئے نازل نہیں کیا کہ آپ کفار کے ایمان نہ لانے سے تاسف اور تحسر کر کے تعب میں پڑیں بلکہ تبلیغ کے لئے نازل کیا ہے سو وہ آپ کر چکے دوسری یہ کہ مجاہدہ شاقہ کے تعب میں نہ پڑیں کیونکہ آپ کو شریعت حنفیہ مصححہ سہلہ دی گئی ہے پس تفسیر اول پر آیت اصل ہے اہل قلوب پر نزول سکینہ کی اور تفسیر ثانی پر تعدیل مجاہدہ کی ۱۲ـ ا

ملحقات الترجمۃ: ۱ قولہ فی الا بلکہ اتباع للمحاورۃ ۱۲۔ ۲ قولہ فی الرحمٰن وہ اشارۃ الی العہد لربط الکلام والسابق مع اللاحق ۱۲۔

اللغات: قولہ لتشقی فی القاموس الشدۃ والعسر ۱۲۔

النحو: الا تذکرۃ استثناء منقطع ویقدر انزلنا ای ولکن انزلناہ تذکرۃ قولہ تنزیلا مفعول مطلق لانزلنا المقدر قولہ الرحمٰن مبتدأ وکذا اسم الجلالۃ فی قولہ اللہ لا الٰہ الا ھو ۱۲۔

البلاغۃ: قولہ ممن خلق فیہ وضع المظہر موضع المضمر وکان الظاہر منا ۱۲۔

وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۝۹ اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ۝۱۰ فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ يٰمُوْسٰى ۝۱۱ اِنِّيْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝۱۲ وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ۝۱۳ اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ۝۱۴ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا تَسْعٰى ۝۱۵ فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى ۝۱۶

وقف لازم

اور کیا آپ کو موسیٰ علیہ السلام (کے قصہ) کی خبر بھی پہنچی ہے جبکہ انہوں نے (مدین سے آتے ہوئے رات کو) ایک آگ دیکھی سو اپنے گھر والوں سے فرمایا کہ تم ٹھہرے رہو میں نے آگ دیکھی ہے شاید اس میں سے تمہارے پاس کوئی شعلہ لاؤں یا (وہاں) آگ کے پاس راستہ کا پتہ مجھ کو مل جائے۔ سو وہ جب اس (آگ) کے پاس پہنچے تو ان کو (منجانب اللہ) آواز دی گئی کہ اے موسیٰ میں تمہارا رب ہوں پس تم اپنی جوتیاں اتار ڈالو (کیونکہ) تم ایک پاک میدان یعنی طویٰ میں ہو (یہ اس کا نام ہے) اور میں نے تم کو نبی بنانے کے لئے منتخب فرمایا ہے سو (اس وقت) جو وحی کی جا رہی ہے اس کو سن لو (وہ یہ ہے کہ) میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں تم میری ہی عبادت کیا کرو اور میری ہی یاد کی نماز پڑھا کرو (دوسری بات یہ سنو) کہ بلاشبہ قیامت آنے والی ہے میں اس کو (تمام خلائق سے) پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں تاکہ ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ مل جائے سو تم کو قیامت سے ایسا شخص باز نہ رکھنے پائے جو اس پر ایمان نہیں رکھتا اور اپنی (نفسانی) خواہشوں پر چلتا ہے کہیں تم (اس بے فکری کی وجہ سے) تباہ نہ ہو جاؤ۔

تفسیر ربط: اوپر توحید و رسالت کی تقریر تھی آگے قصہ موسویہ میں بھی اسی کا بسط ہے۔

بسط قصہ موسیٰ علیہ السلام ☆ وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۝۹ (الی قولہ تعالیٰ) وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى ۝۱۶ اور (اے محمد ﷺ) کیا آپ کو موسیٰ (علیہ السلام کے قصہ) کی خبر پہنچی ہے (یعنی وہ سننے کے قابل[1] ہے کہ اس میں توحید و نبوت کے متعلق علوم ہیں جن کی تبلیغ نافع ہوگی جو کہ اس حالت میں واقع ہوا تھا) جب کہ انہوں نے (مدین سے آتے ہوئے ایک رات کو کہ اس میں سردی بھی تھی اور راستہ بھی بھول گئے تھے کوہ طور پر) ایک آگ دیکھی (کہ واقع میں وہ نور تھا مگر شکل آگ کی سی تھی) سو اپنے گھر والوں سے (کہ صرف[2] بی بی تھیں یا خادم وغیرہ بھی) فرمایا کہ تم (یہاں ہی) ٹھہرے رہو (یعنی میرے پیچھے پیچھے مت آنا کیونکہ یہ تو احتمال ہی نہ تھا کہ بدون ان کے آگے سفر کرنے لگیں گے) میں نے ایک آگ دیکھی ہے (میں وہاں جاتا ہوں) شاید میں اس میں سے تمہارے پاس کوئی

شعلہ (کسی لکڑی وغیرہ میں لگا کر) لاؤں (تا کہ سردی کا علاج ہو) یا (وہاں) آگ کے پاس راستہ کا پتہ (جاننے والا کوئی آدمی بھی[۳]) مجھ کو مل جاوے سو وہ جب اس (آگ) کے پاس پہنچے تو (ان کو منجانب اللہ) آواز دی گئی کہ اے موسیٰ میں تمہارا رب ہوں بس تم اپنی جوتیاں اتار ڈالو (کیونکہ) تم ایک پاک میدان یعنی طویٰ میں ہو (یہ اس کا نام ہے) اور میں نے تم کو (نبی بنانے کے لئے منجملہ دیگر خلائق کے) منتخب فرمایا ہے سو (اس وقت) جو کچھ وحی کی جارہی ہے اس کو (غور سے) سن لو (وہ یہ ہے کہ) میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود (ہونے کے لائق) نہیں (اور جب میں ہی لائق معبود ہونے کے ہوں) تو تم میری ہی عبادت کیا کرو اور میری ہی یاد کے لئے نماز پڑھا کرو۔ (دوسری بات یہ سنو کہ) بلاشبہ قیامت آنے والی ہے میں اس کو (تمام خلائق سے) پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں (اور قیامت اس لئے آوے گی) تا کہ ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ مل جاوے سو (جب قیامت کا آنا یقینی ہے تو) تم قیامت (کے لئے مستعد رہنے) سے ایسا شخص باز نہ رکھنے پاوے (یعنی تم ایسے شخص کے اثر سے قیامت کے لئے تیاری کرنے سے بےفکر نہ ہو جانا) جو اس پر ایمان نہیں رکھتا اور (اس وجہ سے) اپنی (نفسانی) خواہشوں پر چلتا ہے کہیں تم (اس بےفکری کی وجہ سے) تباہ نہ ہو جاؤ **ف**: بڑے مسئلے اصول میں تین تھے توحید و نبوت، معاد۔ تینوں کی تعلیم کی گئی اور فَاعْبُدْنِیْ" میں تمام فروع آ گئے نماز کو شرف کی وجہ سے جداگانہ بھی ذکر فرمایا اور موسیٰ علیہ السلام کو یہ فرمانا: فَاعْبُدْنِیْ" یا فَلَا یَصُدَّنَّكَ الخ تاکید استقامت کے لئے ہے اور دوسروں کو سنانے کے لئے بھی کہ جب خاصان درگاہ کو یہ احکام سنائے جاتے ہیں تو اور تو کس شمار میں ہیں خلع نعلین یا تو بوجہ ان کے غیر طاہر ہونے کے تھا یا اس لئے کہ مقام کا ادب ہو یا اس لئے کہ مقام متبرک سے قدم بھی مس کرے کہ اس کی برکت زائد پہنچے اور [۴] اِنَّكَ بِالْوَادِ الخ ہر حال میں علت ہو سکتا ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور قصہ کے متعلق توسین کے درمیان کے مضامین روح اور در منثور کے ہیں اور اس نداء کی کیفیت وصفت نہ کہیں منصوص ہے نہ قیاس سے ادراک کی جا سکتی ہے اس لئے تعیین بالتخمین رجم بالغیب ہے البتہ یہ امر یقینی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو یقین کے ساتھ یہ امر معلوم ہو گیا کہ یہ نداء منجانب اللہ ہے خواہ یہ یقین علم ضروری سے حاصل ہوا ہو یا کسی علم استدلالی سے واللہ اعلم۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ اِذْ رَاٰ نَارًا اس میں مسئلہ تمثیل مذکور ہے چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کے سامنے نور قدیم نار حادث کی صورت میں متمثل ہوا۔ قولہ تعالیٰ: فَقَالَ لِاَهْلِهِ الخ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ امر ممکن ہے کہ صاحب کشف کو اپنے کشف کی حقیقت معلوم نہ ہو چنانچہ موسیٰ علیہ السلام اس کو بھی متعارف آگ سمجھے۔ قولہ تعالیٰ: فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ الخ اس سے مقامات مقدسہ کا ادب ثابت ہوتا ہے۔ قولہ تعالیٰ: وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ اس میں اثبات ہے اسرار باطنہ کا اعمال ظاہرہ میں بعض تفاسیر پر ۱۲۔ قولہ تعالیٰ: فَلَا یَصُدَّنَّكَ عَنْهَا الخ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ منتہی کامل سے بھی تکالیف شرعیہ ساقط نہیں ہوتیں اور اس سے اباحت کا ابطال ہوتا ہے ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله فی هل اتك قابل اشارة الى ان الاستفهام للتشويق ۱۲۔ ۲ قوله فی لاهله صرف بی بی فالجمع على الاول اما لظاهر لفظ الاهل او للتفخيم كما فی قول القائل وان شئت حرمت النساء سواكم ۱۲۔ ۳ قوله فی هدی بھی اشارة الى ان الترديد لمانعة الخلو ۱۲۔

الروایات: فی الصحيح من حديث ابی هريرة انه صلى الله عليه وسلم قال من نسی صلاة فليقضها اذا ذكرها فان الله تعالىٰ قال اقم الصلوة لذكری آه ومنه ظن بعضهم ان اللام فی الآية وقتية والكلام على تقدير مضاف ای لذكر صلاتی وهو من بعض الظن فان التعطيل كما فی الكشف صحيح والذكر على ظاهره واراد عليه السلام انه اذا ذكر الصلوة انتقل من ذكرها الى ذكر ما شرعت له وهو ذكر الله تعالىٰ فيحمله على اقامتها كذا فی الروح ۱۲۔

اللغات: الحديث الخبر القبس وشعلة مقتبسة تكون على راس عود ونحوه ففعل بعمنى مفعول الوادی مفرج بين الجبال والتلال كذا فی القاموس طوی اسم واد بالشام كذا فی النيسابوری ومن نونه فعلى تاويل المكان ومن لم ينونه فعلى تاويل البقعة فهو ممنوع من الصرف للعلمية والتانيث قوله اكاد و يجئ كاد بمعنى اراد كما قال ابن جنی فی المحتسب ومنه قوله كادت وكدت وتلك خير ارادة كو عاد من لهو الصبابة ما مضى وقيل معناه اكاد اخفيها ای ابالغ فی اخفائها فلا اجمل كما لم افصل السعی عام للخير والشر لقوله تعالىٰ ان سعيكم لشتى ۱۲۔

النحو: اذ رای متعلق بحديث فان الظرف يكفی لتعلقه او فی رائحة الفعل ولذا نقل الشريف عن بعضهم ان القصة والحديث والخبر يجوز اعمالها فی الظروف خاصة وان لم يرد بها المعنى المصدری لتضمن معناها الحصول والكون كذا فی الروح ۱۲ قوله نودی فی السراج والظاهر ان القائم مقام فاعل نودی ضمير موسٰى عليه السلام وقيل هو قوله تعالىٰ يا موسٰى وكان ذلك على اعتبار

تضمين النداء معنى القول وارادة هذا اللفظ من الجملة فان الجملة لا تكون فاعلا ولا قائما مقامه الا بضرب من التاويل كذا فى الروح ۱۲۔

البلاغۃ: قوله فاخلع الفاء لترتيب الامر على ما قبلها فان ربوبية تعالىٰ من موجبات الامر و دواعيه ۱۲۔

وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يٰمُوسٰى ﴿۱۷﴾ قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ أَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَأَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِي وَلِيَ فِيهَا مَآرِبُ أُخْرٰى ﴿۱۸﴾ قَالَ أَلْقِهَا يٰمُوسٰى ﴿۱۹﴾ فَأَلْقٰهَا فَإِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى ﴿۲۰﴾ قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ ۖ سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا الْأُولٰى ﴿۲۱﴾ وَاضْمُمْ يَدَكَ إِلٰى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ آيَةً أُخْرٰى ﴿۲۲﴾ لِنُرِيَكَ مِنْ آيَاتِنَا الْكُبْرٰى ﴿۲۳﴾ اذْهَبْ إِلٰى فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغٰى ﴿۲۴﴾ ع قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ﴿۲۵﴾ وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي ﴿۲۶﴾ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِي ﴿۲۷﴾ يَفْقَهُوا قَوْلِي ﴿۲۸﴾ وَاجْعَلْ لِي وَزِيرًا مِنْ أَهْلِي ﴿۲۹﴾ هٰرُونَ أَخِي ﴿۳۰﴾ اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي ﴿۳۱﴾ وَأَشْرِكْهُ فِي أَمْرِي ﴿۳۲﴾ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيرًا ﴿۳۳﴾ وَنَذْكُرَكَ كَثِيرًا ﴿۳۴﴾ إِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيرًا ﴿۳۵﴾

اور تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا ہے اے موسیٰ انہوں نے کہا کہ یہ میری لاٹھی ہے میں کبھی اس پر سہارا لگاتا ہوں اور کبھی اپنی بکریوں پر پتے جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے اور بھی کام (نکلتے) ہیں ارشاد ہوا کہ اس کو (زمین پر) ڈال (اے موسیٰ) سو انہوں نے اس کو ڈال دیا یکایک وہ خدا کی قدرت سے) ایک دوڑتا ہوا سانپ بن گیا ارشاد ہوا کہ پکڑ لو اور ڈرو نہیں ہم ابھی اس کو پہلی حالت پر کردیں گے اور تم اپنا داہنا ہاتھ اپنی (بائیں) بغل میں دے لو (پھر نکالو) وہ بلا کسی عیب (یعنی کسی مرض برص وغیرہ کے) نہایت روشن ہو کر نکلے گا کہ یہ دوسری نشانی ہوگی تاکہ ہم تم کو اپنی (قدرت) کی بڑی نشانیوں میں سے بعض نشانیاں دکھلائیں (اب یہ نشانیاں لے کر) تم فرعون کے پاس جاؤ وہ بہت حد سے نکل گیا ہے عرض کیا اے میرے رب میرا حوصلہ فراخ کردیجئے اور میرا یہ کام (تبلیغ کا) آسان فرما دیجئے اور میری زبان پر سے بستگی (لکنت کی) ہٹا دیجئے تاکہ لوگ میری بات سمجھ سکیں اور میرے واسطے میرے کنبے میں سے ایک معاون مقرر کردیجئے یعنی ہارون علیہ السلام کو کہ میرے بھائی ہیں ان کے ذریعے سے میری قوت کو مستحکم کردیجئے اور ان کو میرے (تبلیغ کے کام میں شریک کردیجئے تاکہ ہم دونوں کی خوب کثرت سے (شرک ونقائص سے) پاکی بیان کریں اور آپ کا خوب کثرت سے ذکر کریں بے شک آپ ہم کو خوب دیکھ رہے ہیں۔

تفسیر: وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يٰمُوسٰى ﴿۱۷﴾ (الى قوله تعالى) اذْهَبْ إِلٰى فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغٰى ﴿۲۴﴾ اور (حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے یہ بھی فرمایا کہ) یہ تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا چیز ہے اے موسیٰ انہوں نے کہا کہ یہ میری لاٹھی ہے میں (کبھی) اس پر سہارا لگاتا ہوں اور (کبھی) اس سے اپنی بکریوں پر (درختوں کے) پتے جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے اور بھی کام (نکلتے) ہیں (مثلاً کندھے پر رکھ کر اسباب وغیرہ لٹکا لینا' اس سے موذی جانوروں کو دفع کرنا وغیرہ وغیرہ) ارشاد ہوا کہ اس (عصا) کو (زمین پر) ڈال دو اے موسیٰ سو انہوں نے اس کو (زمین پر) ڈال دیا یکایک وہ (خدا کی قدرت سے) ایک دوڑتا ہوا سانپ بن گیا (جس سے موسیٰ علیہ السلام ڈر گئے) ارشاد ہوا کہ اس کو پکڑ لو اور ڈرو نہیں ہم ابھی (پکڑتے ہی) اس کو پہلی حالت پر کردیں گے (یعنی یہ پھر عصا بن جاوے گا اور تم کو کوئی گزند نہ پہنچے گا ایک امر خارق تو یہ ہوا) اور (دوسرا خارق اور دیا جاتا ہے کہ) تم اپنے (داہنا) ہاتھ اپنی (بائیں) بغل میں دے لو (پھر نکالو) وہ بلا کسی عیب (کسی بلا کسی مرض برص وغیرہ) کے (نہایت) روشن ہو کر نکلے گا کہ یہ دوسری نشانی (ہماری قدرت اور تمہاری نبوت کی) ہوگی (اور یہ حکم القائے عصا اور ضم ید کا اس لئے کیا گیا ہے) تاکہ ہم تم کو اپنی (قدرت کی) بڑی نشانیوں میں بعض نشانیاں دکھلائیں (تو اب یہ نشانیاں لے کر) تم فرعون کے پاس جاؤ وہ بہت حد سے نکل گیا ہے (کہ خدائی کا دعویٰ کرتا ہے تم اس کو تبلیغ توحید کرو اور اگر نبوت میں شبہ کرے تو پھر معجزے دکھلا دو) ف: اللہ تعالیٰ یہ پوچھنا کہ وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يٰمُوسٰى ﴿۱۷﴾ الخ اس لئے تھا کہ اس کی اس وقت حقیقت کہ عصا ہے اور اس کے منافع ان کے ذہن میں خوب مستحضر ہو جاویں پھر جو سانپ بن جاوے گا تو ذات وصفات دونوں کا انقلاب قدرت الٰہیہ پر زیادہ دال ہوگا اسی لئے موسیٰ علیہ السلام نے جواب میں حقیقت اور منافع دونوں عرض کئے پس سوال وجواب دونوں بالکل متطابق ہیں اور دوسرے معجزے میں یہ اہتمام نہ فرمانا شاید اس لئے ہو کہ معجزۂ عصا کا زیادہ عظیم ہے کہ اس میں ذات اور صفت دونوں کا تبدل ہے اور موسیٰ علیہ السلام کا ڈر جانا بعض نے کہا ہے کہ طبعی ہے جو کسی طرح جلالت شان کے منافی نہیں اور بعض نے کہا ہے کہ جو حادثہ مخلوق کی جانب سے ہو اس میں تو نہ ڈرنا کمال ہے جیسے ابراہیم علیہ السلام آتش نمرودی سے نہیں ڈرے اور جو امر خالق کی طرف سے ہو اس میں ڈرنا ہی کمال ہے کہ وہ فی الحقیقت حق تعالیٰ سے ڈرنا ہے جیسے ہوا تیز ہونے کے وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھبرا جانا حدیثوں میں آیا ہے سو چونکہ اس تبدل میں مخلوق کا واسطہ نہ تھا اس لئے ڈر گئے کہ یہ کوئی قہر الٰہی نہ ہو اور دوسری

آیت میں : اِنَّكَ مِنَ الْاَمِیْنِیْنَ [القصص:۳۱] فرمانے سے تسلی دینا اس طرف مشیر ہے واللہ اعلم۔ قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ﴿۲۵﴾ (الی قولہ تعالی) اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِیْرًا﴿۳۵﴾ (جب موسیٰ علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ مجھ کو پیغمبر بنا کر فرعون کی فہمائش کے لئے بھیجا جاتا ہے تو اس وقت اس منصب عظیم کے مشکلات کی آسانی کے لئے درخواست کی اور) عرض کیا کہ اے میرے رب میرا حوصلہ (اور زیادہ) فراخ کر دیجئے (کہ تبلیغ میں انقباض یا تکذیب ومخالفت میں ضیق نہ ہو) اور میرا (یہ کام) (تبلیغ کا) آسان فرما دیجئے (کہ اسباب کے مجتمع اور موانع تبلیغ کے مرتفع ہو جاویں) اور میری زبان پر سے بستگی (لکنت کی) ہٹا دیجئے تا کہ لوگ میری بات سمجھ سکیں اور میرے واسطے میرے کنبہ سے ایک معاون مقرر کر دیجئے یعنی ہارون کو کہ میرے بھائی ہیں ان کے ذریعہ سے میری قوت کو مستحکم کر دیجئے اور ان کو میرے (اس تبلیغ کے) کام میں شریک کر دیجئے (یعنی ان کو بھی نبی بنا کر مامور بالتبلیغ کیجئے کہ ہم دونوں تبلیغ کریں اور میرے قلب کو قوت پہنچے) تا کہ ہم دونوں (مل کر تبلیغ ودعوت کے وقت) آپ کی خوب کثرت سے پاکی (شرک ونقائص سے) بیان کریں اور آپ (کے اوصاف کمال) خوب کثرت سے ذکر کریں (کیونکہ اگر دو شخص مبلغ ہوں گے تو ہر شخص کا بیان دوسرے کی تائید سے وافر اور متکاثر ہوگا) بیشک آپ ہم کو (اور ہمارے حال کو خوب دیکھ رہے ہیں) اس حالت سے ہماری احتیاج اس امر کی کہ ایک دوسرے کے معاون ہوں آپ کو معلوم ہے)۔ **ف**: جس گرہ کے کھولنے کی دعاء کی ہے یا تو خلقی لکنت تھی جیسا بعض قائل ہوئے ہیں اور یا بچپن میں ایک بار جب انہوں نے فرعون کی ڈاڑھی پکڑ لی تھی اور فرعون نے بدلہ لینا چاہا اور حضرت آسیہ اہلیہ فرعون نے سفارش کی کہ بچہ ہے اس کو کیا سمجھ ہے اور اس کے امتحان کے واسطے ان کے سامنے آگ حاضر کی گئی اس وقت انہوں نے ایک چنگاری اُٹھا کر منہ میں رکھ لی تھی اس سے زبان کی روانی کم ہو گئی تھی **هكذا في الدر المنثور عن سعيد بن جبير** اور یہ اشکال کہ ہاتھ تو پہلے جلا ہوگا پھر منہ تک چنگاری کیسے لے گئے اسی طرح ممکن الجواب ہے کہ شاید اس کوئلہ کا ایک حصہ نہ جلا ہوا اس کو پکڑ کر جلتا ہوا حصہ منہ میں رکھ لیا ہو۔ پھر یہ مقصود اس دعا سے آیا بالکل بستگی کا رفع ہو جانا تھا یا صرف بقدر ضرورت تفہیم دونوں احتمال ہیں اگر چہ عُقْدَةً کی تنکیر اور یَفْقَهُوْا کو غرض قرار دینا اور **لا يكاد يبين** کے ظاہر الفاظ مرجح احتمال ثانی کے ہیں لیکن تاہم نص نہیں کیونکہ دو قرینہ اول تو احتمال اول کے ساتھ بھی ظاہراً جمع ہو سکتے ہیں اور قرینہ ثالثہ یعنی جملہ **لا يكاد** فرعون کا قول ہے جو ممکن ہے کہ عناداً ہو کہ آپ کے بیان حجت کو عدم بیان کہہ دیا ہو اور ہر حال میں **اوتيت سؤلك يا موسى** نص ہے کہ آپ کی درخواست جو کچھ بھی ہو منظور ہوئی اور احتمال ثانی پر شبہ نہ کیا جاوے کہ قدرے بستگی بھی زبان میں رہنا عیب ہے اور انبیاء عیوب سے مبرا ہوتے ہیں وجہ شبہ نہ ہو سکنے کی یہ ہے کہ ایسی بستگی جو تفہیم میں مخل نہ ہو اور نیز سامعین کو اس سے تنفر بھی نہ ہو اس کا عیب ہونا مسلم نہیں بلکہ روانی کا تفاوت مثل تفاوت فی اللون والجثۃ کے ہے اور معاون مانگتے ہیں اہل کی تخصیص شاید اس لئے ہو کہ ان کو طبعی الفت بھی زیادہ ہوگی ان سے زیادہ معاونت ہو سکتی ہے اور احقر نے جو اشْدُدْ وَاَشْرِكْهُ کی تفسیر میں کہا ہے کہ ان کو نبی بنا کر راجح اس کی دلالت نبوت کی درخواست پر اس لئے ہے کہ حق تعالیٰ سے معاون بنانے کی درخواست کی اور بلا نبوت کے تو یہ خود ہارون علیہ السلام سے بھی درخواست امداد کی کر سکتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ مقصود نبی بنوانا ہے اور نُسَبِّحَكَ كَثِیْرًا وَّنَذْكُرَكَ كَثِیْرًا کو اگر تسبیح وذکر فی الخلوت پر محمول کیا جاوے وہ بھی ایک وجہ حسن ہے یعنی جب اسباب تقویت کے زائد ہوں گے طبیعت میں نشاط زیادہ ہوگا اور قوت نشاط کو کثرت ذکر میں خاص دخل ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: اَتَوَكَّؤُا عَلَیْهَا الخ اس سے کاملین کا اسباب کے ساتھ تمسک کرنا ثابت ہوتا ہے ۱۲۔ قولہ تعالیٰ: فَاِذَا هِیَ حَیَّةٌ تَسْعٰی﴿۲۰﴾ اس میں اثبات ہے خوارق کا۔ قولہ تعالیٰ: قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ اس میں دلالت ہے اس پر کہ امور طبعیہ کاملین میں بھی رہتے ہیں چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کو طبعی خوف پیدا ہوا اور نیز اس میں امر ہے عقلیات سے طبعیات کی تعدیل کرنے کا ۱۲ قولہ تعالیٰ: رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ﴿۲۵﴾ اس میں دلالت ہے کہ دعا اور کمال توکل میں تنافی نہیں۔ قولہ تعالیٰ: وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا اس سے وہی مسئلہ ثابت ہے جو اَتَوَكَّؤُا سے ثابت ہے ۱۲۔ قولہ تعالیٰ: اس میں دلالت ہے اس پر کہ اکابر کا قصداً اسباب سے دین اور استعانت فی الدین ہی ہوتا ہے ۱۲۔ نُسَبِّحَكَ كَثِیْرًا﴿۳۳﴾

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله في** ف یہ پوچھنا الخ **فالاستفهام للتقرير** ۱۲۔ ۲ **قوله في** من لسانی زبان پر سے **اشارة الى ان من الابتداء ومعلقة باحلل او بالمقدر الذي هو وصف للعقدة اى عقدة ناشئة من لساني** ۱۲۔ ۳ **قوله في** نسبحك دعوت کے وقت **فهو كقوله تعالى اذا ذكر الله وحده اى وقت التبليغ** ۱۲۔

اختلاف القراءۃ: **قرء ابن عامر اشدد واشركه بلفظ الخبر على انهما جواب الامر** ۱۲۔

اللغات: **الجناح كما في القاموس اليد والعضد والابط والجانب ونفس الشئ والمراد ادخل يدك اليمنى من طوق مدرعتك واجعلها تحت الابط اليسرى او تحت عضدها عند الابط او تحتها عنده فلا منافاة بين ههنا وقوله تعالى ادخل يدك في جيبك كذا في الروح** ۱۲ **الوزير المعاون الاذو القوة۔**

النحو: **قوله اية اخرى حال قوله لنريك عاملہ مقدر اى فعلنا ما فعلنا او امرنا ما امرنا به** ۱۲ **اشدد استيناف** ۱۲۔

البلاغۃ: قوله من غير سوء فيه احتراس عن ايهام المرضى ولو بويد۱۲ قوله اشرح لى ويسر لى فى الروح وفى ذكر كلمة لى مع انتظام الكلام بدونها تاكيد لطلب الشرح والتيسير بابهام المشروح والميسر اولا و تفسير هما ثانيًا لانه لما قال اشرح لى علم ان ثم شروحًا يختص به حتى لو لا كتفى لتم فاذا قيل صدرى افاد التفسير والتفصيل اما لو قيل اشرح۔ باكتفى به فلا آه۔

قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى ﴿۳۶﴾ وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً اُخْرٰٓى ﴿۳۷﴾ اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ مَا يُوْحٰٓى ﴿۳۸﴾ اَنِ اقْذِفِيْهِ فِى التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ فِى الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّىْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ ؕ وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّىْ ۚ۬ وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِىْ ﴿۳۹﴾ اِذْ تَمْشِىْٓ اُخْتُكَ فَتَقُوْلُ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَنْ يَّكْفُلُهٗ ؕ فَرَجَعْنٰكَ اِلٰٓى اُمِّكَ كَىْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ۬ؕ وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ۬ؕ فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِىْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ ۬ۙ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى ﴿۴۰﴾ وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِىْ ﴿۴۱﴾ اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِىْ وَلَا تَنِيَا فِىْ ذِكْرِىْ ﴿۴۲﴾ اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۴۳﴾ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ﴿۴۴﴾

ارشاد ہوا کہ تمہاری (ہر) درخواست منظور کی گئی اے موسیٰ اور ہم تو ایک دفعہ اور بھی (اس کے قبل بے درخواست ہی) تم پر احسان کر چکے ہیں جبکہ ہم نے تمہاری ماں کو وہ بات الہام سے بتلائی جو الہام سے بتلانے کی تھی (وہ) یہ کہ موسیٰ علیہ السلام کو (جلادوں کے ہاتھوں سے بچانے کے لئے) ایک صندوق میں رکھو پھر ان کو دریا میں ڈال دو پھر ان کو (مع صندوق کے) دریا کے کنارے تک لے آئے گا کہ (آخر کار) ان کو ایک شخص پکڑ لے گا جو میرا بھی دشمن ہے اور ان کا بھی دشمن ہے اور میں نے تمہارے او پر اپنی طرف سے ایک اثر محبت ڈال دیا اور تاکہ تم میری نگرانی میں پرورش پاؤ (یہ قصہ اس وقت کا ہے) جبکہ تمہاری بہن چلتی ہوئی آئیں پھر کہنے لگیں کیا تم لوگوں کو ایسے شخص کا پتہ دوں جو اس کو (اچھی طرح) پالے رکھے پھر (اس تدبیر سے) ہم نے تم کو تمہاری ماں کے پاس پھر پہنچا دیا تاکہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور ان کو غم نہ رہے اور تم نے (غلطی سے) ایک شخص (قبطی) کو جان سے مار ڈالا پھر ہم نے تم کو اس غم سے نجات دی غرض ہم نے تم کو اچھی طرح آزما لیا اور ہم نے تم کو خوب محنتوں میں ڈالا پھر (مدین پہنچے اور) مدین والوں میں کئی سال رہے پھر ایک خاص وقت پر تم (یہاں) آئے اے موسیٰ اور (یہاں آنے پر) میں نے تم کو اپنے لئے منتخب کیا (سو اب) تم اور تمہارے بھائی دونوں میری نشانیاں (یعنی معجزات) لے کر جاؤ اور میری یادگاری میں سستی مت کرنا دونوں فرعون کے پاس جاؤ وہ نکل چلا ہے پھر اس سے نرمی کے ساتھ بات کرنا شاید وہ (بہ رغبت) نصیحت قبول کر لے یا (عذاب الٰہی سے) ڈر جائے۔

تفسیر: قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى (الی قولہ تعالی) لَعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ارشاد ہوا کہ تمہاری (ہر) درخواست (جو کہ رَبِّ اشْرَحْ لِىْ الخ میں مذکور ہے) منظور کی گئی اے موسیٰ اور (یہ تو تمہاری خود درخواست کی ہوئی تھی) ہم تو اور دفعہ اور بھی (اس کے قبل بے درخواست ہی) تم پر احسان کر چکے ہیں جب کہ تمہاری ماں کو وہ بات الہام سے بتلائی جو (بوجہ مہتم بالشان ہونے کے) الہام سے بتلانے کے (قابل) تھی (وہ) یہ کہ موسیٰ کو (جلادوں کے ہاتھ سے بچانے کے لئے) ایک صندوق میں رکھو پھر ان کو (مع صندوق کے) دریا میں (جس کی ایک شاخ فرعون کے محل تک بھی گئی تھی ڈال دو پھر دریا ان کو (مع صندوق کے) کنارہ (کے پاس) تک لے آوے گا کہ (آخر کار) ان کو ایک ایسا شخص پکڑ لے گا جو (کافر ہونے کی وجہ سے) میرا بھی دشمن ہے اور ان کا بھی دشمن ہے (خواہ فی الحال بوجہ اس کے کہ سب بچوں کو قتل کرتا تھا خواہ آئندہ ان کا خاص طور پر دشمن ہوگا) اور (جب صندوق پکڑا گیا اور تم اس میں سے نکالے گئے تو) میں نے تمہارے (چہرے کے) اوپر اپنی طرف سے ایک اثر محبت ڈال دیا (تاکہ جو تم کو دیکھے پیار کرے) اور تاکہ تم میری (خاص) نگرانی میں پرورش پاؤ (یہ اس وقت کا قصہ ہے) جب کہ تمہاری بہن (تمہاری تلاش میں فرعون کے گھر) چلتی ہوئی آئیں پھر (تم کو دیکھ کر اجنبی بن کر) کہنے لگیں (جب کہ کسی انا کا دودھ نہ پیتے تھے) کیا تم لوگوں کو ایسے شخص کا پتہ دوں جو اس کو (اچھی طرح) پالے رکھے (چنانچہ ان لوگوں نے چونکہ ان کو تلاش منظور کیا اور تمہاری بہن تمہاری ماں کو بلا کر لائیں) پھر (اس تدبیر سے) ہم نے تم کو تمہاری ماں کے پاس پھر پہنچا دیا تاکہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور ان کو غم نہ رہے (جیسا تھوڑے عرصہ تک فراق سے مغموم رہیں) اور (بڑے ہونے کے بعد ایک اور احسان کیا کہ) تم نے (غلطی سے) ایک شخص (قبطی) کو جان سے مار ڈالا (جس کا قصہ سورۂ قصص میں ہے اور مار کر غم ہوا خوف عقاب سے بھی اور خوف انتقام سے بھی) پھر ہم نے تم کو اس غم سے نجات دی (خوف عقاب سے تو اس طرح کہ استغفار کی توفیق دی اور اس کو قبول کیا اور خوف انتقام سے اس طرح کہ مصر سے مدین پہنچا دیا) اور (مدین پہنچنے تک) ہم نے تم کو خوب خوب محنتوں میں ڈالا (اور پھر ان سے خلاصی دی

جن کا ذکر سورۂ قصص میں ہے کہ خلاصی دینا بھی منت ہے اور خود ابتلاء بھی بوجہ اسکے کہ وہ سبب ہے حصول اخلاق حمیدہ و ملکات فاضلہ کا مستقل منت ہے) پھر (مدین پہنچے اور) مدین والوں میں کئی سال رہے پھر ایک خاص وقت پر (جو میرے علم میں تمہاری نبوت و ہم کلامی کے لئے مقدر تھا) تم (یہاں) آئے اے موسیٰ اور (یہاں آنے پر) میں نے تم کو اپنے (نبی بنانے کے) لئے منتخب کیا (سواب) تم اور تمہارے بھائی دونوں میری نشانیاں (یعنی معجزات کہ اصل دو معجزے ہیں عصا و ید بیضاء اور ہر ایک میں وجوہ اعجاز متعدد ہیں) لے کر (جس موقع کے لئے حکم ہوتا ہے) جاؤ اور میری یادگاری میں (خواہ خلوت میں خواہ تبلیغ کے وقت) سستی مت کرنا (اب موقع جانے کا بتلایا جاتا ہے کہ) دونوں فرعون کے پاس جاؤ وہ بہت نکل چلا ہے پھر (اس کے پاس جا کر) اس سے نرمی کے ساتھ بات کرنا شاید وہ (رغبت سے) نصیحت قبول کر لے یا (عذاب الٰہی سے) ڈر جاوے (اور اس سے مان جاوے) **ف**: وجوہ اعجاز کا تعدد اس طرح ہے کہ عصا کا اژدھا بن جانا ایک۔ پھر عصا بن جانا دوسرا۔ اور ید کا روشن ہونا ایک۔ پھر اصلی رنگ پر آ جانا دوسرا اور لَا تَنِيَا اہتمام کے لئے فرمایا ورنہ انبیاء میں اس کا احتمال نہیں اور شاید کا لفظ باعتبار دوسرے لوگوں کے فرمایا نہ باعتبار علم الٰہی کے اور دونوں کو حکم فرمانے کے لئے ہارون علیہ السلام کا وہاں تشریف رکھنا ضرور نہیں یا تو موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہو کہ ان سے کہہ دیں یا ان کو ان کے مقام پر وحی ہوئی ہو یا یہ وحی دونوں کے اجتماع کے وقت ہوئی ہو بعد واپسی طور کے **واللہ اعلم** اور بار بار یا موسیٰ فرمانا رافت اور تشریف کے لئے ہے اور الہام جو کہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو ہوا تھا اس میں عدد کی تعیین نہیں فرمائی تھی جیسا قصہ سے معلوم ہوتا ہے اور یہ الہام اگر فرشتہ کے ذریعہ سے ہوا ہو تب بھی نبوت لازم نہیں آتی کیونکہ نبوت کے لوازم سے تبلیغ ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے ساتھ جو نرم گفتگو کا حکم ہوا سو اس موقع کے مناسب نرمی ہی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کے بارہ میں جو **واغلظ علیھم** ارشاد فرمایا گیا سو ان کے ساتھ سخت برتاؤ ہی مناسب تھا یہ توجیہ بالکل بے غبار ہے بخلاف اس توجیہ کے جو بعض لوگ اس اختلاف حکم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج مبارک پر محمول کرتے ہیں کہ وہ سوءِ ادب سے خالی نہیں **واللہ اعلم**۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ اس میں غیر انبیاء کے لئے الہام کا اثبات ہے قول مشہور پر ۱۲۔ قولہ تعالیٰ: وَقَتَلْتَ نَفْسًا اس میں دلالت ہے اس پر کہ اکابر کی لغزش چونکہ نفس سے نہیں ہوتی لہٰذا موجب مراد نہیں مگر باوجود اس کے ان پر ندامت غالب ہوتی ہے ۱۲۔ قولہ تعالیٰ وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ الخ اس میں مسئلہ ہے مظہریت صفات حق کا ۱۲۔ قولہ تعالیٰ: وَقَتَلْتَ نَفْسًا اس میں دلالت ہے کاملین سے لغزش صادر ہونے پر اور اس پر بھی کہ اس کی ایک نئی شان ہوتی ہے ۱۲۔ قولہ تعالیٰ اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ الخ اس میں اصل اس قول کی کہ برکت فی التعلیم کے شرائط میں سے یہ ہے کہ معلم خود بھی ذکر میں مشغول ہو ۱۲۔ قولہ تعالیٰ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا اس میں اصل ہے ارشاد میں نرمی کرنے کی اور اس میں دلالت ہے اس پر کہ ہر شخص سے اس کے رتبہ کے موافق پیش آوے اور یہ سب اہل طریق کے اخلاق میں سے ہے۔

اللغات: **السؤل المسئول فالفعل بمعنی المفعول ۱۲ قوله اخریٰ ای مغایرة لا مقابلا للاولیٰ قوله فاقذ فيه القذف بمعنی الوضع وعليه يحمل قوله تعالیٰ والقی الالواح ای وضعها قوله بالساحل يراد به ما يقرب من الساحل ۱۲۔**

النحو: **قوله ولتصنع عطف علی مقدر ای ليعطف عليك ولتصنع ۱۲۔**

البلاغة: **قوله اوتيت عبر بالماضی مع كون بعض المسئول مستقبلا للاهتمام وتيقن الوقوع قوله فليلقه عبر بالامر عن الخبر للدلالة علی مطلوبية قوله علی عينی التخصيص للتشريف لان كل شیء بعينه تعالیٰ۔**

قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ۝۴۵ قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى ۝۴۶ فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ۭ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ۭ وَالسَّلٰمُ عَلٰي مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ۝۴۷ اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰي مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝۴۸ قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ۝۴۹ قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰي كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ۝۵۰

دونوں نے عرض کیا کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو اندیشہ ہے کہ (کہیں) وہ ہم پر زیادتی نہ کر بیٹھے یا یہ کہ زیادہ شرارت نہ کرنے لگے ارشاد ہوا کہ تم اندیشہ نہ کرو (کیونکہ) میں تم دونوں کے ساتھ ہوں سب سنتا دیکھتا ہوں سو تم اس کے پاس جاؤ اور (اس سے) کہو کہ ہم دونوں تیرے پروردگار کے فرستادہ ہیں (کہ ہم کو نبی بنا کر بھیجا ہے) سو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے دے اور ان کی تکلیفیں مت پہنچا تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے (اپنی نبوت کا) نشان (یعنی معجزہ بھی) لائے ہیں اور ایسے شخص کے

لئے سلامتی ہے جو (سیدھی) راہ پر چلے ہمارے پاس یہ حکم پہنچا ہے کہ (اللہ کا) عذاب اس شخص پر ہوگا (جو حق کو) جھٹلا دے اور (اس سے) روگردانی کرے۔ وہ کہنے لگا پھر (یہ بتلاؤ کہ) تم دونوں کا رب کون ہے اے موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا کہ (ہمارا سب کا) رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کے مناسب بناوٹ عطا فرمائی پھر رہنمائی فرمائی۔

تفسیر: قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ (الی قولہ تعالی) قَالَ رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی ﴿۵۰﴾ (جب یہ حکم دونوں صاحبوں کو پہنچ چکا تو) دونوں نے عرض کیا کہ اے ہمارے پروردگار (ہم تبلیغ کے لئے حاضر ہیں لیکن) ہم کو یہ اندیشہ ہے کہ (کہیں) وہ ہم پر (تبلیغ سے پہلے ہی) زیادتی نہ کر بیٹھے (کہ تبلیغ ہی رہ جاوے) یا یہ کہ (عین تبلیغ کے وقت اپنے کفر میں زیادہ شرارت نہ کرنے لگے (کہ اپنی بک بک میں تبلیغ نہ سنے نہ سننے دے جس سے وہ عدم تبلیغ کے برابر ہو جاوے) ارشاد ہوا کہ (اس امر سے مطلق) اندیشہ نہ کرو (کیونکہ میں تم دونوں کے ساتھ ہوں سب سنتا دیکھتا ہوں (میں تمہاری حفاظت کروں گا اور اس کو مرعوب کردوں گا جس سے پوری تبلیغ کرسکو گے جیسا دوسری آیت میں ہے: وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا [القصص: ۳۵] سو تم (بے خوف وخطر) اس کے پاس جاؤ اور (اس سے) کہو کہ ہم دونوں تیرے پروردگار کے فرستادے ہیں (کہ ہم کو نبی بنا کر بھیجا ہے) سو (تو ہماری اطاعت کر اصلاح عقیدہ میں بھی کہ توحید کی تصدیق کر اور اصلاح اخلاق میں بھی کہ ظلم وغیرہ سے باز آ) اور بنی اسرائیل کو (جن پر تو ناحق ظلم کرتا ہے اپنے پنجۂ ظلم سے رہا کر کے) ہمارے ساتھ جانے دے (جہاں چاہیں اور جس طرح چاہیں رہیں) اور ان کو تکلیفیں مت پہنچا (اور) ہم (جو دعویٰ نبوت کا کرتے ہیں تو خالی خولی نہیں بلکہ ہم) تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے (اپنی نبوت کا) نشان (یعنی معجزہ بھی) لائے ہیں اور (تصدیق اور قبول حق کا ثمرہ اس قاعدہ کلیہ سے معلوم ہوگا) ایسے شخص کے لئے (عذاب الٰہی سے) سلامتی ہے جو (سیدھی) راہ پر چلے (اور تکذیب ورد حق کے باب میں) ہمارے پاس یہ حکم پہنچا ہے کہ (اللہ کا) عذاب (قہر کا) اس شخص پر ہوگا جو (حق کو) جھٹلاوے اور (اس سے) روگردانی کرے (غرض یہ سارا مضمون جا کر اس سے کہو چنانچہ دونوں حضرات تشریف لے گئے اور جا کر اس سے سب کہہ دیا) وہ کہنے لگا کہ پھر (یہ بتلاؤ کہ) تم دونوں کا رب کون ہے (جس کو تم اپنا فرستادہ بتلاتے ہو) اے موسیٰ (جواب میں) موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا کہ ہمارا (دونوں کا بلکہ سب کا) رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کے مناسب بناوٹ عطا فرمائی پھر (ان میں جو جاندار چیزیں تھیں ان کو ان کے منافع ومصالح کی طرف) رہنمائی فرمائی (چنانچہ ہر جانور اپنی مناسب غذا اور جوڑا اور مسکن وغیرہ ڈھونڈ لیتا ہے پس وہی ہمارا بھی رب ہے) **ف**: ایک آیت میں جو سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ کے ساتھ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا [القصص: ۳۴] آیا ہے سو اقتران فی الذکر سے اقتران فی القول لازم نہیں آتا اب یہ اشکال نہ رہا کہ بعد وعدہ جعل سلطان کے پھر خوف کیوں ہوا اور اگر یسرلی امری کے ساتھ اوتیت سولك کے انضمام سے شبہ ہو کہ تیسیر امر تبلیغ کے وعدہ کے بعد یہ خوف کیوں ہوا سو جواب یہ ہے کہ تیسیر تبلیغ بمعنی ارتفاع الموانع فی المتکلم مستلزم نہیں ارفاع الموانع فی المخاطب کو اور فرعون اگر وجود صانع کا قائل تھا تب تو اعطی الخ کو صلہ میں لانا بوجہ اس کے معلوم ہونے کے ہے اور اگر دہری تھا تو اس کو صلہ میں لانا بوجہ کالمعلوم ہونے کے ہے اور فرعون کا صرف موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب بنانا تو اس لئے ہو کہ قرائن سے ان کا اصل ہونا معلوم ہوگیا ہو یا قدیم تعلق کی وجہ سے ہو یا اس لئے ہو کہ کلام بھی موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا ہارون علیہ السلام صرف مؤید تھے۔ واللہ اعلم

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اس میں وہی مسئلہ ہے جو قولہ تعالیٰ: قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ [طہ: ۲۱] میں گزر چکا ہے قولہ تعالیٰ: قَالَ لَا تَخَافَآ الخ اگر جملہ اسمع و اری اننی معکما کی تفسیر ہو تو دلیل ہے قرب صفاتی پر اور اگر مستقل ہو تو اننی معکما دلیل ہے قرب ذاتی پر۔ قولہ تعالیٰ: اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰی مَنْ كَذَّبَ الخ اس میں وہی مسئلہ ہے جو قولا له قولا لینا میں ہے۔ چنانچہ ان العذاب علیك نہیں فرمایا گیا۔ قولہ تعالیٰ قال: فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰی اس جواب میں ارشاد ہے کہ معرفت بالکنہ ممتنع ہے اور بالصفات والافعال جائز ہے ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله** فارسل جانے دے اشارة الی ان المراد بالارسال الاستر سال لا البعث الی الشام ۱۲۔ ۲ **قوله** قبل قال فمن ربکما تشریف لے گئے اشارة الی ان فیه ایجازا اعتماداً علی القرینة ۱۲۔ ۳ **قوله** فی هدی جو جاندار لان الهداية قرينة عليه ۱۲۔

اللغات: قوله یفرط فی القاموس فرط سبق وعلیه فی القول السرف وفی الروح ای یعجل علینا بالعقوبة ولا یصیر الی اتمام الدعوة ۱۲۔

النحو: فاتیاه عطف لا تخافا قوله اسمع واری تاکید لقوله اننی معکما ۱۲۔

البلاغۃ: قوله باية افردها لان المقصود المجئ بمطلق الآية لا ذكر تعددها قوله فمن ربكما الفاء لترتيب السوال على ما سبق من كونهما رسولى ربهما اى اذا كنتما رسولى ربكما الذى ارسلكما فاخبرا من ربكما الذى ارسلكما ۱۲۔

قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰی ﴿۵۱﴾ قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ فِیْ كِتٰبٍ ۚ لَا يَضِلُّ رَبِّیْ وَلَا يَنْسَی ﴿۵۲﴾ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ

مَهْدًا وَّسَلَكَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ؕ فَاَخْرَجْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى ﴿۵۳﴾ كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ﴿۵۴﴾ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴿۵۵﴾ وَلَقَدْ اَرَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاَبٰى ﴿۵۶﴾ قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۵۷﴾ فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَاۤ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى ﴿۵۸﴾ قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ﴿۵۹﴾

فرعون نے کہا کہ اچھا تو پہلے لوگوں کا کیا حال ہوا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ان لوگوں کا علم میرے پروردگار کے پاس دفتر (اعمال) میں (محفوظ) ہے میرا رب نہ غلطی کرتا ہے اور نہ بھولتا ہے۔ وہ (رب) ایسا ہے جس نے تم لوگوں کے لئے زمین کو (مثل) فرش (کے) بنایا اور اس (زمین) میں تمہارے (چلنے کے) واسطے راستے بنائے اور آسمان سے پانی برسایا پھر ہم نے اس (پانی) کے ذریعے سے اقسام مختلفہ کے نباتات پیدا کئے (اور تم کو اجازت دی کہ) خود (بھی) کھاؤ اور اپنے مواشی (بھی) چراؤ ان سب چیزوں میں اہل عقل کے واسطے (قدرت الٰہیہ کی) نشانیاں ہیں ہم نے تم کو اسی زمین سے پیدا کیا اور اسی میں ہم تم کو (بعد موت) لے جاویں گے اور (قیامت کے روز) پھر دوبارہ اسی سے ہم تم کو نکالیں گے اور ہم نے اس کو اپنی وہ سب ہی نشانیاں دکھلائیں سو وہ جھٹلایا ہی کیا اور انکار کرتا رہا اور کہنے لگا کہ اے موسیٰ تم ہمارے پاس اس واسطے آئے ہو (کہ) ہم کو ہمارے ملک سے اپنے جادو (کے زور) سے نکال باہر کرو سو اب ہم بھی تمہارے مقابلہ میں ایسا ہی جادو لاتے ہیں تو ہمارے اور اپنے درمیان میں ایک وعدہ مقرر کر لو جس کا نہ ہم خلاف کریں گے اور نہ تم خلاف کرو کسی ہموار میدان میں (تاکہ سب دیکھ لیں موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تمہارے (مقابلہ) کے وعدے کا وہ وقت وہ دن ہے جس میں (تمہارا) میلہ ہوتا ہے اور جس میں دن چڑھے لوگ جمع ہو جاتے ہیں۔

تفسیر: اور اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ میں کسی شئے کے ناقص الخلقت ہونے سے شبہ نہ کیا جاوے کیونکہ وہاں بھی مناسب ہے گو مصالح اس کے خفی ہوں اور ان العذاب کے ترجمہ میں قہر کی قید سے یہ شبہ جاتا رہا کہ عذاب تو عصاۃ کو بھی ہوگا سو وہ عذاب تطہیر کے لئے ہے نہ کہ قہر سے قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى ﴿۵۱﴾ (الی قولہ تعالیٰ) وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴿۵۵﴾ فرعون نے اس پر شبہ کیا: اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى [طٰہٰ: ۴۸] اور) کہا کہ اچھا تو پہلے لوگوں کا کیا ہوا (جو انبیاء کی تکذیب کرتے تھے اور ان پر کون سا عذاب نازل ہوا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ (میں نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ عذاب موعود دنیا ہی میں آنا ضرور ہے بلکہ کبھی دنیا میں بھی آ جاتا ہے اور آخرت میں ضرور ہی ہوگا چنانچہ) ان لوگوں (کی بداعمالیوں) کا علم میرے پروردگار کے پاس دفتر (اعمال) میں (محفوظ) ہے (گو ان کو دفتر کی حاجت نہیں مگر بعض حکمتوں سے ایسا ہی کیا گیا ہے غرض یہ کہ اللہ تعالیٰ کو ان کے اعمال معلوم ہیں اور) میرا رب (ایسا جاننے والا ہے کہ) نہ غلطی کرتا ہے اور نہ بھولتا ہے (پس ان کے اعمال کا صحیح صحیح علم اس کو حاصل ہے مگر عذاب کیلئے وقت مقرر کر رکھا ہے جب[1] وہ وقت آوے گا وہ عذاب ان پر جاری کر دیا جاوے گا پس دنیا میں عذاب نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ کفر و تکذیب علت عذاب کی نہ ہو یہاں تک موسیٰ علیہ السلام کی تقریر ہو چکی آگے اللہ تعالیٰ اپنی شان ربوبیت کی کچھ تفصیل بیان فرماتے ہیں جس کا ذکر اجمالاً موسیٰ علیہ السلام کے اس کلام میں تھا: رَبُّنَا الَّذِيْۤ اَعْطٰى الخ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ الخ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ الخ چنانچہ ارشاد ہے کہ وہ (رب) ایسا ہے جس نے تم لوگوں کے لئے زمین کو (مثل) فرش (کے) بنایا (کہ اس پر آرام کرتے ہو) اور اس (زمین) میں تمہارے (چلنے کے) واسطے رستے بنائے اور آسمان سے پانی برسایا پھر ہم نے اس (پانی) کے ذریعہ سے اقسام مختلفہ کے نباتات پیدا کئے (اور تم کو اجازت دی کہ) خود (بھی) کھاؤ اور اپنے مواشی کو (بھی) چراؤ ان سب (مذکورہ) چیزوں میں اہل عقل کے (استدلال کے) واسطے (قدرت الٰہیہ کی) نشانیاں ہیں (جس طرح نباتات کو زمین سے نکالتے ہیں اسی طرح) ہم نے تم کو اسی زمین سے (ابتدا میں) پیدا کیا (چنانچہ آدم علیہ السلام مٹی سے بنائے گئے سو ان کے واسطے سے سب کا مادہ بعید خاک ہوئی) اور اسی میں ہم تم کو (بعد موت) لے جاویں گے (چنانچہ کوئی مردہ کسی حالت میں ہو لیکن آخر کو گو مدتوں کے بعد سہی مگر مٹی میں ضرور ملے گا) اور (قیامت کے روز) پھر دوبارہ اسی سے ہم تم کو نکال لیں گے (جیسا پہلی بار اس سے پیدا کر چکے ہیں) **ف**: شاید اللہ تعالیٰ نے یہ جملہ اس لئے بڑھا دیا ہو کہ سورت مکیہ ہے کفار مکی توحید و بعث کے منکر تھے اور اس جملہ میں دونوں پر دلالت ہے واللہ اعلم۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: فَاَخْرَجْنَا بِهٖ اس میں اثبات ہے اسباب کا چنانچہ بہ کہا گیا اور اثبات ہے اس کا کہ مؤثر حقیقی حق تعالیٰ ہے چنانچہ فَاَخْرَجْنَا کہا گیا ۱۲۔

الحواشی: (۱) اگرچہ جواب کا ایک طریق یہ بھی تھا کہ امم سابقہ کے عذاب کو اور ان کے واقعات کو ذکر فرما دیتے لیکن اس طریق کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس لئے اختیار نہیں فرمایا کہ اس میں احتمال تھا کہ فرعون ان واقعات کو اتفاق پر محمول کر کے ان کے بطور عذاب ہونے کا انکار کر دیتا اور اپنی غباوت سے قہر الٰہی اور اتفاق میں

فرق نہ سمجھ سکتا ۱۲ تبیان۔

ملحقات الترجمۃ : ۱ قوله في كلوا اجازت دی اشارة الى كون الامر معمولا للمقدر حالا اى قائلين و آذنين لكم الخ ۱۲ ۲ قوله فی تارة اخرىٰ جیسا پہلی بار اشارة الى ان الاخراج والخلق لما كانا متقاربين صح الحكم على الاخراج بكونه تارة اخرىٰ ۱۲۔

اللغات : الرعى لازم ومتعد المهد مصدر ثم جعل اسم جنس لما يمهد للصبى وسلك كما فى القاموس ادخل اى حصل لكم طرقا ووسطها بين الجبال والاودية كذا فى الروح النهى جمع نهية العقل لنهيه عن اتباع الباطل وارتكاب القبح ۱۲۔ موعد او قوله موعدكم مصدر فى الاول بقرينة عود ضمير نخلفه اليه لانه لا معنى لا خلاف وقت الوعد وظرف فى الثانى ليصح الاخبار عنه بقوله يوم الزينة بلا تكلف قوله سوى اى مكانا مستويا من الارض لا وعرفيه ولا جبل ولا اكمة ولا مطمئن بحيث يستر الحاضرين فيه بعضهم عن بعض اخرجه ابن ابى حاتم عن ابن زيد كذا فى الروح ۱۲ قوله السحت والاسحات الاستيصال ۱۲۔

النحو : قوله شتى صفة لازواجا ويمكن ان يجعل صفة لنبات لما انه فى الاصل مصدر يستوى فيه الواحد والجمع ۱۲ قال اجئتنا استيناف قوله وان يحشر الناس عطف على الزينة اى يوم الزينة ويوم الحشر قوله مكانا سوى انتصابه على انه مفعول به لفعل مقدر يدل عليه موعد اى عد مكانا۔

البلاغۃ : قوله فيها نعيدكم لم يقل اليها للدلالة على الاستقرار المديد فيها ۱۲۔

فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى ﴿۶۰﴾ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ﴿۶۱﴾ فَتَنَازَعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَاَسَرُّوا النَّجْوٰى ﴿۶۲﴾ قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ﴿۶۳﴾ فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَقَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى ﴿۶۴﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ﴿۶۵﴾ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ﴿۶۶﴾ فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى ﴿۶۷﴾ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ﴿۶۸﴾ وَاَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ۭ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ ۭ وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰى ﴿۶۹﴾ فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى ﴿۷۰﴾ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۭ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ۡ وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى ﴿۷۱﴾ قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَاۗءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ۭ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۷۲﴾ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿۷۳﴾ اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ۭ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ﴿۷۴﴾ وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ﴿۷۵﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزٰۗؤُا مَنْ تَزَكّٰى ﴿۷۶﴾

غرض (یہ سن کر) فرعون (دربار سے) لوٹ گیا پھر اپنا مکر کا (یعنی جادو کا) سامان جمع کرنا شروع کر دیا پھر آیا (اس وقت) موسیٰ علیہ السلام نے ان (جادوگر) لوگوں سے فرمایا ارے کم بختی مارو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ افترا مت کرو کبھی خدا تعالیٰ تم کو کسی قسم کی سزا سے بالکل نیست و نابود ہی کر دے گا اور جو جھوٹ باندھتا ہے وہ (آخر کو) ناکام رہتا ہے پس جادوگر (یہ بات سن کر) باہم اپنی رائے میں اختلاف کرنے لگے اور خفیہ گفتگو کرتے رہے (آخر کار سب متفق ہو کر) کہنے لگے کہ بے شک یہ دونوں جادوگر ہیں ان

کا مطلب یہ ہے کہ اپنے جادو (کے زور) سے تم کو تمہاری سر زمین سے نکال باہر کریں اور تمہارے عمدہ (مذہبی) طریقہ کا دفتر ہی اٹھا دیں سو اب تم مل کر اپنی تدبیری انتظام کرو اور صفیں آراستہ کر کے (مقابلہ میں) آؤ اور آج وہی کامیاب ہے جو غالب ہوا۔ پھر انہوں نے کہا اے موسیٰ علیہ السلام آپ (اپنا عصا) پہلے ڈالیں گے یا ہم پہلے ڈالنے والے بنیں آپ نے فرمایا نہیں تم ہی پہلے ڈالو پس یکا یک ان کی رسیاں اور لاٹھیاں ان کی نظر بندی سے موسیٰ علیہ السلام کے خیال میں ایسی معلوم ہونے لگیں جیسے (سانپ کی طرح) چلتی دوڑتی ہوں سو موسیٰ علیہ السلام کے دل میں تھوڑا سا خوف ہوا ہم نے کہا کہ تم ڈرو نہیں تم ہی غالب رہو گے اور (اس کی صورت یہ ہے کہ تمہارے داہنے ہاتھ میں جو (عصا) ہے اس کو ڈال دو ان لوگوں نے جو کچھ (سانگ) بنایا ہے یہ (عصا) سب کو نگل جائے گا یہ جو کچھ بنایا ہے جادوگروں کا سانگ ہے اور جادوگر کہیں جاوے کامیاب نہیں ہوتا سو جادوگر سجدے میں گر گئے ہم تو ایمان لے آئے ہارون اور موسیٰ علیہ السلام کے پروردگار پر۔ فرعون نے کہا کہ بدوں اس کے کہ میں تم کو اجازت دوں تم موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے واقعی (وہ سحر میں) تمہارے بھی بڑے ہیں کہ انہوں نے تم کو سحر سکھلایا ہے سو میں تم سب کے ہاتھ پاؤں کٹواتا ہوں ایک طرف کا ہاتھ اور ایک طرف کا پاؤں اور تم سب کو کھجوروں کے درختوں پر ٹنگواتا ہوں اور یہ بھی تم کو معلوم ہوا جاتا ہے کہ ہم دونوں میں (یعنی مجھ میں اور رب موسیٰ علیہ السلام میں) کس کا عذاب زیادہ سخت اور دیرپا ہے ان لوگوں نے صاف جواب دے دیا کہ ہم تجھ کو کبھی ترجیح نہ دیں گے بمقابلہ ان دلائل کے جو ہم کو ملے ہیں اور بمقابلہ اس ذات کے جس نے ہم کو پیدا کیا ہے تجھ کو جو کچھ کرنا (دل کھول کر) کر ڈال تو بجز اس کے کہ اس دنیاوی زندگی میں کچھ کر لے اور کر ہی کیا سکتا ہے پس اب تو ہم اپنے پروردگار پر ایمان لا چکے ہیں تاکہ ہمارے پچھلے گناہ (کفر وغیرہ) معاف کر دیں اور تو نے جو جادو (کے مقدمہ) میں ہم پر زور ڈالا اس کو بھی معاف کر دیں اور اللہ تعالیٰ (تجھ سے) بدرجہا اچھے ہیں اور زیادہ بقا والے ہیں۔ جو شخص (بغاوت کا) مجرم ہو کر اپنے رب کے پاس حاضر ہوگا سو اس کے لئے دوزخ (مقرر) ہے اس میں نہ مرے گا نہ جئے گا اور جو شخص رب کے پاس مؤمن ہو کر حاضر ہوگا جس نے نیک کام بھی کئے ہوں سو ایسوں کے لئے بڑے اونچے درجے ہیں یعنی ہمیشہ رہنے کے باغات جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے اور جو شخص (کفر و معصیت سے) پاک ہو اس کا یہی انعام ہے۔

تفسیر: وَلَقَدْ اَرَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا (الی قولہ تعالی) وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى اور ہم نے اس (فرعون) کو اپنی (وہ) سب ہی نشانیاں دکھلائیں (جو کہ موسیٰ علیہ السلام کو عطا ہوئی تھیں) سو وہ (جب بھی) جھٹلایا ہی کیا اور انکار ہی کرتا رہا (اور) کہنے لگا کہ اے موسیٰ تم ہمارے پاس (یہ دعویٰ لے کر) اس واسطے آئے ہو (گے) کہ ہم کو ہمارے ملک سے اپنے جادو (کے زور) سے نکال باہر کرو (اور خود عوام کو فریفتہ اور تابع بنا کر رئیس بن جاؤ) سو اب ہم بھی تمہارے مقابلہ میں ایسا ہی جادو لاتے ہیں تو ہمارے اور اپنے درمیان ایک وعدہ مقرر کر لو جس کو نہ ہم خلاف کریں اور نہ تم خلاف کرو کسی ہموار میدان میں (تاکہ سب دیکھ لیں) موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا تمہارے (مقابلہ کے) وعدہ کا وقت وہ دن ہے جس میں (تمہارا) میلہ ہوتا ہے اور (جس میں) دن چڑھے لوگ جمع ہو جاتے ہیں (اور ظاہر ہے کہ میلے کا موقع اکثر ہموار ہی زمین میں ہوتا ہے اس سے مکان سوی کی شرط بھی پوری ہو جاوے گی)۔ ف: یہ جو فرعون نے کہا: اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا اگر دل[1] میں غرض سمجھتا ہو جیسا کہ ظاہر یہی ہے تو یہ کہنا اس لئے ہوگا کہ اور سننے والوں کو موسیٰ علیہ السلام پر غیظ پیدا ہو جاوے کیونکہ ترک وطن طبائع پر شاق ہوتا ہے اور اس غیظ کی وجہ سے ان کی طرف میلان نہ ہونے پاوے کہ آیات میں تدبر کر سکیں: فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ (الی قولہ تعالی) وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى غرض (یہ سن کر) فرعون (دربار سے اپنی جگہ) لوٹ گیا پھر اپنا مکر کا (یعنی جادو کا) سامان جمع کرنا شروع کیا پھر (سب کو لے کر اس میدان میں جہاں وعدہ ٹھہرا تھا) آیا (اس وقت) موسیٰ (علیہ السلام) نے ان (جادوگر) لوگوں سے فرمایا کہ ارے کمبختی مارو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ افترا مت کرو (کہ اس کے وجود یا توحید کا انکار کرنے لگو یا اس کے ظاہر کئے ہوئے معجزات کو سحر بتلانے لگو) کبھی خدا تعالیٰ تم کو کسی قسم کی سزا سے بالکل نیست و نابود ہی کر دے اور جو جھوٹ باندھتا ہے وہ (آخر کو) ناکام رہتا ہے پس جادوگر (یہ بات سن کر ان دونوں حضرات کے بارہ میں) باہم اپنی رائے میں اختلاف کرنے لگے اور خفیہ گفتگو کرتے رہے (آخری نتیجہ سب متفق ہو کر) کہنے لگے کہ بیشک یہ دونوں جادوگر ہیں ان کا مطلب یہ ہے کہ اپنے جادو (کے زور) سے تم کو تمہاری سر زمین سے نکال باہر کریں اور تمہارے عمدہ (مذہبی) طریقہ کا دفتر ہی اُٹھا دیں تو اب تم مل کر اپنی تدبیر کا انتظام کرو اور صفیں آراستہ کر کے (مقابلہ میں) آؤ اور آج وہی کامیاب ہے جو غالب ہو (پھر انہوں نے موسیٰ علیہ السلام) سے کہا اے موسیٰ (کہئے) آپ (اپنا عصا) پہلے ڈالیں گے یا ہم پہلے ڈالنے والے بنیں آپ نے (نہایت بے پروائی سے) فرمایا نہیں تم ہی پہلے ڈالو (چنانچہ انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالیں اور نظر بندی کر دی) پس یکا یک ان کی رسیاں اور لاٹھیاں ان کی نظر بندی سے موسیٰ علیہ السلام کے خیال میں ایسی معلوم ہونے لگیں جیسے (سانپ کی طرح) چلتی دوڑتی ہوں۔ سو موسیٰ (علیہ السلام) کے دل میں تھوڑا سا خوف ہوا (جب دیکھنے میں یہ رسیاں اور لاٹھیاں بھی سانپ معلوم ہوتی ہیں اور میرا عصا بھی بہت سے بہت سانپ بن جاوے گا تو دیکھنے والے تو دونوں چیزوں کو ایک ہی سا سمجھیں گے تو حق و باطل میں امتیاز نہ کریں گے اور یہ خوف باقتضائے طبع تھا ورنہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یقین تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے تو اس کے تمام نشیب و فراز کا بھی انتظام کر دے گا اور اپنے مرسل کی کافی مدد کرے گا اور ایسا

خوف طبعی جو درجہ وسوسہ میں تھا شان کمال کے منافی نہیں الغرض جب یہ خوف ہوا س وقت) ہم نے کہا کہ تم ڈرو نہیں تم ہی غالب رہو گے اور (اس کی صورت یہ ہے کہ) یہ تمہارے داہنے ہاتھ میں جو (عصا) ہے اس کو ڈال دو۔ ان لوگوں نے جو کچھ (سانگ) بنایا ہے یہ (عصا) سب کو نگل جاوے گا یہ جو کچھ بنایا ہے جادوگروں کا سانگ ہے اور جادوگر کہیں جاوے (معجزہ کے مقابلہ میں کبھی) کامیاب نہیں ہوتا (موسیٰ علیہ السلام کو تسلی ہوگئی کہ اب امتیاز خوب ہوسکتا ہے چنانچہ انہوں نے عصا ڈالا اور واقعی وہ سب کو نگل گیا) سو جادوگر (وں نے جو یہ فعل فوق السحر دیکھا سمجھ گئے کہ یہ بیشک معجزہ ہے اور فوراً ہی سب) سجدہ میں گر گئے (اور بآواز بلند) کہا کہ ہم تو ایمان لے آئے ہارون اور موسیٰ (علیہما السلام) کے پروردگار پر۔ فرعون نے (یہ واقعہ دیکھ کر جادوگروں کو دھمکایا اور) کہا کہ بدوں[۵] اس کے کہ میں تم کو اجازت دوں (یعنی میری خلاف مرضی) تم موسیٰ (علیہ السلام) پر ایمان لے آئے واقعی (معلوم ہوتا ہے کہ) وہ (سحر میں) تمہارے بھی بڑے (اور استاد) ہیں کہ انہوں نے تم کو سحر دکھلایا ہے (اور استاد شاگردوں نے سازش کرکے جنگ زرگری کی ہے تاکہ تم کو ریاست حاصل ہو) سو (اب حقیقت معلوم ہوئی جاتی ہے) میں تم سب کے ہاتھ پاؤں کٹواتا ہوں ایک طرف کا ہاتھ اور ایک طرف کا پاؤں اور تم سب کو کھجوروں کے درختوں پر ٹنگواتا ہوں (تاکہ سب دیکھ کر عبرت حاصل کریں) اور یہ بھی تم کو معلوم ہوا جاتا ہے کہ ہم دونوں میں (یعنی مجھ میں اور رب موسیٰ میں) کس کا عذاب زیادہ سخت اور دیرپا ہے ان لوگوں نے صاف جواب دے دیا کہ ہم تجھ کو کبھی ترجیح نہ دیں گے بمقابلہ ان دلائل کے جو ہم کو ملے ہیں اور بمقابلہ اس ذات کے جس نے ہم کو پیدا کیا ہے تجھ کو جو کچھ کرنا ہو (دل کھول کر) کر ڈال تو بجز اس کے کہ اس دنیوی زندگانی میں کچھ کرلے اور کرہی کیا سکتا ہے بس اب تو ہم اپنے پروردگار پر ایمان لاچکے تاکہ ہمارے (پچھلے) گناہ (کفر وغیرہ) معاف کردیں اور تو نے جو جادو (کے مقدمہ) میں ہم پر زور ڈالا اس کو بھی معاف کردیں اور اللہ تعالیٰ (باعتبار ذات وصفات کے بھی تجھ سے) بدرجہا اچھے ہیں اور (باعتبار ثواب وعقاب کے بھی) زیادہ بقا والے ہیں (اور تجھ کو نہ خیریت نصیب ہے نہ بقاء تو تیرا کیا انعام جس کا وعدہ ہم سے کیا تھا اور کیا عذاب جس کی اب وعید سناتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے جس ثواب اور عذاب کو بقاء ہے اس کا قانون یہ ہے کہ) جو شخص (بغاوت کا) مجرم ہوکر (یعنی کافر ہوکر) اپنے رب کے پاس حاضر ہوگا سو اس کے لئے دوزخ (مقرر) ہے اس میں نہ مرے ہی گا اور نہ جئے ہی گا (نہ مرنا تو ظاہر ہے اور نہ جینا یہ کہ جینے کا آرام نہ ہوگا) اور جو شخص اس کے پاس مؤمن ہوکر حاضر ہوگا جس نے[۶] نیک کام بھی کئے ہوں سو ایسوں کے لئے بڑے اونچے درجے ہیں یعنی ہمیشہ رہنے کے باغات جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے اور جو شخص (کفر ومعصیت سے) پاک ہوا س کا یہی انعام ہے (پس اس قانون کے موافق ہم نے کفر کو چھوڑ کر ایمان اختیار کرلیا) **ف** : فرعون کا یہ کہنا کہ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ عوام کو فریب دینے کے لئے تھا ورنہ موسیٰ علیہ السلام سے ان کی بے تعلقی وہ بھی جانتا تھا اور اکرھتنا کہنا یا تو اس بناء پر ہو کہ حکم سلطانی[۲] کے بعد آزادی سے رائے قائم کرنے کی گنجائش نہیں رہتی اور یا اس وجہ سے ہو کہ ساحرین کی رائے مقابلہ میں آنے کی نہ ہوگی کسی مصلحت کے خیال سے اور اس کی کہیں تصریح نہیں دیکھی کہ فرعون نے ان نومسلموں کو یہ سزا دی یا نہیں اور مؤمن غیر عامل صالحات کا ذکر اس آیت میں نہیں ہے اس کا حال دوسرے دلائل سے معلوم ہے۔

ترجمۂ مسائل السلوک : قولہ تعالیٰ : وَيْلَكُمْ الخ ایسا کلام فرعون سے نہیں فرمایا گیا اس میں بھی حفظ مراتب کا اثبات ہے ۱۲۔ قولہ تعالیٰ : فَأَوْجَسَ فِي نَفْسِهِ اس میں اثبات ہے عدم ادعائے کمال کا کیونکہ ایسے شخص کو خوف نہیں ہوتا۔ قولہ تعالیٰ : فَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ الخ اس میں دلالت ہے اس پر کہ عمل اختیاری توفیق پر موقوف ہے۔ قولہ تعالیٰ : قَالُوا لَنْ نُؤْثِرَكَ یہ مشعر ہے کہ استعداد کا کامل ہونا مبتدی کو منتہی کے مقام پر پہنچا دیتا ہے (چنانچہ یہ جواب ان کے منتہی ہونے پر دال ہے) قولہ تعالیٰ : فَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا اس میں تنبیہ ہے سامع کی حق تعالیٰ کے الطاف پر کہ جس بندہ کو چاہے غایت کفر اور عناد سے نہایت ایمان اور سداد تک پہنچادے۔

الحواشی : (۱) یعنی اگر اس نے موسیٰ علیہ السلام کے متعلق کوئی خاص رائے قائم نہ کی ہو تب تو استفہام کی وجہ ظاہر ہے یعنی غرض کا دریافت کرنا اور اگر یہ غرض پیشتر سے سمجھ رکھی ہو تو اس وقت سوال ہوگا کہ جب غرض معلوم ہے تو پوچھنے سے کیا فائدہ اس میں اس کا جواب دیا ہے ۱۲ (۲) ای صیغة یحل اللتی بمعنی ینزل یاتی بالکسر والضم (من نصر وضرب) والتی بمعنی یجوز یاتی بالکسر فقط ۱۲ منه۔

ملحقات الترجمة : ۱؎ **قوله** فی ارنیه دکھلائیں اشارة الی کون الاراء ة بمعنی الابصار او التعریف لانه لا یجوز حذف المفعول الثالث ۱۲۔ ۲؎ **قوله** فی کلها جوکہ موسیٰ علیہ السلام الخ وبه ارتفع الاشکالات کلها وتلك الآیات هی التی ذکرت فی قوله اذهب انت واخوك بایاتی کما قراء ت فی تفسیره ۱۲۔ ۳؎ **قوله** فی خیفة تھوڑا سا افاده التنکیر للتقلیل ۱۲۔ ۴؎ **قوله** فی کید ساحر جادوگروں اشارة الی ارادة الجنس ۱۲۔ ۵؎ **قوله** فی قبل ان اذن لکم بدوں اشارة الی ان المعنی من غیر اذنی کما فی قوله تعالیٰ قبل ان تنفد کلمات ربی لأن اذنه لهم فی ذلك واقع بعد او متوقع ۱۲۔ ۶؎ **قوله** جس نے نیک کام الخ هذه الترجمة بناء علی کون الجملة صفة للحال ویحتمل ان یکون حالا بعد حال کما فی التفسیر النیسابوری ولعله اولیٰ ۱۲۔

اختلاف القراءۃ: قوله ان هذا ان قرأ ابن كثير بتشديد نون هذان وهو على خلاف القياس وفی قراء ة ان بتشديد النون وهذان بالف ونون خفيفة على لغة بعض العرب من اجراء الثنى بالالف دائما قالوا ضربة بين اوتاه من يشترى الخفان وهى لغة لكنانة ولبنى الحرث بن كعب وخثعم وزبيد ولبنى العنبر وبنى الهجيم ومراد وعذرة وقرأ ابو عمرو ان هذين واعرابه واضح۔ واما ما نسب الى عائشةؓ من حكمها على القراء ة الثانية بكونها لحنا وخطأ من الكتاب فغير ثابت كيف وقد ذكر اهل المصطلح ان مما يدرك به وضع الخبر ما يوخذ من حال المروى كان يكون مناقضًا لنص القرآن او السنة المتواترة او الاجماع القطعى او صريح العقل حيث لا يقبل شئى من ذلك التاويل او لم يحتمل سقوط شئ منه يزول به المحذور كذا فى الروح۱۲۔

اللغات: الايجاس الاضمار۱۲۔

النحو: قوله انما صنعوا ما غير كافة النحو قوله اما ان تلقى منصوب بفعل مضمر اى اما تختار القائك او تختار كوننا اول من القى او مرفوع على انه خبر لمبتد المحذوف اى الامر اما القائك او كوننا اول من القى كذا فى الروح۱۲۔

وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰىٓ ۙ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِىْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِى الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى ﴿۷۷﴾ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ﴿۷۸﴾ وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى ﴿۷۹﴾ يٰبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ﴿۸۰﴾ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِىْ ۚ وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِىْ فَقَدْ هَوٰى ﴿۸۱﴾ وَاِنِّىْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ﴿۸۲﴾

اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ ہمارے ان بندوں (یعنی بنی اسرائیل کو مصر سے) راتوں رات (باہر) لے جاؤ پھر ان کے لئے دریا میں (عصا لاکر) خشک راستہ بنا دینا نہ تو تم کو کسی کے تعاقب کا اندیشہ ہوگا اور نہ اور کسی کا خوف ہوگا پس فرعون اپنے لشکروں کو لے کر ان کے پیچھے چلا تو دریا ان پر جیسا ملنے کو تھا آ ملا اور فرعون اپنی قوم کو بری راہ لایا اور نیک راہ ان کو نہ بتلائی۔ اے بنی اسرائیل (دیکھو) ہم نے تم کو تمہارے (ایسے بڑے) دشمن سے نجات دی اور ہم نے تم سے (یعنی تمہارے پیغمبر سے) کوہ طور کی داھنی جانب آنے کا وعدہ کیا اور (وادی تیہ میں) ہم نے تم پر من وسلویٰ نازل فرمایا (اور اجازت دی کہ) ہم نے جو نفیس چیزیں تم کو دی ہیں ان کو کھاؤ اور اس (کھانے) میں حد (شرعی) سے مت گزرو کہیں میرا غضب تم پر واقع ہو جائے اور جس شخص پر میرا غضب واقع ہوتا ہے وہ بالکل گیا گزرا ہوا اور (نیز) اس کے ساتھ یہ بھی (کہ) میں ایسے لوگوں کے لئے بڑا بخشنے والا بھی ہوں جو توبہ کرلیں اور ایمان لے آویں اور نیک عمل کریں پھر (اسی) راہ پر قائم (بھی) رہیں۔

تفسیر: وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰىٓ (الی قولہ تعالیٰ) ثُمَّ اهْتَدٰى ﴿۸۲﴾ اور (جب فرعون اس پر بھی ایمان نہ لایا اور ایک عرصہ تک مختلف معاملات وواقعات ہوتے رہے اس وقت) ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس وحی بھیجی کہ ہمارے (ان) بندوں کو (یعنی بنی اسرائیل کو مصر سے) راتوں رات (باہر) لے جاؤ (اور دور چلے جاؤ تاکہ فرعون کے ظلم وشدائد سے ان کو نجات ہو) پھر (راہ میں جو دریا ملے گا تو) ان کے لئے دریا میں (عصا مار کر) خشک راستہ بنا دینا (یعنی عصا مارنا کہ اس سے خشک راستہ بن جاوے گا) نہ تو تم کو کسی کے تعاقب کا اندیشہ ہوگا (کیونکہ اہل تعاقب کامیاب نہ ہوں گے گو تعاقب کریں) اور نہ اور کسی قسم کا (مثلاً غرق وغیرہ کا) خوف ہوگا (بلکہ امن واطمینان سے پار ہو جاؤ گے چنانچہ موسیٰ علیہ السلام موافق حکم کے ان کو شبا شب نکال لے گئے اور صبح مصر میں خبر مشہور ہوئی) پس فرعون اپنے لشکروں کو لے کر ان کے پیچھے چلا (اور بنی اسرائیل موافق وعدۂ الٰہیہ کے دریا سے پار ہو گئے اور ہنوز وہ راستے اسی طرح اپنی حالت پر تھے جیسا دوسری آیت میں ہے: وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ۭ اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ [الدخان: ۲۴] فرعونیوں نے جلدی میں کچھ آگا پیچھا سوچا نہیں ان راستوں پر ہو لئے جب سب اندر آ گئے تو (اس وقت چاروں طرف سے) دریا (کا پانی سمٹ کر) ان پر جیسا ملنے کا تھا آ ملا (اور سب غرق ہو کر رہ گئے) اور فرعون اپنی قوم کو بری راہ لایا اور نیک راہ ان کو نہ بتلائی (جس کا اس کو دعویٰ تھا **وما اهديك الا سبيل الرشاد** اور بری راہ ہونا ظاہر کہ دنیا کا ضرر ہوا اور آخرت کا بھی **حيث اغرقوا فادخلوا نارا**۔ پھر بنی اسرائیل کو بعد نعمت انجاء کے اور نعمتیں عنایت ہوئیں مثلاً عطائے تورات اور من وسلویٰ ان نعمتوں کو عطا کر کے ہم نے بنی اسرائیل سے فرمایا (کہ) اے بنی اسرائیل (دیکھو) ہم نے (تم کو کیسی کیسی نعمتیں دیں کہ) تم کو تمہارے (ایسے بڑے) دشمن سے نجات دی اور ہم نے تم سے (یعنی تمہارے

پیغمبر سے تمہارے نفع[۲] کے واسطے) کوہ طور کے داہنی جانب آنے کا (اور وہاں آنے کے بعد توراۃ دینے کا) وعدہ کیا اور (وادی تیہ میں) ہم نے تم پر من وسلویٰ نازل فرمایا (اور اجازت دی کہ) ہم نے جو نفیس چیزیں (شرعاً بھی کہ حلال اور طبعاً بھی کہ لذیذ ہیں) تم کو دی ہیں ان کو کھاؤ اور (اس کھانے) میں حد (شرعی) سے مت گزرو (مثلاً یہ کہ حرام سے حاصل کیا جاوے کذا فی الدر یا کھا کر معصیت کی جاوے) کہیں میرا غضب تم پر واقع نہ ہو جاوے اور جس شخص پر میرا غضب واقع ہوتا ہے وہ بالکل گیا گزرا ہوا اور (نیز اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ) میں ایسے لوگوں کے لئے بڑا بخشنے والا بھی ہوں جو (کفر ومعصیت سے) توبہ کر لیں اور ایمان لے آویں اور نیک عمل کریں پھر (اسی) پر قائم (بھی) رہیں (یعنی ایمان وعمل صالح پر مداومت کریں یہ مضمون ہم نے بنی اسرائیل سے کہا تھا کہ تذکیر نعمت اور امر بالشکر ونہی عن المعصیت اور وعدہ وعید یہ خود بھی دینی نعمت ہے)۔ **ف**: جانب طور کو یمن اس لئے فرمایا کہ وہ جانب اس طرف جانے والے کے داہنے ہاتھ پڑتی ہے اور بعض نے یمن سے لیا ہے بمعنی برکت یعنی جانب مبارک اس کی توجیہ ظاہر ہے کیونکہ محل وحی کے مبارک ہونے میں کیا شبہ ہے چنانچہ اس کو مقدس بھی کہا ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله في يا بنى اسرائيل ہم نے فرمایا اشارة الى تقدير قلنا فهو حكاية لما خاطبهم به لا خطاب لعاصرى نبينا صلى الله عليه وسلم ۱۲۔ ۲ قوله في واعدنكم تمہارے نفع کے واسطے اشارة الى نكتة التعبير بما عبر به وقوله آنے کا اشارة الى حذف المضاف اى واعدنا كم اتياذا ذنب۔

اللغات: الدرك اللحوق قوله اتبعهم بمعنى تبعهم ۱۲۔ قوله يحل من حل الدين يحل كسر الحاء اذا وجب ادائه واصله من الحلول وهو في الاجسام ثم استعير لغيرها وشاع حتى صارت حقيقة فيه واقرأ الكسائى فيحل بضم الحاء ويحل بضم اللام ومعنى مضموم لحاله منزل من حل بالبلد وفي الصباح حال العذاب يحل ويحل[1] هذه وحدها بالكسر والضم معاد الباقى بالكسر فقط قوله هوىٰ هلك واصله السقوط عن علو الى سفل ۱۲۔

النحو: قوله طريقا مفعول به لاضرب على الاتساع وهو مجاز عقلى والاصل اضرب البحر ليصير لهم طريقا وقيل ان الضرب بمعنى الجعل او الاتخاذ ۱۲ قوله يبسا مصدر وصف به مبالغة۔

البلاغۃ: قوله ثم اهتدى كلمة ثم اما للتراخى باعتبار الانتهاء لبعده عن الابتداء او للدلالة على بعد ما بين المرتبتين فان المداومة اعلى واعظم من الشرع ۱۲۔

الحواشی: (۱) ومن ثم استدل بهذه الآية بعض الحنفية على ان امر السلطان اكراه ولو لم يتلفظ بلفظ الاكراه ۱۲ منه۔

وَمَآ أَعْجَلَكَ عَن قَوْمِكَ يَٰمُوسَىٰ ﴿٨٣﴾ قَالَ هُمْ أُولَآءِ عَلَىٰٓ أَثَرِى وَعَجِلْتُ إِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضَىٰ ﴿٨٤﴾ قَالَ فَإِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنۢ بَعْدِكَ وَأَضَلَّهُمُ ٱلسَّامِرِىُّ ﴿٨٥﴾ فَرَجَعَ مُوسَىٰٓ إِلَىٰ قَوْمِهِۦ غَضْبَٰنَ أَسِفًا ۚ قَالَ يَٰقَوْمِ أَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ۚ أَفَطَالَ عَلَيْكُمُ ٱلْعَهْدُ أَمْ أَرَدتُّمْ أَن يَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّن رَّبِّكُمْ فَأَخْلَفْتُم مَّوْعِدِى ﴿٨٦﴾ قَالُوا۟ مَآ أَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَلَٰكِنَّا حُمِّلْنَآ أَوْزَارًا مِّن زِينَةِ ٱلْقَوْمِ فَقَذَفْنَٰهَا فَكَذَٰلِكَ أَلْقَى ٱلسَّامِرِىُّ ﴿٨٧﴾ فَأَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهُۥ خُوَارٌ فَقَالُوا۟ هَٰذَآ إِلَٰهُكُمْ وَإِلَٰهُ مُوسَىٰ فَنَسِىَ ﴿٨٨﴾ أَفَلَا يَرَوْنَ أَلَّا يَرْجِعُ إِلَيْهِمْ قَوْلًا وَلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا ﴿٨٩﴾ ع ۱۳ / ۱۳

اور اے موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم سے آگے جلدی آنے کا کیا سبب ہوا انہوں نے (اپنے گمان کے موافق) عرض کیا کہ وہ لوگ یہی تو ہیں میرے پیچھے پیچھے (آرہے ہیں) اور میں آپ کے پاس جلدی سے اس لئے چلا آیا کہ آپ زیادہ خوش ہوں گے ارشاد ہوا کہ تمہاری قوم کو تو ہم نے تمہارے چلے آنے کے بعد ایک بلا میں مبتلا کر دیا اور ان کو سامری نے گمراہ کر دیا غرض موسیٰ (بعد القضاء میعاد کے) غصہ اور رنج میں بھرے ہوئے اپنی قوم کی طرف واپس آئے (اور) فرمانے لگے کہ اے میری قوم کیا تم سے تمہارے رب نے ایک اچھا وعدہ نہیں کیا تھا کیا تم پر (میعاد مقررہ سے کچھ) زمانہ گزر گیا یا تم کو یہ منظور ہوا کہ تم پر تمہارے رب کا غضب واقع ہو اس لئے تم نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا اس کو خلاف کیا وہ کہنے لگے کہ ہم نے جو آپ سے وعدہ کیا تھا اس کو اپنے اختیار سے خلاف نہیں کیا لیکن قوم (قبط) کے زیور میں سے ہم پر بوجھ لد رہا تھا سو ہم نے اس (سامری کے کہنے سے آگ میں) ڈال دیا پھر اسی طرح سامری نے (بھی) ڈال دیا پھر اس (سامری) نے ان لوگوں کے لئے ایک بچھڑا (بنا کر) ظاہر کیا کہ وہ ایک

قالب تھا جس میں ایک (بے معنی) آواز تھی سو وہ (احمق) لوگ (ایک دوسرے) کہنے لگے کہ تمہارا موسیٰ کا معبود تو یہ ہے موسیٰ تو بھول گئے کیا وہ لوگ اتنا بھی نہیں دیکھتے تھے کہ وہ نہ تو ان کی کسی بات کا جواب دے سکتا ہے اور نہ ان کے کسی ضرر یا نفع پر قدرت رکھتا ہے۔

تفسیر: وَمَآ اَعۡجَلَكَ عَنۡ قَوۡمِكَ يٰمُوۡسٰى (الی قولہ تعالیٰ) وَلَا يَمۡلِكُ لَهُمۡ ضَرًّا وَّلَا نَفۡعًا اور (جب اللہ تعالیٰ کو تورات دینا منظور ہوا تو موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر آنے کا حکم فرمایا اور ساتھ آنے کا قوم کو بھی یعنی بعضوں کو حکم ہوا کذا فی فتح المنان عن الباب التاسع عشر من سفر الخروج موسیٰ علیہ السلام شوق میں سب سے آگے تنہا جا پہنچے اور دوسرے لوگ اپنی جگہ رہ گئے طور کا ارادہ ہی نہیں کیا اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ) اے موسیٰ آپ کو اپنی قوم سے آگے جلدی آنے کا کیا سبب ہوا انہوں نے (اپنے گمان کے موافق) عرض کیا کہ وہ لوگ یہی تو ہیں میرے پیچھے پیچھے (آ رہے ہیں) اور میں (سب سے پہلے) آپ کے پاس (یعنی وعدہ مکالمت ومخاطبت کی جگہ) جلدی سے اس لئے چلا آیا کہ آپ (زیادہ) خوش ہوں گے (کیونکہ امتثال امر میں پیش دستی کرنا زیادہ موجب خوشنودی کا ہے) ارشاد ہوا کہ تمہاری قوم کو تو ہم نے تمہارے (چلے آنے کے) بعد ایک بلا میں مبتلا کر دیا اور ان کو سامری نے گمراہ کر دیا (جس کا بیان آگے آتا ہے: فَاَخۡرَجَ لَهُمۡ عِجۡلًا الخ اور اضلال سامری کا ظاہر ہے اور فتنا میں اسناد باعتبار تخلیق کے ہے جس میں کوئی قبح نہیں) غرض موسیٰ (علیہ السلام) بعد انقضائے میعاد کے) غصہ اور رنج میں بھرے ہوئے اپنی قوم کی طرف واپس آئے (اور) فرمانے لگے کہ اے میری قوم کیا تم سے تمہارے رب نے ایک اچھا (اور سچا) وعدہ نہیں کیا تھا (کہ ہم تم کو ایک کتاب احکام کی دیں گے تو اس کتاب کا تم کو انتظار واجب تھا) کیا تم پر (میعاد مقرر سے کچھ) زیادہ زمانہ گزر گیا تھا (کہ اس کے ملنے سے ناامیدی ہوگئی اس لئے اپنی طرف سے ایک عبادت ایجاد کر لی) یا (باوجود ناامیدی نہ ہونے کے) تم کو یہ منظور ہوا کہ تم پر تمہارے رب کا غضب واقع ہو اس لئے تم نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا (کہ آپ کی واپسی تک بھی اسی دین توحید پر قائم رہیں گے) اس کو خلاف کیا وہ کہنے لگے کہ ہم نے جو آپ سے وعدہ کیا تھا اس کو اپنے اختیار سے خلاف نہیں کیا (یہ معنی نہیں کہ بالکل مضطر ہوگئے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جس رائے کو ہم ابتداءً مخلی بالطبع ہو کر اختیار کرتے سامری کا فعل ہمارے لئے منشائے اشتباہ بن گیا جس سے ہم نے وہ رائے سابق اختیار نہ کی بلکہ رائے بدل گئی گو اس پر بھی عمل اختیار ہی سے ہوا چنانچہ آئندہ کہا گیا) ولیکن قوم (قبط) کے زیور میں سے ہم پر بوجھ لد رہا تھا سو ہم نے اس کو (سامری کے کہنے سے آگ میں) ڈال دیا پھر اسی طرح سامری نے (بھی اپنے ساتھ کا زیور) ڈال دیا (آگے اللہ تعالیٰ قصہ کی تمیم فرماتے ہیں) پھر اس (سامری نے ان لوگوں کے لئے ایک بچھڑا (بنا کر) ظاہر کیا کہ وہ ایک قالب (خالی از کمالات) تھا جس میں ایک (بے معنی) آواز تھی سو (اس کی نسبت وہ (احمق) لوگ (ایک دوسرے سے) کہنے لگے کہ تمہارا اور موسیٰ کا بھی معبود تو یہ ہے (اس کی عبادت کرو) موسیٰ تو بھول گئے (کہ طور پر خدا کی طلب میں گئے ہیں حق تعالیٰ ان کی تقبیح فرماتے ہیں کہ) کیا وہ لوگ اتنا بھی نہیں دیکھتے تھے کہ وہ (بواسطہ نہ بلاواسطہ) نہ تو ان کی کسی بات کا جواب دے سکتا ہے اور نہ ان کے کسی ضرر یا نفع پر قدرت رکھتا ہے (ایسا ناکارہ خدا کیا ہوگا اور آلہ حق بواسطہ انبیاء کے خطاب وکلام ضروری فرماتا ہے)۔ **ف**: زیور لینے کا قصہ پارۂ نہم کے رکوع: وَاتَّخَذَ قَوۡمُ مُوۡسٰى [الأعراف: ۱۴۸] الخ میں گذر چکا ہے اور اس زیور کو تصرف میں نہ لانے کی وجہ یہ تھی کہ وہ مال کفار کا بے رضا لیا ہوا تھا اس کا حکم شریعت موسوی میں اب تک معلوم نہ ہوا تھا اس لئے سامری نے جمع کرنے کی رائے دی کہ محفوظ رہے پھر حکم کی تحقیق کر لیں گے اور سامری منسوب ہے سامرہ کی طرف کہ ایک قریہ کا نام ہے شام میں اور یہ شخص منافق تھا اور بچھڑے میں آواز ہونے کی وجہ آگے آوے گی اور ظاہر آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مکالمت طور پر پہنچتے ہی ہوئی اور اس مکالمت کے وقت فتنہ گوسالہ کا واقع ہو چکا تھا پس غالب یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے پہنچنے میں جو ایام لگے ہیں ان ایام میں یہ واقعہ ہوگیا اور اگر اس سے زیادہ مدت کسی صحیح روایت سے ثابت ہو جاوے تو فتنا اور اضل کو ماول کیا جاوے گا ابتدا فتنہ واضلال کے ساتھ کہ اس نے لوگوں کی رائے بدلنا اور اس کا منصوبہ سوچنا شروع کیا ہوگا **و الله اعلم**۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله فی الیك** وعدہ کی جگہ **اشارة الی تقدیر المضاف ای الی مکان وحدك لانه تعالیٰ متعال عن الجسمة**۱۲۔

۲ **قوله فی العهد زمانه کذا فی انکشاف**۱۲۔

اللغات: **یحل یجب**۱۲۔

النحو: **قوله هم اولاء مبتدأ وخبر قوله علی اثری خبر ثان**۱۲۔

البلاغة: **قوله فانا قد فتنا الفاء للتعقیب ای قد فتنا هم بعد ان جئت ولا تکلف فیه قوله افطال وقوله افلا یرون لا حاجة فیهما الی تقدیر المعطوف علیه لان الهمزة مقدمة من تاخیر لصدارتها کذا فی الروح قوله فاخرج الخ النکتة فی کون التتمیم من الله تعالیٰ کما یدل علیه قولهم دون لنا وقوله قالوا وقوله افلا یرون الاشارة الی ان المذنب لا یطول کلامه فلذا انقطع کلامهم علی قولهم القی السامری فافهم قوله فنسی الفاء للتعلیل للمقدر ای هذا الٰهکم فاعبدوه فان موسیٰ نسی**۱۲۔

وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى ﴿۹۱﴾ قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا ﴿۹۲﴾ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ۭ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ ﴿۹۳﴾ قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَاْسِيْ ۚ اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ ﴿۹۴﴾

اور ان لوگوں سے ہارون علیہ السلام نے (موسیٰ علیہ السلام کے لوٹنے سے) پہلے ہی کہا تھا کہ اے میری قوم تم اس (گوسالہ کے) سبب گمراہی میں پھنس گئے ہو اور تمہارا رب (حقیقی) رحمٰن ہے سو تم میری راہ پر چلو اور میرا کہا مانو انہوں نے جواب دیا کہ ہم تو جب تک موسیٰ ہمارے پاس واپس (ہو کر) آئیں اسی کی عبادت میں جمے بیٹھے رہیں گے۔ (موسیٰ علیہ السلام نے) کہا ہارون علیہ السلام جب تم نے (ان کو) دیکھا تھا کہ یہ (بالکل) گمراہ ہو گئے تو (اس وقت) تم کو میرے پاس چلے آنے سے کون امر مانع ہوا تھا تم نے میرے کہنے کے خلاف کیا ہارون علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے ماں جائے تم میری داڑھی مت پکڑ و اور نہ سر کے بال پکڑو مجھ کو یہ اندیشہ ہوا کہ تم کہنے لگو کہ تم نے بنی اسرائیل کے درمیان تفرقہ ڈال دیا اور تم نے میری بات کا پاس نہ کیا۔

تفسیر: اور روایات کے مضامین درمنثور سے نقل کئے ہیں وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ (الی قولہ تعالی) وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ ﴿۹۴﴾ اور ان لوگوں سے ہارون (علیہ السلام) نے (حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لوٹنے سے) پہلے بھی کہا تھا کہ اے میری قوم تم اس (گوسالہ) کے سبب گمراہی میں پھنس گئے ہو (یعنی اس طریق میں صواب[۱] کا احتمال نہیں یقیناً ضلالت ہے) اور تمہارا رب (حقیقی) رحمان ہے (نہ کہ یہ گوسالہ) سو تم (دین کے بارہ میں) میری راہ پر چلو اور اس باب میں) میرا کہنا مانو (یعنی میرے قول وفعل[۲] کی اقتداء کرو) انہوں نے جواب دیا کہ ہم تو جب تک موسیٰ (علیہ السلام) ہمارے پاس واپس (ہو کر) آئیں اسی (کی عبادت) پر برابر جمے بیٹھے رہیں گے (غرض ہارون علیہ السلام کا کہنا نہیں مانا تھا یہاں تک کہ موسیٰ علیہ السلام بھی آگئے اور قوم سے اول خطاب کیا جو اوپر آچکا بعد اس کے ہارون علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے اور) کہا اے ہارون جب تم نے (ان کو) دیکھا تھا کہ یہ (بالکل) گمراہ ہو گئے (اور نصیحت بھی نہیں سنی) تو (اس وقت) تم کو میرے پاس چلے آنے سے کون امر مانع ہوا تھا (یعنی اس وقت میرے پاس چلا آنا چاہئے تھا تا کہ ان لوگوں کو اور زیادہ یقین ہوتا کہ تم ان کے فعل کو نہایت ناپسند کرتے ہو اور نیز ایسے باغیوں سے قطع تعلقات جس قدر زیادہ ہو بہتر ہے) سو کیا تم نے میرا کہنے کے خلاف کیا (کہ میں نے کہا تھا :لَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ [الأعراف : ۱۴۲] جیسا پارۂ نہم میں ہے جو بعمومہ دال ہے عدم موافقت مفسدین بوجہ من الوجوہ پر اور اس عموم میں مساکنت بھی داخل ہے) ہارون (علیہ السلام) نے کہا کہ اے میرے ماں جائے (یعنی میرے بھائی) تم میری داڑھی مت پکڑو اور نہ سر (کے بال) پکڑو (اور میرا عذر سن لو میرے تمہارے پاس نہ آنے کی یہ وجہ تھی کہ) مجھ کو یہ اندیشہ ہوا کہ (اگر میں چلا تو میرے ساتھ غیر عابدین عجل بھی چلیں گے اور اس حالت میں) تم کہنے لگو کہ تم نے بنی اسرائیل کے درمیان تفریق ڈال دی (جو بعض اوقات مشارکت فی المسکن سے زیادہ مضر ہوتی ہے کہ مفسدین خالی میدان پا کر بے خطر فساد میں ترقی کرتے ہیں) اور تم نے میری بات کا پاس نہ کیا (کہ میں نے کہا تھا اصلح) **ف**: حاصل مقام کا یہ ہے کہ یہاں دو اجتہاد ہیں ایک یہ کہ ترک مساکنت زیادہ نافع تھی۔ دوسرا یہ کہ ترک مساکنت زیادہ مضر تھی موسیٰ علیہ السلام کا ذہن اجتہاد اول کی طرف گیا اور ہارون علیہ السلام کا ذہن دوسرے اجتہاد کی طرف گیا اور لا تتبع عموم میں محکم نہیں کیونکہ عدم اتباع فی الاعتقاد والعمل بھی اس کے امتثال کے لئے کافی ہے باقی توجیہ اس قدر غضب کی اور اخذ لحیہ اس کی پارۂ نہم رکوع وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى [الأعراف : ۱۴۸] الخ میں گذر چکی ہے اور ان لوگوں کا حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى ﴿۹۱﴾ کہنا وعدہ ترک کے لئے نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ دیکھیں وہ کیا کہتے ہیں اور بعض مفسرین نے وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ الخ کو متمم مضمون افلا یرون کا کہا ہے اور مجموعہ سے تحمیق ان لوگوں کی مقصود بتلائی ہے یعنی وہ لوگ ایسے احمق تھے کہ نہ ان کو خود سوجھا : اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ الخ اور باوجودیکہ ہارون علیہ السلام نے بھی سمجھایا جب بھی نہ سمجھا واللہ اعلم۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالی :مَا مَنَعَكَ اس میں مفارقت ہے اشرار کی جب ان کی اصلاح سے مایوسی ہو جاوے اور ہارون علیہ السلام کی مفارقت نہ کرنا یہ سبب اجتہاد کے ہے جیسا کہ انہوں نے اِنِّيْ خَشِيْتُ میں خود بیان فرمایا۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قولہ فی انما فتنتم صواب کا احتمال اشارۃ الی تومیہ الحصر ای ما ھذا الا فتنۃ لارشد۱۲۔ ۲ قولہ فی توضیح اتبعونی قول وفعل اشارۃ الی تکتۃ الجمع بین التباع والاطاعۃ۱۲۔**

النحو: قولہ ان لا تتبعن لا زائدۃ۱۲۔

قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ ﴿۹۵﴾ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا

وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِي نَفْسِي ﴿۹۶﴾ قَالَ فَاذْهَبْ فَإِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ أَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ وَإِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهُ وَانْظُرْ إِلٰى إِلٰهِكَ الَّذِي ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا لَّنُحَرِّقَنَّهُ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهُ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ﴿۹۷﴾ إِنَّمَا إِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿۹۸﴾

(پھر سامری کی طرف متوجہ ہوئے) کہا اے سامری تیرا کیا معاملہ ہے اس نے کہا مجھ کو ایسی چیز نظر آئی تھی جو اوروں کو نظر نہ آئی تھی پھر میں نے اس فرستادہ (خداوندی کی سواری) کے نقش قدم سے ایک مٹھی (بھر خاک) اٹھالی تھی سو میں نے وہ مٹھی (اس قالب کے اندر) ڈال دی اور میرے جی کو یہی بات پسند آئی آپ نے فرمایا تو بس تیرے لئے اس (دنیوی) زندگی میں یہ سزا ہے کہ تو کہتا پھرا کرے گا کہ مجھ کو کوئی ہاتھ نہ لگانا اور تیرے لئے ایک اور وعدہ ہے جو تجھ سے ٹلنے والا نہیں (یعنی آخرت میں جدا عذاب ہوگا) اور اپنے معبود (باطل) کو دیکھ جو پر تو جما ہوا بیٹھا ہوا تھا (دیکھ) ہم اس کو جلا دیں گے پھر اس (کی راکھ) کو دریا میں بکھیر کر بہا دیں گے بس تمہارا حقیقی معبود تو صرف اللہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں وہ اپنے علم سے تمام چیزوں کو احاطہ کئے ہوئے ہے۔

تفسیر: اور ابن اُم سے ان کا اخیافی بھائی ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ ممکن ہے کہ استعطاف اور جلب شفقت کے لئے کہہ دیا ہو۔ قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ ﴿۹۵﴾ (الی قولہ تعالیٰ) وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿۹۸﴾ (پھر سامری کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے) کہا کہ اے سامری تیرا کیا معاملہ ہے (یعنی تو نے یہ حرکت کیوں کی) اس نے کہا کہ مجھ کو ایسی چیز نظر آئی تھی جو اوروں کو نظر نہ آئی تھی (یعنی جبرئیل علیہ السلام گھوڑے پر چڑھے ہوئے جس روز دریا سے پار اترے ہیں کہ بمصلحت نصرت مؤمنین واہلاک کفار کے آئے ہوں گے اور تاریخ طبری میں سدی سے بسند نقل کیا ہے کہ حضرت جبرئیل موسیٰ علیہ السلام کے پاس یہ حکم لے کر گھوڑے پر سوار ہوکر آئے تھے کہ آپ طور پر جاویں تو اس وقت سامری نے دیکھا تھا اھ) پھر میں نے اس فرستادہ (خداوندی کی سواری) کے نقش قدم سے ایک مٹھی (بھر کر خاک) اُٹھالی تھی (اور خود بخود میرے قلب میں یہ بات آئی کہ اس میں اثر تحصیل حیات کا ہوگا) سو میں نے وہ مٹھی (خاک اس قالب کے اندر) ڈال دی اور میرے جی کو یہی بات (بھائی اور) پسند آئی آپ نے فرمایا تو بس تیرے لئے اس (دنیوی) زندگی میں یہ سزا (تجویز کی گئی) ہے کہ تو یہ کہتا پھرا کرے گا کہ مجھ کو کوئی ہاتھ نہ لگانا اور تیرے لئے (اس سزا کے علاوہ) ایک اور وعدہ (حق تعالیٰ کے عذاب کا) ہے جو تجھ سے ٹلنے والا نہیں (یعنی آخرت میں جدا عذاب ہوگا) اور تو اپنے اس معبود (باطل) کو دیکھ جس (کی عبادت) پر تو جما ہوا بیٹھا تھا (دیکھ) ہم اس کو جلا دیں گے پھر اس (کی راکھ) کو دریا میں بکھیر کر بہا دیں گے (تاکہ نام ونشان اس کا نہ رہے) بس تمہارا (حقیقی) معبود تو صرف اللہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں وہ (اپنے علم سے تمام چیزوں کو احاطہ کئے ہوئے ہے۔ ف: درمنثور میں حضرت ابن عباسؓ سے بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا الخ کی وہی تفسیر منقول ہے جو احقر نے ترجمہ میں لکھی ہے اور اسی میں حضرت ابن عباسؓ سے یہ بھی مروی ہے کہ جب فرعون بچوں کو قتل کرتا تھا تو سامری کی ماں اس کو کسی غار میں چھپا کر ڈال آئی تھی کہ ذبح سے محفوظ رہے اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام سے اس کو پرورش کرایا پس وہ جبرئیل علیہ السلام کو اس صورت سے پہچانتا تھا اور اس روایت پر شبہ نہ کیا جاوے کہ وہ تو قریہ سامرہ کی طرف منسوب ہے اور ذبح ولدان مصر میں تھا دوسرے ذبح مختص تھا بنی اسرائیل کے ساتھ جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ اس کا باپ دادا سامرہ سے بنی اسرائیل میں آبسا ہو اور بعد الحاق انہیں میں شمار کیا جاتا ہو۔ اور یہ بات کہ اس کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ اس میں یہ اثر ہے اس کی وجہ بھی اسی روایت میں ہے **القی فی روعه انه لا یلقیها علی شیٔ فیقول کن کذا الا کان** جس کا ترجمہ میری تقریر میں ہے یعنی خود بخود میرے قلب میں الخ یا بقول بعض اس گھوڑے کا جہاں سم پڑتا تھا سبزہ جم آتا تھا اس سے استدلال کیا ہو **کذا فی الکمالین** اور اسی تفسیر کو روح المعانی میں صحابہ و تابعین و جمہور مفسرین سے منقول کہا ہے اور اس میں بعضے ظاہر پرستوں کو جو استبعادات کی بنا پر سلف صالحین کی تفسیر ترک کرنے والوں پر تشنیع کی ہے **فجزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء** اور سامری کی یہ سزا جو دی گئی ممکن ہے کہ وحیاً ہو یا اجتہاداً ہو اور اس سزا کی تقریر میں مشہور قول یہ ہے کہ اگر کوئی اس کو چھوتا تھا تو دونوں کو بخار چڑھ جاتا تھا **کذا فی المعالم** اس ڈر کے مارے بھاگا بھاگا پھرتا تھا اور کسی کو دور سے دیکھتا تھا تو کہتا تھا **لا مساس** اور دوسرے بھی اس سے بچتے تھے اور بعض نے یہ کہا ہے کہ اس کو کچھ جنون سا ہو گیا تھا اس وحشت جنون میں لوگوں سے بھاگتا بھی تھا اور یہ لفظ بھی کہتا تھا اور گوسالہ کے باب میں ایک اختلاف یہ ہے کہ آیا وہ لحم وشحم کا تھا یا چاندی سونے ہی کا تھا پھر اس میں آواز حیوان کی پیدا ہوگئی تھی پہلے قول پر لَنُحَرِّقَنَّهُ بعد ذبح کے ہوگا اور دوسرے قول پر احراق دو صورت سے ہوسکتا ہے یا تو سوہان سے ریت کر جیسا درمنثور میں ہے یا کسی حیلہ اکسیر یہ سے جیسا صاحب روح نے کہا ہے یا احراق بطور خرق عادت ہو۔ **واللہ اعلم**۔ اور ہر حالت میں یعنی خواہ وہ لحم وشحم ہو یا چاندی سونا وہ خارق عادت تھا اور اس پر اگر کسی کو شبہ ہو کہ خرق عادت سے تو نبوت پر استدلال کیا جاتا ہے تو کاذب کے ہاتھ پر کیسے ظہور ہوگیا۔ جواب یہ ہے کہ خارق عادت مطلقاً دلیل نبوت نہیں بلکہ جب وہ مقرون ہو دعویٰ رسالت کے ساتھ تو اگر وہ دعویٰ رسالت کا کرتا تو حسب عادت الٰہیہ اس کے ہاتھ پر اس خارق کا ظہور نہ ہوتا مگر ایسے امر کا

دعویٰ کیا کہ عقلاً بھی باطل ہے یعنی الوہیت عجل کا تو اس صورت میں اشتباہ والتباس کا احتمال نہیں لہٰذا ظہور خارق میں امتناع نہیں خوب سمجھ لو اور ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا میں تخصیص سامری کی باعتبار بانی ہونے کے ہے اور روح میں بحر کے حوالہ سے حضرت جعفر صادق سے نقل کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اس کے قتل کا ارادہ کیا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے سخی ہونے کے سبب قتل سے منع فرما دیا۔ **ف** : یہاں ایک شبہ ہے وہ یہ کہ بنی اسرائیل نے جو زیور قبطیوں سے لیا تھا اگر وہ اس کے مالک نہ ہوئے تھے تب تو وہ واپس کیوں نہ کیا گیا اور اگر مالک ہو گئے تھے تو اولاً ان کے لئے غنیمت کا حلال ہونا لازم آتا ہے جو بروئے احادیث امت محمدیہ کے خصائص سے ہے ثانیاً یہ کہ جب بنی اسرائیل اس مال کے مالک ہو گئے تھے تو پھر تلف کرنے سے موسیٰ علیہ السلام کے ذمہ اس کا ضمان کیوں نہ واجب ہوا۔ اور جواب اس کا یہ ہے کہ وہ مالک ہو گئے تھے خواہ ابتداءً بعد ہلاک فرعون واہل فرعون کے اور حلت غنیمت کا خاص ہونا شاید خاص ہو غنیمت حاصلہ وقت الحرب کے ساتھ اور یہی جواب ہو گا اس کا بنی اسرائیل قبطیوں کے باغ واملاک کے مالک ہو گئے تھے۔ کما قال اللہ تعالیٰ و اورثنا بنی اسرائیل و اللہ اعلم اور عدم ضمان موسیٰ علیہ السلام پر اس لئے ہو سکتا ہے کہ آلات معصیت کے اتلاف سے امام پر ضمان نہیں۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ : قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوا بِهٖ اس میں نفی ہے اغترار کی کشف وتصرف پر کہ وہ دونوں اہل حق کے ساتھ خاص نہیں۔

اختلاف القراءۃ: قرأ الکسائی مالم تبصروا به بالخطاب ولا اشکال لانه یمکن ان خاطب القوم خجالة من خطاب موسیٰ عم ۱۲۔

اللغات: ظلت اصله ظللت حذف احد اللامین تخفیفاً قوله بصرت فی الروح قال الزجاج یقال بصرها لشئ اذا علمه و ابصر اذا نظر وقیل بصره وابصره بمعنی واحد آه فعلی الاول معناه علمت ما لم یعلموه وفطنت لما لم یفطنوا له وهو ان الرسول الذی جاء روحانی محض لا یمس اثره شیئا الا احیاه وعلی الثانی معناه رأیت ما لم یروا وهو ان جبریل جاء علی فرس الحیٰوة كذا فی البیضاوی۔

كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ﴿۹۹﴾ مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ﴿۱۰۰﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهِ ؕ وَسَآءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا ﴿۱۰۱﴾ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا ﴿۱۰۲﴾ يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا ﴿۱۰۳﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا ﴿۱۰۴﴾ ع ۱۵ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّىْ نَسْفًا ﴿۱۰۵﴾ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ﴿۱۰۶﴾ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَاۤ اَمْتًا ﴿۱۰۷﴾ يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِىَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ﴿۱۰۸﴾ يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِىَ لَهٗ قَوْلًا ﴿۱۰۹﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا ﴿۱۱۰﴾ وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَىِّ الْقَيُّوْمِ ؕ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ﴿۱۱۱﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ﴿۱۱۲﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ﴿۱۱۳﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰۤى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ۖ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِىْ عِلْمًا ﴿۱۱۴﴾

(جس طرح ہم نے موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان کیا) اسی طرح ہم آپ سے اور واقعات گزشتہ کی خبریں بھی بیان کرتے رہتے ہیں اور ہم نے آپ کو اپنے پاس سے ایک نصیحت نامہ دیا ہے (یعنی قرآن) جو لوگ اس سے روگردانی کریں گے سو وہ قیامت کے روز بڑا بھاری بوجھ (عذاب کا) لادے ہوں گے (اور) وہ اس (عذاب) میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بوجھ قیامت کے روز ان کے لئے برا بوجھ ہوگا۔ جس روز صور میں پھونک ماری جائے گی اور اس روز ہم مجرم لوگوں کو جمع کریں گے کہ (آنکھوں سے) کرنجے ہوں گے چپکے چپکے آپس میں باتیں کرتے ہوں گے کہ تم لوگ (قبروں میں) صرف دس روز رہے ہو گے جس (مدت) کی نسبت وہ بات چیت کریں گے اس کو ہم خوب جانتے ہیں (کہ وہ کس قدر ہے) جبکہ ان سب میں کا زیادہ صائب الرائے یوں کہتا ہوگا کہ نہیں تم ایک ہی روز (قبر میں) رہے ہو اور لوگ آپ سے پہاڑوں کی نسبت پوچھتے ہیں (کہ قیامت میں ان کا کیا حال ہوگا) سو آپ فرما دیجئے کہ میرا رب ان کو بالکل اڑا دے گا پھر زمین کو ایک میدان ہموار کر دے گا کہ جس میں تو (اے

مخاطب) نہ ناہمواری دیکھے گا اور نہ کوئی بلندی دیکھے گا اس روز سب کے سب (خدائی) بلانے والے والے کے کہنے پر ہولیں گے اس کے سامنے (کسی کا) کوئی ٹیڑھا پن نہ رہے گا اور تمام آوازیں اللہ تعالیٰ کے سامنے (مارے ہیبت کے) دب جائیں گی سوتو (اے مخاطب) بجز پاؤں کی آہٹ کے اور کچھ نہ سنے گا۔ اس روز (کسی کو کسی کی) سفارش نفع نہ دے گی مگر ایسے شخص کو کہ جس کے واسطے اللہ تعالیٰ نے اجازت دے دی ہو اور اس شخص کے واسطے بولنا پسند کرلیا ہو وہ (اللہ تعالیٰ) ان سب کے اگلے پچھلے احوال کو جانتا ہے اور اس کو ان کا علم احاطہ نہیں کرسکتا اور (اس روز) تمام چہرے اس حی قیوم کے سامنے جھکے ہوں گے اور ایسا شخص تو (ہرطرح) ناکام رہے گا جو ظلم (یعنی شرک) لے کر آیا ہوگا اور جس نے نیک کام کئے ہوں گے اور وہ ایمان بھی رکھتا ہوگا سو اس کو نہ کسی زیادتی کا اندیشہ ہوگا اور نہ کمی کا اور ہم نے اسی طرح اس کو عربی قرآن کر کے نازل کیا ہے اور اس میں ہم نے طرح طرح سے وعید بیان کی ہے تاکہ وہ (سننے والے) لوگ رہ جائیں یا یہ قرآن ان کے لئے کسی قدر (تو) سمجھ پیدا کردے سو اللہ تعالیٰ جو بادشاہ حقیقی ہے بڑا عالی شان ہے اور قرآن (پڑھنے) میں قبل اس کے کہ آپ پر اس کی وحی پوری نازل ہوچکے عجلت نہ کیجئے اور آپ یہ دعا کیجئے کہ اے میرے رب میرا علم بڑھا دیجئے۔

تفسیر ربط: او پر قصہ موسویہ میں رسالت محمدیہ کا اثبات بھی تھا جس کی تقریر تمہید سورت و تمہید قصہ میں گزر چکی ہے آگے اجمالاً بیان قصص سے اور تنزیل قرآن سے بھی رسالت موصوفہ کا اثبات ہے اور حقیقت قرآن کے ذیل میں معاد کی کچھ تفصیل ہے بمناسبت جزا وسزا مصدق ومکذب قرآن کے اور اس مضمون کے خاتمہ پر آیت: وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ الخ میں قرآن کی مدح اور اس کے تنزیل پر منت اور اس کے متعلق بعض خاص آداب اور اس کے علوم کا مطلوب ہونا بیان فرمایا ہے پس اس مقام کا آغاز وانجام دونوں قرآن کے ذکر سے ہوئے۔ كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ (الی قوله تعالی) وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا (جس طرح ہم نے موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان کیا) اسی طرح ہم آپ سے اور واقعات[۱] گزشتہ کی خبریں (اور حکایتیں بھی بیان کرتے رہتے ہیں (تاکہ نبوت پر دلیلیں کثیر ہوتی جاویں) اور ہم نے آپ کو اپنے پاس سے ایک نصیحت نامہ دیا (یعنی قرآن جس میں وہ خبریں ہیں اور وہ خود بھی استقلالاً بوجہ اعجاز کے دال علی النبوۃ ہے اور وہ نصیحت نامہ[۲] ایسا ہے کہ) جو لوگ اس (کے مضامین ماننے) سے روگردانی کریں گے سو وہ قیامت کے روز بڑا بھاری بوجھ (عذاب کا) لادے ہوں گے (اور) وہ اس (عذاب) میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بوجھ قیامت کے روز ان کے لئے بڑا (بوجھ) ہوگا جس روز صور میں پھونک ماری جاوے گی (جس سے مردے زندہ ہو جاویں گے) اور ہم اس روز مجرم (یعنی کافر) لوگوں کو (میدانِ قیامت میں) اس حالت سے جمع کریں گے کہ (نہایت بدصورت ہوں گے کہ آنکھوں[۳] سے) کرنجے ہوں گے (جو بدترین الوان چشم ہے اور خوف زدہ اس قدر ہوں گے کہ) چپکے چپکے آپس میں باتیں کرتے ہوں گے (اور ایک دوسرے سے کہتے[۴] ہوں گے کہ تم لوگ (قبروں میں) صرف دس روز[۵] رہے ہوگے (مطلب یہ ہو کہ ہم تم یوں سمجھے تھے کہ مرکر پھر زندہ ہونا نہیں یہ گمان تو بالکل غلط نکلا نہ زندہ ہونا تو درکنار یہ بھی تو نہ ہوا کہ دیر ہی میں زندہ ہوتے بلکہ بہت ہی جلدی زندہ ہوگئے کہ وہ مدت دس روز کی درازی اور ہول اور پریشانی ہے کہ مدت لبث فی القبر اس کے سامنے اس قدر قصیر معلوم ہوگی حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ) جس (مدت) کی نسبت وہ بات چیت کریں گے اس کو ہم خوب جانتے ہیں (کہ وہ کس قدر رہے) جب کہ ان سب میں کا زیادہ صائب الرائے[۶] یوں کہتا ہوگا کہ نہیں تم تو ایک ہی روز (قبر میں) رہے ہو (اس کو صائب الرائے اس لئے فرمایا کہ اس یوم کے طول اور ہول کے اعتبار سے بھی نسبت اقرب ہے پس اس شخص کو حقیقت شدت کا زیادہ ادراک ہوا اس لئے اس کی رائے پہلے شخص کے اعتبار سے اصوب ہے اور یہ مقصود نہیں کہ یہ شخص مدت کی مقدار تحدید کرنے میں مصیب ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ دونوں مقداریں تحدیداً صحیح نہیں اور نہ ان قائلین کا یہ مقصود تھا) اور (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کا حال سن کر بعضے) لوگ آپ سے پہاڑوں کی نسبت پوچھتے ہیں (کہ قیامت میں ان کا کیا حال ہوگا) سو آپ (جواب میں) فرما دیجئے کہ میرا رب ان کو (ریزہ ریزہ کرکے) بالکل اڑا دے گا پھر زمین کو[۷] ایک میدان ہموار کردے گا کہ جس میں تو (اے مخاطب) نہ ناہمواری دیکھے گا اور نہ کوئی بلندی (پہاڑ ٹیلہ[۸] وغیرہ کی) دیکھے گا اس روز سب کے سب (خدائی) بلانے والے (یعنی صور پھونکنے والے فرشتہ) کے کہنے پر ہولیں گے (یعنی وہ اپنی صور پھونکنے کی آواز سب کو قبروں سے بلاوے گا سب نکل پڑیں گے) اس کے سامنے (کسی کا) کوئی ٹیڑھا پن نہ رہے گا (کہ قبر سے زندہ ہوکر نہ نکلے جیسے دنیا میں انبیاء علیہم السلام کے سامنے ٹیڑھے رہتے تھے کہ تصدیق نہ کرتے تھے) اور (مارے ہیبت کے) تمام آوازیں اللہ تعالیٰ کے سامنے دب جاویں گی سو (اے مخاطب) تو بجز پاؤں کی آہٹ[۹] کے (کہ میدان محشر کی طرف چپکے چپکے چل رہے ہوں گے) اور کچھ (آواز) نہ سنے گا (خواہ بوجہ اس کے کہ اس وقت بولتے ہی نہ ہوں گے گو دوسرے موقعہ پر آہستہ آہستہ بولیں جیسا اوپر آیا ہے يتخافتون اور خواہ بوجہ اس کے کہ بہت آہستہ بولتے ہوں گے جو ذرا فاصلہ سے ہو وہ نہ سن سکے) اس روز (کسی کو کسی کی) سفارش نفع نہ دے گی مگر ایسے شخص کو (انبیاء وصلحاء کی سفارش نفع دے گی) کہ جس (کی سفارش کرنے) کے واسطے اللہ تعالیٰ نے (شافعین) کو اجازت دے دی ہو اور اس شخص کے واسطے (شافع کا) بولنا پسند کرلیا ہو (مراد اس سے مؤمن ہے کہ شافعین کو اس کی سفارش کے لئے اجازت ہوگی اور اس باب میں شافع کا بولنا پسندیدہ حق ہوگا اور کفار کے لئے سفارش کی کسی کو اجازت ہی نہ ہوگی پس عدم نفع بوجہ عدم شفاعت کے ہے

اس میں ترہیب ہے کفار معرضین کو کہ تم تو شفاعت سے بھی محروم رہو گے اور) وہ (اللہ تعالیٰ) ان سب کے اگلے پچھلے احوال کو جانتا ہے اور اس (کی معلومات ۱۰) کو ان کا علم احاطہ نہیں کر سکتا (یعنی ایسا تو کوئی امر نہیں جو خلق کو معلوم ہو اور اللہ تعالیٰ کو معلوم نہ ہو اور ایسے بہت امور ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہیں جن پر شفاعت کی قابلیت یا عدم قابلیت مرتب ہے سو جو اس کا اہل ہوگا اس کے واسطے سفارش کرنے کی شافعین کو اجازت ہوگی اور جو اہل نہ ہوگا اس کے لئے اجازت نہ ہوگی) اور (اس روز) تمام چہرے اس حی و قیوم کے سامنے جھکے ہوں گے (اور سب متکبرین و جاحدین کا تکبر و جحود ختم ہو جاوے گا) اور (اس وصف میں تو اب مشترک ہوں گے پھر آگے ان میں یہ فرق نہ ہوگا کہ) ایسا شخص تو (ہر طرح) ناکام رہے گا جو ظلم (یعنی شرک) لے کر آیا ہوگا اور جس نے نیک کام کئے ہوں گے اور وہ ایمان بھی رکھتا ہوگا سو اس کو (کامل ثواب ملے گا) نہ کسی زیادتی کا اندیشہ ہوگا اور نہ کمی کا (مثلاً یہ کہ کوئی گناہ اس کے نامۂ اعمال میں زیادہ لکھ دیا جاوے یا کوئی نیکی کم لکھ دی جاوے اور یہ کنایہ ہے کمال ثواب سے پس اس کے مقابلہ میں کفار سے ثواب کی نفی مقصود ہوگی بوجہ عدم موجب ثواب کے گو ظلم و ہضم کفار کے لئے بھی نہ ہوگا اور ان کے حسنات کا نہ لکھا جانا بوجہ عدم شرط قبول یعنی ایمان کے ہضم نہیں ہے) اور ہم نے (جس طرح یہ مضامین مذکورہ مقام صاف صاف ارشاد کئے ہیں اسی طرح اس کو (سارے کو) عربی قرآن کر کے نازل کیا ہے (جس کے الفاظ واضح ہیں) اور اس میں ہم نے طرح طرح سے وعید (قیامت و عذاب کی) بیان کی ہے (جس سے معنی بھی واضح ہو گئے مطلب یہ کہ سارے قرآن کے مضامین ہم نے صاف صاف بتلائے ہیں) تاکہ وہ (سننے والے) لوگ (اس کے ذریعہ سے بالکل) ڈر جائیں (اور فی الحال ایمان لے آئیں) یا (اگر بالکل نہ ڈریں تو یہی ہو کہ) یہ قرآن ان کے لئے کسی قدر (تو) سمجھ پیدا کر دے (یعنی اگر پورا اثر نہ ہو تو تھوڑا ہی ہو اور اسی طرح چند بار تھوڑا تھوڑا جمع ہو کر کافی مقدار ہو جاوے اور کسی وقت مسلمان ہو جاویں) سو اللہ تعالیٰ جو بادشاہ حقیقی ہے عالیشان ہے (کہ ایسا نافع ۱۱ کلام نازل فرمایا) اور (جس طرح عمل کرنا اور نصیحت ماننا جو اوپر مذکور ہوئے قرآن کے حقوق متعلقہ تبلیغ سے ہیں جن کا ادا کرنا سب مکلفین پر فرض ہے اسی طرح بعض آداب قرآن کی تنزیل کے متعلق بھی ہیں جن کے ادا کا تعلق آپ سے ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ) قرآن (پڑھنے) میں قبل اس کے کہ آپ پر اس کی وحی پوری نازل ہو چکے عجلت نہ کیا کیجئے (کہ اس میں آپ کو تکلیف ہوتی ہے کہ جبرئیل علیہ السلام سے سننا اور اس کو پڑھنا ساتھ ساتھ کرنا پڑتا ہے سو ایسا نہ کیجئے اور اس کا اندیشہ نہ کیجئے کہ شاید یاد نہ رہے یاد کرانا ہمارے ذمہ ہے) اور آپ (بھی یاد ہونے کے لئے ہم سے) یہ دعا کیجئے کہ اے میرے رب میرا علم بڑھا دے (اس میں علم حاصل کے یاد رہنے کی اور غیر حاصل کے حصول کی اور جو حاصل ہونے والا نہیں اس میں عدم حصول کی خیر سمجھنے کی اور سب علوم میں خوش فہمی کی یہ سب دعائیں داخل ہیں تو لَا تَعْجَلْ کے بعد اس کا آنا نہایت ہی مناسب ہوا حاصل یہ کہ تدابیر حفظ میں سے تدبیر تعجیل کو ترک کیجئے اور تدبیر دعا کو اختیار کیجئے) **ف**: حدیثوں میں آیا ہے کہ آپ پہلے ایسا کرتے تھے۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا﴿۱۱۴﴾ اس میں طلب ہے ترقی فی السلوک کی ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قولہ فی ما قد سبق واقعات گزشتہ لان المراد بما الحوادث ۱۲۔ ۲ قولہ فی من اعرض ایسا ہے اشارۃ الی ان الجملۃ صفۃ لذکر ۱۲۔ ۳ قولہ فی زرقا آنکھوں سے کذا فی الروح عن ابن عباسؓ ۱۲۔ ۴ قولہ فی یتخافتون کہتے ہوں گے اشارۃ الی تضمن یتخافتون لیقولون او تقدیرہ ۱۲۔ ۵ قولہ فی عشرا دس روز فی الروح المذکر اذا حذف وابقی عددہ قد لا یوتی بالتاء آہ فلا اشکال فی تقدیر ایام لکونہ موافقا قول الامثل الا یومًا۔ ۶ قولہ فی طریقۃ رائے کذا فی الروح ۱۲۔ ۷ قولہ فی یذرھا زمین دل بذکر الجبال علی الارض بقرینۃ القاع الصفصف ۱۲۔ ۸ قولہ امتا پہاڑ لم یرد مطلق الارتفاع لانہ قد نفی بنفی العوج ۱۲۔ ۹ قولہ فی ھمسا آہٹ ھو احد معاینۃ الذکورۃ فی القاموس اخترتہ لترجحہ للمقام ۱۲۔ ۱۰ قولہ فی لا یحیطون بہ معلومات کو ان کا علم اشارۃ الی حذف المضاف ای بمعلومات والی کون العلم تمیزا محولا عن فاعل یحیطون ۱۲۔ ۱۱ قولہ فی توضیح فتعالیٰ ایسا نافع اشارۃ الی توجیہ ترتب حکم بالتعالیٰ علی ذکر القرآن ۱۲۔

الروایات: قولہ تعالیٰ ویسئلونک فی الدر المنثور اخرج ابن المنذر عن ابن جریج قال قالت قریش یا محمد کیف یفعل ربک بھذہ الجبال یوم القیامۃ فنزلت ویسئلونک عن الجبال الأیۃ قولہ یتبعون الداعی فی الدر المنثور اخرج ابن ابی حاتم عن محمد بن کعب القرظی قال یحشر اللہ تعالی الناس یوم القیامۃ الی قولہ ینادی مناد فیتبع الناس الصوت یؤمونہ فذلک قولہ یومئذ یتبعون الآیۃ وعن ابی صالح لا عوج لہ قال لا عوج عنہ ۱۲ قولہ ولا تعجل فی الدر المنثور عن ابن ابی حاتم عن السدی قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا نزل علیہ جبریل بالقرآن اتعب نفسہ فی حفظہ حتی یشق علی نفسہ یتخوف ان یصعد جبریل و لم یحفظہ فینسی ما علمہ فقال اللہ ولا تعجل بالقرآن من قبل ان یقضی علیک وحیہ وقال لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہ۔

اللُّغَاتُ: القاع فی القاموس ارض سهلة قد انفرجت عنها الجبال والآكام۔ والصفصف المستوى من الارض آه قلت ويراد بالتكرير التاكيد۔ العوج فی الروح عدم الاستقامة المعنوية والحسية وصح الواو فيه لانه منقوص من اعوج ولما صح فی الفعل صح فی المصدر ایضاً۔

النَّحْو: اذ يقول متعلق بيقولون ۱۲۔

وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴿۱۱۵﴾ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ اَبٰى ﴿۱۱۶﴾ فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ ھٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ﴿۱۱۷﴾ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ﴿۱۱۸﴾ وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ﴿۱۱۹﴾ فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰي شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ﴿۱۲۰﴾ فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۡ وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴿۱۲۱﴾ ثُمَّ اجْتَبٰىهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ﴿۱۲۲﴾ قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًۢا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى ڏ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ﴿۱۲۳﴾ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ﴿۱۲۴﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ﴿۱۲۵﴾ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ﴿۱۲۶﴾ وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْۢ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى ﴿۱۲۷﴾

اور اس سے (بہت زمانہ) پہلے ہم آدم علیہ السلام کو ایک حکم دے چکے تھے سو ان سے غفلت (اور بے احتیاطی) ہوگئی اور ہم نے ان میں پختگی نہ پائی اور وہ وقت یاد کرلو ہم نے فرشتوں سے ارشاد فرمایا کہ آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ (تحیت) کرو سو سب نے سجدہ کیا بجز ابلیس کے (کہ اس نے انکار کیا) پھر ہم نے (آدم علیہ السلام سے) کہا کہ اے آدم علیہ السلام (یاد رکھو) یہ بلاشبہ تمہارا اور تمہاری بی بی کا دشمن ہے سو کہیں تم دونوں کو جنت سے نہ نکلوا دے پھر تم مصیبت میں پڑ جاؤ یہاں جنت میں تو تمہارے لئے یہ (آرام) ہے کہ تم نہ کبھی بھوکے رہو گے نہ ننگے ہو گے اور نہ یہاں پیاسے ہو گے اور نہ دھوپ میں تپو گے پس ان کو شیطان نے بہکایا کہنے لگا اے آدم علیہ السلام کیا تم کو ہمیشگی (خاصیت) کا درخت بتلاؤں اور ایسی بادشاہی کہ جس میں کبھی ضعف نہ آوے سو (اس کے بہکانے سے) دونوں نے اس درخت سے کھالیا تو ان دونوں کے ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گئے اور (اپنا بدن ڈھانپنے کو) دونوں اپنے اوپر جنت کے (درختوں کے) پتے چپکانے لگے اور آدم علیہ السلام سے اپنے رب کا قصور ہوگیا سو غلطی میں پڑ گئے پھر ان کو ان کے رب نے (زیادہ) مقبول بنالیا سو ان پر توجہ فرمائی اور راہ (راست) پر (ہمیشہ) قائم رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دونوں کے دونوں جنت سے اترو (اور دنیا میں) ایسی حالت سے (جاؤ) کہ ایک کا دشمن ایک ہوگا پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت پہنچے تو (تم میں) جو شخص میری اس ہدایت کا اتباع کرے گا تو وہ (نہ دنیا میں) گمراہ ہوگا اور نہ آخرت میں شقی ہوگا اور جو شخص میری اس نصیحت سے اعراض کرے گا تو اس کے لئے تنگی کا جینا ہوگا اور قیامت کے روز ہم اس کو اندھا کر کے (قبر سے) اٹھائیں گے وہ (تعجب سے) کہے گا کہ اے میرے رب آپ نے مجھ کو اندھا کر کے کیوں اٹھایا میں تو (دنیا میں) آنکھوں والا تھا ارشاد ہوگا کہ ایسا ہی تیرے پاس ہمارے احکام پہنچے تھے پھر تو نے ان کا کچھ خیال نہ کیا اور ایسا ہی آج تیرا کچھ خیال نہ کیا جائے گا اور اسی طرح (ہر) اس شخص کو ہم (مناسب عمل کے سزا دیں گے جو حد (اطاعت سے) گزر جائے اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہ لائے اور واقعی آخرت کا عذاب ہے بڑا سخت اور دیرپا۔

تفسیر لطط: اوپر آیت: مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ الخ میں معرضین عن الاحکام کی وعید ارشاد فرمائی تھی اب آگے اس مضمون کی تاکید کے لئے قصہ آدم علیہ السلام کا بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو جب باوجود ان کے کمال مقرب ومقبول ہونے کے ایک ترک احتیاط سے ان کی شان اور عمل کی مناسب ان کو ضرر پہنچا تو عوام مکلفین تو کس شمار میں ہیں ان کو اعراض عن الذکر کی سزا ہونا کیا مستبعد ہے چنانچہ آغاز قصہ میں وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ اور انجام میں مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ الخ کے عنوانات اس تاکید کے قرائن واضحہ ہیں نیز اس قصہ میں آیت: وَكَذٰلِكَ نَقُصُّ الخ کی تتمیم اور انجاز وعد بھی ہے۔

تاکید کلام بقصہ آدم علیہ السلام ☆ وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ (الی قوله تعالی) وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى ﴿۱۲۷﴾ اور اس سے (بہت زمانہ) پہلے آدم (علیہ السلام) کو ایک حکم دے چکے تھے (جس کا بیان آگے آتا ہے) سو ان سے غفلت (اور بے احتیاطی) ہوگئی اور ہم نے (اس حکم کے اہتمام میں) ان میں پختگی

(اور ثابت قدمی) نہ پائی اور (اس اجمال کی تفصیل اگر مطلوب ہو تو) وہ وقت یاد کرلو جب کہ ہم نے فرشتوں سے ارشاد فرمایا کہ آدم (علیہ السلام) کے سامنے سجدہ (تحیت) کرو سو سب نے سجدہ کیا بجز ابلیس کے (کہ) اس نے انکار کیا پھر ہم نے (آدم سے) کہا کہ اے آدم (یاد رکھو) یہ بلاشبہ تمہارا اور تمہاری بی بی کا (اس وجہ سے) دشمن ہے (کہ تمہارے معاملہ میں یہ مردود ہوا) سو کہیں تم دونوں کو جنت سے نہ نکلوا دے (یعنی اس کے کہنے سے کوئی ایسا کام مت کر بیٹھنا کہ جنت سے باہر کئے جاؤ) پھر مصیبت (اکتساب معاش) میں پڑ جاؤ (اور ساتھ میں تمہاری بی بی بھی مگر زیادہ حصہ مصیبت کا تم کو بھگتنا پڑے اور) یہاں جنت میں تو تمہارے لئے یہ (آرام) ہے کہ تم نہ کبھی بھوکے ہوگے (جس سے تکلیف ہو یا اس کی تدبیر میں دیر اور پریشانی ہو) اور نہ ننگے ہوگے کہ (کپڑا نہ ملے یا احتیاج کے اتنی دیر بعد ملے کہ تکلیف ہونے لگے) اور نہ یہاں پیاسے ہوگے (کہ پانی ملے یا دیر ہونے سے تکلیف ہو) اور نہ دھوپ میں تپو گے (کیونکہ جنت میں دھوپ ہی نہیں اور مکان بھی ہر طرح پناہ کے ہیں بخلاف اس حالت کے کہ اگر جنت سے نکل کر دنیا میں گئے وہ ساری مصیبتیں ہوں گی اس لئے ان امور کو پیش نظر رکھ کر خوب ہی ہوشیاری و بیداری سے رہنا) پھر ان کو شیطان نے (پھانسہ دیا یعنی) بہکایا کہنے لگا کہ اے آدم کیا میں تم کو ہمیشگی (کی خاصیت) کا درخت بتلا دوں (کہ اس کے کھانے سے ہمیشہ شاد و آباد رہو) اور ایسی بادشاہی جس میں کبھی ضعف نہ آوے سو (اس کے بہکانے سے) دونوں نے اس درخت سے کھالیا (جس سے ممانعت ہوئی تھی اور شیطان نے اس کو شجرۃ الخلد کہا تھا) تو (اس کے کھاتے ہی) ان دونوں کے ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گئے اور (اپنا بدن ڈھانکنے کو) دونوں اپنے (بدن کے) اوپر جنت (کے درختوں) کے پتے چپکانے لگے اور آدم سے اپنے رب کا قصور ہو گیا سو (تحصیل مقصود خلد کے باب میں) غلطی میں پڑ گئے پھر (جب انہوں نے معذرت کی تو) ان کو ان کے رب نے (زیادہ) مقبول بنالیا سو ان پر (مہربانی سے) توجہ فرمائی اور راہ (راست) پر (ہمیشہ) قائم رکھا (کہ پھر ایسی خطا نہیں ہوئی اور جب درخت کھالیا تو) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دونوں کے دونوں جنت سے اترو (اور دنیا میں) ایسی حالت سے (جاؤ) کہ (تمہارے فرزندوں میں) ایک کا دشمن ایک ہوگا پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت کا اتباع کرے گا تو وہ نہ (دنیا میں) گمراہ ہوگا اور نہ (آخرت میں) شقی ہوگا اور جو شخص میری اس نصیحت سے اعراض کرے گا تو اس کے لئے (قیامت سے پہلے دنیا میں قبر اور) تنگی کا جینا ہوگا اور قیامت کے روز اس کو اندھا کر کے (قبر سے) اُٹھائیں گے وہ (تعجب سے) کہے گا کہ اے میرے رب آپ نے مجھ کو اندھا کر کے کیوں اُٹھایا میں تو (دنیا میں) آنکھوں والا تھا (مجھ سے ایسی کیا خطا ہوئی) ارشاد ہوگا کہ (جیسی تجھ کو سزا ہوئی ہے) ایسا ہی (تجھ سے عمل ہوا تھا وہ یہ کہ) تیرے پاس (انبیاء و علماء کے واسطے سے) ہمارے احکام پہنچے تھے پھر تو نے ان کا کچھ خیال نہ کیا اور ایسا ہی آج تیرا کچھ خیال نہ کیا جاوے گا (جیسا تو نے خیال نہ کیا تھا) اور (جس طرح کہ یہ سزا مناسب عمل دی گئی) اسی طرح (ہر) اس شخص کو ہم (مناسب عمل) سزا دیں گے جو حد (اطاعت) سے گذر جاوے اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہ لاوے اور واقعی آخرت کا عذاب ہی بڑا سخت اور بڑا دیرپا (کہ اس کی کہیں انتہا ہی نہیں تو اس سے بچنے کا بہت ہی اہتمام کرنا واجب ہے) **ف**: آدم علیہ السلام کے قصہ کی تفصیل اور مضامین کی توجیہ سورۂ بقرہ اور سورۂ اعراف کے شروع میں گذر چکی ہے اور فتشقی میں تخصیص آدم علیہ السلام کی اس لئے ہے کہ اکثر مرد پر مشقت معیشت کی زیادہ ہوتی ہے اور لاتجوع الخ کی جو تقریر ترجمہ میں کی گئی ہے اس سے یہ فائدہ ہے کہ اگر جنت میں کسی قدر بھوک اور پیاس کا تحقق بھی ہو تب بھی اشکال نہ رہے جیسا کہ احتمال ہے کہ شاید خفیف سی بھوک اور پیاس اس مصلحت سے لگے کہ مطعومات و مشروبات میں التذاذ ہو اور عصی اور غوی کا فرق ترجمہ کی تقریر سے ظاہر ہے اور اجتباہ کے ترجمہ میں زیادہ کی تصریح سے یہ اشکال جاتا رہا کہ کیا کسی وقت وہ غیر مقبول بھی تھے اور باوجود اس لغزش کے معصیت نہ ہونے کے اس پر عتاب ہونا اس کی تحقیق سورۂ بقرہ میں گزر چکی اور کافر کا قیامت میں اندھا اٹھنا قبر سے خروج کے وقت ہوگا پھر یہ عمی زائل ہو جاوے گا پس آیات: وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ [الکہف: ۵۳] اور اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ [مریم: ۳] وغیرہا سے اس کا تعارض نہیں اور: كُنْتُ بَصِيْرًا۝ یہ قول اکثر افراد کا ہوگا ورنہ بعضے کفار دنیا میں بھی اعمی ہوتے ہیں اور بعض نے یہ تفسیر کی ہے کہ اعمی عن الحجۃ و بصیرا بالحجۃ یعنی دنیا میں تو میں بڑا زبان آور تھا یہاں بالکل گنگ و لال ہو گیا کوئی بات نہ سوجھتی ہے نہ بولا جاتا ہے۔ اور معیشت ضنک قبر میں تو ظاہر ہے کہ قبر کافر پر تنگ ہوگی اور طرح طرح سے اس پر عذاب ہوگا اور دنیا میں تنگی باعتبار قلب کے ہے کہ ہر وقت دنیا کی حرص میں، ترقی کی فکر میں، کمی کے اندیشہ میں بے آرام رہتا ہے گو کوئی کافر بے فکر بھی ہو لیکن اکثر کی حالت یہی ہے اور اگر معیشت ضنک کو تمام کفار کے لئے عام لے لیا جاوے اور دنیا میں بعض کفار کو بالکل تنگی نہ ہونا بھی مان لیا جاوے تو یہ جواب دیا جاوے گا کہ آیت میں مطلق معیشت ضنک آیا ہے اگر کسی کو صرف قبر ہی میں معیشت ضنک ہو تب بھی یہ حکم صادق ہے خوب سمجھ لو۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا۝ اس میں دلالت ہے اس پر کہ ضعف طبعی اور کمال میں منافات نہیں۔ قولہ تعالیٰ: قَالَ يٰۤاٰدَمُ الخ اس میں ثمرات غیر مقصودہ کی طلب کا مضر ہونا مذکور ہے کیونکہ یہ خلد جس کی تحصیل کا امر نہیں کیا گیا اور ایسے ہی ملکیت غیر مطلوب تھی۔ قولہ تعالیٰ: فَاَكَلَا مِنْهَا اس میں ذکر ہے صدور خطا اجتہادی کا کاملین سے اور اس پر ان کے مواخذہ کا بخلاف عوام کے کہ ان کو احیاناً اس پر اجر ملتا ہے ۱۲۔ قولہ تعالیٰ: ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ اس میں تقدیم

ہے جذب کی سلوک پر کہ اجتباء جذب ہے اور ہدایت سلوک ہے ۱۲۔ قولہ تعالیٰ: فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا اس میں ذکر ہے بعض اقسام قبض کا جو معصیت سے مسبب ہو اور حقیقی قبض یہی ہے اور دوسرے اقسام محض صورت قبض ہیں ۱۲۔

الروایات: فی الروح اخرج عبدالرزاق وسعید بن منصور و مسدد فی سندہ وعبد بن حمید والحاکم وصححہ والبیهقی فی کتاب عذاب القبر وجماعة عن ابن سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قولہ تعالٰی معیشة ضنكا عذاب القبر آہ قلت ولا ینافی التخصیص الذکری العموم الا رادی والتخصیص یحتمل ان یکون تمثیلا او یکون ھذا الفرد اشد وافظع ۱۲۔

اللغات: قولہ فتشقی الشقا الشدة العسر ویمد کذا فی القاموس ۱۲۔

النحو: قولہ ابی استیناف ۱۲ قولہ وملک لا یبلی تاکید قولہ ضنکا مصدر وصف بہ یستوی فیہ المذکر والمؤنث ۱۲۔

اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ﴿۱۲۸﴾ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى ﴿۱۲۹﴾ فَاصْبِرْ عَلٰي مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَاۗئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ﴿۱۳۰﴾ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ڏ لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ۭ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿۱۳۱﴾ وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۭ لَا نَسْــَٔــلُكَ رِزْقًا ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ﴿۱۳۲﴾ وَقَالُوْا لَوْلَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿۱۳۳﴾ وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى ﴿۱۳۴﴾ قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى ﴿۱۳۵﴾

کیا ان لوگوں کو (اب تک) اس سے بھی ہدایت نہیں ہوئی کہ ہم ان سے پہلے بہت سے گروہوں کو ہلاک کر چکے ہیں کہ ان (ان میں سے بعض) کے رہنے کے مقامات میں یہ لوگ بھی چلتے پھرتے ہیں اس میں تو اہل فہم کے (کافی) دلائل موجود ہیں اور اگر آپ کے رب کی طرف سے ایک بات پہلے فرمائی ہوئی نہ ہوتی اور (عذاب کے لئے) ایک میعاد معین نہ ہوتی (کہ وہ قیامت کا دن ہے) تو عذاب لازمی طور پر ہوتا سو آپ ان کی باتوں پر صبر کیجئے اور رب کی حمد کے ساتھ (اس کی) تسبیح کیجئے (اس میں نماز بھی آ گئی) آفتاب نکلنے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اور اوقات شب میں (بھی) تسبیح کیا کیجئے (مثلاً نماز مغرب وعشا) اور دن کے اول وآخر میں تا کہ (آپ کو جو ثواب ملے) آپ (اس سے) خوش ہوں اور ہرگز ان چیزوں کی طرف آپ آنکھ اٹھا کر نہ دیکھئے جن سے ہم نے کفار کے مختلف گروہوں کو ان کی آزمائش کے لئے متمتع کر رکھا ہے کہ وہ (محض) دنیوی زندگی کی رونق ہے اور آپ کے رب کا عطیہ (جو آخرت میں ملے گا) بدر جہا بہتر ہے اور دیر پا ہے اور اپنے متعلقین کو بھی نماز کا حکم کرتے رہئے اور خود بھی اس کے پابند رہئے ہم آپ سے معاش (کموانا نہیں چاہتے معاش تو آپ کو ہم دیں گے اور بہتر انجام تو پرہیزگاری ہی کا ہے۔ اور وہ لوگ (عناداً) یوں کہتے ہیں کہ یہ (رسول) ہمارے پاس کوئی نشانی (اپنی نبوت کی) کیوں نہیں لاتے (جواب یہ ہے کہ) کیا ان کے پاس پہلی کتابوں کے مضامین کا ظہور نہیں پہنچا اور اگر ہم ان کو قبل قرآن آنے کے (سزائے کفر میں) کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے تو یہ لوگ بطور عذر کے) یوں کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب آپ نے ہمارے پاس کوئی رسول (دنیا میں) کیوں نہیں بھیجا تھا کہ ہم آپ کے احکام پر چلتے قبل اس کے کہ ہم (یہاں خود بے قدر ہوں اور (دوسروں کی نگاہ میں) رسوا ہوں آپ کہہ دیجئے کہ (ہم) انتظار کر رہے ہیں سو (چندے) اور انتظار کر لو اب عنقریب تم کو (بھی) معلوم ہو جائے گا کہ راہ راست والے کون ہیں اور وہ کون ہے (جو منزل) مقصود تک پہنچا۔

تفسیر ربط: اوپر قصہ آدم علیہ السلام سے آیت: من اعرض عنه کے مضمون کی تائید تھی جیسا کہ تمہید آیات قصہ میں بیان کیا گیا اب آگے بھی ان ہی معرضین کے احوال واقوال کی تقبیح اور ان اقوال واحوال سے جو حضور ﷺ کو حزن ہوا کرتا تھا درمیان میں اس حزن کا ازالہ اور آپ کی تسلی کا مضمون ہے اور اس مضمون خاتمہ کو مضمون فاتحہ سورت سے بھی خاص مناسبت ہے چنانچہ وہاں اول آیت میں بھی یہی مضمون آپ کی رفع مشقت کا جو بعموم مہ حزن باقوال الکفار کو بھی شامل ہے مذکور تھا اور لمن یخشی کے مفہوم مقابل سے غیر خاشین کا عدم تذکر بھی معلوم ہوتا ہے پس جو وہاں مجمل ہے یہاں مفصل ہے واللہ اعلم۔

تقبیح احوال واقوال کفار وتسلیہ سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم ☆ اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ (الی قولہ تعالی) فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ

اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى ﴿١٣٥﴾ (یہ معرضین جو اعراض پر اصرار کر رہے ہیں تو) کیا ان لوگوں کو (اب تک) اس سے بھی ہدایت نہیں ہوئی کہ ہم ان سے پہلے بہت سے گروہوں کو (اس اعراض ہی کی بدولت عذاب سے ہلاک کر چکے ہیں کہ ان (میں سے بعض) کے رہنے کے مقامات میں یہ لوگ بھی چلتے (پھرتے) ہیں (کیونکہ شام کو جاتے ہوئے اہل مکہ کے راستہ میں بعض ان قوموں کے مساکن آتے تھے) اس (امر مذکور) میں تو اہل فہم کے (سمجھنے کے) لئے (کافی) دلائل (اعراض کے مذموم عنداللہ ہونے کے) موجود ہیں اور (ان پر عذاب نہ آنے سے جو ان کو شبہ اپنے مسلک کے مذموم نہ ہونے کا ہوتا ہے تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ) اگر آپ کے رب کی طرف سے ایک بات پہلے سے فرمائی ہوئی نہ ہوتی (وہ یہ کہ بعض مصلحتوں کی وجہ سے ان کو مہلت ہوگی) اور (عذاب کے لئے) ایک میعاد معین نہ ہوتی (کہ وہ قیامت کا دن ہے) تو (ان کے کفر واعراض کے اقتضا سے) عذاب لازمی طور پر ہوتا (خلاصہ یہ کہ کفر تو مقتضی عذاب کا ہے لیکن ایک مانع سے توقف ہو رہا ہے پس ان کا وہ شبہ اور تمسک عدم وقوع عذاب سے غلط ہے غرض یہ کہ امہال ہے اہمال نہیں) سو (جب عذاب کا آنا یقینی ہے تو) آپ ان کی (کفر آمیز) باتوں پر صبر کیجئے (اور بغض فی اللہ کی وجہ سے جو ان پر غیظ آتا ہے اور اس پر توقف عذاب سے اضطراب ہوتا ہے اس اضطراب کو ترک کیجئے) اور اپنے رب کی حمد (وثنا) کے ساتھ (اس کی) تسبیح (وتقدیس) کیجئے (اس میں نماز بھی آ گئی) آفتاب نکلنے سے پہلے (نماز فجر) اور اس کے غروب سے پہلے (مثلاً نماز ظہر وعصر) اور اوقات شب میں (بھی) تسبیح کیا کیجئے (مثلاً نماز مغرب وعشا) اور دن کے اول وآخر میں (تسبیح کرنے کے واسطے اہتمام کے لئے مکرر کہا جاتا ہے جس میں نماز فجر ومغرب کے ذکر کی بھی اہتماماً تکریر ہوگئی) تاکہ (آپ کو جو ثواب ملے) آپ (اس سے) خوش ہوں (مطلب یہ کہ آپ اپنی توجہ معبود حقیقی کی طرف رکھئے ان کی فکر نہ کیجئے) اور ہرگز ان چیزوں کی طرف آپ آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھئے (جیسا اب تک بھی نہیں دیکھا) جن سے ہم نے کفار کے مختلف گروہوں کو (مثلاً یہود ونصاریٰ ومشرکین کو) ان کی آزمائش کے لئے متمتع کر رکھا ہے کہ وہ (محض) دنیوی زندگی کی رونق ہے (مطلب اوروں کو سنانا ہے کہ جب معصوم کے لئے یہ ممانعت ہے جن میں احتمال بھی نہیں تو غیر معصوم کو تو اس کا اہتمام کیونکر ضروری نہ ہوگا اور آزمائش یہ کہ کون احسان مانتا ہے اور کون سرکشی کرتا ہے) اور آپ کے رب کا عطیہ (جو آخرت میں ملے گا) بدرجہا (اس سے) بہتر ہے اور دیرپا ہے (کہ کبھی فنا ہی نہ ہوگا خلاصہ کلام کا یہ ہوا کہ نہ ان کی اعراض بکسر الہمزہ کی طرف التفات کیا جاوے نہ ان کے اعراض بفتح الہمزہ کی طرف سب کا انجام عذاب ہے) اور اپنے متعلقین کو (یعنی اہل خاندان کو یا مؤمنین کو) بھی نماز کا حکم کرتے رہئے اور خود بھی اس کے پابند رہئے (یعنی زیادہ توجہ کے قابل یہ امور ہیں) ہم آپ سے (اور اسی طرح دوسروں سے ایسے) معاش (کموانا) نہیں چاہتے (جو مانع طاعات ضروریہ ہو) معاش تو آپ کو (اور اسی طرح اوروں کو) ہم دیں گے (یعنی مقصود اصلی اکتساب نہیں بلکہ دین اور طاعت ہیں اکتساب کی اسی حالت میں اجازت یا امر ہے کہ ضروری طاعت میں وہ مخل نہ ہو) اور بہتر انجام تو پرہیزگاری ہی کا ہے (اس لئے ہم حکم دیتے ہیں: لَا تَمُدَّنَّ [الحجر: ۸۸] اور وَأْمُرْ أَهْلَكَ الخ اور معرضین کے بعض احوال واقوال جیسے اوپر معلوم ہوئے اسی طرح ان کا ایک اور قول بھی مذکور ہوتا ہے کہ) وہ لوگ (عناداً) یوں کہتے ہیں کہ یہ (رسول) ہمارے پاس کوئی نشانی (اپنی نبوت کی) کیوں نہیں لاتے (آگے جواب ہے کہ) کیا ان کے پاس پہلی کتابوں کے مضمون کا ظہور نہیں پہنچا (مراد اس سے قرآن ہے کہ اس سے کتب سابقہ کے مضمون پیشین گوئی کی صدق کا ظہور ہوگیا مطلب یہ کہ کیا ان کے پاس قرآن نہیں پہنچا جس کی پہلے سے شہرت تھی کہ وہ نبوت پر کافی دلیل ہے) اور اگر ہم ان کو قبل قرآن آنے کے (سزائے کفر میں) کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے (اور پھر قیامت کے روز اصلی سزا کفر کی دی جاتی کہ وہ لازم ہی تھی) تو یہ لوگ (بطور عذر کے) یوں کہتے کہ اے ہمارے رب آپ نے ہمارے پاس کوئی رسول (دنیا میں) کیوں نہیں بھیجا تھا کہ ہم آپ کے احکام پر چلتے قبل اس کے کہ ہم (یہاں خود[1]) بے قدر ہوں اور (دوسروں کی نگاہ میں) رسوا ہوں (سو اب اس عذر کی بھی گنجائش نہیں رہی اگر وہ یوں کہیں کہ وہ عذاب کب ہوگا تو) آپ کہہ دیجئے کہ (ہم) سب انتظار کر رہے ہیں سو (چندے) اور انتظار کر لو اب عنقریب تم کو (بھی) معلوم ہو جاوے گا کہ راہ راست والے کون ہیں اور وہ کون ہے جو (منزل) مقصود تک پہنچا (یعنی وہ فیصلہ عنقریب بعد موت یا بعد الحشر ظاہر ہو جاوے گا) **ف**: اصبر کی تقریر میں حضور کے غیظ کی جو وجہ بیان ہوئی ہے اس سے عدم شفقت کا شبہ جاتا رہا اور نیز تقریر مذکور پر یہ آیت حکم قتال سے منسوخ نہیں ٹھہری کہ ترک اضطراب مستلزم ترک حراب نہیں **وقد تم بحمد اللہ تعالیٰ تفسیر السورۃ للثانی عشر من شوال ۱۳۲۴ من الھجرۃ۔**

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ الخ اس میں نگاہ کا بند رکھنا ہے شاغل عن اللہ سے پس یہ اصل ہے عمل صوفیہ نظر بر قدم کی۔

ملحقات الترجمۃ: [1] **قولہ فی نذل خود فی نخزی** دوسروں کی **اشار بہ الی التغائر بین المفهومين المحسن للجمع ۱۲۔**

الروایات: **فی الدر المنثور اخرج عبد بن حمید عن عکرمۃ فی قولہ واطراف النهار وقال بعد الصبح وعند غروب الشمس آہ قلت وعليه فسرت وهذا التكرير لاهتمام كما فى قوله تعالى والصلوة الوسطى والاطراف بمعنى التثنية ان اريد بالنهار النهار لواحد وبمعنى الجمع ان اريد الجنس الشامل لنهار كل يوم وفى تفسيرى التسبيح بالاعم رعاية لجميع الاقوال فى التسبيح ۱۲۔**

اللغات: اللزام مصدر بمعنی اللازم ومد العین طموح البصر الی الشئ کما فی القاموس ۱۲۔

النحو: من اٰناء اللیل فی الروح ذکر الخفاجی انه معمول بسبح من غیر حاجة لدعوی زیادة الفاء لانها لا تمنع عمل ما بعدها فیما قبلها کما صرح به النحاة قوله اطراف النهار عطف علی محل قوله سبحانه وتعالیٰ من آناء اللیل قوله زهرة فی الکشاف فی وجوه انتصابه وعلی ابداله من محل الجار والمجرور ای قوله تعالیٰ به ولا حجة فی تضعیف ابن الحاجب قوله من قبله فی الروح متعلق باهلکنا ۱۲۔

البلاغة: قوله واجل مسمی عطف علی کلمة کما اخرج ابن ابی حاتم عن قتادة والسدی وفصله عما عطف علیه للمسارعة الی بیان جواب لو لا والاشعار باستقلال کل منهما بنفی لزوم العذاب مراعاة فواصل الای الکریمة کذا فی الروح ویراد به یوم القیٰمة وفی الروح تعقب بانه یتحدح بالکلمة السابقة واجیب بانه لا یلزم من تاخیر العذاب عن الدنیا ان یکون له وقت لا یتاخر عنه ولا یتخلف آه فتغائرا قوله ومن آناء اللیل فسبح وللاعتناء بالشان کرر الامر بالتسبیح ولم یقتصر بالعطف ۱۲۔

سُوْرَةُ الْاَنْبِيَاۗءِ ۲۱ مَكِّيَّةٌ ۷۳ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۱۱۲ رُكُوْعَاتُهَا ۷

سورۃ الانبیاء مکہ میں نازل ہوئی — سورۃ الانبیاء شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۱۱۲ آیات اور ۷ رکوع ہیں

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۝۱ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ۝۲ لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاَسَرُّوا النَّجْوَى ڰ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ڰ هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ۝۳ قٰلَ رَبِّيْ يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۡ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝۴ بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۢ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ښ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ۝۵ مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۚ اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ ۝۶ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْــَٔـلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۷ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ۝۸ ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَمَنْ نَّشَاۗءُ وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ ۝۹ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۱۰ ع

ان (منکر) لوگوں سے ان کا (وقت) حساب نزدیک آپہنچا اور یہ (ابھی) غفلت میں (پڑے) ہیں (اور) اعراض کئے ہوئے ہیں ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے جو نصیحت تازہ (حسب حال) آگئی ہے یہ اس کو ایسے طور سے سنتے ہیں کہ (اس کے ساتھ) ہنسی کرتے ہیں (اور) ان کے دل متوجہ نہیں ہوتے اور یہ لوگ ظالم اور کافر (آپس میں) چپکے چپکے سرگوشی کرتے ہیں کہ یہ (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) محض تم جیسے ایک (معمولی) آدمی ہیں تو تم کیا پھر بھی جادو کی بات سننے کو (ان کے پاس) جاؤ گے حالانکہ تم جانتے ہو پیغمبر نے فرمایا کہ میرا رب ہر بات کو (خواہ) آسمان میں (ہو اور خواہ) زمین میں (ہو) جانتا ہے اور وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے بلکہ یوں (بھی) کہا کہ یہ (قرآن) پریشان خیالات ہیں بلکہ انہوں نے (یعنی پیغمبر نے) اس کو تراش لیا ہے بلکہ یہ تو ایک شاعر شخص ہیں تو ان کو چاہئے ایسی کوئی (بڑی) نشانی لاویں جیسے پہلے لوگ بنائے گئے ان سے پہلے کوئی بستی والے جن کو ہم نے ہلاک کیا ہے ایمان نہیں لائے سو کیا یہ لوگ ایمان لے آئیں گے۔ اور ہم نے آپ سے قبل صرف آدمیوں ہی کو پیغمبر بنایا جن کے پاس ہم وحی بھیجا کرتے تھے سو (اے منکرو) اگر تم کو (یہ بات) معلوم نہ ہو تو اہل کتاب سے دریافت کرلو اور ہم نے ان رسولوں کے ایسے جسے نہیں بنائے تھے جو کھانا نہ کھاتے ہوں (یعنی فرشتہ نہیں بنایا تھا) اور وہ حضرات ہمیشہ رہنے والے نہیں ہوئے پھر ہم نے جو ان سے وعدہ کیا تھا اس کو سچا کیا یعنی ان کو اور جن جن کو (نجات دینا) منظور ہو ہم نے نجات دی اور حد (اطاعت) سے گزرنے والوں کو ہلاک کیا۔ ہم تمہارے پاس ایسی کتاب بھیج چکے ہیں کہ اس میں تمہاری نصیحت (کافی) موجود ہے کیا پھر بھی تم نہیں سمجھتے (اور نہیں مانتے)۔ ۞

تفسیر: سورۃ الانبیاء مکیۃ وھی مائۃ واثنتا عشرۃ آیۃ وسبع رکوعات کذا فی البیضاوی اس صورت میں یہ مضامین مختلط ہیں۔ تحقیق معاد۔

تحقیق نبوت ۔ تحقیق توحید اور توحید و رسالت کی تائید کے لئے بعض انبیاء علیہم السلام کے قصص مذکور ہوئے ہیں اور یہی مضامین خصوص مضمون قصص وجہ ارتباط ہے سورۂ طٰہٰ کے ساتھ اور اس سورت کے آغاز میں حساب کا اقتراب اور سورۂ طٰہٰ کے ختم میں انکشاف حقیقت حقیت کا اقتراب جو مدلول ہے سین کا وجہ ارتباط ہے دونوں کے آغاز وانجام میں ۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تشنیع بر غفلت و جہالت و انکار رسالت ☆ اِقۡتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُہُمۡ (الی قولہ تعالی) اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ۞ ان (منکر) لوگوں سے ان کا (وقت) حساب نزدیک آ پہنچا (یعنی قیامت وقتاً فوقتاً نزدیک ہوتی جاتی ہے) اور یہ (ابھی) غفلت (ہی) میں (پڑے) ہیں (اور اس کے یقین کرنے سے اس کے لئے تیاری کرنے سے) اعراض کئے ہوئے ہیں ۔ (اور ان کی غفلت یہاں تک بڑھ گئی ہے کہ) ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے جو نصیحت تازہ (حسب حال ان کے) آتی ہے (بجائے اس کے کہ ان کو تنبہ ہوتا) یہ اس کو ایسے طور سے سنتے ہیں کہ (اس کے ساتھ ہنسی کرتے ہیں (اور) ان کے دل (اصلاً ادھر) متوجہ نہیں ہوتے اور یہ لوگ یعنی ظالم (اور کافر) لوگ (آپس میں) چپکے چپکے سرگوشی کرتے ہیں (نہ بوجہ خوف اہل اسلام کے کیونکہ مکہ میں کفار ضعیف نہ تھے بلکہ بقصد تمہید مکر و ابطال شیوع اسلام کے کہ اخفاء ایسے امور کا عادات میں سے ہے) کہ یہ (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) محض تم جیسے ایک (معمولی) آدمی ہیں (یعنی نبی نہیں اور یہ جو ایک دلکش دلربا کلام سناتے ہیں اس پر اعجاز کا شبہ اور اس اعجاز سے نبوت کا خیال نہ کرنا کیونکہ وہ حقیقت میں جادو آمیز کلام ہے) تو کیا (باوجود اس بات کے) پھر بھی تم جادو کی بات سننے کو (ان کے پاس) جاؤ گے حالانکہ تم (اس بات کو خوب) جانتے (بوجھتے) ہو پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دینے کا حکم ہوا اور انہوں) نے (موافق حکم کے جواب میں) فرمایا کہ میرا رب ہر بات کو (خواہ) آسمان میں (ہو) اور (خواہ) زمین میں (ہو اور خواہ ظاہر ہو یا خفی ہو خوب جانتا ہے اور وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے (سو تمہارے ان اقوال کفریہ کو بھی جانتا ہے اور تم کو خوب سزا دے گا اور انہوں نے صرف سحر کہنے پر اکتفا نہیں کیا) بلکہ یوں (بھی) کہا کہ یہ (قرآن) پریشان خیالات ہیں (کہ واقع میں دلکش بھی نہیں) بلکہ (اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ) انہوں نے (یعنی پیغمبر نے) اس کو (قصداً و اختیاراً) اپنے دل سے) تراش لیا ہے (اور اضغاث احلام میں تو انسان کسی قدر بے اختیار اور معذور اور مبتلائے اشتباہ بھی ہوتا ہے اور یہ افتراء کچھ قرآن ہی کے ساتھ خاص نہیں) بلکہ یہ تو ایک شاعر شخص ہیں (ان کی تمام باتیں ایسی ہی تراشیدہ اور خیالی ہوتی ہیں ۔ خلاصہ یہ کہ رسول نہیں ہیں اور اگر بڑے مدعی رسالت کے ہیں) تو ان کو چاہئے کہ ہمارے پاس ایسی کوئی (بڑی) نشانی لاویں جیسا پہلے لوگ رسول بنائے گئے (اور بڑے معجزات ظاہر کئے اس وقت ہم رسول مانیں اور ایمان لائیں اور یہ کہنا بھی ایک بہانہ تھا ورنہ انبیائے سابقین کو بھی نہ مانتے تھے حق تعالیٰ جواب میں فرماتے ہیں کہ) ان سے پہلے کوئی بستی والے جن کو ہم نے ہلاک کیا ہے (باوجود ان کے فرمائشی معجزات کے ظاہر ہونے پر) ایمان لے آویں گے (اور ایسی حالت میں ایمان نہ لانے پر عذاب نازل ہو جاوے گا اس لئے ہم وہ معجزات ظاہر نہیں فرماتے اور قرآن معجزہ کافی ہے) اور (رسالت کے متعلق جو ان کا یہ شبہ ہے کہ رسول بشر نہ ہونا چاہئے اس کا جواب یہ ہے کہ) ہم نے آپ سے قبل صرف آدمیوں ہی کو پیغمبر بنایا جن کے پاس ہم وحی بھیجا کرتے تھے سو (اے منکرو) اگر تم کو (یہ بات) معلوم نہ ہو تو اہل کتاب سے دریافت کرلو (کیونکہ اولاً تو خبر متواتر بلا اشتراط عدالت راوی کے واقع میں بھی حجت ہے پھر تم ان کو اپنا دوست سمجھتے ہو تو تمہارے نزدیک معتبر ہونے چاہئیں) اور (اسی طرح رسالت کے متعلق جو اس شبہ کی دوسری تقریر ہے کہ رسول فرشتہ ہونا چاہئے اس کا جواب یہ ہے کہ) ہم نے ان رسولوں کے (جو گزر چکے ہیں) ایسے جسد نہیں بنائے تھے جو کھانا نہ کھاتے ہوں (یعنی فرشتہ نہ بنایا تھا) اور (یہ لوگ جو آپ کی وفات کے انتظار میں خوشیاں منا رہے ہیں لقولہ تعالیٰ: نتربص به ریب المنون۔ كذا في المعالم یہ وفات بھی منافی نبوت نہیں کیونکہ) وہ (گزشتہ) حضرات (بھی دنیا میں) ہمیشہ رہنے والے نہیں ہوئے (پس اگر آپ کی بھی وفات ہو جاوے تو نبوت میں کیا قدح لازم آیا ۔ غرض یہ کہ جیسے پہلے رسول تھے ویسے ہی آپ بھی ہیں اور یہ جو لوگ جس طرح آپ کی تکذیب کرتے ہیں اسی طرح ان حضرات کی بھی اس زمانہ کے کفار نے تکذیب کی) پھر ہم نے جو ان سے وعدہ کیا تھا (کہ مکذبین کو عذاب سے ہلاک کریں گے اور تم کو اور مؤمنین کو محفوظ رکھیں گے ہم نے) اس (وعدہ) کو سچا کیا یعنی ان کو اور جن جن کو (نجات دینا) منظور ہوا (اس عذاب سے) ہم نے نجات دی اور (اس عذاب سے) حد (اطاعت) سے گزرنے والوں کو ہلاک کیا (سو ان لوگوں کو ڈرنا چاہئے اور اے منکرو اس تکذیب کے بعد اگر تم پر دنیا یا آخرت میں عذاب آوے تو تعجب نہیں کیونکہ) ہم تمہارے پاس ایسی کتاب بھیج چکے ہیں کہ اس میں تمہاری نصیحت (کافی) موجود ہے کیا (باوجود ایسی تبلیغ موعظت کے) پھر بھی تم نہیں سمجھتے (اور نہیں مانتے) ۔

ترجمہ مسائل السلوک: (سورة الانبياء عليهم السلام) قولہ تعالیٰ: وَهُمۡ فِیۡ غَفۡلَةٍ مُّعۡرِضُوۡنَ ۞ میں اشارہ اس طرف ہے کہ غفلت مذمومہ وہ ہے جس میں اعراض ہو نہ مطلق غفلت (کہ عادۃً اس سے کوئی خالی نہیں) قولہ تعالیٰ: وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا قَبۡلَكَ اس آیت سے جمہور نے استدلال کیا ہے مردوں کے ساتھ رسالت کے خاص ہونے پر اور میں کہتا ہوں کہ اگر تخصیص بھی مسلم نہ ہو تو غالب کا تو انکار ہو ہی نہیں سکتا اور یہ اصل ہے اہل طریق کی اس عادت کی کہ خلافت

مردوں ہی کو دیتے ہیں۔قولہ تعالیٰ: وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا الخ یہ آیت دال ہے اس پر کہ کھانا نہ کھانا کمالات اور علامت مقبولیت سے نہیں جیسا کہ بہت سے عوام اور بعض خواص بھی خیال کرتے ہیں۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله** فی للناس ان اشارة الی کون اللام للمعهود وهم المشرکون فی مکة ۱۲۔ ۲ **قوله** فی حسابهم وقت اشارة الی تقدیر مضاف۔ ۳ **قوله** فی معرضون اور اس کے الخ اشار به الی کونه خبرا ثانیا والی فائدة زیادته من کونه کالنتیجة للاول وکونه دفعا للشبهة وهی ان الغفلة لعلها تکون عذر انهم فاندفع بزیادته ان هذه الغفلة لمانشات عن الاعراض لم تکن عذرا ۱۲۔ ۴ **قوله** فی یلعبون ہنسی کذا فی الروح یلعبون مستهزئین ۱۲۔ ۵ **قوله** فی الذین ظلموا یعنی اشارة الی کون الموصول بدلا عن الضمیر فی اسروا ۱۲۔ ۶ **قوله** فی بل هو شاعر خاص نہیں اشار به الی وجه زیادته والتغائر بینه وبین ما قبله والی النکتة فی تغییر العنوان ۱۲۔ ۷ **قوله** قبل ولیاتنا اگر اشار به الی کون المذکور جوابا لمقدر ۱۲۔ ۸ **قوله** فی اهل الذکر کتاب کذا فی الروح ۱۲۔ ۹ **قوله** فی فانجیناهم یعنی اشارة الی کون الفاء للتفصیل ۱۲۔

اللغات: قوله هل هذا هو بمعنی النفی ۱۲ قوله جسدا فی القاموس جسم الانسان والجن والملائکة ۱۲۔

البلاغۃ: قوله اسروا النجوی الذین النکتة فی البدل هو الاشعار بکونهم موصوفین بالظلم الفاحش فیما اسروا به ۱۲ فائده بل قسمان انتقالیة وابطالیة وفی وقوعها للابطال فی کلام الله تعالیٰ خلاف والحق ان الابطال ان کان لما صدر عن الغیر فهو واقع فی القرآن کان لما صدر عنه تعالیٰ فغیر واقع بل هو محال لانه هذا کذا فی الروح ۱۲۔

وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴿۱۱﴾ فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ﴿۱۲﴾ لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ ﴿۱۳﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۱۴﴾ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ﴿۱۵﴾

اور ہم نے بہت سی بستیاں جہاں کے رہنے والے ظالم (یعنی کافر) تھے غارت کر دیں اور ان کے بعد دوسری قوم پیدا کر دی سو جب ان ظالموں نے ہمارا عذاب آتے دیکھا تو اس بستی سے بھاگنا شروع کر دیا بھاگو مت اور اپنے سامان عیش کی طرف اور اپنے مکانوں کی طرف واپس چلو شاید تم سے کوئی پوچھے پاچھے وہ لوگ (نزول عذاب کے وقت) کہنے لگے کہ ہائے ہماری کم بختی بے شک ہم لوگ ظالم تھے سو انکی یہی غل پکار رہی حتیٰ کہ ہم نے ان کو ایسا (نیست و نابود) کر دیا جس طرح کھیتی کٹ گئی ہو اور آگ ٹھنڈی ہوگئی ہو۔

تفسیر ربط: اوپر مکذبین کی مذمت اور عذاب الٰہی سے ان کا ہلاک ہونا اجمالاً بیان کیا گیا تھا آگے اسی کی کسی قدر تفصیل ہے۔

چیزے از تفصیل اہلاک مخالفین انبیاء ☆ وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً (الی قوله تعالیٰ) حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ﴿۱۵﴾ اور ہم نے بہت سے بستیاں جہاں کے رہنے والے ظالم (یعنی کافر) تھے غارت کر دیں اور ان کے بعد دوسری قوم پیدا کر دی سو جب ان ظالموں نے ہمارا عذاب آتا دیکھا تو اس بستی سے بھاگنا شروع کیا (کہ عذاب سے بچ جاویں حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ) بھاگو مت اور اپنے سامان عیش کی طرف اور اپنے مکانوں کی طرف واپس چلو شاید تم سے کوئی پوچھے پاچھے (کہ کیا گزری۔ مقصود اس سے تعریض ہے کہ نہ وہ سامان رہا نہ مکان رہا نہ کسی ہمدرد کا نشان رہا) وہ لوگ (نزول عذاب کے وقت) کہنے لگے کہ ہائے ہماری کمبختی بیشک ہم لوگ ظالم تھے سو ان کی بھی غل پکار رہی حتیٰ کہ ہم نے ان کو ایسا (نیست و نابود) کر دیا جس طرح کھیتی کٹ گئی ہو اور آگ ٹھنڈی ہوگئی ہو۔ **ف**: اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ میں اقرار اس لئے ان کو نافع نہ ہوا کہ مشاہدۂ ملائکہ عذاب کے بعد ہوگا جیسا فرعون کا امنت کہنا ادراک غرق کے وقت واللہ اعلم۔

اللغات: الحصید مصدر یستوی فیه الواحد والجمع ۱۲۔

النحو: قوله بعدها ای بعد القریة قوله احسوا راجع الی اهل القریة لا الی قوم آخرین۔ قوله منها ای من القریة وقیل من الباس بتاویل العقوبة قوله حصیدا خامدین مجموعهما کمفعول واحد ای جامعین من الحصاد والخمود فلا یرد ان الجعل لا یتعدی الی ثلثة مفاعیل وفیه الجمع بین التشبهین دفعة واحدة ۱۲۔

البلاغۃ :قوله انشانا بعد هاء السر فى تقديم انشاء هولاء على حكاية مبادى اهلاك اولئك بقوله فلما احسوا الخ التنبيه على استيصال الاولين وقطع دابرهم بالكلية قوله لا تركضوا فى الروح قيل يحتمل ان يكون المراد يجعلون خلقا بان يقال لهم ذلك وان لم يقل آه قلت و الا بلغ ان يقال انهم جعلوا كالحاضرين وقت الحكاية ايذانا بشناعة حالهم ۱۲۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿۱۶﴾ لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ ۖ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۱۷﴾ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ؕ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ﴿۲۰﴾ اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ ﴿۲۱﴾ لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۲۲﴾ لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ ﴿۲۳﴾ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۚ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴿۲۵﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾ ع ۲ ۱۹

اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ اس کے درمیان ہے اس کو اس طور نہیں بنایا کہ ہم فعل عبث کرنے والے ہوں اور اگر ہم کو مشغلہ ہی بنانا منظور ہوتا تو ہم خاص اپنے پاس کی چیز کو مشغلہ بناتے اگر ہم کو یہ کرنا ہوتا بلکہ ہم حق بات کو باطل پر پھینک مارتے ہیں سو وہ (حق) اس باطل کو بھیجا نکال دیتا ہے (یعنی اس کو مغلوب کر دیتا ہے) سو وہ (مغلوب ہو کر) دفعۃً جاتا رہتا ہے اور تمہارے لئے اس بات سے بڑی خرابی ہوگی جو تم گھڑتے ہو اور حق تعالیٰ کی وہ شان ہے کہ جتنے کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کے ہیں اور (ان میں سے) جو اللہ کے نزدیک (بڑے مقبول و مقرب) ہیں وہ اس کی عبادت سے عار نہیں کرتے اور نہ تھکتے ہیں (بلکہ) شب و روز (اللہ تعالیٰ کی) تسبیح کرتے ہیں کسی وقت موقوف نہیں کرتے۔ کیا (باوجود ان دلائل توحید کے) ان لوگوں نے خدا کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں (بالخصوص) زمین کی چیزوں میں سے جو کسی کو زندہ کرتے ہوں زمین (میں یا) آسمان میں اگر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور معبود (واجب الوجود) ہوتا تو دونوں درہم برہم ہو جاتے سو ان تقریرات سے ثابت ہوا) کہ اللہ تعالیٰ ان امور سے پاک ہے جو کچھ یہ لوگ بیان کر رہے ہیں اور جو کچھ کرتا ہے اس سے کوئی باز پرس نہیں کر سکتا اور اوروں سے باز پرس کی جائے گی۔ کیا خدا کو چھوڑ کر انہوں نے اور معبود بنا رکھے ہیں (ان سے) کہئے کہ تم اپنی دلیل (اس دعویٰ پر) پیش کرو یہ میرے ساتھ والوں کی کتاب (یعنی قرآن) اور مجھ سے پہلے لوگوں کی کتابیں (یعنی توراۃ وانجیل وغیرہ) موجود ہیں بلکہ ان میں زیادہ وہی ہیں جو امر حق کا یقین نہیں کرتے سو (اس وجہ سے) وہ اعراض کر رہے ہیں اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی ایسا پیغمبر نہیں بھیجا جس کے پاس ہم نے یہ وحی نہ بھیجی ہو کہ میرے سوا کوئی معبود (ہونے کے لائق) نہیں پس میری ہی عبادت کیا کرو اور یہ (مشرک) لوگ یوں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے (فرشتوں کی) اولاد بنا رکھا ہے وہ (اللہ تعالیٰ اس سے) پاک ہے بلکہ (وہ فرشتے اس کے بندے ہیں وہاں) معزز وہ اس سے آگے بڑھ کر بات نہیں کر سکتے اور وہ اسی کے حکم کے موافق عمل کرتے ہیں (وہ جانتے ہیں کہ) اللہ تعالیٰ ان کے اگلے پچھلے احوال کو جانتا ہے اور وہ بجز اس کے جس کے لئے شفاعت کرنے کی خدا تعالیٰ کی مرضی ہو اور کسی کی سفارش نہیں کر سکتے اور وہ سب اللہ تعالیٰ کی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں اور ان میں سے جو شخص (فرضاً) یوں کہے کہ میں علاوہ خدا کے معبود ہوں سو ہم اس کو سزائے جہنم دیں گے (اور) ہم ظالموں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔

تفسیر ربط: شروع سورت سے یہاں تک مضمون نبوت کا سلسلہ چلا آ رہا تھا آگے تحقیق توحید کی ہے كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ تک۔

تحقیق توحید ☆ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ۝ لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ (الی قولہ تعالی) كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ۝ اور (ہمارے واحد ہونے پر ہماری مصنوعات دلالت کر رہی ہیں کیونکہ) ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اس کو اس طور پر نہیں بنایا کہ ہم فعل عبث کرنے والے ہوں (بلکہ ان میں بہت سی حکمتیں ہیں جن میں اعظم دلالت علی التوحید ہے اور) اگر ہم کو (آسمان اور زمین کے بنانے سے کوئی حکمت مقصود نہ ہوتی بلکہ ان کو محض) مشغلہ ہی بنانا منظور ہوتا (جس میں کوئی معتد بہ فائدہ مقصود نہیں ہوتا محض دل بہلانا منظور ہوتا ہے) تو ہم خاص اپنے پاس کی چیز کو مشغلہ بناتے (مثلاً اپنی صفات کمال کے مشاہدہ کو) اگر ہم کو یہ کرنا ہوتا (کیونکہ مشغلہ کو شاغل کی شان سے مناسبت چاہئے تو کجا ذات واجب الوجود اور کجا مصنوعات حادثہ البتہ صفات کو بوجہ قدیم اور لازم ذات ہونے کے تاہم مناسبت ہے سو جب بدلائل عقلیہ واجماع اہل ملل اسی کا مشغلہ قرار دیا جانا محال ہے تو مصنوعات حادثہ میں تو بدرجہ اولیٰ یہ احتمال منفی ہے پس ثابت ہوا کہ ہم نے عبث پیدا نہیں کیا) بلکہ (اثبات حق اور ابطال باطل کے لئے پیدا کیا ہے اور) ہم (اس) حق بات کو (جس کے ثبوت پر مصنوعات دال ہیں اس) باطل بات پر (اس طرح غالب کر دیتے ہیں جیسے یوں سمجھو کہ ہم اس کو اس پر) پھینک مارتے ہیں سو وہ (حق) اس (باطل) کا بھیجا نکال دیتا ہے (یعنی اس کو مغلوب کر دیتا ہے) سو وہ (مغلوب ہو کر) دفعۃً جاتا رہتا ہے (یعنی دلائل توحید جو ان مصنوعات سے حاصل ہوتے ہیں شرک کی بالکلیہ نفی کر دیتے ہیں جس کی جانب مخالف کا احتمال ہی نہیں رہتا) اور (تم جو باوجود ان دلائل قاہرہ کے شرک کرتے ہو تو) تمہارے لئے اس بات سے بڑی خرابی ہوگی جو تم (خلاف حق کے) گھڑتے ہو اور (حق تعالیٰ کی وہ شان ہے کہ) جتنے کچھ آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اسی کے (مملوک) ہیں اور (ان میں سے) جو اللہ کے نزدیک (بڑے مقبول ومقرب) ہیں (ان کی یہ کیفیت عبدیت کی ہے کہ) وہ اس کی عبادت سے عار نہیں کرتے اور نہ تھکتے ہیں (بلکہ) شب و روز (اللہ کی) تسبیح (وتقدیس) کرتے ہیں (کسی وقت) موقوف نہیں کرتے (جب ان کی یہ حالت ہے تو عام مخلوق تو کس شمار میں ہے پس لائق عبادت کے وہی ہے اور جب کوئی دوسرا ایسا نہیں ہے تو پھر اس کا شریک سمجھنا کتنی بے عقلی ہے) کیا (باوجود ان دلائل توحید کے) ان لوگوں نے خدا کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں (بالخصوص) زمین کی چیزوں میں سے (جو کہ اور بھی سافل تر اور نازل تر ہیں جیسے پتھر یا معدنیات کے بت) جو کسی کو زندہ کرتے ہوں (یعنی جو جان بھی نہ ڈال سکتا ہو ایسا عاجز کب معبود ہونے کے قابل ہوگا اور) زمین (میں یا) آسمان میں اگر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور معبود (واجب الوجود) ہوتا تو دونوں (کبھی کے) درہم برہم ہو جاتے (کیونکہ عادۃً دونوں کے ارادوں اور افعال میں تزاحم ہوتا اور اس کے لئے فساد لازم ہے لیکن فساد واقع نہیں ہے اس لئے تعدد آلہہ بھی منفی ہے) سو (ان تقریرات سے ثابت ہوا کہ) اللہ تعالیٰ جو مالک ہے عرش کا ان امور سے پاک ہے جو کچھ یہ لوگ بیان کر رہے ہیں (کہ نعوذ باللہ اس کے اور شرکاء بھی ہیں حالانکہ اس کی ایسی عظمت ہے کہ) وہ جو کچھ کرتا ہے اس سے کوئی باز پرس نہیں کر سکتا اور اوروں سے باز پرس کی جا سکتی ہے (یعنی اللہ تعالیٰ باز پرس کر سکتا ہے پس کوئی عظمت میں اس کا شریک نہ ہوا پھر معبودیت میں کوئی کیسے شریک ہو سکتا ہے یہاں تک تو بطور ابطال اور نقض واستلزام محال کے کلام تھا آگے بطور سوال اور منع کے کلام ہے کہ) کیا خدا کو چھوڑ کر انہوں نے اور معبود بنا رکھے ہیں (ان سے) کہئے کہ تم اپنی دلیل (اس دعویٰ پر) پیش کرو (یہاں تک تو سوال اور دلیل عقلی سے شرک کا ابطال تھا آگے دلیل نقلی سے استدلال ہے کہ) یہ میرے ساتھ والوں کی کتاب (یعنی قرآن) اور مجھ سے پہلے لوگوں کی کتابیں (یعنی توراۃ وانجیل وزبور) موجود ہیں (جن کا صدق اور منزل من اللہ ہونا دلیل عقلی سے ثابت ہے اور اوروں میں گو تحریف ہوئی ہے مگر قرآن میں تحریف بھی منفی ہے پس جو مضمون ان کتب کا قرآن کے مطابق ہوگا وہ یقیناً صحیح ہے اور ان سب دلائل مذکورہ کا مقتضا یہ تھا کہ یہ لوگ توحید کے قائل ہو جاتے لیکن پھر بھی قائل نہیں) بلکہ ان میں زیادہ وہی ہیں جو امر حق کا یقین نہیں کرتے سو (اس وجہ سے) وہ (اس کے قبول کرنے سے) اعراض کر رہے ہیں اور (یہ توحید کوئی جدید بات نہیں جس سے توحش ہو بلکہ شرع قدیم ہے چنانچہ) ہم نے آپ سے پہلے کوئی ایسا پیغمبر نہیں بھیجا جس کے پاس ہم نے یہ وحی نہ بھیجی ہو کہ میرے سوا کوئی معبود (ہونے کے لائق) نہیں پس میری (ہی عبادت کیا کرو اور یہ (مشرک) لوگ (جو ہیں ان میں بعضے) یوں کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ نے (فرشتوں کو) اولاد بنا رکھی ہے (توبہ توبہ) وہ (اللہ تعالیٰ اس سے) پاک ہے (اور وہ فرشتے اس کی اولاد نہیں ہیں) بلکہ (اس کے) بندے ہیں (ہاں) معزز (بندے ہیں اسی سے بے عقلوں کو اشتباہ ہو گیا اور ان کی عبدیت اور محکومیت اور ادب کی یہ کیفیت ہے کہ) وہ اسی کے حکم کے موافق عمل کرتے ہیں (اس کے خلاف نہیں کر سکتے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ) اللہ تعالیٰ ان کے اگلے پچھلے احوال کو (خوب) جانتا ہے (پس جو حکم ہوگا اور جب حکم ہوگا موافق حکمت کے ہوگا اس لئے نہ فعلی مخالفت کرتے ہیں نہ قولی مخالفت کرتے ہیں) اور (ان کے ادب کی یہ کیفیت ہے کہ) وہ بجز اس (شخص) کے جس کے لئے (شفاعت کرنے کی) خدا تعالیٰ کی مرضی ہو اور کسی کی سفارش نہیں کر سکتے اور وہ سب اللہ تعالیٰ کی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں اور (یہ تو بیان تھا ان کی مغلوبیت اور محکومیت کا آگے بیان ہے اللہ تعالیٰ کی غالبیت اور حاکمیت کا۔ گو حاصل دونوں کا متقارب ہے یعنی) ان میں سے جو شخص (فرضاً) یوں کہے کہ (نعوذ

باللہ) میں علاوہ خدا کے معبود ہوں سو ہم اس کو سزائے جہنم دیں گے (اور) ہم ظالموں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں (یعنی خدا کا ان پر پورا بس ہے جیسے اور مخلوقات پر پھر وہ خدا کی اولاد جس کے لئے خدا کا ہونا ضروری ہے کیسے ہو سکتے ہیں) **ف**: يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ میں دوام تسبیح پر یہ شبہ کیا گیا ہے کہ اور اقوال وافعال کے وقت کیسے ممکن ہے جواب یہ ہے کہ افعال کے ساتھ تو اجتماع میں اشکال نہیں اور اقوال کا وقت یا تو اس دوام سے مخصوص ہو یا مثل تسبیح قلبی کے وقوع ہوتا ہو اور لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ الخ میں استدلال عادی ہے اور استدلال عقلی کی طرف اشارہ ہے جس کی تفصیل علم کلام میں ہے اور پارۂ دوم کے رکوع چہارم کے شروع میں اس کی تقریر بھی گذر چکی ہے اور گو آیات توحید سے منطوقاً اصنام سے کمالات کی نفی ہوتی ہے جس کے وہ مشرک بھی قائل نہ تھے مگر مقصود یہ ہے کہ استحقاق معبودیت کے لئے یہ کمالات لازم ہیں جب لازمی منتفی ہے ملزوم بھی منتفی ہے فقط۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ۝ یعنی عبث پیدا نہیں کیا یہ بھی اسی مسئلہ پر دال ہے جس پر آل عمران کی یہ آیت دال تھی (رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا [آل عمران: ۱۹۱]) اور وہ وہاں گزر چکا ہے۔ قولہ تعالیٰ: لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا الخ قوم کی زبان زد ہے کہ خلق کی غایت اسماء وصفات کا ظہور ہے کیونکہ وہ جمیل ہیں اس لئے وہ مقتضی ظہور کی ہیں تاکہ ذات ان کا مشاہدہ کرلے پس اگر مراد یہ ہے کہ صرف یہی غایت ہے تب تو یہ باطل ہے کیونکہ یہ تو ایک شغل محض ہوا جس کی نفی آیت میں ہے کیونکہ لہو کے معنی شغل محض کے ہیں اور اگر مراد یہ ہے کہ یہ بھی ہے اور دوسرے مصالح بھی تو کچھ مضائقہ نہیں اور راز اس میں یہ ہے کہ شغل محض تو ایک فائدہ ہے جو راجع ہے حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف اور وہ کسی فائدہ کے حاصل کرنے سے منزہ ہیں اور اس میں مصالح کا رکھنا یہ ایک فائدہ ہے جو راجع ہے خلق کی طرف اور خلق اس کی محتاج ہے اور گویا مِنْ لَّدُنَّآ سے اشارہ ہے اسماء وصفات کی طرف کیونکہ سب اشیاء میں زیادہ قرب حق تعالیٰ سے اس کے اسماء صفات کو ہے تو اللہ تعالیٰ نے پاس والی شئی کے ساتھ مشتغل ہونے کی بھی نفی فرما دی ۱۲۔ قولہ تعالیٰ: وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ۝ ۔ خَشْيَتِهٖ میں اگر ضمیر کا مضاف مقدر نہ کیا جائے جیسا کہ اصل ہے تو آیت اس خوف کی فضیلت پر دال ہے جو نفس عظمت حق سے ہو عذاب نہ ہو اور خواص کا خوف ایسا ہی ہوتا ہے ۱۲۔

ملحقات الترجمة: ۱ **قوله** في من عنده مقبول اشارة الى ان العندية للشرف ۱۲۔ ۲ **قوله** في من الارض بالخصوص اشارة الى النكتة في ذكر الارض ۱۲۔ ۳ **قوله** في ينشرون نہ ڈال سکتا ہو اشارة الى امرين الاول كون الانشاء بمعنى مطلق الخلق لا الخلق ثانيا خاصة والثاني ان هذا هو محط الانكار الاستفهامي للاتخاذ فانه كان متحققا بيقين ۱۲۔ ۴ **قوله** في الهة ہوتا اشارة الى ان الجمعية يراد بها الجنس لا التعدد خاصة كما في قوله لا تزوج النساء فلا يرد ان الآية افادت نفي الآلهة لا نفي الٰه واحد سوى الله تعالىٰ ۱۲۔ ۵ **قوله** في مكرمون ہاں اشارة الى كونه نشأ الاشتباه كما صرح به فيما بعد ۱۲۔ ۶ **قوله** قبل يعلم جانتے ہیں كذا قرره في الروح ۱۲۔ ۷ **قوله** خشية ہیبت اشارة الى ما في الروح عن بعضهم ان الخشية ههنا مجاز عن سببها اى وهم من مهابته تعالىٰ شديد والخوف آه فلا يلزم كون الشئ الواحد سببا ومسببا ۱۲۔

البلاغة: قوله فيدمغه في الروح وجوز ان يكون هناك تمثيل لغلبة الحق على الباطل حتى يذهبه برمي جرم صلب على رأس دماغه وخويشقه قوله من في السمٰوٰت في الروح كانه اريدهنا اظهار مزيد العظمة فجئ بالسمٰوٰت جمعًا على معنى له كل من هو في واحدة واحدة من السمٰوٰت ولم يرد فيما مر سوى بيان اشتمال هذا السقف المشاهد والفراش المهد وما استقر بينهما على الحكم التي لا تحصى فلذا جئ بصيغة الافراد دون الجمع قوله لا يستحسرون في الروح هو ابلغ من الحسور والتعبير به للتنبيه على ان عبادتهم بثقلها ودوامها حقيقة بان يستحسر منها ومع ذلك لا يستحسرون وليس لنفي المبالغة في الحسور مع ثبوت اصله في الجملة ۱۲ قوله من خشيته في الروح اى بسبب خوف عذابه عزوجل فمن تعليلية والكلام على حذف مضاف وقديرا ومن خشيته تعالىٰ ذلك فلا حاجة اليه آه اى الى حذف المضاف ۱۲۔

اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ۭ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاۗءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۭ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَجَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ ۠ وَجَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝ وَجَعَلْنَا السَّمَاۗءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ښ وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ۝ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ

وَالشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ ؕ کُلٌّ فِیۡ فَلَکٍ یَّسۡبَحُوۡنَ ﴿۳۳﴾

کیاان کافروں کو یہ معلوم نہیں ہوا کہ آسمان اورزمین (پہلے) بند تھے پھر ہم نے دونوں (اپنی قدرت سے) کھول دیااور ہم نے (بارش کے) پانی سے ہر جاندار چیز کو بنایا ہے کیا (ان باتوں کو سن کر) پھر بھی ایمان نہیں لاتے اور ہم نے زمین میں اس لئے پہاڑ بنائے کہ زمین ان لوگوں کو لے کر ہلنے نہ لگےاور ہم نے اس زمین میں کشادہ کشادہ رستے بنائے تاکہ وہ لوگ (ان کے ذریعے سے) سے منزل (مقصود) کو پہنچ جائیں اور ہم نے اپنی قدرت سے آسمان کو (مثل) ایک چھت کے بنایا جو محفوظ ہے اور یہ لوگ اس آسمان کے اندر کی موجودہ نشانیوں سے اعراض لئے ہوئے ہیں (یعنی ان میں تدبر نہیں کرتے) اور وہ ایسا ہے کہ اس نے رات اور دن اور سورج اور چاند بنائے (وہ نشانیاں یہی ہیں) ہر ایک ایک کے دائرے میں تیر رہے ہیں۔

تفسیر ربط: اوپر آیت: وَمَا خَلَقۡنَا السَّمَآءَ الخ میں اجمالاً ان مصنوعات کا دال علی التوحید ہونا مذکور تھا آگے اس کی تفصیل ہے۔

تفصیل بعضے از دلائل قدرت ☆ اَوَلَمۡ یَرَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا (الی قولہ تعالیٰ) کُلٌّ فِیۡ فَلَکٍ یَّسۡبَحُوۡنَ ﴿۳۳﴾ کیا ان کافروں کو یہ معلوم نہیں ہوا کہ آسمان اور زمین (پہلے) بند تھے (یعنی نہ آسمان سے بارش ہوتی تھی نہ زمین سے کچھ پیداوار اور اسی کو بند ہونا فرمادیا چنانچہ جس زمانہ میں بارش نہیں ہوتی اور زمین سے کچھ پیدا نہیں ہوتا اب بھی بند ہوتے ہیں) پھر ہم نے دونوں کو (اپنی قدرت سے) کھول دیا (کہ آسمان سے بارش ہونے لگی اور زمین سے نباتات اُگنے لگیں پس فتق تو امر مشاہد ہے اور رتق جو فی الحال ہوتا ہے وہ بھی مشاہد ہے اور جو ابتدائی تھا وہ دلیل عقلی سے معلوم ہوتا ہے کیونکہ فتق حادث ہے پس مسبوق بعدم الفتق ہوگا اور عدم الفتق یا بوجہ عدم محل فتق کے ہوگا یا بعد وجود محل کے ہوگا شق ثانی کی تعیین کتب سماویہ سے ہو جاوے گی جن کا صدق دلیل عقلی سے ثابت ہے: اَوَلَمۡ یَرَوۡا [الرعد : ۴۱] مشاہدہ اور استدلال عقلی اور نقلی سب کو شامل ہے) اور (بارش سے صرف نباتات ہی کو نمو نہیں ہوتا بلکہ) ہم نے (بارش کے) پانی سے ہر جاندار چیز کو بنایا ہے (خواہ حدوثاً خواہ بقاءً خواہ بواسطہ یا بلاواسطہ جیسا دوسری آیت میں ہے: وَمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ مَّآءٍ فَاَحۡیَا بِہِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِہَا وَبَثَّ فِیۡہَا مِنۡ کُلِّ دَآبَّۃٍ [البقرۃ : ۱۶۴]) کیا (ان باتوں کو سن کر) پھر بھی ایمان نہیں لاتے اور ہم نے (اپنی قدرت سے) زمین میں اس لئے پہاڑ بنائے کہ زمین ان لوگوں کو لے کر ہلنے نہ لگے اور ہم نے اس (زمین) میں کشادہ کشادہ رستے بنائے تاکہ وہ لوگ (ان کے ذریعہ سے) منزل (مقصود) کو پہنچ جاویں اور ہم نے (اپنی قدرت سے) آسمان کو (بمقابلہ زمین کے اس کے اوپر مثل) ایک چھت (کے) بنایا جو (ہر طرح سے) محفوظ ہے (یعنی گرنے سے بھی ٹوٹنے پھوٹنے سے بھی شیاطین کے استراق اخبار سے بھی کقولہ تعالیٰ: اِنَّ اللّٰہَ یُمۡسِکُ السَّمٰوٰتِ [فاطر : ۴۱] وقولہ تعالیٰ: ہَلۡ تَرٰی مِنۡ فُطُوۡرٍ [الملک : ۳] وقولہ تعالیٰ: حَفِظۡنٰہَا مِنۡ کُلِّ شَیۡطٰنٍ رَّجِیۡمٍ [الحجر : ۱۷] اور یہ محفوظیت دہر طویل تک رہے گی ابدیت کے ساتھ موصوف نہیں) اور یہ لوگ اس (آسمان) کے اندر کی موجودہ) نشانیوں سے اعراض کئے ہوئے ہیں (یعنی ان میں تدبر نہیں کرتے) اور وہ ایسا (قادر ہے کہ اس نے رات اور دن اور سوج اور چاند بنائے (وہ نشانیاں آسمان کی یہی ہیں اور شمس وقمر میں سے) ہر ایک ایک دائرہ میں (اس طرح چل رہے ہیں کہ گویا) تیر رہے ہیں۔ **ف**: رتق وفتق کی بھی تفسیر درمنثور میں ابن عباسؓ سے مروی ہے **اخرجه الفریابی وعبد بن حمید والحاکم وصححه والبیهقی فی الاسماء والصفات** اور **جعلنا من الماء الخ** کی جو تفسیر لکھی گئی ہے شاید کوئی شاذ ونادر حیوان اس سے خارج رہا ہو اور اگر رہ گیا ہو تو **النادر کالمعدوم وللاکثر حکم الکل** کے اعتبار سے اس کلیہ مذکورہ میں قدح نہیں لازم آتا اور محاورات میں کل بمعنی اکثر بھی آتا ہے جیسا دوسری آیت میں ہے **یجبی الیه ثمرات کل شیء** اور پہاڑوں کا مانع حرکت ارض ہونا سورۂ نحل کے دوسرے رکوع میں گذر چکا ہے دیکھ لیا جاوے اور فلک گول چیز کو کہتے ہیں چونکہ شمس وقمر کی حرکت مستدیر ہے اسلئے اسکے مدار کو فلک فرمادیا خواہ وہ آسمان ہو یا فضاء بیان السمائین ہو یا فضا بین الارض والسماء ہو یا ثخن سماء ہو کوئی نص اس میں قطعی نہیں اور سلف سے تفسیریں مختلف منقول ہیں **کما فی الدر المنثور** اسلئے اسکو مبہم ہی رکھنا اقرب الی الاحتیاط ہے اور ہر حال میں اس سے آسمان کا مستدیر ہونا ثابت نہیں ہوتا اور ظاہر اسناد **یسبحون** سے کہ اصل اسناد میں حقیقت ہے شمس وقمر کا حرکت ذاتیہ سے متحرک ہونا معلوم ہوتا ہے اور حرکات مختلفہ ممکنۃ الاجتماع میں تو کوئی اشکال نہیں اور غیر ممکنۃ الاجتماع کا انضباط ایک حرکت کی انقطاع سے بھی ہوسکتا ہے اور دوسرے اجسام کی حرکت سے بھی ہوسکتا ہے خواہ وہ اجسام علویہ ہوں یا سفلیہ بہرحال یہ حرکت کواکب کی نہ حرکت سماء کو مستلزم ہے نہ اس کی نافی **والله اعلم باسرار خلقة** چونکہ مقاصد شرعیہ میں اس تفصیل کی حاجت نہ تھی اسلئے ابہام مضر نہیں اور اگر یہ قول ثابت ہو جاوے کہ شمس کی حرکت کسی مدار پر نہیں تو خود اس کی حرکت وضعیہ جو محور پر ہے ایک کرہ متوہمہ پیدا کرتی ہے فلک اس کو بھی عام ہو جاویگا اور اگر اسکی حرکت بھی کسی کوکب کے گرد ہوتی ہو جیسا صاحب روح نے سورۂ رحمٰن آیت **والشمس والقمر بحسبان** کی تفسیر میں بعض فلاسفہ جدید کا قول نقل کیا ہے تو فلک بمعنی مدار ہی بے تکلف رہے گا **والله اعلم** اور حرکت وضعیہ بھی دال علی القدرۃ ہے کہ اتنے بڑے جسم میں تصرف ہے اور یہی مقصود مقام ہے پس مقصود بالافادہ یہ دلالت ہو جاوے گی۔

اللغات: الرتق الضم الفتق الفصل الفجاج الطرق الواسعة بین الجبلین آه وما بین الجبلین یصدق علیه انه فی الارض فافهم ۱۲۔

البلاغۃ: قوله كانتا لم يجمع بتاويل السمٰوٰت بطائفة قوله رتقا لم يثن لكون الرتق مصدرا قوله يسبحون لما كانت السباحة من صنائع العقلاء وحسن التعبير بصيغة ذوى العقول ۱۲ قوله نبلوكم فيه التفات قوله من الرحمٰن وفى التعرض بعنوان الرحمانية تنبيه على انه لا حفظ لهم الا برحمة وتلقين للجواب كما فى قوله ما غرك بربك الكريم ۱۲۔

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ط اَفَاۡئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ﴿۳۴﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط وَنَبْلُوْكُمْ
بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ط وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَاِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ط اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ
اٰلِهَتَكُمْ ج وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۶﴾ خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ط سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۳۷﴾
وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۸﴾ لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ
النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۳۹﴾ بَلْ تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا
وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۴۰﴾ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ
يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۱﴾ ع قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ط بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۲﴾ اَمْ
لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ط لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ ﴿۴۳﴾ بَلْ مَتَّعْنَا
هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ط اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ط اَفَهُمُ
الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾ قُلْ اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ ز وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ
نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا
تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ط وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ط وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ﴿۴۷﴾

اور ہم نے آپ سے پہلے بھی کسی بشر کے لئے ہمیشہ رہنا تجویز نہیں کیا پھر اگر آپ کا انتقال ہو جائے تو کیا یہ لوگ (دنیا میں) ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے جاندار موت کا مزہ چکھے گا اور ہم تم کو بری بھلی حالتوں میں اچھی طرح آزماتے ہیں اور پھر (اس زندگی کے ختم پر) تم سب ہمارے پاس چلے آؤ گے اور یہ کافر لوگ جب آپ کو دیکھتے ہیں تو بس آپ سے ہنسی کرنے لگتے ہیں (اور) آپس میں کہتے ہیں کہ کیا یہی ہیں جو تمہارے معبودوں کا (برائی سے) ذکر کیا کرتے ہیں اور (خود) یہ لوگ (حضرت) رحمٰن کے ذکر پر انکار کیا کرتے ہیں انسان جلدی ہی (کے خمیر) کا بنا ہوا ہے ہم عنقریب (اس کے وقت آنے پر) تم کو اپنی نشانیاں (قہر کی سزائیں) دکھائے دیتے ہیں پس تم مجھ سے جلدی مت مچاؤ اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کس وقت آئے گا اگر تم (وقوع عذاب کی خبر میں) سچے ہو کاش ان کافروں کو اس وقت کی خبر ہوتی جب کہ یہ لوگ (اس) آگ کو نہ اپنے سامنے سے روک سکیں گے اور نہ اپنے پیچھے سے اور نہ ان کی کوئی حمایت کرے گا بلکہ وہ آگ (تو) ان کو ایک دم سے آلے گی سو ان کو بدحواس کردے گی پھر نہ اس کے ہٹانے کی ان کو قدرت ہوگی اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی اور آپ سے پہلے جو پیغمبر گزرے ہیں ان کے ساتھ بھی (کفار کی طرف سے) تمسخر کیا گیا تھا سو جن لوگوں نے ان سے تمسخر کیا تھا ان پر وہ عذاب واقع ہو گیا جس کے ساتھ وہ استہزاء کرتے تھے (اور یہ بھی ان سے) کہہ دیجئے کہ وہ کون ہے جو رات میں اور دن میں رحمٰن (کے عذاب) سے تمہاری حفاظت کرتا ہو بلکہ وہ لوگ اپنے رب کے ذکر سے روگرداں (ہی) ہیں کیا ان کے پاس ہمارے سوا اور ایسے معبود ہیں کہ (عذاب مذکور سے) ان کی حفاظت کر لیتے ہوں وہ خود اپنی حفاظت کی قدرت نہیں رکھتے اور ہمارے مقابلہ میں کوئی اور ان کا ساتھ دے سکتا ہے بلکہ میں نے ان کو اور ان کے باپ دادوں کو (دنیا کا) خوب سامان دیا یہاں تک کہ ان پر (اسی حالت میں) ایک عرصہ دراز گزر گیا کیا ان کو یہ نظر نہیں آتا کہ ان کی زمین کو (بذریعہ فتوحات اسلامیہ کے) ہر چہار طرف سے برابر گھٹاتے چلے جاتے ہیں سو کیا یہ لوگ غالب آویں گے آپ کہہ دیجئے کہ میں تو صرف وحی کے ذریعہ سے تم کو ڈراتا ہوں اور یہ بہرے جس وقت ڈرائے جاتے ہیں سنتے ہی نہیں اور (ان

کی عالی ہمتی کی کیفیت یہ ہے کہ) اگر ان کو آپ کے رب کے عذاب کا ایک جھونکا بھی ذرا لگ جاوے تو یوں کہنے لگیں کہ ہائے ہماری کم بختی واقعی ہم خطاکار تھے اور وہاں قیامت کے روز ہم میزان عدل قائم کریں گے (اور سب کے اعمال کا وزن کریں گے) سو کسی پر اصلاً ظلم نہ ہوگا اور اگر (کسی کا) عمل رائی کے دانہ کے برابر بھی ہوگا تو ہم اس کو (وہاں) حاضر کر دیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔

تفسیر ربط: شروع سورت میں انکار رسالت پر تشنیع تھی اور اس کے سباق اور سیاق میں اس پر استحقاق وعید عذاب سے تفریع تھی آگے بھی دوسرے عنوان سے یہی مضمون ہے کَفٰی بِنَا حٰسِبِیْنَ تک چنانچہ ترجمہ سے ظاہر ہوگا۔

تتمہ مضمون تشنیع برانکار رسول وتفریع بعذاب مہول ☆ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ (الی قولہ تعالی) وَ کَفٰی بِنَا حٰسِبِیْنَ اور (یہ لوگ جو آپ کی وفات کی خوشیاں منا رہے ہیں لقولہ تعالی: نَتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ [الطور: ۳۰] یہ وفات بھی منافی نبوت نہیں کیونکہ) ہم نے آپ سے پہلے بھی کسی بشر کے لئے (خواہ وہ نبی ہو یا غیر نبی دنیا میں) ہمیشہ رہنا تجویز نہیں کیا (کقولہ تعالی) : وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ [الأنبياء: ۸] پس جیسے آپ کے قبل نبوت اور وفات محل واحد میں مجتمع ہو چکی ہے اسی طرح آپ میں بھی اجتماع دونوں کا صحیح ہے اور) پھر (یہ کہ) اگر آپ کا انتقال ہو جاوے تو کیا یہ لوگ (دنیا میں) ہمیشہ کو رہیں گے (آخر یہ بھی مریں گے پھر خوشی کا ہے کی مطلب یہ کہ آپ کی وفات کی خوشی اگر بخیال نبوت کے ہے تب تو وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ الخ اس کا جواب ہے اور بخیال نفس مخالفت کے ہے تو افائن مت الخ اس کا جواب ہے غرض ہر حال میں یہ انتظار مہمل اور لغو ہے اور موت تو ایسی چیز ہے کہ تم میں) ہر جاندار موت کا مزہ چکھے گا اور (یہ جو ہم نے چندروزہ تم کو زندگی دے رکھی ہے تو اس سے مقصود محض یہ ہے کہ) ہم تم کو بری بھلی حالتوں سے اچھی طرح آزماتے ہیں (بری حالت سے مراد جو کہ خلاف مزاج ہو جیسے مرض وفقر اور اچھی حالت سے مراد جو کہ موافق مزاج ہو جیسے صحت اور غنا زندگی میں یہی حالتیں مختلف طور پر پیش آتی ہیں کوئی ان میں ایمان اور طاعت بجالاتا ہے اور کوئی کفر ومعصیت کرتا ہے مطلب یہ کہ زندگی اس لئے دے رکھی ہے کہ دیکھیں کیسے کیسے عمل کرتے ہو) اور (اس زندگی کے ختم پر) پھر تم سب ہمارے پاس چلے آؤ گے (اور ہر ایک کو اس کے مناسب سزا و جزاء دیں گے پس امر مہم تو موت اور مابعد الموت ہی ہوا اور زندگی محض عارضی پھر یہ لوگ اس پر اتراتے ہیں اور پیغمبر کی وفات پر خوشیاں مناتے ہیں یہ نہ ہوا کہ اس مستعار زندگی میں دولت ایمان وطاعت کما لیتے ان کے کام آتی اور الٹا نامۂ اعمال سیاہ اور آخرت بھاری کر رہے ہیں ڈرتے نہیں) اور (ان منکرین کی یہ حالت ہے کہ) یہ کافر لوگ جب آپ کو دیکھتے ہیں تو بس آپ سے ہنسی کرنے لگتے ہیں (اور آپس میں کہتے ہیں) کہ کیا یہی (صاحب) ہیں جو تمہارے معبودوں کا (برائی سے) ذکر کیا کرتے ہیں (سو آپ پر تو بتوں کے انکار کا بھی اعتراض ہے) اور (خود) یہ لوگ (حضرت) رحمان (جل شانہ) کے ذکر پر انکار (اور کفر) کیا کرتے ہیں (تو اعتراض کی بات تو درحقیقت یہ ہے پس ان کو اپنی اس حالت پر استہزاء کرنا چاہئے تھا اور ان کی یہ حالت ہے کہ جب سزائے کفر کا مضمون سنتے ہیں جیسے ابھی اوپر ذکر ہوا ہے اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ تو بوجہ تکذیب کے اس کے تقاضا کرتے ہیں اور یہ تقاضا اور عجلت کچھ انسانی طبیعت کا خاصہ اکثر یہ بھی ہے پس اس کا طبعی ہونا ایسا ہے جیسے گویا) انسان جلدی ہی (خمیر) کا بنا ہوا (ہے یعنی جلدی مثل اس کے اجزائے عنصر یہ کے ہے اسی واسطے یہ لوگ عذاب جلدی مانگتے ہیں اور اس میں دیر ہونے کو دلیل عدم وقوع کی سمجھتے ہیں لیکن اے کافرو یہ تمہاری غلطی ہے کیونکہ اس کا وقت معین ہے سو ذرا صبر کرو) ہم عنقریب (اس کے وقت آنے پر) تم کو اپنی نشانیاں (قہر کی یعنی سزائیں) دکھائے دیتے ہیں پس تم مجھ سے جلدی مت مچاؤ (کیونکہ وقت سے پہلے آتا نہیں اور وقت پر ٹلتا نہیں) اور یہ لوگ (جب یہ مضمون سنتے ہیں کہ وقت موعود پر عذاب آوے گا تو رسول اور مؤمنین سے یوں) کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کس وقت آوے گا اگر تم (وقوع عذاب کی خبر میں) سچے ہو (تو توقف کا ہے کا جلدی سے کیوں نہیں واقع کر دیا جاتا اصل یہ ہے کہ ان کو اس مصیبت کی خبر نہیں جو ایسی بے فکری کی باتیں کرتے ہیں) کاش ان کافروں کو اس وقت کی خبر ہوتی جب کہ (ان کو سب طرف سے دوزخ کی آگ گھیرے گی اور) یہ لوگ (اس) آگ کو نہ اپنے سامنے روک سکیں گے اور نہ اپنے پیچھے سے اور نہ ان کی کوئی حمایت کرے گا (یعنی اگر اس مصیبت کا علم ہوتا تو ایسی باتیں نہ بناتے اور یہ جو دنیا ہی میں عذاب نار کی فرمائش کر رہے ہیں سو یہ ضرور نہیں کہ ان کی فرمائش کے موافق عذاب نار آ جاوے) بلکہ وہ آگ (تو) ان کو ایک دم سے آلے گی سو ان کو بدحواس کر دے گی پھر نہ اس کے ہٹانے کی ان کو قدرت ہوگی اور نہ ان کو مہلت دی جاوے گی اور (اگر وہ یوں کہیں کہ اگر یہ عذاب آخرت میں موعود ہونے کی وجہ سے دنیا میں نہیں ہوتا تو اچھا دنیا میں اس کا کوئی نمونہ تو دکھلا دو تو گو بقاعدہ مناظرہ نمونہ دکھلانا ضرور نہیں لیکن تبرعاً نمونہ کا پتہ بھی دیا جاتا ہے وہ یہ کہ) آپ سے پہلے جو پیغمبر گزرے ہیں ان کے ساتھ بھی (کفار کی طرف سے) تمسخر کیا گیا سو جن لوگوں نے ان سے تمسخر کیا تھا ان پر وہ عذاب واقع ہو گیا جس کے ساتھ وہ استہزاء کرتے تھے (کہ عذاب کہاں ہے پس اس سے معلوم ہوا کفر موجب عذاب ہے پس اگر دنیا میں وقوع نہ ہو تو آخرت میں ہوگا اور یہ بھی ان سے) کہہ دیجئے (کہ دنیا میں جو تم عذاب سے محفوظ ہو سو یہ حفاظت بھی حضرت رحمان ہی کر رہا ہے اس میں بھی اسی کا احسان ہے اور دلالت علی التوحید ہے اور اگر تم اس کو تسلیم نہیں کرتے تو پھر بتلاؤ) کہ وہ کون ہے جو رات اور دن میں رحمان (کے

عذاب) سے تمہاری حفاظت کرتا ہو (اور اس مضمون مسلم کا مقتضا یہ تھا کہ توحید کے قائل ہو جاتے مگر وہ اب بھی قائل نہ ہوئے) بلکہ وہ لوگ (اب بھی بدستور) اپنے رب (حقیقی) کے ذکر (توحید کے قبول کرنے) سے روگرداں (ہی) ہیں (ہاں ہم مَنۡ يَّكۡلَؤُكُمۡ کے مصداق کو توضیح کے لئے تصریحاً دریافت کرتے ہیں کہ) کیا ان کے پاس ہمارے سوا اور ایسے معبود ہیں کہ (عذاب مذکور سے) ان کی حفاظت کر لیتے ہوں (وہ بے چارے ان کی تو کیا حفاظت کرتے ان کی بے چارگی و درماندگی کی تو یہ حالت ہے) کہ وہ خود اپنی حفاظت کی قدرت نہیں رکھتے (مثلاً ان کو کوئی توڑنے پھوڑنے لگے تو مدافعت بھی نہیں کر سکتے کقولہ تعالیٰ: وَاِنۡ يَّسۡلُبۡهُمُ الذُّبَابُ الخ [الحج: ۷۳] پس نہ وہ آلہہ ان کی حفاظت کر سکتے ہیں) اور نہ ہمارے مقابلہ میں کوئی ان کا ساتھ دے سکتا ہے (اور یہ لوگ باوجود ان دلائل ساطعہ کے جو حق کو قبول نہیں کرتے تو یہ وجہ نہیں کہ دعویٰ یا دلیل میں کچھ خلل ہے) بلکہ (اصل وجہ اس کی یہ ہے کہ) میں نے ان کو اور ان کے باپ دادوں کو (دنیا کا) خوب سامان دیا یہاں تک کہ ان پر (اسی حالت میں) ایک عرصۂ دراز گزر گیا (کہ پشت ہا پشت سے عیش آرام کرتے آ رہے ہیں پس کھا کھا کے غرانے لگے اور آنکھیں پتھرا گئیں مطلب یہ کہ ان ہی میں خلل غفلت کا ہے لیکن باوجود منبہات تشریعیہ و تکوینیہ کے اتنی غفلت بھی نہ ہونا چاہئے چنانچہ ایک امر منبہ کا ذکر کیا جاتا ہے وہ یہ کہ) کیا ان کو یہ نظر نہیں آتا کہ ہم (ان کی) زمین کو (بذریعہ فتوحات اسلامیہ کے) ہر چہار طرف سے برابر گھٹاتے چلے جاتے ہیں سو کیا یہ لوگ (یہ توقع رکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنین پر) غالب آویں گے (کیونکہ قرائن عادیہ اور دلائل تنزیلیہ متفق ہیں ان کے مغلوب اور اہل حق کے غالب ہوتے جانے پر تاوقتیکہ مسلمان اطاعت خداوندی سے منہ نہ موڑیں اور حمایت اسلام نہ چھوڑیں پس اس امر میں تامل کرنا بھی تنبیہ کے لئے کافی ہے اگر اس پر بھی عناد و جہالت سے وقوع عذاب ہی کی فرمائش کریں تو) آپ کہہ دیجئے کہ میں تو صرف وحی کے ذریعہ سے تم کو ڈراتا ہوں (عذاب کا آنا میرے بس سے باہر ہے) اور (گو یہ طریقہ دعوت الی الحق کا اور یہ انذار کافی ہے مگر) یہ بہرے جس وقت (حق کی طرف بلائے جانے کے واسطے عذاب سے) ڈرائے جاتے ہیں سنتے ہی نہیں (اور طریق وضوح حق میں تامل ہی نہیں کرتے بلکہ وہی مرغی کی ایک ٹانگ عذاب ہی مانگے جاتے ہیں) اور (کیفیت عالی ہمتی کی یہ ہے کہ) اگر ان کو آپ کے رب کے عذاب کا ایک جھونکا بھی ذرا لگ جاوے تو (ساری بہادری ختم ہو جاوے اور) یوں کہنے لگیں کہ ہائے ہماری کمبختی (کیسی ہمارے سامنے آئی) واقعی ہم خطاوار تھے (بس اس ہمت پر عذاب کی فرمائش ہے واقعی ان کی اس شرارت کا تو یہی مقتضا تھا کہ دنیا ہی میں فیصلہ کر دیتے مگر ہم بہت سی حکمتوں سے دنیا میں سزائے موعود دینا نہیں چاہتے بلکہ آخرت کے لئے اٹھا رکھا ہے) اور (وہاں) قیامت کے روز ہم میزان عدل قائم کریں گے (اور سب کے اعمال کا وزن کریں گے) سو کسی پر اصلاً ظلم نہ ہوگا اور (ظلم نہ ہونے کا یہ ثمرہ ہوگا کہ) اور اگر (کس کا کوئی) عمل رائی کے دانہ کے برابر بھی ہوگا تو ہم اس کو (وہاں) حاضر کر دیں گے (اور اس کا بھی وزن کریں گے) اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں (ہمارے اس وزن اور حساب کے بعد پھر کسی حساب و کتاب کی ضرورت نہ رہے گی بلکہ اسی طرح سب فیصلہ ہو جاوے گا پس وہاں ان لوگوں کی شرارتوں کی بھی سزائے مناسب و کافی جاری کر دی جاوے گی) **ف**: كُلُّ نَفۡسٍ ذَآئِقَةُ الۡمَوۡتِ ط میں نفوس مکلفہ مراد ہیں بقرینہ وَنَبۡلُوۡكُمۡ الخ پس نفخ صور کے وقت ملائکہ کی موت یا عدم موت سے آیت ساکت ہے اور وَمَا جَعَلۡنَا لِبَشَرٍ الخ میں دنیا کی قید سے جس پر قرینہ مقام دال ہے نافی حیوۃ سماویہ عیسویہ کا استدلال جاتا رہا۔ اور خُلِقَ الۡاِنۡسَانُ الخ میں اکثریہ کی قید سے یہ اشکال نہ رہا کہ بعض افراد ایسے نہیں ہیں اور آیت: اَفَلَا يَرَوۡنَ اَنَّا نَاۡتِى الۡاَرۡضَ الخ کے متعلق ایک ضروری تحقیق سورۂ رعد کے اخیر رکوع آیت اَوَلَمۡ يَرَوۡا [الرعد: ۴۱] الخ کے فائدہ تفسیریہ میں گزر چکی ہے ملاحظہ فرمالیا جاوے اور میزان کے متعلق تحقیق سورۂ اعراف کے اول رکوع کے اخیر آیت کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔ اور اَفَهُمُ الۡغٰلِبُوۡنَ کی تفسیر میں جو یہ کہا گیا تاوقتیکہ الخ اس سے یہ اشکال رفع ہو گیا کہ بعد میں تو مسلمان مغلوب ہوئے ہیں تو جیہ رفع اشکال ظاہر ہے اور راز اس میں یہ ہے کہ ابتدا میں اسلام کا مغلوب ہونا اس کی اشاعت میں مخل تھا اور جب اس کی تبلیغ و اشاعت کافی ہو چکی جو اصل مقصود تھی اب مغلوب ہونے سے وہ مفقود نہیں ہو سکتا چنانچہ مشاہد ہے اور موازین کا جمع لانا یا تو اس وجہ سے ہے کہ ہر شخص کے لئے جدا میزان عمل ہو یا چونکہ ایک ہی میزان میں بہت سے لوگوں کے اعمال کا وزن ہوگا اس لئے وہ ایک قائم مقام متعدد کے ہوگی واللہ اعلم۔ اور آیت افلا یرون الخ کی ایک تقریر یہ بھی ہو سکتی ہے بعد اس قول کے کہ خلل غفلت کا ہے یوں کہا جاوے اور ان لوگوں سے تعجب ہے کہ وقوع عذاب علی الکفر کا یک لخت انکار کر رہے ہیں) کیا (مقدمات عذاب میں سے) اس امر کو نہیں دیکھ رہے ہیں کہ ہم (فتوحات اسلامیہ کے ذریعہ سے ان کی) زمین کو ہر چہار طرف سے برابر کم کرتے چلے آتے ہیں سو کیا یہ لوگ (مسلمانوں پر) غالب آ رہے ہیں (نہیں بلکہ مغلوب ہوتے جاتے ہیں سو یہ بھی تو ایک قسم کا عذاب ہے جو مقدمہ ہے عذاب اکبر کا کقولہ تعالیٰ: وَلَنُذِيۡقَنَّهُمۡ مِّنَ الۡعَذَابِ الۡاَدۡنٰى دُوۡنَ الۡعَذَابِ الۡاَكۡبَرِ [السجدۃ: ۲۱])۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَنَبۡلُوۡكُمۡ بِالشَّرِّ وَالۡخَيۡرِ اس میں ہر ناگوار اور مرغوب امر آ گیا تو اس میں قبض بھی داخل ہو گیا پس آیت اس پر دال ہوئی کہ قبض میں حکمتیں اور اسرار ہوتے ہیں اور اسی سے اہل طریق تسلی لیتے ہیں اور دیتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ: وَاِذَا رَاٰكَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اس میں اس پر تشنیع ہے جو اہل

اللہ کی بے قدری کرتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ: خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ الخ چونکہ اس میں استعجال پر انکار ہے تو اس سے مطلقاً اس کے ترک کرنے کا امر بھی لازم آیا جس میں سلوک بھی داخل ہو گیا اور تجربہ سے ثابت ہے کہ طریق میں زیادہ تر حصہ تشویشات کا عجلت سے ہے ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قوله** فی فتنة اچھی طرح اشارة الى كونه مفعولاً مطلقاً ۱۲۔ ۲؎ **قوله** فی يذكركم برائی بقرينة المقام ۱۲۔ ۳؎ **قوله** فی ايتی سزائیں كما فی الروح ان المراد بالآيات النعمات ۱۲۔ ۴؎ **قوله** فی ان كنتم صدقين جلدی سے الخ اشارة الى تقدير الجواب ای فلياتنا بسرعة كما فی الروح ۱۲۔ ۵؎ **قوله** فی حين اس وقت کی اشارة الى كون حين مفعولا كما فی الروح عن الكشاف ۱۲۔ ۶؎ **قوله** فی وجوههم سامنے اشارة الى کو خا بعمنی القدام والخلف كما فی الروح وفيه ايضا ان التخصيص بالذكر لكونهما اشهر الجوانب واستلزم الاحاطة بهما للاحاطة بالكل ۱۲۔ ۷؎ **قوله** قبل بل تاتيهم یہ ضرور نہیں اشارة الى ما فی الروح عن ابن عطية انه استدراك مقدر قبله نفی والتقدير ان الآيات لا تاتی بحسب اقترادهم بل تاتيهم بغتة وقوله فی تاتيهم آگ قال فی الروح استظهره فی البحر ۱۲۔ ۸؎ **قوله** قبل بل هم عن ذكر ربهم اب بھی قائل الخ اشارة الى كون المذكور استدراكا من مقدر ۱۲۔ ۹؎ **قوله** قبل ولاهم منا نہ وہ آلہہ اشارة الى كون المذكور معطوفاً على نفی مقدر لزم من قوله ام لهم آلهة ای لا تمنعهم آلهة ولا يصحبهم احد سوى الآلهة۔ ۱۰؎ **قوله** قبل بل متعت کچھ خلل ہی اشارة الى تقدير المستدرك منه ۱۲۔

اللغات: قوله لا يكفون وقوله ردها تغاير هما ظاهر فلذاجئ بهما ۱۲ قوله سخروا منهم من هذه صلة كالباء لسخروا۔ قوله يصحبون قال ابن قتيبة ای لا يجرهم منا احد لان المجير صاحب الجار والعرب تقول صحبك الله ای حفظك آه۔

النحو: قوله القسط صفة للموازين والافراد اما لكونها مصدر او وصف به مبالغة او على حذف مضاف ای ذوات القسط ۱۲۔

البلاغۃ: قوله ساوريكم فيه التفات ۱۲ قوله اذا ما ينذرون هذا التقييد لبيان كمال شدة الصمم فان الانذار عادة تكون باصوات عالية مكررة مقارنة لسيئات دالة عليه قوله مستهم نفحة فيه مبالغات ذكر المس وهو دون النفوذ وما فی النفخ من معنى النزارة فان اصله هبوب رائحة الشئ وبناء المراة والتنكير وكون من التبعيض ۱۲۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَاءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٤٨﴾ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ
وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ﴿٤٩﴾ وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ط اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿٥٠﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا اِبْرٰهِيْمَ
رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ﴿٥١﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ﴿٥٢﴾ قَالُوْا
وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ ﴿٥٣﴾ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٥٤﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا
بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ ﴿٥٥﴾ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ز وَاَنَا عَلٰى
ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿٥٦﴾ وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿٥٧﴾ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا
لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ﴿٥٨﴾ قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٥٩﴾ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى
يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ﴿٦٠﴾ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ﴿٦١﴾
قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿٦٢﴾ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ﴿٦٣﴾
فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٦٤﴾ ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا
هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ ﴿٦٥﴾ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يَضُرُّكُمْ ﴿٦٦﴾ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا

تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾ قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْۤا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۶۸﴾ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ﴿۷۰﴾ وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ ؕ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ﴿۷۲﴾ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ﴿۷۳﴾

اور ہم نے (آپ سے قبل) موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو ایک فیصلہ کی اور روشنی کی اور متقیوں کے لئے نصیحت کی چیز (یعنی توریت) عطا فرمائی تھی جو (متقی) اپنے رب سے بن دیکھے ڈرتے ہیں اور وہ لوگ قیامت سے بھی ڈرتے ہیں اور یہ قرآن بھی ایک کثیر الفائدہ نصیحت (کی کتاب) ہے جس کو ہم نے نازل کیا سو کیا پھر بھی تم اس کے منکر ہو اور ہم نے اس (زمانہ موسوی) سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کو ان کی (شان کے مناسب) خوش فہمی عطا فرمائی تھی اور ہم ان کو خوب جانتے تھے (ان کا وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے) جبکہ انہوں نے اپنے باپ سے اور اپنی برادری سے فرمایا کہ یہ کیا (واہیات) مورتیاں ہیں جن کی (عبادت) پر تم جے بیٹھے ہو وہ لوگ جواب میں کہنے لگے کہ ہم نے اپنے بڑوں کو ان کی عبادت کرتے ہوئے دیکھا ہے ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ بے شک تم اور تمہارے باپ دادے (ان کو لائق عبادت سمجھنے میں) صریح غلطی میں ہو وہ کہنے لگے کہ کیا تم (اپنے نزدیک) سچی بات (سمجھ کر) ہمارے سامنے پیش کرتے ہو یا دل لگی کررہے ہو ابراہیم نے فرمایا کہ نہیں (دل لگی نہیں) بلکہ تمہارا رب (حقیقی جو لائق عبادت ہے) وہ ہی تمام آسمانوں اور زمین کا رب ہے جس نے ان سب کو پیدا (بھی) کیا اور میں اس (دعویٰ) پر دلیل بھی رکھتا ہوں اور خدا کی قسم میں تمہارے ان بتوں کی گت بناؤں گا جب تم (ان کے پاس سے) چلے جاؤ گے تو (ان کے چلے جانے کے بعد) انہوں نے ان بتوں کو (تیر وغیرہ سے) ٹکڑے ٹکڑے کر دیا بجز ان کے ایک بڑے بت کے شاید وہ لوگ ابراہیم کی طرف (دریافت کرنے کے لئے) رجوع کریں کہنے لگے کہ یہ ہمارے بتوں کے ساتھ کس نے کیا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ اس نے بڑا ہی غضب کیا بعضوں نے کہا کہ ہم نے ایک نوجوان آدمی کو جس کو ابراہیم کر کے پکارا جاتا ہے ان بتوں کا (برائی سے) تذکرہ کرتے سنا ہے (پھر) وہ لوگ بولے کہ (جب یہ بات ہے) تو اچھا اس کو سب آدمیوں کے سامنے حاضر کرو تا کہ وہ لوگ (اس اقرار کے) کے گواہ ہو جاویں (غرض وہ سب کے روبرو آئے) ان لوگوں نے کہا کہ کیا ہمارے بتوں کے ساتھ تم نے یہ حرکت کی اے ابراہیم انہوں نے (جواب میں) فرمایا کہ نہیں بلکہ ان کے اس بڑے (گرو) نے کی سو ان (ہی) سے پوچھ لو (تا) اگر یہ بولتے ہوں۔ اس پر وہ لوگ اپنے جی میں سوچے پھر آپس میں کہنے لگے کہ حقیقت میں تم ہی لوگ ناحق پر ہو (کہ) جو ایسا عاجز ہے کیا معبود ہو گا پھر (شرمندگی کے مارے) اپنے سروں کو جھکا لیا (اور یہ بولے کہ) اے ابراہیم تم کو تو یہ معلوم ہی ہے) کہ یہ بت کچھ بولتے نہیں ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ تو کیا خدا کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت کرتے ہو جو تم کو نہ کچھ نفع پہنچا سکے اور نہ کچھ نقصان پہنچا سکے تف ہے تم پر (کہ باوجود وضوح حق کے باطل پر مصر ہو) اور ان پر جن کو تم خدا کے سوا پوجتے ہو کیا تم (اتنا بھی) نہیں سمجھتے۔ آپس میں وہ لوگ کہنے لگے کہ ان کو آگ میں جلا دو اور معبودوں کا (ان سے) بدلہ لو اگر تم کو کچھ کرنا ہے (جب انہوں نے متفق ہو کر آگ میں ڈال دیا تو اس وقت) ہم نے آگ کو حکم دیا کہ اے آگ تو ٹھنڈی اور بے گزند ہو جا ابراہیم کے حق میں اور ان لوگوں نے ان کے ساتھ برائی کرنا چاہی تھی سو ہم نے ان ہی لوگوں کو ناکام کر دیا اور ہم نے ابراہیم کو اور (ان کے برادر زادے) لوط کو ایسے ملک (یعنی شام) کی طرف بھیج کر بچا لیا جس میں ہم نے دنیا جہاں والوں کے واسطے (خیر و) برکت رکھی ہے اور (ہجرت کے بعد) ہم نے ان کو اسحٰق بیٹا اور یعقوب پوتا عطا کیا اور ہم نے ان سب کو (اعلیٰ درجہ کا) نیک کیا اور ہم نے ان کو مقتدا بنایا کہ ہمارے حکم سے وہ (خلق کو) ہدایت کیا کرتے تھے اور ہم نے ان کے پاس نیک کاموں کے کرنے کا اور (خصوصاً) نماز کی پابندی کا اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم بھیجا اور وہ (حضرات) ہماری عبادت (خوب) کیا کرتے تھے۔

تفسیر ربط: شروع سورت سے یہاں تک توحید اور رسالت کا زیادہ اور اس کے ضمن میں اس کے تعلق سے مخالفین رسل کا آخرت میں عموماً معذب ہونا اور بعض کا دنیا میں بھی ہلاک ہونا مذکور تھا آگے بعض حضرات انبیاء علیہم السلام کے قصص بیان فرمانے سے انہی مضامین کی تائید فرماتے ہیں رسالت کی تائید تو ان کے رسول ہونے سے ظاہر ہے اور توحید کی تائید ان کے داعی الی التوحید ہونے سے اور تعذیب کی تائید ان کی بعض امم کی ہلاکت سے۔

قصہ عطائے کتاب بموسیٰ و ہارون علیہما السلام ☆ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ (الی قولہ تعالی) اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۰﴾ اور ہم نے (آپ کے قبل) موسیٰ اور ہارون علیہما السلام) کو ایک فیصلہ کی اور روشنی کی اور متقیوں کے لئے نصیحت کی چیز (یعنی توریت) عطا فرمائی تھی جو (متقی) اپنے رب

سے بن دیکھے ڈرتے ہیں اور خدا ہی سے ڈرنے کے سبب) وہ لوگ قیامت سے (بھی ڈرتے ہیں (کیونکہ قیامت میں اسی کا خوف ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور سزا نہ ہونے لگے) اور (جیسے ان کو وہ کتاب ہم نے دی تھی اسی طرح) یہ (قرآن بھی) ایک کثیر الفائدہ نصیحت (کی کتاب) ہے جس کو ہم نے نازل کیا سو کیا (بعد اس کے کہ تنزیل کتب کا عادۃ اللہ ہونا معلوم ہو گیا اور خود اس کا منزل ہونا دلیل سے ثابت ہے) پھر بھی تم اس کے (منزل من اللہ ہونے کے) منکر ہو۔

قصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ☆ وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ (الی قولہ تعالیٰ) وَ كَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ اور ہم نے اس (زمانہ موسوی) سے پہلے ابراہیم (علیہ السلام) کو ان کی (شان کے مناسب[1]) خوش فہمی عطا فرمائی تھی اور ہم ان (کے کمالات علمیہ و عملیہ) کو خوب جانتے تھے (یعنی وہ بڑے کامل تھے خواہ بالقوۃ و استعداد اً قبل عطائی رشد یا بالفعل بعد عطائی رشد ان کا وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے) جب کہ انہوں نے اپنے باپ سے اور اپنی برادری سے (ان کو عبادت اصنام میں مشغول دیکھ کر) فرمایا کہ کیا (واہیات[2]) مورتیں ہیں جن (کی عبادت) پر تم جمے بیٹھے ہو (یعنی یہ ہرگز قابل عبادت نہیں) وہ لوگ (جواب میں) کہنے لگے کہ ہم نے اپنے بڑوں کو ان کی عبادت کرتے ہوئے دیکھا ہے (اور وہ لوگ عاقل تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مورتیں لائق عبادت کے ہیں ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا کہ بیشک تم اور تمہارے باپ دادے (ان کو لائق عبادت سمجھنے میں) صریح غلطی میں (مبتلا) ہو (یعنی خود ان ہی کے پاس ان کی معبودیت کی کوئی دلیل اور سند نہیں ہے وہ تو اس لئے ضلال میں ہیں اور تم ایسوں کی تقلید کرتے ہو جن کا متمسک بالدلیل ہونا ثابت نہیں اس لئے تم ضلال میں ہو چونکہ ان لوگوں نے ایسی بات کبھی سنی نہ تھی نہایت متعجب[3] ہو کر) وہ لوگ کہنے لگے کہ کیا (اپنے نزدیک[4]) سچی بات (سمجھ کر) ہمارے سامنے پیش کر رہے ہو یا (یوں ہی) دل لگی کر رہے ہو ابراہیم (علیہ السلام) نے فرمایا کہ نہیں (دل لگی نہیں بلکہ سچی بات ہے اور صرف میرے ہی نزدیک نہیں بلکہ واقع میں بھی سچی بات بھی ہے کہ یہ عبادت کے قابل نہیں) بلکہ تمہارا رب (حقیقی جو لائق عبادت ہے) وہ ہے جو تمام آسمانوں کا اور زمین کا رب ہے جس نے (علاوہ تربیت کے) ان سب (آسمانوں اور زمین اور ان میں جو مخلوق ہے جس میں یہ اصنام بھی داخل ہیں سب) کو پیدا (بھی) کیا اور میں اس (دعویٰ) پر دلیل[5] بھی رکھتا ہوں (تمہاری طرح کورانہ تقلید سے تمسک نہیں کرتا) اور خدا کی قسم میں تمہارے ان بتوں کی گت[6] بناؤں گا جب تم (ان کے پاس سے) چلے جاؤ گے (تا کہ ان کا عاجز اور درماندہ ہونا زیادہ مشاہدہ میں آ جاوے ان لوگوں نے یہ سمجھ کر کہ یہ اکیلے ہمارے مخالف کارروائی کیا کر سکتے ہیں کچھ التفات نہ کیا ہو گا اور چلے گئے) تو (ان کے چلے جانے کے بعد) انہوں نے ان بتوں کو (تبر وغیرہ سے توڑ پھوڑ کر) ٹکڑے ٹکڑے کر دیا بجز ان کے ایک بڑے بت کے (جو جثہ میں یا ان لوگوں کی نظر میں معظم ہونے میں بڑا تھا کہ اس کو چھوڑ دیا جس سے ایک قسم کا استہزاء مقصود تھا کہ ایک کے سالم اور دوسروں کے قطع برید سے ایہام ہوتا ہے کہ کہیں اسی نے تو سب کی خبر نہیں لی پس ابتداء تو ایہام ہے پھر جب وہ لوگ قطع و برید کرنے والے کی تحقیق کریں گے اور اس صنم کبیر پر احتمال بھی نہ کریں گے تو ان کی طرف سے اس کے عجز کا بھی اعتراف ہو جاوے گا اور حجت اور لازم تر ہو جاوے گی پس انتہاء یہ الزام و افحام ہے اور مقصود مشترک اثبات عجز ہے بعض کا انکار سے اور ایک کا ان کے اقرار سے غرض ایک کو اس مصلحت سے چھوڑ کر سب کو توڑ دیا) کہ شاید وہ لوگ ابراہیم کی طرف دریافت کرنے کے طور پر) رجوع کریں (اور پھر وہ تقریر جواب سے مکرر بوجہ ابلغ احقاق حق کر سکیں ۔ غرض وہ لوگ جو بت خانہ میں آئے تو بتوں کی بری گت دیکھی آپس میں) کہنے لگے کہ یہ (بے ادبی کا کام) ہمارے بتوں کے ساتھ کس نے کیا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ اس نے بڑا ہی غضب کیا (یہ بات ایسے لوگوں نے پوچھی جن کو اس قول کی اطلاع نہ تھی تاللہ لاکیدن الخ یا تو اس وجہ سے کہ وہ اس وقت موجود نہ ہوں گے کیونکہ اس مناظرہ کے وقت تمام قوم کا مجتمع ہونا ضرور نہیں اور یا موجود ہوں مگر سنا نہ ہو اور بعضوں نے سن لیا ہو کذا فی الدر المنثور عن ابن مسعود نحوا منہ) بعضوں[7] نے کہا (جن کو اس قول کا علم تھے) کہ ہم نے ایک نوجوان آدمی کو جس کو ابراہیم کر کے پکارا جاتا ہے ان بتوں کا (برائی کے ساتھ) تذکرہ کرتے سنا ہے (پھر) وہ (سب) لوگ (یا جنہوں نے اول استفسار کیا تھا) بولے کہ (جب یہ بات ہے) تو اچھا اس کو سب آدمیوں کے سامنے حاضر کرو تا کہ (شاید وہ اقرار کر لے اور) وہ لوگ (اس کے اقرار کے) گواہ ہو جائیں (پھر سزا حجت سے دی جاوے جس پر کوئی ملامت نہ کرے غرض سب کے روبرو وہ آئے اور ان سے) ان لوگوں نے کہا کہ کیا ہمارے بتوں کے ساتھ تم نے یہ حرکت کی ہے اے ابراہیم انہوں نے (جواب میں) فرمایا کہ تم (یہ احتمال کیوں نہیں فرض کرتے کہ یہ حرکت میں) نہیں (کی) بلکہ ان کے اس بڑے (گرو) نے کی (اور جب اس کبیر[8] میں فاعل ہونے کا احتمال ہو سکتا ہے تو ان صغار میں ناطق ہونے کا احتمال بھی ہو گا) سو ان (ہی) سے پوچھ لو (نا) اگر یہ بولتے ہوں (اور اگر یہ شق احتمال فاعلیت و ناطقیت کی باطل ہے تو عجز ان کا تمہارے نزدیک مسلّم ہو گیا پھر اعتقاد الوہیت کی کیا وجہ) اس پر وہ لوگ اپنے جی میں سوچے[9] پھر (آپس میں) کہنے لگے کہ حقیقت میں تم ہی لوگ ناحق پر ہو (اور ابراہیم حق پر ہے کہ جو ایسا عاجز ہو وہ کیا معبود ہو گا) پھر (شرمندگی[10] کے مارے) اپنے سروں کو جھکا لیا (اور ابراہیم علیہ السلام سے نہایت مغلوبانہ لہجہ میں بولے کہ) اے ابراہیم تم کو تو معلوم ہی ہے کہ یہ بت (کچھ) بولتے (وولتے) نہیں (ہم ان سے کیا پوچھیں اور اس سے فاعلیت کبیر کی نفی بدرجہ اولیٰ ہو گئی اس وقت) ابراہیم (علیہ السلام) نے (خوب خبر لی اور) فرمایا کہ (افسوس جب یہ ایسے ہیں) تو

کیا خدا کو چھوڑ کر تم ایسی چیز کی عبادت کرتے ہو جو تم کو نہ کچھ نفع پہنچا سکے اور نہ (بالمباشرۃ) کچھ نقصان پہنچا سکے (گو تسبیباً ضرر رسانی یقینی ہے کہ بسبب کفر و تعذیب ہے) تف ہے تم پر (کہ باوجود وضوح حق کے باطل پر مصر ہو) اور ان پر (بھی) جن کو تم خدا کے سوا پوجتے ہو کیا تم (اتنا بھی) نہیں سمجھتے (اس تمام تر تقریر سے خصوص اس سے کہ تو ڑنے پھوڑنے سے انکار نہیں فرمایا باوجود یکہ احتمال انتقام مقتضی انکار کو تھا ان کو ثابت ہو گیا کہ یہ کام ان ہی کا ہے اور تقریر کا کچھ جواب بن نہ آیا تو بمقتضائے اس قول کے کہ

چو حجت نماند جفا جوئے را ☆ پر خاش درہم کشد روئے را

یعنی جب جاہل جواب نہ رکھتا ہو اور قدرت رکھتا ہو تو برسر پیکار آ جاتا ہے۔ آپس میں) وہ لوگ کہنے لگے کہ ان (ابراہیم) کو آگ میں جلا دو اور اپنے معبودوں کا (ان سے) بدلہ لو اگر تم کو کچھ کرنا ہے (تو یہ کام کرو[1] ورنہ بالکل ہی بات ڈوب جاوے گی غرض سب نے متفق ہو کر اس کا سامان کیا اور ان کو آتش سوزاں میں ڈال دیا اس وقت) ہم نے (آگ کو) حکم دیا کہ اے آگ تو ٹھنڈی اور بے گزند[2] ہو جا ابراہیم کے حق میں (یعنی نہ سوزاں رہ کہ گزند حرارت کا پہنچے اور نہ بہت یخ ہو جا کہ گزند برودت کا پہنچے بلکہ مثل ہوائے معتدل کے بن جا چنانچہ ایسا ہی ہو گیا) اور ان لوگوں نے ان کے ساتھ برائی کرنا چاہا تھا (کہ ہلاک ہو جاویں گے) سو ہم نے ان ہی لوگوں کو ناکام کر دیا (کہ ان کا مقصود حاصل نہ ہوا بلکہ اور بالعکس حقانیت ابراہیم علیہ السلام کا زیادہ ثبوت ہو گیا) اور ہم نے ابراہیم کو اور (ان کے) برادر زادہ كذا في الدر المنثور عن ابن عباسؓ) کو لوط (علیہ السلام) کو (کہ انہوں نے برخلاف قوم کے ابراہیم علیہ السلام کی تصدیق کی تھی قال تعالیٰ: فآمن له لوط اور اس وجہ سے لوگ ان کے بھی مخالف اور درپے تھے) ایسے ملک (یعنی شام) کی طرف بھیج کر (کافروں کے شر و ایذا سے) بچالیا جس میں ہم نے دنیا جہان والوں کے واسطے (خیر و) برکت رکھی ہے (دنیوی بھی کہ فواکہ و حبوب بکثرت پیدا ہوتے ہیں اور دوسرے[1] لوگ بھی اس سے منتفع ہو سکتے ہیں اور دینی بھی کہ بکثرت وہاں انبیاء علیہم السلام ہوئے جن کے شرائع کی برکت دور دور عالم میں پھیلی یعنی انہوں نے ملک شام کی طرف باذن الٰہی ہجرت فرمائی) اور (ہجرت کے بعد) ہم نے ان کو اسحٰق (بیٹا) اور یعقوب پوتا[3] عطا کیا اور ہم نے ان سب (باپ بیٹے پوتے) کو (اعلیٰ درجہ کا) نیک کیا (اعلیٰ درجہ کی نیکی کا مصداق عصمت ہے جو بشر میں خواص نبوت سے ہے پس مراد یہ کہ ان سب کو نبی بنایا) اور ہم نے ان (سب) کو مقتدا بنایا (جو کہ لوازم نبوت سے ہے) کہ ہمارے حکم سے (خلق کو) ہدایت کیا کرتے تھے (کہ مناصب نبوت سے ہے) اور ہم نے ان کے پاس نیک کاموں کے کرنے کا اور (خصوصاً) نماز کی پابندی کا اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم بھیجا (یعنی یہ حکم بھیجا کہ ان کاموں کو کیا کرو) اور وہ (حضرات) ہماری (خوب) عبادت کیا کرتے تھے (یعنی) ان کو جو حکم ہوا تھا اس کو اچھی طرح بجالاتے تھے پس صالحین میں کمال نبوت کی طرف اور اَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ میں کمال علم کی طرف اور كَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ۝ میں کمال عمل کی طرف اور اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ میں تکمیل للغیر کی طرف اشارہ کافیہ ہے) ف: آیت: لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ کی جو تقریر کی گئی ہے اس سے ان لوگوں کا استدلال باطل ہو گیا جو تقلید مشروع کی نفی ایسی آیتوں سے کیا کرتے ہیں اور اَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ میں کورانہ تقلید سے وہی تقلید مراد ہے جس کی نفی آیت بالا میں ہوئی ہے اور قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ کی جو تقریر کی گئی ہے اس سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ یہ صدق محض ہے مگر چونکہ اس مضمون کے علی سبیل الفرض ہونے پر محض قرینہ مقامیہ دال ہے کوئی قرینہ مقالیہ دال نہیں جیسا هذا ربی میں بھی ایسا ہی ہے اس لئے حدیث میں صورۃ اس پر مجازاً کذب کا اطلاق آیا ہے اور اس آتش ابراہیمی میں چند احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ اس میں حرارت و احراق نہ رہا ہو اور اضاءۃ و اشراق رہا ہو دوسرے یہ کہ ہیئت آگ ہی کی رہی ہو مگر حقیقت اس کی منقلب ہو گئی مثلاً ہوا بن گئی ہو۔ تیسرے یہ کہ آگ ہی رہی ہو مگر موذی نہ رہی ہو اور ظاہر علی ابراہیم کی قید سے احتمال ثالث ہے گو خارق ہر حالت میں ہے اور اس بت شکنی کے قصہ سے کوئی شخص اس مسئلہ فقہیہ پر شبہ نہ کرے کہ ذمی کے بت کا ضمان توڑنے والے پر لازم آتا ہے کیونکہ وہ مسئلہ ذمی کے لئے ہے اور یہ لوگ ذمی نہ تھے اور كُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ۝ میں بعض نے لوط علیہ السلام کو بھی داخل کیا ہے سو یہاں ان کا ذکر تبعاً تھا اور آگے استقلالاً پس تکرار نہ ہو گا اور یہ سلامت رہنا ابراہیم علیہ السلام کا اگر باوجود بقاء جرم نار کے ہے تب تو معجزہ عظیمہ ہونا ظاہر ہے اور اگر اطفائے نار کی حالت میں ہے تو اولاً دفعۃً اطفاء ایسی نار عظیمہ کا خود ایک معجزہ عظیمہ ہے ثانیاً بعد اطفاء کے بھی بقائے اثر یعنی حرارت شدید کا بہت عرصہ تک ضروری طبعی ہے ایسی حالت میں سلامت رہنا بھی معجزہ ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ روح المعانی میں من قبل کی تفسیر میں ہے قبل البلوغ اور بقول بعض قبل الولادۃ جب کہ صلب آدم علیہ السلام میں تھے تو اس تفسیر پر آیت میں اس پر دلالت ہے کہ اساس اول استعداد اور فطرت ہے اور یہ اس درجہ کی قوت رکھتی ہے کہ استعداد ایتاء کو ایتاء سے تعبیر فرمایا دیا (گویا وہ قوت بجائے فعل کے ہے ۱۲) قولہ تعالیٰ: مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الخ چونکہ تماثیل اصنام کے ساتھ خاص نہیں اور اسی طرح عکوف بھی پرستش کے ساتھ خاص نہیں چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے شطرنج کھیلنے والوں پر اسی آیت سے رد فرمایا اس لئے اس آیت سے مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اس

تصور شیخ کے منکر ہونے پر استدلال فرمایا ہے جو غلاۃ صوفیہ میں متعارف ہے باقی جس میں نہ مقصود یں مستقلہ ہو اور نہ اس پر عکوف ہو بلکہ مثل دوسرے محبوبات کے غلبہ محبت کے وقت اس کا خیال کرنے لگے اور جب وہ ذہن سے غائب ہونے لگے اس کے ابقاء کا اہتمام نہ کرے تو کچھ حرج نہیں ۱۲۔ قولہ تعالیٰ: قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ الخ آیت ان لوگوں کی بدحالی کا اظہار کرتی ہے جو اپنے دنیوی یا دینی اکابر کے اتباع میں غلو کرتے ہیں جیسا کہ کثرت سے جہلاء کا شعار ہے۔ قولہ تعالیٰ: بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا بعض بزرگوں سے کسی مصلحت دینیہ کے سبب تو یہ منقول ہے یہ آیت اس کی اصل ہے۔ قولہ تعالیٰ: اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ بعض بزرگوں کی عادت ہے کہ مبغوضین فی اللہ کے ساتھ سختی سے پیش آتے ہیں یہ آیت اس کی اصل ہے ۱۲۔ قولہ تعالیٰ: قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ الخ بعض بزرگوں سے بھی ایسی کرامتیں منقول ہیں وہ اس قصہ کی نظیر ہیں ۱۲۔ قولہ تعالیٰ: وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ الخ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مخالف فریق سے ہجرت کر کے موافق کی طرف جاملنا انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے اور یہ توکل کے منافی نہیں ۱۲۔

الحواشی: (۱) یہ برکت شام کی دوسرے اہل عالم کے لئے ہے ۱۲ منہ۔ (۲) وعلیه جمهور المحققين كما فى النيسابورى ۱۲ منه۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله فى رشده** مناسب افاده الاضافة ۱۲۔ ۲ **قوله فى ما هذه** واهيات اشارة الى كون الاستفهام للتحقير ۱۲۔ ۳ **قوله فى اجئتنا** متعجب اشارة الى كون الاستفهام ناشيا من التعجب ۱۲۔ ۴ **قوله فى بالحق** اپنے نزدیک لانهم لم يكونوا مترددين ۱۲۔ ۵ **قوله فى الشٰهدين** دلیل لان الشاهد يكون على دليل من المشاهدة ونحوها ۱۲۔ ۶ **قوله فى اكيدن** گت حمل على المجاز من الاجتهاد فى الكسر لان المعنى الحقيقى من الاحتيال مستبعد لما بينه وبين الاظهار عندهم من التضاد ۱۲۔ ۷ **قوله فى قالوا سمعنا** بعضوں بقرينة المقام ۱۲۔ ۸ **قوله قبل فاسئلوهم** جب اس کبیر میں الخ وبه ظهر توجيه الفاء فى فاسئلوهم ۱۲۔ ۹ **قوله فى فرجعوا** سوچنے لگے فى الروح فتفكروا وتدبروا او تذكروا الخ۔ ۱۰ **قوله فى ثم نكسوا** شرمندگی كذا اختاره فى الروه ناقلا عن الزمخشرى ۱۲۔ ۱۱ **قوله فى ان كنتم فعلين** یہ کام کرو اشارة الى تقدير الجواب ۱۲۔ ۱۲ **قوله فى سلاما** بےگزند اشارة الى حذف المضاف اى ذات سلامة ۱۲۔ ۱۳ **قوله فى نافلة** پوتا كذا فى الدر المنثور ۱۲۔

فائدہ: فى الروح كان القياس ان يذكر نوح ثم ابراهيم ثم موسٰى عليهم السلام لكن روعى فى ذلك ترشح التسلى والتاسى فقد ذكر موسٰى عليه السلام لان حاله وما قاساه من قومه وكثرة آياته وتكاثف امة اشبه بمحال نبينا صلى الله عليه وسلم ثم ثنى بذكر ابراهيم عليه السلام وقبل من قبل لهذا اى كون ذكر الانبياء عليهم السلام للتاسى الا ترى الى قوله تعالىٰ ونوحاً اذ نادىٰ من قبل اى قبل هؤلاء المذكورين وقيل من قبل ابراهيم ولوط انتهى اقول قوله اشبه الخ لعل الاتيان بقوله تعالىٰ هذا ذكر بعد قوله لقد اتينا موسٰى لهذا فافهم والله اعلم فقط۔

اللغات: قوله التمثال الصورة المصنوعة مشبهة بمخلوق من مخلوقات الله تعالىٰ من مثلث الشئ بالشئ اذا شبهت به آه قوله جذاذا فعال بمعنى المفعول قوله اف صوت ثم صار اسم فعل بمعنى اتضجر وفى اللغات كثيرة واللام لبيان المتفاف له اه۔

النحو: قوله افتعبدون اى اتعلمون ذلك فتعبدون۔ قوله افلا تعقلون تقديره الا تتفكرون فلا تعقلون ۱۲۔

البلاغۃ: قوله الفرقان وضياء وذكرا هذا من عطف وصفه على صفة والصفات كلها متلازمة فلا يردان وصف التوراة بصفات ووصف القرآن بصفة واحدة يوهم كون التوراة افضل من القرآن واما تنكير ضياء وذكر فلعدم الحاجة الى التعريف بعد تعيين مصداقهما بتعريف الفرقان فلذا عرف الفرقان ونكر ما بعده والله اعلم ۱۲۔ قوله لها عاكفون اما بمعنى على لانها صلة العكوف او للتبيين قوله جعلهم اتى بجمع العقلاء تنزيلها لها منزلتهم على زعم هؤلاء قوله يقال له ابراهيم كون المفرد مقولا اذا اريد به اللفظ منقول فى الروح عن الزمخشرى ۱۲۔

وَلُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا وَّنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ ﴿۷۴﴾ وَاَدْخَلْنٰهُ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۷۵﴾ ع وَنُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۷۶﴾ وَنَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۷۷﴾

اور لوط علیہ السلام کو ہم نے حکمت اور علم (جو شان انبیاء کے مناسب ہوتا ہے) عطا فرمایا اور ہم نے ان کو اس بستی سے نجات دی جس کے رہنے والے گندے گندے کام کیا

کرتے تھے بلاشبہ وہ لوگ بڑے بدذات بدکار تھے اور ہم نے لوط کو اپنی رحمت میں داخل کیا (کیونکہ) بلاشبہ وہ بڑے نیکوں میں سے تھے اور نوح علیہ السلام کے قصے کا تذکرہ کیجئے جو کہ اس (زمانہ ابراہیمی) سے (بھی) پہلے انہوں نے دعا کی سو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ان کے تابعین کو بڑے بھاری غم سے نجات دی کہ ہم نے ایسے لوگوں سے ان کا بدلہ لیا جنہوں نے ہمارے حکموں کو (جو کہ نوح علیہ السلام لائے تھے) جھوٹا بتلایا تھا بلاشبہ وہ لوگ بہت برے تھے اسلئے ان سب کو ہم نے غرق کر دیا۔

تفسیر: قصہ حضرت لوط علیہ السلام ☆ وَلُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا (الی قولہ تعالی) اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۷۵﴾ اور لوط (علیہ السلام) کو ہم نے حکمت اور علم (جو شان انبیاء کے مناسب ہوتا ہے) عطا فرمایا اور ہم نے ان کو اس بستی سے نجات دی جس کے رہنے والے گندے گندے کام کیا کرتے تھے (جن میں سب سے بدتر لواطت تھی اور بھی بعض افعال شنیعہ کے وہ لوگ معتاد تھے۔ ڈھیلے پھینکنا' کبوتر بازی' گانا بجانا' شراب خوری کرنا' داڑھی کٹانا' سیٹی بجانا' ریشمی لباس پہننا اخرجه اسحق بن بشير والخطيب وابن عساكر عن الحسن مرفوعًا كذا فی الروح) بلاشبہ وہ لوگ بڑے بدکار تھے اور ہم نے لوط کو اپنی رحمت میں (یعنی جن بندوں پر رحمت ہوتی ہے ان میں) داخل کیا (کیونکہ) بلاشبہ وہ بڑے (درجہ کے) نیکوں میں سے تھے (بڑے درجہ کے نیک سے مراد معصوم جو لوازم نبوت سے ہے) **ف**: ہر چند کہ ان کے کئی قریئے تھے لیکن چونکہ ان میں اصل پر گناہ ایک تھا اور بقیہ اس کے تابع تھے اس لئے اسی کے ذکر پر اکتفا فرمایا جس سے تبعاً سب کا حال معلوم ہو گیا اور بعض نے خبائث کی تفسیر صرف لواطت سے کی ہے اور جمع لانا اس لئے ہوگا کہ متعدد فاعل کے افعال متعدد ہوں گے اور نَجَّيْنٰهُ میں اشارہ ہے قوم کے معذب ہونے کی طرف اور اِنَّهُمْ كَانُوْا الخ معناً اسی کی علت ہو جاویگی اور ممکن ہے کہ تعمل الخبائث کی علت ہو چونکہ ان میں بدذاتی اور فسق یعنی حکم عدولی راسخ تھی اس لئے عامل خبائث تھی۔

قصۂ نوح علیہ السلام ☆ وَنُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ (الی قولہ تعالی) فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۷۷﴾ اور نوح (علیہ السلام کے قصہ) کا تذکرہ کیجئے جب کہ اس (زمانہ ابراہیمی) سے (بھی) پہلے انہوں نے (اللہ تعالیٰ سے) دعا کی (کہ ان کافروں سے میرا بدلہ لیجئے) سو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ان کو اور ان کے تابعین کو بڑے بھاری غم سے (جو تکذیب اور ایذائے کفار کی وجہ سے ان کو پیش آتا تھا) نجات دی اور (نجات اس طرح دی کہ) ہم نے ایسے لوگوں سے ان کا بدلہ لیا جنہوں نے ہمارے حکموں کو (جو کہ نوح علیہ السلام لائے تھے) جھوٹا بتایا تھا بلاشبہ وہ لوگ بہت برے تھے اس لئے ہم نے ان سب کو غرق کر دیا۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَنَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الخ اس میں دلالت ہے اس پر کہ حق تعالیٰ اپنے مقبولین کا مخذولین سے انتقام لیتا ہے اور اس سے زیادہ صریح اس مضمون میں یہ آیت ہے جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ [القمر: ۱۴] انتہی القول ۱۲۔

اللغات: الكرب الغم الشديد كذا فی الروح قوله نصرنٰه فی الروح المتعدى بعلى يدل على مجر الاعانة والمتعدى بمن يدل على استتباع ذلك للانتقام من العدو والانتصار ۱۲۔

النحو: لوطًا معمول لآتينا المقدر يفسره آتيناه قوله فی رحمتنا هو على حذف المضاف ای اهل رحمتنا قوله نوحًا معمول لا ذكر المقدر ويقدر قبله مضاف بنبا نوح واذ بدل من النبا ۱۲۔

وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِى الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ﴿۷۸﴾ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ۡ وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ؕ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۷۹﴾ وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِىْ بِاَمْرِهٖۤ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِىْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَكُنَّا بِكُلِّ شَىْءٍ عٰلِمِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ﴿۸۲﴾

اور داؤد اور سلیمان علیہما السلام کے قصہ کا تذکرہ کیجئے جبکہ دونوں کسی کھیت کے بارے میں فیصلہ کرنے لگے جبکہ اس (کھیت) میں کچھ لوگوں کی بکریاں رات کے وقت جا پڑیں اور اس کو چر گئیں اور ہم اس فیصلہ کو جو لوگوں کے متعلق ہوا تھا دیکھ رہے تھے سو ہم نے اس فیصلہ کی سمجھ سلیمان کو دی اور یوں ہم نے دونوں کو حکمت اور علم عطا فرمایا تھا اور ہم نے داؤد کے ساتھ تابع کر دیا تھا پہاڑوں کو کہ (ان کی تسبیح کے ساتھ) وہ تسبیح کیا کرتے تھے اور پرندوں کو بھی اور کرنے والے ہم تھے اور ہم نے ان کو زرہ (بنانے) کی صنعت تم لوگوں کے (نفع کے) واسطے سکھلائی تاکہ وہ (زرہ) تم کو لڑائی (میں) ایک دوسرے کی زد سے بچائے سو تم شکر کرو گے بھی یا نہیں اور ہم نے سلیمان کا زور کی ہوا

کوتابع بنا دیا تھا کہ وہ انکے حکم سے اس سرزمین کی طرف چلتی جس میں ہم نے برکت رکھی ہے (مراد ملک شام ہے) اور ہم ہر چیز کو جانتے ہیں اور بعضے بعضے شیطان ایسے تھے کہ سلیمان کے لئے (دریاؤں میں غوطہ لگاتے تھے تاکہ موتی نکال کر لائیں) اور وہ اور کام بھی اس کے علاوہ کیا کرتے تھے اور ان کے سنبھالنے والے ہم تھے۔

تفسیر: قصہ داؤد وسلیمان علیہما السلام ☆ وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ (الی قولہ تعالٰی) وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ اور داؤد اور سلیمان (علیہما السلام کے قصہ) کا تذکرہ کیجئے جبکہ دونوں (حضرات) کسی کھیت کے بارہ میں (جس میں غلہ تھا یا انگور کے درخت تھے كذا في الدر المنثور) فیصلہ کرنے لگے جبکہ اس (کھیت) میں کچھ لوگوں کی بکریاں رات کے وقت جا پڑیں (اور اس کو چر گئیں) اور ہم اس فیصلہ کو جو (مقدمہ والے) لوگوں کے متعلق ہوا تھا دیکھ رہے تھے سو ہم نے اس فیصلہ (کی آسان صورت) کی سمجھ سلیمان کو دے دی اور (یوں) ہم نے دونوں (ہی) کو حکمت اور علم عطا فرمایا تھا (یعنی داؤد علیہ السلام کا فیصلہ بھی خلاف شرع نہ تھا۔ صورت مقدمہ کی یہ تھی کہ جس قدر کھیت کا نقصان ہوا تھا اس کی لاگت بکریوں کی قیمت کے برابر تھی۔ داؤد علیہ السلام نے ضمان میں کھیت والے کو وہ بکریاں دلوا دیں اور اصل قانون شرعی کا یہی مقتضا تھا جس میں مدعی یا مدعٰی علیہ کی رضا کی شرط نہیں مگر چونکہ اس میں بکری والوں کا بالکل ہی نقصان ہوتا تھا اس لئے سلیمان علیہ السلام نے بطور مصالحت کے جو کہ موقوف تھی تراضی جانبین پر یہ صورت جس میں دونوں کی سہولت اور رعایت تھی تجویز فرمائی کہ چند روز کے لئے بکریاں تو کھیت والے کو دے دی جاویں کہ ان کے دودھ وغیرہ سے اپنا گزر کرے اور بکری والوں کو وہ کھیت سپرد کیا جاوے کہ اس کی خدمت آبپاشی وغیرہ سے کریں جب کھیت پہلی حالت پر آ جاوے کھیت اور بکریاں اپنے اپنے مالک کو دے دی جاویں كذا في الدر المنثور عن مرة وابن مسعود ومسروق وابن عباس ومجاهد وقتادة والزهري پس اس سے معلوم ہو گیا کہ دونوں فیصلوں میں کوئی تعارض نہیں کہ ایک کی صحت دوسرے کی عدم صحت کو مقتضی ہو اس لئے وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا بڑھا دیا گیا) اور (یہاں تک تو کرامت عامہ کا ذکر تھا جو دونوں حضرات میں مشترک تھی آگے دونوں حضرات کی خاص خاص کرامتوں کا بیان ہے) ہم نے داؤد (علیہ السلام) کے ساتھ تابع کر دیا تھا پہاڑوں کو کہ (ان کی تسبیح کے ساتھ) وہ (بھی) تسبیح کیا کرتے تھے اور (اسی طرح) پرندوں کو بھی (جیسا سورۂ سبا میں ہے يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ [سبا: ۱۰]) اور (کوئی اس بات کا تعجب نہ کرے کیونکہ ان کاموں کے) کرنے والے ہم تھے (اور ہماری قدرت کا عظیم ہونا ظاہر ہے پھر ان خوارق میں تعجب ہی کیا ہے) اور ہم نے ان کو زرہ (بنانے) کی صنعت تم لوگوں کے (نفع کے) واسطے سکھلائی (یعنی) تاکہ وہ (زرہ) تم کو (لڑائی میں) ایک دوسرے کی زد سے بچائے (اور اس نفع عظیم کا مقتضا یہ ہے کہ تم شکر کرو) سو تم (اس نعمت کا) شکر کرو گے بھی (یا نہیں) اور ہم نے سلیمان (علیہ السلام) کا زور کی ہوا کو تابع بنا دیا تھا کہ وہ ان کے حکم سے اس سرزمین کی طرف کو چلتی جس میں ہم نے برکت کر رکھی ہے (مراد ملک شام ہے كذا في الدر عن السدي جوان کا مسکن تھا كما روي ويدل عليه عمارته بيت المقدس۔ یعنی جب ملک شام سے کہیں چلے جاتے اور پھر آتے تو یہ آنا اور اسی طرح جانا بھی ہوا کے ذریعہ سے ہوتا تھا جیسا درمنثور میں بروایت وتصحیح حاکم حضرت ابن عباسؓ سے اس کی کیفیت مروی ہے کہ سلیمان علیہ السلام مع اعیان ملک کی کرسیوں پر بیٹھ جاتے پھر ہوا کو بلا کر حکم دیتے وہ سب کو اُٹھا کر تھوڑی دیر میں ایک ایک ماہ کی مسافت قطع کرتی اور ہم ہر چیز کو جانتے ہیں (پس ہمارے علم میں سلیمان کو یہ چیزیں دینے میں حکمت تھی اس لئے عطا فرمائی) اور بعضے بعضے شیطان (یعنی جن) ایسے تھے کہ سلیمان (علیہ السلام) کے لئے (دریاؤں میں) غوطے لگاتے تھے (تاکہ موتی نکال کر ان کے پاس لاویں) اور وہ اور کام بھی اس کے علاوہ (سلیمان کے لئے) کیا کرتے تھے اور (گو وہ جن بڑے سرکش اور شریر تھے مگر) ان کے سنبھالنے والے ہم تھے (اس لئے وہ چوں نہیں کر سکتے تھے) **ف**: مسئلہ جیسا واقعہ بکریوں کا اس قصہ میں واقع ہوا تھا اگر اب واقع ہوائمہ شریعت میں اس کا حکم مختلف فیہ ہے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ تفصیل ہے کہ اگر بکریوں کے ساتھ کوئی سائق وقائد نہ ہو تو اس صورت میں کچھ ضمان لازم نہیں لما رواه الشيخان ان لعجماء جرحها جبار اور سنن میں جو روایت ہے قضى رسول الله صلى الله عليه وسلم على اهل الاموال بحفظها بالنهار وعلى اهل المواشي بحفظها بالليل۔ اس کے رجال سند میں کلام ہے اس لئے معارض حدیث صحیحین کی نہیں ہو سکتی نیز حدیث میں ضمان سے تعارض بھی نہیں۔ ممکن ہے کہ یہ وجوب مذکور فی الحدیث دیانۃً ہو جس کے ترک سے اہل مواشی کو گناہ ہو اور گناہ مستلزم ضمان کو نہیں۔ اور اگر کوئی سائق وقائد ہمراہ ہو تو ضمان لازم آوے گا اور چونکہ حرث ذوات القیم سے ہے اس لئے قیمت متلف کی لازم آوے گی۔ البتہ اگر بتراضی قیمت کے بدلے کوئی ذات القیم چیز لے لی جاوے تو جائز ہے فقط اور زرہ اگر اول داؤد علیہ السلام کے ہاتھوں ایجاد ہوئی ہے جیسا جلالین میں ہے اور اس وقت سے پہلے تختیاں سی ہوتی تھیں جیسا درمنثور میں سورۂ سبا کی تفسیر میں قتادہ سے منقول ہے تب تو لکم کے معنی ظاہر ہیں کہ تم لوگ اس ایجاد سے منتفع ہو رہے ہو اور اگر ثابت ہو جاوے کہ پہلے بھی زرہ بنتی تھی تو حسن صنعت ورعایت غایت میں زرہ داؤدی بڑھی ہوئی کہی جاوے گی اس اعتبار سے اس کو زیادہ منتفع بہ ہونے میں دخل ہوگا کما قال تعالٰی فی سورۃ سبا: اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ [السبا: ۱۱] سو اگر تقدیر سرد پہلے سے جاری ہوتی تو ظاہراً اس ارشاد کی ضرورت نہ ہوتی واللہ اعلم اور بعضوں نے جو تسخیر ریح میں خواہ مخواہ تاویل کی ہے کہ جہاز رانی مراد ہے تو فَسَخَّرْنَا لَهٗ اور تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ الفاظ قرآنیہ واقعہ سورۂ ص اور حاکم کی

تصحیح سے جو روایت ضمن ترجمہ میں مذکور ہوء ہے یہ سب ان تاویلات فاسدہ کو دفع کرتی ہیں اور اس آیت میں ریح کو عاصف فرمایا اور سورۂ ص میں رخاء فرمایا تو یا تو سلیمان علیہ السلام کے ارادہ پر اس کا عاصف اور رخاء ہونا تھا یا باعتبار تاثیر فی البدن اور راکب کو حرکت نہ ہونے کے رخاء کی صفت رکھتی تھی اور باعتبار سرعت سیر اور قطع مسافت کے عاصف کا حکم رکھتی تھی اور لفظ شیاطین سے ظاہراً مفہوم ہوتا ہے کہ وہ جن کافر تھے کیونکہ اکثر اس لفظ کا اطلاق کفار جن پر آتا ہے اور عملا دون ذلك سے مراد وہ ہیں جو سورۂ سبا میں ہے: يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ [سبا: ۱۳] اور قصہ داؤد علیہ السلام میں تسخیر سے مراد محض تبعیت واقتداء فی التسبیح ہے نہ یہ کہ ان کے فرمانے سے تسبیح کرتے تھے گو ممکن یہ بھی ہے مگر محتاج دلیل ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الخ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اشیاء تسبیح قالی کرتی تھیں ورنہ داؤد علیہ السلام کی تخصیص اس اعتبار سے ہے کہ داؤد علیہ السلام سنتے بھی تھے۔ قولہ تعالیٰ: وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ الخ اس سے دو مسئلہ ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ دستکاری سے معاش حاصل کرنا اور دوسری یہ کہ اسباب عادیہ کا استعمال کرنا یہ توکل کے منافی نہیں ہے قولہ تعالیٰ: وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ اس میں اس قول کی اصل ہے۔ ہر کہ ترسید از حق و تقویٰ گزید ترسد از وے جن وانس ہر کہ دید اور اگر کہیں تخلف ہو جاوے تو کسی عارض سے ہو جاتا ہے ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله فی لحکمهم لوگوں کے متعلق اشارة الى ان المرجع هم اهل الحرث واهل الغنم والاضافة لادنى ملابسة ولكونهم قد حكم لهم وعليهم فلا حاجة الى ارجاع الضمير الى سليمان و داؤد ثم التكلف فى توجيه وهذا من خواص المواهب ولله الحمد ۱۲۔

اللغات: قوله الحرث الزرع ومجازا بمعنى الكرم ۱۲ قوله نفشت هو رعى الماشيه فى الليل بغير راع كما ان المهل رعيها فى النهار كذلك وكان اصله الانتشار والتفرق اى تفرقت وانتشرت كذا فى الروح ۱۲ قوله لبوس الدرع واصله ما يلبس ۱۲۔

لطیفہ: فی الروح وفی قصتی داؤد وسليمان عليهما السلام ما يدل على عظيم قدرة الله تعالىٰ قال الامام وتسخيرا كثف الاجسام لداؤد عليه السلام وهو الحجر اذا نطقه الله تعالىٰ بالتسبيح والحديد اذا لانه سبحانه له وتسخير الطف الاجسام لسليمان عليه السلام وهو الريح والشياطين وهم من نار وكانوا يغوصون فى الماء فلا يضرهم دليل واضح على باهر قدرته سبحانه واظهار الصد من الضد الخ۔

البلاغۃ: قوله فى قصة داؤد سخرنا مع داؤد فى قصة سليمان ولسليمان الريح فى الروح جئ باللام ههنا دون الاولى للدلالة على ما بين التسخيرين من التفات فان تسخير ما سخر له عليه السلام كان بطريق الانقياد الكلى له والامتثال بامره ونهيه بخلاف تسخير الجبال والطير لداؤد عليه السلام فانه كان بطريق التبعية والاقتداء به عليه السلام فى عبادة الله عز و جل آه قوله يغوصون له فى الروح لما كان الغائص قد يغوص لنفسه ولغيره قيل له للايذان بان لاغوص ليس لانفسهم بل لاجله عليه السلام وقد كان عليه السلام يامرهم فيغوصون فى البحار ويستخرجون له من نفائسه آه وبهذا علم ان المراد فى يعملون يعملون له ۱۲۔

وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝۸۳ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ۝۸۴ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِدْرِيْسَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝۸۵ وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۸۶ وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۸۷ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۸۸

اور ایوب کا تذکرہ کیجئے جبکہ انہوں نے (بعد مبتلا ہونے مرض شدید) کے اپنے رب کو پکارا کہ مجھ کو یہ تکلیف پہنچ رہی ہے اور آپ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہیں سو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ان کو جو تکلیف تھی اس کو دور کر دیا اور (بلا استدعا) ہم نے ان کو ان کا کنبہ عطا فرمایا اور ان کے ساتھ (گنتی میں) ان کے برابر اور بھی اپنی رحمت خاصہ کے سبب سے اور عبادت کرنے والوں کے لئے یادگار رہنے کے سبب سے اور اسمٰعیل علیہ السلام اور ادریس علیہ السلام اور ذوالکفل کا ذکر کیجئے (یہ) سب احکام الٰہیہ پر

ثابت قدم رہنے والے لوگوں سے تھے اور ہم نے ان کو اپنی رحمت (خاصہ) میں داخل کر لیا تھا بے شک یہ کمال صلاحیت والوں میں سے تھے اور مچھلی والے پیغمبر یعنی یونس کا تذکرہ کیجئے جب وہ اپنی قوم سے خفا ہو کر چل دیئے اور انہوں نے یہ سمجھا کہ ہم ان پر اس چلے جانے میں کوئی دارو گیر نہ کریں گے پس انہوں نے اندھیروں میں پکارا کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے آپ (سب نقائص) پاک ہیں میں بے شک قصوروار ہوں سو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ان کو اس گھٹن سے نجات دی اور اسی طرح اور اہل ایمان کو (بھی کرب و بلا سے) نجات دیا کرتے ہیں۔

تفسیر: قصہ ایوب علیہ السلام ☆ وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ (الی قولہ تعالی) وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ۝ اور ایوب (علیہ السلام کے قصہ) کا تذکرہ کیجئے جب کہ انہوں نے (بعد مبتلا ہونے مرض شدید کے) اپنے رب کو پکارا کہ مجھ کو یہ تکلیف پہنچ رہی ہے اور آپ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہیں (پس اپنی مہربانی سے میری تکلیف رفع کر دیجئے) سو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ان کو جو تکلیف تھی اس کو دور کر دیا اور (بلا استدعاء) ہم نے ان کو ان کا کنبہ (یعنی اولاد جوان سے غائب ہو گئے تھے قالہ الحسن كذا فی الدر المنثور یا مر گئے تھے کما قال غیرہ) عطا فرمایا (اس طرح سے کہ وہ ان کے پاس آ گئے یا بایں معنی کہ اتنے ہی اور پیدا ہو گئے قالہ عکرمہ فی فتح المنان) اور ان کے ساتھ (گنتی میں) اس کے برابر اور بھی (دیئے خواہ ان ہی کی صلب سے یا ان کی اولاد کے صلب سے كذا فی الفتح عن كتاب ایوب) اپنی رحمت خاصہ کے سبب سے اور عبادت کرنے والوں کے لئے یادگار رہنے کے سبب سے (یعنی عابدین یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ صابروں کو کیسی جزا دیتے ہیں) ف: ایوب علیہ السلام کی بیماری میں بھی کئی قول ہیں بہرحال کوئی سخت بیماری تھی اور اولاد کے مفقود ہو جانے کا الگ صدمہ تھا ان سب پر ایوب علیہ السلام نے صبر کیا جیسا دوسری آیت میں ہے: اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا [ص : ۴۴] اور یہ دعا خواہ ابتدائے مرض ہی میں ہوئی ہو اور قبولیت خواہ جلدی ہوئی خواہ بدیر کسی مصلحت سے اور خواہ بعد چند روز دعا ہوئی ہو جیسا ابن عباسؓ کا قول ہے: انساه الله الدعا (الی قولہ تعالی) لما انتهى لاجل اذن له فی الدعاء ويسره له الخ كذا فی الدر المنثور عن ابن جریر اور ہر حال میں دعا منافی صبر کے نہیں اور رحمت اور ذکری دونوں سبب ہیں مگر اول علت مؤثرہ متقدمہ اور ثانی علت غائیہ متاخرہ اور صابرین کی جزا عام ہے خواہ دنیا میں بھی ہو یا صرف آخرت میں۔ اور مِّثْلَهُمْ مَّعَهُمْ اگر ان کے صلب سے ہوں تب تو اہلہ سے مراد اہل سابقین ہیں اور اگرچہ وہ مر گئے ہوں مگر دوسرے جو عطا ہوئے ان کو شدت مماثلت کی وجہ سے حکماً عین سابقین قرار دے لیا اور اگر مِّثْلَهُمْ مَّعَهُمْ سے مراد اولاد الاولاد ہو تو اہلہ سے مراد لاحقین ہو جاویں گے اور توجیہ میں کسی تکلف کی ضرورت نہ ہوگی اور یہاں اولاد پر اہل کے اطلاق کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ازواج پر کہیں اطلاق نہ ہو خوب سمجھ لو اور دعا میں کشف ضر کی تخصیص غالباً اس لئے ہے کہ مرض کی تکلیف حاضر ہوتی ہے اور موت یا فقدان اولاد پر جو غم ہوتا ہے بعض اوقات غالب ہو جاتا ہے۔

قصہ اسماعیل و ادریس و ذاالکفل علیہم السلام ☆ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِدْرِيْسَ (الی قولہ تعالی) اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ اور اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل (کے قصہ) کا تذکرہ کیجئے (یہ) سب (احکام الٰہیہ تشریعیہ و تکوینیہ پر) ثابت قدم رہنے والے لوگوں سے تھے اور ہم نے ان (سب) کو اپنی رحمت (خاصہ) میں داخل کر لیا تھا بیشک یہ (سب) کمال صلاحیت والوں میں تھے۔ ف: حضرت ذوالکفل کے باب میں اختلاف ہے کہ آیا یہ نبی تھے یا ایک صالح شخص تھے پھر پہلے سے صالح یا بعد توبہ کے صالح تھے جیسا ترمذی کی روایت میں مرفوعاً وارد ہے: لا يتورع من ذنب (الی قولہ تعالی) قال والله لا اعصى الله بعدها ابدا۔ ظاہر سیاق قرآن سے ان کا نبی ہونا مظنون ہوتا ہے اور قول پر اور اسی طرح دوسرے قول پر تعدد ذی الکفل کا التزام کیا جاوے گا کہ وہ تائب دوسرے شخص ہوں گے قول ثانی و ثالث پر صابرین اور صالحین میں تشکیک کے قائل ہوں گے اولین اول درجہ کے ہوں گے اور یہ مرتبہ متاخرہ کے۔

قصہ حضرت یونس علیہ السلام ☆ وَذَا النُّوْنِ (الی قولہ تعالی) وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ اور مچھلی والے (پیغمبر یعنی یونس علیہ السلام کے قصہ) کا تذکرہ کیجئے جب وہ اپنی قوم سے (جب کہ وہ ایمان نہ لائے) خفا ہو کر چل دیئے (اور ان کی قوم پر سے عذاب ٹلنے کے بعد بھی خود واپس نہ آئے اور اس سفر کے لئے ہمارے حکم کا انتظار نہیں کیا) اور انہوں نے (اپنے اجتہادؒ سے) یہ سمجھا کہ ہم (اس چلے جانے میں) ان پر کوئی دارو گیر نہ کریں گے (یعنی چونکہ اس فرار کو انہوں نے اجتہاداً جائز سمجھا اس لئے انتظار نص اور وحی کا نہ کیا لیکن چونکہ امید وحی تک وحی کا انتظار انبیاء کیلئے مناسب ہے اس ترک مناسب پر ان کو یہ ابتلاء پیش آیا کہ راہ میں ان کو کوئی دریا ملا اور وہاں کشتی میں سوار ہوئے کشتی چلتے چلتے رک گئی یونس علیہ السلام سمجھ گئے کہ میرا یہ فرار بلا اذن ناپسند ہوا اس کی وجہ سے یہ کشتی رکی کشتی والوں سے فرمایا کہ مجھ کو دریا میں ڈال دو وہ راضی نہ ہوئے غرض قرعہ پر اتفاق ہوا تب بھی ان ہی کا نام نکلا آخر ان کو دریا میں ڈال دیا اور خدا کے حکم سے ان کو ایک مچھلی نگل گئی اخرجه ابن ابی حاتم عن ابن عباس كذا فی الدر المنثور) پس انہوں نے اندھیروں میں پکارا (ایک اندھیرا شکم ماہی کا دوسرے قعر دریا کا پھر دونوں گہرے اندھیرے بجائے بہت سے اندھیروں کے یا تیسرا اندھیرا رات کا قالہ ابن مسعودؓ كما فی الدر المنثور غرض ان تاریکیوں میں دعا کی) کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے (یہ توحید ہے) آپ (سب نقائص سے) پاک ہیں (یہ تنزیہ ہے) میں بیشک قصوروار ہوں (یہ

استغفار ہے جس سے مقصود یہ ہے کہ میرا قصور معاف کر کے اس شدت سے نجات دیجئے) سو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ان کو اس گھٹن سے نجات دی (جس کا قصہ سورۂ صٰفّٰت میں ہے : فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ الخ اور (جس طرح دعا کرنے سے یونس علیہ السلام کو نجات دی) ہم اسی طرح (اور) ایمان والوں کو (بھی کرب اور غم سے) نجات دیا کرتے ہیں (جب کہ چندے غم میں رکھنا مصلحت نہ ہو) ۔ **ف** : حضرت یونس علیہ السلام سے اس واقعہ میں کوئی امر کی مخالفت نہیں ہوئی صرف اجتہاد میں غلطی ہوئی جو امت کے لئے عفو ہے مگر انبیاء کی تربیت وتہذیب زائد مقصود ہوتی ہے اس لئے یہ ابتلا ہوا اور کچھ قصہ یونس علیہ السلام کا سورۂ یونس میں آچکا ہے کچھ سورۂ صافات میں آوے گا اور استغفار سے پہلے ثنائے الٰہی یعنی توحید وتنزیہ کی تقدیم میں تعلیم ادب استغفار ہے ۔

ترجمہ مسائل السلوک : قولہ تعالیٰ : وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ الخ اس میں دو مسئلے ہیں ایک یہ کہ دعا منافی توکل نہیں دوسرے یہ کہ غلبۂ افتقار کے سبب حق تعالیٰ سے شکوہ کرنا منافی رضا نہیں ۱۲ ۔ قولہ تعالیٰ : وَ ذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ روح المعانی میں ایک تفسیر حسن وشعبی وابن جبیر وابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ نقل کی ہے قیل مغاضبا لربه عز و جل پھر اس پر کچھ شبہ کر کے تاویل کی ہے اور احقر کے نزدیک اس تفسیر کا ادلال پر محمول کر لینا اقرب والطف ہے قولہ تعالیٰ : اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ یونس علیہ السلام نے باوجود عصمت وبراءت عن الذنب کے اپنی طرف ذنب کو منسوب کیا جس میں مجاز کی تاویل کی جاوے گی اس میں اس کی اصل ہے جو بعض اہل طریق سے منقول ہے کہ وہ کفر کی نسبت اپنی طرف کر لیتے ہیں اور ظاہر ہے کہ نبی کو جس قدر ذنب سے بعد ہے اتنا غیر نبی کفر سے نہیں جب اطلاق ابعد جائز ہوا تو بعید میں کیا شبہ ہے ۱۲ ۔

ملحقات الترجمۃ : ۱ قوله فی ظن اجتہاد سے و من ثم عبر بالظن فلا یلزم انه خطر بباله علیه السلام الجانب المخالف ۱۲ ۔

الروایات : اخرج ابن جریر والبیهقی فی الاسماء والصفات عن ابن عباسؓ فی قوله وذا النون اذ ذهب مغاضبا یقول غضب علی قومه فظن ان لن نقدر علیه یقول ان لن تقضی علیه عقوبة ولا بلاء فیما صنع بقومه فی غضبه علیهم وفراره قال وعقوبة اخذ النون ایاه کذا فی الدر المنثور قلت وعلیه ترجمت وفی الروح ما ورد من بعض السلف مغاضبا لربه فمعناه مغاضبا لاجل ربه لاعلی ربه فافهم ۱۲ ۔

اللغات : فی الروح الضر بالفتح شائع فی کل ضرر بالضم خاص بما فی النفس من مرض وهزال ونحوهما ۱۲ قوله ذا الکفل قیل سمی به لان الکفل الحظ وکان ذا حظ من الله تعالیٰ او لانه الضعف وکان ضعف عمل معاصریه ۱۲ ۔

النحو : قوله اتیناه معطوف علی استجبنا لا علی کشفنا لان الایتاء لما لم یکن عن دعاء لا یدخل تحت الاستجابة ولذا قلت هناك بلا استدعاء ۱۲ ۔

وَزَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ۝۸۹ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۡ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ۭ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ۝۹۰ وَالَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝۹۱ اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ڮ وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ۝۹۲ وَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ۭ كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ ۝۹۳ ۧ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ۚ وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ ۝۹۴ ع ۶ وَحَرٰمٌ عَلٰي قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ۝۹۵ حَتّٰٓي اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ۝۹۶ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝۹۷ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ۭ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ۝۹۸ لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَاۗءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ۭ وَكُلٌّ فِيْهَا

خٰلِدُوْنَ ﴿۹۹﴾ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

اور زکریا علیہ السلام کا تذکرہ کیجئے جبکہ انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ اے میرے رب مجھ کو لاوارث مت رکھیے (یعنی مجھ کو فرزند دیجئے کہ میرا وارث ہو) اور سب وارثوں سے بہتر آپ ہی ہیں سو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ہم نے ان کو یحییٰ (فرزند) عطا فرمایا اور ان کی خاطر سے ان کی بی بی کو (جو کہ بانجھ تھیں) اولاد کے قابل کر دیا یہ سب نیک کاموں میں دوڑتے تھے اور امید و بیم کے ساتھ ہماری عبادت کیا کرتے تھے اور ہمارے سامنے دب کر رہتے تھے اور اس بی بی (مریم) کا بھی تذکرہ کیجئے جنہوں نے اپنے ناموس کو (مردوں سے) بچایا (نکاح سے بھی اور ناجائز سے بھی) پھر ہم نے ان میں بواسطہ (جبریل) اپنی روح پھونک دی اور ہم نے ان کو اور ان کے فرزند (عیسیٰ علیہ السلام) کو دنیا جہان والوں کے لئے اپنی قدرت کاملہ کی نشانی بنا دی۔ یہ ہے تمہارا طریقہ کہ (جس پر تم کو رہنا ہے) وہ ایک ہی طریقہ ہے اور میں تمہارا رب (حقیقی) ہوں سو تم میری عبادت کیا کرو اور ان لوگوں نے اپنے دین میں اختلاف پیدا کر لیا (سو اس کی سزا دیکھیں گے کیونکہ) سب ہمارے پاس آنے والے ہیں سو جو شخص نیک کام کرتا ہو گا اور وہ ایمان والا بھی ہو گا سو اس کی محنت اکارت جانے والی نہیں اور ہم اس کو لکھ لیتے ہیں اور ہم جن بستیوں کو (عذاب سے یا موت سے) فنا کر چکے ہیں ان کے لئے یہ بات ناممکن ہے کہ وہ (دنیا میں) پھر لوٹ کر آویں یہاں تک کہ یاجوج ماجوج دیئے جاویں گے اور (غایت کثرت کی وجہ سے) ہر بلندی سے (جیسے پہاڑ اور ٹیلہ) نکلتے معلوم ہوں گے اور (وہ رجوع و بعث کا) سچا وعدہ نزدیک آ پہنچا ہو گا تو بس پھر ایک دن سے یہ قصہ ہو گا کہ منکروں کی نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ جاویں گی (اور یوں کہتے نظر آویں گے) کہ ہائے کم بختی ہماری ہم اس (امر) میں غفلت میں تھے بلکہ (واقعی یہ ہے کہ ہم ہی قصوروار تھے۔ بلاشبہ تم (اے مشرکین) اور جن کو تم خدا کو چھوڑ کر پوج رہے ہو سب جہنم میں جھوکے جاؤ گے (اور) تم سب اس میں داخل ہو گے (اور یہ بات سمجھنے کی ہے کہ) اگر یہ تمہارے معبود واقعی معبود ہوتے تو اس (جہنم) میں کیوں جاتے اور سب (عابدین و معبودین) اس میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے (اور ان کا اس میں شور ہو گا اور وہاں (اپنے غل شور میں کسی کی) کوئی بات سنیں گے بھی نہیں (یہ تو دوزخیوں کا حال ہوا (اور) جن کے لئے ہماری طرف سے بھلائی مقدر ہو چکی ہے۔

تفسیر: قصہ زکریا علیہ السلام ☆ وَزَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ (الی قولہ تعالی) وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ﴿۹۰﴾ اور زکریا (علیہ السلام کے قصہ) کا تذکرہ کیجئے جب کہ انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ اے میرے رب مجھ کو لاوارث مت رکھیو (یعنی مجھ کو فرزند دیجئے کہ میرا وارث ہو قال تعالیٰ: فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا يَّرِثُنِيْ [مریم: ۵-۶] الخ) اور (یوں تو) سب وارثوں سے بہتر (یعنی حقیقی وارث) آپ ہی ہیں (اس لئے وہ وارث حقیقی نہ ہو گا بلکہ ایک وقت وہ بھی فنا ہو جاوے گا لیکن اس ظاہری وارث سے بعض منافع دینیہ حاصل ہوں گے اس لئے اس کو مانگتا ہوں ورنہ کبھی نہ کبھی اس کے اور اس کے نائبوں کے فنا ہو جانے سے ان منافع کا سلسلہ بھی ختم ہو جاوے گا اور حقیقی اور دائمی بقا سب کے بعد آپ ہی کے لئے رہے گا) سو ہم نے ان کی دعا قبول کر لی اور ہم نے ان کو یحییٰ (فرزند) عطا فرمایا اور ان کی خاطر سے ان کی بی بی کو (جو کہ بانجھ تھیں لقولہ تعالیٰ و کانت امرأتی عاقرا ان کو) اولاد کے قابل کر دیا یہ سب (جن کا اس سورت میں ذکر ہوا) نیک کاموں میں دوڑتے تھے اور امید و بیم کے ساتھ ہماری عبادت کیا کرتے تھے اور ہمارے سامنے دب کر رہتے تھے (جس سے ان حضرات کی کمال عبودیت اور ہماری کمال معبودیت ثابت ہوتی ہے پس رسالت اور توحید ہر دو مسئلوں کی تقویت ہوتی ہے جو کہ مقاصد سورت میں سے مقصود اعظم ہے)۔

قصہ حضرت عیسیٰ و مریم علیہما السلام ☆ وَالَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۱﴾ اور ان بی بی (مریم کے قصہ) کا (بھی) ذکر کیجئے جنہوں نے اپنے ناموس کو (مردوں سے) بچایا (نکاح سے بھی اور ناجائز سے بھی) پھر ہم نے ان میں (بواسطہ جبریل علیہ السلام) اپنی روح پھونک دی (جس سے ان کو بے شوہر حمل رہ گیا) اور ہم ان کو اور ان کے فرزند (عیسیٰ علیہ السلام) کو (کہ روح اللہ ہیں علاوہ صفات مذکورہ يُسٰرِعُوْنَ الخ کی ایک صفت زائد کے ساتھ موصوف کیا کہ ان کو) دنیا جہان والوں کے لئے (اپنی قدرت کاملہ کی) نشانی بنا دی (کہ ان کو دیکھ کر سن کر سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں)۔ ربط: یہاں تک حضرات انبیاء علیہم السلام کے قصص کا بیان ہوا چونکہ یہ سب حضرات موحد و داعی الی التوحید تھے جس کی بعض قصوں میں تفصیل کے ساتھ تصریح ہے جیسے قصہ ابراہیم علیہ السلام میں مناظرہ مشرکین اور قصہ یونس علیہ السلام میں لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ مذکور ہے اور ختم پر وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا الخ میں اجمالاً بالاشتراک اس طرف تلویح ہے اور نیز سب حضرات کا اس میں متفق ہونا مشہور و معروف بھی ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَوَهَبْنَا لَهٗ الخ روح المعانی میں ایک تفسیر وَاَصْلَحْنَا کی یہ نقل کی ہے کہ ان کی بی بی کو جوانی لوٹا دی اس بناء پر اس سے یہ ثابت ہوا کہ جو چیزیں عادۃً اسباب کی طرف مستند ہیں ان میں استجابت دعا کے متعلق اکثر عادت الٰہیہ یہ ہے کہ اس کے اسباب مہیا فرما دیتے ہیں گو وہ بدوں اسباب بھی تکوین پر قادر ہیں قولہ تعالیٰ: اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ چونکہ یہ سابق کی علت کو موقع پر آیا ہے اس سے یہ ثابت ہوا کہ طاعات نعم دنیویہ کا بھی سبب ہو جاتی ہیں۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله فی جعلناها علاوہ صفات اشعار به الی تخصیصهما به بعد تعمیم ما ذکر لهما ایضا ۱۲۔

البلاغۃ: قدم هبة یحیٰی مع توقفها علی اصلاح الزوج للولادة لانها المطلوب الاعظم والواو لا تقتضی ترتیباً کذا فی الروح قوله ففتحنا فیها قال فی الروح هذا الاحیاء لعیسٰی علیه السلام وهو لکونه فی بطنها صح ان یقال نفخنا فان ما یکون فیما فی الشیٔ یکون فیه فلا یلزم ان یکون المعنی احییناها ولیس بمراد وهذا کما یقول الزمار نفخت فی بیت فلان وهو قد نفخ فی الزمار فی بیته آه والمقصود منه دفع اشکال وهو ان المراد احیاء عیسٰی علیه السلام والمذکور فی القرآن نفخ الروح فی مریم ومعناه احیاء مریم لان الحی هو الذی ینفخ فیه الروح ولیس احیاء المریم مرادا فما معنی الآیة والجواب ظاهر من تقریری ههنا ۱۲۔

اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤی اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ لَا یَسْمَعُوْنَ حَسِیْسَهَا وَهُمْ فِیْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ لَا یَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَ تَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ هٰذَا یَوْمُكُمُ الَّذِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ یَوْمَ نَطْوِی السَّمَآءَ كَطَیِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ كَمَا بَدَاْنَاۤ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِیْدُهٗ وَعْدًا عَلَیْنَا اِنَّا كُنَّا فٰعِلِیْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِی الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

وہ لوگ اس (دوزخ) سے (اس قدر) دور کئے جاویں گے (کہ) اس کی آہٹ بھی نہ سنیں گے اور وہ لوگ اپنی جی چاہی چیزوں میں ہمیشہ رہیں گے (اور) ان کو بڑی گھبراہٹ (یعنی نفخ ثانیہ سے زندہ ہونے کی) غم میں نہ ڈالے گی اور قبر سے نکلتے ہی فرشتے ان کا استقبال کریں گے (اور کہیں گے کہ) یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا وہ دن بھی یاد کرنے کے قابل ہے۔ جس روز ہم (نفخ اولیٰ کے وقت) آسمان کو اس طرح لپیٹ دیں گے جس طرح لکھے ہوئے مضمون کا کاغذ لپیٹ لیا جاتا ہے (اور) ہم نے جس طرح اول بار پیدا کرنے کے وقت (ہر چیز کی ابتدا کی تھی اسی طرح آسانی سے) اس کو دوبارہ پیدا کر دیں گے یہ ہمارے ذمہ وعدہ ہے اور ہم ضرور اس کو پورا کریں گے اور ہم (سب آسمانی) کتابوں میں لوح محفوظ (میں لکھنے) کے بعد لکھ چکے ہیں کہ اس زمین (جنت) کے مالک میرے نیک بندے ہوں گے۔

تفسیر: اس لئے آگے بطور نتیجہ قصص مذکورہ کے توحید کا اثبات اور اختلاف فی التوحید یعنی شرک کی مذمت اور ان مضامین کی تاکید کے لئے معاد کی تفصیل جس پر اہل حق کو جزا اور اہل باطل کو سزا ہوگی ارشاد فرماتے ہیں۔

توحید مع ذکر معاد برائے تاکید ☆ اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً (الی قوله تعالی) اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ اے لوگو (اوپر جو انبیاء علیہم السلام کا طریقہ توحید کا معلوم ہوا) یہ تمہارا طریقہ ہے (یعنی جس پر تم کو رہنا واجب ہے) کہ وہ ایک ہی طریقہ ہے (یعنی جس میں کسی نبی اور کسی شریعت کو اختلاف نہیں ہوا) اور (حاصل اس طریقہ کا یہ ہے کہ) میں تمہارا رب (حقیقی) ہوں سو تم سب میری عبادت کیا کرو اور (لوگوں کو چاہئے تھا کہ بعد ثابت ہو جانے اس امر مذکور کے سب اسی ایک طریقہ پر رہتے مگر ایسا نہ کیا بلکہ) ان لوگوں نے اپنے دین میں اختلاف پیدا کر لیا (مگر اس کی سزا دیکھیں گے کیونکہ) سب ہمارے پاس آنے والے ہیں (اور آنے کے بعد ہر ایک کو اس کے عمل کا بدلہ ملے گا) سو جو شخص نیک کام کرتا ہوگا اور وہ ایمان والا بھی ہوگا (جو کہ توحید پر موقوف ہے) سو اس (شخص) کی محنت اکارت جانے والی نہیں اور ہم اس کو لکھ لیتے ہیں (پس قیامت میں وہی لکھا ہوا نامہ عمل ظاہر ہوگا اور اس کے موافق اس کو ثواب ملے گا) اور (ہم نے جو كُلٌّ اِلَیْنَا رٰجِعُوْنَ کہا ہے اس میں منکرین کو اس لئے شبہ ہے کہ اب تک دوبارہ زندہ کر کے کسی کا حساب و کتاب نہیں کیا گیا سو یہ شبہ محض واہی ہے کیونکہ اس رجوع موعود کے لئے ہم نے ایک خاص وقت معین کر رکھا ہے اور جب تک وہ وقت نہیں آتا اس وقت تک تو یہ بات ہے کہ) ہم جن بستیوں کو (عذاب سے یا موت سے) فنا کر چکے ہیں ان کے لئے یہ بات (بامتناع شرعی) ناممکن ہے کہ وہ (دنیا میں حساب کتاب کے لئے) پھر لوٹ کر آویں (مگر یہ عدم رجوع ابدی نہیں ہے جیسا منکرین سمجھتے ہیں بلکہ صرف اس وقت موعود کے نہ آنے تک ہے) یہاں تک کہ جب (وہ وقت موعود آ پہنچے گا جس کا ابتدائی سامان یہ ہوگا کہ) یاجوج و ماجوج (جواب سد ذو القرنین میں بند ہیں وہ) کھول دیئے جاویں گے اور وہ (غایت کثرت کی وجہ سے) ہر بلندی سے (جیسے ٹیلہ اور پہاڑ) نکلتے (معلوم) ہوں گے (یعنی جدھر دیکھو وہ ہی نظر آویں گے سو ہموار زمین میں تو نظر پڑتے ہی دکھلائی دیں گے اور بلندی کی آڑ میں اول وہلہ میں نہ دکھلائی دیں گے لیکن تھوڑی دیر میں وہاں سے بھی وہ ہی نکلتے معلوم ہوں گے) اور (وہ رجوع و بعث کا) سچا وعدہ نزدیک آ پہنچا ہوگا تو بس

پھر (اس کے واقع ہوتے ہی) ایک دم سے یہ قصہ ہوگا کہ منکروں کی نگاہیں پھٹی پھٹی رہ جاویں گی (اور یوں کہتے نظر آویں گے) کہ ہائے کمبختی ہماری ہم اس (امر) سے غفلت میں تھے (اور سچ پوچھو تو غفلت بھی جب کہی جاتی کہ جب کوئی ہم کو آگاہ نہ کرتا) بلکہ (واقعی یہ ہے کہ) ہم ہی قصوروار تھے (کہ باوجود تنبیہ کے متنبہ نہ ہوئے حاصل یہ ہوا کہ اس وقت منکرین رجوع بھی رجوع کے قائل ہو جاویں گے آگے مشرکین کو جن کا تَقَطَّعُوْٓا میں ذکر تھا بمقابلہ مَنْ يَّعْمَلْ الخ کے وعید ہے کہ) بلاشبہ تم (اے مشرکین) اور جس کو تم خدا کو چھوڑ کر پوج رہے ہو سب جہنم میں جھونکے جاؤ گے (اور) تم سب اس میں داخل ہو گے (البتہ اگر معبودین میں سے کسی میں کوئی امر مانع نہ ہو تو اس مقتضی کا اثر واقع نہ ہوگا مثلاً انبیاء و ملائکہ کو کسی نے ان کو معبود بنا لیا ہو مگر خود ان کی مقبولیت اس سے مانع ہوگی چنانچہ یہ امر خود عقلی بھی ہے اور اس کی تائید کے لئے آگے آیت بھی ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ الخ پس اس حکم میں اصنام اور شیاطین بھی داخل رہ گئے اصنام میں تو ایک مقتضی بلا مانع موجود ہے اور شیاطین میں خود دوسرا مقتضی بھی یعنی ان کا کفر موجود ہے غرض یہ سب جہنم میں جاویں گے اور یہ بات سمجھنے کی ہے کہ) اگر یہ (تمہارے معبود) واقعی ہوتے تو اس (جہنم) میں کیوں جاتے اور (جانا بھی کوئی چندروزہ نہیں بلکہ) سب (عابدین و معبودین) اس میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے (اور) ان کا اس میں شور و غل ہوگا اور وہاں (اپنے شور و غل میں کسی کی) کوئی بات سنیں گے بھی نہیں (یہ تو دوزخیوں کا حال ہوا اور) جن کے لئے ہماری طرف سے بھلائی مقدر ہو چکی ہے (اور اس کا ظہور ان کے اعمال اور افعال میں ہوا) وہ لوگ اس (دوزخ) سے (اس قدر) دور رکھے جاویں گے (کہ) اس کی آہٹ بھی نہ سنیں گے (کیونکہ وہ جنت میں ہوں گے اور جنت دوزخ میں بون بعید ہوگا) اور وہ لوگ اپنی جی چاہی چیزوں میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (اور) ان کو بڑی گھبراہٹ (یعنی نفخۂ ثانیہ سے زندہ ہونے کی اور ہیبت و شدت کے مشاہدہ کرنے کی حالت) غم میں نہ ڈالے گی اور (قبر سے نکلتے ہی) فرشتے ان کا استقبال کریں گے اور کہیں گے کہ) یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا (کہ قیامت آوے گی اور نیک لوگوں کو جزا نیک ملے گی پس یہ تعظیم اور بشارت ان کے لئے زیادہ مسرت کا موجب ہو جاوے گی اور اگر کسی روایت سے عموم ہول ثابت ہو جاوے تو اہل ایمان کے لئے چونکہ اس کا زمانہ بہت ہی قلیل ہوگا اس لئے وہ کالعدم ہے اور اس کے معارض نہیں) وہ دن (بھی) یاد کرنے کے قابل ہے جس روز ہم (نفخۂ اولیٰ کے وقت) آسمانوں کو اس طرح لپیٹ دیں گے جس طرح لکھے ہوئے مضمونوں کا کاغذ لپیٹ لیا جاتا ہے (پھر لپیٹنے کے بعد خواہ معدوم محض کر دیا جاوے یا اسی حالت پر نفخۂ ثانیہ تک رہے دونوں ممکن ہیں اور) ہم نے جس طرح اول بار پیدا کرنے کے وقت (ہر چیز کی) ابتدائی (آفرینش) کی تھی اسی طرح (آسانی سے اور نیز بعض ہیئت کی بقاء سے) اس کو دوبارہ پیدا کر دیں گے یہ ہمارے ذمہ وعدہ ہے (اور) ہم ضرور (اس کو پورا) کریں گے اور (اوپر جو صلحاء سے وعدہ ثواب و نعمت کا ہوا ہے وہ بہت قدیم اور مؤکد وعدہ ہے چنانچہ) ہم (سب آسمانی) کتابوں میں لوح محفوظ (میں لکھنے) کے بعد لکھ چکے ہیں کہ اس زمین (جنت) کے مالک میرے نیک بندے ہوں گے (پس قدامت اس سے ظاہر ہے کہ اول لوح محفوظ میں یہ وعدہ لکھا گیا ہے اور تاکید اس سے ظاہر ہے کہ کتاب الٰہی کوئی اس مضمون سے خالی نہیں) **ف**: آیت: وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ الخ کی تفسیر میں جو حساب و کتاب کی قید ظاہر کر دی ہے اس سے اس شخص کا استدلال باطل ہو گیا جو مرنے کے بعد کسی نبی کے معجزے سے زندہ ہو سکنے کا منکر ہے اور آیت: حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ الخ میں تخصیص اسی علامت کی منجملہ اور علامات ساعت کے دو وجہ سے ہو سکتی ہے ایک تو یہ اکثر علامات کے اعتبار سے قیامت کے قریب زیادہ ہے چنانچہ روح المعانی میں حدیث احمد اور ابن المنذر سے یہ روایتیں نقل کی ہیں: **ان الساعة بعد ان يهلك ياجوج وما جوج كالحامل المتم لا يدى اهلها حتى تفجاهم بولادها ليلا او نهارا وقال لو نتجت فرسى عند خروجهم ماركب فلوها حتى تقوم الساعة**۔ اور ان روایات سے مبالغہ مقصود ہے۔ دوسرے یہ علامت ہولناک بہت ہے اور عدم وقوع کی جو غایت حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ الخ فرمائی گئی ہے حالانکہ فتح یاجوج کے وقت رجوع یعنی بعث نہ ہوگا تو انفراداً وہ غایت نہیں بلکہ مع قیام ساعت کے جس پر یہ فتح اور اقتراب دال ہے اور مقصود غایت بنانا اسی مدلول کا ہے اور دال صرف توطیہ اور تمہید اس کی ہے اور اصنام کا دوزخ میں جانا اس لئے نہیں کہ اصنام معذب ہوں گے بلکہ اس لئے تاکہ کفار پر حجت زیادہ لازم ہو اور وہ حجت یہی ہے: لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً الخ اور تاکہ کفار کو خوب حسرت ہو کہ جس سے توقع خیر کی تھی اور برعکس وہ مبدا شر بن گیا اور تاکہ اپنی حماقت ظاہر ہو کہ جب یہ خود نہ بچ سکے تو ہم کو کیا بچاتے وغیرہ ذلک اور آیت: لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ سے پہلے عابدین و معبودین سب کا ذکر تھا اور لَهُمْ کی ضمیر سب کی طرف راجع کرنا اس لئے خلاف ظاہر ہے کہ اصنام کا صاحب زفیر ہونا لازم آتا ہے اس لئے اس میں تغلیب ہے یعنی صرف عابدین کے اعتبار سے کل کو مرجع بنا دیا اور یہ علم بلاغت میں بکثرت ہے اور آیت: اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ الخ کا ابتدائی مضمون ملائکہ کو بھی شامل ہے پس مَا تَعْبُدُوْنَ سے وہ مخصوص و مستثنیٰ ہو گئے اور اخیر کا مضمون: وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ الخ خاص ہے مؤمنین بشر کے ساتھ یہ طرز بھی تغلیب میں داخل ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الخ اس سے وہ مقولہ ثابت ہوتا ہے کہ اہل اللہ کو فرح دائم میسر ہوتا ہے اور ان کو جو عظمت کے سبب دونوں عالم میں یا عقاب کا خوف دنیا میں ہوتا ہے وہ اس کے منافی نہیں کیونکہ وہ مقتضی عبدیت کا ہے ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قوله قبل ان هذه اے لوگو اشارة الى ان الخطاب للعام۔ ۲؎ قوله فى امتكم واجب اشارة الى كون الاضافة لهذا الملابسة ۱۲۔ ۳؎ قوله فى نطوى السماء آسمانوں اشارة الى ارادة الجنس يدل عليه قوله تعالٰى فى الزمر والسمٰوٰت مطويات ۱۲ ۴؎ قوله فى نعيده آسانی اشارة الى ان وجه الشبهة هو السهولة ۱۲۔ ۵؎ قوله فى كتبنا الخ آسمان ولوح وجنت اشارة الى حمل الزبور على المعنى اللغوى بعمى المزبور الشامل للكتب الجنسية كما فى قوله تعالٰى وانه لفى زبر الاولين والى حمل الذكر على معنى اللوح كما ورد فى حديث البخارى عنه صلى الله عليه وسلم كان الله تعالٰى ولم يكن قبله شئ وكان عرشه على الماء ثم خلق الله السمٰوٰت والارض وكتب فى الذكر كل شئ والى حمل الارض على ارض الجنة كما فى قوله تعالٰى واورثنا الارض نتبوأ من الجنة اخرج الاول ابن جرير عن ابن عباس وعن ابن زيد والثانى هو عن ابن زيد والثالث هو ابن ابى حاتم عن ابن عباس كذا فى الروح ۱۲۔

الروایات: فى الدر المنثور اخرج ابوداؤد فى ناسخه وجماعة عن ابن عباس قال لما نزلت انكم وما تعبدون قال ابن الزبعرى يا محمد هذا شئ لآلهتنا خاصة ام لكل من عبد من دون الله قال بل كل من عبد من دون الله وقال ابن الزبعرى خصمت رب الكعبة فهذه النصارٰى تعبد عيسٰى وهذه اليهود تعبد عزيرا وهذه بنو يلح تعبد الملائكة فضج اهل مكة وفرحوا فنزلت ان الذين سبقت الآية ونزلت لما ضرب ابن مريم مثلاً اذا قومك منه يصدون آه مختصرًا وفى الروح برواية ابن مردويه عن ابن عباسؓ قال صلى الله عليه وسلم بل هم عبدوا الشياطين التى امرتهم بذلك آه قال فى الروح وعلى وفق هذا ورد جواب الملائكة عليهم السلام فى قوله تعالٰى ويوم يحشرهم جميعا ثم يقول للملائكة اهؤلاء اياكم كانوا يعبدون قالوا سبحنك انت ولينا من دونهم بل كانوا يعبدون الجن اكثرهم بهم مؤمنون آه قلت ولما ورد جوابه صلى الله عليه وسلم فى الرواية الثانية ذهب ما كانت الرواية الاولى يوهمه من سكوته صلى الله عليه وسلم نعم يشكل هذا الجواب بانه يقتضى خروج الاصنام من الآلهة ايضًا لاشتراك مبنى الجواب وحله ان هؤلاء الصالحين لما وجد منهم السخط لعبادتهم اياهم ووجد فيهم الصلاح قطع هذا السخط والصلاح نسبة هذه العبادة عنهم واقتصرت على الشياطين بخلاف الاصنام فانه لما لم يوجد منهما السخط والصلاح المذكور بقيت العبادة منسوبة اليها والى الشياطين معا بالاعتبار من المختلفين فمحصل الجواب هو الذى قررته فى اثناء الترجمة من ان هؤلاء الصالحين يوجد فيهم بعض الموانع فلم يؤثر المقتضى والآلهة لا يوجد ذلك المانع فيهم فاثر المقتضى فهو صلى الله عليه وسلم نبه على بعض تلك الموانع وكان بعضها من صلاحهم غير خفى فلم ينبه عليه ثم وردت الآية للتنبيه على كون الصلاح مانعا فبمجموع الآية والرواية ظهر مجموع المانعين فتدبر وتشكروالله اعلم قوله الفزع الاكبر فى الدر المنثور اخرج ابن جرير وابن ابى حاتم عن ابن عباس فى قوله لا يحزنهم الفزع الاكبر يعنى النفحة الآخرة ۱۲۔

اللغات: امة بالكسر والضم الدين كذا فى القاموس ۱۲ تقطعوا اما بعمنى قطعوا فامرهم مفعول به واما بمعناه ومعنى امرهم فى امرهم كذا فى الروح ۱۲ قوله حرام اى ممتنع سواء كان عادة او شرعًا او عقلاً كذا فى الروح ۱۲ قوله حدب ما ارتفع من الارض من الجبل والاكمة۔ قوله حصب ما يحصب به اى يرمى سجل الصحيفة والكتب ما يكتب فيه من المعانى كذا فى الكشاف ۱۲۔

النحو: قوله حَتّٰى اِذَا فُتِحَتْ الخ غاية لقوله لا يرجعون قوله فاذا هى شاخصة جواب لاذا كذا فى الروح ۱۲ قوله للكتب صفة او حال من السجل اى السجل الكائن او كائنا للكتب قوله كما بدانا وجه التركيب فيه عندى ان مفعول بدانا مقدر دل عليه تنوين خلق هو عوض عن المضاف اليه واول خلق ظرف وضمير المفعول فى نعيده عائد الى ذلك المقدر وتقدير الكلام هكذا كما بدانا كل شئ فى اول خلقه كذلك نعيد كل شئ ۱۲۔ قوله كطى السجل اعترض بانه لا يحسن التشبيه اذ ليس مشبه به اقوى واجيب بانه اقوى نظرا الى اصغر حجمه بالنسبة الى السماء ۱۲۔

البلاغۃ: قوله تقطعوا فيه التفات قوله من الصٰلحت اتى بمن مبالغة فى الترغيب اى لا يضيع السعى ولا عمل بعض العمل قوله لا يرجعون لا زائدة كما فى قوله تعالٰى ما منعك ان لا تسجد وحرام مثل ما منعك فى المادة ايضًا للاشتراك بين المنع والامتناع ۱۲ قوله فتحت فيه اسناد مجازى لان المفتوح هو السد لاهم قوله انتم لها هو تاكيد ۱۲۔

اِنَّ فِىْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰٓى اِلَىَّ اَنَّمَآ

اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰى سَوَآءٍ ۭ وَاِنْ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ اَمْ بَعِيْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ وَاِنْ اَدْرِيْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۱۱۱﴾ قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ ۭ وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

النصف ۷ ع

بلاشبہ اس (قرآن) میں (ہدایت کا) کافی مضمون ہے ان لوگوں کے لئے جو بندگی کرنے والے ہیں اور ہم نے (ایسے مضامین نافع دے کر) آپ کو اور کسی بات کے واسطے نہیں بھیجا مگر دنیا جہان کے لوگوں یعنی متقین پر مہربانی کرنے کے لئے۔ (بطور خلاصہ کے مکرر) فرما دیجئے کہ میرے پاس تو صرف یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود (حقیقی) ایک ہی معبود ہے سو اب بھی تم مانتے ہو (یا نہیں یعنی اب تو مان لو) پھر (بھی) اگر یہ لوگ سرتابی کریں تو (بطور اتمام حجت کے) آپ فرما دیجئے کہ میں تم کو نہایت صاف اطلاع کر چکا ہوں اور میں یہ جانتا ہوں کہ جس (سزا کا تم سے وعدہ ہوا ہے آیا وہ قریب ہے یا دور دراز ہے البتہ وقوع ضرور ہوگا) کیونکہ اللہ کو تمہاری پکار کر کہی ہوئی بات کی بھی خبر ہے اور جو بات تم دل میں رکھتے ہو اس کی بھی خبر ہے اور میں (بالتعین) نہیں جانتا (کہ کیا مصلحت ہے) شاید وہ (تاخیر عذاب) تمہارے لئے (صورۃً) امتحان ہو اور ایک وقت (یعنی موت) تک زندگی سے) فائدہ پہنچانا ہو پیغمبر نے (باذن الٰہی) کہا کہ اے میرے رب فیصلہ کر دیجئے حق کے موافق اور (پیغمبر نے کفار سے یہ بھی فرمایا کہ ہمارا رب ہم پر) بڑا مہربان ہے جس سے ان باتوں کے مقابلہ میں مدد چاہی جاتی ہے جو تم بنایا کرتے ہو۔

تفسیر ربط: اب سورت ختم پر پہنچی یہاں تک سورت کے بڑے حصہ میں توحید و نبوت کی تحقیق اور منکرین کے لئے وعید مذکور ہوئی ہے آگے ان مضامین مفیدہ پر مشتمل ہونے کی وجہ سے آیت اِنَّ فِىْ هٰذَا اور وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ الخ میں ان مضامین کی صراحۃً مدح اور دوسری آیت میں اشارۃً ان مضامین لانے والے کی بھی مدح اور آیت: قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰٓى الخ میں بطور تلخیص سابق کے توحید اور اسلام کی طرف جس کے لوازم میں سے تصدیق نبوت بھی ہے دعوت مکررہ اور آیت: فَاِنْ تَوَلَّوْا سے آخر تک بطور تلخیص ہی کے انکار پر وعید مکرر اور وعید کے متعلق اور مناسب مضامین ارشاد ہیں پس مضمون اختتام بمنزلہ حاصل مرام و خلاصہ مقام مجموعۂ کلام کے ہے۔

خاتمہ سورت متضمن تلخیص مضامین توحید و نبوت و وعید اہل شقوت:

اِنَّ فِىْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ (الی قوله تعالى) وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ بلاشبہ اس (قرآن یا جزو قرآن یعنی سورت مذکورہ) میں (بوجہ مشتمل ہونے کے مضامین نافعہ پر ہدایت کے باب میں) کافی مضمون ہے ان لوگوں کے لئے جو بندگی کرنے والے ہیں (اور گو بندگی و اطاعت سے سرتابی کرنے والوں کے لئے بھی یہ کافی ہدایت ہے اگر وہ ہدایت کے طالب ہوں مگر وہ خود ہی منتفع نہیں ہوتے اس لئے عابدین کی تخصیص ذکر میں ہوئی) اور ہم نے (ایسے مضامین نافعہ دے کر) آپ کو اور کسی بات کے واسطے (رسول بنا کر) نہیں بھیجا مگر دنیا جہان کے لوگوں (یعنی مکلفین) پر (اپنی) مہربانی کے لئے (وہ مہربانی یہی ہے کہ لوگ رسول سے ان مضامین کو قبول کریں اور ہدایت کے ثمرات حاصل کریں اور جو قبول نہ کرے یہ اس کا قصور ہے اس مضمون کی صحت میں کوئی خلل نہیں پڑتا) آپ (ان لوگوں سے بطور خلاصہ کلام کے پھر مکرر) فرما دیجئے کہ میرے پاس تو (در باب اختلاف موحدین و مشرکین کے) صرف یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود (حقیقی) ایک ہی معبود ہے سو (بعد ثابت ہو جانے اس کی حقانیت کے) اب بھی تم مانتے ہو (یا نہیں یعنی اب تو مان لو) پھر (بھی) اگر یہ لوگ (اس کے قبول کرنے سے) سرتابی کریں تو آپ (بطور اتمام حجت کے) فرما دیجئے کہ میں تم کو نہایت صاف اطلاع کر چکا ہوں (جس سے ذرہ برابر تم میں کسی پر خفا نہیں رہا خود حقانیت توحید و اسلام کی اطلاع بھی اور انکار پر جو سزا مرتب ہوگی اس کی اطلاع بھی سو نہ مجھ پر کوئی بار رہا اور نہ تم کو کوئی عذر رہا) اور (اگر اس کے حق ہونے میں تم کو یہ شبہ ہو کہ وہ سزا اب تک کیوں نہیں ہوئی سو اس کا وقوع تو ضرور ہوگا باقی) میں یہ جانتا نہیں کہ جس (سزا) کا تم سے وعدہ ہوا ہے آیا وہ قریب (واقع ہونے والی) ہے یا دور دراز (زمانہ میں واقع ہونے والی) ہے (البتہ وقوع تو ضرور ہوگا کیونکہ) اللہ تعالیٰ کو (تمہاری) پکار کر کہی ہوئی بات کی بھی خبر ہے اور جو (بات) تم دل میں رکھتے ہو اس کی بھی خبر ہے (پس جب اس کو سب احوال کی اطلاع ہے اور احوال کفریہ پر سزا کا وعدہ بھی ہے تو لامحالہ سزا ہوگی) اور (تاخیر عذاب سے شبہ عدم وقوع کا کرنا نہ چاہئے کیونکہ اس میں کچھ مصلحت ہے۔ باقی) میں (بالتعین) نہیں جانتا (کہ کیا مصلحت ہے ہاں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ) شاید وہ (تاخیر عذاب) تمہارے لئے (صورۃً) امتحان ہو (کہ عجب نہیں اب بھی ایمان لے آویں) اور ایک وقت (محدود یعنی وقت

موت) تک (زندگی سے) فائدہ پہنچانا ہو (کہ خوب غفلت بڑھے اور عذاب بڑھے پس پہلا امر رحمت ہے اور دوسرا امر عقوبت اور مختلف اعتبارات سے دونوں کا اجتماع ہوسکتا ہے جب ان مضامین سے ہدایت نہ ہوئی تو) پیغمبر (ﷺ) نے (باذن الٰہی) کہا کہ اے میرے رب (ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان میں) فیصلہ کر دیجئے (جو کہ ہمیشہ ۳ حق کے موافق (ہوا کرتا ہے کیونکہ خدائی فیصلہ کا حق ہونا لازم ہے مطلب یہ کہ عملی فیصلہ کر دیجئے یعنی مسلمانوں کے جس غلبہ کی پیشین گوئی ہے مثلاً : سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ [القمر : ۴۵] اس کو واقع کر دیجئے تا کہ حجت اور زیادہ تام ہو جاوے) اور (یہ بھی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار سے فرمایا کہ) ہمارا رب (ہم پر) بڑا مہربان ہے جس سے ان باتوں کے مقابلہ میں مدد چاہی جاتی ہے جو تم بنایا کرتے ہو (کہ مسلمان جلدی نیست و نابود ہو جاویں گے یعنی ہم مدد چاہتے ہیں چنانچہ بدر میں وہ پیشین گوئی واقع ہوگئی ولله الحمد۔) **ف** : آیت : وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ کی جو تفسیر کی گئی ہے اس پر کوئی اشکال متوجہ نہیں ہوا جس کی توجیہ کی حاجت ہو اور فِتْنَةٌ کے ترجمہ میں صورۃً اس لئے کہا گیا کہ حقیقی امتحان کی تو عالم الغیب ہونے کے ساتھ گنجائش ہی نہیں۔ اور يُوْحٰٓى اِلَيَّ پر جو فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ کو مرتب فرمایا ہے حالانکہ ظاہراً مسئلہ توحید کا مسئلہ نبوت پر موقوف نہیں بلکہ بالعکس ہے سو اس کی وجہ یہ ہے کہ مشرکین سے اثبات واجب یا توحید صانع میں اختلاف نہ تھا بلکہ توحید معبود میں کلام تھا سو توحید بایں معنی کا ترتب مسئلہ نبوت پر اور اس کا ثبوت دلیل سمعی سے محل اشکال نہیں فقط۔

تم تفسير السورة فى الثالث والعشرين من شوال المكرم يوم الاثنين ۱۳۲۴ من الهجرة السنية ولله الحمد۔

ترجمہ مسائل السلوک : قولہ تعالیٰ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مقبولین کے برکات بلا ان کے قصد کے تمام عالم کو پہنچتے ہیں جیسے آفتاب کی شعاعیں بدون اس کے قصد و علم کے سب کو پہنچتی ہیں ۱۲ قولہ تعالیٰ وان ادری الخ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل اللہ کو غیب کا علم نہیں جیسے بعض جہلاء اپنے پیروں کی نسبت اعتقاد کر بیٹھتے ہیں ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ : ۱ **قوله قبل الا رحمة** اور کسی بات کے واسطے **اشارة الى كون رحمة علة و مفعولا له واستثناء من اعم العلل اى لعلة الا الرحمة ۱۲۔ ۲ قوله فى رحمة اپنی اشارة الى ان رحمة مصدر فاعله الله تعالى ۱۲۔ ۳ قوله فى بالحق** جو کہ ہمیشہ **كما فى المعالم قال اهل المعانى معناه رب احكم بحكمك الحق فحذف الحكم واقيم الحق مقامه والله يحكم بالحق طلب منه او لم يطلب ومعنى الطلب ظهور الرغبة من الطالب فى حكمة الحق آه۔**

اختلاف القراءۃ : **فى قراءة قل رب احكم بصيغة الامر واخذت بحاصلها فى ترجمتى لقال فافهم ۱۲۔**

اللغات : **بلغا كفاية كذا فى الروح ۱۲۔ قوله الايذان افعال من الاذن واصله العلم بالاجازة فى شئ وترخيصه ثم تجوز به عن مطلق العلم وصيغ منه الافعال ۱۲۔**

النحو : **قوله لعله فتنة فى الروح جملة لعله الخ موضع المفعول وفى منهية ان الضمير لما علم من الكلام آه۔**

البلاغۃ : **فهل انتم المقصود من الاستفهام المر ۱۲ قوله على سواء فى الروح من الكشاف انه استعارة تمثيلية شبه بمن بينه وبين اعداء ه هذنه فاحس بغدرهم فنبذ اليهم العهد وشهر النبذ اشاعه وآذنهم جميعا بذلك وهو من الحسن بمكان آه قلت ووجه الشبه التشهير كما اشرت اليه بما ترجمت به ۱۲۔ قوله انما يوحى الى انما الخ فى الروح انه قصر قلب بالنسبة الى الشرك الصادر من الكفار ۱۲۔**

سورۃ الحج مدینہ میں نازل ہوئی　شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں　اس میں ۷۸ آیات اور ۱۰ رکوع ہیں
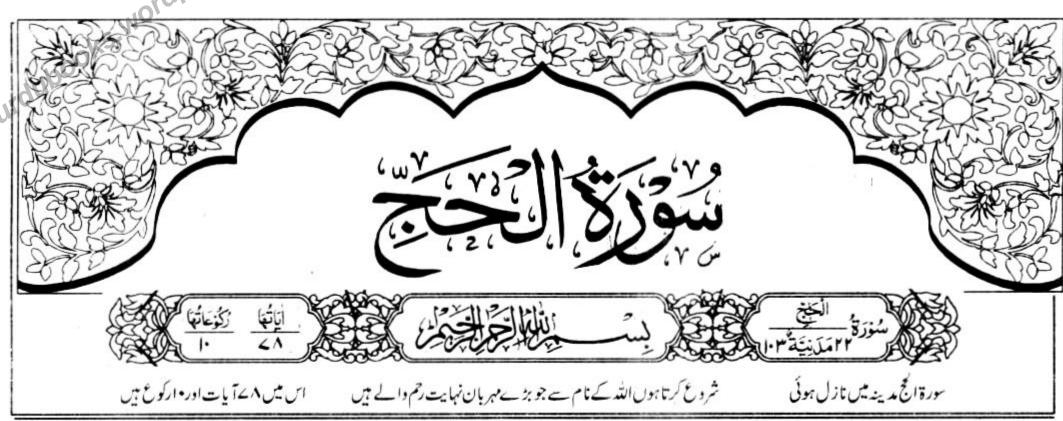
يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ① يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ②

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو (کیونکہ) یقیناً قیامت (کے دن) کا زلزلہ بڑی بھاری چیز ہوگی جس روز تم لوگ اس (زلزلہ) کو دیکھو گے اس روز تمام دودھ پلانے والیاں (مارے ہیبت) اپنے دودھ پیتے کو بھول جاویں گی اور تمام حمل والیاں اپنا حمل (پورے ہونے سے پہلے) ڈال دیں گی اور (اے مخاطب) تجھ کو لوگ نشہ کی سی حالت میں دکھائی دیں گے حالانکہ وہ (واقع میں) نشہ میں نہ ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب ہے ہی سخت چیز۔

تفسیر: **سورة الحج مكية الا ست ايٰت من هذان خصمان الى صراط الحميد وهى ثمانون و سبعون اية كذا فى البيضاوى وقال صاحب الروح والاصح القول بانها مختلطة فيها مدنى ومكى وان اختلف فى التعيين وهو قول الجمهور۔**

ربط: خلاصہ اس سورت کا یہ مضامین ہیں اول بعث وحساب جس سے سورت شروع بھی ہوئی ہے اور درمیان میں فصل یوم قیامت و جنت و نار کا ذکر موقع موقع پر آیا ہے۔ دوم نبوت اور اس کے متعلق شبہات کا جگہ جگہ جواب اور نبوت ہی کے متعلق وعدۂ نصرت اور اذن جہاد اور اسی کے متعلق مجادلین کی مذمت خواہ وہ جدال قولی ہو یا فعلی جیسے حج یا عمرہ سے روکنا جس کے ضمن میں احکام حج مذکور ہوئے۔ سوم توحید چنانچہ آیات میں تامل کرنے والے پر سب ظاہر ہے اور خاتمہ سورت سابقہ اور فاتحہ سورت ہذا میں مابہ الارتباط مضمون انذار ہے **واللہ تعالٰی اعلم۔**

امر بالتقوی وتاکید او بذکر واحوالِ قیامت ☆ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۔ يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ (الى قوله تعالى) وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ② اے لوگو اپنے رب سے ڈرو (اور ایمان واطاعت اختیار کرو کیونکہ) یقیناً قیامت (کے دن) کا زلزلہ (جو کہ آنے والا ہے) بڑی بھاری چیز ہوگی (جب زلزلہ کہ اس کے واقعات میں سے ایک واقعہ ہے ایسا ہوگا تو مجموعہ واقعات کی کیا شدت ہوگی تو ان شدائد کے بخیر گزرنے کے لئے سامان کرو اور وہ تقویٰ ہے آگے اس زلزلہ کی شدت کا بیان ہے کہ) جس روز تم لوگ اس (زلزلہ) کو دیکھو گے اس روز (یہ حال ہوگا کہ) تمام دودھ پلانے والیاں (مارے ہیبت اور دہشت کے) اپنے دودھ پیتے (بچہ) کو بھول جاویں گی اور تمام حمل والیاں اپنا حمل (پورے دن ہونے سے پہلے) ڈال دیں گی اور (اے مخاطب) تجھ کو لوگ نشہ کی سی حالت میں دکھائی دیں گے حالانکہ وہ (واقع میں) نشہ میں نہ ہوں گے (کیونکہ نشہ ہوتا ہے کسی مسکر کے استعمال سے جس کا منفی ہونا ظاہر ہے) ولیکن اللہ کا عذاب ہے ہی سخت چیز (جس کے خوف کے مارے لوگوں کی حالت نشہ والوں کی سی ہو جاوے گی) **ف**: روایات سے عین قیامت کے روز اور قیامت سے پہلے بھی زلزلہ کا وقوع ثابت ہے لیکن جس زلزلہ کا آیت میں ذکر ہے حدیث سے اس کا وقوع قیامت کے روز معلوم ہوتا ہے **اخرجه احمد وسعيد بن منصور و عبد بن حميد والنسائى والترمذى والحاكم وصححاه عن عمران بن حصين وفيه قال صلى الله عليه وسلم اتدرون اى يوم ذلك قالوا الله ورسوله اعلم قال ذلك يوم يقول الله تعالٰى لأدم عليه السلام ابعث بعث النار الخ كذا فى الروح** اور یہ ہیبت و دہشت اگر سب کے لئے عام کہی جاوے تو آیت: لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ [الأنبياء: ۱۰۳] اس لئے معارض نہیں کہ نفی حزن کی باعتبار اکثر احوال کے ہے اور اثبات باعتبار ساعت قلیلہ کے اور اگر اس کو ناس کے اعتبار سے کہا جاوے تو اصل ہی سے اشکال نہ ہوگا اور تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ کے ظاہر الفاظ سے یہ مفہوم ہوتا ہے

کہ قیامت کے روز بھی عورتیں بچوں کو دودھ پلائیں گی سو یا تو اس کا التزام کرلیا جاوے اور کہا جاوے کہ جو جس حالت میں مرا ہے اسی حالت میں محشور ہوگا سو ممکن ہے کہ جو عورتیں حالت ارضاع میں مری ہیں ان کی وہاں بھی یہی حالت ہو اور یا کلام کو مبنی تمثیل پر کہا جاوے یعنی لو کانت ھنا مرضعة ورضیع لذھلت المرضعة عن رضیعھا فی حال ارضاعھا ایاہ لشدة الھول اور یہی دو احتمال تضع کل ذات حمل میں بھی ہیں لیکن جملہ اولیٰ میں احتمال ثانی مظنون ہے اور جملہ ثانیہ میں احتمال اول کیونکہ حمل والیوں کا حالت حمل میں محشور ہونا ظاہراً اقرب ہے بہ نسبت مرضعات کے حالت ارضاع میں محشور ہونے کے لان الحمل شئ داخل وجزء منھا والارضاع شئ خارجی ووصف عارضی لھا واللہ اعلم اور مقصود یہ نہیں کہ بس اس زلزلہ کی ہیبت اتنی ہی ہوگی بلکہ مخاطبین کے اذہان میں چونکہ یہ ہیبت بھی عظیم ہے جس پر آثار مذکورہ مرتب ہوں اس لئے اس کو ذکر کردیا پس زائد کی نفی نہیں ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: (سورۃ الحج) قولہ تعالیٰ: وَتَرَى النَّاسَ الخ اس میں غیر سکر کو تشبیہاً سکر فرمادینے سے اس اصطلاح کی اصل نکل آئی کہ بعض حالات باطنہ کو اسی مشابہت کے سبب سکر کہہ دیا جاتا ہے۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قولہ فی زلزلة الساعة قیامت کے دن کا اشارة الی ان الاضافة الی الظرف اتساعًا کما فی یا سارق اللیلة ۱۲۔

اللغات: الذھول شغل یورث حزنا ونسیانًا المرضعة ھی التی فی حال ارضاعھا ملقمة ثدیھا وھی بخلاف المرضع بلاھاء فانھا التی من شانھا ان ترضع وان لم تباشر الارضاع فی حال وصفھا بہ۱۲۔

النحو: یوم ترونھا منصوب بتذھل ۱۲۔

البلاغۃ: قولہ شئ فی الروح فی التعبیر عنھا لشئ ایذان بان العقول قاصرة عن ادراک کنھھا والعبارة ضیقة لاتحیطھا الا علی وجہ الابھام آہ قولہ مرضعة التعبیر بہ ھنا دون مرضع لیدل علی شدة الامر وتفاقم الھول قولہ کل ذات حمل ھوا بلغ فی التھویل من حامل او حاملة لاشعارہ بالصحبة المشعرة بالملازمة فیشعر الکلام بان الحامل تضع اذ ذاک الجنین المستقر فی بطنھا التمکن فیہ قولہ وتری الناس الاختلاف بالجمعیة فی ترونھا والافراد فی تری لما ان المقصود فی الاول عموم الرؤیة للزلزلة ولا یقصد فی الثانی الرویة بل المقصود کون الناس بھذہ المثابة وان لم یرھم الجمیع بل راہ واحد ای واحد فکانہ قیل ویصیر الناس سکارٰی۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ ﴿۳﴾ كُتِبَ عَلَيْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَيَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۴﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ؕ وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ﴿۵﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَاَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۶﴾ وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴿۷﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ﴿۸﴾ ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّنُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۹﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۱۰﴾ ع ۱/۸

اور بعضے آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں (یعنی ذات باصفات میں) بے جانے بوجھے جھگڑا کرتے ہیں اور ہر شیطان سرکش کے پیچھے ہو لیتے ہیں جس کی نسبت

خدا کے یہاں یہ بات لکھی جا چکی ہے کہ جو شخص اس سے تعلق رکھے گا یعنی اس کا اتباع کرے گا تو اس کا کام ہی یہ ہے کہ وہ اس کو (راہ حق سے) بے راہ کر دے گا اور اس کو عذاب کا رستہ دکھا دے گا۔ اے لوگو اگر تم (قیامت کے روز) دوبارہ زندہ ہونے سے شک (وانکار) میں ہو تو ہم نے ہی (اول) تم کو مٹی سے بنایا پھر نطفہ سے (جو کہ غذا سے پیدا ہوتا ہے) پھر خون کے لوتھڑے سے پھر بوٹی سے کہ پوری ہوتی ہے اور (بعضی) ادھوری بھی تا کہ ہم تمہارے سامنے (اپنی قدرت) ظاہر کر دیں اور ہم (ماں کے) رحم میں جس (نطفہ) کو چاہتے ہیں ایک مدت معین (یعنی وقت وضع) تک ٹھہرائے رکھتے ہیں پھر ہم تم کو بچہ بنا کر باہر لاتے ہیں پھر تا کہ تم اپنی بھری جوانی (کی عمر) تک پہنچ جاؤ اور بعضے تم میں وہ ہیں جو (جوانی سے پہلے ہی) مر جاتے ہیں اور بعضے تم میں وہ ہیں جو نکمی عمر (یعنی) زیادہ بڑھاپے تک پہنچا دیا جاتا ہے جس کا اثر یہ ہے کہ ایک چیز سے باخبر ہو کر پھر بے خبر ہو جاتا ہے اور (آگے دوسرا استدلال ہے کہ) اے مخاطب تو زمین کو دیکھتا ہے کہ خشک (پڑی) ہے پھر ہم جب اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ ابھرتی ہے اور پھولتی ہے اور ہر قسم کی خوشنما نباتات اُگاتی ہے یہ (سب) اس سبب سے ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہی ہستی میں کامل ہے اور وہی بے جانوں میں جان ڈالتا ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے اور ان پر اس سبب سے ہوا کہ قیامت آنے والی ہے اس میں ذرا شبہ نہیں اور اللہ تعالیٰ (قیامت میں) قبر والوں کو دوبارہ پیدا کر دے گا اور بعضے آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں بدوں واقفیت (یعنی علم ضروری) اور بدوں دلیل (یعنی استدلال عقلی) اور بدوں کسی روشن کتاب (یعنی استدلال نقلی) کے تکبر کرتے ہوئے جھگڑا کرتے ہیں تا کہ اللہ کی راہ سے (یعنی دین حق سے) بے راہ کر دیں اور ایسے شخص کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور قیامت کے دن ہم اس کو جلتی آگ کا عذاب چکھا دیں گے اور اس سے کہا جائے گا کہ یہ تیرے ہاتھ کے کئے ہوئے کاموں کا بدلہ ہے اور یہ بات ثابت ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ (اپنے) بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں (پس تجھ کو بلا جرم سزا نہیں دے گا)۔

تفسیر ربط: اوپر تاکید تقویٰ کے لئے بعض احوال قیامت کا ذکر فرمایا تھا چونکہ بعضے کفار دیگر امور حقہ کے انکار کے ساتھ امکان قیامت اور بعث کے بھی منکر تھے چنانچہ ابن ابی حاتم نے آیت آئندہ کے شان نزول میں ابی مالک سے روایت کیا ہے کہ نضر بن الحارث بڑا مجادل تھا کہتا تھا کہ نعوذ باللہ ملائکہ اللہ تعالیٰ کی دختر ہیں اور قرآن اساطیر الاولین ہے اور اللہ تعالیٰ اس شخص کے احیاء پر نعوذ باللہ قادر نہیں جو گل سڑ کر مٹی ہو گیا ھکذا فی الروح اس لئے آگے ان پر رد فرماتے ہیں۔

رد بر منکرین بعث وغیرہ: وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يُّجَادِلُ فِى اللّٰهِ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيۡطٰنٍ مَّرِيۡدٍ (الی قولہ تعالی) وَاَنَّ اللّٰهَ لَيۡسَ بِظَلَّامٍ لِّلۡعَبِيۡدِ اور بعضے آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بارہ میں (یعنی اس کی ذات یا صفات یا افعال کے مقدمہ میں) بے جانے بوجھے جھگڑا کرتے ہیں اور ہر شیطان سرکش کے پیچھے ہو لیتے ہیں (یعنی گمراہی کی ایسی قابلیت ہے کہ جو شیطان جس طرح بہکا دے اس کے بہکانے میں آ جاتا ہے پس اس شخص میں غایت درجہ کی ضلالت ہوئی کہ اس پر ہر شیطان کی دسترس ہو جاتی ہے) جس کی نسبت (خدا کے یہاں سے) یہ بات لکھی جا چکی ہے (اور طے ہو چکی ہے) کہ جو شخص اس سے تعلق رکھے گا (یعنی اس کا اتباع کرے گا) تو اس کا کام[1] ہی یہ ہے کہ وہ اس کو (راہ حق سے) بے راہ کر دے گا اور اس کو عذاب دوزخ کا راستہ دکھلا دے گا (آگے ان مجادلین کو خطاب ہے کہ) اے لوگو اگر تم (قیامت کے روز) دوبارہ زندہ ہونے (کے امکان[2]) سے شک (وانکار) میں ہو تو (ذرا مضمون آئندہ میں غور کر لو[3] تا کہ شک رفع ہو جاوے وہ یہ کہ) ہم نے (اول بار) تم کو مٹی سے بنایا (کیونکہ غذا جس سے نطفہ بنتا ہے اول عناصر سے پیدا ہوتی ہے جس میں ایک جزو مٹی بھی ہے) پھر نطفہ سے (جو کہ غذا سے پیدا ہوتا ہے) پھر خون کے لوتھڑے سے (کہ نطفہ میں غلظت اور سرخی آنے سے حاصل ہوتا ہے) پھر بوٹی سے (کہ علقہ میں سختی آ جانے سے حاصل ہوتا ہے) کہ (بعضی) پوری ہوتی ہے (کہ اس میں پورے اعضاء بن جاتے ہیں) اور (بعضی) ادھوری بھی (ہوتی ہے کہ بعض اعضاء ناقص رہ جاتے ہیں یہ اس طرح کی ساخت اور ترتیب اور تفاوت سے اس لئے بنایا) تا کہ ہم تمہارے سامنے (اپنی قدرت) ظاہر کر دیں (اور اسی سے ظاہر ہے کہ وہ دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے) اور (تتمہ اس مضمون کا یہ ہے جس سے اور زیادہ قدرت ظاہر ہوتی ہے کہ) ہم (ماں کے) رحم میں جس (نطفہ) کو چاہتے ہیں ایک مدت معین (یعنی وقت وضع) تک ٹھہرائے رکھتے ہیں (اور جس کو ٹھہرانا نہیں چاہتے ہیں وہاں اسقاط ہو جاتا ہے) پھر (اس مدت معینہ کے بعد) ہم تم کو بچہ بنا کر (ماں کے پیٹ سے) باہر لاتے ہیں پھر (اس کے بعد[4] تین قسمیں ہو جاتی ہیں ایک قسم یہ کہ تم میں سے بعض کو جوانی تک مہلت[6] دیتے ہیں) تا کہ تم اپنی بھری جوانی (کی عمر) تک پہنچ جاؤ اور بعضے تم[5] میں وہ ہیں جو نکمی عمر (یعنی زیادہ بڑھاپے) تک پہنچا دیئے جاتے ہیں جس کا اثر یہ ہے کہ ایک چیز سے باخبر ہو کر پھر بے خبر ہو جاتے ہیں (جیسا اکثر بوڑھوں کو دیکھا کہ ابھی ایک بات بتلائی اور ابھی پھر پوچھ رہے ہیں یہ تیسری قسم ہوئی یہ سب احوال بھی دال علی القدرت ہیں ایک استدلال تو یہ تھا) اور (آگے دوسرا استدلال ہے کہ) اے مخاطب تو زمین کو دیکھتا ہے کہ خشک (پڑی) ہے پھر جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ ابھرتی ہے اور پھولتی ہے اور ہر قسم (یعنی قسم قسم) کی خوشنما نباتات اُگاتی ہے (سو یہ بھی دلیل ہے قدرت کاملہ کی آگے ایضاح استدلال کے لئے تصرفات مذکورہ کی علت اور حکمت کا بیان فرماتے ہیں یعنی) یہ (جو کچھ اوپر دونوں استدلالوں کے ضمن میں اشیائے مذکورہ کا ایجاد و اظہار مذکور ہوا یہ سب) اس سبب سے ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہی ہستی[7] میں کامل ہے (یہ تو اس کا کمال ذاتی ہے) اور وہ ہی بے جانوں میں جان ڈالتا ہے (یہ اس کا کمال فعلی ہے) اور وہی ہر چیز

پر قادر ہے (یہ اس کا کمال وصفی ہے اور یہ تینوں مل کر امور مذکورہ کی علت ہیں کیونکہ اگر کمالات ثلاثہ میں سے ایک بھی غیر متحقق ہوتا تو ایجاد نہ پایا جاتا چنانچہ ظاہر ہے) اور (نیز اس سبب سے ہوا کہ) قیامت آنے والی ہے اس میں ذرا شبہ نہیں اور اللہ تعالیٰ (قیامت میں) قبر والوں کو دوبارہ پیدا کرے گا (یہ امور مذکورہ کی حکمت ہیں یعنی ہم نے وہ تصرفات مذکورہ اس لئے ظاہر کئے کہ اس میں منجملہ اور حکمتوں کے ایک حکمت اور غایت یہ تھی کہ ہم کو قیامت کا لانا اور مردوں کو زندہ کرنا منظور تھا تو ان تصرفات سے ان کا امکان لوگوں پر ظاہر ہو جاوے گا پس ایجاد اشیائے مذکورہ کی تین علتیں اور دو حکمتیں مذکور ہوئیں اور سبب بالمعنی الاعم سب کو عام ہوا اس لئے بائے سببیت سب پر داخل ہوگئی اور (یہاں تک تو مجادلین کا ضلال اور اس کے رد میں استدلال مذکور تھا آگے ان کا اضلال اور دونوں ضلال و اضلال کا وبال اور نکال مذکور ہوتا ہے کہ) بعضے آدمی (اس میں مجادل مذکور سابق اور اس کا غیر سب داخل ہے) ایسے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بارہ میں (یعنی اس کی ذات یا صفات یا افعال کے مقدمہ میں) بدوں واقفیت (یعنی علم ضروری) اور بدون دلیل (یعنی علم استدلالی عقلی) اور بدوں کسی روشن کتاب (یعنی علم استدلالی نقلی) کے (اور دوسرے متحقق کے اتباع وتقلید سے) تکبر کرتے ہوئے جھگڑا کرتے ہیں تاکہ (دوسرے لوگوں کو بھی) اللہ کی راہ سے (یعنی دین حق) سے بے راہ کر دیں (سو) ایسے شخص کے لئے دنیا میں رسوائی ہے (خواہ کسی قسم کی رسوائی ہو چنانچہ بعضے گمراہ قتل وقید وغیرہ سے ذلیل ہوتے ہیں بعضے مناظرہ اہل حق میں مغلوب ہو کر عقلاء کی نظر میں بے عزت ہوتے ہیں) اور قیامت کے دن ہم اس کو جلتی آگ کا عذاب چکھاویں گے (اور اس سے کہا جاوے گا) کہ یہ تیرے ہاتھ کے کئے ہوئے کاموں کا بدلہ ہے اور یہ بات ثابت ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ (اپنے) بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں (پس تجھ کو بلا جرم سزا نہیں دی گئی) **ف**: تخلیق انسان کے اطوار آیت میں اجمالاً مذکور ہیں تفصیل کتب طبیہ قانون وغیرہ میں ہے جس پر یہ اجمال بالکل منطبق ہے۔ **ربط**: اوپر انکار اور جدال پر اصرار کرنے والوں کی مذمت تھی آگے ان کی مذمت ہے جو انکار اور جدال سے توبہ کرنے اور اسلام لانے کے بعض احوال میں کفر وانکار کی طرف عود کرتے اور مرتد ہو جاتے تھے چنانچہ بخاری وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بعض اشخاص مدینہ میں آکر مسلمان ہوتے جب اپنے گھر جا کر مال اولاد میں برکت و فراغت دیکھتے کہتے بڑا اچھا دین ہے ورنہ کہتے برا دین ہے اور پھر جاتے اھ اور ظاہر ہے کہ ایسے لوگوں کا اسلام پر رہنا بھی حقیقت دین کی وجہ سے نہ ہوگا کیونکہ ان کے نزدیک معیار حقیت کا منفعت دنیویہ ہے پس عین اسلام کی حالت میں عقیدہ اور غرض میں فساد ہوتا تھا اس لئے وہ اسلام بوجہ عدم اخلاص معتبر ومعتد بہ نہیں ہے بلکہ از قبیل نفاق کے ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الخ حق تعالیٰ نے اس آیت میں اپنے تصرفات بدیعہ کا سبب اپنی موجود اور کامل الذات والصفات ہونے کو فرمایا اور اس میں قریب قریب اس کی تصریح ہوگئی جو صوفیہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ کی صفات بوجہ اپنے جمیل ہونے کے مقتضی ظہور کو ہوئیں اس سے اللہ تعالیٰ نے خلق کو پیدا کیا لیکن اس مقام میں دو امر اور سمجھنے کے قابل ہیں ایک یہ کہ سبب تخلیق کا صرف یہی اقتضا ظہور نہیں بلکہ اس میں اور حکم ومصالح بھی ہیں اور اَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى میں اسی طرف اشارہ ہے دوسرے یہ کہ یہ اقتضاء درجہ اضطرار میں نہیں بلکہ حق تعالیٰ کے افعال اختیار کے اظہار کا داعی ہے ۱۲ قولہ تعالیٰ: وَمِنَ النَّاسِ الخ روح المعانی میں ہے کہ علم سے مراد علم ضروری ہے اور ہدیٰ سے استدلال اور کتاب منیر سے وحی اور علم ضروری یعنی غیر استدلالی عام ہے علم وجدانی وذوق وکشفی الہامی کو بھی سو اس قسم کے علم کا معتبر ہونا بھی ثابت ہوگیا البتہ جب اس سے اقوی علم اس کے معرض ہوگا اس وقت اس اقوی کو ترجیح ہوگی ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله في** فانه يضله كام ہی یہ ہے اشارة الى كون الناصبة خبر مبتدأ محذوف اى فشانه الاضلال ۱۲۔ ۲ **قوله في** البعث امكان لان ما سياتى لا يدل عقلا على الوقوع بل على الصحة ۱۲۔ ۳ **قوله في** فانا خلقناكم غور كرلو اشارة الى تقدير الجواب اى فاعلموا انا خلقناكم الخ ۱۲۔ ۴ **قوله في** لتبغلوا مهلت اشارة الى تقدير الكلام هكذا ثم نمهلكم لتبلغوا ۱۲۔ ۵ **قوله في** لكيلا اثر اشارة الى ان اللام للعاقبة ۱۲۔ ۶ **قوله في** الحق ہستی میں کامل لان الحق هو الثابت ودل الحصر على الكمال فان مطلق الثبوت مشترك فلم يبق في الحصر حجة لنفات الحقائق من السو فسطائية والتفصيل ان بعض السوفسطائية المنتحلين الى الاسلام احتج بالآية على مذهبه في نفى حقائق الاشياء بان الله تعالىٰ قد حكم بالوجود الثابت منحصر فى ذاته فثبت كون الاشياء الممكنة غير ثابتة والجواب ظاهر بان المراد الوجود الكامل وهو منحصر فيه تعالىٰ ۱۲۔ ۷ **قوله في** وان الله ليس ثابت اشارة الى حذف المبتدأ اى الامر ان الله الخ۔

الروایات: ذكرت احدها فى المتن والاخرىٰ هذه اخرج ابن جرير عن مجاهد فى قوله ثانى عطفه انزلت فى النضر بن الحارث واخرج ابن مردويه عن ابن عباسؓ فى قوله ثانى عطفه قال هو رجل من بنى عبدالدار كذا فى الدر المنثور قلت وللجمع بين الروايات حملة فى الترجمة على العموم ولو خص بالنضر كما قيل فالتكرار كما قال ابن عطية للتوبيخ فكانه قيل هذه الامثال فى غاية الوضوح والبيان والتكرار مبالغة فى الذم او لكون كل من الآيتين مشتملة على زيادة ليست فى الاخرىٰ ۱۲۔

فائدہ: لو اشكل عليك ما فسرت قوله تعالٰى مخلقة وغير مخلقة بان ظاهره يعارضه ما اخرجه الحكيم الترمذى وغيره عن ابن مسعود قال النطفة اذا استقرت فى الرحم اخذها ملك الارحام بكفه فقال يا رب مخلقة ام غير مخلقة فان قيل غير مخلقة لم تكن تسمة وقذفها الرحم وما الخ وهو فى حكم المرفوع ووجه اللمعارضة ان الحديث يدل ظاهر على تفسير التخليق بنفخ الروح وفسرته فى الأية بكمال الاعضاء فازحة بان الحديث ليس فى توجيه التفسير بل هو نص فى توزيع النطفة الى قسمين وفى الأية تقسيم المصعة الى قسمين فهذا دلالة صريحة بان الحديث لم تقصد به التفسير ۱۲۔

اللغات: مريد فى القاموس مرد فهو مريد اقدم وعتاها مدة فى القاموس فى الارض ان لا يكون بها حيٰوة ولا عود لا نبت ولامطر ۱۲۔ ثانى عطفه فى الدر المنثور عن ابن عباس متكبرا فى نفسه فى الروح اى لا ديا لجانبه وهو كناية عن عدم قبوله وهو مراد ابن عباس آه۔

النحو: طفلا حال من ضمير المخاطبين والافراد اما باعتبار كل واحد منهم او بارادة الجنس الصادق على الكثير او لانه مصدر فيستوى فيه الواحد وغيره اولان المراد طفلا طفلا فاختصر كذا فى الروح ۱۲۔

البلاغۃ: قوله تعالٰى ان كنتم فى ريب فى الروح والتعبير عن اعتقادهم فى حقه بالريب اى الشك مع انهم جازمون بعدم امكانه اما للايذان بان اقصى ما يمكن صدوره عنهم وان كانوا فى غاية ما يكون من المكابرة والعناد هو الارتياب فى شانه واما الجزم بعد الامكان فخارج من دائرة الاحتمال كما ان تنكيره وتصديره بكلمة الشك للاشعار بان حقه ان يكون ضعيفا مشكوك الوقوع واما للتنبيه على ان جزمهم ذلك بمنزلة الريب الضعيف لكمال وضوح دلائل الامكان ونهاية قوتها آه قوله يرد التعبير به لان مع بلغ الى ارذل العمر يكون حاله فى الضعف كالطفل فكانه رد الى الحالة الاولى قوله يحيى الموتى تقديرم الكمال الفعلى على الكمال الوصفى فى الذكر لان الكلام كان فى الاحياء۔ قوله ليضل اللام للتعليل فان غرض المجادل ما هو اضلال وان لم يعترف بكونه اضلالا ۱۲۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ۨ اطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ۨ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۱﴾ يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴿۱۲﴾ يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗۤ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ؕ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ ﴿۱۳﴾

اور بعض آدمی اللہ کی عبادت (ایسے طور پر) کرتا ہے (جیسے کسی چیز کے) کنارے پر (کھڑا) ہو پھر اگر اس کو کوئی (دنیوی) نفع پہنچے گا تو اس کی وجہ سے (ظاہری) قرار پالیا اور اگر اس پر کچھ آزمائش آگئی ہو تو منہ اٹھا کر (کفر کی طرف) چل دیا (جس سے) دنیا اور آخرت دونوں کھو بیٹھا یہی کھلا نقصان (کہلاتا) ہے خدا (کی عبادت) کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت کرنے لگا جو نہ اس کو نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ اس کو نفع پہنچا سکتا ہے یہ انتہا درجہ کی گمراہی ہے وہ ایسے کی عبادت کر رہا ہے کہ اس (کی عبادت) کا ضرر بہ نسبت اس کے نفع کے زیادہ قریب الوقوع ہے (اور) ایسا کارساز بھی برا اور ایسا رفیق بھی برا۔

تفسیر: ذم منافقین ومرتدین از مذبذبین ☆ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ (الى قوله تعالى) لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ ﴿۱۳﴾ اور بعض آدمی اللہ کی عبادت (ایسے طور پر) کرتا ہے (جیسے[۱] کوئی کسی چیز کے) کنارہ پر (کھڑا ہو اور موقع پا کر چل دینے پر تیار ہو) پھر اگر اس کو کوئی (دنیوی) نفع پہنچ گیا تو اس کی وجہ سے (ظاہری[۲]) قرار پالیا اور اگر اس پر کچھ آزمائش ہوگئی تو منہ اُٹھا کر[۳] (کفر کی طرف) چل دیا (جس سے) دنیا وآخرت دونوں کو کھو بیٹھا یہی کھلا نقصان (کہلاتا) ہے (چنانچہ دنیا کا نقصان تو اصابت فتنہ سے مشاہد ہے اور آخرت کا نقصان یہ ہوا کہ اسلام اور) خدا (کی عبادت) کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت کرنے لگا جو (اس قدر عاجز ہے کہ) نہ اس کو (عبادت نہ کرنے کی صورت میں) نقصان پہنچا سکتی ہے اور نہ (عبادت کرنے کی صورت میں) اس کو نفع پہنچا سکتی ہے (اور ظاہر ہے کہ خدائے قادر کو چھوڑنا اور ایسے عاجز کو اختیار کرنا آخرت میں براہین قاطعہ سے مضر ہے) یہ (بھی) انتہا درجہ کی گمراہی ہے (اور صرف یہی نہیں کہ اس کی عبادت سے نفع نہ ہوتا ہو بلکہ عبادت میں ضرر ہوتا ہے سو) وہ ایسے کی عبادت کر رہا ہے کہ اس (کی عبادت) کا ضرر (واقعی عذاب کا سبب بنتا ہے) بہ نسبت اس کے (متوقع غیر واقع) نفع کے زیادہ قریب الوقوع ہے (اور) ایسا کارساز بھی برا اور ایسا رفیق بھی برا (جو بالکل ہی کام نہ آوے نہ مولیٰ یعنی بڑا ہو کر کام آوے اور نہ عشیر یعنی برابر ہو کر کام آوے)۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَ مِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّعۡبُدُ اللّٰہَ الخ روح میں ہے کہ اس میں جو شخص بھی داخل ہو گیا جو خدا تعالیٰ کی عبادت ' کرامات اور مدح خلائق وغیرہ کی طمع پر کرتا ہے اگر اس کو حاصل ہوتا ہوا دیکھے تو عبادت میں نشاط ہوتی ہے ورنہ بے دلی اور سستی کرتا ہے اھ کیونکہ خیر اور فتنہ کا لفظ اپنے اطلاق سے اس کو بھی شامل ہے ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قوله في على حرف جیسے کوئی الخ اشارة الى ما في الروح ان في الكلام استعارة تمثيلية كالذى يكون على طرف الجيش فان احس بظفر قرو الافر ۱۲۔ ۲؎ قوله في اطمان ظاہری اشارة الى ان المراد الثبات ظاهر الا انه اطمأن اطمينان المؤمنين الذين لا يزحزحهم عاصف ولا يثنيهم عاطف كما يشهد به شان النزول ۱۲۔ ۳؎ قوله في على وجهه منہ اٹھا کر اشارة الى توجيه معناه اى مستوليا على الجهة التي يواجهها غير ملتفت يمينا وشمالا ولا مبال بما يستقبله من حرار وجبال ۱۲۔ ۴؎ قوله في ضره عذاب کا سبب وفي نفعه متوقع اشارة الى دفع التناقض بين نفى الضرر والنفع سابقاً واثباتهما لاحقا تقرير الدفع ان الضرر المنفى ما يكون بطريق المباشرة والمثبت ما يكون بطريق التسبب وكذا النفع المنفى هو الواقعى والمثبت هو التوقعى قيل ولهذا الاثبات عبر بمن فان الضرر والنفع من شانهما ان يصدر من العقلاء كذا في الروح قوله والمثبت هو التوقع قلت فالمثبت في الواقع هو التوقع لا لنفع فافهم ۱۲۔

النحو: قوله لمن ضره في الجلالين ان اللام زائدة آه فالموصولة مفعول ليدعوا وفي الروح قوى بالقول بالزيادة هنا بقراءة عبدالله يدعوا من ضره باسقاط اللام ۱۲۔

إِنَّ اللّٰهَ يُدۡخِلُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجۡرِيۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفۡعَلُ مَا يُرِيۡدُ ﴿۱۴﴾ مَنۡ كَانَ يَظُنُّ اَنۡ لَّنۡ يَّنۡصُرَهُ اللّٰهُ فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ فَلۡيَمۡدُدۡ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ لۡيَقۡطَعۡ فَلۡيَنۡظُرۡ هَلۡ يُذۡهِبَنَّ كَيۡدُهٗ مَا يَغِيۡظُ ﴿۱۵﴾ وَكَذٰلِكَ اَنۡزَلۡنٰهُ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ يَهۡدِىۡ مَنۡ يُّرِيۡدُ ﴿۱۶﴾

بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے بہشت کے ایسے باغوں میں داخل فرماویں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اللہ تعالیٰ جو ارادہ کرتا ہے کر گزرتا ہے۔ جو شخص (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخالفت کر کے) اس بات کا خیال رکھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ رسول کی دنیا اور آخرت میں مدد نہ کرے گا تو اس کو چاہئے کہ ایک رسی آسمان تک تان لے پھر اس کے ذریعے سے آسمان پر پہنچ کر اگر ہو سکے اس وحی کو موقوف کرا دے تو پھر (اب) غور کرنا چاہئے آیا اس کی (یہ) تدبیر اس کی ناگواری کی چیز کو (یعنی وحی کو) موقوف کر سکتی ہو اور ہم نے اس (قرآن) کو اسی طرح اتارا ہے جس میں کھلی کھلی دلیلیں حق کی ہیں اور بات یہی ہے کہ اللہ جس کو چاہتا ہے (حق کی) ہدایت کرتا ہے۔

تفسیر ربط: اوپر کفار کی متعدد جماعتوں کی مذمت تھی آگے سب کے مقابلہ میں مؤمنین کی فضیلت ہے۔

فضل مؤمنین ☆ اِنَّ اللّٰهَ يُدۡخِلُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجۡرِيۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفۡعَلُ مَا يُرِيۡدُ ﴿۱۴﴾ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے (بہشت کے) ایسے باغوں میں داخل فرماویں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی (اور اوپر جو کفار کی سزا اور مؤمنین کی جزا کا بیان کیا گیا اس کے وقوع میں ذرا شبہ نہیں کیونکہ) اللہ تعالیٰ جو ارادہ کرتا ہے کر گزرتا ہے (اس کے ساتھ کوئی مزاحمت نہیں کر سکتا اور وہ اس جزا و سزا کا ارادہ کر چکا ہے پس ضرور ایسا ہی واقع ہوگا۔ ربط: اوپر کفار مجادلین فی الدین کا ذکر ہوا تھا چونکہ ان کی غرض جدال سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور دین اسلام کو مغلوب اور ضعیف کرنا تھا اس لئے آگے اس غرض والوں کی ناکامی بیان فرماتے ہیں۔

خبیث آمال کفار بد سگال ☆ مَنۡ كَانَ يَظُنُّ اَنۡ لَّنۡ يَّنۡصُرَهُ اللّٰهُ (الى قوله تعالى) مَا يَغِيۡظُ ﴿۱۵﴾ جو شخص (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخالفت اور مخاصمت کر کے) اس بات کا خیال رکھتا ہو کہ (میں غالب آجاؤں گا اور آپ کی اور آپ کے دین کی ترقی کو روک دوں گا اور) اللہ تعالیٰ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی (اور آپ کے دین کی) دنیا اور آخرت میں مدد نہ کرے گا (کیونکہ دین اسلام کے مقابلہ میں مخالفانہ تدبیریں اور تقریریں کرنا بدوں اس خیال کے اس لئے خلاف عقل ہے کہ مقصود سعی سے اپنی کامیابی اور مخالف کی ناکامی ہوتی ہے جس کا ۱؎ اصلی موطن آخرت ہے پس جب سعی کی جاوے گی وہ اس قاعدہ عقلیہ کے موافق اس خیال کو مستلزم ہوگی اس لئے اس عنوان سے تعبیر کیا گیا غرض جس کا ایسا خیال ہو) تو اس کو چاہئے کہ ایک رسی آسمان تک تان لے (اور آسمان سے باندھے) پھر (اس کے ذریعہ سے آسمان پر پہنچ کر اگر ہو سکے) اس ۲؎ وحی کو موقوف کرا دے (اور ظاہر ہے کہ ایسا کوئی نہیں کر سکتا) تو پھر (اب ۳؎ غور کرنا چاہئے آیا

اس کی (یہ) تدبیر (جس سے بالکل عاجز ہے) اس کی ناگواری کی چیز کو (یعنی وحی کو) موقوف کر سکتی ہے (یعنی ہرگز نہیں کر سکتی)۔ **ف**: حاصل یہ ہوا کہ نصرت الٰہیہ آپ کے ساتھ بوجہ نبوت ووحی کے ہے سو آپ کی ناکامی کی سعی کرنا اس وقت مفید ہو سکتی ہے کہ اس نبوت اور وحی کے قصہ کو پاک کر دیا جاوے سو یہ ہونے کا نہیں پس دین کے خلاف میں سعی کرنا موقوف ہے ظن عدم نصرت الٰہیہ للنبی پر اور اس میں کامیابی کا سامان مجتمع کرنا موقوف ہے قدرت علی قطع النبوۃ پر پس کلام میں اصل شرط اور جزا دونوں امر موقوف ہیں اور عبارت میں دونوں امر موقوف علیہ کو ان کے قائم مقام کر دیا گیا **روی هذا التفسير بعينه فی الدر عن ابن زيد وهو احسن التفاسير وابدعهما عندی وللناس فيما يعشقون مذاهب والله اعلم۔** ربط: اوپر کی آیت میں کسی کا قطع وحی پر قادر نہ ہونا مذکور تھا آگے تاکید سابق کے لئے حق تعالیٰ کا تنزیل وحی کا فاعل ہونا مذکور ہے اور اوپر ختم آیت میں امر تھا نظر اور فکر کا جس کا مقتضا یہ ہے کہ سامع کو ضرور ہدایت ہو جاتی آگے ختم آیت پر ہدایت کا مشیت الٰہی پر موقوف ہونا ارشاد فرمایا گیا۔

فاعل بودن حق تعالیٰ مر تنزیل را و ہدایت سبیل را ☆ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ (الی قولہ تعالیٰ) يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ ﴿۱۶﴾ اور ہم نے اس (قرآن) کو اسی طرح اتارا ہے (کہ اس میں صرف ہمارے ہی ارادہ اور قدرت کا دخل ہے) جس میں کھلی کھلی دلیلیں (تعیین حق کی) ہیں اور (جن میں ہم نظر اور فکر کا بھی حکم کرتے رہتے ہیں مگر باوجود اس کے) بات یہ (ہی) ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے (حق کی) ہدایت کرتا ہے (البتہ انسان کی سعی اور طلب کے بعد اللہ تعالیٰ ارادہ کر ہی لیتا ہے)۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: مَنْ كَانَ يَظُنُّ الخ مجاہد کا قول یہ ہے کہ يَّنْصُرَهُ میں ضمیر مفعول کی مَنْ کی طرف راجع ہے اور معنی یہ ہیں کہ جو شخص یہ گمان کر کے کہ حق تعالیٰ اس کی نصرت نہ کرے گا ناخوش ہو تو تدبیر میں جان کھپا کر دیکھ لے کہ کیا اس سے اس کی ناگوار چیز باقی رہے گی سو اس میں رضا کی ترغیب (اور کراہۃ قضا کی مذمت) ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قوله** فِيْ يَفْعَلُ کرچکا **اشارة الى ان التذئيل قصد به التعليل وتحقيق ما قبله۱۲**۔ ۲؎ **قوله** جس کا موطن اصلی الخ **اشار الى توجيه زيادة قوله تعالى والآخرة۱۲**۔ ۳؎ **قوله فی ليقطع** وحی **اشارة الى تقديره وكون المقدر كالملفوظ وروى هذا التقدير عن ابن زيد كما فی الروح ايضا اخرجه ابن ابی حاتم عنه كما فی الدر المنثور۱۲**۔ ۴؎ **قوله فی فلينظر اب الى اشارة الى عدم ترتبه على المدو القطع۱۲**۔

النحو: **لن ينصره راجع الى محمد صلى الله عليه وسلم لكونه معلومًا معهودًا من الكلام والمقام كذا فی الدر عن ابن عباس وابن زيد وغيرهما۱۲ قوله وان الله خبر لمبتدأ ای والامر ان الله كذا فی الروح۔**

البلاغۃ: **فليمدد الامر للتعجيز۱۲**۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِـِٕيْنَ وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا ۖ اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۱۷﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَاۗبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ۭ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ۭ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاۗءُ ﴿۱۸﴾ السجدۃ

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مسلمان یہود اور صائبین اور نصاریٰ اور مجوس اور مشرکین اللہ تعالیٰ ان سب کے درمیان میں قیامت کے روز (عملی) فیصلہ کر دے گا (مسلمانوں کو جنت میں داخل کرے گا اور کافروں کو دوزخ میں) بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے۔ اے مخاطب کیا تجھ کو (عقل سے یا مشاہدے سے) یہ بات معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے (اپنی اپنی حالت کے مناسب) سب عاجزی کرتے ہیں جو کہ آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج اور چاند اور تارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت سے (تو) آدمی بھی اور بہت سے ایسے ہیں جن پر بوجہ منقاد نہ ہونے کی عذاب ثابت ہو گیا ہے (سچ یہ ہے کہ) جس کو خدا ذلیل کرے (اور اس کو توفیق ہدایت نہ دے) اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں اور اللہ تعالیٰ (کو اختیار ہے) جو چاہے کرے۔

تفسیر ربط: اوپر کفار کا دین حق اور اہل حق کے ساتھ خلاف اور اختلاف کرنا اور اس اختلاف کا دلائل برہانیہ سے قوی فیصلہ باوضح طرق بیان فرمایا تھا مگر چونکہ کفار مذکورین مثل مشرکین وغیر مذکورین مثل اہل کتاب میں سے جو اہل عناد ہیں اس پر اکتفا نہیں کرتے اسلئے آگے قیامت کے عملی فیصلہ کا بیان فرمایا جاتا ہے۔

بیان فیصلہ محققین و مبطلین در قیامت ☆ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (الی قوله تعالی) اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۱۷﴾ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مسلمان اور یہود اور صائبین اور نصاریٰ اور مجوس اور مشرکین اللہ تعالیٰ ان سب کے درمیان میں قیامت کے روز (عملی) فیصلہ کردے گا (کہ مسلمانوں کو جنت میں داخل کردے گا اور کافروں کو دوزخ میں) بیشک خدا تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے (پس اس کو ہر ایک کے کفر و ایمان کی بھی اطلاع ہے ہر ایک کو مناسب پاداش دے گا) **ف**: فرقۂ صائبین کے متعلق پارۂ الم کے نصف سے دو رکوع قبل آیت: اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الخ کی تفسیر میں کچھ لکھا جا چکا ہے اور مجوس آتش پرست ہیں باقی مشہور ہیں۔ **ربط**: اوپر مؤمنین و کفار کے درمیان میں قیامت کے روز فیصلہ فرمانے کا بیان تھا چونکہ عادۃً فیصلہ کے لئے اس اختلاف کا باوقعت ہونا ضروری ہے اس لئے آگے فریقین کے محل اختلاف یعنی دین و اطاعت الٰہیہ کا عظیم اور وقیع ہونا جمیع مخلوقات کے انقیاد کے ذکر سے اور ایسے ظاہر اور ثابت امر میں اختلاف بیجا کا ذمیم اور شنیع ہونا مکلفین کے انقسام کے ذکر سے بیان فرماتے ہیں اور نیز اوپر فیصلہ مطلق تھا اگلی آیت میں اس فیصلہ کے عمل ہونے کے **حق علیه العذاب و من یهن الله الخ** سے تعیین فرماتے ہیں۔

تعظیم امر انقیاد و تذمیم اختلاف عناد ☆ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ (الی قوله تعالی) اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴿۱۸﴾ اے مخاطب کیا تجھ کو یہ بات معلوم نہیں کہ اللہ کے سامنے (اپنی اپنی حالت کے مناسب) سب عاجزی کرتے ہیں جو کہ آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور (باوجود تمام مخلوقات کے منقاد ہونے کے آدمی جو خاص درجہ کی عقل رکھتا ہے ان میں سب منقاد نہیں بلکہ) بہت سے (تو) آدمی بھی (انقیاد اور عاجزی کرتے ہیں) اور بہت سے ایسے ہیں جن پر (بوجہ منقاد نہ ہونے کے) عذاب (کا استحقاق) ثابت ہو گیا ہے اور (سچ یہ ہے کہ) جس کو خدا ذلیل (وخوار) کرے (اور اس کو توفیق ہدایت نہ ہو) اس کا کوئی عزت دینے والا نہیں (اور) اللہ تعالیٰ (کو اختیار ہے اپنی حکمت سے) جو چاہے کرے (يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ [فاطر: ۸]) **ف**: غور سے سمجھنا چاہئے کہ اور مخلوقات مذکورہ آیت چونکہ مکلف نہیں ہیں اس لئے ان کے مناسب صرف انقیاد تکوینی و تسخیری ہے اور وہ ان سب میں متحقق ہے اور انسان مکلّف ہے اس لئے اس کے مناسب علاوہ انقیاد تسخیری و تکوینی کے انقیاد تشریعی و اختیاری بھی ہے پس يَسْجُدُ میں مناسب کی قید لگا دینے سے سجدہ کا تحقق دیگر مخلوقات کے لئے عام ہو گیا اور انسان کے لئے صرف بعض افراد کے اعتبار سے ہوا پس نہ يَسْجُدُ مکرر نکالنے کی ضرورت اور نہ يَسْجُدُ مذکور کے سب کی طرف منسوب ہونے میں کوئی قباحت اور نہ یہ اشکال کے وارد ہونے کی گنجائش رہی کہ يَسْجُدُ مذکور اگر انقیاد اختیاری كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ہے تو دیگر مخلوقات کی طرف نسبت مشکل اور اگر اضطراری ہے تو كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ کی تحقیق مشکل سو بحمد اللہ تفسیر مذکور سے سب اشکال دفع ہو گیا اور کسی تکلیف کی حاجت نہ رہی اور سجدہ کے معنی مجازی انقیاد کے لے لینے سے کوئی یوں نہ سمجھے کہ آیت: وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ [الأسراء: ٤٤] میں بھی تسبیح مجازی حالی ہی مراد لی جاوے گی اصل یہ ہے کہ تسبیح حقیقی قالی کے لئے تو صدور الفاظ کافی ہے جو کہ وجود لسان پر موقوف نہیں چنانچہ فونوگراف میں اب مشاہدہ ہو گیا ہے اور سجدہ کے معنی حقیقی کے لئے جبہہ کا وجود ضروری ہے اور جبہہ ہر مخلوق میں نہیں ہے خوب سمجھ لیا جاوے اور ہر چند کہ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ میں بوجہ اس کے کہ من بمعنی ما ہے اور تغلیباً من سے تعبیر کر دیا گیا ہے شمس و قمر وغیرہما سب داخل ہیں لیکن ان کی تخصیص میں حسب قول صاحب روح یہ نکتہ ہے کہ حمقاء نے ان چیزوں کی عبادت کی ہے اس لئے بتلا دیا کہ تمہارے معبود خود عابد ہیں چنانچہ روح میں شمس کا عابد حمیر کو اور قمر کا کنانہ کو اور دبران کا تمیم کو اور شعری کا لخم اور قریش کو اور ثریا کا طی کو اور عطارد کا اسد کو اور مرزم کا ربیعہ کو اور اصنام و احجار کا اکثر عرب کو اور عزیٰ کا جو کہ ایک ببول کا درخت تھا غطفان کو اور بقرہ کا بعض مشرکین کو نقل کیا ہے اور آیت میں جن کا ذکر نہ ہونا دلیل اس کی نفی کی نہیں اور دلائل سے ثابت ہے کہ وہ بھی انسان کی طرح دو قسم ہیں واللہ اعلم۔

ترجمہ مسائل السلوک: اس آیت میں كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ فرمانا دلیل اس پر ہے کہ یہ سجدہ و انقیاد غیر عقلاء کا بھی اختیاری ہے کیونکہ اگر سجدہ تسخیر یہ مراد ہوتا تو وہ عام ہے کثیر کی کیا تخصیص تھی ۱۲۔

النحو: قوله وكثير حق فى الروح كثير مبتدأ وما بعده خبره ۱۲ قوله ان الله يفصل فى الروح انه فى حيز الرفع على انه خبر لان السابقة ادخلت على جزئى الجملة للتاكيد آه۔

هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ۫ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ۭ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ﴿۱۹﴾ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ﴿۲۰﴾ وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ ﴿۲۱﴾ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا

مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ۗ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۭ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ۝ وَهُدُوْٓا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ښ وَهُدُوْٓا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ ۝

یہ (جن کا اوپر ذکر ہوا) دو فریق ہیں جنہوں نے دربارے اپنے رب کے (دین میں) باہم اختلاف کیا سو جو لوگ کافر تھے ان کے (پہننے کے) لئے (قیامت میں) آگ کے کپڑے قطع کئے جاویں گے اور انکے سر کے اوپر تیز گرم پانی چھوڑا جائے گا (اور) اس سے ان کے پیٹ میں کی چیزیں (یعنی انتڑیاں) اور ان کی کھالیں سب گل جاویں گی اور انکے (مارنے کے) لئے لوہے کے گرز ہوں گے وہ لوگ جب (دوزخ میں) گھٹے گھٹے (گھبرا جائیں گے اور) اس سے باہر نکلنا چاہیں گے تو پھر اسی میں دھکیل دیئے جاویں گے اور (ان کو) کہا جاوے گا کہ جلنے کا عذاب ہمیشہ کے لئے چکھتے رہو (اور) اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو کہ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے (بہشت کے) ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی اور انکو وہاں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائینگے اور پوشاک انکی وہاں ریشم کی ہوگی اور سب انعام ان کیلئے اس لئے ہے کہ دنیا میں ان کو کلمہ طیبہ (کے اعتقاد) کی ہدایت ہوگئی تھی اور انکو اس (خدا) کے رستہ کی ہدایت کی گئی جو لائق حمد ہے (وہ راستہ اسلام ہے)۔

تفسیر ربط: اوپر مؤمنین و کفار کے اقسام تفصیلاً اور ان کا عملی فیصلہ اجمالاً مذکور تھا آگے اُن اقسام بطور میزان الکل کے جملہ هٰذٰنِ خَصْمٰنِ میں اجمالاً اور اُن کا فیصلہ توضیح کے لئے تفصیلاً مذکور ہوتا ہے پس ان آیات میں اس بناء پر منجملہ بدائع کی صنعت تقسیم اور جمع اور تفریق کی ہوئی پس اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے اَشْرَكُوْٓا تک ایک تقسیم ہے اور اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ سے اخْتَصَمُوْا تک جمع ہے اور فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا سے آخر تک تفریق ہے۔

تفصیل فیصلہ فرق مذکورہ ☆ هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ (الی قولہ تعالی) وَهُدُوْٓا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ ۝ یہ (جن کا اوپر آیت اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الخ میں ذکر ہوا) دو فریق ہیں (ایک مؤمن دوسرا کافر پھر اس دوسرے فریق کی کئی قسمیں ہیں۔ یہود اور نصاری اور صابئین اور مجوس اور بت پرست) جنہوں نے دربارہ اپنے رب کے (دین کے) باہم (اعتقاداً اور گاہے مباحثۃً بھی) اختلاف کیا سو (اس اختلاف کا عملی فیصلہ قیامت میں اس طرح ہوگا کہ) جو لوگ کافر تھے ان کے (پہننے کے) لئے آگ کے کپڑے قطع کئے جاویں گے (یعنی آگ چاروں طرف سے پاؤں تک کپڑوں کی طرف محیط ہوگی اور) ان کے سر کے اوپر سے تیز (کھولتا ہوا) گرم پانی چھوڑا جاوے گا (اور) اس سے ان کے پیٹ میں کی چیزیں (یعنی انتڑیاں) اور (ان کی) کھالیں سب گل جاویں گی (اس طرح سے کہ کچھ حصہ اس پانی کے کھال کو توڑ کر اندر گھس جاوے گا اس سے انتڑیاں گل جاویں گی اور کچھ حصہ کھال کے اوپر آ بہے گا اس سے کھال گل جاوے گی) اور ان کے (مارنے کیلئے) لوہے کے گرز ہوں گے (اور اس مصیبت سے کبھی نجات نہ ہوگی چنانچہ) وہ لوگ جب (دوزخ میں) گھٹے گھٹے (گھبرا جائیں گے اور) اس سے باہر نکلنا چاہیں گے (اور کنارہ کی طرف کو بڑھیں گے گو بوجہ قعر اور دروازوں کے بند ہونے کے نکل نہ سکیں گے مگر ایسے وقت میں یہ حرکت طبعی ہوتی ہے) تو پھر اسی میں دھکیل دیئے جاویں گے اور (ان کو) کہا جاوے گا کہ جلنے کا عذاب (ہمیشہ کے لئے) چکھتے رہو (کبھی نکلنا نصیب نہ ہوگا) اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو کہ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے (بہشت کے) ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی (اور ان کو وہاں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جاویں گے اور پوشاک ان کی وہاں ریشم ہوگی اور (یہ سب انعام و اکرام ان کے لئے اس سبب سے ہے کہ دنیا میں) ان کو کلمہ طیب (کے اعتقاد) کی ہدایت ہوگئی تھی اور ان کو اس (خدا) کے راستہ کی ہدایت ہوگئی تھی جو لائق حمد (وستائش) ہے (وہ رستہ اسلام ہے)۔ **ف**: اگر کسی کو شبہ ہو کہ جب **ما فی البطون** اور **جلود** گل گئے تو محل عذاب نہ رہا پھر عذاب کیسے ہوگا جواب یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ پھر وہ اپنی حالت پر ہو جاوے گا رواہ الترمذی اور دوسری آیت میں ہے: كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ [النساء: ۵۶] اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ سب اہل جنت کا لباس حریر ہوگا اور حدیث میں آیا ہے کہ جو مرد دنیا میں حریر پہنے گا اس کو جنت میں نہ ملے گا گو وہ جنت میں بھی چلا جاوے اوردہ فی الروح بتخریج النسائی و ابن حبان و غیرهما جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ اول داخل ہوتے ہی نہ ملے پھر مل جاوے اور اگر یہ شبہ ہو کہ اس کے نہ ملنے سے اگر حسرت نہ ہوگی تو وعید ہی کیا ہوئی اور اگر حسرت ہوگی تو جنت میں حسرت ہونا لازم آتا ہے جواب یہ ہے کہ تھوڑی دیر کے لئے حسرت ہونے میں وعید بھی ہوگئی اور اشکال بھی نہیں ہے کیونکہ اس کے بعد جو راحت دائمی ہوگی اس کے سامنے وہ کالعدم ہے پس ایسی حسرت ساعت قلیلہ کے لئے جنت میں کسی دلیل سے منفی نہیں ہے۔

الروایات: فی الترمذی فی قولہ بصهر مرفوعاً ان الحميم ليصب على رؤسهم فينفذ الا لجمجمة حتى يخلص الى جوفه فيسلت ما

فی جوفه حتی یمرق الی قدمیه وهو الصهر ثم یعاد کما کان آه وفی البخاری فی نزول آیة هذان خصمان نزلت فی الذین بار زوا یوم بدر آه قلت و کان اختصامهم هذا ناشئا من اختصامهم فی ربهم ای الدین لا عین الاختصام فی الله تعالیٰ فسمی به مجازا ۱۲۔

النحو: من غم متعلق بیخرجوا من اجلیة قوله وذوقوا بتقدیر القول قوله ولؤلؤ معطوف علی محل اساور ۱۲۔

البلاغة: قوله هذان لما کان کل خصم فریقا یجمع طائفة جاء المبتدأ بصیغة التثنیة بجعلهم فریقین والخبر بصیغة الجمع لاشتمال الفریق طوائف قوله قطعت فی الکلام استعارة تمثیلیة و کان جمع الثیاب للایذان تبراکم النار کذا قیل واقول ان العادة ان الاحاطة انما تحصل بثیاب متعددة لا بثوب واحد فلذا جمع قوله اعیدوا فیها لم یقل الیها لانهم لم یخرجوا لیکون العود عودًا الیها ۱۲ قوله وهدوا هذه الزیادة کقوله تعالیٰ فی اهل النار ذلک بما قدمت یداک ۱۲۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ ۚ وَمَنْ يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٢٥﴾ وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لَا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ﴿٢٦﴾ وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ﴿٢٧﴾ لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۖ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ ﴿٢٨﴾ ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ﴿٢٩﴾

بے شک جولوگ کافر ہوئے اور (مسلمانوں کو) اللہ کے رستہ سے اور مسجد حرام (یعنی حرم) سے روکتے ہیں جس کو ہم نے تمام آدمیوں کے واسطے مقرر کیا ہے کہ اس میں سب برابر ہیں اس میں رہنے والا بھی اور باہر سے آنے والا بھی یہ روکنے والے معذب ہوں گے اور جو شخص اس میں (یعنی حرم میں کوئی خلاف دین کا قصد ظلم یعنی شرک وکفر کے ساتھ کرے گا تو ہم عذاب دردناک (کا مزہ) چکھائیں گے اور جبکہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو خانہ کعبہ کی جگہ بتلا دی (اور حکم دیا) کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرنا (یہ ان کے مابعد والوں کو سنانا ہے) اور میرے اس گھر کو طواف کرنے والوں اور نماز میں قیام کرنے والوں کے واسطے پاک رکھنا اور (ابراہیم علیہ السلام سے یہ بھی کہا گیا کہ) لوگوں میں حج (کے فرض ہونے) کا اعلان کردو لوگ تمہارے پاس (حج کو) چلے آویں گے پیادہ بھی اور دبلی اونٹنیوں پر بھی جو کہ دوردراز راستوں سے پہنچی ہوں گی۔ تا کہ اپنے (دینیہ اور دنیویہ) فوائد کے لئے آموجود ہوں اور (اس لئے آویں گے) تا کہ ایام مقررہ (یعنی ایام قربانی) میں ان مخصوص چوپایوں پر (ذبح کے وقت) اللہ کا نام لیں (یعنی بسم اللہ اللہ اکبر کہیں) جو اللہ نے ان کو عطا کئے ہیں سو ان قربانی کے جانوروں میں سے تم (کو) بھی (اجازت مع الاستحبات ہے کہ) کھایا کرو اور (مستحب یہ ہے) کہ مصیبت زدہ محتاج کو کھلایا کرو پھر لوگوں کو چاہئے کہ اپنا میل کچیل دور کردیں اور اپنے واجبات کو پورا کریں اور (ان ہی ایام معلومات میں) اس مامون گھر (یعنی خانہ کعبہ) کا طواف کریں۔ ۞

تفسیر ربط: اوپر آیت میں : وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ (الی قولہ تعالی) لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ میں بعض کفار کا جدال اور دین سے اضلال قوی مذکور تھا اور اسی سلسلہ میں یہاں تک کلام چلا آیا تھا آگے ان کے جدال اور بعض احکام دین کے ابطال فعلی کا مع وعید کے ذکر ہے جیسا کفار قریش نے عام حدیبیہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ السلام اور صحابہ کو عمرہ کے لئے مکہ میں جانے سے روک لیا تھا اور اس وعید کی تاکید کے لئے اس مقدس مکان اور اس کے متعلق بعض ارکان اور ان ارکان کے ادا کے اوقات واز مان کی فضیلت اور عظمت کا مضمون ارشاد فرمایا گیا ہے اور زیادت تشدید کے لئے ایسے امکنہ واز منہ میں شرک کرنے کی مذمت قباحت کا بیان ہوا ہے کہ جو لوگ اس مقام اور ان ایام کے مناسب عبادت کرنے آئے ان کو تو روکا اور خود ان مواقع میں ایسے افعال شرکیہ کرتے ہیں اور یہ مضمون بَشِّرِ الْمُحْسِنِينَ ﴿٣٧﴾ تک چلا گیا ہے۔

ذم کفار لنام بر منع اہل اسلام از مسجد حرام و بیان بعض احکام متعلقہ آں مقام و آں ایام ☆ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا (الی قولہ تعالی) نُذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٢٥﴾ بیشک جولوگ کافر ہوئے اور (مسلمانوں کو) اللہ کے رستہ سے (یعنی دین کے کام سے کہ وہ عمرہ ہے) اور (چونکہ عمرہ کے ارکان حرم کے خاص حصہ میں ادا ہوتے ہیں اس لئے) مسجد حرام (یعنی حرم) سے (بھی) روکتے ہیں جس (کی کیفیت کسی کے ساتھ خصوصیت نہ ہونے کی یہ ہے کہ اس) کو ہم نے

تمام آدمیوں کے واسطے مقرر کیا ہے کہ اس میں (یعنی تمام حرم میں باستثناء ان حصص کے جو کسی استحقاق صحیح و ثابت بالدلیل سے بشرط وجود ایسی دلیل کے کسی خاص شخص کے مملوک ہیں باقی اجزائے حرم میں) سب برابر ہیں اس (حرم کے داخل حدود) میں رہنے والا بھی (یعنی جو لوگ وہاں مقیم ہیں) اور باہر سے آنے والا (مسافر) بھی (اور جن مواقع سے کفار نے روکا ہے یعنی مسجد و حوالی مسجد جو مقامات ہیں طواف اور سعی کے (اور جن سڑکوں سے وہاں تک پہنچتے ہیں یہ سب مواقع کفار کے مملوک نہیں تھے) یہ (روکنے والے) لوگ (اس روکنے کی وجہ سے) معذب ہوں گے اور (یہ روکنا تو متضمن بہت سے معاصی کو پھر مقرون کفر کے ساتھ بھی ہے اس پر تو عذاب کیسے نہ ہوتا یہ مقام حرم تو ایسا معظم و محترم ہے کہ) جو شخص اس میں (یعنی حرم میں خواہ وہ جزء مملوک ہو یا غیر مملوک کیونکہ روکنے کی حرمت میں تو اس عموم سے بدلیل تخصیص کر لی گئی اور یہاں کوئی دلیل تخصیص کی نہیں ہے اور مرجع دونوں جگہ عام ہی ہے غرض جو شخص حرم کے کسی حصہ میں بھی) کوئی خلاف دین کام (خواہ وہ اس صد مذکور سے کم ہی ہو) قصداً (وارادۂ خصوص جب کہ وہ) ظلم (یعنی شرک و کفر) کے ساتھ (بھی مقرون ہو) کرے گا (جیسا یہ لوگ **یصدون** کے ساتھ **کفروا** کے ساتھ بھی متصف ہیں) تو ہم اس (شخص) کو عذاب دردناک (کا مزہ) چکھادیں گے (تو ان کی تو معصیت بھی اشد تھی ضرور ہی مستحق عذاب الیم ہیں)۔ **ف**: ہر چند کہ دین کے خلاف کام کرنا ہر جگہ موجب عذاب ہے لیکن حرم کے اندر اور زیادہ موجب عذاب ہے پس یہ تخصیص شدت عقوبت کے سبب سے ہے اور باقی آیت یا اور کوئی معتد بہ دلیل اس پر دال نہیں کہ وہاں صغائر حکم کبائر میں ہیں یا ایک سیئہ سے سیئات متعددہ لکھے جاتے ہیں البتہ اور جگہ صغائر و کبائر کا جو اثر ہے حرم میں دونوں کا اثر کیفاً وشدۃً زیادہ ہے لیکن صغیرہ کا اثر حد کبیرہ تک یا واحد سے تجاوز کر کے متعدد پہنچنا ثابت نہیں اور **یرد** سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ ارادہ کا جو مرتبہ دوسری جگہ موجب تعذیب نہ ہو وہاں موجب تعذیب ہو جاتا ہے بلکہ **یرد** بمعنی **یتعمد** کی قید اس لئے نہیں کہ بدون شرک کے دوسری معصیت موجب عذاب نہ ہوگی بلکہ اول تو ان مانعین کا یہ فعل واقع میں مقرون بالشرک تھا دوسرے اس کا فائدہ یہ ہے کہ جو شخص ظلم کے ساتھ موصوف ہوگا وہ تو یقیناً معذب ہوگا اور یہ تعذیب کافر کے مکلف بالفروع نہ ہونے کے مسئلہ سے منافی نہیں کیونکہ نفی تکلیف احکام دنیویہ کے اعتبار سے ہے اور احکام اخرویہ کے اعتبار سے مسئلہ مسکوت عنہ ہے اور جو شخص[1] موصوف بالایمان ہو ممکن ہے کہ ایمان کی برکت سے بلا تعذیب ہی عفو کر دیا جاوے۔ **ف**: مسجد حرام کی تفسیر جمیع حرم کے ساتھ درمنثور میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے اور یہ اطلاق مجازی ہے **تسمیة للشئ بجزئه العظم الاهم** اور آیت میں بھی اس کے قرائن موجود ہیں مثلاً: ﴿الْعَاكِفُ فِيهِ وَ الْبَادِ﴾ کیونکہ عاکف بقرینہ مقابلہ بادی کے بمعنی مقیم للسکنے کے ہے اور ظاہر ہے کہ اس طرح کی اقامت ﴿مَنْ يُرِدْ فِيهِ﴾ مسجد میں مشروع نہیں اور مثلاً ﴿مَنْ يُرِدْ فِيهِ﴾ میں ضمیر مجرور یقیناً مسجد حرام کی طرف ہے اور ظاہر ہے کہ حکم ﴿نُذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ﴾ بالاجماع عام ہے تمام حرم کے لئے اور نیز ان کفار کو یہ فعل حرم میں اور حرم کے متعلق بلا تخصیص مسجد بالمعنی الحقیقی کے واقع ہوا تھا اور علمائے حنفیہ نے اسی تفسیر کو اختیار کر کے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ تمام حرم کی زمین مثل وقف کے ہے کسی کو اس میں ملک کا دعویٰ یا کسی کو انتفاع سے منع کرنا جائز نہیں ان اراضی کا کرایہ لینا جائز ہے اور کچھ احادیث بھی اس بارہ میں آئی ہیں ہدایہ و درمنثور میں وہ حدیثیں نقل کی ہیں لیکن خود امام صاحب سے بھی جواز کا ایک قول منقول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے ہکذا فی الروح اس لئے احقر نے جو تفسیر کی ہے منقول ہے کسی مذہب کو مضر نہیں چنانچہ اس قید سے کہ بشرط وجود ایسی دلیل کے یہ امر ظاہر ہے اور آیت میں جو آیا ہے **یرد فیه** اس ارادہ کے ایسے معنی ہیں جیسا ان آیات میں قولہ تعالیٰ: ﴿أَرَادَ أَنْ يَذَّكَّرَ أَوْ أَرَادَ شُكُورًا﴾ [الفرقان: ۶۲] ای طلب وسعی وجد و قصد اور ظلم کی تفسیر شرک کے ساتھ نیز درمنثور میں ابن عباسؓ سے مروی ہے۔

تتمہ سابق ☆ ﴿وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لَا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا﴾ (الی قوله تعالی) ﴿وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾ اور (اس مقام محترم کی جو کہ بیت اللہ کو مشتمل ہے عظمت ظاہر کرنے کے لئے تاکہ بے حرمتی کرنے والوں کی زیادہ خرابی ظاہر ہو ان لوگوں کے سامنے اس کا قصہ تذکرہ کیجئے) جب کہ ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو خانہ کعبہ کی جگہ بتلا دی (کیونکہ اس وقت خانہ کعبہ بنا ہوا نہ تھا اور حکم دیا) کہ (اس مکان کو عبادت کے لئے تیار کرو اور اس عبادت میں) میرے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرنا (یہ ان کے مابعد والوں کو سنانا ہے اور ذکر بیت کے ساتھ اس کا ذکر اس لئے نہایت ہی مناسب ہوا کہ کسی حقیقت ناشناس کو تعظیم بیت سے اور اس کے معبد ہونے سے اس کے معبود ہونے کا ایہام نہ ہو جاوے) اور میرے (اس) گھر طواف کرنے والوں کے اور (نماز میں) قیام و رکوع و سجود کرنے والوں کے واسطے (حسی اور معنوی نجاسات سے جیسے اقذار و اصنام) پاک رکھنا (جیسا اب تک تم نے پاک رکھا ہے یہ بھی مابعد والوں کو سنانا ہے کہ جن مقدس بزرگ میں عدم تطہیر کا احتمال بھی نہیں تھا جب اہتمام تطہیر کے لئے ان کو یہ امر کیا گیا تو دوسروں کو جو حقیقۃً اس میں اصنام رکھے ہوئے ہیں کیونکہ معاف کر دیا جاوے گا) اور (ابراہیم علیہ السلام سے یہ بھی کہا گیا کہ) لوگوں میں حج (کے فرض ہونے) کا اعلان کر دو (اس اعلان سے) لوگ تمہارے پاس (یعنی تمہاری اس عمارت مقدسہ کے پاس حج کو) چلے آئیں گے پیادہ بھی اور (جو اونٹنیاں سفر کے مارے) دبلی (ہو گئی ہوں گی اُن) اُونٹنیوں پر (سوار ہو کر) بھی جو کہ دور دراز رستوں سے پہنچی ہوں گی (یا جو سواری کسی کو میسر ہو تخصیص ضامر کی تمثیلاً و بناءً علی الغالب ہے اور وہ لوگ اس لئے آویں گے) تاکہ اپنے

(دینیہ مقصودہ اور دنیویہ تابعہ) فوائد کے لئے آ موجود ہوں (مثلاً آخرت کے منافع یہ ہیں حج وثواب ورضائے حق اور دنیوی فوائد یہ ہیں قربانی کا گوشت کھانا اور تجارت ومثل ذلک رواہ ابن ابی حاتم عن ابن عباس کذا فی الروح البتہ دنیوی فوائد کا مقصود اصلی ہونا مذموم ہے) اور (اس لئے آویں گے) تاکہ ایام مقررہ (یعنی ایام قربانی) میں (کہ دسویں گیارہویں بارہویں ذی الحجہ کی ہے) ان مخصوص چوپاؤں پر (یعنی گائے اونٹ بکری بھیڑ پر ذبح کے وقت) اللہ کا نام لیں جو خدا تعالیٰ نے ان کو عطا کئے ہیں (یعنی بسم اللہ اللہ اکبر کہیں اور یہ منفعت ذو وجہین ہے من وجہ دنیوی اور من وجہ اخروی۔ یہ ابراہیم علیہ السلام کے خطاب کا مضمون ہو چکا جس سے حج اور قربانی کا یقیناً اس وقت بھی مشروع ہونا معلوم ہوا) سو (اے امت محمدیہ تمہارے لئے بھی یہ حکم حج اور قربانی کا مع متممات آئندہ کے جو کلوا منھا الخ میں مذکور ہیں مشروع ہے سو تم بھی قربانی پر بسم اللہ کیا کرو اور) ان (قربانی کے) جانوروں میں سے تم (کو) بھی (اجازت مع استحباب ہے کہ) کھایا کرو اور (مستحب یہ ہے کہ) مصیبت زدہ محتاج کو بھی کھلایا کرو (بلکہ غنی کو بھی کھلاؤ تو کچھ مضائقہ نہیں) پھر (قربانی کے بعد) لوگوں کو چاہئے کہ اپنا میل کچیل دور کردیں (یعنی احرام کھول ڈالیں اور سر منڈا ڈالیں یا بال کٹا دیں اور ناخن اور لب بنوالیں) اور اپنے واجبات کو (خواہ نذر سے قربانی وغیرہ واجب کر لی ہو یا بلا نذر ابتداء جو افعال حج کے واجب ہیں جیسے رمی جمار کہ ایام منیٰ میں ہوتی ہے ان سب کو) پورا کریں اور (ان ہی ایام معلومات میں) اس مامون گھر (یعنی خانہ کعبہ) کا طواف کریں (یہ طواف زیارت کہلاتا ہے جو کہ فرض ہے)۔ **ف**: حاکم وبیہقی وغیرہما نے ابن عباسؓ سے اعلان ابراہیمی کا قصہ نقل کیا ہے کہ جب وہ بعد فراغ تعمیر بیت اللہ اس کے مامور ہوئے تو عرض کیا کہ میری آواز کہاں تک پہنچے گی حق تعالیٰ نے پہنچانے کا وعدہ فرمایا تو اس پکارنے کو سب نے سنا ھکذا فی الروح اور کلوا سے لیطوفوا تک جتنے مسائل ترجمہ میں مذکور ہیں سب ہدایہ میں ہیں۔ اور بروئے حدیث ترمذی وغیرہ بیت اللہ کا مامون ہونا یہ معنی کہ جبابرہ میں سے جس نے اس کی بے ادبی کا ارادہ کیا وہ غارت ہوا اور اکثروں کا تو حوصلہ ہی نہیں ہوا۔ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے جو حجاج بن یوسف لڑا اہانت بیت اس کے مقصود نہ تھا۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَطَهِّرْ بَيْتِيَ اس سے معلوم ہوا کہ طالب کی بعض ایسی خدمتیں جو تربیت کے مناسب ہوں شیخ کے ذمہ بھی ہوتی ہیں۔

الحواشی: (۱) قولہ اور جو شخص الخ یہ جملہ متصل ہے جملہ سابقہ جو شخص ظلم کے ساتھ موصوف ہوگا الخ کے ساتھ اور جزو ہے بیان فائدہ بظلم کا یعنی بظلم کی قید کا فائدہ اس امر کا بتلانا ہے کہ جو شخص ظلم کے ساتھ موصوف ہوگا وہ تو یقیناً معذب ہوگا اور جو شخص موصوف بالایمان ہو ظلم سے بری ہو اس کے لئے وعید یقینی نہیں محتمل ہے ۱۲ منہ۔ (۲) معناہ ان المعطوف علیہ کما قید بوقت فکذلک المعطوف یکون مقیدا بہ باعتبار الاصل ۱۲ منہ۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قولہ قبل ان لا تشرك حکم دیا اشارۃ الی کونہ معمولا لقلنا المقدر ۱۲۔ ۲؎ قولہ فی بھیمۃ الانعام مخصوص لان البھیمۃ عام والانعام مخصوصۃ بالاصناف ۱۲۔

الفقہ: فی الھدایۃ وحواشیۃ ثم یذبح ثم یحلق ثم یاتی من یومہ ذلك مکۃ او من الغداو من بعد الغد فیطوف بالبیت طواف الزیارۃ ووقتہ ایام النحر وھی ثلثۃ العاشر وا لحادی عشر والثانی عشر لان اللہ تعالٰی عطف الطواف علی الذبح قال فکلوا منھا ثم قال ولیطوفوا فکان وقتھما واحدا لان المعطوف فی حکم المعطوف علیہ ولا یجوز تقدیم الطواف علی ایام النحر بالاجماع ویجوز الاکل من ھدی التطوع والمتعۃ والقران بمنزلۃ الاضحیۃ ویستحب لہ ان یاکل منھا لما قد صح ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اکل من لحم ھدیہ وحسا من المرقۃ ولا یجوز الاکل من بقیۃ الھدایا وھی دم النذر والکفارات والاحصار آہ والوجہ العقلی فی استحباب الاکل من الضحایا زائدا علی ما مر من الدلیل النقلی علی ما فی الروح ھو الندب علی مواساۃ الفقراء مساواتھم فی الاکل منھا وفی الروح تخصیص البائس الفقیر بالاطعام لا ینفی جواز اطعام الغنی وقد یستدل علی الجواز بالامر الاول لافادتہ جواز اکل الذابح ومتی جاز اکلہ وھو غنی (عسی) جاز ان یوکلہ غنیا ۱۲۔

اللغات: قولہ بوانا اصلہ جعلناہ مباء ۃ لہ ای مرجعا والحاصل کما قال الزجاج بینا لہ مکان البیت لیبینہ ویکون مبائۃ لہ ولعقبہ یرجعون الیہ ویحجونہ ۱۲ قولہ فج عمیق اصل الفج الطریق بین الجبلین واصل العمیق العبید فی القعر ثم استعملا فی المطلق بدون القیدین قولہ البائس من اصابہ البوس ای الشدۃ ۱۲ قولہ لیقضوا تفثھم التفث الشعث کما فی القاموس والقضاء فی الاصل القطع والفصل کما فی الروح وارید بہ الازالۃ مجازا قلہ لیوفوا نذورھم فی المدارك نذورھم مواجب حجھم والعرب تقول لکل من خرج عما وجب علیہ وفی بنذرہ وان لم ینذروا ما ینذرونہ من اعمال البر فی حجھم قلت ولعل النکتۃ فی تخلبہ بین القضاء والطواف عدم کونہ مرتبا بالنسبۃ الی کل واحد منھما تقدیما او تاخیراً ککون الوفاء بالنذر عبادۃ مستقلۃ لایترتب علیہ شئ ولو لم یتخلل بل قدم او

اخر لاوهم ترتبه على شئ او ترتب شئ عليه كالطواف يتاخر عن قضاء التفث ۱۲۔ قوله العتيق سمى به لانه تعالى اعتقه من الجبابرة ۱۲۔

النحو: قوله ان الذين كفروا خبره مقدر اى يعذبون دل عليه جواب من اى نذقه الخ قوله سواء حال من المفعول والعاكف مرفوع بالسواء قوله بالحاد بالباء كما فى الروح زائدة اى يرد الالحاد بظلم ۱۲۔

البلاغة: قوله والركع السجود ولم يعطف السجود لانه من جنس الركوع فى الخضوع بخلاف القيام قوله ياتوك اى ياتوا بيتك فلا اشكال فى من بعده عليه السلام وايقاع الاتيان على ضميره عليه السلام لكون ذلك بنداء ۱۲۵ قوله ياتين والجمع باعتبار المعنى قوله كل فى موضعين للتكثير لا للاحاطة۔ قوله فكلوا او قوله ليقضوا فيهما التفات ۱۲۔

ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ﴿۳۰﴾ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ﴿۳۱﴾ ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿۳۲﴾ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۳۳﴾ ع ۸/۱۱

یہ بات تو ہو چکی اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے محترم احکام کی وقعت کرے گا سو یہ (وقعت کرنا) اس کے حق میں اس کے رب کے نزدیک بہتر ہے اور ان مخصوص چو پایوں کو باستثنا ان (بعض کے بعض) جو تم کو پڑھ کر سنا دیئے گئے ہیں تمہارے لئے حلال کر دیا گیا ہے تو تم لوگ گندگی سے یعنی بتوں سے (بالکل) کنارہ کش رہو اور جھوٹی بات سے کنارہ کش رہو اس طور سے کہ اللہ ہی کی طرف جھکے رہو (اور) اس کے ساتھ شریک مت ٹھہراؤ اور جو شخص اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہے تو وہ گویا آسمان سے گر پڑا پھر پرندوں نے اس کی بوٹیاں نوچ لیں یا اس کو ہوا نے دور دراز جگہ میں لے جا پٹکا۔ یہ بات بھی ہو چکی اور قربانی کے جانور کے متعلق اور سن لو کہ جو شخص دین خداوندی کے ان (مذکورہ) یادگاروں کا پورا لحاظ رکھے گا تو ان کا یہ لحاظ رکھنا خدا تعالیٰ سے دل کے ساتھ ڈرنے سے ہوتا ہے تم کو ان سے ایک معین وقت تک جوائد حاصل کرنا جائز ہے پھر یعنی بعد ہدی بننے کے اس کے ذبح حلال ہونے کا موقع بیت عتیق کے قریب ہے۔

تفسیر: ایضاً تتمہ سابق ☆ ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ (الی قولہ تعالی) اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۳۳﴾ یہ بات تو (جو کہ احکام مخصوصہ مذکورہ کے متعلق تھی) ہو چکی اور (اب کل احکام کے متعلق دوسری بات سن لو کہ) جو شخص اللہ تعالیٰ کے محترم احکام کی (عام اس سے کہ حج کے احکام مذکورہ ہوں یا حج کے احکام غیر مذکورہ یا حج کے متعلق نہ ہوں سو جو شخص ان کی) وقعت کرے گا (علماً بھی کہ ان کو حاصل کرے اور عملاً بھی کہ ان کے خلاف نہ کرے) سو یہ (وقعت کرنا) اس کے حق میں اس کے رب کے نزدیک بہتر ہے (کیونکہ موجب ثواب و منجی عن العذاب ہے) اور (اوپر جو بہیمۃ الانعام کے کھانے کی اجازت ہوئی ہے اس سے استبعاد مت کرنا کہ احرام میں صید تو حرام ہو جاتا ہے یہ کیوں حلال رہا اصل یہ ہے کہ) ان مخصوص چو پاؤں کو باستثناء ان (بعض بعض) کے جو تم کو (بعض آیات قرآنیہ میں) پڑھ کر سنا دیئے گئے ہیں (وہ آیت سورۂ انعام وغیرہ کی ہے: قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ [الأنعام: ۱۴۶] الخ سو باستثناء ان بعض کے باقی بہیمۃ الانعام کو) تمہارے لئے حلال کر دیا ہے (اور حلت و حرمت کا مدار اللہ تعالیٰ کی تحلیل و تحریم پر ہے جب اللہ تعالیٰ نے ان کو حلال کر دیا حلال ہو گئے پھر استبعاد بے معنی ہے پس اس صورت میں کہ ان کی حلت کے ساتھ خدا تعالیٰ کا حکم متعلق ہو چکا ان کا حلال سمجھنا بھی تعظیم حرمات اللہ میں داخل ہے جس کی خیریات اوپر بتلا دی گئی ہے اور جب احکام خداوندی کی تعظیم ہی میں خیریت منحصر ہے) تو تم لوگ گندگی سے یعنی بتوں (کو حق تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنے) سے (بالکل کنارہ کش رہو) کہ اس میں تو بڑا بھاری حکم یعنی توحید ضائع ہوتا ہے چنانچہ مشرکین کی عادت تھی کہ لبیک میں اتنا اور ملا دیتے الا شريكا هو لك تملكه وما ملك) اور (علی الاطلاق) جھوٹی بات سے (خواہ عقائد کے باب میں ہو جیسا مشرکین کا قول مذکور یا غیر عقائد میں ہو جیسے شہادت زور سب سے) کنارہ کش رہو اس طور سے کہ اللہ کی طرف جھکے رہو (اور) اس کے ساتھ (کسی کو) شریک مت ٹھہراؤ اور (شرک تو ایسی بری چیز ہے کہ) جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے تو (اس کی حالت مشابہ اس کے ہوتی ہے جیسے) گویا وہ آسمان سے گر پڑا پھر (راستہ میں) پرندوں نے اس کی بوٹیاں نوچ لیں یا (اگر پرندوں سے بچ بھی گیا تو) اس کو ہوا نے کسی دور دراز جگہ میں لے جا پٹکا (غرض ہر طرح ہلاک ہوا اسی طرح جو شرک کرتا ہے یا تو کسی کے ہاتھ سے مارا گیا یا کسی وقت موت طبعی سے مر گیا ہر حالت میں دار البوار میں پہنچے گا اور یوں بے ہوا کے جھونکوں کے بھی ضرور ہی گرتا لیکن اس صورت میں اور زیادہ کلفت ہو گی چنانچہ موت طبعی کے ساتھ فرشتوں کے دھکے مکے اس کے مشابہ ہیں) یہ بات بھی (جو کہ بطور قاعدہ کلیہ کے تھی) ہو چکی اور (اب ایک خاص بات متعلق قربانی کے جانور کے جو کہ ضروری ہے اور سن

لو کہ) جو شخص دین خداوندی کے ان (مذکورہ) یادگاروں (یعنی قربانی کے جانوروں کے متعلق احکام) کا پورا لحاظ رکھے گا (خواہ وہ احکام قبل الذبح ہوں جیسا عنقریب آتا ہے یا وقت ذبح ہوں جیسا اس پر اللہ کا نام لینا یا بعد الذبح ہوں جیسے اکل یا عدم اکل جو جس کے لئے شرعاً ثابت ہو) تو ان کا یہ لحاظ رکھنا (خدا تعالیٰ سے) دل کے ساتھ ڈرنے سے (حاصل) ہوتا ہے (ان احکام میں قسمیں آخرین تو اوپر بھی مذکور ہوئے ہیں اور قسم اول یہ ہے کہ) تم کو ان سے ایک معین وقت تک فوائد حاصل کرنا جائز ہے (یعنی جب تک وہ قواعد شرعیہ سے ہدی نہ بنائے جاویں پھر بعد ہدی بنا دینے کے دودھ یا رکوب یا بار برداری وغیرہ سے منتفع نہ ہونا چاہئے الابضرورت شدیدہ) پھر (یعنی بعد ہدی بننے کے) اس کے ذبح حلال ہونے کا موقع بیت عتیق کے قریب ہے (مراد کل حرم ہے یعنی حرم سے باہر ذبح نہ کریں) **ف**: يُّعَظِّمْ کے ترجمہ میں پوری کی قید جس پر مقام و مادہ تعظیم بھی دال اس لئے ظاہر کی گئی کہ کچھ نا تمام لحاظ تو بدوں خوف کے بھی ہو سکتا ہے اور آیت اخیرہ کی تفسیر امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کے موافق کی گئی ہے **كذا ذكر فى الكتب الفقهية الهداية وغيرها والله اعلم۔**

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ وَمَنْ يُّعَظِّمْ الخ یہ دوامر پر دال ہے ایک یہ کہ اصل محل تقویٰ کا قلب ہے دوسرے یہ کہ معالم دین کی تعظیم (حد شرعی کے اندر) جس میں انبیاء و اولیاء کے آثار بھی داخل ہو گئے مشروع ہے ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قوله فى خير بهتر اشارة الى انه ليس المراد التفضيل كذا فى الروح ۱۲۔**

اللغات: تهوى به اى تسقط ۱۲ سحيق بعيد ۱۲ قوله شعائر فى الروح جمع شعيرة او شعارة بمعنى العلامة كالشعار واطلقت على البدن الهدايا كما قال ابن عباس لانها من معالم الحج او الدين قوله ثم محلها الى البيت فى الجلالين اى مكان حل نهريا عنده والمراد الحرم جمعيه آه۔

النحو: قوله هو خير راجع الى التعظيم المفهوم من الفعل قوله فانها على حذف المضاف اى تعظيمها قوله ذلك فى الروح اى الامر وهذا امثاله يطلق للفصل بين الكلامين او بين وجهى كلام واحد۔

البلاغۃ: قوله يتلى فى الروح لم يرد منه الاستقبال لسبق تلاوة آية التحريم وكان التعبير بالمضارع استحضارا للصورة الماضية لمزيد الاعتناء قلت وهذا هو الغالب الظاهر ويحتمل على بعد ان يكون على حقيقة وتكون آية التحريم نزلت بعدها قوله واحلت فى الروح والجملة معترضة مقررة لما قبلها من الامر بالاكل والاطعام ودافعة لما عسى يتوهم ان الاحرام يحرم ذلك كما يحرم الصيد قوله واجتنبوا قول الزور فى الروح ولم يعطف قوله الزور على الرجس بل اعاد العامل لمزيد الاعتناء قوله فتخطفه او تهوى فى ايثار المضارع مع العطف على الماضى كما فى الروح اشعار باستحضار تلك الحالة العجيبة فى مشاهد المخاطب تعجيبا له ۱۲۔

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ؕ فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسْلِمُوْا ؕ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ﴿۳۴﴾ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَاۤ اَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ ۙ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۳۶﴾ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ؕ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۷﴾

اور (جتنے اہل شرائع گزری ہیں ان میں سے) ہم نے ہر امت کے لئے قربانی کرنا اس غرض سے مقرر کیا تھا کہ وہ ان مخصوص چوپاؤں پر اللہ کا نام لیں جو اس نے ان کو عطا فرمائے تھے سو اس میں یہ بات نکل آئی کہ تمہارا معبود (حقیقی) ایک ہی خدا ہے تو تم ہمہ تن اسی کے ہو کر رہو (یعنی موحد خالص رہو) اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ (ایسے احکام الٰہیہ کے سامنے) گردن جھکا دینے والوں کو (جنت وغیرہ) کی خوشخبری سنا دیجئے جو ایسے ہیں کہ ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جو ان مصیبتوں پر کہ ان پر پڑتی ہیں صبر کرتے ہیں اور جو نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے (بقدر حکم اور توفیق کے) خرچ کرتے ہیں۔ اور قربانی کے اونٹ اور گائے (اور اسی طرح بھیڑ اور بکری کو بھی) ہم نے اللہ (کے دین) کی یادگار بنایا ہے ان جانوروں میں تمہارے (اور بھی) فائدے ہیں سو تم ان پر

کھڑے کر کے (ذبح کرتے وقت) اللہ کا نام لیا کرو پس جب وہ (کسی) کروٹ کے بل گر پڑیں (اور ٹھنڈے ہو جائیں) تو تم خود بھی کھاؤ اور بے سوال اور سوالی (محتاج) کو بھی کھانے کو دو (اور) ہم نے ان جانوروں کو اس طرح تمہارے زیر حکم کر دیا تا کہ تم (اس پر اللہ تعالیٰ کا) شکر کرو۔ اللہ کے پاس نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون لیکن اس کے پاس تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو تمہارا زیر حکم کر دیا تا کہ تم (اللہ کی راہ ان کو قربانی کر کے) اس بات پر اللہ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تم کو (اس طرح) قربانی کرنے کی توفیق دی اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اخلاص والوں کو خوشخبری سنا دیجئے۔ ۞

تفسیر: ایضاً تتمہ سابق ☆ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا (الی قولہ تعالی) وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِينَ ۞ اور (اوپر جو قربانی کا حرم میں ذبح کرنے کا حکم ہے اس سے کوئی یوں نہ سمجھے کہ مقصود اصلی تعظیم حرم کی ہے بلکہ اصل مقصود اللہ ہی کی تعظیم اور اس کے ساتھ تقرب اور مذبوح اور مذبح اس کا ایک آلہ اور ذریعہ ہے اور تخصیص بعض حکمتوں کی وجہ سے ہے اور اگر یہ تخصیصات مقصود اصلی ہوتیں تو کسی شریعت میں نہ بدلتیں مگر ان کا بدلتا رہنا ظاہر ہے البتہ تقرب الی اللہ جو اصل مقصود تھا وہ سب شرائع میں محفوظ رہا چنانچہ) ہم نے (جتنے اہل شرائع گزرے ہیں ان میں سے) ہر امت کے لئے قربانی کرنا اس غرض سے مقرر کیا تھا کہ وہ ان مخصوص چوپاؤں پر اللہ کا نام لیں جو اس نے ان کو عطا فرمایا تھا (پس اصل مقصود یہ نام لینا تھا) سو (اس سے یہ بات نکل آئی کہ) تمہارا معبود حقیقی ایک ہی خدا ہے (جس کے ساتھ اس کا ذکر کر کے سب کو تقرب کا حکم ہوتا رہا تو تم ہمہ تن اسی کے ہو کر رہو (یعنی موحد خالص رہو کسی مکان وغیرہ کو معظم بالذات سمجھنے سے ذرہ برابر شرک کا شائبہ اپنے عمل میں نہ ہونے دو) اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو لوگ ہماری اس تعلیم پر عمل کریں) آپ (ایسے احکام الٰہیہ کے سامنے) گردن جھکا دینے والوں کو (جنت وغیرہ کی) خوشخبری سنا دیجئے جو (اس توحید خالص کی برکت سے) ایسے ہیں کہ جب (ان کے سامنے) اللہ (کے احکام وصفات اور وعدو وعید) کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جو ان مصیبتوں پر کہ ان پر پڑتی ہیں صبر کرتے ہیں اور جو نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے بقدرِ حکم اور توفیق کے) خرچ کرتے ہیں (یعنی توحید خالص ایسی بابرکت چیز ہے کہ اس کی بدولت کمالات نفسانیہ وبدنیہ ومالیہ پیدا ہو جاتے ہیں) اور (اسی طرح اوپر جو وَمَن يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ الخ میں بعض انتفاعات کا ممنوع ہونا معلوم ہوا ہے اس سے بھی ان ضحایا کے معظم بالذات ہونے کا شبہ نہ کیا جاوے کیونکہ اس سے بھی اصل مقصود وہی اللہ تعالیٰ کی اور اس کے دین کی تعظیم ہے اور یہ تخصیصات اس کا ایک طریق ہے پس) قربانی کے اونٹ اور گائے کو (اور اسی طرح بکری بھیڑ کو بھی) ہم نے اللہ (کے دین) کی یادگار بنایا ہے (کہ اس کے متعلق احکام کے علم اور عمل سے اللہ کی عظمت اور دین کی وقعت ظاہر ہوتی ہے کہ اس کے نامزد چیز سے منتفع ہونے میں رائی مالک مجازی کی قابل اعتبار نہ رہے جس سے اس کی پوری عبدیت اور مالک حقیقی کی معبودیت ظاہر ہوتی ہے اور اس حکمت راجع الی تعظیم الدین کے علاوہ) ان جانوروں میں تمہارے (اور بھی) فائدے ہیں (مثلاً دنیوی فائدہ کھانا اور کھلانا اور اخروی فائدہ ثواب اور حکمت راجع الی صاحب الدین ہے) سو (جب اس میں یہ حکمتیں ہیں تو) تم ان پر کھڑے کر کے (ذبح کرنے کے وقت) اللہ کا نام لیا کرو (یہ صرف اونٹوں کے اعتبار سے فرمایا کہ ان کا اس طرح ذبح کرنا بوجہ آسانی ذبح وخروج روح کے بہتر ہے پس اس سے تو اخروی فائدہ یعنی ثواب حاصل ہوا اور نیز اللہ کی عظمت ظاہر ہوئی کہ اس کے نام پر ایک جان قربان ہوا جس سے اس کا خالق اور اس کا مخلوق ہونا ظاہر کر دیا گیا) پس جب وہ (کسی) کروٹ کے بل گر پڑیں (اور ٹھنڈے ہو جاویں) تو تم خود بھی کھاؤ اور بے سوال اور سوالی (محتاج) کو (جو کہ بائس فقیر کی دو قسمیں ہیں) بھی کھانے کو دو (کہ یہ دنیوی فائدہ بھی ہے اور) ہم نے ان جانوروں کو اس طرح تمہارے زیر حکم کر دیا (کہ تم باوجود تمہارے ضعف اور ان کی قوت کے اس طرح اس کے ذبح پر قادر ہو گئے) تا کہ تم (اس تسخیر پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرو (یہ حکمت مطلق ذبح میں ہے قطع نظر اس کی قربانی ہونے کے اور آگے ذبح کی تخصیصات کے مقصود بالذات نہ ہونے کو ایک عقلی قاعدے سے بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو ظاہر بات ہے کہ) اللہ تعالیٰ کے پاس نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون (اور مقصود بالذات شئی کا مقبول اور موصول ہونا لازم تھا پس انتفائے لازم سے ملزوم کا انتفاء ہو گیا) ولیکن اس کے پاس تمہارا تقویٰ (کہ نیت تقرب واخلاص اس کے شعبوں میں سے ہے البتہ) پہنچتا ہے (پس وہی تعظیم الٰہی کی مقصودیت ثابت ہوئی اور جیسے اوپر كَذَٰلِكَ سَخَّرْنَاهَا الخ میں تسخیر کی ایک عام حکمت یعنی قربانی ہونے کی خصوصیت سے قطع نظر کرنے کے اعتبار سے بیان ہوئی تھی آگے تسخیر کی ایک خاص حکمت یعنی بلحاظ خصوصیت مذکورہ کے ارشاد فرماتے ہیں کہ) اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو تمہارا زیر حکم کر دیا کہ تم (اللہ کی راہ میں ان کو قربانی کر کے) اس بات پر اللہ کی بڑائی (بیان) کرو کہ اس نے تم کو (اس طرح قربانی کرنے کی) توفیق دی (ورنہ اگر توفیق الٰہی رہبر نہ ہوتی تو یا تو ذبح ہی میں شبہات نکال کر اس عبادت سے محروم رہتے اور یا غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنے لگتے) اور (اے محمد ﷺ) اخلاص والوں کو خوشخبری سنا دیجئے (اس سے پہلے خوشخبری اخلاص کے شعبوں پر تھی یہ خاص اخلاص پر ہے)۔ **ف**: بدنہ کی تخصیص ذکر میں نفی جواز غیر بدنہ کے لئے نہیں ہے بلکہ اس لئے کہ وہ افضل ہے اور اس میں مذکورہ حکمتوں اور منفعتوں کا زیادہ ظہور ہے پھر صواف میں اونٹ کی تخصیص اس لئے کہ اس میں افضلیت اور ظہور منافع اور زیادہ ہے اور اونٹ کا اس ہیئت سے ذبح کرنا احسن اور اوفق بالسنۃ ہے کہ اس کا ایک ہاتھ دہنا یا بایاں باندھ دیا جاوے اور تین پاؤں پر کھڑا کر کے اس کو نحر کریں اور اگر ایسا نہ کیا

جاوے تب بھی درست ہے باقی مسائل اکل واطعام کے متعلق اوپر آیات کے ذیل میں مذکور ہو چکے ہیں واللہ اعلم۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا کی تفسیر ابن عرفہ نے کی ہے ای مذهبا من طاعة اور اس کے عموم میں اہل باطن کے مسالک کا باوجود اتحاد مقصود کے مختلف ہونا بھی داخل ہو گیا اور لیذکروا اسم میں اس اتحاد مقصود کی طرف اشارہ ہو گیا۔ قولہ تعالیٰ: فَكُلُوا مِنْهَا الخ امر کلوا اباحت کے لئے اور امر أَطْعِمُوا ندب کے لئے کہا گیا ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قربانی کے گوشت سے کھانے کا اہتمام فرمانا ظاہراً اس کے مندوب ہونے کی دلیل ہے اور راز اس میں یہ ہے کہ جو چیز حق تعالیٰ کی طرف منسوب ہے اس میں رغبت ظاہر کی جاوے تو اس بناء پر مباحات سے متمتع ہونا جب کہ اس میں ایسی ہی نیت ہو مطلوب ٹھہرا ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قوله قبل والبدن بعض انتفاعات ولا يضر اختلاف الشافعي في بعضها لان بعضها متفق عليه كالاجارة للركوب فانه ليس ذلك اتفاقا كما في الروح ۱۲۔

اللغات: قوله منسكا مصدر بمعنى الذبح واصله يعم كل عبادة ۱۲ مخبتين خاشعين كذا في القاموس البدن الابل اتفاقا والبقر ايضا عند الحنفية صواف من الصف اى مصطفة قوائمها الا للواحدة القانع من لا يسأل من قنع بالكسر قناعة او من يسأل من قنع بالفتح قنوعا المعتر اعتروا اعترى واحدا اعترض سائلا او غير سائل قولان۔

البلاغۃ: وجبت جنوبها كناية عن الموت ۱۲۔

إِنَّ اللَّهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُورٍ ﴿٣٨﴾ أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ﴿٣٩﴾ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا ۗ وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿٤٠﴾ الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ ۗ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ﴿٤١﴾

بلاشبہ اللہ تعالیٰ (ان مشرکین کے غلبہ وغیرہ کو) ایمان والوں سے عنقریب ہٹا دے گا بے شک اللہ تعالیٰ کسی دغا باز کفر کرنے والے کو نہیں چاہتا۔ (اب) لڑنے کی ان لوگوں کو اجازت دی گئی جن سے کافروں کی طرف سے لڑائی کی جاتی ہے اس وجہ سے کہ ان پر (بہت) ظلم کیا گیا ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کے غالب کر دینے پر پوری قدرت رکھتا ہے (آگے ان کی مظلومیت کا بیان ہے) جو اپنے گھروں سے بے وجہ نکالے گئے محض اتنی بات پر کہ وہ یوں کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ (ہمیشہ سے) لوگوں کا ایک کا دوسرے کے ہاتھ سے زور نہ گھٹواتا رہتا تو اپنے اپنے زمانوں میں نصاریٰ کے خلوت خانے اور عبادت خانے اور مسلمانوں کی وہ مسجدیں جن میں اللہ کا نام بکثرت لیا جاتا ہے سب منہدم ہو گئے ہوتے اور بے شک اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے گا جو اللہ (کے دین) کی مدد کرے گا بے شک اللہ تعالیٰ قوت والا (اور) غلبہ والا ہے (وہ جس کو چاہے قوت وغلبہ دے سکتا ہے)۔ یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو دنیا میں حکومت دے دیں تو یہ لوگ (خود بھی) نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور (دوسروں کو بھی) نیک کاموں کے کرنے کو کہیں اور برے کاموں سے منع کریں اور سب کاموں کا انجام تو خدا ہی کے اختیار میں ہے۔

تفسیر ربط: اوپر احکام حج کے ذکر سے بقرینہ مقام مزید تشنیع کفار مانعین عن المسجد الحرام کی مقصود معلوم ہوتی ہے جیسا کہ تمہید آیات: ان الذين كفروا و يصدون ...... میں اس کی تقریر گزر چکی ہے ایسے موقع پر کہ جب غلبہ کفار مانعین کا یہ احکام سن کر مسلمان کو خیال ہو سکتا ہے کہ ہم کو حالت موجودہ میں ان احکام پر کہاں عمل نصیب ہوگا وہاں تک رسائی تو ہے ہی نہیں اس لئے آگے مسلمانوں سے بطور پیشین گوئی کے ایک تسلی آمیز وعدہ فرماتے ہیں جس میں کفار کو ایک وعید بھی ہے۔

وعدہ نصرت مؤمنین و وعید خذلان مشرکین ☆ إِنَّ اللَّهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُورٍ ﴿٣٨﴾ بلاشبہ اللہ تعالیٰ (ان مشرکین کے غلبہ اور ایذاء رسانی کی قدرت کو) ایمان والوں سے (عنقریب) ہٹا دے گا (کہ پھر حج وغیرہ سے روک ہی نہ سکیں گے) بیشک اللہ تعالیٰ کسی دغا باز کفر کرنے والے کو نہیں چاہتا (بلکہ ایسے سے ناراض ہے اس لئے انجام کار ان کو مغلوب اور مؤمنین مخلصین کو غالب کر دے گا)

فائدہ: اس نصرت کا طریق آئندہ آیت میں مذکور ہے۔

ربط : اوپر نصرت مؤمنین کا وعدہ تھا آگے اس نصرت کے طریق کا بیان ہے جس میں جہاد کی اجازت اور اس پر نصرت کا وعدہ مذکور ہے اور ہر چند کہ آیت آئندہ واقعہ حدیبیہ سے مقدم ہے کیونکہ یہ آیت جہاد کی آیات میں سب سے اول ہے کما رواہ الحاکم فی المستدرک عن ابن عباس کذا فی الروح اور واقعہ حدیبیہ بعد چند غزوات کے ہوا ہے لیکن تلاوت کی ترتیب میں جو کہ توقیفی ہے اس آیت کا یہاں ہونا ارتباط مذکور کو مقتضی ہے تقریر ارتباط کی یہ ہوگی کہ اس نصرت کا طریق یہ ہے کہ اذن بالجہاد ہو ہی چکا ہے جس پر نصرت موعود ہے پس جب اس کا وقت آوے گا اسی جہاد سے تم ان پر غالب آ جاؤ گے اور نصرت کی اس فرد کا بھی ظہور ہو جاوے گا۔ اور اس کے ساتھ جہاد کی علت اور حکمت اور اخلاص فی الجہاد کی غلبہ پر بشارت اور موعودلہم کی فضیلت کے بھی مضامین ہیں۔

اذن جہاد مع مضامین متعلقہ آں ☆ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا (الی قولہ تعالی) وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۝ (گواب تک بمصالح کفار سے لڑنے کی ممانعت تھی لیکن اب) لڑنے کی ان لوگوں کو اجازت دے دی گئی جن سے (کافروں کی طرف سے) لڑائی کی جاتی ہے اس وجہ سے کہ ان پر (بہت ظلم کیا گیا ہے (یہ علت ہے مشروعیت جہاد کی) اور (اس حالت اذن میں مسلمانوں کی قلت اور کفار کی کثرت پر نظر نہ کرنا چاہئے کیونکہ) بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کے غالب کر دینے پر پوری قدرت رکھتا ہے (آگے ان کی مظلومیت کا بیان ہے کہ) جو (بیچارے) اپنے گھروں سے بے وجہ نکالے گئے محض اتنی بات پر کہ وہ یوں کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے (یعنی توحید پر کفار کا یہ تمام تر غیظ وغضب تھا کہ ان کو اس قدر پریشان کیا کہ وطن چھوڑنا پڑا آگے جہاد کی حکمت ہے) اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ (ہمیشہ سے) لوگوں کا ایک دوسرے (کے ہاتھ) سے زور نہ گھٹواتا رہتا (یعنی اہل حق کو اہل باطل پر وقتاً فوقتاً غالب نہ کرتا رہتا) تو (اپنے اپنے زمانوں میں) نصاریٰ کے خلوت خانے اور یہود کے عبادت خانے اور (مسلمانوں کی) وہ مسجدیں جس میں اللہ کا نام بکثرت لیا جاتا ہے سب منہدم (اور منعدم) ہو گئے ہوتے (آگے اخلاص فی الجہاد پر غلبہ کی بشارت ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے گا جو کہ اللہ (کے دین) کی مدد کرے گا (یعنی اس کے لڑنے میں خالص نیت اعلائے کلمۃ اللہ کی ہو) بیشک اللہ تعالیٰ قوت والا (اور) غلبہ والا ہے (وہ جس کو چاہے قوت وغلبہ دے سکتا ہے آگے مبشر لھم کی فضیلت ہے) یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو دنیا میں حکومت دے دیں تو یہ لوگ خود بھی نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور (دوسروں) کو بھی نیک کاموں کے کرنے کو کہیں اور برے کاموں سے منع کریں اور سب کاموں کا انجام تو خدا ہی کے اختیار میں ہے (پس مسلمانوں کی موجودہ حالت دیکھ کر یہ کیونکر کوئی کہہ سکتا ہے کہ انجام بھی ان کا یہی رہے گا بلکہ ممکن ہے کہ اس کا عکس ہو جاوے چنانچہ ہوا)۔ **ف** : بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا کی علت ہونے سے کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ جو کفار ظالم نہ ہوں مگر اسلام کے زیر فرمان بھی نہ ہوں وہ محل قتال نہیں ہیں اصل یہ ہے کہ اس علت میں انحصار کی کوئی دلیل نہیں بلکہ یکون الدین للہ کو غایت قرار دینے سے دوسری علت یہ بھی معلوم ہوئی کہ کوئی کافر زیر فرمان اسلام نہ ہو اور راز اس میں یہ ہے کہ یہ صورت پھر کسی وقت اہل حق پر ظلم کرنے تک منجر ہو جاوے گی پس جس طرح مظلومیت بالفعل علت ہے اسی طرح مظلومیت بالقوۃ القریبہ بھی اور لَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ کے حکمت ہونے سے کوئی شبہ نہ کرے کہ گاہ گاہ اہل حق بھی مغلوب ہوتے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ اتنا غلبہ جس میں حق محو نہ ہو جاوے مقصود بالحکمت ہے سو یہ حاصل رہا ہے اور لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ الخ سے کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ یہ سب متعبدات اب بھی حق تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہیں۔ اصل یہ ہے کہ اپنے اپنے زمانہ مشروعیت ومقصودیت ملت ہیں ان کی مطلوبیت مقصود ہے جیسا ترجمہ سے ظاہر ہے اور لَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ الخ سے کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ بعض اوقات ناصران حق بھی مغلوب ہوتے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ بعد الٹ پلٹ ہونے کے بشرط ثبات انجام میں غلبہ ناصران حق ہی کو ہوتا ہے جیسا حدیث صحیح میں بھی ہے جس میں ہرقل کی حکایت مذکور ہے اور للہ عاقبۃ الامور میں بھی اس طرف لطیف اشارہ ہے اور اعتبار ہر کام میں انجام ہی کا ہے جیسا دوران علاج مریض کی مختلف حالتیں ہوتی ہیں مگر انجام اگر صحت ہے تو علاج کو نافع کہیں گے اور اخیر آیت سے جس میں قضیہ شرطیہ ہے صحابہ کی فضیلت اور خلفائے راشدین کی حقیت ثابت ہوتی ہے کیونکہ اس شرطیہ کا مقدم اخبار متواترہ سے ثابت الوقوع ہے اور اس کا مستلزم ہونا تالی کے لئے نص قطعی سے ثابت التحقیق ہے پس ان حضرات کا کامل مکمل ہونا ثابت ہو گیا اب اس پر یہ شبہ نہ رہا کہ صدق شرطیہ مقتضی وقوع مقدم کو نہیں ہوتا اور نصاریٰ کے دو معبود کا اس لئے ذکر کیا کہ ان میں درویشی کی بھی رسم جاری تھی پس ان کا خاص خلوت کا عبادت خانہ صومعہ ہے اور عام عبادت خانہ جس کو گرجا گھر کہتے ہیں بیعہ ہے فقط۔

ترجمہ مسائل السلوک : قولہ تعالیٰ : اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ اس میں حق تعالیٰ کی عادت کا بیان ہے کہ وہ اپنے مقبولین کے لئے انتقام لیتے ہیں قولہ تعالیٰ : وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ الخ اگر آیت میں زمانہ ان کے غیر منسوخ ہونے کا ہو تب تو تشریعی حکمتوں پر دال ہے اور اگر ان کے منسوخ ہونے کے زمانہ کو بھی عام ہو (بجز مساجد کے) تو تکوینی حکمتوں پر دال ہے پس احکام تکوینیہ بھی مثل تشریعیہ کے مطلوب ہوں گے دوسری آیت میں بھی اس کی تصریح ہے قولہ تعالیٰ : يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا [البقرۃ : ۲۶] قولہ تعالیٰ : اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ الخ روح میں ہے کہ اس میں اشارہ ہے اہل تمکین کے حال کی طرف کہ وہ ہادی مہدی ہیں ان کے یہاں شطحیات نہیں اور ان کے کلمات سے کوئی گمراہ نہیں ہوتا۔

ملحقات الترجمۃ: ۱۔ **قوله فی اذن** اب لڑنے کی اشارۃ الی ان التقدیر اذن فی القتال وحذف اعتمادا علی القرینۃ ۱۲۔ ۲۔ **قوله فی مساجد** وہ اشارۃ الی ان قوله یذکر صفۃ لمساجد وکونها صفۃ للجمیع وان لم یرد علیه دارو لاختلاف الازمنۃ الا ان صیغۃ المضارع یناسب ما اخترناه والله اعلم۔

اختلاف القراءۃ: فی قراءۃ یقاتلون مبنیا للفاعل ای الذین یریدون للقتال ویحرصون علیه ۱۲۔

اللغات: صوامع معبد للرهبان البیع مصلی للنصارٰی الصلوٰت مصلی الیهود ۱۲۔

النحو: الذین اخرجوا بدل من الذین یقاتلون ۱۲۔ الذین ان مکنّٰهم بدل من الذین اخرجوا ۱۲۔

البلاغۃ: یدافع صیغۃ المفاعلۃ للمبالغۃ ای یبالغ فی الدفع مبالغۃ من یغالب فیه کذا فی الروح ۱۲ قوله ظلموا لم یذکر الظالم تصریحا لمزید السخط تحاشیا عن ذکره قوله صوامع الخ فی الروح تاخیر ذکر المساجد لان الترتیب الوجودی کذلك ولعل تاخیر صلوات عن بیع مع مخالفۃ الترتیب للمناسبۃ بینها بین المساجد کذا قیل (ای لان کلا من الشریعتین مستقل) وقیل انما جئ بهذه المتعبدات علی هذا النسق للانتقال من شریف الی اشرف فان البیع اشرف من الصوامع لکثرۃ العباد فیها فانها معبد المرهبان وغیرهم والصوامع معبد للرهبان فقط وکنائس الیهود اشرف من البیع لان حدوثها اقدم وزمان العبادۃ فیها اطول والمساجد اشرف من الجمیع لان الله تعالٰی قد عبد فیها بما لم یعبد به فی غیرها آه ۱۲۔

وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ ﴿۴۲﴾ وَقَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ وَقَوْمُ لُوْطٍ ﴿۴۳﴾ وَّاَصْحٰبُ مَدْيَنَ ۚ وَكُذِّبَ مُوْسٰى فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۴۴﴾ فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ ﴿۴۵﴾ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَاۤ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ﴿۴۶﴾ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ۭ وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴿۴۷﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا ۚ وَاِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿۴۸﴾ قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَاۤ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۴۹﴾ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۵۰﴾ وَالَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْۤ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۵۱﴾

ع ۶ / ۱۳

اور یہ لوگ اگر آپ کی تکذیب کرتے ہیں تو آپ مغموم نہ ہوجائیے کیونکہ ان لوگوں سے پہلے قوم نوح علیہ السلام اور عاد اور ثمود علیہ السلام اور قوم ابراہیم علیہ السلام اور قوم لوط اور اہل مدین بھی (اپنے اپنے انبیاء علیہم السلام کی) تکذیب کر چکے ہیں اور موسیٰ علیہ السلام کو بھی (قبط کی طرف سے) کاذب قرار دیا گیا سو (تکذیب کے بعد) میں نے ان کافروں کو (چندے) مہلت دی پھر میں نے (ان کو عذاب میں پکڑ لیا سو دیکھو) میرا عذاب کیسا ہوا غرض کتنی بستیاں ہیں جن کو ہم نے (عذاب سے) ہلاک کیا جن کی حالت یہ تھی کہ وہ نافرمانی کرتی تھیں سو (اب ان کی یہ کیفیت ہے کہ) وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی ہیں اور (اسی طرح ان بستیوں میں) بہت سے بے کار کنوئیں اور بہت سے قلعی چونے کے محل سو کیا یہ (منکر) لوگ ملک میں چلے پھرے نہیں جس سے ان کے دل ایسے ہوجاویں کہ ان سے سمجھنے لگیں یا ان کے کان ایسے ہوجاویں جن سے سننے لگیں بات یہ ہے کہ (نہ سمجھنے والوں کی کچھ) آنکھیں اندھی نہیں ہوجایا کرتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں وہ اندھے ہوجایا کرتے ہیں اور یہ لوگ نبوت میں شبہ نکالنے کے لئے ایسے عذاب کا تقاضہ کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ خلاف نہ کرے گا اور آپ کے رب کے پاس کا ایک دن (یعنی قیامت کا دن امتداد میں یا اشتباہ میں) برابر ایک ہزار سال کے ہے تم لوگوں کے شمار کے موافق بہت سی بستیاں ہیں جن کو میں نے (ان کی طرح) مہلت دی تھی اور وہ (ان ہی کی طرح) نافرمانی کرتی تھیں پھر میں نے ان کو (عذاب میں) پکڑ لیا اور سب کو میری ہی طرف لوٹنا ہے (اور) آپ (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ اے لوگوں میں تو صرف تمہارے لئے ایک ڈرانے والا ہوں سو جو لوگ (اس ڈر کو سن کر) ایمان لے آئے اور اچھے کام کرنے لگے ان کے لئے مغفرت اور عزت کی روزی (یعنی جنت) ہے اور جو لوگ ہماری آیتوں کے متعلق (ان کے ابطال کی) کوشش کرتے رہتے ہیں نبی کو اور اہل ایمان کو ہرانے کے لئے ایسے لوگ دوزخ میں رہنے والے ہیں۔

تفسیر ربط: اوپر اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَیَصُدُّوْنَ الخ [الحج: ۲۵] کا ارتباط آیت: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ الخ سے مذکور ہوا ہے اور اسی سلسلے سے یہاں تک مضمون چلا آیا ہے چونکہ جدال سے مقصود کفار کا آپ کی تکذیب تھی جو موجب حزن نبی تھی اس لئے آگے اس پر آپ کی تسلی فرماتے ہیں اور چونکہ ذکر جدال میں مجادل کو عَذَابِ السَّعِیْرِ [الحج: ٤] وَعَذَابُ الْحَرِیْقِ [البروج: ۱۰] کی وعید فرمائی گئی تھی اور کفار اس عذاب کی عدم تعجیل کو دلیل اپنے حق پر ہونے کی اور نعوذ باللہ دعویٰ نبوت میں آپ کے ناحق پر ہونے کی ٹھہراتے تھے اس لئے تسلی کے بعد ان شبہات کا بھی جواب ہے۔

تسلیہ رسول و جواب شبہات کفار جہول: وَاِنْ یُّکَذِّبُوْکَ فَقَدْ کَذَّبَتْ قَبْلَھُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ (الی قولہ تعالی) اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ اور یہ (مجادل) لوگ اگر (در باب نبوت کے) آپ کی تکذیب کرتے ہوں تو (آپ مغموم نہ ہو جایئے کیونکہ) ان لوگوں سے پہلے قوم نوح اور عاد اور ثمود اور قوم ابراہیم اور قوم لوط اور اہل مدین بھی (اپنے اپنے انبیاء علیہم السلام کی) تکذیب کر چکے ہیں اور موسیٰ (علیہ السلام) کو بھی (قبط کی طرف سے) کاذب قرار دیا گیا (سو تکذیب کے بعد) میں نے (ان) کافروں کو (جنہوں نے تکذیب کی تھی چندے) مہلت دی (جیسے ان کو مہلت دے رکھی ہے) پھر میں نے ان کو (عذاب میں) پکڑ لیا سو (دیکھو) میرا عذاب کیسا ہوا۔ غرض کتنی بستیاں ہیں جن کو ہم نے (عذاب سے) ہلاک کیا جن کی یہ حالت تھی کہ وہ نافرمانی کرتی تھیں سو (اب ان کی یہ کیفیت ہے کہ) وہ اپنی چھتوں پر گر پڑی ہیں (مراد یہ کہ ویران ہیں کیونکہ عادۃً اول چھت گرتی ہے پھر اس پر دیواریں آ پڑتی ہیں) اور (اس طرح ان بستیوں میں) بہت سے بیکار کنوئیں (جو پہلے آباد تھے) اور بہت سے قلعی چونے کے محل (جو اب شکستہ ہو گئے یہ سب ان بستیوں کے ساتھ تباہ ہوئے پس اس طرح وقت موعود پر یہ لوگ معذب ہوں گے) سو کیا یہ (منکر) لوگ ملک میں چلے پھرے نہیں جس سے ان کے دل ایسے ہو جاویں کہ اس سے سمجھنے لگیں یا ان کے کان ایسے ہو جاویں جس سے سننے لگیں بات یہ ہے کہ (نہ سمجھنے والوں کی کچھ) آنکھیں اندھی نہیں ہو جایا کرتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں وہ اندھے ہیں وہ اندھے ہو جایا کرتے ہیں (سو ان کے بھی وہی دل اندھے ہو رہے ہیں ورنہ امم مذکورہ کی حالت سے سمجھ لیتے کہ فی الواقع کفر ناپسندیدہ حق ہے جب تو اس پر عذاب آیا) اور یہ لوگ (نبوت میں شبہ نکالنے کے لئے) آپ سے عذاب کا تقاضا کرتے ہیں (اور جلدی نہ آنے سے استدلال عدم وقوع پر کرتے ہیں) حالانکہ اللہ تعالیٰ کبھی اپنا وعدہ خلاف نہ کرے گا (یعنی وعدہ کے وقت ضرور عذاب واقع ہو گا پس وہ استدلال غلط ہے) اور آپ کے رب کے پاس ایک دن (جس میں عذاب واقع ہو گا یعنی قیامت کا دن امتداد میں یا اشتداد میں) برابر ایک ہزار سال کے ہے تم لوگوں کے شمار کے موافق (سو عجب بیوقوف ہیں کہ ایسی مصیبت کا تقاضا کرتے ہیں) اور (خلاصہ جواب مذکور کا مکرر سن لو کہ) بہت سی بستیاں ہیں جن کو میں نے (ان کی طرح) مہلت دی تھی اور وہ (ان ہی کی طرح نافرمانی (کی باتیں) کرتی تھیں (یعنی وہ بھی استعجال و استہزاء کرتے تھے) پھر میں نے ان کو (عذاب میں) پکڑ لیا اور سب کو میری ہی طرف لوٹنا ہو گا (اس وقت کفر کی پوری سزا ہو گی اور) آپ (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ اے لوگو (اس عذاب مذکور کے واقع کرنے میں میرا کوئی دخل و اختیار نہیں ہے نہ کبھی میں نے اس کا دعویٰ کیا تاکہ عدم ایقاع سے میری تکذیب کی جاوے) میں تو صرف تمہارے لئے آشکارا ڈرانے والا ہوں سو جو لوگ (اس ڈر کو سن کر) ایمان لے آئے اور اچھے کام کرنے لگے ان کے لئے مغفرت اور عزت کی روزی (یعنی جنت) ہے اور جو لوگ ہماری آیتوں کے متعلق (ان کے ابطال کی) کوشش کرتے رہتے ہیں (نبی کو اور اہل ایمان کو) ہرانے کے لئے ایسے لوگ دوزخ (میں رہنے) والے ہیں (پس یہ میرا دعویٰ ہے اور اس پر دلیلیں رکھتا ہوں اور عذاب سے ڈرانا میرا فرض منصبی ہے جس کا وقوع بھی وقت پر باختیار خداوندی ہو گا اس سے میرا کوئی تعلق نہیں جو مجھ سے درخواست کیا کرتے ہو) **ف**: یوم قیامت کے طول خاص کی بناء میں عقلاً دو احتمال ذکر کئے گئے ہیں امتداد اشتداد مگر حدیث سے احتمال اول متعین معلوم ہوتا ہے یعنی اس کا واقعی امتداد ایک ہزار سال کا ہو گا وہ حدیث یہ ہے: **عن سعد بن ابی وقاصؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انی لارجو ان لا تعجزا متی عند ربھا ان یؤخرھم نصف یوم قیل لسعد و کم نصف یوم قال خمسمائۃ سنۃ** رواہ ابوداؤد (مشکوٰۃ باب قرب الساعۃ) اور سورۂ معارج میں جو اس کی مقدار خمسین الف سنۃ فرمائی گئی ہے سو وہ بھی واقع مقدار اس طرح ہو سکتی ہے کہ یہ تفاوت باعتبار اختلاف آفاق کے ہو جس طرح اب معدل النہار کی حرکت کہیں دولابی ہے کہیں حمائلی کہیں رحوی اور اس وجہ سے خط استواء پر ایک یوم بلیلہ چوبیس گھنٹہ کا ہوتا ہے اور عرض تعین پر ایک سال کا اور ان دونوں کے درمیان مختلف مقادیر پر متفاوت ہوتا چلا جاتا ہے اسی طرح ممکن ہے کہ اول شمس کی حرکت جو معدل کے ساتھ ہے بطور خرق عادت کے اس قدر بطی ہو کہ ایک افق پر ایک ہزار سال کا یوم ہو اور جو افق اس سے پچاس حصہ ہٹا ہوا ہو اس پر پچاس ہزار برس کا ہو اور درمیان میں اسی نسبت سے متفاوت ہو آیتوں میں صرف اقل و اکثر بتلا دیا گیا ہو اور اوسط کو مقائسہ پر چھوڑ دیا گیا ہو اور جن آفاق کو بحاس حصہ سے زیادہ تفاوت ہو ممکن ہے کہ وہ اہل محشر سے خالی ہوں۔ واللہ اعلم۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: فَاِنَّھَا لَا تَعْمَی الْاَبْصَارُ الخ اس میں قلوب کے لئے ابصار و اسماع کا اثبات ہے ۱۲۔

الکلام: **قولہ لن یخلف دل علی امتناع الخلف و اما وعیدات سائر العصاۃ فالنشائات او اخبارات عن استحقاقھم لا عن ایقاعہ او**

هی اخبارات عن ایقاعه مشروطة بعدم العفو وترك التصریح بالشرط الزیادة الترتیب بدلیل الجمع بین الآیات كذا قالوا قلت والمرضی عندی هو الاخیر ۱۲۔

اللغات: مشید مرفوع او مبنی بالشید بالكسر ای الجص ۱۲۔

النحو: قوله كذبت الحق بالفعل تاء التانیث لان الفاعل وهو قوم وهو قوم اسم جمع یجوز تذكره و تانیثه ۱۲ قوله وبئر وقصر معطوف علی قریة ای اهلكنا هما۔

البلاغة: قوله عاد و ثمود فی الروح استغنی فی عاد وثمود عن ذكر القوم لاشتهارهم بهذا الاسم والاصل فی التعبیر العلم ولا علم بغیر هؤلاء ولم یقل وقوم شعیب لان قومه المكذبین هم هؤلاء دون اهل الایكة لانهم اجنبیون والتخصیص لان التسلیة عن تكذیب قومه وقال كذب موسیٰ مبنیا للمفعول لان المكذبین هم القبط ولبسوا قومه ولم یقل والقبط بل اعید الفعل الایذان بان تكذیبهم فی غایة الشناعة لكون آیاته فی كمال الوضوح ۱۲۔ قوله وبئر معطلة لعل وصفها بالوصف الذی آلت الیه للتنبیه علی ان هلاكها لم یكن مثل هلاك القریة والقصر لان هلاكها كان بالتعطل بخلاف اهل القریة والقصر فان هلاكهما بالانعدام والانهدام فتفكر قوله فی الصدور وصف القلوب به علی ما قال الزمخشری لانه قد تعورف ان العمی مكانه البصر فلما ارید اثبات ما هو خلاف المعتقد احتاج هذا التصویر الی زیادة تعیین لیتقرر ان مكان العمی هو القلوب لا الابصار كما تقول لیس المضاء اللسیف ولكنه للسانك الذی بین فیك وهو فی حكم قولك ما نفیت المضاء عن السیف واثبته للسانك فلتة ولا سهوًا منی تعمدت به ایاه تعمدًا كذا فی الروح ۱۲۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۲﴾ لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۵۳﴾ وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۴﴾ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً اَوْ يَاْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ ﴿۵۵﴾ اَلْمُلْكُ يَوْمَىِٕذٍ لِّلّٰهِ ۭ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۵۶﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۵۷﴾ ع ۷ ۹ ۱۴

اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ کے قبل کوئی رسول اور کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس کو یہ قصہ پیش نہ آیا ہو کہ جب اس نے (اللہ تعالیٰ کے احکام میں سے) کچھ پڑھا (تب ہی) اس کے پڑھنے میں (کفار) کے قلوب میں شبہ ڈالا پھر اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے شبہات کے (جوابات قاطعہ سے) نیست و نابود کر دیتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اپنی آیات کے مضامین کو زیادہ مضبوط کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ خوب علم والا خوب حکمت والا ہے اور یہ سارا قصہ اس لئے کیا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے شبہات کو ایسے لوگوں کے لئے آزمائش (کا ذریعہ) بنا دے جن کے دل میں (شک) کا مرض ہے اور جن کے دل (بالکل ہی) سخت ہیں اور واقعی (یہ) ظالم لوگ بڑی مخالفت میں ہیں اور تا کہ جن لوگوں کو فہم (صحیح) عطا ہوا ہے وہ (ان اجوبہ اور نور ہدایت سے) اس امر کا زیادہ یقین کرلیں کہ یہ (جو نبی نے پڑھا ہے وہ) آپ کے رب کی طرف سے حق ہے سو ایمان پر زیادہ قائم ہو جائیں پھر اسی طرف ان کے دل اور بھی جھک جاویں اور واقعی ان ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ ہی راہ راست دکھلاتا ہے۔ اور (رہ گئے) کافر لوگ (سو وہ) ہمیشہ اس (پڑھے ہوئے حکم) کی طرف سے شک ہی میں رہیں گے یہاں تک کہ ان پر دفعۃً قیامت آ جائے یا ان پر کسی بے برکت دن کا (کہ قیامت کا دن ہے) عذاب آ پہنچے بادشاہی اس روز اللہ تعالیٰ ہی کی ہوگی وہ ان سب (مذکورین) کے درمیان (عمل) فیصلہ فرما دیگا سو جو لوگ ایمان لائے ہونگے اور اچھے کام کئے ہوں گے وہ چین کے باغوں میں ہوں گے اور جنہوں نے کفر کیا ہوگا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہوگا تو ان کے لئے ذلت کا عذاب ہوگا (وہ فیصلہ یہ ہوگا)۔

تفسیر ربط: اوپر شیاطین الانس کے مراد جدال و سعی فی ابطال الآیات کے مقابلہ میں منجانب اللہ نصرت حق و اہل کا وقوع مذکور تھا آگے شیاطین الجن کے

اغواء واضلال ووسوسہ فی الآیات کے مقابلہ میں جو کہ جدال مذکور کا اصل منشاء ہے حق کی نصرت کا وقوع اور اس کید کا مدفع ہونا اور اس کے ذیل میں حق کے قبول کرنے والوں کی جزا اور نہ قبول کرنے والوں کی سزا مذکور ہے۔

افنائے باطل وابقاء حق وجزا وسزائے اہل ہر دو ☆ وَ مَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ (الی قولہ) فَاُولٰٓئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ مُّهِيۡنٌ اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ لوگ جو شیاطین کے اغواء سے آپ سے مجادلہ کرتے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں بلکہ (ہم نے آپ کے قبل کوئی رسول اور کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس کو یہ قصہ پیش نہ آیا ہو کہ جب اس نے (اللہ تعالیٰ کے احکام میں سے) کچھ پڑھا (تب ہی) شیطان نے اس کے پڑھنے میں (کفار کے قلوب میں) شبہ (اور اعتراض) ڈالا (اور کفار انہی شبہات اور اعتراضات کو پیش کر کے انبیاء سے مجادلہ کیا کرتے جیسا دوسری آیات میں ارشاد ہے: وَكَذٰلِكَ جَعَلۡنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيۡنَ الۡاِنۡسِ وَالۡجِنِّ يُوۡحِيۡ بَعۡضُهُمۡ اِلٰى بَعۡضٍ زُخۡرُفَ الۡقَوۡلِ غُرُوۡرًا [الأنعام: ۱۱۳] وَاِنَّ الشَّيٰطِيۡنَ لَيُوۡحُوۡنَ اِلٰٓى اَوۡلِيٰٓـئِهِمۡ لِيُجَادِلُوۡكُمۡ [الأنعام: ۱۲۲]) پھر اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے شبہات کو (جوابات قاطعہ ودلائل ساطعہ سے) نیست ونابود کر دیتا ہے (جیسا کہ ظاہر ہے کہ جواب صحیح کے بعد اعتراض دفع ہو جاتا ہے) پھر اللہ تعالیٰ اپنی آیات (کے مضامین) کو زیادہ مضبوط کر دیتا ہے (گو وہ فی نفسہا بھی مستحکم تھیں لیکن اعتراضات کے جوابات سے اس استحکام کا زیادہ ظہور ہو گیا) اور اللہ تعالیٰ (ان اعتراضات کے متعلق خوب) علم والا ہے (اور ان کے جواب کی تعلیم میں) خوب حکمت والا ہے (اور یہ سارا قصہ اس لئے کیا ہے) تا کہ اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے شبہات کو ایسے لوگوں کے لئے آزمائش (کا ذریعہ) بنا دے جن کے دل میں (شک کا) مرض ہے اور جن کے دل بالکل ہی) سخت ہیں (کہ وہ شک سے بڑھ کر باطل کا جزم کئے ہوئے ہیں سو ان کی آزمائش ہوتی ہے کہ دیکھیں بعد جواب کے اب بھی شبہات کا اتباع کرتے ہیں یا جواب کو سمجھ کر حق کو قبول کرتے ہیں) اور واقعی (یہ) ظالم لوگ (یعنی اہل شک بھی اور اہل جزم بالباطل بھی) بڑی مخالفت میں ہیں (کہ حق کو باوجود وضوح کے محض عناد کے سبب قبول نہیں کرتے شیطان کو وسوسہ ڈالنے کا تصرف تو اس لئے دیا گیا تھا کہ آزمائش ہو) اور (ان شبہات کا اجوبہ صحیحہ ونور ہدایت سے ابطال اس لئے ہوتا ہے) تا کہ جن لوگوں کو فہم (صحیح) عطا ہوا ہے وہ (ان اجوبہ ونور ہدایت سے) اس امر کا زیادہ یقین کر لیں کہ یہ (جو نبی نے پڑھا ہے وہ) آپ کے رب کی طرف سے حق ہے سو ایمان پر زیادہ قائم ہو جاویں پھر (زیادہ یقین کی برکت سے) اس (پر عمل کرنے) کی طرف ان کے دل اور بھی جھک جاویں اور واقعی ان ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ ہی راہ راست دکھلاتا ہے (پھر کیونکر ان کو ہدایت نہ ہو یہ تو ایمان والوں کی کیفیت ہوئی) اور (رہ گئے) کافر لوگ (سو وہ) ہمیشہ اس (پڑھے ہوئے حکم) کی طرف سے شک ہی میں رہیں گے (جو ان کے دل میں شیطان نے ڈالا تھا) یہاں تک کہ ان پر دفعۃً قیامت آ جاوے (جس کی ہول ہی کافی ہے گو عذاب بھی نہ ہوتا) یا (اس سے بڑھ کر یہ کہ) ان پر کسی نے برکت دن کا (کہ قیامت کا دن ہے) عذاب آ پہنچے (اور دونوں کا جمع[۱] ہونا جو کہ واقع میں ہوگا اور بھی اشد مصیبت ہے مطلب یہ کہ یہ بدوں مشاہدہ عذاب کفر سے باز نہ آویں گے مگر اس وقت نافع نہ ہوگا) بادشاہی (اس روز اللہ ہی کی ہوگی وہ ان سب (مذکورین) کے درمیان (عملی فیصلہ فرماوے گا) سو جو لوگ ایمان لائے ہوں گے اور اچھے کام کئے ہوں گے وہ چین کے باغوں میں ہوں گے اور جنہوں نے کفر کیا ہوگا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہوگا تو ان کے لئے ذلت کا عذاب ہوگا (وہ فیصلہ یہ ہوگا) **ف**: رسول اور نبی کے معانی کی تحقیق سورۂ مریم آیات: وَاذۡكُرۡ فِى الۡكِتٰبِ مُوۡسٰٓى [مریم: ۵۱] الخ کی تفسیر میں گزر چکی ہے اور بعض کتب میں ان آیتوں کے متعلق ایک قصہ لکھا ہے جس میں تلك الغرانيق آیا ہے وہ حسب نقل روح بتصریح بیہقی وقاضی عیاض ومحمد بن اسحاق وشیخ ابو المنصور ماتریدی غیر ثابت بے سند موضوع زنادقہ ہے اور جنہوں نے اس کی صحت کا حکم کیا ہے وہ درجہ میں نقاۃ کے برابر نہیں اور علی سبیل الفرض اگر ثابت بھی ہوتا ہم موقوف علیہ تفسیر آیت کا نہیں اور خود واجب التاویل ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: فَيَنۡسَخُ اللّٰهُ مَا الخ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ کی عادت جاری ہے کہ وساوس شیطانی خود بخود مضمحل ہو جاتے ہیں اس کے لئے مستقل تدبیر کی ضرورت نہیں اور یہی بعینہٖ قول ہے محققین اہل ترتیب کا ۱۲ قولہ تعالیٰ: فَاُولٰٓئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ الخ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ عذاب حقیقی خدا تعالیٰ کے نزدیک مطرود ومہان ہو جانا ہے گو ظاہر میں نعیم میں ہو اور یہی معنی ہیں عارف شیرازی کے اس قول کے ؎

حدیث ہول قیامت کہ گفت واعظ شہر ☆ کنایتے ست کہ از روزگار ہجران گفت

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله في او ياتيهم جمع ہونا اشارة الى ان او لمنع الخلو ۱۲۔

روایات: فى الدر اخرج ابن ابى حاتم عن مجاهد يوم عقيم قال يوم القيٰمة وروى الطبرى عن قتادة هو يوم بدر ذكره عن ابى بن كعب ۱۲۔

اللغات: تمنى قرأ كما فى قوله تعالىٰ الا امانى وقول حسان تمنى كتاب الله الخ فان التالى يقدر الحروف ويتصورها فيذكرها شيئا فشيئا كذا فى الروح بتغيير ونقل الطبرى ايضا تفسير التمنى بالقراءة عن الضحاك قوله العقيم مالا نفع فيه ولا خير فان يوم القيٰمة

كذلك للكافر ۱۲۔

النحو: قوله تمنى اى كل واحد كما فى قوله تعالٰى والله ورسوله احق ان يرضوه قوله ليجعل وليعلم فى الروح متعلق بمحذوف اى فعل ذلك ليجعل وليعلم ويجعل ليجعل علة لفعل التمكين المفهوم مما تقدم وما بعد علة لما بعد من النسخ والاحكام آه بتغيير يسير ۱۲۔

البلاغۃ: بعيد وصف بوصف صاحب الشقاق مبالغة ۱۲ قوله يوم عقيم فيه وضع المظهر موضع المضمر اى ياتيهم عذاب الساعة ونكره للتهويل والتفخيم ۱۲۔

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝۵۸ لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ۝۵۹ ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝۶۰

اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں (یعنی دین کے لئے) اپنا وطن چھوڑا پھر وہ لوگ (کفر کے مقابلہ میں) قتل کئے گئے اللہ تعالیٰ ضرور ان کو ایک عمدہ رزق دے گا اور یقیناً اللہ تعالیٰ سب دینے والوں سے اچھا دینے والا ہے (اور رزق حسن کے ساتھ) اللہ تعالیٰ ان کو ایسی جگہ لے جا کر داخل کرے گا جس کو وہ بہت ہی پسند کریں گے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ (ہر بات کی مصلحت کو) خوب جاننے والا ہے بہت علم والا (بھی) ہے یہ (مضمون تو) ہو چکا اور جو شخص (دشمن کو) اس قدر تکلیف پہنچا دے جس قدر اس دشمن کی طرف سے) اس کو تکلیف پہنچائی گئی تھی اور پھر اس شخص پر زیادتی کی جائے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کی ضرور امداد کرے گا اللہ تعالیٰ کثیر العفو کثیر المغفرت ہے (اسے دقائق پر دارو گیر نہیں کرتا)۔ ۞

تفسیر ربط: اوپر اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ الخ میں جہاد کی اجازت اور نصرت کی بشارت اور اَلَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا میں مؤمنین مظلومین کی مہاجرت ارشاد فرمائی گئی تھی اور یہاں تک اسی سلسلہ میں مضمون چلا آیا تھا چونکہ دوران جہاد و ہجرت میں بعض کو قتل یا موت طبعی کی بھی نوبت آتی ہے اور ہر چند کہ وہ منافی وعدہ نصرت کے اس لئے نہیں کہ منصوریت صفت قوم کی ہوتی ہے نہ کہ ہر واحد کی احاد قوم سے لیکن تاہم یہ موت و قتل جو اوپر مذکور ہوا مظنہ ہو سکتا ہے اس میت یا مقتول کی حسرت کا کہ ہم اس وعدہ کے معائنہ سے متمتع نہ ہوئے اس لئے آگے ان مقتولین یا میتین کو اس بشارت نصرت سے بڑھ کر دوسری بشارت سناتے ہیں۔

بشارت مہاجرین بنعمائے آخرت: وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا (الى قوله تعالى) وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ۝۵۹ اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں (یعنی دین کے لئے) اپنا وطن چھوڑا (جن کا ذکر اوپر کی آیت میں بھی اس عنوان سے ہو چکا ہے اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ) پھر وہ لوگ (کفار کے مقابلہ میں) قتل کئے گئے یا (ویسے ہی موت طبعی سے) مر گئے (وہ ناکام نہیں ہیں گو دنیا میں ان کو ظفر و غنیمت نہیں ملی مگر آخرت میں) اللہ تعالیٰ ان کو ضرور ایک عمدہ رزق دے گا (یعنی جنت کے میوے اور دیدار حق) اور یقیناً اللہ تعالیٰ سب دینے والوں سے اچھا (دینے والا) ہے (اور رزق حسن کے ساتھ) اللہ تعالیٰ ان کو (مسکن بھی اچھا دے گا اور ان کو) ایسی جگہ لے جا کر داخل کرے گا جس کو وہ (بہت ہی) پسند کریں گے اور (رہی یہ بات کہ بعض مہاجرین موت کی صورت میں اس طرح ناکام ہی کیوں رہے اور قتل کی صورت میں کافر قبل قاتل ہونے کے قہر الٰہی سے کیوں نہ ہلاک ہو گیا کہ قتل مؤمن کی نوبت ہی نہ آتی تو وجہ اس کی یہ ہے کہ) بلاشبہ اللہ تعالیٰ (ہر بات کی حکمت و مصلحت کو) خوب جاننے والا ہے (پس اس ظاہری ناکامی میں بھی بہت سے مصلحتیں ہیں اور) بہت حلم والا (بھی) ہے (اس لئے اپنے اعداء کو ہمیشہ جلدی ہی سزا نہیں دیتا)۔ ربط: مظلوم پر دو طرح ظلم ہوا کرتا ہے ایک یہ کہ ابتداءً ظلم کیا جاوے دوسرے یہ کہ وہ مظلوم اس ابتدائی ظلم کا انتقام لے لے اور اس انتقام کی وجہ سے پھر اس کو ایذا پہنچائی جاوے ہر چند کہ مظلومیت پر وعدۂ نصرت جو اوپر مذکور ہوا ہے دونوں صورتوں کو شامل ہے لیکن قسم دوم کا ظلم ہونا بسبب مسبوقیت بالعقوبت من جناب المظلوم کے مثل قسم اول کے ظاہر نہ تھا اور اس وجہ سے مظنہ عدم شمول وعدہ مذکورہ کا ہو سکتا تھا اس لئے آگے بالتصریح اس قسم پر بھی وعدۂ نصرت فرماتے ہیں اور منشاء اشتباہ یعنی مسبوقیت مذکورہ کا جواب ظاہر ہے کیونکہ وہ عقوبت بوجہ مسبوقیت بالعقوبۃ من جانب الظالم کے مثل عدم عقوبت کے ہے پس یہ ظلم ثانیاً مثل ظلم ابتداءً ہی کے ہوا۔

وعدۂ نصرت بر عدوان بعد انتقام ☆ ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ (الى قوله تعالى) اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝۶۰ یہ (مضمون تو) ہو چکا اور (آگے اور سنو کہ) جو شخص (دشمن کو) اسی قدر تکلیف پہنچاوے جس قدر (اس دشمن کی طرف سے) اس کو تکلیف پہنچائی گئی تھی (اور) پھر (اس برابر سرابر ہو جانے کے بعد اس دشمن کی طرف سے) اس شخص پر زیادتی کی جاوے (چنانچہ کفار سے ایسا معاملہ بھی ہوتا تھا) اللہ تعالیٰ اس شخص کی ضرور امداد کرے گا (اگر یہ شخص بدلہ لینا چاہے تو دنیا میں

نصرت شرعیہ یقینی ہے یعنی اجازت انتقام کی اور اگر بدلا نہ لے تو آخرت میں نصرت حسیہ ضروری ہے یعنی ظالم کی تعذیب اور یہ جو اوپر قید لگائی گئی بمثل ماعوقب الخ سو اس مماثلت کی مراعات مظلوم کے اجتہاد پر ہے جس میں اس نے اپنی وسعت حتی الامکان مبذول کی ہو اور اس پر بھی اگر مماثلت سے قدرے بیشی ہو جاوے جو بوجہ غایت غموض وخفاء کے ضبط میں نہ آ سکے تو وہ موجب مواخذہ ومخل وعدہ نصرت نہیں بلکہ معاف ہے کیونکہ) اللہ تعالیٰ کثیر العفو کثیر المغفرت ہے (ایسے دقائق پر دارو گیر نہیں فرماتا)۔ **ف**: یہ رعایت مماثلت کا وجوب معاملات معاشرت میں ہے نہ کہ جہاد میں چنانچہ ادلہ شرعیہ سے یہ امر ظاہر ومشہور ہے اور نیز جو افعال ہر حال میں معصیت ہیں وہ اس عموم سے مستثنیٰ ہیں مثلاً کوئی کسی کے والدین کو برا کہے تو عوض میں اس کے والدین کو برا کہنا جائز نہ ہوگا۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قوله فی مدخلا جگہ اشارة الی انه اسم مکان وقیل مصدر مفعول مطلق ۱۲۔

اللغات: قوله بمثل ما عوقب به فی الروح الباء فی الموضعین للآلة ۱۲۔

البلاغۃ: فی الروح وتسمية ما وقع ابتداء عقابا للمشاكلة او لكونه سببا للجزاء او بناء علی العرف من اطلاقه علی ما يعذب به وان لم يكن جزاء جناية ۱۲۔

ذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ يُولِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَأَنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌۢ بَصِيرٌ ﴿٦١﴾ ذٰلِكَ
بِأَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ هُوَ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ﴿٦٢﴾ أَلَمْ تَرَ
أَنَّ اللّٰهَ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَتُصْبِحُ الْأَرْضُ مُخْضَرَّةً ۗ إِنَّ اللّٰهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ ﴿٦٣﴾ لَهُ مَا
فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ وَإِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ﴿٦٤﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي
الْأَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ ۗ وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ أَنْ تَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ إِلَّا بِإِذْنِهِ ۗ إِنَّ اللّٰهَ
بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ ﴿٦٥﴾ وَهُوَ الَّذِي أَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ۗ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَكَفُورٌ ﴿٦٦﴾ لِكُلِّ أُمَّةٍ
جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْأَمْرِ وَادْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ ۖ إِنَّكَ لَعَلَىٰ هُدًى مُسْتَقِيمٍ ﴿٦٧﴾
وَإِنْ جَادَلُوكَ فَقُلِ اللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿٦٨﴾ اللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ
تَخْتَلِفُونَ ﴿٦٩﴾ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ ۗ إِنَّ ذٰلِكَ فِي كِتَابٍ ۚ إِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيرٌ ﴿٧٠﴾

ع ۸ ۱۵

(مؤمنین کا غالب کر دینا) اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ رات (کے اجزاء) کو دن میں اور دن (کے اجزاء) کو رات میں داخل کر دیتا ہے اور (نیز) اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب احوال واقوال کو) خوب سننے اور دیکھنے والا ہے یہ (نصرت) اس سبب سے (یقینی) ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہستی میں کامل ہے اور جن چیزوں کی اللہ کے سوا یہ لوگ عبادت کر رہے ہیں وہ بالکل ہی ہے اور اللہ ہی عالی شان اور (سب سے) سے بڑا ہے اور (اے مخاطب) کیا تجھ کو یہ خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا جس سے زمین سرسبز ہوگئی بے شک اللہ تعالیٰ بہت مہربان (اور) سب باتوں کی خبر رکھنے والا ہے سب اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے (یعنی وہ سب کا مالک ہے) اور بے شک اللہ ہی ایسا ہے جو کسی کا محتاج نہیں (اور) ہر طرح کی تعریف کے لائق ہے (اور اے مخاطب) کیا تجھ کو یہ خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کو کام میں لگا رکھا ہے زمین کی چیزوں کو اور کشتی کو (بھی) کو وہ دریا میں اس (خدا) کے حکم سے چلتی ہے اور وہی آسمانوں کو زمین پر گرنے سے تھامے ہوئے ہے ہاں مگر اس کا حکم ہو جائے تو خیر بالیقین اللہ تعالیٰ (کے حال پر) بڑی شفقت اور رحمت فرمانے والا ہے اور وہی ہے جس نے تم کو زندگی دی پھر (وقت موعود پر) تم کو موت دے گا پھر (قیامت میں دوبارہ) تم کو زندہ کرے گا واقعی انسان ہے بڑا بے قدرا۔ (جتنی امتیں اہل شرائع گزری ہیں) ہم نے (ان میں) ہر امت کے واسطے ذبح کرنے کا طریق مقرر کیا ہے کہ وہ اسی طریق پر ذبح کیا کرتے تھے سو ان (معزول) لوگوں کو چاہئے کہ آپ سے اس امر (ذبح) میں جھگڑا نہ کریں اور آپ (ان) کو اپنے رب (یعنی اس کے دین) کی طرف بلاتے رہئے کیونکہ آپ یقیناً صحیح رستہ پر ہیں اور اگر اس پر بھی یہ لوگ آپ سے جھگڑا نکالتے ہیں تو آپ اخیر بات یہ فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو خوب جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان قیامت کے روز (عمل) فیصلہ فرمائے گا جن چیزوں میں تم اختلاف کرتے تھے (جو آگے اس کی تائید ہے کہ) اے مخاطب کیا تجھ کو

معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ سب چیزوں کو جانتا ہے جو کچھ زمین اور آسمان میں ہے یقینی بات ہے کہ یہ (جب ان کا قول وفعل) نامہ اعمال میں ہے (پس) یقیناً (ثابت ہوگیا کہ) یہ (فیصلہ کرنا) اللہ تعالیٰ کے نزدیک (بہت ہی) آسان ہے۔

تفسیر ربط: اوپر مؤمنین کے غالب اور کفار کے مغلوب ہونے کا بیان تھا چونکہ مسلمانوں کی موجودہ بے سروسامانی اور کفار کے عدد اور عدو میں فراوانی پر نظر کرنے پر اس میں ایک گونہ استبعاد تھا اس لئے آگے ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الخ میں اپنی قدرت کاملہ کا بیان فرماتے ہیں اور چونکہ جہلائے کفار کو اس مقام پر اپنے معبودین کے ناصر ہونے کا وہم ہوسکتا تھا اس لئے ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الخ میں ان کا ناکارہ ہونا ارشاد فرماتے ہیں اور چونکہ یہ مضمون متضمن توحید ذاتی وصفاتی وافعالی تھا اور روئے سخن تھا مشرکین کی طرف جو کہ شرک میں مبتلا ہونے سے نعم آلہہ سے جو ذکر کرتے تھے اس لئے اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ سے لَكَفُوْرٌ ﴿۶۶﴾ تک اس مضمون کی قدرے تفصیل فرماتے ہیں۔

بیان قدرت وعظمت ونعمت حق تعالیٰ ☆ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِى النَّهَارِ (الی قولہ تعالی) اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ ﴿۶۶﴾ یہ (مؤمنین کا غالب کردینا) اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ (کی قدرت بڑی کامل ہے چنانچہ وہ) رات (کے اجزاء) کو دن میں اور دن (کے اجزاء) کو رات میں داخل کردیتا ہے (اور یہ انقلاب اس انقلاب موعود سے بدر جہا زیادہ عجیب ہے) اور (نیز) اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ (ان سب کے اقوال واحوال کو) خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے (پس کفار کی ظالمیت قولی وفعلی کو اور مؤمنین کی مظلومیت کو سنتا دیکھتا ہے پس اطلاع وقدرت دونوں کا مجموعہ سبب ہوگیا نصرت کا اور نیز) یہ (نصرت) اس سبب سے (یقینی) ہے کہ (اس میں کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ مزاحمت نہیں کرسکتا کیونکہ) اللہ ہی ہستی میں کامل (اور واجب الوجود) ہے اور جن چیزوں کی اللہ کے سوا یہ لوگ عبادت کررہے ہیں وہ بالکل ہی لچر ہیں (اولاً بوجہ امکان وحدوث کے ثانیاً بوجہ عجز وضعف قدرت کے تو یہ کیا مزاحمت کرسکتے ہیں) اور اللہ ہی عالیشان اور سب سے بڑا ہے (اور اے مخاطب اس مضمون میں تدبیر کرکے توحید کی حقیقت اور شرک کا بطلان سمجھنا چاہئے اور اس کے علاوہ اور بھی حق تعالیٰ کے کمالات اور نعمتیں ہیں جن سے توحید ووجوب شکر پر استدلال کیا جاسکتا ہے چنانچہ ہم بیان کرتے ہیں) کیا تجھ کو یہ خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا جس سے زمین سرسبز ہوگئی بیشک اللہ تعالیٰ بہت مہربان (اور) سب باتوں کی خبر رکھنے والا ہے (اس لئے بندوں کی ضرورتوں پر مطلع ہے اور ان کے مناسب مہربانی فرماتا ہے) سب اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے (یعنی وہ سب کا مالک ہے) اور بیشک اللہ ہی ایسا ہے جو کسی کا محتاج نہیں (اور) ہر طرح کی تعریف کے لائق ہے (اور اے مخاطب) کیا تجھ کو یہ خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کو کام میں لگا رکھا ہے زمین کی چیزوں کو اور کشتی کو (بھی) کہ وہ دریا میں اس (خدا) کے حکم سے چلتی ہے اور وہی آسمانوں کو زمین پر گرنے سے تھامے ہوئے ہے ہاں مگر اسی کا حکم ہوجاوے تو خیر (پھر تو ضرور ہی گر پڑے مگر باوجودیکہ اعمال عباد اس کو مقتضی ہیں کقولہ تعالیٰ: اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ [سباء: ۹] پھر جو گرنے کا حکم نہیں دیتا تو وجہ یہ ہے کہ) بالیقین اللہ تعالیٰ لوگوں (کے حال) پر بڑی شفقت اور رحمت فرمانے والا ہے اور وہی ہے جس نے تم کو زندگی دی پھر (وقت موعود پر) تم کو موت دے گا پھر (قیامت میں دوبارہ تم کو زندہ کرے گا (اور ان دلائل ونعم کا مقتضا یہ تھا کہ لوگ توحید اور شکر کو اختیار کرتے مگر) واقعی انسان ہے بڑا بے قدر (کہ اب بھی کفر وشرک سے باز نہیں آتا مراد انسان سے ایسے ہی لوگ ہیں)۔ ربط: زیادہ اجزائے سورت میں کفار کے جدال اور اس کے وجوہ ابطال کا بیان ہے منجملہ ان مجادلات کے ایک مجادلہ متعلق ذبائح کے تھا جس کا حاصل وہی ہے جو اب بھی بعض کفار کی زبان پر مشہور ہے کہ خدا کی ماری مردار اور اپنی ماری حلال۔ آگے اس پر مشرکین کو زجر ہے **كذا فى الدر المنثور عن على بن الحسين برواية احمد والحاكم وتصحيحه والبيهقى وعن ابن عباس وعن مجاهد۔**

زجر مشرکین دراعتراض بر ذبائح: لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ (الی قولہ تعالی) اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۷۰﴾ (جتنی امتیں اہل شرائع گزری ہیں) ہم نے (ان میں) ہر امت کے واسطے ذبح کرنے کا طریق مقرر کیا ہے کہ وہ اسی طریق پر ذبح کیا کرتے تھے۔ سوان (معترض) لوگوں کو چاہئے کہ اس امر (ذبح میں) آپ سے جھگڑا نہ کریں (کیونکہ ان کے اصول مسلمہ سے ہے کہ جو امر قدیم سے چلا آتا ہو وہ صحیح ہے اور ان کے نزدیک جب قدامت محضہ گو مناقض دلیل صحیح کے حجت ہے حتیٰ کہ اپنے عقائد واعمال کی اسی بناء پر تصحیح کرتے ہیں جو کہ واقع میں غیر صحیح ہے تو جب قدامت کے ساتھ اُس قدامت کا مبنی دلیل صحیح بھی ہو تب تو اس کی صحت میں کلام ہی نہیں ہوسکتا اور گو ان کو آپ سے اس بات میں خطاب درست نہیں مگر آپ کو ان سے خطاب کا حق ہے پس) آپ (ان کو) اپنے رب (یعنی اُس کے دین) کی طرف بلاتے رہئے (کیونکہ) آپ یقیناً صحیح راستہ پر ہیں (اور صحیح راستہ والے کو حق ہوتا ہے غلط راستہ والے کو اپنی طرف بلانے کا اور غلط رستہ والے کو یہ حق نہیں ہوتا) اور اگر (اس پر بھی) یہ لوگ آپ سے جھگڑا نکالتے رہیں تو آپ (اخیر بات یہ) فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو خوب جانتا ہے (وہی تم کو سمجھے گا کیونکہ جب کوئی شخص معقول جواب کو نہ قبول کرے نہ اس میں کوئی معتد بہ شبہ نکال سکے اور خواہ مخواہ گفتگو کئے

جائے تو اس کا جواب یہی ہے کہ خدا تم کو سمجھے گا آگے (اسی کی توضیح ہے کہ) اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان قیامت کے روز (عملی) فیصلہ فرما دے گا جن چیزوں میں تم اختلاف کرتے تھے (آگے اس کی تائید ہے کہ) اے مخاطب کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ سب چیزوں کو جانتا ہے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے (پس ان لوگوں کے اعمال واحوال کا بھی علم ہے اور باوجود محفوظ فی العلم ہونے کے) یقینی بات ہے کہ یہ (سب ان کا قول وفعل) نامۂ اعمال میں (بھی محفوظ) ہے (پس یقیناً ثابت ہوگیا کہ) یہ (فیصلہ کرنا) اللہ تعالیٰ کے نزدیک (بہت) آسان ہے (کیونکہ مدار اعظم فیصلہ کا حاکم کے اعتبار سے علم ہی ہے اور غیر حاکم کے اعتبار سے علم کے ساتھ حصول حکومت کی بھی ضرورت ہے اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہونا مسلّم ہی تھا)۔ **ف**: اس رکوع سے چار رکوع پہلے بھی یہ آیت آئی ہے: لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا مگر چونکہ دونوں کے مقصود کا علیحدہ علیحدہ ہونا تقریر ترجمہ سے ظاہر ہے اس لئے تکرار لازم نہیں آیا اور مشرکین کے اس اعتراض) کا یہ جواب ایک خاص طرز پر ہے اور دوسرے طرز کا جواب پارۂ ہشتم کے رکوع اول کے اخیر پر آیت: تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ [الأنعام: ۱۱۹] کی تقریر ربط میں مذکور ہو چکا ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله في منسكا** ذبح کرنے کا طریق الخ **اشارة الى ان منسكا مصدر و ناسكوه مضاف الى الضمير بتقدير الباء والضمير راجع الى المنسك بتقدير المضاف اى جعلنا طريق ذبح هم ذابحون به والطريق هو المعروف من قطع الاوداج مع ذكر اسم الله تعالىٰ عليه** ۱۲۔

الکلام: **استدل بعض بقوله تعالىٰ يمسك على ان السماء طالب للمركز وليس بذاك لانه يمكن ان يكون معنى الامساك خلقها بحيث لا يطب المركز فافهم** ۱۲۔

النحو: **قوله الا باذنه استثناء من اعم الاحوال اى لا يتركها تقع فى حال من الاحوال الا فى حال كونها متلبسة بمشيته تعالىٰ ولا دلالة فى الآية على وقوع الاذن بالوقوع كذا فى البحر** ۱۲۔

البلاغۃ: **سلطانا تقديم السعى على العقلى لان السعى ارجى فى الخلاص عند اللوم واقطع للشغب عند من يسلم السمعى** ۱۲۔

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿۷۱﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ؕ يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ؕ قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ اَلنَّارُ ؕ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۷۲﴾ ع ۹/۱۶ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ﴿۷۳﴾ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۷۴﴾ اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ ﴿۷۵﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۷۶﴾

اور یہ (مشرک) لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جن (کے جواز عبادت پر) اللہ تعالیٰ نے کوئی حجت (اپنی کتاب میں نہیں بھیجی اور نہ اس کے پاس اس کی کوئی (عقلی) دلیل ہے اور ان ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا اور جب ان لوگوں کے سامنے ہماری آیتیں جو کہ (اپنے مضامین میں) خوب واضح ہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو تم ان کافروں کے چہروں میں (بوجہ ناگواری باطنی کے) برے آثار دیکھتے ہو قریب ہے کہ یہ ان لوگوں پر اب حملہ کر بیٹھیں گے جو ہماری آیتیں ان کے سامنے پڑھ رہے ہیں آپ ان مشرکین سے کہئے کہ کیا میں تم کو اس (قرآن) سے زیادہ ناگوار چیز بتلا دوں وہ دوزخ ہے (کہ) اس کا اللہ نے کافروں سے وعدہ کیا ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔ اے لوگو ایک عجیب بات بیان کی جاتی ہے اس کو کان لگا کر سنو (وہ یہ ہے کہ) اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جن کی تم لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو وہ ایک (ادنیٰ) مکھی کو تو پیدا کر ہی نہیں سکتے گو سب کے سب بھی (کیوں نہ) جمع ہو جاویں اور (پیدا کرنا تو بڑی بات ہے وہ ایسے عاجز ہیں کہ) اگر ان سے مکھی کچھ چھین لے جائے تو اس کو (تو) اس سے چھڑا (ہی) نہیں سکتے ایسا عابد بھی لچر اور ایسا معبود بھی لچر (افسوس ہے) ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی جیسی تعظیم کرنا چاہئے تھی (کہ) اس کے سوا کسی عبادت نہ

کرتے وہ نہ کی (کہ شرک کرنے لگے) حالانکہ اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا سب پر غالب (بھی) ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے رسالت کے لئے جس کو چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے فرشتوں میں سے (جن فرشتوں کو چاہے احکام پہنچانے والے مقرر فرما دیتا ہے) اور (اسی طرح) آدمیوں میں سے یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والا اور خوب دیکھنے والا ہے (یعنی) وہ ان سب فرشتوں اور آدمیوں کی آئندہ اور گزشتہ حالتوں کو خوب جانتا ہے اور تمام کاموں کا مدار اللہ ہی پر ہے (یعنی وہ ایک مستقل بالذات ہے)۔

تفسیر ربط: اوپر آیات: ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ یُوْلِجُ الَّیْلَ (الی قولہ تعالی) لَکَفُوْرٌ میں توحید کا بیان تھا آگے لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ تک شرک کا رد ہے۔

ردِ شرک و ذم مشرک ☆ وَ یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ (الی قولہ تعالی) اِنَّ اللّٰہَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ اور یہ (مشرک) لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جن (کے جواز عبادت) پر اللہ تعالیٰ نے کوئی حجت (اپنی کتب میں) نہیں بھیجی اور نہ ان کے پاس اس کی کوئی (عقلی) دلیل ہے اور (قیامت میں جب ان کو شرک پر سزا ہونے لگے گی تو) ان ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا (نہ قولاً کہ ان کے فعل کے استحسان پر کوئی حجت پیش کر سکے نہ عملاً کہ ان کو عذاب سے بچا لے) اور ان لوگوں کو ضلال اور اہل حق سے عناد رکھنے میں یہاں تک غلو ہے کہ) جب ان لوگوں کے سامنے ہماری آیتیں (متعلق توحید وغیرہ کے) جو کہ (اپنے مضامین میں) خوب واضح ہیں (اہل حق کی زبان سے) پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو تم ان کافروں کے چہروں میں (بوجہ ناگواری باطنی کے) برے آثار دیکھتے ہو (جیسے چہرے پر بل پڑ جانا' ناک چڑھ جانا' تیور بدل جانا اور ان آثار سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ) قریب ہے کہ یہ ان لوگوں پر (اب) حملہ کر بیٹھیں (گے) جو ہماری آیتیں ان کے سامنے پڑھ رہے ہیں (یعنی حملہ کا شبہ ہمیشہ ہوتا ہے اور گاہ گاہ اس حملہ کا تحقق بھی ہوا ہے پس یکادون استمرار کے اعتبار سے فرمایا) آپ (ان مشرکین سے) کہئے کہ (تم کو جو یہ آیات قرآنیہ سن کر ناگواری ہوئی تو) کیا میں تم کو اس (قرآن) سے (بھی) زیادہ ناگوار چیز بتلا دوں وہ دوزخ ہے (کہ) اس کا اللہ تعالیٰ نے کافروں سے وعدہ کیا ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے (یعنی قرآن سے ناگواری کا نتیجہ ناگوار دوزخ ہے اس ناگواری کا تو غیظ سے غضب سے انتقام سے کچھ تدارک بھی کر لیتے ہو مگر اس ناگواری کا کیا علاج کرو گے آگے ایک نہایت بدیہی دلیل سے شرک کا ابطال ہے کہ) اے لوگو ایک عجیب بات بیان کی جاتی ہے اس کو کان لگا کر سنو (وہ یہ ہے کہ) اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جن کی تم لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو وہ ایک (ادنیٰ) مکھی کو پیدا کر ہی نہیں سکتے گو سب کے سب بھی (کیوں نہ) جمع ہو جاویں اور (پیدا کرنا تو بڑی بات ہے وہ تو ایسے عاجز ہیں کہ) اگر ان سے مکھی کچھ (ان کے چڑھاوے میں سے) چھین لے جائے تو اس کو (تو) اس سے چھڑا (ہی) نہیں سکتے ایسا عابد بھی لچر اور ایسا معبود بھی لچر (افسوس ہے) ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی جیسی تعظیم کرنا چاہئے تھی (کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرتے) وہ نہ کی (کہ شرک کرنے لگے حالانکہ) اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا سب پر غالب ہے (تو عبادت اس کا خالص حق تھا نہ کہ غیر قوی اور غیر عزیز کا جس کی عدم قوت باوضح وجوہ معلوم ہو چکی)۔ ربط: اوپر توحید کی تحقیق تھی آگے رسالت کے متعلق مشرکین کے ایک خاص کلام کا جواب ہے وہ کہتے تھے کہ رسول کوئی فرشتہ ہونا چاہئے تھا بشر اور پھر بشر میں بھی آپ کہ ظاہری حشمت شوکت نہ رکھتے تھے رسالت کیلئے صالح نہیں۔

تحقیق مسئلۂ رسالت ☆ اَللّٰہُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ (الی قولہ تعالی) وَاِلَی اللّٰہِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ اللہ تعالیٰ (کو اختیار ہے رسالت کیلئے جس کو چاہتا ہے) منتخب کر لیتا ہے فرشتوں میں سے (جن فرشتوں کو چاہے) احکام (الٰہیہ نبیوں کے پاس) پہنچانے والے (مقرر فرما دیتا ہے) اور (اسی طرح) آدمیوں میں سے (بھی جس کو چاہے عامۂ ناس کی طرف احکام پہنچانے والے مقرر کر دیتا ہے یعنی رسالت کا مدار اصطفائے خداوندی پر ہے اس میں کچھ ملکیت کی خصوصیت نہیں بلکہ جس طرح ملکیت کے ساتھ رسالت جمع ہو سکتی ہے جس کو مشرکین بھی مانتے ہیں چنانچہ فرشتوں کے رسول ہونے کی وہ خود تجویز کرتے تھے اسی طرح بشریت کے ساتھ وہ جمع ہو سکتی ہے رہا یہ کہ اصطفاء کسی ایک خاص کے ساتھ کیوں واقع ہوا تو ظاہری سبب تو اس کا خصوصیات احوال ان رسل کے ہیں اور یہ) یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے (یعنی) وہ ان (سب فرشتوں اور آدمیوں) کی آئندہ اور گذشتہ حالتوں کو (خوب) جانتا ہے (تو حالت موجودہ کو تو بدرجہ اولیٰ جانے گا غرض سب احوال مسموعہ و مبصرہ اس کو معلوم ہیں ان میں بعض کا حال مقتضی اس اصطفاء کا ہو گیا) اور (حقیقی سبب اس کا یہ ہے کہ) تمام کاموں کا مدار اللہ ہی پر ہے (یعنی وہ مالک مستقل بالذات و فاعل مختار ہے اس کا ارادہ مرجح کی ضرورت نہیں کیونکہ ترجیح احد المقدورین متی شاء لوازم ذات ارادہ قدیمہ سے ہے اور ملزوم و لازم کے درمیان تخلل جعل کا محال ہے پس سبب حقیقی ارادہ خداوندی ہے اور اس کا سبب پوچھنا لغو ہے وهو معنى قوله تعالى لا يسأل عما يفعل) ف: انبیاء علیہم السلام کے پاس پیغام خداوندی لانے والے علی القول المشہور حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں پھر رسل ملائکہ میں تعدد کے کیا معنی۔ جواب یہ ہے کہ آیات و روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ بعض پیغاموں کے واسطے دوسرے فرشتے بھی بھیجے گئے ہیں جیسے ارشاد ہے: وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰھِیْمَ [ھود: ۶۹] وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا [ھود: ۷۷] گو ان میں رئیس جبرئیل ہی ہوں اور جیسا حدیث میں ہے کہ خاتمہ سورۂ بقرہ کی فضیلت سنانے کے لئے ایک نیا فرشتہ آیا یا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت سنانے کے لئے اسی طرح ایک نیا فرشتہ آیا البتہ قرآن

مجید پورا یقیناً جبرئیل ہی لائے ہیں لقولہ تعالیٰ : نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ [الشعراء : ۱۹۳] بلکہ دوسری کتب الٰہیہ بھی غالباً حضرت جبرئیل ہی لائے ہیں لیکن وحی منحصر نہیں ہے قرآن وکتب مشہورہ میں واللہ اعلم۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ وَإِنْ جَادَلُوكَ صوفیہ کا جو طرز ہے کہ کسی معاند سے جدال نہیں کرتے اس میں اس کی اصل ہے ۱۲۔ قولہ تعالیٰ : وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ الخ اس میں ان مدعیانِ تصوف کی مذمت ہے کہ جب ان کے سامنے ان کے رد کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو ان پر ناگواری کے آثار ظاہر ہوتے ہیں اور ایسے لوگ اس زمانہ میں کثرت سے ہیں۔ قولہ تعالیٰ: وَإِنْ يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ الخ اس میں دلالت ہے کہ اس پر مخاطب کی اصلاح میں اس کی فہم واستعداد کی رعایت رکھی جاوے چنانچہ اس تمثیل سے ظاہر ہے کہ ان کی فہم کے موافق لائی گئی۔ اور روح میں ہے کہ اس میں ان لوگوں کی مذمت کی طرف اشارہ ہے جو اولیاء اللہ کے معاملہ میں غلو کرتے ہیں کہ ان سے مدد مانگتے ہیں اور ان کی منتیں مانتے ہیں الخ۔

ملحقات الترجمۃ : ۱ قولہ فی توضیح یکادون استمرار کذا فی الروح ۱۲۔ ۲ قولہ فی شر من ذلکم اس قرآن کذا فی العالم ۱۲۔ ۳ قولہ فی ما بین ایدیھم الخ آئندہ الخ کما فی الروح یعلم مستقبل احوالھم وماضیھا ۱۲۔ ۴ قولہ فی ترجع مدار کما انھا الروح لانہ المالک لھا بالذات فلا یسئل جل وعلی عما یفعل من الاصطفاء وغیرہ ۱۲۔

البلاغۃ : قولہ مثل ای حال مستغربۃ حقیقۃ بان تسمی مثلاً وتسیر فی الامصار والاعصار ۱۲۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۩ ﴿۷۷﴾ وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ ۚ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ۚ مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ ۚ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلُ وَفِي هَٰذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ ۚ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاعْتَصِمُوا بِاللَّهِ هُوَ مَوْلَاكُمْ ۖ فَنِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ ﴿۷۸﴾

اے ایمان والو تم رکوع کیا کرو اور سجدہ کیا کرو اور اپنے رب کی عبادت کیا کرو اور تم (ایسے) نیک کام بھی کیا کرو امید یعنی وعدہ ہے کہ تم فلاح پاؤ گے اور اللہ کے کام میں خوب کوشش کیا کرو جیسا کہ کوشش کرنے کا حق ہے اس نے تم کو (اور امتوں سے) ممتاز فرمایا اور (اس نے) تم پر دین (کے احکام) میں کسی قسم کی تنگی نہیں کی تم نے اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی (اس) ملت پر (ہمیشہ) قائم رہو اس (اللہ) نے تمہارا لقب مسلمان رکھا ہے نزول قرآن سے پہلے بھی اور اس (قرآن) میں بھی تا کہ تمہارے (قابل شہادت اور معتبر ہونے کے) رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) گواہ ہوں اور (اس شہادت رسول کے قبل) تم لوگوں کے مقابلہ میں گواہ (تجویز) ہو سو تم لوگ (خصوصیت کے ساتھ) نماز کی پابندی رکھو اور زکوۃ دیتے رہو اور اللہ ہی کو مضبوط پکڑے رہو وہ تمہارا کارساز ہے (کسی کی مخالفت تم کو حقیقتاً ضرر نہ کرے گی) سو کیا اچھا کارساز ہے اور کیا اچھا مددگار ہے۔

تفسیر ربط : اوپر سورت میں اصول مہمہ یعنی بعث وتوحید ورسالت کا اثبات اور ہر ایک کے متعلق شبہات ومجادلات کا جواب مذکور ہو چکا ہے آگے خاتمہ میں اول فروع وشرائع کا امر فرمایا ہے پھر مِلَّةَ أَبِيكُمْ سے مجموعہ اصول وفروع پر کہ حاصل ہے اسلام کا استدامت واستقامت کا حکم دیا ہے اور اس کی تہییج وترغیب کے لئے بعض مضامین ارشاد فرما کر سورت ختم کر دی ہے۔

امر بالقیام علی حقیقۃ الاسلام ☆ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (الی قولہ تعالیٰ) فَنِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ اے ایمان والو تم (اصول اسلام کے قبول کرنے کے بعد فروع کی بھی پابندی رکھو خصوصاً نماز کی پس تم) رکوع کیا کرو اور سجدہ کیا کرو اور (عموماً دوسری فروع کو بھی بجالا کر) اپنے رب کی عبادت کیا کرو اور (جو افعال فی نفسہ وفی ذاتہ عبادت نہیں ہیں بلکہ مباح ہیں لیکن عارض نیت یا نافع للغیر ہونے کی وجہ سے عبادت ہو جاتے ہیں تم ایسے) نیک کام (بھی) کیا کرو امید (یعنی وعدہ) ہے کہ تم فلاح پاؤ گے اور (ان کاموں کو سستی اور بے دلی سے مت کرو بلکہ) اللہ کے کام میں خوب کوشش کیا کرو جیسا کوشش کرنے کا حق ہے (کیونکہ دین میں کوشش کرنے کا مقتضی موجود ہے اور مانع کوئی ہے نہیں چنانچہ) اس نے تم کو (اور امتوں سے) ممتاز فرمایا (جیسا کہ آیہ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا [البقرۃ : ۱۴۳] وغیرہ میں مذکور اور احادیث میں مشہور ہے یہ تو مقتضی ہے حق جہاد کو کیونکہ جس کو کوئی خاص ترجیح دی جاتی ہے وہ خدمت کیلئے زیادہ دوڑتا ہے) اور (اس نے) تم پر دین (کے احکام) میں کسی قسم کی تنگی نہیں کی (چنانچہ

تمام ابواب میں احکام رخصت میں نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے البتہ اگر تنگی ہوتی تو بھی کسی درجہ میں وہ حق جہاد سے مانع ہوتا پس مانع بھی مرتفع ہوا اور وجود مقتضی وارتفاع مانع کا مجموع علت ہوتی ہے ترتب معلول کی خواہ ترتب حسی ہو یا ترتب شرعی جیسا مانحن فیہ میں ہے اور اے ایمان والو جس اسلام کا تم کو امر کیا گیا ہے کہ احکام کی پوری بجا آوری ہو اور یہی ملت ابراہیمی ہے) تم اپنے باپ ابراہیم کی (اس) ملت پر (ہمیشہ) قائم (بھی) رہو (پس اول پر احداث اسلام کا امر تھا اور اس میں ابقاء اسلام کا حکم ہے آگے اس اجتبائے مذکور کی ایک فرد کا بیان ہے کہ) اس (اللہ) نے تمہارا لقب مسلمان رکھا (نزول قرآن سے) پہلے بھی اور اس (قرآن) میں بھی (چنانچہ ابراہیم علیہ السلام کی زبان سے کہلوایا: اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ [البقرة : ۱۲۸] اور شاید اور کتب منزلہ میں بھی ہو اور قرآن میں تو جا بجا آیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا مقرر کیا ہوا عنوان معنوں سے خالی ہو نہیں سکتا تو بالضرورۃ امت محمدیہ میں مادۂ انقیاد واتباع کا زیادہ ہوگا پس ہم نے یہ مادہ اس لئے زیادہ رکھا ہے) تاکہ (تم اس سے اکتساب کمالات کرو جس سے دنیا میں شرف وامتیاز حاصل ہونے کے علاوہ آخرت میں بھی تمہارا بڑا اشرف ظاہر ہو کہ جس مقدمہ کا ابھی ذکر آتا ہے (اس میں) تمہارے قابل شہادت اور معتبر ہونے کے) لئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) گواہ ہوں اور (اس شہادت رسول کے قبل) تم ایک بڑے مقدمہ میں جس میں ایک فریق حضرات انبیاء علیہم السلام ہوں گے اور فریق ثانی ان کی مخالفت قومیں ہوگی ان مخالف) لوگوں کے مقابلہ میں گواہ (تجویز) ہو (اور شہادت رسول سے تمہاری شہادت معتبر ہونے کی تصدیق ہو پھر تمہاری شہادت سے اس مقدمہ کا حضرات انبیاء علیہم السلام کے حق میں فیصلہ اور مخالفین مجرم قرار پاکر سزایاب ہوں اور اس امر کا اعلیٰ درجہ کی عزت ہونا ظاہر ہے) سو (جب ہم نے تم پر ایسی ایسی عنایتیں کی ہیں تو تم کو بھی ہمارے احکام کی پوری بجا آوری چاہئے تو بس) تم لوگ (خصوصیت کے ساتھ) نماز کی پابندی رکھو (کہ افضل عبادات بدنیہ ہے) اور زکوٰۃ دیتے رہو (کہ افضل عبادات مالیہ ہے) اور (بقیہ احکام اصلی وفرعی میں بھی عموماً) اللہ ہی کو مضبوط پکڑے رہو (یعنی ہمت وعزم کے ساتھ دین کے کاموں میں غیر اللہ کی رضا وعدم رضا یا اپنے نفس کی مصلحت یا مضرت کی طرف التفات مت کرو) وہ تمہارا کارساز ہے (کسی کی مخالفت تم کو حقیقۃً ضرر نہ کرے گی) سو کیسا اچھا کارساز ہے اور کیسا اچھا مددگار ہے (پس ایسی ذات کے ساتھ تو یہ معاملہ رکھنا چاہئے کہ) ۔ مصلحت دید من آن ست کہ یاران ہمہ کار بگذارند وخم طرہ یارے گیرند واللہ الموافق۔ **ف**: اسلام کے ملت ابراہیمی ہونے کی تحقیق پارۂ الم کے آخری رکوع میں گزر چکی ہے اور ہر چند کہ بالمعنی اللغوی دوسری امم مؤمنہ بھی موصوف باسلام تھیں مگر لقب کے طور پر یہی امت موصوف ہے اور دوسروں کے القاب یہود ونصاریٰ وقوم ہود وقوم صالح وغیرہ ہیں۔ اور ابیکم میں خطاب تمام امت کو ہونا باوجودیکہ ابراہیم علیہ السلام تمام امت کے پدر بالمعنی الحقیقی نہیں اس کی تحقیق پارۂ الم کے آخری رکوع کے ذرا قبل آیۃ: وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ [البقرة : ۱۲۸] کے ذیل میں گزر چکی ہے غرض چونکہ ذریۂ ابراہیم بالمعنی اللغوی کے مسلمان اور بالخصوص ان میں عہد نبوی کے مسلمان بقیہ مسلمین کے اعتبار سے نشر دین کے اصل سبب ہوئے اس لئے خطاب میں ان کو غیر پر غالب قرار دے کر تغلیب کا استعمال کیا گیا اور تفسیر وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ...... کی پوری تحقیق شروع پارہ سیقول میں ایسی ہی آیت کے ذیل میں گزر چکی ہے اور لام غایت کے داخل ہونے سے اس کی غایت ہونے کی تقریر ابھی اثناء ترجمہ میں لکھی گئی ہے یعنی سماکم دال ہے وجود صفت اسلام پر اور وہ دال ہے اکتساب کمالات پر اور اس کی غایت ظہور شرف ہے۔ جس پر وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ...... دال ہے **واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم الحمد للہ ثم الحمد للہ** کہ آج ساتویں تاریخ ذی قعدہ روز دوشنبہ وقت چاشت سنہ تیرہ سو چوبیس ہجری کو سورۂ حج کی تفسیر تمام ہوئی اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ بقیہ قرآن کی تفسیر بھی مکمل فرماوے آمین۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ الخ روح میں ہے کہ یہ تمام انواع مجاہدہ کو شامل ہے ان میں سے جہاد نفس بھی ہے اور وہ ادائے حقوق وترک حظوظ سے اس کا تزکیہ کرنا ہے اور اس میں سے جہاد قلب بھی ہے اور وہ اس کا تصفیہ ہے اور کونین سے اس کا تعلق قطع کرنا اور اس میں سے جہاد روح بھی ہے اور وہ ہستی کا فنا کرنا ہے۔ قولہ تعالیٰ: وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ اس میں دلالت ہے سہولت فی التربیۃ پر۔ قولہ تعالیٰ: هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ الخ اس میں بعض صوفیہ کے اس معمول کی اصل ہے جو شخص طریق میں داخل ہوتا ہے اس کو ایک اچھا لقب دیتے ہیں بشرطیکہ مقصود تفاخر اور اہل حق سے تفرد نہ ہو۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قولہ فی اللہ کام اشارۃ الی تقدیر المضاف الی دین اللہ۱۲۔**

الروایات: **فی الدر المنثور بروایۃ الطیالسی واحمد والبخاری فی تاریخہ والترمذی والنسائی والموصلی وابن خزیمۃ وابن حبان والماوردی وابن قانع والطبرانی والحاکم وابن مردویہ والبیہقی فی الشعب عن الحارث الاشعری مرفوعًا قال صلی اللہ علیہ وسلم فی حدیث فادعوا بدعوۃ اللہ التی سماکم بھا المسلمین والمؤمنین آہ وفیہ عن ابن عباس و مجاھد وقتادۃ وسفیان وابن زید فی احدی الروایتین عنہ فی قولہ ھو سماکم اللہ سماکم وفی الروح قراء ۃ ابیؓ اللہ سماکم آہ قلت وبناء علی ھذہ الروایات اعدت الضمیر الی اللہ تعالیٰ لا الی ابراھیم علیہ السلام۱۲۔**

الفقه : فی هذه السورة سجدة واحدة عند الحنفية دليلهم من المنقول ما فی الروح اخرج ابن ابی شيبة من طريق العريان المجاشعی عن ابن عباس قال فی الحج سجدة واحدة وفيه ان ما روى من حديث عقبة الذى فيه السجدتان قال الترمذى اسناده ليس بالقوى وكذا قال ابوداؤد وغير ذلك ان تقول انه قد قوى بما اخرجه ابوداؤد وابن ماجة وابن مردويه والبيهقی عن عمرو بن العاص ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اقرأه خمس عشرة سجدة فی القرآن منها ثلث فی الفصل وفی سورة الحج سجدتان وبعمل كثير من الصحابة الظاهر فی كونه عن سماع منه صلى الله عليه وسلم او رؤية لفعله ذلك آه۔

النحو : قوله ملة ابيكم نصب على الاغراء ای الزموا ۱۲۔

البلاغة : قوله جهاده الاضافة الى ضمير الله تعالىٰ لادنى ملابسة واختصاص فلما كان الجهاد مختصا بالله تعالىٰ من حيث انه مفعول لوجهه سبحانه ومن اجله صحت اضافة اليه كذا فی الروح عن الكشاف ۱۲۔

سورۃ المؤمنون مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۱۱۸ آیات اور ۶ رکوع ہیں

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝۲ وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝۳ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۝۴ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝۵ اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ ۝۶ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝۷ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝۸ وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ۝۹ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝۱۰ الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۱۱

بالتحقیق ان مسلمانوں نے آخرت میں فلاح پائی جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں اور جو لغو باتوں سے (خواہ قولی ہوں یا فعلی) برکنار رہنے والے ہیں اور جو (اعمال و اخلاق میں) اپنا تزکیہ کرنے والے ہیں اور جو اپنی شرمگاہوں کی (حرام شہوت رانی سے) حفاظت رکھنے والے ہیں لیکن اپنی بیبیوں سے یا اپنی (شرعی) لونڈیوں سے (حفاظت نہیں کرتے) کیونکہ ان پر (اس میں) کوئی الزام نہیں ہاں جو اس کے علاوہ (اور جگہ شہوت رانی کا) طلب گار ہو ایسے لوگ حد (شرعی) سے نکلنے والے ہیں اور جو اپنی (سپردگی میں لی ہوئی) امانتوں اور اپنے عہدوں کا خیال رکھنے والے ہیں اور جو اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں (پس) ایسے ہی لوگ وارث ہونے والے ہیں جو فردوس کے وارث ہوں گے (اور) اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

تفسیر: سورة المؤمنون مكية وهي مائة وتسع عشرة او ثماني عشرة اية كذا في البيضاوي۔

ربط: اس سورت کا خلاصہ یہ مضامین ہیں اور فضیلت عبادت جو شروع ہی میں مذکور ہے جیسا سورت گذشتہ کے اخیر میں بھی اس کا ذکر تھا اور اس سے دونوں میں تناسب بھی ظاہر ہے اور وہاں فلاح کی امید دلانا لعلکم سے اور یہاں اس فلاح کے وقوع کا حکم کرنا قد سے بیحد لطف ترتیبی پیدا کرتا ہے دوم بیان آثار قدرت الٰہیہ جو انعام و توحید دونوں پر دال ہے سوم تحقیق نبوت مع دفع شبہات جو اس کے متعلق تھے۔ چہارم بعث و مجازات پنجم شناعت و فظاعت حال کفار ششم ان میں سے اکثر کی تقویت کے لئے حکایت بعض قصص۔ ہفتم بعض مکارم اخلاق و اعمال کی تعلیم جو مناسب مضمون اول کے ہے کقولہ تعالیٰ: كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وقولہ تعالیٰ: قُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ وقولہ ادفع وقولہ رَّبِّ اغْفِرْ الخ۔

فضیلت بعض اہم عبادات ☆ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱ (الى قوله تعالى) هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۱۱ بالتحقیق ان مسلمانوں نے (آخرت میں) فلاح پائی جو (صحیح عقائد کے ساتھ صفات ذیل کے ساتھ بھی موصوف ہیں وہ) اپنی نماز میں (خواہ فرض ہو یا غیر فرض) خشوع (خضوع) کرنے والے ہیں اور جو لغو (یعنی لایعنی) باتوں سے (خواہ قولی ہوں یا فعلی) برکنار رہنے والے ہیں اور جو (اعمال و اخلاق میں) اپنا تزکیہ کرنے والے ہیں اور جو اپنی شرمگاہوں کی (حرام شہوت رانی سے) حفاظت رکھنے والے ہیں لیکن اپنی بیبیوں سے یا اپنی (شرعی) لونڈیوں سے (حفاظت نہیں کرتے) کیونکہ ان پر (اس میں) کوئی الزام نہیں ہاں جو اس کے علاوہ (اور جگہ شہوت رانی کا) طلب گار ہو ایسے لوگ حد (شرعی) سے نکلنے والے ہیں اور جو (اپنی سپردگی میں لی ہوئی)

امانتوں اور اپنے عہد کا (جو کسی عقد کے ضمن میں کیا ہو یا ویسے ہی ابتداءً کیا ہو) خیال رکھنے والے ہیں اور جو اپنی (فرض) نمازوں کی پابندی کرتے ہیں (بس) ایسے ہی لوگ وارث ہونے والے ہیں جو فردوس (بریں) کے وارث ہوں گے (اور) وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

فائدہ اول: خشوع کی حقیقت ہے سکون یعنی قلب کا بھی کہ خیالات غیر کو قلب میں بالقصد حاضر نہ کرے اور جوارح کا بھی کہ عبث حرکتیں نہ کرے اور اس کی فرضیت میں کلام ہے مگر حق یہ ہے کہ صحت صلوٰۃ کا تو موقوف علیہ نہیں اور اس مرتبہ میں فرض نہیں اور قبول صلوٰۃ کا موقوف علیہ ہے اور اس مرتبہ میں فرض ہے۔

فائدہ دوم: لغو کا ادنیٰ درجہ گو مباح ہو مگر ترک اس کا اولیٰ اور موجب مدح ہے اور معصیت لغو کا اعلیٰ درجہ ہے اس کا ترک واجب ہے پس لغو کے معنی ہیں غیر مفید پھر اس کی دو قسم ہیں مضر و غیر مضر۔

فائدہ سوم: زکوٰۃ بمعنی مشہور کے ساتھ اس لئے تفسیر نہیں کی کہ آیات مکیہ ہیں اور زکوٰۃ کی فرضیت مدینہ میں ہوئی البتہ اگر ان آیات کا مدنی ہونا ثابت ہو جاوے جیسا بعض اقوال سے مفہوم ہوتا ہے تو وہ تفسیر بھی صحیح ہو سکتی ہے اور اس پر یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ اس صورت میں فاعلون کی جگہ مودون کہنا ضروری تھا۔ جواب یہ ہے کہ اس کی نظیر امیہ بن ابی الصلت کے کلام میں نزول قرآن سے پہلے آچکی ہے قال۔

المطعمون الطعام فی السنة ☆ الازمة والفاعلون للزکٰوة

اور کسی نے عرب میں سے اس پر خردہ گیری نہیں کی اور یہ توجیہ بھی ممکن ہے **الذین هم لاداء الزکٰوة فاعلون یا فاعلون** کو متضمن معنی **مودون** کہا جاوے۔

فائدہ چہارم: اعراض عن اللغو میں حفظ فروج بدرجۂ اولیٰ داخل ہے اسی طرح فعل زکوٰۃ بمعنی التزکیہ مراعات امانات و عہد کو بھی شامل ہے لیکن تخصیص اعتناء شان کی وجہ سے ہے۔

فائدہ پنجم: مَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ میں زنا و لواطت و وطی بہائم و عاریت جواری اجماعاً اور بعض کے نزدیک استمناء بالید بھی داخل ہے اور اگر یہ آیت مدنی ہو تو حرمت متعہ پر بھی اس سے استدلال صحیح ہے کیونکہ ممتوعہ نہ ازواج بالمعنی المتبادر میں داخل ہے نہ مملوکات میں اور مکی ہونے کی صورت میں گو اس آیت سے اس لئے استدلال نہیں ہو سکتا کہ بعض حدیثوں سے یوم خیبر میں اور بعض حدیثوں سے یوم فتح مکہ میں اس کی تحریم وارد ہوئی ہے **روی الاول الشیخان والثانی مسلم** اور اسی سے تطبیق میں کہا گیا ہے کہ دوبار تحریم ہوئی ہے اور یہ دونوں یوم ہجرت کے بعد ہوئے ہیں لیکن مدار استدلال کا یہی آیت نہیں ہے بلکہ مسلم میں ارشاد نبوی مصرح ہے: **کنت آذنت لکم فی الاستمتاع من النساء وقد حرم الله تعالٰی ذلك الی یوم القیٰمة** اور صحیح مسلم میں روایت تحریم متعہ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے بھی مروی ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا اس پر اجماع بھی ہے اور حضرت ابن عباسؓ کے رجوع پر ابن الہمام نے ان کے قول سے جو ترمذی میں ہے استدلال کیا ہے **انما کانت المتعة فی اول الاسلام** (الی قوله) **فکل فرج سواهما حرام** اور اس کی کچھ بحث پارۂ پنجم آیت: فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ [النساء: ۱] کی تفسیر کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

فائدہ ششم: اور وارث کہنے کی وجہ حدیث نبوی میں یہ آئی ہے کہ ہر شخص کے نام پر دو گھر بنے ہیں ایک جنت میں ایک دوزخ میں جو شخص جہنمی ہوگا اس کا گھر اہل جنت کو مل جاوے گا **فذلك قوله تعالٰی**: أُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ **اخرجه سعید بن منصور وابن ماجة وابن المنذر وابن جریر وصححه القرطبی کذا فی الروح** اور اگر یہ حدیث کسی کی تحقیق میں ثابت نہ ہو وارث بمعنی مالک بھی ہو سکتا ہے **لان الارث اقوی اسباب الملك ففیه المبالغة**۔

فائدہ ہفتم: أُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ میں جو حصر ہے وہ باعتبار استحقاق فردوس کے ہے جو بحسب احادیث جنت کا اعلیٰ درجہ ہے ورنہ نفس جنت مطلق مؤمنین کے لئے عام ہوگی گو صفات مذکورہ میں کمی ہو۔

ترجمہ مسائل السلوک: (سورۃ المؤمنون) قولہ تعالیٰ: وَالَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ الخ یہ آیت صراحۃً دال ہے خشوع کے مطلوب ہونے پر اور روح میں ہے کہ حق یہ ہے کہ یہ صحت صلوٰۃ کی شرط نہیں مگر قبول کی شرط ہے ۱۲۔ قولہ تعالیٰ: وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ الخ اس میں اہل طریقت کے مبالغہ فی الورع کی تصریح ہے کہ وہ ایسے امور کو بھی ترک کر دیتے ہیں جن میں نہ ضرر ہو اور نہ نفع جیسا کہ مضر کو ترک کر دیتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ: وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ الخ روح میں ہے کہ اس میں اشارہ ہے کہ وہ اپنی قوۃ شہویہ پر مستولی ہیں ۱۲۔

الفقه: **قوله ما ملکت ایمانهم خاص بالاناث فلا یحل المملوك للسیدة ولا للسید والمراد بیان حل الجنس فلا ینافی الحرمة فی بعض الاحوال کالحیض وغیرہ** ۱۲۔

اللغات: **الفلاح الفوز بالمرام والافلاح الدخول فی ذلك وراء خلاف وذهب الیه ابو حیان فهو مفعول به وقیل ظرف لا یصلح**

مفعولا به والمعنى فمن احدث ابتغاء وراء ذلك راعون اصل الرعى حفظ المواشى واستعمل فى مطلق الحفظ ۱۲۔

البلاغۃ :لامنٰتهم وعهدهم جمع الاول لكونها محسوسة التعدد وافراد الثانى لكونه مصدرا فى الاصل ولكونه امرا معنويا لا يحس تعدده يحافظون نكتة ايراد الفعل فيه تجددوا الصلوٰة وتكررها قوله الذين يرثون فى التقييد بعد الاطلاق والتفسير بعد الابهام من الفخامة ما لا يخفى ۱۲۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ﴿۱۲﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴿۱۴﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ﴿۱۵﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷﴾ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِی الْاَرْضِ وَاِنَّا عَلٰی ذَهَابٍ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَاِنَّ لَكُمْ فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِیْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾

وقف لازم ع ۱ - ۲۲

اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ (یعنی غذا) سے بنایا پھر ہم نے اس کو نطفہ سے بنایا جو کہ (ایک مدت معینہ تک) ایک محفوظ مقام (یعنی رحم) میں رہا پھر ہم نے اس نطفہ کو خون کا لوتھڑا بنادیا پھر ہم نے اس خون کے لوتھڑے کو (گوشت) کی بوٹی بنادیا پھر ہم نے اس بوٹی (کے بعض اجزا کو ہڈیاں بنادیا پھر ہم نے ان ہڈیوں پر گوشت چڑھادیا پھر ہم نے (اس میں روح ڈال کر) اس کو ایک دوسری ہی (طرح) کی مخلوق بنادیا سو کیسی بڑی شان ہے اللہ کی جو تمام صناعوں سے بڑھ کر ہے پھر تم بعد اس (تمام قصہ عجیبہ) کے ضرور ہی مرنے والے ہو پھر تم قیامت کے روز دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے اور ہم نے تمہارے اوپر سات آسمان بنائے اور ہم مخلوق (کی مصلحتوں) سے بے خبر نہ تھے اور ہم نے آسمان سے (مناسب) مقدار کے ساتھ پانی برسایا پھر ہم نے اس کو (مدت تک) زمین میں ٹھہرایا اور ہم اس پانی کے معدوم کردینے پر (بھی) قادر ہیں پھر ہم نے اس (پانی) کے ذریعے سے باغ پیدا کئے کھجوروں کے اور انگوروں کے تمہارے واسطے ان میں بکثرت میوے بھی ہیں اور ان میں سے کھاتے بھی ہو اور (اسی پانی سے) ایک (زیتون کا) درخت بھی (ہم نے پیدا کیا ہے) جو کہ طور سینا میں (بکثرت) پیدا ہوتا ہے جو اگتا ہے تیل لئے ہوئے اور کھانے والوں کے لئے ہوئے اور تمہارے لئے مواشی میں (بھی) غور کرنے کا موقع ہے کہ ہم تم کو ان کے جوف میں کی چیز (یعنی دودھ) پینے کو دیتے ہیں اور تمہارے لئے ان میں اور بھی بہت سے فائدے ہیں اور (نیز) ان میں سے بعض کو کھاتے بھی ہو اور ان پر اور کشتی پر لدے لدے پھرتے (بھی) ہو۔

تفسیر ربط :او پر بعض عبادات مہمہ کی فضیلت مذکور تھی آگے مستحق عبادت جل شانہ کے مقابلہ کے بعض آثار و تصرفات کا بیان ہے تاکہ ان سے اس کی قدرت اور عظمت اور وحدت اور منت و نعمت پر استدلال کر کے پورا حق عبادت ادا کیا جاوے اور ایجاد کے ساتھ درمیان میں افناء اور اعادہ کا ذکر تقویت استدلال و تذکیر جزائے عبادات و ترغیب اعمال کے لئے کیا گیا۔

استدلال برصفات کمال قادر ذوالجلال ☆ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ﴿۱۲﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً (الی قوله تعالی) وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾ (اول بیان ہے ایجاد انسان کا) اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ (یعنی غذا) سے (جو کہ بعد مٹی کے مادہ بعید ہے انسان کا) بنایا (یعنی اول مٹی ہوتی ہے پھر اس سے بذریعہ نباتات کے غذا حاصل ہوتی ہے) پھر ہم نے اس کو نطفہ سے بنایا جو کہ (ایک مدتِ معینہ تک) ایک محفوظ مقام (یعنی رحم) میں رہا (اور وہ غذا سے حاصل ہوا تھا) پھر ہم نے اس نطفہ کو خون کا لوتھڑا بنایا پھر ہم نے اس خون کے لوتھڑے کو (گوشت کی) بوٹی بنادیا پھر ہم نے اس بوٹی (کے بعض اجزاء) کو ہڈیاں بنادیا پھر ہم نے ان ہڈیوں پر گوشت چڑھادیا (جس سے وہ ہڈیاں ڈھک گئیں) پھر (ان سب تقلبات کے بعد) ہم نے (اس میں روح ڈال کر) اس کو ایک دوسری ہی (طرح کی) مخلوق بنادیا (جو حالات سابقہ سے نہایت ہی متمائز و متبائن ہے کیونکہ جمادیت و نبادیت میں جو تفاوت ہے ان سے

حیوانیت بدرجہا متفاوت ہے) سو کیسی بڑی شان ہے اللہ کی جو تمام صناعوں سے بڑھ کر ہے (کیونکہ دوسرے صناع صرف تحلیل ترکیب کر سکتے ہیں اعطائے حیوۃ حقیقۃ یہ خاص اللہ ہی کا کام ہے اور تفصیل ان تقلبات کی اسی ترکیب کے ساتھ قانون وغیرہ کتب طبیہ میں ہے آگے افناء کا بیان ہے یعنی) پھر تم بعد اس (تمام قصہ عجیبہ) کے ضرور ہی مرنے والے ہو (آگے بیان ہے اعادہ کا یعنی) پھر تم قیامت کے روز دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے اور (جس طرح ہم نے تم کو ابتداءً وجود عطا فرمایا اسی طرح تمہاری بقا کا سامان بھی کیا کہ) ہم نے تمہارے اوپر سات آسمان (جن میں ملائکہ کے آمد ورفت کے لئے راہیں ہیں) بنائے (کہ اس سے تمہاری بعض مصلحتیں متعلق ہیں) اور ہم مخلوق (کی مصلحتوں) سے بے خبر نہ تھے (بلکہ ہر مخلوق کو مصالح وحکم کا متضمن بنایا اور ہم نے تمہاری تمیم بقا کے لئے) آسمان سے (مناسب) مقدار کے ساتھ پانی برسایا پھر ہم نے اس کو (مدت تک) زمین میں ٹھہرایا (چنانچہ کچھ پانی تو زمین کے اوپر رہتا ہے اور کچھ اندر اتر جاتا ہے جو وقتاً فوقتاً نکلتا رہتا ہے) اور ہم (جس طرح اس کے برسانے پر قادر ہیں اسی طرح) اس (پانی) کے معدوم کر دینے پر (بھی) قادر ہیں (خواہ ہوا کی طرف مستحیل کر کے خواہ اتنی دور زمین کے اندر اتار کر کہ آلات کے ذریعہ سے نہ نکال سکو مگر ہم نے باقی رکھا) پھر ہم نے اس (پانی کے ذریعہ سے باغ پیدا کئے کھجوروں کے اور انگوروں کے تمہارے واسطے ان (کھجوروں انگوروں) میں بکثرت میوے بھی ہیں (جب کہ ان کو تازہ تازہ کھایا جاوے تو میوہ سمجھا جاتا ہے) اور ان میں سے (جو بچا کر خشک کر کے رکھ لیا جاتا ہے اس کو بطور غذا کے) کھاتے بھی ہو اور (اسی پانی سے) ایک (زیتون کا) درخت بھی (ہم نے پیدا کیا) جو کہ طور سینا میں (بکثرت) پیدا ہوتا ہے جو اگتا ہے تیل لئے ہوئے اور کھانے والوں کیلئے سالن لئے ہوئے (یعنی اس کے پھل سے دونوں کام کی چیز حاصل ہوتی ہے خواہ روشن کرنے کے اور مالش کرنے کے کام میں لاؤ خواہ اس میں روٹی ڈبو کر کھاؤ سامان مذکور پانی اور نباتات سے تھا) اور (آگے حیوانات کی قبیل سے سامان بقا کا بیان ہے کہ) تمہارے لئے مواشی میں (بھی) غور کرنے کا موقع ہے کہ ہم تم کو ان کے جوف میں کی چیز (یعنی دودھ) پینے کو دیتے ہیں اور تمہارے لئے ان میں اور بھی بہت سے فائدے ہیں (کہ ان کے بال اور اون کام آتی ہے) اور (نیز) ان میں سے بعض کو کھاتے بھی ہو اور ان میں جو بار برداری کے قابل ہیں ان) پر اور کشتی پر لدے لدے پھرتے بھی ہو۔ **ف**: جس پہاڑ کا نام طور ہے طور سینا بھی اسی کا نام ہے کیونکہ وہ جس جگہ ہے اس جگہ کا نام سیناء ہے اور سینین بھی گو اب کچھ اور نام ہو گیا ہو اور زیتون کی تخصیص طور کے ساتھ بوجہ کثرت سے پیدا ہونے کے ہے اور طور کی تخصیص[1] زیتون کے ساتھ بوجہ کثرت منافع کے ہے فقط۔

الحواشی: (۱) یعنی باوجودیکہ وہاں اور اشجار بھی پیدا ہوتے ہیں مگر پھر زیتون ہی پر حکم لگانا کہ طور سے نکلتا ہے اس لئے ہے کہ یہ شجرہ کثیر المنافع ہے ۱۲ منہ۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله في نطفة** سے اشارة الى نصبه بنزع الخافض كذا في الروح ۱۲۔ ۲ **قوله في خلقا اخر** روح الخ كذا تلقيته من مرشدى ثم رأيته منقولا عن ابن عباسؓ في الدر المنثور ۱۲۔

فائدہ: في الدر المنثور عن معاذ بن جبل وعن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما تلاوتهما ۱۲ قوله فتبارك الله احسن الخالقين لما سمعا ما قبله وقوله عليه السلام للاول بها ختمت ونزوله كذلك الثاني واشكل ان ذلك قادح في اعجازه واجيب لوصحت بان الخارج عن قدرة البشر على الصحيح ما كان مقدار اقصر سورة منه على ان اعجازه هذه الآية الكريمة منوط بما قبلها كما تعرب عنه الفاء فانه اعتراض تذئيلى مقرر لمضمون ما قبله كذا في الروح قلت ان الممتنع الاتيان به بقصد المعارفة لا اتفاقاً ۱۲۔

الکلام: قوله تعالىٰ فاسكنٰه في الارض لا ينافي هذا ما ذكره بعض الحكماء من تكون المياه في الآبار والعيون من الانجرة لانه يمكن ان يكون للشئ اسباب متعددة ولا دليل عندهم على ان لا دخل لمياه الامطار فيها كيف وقد قال به ابو البركات البغدادى وايضا يشهد المشاهدة به حيث تقل وتكثر مياه الآبار بقلة الامطار وكثرتها ۱۲۔

اختلاف القراءۃ: في قراءة تنبت من الافعال هو بمعنى اللازم ۱۲۔

الفقه: اورد على ابى حنيفة بعدم حنث من حلف لا ياكل الفاكهة لو اكل النخيل مع تسمية الله تعالىٰ اياه فاكهة۔ واجيب على تقدير رجوع ضمير فيها الى النخيل والاعناب ان تسمية تعالىٰ باللغة وعدم الحنث بالعرف ۱۲۔

اللغات: سلٰلة من سل بمعنى استخرج فان فعالة اسم لما يحصل من الفعل فتارة تكون مقصودة منه كالخلاصة واخرىٰ غير مقصودة منه كالقلامة والكناسة والسلالة من قبيل الاول فانها مقصودة بالسل اى من الغذاء الذى هو سلالة الطين وصفوته وفيه وصف الجنس بوصف اكثر افراده لان خلق آدم عليه السلام لم يكن كذلك قوله مكين متمكن مع ان التمكن وصف ذى المكان وهو النطفة ههنا على سبيل المجاز كما يقال طريق سائر ۱۲ الخالقين الصانعين كذا في الروح عن ابن عطية ۱۲ سيناء اسم للبقعة ومنع عن الصرف للعلمية والعجمة البطون المراد مطلق الاجواف ۱۲۔

النحو: قوله بالدهن الباء للمصاحبة دون التعدية لان نبات الدهن او انباته لا يكاد يستعمل فالمعنى تنبت الشجرة وفيها الدهن كذا في الكشاف وعطف صبغ عليه من عطف الصفة على الصفة قوله مما في بطونها من ابتدائية ۱۲۔

البلاغۃ: قوله ثم جعلنٰه نطفة الى آخر الآية في الروح وجاء ت المعطوفات الاول بعضها بثم و بعضها بالفاء ولم يجئ جميعها بثم او بالفاء مع صحة ذلك في مثلها اللاشارة الى تفاوت الاستحالات فالمعطوف بثم مستبعد حصوله مما قبله فجعل الاستبعاد عقلا او رتبة بمنزلة التراخي والبعد الحسي لان حصول النطفة من اجزاء وترابية غريب جدا وكذا جعل النطفة البيضاء السيالة وما احمر جامدا بخلاف جعل الدم لحما مشابها في اللون والصورة وكذا تصليب المضغة حتى تصير عظماء وكذا لحمها عليه ليستره كذا قيل ولا يخلو عن قيل وقال ۱۲ قدوری البطرانی في الكبير بسند حسن عن ابی الدرداء ان النبی صلی الله علیه وسلم قال اول شئ يرفع من هذه الامة الخشوع حتى لا ترى فيها خاشعا كذا في مجمع الزوائد وقد روى الديلمي في مسند الفردوس مرفوعًا بسند ضعيف لا صلوٰة لمن لا يتخشع كذا في الجامع الصغير ۱۲ منه۔ قوله عظامًا في الروه جمع العظام دون غيرها مما في الاطوار لانها متغائرة هينة وصلابة بخلاف غيرها ۱۲۔ قوله لميتون وتبعثون تاكيد الموت باللام دون البعث مع انكار البعث وعدم انكار الموت يقتضي العكس لاعتبار نكتة اخرٰى وهي ان الموت لكراهة كالمنكر بخلاف البعث فانه مرغوب فيه لكونه حياة في الاصل فافهم۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ۚۖ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۴﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌ ۢ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۲۵﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۲۶﴾ فَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۚ وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۸﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ وَّاِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِيْنَ ﴿۳۰﴾

اور ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا سوانہوں نے (اپنی قوم سے) فرمایا کہ اے میری قوم اللہ ہی کی عبادت کیا کرو اور اس کے سوا کوئی تمہارے لئے معبود بنانے کے لائق نہیں (اور جب یہ بات ثابت ہے تو) پھر کیا تم دوسروں کو معبود بنانے سے ڈرتے نہیں ہو پس نوح علیہ السلام کی یہ بات سن کر ان کی قوم میں جو کافر رئیس تھے (عوام سے کہنے لگے کہ یہ شخص بجز اس کے کہ تمہاری طرح کا ایک معمولی) آدمی ہے اور کچھ نہیں (اس دعوے سے) ان کا مطلب یہ ہے کہ تم سے برتر ہو کر رہے اور اللہ کو رسول بھیجنا ہوتا تو فرشتوں کو بھیجتا ہم نے یہ بات اپنے پہلے بڑوں میں نہیں سنی پس یہ ایک آدمی ہے جس کو جنون ہو گیا ہے سو ایک وقت خاص (یعنی اس کے مرنے کے وقت) تک اس (کی حالت) کا اور انتظار کرلو۔ نوح علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے میرے رب بوجہ اس کے کہ انہوں نے مجھ کو جھٹلایا ہے پس ہم نے (ان کی دعا قبول کی اور) ان کے پاس حکم بھیجا کہ تم کشتی تیار کرلو ہماری نگرانی میں اور ہمارے حکم سے پھر جس وقت ہمارا حکم (عذاب کا قریب) آ پہنچا اور (علامت اس کی یہ ہے کہ) زمین سے پانی ابلنا شروع ہو تو (اس وقت) ہر قسم (کے جانوروں) میں سے ایک ایک نر اور ایک ایک مادہ یعنی دو دو عدد اس (کشتی) میں داخل کرلو اور اپنے گھر والوں کو بھی (سوار کرلو) باستثناء اس کے جس پر ان میں سے (غرق ہونے کا) حکم نافذ ہو چکا ہو اور (یہ سن لو کہ) مجھ سے کافروں (کی نجات) کے بارے میں کچھ گفتگو نہ کرنا (کیونکہ) وہ سب غرق کئے جائیں گے پس جس وقت تم اور تمہارے ساتھی (مسلمان) کشتی میں بیٹھ کر چکو تو یوں کہنا کہ شکر ہے خدا کا جس نے ہم کو کافر لوگوں سے (یعنی ان کے افعال اور تکالیف سے) نجات دی اور یوں کہنا کہ اے میرے رب مجھ کو زمین پر برکت کا اتارنا اتاریو اور آپ سب اتارنے والوں سے اچھے ہیں اس (واقعہ مذکورہ) میں بہت سی نشانیاں ہیں اور ہم یہ نشانیاں معلوم کرا کر اپنے بندوں کو آزماتے ہیں۔

تفسیر ربط: اوپر توحید معبود پر دلائل قائم کئے گئے تھے آگے مضمون توحید کی تاکید کے لئے بعض قصص مذکور ہیں جو تین طور پر مؤکد توحید ہیں۔ ایک انبیائے

سابقین کا توحید کے لئے امر فرمانا دوسرے منکرین توحید کا انجام برا ہونا تیسرے ظہور خوارق انبیاء علیہم السلام سے جس میں آیت : وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ الخ زیادہ صریح ہے اور دوسرے قصوں میں اشارت مثل سلطان مبین یا شہرت پر اکتفا کیا گیا جیسا اخیر قصہ[(۱)] میں وجہین اولین کی دلالت کا ذکر صریح نہیں کیا گیا اور نیز قصہ عیسویہ کے ذکر سے بنی اسرائیل کی تکذیب کا بھی بیان کرنا مقصود ہو سکتا ہے اور اس بناء پر اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ کے ساتھ اس کا خاص ارتباط ہو گا جس کی تقریر یہ ہوگی کہ بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے کتاب بھی دی اور ان میں سے متاخرین کے لئے اعجاز عیسوی کا بھی اظہار کیا مگر انہوں نے پھر موسیٰ علیہ السلام کی بھی اور عیسیٰ علیہ السلام کی بھی مخالفت کی واللہ اعلم۔

قصہ نوح علیہ السلام وقوم او☆ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ (الی قولہ تعالی) اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ وَّاِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِيْنَ ۝ اور ہم نے نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا سو انہوں نے (اپنی قوم سے) فرمایا کہ اے میری قوم اللہ ہی کی عبادت کیا کرو اس کے سوا کوئی تمہارے لئے معبود بنانے کے لائق نہیں (اور جب یہ بات ثابت ہے تو) پھر کیا تم (دوسروں کے معبود بنانے سے) ڈرتے نہیں ہو پس (نوح علیہ السلام کی یہ بات سن کر) ان کی قوم میں جو کافر رئیس تھے (عوام سے) کہنے لگے کہ یہ شخص بجز اس کے کہ تمہاری طرح کا ایک (معمولی) آدمی ہے اور کچھ (رسول وغیرہ) نہیں ہے (اس دعویٰ سے) ان کا (اصل مطلب یہ ہے کہ تم سے برتر ہو کر رہے یعنی جاہ و ریاست مقصود ہے اور اگر اللہ کو (رسول بھیجنا) منظور ہوتا تو (اس کام کے لئے) فرشتوں کو بھیجتا (پس دعویٰ ان کا غلط ہے اسی طرح ان کی دعوت کرنا توحید کی طرف یہ دوسری غلطی ہے کیونکہ) ہم نے یہ بات (کہ اور کسی کو معبود مت قرار دو) اپنے پہلے بڑوں میں بھی (ذکر مذکور ہوتے ہوئے) نہیں سنی بس یہ ایک آدمی ہے جس کو جنون ہو گیا ہے (اس واسطے ساری دنیا کے خلاف باتیں کرتا ہے کہ میں رسول ہوں اور معبود ایک ہے) سو ایک وقت خاص (یعنی اس کے مرنے کے وقت) تک اس (کی حالت) کا اور انتظار کر لو (آخر ایک وقت پر پہنچ کر ختم ہو جاوے گا اور سب پاپ کٹ جاوے گا) نوح (علیہ السلام) نے (ان کے ایمان لانے سے مایوس ہو کر جناب باری میں) عرض کیا کہ اے میرے رب (ان سے) میرا بدلہ لے بوجہ اس کے کہ انہوں نے مجھ کو جھٹلایا ہے پس ہم نے (ان کی دعا قبول کی اور) ان کے پاس حکم بھیجا کہ تم کشتی تیار کر لو ہماری نگرانی میں اور ہمارے حکم سے (اب طوفان آوے گا اور تم اور مؤمنین اس کے ذریعہ سے محفوظ رہو گے) پھر جس وقت ہمارا حکم (عذاب کا قریب) آ پہنچے اور (علامت اس کی یہ ہے کہ) زمین سے پانی ابلنا شروع ہو تو (اس وقت) ہر قسم (کے جانوروں) میں سے (جو کہ انسان کے کارآمد ہیں اور پانی میں زندہ نہیں رہ سکتے) ایک ایک نر اور ایک ایک مادہ یعنی دو دو عدد اس (کشتی) میں داخل کر لو اور اپنے گھر والوں کو بھی (سوار کر لو) باستثناء جس پر ان میں سے (غرق ہونے کا) حکم نافذ ہو چکا ہے (یعنی جو کافر ہو اس کو مت سوار کرو) اور (یہ سن لو کہ) مجھ سے کافروں (کی نجات) کے بارہ میں کچھ گفتگو مت کرنا (کیونکہ) وہ سب غرق کئے جاویں گے پھر جس وقت تم اور تمہارے ساتھی (مسلمان) کشتی میں بیٹھ چکو تو یوں کہنا کہ شکر ہے خدا کا جس نے ہم کو کافر لوگوں سے (یعنی ان کے افعال سے اور ان کے نکال سے) نجات دی اور جب بعد فرو ہونے طوفان کے کشتی سے زمین پر آنے لگو تو) یوں کہنا کہ اے میرے رب مجھ کو (زمین پر) برکت کا اتارنا اتاریو (یعنی اطمینان ظاہری و باطنی کے ساتھ رکھیو) اور آپ سب اتارنے والوں سے اچھے ہیں (یعنی اور لوگ جو مہمان کو اتار لیتے ہیں حقیقۃً اس کے حصول نفع و دفع ضرر پر قادر نہیں ہوتے اور آپ قادر ہیں) اس (واقعۂ مذکورہ) میں (اہل عقل کے لئے ہماری قدرت کی) بہت سے نشانیاں ہیں اور ہم (یہ نشانیاں معلوم کرا کرا اپنے بندوں کو) آزماتے ہیں (کہ دیکھیں کونسا منتفع ہوتا ہے کون نہیں ہوتا اور نشانیاں یہ ہیں۔ رسول بھیجنا۔ ایمانداروں کو بچالینا۔ کافروں کو ہلاک کر دینا۔ دفعۃً طوفان پیدا کر دینا کشتی کو محفوظ رکھنا وغیرہ وغیرہ) **ف**: پارہ بارہ کے ربع پر بھی اس کے مشابہ آیتیں آئی ہیں وہاں تفسیر مفصل ملاحظہ فرمالی جاوے اور قوم کا يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ اور رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ کہنے میں اجتماع اس ارادہ تفضل کا مطلق جنون کے ساتھ ممکن ہے اور اگر جنون کامل لیا جاوے تو ان کے قولوں میں تناقض ہو گا جو خود ان کے جنون کی دلیل ہے اور چونکہ کفار کے یہ اقوال صریح البطلان تھے اس لئے اس مقام پر ان کے جواب ذکر کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یہ اس پر دال ہے کہ کمال فیض کی شرط مناسبت ہے اور اہل طریق اس کا بہت اہتمام کرتے ہیں ۱۲۔ قولہ تعالیٰ به جنة الخ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا حال نہایت محمود ہے جس کو محجوبین جنون سمجھیں اور یہ کمال فناء سے حاصل ہوتا ہے پس آیت اس کے مطلوب ہونے پر دال ہے۔ قولہ تعالیٰ: وَلَا تُخَاطِبْنِيْ [ھود : ۳۷] الخ اس میں اصل ہے بعض اہل طریق کی اس عادت کی کہ بعض لوگوں سے دعاء کرنے کے متعلق عذر کر دیتے ہیں کہ ان کے لئے دعا کا نافع نہ ہونا کشف سے معلوم ہو جاتا ہے ۱۲۔

الحواشی: (۱) یعنی مذکورہ تین طور میں سے طور ثالث تو قصہ اخیرہ میں زیادہ صریح اور اول کے قصوں میں صریح نہیں اور طورین اولین قصہ اخیرہ میں صریح نہیں اور اول کے قصوں میں صریح ہیں ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قولہ فی تربصوا بہ ختم ہوجاوے گا اخذتہ من الخازن وھذا کقولہ تعالٰی یتربص بکم الدوائر ۱۲۔

الروایات: قولہ رب انزلنی فی الدر المنثور اخرج ابن ابی شیبة وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم عن مجاھد رضی اللہ عنہ وقل رب انزلنی منزلا مبارکاً قال لنوح حین انزل من السفینة آہ۔

اللغات: فاسلک فی الروح سلک دخل وادخل کقولہ ما سلککم فی سقر ای ادخلکم ۱۲۔

البلاغۃ: جمع الضمیر فی نجنا وتوحیدہ فی انزلنی لعل النکتة فیہ ان اھل الفلک کلھم کانوا مؤمنین فجمعھم معہ بخلاف ما بعد النزول فان اھل الارض کانوا مختلفین ولو بعد حین فلم یجمعھم معہ واللہ اعلم ۱۲۔

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿۳۱﴾ فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ﴿۳۵﴾ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۶﴾ اِنْ هِىَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ ِۨافْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِىْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۳۹﴾ قَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً ۚ فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۱﴾

پھر ہم نے (قوم نوح کے بعد) دوسرا گروہ پیدا کیا پھر ہم نے ان میں ایک پیغمبر کو بھیجا جو ان میں ہی کے تھے (ان پیغمبر نے کہا کہ) کہ تم لوگ اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا اور کوئی معبود (حقیقی) نہیں کیا تم شرک سے ڈرتے نہیں ہو اور ان پیغمبر کی یہ بات سن کر ان کی قوم میں جو رئیس تھے جنہوں نے خدا اور رسول کے ساتھ کفر کیا تھا اور آخرت کے آنے کو جھٹلایا تھا اور ہم نے ان کو دنیوی زندگانی میں عیش ہی دیا تھا کہنے لگے کہ بس یہ تو تمہاری طرح ایک (معمولی) آدمی ہیں (چنانچہ) یہ وہی کھاتے ہیں جو تم کھاتے ہو اور وہی پیتے ہو جو تم پیتے ہو اور اگر تم اپنے جیسے ایک (معمولی) آدمی کے کہنے پر چلنے لگو تو بے شک تم (عقل کے) گھاٹے میں ہو کیا یہ شخص تم سے کہتا ہے کہ جب تم مرجاؤ گے اور (مرکر) مٹی اور ہڈیاں ہو جاؤ گے تو (دوبارہ زندہ کر کے زمین سے) نکالے جاؤ گے بہت ہی بعید اور بہت ہی بعید ہے جو بات تم سے کہی جاتی ہے بس زندگی تو یہی دنیوی زندگی ہے کہ ہم کوئی مرتا ہے اور کوئی پیدا ہوتا اور ہم دوبارہ زندہ نہ کئے جاویں گے بس یہ ایک ایسا شخص ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے اور ہم تو ہرگز اس کو سچا نہ سمجھیں گے پیغمبر نے دعا کی کہ اے میرے رب میرا بدلہ لے اس وجہ سے کہ انہوں نے مجھ کو جھٹلایا ارشاد ہوا کہ یہ لوگ عنقریب پشیمان ہوں گے چنانچہ ان کو ایک سخت آواز نے (یعنی عذاب) موافق وعدہ برحق کے آپکڑا جس سے وہ سب ہلاک ہو گئے پھر ہم نے ان کو خس وخاشاک (کی طرح پامال) کر دیا سو خدا کی مار کافر لوگوں پر۔

تفسیر: قصہ عاد یا ثمود ☆ ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا (الی قولہ تعالی) فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۱﴾ پھر (قوم نوح کے بعد) ہم نے دوسرا گروہ پیدا کیا (مراد عاد ہے یا ثمود) پھر ہم نے ان میں ایک پیغمبر کو بھیجا جو ان ہی میں کے تھے (مراد ہود علیہ السلام یا صالح علیہ السلام ہیں ان پیغمبر نے کہا) کہ تم لوگ اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود (حقیقی) نہیں کیا تم (شرک سے) ڈرتے نہیں ہو اور (ان پیغمبر کی یہ بات سن کر) ان کی قوم میں سے جو رئیس تھے) جنہوں نے (خدا و رسول کے ساتھ) کفر کیا تھا اور آخرت کے آنے کو جھٹلایا تھا اور ہم نے ان کی دنیوی زندگانی میں عیش بھی دیا تھا کہنے لگے کہ بس یہ تو تمہاری طرح ایک (معمولی) آدمی ہیں (چنانچہ) یہ وہی کھاتے ہیں جو تم کھاتے ہو اور وہی پیتے ہیں جو تم پیتے ہو اور (جب یہ تمہارے ہی جیسے بشر ہیں تو) اگر تم اپنے جیسے ایک (معمولی) آدمی کے کہنے پر چلنے لگو تو بیشک تم (عقل کے) گھاٹے میں ہو (یعنی بڑی بے وقوفی ہے) کیا یہ شخص تم سے یہ کہتا ہے کہ جب تم مرجاؤ گے اور (مرکر) ہڈیاں بے گوشت رہ جاتی ہیں پھر بعد چندے وہ بھی خاک ہو جاتی ہیں تو یہ شخص کہتا ہے کہ جب اس حالت پر پہنچ جاؤ گے) تو (پھر دوبارہ زندہ کر کے زمین سے) نکالے جاؤ گے (تو بھلا ایسا شخص کہیں قابل اطاعت واتباع ہو سکتا ہے اور) بہت ہی بعید اور بہت ہی بعید ہے جو بات تم سے کہی جاتی ہے بس زندگی تو یہی ہماری دنیوی زندگی ہے کہ ہم میں کوئی مرتا ہے اور کوئی پیدا ہوتا ہے اور ہم دوبارہ زندہ نہ کئے جاویں گے بس یہ ایک ایسا شخص ہے جو اللہ پر جھوٹ

باندھتا ہے (کہ اس نے مجھ کو رسول بنا کر بھیجا ہے اور کوئی دوسرا معبود نہیں اور قیامت آوے گی) اور ہم تو ہرگز اس کو سچا نہ سمجھیں گے پیغمبر نے دعا کی کہ اے میرے رب میرا بدلہ لے اس وجہ سے کہ انہوں نے مجھ کو جھٹلایا ارشاد ہوا کہ یہ لوگ عنقریب پشیمان ہوں گے چنانچہ ان کو ایک سخت آواز نے (یا سخت عذاب نے) موافق وعدہ برحق کے (کہ لَيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ) آ پکڑا (جس سے وہ سب ہلاک ہو گئے) پھر (ہلاک کرنے کے بعد) ہم نے ان کو خس و خاشاک (کی طرح پامال) کر دیا سو خدا کی مار کافر لوگوں پر **ف**: چونکہ صیحہ سے ثمود کا معذب ہونا دوسری آیات میں بھی آیا ہے اس قرینہ سے بعض نے تو اس کو ثمود کا قصہ سمجھا ہے اور چونکہ اکثر جگہ بعد قوم نوح کے عاد کا قصہ آیا ہے اس قرینہ سے بعض نے اس کو عاد کا قصہ سمجھا ہے اور صیحہ سے مراد عقوبت ہائلہ لی ہو جیسا اس شعر میں ہے۔

صاح الزمان بال برمك صيحة ☆ خروا لشدتها على الاذقان

یا ممکن ہے کہ عاد پر بھی صیحہ آیا ہو اور کہیں صرصر اور کہیں صیحہ کا ذکر اس اشارہ کے لئے ہو کہ ہر واحد بھی ان کے اہلاک کے لئے کافی تھا۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله فى غثاء طرح اشارة الى حذف الكاف اى كالغثاء ۱۲۔

اللغات: قوله عما قليل عن بمعنى بعد قوله بعدا من الرحمة وهو كما فى الكبير من جملة المصادر التى قال سيبويه نصبت بافعال لا يستعمل اظهارها وهى موضوعة مواضع افعالها ومعناه بعدا بعدا۔

النحو: قوله ان اعبدوا اى بان اعبدوا قوله واترفنهم اما حال او معطوف على الصلة قوله انكم مخرجون تاكيد لان السابقة فى قوله انكم اذا متم ۱۲۔

البلاغۃ: قوله من قومه تقديمه على الصلة لئلا يطول الفصل بين المبين والبيان ۱۲۔ قوله مما تاكلون المراد جنس ما تاكلون قوله ترابا وعظاما حملها باعتبار بعض بعض قوله هيهات هيهات لما توعدون فاعل هيهات الوقوع واللام للبيان وكذا فى قوله للقوم ۱۲۔

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿۴۲﴾ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ﴿۴۳﴾ ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ۭ كُلَّمَا جَاۗءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۴﴾ ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ ڏ بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۵﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ىِٕهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ ﴿۴۶﴾ فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ﴿۴۷﴾ فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ ﴿۴۸﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗٓ اٰيَةً وَّاٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ ﴿۵۰﴾

پھر ان (عاد یا ثمود) کے (ہلاک ہونے کے) بعد ہم نے اور امتوں کو پیدا کیا کوئی امت (ان امتوں میں سے) اپنی مدت معینہ سے (ہلاک ہونے میں) نہ پیش دستی کر سکتی تھی اور نہ (اس مدت سے) وہ لوگ پیچھے ہٹ سکتے تھے پھر (ان کے پاس) ہم نے اپنے پیغمبروں کو یکے بعد دیگرے (ہدایت کے لئے) بھیجا جب کسی امت کے پاس اس امت کا خاص رسول آیا انہوں نے اس کو جھٹلایا سو ہم نے (بھی ہلاک کرنے میں) ایک کے بعد ایک کا نمبر لگا دیا اور ہم نے ان کی کہانیاں بنا دیں سو خدا کی مار ان لوگوں پر جو انبیاء کے سمجھانے پر بھی ایمان نہ لاتے تھے۔ پھر ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی ہارون علیہ السلام کو اپنے احکام اور کھلی دلیل دے کر فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس (بھی پیغمبر بنا کر) بھیجا سو ان لوگوں نے (ان کی تصدیق و اطاعت سے) تکبر کیا اور وہ لوگ تھے ہی متکبر چنانچہ وہ (باہم) کہنے لگے کہ کیا ہم ایسے دو شخصوں پر جو ہماری طرح کے آدمی ہیں ایمان لے آ ئیں (اور ان کے مطیع بن جاویں) حالانکہ ان کی قوم کے لوگ (تو خود) ہمارے زیر حکم ہیں غرض وہ لوگ ان کی تکذیب ہی کرتے رہے پس ہلاک کئے گئے اور ان کے ہلاک ہونے کے بعد ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب (یعنی توارت) عطا فرمائی تا کہ اس کے ذریعہ سے وہ لوگ (یعنی قوم موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل) ہدایت پاویں۔ اور ہم نے مریم علیہ السلام کے بیٹے (عیسیٰ علیہ السلام) کو اور ان کی ماں (حضرت مریم) کو بڑی نشانیاں بنایا اور ہم نے ان دونوں کو ایک بلند زمین پر لے جا کر پناہ دی جو (بوجہ غلات اور میوہ جات پیدا ہونے کے) ٹھہرنے کے قابل اور شاداب جگہ تھی۔

تفسیر: قصہ بعض دیگر امم اجمالاً ☆ ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ (الی قولہ تعالیٰ) فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ پھر ان (عاد یا

ثمود) کے (ہلاک ہونے کے) بعد ہم نے اور امتوں کو پیدا کیا (جو کہ تکذیب رسل کے سبب وہ بھی ہلاک ہوئے ان کے ہلاک ہونے کی جو مدت علم الٰہی میں مقرر تھی) کوئی امت (ان امتوں میں سے) اپنی (اس) مدت معینہ سے (ہلاک ہونے میں) نہ پیش دستی کر سکتی تھی اور نہ (اس مدت سے) وہ لوگ پیچھے ہٹ سکتے تھے (بلکہ عین وقت پر ہلاک کئے گئے غرض وہ امتیں اول پیدا کی گئیں) پھر (ان کے پاس) ہم نے اپنے پیغمبروں کو یکے بعد دیگرے (ہدایت کے لئے) بھیجا (جس طرح وہ امتیں یکے بعد دیگرے پیدا ہوا کیں مگر ان کی حالت یہ ہوئی کہ) جب کبھی کسی امت کے پاس اس امت کا (خاص) رسول (خدا کے احکام لے کر) آیا انہوں نے اس کو جھٹلایا سو ہم نے (بھی ہلاک کرنے میں) (ایک کے بعد ایک کا تار باندھ دیا۔ اور ہم نے ان کی کہانیاں بنا دیں (یعنی وہ ایسے نیست و نابود ہوئے کہ بجز کہانیوں کے ان کا کچھ نام ونشان نہ رہا) سو خدا کی مار ان لوگوں پر جو (انبیاء کے سمجھانے پر بھی) ایمان نہ لاتے تھے۔ **ف**: ان قرون میں سے بعض کا ذکر سورۂ اعراف وغیرہ میں ہے چنانچہ عاد کے بعد ثمود کا اور ثمود کے بعد قوم لوط کا اور لوط کے بعد اہل مدین کا ذکر آیا ہے اور بعض کی نسبت فرمایا ہے **لا یعلمهم الا الله الخ** واللہ اعلم اور اگر بعض قوموں کی کچھ نسل باقی ہو تو بھی جَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ میں کوئی اشکال نہیں کیونکہ خاص وہ مکذبین تو نیست ہو گئے یا یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ ہم نے ان کو دوسروں کے لئے عبرت بنا دیا **ای جعلناهم ذات احادیث بحیث یحکی احادیثهم**۔

قصۂ فرعون ☆ ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَ اَخَاهُ (الی قوله تعالی) لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ۝ پھر ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) اور ان کے بھائی (ہارون علیہ السلام) کو اپنے احکام اور کھلی دلیل (یعنی معجزہ صریحہ کہ دلیل نبوت ہے) دے کر فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس (بھی پیغمبر بنا کر) بھیجا (اور بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہونا بھی معلوم ہے) سو ان لوگوں نے (ان کی تصدیق واطاعت سے) تکبر کیا اور وہ لوگ تھے ہی متکبر (یعنی پہلے ہی سے ان کا دماغ سڑا ہوا تھا) چنانچہ وہ (باہم) کہنے لگے کہ کیا ہم ایسے دو شخصوں پر جو ہماری طرح کے آدمی ہیں (ان میں کوئی بات امتیاز کی نہیں) ایمان لے آویں (اور ان کے مطیع بن جاویں) حالانکہ ان کی قوم کے لوگ (تو خود) ہمارے زیر حکم ہیں (یعنی ہم کو تو خود ان کی قوم پر ریاست حاصل ہے پھر ان دونوں کو ہم پر کیسے ریاست حاصل ہو سکتی ہے۔ ان لوگوں نے ریاست دینیہ کو ریاست دنیویہ پر قیاس کیا کہ جب ہم کو ایک حاصل ہے تو دوسرے کے بھی ہم ہی مستحق ہیں اور جب ان کو ایک نہیں تو دوسری کیسے ہو سکتی ہے اور فساد اس قیاس کا ظاہر ہے) غرض وہ لوگ ان دونوں کی تکذیب ہی کرتے رہے پس (اس تکذیب کی وجہ سے) ہلاک کئے گئے اور (ان کے ہلاک ہونے کے بعد) ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب (یعنی تورات) عطا فرمائی تاکہ (اس کے ذریعہ سے) وہ لوگ (یعنی قوم موسیٰ بنی اسرائیل جو کہ موسیٰ علیہ السلام کے دوسرے مرسل الیہم تھے) ہدایت پائیں (اور متاخرین بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے اور دلیل بھی ظاہر کی جس کا بیان وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ میں آتا ہے مگر ان کے قصے بھی مخالفت وعقوبت کے مشہور اور جابجا مذکور ہیں **ف**: **بشر مثلنا** کے ذیل میں صاحب روح نے خوب لطیفہ لکھا ہے کہ یہ منکرین بشر کے لئے تو نبوت کو محال سمجھتے تھے۔ کس قدر عجیب بات ہے اور تخصیص فرعون کی باوجود بعث الی بنی اسرائیل کے بھی پھر قوم فرعون میں سے تخصیص رؤساء کی اس اعتبار سے ہے کہ یہ لوگ انکار میں اشد تھے ذکری تقبیح حال کے لئے ہے۔

قصہ مریم وعیسیٰ علیہما السلام ☆ وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَ اُمَّهٗۤ اٰيَةً وَّ اٰوَيْنٰهُمَاۤ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ۝ اور ہم نے (اپنی قدرت وتوحید پر دلالت کے لئے اور نیز بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے) مریم کے بیٹے (عیسیٰ علیہ السلام) کو اور ان کی ماں (حضرت مریم علیہا السلام) کو بڑی نشانی (قدرت کی اور ان کے صدق کی) بنایا (کہ بے باپ تولد ہونا دونوں کے متعلق آیت عظیمہ ہے) اور (چونکہ ان کو نبی بنانا منظور تھا اور ایک ظالم بادشاہ بچپن ہی میں ان کے درپے قتل ہو گیا تھا اس لئے) ہم نے (اس سے بچا کر) ان دونوں کو ایک ایسی بلند زمین پر لے جا کر پناہ دی جو (بوجہ غلات اور میوہ جات پیدا ہونے کے) ٹھہرنے کے قابل اور (بوجہ نہر جاری ہونے کے) شاداب جگہ تھی (یہاں تک کہ امن وامان سے جوان ہوئے اور نبوت عطا ہوئی تو توحید دعویٰ رسالت میں ان کی تصدیق ضروری تھی مگر بعض نے نہ کی)۔ **ف**: یہ ظالم بادشاہ ہیردوس تھا نجومیوں سے یہ سن کر کہ عیسیٰ علیہ السلام کو سرداری ہوگی صغرسن ہی میں ان کا دشمن ہو گیا تھا الہام ربانی سے حضرت مریم علیہا السلام ان کو لے کر ملک مصر میں چلی گئیں اور اس ظالم کے مرنے کے بعد پھر شام میں چلی آئیں **كذا فى الروح وفتح المنان عن انجيل متى وروى فى الدر المنثور تفسير الربوة عن ابن عباس ووهب وابن زيد بمصر وعن زيد بن اسلم بالاسكندرية قلت والاسكندرية ايضا بمصر** اور مصر کا اونچا ہونا باعتبار رود نیل کے ہے ورنہ غرق ہو جاتا اور ماء معین رود نیل ہے **والله اعلم**۔

اللُّغَات: **قوله تترى مصدر كذكرى وبشرى والتاء الاولى منه مبدل من الواو كتجاه وتراث وهو بمعنى المتواترين حال من رسلنا وفى قراءة منونا وهو على ما قال الفراء مصدر ايضا كصبر والالف فيه مبدل من التنوين وهو ايضا حال كما فى القراءة السابقه ١٢- قوله الاحاديث جمع احدوثة ولا يستعمل الا فى الشراد جمع حديث على خلاف القياس ١٢ عابدون خادمون كما فى الروح نقل الخفاجى عن الراغب انه صرح بان العابد بمعنى الخادم حقيقة وان نظر الى متعارف اللغة ففيه استعارة تبعية فافهم ١٢- قوله معين فعيل**

من معن بمعنى جرى او مفعول كمخيط من عانه ادركه بعينه فان الماء الجارى يكون مشاهدًا بالعين غالبًا ۱۲۔

النَّحْوُ: قوله ثم ارسلنا عطف على انشانا لكن لا على معنى ان ارسالهم جميعا متراخ عن انشاء القرون جميعا بل على معنى ان ارسال كل رسول متراخ عن انشاء قرن مخصوص بذلك الرسول والفصل بين المعطوفين بالجملة المعترضة للمسارعة الى بيان هلاك اولئك القرون على وجه اجمالى ۱۲۔

البلاغة: قوله لا يؤمنون اقتصر ههنا على وصفهم بعدم الايمان جسما اقتصر على حكاية تكذيبهم اجمالا واما القرون الاولون فحيث نقل عنهم ما لهم من الغلو وتجاوزا لحد فى الكفر العدوان وصفوا بالظلم كذا فى الروح ۱۲۔ قوله بشرين مثلنا شئ البشر لانه يطلق على الواحد وعلى الجمع ولم يثن مثل نظرا الى كونه فى حكم المصدر ولو افرد البشر لصح لانه اسم جنس كما فى قوله فاما ترين من البشر احدا وكذا لوثنى المثل كما فى قوله تعالٰى يرونهم مثليهم نظرا الٰى انه فى تاويل الوصف الا ان المرجح لتثنية الاول وافراد الثانى الاشارة بالاول الى قلتهما وانفرادهما عن قومهما مع كثيرة الملأ واجتماعهم وبالثانى الى شدة تماثلهم حتى كانهم مع البشرين شئ واحد وهو اول على ما عنوه ۱۲۔ قوله ابن مريم والتعبير عن عيسٰى عليه السلام بابن مريم وعن مريم بامه للايذان من اول الامر بحيثية كونهما آية وتقديمه عليه السلام لا صالة فيما ذكر من كونه آية والمراد بالآية التولد من غير اب فهى امر مشترك بينهما قلنا افردت ۱۲۔

يَآيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۵۱﴾ وَاِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ﴿۵۲﴾ فَتَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَذَرْهُمْ فِیْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۵۴﴾ اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ﴿۵۵﴾ نُسَارِعُ لَهُمْ فِی الْخَيْرٰتِ ؕ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَاۤ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ﴿۶۰﴾ اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِی الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾

اے پیغمبرو تم (اور تمہاری امتیں) نفیس چیزیں کھاؤ اور نیک کام (یعنی عبادت) کرو (اور) میں تم سب کے کئے ہوئے کاموں کو خوب جانتا ہوں اور ہم نے ان سب سے یہ بھی کہا کہ یہ ہے تمہارا طریقہ کہ وہ ایک ہی طریقہ ہے (اور حاصل طریقہ کا یہ ہے) کہ میں تمہارا رب ہوں سو تم مجھ سے ڈرتے رہو سو ان لوگوں نے اپنے دین اپنا طریق الگ الگ کر کے اختلاف پیدا کر لیا ہر گروہ کے پاس جو دین ہے وہ اسی سے خوش ہے سو آپ ان کو (ماسی) جہالت میں ایک خاص وقت تک رہنے دیجئے کیا یہ لوگ یوں گمان کر رہے ہیں کہ ہم ان کو جو مال و اولاد دیتے چلے جاتے ہیں تو ہم ان کو جلدی جلدی فائدے پہنچا رہے ہیں (یہ بات ہرگز نہیں) بلکہ یہ لوگ اس کی وجہ نہیں جانتے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جو لوگ اپنے رب کی ہیبت سے ڈرتے ہیں اور جو لوگ اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور جو لوگ (اس ایمان میں) اپنے رب کے ساتھ شرک نہیں کرتے ہیں اور جو لوگ اللہ کی راہ میں دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور (باوجود دینے کے) ان کے دل اس سے خوفزدہ ہوتے ہیں اور اپنے رب کے پاس جانے والے ہیں یہ لوگ البتہ اپنے فائدے جلدی جلدی حاصل کر رہے ہیں اور ان کی طرف دوڑ رہے ہیں اور ہم (تو) کسی کو اس کی وسعت سے زیادہ کام کرنے کو نہیں کہتے (پس جو کام بتلا رکھے ہیں سب آسان ہی ہیں) اور ہمارے پاس ایک دفتر (نامہ اعمال کا محفوظ) ہے جو ٹھیک ٹھیک اس کا حال بتا دے گا اور لوگوں پر ذرا ظلم نہ ہوگا۔

تفسیر ربط: شروع سورت میں عبادت کا وجوب اور اس کے بعد اسکی تاکید و تحریض کیلئے معبود کی صفات کمال و جلائل نعم کا بیان تھا اور اسی سلسلہ میں چند قصص مذکور ہوئے تھے اب آگے یَآیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا من اباحت استعمال نعم اور اعْمَلُوْا میں وجوب عبادت منعم کا بذریعہ رسل کے شرع قدیم ہونا اور اِنَّ هٰذِهٖۤ الخ سب شرائع کا اس میں متفق ہونا اور اَنَا رَبُّكُمْ الخ میں اس نتیجہ مذکورہ کی تصریح اور فَتَقَطَّعُوْۤا الخ میں اس حکم مذکور سے اختلاف کرنے والوں کی مذمت اور فَذَرْهُمْ میں ان مخالفین کا استحقاق عقوبت اور اَيَحْسَبُوْنَ میں مہلت عن العقوبت پر ان کے مغرور ہونے کا جواب مذکور ہے پس مجموعہ ان مضامین کا مجموعہ مضامین بالا کے لئے بمنزلہ تجدید و تاکید و اجمال بعد التفصیل ہے۔

اتحاد شرائع درادائے حق معبود و ذم مخلین در آن ☆ یٰۤاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ (الی قولہ تعالی) بَلْ لَّا یَشْعُرُوْنَ ۞ (ہم نے جس طرح تم کو اوپر استعمال نعم کی اجازت دی اور عبادت کا حکم کیا اسی طرح سب پیغمبروں کو اور ان کے ذریعہ سے ان کی امتوں کو یہی حکم دیا کہ) اے پیغمبرو تم (اور تمہاری امتیں نفیس چیزیں کھاؤ کہ خدا کی نعمت ہے) اور (کھا کھا کر شکر ادا کرو کہ) نیک کام (یعنی عبادت) کرو (اور) میں تم سب کے کئے ہوئے کاموں کو خوب جانتا ہوں (پس عبادات پر ثمرات عطا کروں گا) اور ہم نے ان سب سے یہ بھی کہا کہ جس طریق کا ابھی بیان ہوا) یہ ہے تمہارا طریقہ (جس پر تم کو رہنا واجب ہے) کہ وہ ایک ہی طریقہ ہے (یعنی کسی شریعت میں مختلف نہیں ہوا) اور (حاصل اس طریقہ کا یہ ہے کہ) میں تمہارا رب (حقیقی) ہوں (مالک ہونے کے اعتبار سے بھی اور منعم ہونے کے اعتبار سے بھی) سو تم مجھ سے ڈرتے رہو (اور میرے احکام کی مخالفت مت کرو کہ مالک ہونے کا اولاً یہی مقتضا ہے پھر منعم ہونے کا اور زیادہ مقتضا ہے) سو (ان رسل کی امت کے لوگوں کو یہ چاہئے تھا کہ باوجود ان مقتضیات کے سب اسی ایک طریق پر رہتے مگر ایسا نہ کیا بلکہ) ان لوگوں نے اپنے دین میں اپنا طریق الگ الگ کر کے اختلاف پیدا کرلیا) (چنانچہ ان میں اب بھی جتنے گروہ موجود ہیں ان میں سے) ہر گروہ کے پاس جو دین ہے وہ اسی سے خوش ہے (اور اس کو باوجود ثبوت بطلان کے حق سمجھتا ہے) سو (جب یہ بات ہے کہ ثبوت بطلان کے بعد بھی اس کو حق سمجھ رہے ہیں تو آپ بھی ان مشرکین قریش کے ایسے ہی دعوئ بلا دلیل واصرار علی الکفر پر غم نہ کیجئے بلکہ) آپ ان کو ان کی (اسی) جہالت میں ایک خاص وقت تک رہنے دیجئے (جب وہ خاص وقت یعنی وقت موت آجاوے گا سب حقیقت معلوم ہو جاوے گی اور اب جو ان پر عذاب نہیں آتا تو) کیا (اس سے) یہ لوگ یوں گمان کر رہے ہیں کہ ہم ان کو جو کچھ مال و اولاد دیتے چلے جاتے ہیں تو ہم ان کو جلدی جلدی فائدے پہنچا رہے ہیں (یہ بات ہرگز نہیں) بلکہ یہ لوگ (اس کی وجہ) نہیں جانتے (یعنی وہ اس کا استدراج ہے جس کا انجام اعلیٰ درجہ کا ضرر ہے نہ کہ نفع) **ف**: ایسی ہی آیت: اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ الخ سورۂ انبیاء کے اخیر رکوع سے پہلے رکوع کے اخیر میں بھی آ چکی ہے اور مسلم اور ترمذی کی حدیث مرفوع میں جو اکل حلال کے باب میں اس آیت سے مع آیت: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ [البقرة: ۱۷۲] کے استشہاد آیا ہے اس سے اس پر شبہ نہ کیا جاوے کہ میں نے طیب کی تفسیر مستلذ نفیس کے ساتھ کی ہے کیونکہ جس مستلذ میں حلت نہ ہو وہ بوجہ ارتفاع استلذاذ معنوی کے گویا مستلذ نہیں ہے پس اگر تفسیر مستلذ کے ساتھ کی جاوے اور حدیث کو اشتراط پر محمول کیا جاوے تو تفسیر اور استشہاد دونوں بحال خود صحیح رہیں گے خوب سمجھ لو۔

ربط: اوپر کفار کی حالت موجودہ دنیویہ کا مساعت فی الخیرات نہ ہونا مذکور تھا آگے مقابلہ میں اہل ایمان کی (جو کہ متمسک بشریعت حقہ ومؤدی حقوق ربوبیت و ممتثل احکام مذکورہ ہیں) حالت موجودہ دینیہ کا مساعت فی الخیرات ہونا بیان فرماتے ہیں حیث صرح هناك اولئك يسارعون في الخيرات۔

بشارت مطیعین بخیر ابدی ☆ اِنَّ الَّذِیْنَ هُمْ مِّنْ خَشْیَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ۞ (الی قولہ تعالی) وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ۞ اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ جو لوگ اپنے رب کی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں اور جو لوگ اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور جو لوگ (اس ایمان میں) اپنے رب کے ساتھ شرک نہیں کرتے اور جو لوگ (اللہ کی راہ میں) دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور (باوجود دینے کے) ان کے دل سے خوف زدہ ہوتے ہیں کہ وہ اپنے رب کے پاس جانے والے ہیں (دیکھئے وہاں جا کر ان صدقات کا کیا ثمرہ ظاہر ہو ایسا نہ ہو کہ موافق حکم کے نہ دیا گیا ہو مثلاً مال حلال نہ ہو یا نیت خالص نہ ہو اور بوجہ غموض یا عدم التفات اس کی اطلاع نہ ہوئی ہو تو الٹا مواخذہ ہونے لگے سو جن میں یہ صفات ہوں) یہ لوگ (البتہ) اپنے فائدے جلدی جلدی حاصل کر رہے ہیں اور وہ ان کی طرف دوڑ رہے ہیں (نہ کفار مذکورین) اور یہ (اعمال مذکورہ چونکہ نہایت سہل ہیں اس لئے لوگوں کو ان میں ضرور کوشش کرنا چاہئے کیونکہ) ہم (تو) کسی کو اس کی وسعت سے زیادہ کام کرنے کو نہیں کہتے (پس جو کام بتلا رکھے ہیں سب آسان ہی ہیں) اور (آسان ہونے کے ساتھ ثمرہ ان کا یقینی کیونکہ) ہمارے پاس ایک دفتر (نامۂ اعمال کا محفوظ ہے) جو ٹھیک ٹھیک (سب کا حال) بتادے گا اور لوگوں پر ذرا ظلم نہ ہوگا (بلکہ ہر ایک کی سعی پوری پوری مشکور ہوگی اور ذرہ ذرہ خیر پر ثواب ملے گا)۔ **ف**: یُؤْمِنُوْنَ کے بعد لَا یُشْرِكُوْنَ کا فائدہ یہ ہو سکتا ہے کہ مشرکین بھی بوجہ خدا کو ماننے کے دعوئ ایمان وتصدیق کا کرتے تھے جیسا فرمایا ہے: وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ [لقمٰن: ۲۵] اسی بناء پر ارشاد ہوا ہے: وما يؤمن اكثرهم بالله الا وهم مشركون۔ اور بوجہ اس کے کہ سموات وارض آیات الٰہیہ سے ہیں جیسا ارشاد ہے: وَكَاَیِّنْ مِّنْ اٰیَةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَمُرُّوْنَ عَلَیْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ [یوسف: ۱۰۵] اور اس سے مشرکین پر مؤمن بالآیات ہونے کا شبہ ہو سکتا تھا اس لئے لا یشرکون کا بڑھانا مفید ہوا خوب سمجھ لو۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: مِنَ الطَّیِّبٰتِ اس میں رہبانیت کا ابطال ہے جس میں بعض غلاۃ مبتلا ہیں۔ قولہ تعالیٰ: اَیَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا الخ اسی قیاس پر نعم باطنہ سے دھوکہ نہ کھانا چاہئے جیسے احوال ومواجید سے کیونکہ وہ کبھی استدراج ہوتا ہے ۱۲۔ قولہ تعالیٰ: وَالَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ الخ اس میں اس کی تعلیم ہے کہ اپنے اعمال اور نفس پر کبھی مطمئن نہ ہو ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ : ۱ قوله فی یایها الرسل حکم دیا اشارة الی تقدیر قلنا۱۲۔ ۲ قوله قبل اولئك جن میں الخ اشارة الی ان المراد بالموصولات طائفة واحدة جامعة للاوصاف لا طوائف وفی الروح انما کرر الموصول ایذانا باستقلال کل واحدة فی تلك الصفات بفضیلة باهرة علی جبالها۱۲۔

فائدۃ : ورد فی الاحادیث یاتون ما اتوا ای یفعلون ما فعلوا وهذه القرأة من الاحاد ولا یتلی فی القرآن الا المتواترة فلا یرد علی المحدثین حیث نقلوا القراءة الغیر الثابة ولا علی القراء حیث ترکوا القراء ة الثانیة ویمکن ان تکون هذه القراء ة من قبیل التفسیر ویکون مقصوده صلی الله علیه وسلم انه لا تخصیص فالایتاء فی هذا الوجل بل هو عام فی کل عمل۱۲۔

اللغات : الغمرة من الغمر وهو الستر ویراد به الجهالة لسترها العقل۱۲۔

النحو : قوله زبرا قطعا جمع زبور حال من امرهم قوله انما نمدهم ماموصولة والعائد الیه فی الخبر محذوف ای نسارع لهم به۱۲۔ قوله وجلة انهم بتقدیر من ای من انهم لکن مناط الوجل هو عدم القبول۱۲۔

البلاغۃ : قوله فذرهم الفاء للترتیب کما یفهم من تقریر الترجمة۱۲۔ قوله ما اتوا الابهام للتفخیم قوله یسارعون لم یقل نسارع لهم ایماء الی استحقاقهم لنیل الخیرات بمحاسن اعمالهم ولم یقل الی الخیرات للایذان بانهم متقلبون فی الخیرات لا انهم خارجون عنها متوجهون الیهما کذا فی الروح قوله هم لها سابقون هو عندی تاکید کالتفسیر لما قبله بمعنی ان المسارعة فی الخیرات معناها السبق الیها لنیلهم لها فی الآخرة فبالنظر الی اسباب الخیرات قیل یسارعون فیها وبالنظر الی اسباب الخیرات نفسها قیل هم لها سابقون والله اعلم۱۲۔

بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ﴿۶۳﴾ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ
بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْـَٔرُوْنَ ﴿۶۴﴾ لَا تَجْـَٔرُوا الْيَوْمَ ۫ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ
عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ﴿۶۶﴾ مُسْتَكْبِرِيْنَ ۖۗ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ﴿۶۷﴾ اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۶۸﴾
اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۶۹﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ۭ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿۷۰﴾
وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۭ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ
مُّعْرِضُوْنَ ﴿۷۱﴾ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ۖۗ وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۷۲﴾ وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۷۳﴾
وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِيْ
طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۷۶﴾ حَتّٰۤى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ
بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿۷۷﴾ ع ۲۷

بلکہ ان کفار کے قلوب اس دین کی طرف سے جہالت (اور شک) میں ہیں اور اس کے علاوہ ان لوگوں کے اور بھی (برے برے) عمل ہیں جن کو یہ کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ ہم جب ان کے ہاں کے خوش حال لوگوں کو عذاب (بعد الموت) میں دھر پکڑیں گے تو فوراً چلا اٹھیں گے اس (وقت ان سے کہا جائے گا کہ) اب مت چلاؤ ہماری طرف سے تمہاری مطلق مدد نہ ہوگی میری آیتیں تم کو پڑھ پڑھ کر (رسول کی زبانی) سنائی جایا کرتی تھیں تو تم الٹے پاؤں بھاگتے تھے تکبر کرتے ہوئے (قرآن کا) مشغلہ بناتے ہوئے (اس قرآن کی شان میں) بے ہودہ بکتے تھے۔ تو کیا ان لوگوں نے اس کلام الٰہی میں غور نہیں کیا یا ان کے پاس ایسی چیز آئی ہے جو ان کے پہلے بڑوں کے پاس نہیں آئی تھی یا یہ لوگ اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے واقف نہ تھے اس کے منکر ہوئے یا یہ لوگ آپ کی نسبت جنون کے قائل ہیں (سو ان میں تو کوئی بھی وجہ معقول نہیں) بلکہ (ان کی تکذیب کی اصل وجہ یہ ہے کہ) یہ رسول ان کے پاس حق بات لے کر آئے ہیں اور ان میں اکثر لوگ حق بات سے نفرت رکھتے ہیں اور (بفرض محال) اگر

دین ان کے خیالات کے تابع ہو جاتا تو تمام آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں (آباد) ہیں سب تباہ ہو جاتے بلکہ ان کے پاس ہم نے ان کی نصیحت کی بات بھیجی سو یہ لوگ اپنی نصیحت (نافعہ) سے بھی روگردانی کرتے ہیں یا آپ ان سے کچھ آمدنی چاہتے ہیں تو آمدنی تو آپ کے رب کی سب سے بہتر ہے اور وہ سب دینے والوں سے بہتر ہے اور خلاصہ ان کی حالت کا یہ ہے کہ آپ تو ان کو سیدھے رستہ کی طرف (جس کو اوپر حق کہا ہے) لا رہے ہیں اور ان لوگوں کی جو کہ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے یہ حالت ہے کہ اس (سیدھے) رستہ سے ہٹتے جاتے ہیں اور اگر ہم ان پر مہربانی فرما دیں اور ان پر جو تکلیف ہے اس کو ہم دور بھی کر دیں تو وہ لوگ (پھر) اپنی گمراہی میں بھٹکتے ہوئے اصرار کرتے ہیں اور ہم نے ان کو گرفتار عذاب بھی کیا ہے سو ان لوگوں نے نہ اپنے رب کے سامنے (پورے طور سے) فروتنی کی اور نہ عاجزی اختیار کی یہاں تک کہ ہم جب ان پر سخت عذاب کا دروازہ کھول دیں گے تو اس وقت بالکل حیرت زدہ رہ جاویں گے۔

تفسیر ربط: اوپر آیت: فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ اور آیت: اَيَحْسَبُوْنَ الخ میں مخالفانِ دین کی جہالت اور استحقاق عقوبت کا بیان اجمالی تھا آگے اسی کی تفصیل ہے اور درمیان میں مقابلہ کے لئے مؤمنین کا اور ان کے اعمال کا ذکر تھا اور اس تفصیل کے عنوان [۱] شروع میں اعمال کفار کا اعمال مؤمنین کے ساتھ مقابلہ بھی مرعی رکھا گیا ہے چنانچہ ترجمہ سے ظاہر ہوگا پس ذکر مؤمنین سابقاً مقابل تھا ذکر کفار کا اور ذکر کفار لاحقاً مقابل ہو گیا ذکر مؤمنین کا پس دونوں طرف سے تقابل کی تصریح ہو گئی۔

اعمال و احوال و مآل و ابطال اقوال اہل ضلال ☆ بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا (الی قوله تعالى) اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿۷۷﴾ (یہ تو اوپر مؤمنین کی حالت سنی مگر کفار ایسے نہیں ہیں) بلکہ (برعکس) ان کفار کے قلوب اس دین کی طرف سے (جس کا ذکر بایات ربھم میں ہے) جہالت (اور شک) میں (پڑے) ہیں (جن کا حال اوپر بھی معلوم ہو چکا فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ) اور اس (جہالت و انکار) کے علاوہ ان لوگوں کے اور بھی (برے برے) عمل ہیں جن کو یہ (استمراراً) کرتے رہتے ہیں (جیسے مؤمنین کے علاوہ ایمان بالآیات کے اور اعمال خیر بھی تھے) اسی طرح یہ لوگ شرک اور اعمال سیئہ کے برابر خوگر رہیں گے) یہاں تک کہ جب ہم ان کے خوش حال لوگوں کو (جن کے پاس اب خدم حشم سب ہے) عذاب (بعد الموت) میں دھر پکڑیں گے (اور غریب غرباء تو کس گنتی میں ہیں اور وہ تو عذاب سے کیا بچاؤ کر سکتے ہیں غرض یہ کہ جب ان سب پر عذاب نازل ہوگا) تو فوراً چلا اٹھیں گے (اور سارا انکار و استکبار جس کے اب معتاد ہیں کافور ہو جاوے گا اس وقت ان سے کہا جاوے گا) اب مت چلاؤ (کہ محض غیر مفید ہے کیونکہ) ہماری طرف سے تمہاری مطلق مدد نہ ہوگی (کیونکہ یہ دار الجزاء ہے دار العمل نہیں ہے کہ چلانا اور عاجزی کرنا مفید ہو جو دار العمل تھا اس میں تو تمہارا یہ حال تھا کہ) میری آیتیں تم کو پڑھ پڑھ کر (رسول کی زبان سے) سنائی جایا کرتی تھیں تو تم الٹے پاؤں بھاگتے تھے تکبر کرتے ہوئے قرآن کا مشغلہ بناتے ہوئے (اس قرآن کی شان) میں بیہودہ بکتے ہوئے (کہ کوئی اس کو سحر کہتا تھا کوئی شعر کہتا تھا (اور مشغلہ کا یہی مطلب ہے پس تم نے دار العمل میں جیسا کیا آج دار الجزاء میں ویسا بھگتو اور یہ لوگ جو قرآن کی اور صاحب قرآن کی تکذیب کر رہے ہیں تو اس کا کیا سبب ہے) کیا ان لوگوں نے اس کلام (الٰہی) میں غور نہیں کیا (جس سے ان کا اعجاز ظاہر ہو جاتا اور یہ ایمان لے آتے) یا (تکذیب کی یہ وجہ ہے کہ) ان کے پاس ایسی چیز آئی ہے جو ان کے پہلے بڑوں کے پاس نہیں آئی تھی (مراد اس سے احکام الٰہیہ کا آنا ہے بذریعہ رسل کے مطلب یہ کہ یہ بات بھی نہیں ہوئی کہ ان رسول پر یہ وحی جدید آئی ہو بلکہ شرائع تو رسل کے ذریعہ سے ہمیشہ نازل ہوتے آئے ہیں کقولہ تعالیٰ: مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ [الأحقاف: ۹] پس تکذیب کی یہ وجہ بھی باطل ٹھہری اور یہ دو وجہ تو قرآن کے متعلق ہیں آگے صاحب قرآن کے متعلق فرماتے ہیں یعنی) یا (وجہ تکذیب کی یہ ہے کہ) یہ لوگ اپنے رسول (کی صفت دیانت و صدق و امانت) سے واقف نہ تھے اس وجہ سے ان کے منکر ہیں (یعنی یہ وجہ بھی باطل ہے کیونکہ آپ کے صدق پر سب کا اتفاق تھا) یا (یہ وجہ ہے کہ) یہ لوگ (نعوذ باللہ) آپ کی نسبت جنون کے قائل ہیں (سو آپ کا اعلیٰ درجہ کا صائب الرائے ہونا بھی ظاہر ہے سو واقع میں ان میں سے کوئی وجہ بھی معقول نہیں) بلکہ (اصلی وجہ یہ ہے کہ) یہ رسول ان کے پاس حق بات لے کر آئے ہیں اور ان میں اکثر لوگ حق بات سے نفرت رکھتے ہیں (بس یہ تمام تر وجہ ہے تکذیب کی اور عدم اتباع حق کی اور یہ لوگ اس دین حق کا اتباع تو کیا کرتے یہ تو اور الٹا یہ چاہتے ہیں کہ وہ دین حق ہی ان کے خیالات کے تابع کر دیا جاوے اور جو مضامین قرآن میں ان کے خلاف ہیں ان کو خارج یا ترمیم کر دیا جاوے کقولہ تعالیٰ فی سورۃ یونس: قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ [یونس: ۱۵]) اور (بفرض محال) اگر (ایسا امر واقع ہو جاتا اور) دین حق ان کے خیالات کے تابع (اور موافق) ہو جاتا تو (تمام عالم میں کفر و شرک و ضلال پھیل جاتا اور اس کا اثر یہ ہوتا کہ حق تعالیٰ کا غضب تمام عالم پر متوجہ ہو جاتا اور اس کا مقتضا یہ تھا کہ) تمام آسمان اور زمین اور جو ان میں (آباد) ہیں سب تباہ (و ہلاک) ہو جاتے (جیسا قیامت میں عموم ضلال سے عموم غضب اور عموم غضب سے عموم ہلاک ہوگا اور اول تو کسی امر کا حق ہونا مقتضی ہے اس کے وجوب قبول کو گو نافع بھی نہ ہو اور اس کا قبول نہ کرنا خود عیب ہے مگر ان لوگوں میں صرف یہی ایک عیب نہیں کہ حق سے کراہت ہو) بلکہ (اس سے بڑھ کر دوسرا اور بھی عیب ہے کہ اپنے لئے جو امر نافع ہے اس سے بھی اعراض کرتے ہیں کیونکہ وہ حق ان کے لئے نافع بھی ہے

پس) ہم نے ان کے پاس ان کی نصیحت (اور نفع) کی بات بھیجی سو یہ لوگ اپنی نصیحت (نافعہ) سے بھی روگردانی کرتے ہیں یا) (علاوہ وجوہ مذکورہ کے ان کی تکذیب کی یہ وجہ ہے کہ ان کو یہ شبہ ہوا ہو کہ) آپ ان سے کچھ آمدنی چاہتے ہیں تو (یہ بھی غلط ہے کیونکہ جب آپ جانتے ہیں کہ) آمدنی تو آپ کے رب کی سب سے بہتر ہے اور وہ سب دینے والوں سے اچھا ہے (تو آپ کیوں مانگتے یہ وجہ خاص مخاطبین کی ایک حالت کے اعتبار سے ہے) اور (خلاصہ ان کی حالت کا یہ ہے کہ) آپ تو ان کو سیدھے رستہ کی طرف (جس کو اوپر حق کہا ہے) بلا رہے ہیں اور ان لوگوں کی جو کہ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے (اور اسی لئے خوف نہیں) یہ حالت ہے کہ اس (سیدھے) راستہ سے ہٹے جاتے ہیں (مطلب یہ کہ حق ہونا اور مستقیم ہونا اور نافع ہونا یہ سب مقتضیات ایمان کے مجتمع اور وجوہ خمسہ جو موانع ہو سکتے تھے مرتفع ہیں پھر ایمان نہ لانا اشد درجہ کی جہالت اور ضلالت ہے) اور (ان کی قساوت وعناد کی یہ حالت ہے کہ جس طرح یہ لوگ آیات شرعیہ سے متاثر نہیں ہوتے اسی طرح آیات قہر یہ مصائب وبلیات سے بھی متاثر نہیں ہوتے گو مس ضر کے وقت طبعی طور پر ہم کو پکارتے بھی ہیں لیکن وہ دفع الوقتی ہوتی ہے چنانچہ) اگر ہم ان پر مہربانی فرماویں اور ان پر جو تکلیف ہے اس کو ہم دور بھی کر دیں تو وہ لوگ (پھر) اپنی گمراہی میں بھٹکتے ہوئے اصرار کرتے رہیں (اور وہ قول وقرار جو مصیبت میں تھے سب گاؤ خورد ہو جاویں کقولہ تعالیٰ : وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا [یونس : ۱۲] الخ وقولہ تعالیٰ : فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ [العنکبوت : ۶۵] الخ) اور (شاہد اس کا یہ ہے کہ بعض اوقات) ہم نے ان کو گرفتار عذاب بھی کیا ہے) سو ان لوگوں نے نہ اپنے رب کے سامنے (پورے طور سے) فروتنی کی اور نہ عاجزی اختیار کی (پس جب عین مصیبت میں اور مصیبت بھی ایسی سخت جس کو عذاب کہا جا سکے جیسے قحط جو مکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا سے ہوا تھا انہوں نے عاجزی اختیار نہیں کی تو بعد زوال ضر کے تو بدرجہ اولیٰ ان سے اس کی توقع نہیں مگر ان کی یہ ساری بے پروائی وبیباکی مصائب عادیہ تک ہے) یہاں تک کہ ہم جب ان پر سخت عذاب کا دروازہ کھول دیں گے (جو کہ فوق العادۃ ہو خواہ دنیا ہی میں کہ کوئی غیبی قہر آ پڑے کہ ممکن ہے یا بعد الموت کہ ضرور ہی واقع ہو گا) تو اس وقت بالکل حیرت زدہ رہ جاویں گے (کہ یہ کیا ہو گیا اور سب نشہ ہرن ہو جاوے گا)۔ **ف** : اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ ۞ کے مفہوم میں اگر لتنذر قوما ما انذر اباء هم الخ کے مفہوم کے ساتھ ظاہراً تعارض کا شبہ ہو تو جواب یہ ہے کہ پہلی آیت میں آباء بعیدہ مراد ہیں جیسا لفظ اولین بھی اس کا قرینہ ہے اور دوسری آیت میں آبائے قریبہ۔ اور وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ۞ میں لفظ اکثر اس لئے فرمایا کہ بعض ان میں علم الٰہی میں ایمان لانے والے تھے اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ کراہت صرف بعض کو تھی گو عدم جب سب کو تھا کیونکہ بعض کے لئے ایمان سے اور موانع تھے جیسے عار یا خوف فوت مال یا جاہ ومثل ذلک اور حق سے کوئی خاص عداوت نہ تھی اور استکانت میں ظاہر کی قید اور تضرع میں دل کی قید سے دونوں میں تغایر حاصل ہو سکتا ہے اور اس میں پورے طور کی قید اس لئے لگائی کہ من وجہ تو استکانت اور تضرع کا صدور ہوتا تھا لیکن وہ ناتمام اس لئے تھا کہ اس پر کوئی معتد بہ اثر کہ قبول اسلام ہے عین اس عذاب کی حالت میں بھی مرتب نہیں ہوتا تھا صرف وعدہ ہی وعدہ ہوا کرتا تھا۔

ترجمہ مسائل السلوک : قولہ تعالیٰ : مُسْتَكْبِرِيْنَ بِهٖ یہ قریش کی شان میں ہے کہ وہ بیت اللہ کے خادم ہونے پر فخر کرتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ فضائل اور خصوص اضافیہ پر کہ ہم فلاں بزرگ کی اولاد ہیں یا فلاں مزار کے خادم ہیں یا فلاں فلاں تبرکات کے حامل ہیں یا فلاں سلسلہ میں داخل ہیں فخر کرنا مذموم ہے ۱۲۔ قولہ تعالیٰ : وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ الخ اس میں اہل طریق کے اس معمول کی اصل ہے کہ وہ مریدین کی خواہشوں اور فرمائشوں کا اتباع نہیں کرتے بلکہ حکمت ومصلحت کا اتباع کرتے ہیں ۱۲۔ قولہ تعالیٰ : اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ خَرْجًا الخ جس شخص کی اصلاح میں سعی کی جاوے اس سے مال طلب کرنے کی اس میں مذمت ہے کہ یہ اس مقصود میں مخل ہے ۱۲۔

الحواشی : (۱) عنوان شروع سے مراد بل هم فى غمرة ہے پس تفصیل تو حتى اذا اخذنا سے شروع ہوئی ہے اور بل قلوبهم سے عنوان شروع یعنی توطیہ وتمہید ۱۲ منہ۔

ملحقات الترجمۃ : ۱ قوله فى توضيح غمرة حال اوپر بھی الخ اشارة الى قرينة الارتباط المذكور حيث عبر عن جهلهم فى السابق واللاحق بالغمرة ۱۲۔ ۲ قوله فى توضيح مترفيهم غريب غرباء اشار به الى نكتة التخصيص بالمترفين مع عموم الحكم ۱۲۔

اللغات : قوله تنكصون النكوص الرجوع والاعقاب جمع عقب ورجوع الشخص على عقبه رجوعه فى طريقه الاولى كما يقال رجع عوده عفى يداه وهو مستعار للاعراض ۱۲ قوله سامرا اسم جمع كالحاج قوله تهجرون من الهجر بفتحتين الهذيان او من الهجر بضم فسكون وهو الكلام القبيح ۱۲ قوله منكرون اللام للتقوية ۱۲۔

النحو : قوله حتى اذا اخذنا متعلق بعاملون كما قرر فى الترجمة قوله به سامرا راجع الى القرآن الذى دل عليه قوله آياتى ۱۲ قوله حتى اذا فتحنا متعلق بما يتضرعون كما قرر فى الترجمة ۱۲۔

وَهُوَ الَّذِيٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾ وَهُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۸۰﴾ بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ ﴿۸۱﴾ قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۸۲﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَاۗؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۸۳﴾ قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۴﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۵﴾ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۸۶﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۸۷﴾ قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۸﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴿۸۹﴾ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۹۰﴾ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰي بَعْضٍ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۹۱﴾ عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۹۲﴾ قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ ﴿۹۳﴾ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۹۴﴾ وَاِنَّا عَلٰٓي اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۹۵﴾ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِىَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ۭ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ﴿۹۷﴾ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ﴿۹۸﴾

اور وہ (اللہ) ایسا ہے جس نے تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل بنائے تم لوگ بہت کم شکر کرتے ہو اور وہ ایسا ہے جس نے تم کو زمین میں پھیلا رکھا ہے اور تم سب (قیامت میں) اسی کے پاس لائے جاؤ گے اور وہ ایسا ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے اور اسی کے اختیار میں ہے رات اور دن کا گھٹنا بڑھنا سو کیا تم (اتنی بات) نہیں سمجھتے بلکہ یہ بھی ویسی ہی بات کہتے ہیں جو اگلے (کافر) لوگ کہتے چلے آئے یعنی یہ یوں کہتے ہیں کہ کیا جب ہم مرجاویں گے اور ہم مٹی اور ہڈیاں رہ جاویں گے تو کیا ہم دوبارہ زندہ کئے جاویں گے اس کا تو ہم سے اور (جیسے) پہلے ہمارے بڑوں سے وعدہ ہوتا چلا آیا ہے یہ کچھ نہیں محض بے سند باتیں ہیں جو اگلوں سے منقول ہوتی چلی آتی ہیں۔ آپ جواب میں کہہ دیجئے کہ (اچھا یہ بتلاؤ کہ یہ زمین اور جو اس پر رہتے ہیں یہ کس کے ہیں اگر تم کو کچھ خبر ہے وہ ضرور یہی کہیں گے کہ اللہ کی ہیں (تو) ان سے کہئے کہ پھر کیوں نہیں غور کرتے (اور) آپ یہ بھی کہئے کہ (اچھا یہ بتلاؤ کہ) ان سات آسمانوں کا مالک اور عالی شان عرش کا مالک کون ہے (اس کا بھی) وہ ضرور یہی جواب دیں گے کہ یہ بھی (سب) اللہ کا ہے (اس وقت) آپ کہئے کہ پھر تم اس سے کیوں نہیں ڈرتے آپ ان سے یہ بھی کہئے کہ (اچھا) وہ کون ہے جس کے ہاتھ میں تمام چیزوں کا اختیار ہے اور وہ پناہ دیتا ہے اس کے مقابلہ میں کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا اگر تم کو کچھ خبر ہے (تب بھی جواب میں) وہ ضرور یہی کہیں گے کہ یہ سب صفتیں بھی اللہ کی ہیں آپ (اس وقت) کہئے کہ پھر تم کو کیسا خبط ہو رہا ہے بلکہ ہم نے ان کو سچی بات پہنچائی ہے اور یقیناً یہ جھوٹے ہیں۔ اللہ نے کسی کو اولاد قرار نہیں دیا اور نہ اس کے ساتھ کوئی اور خدا ہے اگر ایسا ہوتا تو ہر خدا اپنی مخلوق کو (تقسیم کرکے) جدا کر لیتا اور ایک دوسرے پر چڑھائی کرتا اللہ تعالیٰ ان (مکروہ) باتوں سے پاک ہے جو یہ لوگ اس کی (نسبت بیان کرتے ہیں جاننے والا ہے سب پوشیدہ اور آشکارا کا غرض ان لوگوں کے شرک سے وہ بالاتر ہے۔ آپ حق تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اے میرے رب جس عذاب کا ان کافروں سے وعدہ کیا جارہا ہے اگر آپ مجھ کو دکھادیں تو اے میرے رب مجھ کو ظالم لوگوں میں شامل نہ کیجئے اور ہم اس بات پر کہ جو ان سے وعدہ کر رہے ہیں آپ کو دکھادیں قادر ہیں آپ ان کی بدی کا دفعیہ ایسے برتاؤ سے کر دیا کیجئے جو بہت ہی اچھا (اور نرم) ہو ہم خوب جانتے ہیں جو جو کچھ یہ (آپ کی نسبت) کہا کرتے ہیں اور یوں دعا کیجئے کہ اے میرے رب میں پناہ مانگتا ہوں شیطان کے وسوسوں سے اور اے میرے رب آپ کی پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ شیطان میرے پاس بھی آویں۔

تفسیر ربط: اوپر کی آیتوں میں کفار کے احوال واقوال مذمومہ کے ساتھ ان کے معذب فی الآخرۃ ہونے کا بھی بیان تھا چونکہ یہ تعذیب مبنی ہے بعث پر اور وہ لوگ اس کے منکر تھے اس لئے آگے حشر اور بعث کا اثبات اور ان کے انکار کا جواب ہے اور اثبات بعث مبنی ہے اثبات کمال قدرت پر اس لئے بعض آیات میں تصرفات قدرت کا بھی بیان ہے اور دونوں مضمون بوجہ تناسق وتلاصق کے مخلوط طور پر مذکور ہیں نیز بہت اوپر یعنی لقد خلقنا الانسان سے علی الفلک

تحملون میں صفات کمال کے بیان سے توحید پر استدلال تھا پس ان بعض آیات کا جن میں تصرفات قدرت کا بیان ہے ان آیات سے بھی ارتباط ظاہر ہے۔
استدلال بر عظمت قدرت وصحت بعث ☆ وَهُوَ الَّذِيٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ (الی قولہ تعالی) فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۹۲﴾ اور وہ (اللہ) ایسا (قادر اور منعم) ہے جس نے تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل بنائے (کہ آرام بھی برتو اور دین کا بھی ادراک کرو لیکن) تم لوگ بہت ہی کم شکر کرتے ہو (کیونکہ اصلی شکر یہ تھا کہ اس منعم کے پسندیدہ دین کو قبول کرتے اور اس کی قدرت علی البعث کا انکار نہ کرتے) اور وہ ایسا ہے جس نے تم کو زمین میں پھیلا رکھا ہے اور تم سب (قیامت میں) اسی کے پاس لائے جاؤ گے (اس وقت اس کفران نعمت کی حقیقت معلوم ہوگی) اور وہ ایسا ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے اور اسی کے اختیار میں ہے رات اور دن کا گھٹنا اور بڑھنا سو کیا تم (اتنی بات) نہیں سمجھتے (کہ یہ دلائل قدرت توحید اور صحت بعث دونوں پر دال ہیں مگر پھر بھی مانتے نہیں) بلکہ یہ بھی ویسی ہی بات کہتے ہیں جو اگلے (کافر) لوگ کہتے چلے آئے ہیں (یعنی) یوں کہتے ہیں کہ کیا ہم جب مر جاویں گے اور ہم مٹی اور ہڈیاں رہ جاویں گے تو کیا ہم دوبارہ زندہ کئے جاویں گے اس کا تو ہم سے اور (ہم سے) پہلے ہمارے بڑوں سے وعدہ ہوتا چلا آیا ہے۔ یہ کچھ بھی نہیں محض بے سند باتیں ہیں جو اگلوں سے منقول ہوتی چلی آتی ہیں (چونکہ اس قول سے انکار قدرت لازم آتا ہے اور اس سے مثل انکار بعث کے انکار توحید کا بھی ہوتا ہے اس لئے اس قول کے جواب میں اثبات قدرت کے ساتھ اثبات توحید کا بھی ارشاد ہے یعنی آپ (جواب میں) یہ کہہ دیجئے کہ (اچھا یہ بتلاؤ کہ) یہ زمین اور جو اس پر رہتے ہیں یہ کس کے ہیں اگر تم کو کچھ خبر ہے وہ ضرور یہی کہیں گے کہ اللہ کے ہیں (تو) ان سے کہئے کہ پھر کیوں نہیں غور کرتے (کہ قدرت علی البعث اور توحید دونوں کا تم کو ثبوت ہو جاوے اور) آپ یہ بھی کہئے کہ (اچھا یہ بتاؤ کہ) ان سات آسمانوں کا مالک اور عالیشان عرش کا مالک کون ہے (اس کا بھی) وہ ضرور یہی جواب دیں گے کہ یہ بھی (سب) اللہ کا ہے آپ (اس وقت) کہئے کہ پھر تم (اس سے) کیوں نہیں ڈرتے (کہ اس کی قدرت اور آیات بعث کا انکار کرتے ہو اور) آپ (ان سے) یہ بھی کہئے کہ (اچھا) وہ کون ہے جس کے ہاتھ میں تمام چیزوں کا اختیار ہے اور وہ (جس کو چاہتا ہے) پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلہ میں کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا اگر تم کو کچھ خبر ہے (تب بھی جواب میں) وہ ضرور یہی کہیں گے کہ یہ سب صفتیں بھی اللہ ہی کی ہیں آپ (اس وقت) کہئے کہ پھر تم کو کیسا خبط ہو رہا ہے (کہ ان سب مقدمات کو جانتے ہو اور نتیجہ کو کہ توحید و بعث کا اعتقاد ہے نہیں مانتے یہ تو استدلال تھا مقصود پر ان کے جواب میں آگے ان کے مقدمہ دلیل یعنی اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الخ کا ابطال ہے یعنی یہ جو ان کو بتلایا جا رہا ہے کہ بعث ہوگا یہ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۸۳﴾ نہیں ہے) بلکہ ہم نے ان کو سچی بات پہنچائی ہے اور یقیناً یہ (خود ہی) جھوٹے ہیں (یہاں تک مکالمہ ختم ہو چکا اور توحید و بعث دونوں ثابت ہو گئے مگر ان دونوں مسئلوں میں چونکہ مسئلہ توحید زیادہ مہتم بالشان اور حقیقت میں مسئلہ بعث کا بھی مبنی اور محل کلام بھی زیادہ تھا اس لئے تتمہ تقریر میں اس کو مستقلاً ارشاد فرماتے ہیں کہ) اللہ تعالیٰ نے کسی کو اولاد نہیں قرار دیا (جیسا مشرکین ملائکہ کی نسبت کہتے تھے) اور نہ اس کے ساتھ کوئی اور خدا ہے اگر ایسا ہوتا تو ہر خدا اپنی مخلوق کو (تقسیم کر کے) جدا کر لیتا اور (پھر مثل عادت رؤسائے دنیا کے دوسرے کی مخلوقات چھیننے کے لئے) ایک دوسرے پر چڑھائی کرتا پھر مخلوق کی تباہی کا تو کیا انتہاء ہے لیکن نظام عالم بدستور قائم ہے اس سے ثابت ہوا کہ) اللہ تعالیٰ ان (مکروہ) باتوں سے پاک ہے جو یہ لوگ (اس کی نسبت) بیان کرتے ہیں جاننے والا ہے سب پوشیدہ اور آشکارا کا غرض ان لوگوں کے شرک سے وہ بالاتر (اور منزہ) ہے۔ **ف**: قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ [الأعراف: ۱۰] میں یا تو قلت سے مراد نفی ہے اور یا یہ کہ خدا کو فاعل و خالق ماننے والا طبعاً شکر ادا کرتا ہے لیکن فرد اعظم یعنی ایمان منتفی تھی اس لئے وہ شکر قلیل قرار دیا گیا اور آباءنا میں یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ ان کے آباء کے پاس نذیر نہیں آیا تھا لقولہ تعالیٰ: مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ [یس: ٦] اس کا جواب آباء کی تقسیم قریب و بعید کی طرف کر کے دیا جاوے جیسا اوپر کے فائدہ میں گذرا یا یہ کہا جاوے کہ انبیائے سابقین کے ایسے اقوال مشہور تھے دوسرے ناقلین کے ذریعہ سے آباء تک پہنچ گئے اور اِذًا لَّذَهَبَ الخ میں جو استلزام ہے اس کا وہی حاصل ہے جو آیت: لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا [الأنبياء: ۲۲] کا ہے اس کی تحقیق اسی آیت کے ذیل میں مع بعض دیگر فوائد ضرور یہ گزر چکی ہے ملاحظہ کر لیا جاوے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: اِدْفَعْ بِالَّتِيْ الخ بے ادبیوں کی طرف التفات نہ کرنا یہ معاملہ عوام واجانب کے ساتھ ہے اور خواص و متعلقین کے ساتھ کہ ان کی تادیب کی جاوے سورۂ حجرات میں مذکور ہے۔ قولہ تعالیٰ: وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ الخ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ منتہین کو بھی وساوس آتے ہیں تو مبتدی ان کے قطع ہونے کی توقع کیسے کر سکتا ہے۔

اختلاف القراءۃ: قوله سيقولون لله في الموضع الثاني والثالث قرء يعقوب وابو عمر وبغير اللام وكلا الامرين جائز فلو قيل من صاحب هذه الدار فقيل زيد كان جواباً عن لفظ السوال ولو قيل لزيد لكان جواباً على المعنى لان معناه لمن هذه الدار وكلا الامرين وارد في كلامهم كذا في الروح ۱۲۔

اللغات: قوله ذرأ خلق وكثر كذا في القاموس قوله انى تسحرون في الروح كيف تخدعون و تصرفون عن الرشد مع عليكم فان

من لا يكون مسحورا مختل العقل لا يكون كذلك ۱۲۔

النحو: قوله فى الموضعين الاخيرين خبر لمبتدأ محذوف وهو السموات والعرش فى الاول وملكوت كل شئ والوصف بانه الذى يجير ولا يجار عليه فى الثانى ۱۲۔

البلاغة: فى الروح وهذه الآيات الثلث اعنى قل لمن الى تسحرون على ما قرر فى الكشف تقرير للسابق وتمهيد للاحق وقدروعى فى السوال فيها قضية الترقى فسئل عمن له الارض ومن فيها وقيل من تغليبا للعقلاء ولانه يلزم ان يكون له غيرهم من طريق الاولٰى ثم سئل عمن له السمٰوٰت والعرش العظيم والارض بالنسبة اليه كلا شئ ثم سئل عمن بيده ملكوت كل شئ فاتى باعم العام وكلمة الاحاطة واوثر الملكوت وهو الملك الواسع وقيل بيده تصويرا وتخييلا وكذلك روعى هذه النكتة فى الفواصل فعبروا (بالموحدة من العبرة او بالتحتانية من العار) او لا بعدم التذكر فان ايسر النظر يكفى فى الخلال عقدهم ثم بعدم الاتقاء وفيه وعيد ثم بالتعجب من خدع عقولهم فيختل الباطل حقا والحق باطلا وانى لها التذكر والخوف ۱۲۔

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿۹۹﴾ لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ ﴿۱۰۶﴾ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ قَالَ اخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ﴿۱۰۸﴾ اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰٓى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا ۙ اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَآدِّيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱۵﴾

یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی (کے سر) پر موت آ (کھڑی ہوتی) ہے اس وقت کہتا ہے کہ اے میرے رب مجھ کو (دنیا میں) پھر واپس بھیج دیجئے تا کہ جس (دنیا) کو میں چھوڑ آیا ہوں اس میں پھر جا کر نیک کام کروں ہرگز (ایسا) نہیں ہوگا یہ (اس کی) ایک بات ہی بات ہے جس کو کہے جا رہا ہے اور ان لوگوں کے آگے ایک (چیز) آڑ کی آنے والی ہے (مراد اس سے موت ہے) قیامت کے دن تک۔ پھر جب (قیامت میں) صور پھونکا جائے گا تو ان میں (جو) باہمی رشتے ناتے (تھے) اس روز نہ رہیں گے اور نہ کوئی کسی کو پوچھے گا سو جس شخص کا پلہ (ایمان کا) بھاری ہوگا تو ایسے لوگ کامیاب (یعنی ناجی) ہوں گے اور جس کا پلہ ہلکا ہوگا (یعنی وہ کافر ہوگا) سو یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنا نقصان کر لیا اور جہنم میں ہمیشہ کے لئے رہیں گے ان کے چہروں کو (اس جہنم کی) آگ جھلستی ہوگی اور اس (جہنم) میں ان کے منہ بگڑے ہوں گے۔ کیوں کیا تم کو میری آیتیں (دنیا میں) پڑھ کر سنائی نہیں جایا کرتی تھیں اور تم ان کو جھٹلایا کرتے تھے (یہ اس کی سزا مل رہی ہے) وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب (واقعی) ہماری بدبختی نے ہم کو گھیر لیا تھا اور بے شک ہم گمراہ لوگ تھے اے ہمارے رب ہم کو اس (جہنم) سے (اب) نکال دیجئے پھر اگر ہم دوبارہ (ایسا) کریں تو ہم بے شک پورے قصوروار ہیں۔ ارشاد ہوگا کہ اسی (جہنم) میں راندے ہوئے پڑے رہو اور مجھ سے بات مت کرو میرے بندوں میں ایک گروہ تھا جو (ہم سے) عرض کیا کرتا تھا کہ اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لائے سو ہم کو بخش دیجئے اور ہم پر رحمت فرمائیے اور آپ سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر ہیں سو تم نے ان کا مذاق مقرر کیا تھا (اور) یہاں

تک (اس کا مشغلہ کیا) کہ مشغلہ نے تم کو ہماری یاد بھی بھلادی اور تم ان سے ہنسی کیا کرتے تھے میں نے ان کو آج ان کے صبر کا یہ بدلہ دیا ہے کہ وہی کامیاب ہوئے۔ ارشاد ہوگا (کہ اچھا یہ بتلاؤ) تم برسوں کے شمار سے کس قدر مدت زمین پر رہے ہوگے وہ جواب دیں گے کہ ایک دن یا ایک سے بھی کم رہے ہوں گے (اور) سچ یہ ہے کہ ہم کو یاد نہیں سو گننے والوں سے پوچھ لیجئے ارشاد ہوگا کہ تم (دنیا میں) تھوڑی ہی مدت رہے (لیکن) کیا خوب ہوتا کہ تم (یہ بات دنیا میں) سمجھتے ہوتے ہاں تو کیا تم نے یہ خیال کیا تھا کہ ہم نے تم کو یوں ہی مہمل (خالی از حکمت) پیدا کر دیا ہے اور یہ خیال کیا تھا کہ تم ہمارے پاس نہیں لائے جاؤ گے۔

تفسیر ربط: اوپر آیت: حَتّٰۤى اِذَا فَتَحْنَا عَلَیْهِمْ الخ میں کفار کے عناد وطغیان پر وعید عذاب شدید کی فرمائی تھی آگے ایک خاص اور بلیغ عنوان سے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دعائے مناسب وقت کی تعلیم اور اظہار قدرت رب عظیم ہے اس عذاب کی غایت فظاعت بیان فرماتے ہیں جو متضمن ہے ان کے رد استعجال واستہزاء کو بھی اور اس عذاب کے وقوع تک آپ کو ان کفار کے ساتھ مجاملت فی المعاملت کا امر فرماتے ہیں۔

تہویل عذاب وتبیل وامر بصبر جمیل: قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِیَنِّیْ مَا یُوْعَدُوْنَ ۝ (الی قولہ تعالی) وَ اَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ ۝ آپ (حق تعالی سے) دعا کیجئے کہ اے میرے رب جس عذاب کا ان کافروں سے وعدہ کیا جارہا ہے (جیسا اوپر اِذَا فَتَحْنَا عَلَیْهِمْ سے بھی معلوم ہوا) اگر آپ مجھ کو دکھادیں (مثلاً یہ کہ وہ عذاب ان پر میری زندگی میں اس طور پر آوے کہ میں بھی دیکھوں کیونکہ اس عذاب موعود کا کوئی وقت خاص نہیں بتلایا گیا ہے چنانچہ آیت مذکورہ بھی مبہم ہے جس میں یہ احتمال مذکور بھی ہے غرض اگر ایسا ہو) تو اے میرے رب مجھ کو ان ظالم لوگوں میں شامل نہ کیجئے اور ہم اس بات پر کہ جو ان سے وعدہ کر رہے ہیں آپ کو بھی دکھلا دیں قادر ہیں (باقی جب تک ان پر عذاب نہ آوے) آپ (ان کے ساتھ یہ معاملہ رکھئے کہ) ان کی بدی کا دفعیہ ایسے برتاؤ سے کر دیا کیجئے جو بہت ہی اچھا (اور نرم) ہو (اور اپنی ذات کے لئے بدلہ نہ لیجئے بلکہ ہمارے حوالہ کر دیا کیجئے) ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ یہ (آپ کی نسبت) کہا کرتے ہیں اور (اگر آپ کو بمقتضائے بشریت غیظ آجایا کرے تو) آپ یوں دعا کیا کیجئے کہ اے میرے رب میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں شیطانوں کے وسوسوں سے (جو مفضی ہو جاویں کسی ایسے امر کی طرف جو خلاف مصلحت ہو گو خلاف شریعت نہ ہو) اور اے میرے رب میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ شیطان میرے پاس بھی آویں (اور وسوسہ ڈالنا تو درکنار پس اس سے وہ غیظ جاتا رہے گا)۔ **ف**: دعائے اول اس وجہ سے نہیں کہ نعوذ باللہ ایسا امر محتمل ہو بلکہ اظہار ہے تہویل عذاب کا کہ جو محل اور اس کا محتمل بھی نہیں ہے جب وہاں امر ہے استعاذہ کا تو جو مستحق ہیں ان کو تو بہت ہی ڈرنا چاہئے اور صحت سوال موقوف نہیں احتمال وقوع پر بلکہ مقدوریت بھی کافی ہے پس مقدوریت مصحح ہے اور قصد تقطیع مرجح ہے اور مطلوبیت استمرار کی توجیہ بھی ہو سکتی ہے دوسری تہویل اگلی آیت سے ہوئی) وَ اِنَّا عَلٰۤى اَنْ نُّرِیَكَ الخ جس میں تصریح ہوگئی ان کے استبعاد واستہزاء کی ابطال کی بھی اور آیت سابقہ میں چونکہ قضیہ بشکل شرطیہ کے تھا جو مستلزم نہیں ہوتا صحت وقوع مقدم کو اس آیت لاحقہ میں جو بشکل حملیہ ہے تصریح ہوگئی صحت وقوع مقدم کی بھی پس بلاغۃ علی البلاغۃ ہوگئی اور آیت اِدْفَعْ الخ جہاد کی معارض نہیں کیونکہ جہاد حقوق دین کے لئے ہوتا ہے اور یہ آیت حقوق نفس کے باب میں ہے اور آیت: وَ قُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ الخ کے مماثل مضمون سورۂ اعراف کے اخیر میں آیت: وَ اِمَّا یَنْزَغَنَّكَ [حٰمٓ السجدۃ: ۳۶] الخ آچکی ہے اس کے ذیل میں اس کے متعلق ایک ضروری فائدہ مرقوم ہو چکا ہے ملاحظہ فرما لیا جاوے اور اس کا خلاصہ اشارۃً خود یہاں بھی مذکور ہے اس قول میں جو مفضی ہو جاویں الخ۔

ربط: اوپر آیت: وَ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ اور جواب ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۝ میں صراحۃً اور جمیع آیات مشعرہ استحقاق عذاب میں دلالۃً معاد کا اثبات ہے آگے اَنَّكُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ تک جو کہ قریب ختم سورت کے ہے بطور تفصیل وتتمیم کے اسی کا اور اس کے وقت واحوال وواقعات کا ذکر ہے۔

ذکر معاد واحوال واہوال او ☆ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ۝ (الی قولہ تعالی) وَ اَنَّكُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ۝ (یہ کفار اپنے کفر وانکار معاد سے باز نہیں آتے) یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی (کے سر) پر موت آ (کھڑی ہو) تی ہے (اور آخرت کا معائنہ ہونے لگتا ہے) اس وقت (آنکھیں کھلتی ہیں اور اپنے جہل وکفر پر نادم ومتحسر ہو کر) کہتا ہے کہ اے میرے رب (مجھ سے موت کو ٹال دیجئے اور) مجھ کو (دنیا میں) میں واپس بھیج دیجئے تا کہ جس (دنیا) کو میں چھوڑ آیا ہوں اس میں (پھر جاکر) نیک کام کروں (یعنی تصدیق وانقیاد حق تعالی اس درخواست کو رد فرماتے ہیں کہ) ہرگز (ایسا نہیں (ہوگا) یہ (اس کی) ایک بات ہی بات ہے جس کو یہ کہے جارہا ہے (اور پوری ہونے والی نہیں) اور (وجہ اس کی یہ ہے کہ) ان لوگوں کے آگے ایک (چیز) آڑ کی آنے والی ہے (کہ وہ ضروری الوقوع ہے اور وہی دنیا سے واپس آنے سے مانع ہے مراد اس سے موت ہے کہ اس کا وقوع بھی وقت مقدر پر ضروری وَ لَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا [المنفقون: ۱۱] اور اس کا مانع عن الرجوع ہونا) قیامت کے دن تک (یعنی ہمیشہ کے لئے ہے یہ مصیبت تو ان کو مرنے کے وقت پیش آئی) پھر جب (قیامت کا روز ہوگا اور) صور پھونکا جاوے گا تو (ایسی ہول وہیبت میں گرفتار ہوں گے کہ) ان میں (جو) باہمی رشتے ناتے (تھے) اس روز (وہ بھی گویا) نہ رہیں گے (یعنی کوئی کسی کی ہمدردی نہ کرے گا جیسے اجنبی ہوتے ہیں) اور نہ کوئی کسی کو پوچھے گا (کہ بھائی تم کس اجنبی

حالت میں ہوغرض نہ رشتہ ناتا کام آوے گا نہ دوستی اور تعارف بس وہاں کام کی چیز ایک ایمان ہوگا جس کی عام شناخت کے لئے کہ سب پر ظاہر ہو جاوے ایک ترازو کھڑی کی جاوے گی اور اس سے اعمال وعقائد کا وزن ہوگا) سو جس شخص کا پلہ (ایمان کا) بھاری ہوگا (یعنی وہ مؤمن ہوگا) تو ایسے لوگ کامیاب (یعنی ناجی) ہوں گے (اور یہ عقوبات مذکورہ تمنی رجعت للایمان اور نفی نفع انساب وتسائل ان کے لئے نہ ہوں گے لقولہ تعالیٰ: لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ [الأنبیاء: ۱۰۳] الآیۃ) اور جس شخص کا پلہ (ایمان کا) ہلکا (یعنی وہ کافر ہوگا) سو یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنا نقصان کرلیا اور جہنم میں ہمیشہ کے لئے رہیں گے ان کے چہروں کو (اس جہنم کی) آگ جھلستی ہوگی اور اس (جہنم) میں ان کے منہ بگڑے ہوں گے (اور ان سے حق تعالیٰ بواسطہ یا بلا واسطہ ارشاد فرماویں گے کہ) کیوں کیا میری آیتیں (دنیا میں) تم کو پڑھ کر سنائی نہیں جایا کرتی تھیں اور تم ان کو جھٹلایا کرتے تھے (یہ اس کی سزا مل رہی ہے) وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب (واقعی ہماری بدبختی نے ہم کو ہمارے ہاتھوں گھیر لیا تھا اور (بیشک) ہم گمراہ لوگ تھے (یعنی ہم جرم کا اقرار اور اُس پر ندامت ومعذرت کا اظہار کر کے درخواست کرتے ہیں کہ) اے ہمارے رب ہم کو اس (جہنم) سے (اب) نکال دیجئے (اور دوبارہ دنیا میں بھیج دیجئے لقولہ تعالیٰ فی الم سجدۃ۔ فارجعنا نعمل صالحا) پھر اگر ہم دوبارہ (ایسا) کریں تو ہم بیشک پورے قصوروار ہیں۔ (اس وقت ہم کو خوب سزا دیجئے اور اب چھوڑ دیجئے) ارشاد ہوگا کہ اسی (جہنم) میں راندے ہوئے پڑے رہو اور مجھ سے بات مت کرو (یعنی ہم نہیں منظور کرتے کیا تم کو یاد نہیں رہا کہ) میرے بندوں میں ایک گروہ (ایمان داروں کا) تھا جو (بیچارے ہم سے) عرض کیا کرتے تھے کہ اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لے آئے سو ہم کو بخش دیجئے اور ہم پر رحمت فرمائیے اور آپ سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والے ہیں سو تم نے (محض اس بات پر جو ہر طرح قابل قدر تھی) ان کا مذاق مقرر کیا تھا (اور) یہاں تک (اس کا مشغلہ کیا) کہ ان سے مشغلہ نے تم کو ہماری یاد بھی بھلادی اور تم ان سے ہنسی کیا کرتے تھے (سو ان کا تو کچھ نہ بگڑا چند روزہ کلفت تھی کہ صبر کرنا پڑا جس کا یہ نتیجہ ملا کہ) میں نے ان کو آج ان کے صبر کا یہ بدلہ دیا کہ وہی کامیاب ہوئے (اور تم اس ناکامی میں گرفتار ہوئے مطلب جواب کا یہ ہوا کہ تمہارا قصور اس قابل نہیں کہ سزا کے وقت اقرار کرنے سے معاف کر دیا جاوے کیونکہ تم نے ایسا معاملہ کیا جس سے ہمارے حقوق کا بھی اتلاف ہوا اور حقوق العباد کا بھی اور عباد بھی کیسے ہمارے مقبول اور محبوب جو ہم سے خصوصیت خاصہ رکھتے تھے کیونکہ ان کو تحریہ بنانے میں ان کی ایذاء کہ اضاعۃ حق العبد ہے اور تکذیب حق جو منشاء تحریہ کا ہے کہ اضاعۃ حق اللہ ہے دونوں لازم آئے پس اس کی سزا کے لئے دوام اور تمام مناسب ہے اور مؤمنین کو جزائے فوز دینا منجملہ تمام سزا ہے کفار کے لئے کیونکہ اعداء کی کامیابی سے روحانی تاذی ہوتی ہے یہ تو جواب ہوگیا ان کی درخواستوں کا آگے تنبیہ ہے ان کے بطلان اعتقاد ومشرب پر تا کہ ذلت پر ذلت وحسرت پر حسرت ہونے سے اور عقوبت میں شدت ہو اس لئے) ارشاد ہوگا کہ (اچھا یہ بتلاؤ) تم برسوں کے شمار سے کس قدر مدت زمین میں رہے ہوگے (چونکہ وہاں کے ہول وہیبت سے ان کی ہوش و حواس گم ہو چکے ہوں گے اور اس دن کا طول بھی پیش نظر ہوگا) وہ جواب دیں گے کہ (برس کیسے بہت رہے ہوں گے تو) ایک دن یا ایک دن سے بھی کم ہم رہے ہوں گے (اور سچ یہ ہے کہ ہم کو یاد نہیں) سو گننے والوں سے (یعنی فرشتوں سے کہ اعمال واعمار سب کا حساب کرتے تھے) پوچھ لیجئے ارشاد ہوگا کہ (یوم اور بعض یوم تو غلط ہے مگر اتنا تو تمہارے اقرار سے جو کہ صحیح بھی ہے ثابت ہوگیا کہ) تم (دنیا میں) تھوڑی ہی مدت رہے (لیکن) کیا خوب ہوتا کہ تم (یہ بات اس وقت سمجھتے ہوتے (کہ دنیا کی بقاء ناقابل اعتبار ہے اور اس کے سوا اور کوئی دار القرار ہے مگر وہاں تو بقاء کو دنیا ہی میں منحصر سمجھا اور اس عالم کی نفی کرتے رہے لقولہ تعالیٰ: وَقَالُوْٓا اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ [الأنعام: ۲۹] اور اب جو غلطی ظاہر ہوئی اور صحیح سمجھتے تو بیکار اور غلطی اعتقاد پر تنبیہ کے بعد آگے پھر اس اعتقاد پر زجر ہے جو بطور خلاصہ مضمون فرد قرار داد جرم کے ہے کہ) ہاں تو کیا تم نے یہ خیال کیا تھا کہ ہم نے تم کو یوں ہی مہمل (خالی از حکمت) پیدا کر دیا ہے اور یہ (خیال کیا تھا) کہ تم ہمارے پاس نہیں لائے جاؤ گے (مطلب یہ کہ جب ہم نے آیات میں جن کا صدق دلائل صحیحہ سے ثابت ہے بعث و مجازات کی خبر دی تھی تو معلوم ہوگیا کہ مکلفین کی تخلیق کی حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اس کا منکر ہونا کتنا بڑا امر منکر تھا)۔

فائدہ اول: وقت حضور موت کے چونکہ عالم آخرت منکشف ہوتا ہے پس اس تلبس وتعلق کی وجہ سے اس شخص کو من وجہ منتقل الی الآخرت سمجھا جاوے گا اس لئے تاخیر موت کو ارجعون سے تعبیر کیا ورنہ ظاہراً رجعت کا اطلاق بعد الموت ہونا چاہئے۔

فائدہ دوم: اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ سے تحدید غایت کی مقصود نہیں بلکہ مقصود اقناط کلی ہے جیسا ترجمہ سے ظاہر ہے **کذا فی الخازن** کیونکہ یوم البعث کا زندہ ہونا رجوع الی الدنیا نہیں ہے بلکہ وہ آخرت ہی ہے گو ظاہراً رجوع الی مکان الدنیا ہوگا اور اس اعتبار سے تحدید غایت کی توجیہ بھی ہوسکتی ہے پس منفی حقیقت رجوع الی الدنیا ہے جس کا حاصل رجوع للعمل ہے اور مثبت صورت رجوع ہے جس کا حاصل رجوع للحساب ہے اور یہی دونوں احتمال حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ [الأنبیاء: ۹۶] الخ واقعہ سورۂ انبیاء میں بھی ہیں۔

فائدہ سوم: اس سے تناسخ کا بطلان ہوگیا۔

فائدہ چہارم: انساب کی نفی سے مراد نفی نافعیت کی ہے نہ مطلق انساب کی اور اسی طرح تسائل سے مراد تسائل نافع ہے نہ مطلق تسائل لقولہ تعالیٰ: وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ یَّتَسَآءَلُوْنَ [الصافات:۲۷]۔

فائدہ پنجم: اور یہ سب انساب وتسائل کی نفی کفار کے ساتھ مخصوص ہے لقرینۃ المقام ولقولہ تعالیٰ: اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ [الزخرف: ۶۷] مگر اہل ایمان کے لئے نسب کا نفع ہونا بایں معنی نہیں کہ شرافت اصطلاحیہ نافع نہ ہوگی بلکہ شریف شرعی یعنی مؤمن مقبول عنداللہ سے نسبت ولدیت نافع ہوگی گو اصطلاحاً وہ شخص کم قوم ہو لقولہ تعالیٰ: وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ [الطور: ۲۱] الخ اور فَمَنْ ثَقُلَتْ [الأعراف: ۸] الخ میں جو تفصیل ہے اس سے شبہ نہ کیا جاوے کہ آیت بالا مؤمن و کافر سب کے حق میں عام ہے کیونکہ یہ ماسبق کی تفصیل نہیں بلکہ مجموعہ خلائق کی تفصیل سے ماسبق پر استدلال ہے یعنی نفی انساب وتسائل کی وجہ عدم ایمان ہے کیونکہ وہاں نافعیت کے لئے ایمان شرط ہے جس کا حال اس تفصیل سے معلوم ہوگا الخ۔

فائدہ ششم: اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ کی توضیح میں رجعت میں للایمان کی قید اس لئے لگائی کہ فروع اعمال کے لئے رجعت کی تمنا بعض مذنبین سے بھی ہوگی لقولہ تعالیٰ: وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَیَقُوْلَ [المنافقون: ۱۰] الخ اور ترقی مراتب کی طمع سے رجعت کی تمنا بعض مقبولین سے بھی ہوتی ہے جیسا حدیث میں شہداء کی تمنا مذکور ہے۔

فائدہ ہفتم: آیت: فَمَنْ ثَقُلَتْ [الأعراف: ۸] الخ کی نظیر سورۂ اعراف کے اول رکوع کے اخیر میں بھی ایک آیت گزر چکی ہے وہاں اس کے ذیل میں اس کے متعلق بعض ضروری مضامین قابل ملاحظہ مذکور ہیں۔

فائدہ ہشتم: تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ میں وجہ کی تخصیص بوجہ اس کے نازک اور اشرف ہونے کے ہے جس سے شدت عقوبت و ایلام اور دوسرے اعضاء کے لئے عذاب عام ہونے پر دلالت ہوگئی۔

فائدہ نہم: كٰلِحُوْنَ کی تفسیر حدیث مرفوع میں آئی ہے کہ اوپر کا ہونٹ سکڑ کر وسط سر تک جا پہنچے گا اور نیچے کا ہونٹ نکل کر ناف پر آ پڑے گا رواہ الترمذی اور اس ہیئت کے لئے دانتوں کا کھل جانا عادۃً لازم ہے و بہ فسر فی الروح۔

فائدہ دہم: اَلَمْ تَكُنْ اٰیٰتِیْ الخ کے شروع میں راقم نے کلام میں بواسطہ یا بلا واسطہ کی تعمیم کی ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ دوسری آیت میں: لَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ [البقرۃ: ۱۷۴] ہے پس وجہ جمع دو ہیں یا تو بواسطہ کلام ہو اور یا اگر بلا واسطہ ہو تو لا یکلم کو محمول کیا جاوے کلام علی وجہ الاکرام پر۔

فائدہ یازدہم: رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَیْنَا شِقْوَتُنَا میں اپنے ہاتھوں کی قید اس لئے ظاہر کی گئی کہ شقاوت کا اثر عقوبت ہے کہ انسان کے اکتساب کے ساتھ وابستہ ہے اور مسئلہ اختیار پر دلائل نقلیہ وعقلیہ بکثرت قائم ہیں۔

فائدہ دوازدہم: كُنَّا قَوْمًا ضَآلِّیْنَ میں اقرار اس غرض سے کیا گیا کہ بعض اوقات اعتراف پر عفو متوجہ ہو جاتا ہے۔

فائدہ سیزدہم: اگر شبہ ہو کہ آخرت میں تو حقائق منکشف ہوں گے اور ان میں سے امتناع رجعت ہے پھر اس کی تمنا کیسے ہوگی جواب یہ ہے کہ یا تو یہ تمنا طبعی ہے اور یا یوں کہا جاوے کہ اس جواب ہی سے یہ حقیقت منکشف ہوئی اور یا کہا جاوے کہ جو حقائق شرعاً مقصود بالذات ہیں ان کا انکشاف ضروری ہے مثل حقیقت توحید ورسالت ومعاد وجنان ونیران نہ وہ حقائق جو شرع میں مقصود بالغیر ہیں مثل عدم وقوع رجعت گو وجوب تصدیق میں سب متماثل ومتساوی ہیں۔

فائدہ چہاردہم: اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ کی جو تقریر[1] کی گئی ہے اس سے یہ شبہ جاتا رہا کہ اگر خدا تعالیٰ جزا وسزا کچھ مرتب نہ فرماتا تو کیا نقص عبث لازم آتا اگر یہ ہے تو مجازات کا وجوب عقلی لازم آتا ہے جو کہ اہل حق کے نزدیک منتفی ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو وہ بھی حسن اور غیر عبث ہوتا کیونکہ حکمت اسی میں منحصر نہیں۔

فائدہ پانزدہم: انه کان فریق او سر بما صبروا۔ سزا وجزاء کی تمام علت نہیں ہے بلکہ احد الاجزاء ہے۔

فائدہ شانزدہم: سورۂ طہٰ آیت: ان لبثتم الا عشرا۔ میں بھی لبث کی بحث ہے اس کو لبث فی القبر پر محمول کیا گیا ہے اور یہاں اس تفسیر کی اور ہاں اُس تفسیر کی بھی گنجائش ہے اور تقریر قدرے بدل جاوے گی۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ الخ چونکہ یہ کفار کے حق میں ہے اور وعید میں مفہوم مخالف معتبر ہے اس سے معلوم ہوا کہ اہل ایمان کو نسبت الی المقبولین خواہ صوری ہو یا معنوی نافع ہوگی اور بزرگوں نے سلسلہ برکات میں اس کی تصریح کی ہے۔ قولہ تعالیٰ: اِنَّهٗ كَانَ فَرِیْقٌ مِّنْ عِبَادِیْ چونکہ یہ ماقبل کی علت ہے اس سے معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ کی بڑی شان ہے اور ان سے عداوت کا انجام نار ہے قولہ تعالیٰ: اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا الخ اس

میں استقاد اباحت کا صریحاً رد ہے کہ نفی تکلیف سے عبثیت صاف لازم ہے ۱۲۔

الحواشی: (۱) تقریر سے مراد وہ عبادت بین القوسین ہے جو ترجمہ کے ختم پر ہے یعنی گو اس حکمت کی رعایت واجب نہ تھی مگر جب ہم نے اس حکمت کے وقوع کی خبر دے دی تھی تو پھر اس حکمت کے وقوع کا انکار کیوں کیا ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله فی حتی باز نہیں آتے اشارة الی تعلقه بمقدر یدل علیه المقام ۱۲۔ ۲ قوله فی قائلها پوری ہونے والی نہیں كذا فی الخازن ۱۲۔ ۳ قوله فی ورائهم آگے كذا فی الروح ۱۲۔ ۴ قوله فی برزخ موت كذا فی الخازن ۱۲۔

اللغات: كلمة فيراد بها الكلام لكون هذا القول مركبا ما كذا فی المدارك قوله لعلى للتعليل كما فی الروح حكى البغوى عن الواقدى ان جميع ما فی القرآن من لعل فانها للتعليل الا قوله تعالٰى لعلكم تخلدون فانها للتشبيه قوله برزخ الحاجز بين الشيئين كذا فی القاموس ۱۲۔ قوله اخسئوا ذلوا وانزجروا انزجار الكلاب من خسأت الكلب اذا زجرته فخسا انزجر كذا فی الروح ۱۲۔

النحو: فی جهنم خٰلدون خبر بعد خبر عدد سنين تميز لكم وهى ظرف زمان للبثتم۔

البلاغۃ: قوله رب فلا تجعلنى جاء الدعا قبل الشرط وقيل الجزاء مبالغة فی الابتهال والتضرع والالتجاء قوله من همزات الشياطين الجمع للمرات او للتنوع الوساوس او لتعدد الشياطين قوله اعوذ بك رب ان يحضرون فی الامر بالتعوذ من الحضور بعد الامر بالتعوذ من همزاتهم مبالغة فی التحذير من ملابستهم واعادة الفعل مع تكرير النداء لاظهار كمال الاعتناء بالمامور به وعرض نهاية الابتهال فی الاستدعاء هذا كله من الروح قوله رب ارجعون فی الروح الواو لتعظيم المخاطب كما فی قول الا فارحمونى يا اله محمد + وقول الآخر وان شئت حرمت النساء سواكم + والحق ان التعظيم يكون فی ضمير المتكلم والمخاطب والغائب والاسم الظاهر وانكار ذلك غير رضى آه قوله فيما تركت فی الروح من الدنيا جعل مفارقة ذلك تركا له آه۔

فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ﴿۱۱۶﴾ وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ ع ۶

سو (اس سے کامل طور پر) ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ بہت ہی عالی شان ہے جو کہ بادشاہ حقیقی ہے اس کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں (اور وہ) عرش عظیم کا مالک ہے۔ پاس کوئی بھی دلیل نہیں سو اس کا حساب اسی کے رب کے ہاں ہوگا (جس کا نتیجہ لازمی یہ ہے کہ) یقیناً کافروں کو فلاح نہ ہوگی (بلکہ ابدالآباد معذب رہیں گے) اور آپ یوں کہا کریں کہ اے میرے رب (میری خطائیں) معاف کر اور رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔

تفسیر ربط: اور پر تمام سورت میں جو مضامین مذکور ہوئے جن کا خلاصہ سورت کی تمہید میں مرقوم ہوا ہے خاتمہ سورت میں ان پر ایک تفریع بطور استناج اور تلخیص کے ارشاد فرماتے ہیں چنانچہ ظاہر ہے کہ عبادت کے امر سے حق تعالیٰ کا اِلٰهَ اور مَلِكُ ہونا اور آثار قدرت سے جو دلائل توحید ہیں اس کا واحد اور متعالی عن الشرک ہونا جو کہ مدلول ہے فَتَعٰلَى اور لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ کا اور بعث انبیاء سے بھی اس کا ملک اور فرمانروا ہونا اسی طرح بعث ومجازات سے بھی ملک ہونا اسی طرح قصص اہلاک مکذبین سے بھی اس کا ملک ہونا اور شناعت حال کفار سے ان کا قابل دار وگیر ہونا جو مدلول ہے فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ الخ کا ثابت ہوتا ہے مثبتا بالکسر تفصیلاً تمام سورت میں اور ان کا اجمال تمہید سورت میں اور مثبتات بالفتح کا اجمال یہاں خاتمہ میں مذکور ہے اور فَتَعٰلَى پر حرف فاء کا آنا اس ارادۂ تفریع کا قرینہ ہے اور ان صفات کمال وجلال الوہیۃ وملکیت ووحدت وتعالیٰ وربوبیت کے ساتھ کسی ذات کے موصوق ہونے کا اس کو مقتضی ہونا کہ اسی کو اپنا قبلہ توجہ و مرجع حاجات بنایا جاوے یہ بھی ظاہر ہے چنانچہ بالکل اخیر کی آیت : وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ الخ کے مضمون میں اسی ترتب کی رعایت ہے اور اس ثبوت وترتب کی طرف ترجمہ کی عبارت میں بھی اشارہ ہے نیز اس دعا کرنے والوں کا مقبول ومحبوب ہونا اوپر آیت : اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ الخ میں معلوم ہو چکا ہے اس کی تعلیم میں یہ بھی نکتہ ہو گیا کہ جن کی فضیلت اوپر مذکور ہے ان میں سے ہونے کی دعا والتجاء کرنا چاہئے پس اس سے ایک خاص ربط اپنے قریب کے مضمون سے اور بھی حاصل ہو گیا اور شروع میں مؤمنین کے لئے اثبات فلاح اور خاتمہ میں کافروں سے نفی فلاح جو کہ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱﴾ اور لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ میں مذکور ہے ایک عجیب مقابلہ ہے۔

ذکر صفات ذوالجلال والاکرام مع وعید مشرکین لئام وتعلیم استغفار واسترحام ☆ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ (الی قولہ تعالیٰ) وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ (اور یہ سب مضامین جب معلوم ہو چکے) سو (اس سے یہ کامل طور پر ثابت ہو گیا کہ) اللہ تعالیٰ بہت ہی عالیشان ہے جو کہ بادشاہ (ہے اور بادشاہ بھی) حقیقی ہے

اس کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں (اور وہ) عرش عظیم کا مالک ہے اور جو شخص (اس امر پر دلائل قائم ہونے کے بعد) اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی بھی عبادت کرے کہ جس (کے معبود ہونے) پر اس کے پاس کوئی بھی دلیل نہیں سو اس کا حساب اس کے رب کے یہاں ہوگا (جس کا نتیجہ لازمی یہ ہے کہ) یقیناً کافروں کو فلاح نہ ہوگی (بلکہ ابدالاباد معذب رہیں گے) اور (جب حق تعالیٰ کی یہ شان ہے تو) آپ (اور دوسرے لوگ بدرجۂ اولیٰ) یوں کہا کریں کہ اے میرے رب (میری خطائیں) معاف کر اور (ہر حالت میں مجھ پر) رحم کر (معاش میں بھی توفیق طاعات میں بھی نجات آخرت میں بھی عطائے جنت میں بھی) اور تو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔ **ف**: مَعَ اللّٰهِ کی قید ایک تو واقعی ہے کیونکہ وہ لوگ خدا کو بھی مانتے تھے اور دوسرے اس سے بدلالۃ النص منکر واجب الوجود کا بدرجۂ اولیٰ حال معلوم ہو گیا اور لا برهان له یہ بھی قید واقعی ہے کیونکہ ہر غیر کی الوہیت کے لئے عدم ثبوت عدم عام ہے اور آپ کا مغفرت و رحمت مانگنا اپنے درجہ کے موافق ہے پس اس سے شبہ معصیت کا نہیں ہو سکتا فقط۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله فی لا برهان** دلیل نہیں **اشار به الی ان هذا القید لیس باحترازی والا لکان حق العبارة ان یقال** دلیل نہ ہو **فافهم** ۱۲۔

وقد تم تفسیر سورة المؤمنون بحمد الله تعالیٰ للخامس عشر من ذی القعدة الحرام یوم الثلاثاء ۱۳۲۴ھ
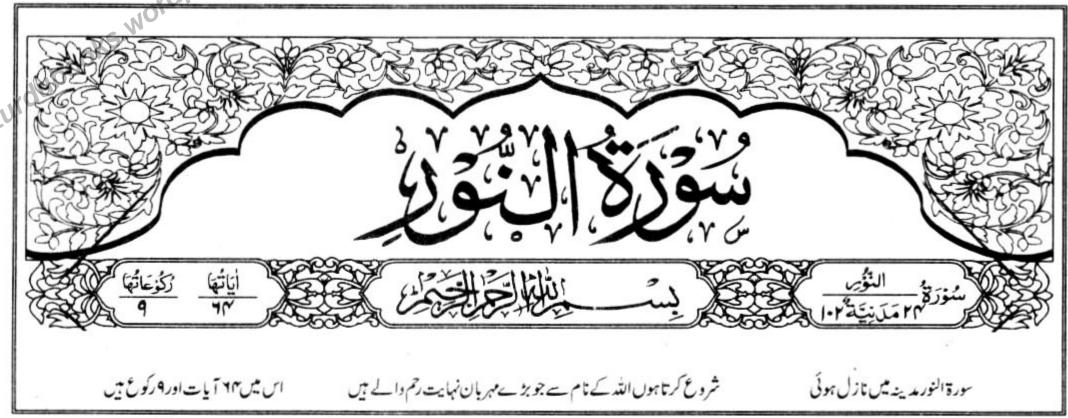
سورۃ النور مدینہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۶۴ آیات اور ۹ رکوع ہیں

سُورَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ① اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۪ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ② اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۫ وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ③

یہ ایک سورت ہے جس (کے الفاظ) کو (بھی) ہم (ہی) نے نازل کیا ہے اور اس (کے معنی یعنی احکام) کو (بھی) ہم (ہی) نے مقرر کیا ہے اور ہم نے اس سورہ میں صاف صاف آیتیں نازل کی ہیں تاکہ تم سمجھے (اور عمل کرو) زنا کرانے والی عورت اور زنا کرنے والا مرد سوان میں سے ہر ایک کے سو درے مارو اور تم لوگوں کو ان دونوں پر اللہ کے معاملہ میں ذرا رحم نہ آنا چاہئے اگر اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو اور دونوں کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک کو حاضر رہنا چاہئے۔ زانی نکاح بھی کسی کے ساتھ نہیں کرتا بجز زانیہ یا مشرکہ کے اور (اسی طرح) زانیہ کے ساتھ بھی اور کوئی نکاح نہیں کرتا بجز زانی یا مشرک کے اور یہ (یعنی ایسا نکاح) مسلمانوں پر حرام (اور موجب گناہ) کیا گیا ہے۔

تفسیر: سورة النور مدنية وهي ثمان او اربع وستون اية كذا فى البيضاوى ۱۲۔

ربط: اوپر کی سورت کے اخیر میں آیت اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا سے مفہوم و معلوم ہوا تھا کہ خلق انسان کی حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اس کو احکام کا مکلف کیا جاوے اور آخرت میں ان احکام کی اطاعت یا مخالفت پر جزا و سزا ملے اس سورت میں بعض احکام کی تفصیل ہے چنانچہ نصف سورت تک تو احکام عملیہ چلے گئے ہیں اور خاتمہ کے قریب بھی بعض تتمیماً مثل مسئلہ استیذ ان کے اور بعض ابتداءً مثل مسئلہ اکل کے مذکور ہوئے ہیں اور یہ سب احکام بجز مسئلہ کتابت و اکل من البیوت کے کہ اول صلاح عباد و اماء کے اور ثانی مسئلہ دخول فی البیوت کے ساتھ استطراداً مذکور ہوا ہے باقی سب متعلق عفت کے ہیں پس گویا من وجہ تفصیل و تکمیل ہیں سورت سابقہ کے شروع میں اس آیت کی: وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ الخ پس اس طور پر اس کو سورت سابقہ کے اول و آخر دونوں سے ارتباط ہو گیا اور بقیہ نصف سورت کی بعض آیات میں دلائل توحید کہ احکام علمیہ سے ہے اور بعض آیات میں اطاعت احکام و مطیعین کے مناقب اور عصیان و عصاۃ کے مثال مذکور ہیں اور دونوں نصف کے برزخ و حد متوسط یعنی آیت نور میں مطلق احکام کے متعلق علمی و عملی ہدایت و ضلالت کے تمثیلات و تشبیہات ارشاد فرمائے گئے یہ خلاصہ ہے سورت کا جو تامل سے تمام اجزاء پر منطبق ہو سکتا ہے اور ان سب مضامین کی اجمالی تمہید سے سورت کو شروع فرمایا ہے فقط۔

تمہید اجمالی مضامین سورت ☆ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ① یہ ایک سورت ہے جس (کے الفاظ) کو (بھی) ہم (ہی) نے نازل کیا ہے اور اس (کے معانی یعنی) احکام) کو (بھی) ہم (ہی) نے مقرر کیا ہے (عام اس سے کہ بعض فرض ہوں اور بعض مندوب جیسے مکاتبت) اور ہم نے (ان احکام پر دلالت کرنے کے لئے) اس (سورت) میں صاف صاف آیتیں (جو کہ ان احکام پر دال ہیں) نازل کی

ہیں تا کہ تم سمجھو (اور عمل کرو)۔ ف: اس تمہید میں اپنی طرف منسوب فرما کر الفاظ سورت کی جزالت اور معانی کی جلالت اور معانی پر الفاظ کی وضوح دلالت اور پھر اس مجموعہ کی غایت بیان فرمانے سے ان احکام پر عمل کرنے کا غایت اعتناء شان ہو گیا شاید یہ اہتمام خاص اس لئے فرمایا گیا ہو کہ اس میں کثرت سے احکام عورتوں کے متعلق مذکور ہیں جو غالباً مزلۃ الاقدام ہوتے ہیں اور دلالت کا واضح ہونا مدلولات بعبارۃ النص کے اعتبار سے ہے نہ بقیہ استدلالات کے اعتبار سے کہ وہ مخصوص ہے مجتہدین کے ساتھ واللہ اعلم۔ ربط: تمہید اجمالی کے بعد آگے احکام کی تفصیل ہے جو متعدد الانواع ہیں۔

حکم اول حد زنا ☆ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا (الی قولہ تعالی) طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ زنا کرنے والی عورت زنا کرنے والا مرد سو (دونوں کا حکم یہ ہے کہ) ان میں ہر ایک کے سو (درے) مارو اور تم لوگوں کو ان دونوں پر اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں ذرا رحم نہ آنا چاہئے (کہ رحم کھا کر چھوڑ دو یا سزا میں کمی کر دو) اگر تم اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو (کیونکہ ان دونوں پر ایمان رکھنا مقتضی ہے وجوب عمل کو کیونکہ اللہ کا تو حکم ہی ہے اور قیامت کا دن تارکین احکام کی سزا کے لئے ہے) اور دونوں کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت کو حاضر رہنا چاہئے (تا کہ ان کے ذریعہ سے تشہیر ہو اور سامعین کو عبرت ہو اور دوسرے لوگ اس سے رکیں) ف: یہ سزا اس زانی اور زانیہ کی ہے جو آزاد عاقل بالغ ہوں اور نکاح کئے ہوئے نہ ہوں یا نکاح کے بعد ہمبستری نہ کر چکے ہوں اور جو آزاد نہ ہوں اس کے پچاس درے لگتے ہیں اس کا حکم پارۂ پنجم کے اول رکوع کے ختم پر مذکور ہے۔ اور جو عاقل یا بالغ نہ ہوں وہ مکلف ہی نہیں اور جس مسلمان میں تمام صفتیں ہوں حریت، بلوغ، عقل، نکاح اور ہمبستری سے فراغ ایسے شخص کو محصن کہتے ہیں اس کی سزا رجم ہے۔ حدیث میں آیا ہے اور جو مرض کی وجہ سے دروں کا متحمل نہ ہو اُس کی صحت کا انتظار کریں گے۔ اور باقی مسائل اس کے متعلق کتب فقہ میں مبسوط ہیں اور امر **لیشهد الخ** فقہاء کے نزدیک ندب کے لئے ہے **كذا في الروح** اور سورۂ نساء کے تیسرے رکوع کے شروع میں جو ارشاد ہے يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا [النساء: ۱۵] اس آیت کا حکم منجملہ اُس سبیل کے ہے چنانچہ وہاں بھی تفسیر میں مذکور ہوا ہے۔

حکم دوم نکاح زوانی ☆ اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ (الی قولہ تعالی) وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (زنا ایسی گندی چیز ہے کہ اس سے طبیعت میں ایک ایسا برا مادہ پیدا ہو جاتا ہے کہ ایسے شخص کی بری چیز کی طرف رغبت ہوتی ہے اسی طرح ایسے شخص کی طرف برے آدمی کی رغبت ہوتی ہے چنانچہ) زانی (من حیث الزانی رغبت الی الزنا کے اعتبار سے) نکاح بھی کسی کے ساتھ نہیں کرتا بجز زانیہ یا مشرکہ کے (جس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ ایسے شخص کی بری چیز کی طرف رغبت ہوتی ہے) اور (اسی طرح) زانیہ (من حیث الزانیہ) کے ساتھ بھی (رغبت الی الزنا کے اعتبار سے) اور کوئی نکاح نہیں کرتا بجز زانی یا مشرک کے (جس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ ایسے شخص کی طرف برے آدمی کی رغبت ہوتی ہے) اور یہ (ایسا نکاح جو زانیہ من حیث الزانیہ کے ساتھ ہو جس کے لوازم میں سے ہے اس عورت کا زانیہ رہنا یا مشرکہ کے ساتھ ہو) مسلمانوں پر حرام (اور موجب گناہ) کیا گیا ہے (گو صحت و عدم صحت میں دونوں متفاوت ہوں کہ زانیہ سے تو صحیح ہو جاوے گا اور مشرکہ سے باطل ہی رہے گا)۔ ف: مطلب اس کا یہ ہے کہ جو لوگ زنا کے خوگر ہو جاتے ہیں اور ہنوز انہوں نے توبہ نہ کی ہو بلکہ اسی عادت پر ہوں ان کی اصلی رغبت زنا کی طرف ہوتی ہے اور اسی میں ان کو زیادہ لذت ہوتی ہے حتیٰ ان کو جو عورت پسند آتی ہے اول ان کا مقصود یہی ہوتا ہے کہ اس سے زنا میسر ہو جاوے اور یہ ہمارے ساتھ زانیہ ہونا گوارا کر لے اور جب اس کوشش میں ناکامی ہوتی ہے تو ہارے درجہ نکاح کی کوشش کرتے ہیں لیکن ان دونوں حالتوں میں ارغب والذ حالت ان لوگوں کے نزدیک پہلی ہی حالت ہوتی ہے اور نکاح کو دل سے پسند نہیں کرتے کیونکہ نکاح سے جو مقاصد ہیں تعفف اور حصول نکاح اولاد و امساک بالمعروف وادائے حقوق زوجیت مثل نفقات وغیرہ وہ ان کو وبال سمجھتے ہیں اور چونکہ ان کا مقصود اصلی زنا ہوتا ہے اس لئے ان کی رغبت مخصوص مؤمنات کے ساتھ نہیں ہوتی بلکہ مشرکات کی طرف بھی ہوتی ہے اور اگر وہ مشرکہ کسی وجہ سے خواہ وہ وجہ راجع الی المذہب ہو یا راجع الی العرف اپنی مواصلت کے لئے نکاح کو شرط ٹھہراوے چونکہ اس کو نکاح اصلی مقصود نہیں اس لئے یہ شخص اس کے جواز و ناجواز سے بھی بحث نہ کرے گا اس نکاح کو وسیلہ مقصود سمجھ کر نکاح بھی کرے گا گو صحیح نہ ہو پس یہ امر صادق آیا کہ اس شخص کی جب کسی عورت کی طرف اصلی رغبت ہوگی اگر وہ مسلمہ ہے تو زانیہ کی طرف ہوگی گو وہ اسی شخص کے ساتھ زنا کرنے سے زانیہ کہلاوے اور یا مشرکہ کی طرف ہوگی کہ اس سے صحبت زنا ہی ہوگا اور اول زنا کی طرف ہوگی اور بدوں نکاح اس سے صحبت ممکن نہ ہو تو مجبوری کو نکاح کر لے گا گو وہ عورت صاف کہہ دے کہ میں اپنا پیشہ یا مذہب شرکی نہ چھوڑوں گی یہ اس پر بھی راضی ہو جاوے گا یہ معنی ہیں اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً کے۔ اسی طرح جو عورت زنا کی خوگر اور اس کی عادی ہے اور اس سے توبہ نہیں کرتی تو جن لوگوں کو مقاصد نکاح مقصود اصلی ہیں چونکہ ایسی حالت میں ان عورتوں سے ان کا حصول متوقع نہیں ان کو ان کے نکاح کی طرف بھی اصلی رغبت نہیں ہوتی جب کہ یہ معلوم ہو جاوے کہ نکاح کے بعد بھی یہ اپنی عادت نہ چھوڑیں گی بلکہ اس کی طرف رغبت اس حیثیت سے زانی کو ہوگی خواہ وہ مسلمان ہو جو صرف زانی کہلاوے گا یا وہ مشرک ہو کہ مشرک ہونے کی حالت میں اگر عورت مسلمان ہے تو صحبت کا زنا ہونا لازم ہی ہے حتیٰ کہ اگر وہ زانیہ مرغوب فیہا باوجود زانیہ رہنے کے کسی مصلحت دنیویہ سے نکاح کو شرط تمکین

ٹھہراوے تو یہ زانی مسلم ہو یا مشرک اس پر نظر نہ کرے گا کہ یہ زانیہ نہ رہے گی یا تخالف دینین کی صورت میں نکاح نہ ہوگا بلکہ وہ اس کو اپنے حصول مقصود کا ذریعہ سمجھ کر گوارا کرلے گا یہ معنی ہیں:- الزانية لا ينكحها الا زان او مشرك کے اور حیثیت کی قید سے یہ فائدہ ہوا کہ اگر زانی خانہ داری یا اولاد کی مصلحت سے عفیفہ سے نکاح کی کوشش کرے تو آیت سے اس کی نفی لازم نہیں آتی پس دونوں جملوں کے موضوع میں وصف عنوانی کی حیثیت معتبر ہے اب محمول کے ثبوت اور حکم بالحصر میں کوئی اشتباہ واشکال لازم نہیں آتا اور چونکہ ایک صورت میں دیوثیت لازم آتی ہے اور دوسری میں عدم صحت نکاح اور دونوں حرام ہیں اس لئے حرم کا حکم دونوں کے لئے صحیح ہوگیا گویا ایک جگہ حرمت نکاح کا حکم باعتبار اس کے مفضی الی الحرام ہونے کے ہے بنا بر قاعدہ مقدمۃ الحرام حرام اور ایک جگہ بمعنی بطلان کے ہے پس حرمت بالمعنی الاعم دونوں قسموں حرمت لغیرہ ولعینہ کو شامل ہے اور اس حکم کے منسوخ کہنے کی ضرورت نہ ہوگی اس تقریر پر اول آیت میں جملہ خبریہ پر اشکال عدم صدق کا اور آخر آیت میں جملہ انشائیہ پر شبہ عدم بقائے حکم کا متوجہ نہیں ہوتا۔ هذا ما القى الله فى روعى ولعل غيرى يوتى احسن من هذا والله واسع عليم۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَلَا تَاْخُذْكُمْ الخ اس سے ماخوذ ہوتا ہے کہ بعض خطاؤں میں رعایت مضر ہے اور یہ اصل ہے مشائخ کے اس معمول کی کہ مرید کی بعض غلطیوں میں تسامح نہیں فرماتے قولہ تعالیٰ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا الخ روح میں ہے کہ اس میں اشارہ ہے کہ شیخ جب کسی مرید کی تادیب کرنا چاہے اور اسکے نفس کا توڑنا مقصود ہو تو مناسب ہے کہ مریدوں کے مجمع میں ہو (کہ اس کی بھی شکستگی ہے اور دوسروں کو بھی عبرت)۔ قولہ تعالیٰ: اَلزَّانِیْ لَا یَنْكِحُ الخ وقولہ تعالیٰ: اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ [النور: ۲٦] الخ روح میں ہے کہ اس میں اشارہ ہے کہ اخیار کو اشرار سے میل جول نہ رکھنا چاہئے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله فى سورة** یہ الخ اشارة الى ان سورة خبر مبتدأ محذوف اى هذه۱۲۔ ۲ **قوله فى فاجلدوا** سو دونوں کا الخ اشارة الى التركيب اى فحكمهما ما سيتلى فلم يلزم كون الانشاء خبرا۱۲۔

الروایات: فى الروح اخرج ابو داؤد والترمذى كان رجل يقال له مرثدو كانت امرأة بغى مكة يقال لها عناق وكانت صديقة فدعته عناق مرة وقال ما عناق حرم الله زنا فقال يا رسول الله انكح عنا قا فلم يرد عليه شيئا حتى نزل الزانى لا ينكح آه مختصرا قلت والظاهر من حال عناق فى هذه الرواية انها لم تتب من الزنا بل ومن الشرك ولم ترد[1] التوبة فلا اشكال فى الطباق سبب النزول على ما قررته فى تفسير الآية فى المتن۱۲۔

لطیفہ: قال النيسابورى فيه اشارة الى ان اقامة هذا الحد ينبغى ان يكون على الاعتدال بحيث لا يتجاوز الا لم من الجلد الى اللحم فعلى الامام ان ينصب للحدود رجلا عالما بصيرا يعقل كيف يضرب۱۲۔

فائدہ من استاذى عليه الرحمة: قدم الزانية لان الزنا المرأة اقبح واقطع لمنافاة الحياء كما ان تقديم السارق على السارقة فى آية السرقة لان السرقة من الرجل اقبح لمنافاة الهمة وافاد استاذى مولانا محمود حسن الديوبندى ادام الله ظلهم بما حاصله ان تقديم السارق على السارقة جرى على سنن العادة العرفية والقرآنية من كون تقديم الرجال على النساء اصلاحتى ان الاغلب الاكتفاء على ذكر الرجال فقط واما العكس فى هذه الآية على خلاف الاصل فلعارض وجوه ثلثة الاول ان البداية بالزنا اكثر ما يون من المرأة (فانها ناقصة العقل تجيب من استمالهما من غير تدبر فى الامر الدنيا والآخرة ولانها رقيقة القلب فتترحم على طالبها) فاقتضى البداية فى الذكر والثانى المرأة لكونها ضعيفة مظنة الرافة فقدمت لتاكد الحكم بانه لما لم يجز الرافة فى محل الرافة فكيف فى غير محلها والثالث ان الزنا من النساء اكثر عيبا وعارا فى العرف فكان غير مستبعد ان يسعى احد فى وراء الحد عنها لدفع العار والافتضاح عنها وعن قومها فقدمت لهذا الاهتمام والله اعلم۱۲۔

اللغات: الفرض التوقيت وفرض رسول الله صلى الله عليه وسلم اى سن كذا فى القاموس الجلد ضرب الجلد آه۔

النحو: بهما متعلق برافة وان كان مصدرا مؤخر ففى الظرف يتوسع ما لا يتوسع فى غيره كذا فى الروح۱۲۔

البلاغة: قوله وانزلنا وتكرير انزلنا لا براز كمال العناية بالشان والابانة لخطرها ان كنتم تهييج والهاب لا تعليق كما يقال ان كنت رجلا فافعل كذا ولا شك فى رجولية لكن القصد تحريك الحمية۱۲۔ قوله الزانى ولعل هذه الجملة متضمنة لتعليل ما تقدم من تقبيح الزنا حيث يجب به الحد ولذا لم يعطف قوله سبحانه الزانى لا ينكح عليه كما عطف قوله عز و جل الآتى والذين يرمون المحصنات واشرت الى هذا المعنى فى تقرير الترجمة بقول زنا ایسی گندی الخ وقدم الزانى على عكس الآية الاولى لانها مسوقة لذكر النكاح

والرجل هو الاصل فى الرغبة والخطبة ولكون المرأة مرغوبة فيها اخبر عن الزانية بانه لا ينكحها الا زان على خلاف ما تقضيه المقابلة بان يقال والزانية لا تنكح الا زانيا او مشركا بل واسند الفعل فى كلا الجملتين الى الرجل لانه راغب وجعلها فى كليهما موقعا عليها لانها مرغوبة فيها ولما لم يكن القصد ههنا الا الى تقبيح الزنا لم يزد فى الكلام المشرك لا ينكح الا مشركة او زانية والمشركة لا ينكحها الا مشرك او زان فافهم قوله على المؤمنين التخصيص اما لكون الكفار غير المكلفين او لشرف المؤمنين وهذا اولیٰ ۱۲۔

الحواشی: (۱) من الارادة ۱۲ منه۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۴﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵﴾ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۶﴾ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۷﴾ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۸﴾ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۹﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۰﴾ ع ۱ / ۷

اور جو لوگ (زنا کی) تہمت لگائیں پاک دامن عورتوں کو اور پھر چار گواہ (اپنے دعوے پر) نہ لاسکیں تو ایسے لوگوں کو اسّی درے لگاؤ اور ان کی گواہی قبول مت کرو (یہ تو دنیا میں ان کی سزا ہوئی) اور یہ لوگ (آخرت میں بھی) مستحق سزا ہیں اس وجہ سے کہ فاسق ہیں لیکن جو لوگ اس (تہمت لگانے) کے بعد (خدا کے سامنے) توبہ کرلیں اور اپنی (حالت کی) اصلاح کرلیں سو (اس حالت میں) اللہ ضرور مغفرت کرنے والا رحمت کرنے والا ہے اور جو لوگ اپنی (منکوحہ) بیویوں کو (زنا کی) تہمت لگائیں اور ان کے پاس بجز اپنے (ہی دعوے کے) اور کوئی گواہ نہ ہوں (جن کو عدد میں چار ہونا چاہئے) تو ان کی شہادت (جو کہ دافع حبس یا حد قذف ہو) یہی ہے کہ چار بار اللہ کی قسم کھا کر یہ کہہ دے کہ بے شک میں سچا ہوں اور پانچویں بار یہ کہے کہ مجھ پر خدا کی لعنت ہو اگر میں جھوٹا ہوں اور (اس کے بعد) اس عورت سے سزائے (حبس یا زنا) اس طرح ٹل سکتی ہے کہ وہ چار بار قسم کھا کر کہے کہ بے شک یہ مرد جھوٹا اور پانچویں بار یہ کہے کہ مجھ پر خدا کا غضب ہو اگر یہ سچا ہو (اور اے مرد اور عورتو) اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم پر اللہ کا فضل اور اس کا کرم ہے (کہ ایسے ایسے احکام مقرر کئے ہیں) اور یہ کہ اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا (اور) حکمت والا ہے تو بڑی مضرتوں میں پڑتے۔

تفسیر: حکم سوم حد قذف ☆ وَ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ (الی قولہ تعالی) فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵﴾ اور جو لوگ (زنا کی) تہمت لگائیں پاکدامن عورتوں کو (جن کا زانیہ ہونا کسی دلیل یا قرینہ شرعیہ سے ثابت نہیں) اور پھر چار گواہ (اپنے دعویٰ پر) نہ لاسکیں تو ایسے لوگوں کو اسی درے لگاؤ اور ان کی کوئی گواہی کبھی قبول مت کرو (کہ یہ بھی متمم حد ہے خواہ وہ گواہی کسی معاملہ میں ہو یہ تو دنیا میں اُن کی سزا ہوئی) اور یہ لوگ (آخرت میں بھی مستحق سزا ہیں اس وجہ سے کہ فاسق ہیں لیکن جو لوگ اس (تہمت لگانے) کے بعد (خدا کے سامنے) توبہ کرلیں (کہ تہمت لگانے میں حق اللہ بھی ہے) اور (اس تہمت لگائے ہوئے شخص سے معاف کرا کر بھی) اپنی (حالت کی) اصلاح کرلیں (کیونکہ تہمت لگانے میں حق العبد ہے) سو (اس حالت میں اللہ تعالیٰ ضرور مغفرت کرنے والا رحمت کرنے والا ہے (اور فسق کی وجہ سے جو استحقاق عذاب آخرت کا ہوا تھا وہ مرتفع ہو جائے گا گو رد شہادت جو کہ تتمہ تھا حد کا پھر بھی باقی رہے کیونکہ توبہ سے حد ساقط نہیں ہوتی)۔ **ف**: مسئلہ: جو عورت کسی کو تہمت لگادے اس کا بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ: اسی طرح جو کسی مرد کو تہمت لگاوے اس کو بھی یہی حکم ہے اور رامی میں تخصیص الذین کی جو موضوع ہے مذکر کے لئے اور مرمیہ میں تخصیص محصنات کی جو موضوع ہے مؤنث کے لئے خصوص واقعہ کی وجہ سے ہے: لان الآية نزلت فى امرأة عويمر كما فى الروح عن صحيح البخارى۔

مسئلہ: ہر تہمت کا یہ حکم نہیں بلکہ خاص تہمت بالزنا کا گو یہ قید صریحاً مذکور نہیں مگر اَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ اس پر دال ہے کیونکہ چار گواہ کی ضرورت اثبات زنا ہی کے لئے ہوتی ہے۔

مسئلہ: یہ حکم رامی حر کا ہے اور اگر وہ غلام ہو تو چالیس دُرّے لگتے ہیں۔

مسئلہ: محصن ہونے کی شرطیں یہ ہیں کہ مقذوف حر ہو عاقل ہو بالغ ہو مسلم ہو عفیف عن الزنا ہو۔

مسئلہ :عفیف عن الزنا وہ ہے جو مرتکب وطی حرام لعینہ کا نہ ہوا اور کوئی علامت زنا کی اُس میں ظاہر نہ ہو جیسے وہ عورت بچہ لے رہی ہو اور اُسکا باپ معلوم نہ ہو۔

مسئلہ : یہ حد جب جاری ہوگی کہ مقذوف مطالبہ بھی کرے۔

مسئلہ : ایسے محدود کی شہادت معاملات میں مقبول نہیں البتہ دیانت محضہ میں جیسے ہلال رمضان یا روایت حدیث بعد توبہ کے مقبول ہے یہ سب مسائل ہدایہ میں ہیں۔

مسئلہ : یہ قاذف اگر کاذب ہے تو فاسق ہی ہے اور اگر صادق ہے جب بھی اس وجہ سے گنہگار ہے کہ اُس نے بلاضرورت ایک شخص کی پردہ دری کی کیونکہ ضرورت ہوتی ہے اقامت حد کی اور وہ بدوں چار گواہ کے قائم نہیں کی جاتی اور گواہ تھے نہیں پھر خواہ مخواہ ایسا دعویٰ کرنا بجز آبروریزی کے اور کیا ہے اور کسی کی آبروریزی بلاضرورت شرعیہ فسق ہے **ھکذا فی روح المعانی** پس فسق کا حکم مستقل ہے بیان حکم آخرت کے لئے اور یہ جملہ استینافیہ ہے حد پر معطوف یا حد کی علت نہیں پس ارتفاع فسق سے ارتفاع رد شہادت کا لازم نہیں آتا۔

مسئلہ : اگر مقذوف معاف کردے تو حد ساقط ہو جاتی ہے **کذا فی الروح** لیکن اس سے بھی یہ لازم نہیں آیا کہ توبہ سے حد ساقط ہوگئی تاکہ توبہ سے رد شہادت کے ارتفاع کا شبہ ہو سکے اصل یہ ہے کہ مسقط حد توبہ نہیں ہوئی جو کہ فعل قاذف کا ہے بلکہ عفو ہوا جو کہ فعل مقذوف کا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اگر توبہ اور اصلاح یعنی استحلال پایا جاوے مگر عفو نہ ہو تو فسق مرتفع ہو جاوے گا لیکن حد باقی رہے گی اور ارتفاع فسق میں یہ شبہ نہ ہو کہ جب اُس نے معاف نہیں کیا تو گناہ کیسے جاتا رہا۔ بات یہ ہے کہ معذرت کا قبول کرنا خود واجب ہے جب کہ کچھ مالی ضرر نہ ہو پس یہ مستحل سبکدوش ہو جاوے گا۔ اب وہ معذرت قبول نہ کرنے والا عنداللہ قابل ملامت رہے گا۔

مسئلہ : اگر یہ چار گواہ لایا جو آنے کے وقت شہادت پر مستعد تھے مگر اجلاس پر گواہی نہ دی تو گو یہ شخص محدود ہوگا لیکن احکام آخرت میں فاسق نہ ہوگا دلائل شرعیہ اس پر ناطق ہیں۔

فائدہ : رد شہادت بعد توبہ کے مذہب حنفیہ کا ہے اور درمنثور میں ان حضرات سے بھی یہ مذہب نقل کیا ہے۔ ابن عباس، سعید بن مسیب، حسن، محمد بن سیرین، سعید بن جبیر، عکرمہ ابن جریج، ابراہیم اور بعض روایات میں جو اصلاح کے بعد قبول توبہ آیا ہے سو شہادت سے مراد بعض شہادات لی جاویں گی جو فسق کی وجہ سے مردود تھیں جیسے دیانات میں چونکہ توبہ سے فسق مرتفع ہو گیا۔ اس لئے وہ شہادت مقبول ہوگئی بخلاف اس شہادت کے جس کا رد بوجہ محدود فی القذف ہونے کے تھا کیونکہ محدودیت تو رفع نہیں ہوئی۔

حکم چہارم لعان ☆ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ (الی قولہ تعالی) وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ۞ اور جو لوگ اپنی (منکوحہ) بیبیوں کو (زنا کی) تہمت لگائیں اور ان کے پاس بجز اپنے (ہی دعوے کے) اور کوئی گواہ نہ ہوں (جن کا عدد میں چار ہونا چاہئے) تو ان کی شہادت (جو کہ دافع حبس یا حد قذف ہو) یہی ہے کہ چار بار اللہ کی قسم کھا کر یہ کہہ دے کہ بیشک میں سچا ہوں اور پانچویں بار یہ کہے کہ مجھ پر خدا کی لعنت ہو اگر میں جھوٹا ہوں اور (اس کے بعد) اس عورت سے سزائے (حبس یا حد زنا) اس طرح ٹل سکتی ہے کہ وہ چار بار قسم کھا کر کہے کہ بے شک یہ مرد جھوٹا ہے اور پانچویں بار یہ کہے کہ مجھ پر خدا غضب ہو اگر یہ سچا ہو (اس طریق سے دونوں سزا سے بچ سکتے ہیں البتہ وہ عورت اس مرد پر حرام ہو جاوے گی) اور (اے مردو اور عورتو) اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کا کرم ہے (کہ ایسے ایسے احکام مقرر کئے) اور یہ کہ اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا (اور) حکمت والا ہے تو تم بڑی مضرتوں میں پڑ جاتے (جن کا بیان بذیل فائدہ آتا ہے)۔ **ف** : اس طرح سے کہلوانے کو لعان کہتے ہیں اور لعان خاص اس صورت میں ہوتا ہے جب شوہر اپنی عورت کو تہمت زنا کی لگادے یا اپنے بچہ کو کہے کہ یہ میرے نطفہ سے نہیں ہے اور مقذوفہ مطالبہ موجب قذف کا کرے پس اپنی زوجہ کے علاوہ کسی عورت کو تہمت لگانے سے اگر چار گواہ نہ لا سکے۔ حد قذف واجب ہے جس کا حکم اس سے اوپر گزرا ہے اور اپنی زوجہ کو تہمت لگانے سے اول اُس سے چار گواہ مانگے جاویں گے اگر گواہ پیش کردے تو عورت پر حد زنا جاری ہوگی اور اگر گواہ نہ لا سکا تو مرد سے کہا جاوے گا کہ یہ الفاظ مذکورہ کہے اگر وہ نہ کہے تو اُس کو حبس کردیں گے اور جبر کریں گے کہ یا تو اپنے جھوٹے ہونے کا اقرار کرے اور یا یہ الفاظ کہے اگر اُس نے جھوٹے ہونے کا اقرار کر لیا تو حد قذف لگے گی اور اگر ان الفاظ کے کہنے پر راضی ہو گیا تو یہ الفاظ اس سے کہلوائیں گے اس کے بعد عورت سے بعد والے الفاظ کہلوائیں گے اور اگر وہ انکار کرے گی اس کو حبس کردیں گے اور جبر کریں گے کہ یا تو مرد کی تصدیق کرے اور یا وہ الفاظ کہے کہ اگر اُس نے مرد کی تصدیق کردی تو اُس پر حد زنا جاری ہوگی اور اگر ان الفاظ کے کہنے پر راضی ہوگئی تو وہ الفاظ اُس سے کہلوائیں گے اور جب لعان سے فراغت ہو جاوے تو اُس عورت سے صحبت اور دواعی سب حرام ہو جاتے ہیں (کذافی الروح) پھر اگر اُس کو طلاق دے دیا فبہا ورنہ قاضی اُن میں تفریق کردے گو دونوں

رضامند نہ ہوں یعنی زبان سے کہہ دے کہ میں نے ان میں تفریق کی اور یہ تفریق طلاق بائن کے حکم میں ہے پھر اُس سے کبھی نکاح جائز نہیں البتہ اگر یہ کہہ دے کہ میں نے جھوٹ کہا تھا تو حاکم اُس پر حد قذف جاری کرے گا اور پھر نکاح جائز ہو جاوے گا۔ احقر نے جو **فشھادۃ احدھم** اور **ویدرؤا عنھا العذاب** کے ترجمہ میں حبس یا حد کہا ہے اُس کا یہی مطلب ہے جو تفصیل مذکور سے معلوم ہوا اور باقی مسائل لعان کے متعلق کتب فقہ میں مذکور ہیں اور اخیر آیت میں ان احکام کی مشروعیت سے امتنان ظاہر فرمایا توضیح اُس کی یہ ہے کہ اگر یہ حکم مشروع نہ ہوتا تو موافق قاعدہ مذکورہ آیت سابقہ کے زوج پر حد قذف واجب ہوتی اور یا ساری عمر خون کے گھونٹ بھرتا کیونکہ ممکن ہے کہ وہ سچا ہو بخلاف غیر شوہر کے کہ وہ اظہار میں مضطر نہیں ہے اس لئے اس کے قانون میں ان امور کی رعایت ضرور نہیں پھر اگر محض خاوند کی قسمیں کھانے پر ثبوت زنا کا ہو جاتا تو عورت کا بڑا ضرر ہوتا حالانکہ ممکن ہے کہ وہی سچی ہو اسی طرح اگر عورت کی قسمیں کھانے پر یقیناً وہ بری سمجھی جاتی اور مرد پر حد قذف واجب ہو جاتی تو مرد کا بڑا ضرر ہوتا حالانکہ ممکن ہے وہ سچا ہو پس ایسے طور پر یہ حکم مشروع ہوا کہ سب کی رعایت ہے اور یہ اثر ہے فضل اور رحمت اور حکمت کا پھر صادق کے حق میں تو ظاہر ہے اور کاذب کے حق میں بھی دنیا میں تستر اور امہال اثر ہے رحمت و فضل اور حکمت کا کہ شاید توبہ کر لے پھر اگر زوجین میں سے جو کاذب ہو اور توبہ کرے اس کی توبہ قبول ہونا اثر توابیت کا ہے اور اپنے جھوٹے ہونے کا اقرار داخل توبہ ہے اور چونکہ عورتیں لعنت کا استعمال زیادہ کرتی ہیں اس لئے اُن کی جانب میں لفظ غضب مقرر کیا گیا ہے دوسرے عورت محل و مادہ ہے فجور کا اس لئے بھی تغلیظ مناسب تھی اور یہ بات کہ مرد کو یا عورت کو ایسی قسمیں کھانا جائز ہیں یا نہیں اس کا حکم یہ ہے کہ جو شخص دلیل معتبر عند الشرع کی رو سے یقیناً سچا ہو اس کو جائز ہے مثلاً مرد نے اپنی آنکھ سے دیکھ لیا یا تین چار سال تک صحبت نہیں کی اور پھر بچہ ہوا تو اثبات زنا اور نفی ولد اور اس پر قسم سب جائز ہے اسی طرح عورت کو اپنا حال پورا معلوم ہے۔ ربط: اوپر حکم سوم میں مطلق محصنات کے متہم کرنے کا حکم مذکور ہوا ہے چونکہ حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر بھی جھوٹی تہمت لگائی گئی تھی اور آپ کا رتبہ بوجہ ام المؤمنین ہونے کے عام محصنات سے زائد ہے اس لئے آگے اس تہمت کی وجہ سے اُس عام مشترک سزائے مذکور پر جو وعیدیں زائد ہیں مع اثبات براءت صدیقہؓ اور وعدہ قبول توبہ عن القذف خصوصیت اور اہتمام کے ساتھ بیان فرماتے ہیں اور یہ مضمون دو رکوع تک چلا گیا ہے۔ **اخرجه الطبرانی عن الحکم بن عتیبة کذا فی الروح والدر المنثور۔**

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَّ لَا تَقۡبَلُوۡا لَهُمۡ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ باوجود توبہ کے ہمیشہ کے لئے یہ عدم قبول شہادت جیسا کہ امام صاحب کا مذہب ہے بعض مشائخ کی اس عادت کی اصل ہے کہ بعض جنایات عفو کر دینے کے بعد بھی اُن سے خاص تعلق نہیں کہتے ہاں اُن کی خیر خواہی میں اور دوسرے کامل کا پتہ دینے میں جہاں مناسبت کی اُمید ہو اور اُس کی طرف رجوع کرنے کے لئے مشورہ دینے میں کوتاہی نہیں کرتے۔

الروایات: **اختلف العلماء فی شان نزول الآیة فقیل نزلت فی عویمر وقیل فی ھلال ووفق ان قصة ھلال وقعت اولا ثم فی قریب منه قصة عویمر فصح النسبة الیھما ۱۲۔**

الفقه: **قوله الا الذین تابوا ھو استثناء من الجمل التی قبلھا عند جماعة ومن الجملة التی تلیھا عن آخرین ومنھم الحنفیة ۱۲۔**

النحو: **قوله فشھادة مبتدأ واربع خبره المعنی الشھادة المشروعة لاحدھم اربع ایمان قوله انه کسرت ان لتعلیق العامل من اجل اللام فی الخبر ۱۲۔ قوله لو لا فضل اللہ جوابه محذوف المشیر الیه فی الترجمة ۱۲۔**

البلاغة: **قوله اولئك ما فیه من معنی البعد للایذان ببعد منزلتھم فی الشر والفساد قوله بعد ذلك البعد لتھویل المتوب عنه ۱۲۔ قوله الا انفسھم فی الروح وفی جعلھم من جملة الشھداء ایذان کما قیل من اول الامر بعدم الغاء قولھم بالمرة ونظمه فی سلك الشھادة بذلك ازداد حسن اضافة الشھادة الیھم فی قوله تعالیٰ شھادة اِحدھم الخ۔ قوله انه لمن الصٰدقین الخ لم یقل انی وعلی وکنت غضب اللہ علی مع انه یوتی بالضمائر فی اللعان کذلك ولم یوت به فی النظم الکریم لفسق الضمائر وتکون فی جمیع الآیة علی طرز واحد مع ما فی ذلك من نکتة رعایة الثانی علی ما قیل کذا فی الروح ۱۲۔**

اِنَّ الَّذِيۡنَ جَآءُوۡ بِالۡاِفۡكِ عُصۡبَةٌ مِّنۡكُمۡ‌ ؕ لَا تَحۡسَبُوۡهُ شَرًّا لَّـكُمۡ‌ ؕ بَلۡ هُوَ خَيۡرٌ لَّـكُمۡ‌ ؕ لِكُلِّ امۡرِىٴٍ مِّنۡهُمۡ مَّا اكۡتَسَبَ مِنَ الۡاِثۡمِ‌ ۚ وَالَّذِىۡ تَوَلّٰى كِبۡرَهٗ مِنۡهُمۡ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ‏ ﴿۱۱﴾ لَوۡلَاۤ اِذۡ سَمِعۡتُمُوۡهُ ظَنَّ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتُ بِاَنۡفُسِهِمۡ خَيۡرًا ۙ وَّقَالُوۡا هٰذَاۤ اِفۡكٌ مُّبِيۡنٌ‏ ﴿۱۲﴾ لَوۡلَا جَآءُوۡ عَلَيۡهِ بِاَرۡبَعَةِ شُهَدَآءَ‌ ۚ فَاِذۡ لَمۡ يَاۡتُوۡا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓـئِكَ عِنۡدَ اللّٰهِ هُمُ الۡكٰذِبُوۡنَ‏ ﴿۱۳﴾ وَلَوۡ

لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِىْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۴﴾ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ
وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ﴿۱۵﴾ وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا
يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۶﴾ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ
مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷﴾ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ
رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۰﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَاۗءِ
وَالْمُنْكَرِ ۭ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۱﴾
وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَلْيَعْفُوْا
وَلْيَصْفَحُوْا ۭ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي
الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۳﴾ يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾ يَوْمَىِٕذٍ
يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ﴿۲۵﴾ اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ
وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰۗىِٕكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۶﴾

جن لوگوں نے یہ طوفان (حضرت صدیقہؓ کی نسبت) برپا کیا ہے (اے مسلمانو) وہ تمہارے میں کا ایک (چھوٹا سا) گروہ ہے تم اس (طوفان بندی) کو اپنے حق میں برا نہ سمجھو بلکہ یہ (باعتبار انجام کے) تمہارے حق میں بہتر ہی بہتر ہے ان میں سے ہر شخص جتنا کسی نے کچھ کیا تھا گناہ ہوا اور ان میں جس نے اس (طوفان) میں سب سے بڑا حصہ لیا اس کو سخت سزا ہوگی آگے ان قاذفین مؤمنین کو ناصحانہ ملامت ہے۔ جب تم لوگوں نے یہ بات سنی تھی تو مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں نے اپنے آپس والوں کے ساتھ گمان نیک کیوں نہ کیا اور (زبان سے) یوں کیوں نہ کہا کہ یہ صریح جھوٹ ہے (آگے اس حسن ظن اور نیک گمان کے وجوب کی وجہ ارشاد ہے کہ) یہ (قاذف) لوگ اس (اپنے قول) پر چار گواہ کیوں نہ لائے سو جس صورت میں یہ لوگ (موافق قاعدہ کے) گواہ نہیں لائے تو بس اللہ کے نزدیک یہ جھوٹے ہیں اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا کرم و فضل نہ ہوتا دنیا میں اور آخرت میں تو جس شغل میں تم پڑے تھے اس میں تم پر سخت عذاب واقع ہوتا جب کہ تم اس (جھوٹ) کو اپنی زبانوں سے نقل در نقل کر رہے تھے اور اپنے منہ سے ایسی بات کہہ رہے تھے جس کی تم کو (کسی دلیل سے) مطلق خبر نہیں اور تم اس کو ہلکی بات (غیر موجب گناہ) سمجھ رہے تھے حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بہت بھاری بات ہے اور تم نے جب اس کو سنا تھا تو یوں نہ کہا کہ ہم کو زیبا نہیں کہ ایسی بات مُنہ سے بھی نکالیں معاذ اللہ یہ تو بڑا بہتان ہے اللہ تعالیٰ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ پھر ایسی حرکت مت کرنا اگر تم ایمان والے ہو اور اللہ تعالیٰ تم سے صاف صاف احکام بیان کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑا جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ جو لوگ (بعد نزول ان آیات کے بھی) چاہتے تھے کہ بے حیائی کی بات کا مسلمانوں میں چرچا ہو ان کے لئے دنیا اور آخرت میں سزائے دردناک (مقرر) ہے (اور اس امر پر سزا کے تعجب مت کرو کیونکہ) اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ (اور اے تائبین) اور اگر یہ بات ہوتی تو تم پر اللہ کا فضل و کرم ہے جس نے تم کو توفیق توبہ کی دی اور جبکہ اللہ تعالیٰ بڑا شفیق بڑا رحیم ہے تو تم بھی (اس وجہ) سے نہ بچتے اے ایمان والو تم شیطان کے قدم بقدم مت چلو (یعنی اس کے اغوا پر عمل مت کرو اور جو شخص شیطان کے قدم بقدم چلتا ہے تو وہ (ہمیشہ ہر شخص کو) بے حیائی اور نامعقول ہی کام کرنے کو کہے گا اور اگر تم پر اللہ کا فضل و کرم نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی بھی کبھی (توبہ کر کے) پاک وصاف نہ ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے (توبہ کی توفیق دے کر) پاک صاف کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتا اور سب کچھ جانتا ہے اور جو لوگ تم میں دینی بزرگی اور دنیوی وسعت والے ہیں وہ اہل قرابت کو اور مساکین کو اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے سے قسم نہ کھا بیٹھیں اور چاہئے کہ یہ معاف کر دیں اور درگزر کریں کیا تم یہ بات نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ

تمہارے قصور معاف کر دے بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ (آگے منافقین کی وعید کی تفصیل ہے) جو لوگ تہمت لگاتے ہیں ان عورتوں کو جو پاک دامن ہیں (اور) ایسی باتوں کے کرنے سے (بالکل) بے خبر ہیں (اور) ایمان والیاں ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی جاتی ہے اور ان کو (آخرت میں) بڑا عذاب ہوگا جس روز ان کے خلاف ان کی زبانیں گواہی دیں گی اور ان کے ہاتھ ان کے پاؤں بھی (گواہی دیں گے) ان کاموں کی جو کہ یہ لوگ کرتے تھے اس روز اللہ تعالیٰ ان کا واجبی بدلہ پورا پورا دے گا اور اس روز ٹھیک ٹھیک ان کو معلوم ہوگا کہ اللہ ہی ٹھیک فیصلہ کرنے والا ہے (اور) بات (کی حقیقت کو کھول دینے والا ہے۔ (اور یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ) گندی عورتیں گندے مردوں کے لائق ہوتی ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لائق ہوتے ہیں اور ستھری عورتیں ستھرے مردوں کے لائق ہوتی ہیں اور ستھرے مرد ستھری عورتوں کے لائق ہوتے ہیں یہ اس بات سے پاک ہیں جو یہ (منافق بکتے پھرتے ہیں ان (حضرات) کے لئے (آخرت میں) مغفرت اور عزت کی روزی (یعنی جنت) ہے۔

تفسیر: تبریہ صدیقہ افک ونصیحت مؤمن وفضیحت منافق ☆ اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ (الی قولہ تعالی) اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا یَقُوْلُوْنَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِیْمٌ ﴿۲۶﴾ **ف**: اول قصہ کا خلاصہ لکھا جاتا ہے پھر ترجمہ اور تفسیر لکھوں گا۔ صحیح بخاری وغیرہ میں مروی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بنی مصطلق سے جو کہ ۶ ھ میں ہوا تھا مدینہ واپس تشریف لاتے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے ہمراہ تھیں اور اُن کی سواری کا اونٹ علیحدہ تھا اور اس پر ہودج تھا یہ ہودج میں پردہ چھوڑ کر بیٹھ جاتیں جمال اس ہودج کو اُٹھا کر اونٹ پر باندھ دیتے ایک روز ایک منزل میں مقام ہوا اور کوچ سے ذرا پہلے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کو قضائے حاجت کی ضرورت ہوئی یہ جنگل کی طرف چلی گئیں اور وہاں اتفاق سے اُن کا ہار ٹوٹ کر گر گیا اس کی تلاش میں دیر لگ گئی یہاں پیچھے کوچ ہو گیا جمال حسب عادت ہودج باندھنے آئے اور اس کے پردے میں پڑے رہنے سے گمان کیا کہ حضرت صدیقہؓ اس میں ہیں اُٹھاتے وقت بھی کچھ شبہ نہ ہوا کیونکہ اُن کی تھوڑی عمر تھی اور بدن میں بہت نحیف تھیں ہودج باندھ کر اُونٹ کو ہانک دیا یہ جو بعد میں اپنے فرودگاہ کو لوٹیں قافلہ کو نہ پایا نہایت استقلال کے ساتھ اُن کی یہ رائے ہوئی کہ جب آگے میں نہ ملوں گی تو ڈھونڈنے کیلئے یہاں ہی آویں گے یہاں سے جانا خلاف مصلحت ہے وہاں ہی چادر میں لپٹ کر بیٹھ رہیں رات کا وقت تھا نیند کا غلبہ ہوا وہاں ہی لیٹ رہیں حضرت صفوان بن معطل صحابیؓ گرے پڑے (سامان) کی خبر گیری کی مصلحت سے قافلہ سے پیچھے رہا کرتے تھے وہ اس موقع پر صبح کے وقت پہنچے دیکھا کوئی آدمی پڑا سوتا ہے قریب آ کر پہچانا کیونکہ پردہ کا حکم نازل ہونے سے پہلے اُنہوں نے اُن کو دیکھا تھا انہوں نے غایت تاسف سے انا لله وانا الیه راجعون پڑھا اس سے اُن کی آنکھ کھل گئی اور منہ ڈھانک لیا اُنہوں نے اونٹ اُن کے قریب لا کر بٹھلا دیا یہ اُس پر پردہ کے ساتھ سوار ہو گئیں اُنہوں نے اونٹ کی نکیل پکڑ کر قافلہ میں لے جا کر ملا دیا۔ عبداللہ بن ابی منافق بڑا ہی خبیث اور دشمن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا اُس کو ایک بات ہاتھ لگ گئی اور کمبخت نے واہی تباہی بکنا شروع کیا اور بعض بھولے مسلمان بھی سنی سنائی اس کا تذکرہ کرنے لگے جیسے حضرت حسان حضرت مسطحؓ مردوں میں اور حضرت حمنہؓ عورتوں میں چنانچہ درمنثور میں بروایت ابن مردویہ ابن عباس کا قول ہے **اعانه ای عبدالله حسان مسطح وحمنة** حضرت عائشہؓ کو اور عام طور پر سب مسلمانوں کو اور خود جناب رسول اللہ صلی اللہ پر اس شہرت کا سخت صدمہ تھا ایک مہینہ تک یہی قصہ رہا آخر یہ آیتیں براءت میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائیں جو اوپر لکھی گئیں اور جن کی تفسیر آگے آتی ہے آپ نے قاذفین پر حد لگائی **رواه البزاز وابن مردویه عن ابی هریرة انه صلی الله علیه وسلم حد مسطحا وحمنة وحسان وروی الطبرانی عن عمرانه صلی الله علیه وسلم حد عبدالله حدین کذا فی الدر قلت وکان ذلك خا اضابه۔** مؤمنین نے توبہ کر لی اور منافقین اُسی گمان میں رہے۔

ترجمہ و تفسیر: جن لوگوں نے یہ طوفان (حضرت صدیقہؓ کی نسبت) برپا کیا ہے (اے مسلمانو جو اس شہرت سے رنجیدہ ہیں اور اس میں خود جن پر تہمت تھی بدرجہ اولیٰ داخل ہیں) وہ تمہارے میں کا ایک (چھوٹا سا) گروہ ہے (کیونکہ قاذف کل چار تھے ایک بالذات اور مخترع یعنی عبداللہ منافق اور تین بالواسطہ اور متبع یعنی حسان و مسطح وحمنہ کہ مؤمن مخلص تھے اور حقیقةً منکم کے مصداق تھے اور منافق مذکور ظاهراً منکم میں شمار کیا گیا ہے بوجہ ادعائے اسلام کے مطلب تسلی ہے کہ زیادہ غم نہ کرو اول تو جھوٹ پھر ناقل بھی کل چار ہی آدمی اور زیادہ آدمی تو اس کے مخالف ہی ہیں پس عرفاً بھی یہ موجب زیادت غم نہ ہونا چاہئے آگے ایک طور پر تسلی ہے کہ) تم اس (طوفان بندی) کو اپنے حق میں برا نہ سمجھو (گو ظاہر میں غم کی بات ہے مگر واقع میں اس سے تمہارا ضرر نہیں) بلکہ یہ (باعتبار انجام کے) تمہارے حق میں بہتر ہی بہتر ہے (کیونکہ اس غم سے تم کو صبر کا ثواب ملا تمہارے درجے بڑھے خصوص متہم حضرات کی براءت کے لئے نص قطعی آئی اور آئندہ بھی مسلمانوں کے حق میں خیر ہے کہ ایسے مصیبت زدہ اس واقعہ سے تسلی حاصل کیا کریں گے پس تمہارا تو کوئی ضرر نہ ہوا البتہ ان چرچا کرنے والوں کو ضرر رہوا کہ) ان میں سے ہر شخص کو جتنا کسی نے کچھ کیا تھا گناہ ہوا (مثلاً زبان سے کہنے والوں کو زیادہ گناہ اور سن کر خاموش رہ جانے والوں کا یا دل سے بدگمانی کرنے والوں کو اس کے موافق گناہ ہوا) اور ان میں جس نے اس (طوفان) میں سب سے بڑا حصہ لیا (کہ اس کو اختراع کیا مراد اس سے عبداللہؓ بن ابی منافق ہے) اس کو (سب سے بڑھ کر) سخت سزا ہوگی (مراد اس سے جہنم ہے جس کا استحقاق پہلے سے بوجہ کفر ونفاق وعداوتِ رسول کے بھی ہے اب اور زیادہ

عقوبت کا مستحق ہوگیا یہ تو غمزدوں کے ضرر کی نفی اور قاذفین کے ضرر کا اثبات تھا آگے ان قاذفین مؤمنین کو ناصحانہ ملامت ہے کہ) جب تم لوگوں نے یہ بات سنی تھی تو مسلمان مردوں (نے جن میں حسان و مسطح بھی آ گئے) اور مسلمانوں عورتوں نے (جن میں حمنہ بھی آ گئیں) اپنے آپس والوں کے ساتھ (یعنی حضرت صدیقہ اور ان صحابی کے ساتھ دل سے) گمان نیک کیوں نہ کیا اور (زبان سے) یوں نہ کہا کہ یہ صریح جھوٹ ہے (جیسا درمنثور میں ابوایوب اور ان کی زوجہ کا یہی قول مروی ہے اس میں قاذفین کے ساتھ ساکتین اور شاکین پر بھی ملامت ہے جن میں بجز محدودین کے اور مؤمنین ومؤمنات بھی داخل ہو گئے آگے اس حسن ظن و ردا فک کے وجوب کی وجہ ارشاد ہے کہ) یہ (قاذف) لوگ اس (اپنے قول) پر چار گواہ کیوں نہ لائے (جو کہ اثبات زنا کیلئے شرط ہے) سو جس حالت میں یہ لوگ گواہ (موافق قاعدہ کے) نہیں لائے تو بس اللہ کے نزدیک (جو قانون ہے اس کے اعتبار سے) یہ جھوٹے ہیں (مطلب یہ کہ اصل امر نزاہت ہے جب تک اس کا یقینی رافع نہ ہو اسی کا یقین شرعاً واجب ہے **لان الیقین لا یزول الا بیقین مثلہ لا بالشک** پس اس بنا پر نزاہت صدیقہ کا یقین اور قذف کے مقابلہ میں اس یقین کا اظہار واجب تھا اور یہی یقین ہے جس کا ایسے امور میں عبد مکلف بنایا گیا ہے جس کے لئے عدم ثبوت بالدلیل المخالف کافی ہے نہ یقین باصطلاح اہل المعقول کیونکہ اس کے لئے ثبوت عدم بالدلیل کی حاجت ہے پس محل افک میں قبل نزول آیات کے صرف عدم ثبوت بالدلیل تھا اور بعد آیات کے البتہ ثبوت عدم بالدلیل محقق ہوگیا پس اس وقت یقین استصحاب کافی تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے ظن سے تعبیر فرمایا ہے اور عدم ثبوت بالدلیل کو جو کہ اس یقین کا مبنی ہے **لو لا جاء و ا الخ** میں بیان فرمایا ہے اس وقت یقین اصطلاحی کا مکلف نہیں فرمایا تھا البتہ اب بعد نزول آیات چونکہ اس یقین اصطلاحی کا مبنی کہ ثبوت عدم بالدلیل ہے پایا گیا اب اس کا بھی مکلف ہے اور اس کا ترک یعنی احتمال رجوع بھی کفر ہے اور اب اس آیت پر یہ اشکال بھی نہ رہا کہ عدم ایتان بالشہداء مستلزم کذب قاذف کو اور مورث تحقق نزاہت کو کیسے ہوا اور یہ شبہ بھی نہ رہا کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تردد تھا چنانچہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا کہ اگر کوئی لغزش ہوگئی ہو تو توبہ کر لینا چاہئے رواہ البخاری اور آیت سے وجوب یقین نزاہت کا معلوم ہوتا ہے پھر تردد میں ترک واجب معصوم سے لازم آیا سو وجہ دفعہ ظاہر ہے کہ یہ تردد منافی یقین شرعی مذکور کے نہیں چنانچہ اس یقین کو آپ نے خود ان الفاظ سے ظاہر فرمایا تھا **ما علمت علی اھلی الا خیرا۔** رواہ البخاری البتہ یقین اصطلاحی اہل معقول کے منافی ہے سو اس کا وجوب نزول آیات کے قبل ہوا نہ تھا جیسا اب بعد نزول آیات کے ہوگیا اور یہاں تو وہ قاذف واقع میں بھی کاذب تھے اور نہ کوئی معائنہ کا مدعی تھا لیکن اگر کسی جگہ خود کوئی شخص معائنہ کر لے اور گواہ نہ لا سکے تو اس کا کاذب ہونا عند اللہ بایں معنی ہے کہ حکم کاذبین کا یعنی حد قذف اس پر جاری کرو **کذا فی الخازن** آگے اپنی رحمت قاذفین اہل ایمان کے ساتھ ارشاد فرماتے ہیں) اور اگر (اے حسان و مسطح وحمنہ) تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم نہ ہوتا دنیا میں (بھی کہ توبہ کی مہلت دی اور آخرت میں (بھی کہ توبہ کی توفیق دی اور اس کو قبول بھی کر لیا اگر یہ نہ ہوتا) تو جس شغل میں تم پڑے تھے اس میں تم پر سخت عذاب واقع ہوتا (جیسا عبداللہ بن ابی کو بوجہ عدم توبہ کے ہوگا **کما مر من قولہ تعالیٰ : والذی تولی و کما سیاتی ولھم عذاب عظیم۔ یوم تشھد** گو امہال اس کے لئے بھی ہے مگر مجموعہ دارین میں رحمت نہیں ہے اور اس سے معلوم ہوگیا کہ صحابہ مقبول التوبہ اور پاک ہو کر آخرت میں مرحوم ہیں اور **علیکم** میں خطاب مؤمنین کو ہونے کا قرینہ اولاً اوپر کی آیت میں یہ ارشاد ہے **ظن المؤمنون** ثانیاً **فی الاخرۃ** فرمانا کہ منافق بوجہ استحقاق درک اسفل کے یقیناً مرحوم فی الآخرۃ نہیں ثالثاً آگے **یعظکم۔ لو لا فضل اللہ علیکم** میں طبرانی نے ابن عباس کا قول نقل کیا ہے **یرید مسطحا وحمنۃ و حسانا کذا فی الدر المنثور** اور صیغہ مضارع[1] مخاطب بھی اس کا قرینہ مؤید ہے آگے **ما افضتم فیہ** کے فی نفسہ مؤثر فی العذاب ہونے کی وجہ فرماتے ہیں کہ تم اس عذاب عظیم کے مستحق اس وقت ہو جاتے) جب کہ تم اُس (جھوٹ بات) کو اپنی زبانوں سے نقل در نقل کر رہے تھے اور اپنے منہ سے ایسی بات کہہ رہے تھے جس کی تم کو (کسی دلیل سے) مطلق خبر نہیں (اور ایسی خبر کے ناقل کا کاذب ہونا فَأُولَٰئِكَ عِندَ اللَّهِ هُمُ الْكَاذِبُونَ میں بیان ہو چکا) اور تم اس کو ہلکی بات (یعنی غیر موجب گناہ) سمجھ رہے تھے حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بہت بھاری بات (یعنی موجب گناہ) تھی (اور اولاً رمی محصنات خود معصیت ہے پھر محصنات بھی کون ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کہ یہ قذف موجب تاذی بھی ہوا جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پس) اس میں متعدد اسباب معصیت کے جمع تھے) اور تم نے جب اس (بات) کو (اول سنا تھا) تو یوں کیوں نہ کہا کہ ہم کو زیبا نہیں کہ ایسی بات منہ سے نکالیں معاذ اللہ یہ بڑا بہتان ہے (جیسا کہ بعض صحابہ نے اسی طرح کہا تھا **رواہ فی الدر عن سعد بن معاذ و زید بن حارثۃ وابی ایوب** اور زائد کی نفی نہیں ہے ممکن ہے اور بہتوں نے کہا ہو مطلب یہ کہ قاذفین اور ساکتین سب کو یہی کہنا چاہئے تھا۔ اور یہ شبہ کہ جیسے بلا دلیل صدق معلوم نہیں تھا اس لئے قذف ناجائز تھا اسی طرح بلا دلیل کذب بھی تو معلوم نہیں ہو سکتا پھر هَٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ کہنا کیسے جائز بلکہ موجب مدح ہوا سو یہ شبہ اوپر فَأُولَٰئِكَ عِندَ اللَّهِ هُمُ الْكَاذِبُونَ کی تقریر میں دفع کر دیا گیا ہے اسی طرح یہ شبہ کہ جب ان صحابہ کو ایسا تیقن تھا خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیوں تردد تھا اور آپ نے یہ قول کیوں نہ فرمایا جس کا ترک آیت ہذا میں موجب ملامت معلوم ہوتا ہے یہ شبہ بھی اسی آیت کی تقریر میں دفع کر دیا گیا ہے اور اس قول کے مرادف آپ کا قول بھی نقل کیا گیا ہے یہاں

تک تو ماضی پر ملامت تھی اب مستقبل کے لئے نصیحت ہے جو کہ اصل مقصود ہے ملامت سے کا پس ارشاد ہے کہ) اللہ تعالیٰ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ پھر ایسی حرکت مت کرنا اگر تم ایمان والے ہو (یعنی ایمان مستلزم ہے وجوب کف عن العود کو اور مقدم یعنی ایمان موجود ہے پس تالی یعنی وجوب کف بھی متحقق ہے پس عود نہ ہونا چاہئے اوپر جیسا عدم نزول اسباب پر امتنان فرماتے ہیں) اور اللہ تعالیٰ تم سے صاف صاف احکام بیان کرتا ہے (جس میں نصیحت اور حد قذف اور قبول توبہ جو اوپر مذکور ہو چکے ہیں سب داخل ہیں) اور اللہ تعالیٰ بڑا جاننے والا اور حکمت والا ہے (تمہارے دل کی ندامت کا حال بھی اس کو معلوم ہے اس لئے توبہ قبول کی اور سیاست کی حکمت بھی خوب جانتا ہے اس لئے تمہارے سیاست کی گئی بھذا فسره ابن عباسؓ رواه في الدر اور یہاں تک نزول براءت سے قبل تذکرہ کرنے والوں کا ذکر تھا آگے ان کا ذکر ہے جو بعد نزول براءت کے بھی باز نہ آویں اور ظاہر ہے کہ ایسا شخص بے ایمان ہوگا پس ارشاد ہے کہ) جو لوگ (بعد نزول ان آیات کے بھی) چاہتے ہیں (یعنی اس کی کوشش عملی کرتے ہیں) کہ بے حیائی کی بات کا (ثابت البراءت) مسلمانوں میں چرچا ہو (یعنی یہ خبر شائع ہو کہ ان مسلمانوں میں یہ بے حیائی کی بات ہے۔ حاصل مطلب یہ کہ جو لوگ ان حضرات مقدسین کی طرف زنا کی نسبت کرتے ہیں) اُن کیلئے دنیا اور آخرت میں سزائے دردناک (مقرر) ہے (دنیا میں تو حد قذف جس کا ثبوت استحقاقاً تو دائماً ہے اور وقوعاً بھی احیاناً جب کہ سب شرائط پائے جاویں اور احیاناً بعض عوارض سے وقوع نہیں ہوتا منجملہ اُن کے حنفیہ کے نزدیک یہ بھی ہے کہ بعد حد قذف کے پھر اسی شخص کو وہی تہمت لگادی مگر حد نہیں لگتی اور آخرت میں عذاب جہنم جو استحقاقاً وقوعاً ہر طرح یقینی ہے کیونکہ نص قطعی کے خلاف اعتقاد سے تکلم کرنا کفر ہے اور اگر تکلم نہ ہو صرف اعتقاد پر بھی عذاب آخرت مرتب ہوگا گو دنیا میں عدم ثبوت کی وجہ سے حد سے بچ جاوے اور اس آیت کے مضمون میں جو یہ قید لگائی گئی کہ بعد نزول ان آیات کے طبرانی نے ابن عباس سے نقل کی ہے کما فی الدر) اور (اس امر پر سزا کا تعجب مت کرو کیونکہ) اللہ تعالیٰ جانتا ہے (کہ کون معصیت کس درجہ ہے) اور تم (اس کی حقیقت پوری) نہیں جانتے (رواه في الدر ابن عباس آگے اس وعید سے اہل ایمان تائبین کے محفوظ رہنے پر امتنان فرماتے ہیں) اور (اے تائبین) اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے (جس سے تم کو توفیق توبہ کی دی) اور یہ کہ اللہ تعالیٰ بڑا شفیق بڑا رحیم ہے (جس سے تمہاری توبہ قبول کرلی) تو تم بھی (اس وعید سے) نہ بچتے (آگے مسلمانوں کو اپنی رحمت سے بلاتخصیص اس معصیت مذکورہ کے تمام معاصی سے احتراز کہنے کا امر اور تزکیہ بالتوبہ کی تصریح مع امتنان جو اہتمام[۲] کے واسطے بعنوانات مختلفہ مکرر ہے ارشاد فرماتے ہیں کہ) (اے ایمان والو تم شیطان کے قدم بقدم مت چلو (یعنی اُس کے اغواء واضلال پر عمل مت کرو) اور جو شخص شیطان کے قدم بقدم چلتا ہے تو وہ تو ہمیشہ ہر شخص کو) بے حیائی اور نامعقول ہی کام کرنے کو کہے گا (جیسا اس واقعہ افک میں تم نے دیکھ لیا) اور (شیطان کے قدم بقدم چل چکنے کے اور گناہ سمیٹ لینے کے بعد اس کے وبال وضرر سے جو کہ ثابت ہو ہی چکا تھا نجات دے دینا یہ بھی ہمارا ہی فضل تھا ورنہ) اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی کبھی بھی (توبہ کرکے) پاک وصاف نہ ہوتا (یا تو توبہ کی توفیق ہی نہ ہوتی جیسا منافقین کو نہ ہوئی اور یا توبہ قبول نہ کی جاتی کیونکہ ہم پر کوئی چیز واجب تو ہے نہیں) لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے (توبہ کی توفیق دے کر) پاک صاف کردیتا ہے (اور بعد توبہ کے اپنے فضل سے وعدہ قبول کا بھی فرمالیا ہے) اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتا ہے سب کچھ جانتا ہے (پس تمہاری توبہ سن لی اور تمہاری ندامت جان لی اس لئے فضل فرمادیا۔ آگے اس کا بیان ہے کہ بعد نزول آیات براءت کی بعض صحابہ نے جن میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی ہیں رواہ البخاری اور دوسرے صحابہ بھی ہیں کذا في الدر المنثور عن ابن عباسؓ۔ شدت غیظ میں قسم کھالی کہ جس جس نے یہ چرچا کیا ہے کہ بعض ان میں حاجتمند بھی تھے ان کو اب سے کسی قسم کی مالی امداد نہ دیں گے اللہ تعالیٰ ان کو عفو تقصیر اور امداد جاری کردینے کے لئے ارشاد فرماتے ہیں) اور جو لوگ تم میں (دینی) بزرگی اور (دنیوی) وسعت والے ہیں وہ اہل قرابت کو اور مساکین کو اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے سے قسم نہ کھا بیٹھیں (یعنی اس قسم کے مقتضیٰ پر استمرار نہ کریں بلکہ توڑ ڈالیں یہ مطلب ہے ورنہ قسم تو ہو ہی چکی تھی یعنی ان صفات کا مقتضیٰ ہے امداد کرنا خصوص سے جس میں سب ہوں جیسے حضرت مسطح کہ وہ ابوبکر کے نزدیک کے رشتہ دار بھی ہیں اور مسکین اور مہاجر بھی ہیں آگے ترغیب کے لئے فرماتے ہیں کہ) کیا تم یہ بات نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے قصور معاف کردے (سو تم بھی اپنے قصورداروں کو معاف کردو) بیشک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے (سو تم کو بھی تخلق باخلاق الٰہیہ چاہئے آگے منافقین کی وعید کی تفصیل ہے جس کا اوپر اِنَّ الَّذِیۡنَ یُحِبُّوۡنَ الخ میں اجمالاً ذکر تھا یعنی) جو لوگ (بعد نزول آیات کے بدکاری کی) تہمت لگاتے ہیں ان عورتوں کو جو پاکدامن ہیں (اور) ایسی باتوں (کے کرنے اور ارادے) سے (محض) بے خبر ہیں (اور) ایمان والیاں ہی (اور جن کی براءت نص سے ثابت ہوچکی ہے اور جمع لانا اس لئے ہے کہ سب ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو شامل ہوجاوے کہ الطیبات سے سب کی طہارت ثابت ہے اور ظاہر ہے کہ ایسے لوگ جو ایسی مطہرات کو متہم کریں کافر اور منافق ہی ہو سکتے ہیں) ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی جاتی ہے (یعنی خدا تعالیٰ کی رحمت خاصہ سے دارین میں بوجہ کفر کے دور ہوں گے) اور ان کو (آخرت میں) بڑا عذاب ہوگا جس روز ان کے خلاف میں ان کی زبانیں گواہی دیں گی اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں بھی (گواہی دیں گے) ان کاموں کی جو کہ یہ لوگ کیا کرتے تھے (مثلاً زبان کہے گی کہ اس نے میرے ذریعہ سے فلاں فلاں کفر کی بات بکی اور ہاتھ

پاؤں کہیں گے کہ اس نے ترویج کفریات کے لئے یوں تگاپو کی) اس روز اللہ تعالیٰ ان کو ان کا واجبی بدلہ پورا پورا دے گا اور (اس روز ٹھیک ٹھیک) ان کو معلوم ہوگا کہ اللہ ہی ٹھیک فیصلہ کرنے والا ہے (اور) بات (کی حقیقت) کو کھول دینے والا ہے (یعنی اب بوجہ کفر کے اس امر کا اعتقاد کما حقہٗ نہیں اس روز معلوم ہو جاوے گا اور یہ معلوم کر کے بالکل نجات سے مایوس ہو جاویں گے کیونکہ ان کے مناسب فیصلہ عذاب ابدی ہے۔ یہ آیتیں غیر تائبین کے بارے میں ہیں کہ نزول آیت کے بعد بھی اعتقاد افک سے باز نہیں آئے تائبین کو فَضْلُ اللّٰہِ وَرَحْمَتُہٗ میں مرحوم دارین فرمایا اور غیر تائبین کو لعنوا میں ملعون دارین فرمایا تائبین کو لَمَسَّکُمْ فِیْ مَآ اَفَضْتُمْ فِیْہِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ میں عذاب سے محفوظ بتلایا تھا اور غیر تائبین کو لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ میں و نیز اس سے قبل وَ الَّذِیْ تَوَلّٰی کِبْرَہٗ الخ میں مبتلائے عذاب بتلایا تائبین کے لئے ان اللہ غفور رحیم۔ میں بشارت عفو و غفران یعنی ستر معصیت کی فرمائش اور غیر تائبین کے لئے تشھد اور توفیھم میں وعید عدم عفو اور فضیحت کی فرمائی تائبین کو ما زکی منکم الخ میں طاہر بتلایا تھا غیر تائبین کو اگلی آیت میں خبیث فرمایا جس میں مضمون براءت پر استدلال کر کے قصہ کو ختم فرمایا ہے یعنی یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ) گندی عورتیں گندے مردوں کے لائق ہوتی ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لائق ہوتے ہیں اور ستھری عورتیں ستھرے مردوں کے لائق ہوتی ہیں اور ستھرے مرد ستھری عورتوں کے لائق ہوتے ہیں (ایک مقدمہ تو یہ ہوا اور دوسرا مقدمہ[۳] ضروریات سے ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر چیز آپ کے لائق اور مناسب ہی دی گئی ہے پس جب آپ ستھرے ہیں تو ضرور اس مقدمہ ضروریہ کے اعتبار سے آپ کی بی بی بھی ستھری ہیں اور ان کے ستھرے ہونے سے اس تہمت خاص سے حضرت صفوان کا منزہ ہونا بھی لازم آیا اسی لئے آگے فرماتے ہیں کہ) یہ اس بات سے پاک ہیں جو یہ (منافق) بکتے پھرتے ہیں ان (حضرات) کے لئے (آخرت میں) مغفرت اور عزت کی روزی (یعنی جنت ہے) مغفرت ہر ایک کی اس کی حالت کے مناسب ہے پس محل اشکال نہیں اور اس میں منافقین کے خبث کا بھی بیان ہو گیا اور نوح اور لوط علیہما السلام کی بیبیاں گو کافر ہوں گی مگر خبث یعنی زنا سے پاک تھیں **کما فی در المنثور تفسیر سورۃ التحریم وعن ابن جریج قال کانت کافرتین مخالفتین ولا ینبغی لا مرأۃ تحت نبی ان تجرو عن ابن عباسؓ قال ما بغت امرأۃ نبی قط** اور نکتہ اس میں یہ ہے کہ کفر زوجہ منفر نہیں اور زنائے زوجہ منفر ہے اور انبیاء منفرات سے منزہ ہیں اور شہادۃ السنہ منافی نہیں ختم علی الافواہ کے کیونکہ ختم علی الافواہ سے معذرت نافعہ کی نفی ہے اور شہادت میں قول مضر کا اثبات ہے و نیز شہادت کی زبان خود متکلم ہوگی متکلم کا آلہ نہ ہوگی یہ مراد ہے ختم سے اور اگر شبہ ہو کہ حضرت علی نے اس مشورہ میں کہا تھا کہ اگر آپ طلاق دے دیں تو عورتیں بہت ہیں جواب یہ ہے کہ ان کو سوءِ ظن نہ تھا بلکہ اس مشورے میں تسکین و تقویت قلب اور تخفیف غم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی اور متوجہ کرنا تھا خلو ذہن کے ساتھ تحقیق کی طرف تا کہ براءت خوب ثابت ہو جاوے تو واقع میں اعانت تھی ثبوت براءت میں۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ لَا تَحْسَبُوْہُ شَرًّا لَّکُمْ بَلْ ھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ۔ روح میں ہے کہ اس میں اشارہ ہے کہ شیوخ کو اس بات پر محزون نہ ہونا چاہئے کہ منکرین ان کے ساتھ تشنیع و انکار سے پیش آویں کہ اس سے ترقی ہوتی ہے قولہ تعالیٰ: لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْہُ الخ اس میں صریح تاکید ہے کہ خبروں میں سخت احتیاط و تحقیق سے کام لینا چاہئے اور یہ اہل اللہ کی عادت لازمہ ہے کہ بعید سے بعید احتمال پر بھی حسن ظن ہی کرتے ہیں قولہ تعالیٰ: وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْہُ قُلْتُمْ الخ چونکہ اس قصہ میں علاوہ عام گناہ تہمت کے خاص یہ بات بھی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ محترمہ سے تعرض تھا اور زیادہ انکار کا سبب یہی ہے تو اس بناء پر یہ اس پر دال ہے کہ شیخ کے اہل و عیال کے ساتھ خصوصیت کے ساتھ ادب و احترام سے پیش آنا چاہئے اور ان کو ایذاء پہنچانا دوسروں کی ایذا سے زیادہ قبیح ہے۔ قولہ تعالیٰ: وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ الخ تصریح ہے کہ مدار کا فضل ہے نہ کہ سعی و مجاہدہ۔ قولہ تعالیٰ: وَ لَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْکُمْ الخ روح میں ہے کہ اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ بزرگوں کو مناسب ہے کہ مریدوں کی لغزشوں پر ان سے فیوض کو بند نہ کر دیں۔

الحواشی: (۱) کیونکہ مسلمان ہی احق بالخطاب والتکلم والعنایۃ ہیں اور مراد اس سے یہ صیغے ہیں تلقونہ وتقولون وتحبون بخلاف منافقین کے کہ ان کا ذکر بصیغہ غیبت ہوا ہے والذی یحبون ان تشیع الفاحشۃ الخ۔ (۲) یہ صفت امتنان کی اور یہ مکرر آیا ہے **فی السابق قولہ تعالیٰ ولولا فضل اللہ علیکم فی الدنیا والآخرۃ لمسکم وقولہ تعالیٰ ولو لا فضل اللہ علیکم ورحمتہ وان اللہ رؤف رحیم۔ وھھنا قولہ تعالیٰ ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ ما زکی منکم الآیۃ** ۱۲۔ (۳) مطلب ہے یہ کہ یہ ایک واقعہ ہے کہ ہم نے خاص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں اس قاعدہ کلیہ کی رعایت ضرور ملحوظ رکھی ہے گو دوسروں کے بارہ میں کسی خاص حکمت کی بناء پر اس قاعدہ کی رعایت التزاماً ملحوظ نہ رکھی گئی ہو اور جب کہ مطلب یہ ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت ثابت ہو جائے گی اور یہ لازم نہ ہوگا کہ ہر گندی عورت کا شوہر گندہ اور ہر گندے شوہر کی بی بی گندی اور ہر پاک عورت کا خاوند پاک اور ہر پاک مرد کی بیوی پاک ہو پس اس پر یہ اشکال نہ ہوگا کہ بہت سے اچھے مرد ایسے ہیں کہ ان کی بیویاں بری ہیں اور بہت سے اچھی بیویاں ایسی ہیں کہ ان کے خاوند برے ہیں کیونکہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے یہ تو بتلایا ہے کہ خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لئے ہیں الخ مگر یہ نہیں فرمایا کہ ہم نے ہر جگہ اس قاعدہ کا لحاظ بھی

رکھا ہے بلکہ خاص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اس قاعدہ کے ملحوظ رکھنے کا اظہار فرمایا ہے فتدبر ۱۲ الصحیح ۔ (۴) اشکال اس صورت میں ہے کہ اولاء میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہوں جیسا جملہ اولئك کا بعد والطیبون الخ کے آنا اس کا ظاہر قرینہ ہے ۱۲ منہ۔

ملحقات الترجمۃ : ۱ قوله فی الافك یہ طوفان اشارة الی ان اللام للعهد ۱۲۔ ۲ قوله فی الذی تولی عبداللہ الخ كما حققه الطبری وما ورد فی بعض الروايات من قول بعض العائشة ان حسانا تولی كبره وانت تكرمينه وجوابها ان العمی من العذاب العظيم فمبنی علی التنزل فحاصل الجواب انه لو فرض كونه تولّی فالمراد من العذاب هو الدنيوی ۱۲۔ ۳ قوله فی اذ تلقونه مستحق اس وقت اشارة الی تعلق اذ يمس ثم لما اشكل هذا التعلق بان التلقی فی الدنيا والمس فی الآخرة فكيف يتحد وقتهما اشارة الی الجواب بدلالة المس علی الاستحقاق ولا اشكال فی اتحاد وقت التلقی والاستحقاق ۱۲۔ ۴ قوله فی سبحنك معاذ اللہ فيه رعاية للمحاورة لان التسبيح فی لساننا لا يستعمل فی الاستبعاد والاستعظام بل هو خاص بالتعجب ۱۲۔ ۵ قوله قبل يعظكم ملامت کا الخ توضيح المقام ان الملامة علی المعاصی لا تقصد بنفسها بل تقصد لغيرها وهذا الغير هو الوعظ اذا كان اللوم من العباد فان خلت منه فتكون خالية عن الفائدة ويشير اليه قوله عليه السلام فی محاجة موسٰی آدم عليهما السلام حج آدم موسٰی فی قوله افتلو منی واذا كان اللوم من الله تعالٰی فالغير الذی يقصد فی الاكثر من الملامة هو الوعظ كما ههنا وتارة الزام الحجة اذا كان المحل محل العقاب وان قيل كيف سأل موسٰی فی موضع كشف الحقائق قلنا الكشف لا يحيط فی عالم الآخرة ايضا ۱۲۔ ۶ قوله فی يحبون کوشش اشارة الی ان المراد به القصد والارادة لا الميل القلبی فقط بلا عزم وعمل والنكتة فی التعبير بالحب التنبيه علی قوة المقتضی ان يكون الاشاعة عن صميم قلب ولا يكون هذا فی الازواج المطهرات الا من كافر عدو موذله صلی الله عليه وسلم ۱۲۔ ۷ قوله فی اولی القربی خصوص فيكون من عطف الصفة علی الصفة ۱۲۔ ۸ قوله فی الخبيثين لائق اشارة الی ان اللام للياقة فلا يرد عليه شئ ۱۲۔

اللغات: قوله عصبة فی الروح اصل العصبة الفرقة المتعصبة قلت او كثرت و كثر اطلاقها علی العشيرة فما فوقها الی الاربعين وعليه اقتصر فی الصحاح وتطلق علی اقل من ذلك ففی مصحف حفصة عصبة اربعة ۱۲۔ قوله الكبر بالكسر وضم الاكبر المعظم ۱۲۔ قوله افضتم يقال افاض فی الحديث خاض ۱۲۔ قوله لا ياتل لا يحلف افتعال من الالية ۱۲۔

النحو : عصبة منكم خبر لان ۱۲۔ قوله ان تعودوا معمول ليعظ بتقدير عن التضمين يعظ معنی الزجر ۱۲۔ قوله ان يوتوا معمول للاياتل لتضمنه معنی الامتناع فافهم ۱۲۔ قوله يوم تشهد ظرف لما فی لهم من معنی الاستقرار لا لعذاب لما فی جواز اعمال المصدر الموصوف من الخلاف كذا فی الروح ۱۲۔

البلاغۃ : جاؤ فی لفظ المجئ اشارة الی انهم اظهروه من عند انفسهم من غير ان يكون له اصل۔ قوله سمعتموه فيه التفات واشارة الی ان متولی كبره لم يكن اهلا للخطاب لبعده عن الحضرة فعبر عنه بالغائب فی قوله والذی تولی ثم خاطب غيره من المؤمنين المخطئين۔ قوله لو لا اذ سمعتموه ظن المؤمنون بانفسهم وصفهم بما يوجب الاتيان بالمحضض عليه ويكفهم عن اساء ة الظن بها كما لا يسيئون الظن بانفسهم فيما هم عنه بريئون والنكتة فی توسيط معمول الفعل المحضض عليه بينه وبين ارادة الشاه التحضيض تخصيص التحضيض باول وقت السماع وقصر التوبيخ واللوم علی تاخير الاتيان بالمحضض عليه عن ذلك الآن والتردد فيه ای كان الواجب ان يظنوا ذلك اول ما سمعوا من غير تلعثم۔ قوله بالسنتكم وافواهكم فائدة التقنيد بهما افادة كون هذا القول مختصا بالالسنة والافواه من غير ان يكون له مصداق و منشأ فی الواقع ويجوز ان يكون بافواهكم توبيخا كقولك اتقول ذلك بملأ فيك فان القائل ربما رمز وعرض وربما تشدق ای تفصح جاز ما كالعالم ۱۲۔ قوله اولئك فيه تغليب لان الاشارة الی اهل البيت النبوی رجالا ونساء ويدخل فيه مع رسول الله صلی الله عليه وسلم الصديقة والازواج و تبريتها ظاهرة واما تبريته صلی الله عليه وسلم فلان قذفها يستلزم شينه صلی الله عليه وسلم بالنفر وحاشا صلی الله عليه وسلم عن ذلك ۱۲۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿٢٧﴾

فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فِيهَا أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوهَا حَتَّىٰ يُؤْذَنَ لَكُمْ ۖ وَإِنْ قِيلَ لَكُمُ ارْجِعُوا فَارْجِعُوا ۖ هُوَ أَزْكَىٰ لَكُمْ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ

عَلِیْمٌ ﴿۲۸﴾ لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ مَسْکُوْنَۃٍ فِیْہَا مَتَاعٌ لَّکُمْ ؕ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَکْتُمُوْنَ ﴿۲۹﴾

اے ایمان والوتم اپنے (خاص رہنے کے) گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل مت ہو جب کہ (ان سے) اجازت حاصل نہ کرلو اور اجازت لینے سے قبل ان کے رہنے والوں کو سلام نہ کرلو یہی تمہارے لئے بہتر ہے (یہ بات تم کو اس لئے بتلائی ہے) تا کہ تم خیال رکھو (اور اس پر عمل کرو) پھر اگر ان گھروں میں تم کو کوئی (آدمی) نہ معلوم ہو تو (بھی) ان گھروں میں نہ جاؤ جب تک کہ تم کو (مختار اذن کی جانب سے) اجازت نہ دی جائے اور اگر تم کو اجازت لینے کے وقت یہ کہہ دیا جائے کہ اس وقت لوٹ جاؤ تو تم لوٹ آیا کرو یہی بات تمہارے لئے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال کی سب خبر ہے (اگر خلاف کرو گے سزا کے مستحق ہو گے) تم کو ایسے مکانات میں چلے جانے کا گناہ نہ ہو گا جن میں (گھر کے طور پر) کوئی نہ رہتا ہو ان میں تمہاری کچھ برت ہو اور تم جو کچھ اعلانیہ کرتے ہو اور جو پوشیدہ طور پر کرتے ہو اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے۔

تفسیر: حکم پنجم استیذان ☆ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا (الی قولہ تعالی) وَاللّٰہُ یَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَکْتُمُوْنَ ﴿۲۹﴾ (مکانات کی چار قسمیں ہیں ایک خاص اپنے رہنے کا جس میں دوسرے کے آنے کا احتمال ہی نہیں۔ دوسرا جس میں کوئی اور بھی رہتا ہو گو وہ محارم ہی کیوں نہ ہوں یا کسی کے آ جانے کا اس میں احتمال ہو تیسرا جس میں کسی کا بالفعل رہنا یا نہ رہنا دونوں محتمل ہوں چوتھا جس میں کسی کی خاص سکونت نہ رکھنا متیقن ہو جیسے مدرسہ خانقاہ سرائے۔ پس قسم اول کا حکم تو یہ ہے کہ اس میں کسی کی اجازت لینے کی ضرورت نہیں کیونکہ علت وجوب استیذان کی جو آئندہ معلوم ہو گی وہاں منتفی ہے اور دوسری اقسام کا حکم اگلی آیتوں میں فرماتے ہیں کہ) اے ایمان والوتم اپنے (خاص رہنے کے) گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں (جس میں دوسرے لوگ رہتے ہوں خواہ بطور ملک کے یا بطور رعایت یا اجارہ کے) داخل مت ہو جب تک کہ (ان سے) اجازت حاصل نہ کرلو اور (اجازت[1] لینے کے قبل) ان کے رہنے والوں کو سلام نہ کرلو (یعنی اول سلام کر کے اُن سے پوچھو کہ ہم آویں اور ویسے ہی بے اجازت لئے ہوئے مت گھس جاؤ اور گو اجازت لینے کو بعضے آدمی خلاف شان اور موجب ندامت سمجھتے ہیں اور اسلئے اجازت نہ لینے کو مستحسن سمجھتے ہیں لیکن واقع میں) یہ (اجازت[2] لے کر اندر جانا) ہی تمہارے لئے (بے پوچھے[3] چلے جانے سے) بہتر ہے (یہ بات[4] تم کو اس لئے بتائی ہے) تا کہ تم (اس کا) خیال رکھو (اور اس پر عمل کرو اور بہتر اس وجہ سے ہے کہ بے پوچھے چلے جانے میں احتمال ہے ناجائز موقع پر نظر پڑ جانے کا یا گھر والوں کی ایسی حالت پر مطلع ہونے جس پر مطلع ہونا اُن کو ناگوار ہے اسی لئے تجسس کی ممانعت ہے اس لئے یہ حکم عام ہو گا اعمٰی اور نساء کے لئے بھی اور اس احتمال پر جو مفاسد مرتب ہو سکتے ہیں وہ اُس مذلت وہمیہ سے جو استیذان میں سمجھی جاتی ہے کہیں زائد ہیں یہ حکم ہوا قسم دوم کا) پھر اگر ان گھروں میں تم کو کوئی (آدمی) معلوم نہ ہو (خواہ واقع میں وہاں کوئی ہو یا نہ ہو) تو (بھی) اُن گھروں میں نہ جاؤ جب تک کہ تم کو (مختار اذن کی جانب سے) اجازت نہ دی جاوے (کیونکہ اول تو اس میں آدمی ہونے کا احتمال ہے اور وہ علت مذکورہ وجوب استیذان کی محتمل ہے اور اگر یقین بھی ہو جاوے کہ اس میں کوئی نہیں اور ہے پرایا گھر تب بھی بے اجازت جانے میں تصرف ہے ملک غیر میں بلا اُس کے اذن کے جو کہ حرام ہے یہ حکم ہوا قسم سوم کا) اور اگر اجازت لینے کے وقت) تم سے کہہ دیا جاوے کہ (اس وقت) لوٹ جاؤ تو تم لوٹ آیا کرو یہی بات تمہارے لئے (اس سے) بہتر ہے (کہ وہیں جم جاؤ کیونکہ یہ پوری ذلت اور دوسرے شخص کے اوپر گرانی ڈالنا ہے اور ایذا کی حرمت ظاہر ہے اس طرح بے وجہ ذلیل ہونا بھی مذموم یہ ذلت واقعیہ اور بے ضرورت ہے اور پہلی ذلت وہمیہ اور دوسرے کے حفظ حقوق کے لئے ہے فافترقا) اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمالوں کی سب خبر ہے (اگر خلاف حکم کرو گے سزا کے مستحق ہو گے اور یہی حکم ہے لوٹ آنے کا جب تمہارے بارے پوچھنے پر اجازت نہ ملے جیسے حدیث میں ہے اور) تم کو ایسے مکانات میں (بے خاص اجازت کے) چلے جانے کا گناہ نہ ہو گا جن میں (گھر کے طور پر) کوئی نہ رہتا ہو (اور) اُن میں تمہاری کچھ برت ہو (یہ حکم ہے قسم چہارم کا جہاں منافع عامہ متعلق ہے تو دلالۃً وہاں جانے کی اجازت ہوتی ہے پس جس کو اجازت نہ ہو اُس کو ان مکانات میں بھی جانا جائز نہ ہو گا جن میں چوری یا ضرر رسانی کا احتمال و شبہ ہو) اور تم جو کچھ اعلانیہ کرتے ہو اور جو پوشیدہ طور پر کرتے ہو اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے (پس سر و علن میں تقویٰ کی ملازمت لازم ہے۔ **ف**: یہ مسئلہ استیذان کا مردانہ اور زنانہ سب گھروں کے لئے ہے افسوس ہے کہ دوسری بعض قومیں اس سے منتفع ہو رہی ہیں اور مسلمانوں میں سے بالکل متروک ہو گیا ہے اور استیذان واجب ہے اور تقدیم سلام سنت ہے اور اپنے جس گھر میں یقیناً بجز منکوحہ یا مملوکہ شرعی کے کوئی نہ ہو وہ اس سے مستثنیٰ ہے ورنہ وہ بیوت بھی حکم میں غیر بیوتکم کے ہو جاویں گے لاشتراك العلة اور وہ مکان مردانہ بھی اس سے مستثنیٰ ہے جہاں آدمی اسی غرض سے بیٹھا ہو کہ جس کا دل چاہے ملنے کا آوے للاذن دلالة اور جو مکان خلوت اور آرام کے لئے مخصوص ہے گو مردانہ ہی ہو یا مکان ملاقات کا خلوت خانہ بن جانا کسی وقت قرائن سے معلوم ہو جاوے وہاں استیذان کی حاجت ہو گی اور ہر چند کہ یہاں خطاب مردوں کو ہے مگر عورتوں کو حکم بھی یہی ہے مردانہ میں بھی اور زنانہ میں بھی اور ابن عباسؓ سے جو اس آیت سابقہ کا آیت لیس علیکم جناح سے نسخ منقول ہے معنی اصطلاحی مراد نہیں بلکہ بیوتا غیر بیوتکم کے عموم ظاہری کی تخصیص غیر مسکونة سے مراد ہے۔

ملحقات الترجمۃ: [1] قوله فی وتسلموا اجازت لینے کے قبل لان الواو لیست للترتیب وقدم الاستیناس للاهتمام فانه واجب والتسلیم

بواجب بل سنة۱۲۔ ۲ قوله في ذلكم اجازت لے کر دل عليه الكلام السابق والا فالمذكور عدم الدخول لا الدخول۱۲۔ ۳ قوله في خير بے پوچھے چلے جانے سے اشارة الى المفضل عليه وتوجهه التفضيل الذى يلزم منه وجود الخبرية من وجه فى الدخول بلا استيذان قد قررته قبل بقولى گو اجازت لینے کی الخ۔ ۴ قوله في لعلكم یہ بات تم کو اشارة الى كونه تعليلا لمقدر اى ارشدتم الى ذلك لعلكم۱۲۔

فائدہ: ورد فى بعض الروايات قول ابن عباس فى تستانسوا خطأ الكاتب وانما هو تستاذنوا وانكر ابن حبان الرواية وبسط الكلام فى المقام على ما افاد المولوى حبيب احمد الكيرانوى فى الحواشى انه اخرج ابن جرير هذه الرواية من طرق عديدة ولكنها كلها تنتهى الى ابى بشر جعفر بن اياس عن سعيد بن جبير عن ابن عباس وابو بشر وسعيد وان كانا ثقتان لا يظن بمثلهما التعمد بالكذب الا انهما لم يكونا بمعصومين عن الوهم والخطأ فلعل احدهما اخطأ فى فهم كلام من يرويه هو عنه او خلط فى الرواية بان روى عن صاحبه ما سمع من غيره توهما وغلطا لا قصدًا وعمدًا وله نظائر فى الفن كما لا يخفى على الماهر وبالجملة هذه الرواية باطلة عن ابن عباس والدليل عليه ان سعيد بن جبير الذى روى هذه الرواية عن ابن عباس ولد بعد سنة اربعين فى خلافة معاوية رضى الله عنه والمصحف العثمانى شاع فى البلاد يومئذ فلو كان حتى تستانسوا وهما من الكاتب اوغلطا منه عنده فكيف لم ينبه عثمان او عليا على هذا الوهم والخطأ حتى تدارك ذلك الغلط دع هذا وكيف لم ينبه احدا من تلامذته غير سعيد بن جبير على هذا الغلط فالواقف على جلالة شان ابن عباسؓ لا يشك بعد ملاحظة ما قلنا فى ان نسبة رواية و هم الكاتب الى ابن عباسؓ باطل ويتايد بطلانه بانه رضى الله عنه فسر الاستيناس بالاستيذان قال ابن جرير حدثنا محمد بن سعد قال ثنى ابى قال ثنى عمى (اسمه حسين) قال ثنى ابى عن ابيه عن ابن عباس قوله يايها الذين آمنوا لا تدخلوا بيوتا غير بيوتكم حتى تستانسوا و تسلموا على اهلها قال الاستيناس الاستيذان و قال ابن جرير ايضًا حدثنا الحسين قال ثنا حجاج عن ابن جريج قال قال ابن عباسؓ قوله حتى تستانسوا قال الاستيذان ثم نسخ واستثنى ليس عليكم جناح ان تدخلوا بيوتا غير مسكونة آه قلت واجاب بعضهم بان المراد الخطأ فى الاختيار وترك ما هو الاولى بحسب ظنه لجمع الناس عليه من الاحرف السبعة۱ لا ان الذى كتب خارج عن القرآن وهذا كله قبل ان يثبت تواتره عنده اما بعد ثبوت التواتر فلا مساغ لتجويز خلافه فافهم والذى تحرر عندى فيه وفيما ورد من امثاله على تقدير ثبوت هذه الروايات ان هؤلاء رضى الله عنهم سمعوا القراء ات التى اختاروها من رسو ل الله صلى الله عليه وسلم ولم يسمعوا القراء ت الموجودة ثم ان تلك القراء ات نسخت ولم يبلغهم الخبر فداوموا عليها انكروا غيرها لمخالفته ظاهر القواعد وعدم سماعه كما كان ابو الدرداء يقرأ والذكر والانثى وكانت عائشةؓ تقرء خمس رضعات فاحفظ كذا افاد جامع الفضائل العلمية والعملية مولانا خليل احمد ابنيتوى دامت بركاتهم۱۲۔

اللغات: الاستيناس الاستيذان بناء على انه استفعال من آنس الشئ بالمد علمه او بصره وابصار طريق الى العلم فالاستيناس استعلام والمتاذن طالب العلم بالحال مستكشف انه هل يراد دخوله اولا وقيل الاستيناس خلاف الا ستيحاش فهو من الانس بالضم خلاف الوحشة والمراد به الماذونية فكانه قيل حتى يوذن لكم فان من يطرق بيت غيره لا يدرى ايوذن له ام لا فهو كالمستوحش من خفاء الحال عليه فاذا اذن له استانس وهو فى ذلك كناية او مجاز ۱۲۔

الحواشی: (۱)متعلق بقوله الاولى اى الاولى لان يجمع الناس عليه وقوله من الاحرف بيان لقوله ما هو الاولى۱۲ منه۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴿۳۰﴾

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ

عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۪ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ

اَوْ بَنِيْۤ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْۤ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ

الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَىٰ عَوْرَاتِ النِّسَاءِ ۖ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ ۚ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ

جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٣١﴾

آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لئے زیادہ صفائی کی بات ہے بے شک اللہ تعالیٰ کو سب کی خبر ہے جو کچھ لوگ کیا کرتے ہیں اور (اسی طرح) مسلمان عورتوں سے بھی کہہ دیجئے کہ (وہ بھی) اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور زینت (کے مواقع) کو ظاہر نہ کریں مگر جو اس (موقع زینت) میں سے (غالباً) کھلا رہتا ہے (جس کے ہر وقت چھپانے میں حرج ہے) اور اپنے ڈوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رہا کریں اور اپنی زینت (کے مواقعہ مذکورہ) کو (کسی پر) ظاہر نہ ہونے دیں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے (محارم پر یعنی) باپ پر یا اپنے شوہر کے باپ پر یا اپنے بیٹوں پر یا اپنے شوہروں کے بیٹوں پر یا اپنے (حقیقی علاتی اور اخیافی بھائیوں یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں پر یا اپنی حقیقی علاتی اور اخیاتی بہنوں کے بیٹوں پر یا اپنی عورتوں پر یا اپنی لونڈیوں پر یا ان مردوں پر جو طفیلی (کے طور پر رہتے) ہوں اور ان کو ذرا توجہ نہ ہو یا ایسے لڑکوں پر جو عورتوں کے پردوں کی باتوں سے بھی ناواقف ہیں (مراد غیر مراہق ہیں) اور اپنے پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ ان کا مخفی زیور معلوم ہو جائے اور (مسلمانو تم سے جو ان احکام میں کوتاہی ہوگئی ہو تو) سب اللہ کے سامنے توبہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

تفسیر: حکم ششم غض ابصار و استتار ☆ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ (الی قولہ تعالی) وَتُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۱﴾ آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں (یعنی جس عضو کی طرف مطلقاً دیکھنا ناجائز ہے اس کو بالکل نہ دیکھیں اور جس کو فی نفسہ دیکھنا جائز ہے مگر شہوت سے جائز نہیں اس کو شہوت سے نہ دیکھیں) اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں (یعنی ناجائز محل میں شہوت رانی نہ کریں جس میں زنا اور لواطت سب داخل ہے) یہ ان کے لئے زیادہ صفائی کی بات ہے (اور اس کے خلاف میں آلودگی ہے زنا یا مقدمہ زنا میں) بیشک اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے جو کچھ لوگ کیا کرتے ہیں (پس خلاف کرنے والے سزایابی کے مستحق ہوں گے) اور (اسی طرح) مسلمان عورتوں سے کہہ دیجئے کہ (وہ بھی) اپنی نگاہیں نیچی رکھیں (یعنی جس عضو کی طرف مطلقاً دیکھنا ناجائز ہے اس کو اصلاً نہ دیکھیں اور جس کو فی نفسہ دیکھنا جائز ہے مگر شہوت سے جائز نہیں اس کو شہوت سے نہ دیکھیں) اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں (یعنی ناجائز محل میں شہوت رانی نہ کریں جس میں زنا و سحاق سب داخل ہے) اور اپنی زینت (کے مواقع) کو ظاہر نہ کریں (زینت سے مراد زیور جیسے کنگن، چوڑی، خلخال، بازوبند، طوق، جھومر، پٹی بالیاں وغیرہ اور ان کے مواقع سے مراد ہاتھ، پنڈلی، بازو، گردن، سر، سینہ، کان یعنی ان سب مواقع کو سب سے چھپائے رکھیں بلحاظ ان دو استثناؤں کے جو آگے آتے ہیں اور جب ان مواقع کو اجانب سے پوشیدہ رکھنا واجب ہے جن کا ظاہر کرنا محارم کر روبرو جائز ہے جیسا آگے آتا ہے تو اور مواقع و اعضاء جو بدن کے رہ گئے جیسے پشت و شکم وغیرہ جن کا کھولنا محارم کے روبرو بھی جائز نہیں ان کا پوشیدہ رکھنا بدلالۃ النص واجب ہوگیا حاصل یہ ہوا کہ سر سے پاؤں تک تمام بدن اپنا پوشیدہ رکھیں) مگر جو اس (موقع زینت) میں سے (غالباً) کھلا (ہی) رہتا ہے (جس کے چھپانے میں ہر وقت حرج ہے مراد اس موقع زینت سے وجہ اور کفین اور قدمین علی الاصح ہے کہ وجہ تو قدرتی طور پر مجمع زینت ہے اور بعض زینتیں قصداً بھی اس میں کی جاتی ہیں مثلاً سرمہ وغیرہ۔ اور کفین و اصابع انگوٹھی چھلے مہندی کا موقع ہے اور قدمین میں چھلوں اور مہندی کا موقع ہے پس ان مواقع کو بضرورت ظہور مستثنیٰ فرمایا ہے اور ماظہر کی تفسیر وجہ اور کفین کے ساتھ حدیث میں آئی ہے اور قدمین کو بالقیاسہ اس میں بعض روایات فقہیہ میں داخل کیا ہے) اور (خصوصاً سر اور سینہ ڈھکنے کا بہت اہتمام کریں اور) اپنے دوپٹے (جو سر ڈھانکنے کے لئے موضوع ہیں) اپنے سینوں پر ڈالے رہا کریں (گو سینہ قمیص سے ڈھنک جاتا ہے لیکن اکثر قمیص میں سامنے سے گریبان کھلا رہتا ہے اس لئے اس اہتمام کی ضرورت ہوئی) اور (جیسے اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا میں ایک استثناء بعض مواد ضرورت کا باعتبار منظور کے اوپر آیا ہے ایک استثناء بعض مواقع رخصت کا باعتبار ناظر کے آگے آتا ہے یعنی) اپنی زینت (کے مواقع مذکورہ) کو (کسی پر) ظاہر نہ ہونے دیں مگر اپنے شوہروں پر یا (اپنے محارم پر یعنی) اپنے باپ پر یا اپنے شوہر کے باپ پر یا اپنے بیٹوں پر یا اپنے شوہر کے بیٹوں پر یا اپنے (حقیقی و علاتی و اخیافی) بھائیوں پر (نہ کہ چچازاد ماموں زاد وغیرہ پر) یا اپنے (مذکورہ) بھائیوں کے بیٹوں پر یا اپنی (حقیقی و علاتی و اخیافی) بہنوں کے بیٹوں پر (نہ کہ چچازاد خالہ زاد بہنوں کی اولاد پر) یا اپنی (یعنی اپنی دین کی شریک عورتوں پر) مطلب یہ کہ مسلمان عورتوں پر کیونکہ کافر عورت کا حکم مثل اجنبی مرد کے ہے (رواہ فی الدر عن ابن عباس و مجاهد وعمر بن الخطاب) یا اپنی لونڈیوں پر (مطلقاً گو وہ کافر ہی ہوں کیونکہ غلام کا حکم ابوحنیفہؒ کے نزدیک مثل اجنبی مرد کے ہے (رواہ فی الدر عن طاؤس و مجاهد وعطاء وسعید بن المسیب وابراهیم) یا ان مردوں پر جو (محض کھانے پینے کے واسطے) طفیلی (کے طور پر رہتے) ہوں اور ان کو (بوجہ حواس درست نہ ہونے کے عورتوں کی طرف) ذرا توجہ نہ ہو (تابعین کی تخصیص اس لئے ہے کہ اس وقت ایسے لوگ تھے (کذا فی الدر عن ابن عباس) اور اسی حکم میں ہے ہر مسلوب العقل پر مدار حکم سلب حواس پر ہے نہ کہ تابع ہونے پر اس وقت وہ تابع ایسے ہی تھے لقول ابن عباسؓ فی الدر مغفل

فی عقله احمق لا یکترث للنساء اور جو سمجھ رکھتا ہو آخر وہ اجنبی مرد ہے گو بوڑھا ہو یا خصی یا مجبوب ہی کیوں نہ ہو) یا ایسے لڑکوں پر جو عورتوں کے پردہ کی باتوں سے ابھی واقف نہیں ہوئے (مراد غیر مراہق پس ان سب کے سامنے وجہ وکفین وقدمین کے ساتھ زینت کے مواقع مذکورہ کا ظاہر کرنا بھی جائز ہے اور شوہر کے روبرو کسی جگہ کا بھی اخفاء واجب نہیں گو خاص بدن کو دیکھنا خلاف اولیٰ ہے (قالت سیدتنا ام المؤمنین عائشة ما محصله لم ارمنه ولم یرمنی ذٰلك الموضع اورده فی المشکوٰة وروی بقی بن مخلد وابن عدی عن ابن عباس مرفوعًا اذا جامع احدکم زوجته او جاریته فلا ینظر الٰی فرجها فان ذٰلك یورث العمی قال ابن الصلاح جید الاسناد کذا فی الجامع الصغیر) اور (پردے کا یہاں تک اہتمام رکھیں کہ چلنے میں) اپنے پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ ان کا مخفی زیور معلوم ہو جاوے اور مسلمانو (تم سے جو ان احکام میں کوتاہی ہوگئی ہو تو) تم سب اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ (ورنہ معصیت مانع فلاح کامل ہو جاتی ہے)۔ **ف**: **مسئلہ**: مرد کو شہوت کے ساتھ کسی کی طرف قصداً نظر کرنا جائز نہیں بجز زوجہ اور مملوکہ کے اور بلاشہوت نظر کرنے میں تفصیل ہے کہ محارم کے وجہ اور راس اور صدر اور ساقین اور عضدین اور ذراع وکفین وقدمین کی طرف نظر جائز ہے اور غیر محارم کی وجہ اور کفین اور بروایتے قدمین بھی دیکھنا جائز ہے مطلب یہ کہ یہ اعضاء داخل ستر نہیں اور یہ مطلب نہیں کہ بلاضرورت عورت کے بے پردہ پھرنا اور مردوں کا اس کو نظارہ کرنا درست ہے البتہ بضرورت سامنے آنا یا باہر نکلنا درست ہے اسی طرح بہت بوڑھے سے یہ پردہ نہیں باقی بلاضرورت اور خوف فتہ کے وقت جہرہ چھپانا بھی واجب ہے چنانچہ حکم دوازدہم میں آتا ہے در مختار میں ہے تمنع الشابة من کشف الوجه بین الرجال لا لانه عورة بل الخوف الفتنة احقر کے سالہ القول الصواب میں اس کی پوری تحقیق ہے۔ اور مرد کا دوسرے مرد کے بدن کو بجز ناف سے زانو تک دیکھنا درست ہے اور بقیہ بدن دیکھنا مطلق جائز نہیں لیکن اگر شرعی ضرورت ہو تو اجازت ہے لیکن حتی الامکان قلب سے شہوت کو دفع کرے جیسے کسی جگہ کوئی زخم وغیرہ ہو معالج کو صرف اتنا بدن دیکھنا درست ہے۔ یہ تفصیل ہے مضمون يَغُضُّوا مِنْ اَبْصَارِهِمْ کی اور اسی تفصیل کی وجہ سے من تبعیضیہ ہو سکتا ہے کہ بعض جگہ اجازت ہے اور بعض جگہ اجازت نہیں اور قصداً اس لئے کہا کہ بلاقصد اگر نظر پڑ جاوے اور فوراً نگاہ ہٹالی جاوے تو گناہ نہیں۔ **مسئلہ**: عورت کو شہوت کے ساتھ کسی کی طرف قصداً نظر کرنا جائز نہیں بجز زوج کے اور بلاشہوت نظر کرنے میں تفصیل ہے کہ عورت کا دوسری عورت کے بدن کو بجز ناف سے زانو تک دیکھنا درست ہے اور مرد کے بدن کو ناف اور زانو کے درمیان تو بالاتفاق حرام ہے اور اس کے ماسوا کا دیکھنا مختلف فیہ ہے شافعیہ کے نزدیک حرام ہے اور حنفیہ کے نزدیک بلاشہوت گو حرام نہیں مگر خلاف اولیٰ ہے۔ چنانچہ ابوداؤد وترمذی وبیہقی میں حدیث ہے کہ ابن ام مکتوم صحابی نابینا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنا چاہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلمہؓ ومیمونہؓ سے فرمایا پردہ میں ہو جاؤ انہوں نے عرض کیا کہ وہ تو نابینا ہیں ہم کو نہ دیکھیں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم بھی نابینا ہو کیا تم ان کو نہ دیکھو گی اور شرعی ضرورت سے اجازت ہے اسی طرح بلاقصد نظر پڑنے سے جب کہ فوراً ہٹالی جاوے گناہ نہیں جیسا اوپر کے مسئلہ میں بیان ہوا۔ یہ تفصیل ہے يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ کی اور اس میں بھی من تبعیضیہ کی وہی توجیہ ہے۔ **مسئلہ**: یہ تفصیل تو عورت کے ناظر ہونے میں تھی اور منظور الیہا ہونا یعنی اپنے اعضا کیا کیا اور کس کے سامنے ظاہر کرے اور کس سے پوشیدہ کرے اس کی تفصیل ضمن تقریر ترجمہ میں ہوگئی ہے حاجت اعادہ نہیں البتہ یہ حکم حرائر کا ہے بقرینہ مقابلہ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ کے اور حکم اماء کا یہاں مذکور نہیں اور شوہر کے آباء میں اس کے اجداد ام و اب دونوں کی طرف سے داخل ہو گئے اسی طرح ابناء میں ابناء الابناء بھی اسی طرح بنی اخوان میں خود بنی البنین بھی اسی طرح بنی اخوات میں ان کے بنین بھی اور یہاں عورت کے اخوال اور اعمام کا گو ذکر نہیں فرمایا مگر حکم ان کا بھی یہی ہے غرض مدار محرمیت پر ہے اور محرم وہ رشتہ دار ہے جس سے ابداً نکاح حرام ہو خواہ نسب سے ہو یا مصاہرۃ سے یا رضاع سے البتہ بعض فقہاء نے زمانہ کے فتن کو دیکھ کے مصاہرت اور رضاع سے خلوت میں رہنے بیٹھنے کو منع کیا ہے۔ **مسئلہ**: کافر عورت سے مثل اجانب کے بدن ڈھانکنا واجب ہے بجز مملوکہ کے اس کا بیان بھی ضمن تفسیر میں ہو چکا۔ **مسئلہ**: جس زیور کی آواز پیدا ہو وہ دو قسم کا ہے ایک وہ جو خود بھی بجتا ہو جیسے گھونگرو یا باجہ دار جانور اس کا پہننا تو بوجہ اس کے کہ حدیث میں جرس سے نہی آئی ہے بالکل ممنوع ہے اور قرآن میں یہ مراد نہیں اور دوسری قسم وہ جو خود نہیں بجتا مگر دوسری چیز سے لگ کر آواز دیتا ہے جیسے چھڑے اور کڑے اس کا پہننا جائز ہے اور اسی کی نسبت اس آیت میں حکم ہے کہ پاؤں زور سے نہ رکھیں یعنی پہننا درست ہے مگر اس کا اظہار بوجہ خوف فتنہ ومیلان اجانب درست نہیں اس سے یہ بھی مفہوم ہو سکتا ہے کہ جب زیور کی صوت کے اخفا کا ایسا اہتمام ہے تو خود صاحب زیور کی صوت کا کہ اکثر مورث فتنہ ومیلان ہو جاتی ہے اخفا کیوں نہ قابل اہتمام ہوگا الابضرورت چنانچہ دوسری جگہ اس کی تصریح بھی ہے: فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا [الأحزاب: ۳۲] اور نیز یہ بھی مفہوم ہو سکتا ہے کہ جب صوت ایسی قابل اخفاء ہے تو صورت تو کیوں نہ قابل اخفا ہوگی کہ اصل مبدأ فتنہ ہے الابضرورت رفع حرج جس کی طرف ماظہر سے اشارہ ہے اور اس کی تقریر ترجمہ میں کر دی گئی ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ چونکہ ذلک میں غض بصر بھی داخل ہے جو مقدمات زنا سے ہے پس اس میں افعال غیر مرضیہ کے مقدمات کا

انسداد ہے اور یہ تعلیم سلوک کا ایک باب عظیم ہے۔ قولہ تعالیٰ: وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ الخ اس کی نظیر ہے کہ زینت اسرار کو اس کے نامحرم یعنی نااہل سے پوشیدہ رکھنا چاہئے۔

الحواشی: (۱) ویمکن ان یقال فی وجه الفرق ان آباء البعولة اکثر ما یتفق لهم المنظر الیهن اذا کن ذات ازواج بخلاف الاعمام فافترقا۱۲۔ (۲) واخرجه ابن جریر وقال حدثنی علی قال ثنا ابو صالح قال ثنی معٰویة عن علی عن ابن عباسؓ قوله او التابعین غیر اولی الاربة من الرجال لهذا الرجل یتسع القوم وهو مغفل فی عقله لا یکترث للنساء ولا یشتهیهن وایضا فیه اسانید اخر تصحیح ۱۲۔ (۳) یعنی جب کشف کی ضرورت نہ ہو ۱۲ منہ (۴) البنین بنی اخوان مراد ہیں ۱۲ منہ۔

ملحقات الترجمة: ۱؎ قوله اپنی نگاہیں الخ هذا علی ان من زائدة للصلة ویمکن ان یقال انها تبعیضیة والحاصل علی کلتا الوجهین واحد کما لا یخفی علی من تامل فی مازدناه فی تفسیر الترجمة بقولنا یعنی الخ۔ ۲؎ قوله فی زینتهن زینت کے مواقع اشارة الی تقدیر المضاف والنکتة فیه المبالغة بان الزینة لمنفصلة عن البدن لما وجب سترها فکیف بالبدن ۱۲۔ ۳؎ قوله فی توضیح ما ظهر حدیث وبالمقایسة اما الحدیث فما اخرجه ابو داؤد وابن مردویه والبیهقی عن عائشة قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لاسماء یا اسماء ان المرأة اذا بلغت المحیض لم یصلح ان یری منها الا هذا واشار الی وجهه وکفه صلی الله علیه وسلم واخرج ابن ابی شیبة وعبد بن حمید عن ابن عباس انه قال فی قوله تعالیٰ الا ما ظهر منها رقعة الوجه وباطن الکف واخرجا عن ابن عمر انه قال الوجه والکفان واما القیاس فما فی الهدایة وحواشیها عن ابی حنیفة ان النظر الی قدمها یباح لان فیه بعض الضرورة لانها تحتاج الی ابداء قدمها اذا مشت حافیة او منتعلة وربما لاتجد الخف فی کل وقت وفی الروح لاسیما بالنسبة الیٰ اکثر نساء العرب الفقیرات اللاتی یمشین لقضاء مصالحهن فی الطرق آه قلت ای فی ذلك الوقت ۱۲۔ ۴؎ قوله فی خمرهن جو سر ڈھانکنے کے لئے وجهه ان الخمار فی اللغة المقنعة التی تلیقها المرأة علی رأسها من الخمر وهو الستر والمراد من الآیة کما روی ابن ابی حاتم عن ابن جبیر امرهن بسترنحورهن وصدورهن بخمرهن لئلا یری منها شئ وکان النساء یغطین رؤسهن بالخمر ویسد لنها کعادة الجاهلیة من وراء ظهر فیبدو نحورهن وبعض صدورهن کذا فی الروح ۱۲۔

الروایات: ذکر بعضها فی المتن وبعضها فی ملحقات الترجمة وبقیت واحدة فی الروح اخرج ابن جریر عن حضرمی ان المرأة اتخذت خلخا لاعن فضة واتخذت جزعاً فمرت علی قوم فوقع الخلخال علی الجزع فصوت فانزل الله تعالیٰ ولا یضربن الخ ۱۲۔

اختلاف القراءة: قرأ ابن عامر ایه المؤمنون بضم الهاء ووجه انه اتبعت فحرکتها حرکة ما قبله ۱۲۔

فائدة: فی الروح ولم یذکر سبحانه الاعمام والاخوال قیل لانهم فی معنی الاخوان من حیث کون الجداب الام واب الاب فی معنی الاب فیکون ابنه فی معنی الاخ وقیل لم یذکرهم لما ان الاحوط ان یستترن عنهم خدارا من ان یصفوهن لابناء هم فیؤدی ذلك الی نظر الابناء الیهن واخرج ذلك ابن المنذر وابن ابی شیبة عن الشعبی وفیه من الدلالة علی وجوب التستر من الاجانب ما فیه وضعف بانه یجری فی آباء البعولة اذ لو رأوا زینتهن لربما او صفوهن لابناء هم وهم لیسوا محارم فیؤدی الی نظرهم الیهن لا سیما اذا کن خلیات (ای من الازواج بان کن مطلقات او متوفیات الازواج) وقیل لم یذکروا اکتفاء بذکر الآباء فانهم عن الناس بمنزلتهم لا سیما الا عمام وکیثرا ما یطلق الاب علی العم ومنه قوله تعالیٰ واذ قال ابراهیم لابیه ازر آه۔ قلت وهذا اقرب الوجوه عندی ۱۲۔

اللغات: الغض اطباق الجفن علی الجفن الجیوب جمع جیب وهو ههنا فتح فی اعلی القمیص یبدد منه بعض الجسد واصله من الجیب بمعنی القطع وترجمة بالحاصل ۱۲۔ قوله لم یظهروا قال ابن قتیبة لم یطلعوا ۱۲۔

النحو: قوله بغضوا جواب لقل ومفعول القول مقدر کانه قیل قل لهم غضوا فان تقل لهم غضوا یغضوا وفیه ایذان لفرط مطاوعتهم وجوز ان یکون مجزوما بلام امر مقدرة لدلالة قل ای قل لهم لیغضوا ۱۲۔ قوله من ابصارهم وقوله من ابصارهن فی الروح من قیل صلة وسیبویه یابی ذلك فی مثل هذا الکلام والجواز مذهب الاخفش والجل علی انها ههنا لعیضیة والمراد غض البصر عما یحرم والاقتصار به علی ما یحل وجعل الغض عن بعض المبصر غض بعض البصر آه ۱۲۔

البلاغة: قوله قل توجیه الخطاب الیه صلی الله علیه وسلم قیل لانها تکالیف جزئیه کثیرة الوقوع حریة بان یکون الامر بها المتصدی

لتدبيرها حافظا ومهيمنا عليهم وقيل ان ذلك لما ان بعض المؤمنين صار اليه صلى الله عليه وسلم كالمستدعى لان يقول له ما فى خير القول كما اخرج ابن مردويه عن رجل نظر الى امرأة فاتاه نقص عليه القصة وانزل الله تعالىٰ قل للمؤمنين كذا فى الروح ١٢۔ قوله يحفظوا فروجهم لم يقل من لان الاصل فى الفروج الخطر بخلاف النظر فان الاصل فيه الاباحة فدل التبعيض على اصالة الاباحة وتركه على اصالة الخطر۔ قوله لا يبدين الثانى كرر لتمهيل الاستثناء باعتبار الناظر۔ قوله وليضربن بخمرهن فى لفظ الضرب مبالغة فى الالقاء شبيه الا لصاق كما فى النيسابورى قوله بنى اخوانهن لم يقل ابناء كما قيل فى ابنائهن لان فى البنين من المعموم ما ليس فى الابناء ولذا لا تسمع احدا يقول ابناء آدم ويقال بنى آدم والغالب ان اولاد الاخو ان لتعددهم واختلاف اصنافهم يكون فى اولادهم من النكرة ما لا يكون فى ابنائهن او ابناء بعولتهن فافهم وكذا لقول فى بنى اخواتهن وايضا فيه تفنن ١٢ قوله توبوا تلوين الخطاب وصرف له عن رسول الله صلى الله عليه وسلم الى الكل لا براز كما العناية بما فى خيره من الامر وانها من المهمات الحقيقة بان يكون سبحانه وتعالى الآمر بها لانه لا يكاد يخلو احد من المكلفين عن نوع تفريط فيه ١٢۔

وَأَنكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ ۚ إِن يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ ۗ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿٣٢﴾ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا حَتَّىٰ يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ ۗ وَالَّذِينَ يَبْتَغُونَ الْكِتَابَ مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا ۖ وَآتُوهُم مِّن مَّالِ اللَّهِ الَّذِي آتَاكُمْ ۚ وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَن يُكْرِههُّنَّ فَإِنَّ اللَّهَ مِن بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٣٣﴾

وَلَقَدْ أَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ آيَاتٍ مُّبَيِّنَاتٍ وَمَثَلًا مِّنَ الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ ﴿٣٤﴾ ع

اورتم میں (یعنی احرار میں) جو بے نکاح ہوں تم ان کا نکاح کر دیا کرو اور اسی طرح تمہارے غلام اور لونڈیوں میں سے جو اس (نکاح کے) لائق ہو اس کا بھی اگر وہ لوگ مفلس ہوں گے تو خدا تعالیٰ اگر چاہے گا ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا اور اللہ تعالیٰ وسعت والا ہے خوب جاننے والا ہے اور ایسے لوگوں کو کہ جن کو نکاح کا مقدور نہیں ان کو چاہئے کہ (اپنے نفس کو) ضبط کریں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ (اگر چاہے) ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے (پھر نکاح کرنے میں اور تمہارے مملوکوں میں سے جو مکاتب ہونے کے خواہاں ہوں تو بہتر ہے کہ ان کو مکاتب بنا دیا کرو اگر ان میں بہتری کے آثار پاؤ اور اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے اس مال میں سے ان کو بھی دو جو اللہ نے تم کو دے رکھا ہے (تاکہ جلدی آزاد ہوسکیں) اور اپنی (مملوکہ) لونڈیوں کو زنا کرانے پر مجبور مت کرو اور بالخصوص جب وہ پاک دامن رہنا چاہیں محض اس لئے دنیوی زندگی کا کچھ فائدہ (یعنی مال) تم کو حاصل ہو جائے اور جو شخص ان کو مجبور کرے گا تو اللہ تعالیٰ ان کے مجبور کئے جانے کے بعد (ان کے لئے) بخشنے والا مہربان ہے اور ہم نے تمہارے پاس کھلے کھلے احکام بھیجے ہیں اور جو لوگ تم سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کی بعض حکایات اور خدا سے ڈرانے والوں کے لئے نصیحت کی باتیں (بھیجی ہیں)۔

تفسیر: حکم ہفتم نکاح وانکاح وحکم ہشتم صبر بر عجز از نکاح ☆ وَأَنكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمْ (الى قوله تعالىٰ) حَتَّىٰ يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ (یعنی احرار میں) جو بے نکاح ہوں (خواہ مرد خواہ عورت اور خواہ ابھی نکاح ہی نہ ہوا ہو یا وفات وطلاق سے اب تجرد ہو گیا ہو) تم ان کا نکاح کر دیا کرو اور (اسی طرح) تمہارے غلام اور لونڈیوں میں جو اس (نکاح کے) لائق ہو (یعنی حقوق زوجیت کو ادا کر سکے) اس کا بھی (نکاح کر دیا کرو اور محض اپنی مصلحت کے خیال سے باوجود غلام لونڈیوں کو ضرورت ہونے کے ان کی اس مصلحت کو فوت مت کیا کرو اور احرار کے نکاح میں اس اپنے عزیز یا عزیزہ کے شوہر یعنی پیغام دینے والے کے فقر وافلاس بالفعل کو جب کہ بالقوہ اس میں مادہ اکتساب وخدمت عیال کا ہو مانع مت سمجھا کرو کیونکہ) اگر وہ لوگ مفلس ہوں گے تو خدا تعالیٰ (اگر چاہے گا) ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا (پس نہ عدم غنا کو مانع نکاح سمجھیں اور نہ نکاح کو مانع غنا اس کا دارومدار مشیت پر ہے اگر فقر کے ساتھ مشیت متعلق ہو جاوے تو باوجود نکاح نہ ہونے کے بھی ہو جاوے گا اور اگر غنا کے ساتھ مشیت متعلق ہو جاوے تو باوجود نکاح نہ ہونے کے بھی ہو گا پس ایسے ارتباطات وہمیہ باطلہ پر کیوں نظر کی جاوے) اور اللہ تعالیٰ وسعت والا ہے (جس کو چاہے غنی کر دے اور سب کا حال) خوب جاننے والا ہے (جس کو اہل غنا کا دیکھے غنی کر دے جس کو اہل فقر کا جانے فقیر کر دے) اور (اگر کسی کو بوجہ فقر کے نکاح کا سامان مثلاً بیوی یا مہر معجل میسر نہ ہو تو) ایسے لوگوں کو کہ جن کو نکاح کا مقدور نہیں ان کو چاہئے کہ (اپنے نفس کو) ضبط کریں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ (اگر چاہے) ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے (پھر نکاح کر لیں)۔ ف: جو قید عباد واماء میں لگائی ہے کہ صالح یعنی لائق

ادائے حقوق زوجیت ہوں اس تقیید سے اشتراط مقصود نہیں گو واقع میں اشتراط بھی دوسری قواعد شرعیہ سے ثابت ہے عبد واماء میں بھی اور احرار میں بھی کیونکہ اگر کسی مرض غیر متوقع الشفاء یا سوء خلق غیر متوقع الاصلاح کی وجہ سے ادائے حقوق کی غالب امید نہیں تو اس کے لئے سعی واعانت واہتمام کرنا بالکل ایک شخص کی عافیت کو برباد کرنا ہے لیکن اس جگہ مقصود اس تقیید سے یہ ہے کہ باوجود صالح ہونے کے کہ مقتضی ہے نکاح کو نکاح میں لیت ولعل مت کیا کرو اس خیال سے کہ ہمارا غلام یا ہماری لونڈی پھر ہماری پوری خدمت نہ کریں گے اور چونکہ احرار میں وجود صلاح کے وقت تو ہم مذکور کی وجہ سے لیت ولعل عادت نہیں اس لئے وہاں یہ قید نہیں لگائی البتہ اور امور احیاناً موجب توقف ہو جاتے ہیں اس لئے انکحوا کا امر فرمایا اور انکحوا عام ہے معاونت وتوسط وتمکین سب کو جیسا جہاں موقع ہو اور اس میں خطاب عام ہے اولیاء یعنی اقارب وسادات یعنی آقاؤں کو اور اذن ولی کا شرط ہونا یا نہ ہونا اور اذن سید کا شرط ہونا یہ دوسرے دلائل سے ہے اور ان یکونوا فقراء کے ظاہری مضمون پر یہ وسوسہ ہوتا ہے کہ مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اوقات نکاح فقیر پر غنا مرتب نہیں ہوتا پھر وعدہ کے کیا معنی تقریر ترجمہ سے اس کا جواب ظاہر ہو گیا کہ وہ معلق ہے مشیت کے ساتھ جیسے دوسری جگہ تشریح ہے : وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ [التوبۃ : ۲۸] اور اس جواب پر اگر شبہ ہو کہ اس میں نکاح کی اور غنا کی کیا تخصیص ہے بے نکاح والے کا بھی غنا اور اسی طرح سب کا فقر کا بھی مشیت ہی کے ساتھ معلق ہے اس کا جواب بھی تقریر ترجمہ سے ظاہر ہو گیا کہ چونکہ اکثر کا خیال ہے کہ فقر میں نکاح اور کوڑھ میں کھاج ہے اس لئے اس سے خصوصیت کے ساتھ تعرض کیا گیا اور اگر وسوسہ ہو کہ اول میں تو فقراء کو نکاح کا امر کیا اور آخر میں ان کو ضبط کا حکم کیا جواب یہ ہے کہ فقر تو مانع نہیں لیکن اگر بیوی نہ ملے تو کسی پر جبر تو ہے نہیں اگر ملے کر لو نہ ملے صبر سے بیٹھے رہو البتہ ان سب صور مذکورہ میں قدرۃ بالقوۃ شرط ہے جیسا ان یکونوا فقراء کے ترجمہ سے پہلے اس طرف اشارہ کیا گیا ہے اور امر انکحوا مطلق طلب کے واسطے ہے اور نکاح وانکاح کے وجوب یا ندب یا اباحت یا بعض صورتوں میں کراہت کی تفصیل دوسرے دلائل سے ثابت ہے اور امر لیستعفف وجوب کے لئے ہے۔

حکم نہم کتابت مملوک واعانت او ☆ وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ (الی قولہ تعالی) مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ اور تمہارے مملوکوں میں سے (غلام ہوں یا لونڈیاں) جو مکاتب ہونے کے خواہاں ہوں (خواہ ابتداء خواہاں ہوں خواہ کتابت ابتداء مولیٰ کی جانب سے ہوئی ہو اور مملوکین نے اس کو قبول کر لیا ہو خواہاں ہونے کی یہ بھی ایک صورت ہے) تو (بہتر ہے کہ) اُن کو مکاتب بنا دیا کرو اگر اُن میں بہتری (کے آثار) پاؤ اور اللہ کے (دیئے ہوئے) اُس مال میں سے اُن کو بھی دو جو اللہ نے تم کو دے رکھا ہے (تاکہ جلدی آزاد ہو سکیں) **ف** : مکاتبت شرع میں ایک معاہدہ ہے درمیان آقا اور غلام کے آقا اُس سے یہ کہے کہ تو مجھ کو اس قدر مال کما کر دے دے تو تو آزاد ہے اور غلام قبول کر لے اس کا حکم یہ ہے کہ اگر کما کر دے دیا تو آزاد ہو جاوے گا اور اگر کما کر نہ دے سکا سو اگر خود کہہ دیا کہ میں دینے سے عاجز ہوں اور کتابت فسخ کرتا ہوں تو فسخ ہو جاوے گی ورنہ حاکم سے درخواست کی جاوے گی اور وہ فسخ کر دے گا اور لفظ خیر میں یہ سب باتیں آ گئیں۔ کمانے کا سلیقہ بیہودہ خرچ نہ کر ڈالنا' آزاد ہو کر خلق کو تکلیف نہ پہنچانا۔ ورنہ پہلی صورت میں خود دنیوی تکلیف اُٹھائے گا اور کبھی دوسروں سے مانگ کر اُن کو پریشان کرے گا۔ اور دوسری صورت میں مبتلائے معصیت بھی ہوگا اور تیسری صورت میں اوروں کو تکلیف دے گا تو ان حالتوں میں اس کا مقید اور ماتحت ہی رہنا ٹھیک ہے اور اگر قرائن سے خیر کا علم بمعنی ظن غالب ہو تو اس کا مکاتب بنا دینا مستحب ہے بشرطیکہ خیر مظنون ہو پس یہ امر ندب کے لئے ہے۔ کذا فی الھدایہ اور اگر خیر مظنون نہ ہو تو گو فی نفسہ مباح ہے کذا فی الھدایۃ حیث قال فالافضل ان لا یکاتبہ لیکن لغیرہ یعنی عارض کی وجہ سے مکروہ ہے کما فی الروح اور امر آتو ہم ندب کے لئے ہے اور مخاطب اس کے عام مسلمین ہیں یعنی اُن کو زکوٰۃ دے کر اعانت کرو کہ وہ بھی مصارف زکوٰۃ میں سے ایک مصرف ہے کذا فی الھدایۃ گو اس مکاتب کا مولیٰ غنی ہو تب بھی اُس کو زکوٰۃ دینا اور مولیٰ کا اُس کو لے لینا درست ہے کذا فی الھدایۃ لیکن بنی ہاشم کے مکاتب کو زکوٰۃ دینا بھی درست نہیں کذا فی الھدایۃ اسی طرح اپنے مکاتب کو زکوٰۃ دینا بھی درست نہیں کذا فی الھدایۃ یہ تو ایتائے حقیقی میں تفصیل ہے اور ایک ایتائے مجازی وحکمی ہے جس میں تملیک جو لغوی معنی اس لفظ کے ہیں متحقق نہیں بلکہ وہ حط اور ابراء ہے اور یہ خاص ہے آقا کے ساتھ یعنی بدل کتابت میں سے کچھ کم کر دے بعض روایات مرفوعہ سے یہ تفصیل بھی معلوم ہوتی ہے کذا فی الدر المنثور۔ پس یا تو آتوا میں سب کو مخاطب کہا جاوے اور ایتاء میں عموم مجاز لیا جاوے مثلاً عینو ہم جو ایتاء کے معنی حقیقی ومجازی دونوں کو شامل ہے اور یا تو آتوا میں خطاب صرف دوسرے ہی مسلمانوں کو ہو اور حدیث میں جو تفسیر وارد ہے وہ بناءً علی دلالۃ النص ہو یعنی جب آیت سے غیروں کو اعانت کی ترغیب ہے تو خود مولی کے ساتھ تو اُس کے زیادہ تعلقات ہیں اُس کو بھی کچھ اعانت کرنا بہتر ہے اور خیر کی تفسیر صرف حرفۃ کے ساتھ اور حط بدل کتابت کی تقدیر ربع کے ساتھ جو بعض احادیث مرفوعہ میں آئی ہے کما فی الدر المنثور وہ محمول تمثیل پر ہے نہ نفی ماعدا کے لئے۔

حکم دہم نہی اکراہ علی الزنا ☆ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ (الی قولہ تعالی) غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اور اپنی (مملوکہ) لونڈیوں کو زنا کرانے پر مجبور مت کرو (اور بالخصوص) جب وہ پاکدامن رہنا چاہیں۔ (اور پھر مجبور بھی محض ایک خسیس غرض کیلئے) یعنی محض اس لئے کہ دنیوی زندگی کا کچھ فائدہ (یعنی مال تم کو حاصل ہو

جاوے) اور جو شخص اُن کو مجبور کرے گا (اور وہ بچنا چاہیں گی) تو اللہ تعالیٰ اُن کے مجبور کئے جانے کے بعد (ان کے لئے) بخشنے والا مہربان ہے۔ **ف**: جاہلیت میں بعض لوگ اس بات کی کمائی کرتے تھے اور عبداللہ بن ابی منافق نے بھی اپنی دولونڈیوں کو اس پر مجبور کیا تھا اس پر یہ آیت نازل ہوئی اخرج الاول ابن مردویہ عن علی والثانی مسلم عن جابر کذا فی الروح اور اس آیت میں چند قیدیں ہیں ایک فتیات جس کے اصلی معنی ہیں جوان عورتیں پھر بمعنی مملوکات مستعمل ہونے لگا۔ دوسری اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا تیسری لِتَبْتَغُوْا یہ سب قیود بناءً علی الواقع ہیں یعنی جائز پر بوجہ غیر مرغوب فیہ ہونے کے اکراہ نہ کیا جاتا تھا اور اُن مکرہات نے اس سے بچنا چاہا تھا چنانچہ مسلم کی روایت میں ہے کہ اُن لونڈیوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی تھی اور ان مکرہین کی غرض اکتساب مال ہوا کرتا تھا ورنہ اگر یہ قیود بھی نہ ہوں تب بھی یہ اکراہ جائز نہیں بلکہ یہ بات کہنا ہی جائز نہیں گو بلا اکراہ ہو پس اس تقریر سے سب شبہات دفع ہو گئے اور جس اکراہ سے مکروہات پر مواخذہ نہیں وہ وہ ہے جس میں اتلاف عضو کا خوف ہو اُس کو اکراہ ملجی کہتے ہیں اور چونکہ فی نفسہٖ زنا موجب معصیت ہے گو عارض کی وجہ سے معصیت نہ رہا اس لئے غفور کا استعمال فرمایا ہے ورنہ مغفرت سے شبہ معصیت کا ہوتا ہے سو یہ بلحاظ اُس کے ذاتی اثر کے ہے۔

فائدہ متعلقہ جمیع احکام عشرۂ مذکورہ ☆ حکم اول میں زنا کی تقبیح ہے۔ حکم دوم میں بھی اُسی کی تقویت و تائید ہے۔ حکم سوم میں نسبت الی الزنا کی تقبیح ہے۔ حکم چہارم میں بھی اسی نسبت کے محل خاص کے اعتبار سے بعض احکام ہیں۔ قصہ میں بوجہ رفعت منسوب الیہ کے اس نسبت کی نہایت ہی تشنیع ہے۔ حکم پنجم و ششم میں انسداد مخالطۃ بین الرجال والنساء کا ہے جو کہ مقدمات زناء سے ہے۔ حکم ہفتم و ہشتم میں نکاح کا امر ہے جو کہ مانع ہے زنا سے۔ حکم نہم گو ظاہراً اس باب سے جدا ہے اور استطراداً الذکر حقوق العباد والاماء مذکور ہو گیا ہے لیکن تامل سے اس طور پر اُسی باب کے متعلق معلوم ہوتا ہے کہ خیر کے عموم میں انتفائے آوارگی بھی داخل ہے۔ پس جس میں ایسا احتمال ہو اُس کے لئے غلام رہنا موجب انسداد زنا ہے اور جس میں یہ احتمال نہ ہو اُس کے لئے اعتاق موجب انسداد زناء ہے کیونکہ بعض اوقات موالی اپنے مصالح خدمت کے خیال سے عبید کا نکاح نہیں کیا کرتے اور حکم دہم میں صریحاً انسداد ہے زنا کا پس سب احکام میں مابہ الارتباط تحصیل تحصن وکف عن الفواحش ہے جیسا تمہید میں بھی اجمالاً اس طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قوله فی منکم** احرار بقرینة المقابلة وبقرینة تفویض الانکاح الیهم ولا تفویض الی العبد۱۲۔ ۲؎ **قوله فی الصالحین** لائق کذا فی الکبیر فی الوجه الثالث۱۲۔ ۳؎ **قوله فی ف** یہ امر ندب قال فی الهدایة وهذا لیس امر ایجاب باجماع بین الفقهاء وانما هو امر ندب هو الصحیح ففی الحمل علی الباحة الغاء الشرط اذ هو مباح بدونه اما الندبیة فمعلقة به آه۔ ای بالشرط۱۲ وفی النیسابوری ذهب اکثر العلماء منهم ابن عباسؓ والحسن والشعبی ومالك وابو حنیفة والشافعی والثوری الی انه ندب (الی ان قال) ولان طلب الکتابة کطلب بیعه فمن یعتقه فی ا لکفارة فلا یجب الاجابة۱۲۔ ۴؎ **قوله قبل غفور** ان کے لئے اشارة الی الرابط۱۲۔

الروایات: فی الروح اخرج ابن السکن فی معرفة الصحابة عن عبدالله بن صبیح قال کنت مملوکا لهو یطب بن عبد العزی فسالته الکتابة فابی فنزلت والذین یبتغون الخ۱۲۔

فائدہ: ذهب بعض السلف الی ابتغاء الغنی بالنکاح ففهموا من الآیة الترتب وتوجیهه ان الترتب عادی غالبی لان کلمة ان لا عموم لها وسببه مزید اهتمامه فی الکسب والجد التام فی السعی حیث ابتلی من تلزمه نفقتها شرعاً وعرفاً وینضم الیٰ ذلك مساعدة المرأة له واعانتها ایاه علی امر دیناه وهذا کثیر فی العرب واهل القریٰ او ورد فی هذا الباب بعض الاحادیث المرفوعة ففی تاریخ الخطیب امر صلی الله علیه وسلم رجلا یشکوا الیه الفاقة ان یتزوج واخرج الدیلمی والثعلبی قوله علیه السلام التمسوا الرزق بالنکاح وهذا ان الحدیثان لا تصریح فیهما علی ارادة الترتب بالآیة لانه صلی الله علیه السلام اخبر فی حدیث اخرجه عبدالرزاق واحمد والترمذی وصححه والنسائی وابن ماجة وابن حبان والحاکم وصححه والبیهقی فی سنة ان ثلثة حق علی الله عونهم ومنهم الناکح یرید العفاف فیمکن ان یکون هذا الاخبار عن وحی غیر متلو وبناء علیه امر الرّجل بالنکاح حیث علم انه یرید العفاف وامر ایضاً بالتماس الرزق بالنکاح بهذا الشرط بعینه فلا نص فیهما علی التفسیر ما ان بعض من یرید العفاف لا یحصل له الغنی فجوابه ان معنی امثال هذه الاحادیث بیان تاثیر بعض الاعمال فی نفسهٖ و ظاهر ان الآثار انما تترتب علی المؤثر اذا اجتمع الشرائط وارتفع الموانع هاسرها وایضاً یمکن ان یکون الامر بالنکاح وبالالتماس بطریق النکاح مع الغنیة کعادة ذلك الزمان وما ورد من تزوج امرأة لغرها لم یزده الله الاذلا ومن تزوجها لما لها لم یزده الله تعالیٰ الا فقرا فحمول علی ما اذا کان المال مقصودا اصلیا ولا یلتقت الی دینها واما اذا لم یکن المال مقصودا اصلیا بل مرجحا لواحدة من ذوات الدین تبعا فلا بأس له بهذا الحدیث ونظیر هذا ان الجمال لا

ينبغي ان يجعل مرجحا اصليا لقوله عليه الصلوة والسلام تنكح المرأة لاربع لما لها ولحسبها ولجمالها ولدينها فاظفر بذات الدين تربت يداك ولكن مع هذا روى مسلم عن ابى هريرة قال جاء رجل الى النبى صلى الله عليه وسلم فقال انى تزوجت امرأة من الانصار قال فانظر اليها فان فى اعين الانصار شيئا فعلم ان الترجيح للجمال لا بأس به اذا لم يكن الجمال مقصودا اصليا ۱۲۔

اللغات: قوله الا يامٰى مقلوب ايايم جمع ايم لان فيعل لا يجمع على فعال اى ان اصله ذلك فقدمت الميم وفتحت للتخفيف فقلبت الياء الفالتحركها وانفتاح ما قبلهما وهو كل ذكر لا انثٰى معه و كل انثى لا ذكر معها بكرا او ثيبا وقيل الثيب لانه صلى الله عليه وسلم قابلها بالبكر فى قوله الايم احق بنفسها والبكر الخ وفيه انه يجوز ان يكون ذلك لقرينة اللقابلة ۱۲۔قوله ان اردن اثر ان على اذا مع تيقن وجود الارادة اشارة الى ان هذه الارادة لو احتملت كان مؤثرا فى المنع فكيف اذا تيقن وتقييد النهى عن الاكراه بقوله ان اردن قيل ليس شرطا للنهى بل للاكراه فانه لا يوجد دونه وان جعل شرطا للنهى لم يلزم من عدمه جوازا لاكراه جوز ان يكون ارتفاع النهى بامتناع المنهى عنه قاله البيضاوى اى لان النهى انما يتصور اذا امكن المنهى عنه وقد امتنع فلا حاجة الى النهى لان المنهى عنه صار مباحا اقول وهو حسن لكن احسن منه ما فى الروح ان الاكراه يتصور ولو لم يردن التحصن ويكون الاكراه بسبب كراهتهن الزنا لخصوص الزانى او لخصوص الزمان او لخصوص المكان او لغير ذلك من الامور المصححة للاكراه فى الجملة فالا سهل ان يقال انه للمحافظة على عادة من نزلت فيهم فافهم ۱۲۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِىْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّىٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِىْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۳۵﴾ فِىْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ ۙ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴿۳۶﴾ رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ﴿۳۷﴾ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ؕ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۳۹﴾ اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِىْ بَحْرٍ لُّجِّىٍّ يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ﴿۴۰﴾ ع ۵ ۶ ۱۱

اللہ تعالیٰ نور (ہدایت) دینے والا ہے آسمانوں کا اور زمین کا اس کے نور (ہدایت) کی حالت عجیبہ ایسی ہے جیسے (فرض کرو) ایک طاق ہے (اور) اس میں ایک چراغ ہے اور وہ چراغ ایک قندیل میں ہے اور وہ قندیل طاق میں رکھا ہے اور وہ قندیل ایسا (صاف شفاف) ہے جیسے ایک چمکدار ستارہ ہو (اور) وہ چراغ ایک نہایت مفید درخت (کے تیل) سے روشن کیا جاتا ہے کہ وہ زیتون کا (درخت) ہے جو (کسی آڑ کے) نہ پورب رخ ہے اور نہ پچھم رخ ہے اس کا تیل (اس قدر صاف اور) سلگنے والا ہے کہ اگر اس کو آگ بھی نہ چھوئے تاہم ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خود بخود جل اٹھے گا اور جب آگ بھی لگ گئی تب تو نور علیٰ نور ہے اور اللہ اپنے (اس نور ہدایت) تک جس کو چاہتا ہے راہ دے دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ لوگوں (کی ہدایت) کے لئے (یہ) مثالیں بیان فرماتا ہے اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ وہ ایسے گھروں میں (عبادت کرتے) ہیں جن کی نسبت اللہ نے حکم دیا ہے کہ ان کا ادب کیا جائے اور ان میں اللہ کا نام لیا جائے ان میں ایسے لوگ صبح و شام اللہ کی پاکی (نمازوں میں) بیان کرتے ہیں جن کو اللہ کی یاد سے اور (بالخصوص) نماز پڑھنے سے اور زکوٰۃ دینے سے نہ خرید غفلت میں ڈالنے پاتی ہے اور نہ فروخت (اور) وہ ایسے دن (کی دار و گیر) سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں الٹ جائیں گی انجام ان لوگوں کا یہ ہوگا کہ اللہ ان کو ان کے اعمال کا بہت ہی اچھا بدلہ دے گا (یعنی جنت) اور (علاوہ جزا کے) ان کو اپنے فضل سے اور بھی زیادہ دے گا اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہے بے شمار دے دیتا ہے اور جو لوگ کافر ہیں ان کے اعمال ایسے ہیں جیسے ایک چٹیل میدان میں چمکتا ہوا ریت کہ پیاسا (آدمی) اس کو (دور سے) پانی خیال کرتا ہے یہاں تک کہ جب اس کے پاس آیا تو اس کو (جو سمجھ رکھا تھا) کچھ بھی نہ پایا اور قضاء الٰہی کو پایا سو اللہ تعالیٰ نے اس (کی عمر) کا

حساب اس کو برابر سرابر چکا دیا (یعنی عمر کا خاتمہ کر دیا) اور اللہ تعالیٰ دم بھر میں حساب (فیصلہ کر دیتا ہے یا وہ ایسے ہیں جیسے بڑے گہرے سمندر میں اندرونی اندھیرے کہ اس کو ایک بڑی لہر نے ڈھنک لیا ہو اس (لہر) کے اوپر دوسری لہر اس کے اوپر بادل (ہے غرض) اوپر تلے بہت سے اندھیرے ہی اندھیرے ہیں کہ اگر (کوئی ایسی حالت میں) اپنا ہاتھ نکالے اور دیکھنا چاہے تو دیکھنے کا احتمال بھی نہیں اور جس کو اللہ ہی نور (ہدایت) نہ اس کو (کہیں سے بھی) نور نہیں (میسر ہو سکتا)۔

تفسیر ربط: اس سورت میں کئی قسم کے مضامین مذکور ہوئے ہیں۔ اول احکام جن میں سے عملیات تو زیادہ اوپر مذکور ہوئے ہیں اور کچھ آگے آتے ہیں اور علمیات کچھ اوپر مذکور ہوئے ہیں مثل بعض احوال معاد شہادت جوارح وعذاب عظیم گو قصہ افک کے تبعاً ہی سہی اور زیادہ آگے آتے ہیں مثل تفصیل توحید دوم بعض قصص جیسا اوپر قصہ افک آیا ہے۔ سوم موعظت یعنی ترغیب وترہیب یہ اوپر بھی آیا ہے اور آگے آیت آئندہ میں بھی آوے گا بلکہ مجموعہ قرآن ان ہی مضامین سے مشحون ہے پس ان مضامین کو بیان کر کے آگے اس سورت کے یا بقول بعض تمام قرآن کے نزول پر اپنا امتنان بندوں پر بیان فرماتے ہیں۔

امتنان بنزول ہدایت نامہ ☆ وَ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ (الی قولہ تعالی) وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۴﴾ اور ہم نے (تم لوگوں کی ہدایت کے واسطے اس سورت میں یا قرآن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے) تمہارے پاس کھلے کھلے احکام (علمیہ وعملیہ) بھیجے ہیں اور جو لوگ تم سے پہلے گزرے ہیں اُن کی (یا اُن کی سی) بعض حکایات اور خدا سے ڈرنے والوں کے لئے نصیحت کی باتیں (بھیجی ہیں)۔ **ف**: اگر قرآن مراد ہے تب تو اُس کا اشتمال قصص سابقہ پر ظاہر ہے اور اگر یہی سورت مراد ہے تو توجیہ کلام کی بحذف مضاف ہے یعنی مثلاً من جنس امثال الذین الخ جس کا ترجمہ بندہ نے بین القوسین یہ کیا ہے کہ اُن کی سی مراد اس سے قصہ عائشہؓ کا ہوگا کہ مشابہ قصہ حضرت یوسف علیہ السلام وحضرت مریم علیہا السلام کے ہے کہ اُن حضرات کو بھی تہمت لگائی گئی تھی۔ اور احکام اور ترغیب و ترہیب پر اشتمال قرآن کا اور سورت کا دونوں امر ظاہر ہیں۔ ربط: اوپر اور اسی طرح آگے بھی مضامین ہدایت آگئیں ارشاد فرمائے ہیں اور آیت سابقہ لقد انزلنا الخ میں تمام سورت یا تمام قرآن بلکہ عند التامل تمام ترو حی کا (متلو یا غیر متلو جلی ہو یا خفی ہو لان جمیعه منزل من الله معنی و حکما فشمل الادلة الاربعة للشرع موجب ہدایت ہونا اجمالاً بیان فرمایا ہے چونکہ بعض اُس کو قبول کر کے مہتدی ہوتے ہیں اور بعضے قبول نہ کرنے سے ضال رہتے ہیں اس لئے آگے آیت نور میں توضیح وتمکین فی الذہن کے لئے ہدایت اور ضلالت کی مثال اور اہل ہدایت واہل ضلالت کا حال اور مآل بیان فرماتے ہیں۔

آیت نور در تمثیل ہدایت و فجور و تفصیل حال مؤمن و کفور: اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (الی قولہ تعالی) وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ﴿۴۰﴾ اللہ نور (ہدایت) دینے والا ہے آسمانوں (میں رہنے والوں) کا اور زمین (میں رہنے والوں) کا (یعنی اہل آسمان و زمین میں جن کو ہدایت ہوئی ہے ان سب کو اللہ ہی نے ہدایت دی ہے اور مراد آسمان و زمین سے کل عالم ہے پس جو مخلوقات آسمانوں و زمین سے باہر ہے وہ بھی داخل ہوگئی جیسے حملۃ العرش) اُس کے نور (ہدایت کی حالت عجیبہ ایسی ہے جیسے (فرض کرو) ایک طاق ہے (اور) اُس میں ایک چراغ (رکھا) ہے (اور) وہ چراغ (خود طاق میں نہیں رکھا بلکہ) ایک قندیل میں ہے (اور قندیل طاق میں رکھا ہے اور) وہ قندیل ایسا (صاف شفاف) ہے جیسا ایک چمک دار ستارہ ہو (اور) وہ چراغ ایک نہایت مفید درخت (کے تیل) سے روشن کیا جاتا ہے کہ وہ زیتون (کا درخت) ہے جو (کسی آڑ کے) نہ پورب رخ ہے اور نہ (کسی آڑ کے) پچھم رخ ہے (یعنی نہ اُس کی جانب مشرقی میں کسی درخت یا پہاڑ کی آڑ ہے کہ اول نہار میں اس پر دھوپ نہ پڑے اور نہ اس کی جانب غربی میں کوئی آڑ ہے کہ آخر نہار میں اس پر دھوپ نہ پڑے بلکہ کھلے میدان میں ہے جہاں تمام دن دھوپ رہتی ہے ایسے درخت کا روغن بہت لطیف اور صاف اور روشن ہوتا ہے اور) اس کا تیل (اس قدر صاف اور سلگنے والا ہے کہ) اگر اس کو آگ بھی نہ چھوئے تاہم ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خود بخود جل اُٹھے گا (اور جب آگ بھی لگ گئی تب تو) نور علیٰ نور ہے (یعنی ایک تو اس میں خود قابلیت نور کی اعلیٰ درجہ کی تھی پھر اوپر سے فاعل یعنی نار کے ساتھ اجتماع ہوگیا اور پھر اجتماع بھی ان کیفیات کے ساتھ کہ چراغ قندیل میں رکھا ہو جس سے بالمشاہدہ چمک بڑھ جاتی ہے۔ اور پھر وہ ایسے طاق میں رکھا ہو جو ایک طرف سے بند ہے ایسے موقع پر شعاعیں ایک جگہ سمٹ کر بہت تیز روشنی ہوتی ہے اور پھر تیل بھی زیتون کا جو مزید اشتراق وقلت دخان میں مشہور ہے تو اس قدر تیز روشنی ہوگئی جیسے بہت سے روشنیاں جمع ہوگئی ہوں اس کو نور علیٰ نور فرمایا۔ یہاں مثال ختم ہو گئی۔ پس اسی طرح مؤمن کے قلب میں اللہ تعالیٰ جب نور ہدایت ڈالتا ہے تو روز بروز اس کا انشراح قبول حق کے لئے بڑھتا چلا جاتا ہے اور ہر وقت احکام پر عمل کرنے کے لئے تیار رہتا ہے گو بالفعل بعض احکام کا علم بھی نہ ہوا ہو کیونکہ علم تدریجاً حاصل ہوتا ہے جیسا وہ تیل قبل مس نار اشتعال کے لئے مستعد تھا اور جب اس کو علم حاصل ہوتا ہے تو نور عمل یعنی عزم علی العمل کے ساتھ جو کہ ایک حال رفیع ہے نور علم بھی منضم ہو جاتا ہے جس سے وہ فوراً ہی قبول کر لیتا ہے پس عمل وعلم جمع ہو کر نور علیٰ نور صادق آجاتا ہے اور یہ نہیں ہوتا کہ علم احکام کے بعد اس کو کچھ تامل وتردد ہو کہ اگر موافق نفس کے پایا تو قبول کر لیا ورنہ رد کر دیا۔ اس انشراح اور نور کو دوسری آیت میں بیان فرمایا ہے: اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ [الزمر: ۲۲] اور ایک جگہ فرمایا ہے فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ [الأنعام: ۱۲۶] یہ تقریر تشبیہ کی ہے اور مشبہ بہ مذکور سے زیادہ نورانی چیز سے تشبیہ اس لئے نہیں دی کہ یہ مشبہ بہ مالوف اور معتاد اور ہر

وقت مستعمل ہونے کی وجہ سے زیادہ حاضر فی الذہن اور اکثر مخاطبین کے جاننے کی وجہ سے قریب الفہم تھا دوسرے مشبہ بہ میں یہ بات نہیں اور مشبہ بہ میں بڑی بات اوضح ہونا ہے گو اقوی نہ ہو غرض نور ہدایت الٰہیہ کی یہ مثال ہے اور) اللہ تعالیٰ اپنے (اس) نور (ہدایت) تک جس کو چاہتا ہے راہ دے دیتا ہے (اور پہنچا دیتا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ کفار بوجہ عدم تعلق مشیت کے معذور ہیں بلکہ مقصود امتنان ہے اہل ہدایت پر کہ اللہ کا احسان مانیں اسی کی توفیق سے ہدایت پائی ہے نیز اشارہ ہے اس طرف کہ حق تعالیٰ سے ہدایت کے ملتجی رہیں اپنی سعی کو مدار کار نہ سمجھیں) اور (ہدایت کی جو یہ مثال دی گئی اسی طرح قرآن میں بہت سی مثالیں بیان کی گئی ہیں تو اس سے بھی لوگوں کی ہدایت ہی مقصود ہے اسی لئے) اللہ تعالیٰ لوگوں (کی ہدایت) کے لئے (یہ) مثالیں بیان فرماتا ہے (تاکہ مضامین معقولہ مثل امور محسوسہ کے قریب الی الفہم ہو جاویں) اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے (اس لئے جو مثال افادہ مقصود کے لئے کافی اور جس میں اغراض مثال کے پورے مرعی ہوں اسی کو اختیار کرتا ہے مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ مثالیں بیان کرتا ہے اور وہ مثال نہایت مناسب ہوتی ہے تاکہ خوب ہدایت ہو اور یہ ہدایت جو ضرب الامثال پر مرتب ہے عامہ ہے اور **یھدی اللہ** میں ہدایت خاصہ ہے اسی لئے وہاں **من یشاء** کے ساتھ متعلق ہے اور یہاں جمیع ناس کے لئے پس باہم تعارض نہیں یہ تو بیان ہوا ہدایت اور اس کے تعلق کا محل مشیت کے ساتھ آگے اہل ہدایت کا حال بیان فرماتے ہیں کہ) وہ ایسے گھروں میں (جا کر عبادت کرتے) ہیں جن کی نسبت اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ان کا ادب کیا جاوے اور ان میں اللہ کا نام لیا جاوے (مراد ان گھروں سے مسجدیں ہیں اور ان کا ادب یہ کہ ان میں جنبی وحائض داخل نہ ہو اور ان میں کوئی نجس چیز داخل نہ کی جاوے وہاں غل نہ مچایا جاوے دنیا کے کام اور باتیں کرنے کے لئے وہاں نہ بیٹھیں بدبو کی چیز کھا کر ان میں نہ جاویں وغیر ذلک غرض) ان (مسجدوں) میں ایسے لوگ صبح وشام اللہ کی پاکی (نمازوں میں) بیان کرتے ہیں (یعنی پانچوں نمازیں ادا کرتے ہیں صبح کی نماز غدو میں آ گئی اور چار نمازیں آصال میں آ گئیں کیونکہ آصال کہتے ہیں آفتاب ڈھلنے سے لے کر تمام رات تک) جن کو اللہ کی یاد (یعنی بجا آوری احکام) سے (جس وقت کے متعلق جو حکم ہو) اور (بالخصوص) نماز پڑھنے سے اور زکوٰۃ دینے سے (کہ یہ احکام فرعیہ میں سب سے معظم ہیں) نہ خرید غفلت میں ڈالنے پاتی ہے اور نہ فروخت (اور باوجود امتثال اوامر کے ان کی یہ حالت ہے کہ وہ ایسے دن (کی دار و گیر) سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں بہت سے دل اور بہت سے آنکھیں الٹ جاویں گی (جیسا دوسری آیت میں ہے: **یوتون ما اتوا وقلوبھم انھم الی ربھم راجعون**۔ اور مقصود اس سے اہل نور ہدایت کے اوصاف واعمال کا بیان فرمانا ہے اور آگے مآل کا ذکر ہے کہ) انجام (ان لوگوں کا) یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے اعمال کا بہت ہی اچھا بدلہ دے گا (یعنی جنت) اور (علاوہ جزا کے) ان کو اپنے فضل سے اور بھی زیادہ دے گا (جزا وہ جس کا وعدہ مفصل ہے اور زیادہ وہ جس کا مفصل وعدہ نہیں گو ایسے ہی مجمل عنوانوں سے ہوا ہو جیسے **یزیدھم** یا **للذین احسنوا الحسنیٰ وزیادۃ**) اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہے بیشمار (یعنی بہ کثرت سے) دے دیتا ہے (پس ان لوگوں کو جنت میں اسی طرح بے شمار دے گا اور مساجد کی قید رجال کے اعتبار سے ہے اور نساء کے لئے صرف مدار یہ اعمال ہیں اور حدیث سے ان کی نماز کے لئے گھروں کا افضل ہونا ثابت ہے وہی بجائے مسجد کے ہیں یہاں تک تو ہدایت اور اہل ہدایت کا بیان تھا آگے ضلالت اور اہل ضلالت کا ذکر ہے یعنی اور جو لوگ کافر (اور اہل ضلال اور نور ہدایت سے دور) ہیں ان کے اعمال (بوجہ کافروں کی دو قسمیں ہونے کے دو مثالوں کے مشابہ ہیں کیونکہ ایک قسم تو وہ کفار ہیں جو معاد کے قائل ہیں اور اپنے بعض اعمال پر یعنی جو بزعم ان کے حسنات ہیں توقع جزائے آخرت کی رکھتے ہیں اور دوسری قسم وہ کفار ہیں جو معاد ہی کے منکر ہیں پس قسم اول کفار کے اعمال تو) ایسے ہیں جیسے ایک چٹیل میدان میں چمکتی ہوئی ریت کہ پیاسا (آدمی) اس کو (دور سے) پانی خیال کرتا ہے (اور اس کی طرف دوڑتا ہے) یہاں تک کہ جب اس کے پاس آیا تو اس کو (جو سمجھ رکھا تھا) کچھ بھی نہ پایا اور (غایت پیاس پھر نہایت یاس سے جو جسمانی اور روحانی صدمہ پہنچا اور اس سے تڑپ تڑپ کر مر گیا تو یوں کہنا چاہئے کہ بجائے پانی کے) قضاء الٰہی کو پایا سو اللہ تعالیٰ نے اس (کی عمر) کا حساب اس کو برابر سرابر چکا دیا (اور بیباق کر دیا یعنی عمر کا خاتمہ کر دیا) اور اللہ تعالیٰ (جس چیز کی میعاد آ جاتی ہے اس کا) دم بھر میں حساب (فیصل) کر دیتا ہے (اس کو کچھ بکھیڑا نہیں کرنا پڑتا کہ دیر لگے اور میعاد سے کچھ بھی توقف ہو جاوے پس یہ مضمون ایسا ہے جیسا دوسری جگہ ارشاد ہے: اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ [نوح: ٤] وقولہ: وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا [المنافقون: ١١] حاصل اس مثال کا یہ ہوا کہ جیسے یہ پیاسا ریت کو ظاہری چمک سے پانی سمجھا اسی طرح یہ کافر اپنے اعمال کو ظاہر صورت سے مقبول اور حسن اور مثمر نفع آخرت سمجھا اور جیسا وہ پانی نہیں اسی طرح یہ اعمال بوجہ فقدان شرط قبول یعنی ایمان کے مقبول اور نافع نہیں ہیں اور جیسا وہاں جا کر اس پیاسے کو حقیقت معلوم ہوئی اسی طرح اس کو آخرت میں پہنچ کر حقیقت معلوم ہوگی اور جس طرح یہ پیاسا اپنی توقع کے غلط ہونے سے متحسر اور خائب ہو کر مر گیا اسی طرح یہ کافر بھی اپنی توقع کے غلط ہونے سے مخسر ہو گیا اور ہلاکت ابدی یعنی عقاب جہنم میں مبتلا ہوگا ایک قسم کی مثال تو یہ ہوئی آگے دوسری قسم کے کافروں کے اعمال کی مثال ہے یعنی) یا وہ (اعمال باعتبار خصوصیت قسم دوم کے) ایسے ہیں جیسے بڑے گہرے سمندر کے اندرونی اندھیرے (جن کا سبب غایت قعر ہے اور پھر یہ) کہ اس (سمندر کے اصلی سطح) کو ایک بڑی لہر نے ڈھانک لیا ہو (پھر وہ لہر بھی اکیلی نہیں بلکہ) اس (لہر) کے اوپر دوسری لہر (ہو پھر) اس کے اوپر بادل (ہو جس سے

ستارہ وغیرہ کی روشنی بھی نہ پہنچتی ہو غرض) او پر تلے بہت سے اندھیرے (ہی اندھیرے) ہیں کہ اگر ایسی حالت میں کوئی آدمی دریا کی تہہ میں) اپنا ہاتھ نکالے (اور اس کو دیکھنا چاہے) تو (دیکھنا تو درکنار) دیکھنے کا احتمال بھی نہیں (اس مثال کا حاصل یہ ہے کہ یہاں بوجہ انکار معاد کے وہمی نور بھی نہیں بلکہ واقعی ظلمت بھی ہے کہ اس کے اعمال اس کو نافع نہیں اور خیالی ظلمت بھی کہ خود بھی ان اعمال کے غیر نافع ہونے کا اعتقاد اور اعتراف کر رہا ہے گو مبنی اس کا انکار معاد ہی ہو بہر حال اس شخص کے پاس اپنے اعمال کے باب میں کوئی معتد بہ دل خوش کن بات نہیں جیسا مشبہ بہ میں ظلمت ہی ظلمت ہے کہ اول تو دریا گہرا کہ اس کے قعر میں اندھیرا ہوتا ہی ہے پھر جب امواج کا تلاطم ہو تو اور اندھیرا بڑھے گا پھر اوپر سے بادل۔ گھٹا بھی ہو تو اندھیرے کا کچھ ٹھکانا ہی نہ رہے گا خصوصاً اس شخص کے لئے جو دریا کی بھی تہ میں ہو ہاتھ کی تخصیص اس لئے کہ اول تو انسان سے خود بہت نزدیک ہے پھر جتنا نزدیک کرنا چاہو نزدیک ہو سکتا ہے یہ بات دوسرے اعضاء میں نہیں جب یہی نظر نہ آیا تو دوسری چیز تو بدرجہ اولیٰ نظر نہ آوے گی اور اس جملہ سے ظلمت کا نقشہ پیش کرنا مقصود ہے مطلب یہ کہ جیسا مشبہ بہ میں ظلمت ہی ظلمت ہے اور اس مشبہ بہ میں لیل کی قید نہیں ہے کیونکہ اس مجموعہ مفروضہ میں تو نہار بھی لیل ہی ہوگا اور اگر اس قرینہ سے کہ مقصود بیان ہے شدت ظلمت کا لیل کی قید بھی معتبر کر لی جاوے تو ممکن ہے اور مراد ان اعمال سے وہ اعمال ہیں جن کو یہ عاملین خیر سمجھتے ہیں کیونکہ احتمال ثمرۂ مطلوبہ کا انہی میں ہو سکتا ہے نیز ذکر مؤمنین میں بھی اعمال حسنہ ہی کا ذکر تھا پس یہ بھی قرینہ ہے کہ ہر فریق کے ایک ہی جنس کے اعمال کا بیان ہو کہ موازنہ پورا معلوم ہو اور اعمال شر میں تو نفی نفع پر سب کا اتفاق ہے اور اس فریق اخیر کے اعمال میں جو ثمرہ کو معتد بہ کے ساتھ مقید کیا گیا وجہ اس کی یہ ہے کہ ایسے لوگ بھی دنیا میں ترقی مال و جاہ کی غرض سے ایسے اعمال کیا کرتے ہیں لیکن وہ بوجہ اعتراف فنا کے معتد بہ نہیں) اور (آگے تذییل میں اعمال کفار کے ایسے مظلم ہونے کی وجہ فرماتے ہیں یعنی) جس کو اللہ ہی نور (ہدایت) نہ دے اس کو (کہیں سے بھی) نور نہیں (میسر ہو سکتا پس ان لوگوں کو چاہئے تھا کہ اتباع احکام الٰہیہ کا ارادہ کرتے تو اللہ تعالیٰ حسب عادت کہ عزم کے بعد فعل پیدا کر دیتا ہے ان کو نور ہدایت دیتا مگر انہوں نے اعراض کیا تو تاریکیوں میں رہ گئے کہیں سے بھی سہارا نہ لگا)۔ **ف**: تشبیہ نور ہدایت کی تقریر کے اخیر میں جو احقر نے کہا ہے کہ مشبہ بہ کا اقویٰ ہونا ضرور نہیں اس کو مدارک میں اس طرح تعبیر کیا ہے **ضرب المثل یکون بدنی محسوس معهود لا بعلی غیر معاین ولا معهود** اور اس کے مناسب ایک دلچسپ حکایت لکھی ہے کہ جب ابوتمام نے مامون الرشید کی مدح میں یہ شعر پڑھا **اقدام عمرو فی سماحة حاتم۔ فی حلم احنف فی ذکاء ایاس۔** تو کسی نے اعتراض کیا کہ خلیفہ تو ان لوگوں سے بڑھ کر ہیں جن کے ساتھ تم نے مثال دی ہے ابوتمام نے فی البدیہہ جواب میں کہا **لا تنکروا ضربی له من دونه۔ مثلا شرودا فی الندی والباس۔ فالله قد ضرب الاقل لنوره۔ مثلا من المشکوة والنبراس** آہ اوپر نور ہدایت اور ظلمت ضلالت کا بیان تھا اور اس سے اوپر متعدد احکام عملیہ کا ذکر تھا آگے دلائل توحید والوہیت کا ذکر ہے جو کہ احکام علیہ سے ہے اولوہیت بمعنی معبودیت کو اگر اعتقاد و عمل کے لئے عام لیا جاوے تو احکام عملیہ سے بھی اس میں تعرض ہوگا جیسا **یسبح** الآیہ سے یہ ہی مقصود معلوم ہوتا ہے کہ اور مخلوقات تو اس کی عبادت ارادیہ کریں گو بعض ہی سہی اور انسان نہ کرے **خبیر علیم بما یفعلون** میں وعید کی طرف اشارہ ہے اور ان سب احکام علمیہ و عملیہ کے قبول و عدم قبول کا ہدایت و ضلالت ہونا ظاہر ہے۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ امام غزالی نے نور کی تفسیر ظاہر بنفسہٖ و مظہر لغیرہٖ سے کر کے اس کا مصداق وجود کو ٹھہرایا ہے تو نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ کے معنی وجود السموات والارض ہوئے اور حاصل مسئلہ وحدۃ الوجود کا یہی ہے۔ قولہ تعالیٰ: مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ الخ مشکوٰۃ اشارہ مؤمن مخلص کے جوف کی طرف اور زجاجہ قلب کی طرف اور مصباح نور قلب کی طرف اور شجرہ زیتونہ وحی و قرآن کی طرف جس سے قلب منور ہے اور جو کہ باعتبار اصل کے عالم غیب میں سے ہونے کے سبب مقید بالجہت نہیں اور وہ غایت وضوح سے بدون ایضاح ظاہر ہوا چاہتا ہے اور ایضاح سے اور زیادہ واضح ہو جاتا ہے۔ قولہ تعالیٰ: فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ الخ بقول ابوحیان بیوت عام ہے مساجد اور مدارس اور خانقاہوں کو اور رفع سے مراد ان کی تعظیم قدر پس اس بناء پر اس میں خانقاہوں کی فضیلت ہے جو ذکر کے لئے ہے جو ذکر کے لئے موضوع ہیں اور ان کی تعظیم قدر یہ ہے کہ اُن کا حق ادا کیا جاوے یعنی جس غرض کے لئے وہ موضوع ہیں وہ عمل میں لائی جاوے۔ قولہ تعالیٰ: رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ الخ یہ اصل ہے بلکہ یاداشت و خلوت در انجمن کی۔ قولہ تعالیٰ: اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيْعَةٍ الخ یہی حالت ہے مغرورین طریق کی کہ اپنے اعمال کو حقائق سمجھتے ہیں حالانکہ وہ محض خیالات ہیں جن کی حقیقت امتحان یا موت کے وقت معلوم ہو جاتی ہے۔ قولہ تعالیٰ: وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ الخ یہ اصل ہے اس کی کہ جس میں استعداد نہیں اس میں فعل نہیں۔

الروایات: **فی الدر المنثور بسنده عن ابن عباس مثل نوره الذی اعطاه المؤمن وعنه نور السموات والارض قال هادی اهل السموات والارض و عنه نور علی نور یعنی بذلك ایمان العبد و عمله۔ وعن قتادة فی قوله لا شرقیة ولا غربیة قال لا یفی علیها ظل شرقی ولا غربی کنا نتحدث انها ضاحیة الشمس وهو اصفی الزیت واطیبه واعذبه وعن مجاهد نور علی نور قال النار علی الزیت**

جاورته رد عن ابن عباسؓ فی قوله لا شرقية قال شجرة لا يظلها كهف ولا جبل ولا يواريها شئ وهو اجود لزيتها وعن ابن عباس يقول كما يكاد الزيت الصافى يضئ قبل ان تمسه النار واذا امسته ازداد ضوء على ضوئه كذٰلك يكون قلب المؤمن يعمل بالهدى قبل ان ياتيه العلم فاذا اتاه العلم ازداد هدى ونور على نور وعن الحسن فى قوله (الى قوله تعالى) اذن الله ان ترفع يقول ان تعظم بذكره يسبح يصلى له فيها۔ وعن ابن عباس فى قوله كسراب الآية قال فلما اتاه لم يجده شيئا وقبض عند ذلك۱۲۔

فوائد مختلطه من ابواب شتی: روعى فيها ترتيب اجزاء الآية لا ترتيب الفنون ليكون ايسر للتلقى وهى باجمعها ماخوذة من الكبير والروح والخازن والمدارك والواردات القلبية۔ **الاولى قوله** نور السمٰوات هذا الحمل كزيد عدل اى ذو عدل اى هو ذو نور بمعنى منور وهادى۔ **الثانية** المراد بالنور الهدى۔ **الثالثة** السمٰوات بتقدير مضاف اى اهل السماوات۔ **الرابعة** المراد بالسمٰوات والارض جميع العالم لان المتقابلين يراد باطلاقهما عموم افراد جنسهما كما فى بكرة واصيل يراد به جميع الاوقات وتخصيصهما لكونهما مقر اكثر المامورين۔ **الخامسة** المثل القصة العجيبة الشان۔ **السادسة** مثل نوره الاضافة للافاضة۔ **السابعة** المشكٰوة الكوة لغير النافذة فى الجدار۔ **الثامنة** التقدير كنور مشكٰوة۔ **التاسعة** درى منسوب الى الدر اى مشابه له فى الصفا۔ **العاشرة** فى اعادة المصباح والزجاجة معرفين اثر سبقهما منكرين والاخبار عنهما بما بعدها مع انتظام الكلام بان يقال كمشكٰوة فيها مصباح فى زجاجة كانها كوكب درى من تفخيم شانهما ورفع مكانتهما بالتفسير اثر الابهام والتفصيل بعد الاجمال وباثبات ما بعدهما لهما بطريق الاخبار المنبئ عن القصد الاصلى دون الوصف المنبئ عن الاشارة الى الثبوت فى الجملة ما لا يخفى۔ **الحادية عشر** لم يشبه الزجاجة بالشمس ولا بالقمر لانهما وقت الانكساف يريان مظلمين بخلاف الكوكب فانه لا يرى وقت الانكساف واذا رؤى رؤى نور انيا مشرقيا۔ **الثانية عشر** يوقد صفة المصباح۔ **الثالثة عشر** من شجرة ابتدائية اى يبتدأ ايقاد المصباح من شجرة۔**الرابعة عشر** مبركة اى كثيرة المنافع لان الزيت يسرج به ويدهن به ويؤتدم به وايضا فيه منافع وبركات معنوية حض الشارع على تحصيلها۔ **الخامسة عشر** زيتونة بدل من شجرة۔ **السادسة عشر** فى ابهام الشجرة ثم تفسيرها بالزيتون من الفخامة ما لا يخفى۔ **السابعة عشر** لا شرقية صفة لزيتونة **الثامنة عشر** لا شرقية ولا غربية معناه ضاحية للشمس لا يظلها جبل ولا شجر لان المخاطة يفسد ثمرها **التاسعة عشر** يكاد صفة ثانية لزيتونة **العشرون** يكاد حفظ به صدق لكلام۔ **الحادية والعشرون** الزيت دهن الزيتون۔ **الثانية والعشرون** نور خبر مبتدأ مقدر اى هو۔ **الثالثة والعشرون** ثم التمثيل على قوله نور على نور وهذا التشبيه ليس من تشبيه الاجزاء بالاجزاء۔ **الرابعة والعشرون** يهدى الله لنوره الاظهار فى مقام الاضمار لزيادة تقريره وتاكيد فخامته الذاتية بفخامته المنافية الناشئة من اضافة الى ضميره عز وجل وان اشكل عليك ان النور اذا كان هو الهداية فمعنى الآية يهدى الله الى هدايته ولا يفهم له محصل فازحه بان النور هو الهداية بمعنى الايمان وآثار والهداية اليه التوفيق له فتغاير فافهم۔ **الخامسة والعشرون** قوله فى بيوت متعلق بمقدر اى يسبحون دل عليه ما سياتى يسبح الى رجال۔ **السادسة والعشرون** اذن اى امر والنكتة فى التعبير به الايذان بانهم كانهم منتظرون للامر من قبل ان يومروا وكانهم بصدد ان يعملوا لكنهم لا يعملون لاحتمال النهى فلما امروا كان كانهم اذنوا اى رفع عنهم احتمال النهى۔ **السابعة والعشرون** قوله ترفع اى تعظم او تبنى من قوله تعالىٰ اذ يرفع ابراهيم القواعد لا من الرفع بمعنى البنا الشامخ والمشيد۔ **الثامنة والعشرون** قوله يذكر هذا عام فى العبادات كلها وكذا ما سياتى من قوله عن ذكر الله **التاسعة والعشرون** قوله يسبح المراد به الصلٰوة۔ **الثلثون** التسبيح يتعدى بنفسه وباللام **الحادية والثلثون** فى قراءة يسبح مبنيا للمفعول فيدل على الفعل المنسوب الى رجال۔ **الثانية والثلثون** قوله تجارة هو عام لغة لكنه بقرينة المقابلة اريد به الشراء ثم صرح بذكر البيع اشارة الى ان الشراء فيه الربح الموهوم والبيع يكون فيه الربح بالفعل غالبا فلما لم يلههم بيع يتحقق فيه الربع فكيف يلهيهم ما يتوقع فيه بلا تحقق۱۲۔ **الرابعة والثلثون** قوله لا تلهيهم هذا يتحقق بطريقين احدٰهما لا يتجرون فيتلهون والثانى انهم مع التجارة لا يتلهون فالمدح على عدم الالهاء ولا يراد منه مدح التجارة **الخامسة والثلثون** قوله اقام الصلٰوة تخصيص بعد تعميم **السادسة والثلثون** نتقلب تفصيله فى آية اخرىٰ تشخص فيه الابصار الى قوله وافئدتهم هواء وقوله اذ القلوب لدى الحناجر كاظمين **السابعة**

و الثلثون قوله القلوب يرادبه الجنس لان بعضهم آمنون الثامنة والثلثون ليجزيهم اللام للصيرورة والعاقبة التاسعة والثلثون احسن ما عملوا بتقدير جزاء بعد احسن والتقدير احسن جزاء ما عملوا فلا يرد ان الجزاء لا يختص بالاحسن بل يعمه والحسن ويمكن ان يقال ان فيه اشارة الى ان كل اعمالهم يجعل كانه احسن الاربعون قوله يرزق من يشاء فى هذا نوع ايماء الى انهم ممن شاء الله تعالىٰ ان يرزقهم لتعبيره تعالىٰ عنهم بعين هذا العنوان فى قوله يهدى الله لنوره من يشاء الحادية والاربعون قوله الظمان تخصيص الظمآن لحسرته على كذب رجاء ه الثانية والاربعون قوله شيئا اى مما يحسبه والا فالسراب ايضا شئ الثالثة والاربعون قوله وجد الله اى قضاء الله وهذا فى الدنيا ومن تمام المشبه به ولا بعد فى حذف المضاف لان المفسرين باجمعهم متفقون على ذٰلك وان اختلف المضاف حيث قالوا عقاب الله الرابعة والاربعون قوله او كظلمٰت او للتنويع والتقسيم لان الكفار قسمان الخامسة والاربعون قوله لجى بمعنى عميق منسب الى اللج وهو معظم الماء السادسة والاربعون قوله من فوقه سحاب فى هذه العنوان ايماء الى غاية تراكم الامواج وتضاعفها حتىٰ كانها بلغت السحاب السابعة والاربعون ظلمٰت اى هى ظلمات وهو المقابل لقوله نور على نور الثامنة والاربعون قوله اذا اخرج اى من ابتلى به واضماره من غير ذكر لدلالة المعنى عليه دلالة واضحة ومعنى اخرج اخرجها من حيث كانت فيه من قبل من الثوب او شئى آخر او مكان بعيد من مكان اتى بها فيه من بعد التاسعة والاربعون قوله ومن لم يجعل مقابل لقوله يهدى الله لنوره من يشاء۔

اللغات: مبينت من بين بمعنى تبين وفى قراء ة مبينات للمفعول المثل القصة العجيبة۔

البلاغة: للمتقين التخصيص باعتبار الانتفاع ۱۲۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ۖ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيمٌۢ بِمَا يَفْعَلُونَ ﴿۴۱﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَإِلَى اللّٰهِ الْمَصِيرُ ﴿۴۲﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ يُزْجِي سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهُ ثُمَّ يَجْعَلُهُ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهِ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيهَا مِنْۢ بَرَدٍ فَيُصِيبُ بِهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهُ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ۖ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهِ يَذْهَبُ بِالْأَبْصَارِ ﴿۴۳﴾ يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۚ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ ﴿۴۴﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِي عَلٰى بَطْنِهِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِي عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِي عَلٰى أَرْبَعٍ ۚ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۚ إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۴۵﴾

(اے مخاطب) کیا تجھ کو معلوم نہیں ہوا کہ اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں سب جو کچھ کہ آسمانوں میں اور زمین میں (مخلوقات) ہیں اور (بالخصوص) پرند جو پر پھیلائے ہوئے (اڑتے پھرتے) ہیں سب کا اپنی اپنی دعا اور اپنی تسبیح معلوم ہے اور اللہ تعالیٰ کو ان لوگوں کے سب افعال کا پورا علم ہے اور اللہ ہی کو حکومت ہے آسمانوں اور زمین میں اور اللہ ہی کی طرف (سب کو) لوٹ کر جانا ہے۔ کیا تجھ کو یہ بات معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ (ایک بادل کو دوسرے بادل کی طرف) چلتا کرتا ہے (اور) پھر اس بادل (کے مجموعہ) کو باہم ملا دیتا ہے پھر اس کو تہ بتہ کر دیتا ہے پھر تو بارش کو دیکھتا ہے کہ اس (بادل) کے بیچ میں سے نکلتی ہے اور اسی بادل سے یعنی اس کے بڑے بڑے حصوں میں سے اولے برساتا ہے پھر ان کو جس (کی جان پر یا مال پر) چاہتا ہے گراتا ہے اور جس سے چاہتا ہے اس کو ہٹا دیتا ہے اور اس بادل کی بجلی کی چمک کی یہ حالت ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا اس نے اب بینائی لی (اور نیز) اللہ تعالیٰ رات اور دن کو (بھی) بدلتا رہتا ہے اس (سب مجموعہ) میں اہل دانش کے لئے استدلال کا موقع ہے اور اللہ تعالیٰ (ہی) نے ہر چلنے والے جاندار کو (بری ہو یا بحری) پانی سے پیدا کیا ہے پھر ان میں بعضے تو وہ جانور ہیں جو اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں اور بعضے ان میں وہ ہیں جو دو پیروں پر چلتے ہیں اور بعضے ان میں وہ ہیں جو چار (پیروں) پر چلتے ہیں اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے بناتا ہے بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

تفسیر: دلائل توحید والوہیت ☆ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ (الی قولہ تعالی) يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۚ إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۴۵﴾ (اے مخاطب) کیا تجھ کو (دلائل اور مشاہدہ سے) معلوم نہیں ہوا کہ اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں سب جو کچھ آسمانوں اور زمین میں (مخلوقات) ہیں (خواہ قالاً جو بعض مخلوقات میں مشاہد بھی ہے خواہ حالاً جو کل مخلوقات میں بدلالت عقل معلوم ہے) اور (بالخصوص) پرند (بھی) جو پر پھیلائے ہوئے (اڑتے پھرتے) ہیں (کہ ان کی دلالت علی وجود الصانع اور

زیادہ عجیب ہے کہ باوجود ان کے ثقل اجسام کے پھر بین المحیط والمرکز رکے ہوئے ہیں اور) سب ۲ (پرندوں) کو اپنی اپنی دعا ۳ (اور التجاء اللہ سے) اور اپنی تسبیح (وتقدیس کا طریقہ الہام سے) معلوم ہے اور (باوجود ان دلالات کے پھر بھی بعض توحید کو نہیں مانتے تو) اللہ تعالیٰ کو ان لوگوں کے سب افعال کا پورا علم ہے (اس انکار واعراض پر ان کو سزا دے گا) اور اللہ ہی کی حکومت ہے آسمانوں اور زمین میں (اب بھی) اور (انتہا میں بھی چنانچہ) اللہ ہی کی طرف (سب کو) لوٹ کر جانا ہے (اس وقت بھی حاکمانہ تصرف اسی کا ہوگا چنانچہ حکومت کا ایک اثر بیان کیا جاتا ہے وہ یہ کہ اے مخاطب) کیا تجھ کو یہ بات معلوم نہیں کہ (اللہ تعالیٰ ایک) بادل ۴ کو (دوسرے بادل کی طرف) چلتا کرتا ہے (اور) پھر اُس بادل (کے مجموعہ کو) باہم ملا دیتا ہے پھر اُس کو تہ بہ تہ کرتا ہے پھر تو بارش کو دیکھتا ہے کہ اُس (بادل) کے بیچ میں سے نکل (نکل کر آ) تی ہے اور اسی بادل سے یعنی اُس کے بڑے بڑے حصوں میں سے اولے برساتا ہے پھر اُن کو جس (کی جان پر یا مال) پر چاہتا ہے گراتا ہے (کہ اُس کا نقصان ہو جاتا ہے) اور جس سے چاہتا ہے اُس کو ہٹا دیتا ہے (اور اس کے جان و مال کو بچا لیتا ہے اور) اس بادل (میں سے بجلی بھی پیدا ہوتی ہے اور ایسی چمکدار ہے کہ اُس بادل) کی بجلی کی چمک کی یہ حالت ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے گویا اُس نے اب بینائی لی (سو یہ بھی اُس کے تصرفات سے ہے اور نیز) اللہ تعالیٰ رات اور دن کو (بھی) بدلتا رہتا ہے (سو یہ بھی منجملہ تصرفات میں سے ہے) اس (سب مجموعہ) میں اہل دانش کے لئے استدلال (کا موقع) ہے (جس سے مضمون توحید اور مضمون لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ پر استدلال کرتے ہیں) اور اللہ (ہی کا یہ تصرف بھی ہے کہ اُس) نے ہر چلنے والے جاندار کو (بری ہو یا بحری) پانی سے پیدا کیا ہے پھر ان (جانوروں) میں بعضے تو وہ (جانور) ہیں جو اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں (جیسے سانپ مچھلی) اور بعضے ان میں وہ ہیں جو دو پیروں پر چلتے ہیں (جیسے انسان اور پرندے جبکہ ہوا میں نہ ہوں) اور بعضے اُن میں وہ ہیں جو چار (پیروں) پر چلتے ہیں (جیسے مواشی اسی طرح بعضے زیادہ پر بھی اصل یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے بناتا ہے بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پورا قادر ہے (اُس کو کچھ بھی مشکل نہیں)۔ **ف**: مخلوقات کی تسبیح کی تحقیق پارۂ پانزدہم کے ربع کے قریب آیت **وان من شیء** الخ کے ترجمہ اور فائدہ میں ملاحظہ کر لی جاوے اور جانوروں کا دعا کرنا اللہ تعالیٰ سے جس کا ذکر **قد علم صلوٰته** میں ہے حدیثوں میں وارد ہے مثلاً عالم باعمل کے لئے دعا کرنا۔ ایک نبی کے قصے میں آیا ہے کہ انہوں نے ایک چیونٹی کو بارش کی دعا کرتے ہوئے دیکھا تھا اور يُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ میں سماء بمعنی سحاب ہے اور اس کے بڑے بڑے حصوں کو جبال فرما دیا چنانچہ محاورہ ہے کہ فلاں شخص کے پاس سونے کا پہاڑ ہے اور روح میں ابن مقبل کا شعر منقول ہے۔ **واکثر بیتا شاعر ضربت له. بطون جبال الشعر حتی تیسرا.** اور اولا جس سحاب سے گرتا ہے اس کا کثیر اور متکاثف ہونا بوجہ غایت برودت کے جو سبب ہے اولا پیدا ہونے کا ظاہر ہے اور دواب کی تکوین پانی سے پارۂ ہفدہم کے تیسرے رکوع کی آیت **وجعلنا من الماء کل شیء حیّ**۔ اور تفسیر میں مفصلاً مذکور ہے۔ ربط: اوپر کی آیتوں میں دلائل توحید والوہیت بیان فرمائے ہیں آگے ان کی تعلیم پر **لقد انزلنا** میں امتنان عام بوجہ اس کے کہ تنزیل عامہ ناس کے لئے ہے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق پر **ویهدی** الخ میں امتنان خاص فرماتے ہیں بوجہ اس کے خاص ہونے کے اہل اہتداء کے ساتھ جیسا آیت نور سے پہلے والی آیت میں اسی عنوان سے امتنان تھا پس یہ مضمون امتنان کا بعنوان خاص دونوں جگہ مضمون سابق کی تقریر و تاکید اور مضمون لاحق کی تمہید کے طور پر ہوگا چنانچہ اول موقع پر اس کی تقریر ارتباط آیت نور سے یہ امر واضح ہے اور یہاں بھی تاکید کی توجیہ تو تقریر ربط سے معلوم ہوگئی اور توجیہ تمہید آیت مابعد کے ربط سے ظاہر ہوا چاہتی ہے۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ اگر اس کو حقیقت پر محمول کیا جاوے جیسا کہ ظاہر یہی ہے تو اس سے جمادات وحیوانات کیلئے بھی ادراک اور دعا و تسبیح کا اثبات ہوتا ہے اور اہل کشف اس میں کچھ بھی استبعاد نہیں سمجھتے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله فی الطیر** بالخصوص **اشارة الی توجیه افراد الطیر بالذکر مع دخوله فی من فی السمٰوٰت ولارض المرعی فیه التغلیب**۱۲۔ ۲ **قوله فی کل قد علم** سب پرندوں کو **اشارة الی ان المضاف الذی عوض عنه التنوین هو الطیر بقرینة اسناد العلم الیه لان وجوده فی الجمادات غیر ظاهر وان کان واقعا والمناسب الاستدلال بما هو ظاهر**۱۲۔ ۳ **قوله فی صلوٰته** دعا **اشارة الی ارادة المعنی اللغوی**۔ ۴ **قوله** بادل سے یعنی الخ **اشارة الی ان من الثانیة بدل من الاولٰی وهی للابتداء واشارة الی کون الثالثة زائدة حیث لم یترجمها**۱۲۔

اللغات: **قوله صفت فی القاموس بسط الطائر جناحیه**۱۲ **قوله الودق الطرد البرد حب العمام کذا فی القاموس**۱۲ **دابة التاء فیه للنقل الی الاسمیة لاللتانیث**۱۲۔

البلاغۃ: **قوله یؤلف بینه اضاف من الی السحاب ولم یذکر معه غیره وبین لا تکون مضافة الی جماعة او اثنین لان السحاب فی معنی جمع واحده سحابة کما فی الطبری**۱۲۔

لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ۭ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى

فَرِيقٌ مِّنْهُم مِّن بَعْدِ ذَٰلِكَ ۚ وَمَا أُولَٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ﴿٤٧﴾ وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُم مُّعْرِضُونَ ﴿٤٨﴾ وَإِن يَكُن لَّهُمُ الْحَقُّ يَأْتُوا إِلَيْهِ مُذْعِنِينَ ﴿٤٩﴾ أَفِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ أَمِ ارْتَابُوا أَمْ يَخَافُونَ أَن يَحِيفَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُولُهُ ۚ بَلْ أُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٥٠﴾ إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَن يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٥١﴾ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللَّهَ وَيَتَّقْهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ﴿٥٢﴾ وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ أَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ۖ قُل لَّا تُقْسِمُوا ۖ طَاعَةٌ مَّعْرُوفَةٌ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿٥٣﴾ قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ ۖ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُم مَّا حُمِّلْتُمْ ۖ وَإِن تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا ۚ وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿٥٤﴾

ہم نے (حق کے) سمجھانے والے دلائل نازل فرمائے ہیں اور (ان عام میں سے) جس کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے راہ راست کی طرف ہدایت فرماتا ہے اور (یہ منافق) لوگ (زبان سے) دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لے آئے اور حکم مانا پھر اس کے بعد (موقع ظہور صدق دعویٰ پر) ان میں کا ایک گروہ سرتابی کرتا ہے اور یہ لوگ (دل میں) اصلاً ایمان نہیں رکھتے ہیں اور یہ لوگ جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف اس غرض سے بلائے جاتے ہیں کہ رسول ان کے (اور ان کے خصوم کے) درمیان فیصلہ کر دیں تو ان میں کا ایک گروہ پہلوتہی کرتا ہے اور اگر ان کا حق (کسی کی طرف واجب) ہو تو سر تسلیم خم کئے ہوئے آپ کے پاس چلے آتے ہیں آیا ان کے دلوں میں (کفر جازم کا) مرض ہے یا یہ (نبوت کی طرف سے) شک میں پڑے ہیں یا ان کو یہ اندیشہ ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ ان پر ظلم نہ کرنے لگیں (سوان میں سے کوئی سبب) نہیں ہے بلکہ (اصلی سبب یہ ہے) کہ یہ لوگ بر سر ظلم (ہوتے ہیں) مسلمانوں کا قول تو جبکہ ان کو (کسی مقدمہ میں) اللہ کی اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ ان کے درمیان میں فیصلہ کر دیں یہ ہے کہ وہ (بطیب خاطر) کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا اور ایسے لوگ (آخرت میں فلاں پائیں گے اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا کہا مانے اور اللہ سے ڈرے اور اس کی مخالفت سے بچے بس ایسے لوگ بامراد ہوں گے۔ اور وہ لوگ بڑا زور لگا کر قسمیں کھایا کرتے ہیں کہ واللہ (ہم ایسے فرمانبردار ہیں کہ) اگر آپ ان کو (یعنی) ہم کو حکم دیں تو وہ ابھی نکل کھڑے ہوں (آپ ان سے) کہہ دیجئے کہ بس قسمیں نہ کھاؤ (تمہاری) فرمانبرداری (کی حقیقت) معلوم ہے (کیونکہ) اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی پوری خبر رکھتا ہے آپ کہئے کہ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو پھر اگر تم لوگ اطاعت کرو پھر اگر تم لوگ (اطاعت سے) روگردانی کرو گے تو سمجھ رکھو کہ رسول ﷺ کے ذمہ وہی (تبلیغ) ہے جس کا ان پر بار رکھا گیا ہے اور تمہارے ذمہ وہ ہے جس کا تم پر بار رکھا گیا ہے اور اگر تم نے ان کی اطاعت کر لی تو راہ پر جا لگو گے اور (بہر حال) رسول ﷺ کے ذمہ صرف صاف طور پر پہنچا دینا ہے۔

تفسیر ربط: اوپر یَهْدِي مَن يَشَاءُ سے بعض علماً وعملاً مہتدی اور بعض کا غیر مہتدی ہونا اجمالاً مذکور ہے آگے مہتدین وغیر مہتدین کے بیان حال سے اس کی تفصیل ہے۔

امتنان بتنزیل علم وتوفیق عمل ☆ لَقَدْ أَنزَلْنَا آيَاتٍ مُّبَيِّنَاتٍ ۚ وَاللَّهُ يَهْدِي مَن يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٤٦﴾ ہم نے (حق کے[1]) سمجھانے والے دلائل (ہدایت عام کے لئے) نازل فرمائے ہیں اور (ان عام میں سے) جس کو اللہ چاہتا ہے راہ راست کی طرف (خاص) ہدایت فرماتا ہے (کہ وہ الوہیت کے حقوق علمیہ یعنی عقائد صحیحہ اور حقوق عملیہ یعنی طاعت کو بجالاتا ہے ورنہ بہت سے محروم ہی رہتے ہیں)۔

بیان بعضے از مہتدین وغیر مہتدین ☆ وَيَقُولُونَ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالرَّسُولِ وَأَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلَّىٰ فَرِيقٌ مِّنْهُم مِّن بَعْدِ ذَٰلِكَ (الی قولہ تعالی) وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿٥٤﴾ اور یہ منافق لوگ (زبان سے) دعویٰ تو کرتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور رسول پر ایمان لے آئے اور (خدا اور رسول کا) حکم (دل سے) مانا پھر اس کے بعد (موقع ظہور صدق دعویٰ پر) ان میں کا ایک گروہ (جو) بہت زیادہ شریر ہے خدا اور رسول کے حکم سے[2] سرتابی کرتا ہے (مراد اس موقع سے وہ صورت مراد ہے کہ جب ان کے ذمہ کسی کا حق چاہتا ہو اور صاحب حق اس منافق سے درخواست کرے کہ چلو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مقدمہ لے چلیں اس موقع پر یہ سرتابی کرتے ہیں کیونکہ جانتے ہیں کہ آپ کے اجلاس میں جب حق محقق ہو جاوے گا تو اسی کے موافق آپ فیصلہ کریں گے جیسا عنقریب آیت وَإِذَا دُعُوا میں اس موقع کا یہی بیان آتا ہے اور تخصیص ایک فریق کی باوجودیکہ تمام منافقین ایسے ہی تھے اسی لئے ہے کہ غریب غرباء کو باوجود کراہت قلبی کے

اظہار اباء کی جرأت وہمت نہیں ہوا کرتی یہ کام فریق اہل وجاہت ہی سے ہوسکتا ہے) اور یہ لوگ اصلاً[۳] ایمان نہیں رکھتے (یعنی دل میں تو کسی منافق کے ایمان نہیں مگر ان کا تو وہ ظاہری ملمع ایمان بھی نہ رہا جیسا اس آیت میں ہے: وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ [التوبة: ٧٤] اور اس آیت میں: قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ [التوبة: ٦٦] اور (بیان اس سرتابی کا یہ ہے کہ) یہ لوگ جب اللہ اور اس کے رسول کی طرف اس غرض سے بلائے جاتے ہیں کہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے (اور[۴] ان کے خصوم کے) درمیان میں فیصلہ کر دیں تو ان میں کا ایک گروہ (وہاں حاضر ہونے سے) پہلوتہی کرتا ہے (اور ٹالتا ہے اور یہ بلانا رسول ہی کی طرف ہے مگر چونکہ آپ کا فیصلہ موافق حکم خداوندی ہوتا ہے اس لئے الی اللہ[۵] بڑھا دیا غرض جب ان کے ذمہ کسی کا حق چاہتا ہے تب تو ان کی یہ حالت ہوتی ہے) اور اگر (اتفاق سے) ان کا حق (کسی کی طرف واجب) ہو تو سر تسلیم خم کئے ہوئے (بے تکلف) آپ کے پاس[۶] چلے آتے ہیں (کیونکہ اطمینان ہوتا ہے کہ وہاں حق رسی ہوگی آگے بطور تردید کے اس اعراض کے اسباب کی چند شقوں کی نفی ہے) آیا (اس کا سبب یہ ہے کہ) ان کے دلوں میں (کفر جازم کا) مرض ہے (کہ یقیناً نفی نبوت کا اعتقاد رکھتے ہیں) یا یہ (نبوت کی طرف سے) شک میں پڑے ہیں (کہ سبب کفر کا عدم جزم ہے جیسا پہلی شق میں کفر کا سبب جزم عدم تھا اور کفر کے طرق کا مختلف ہونا کچھ بعید نہیں ہے) یا ان کو یہ اندیشہ ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان پر ظلم نہ کرنے لگیں (اور ان کے ذمہ جو حق ہے اس سے زائد دلا دیں سو ان اسباب میں سے کوئی سبب) نہیں (ہے) بلکہ (اصلی سبب یہ ہے کہ) یہ لوگ (ان مقدمات میں) برسر ظلم (ہوتے) ہیں (اس لئے حضور نبوی میں مقدمہ لانا پسند نہیں کرتے کہ ہم ہار جائیں گے اور باقی اسباب سابقہ منتفی سو ہر چند کہ ان کے قلوب میں کفر اور ریب یقیناً تھا لیکن مقدمہ نہ لانے کا سبب اس لئے نہیں ہوسکتا کہ اگر یہ سبب ہوتا تو چاہئے تھا کہ جب یہ صاحب حق ہوتے جب بھی مقدمہ نہ لاتے لعموم المعلول بعموم العلة اور خوف حیف ہونا ظاہر ہے کہ بالکل ہی منتفی ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صدق وامانت وعدل مخالفین کے نزدیک بھی مسلم تھا سو شقین اولین میں وصف مرض وریب کی ذات منفی نہیں بلکہ اس کی سببیت منفی ہے اور شق ثالث میں خود ذات خوف کی منفی ہے اور ظالمیت کا سبب ہونا ظاہر ہے اسی لئے مظلومیت کے وقت مقدمہ لے آتے ہیں آگے مؤمنین کا قال اور حال مذکور ہے جس میں ان پر بھی تعریض ہے کہ مقتضاء وعدہ ایمان کا یہ تھا جو مؤمنین سے ظاہر ہوا پس ارشاد ہے کہ) مسلمانوں (کی شان اور ان) کا قول تو جب کہ ان کو (کسی مقدمہ میں) اللہ کی اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے یہ ہے کہ وہ (خوشی خوشی) کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے (تمہارا کلام[۷]) سن لیا اور (اس کو) مان لیا (اور پھر فوراً چلے جاتے ہیں یہ ہے علامت اس کی کہ ایسوں کا امنا اور اطعنا کہنا دنیا میں بھی صادق ہے) اور ایسے (ہی) لوگ (آخرت میں بھی) فلاح پائیں گے اور (ہمارے یہاں کا تو قاعدہ کلیہ ہے کہ) جو شخص اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانے اور اللہ سے ڈرے اور اس کی مخالفت سے بچے بس ایسے لوگ بامراد ہوں گے اور (نیز ان[۸] منافقین کی یہ حالت ہے کہ) وہ لوگ بڑا زور لگا کر قسمیں کھایا کرتے ہیں کہ واللہ (ہم ایسے فرمانبردار ہیں کہ) اگر آپ ان کو (یعنی ہم[۹] کو) حکم دیں (کہ گھربار سب چھوڑ دو) تو وہ (یعنی ہم) ابھی (سب چھوڑ چھاڑ) نکل کھڑے ہوں آپ (ان سے) کہہ دیجئے کہ بس قسمیں نہ کھاؤ (تمہاری) فرمانبرداری (کی حقیقت) معلوم ہے (کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی پوری خبر رکھتا ہے (اور اس نے مجھ کو بتلا دیا کقولہ تعالیٰ: قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ [التوبة: ٩٤] اور) آپ (ان سے) کہئے کہ (باتیں بنانے سے کام نہیں چلتا کام کرو یعنی) اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو (آگے اللہ تعالیٰ اہتمام شان مضمون کے واسطے خود ان لوگوں کو خطاب فرماتا ہے کہ رسول کے اس کہنے کے اور تبلیغ کے بعد) پھر اگر تم لوگ (اطاعت سے) روگردانی کرو گے تو سمجھ[۱۰] رکھو کہ (رسول کا کوئی ضرر نہیں کیونکہ) رسول کے ذمہ وہی تبلیغ (کا کام) ہے جس کا ان پر بار رکھا گیا ہے (جس کو وہ کر چکے اور سبکدوش ہو گئے) اور تمہارے ذمہ وہ (اطاعت کا کام) ہے جس کا تم پر بار رکھا گیا ہے (جس کو تم نہیں بجالائے پس تمہارا ہی ضرر ہوگا) اور اگر (روگردانی نہ کی بلکہ) تم نے ان کی اطاعت کر لی (جو عین[۱۱] اطاعت اللہ ہی کی ہے) تو راہ پر جا لگو گے اور (بہر حال[۱۲]) رسول کے ذمہ صرف صاف طور پر پہنچا دینا ہے (آگے تم سے باز پرس ہوگی کہ قبول کیا یا نہیں)۔ **ف**: لیخرجن کے دو مطلب ہو سکتے ہیں خروج عن الاموال اور خروج للجہاد درمنثور میں اول قول ابن عباسؓ سے اور ثانی مقاتل سے نقل کیا ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ الخ اس میں ان لوگوں کے حال کی طرف بھی اشارہ ہے جو دل سے مشائخ پر انکار کرتے ہیں اور زبان سے باتیں بناتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ: فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ الخ اس میں دلالت ہے اس پر کہ جو شخص خود اعراض کرے شیخ کو اس کے درپے ہونا مناسب نہیں اس کا کام صرف تبلیغ کر دینا تھا۔ قولہ تعالیٰ: وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا روح میں ہے کہ اس میں اشارہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے کشف حقائق ہوتا ہے جو حاصل ہے اہتداء کا ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: [۱] قوله فی مبینٰت حق کے اشارة الی تقدیر معمول لمبینات کما هو ظاهر ۱۲۔ [۲] قوله فی یتولی حکم سے اشارة الی تقدیر معمول یتولی ۱۲۔ [۳] قوله فی ما اولئك اصلاً اشارة الی ان الاشارة الی الفریق وتخصیصهم للتوغل کما اوضحه بعد ۱۲۔ [۴] قوله

فی لیحکم بینھم اوران کے خصوم اشارة الی التقدیر لان بین یضاف الی المتعدد۱۲۔۵ **قوله** في توضیح معرضون الی الله بڑھادیا اشارة الی ان الدعاء انما هو الی الرسول ظاهرا وزید ذکر الله للتفخیم۱۲۔۶ **قوله** آپ کے پاس الخ اشار به الی ان صلة یاتوا کما استظهره صاحب الروح وقال جار الله والاحسن ان یتصل بمذعنین لیفید الاختصاص ان لا یتحاکمون اذا عرفوا ان الحق لهم الا الی الرسول مسرعین فی طاعته کما فی النیسابوری۱۲۔۷ **قوله** فی سمعنا واطعنا تمہارا کلام الخ اشارة الی ان معنی اطعنا هذا غیر اطعنا السابق۱۲۔۸ **قوله** فی واقسموا نیز اشارة الی ان فیه من البدائع عودا علی بدء۱۲۔۹ **قوله** فی لیخرجن وہ یعنی ہم اشارة الٰی انه حکایة بالمعنی۱۲۔۱۰ **قوله** فی فان تولوا سمجھ رکھو اشارة الی تقدیر الجزاء ای اعلموا۱۲۔۱۱ **قوله** فی ان تطیعوه یعنی اطاعت اللہ کی اشارة الٰی وجه الاکتفاء علی بعض ما کان قبل فی قوله اطیعوا الله واطیعوا الرسول۱۲۔۱۲ **قوله** فی وما علی الرسول بہرحال اشارة الٰی ان المقصود به التلخیص فلا تکرار۱۲۔

اختلاف القراءة: فی قراءة یتقه بکسر القاف وکسر الهاء من غیر اشباع وفی قراءة بکسر القاف وسکون الهاء وقرأ حفص بسکون القاف وکسر الهاء غیر مشبعة بعضهم بکسر القاف وکسر الهاء وشبعة بحیث یتولدیاء ووجه ان الاصل فی هاء الضمیر اذا کان ما قبلها متحرکان ان تشبع حرکتها کما فی یوته ویؤده ووجه عدم الاشباع ان ما قبل الضمیر ساکن تقدیرا ولا اشباع بحرکته فیما اذا اسکن ما قبله کفیه ومنه ووجه اسکان الهاء انها هاء السکت وهی تسکن فی کلامهم وقیل هی هاء الضمیر لکن اجریت مجری هاء السکت فسکنت وکثیرا ما یجری الوصل مجری الوقف ووجه قراءة حفص انه اعطی یتقه حکم کتف لکونه علی وزنه فخفف بسکون وسطه بجعله ککلمة واحدة کما خفف یلد فی قوله وذی ولد لم یلد ابو ان وعن ابن الانباری انه لغة لبعض العرب فی کل معتل حذف آخره فیقولون لم ارزیدا یسقطون الحرف للجزم ثم یسکنون ما قبل وعلی ذلک قوله ع ومن یتق فان الله معه۔ والهاء ضمیر وکان القیاس ضمها حینئذ کما فی منه لکن السکون لعروضه لم یعتد به ولئلا ینتقل من کسر بضم تقدیرا من الروح۱۲۔

النحو: قوله طاعة معروفة فی الروح خبر مبتدأ مخذوف ای طاعتکم طاعة معروفة بانها واقعة باللسان فقط من غیر مواطاة من القلب لا یجهلها احد من الناس آه۱۲۔

البلاغة: قوله من ماء التنکیر فی ماء للتنویع ای خلق کل دابة من نوع من الماء مختص بتلک الدابة کما فی النیسابوری والتعریف فی قوله تعالٰی وجعلنا من الماء کل شئ حیّ اما للعهد کما اخترته هنالك واما للجنس کما قال النیسابوری قوله فمنهم الخ فیه تغلیب العقلاء ورتبت لتقدیم ما هو الاعرف فی القدرة۱۲۔ قوله ثم یتولی للاستبعاد۱۲ لا تقسموا ای علیه ففیه ایجاز۱۲۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـــًٔا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۵۶﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۵۷﴾ ع ۷ ۱۳

(اے مجموعہ امت) تم میں جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں ان سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو (اس) اتباع کی برکت سے زمین میں حکومت عطا فرمائے جیسا ان سے پہلے (اہل ہدایت) لوگوں کو حکومت دی تھی اور جس دین کو (اللہ تعالیٰ نے) ان کے لئے پسند فرمایا ہے (یعنی اسلام اس کو ان کے (نفع آخرت کے) لئے قوت دے گا اور ان کے اس خوف کے بعد اس کو مبدل با من کردے گا بشرطیکہ میری عبادت کرتے رہیں (اور) میرے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کریں اور جو شخص بعد (ظہور) اس (وعدہ) کے ناشکری کرے گا تو یہ لوگ بے حکم ہیں اور (اے مسلمانو) نماز کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو اور (باقی احکام میں بھی) رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کیا کرو تا کہ تم پر (کامل) رحم کیا جائے (اے مخاطب) کافروں کی نسبت خیال مت کرنا (کہ ہمارے قہر سے بچنے کے لئے) زمین (کے کسی حصہ) میں (بھاگ کر ہم کو) ہرا دیں گے اور (آخرت میں) ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

تفسیر لطیف: اوپر اتباع ہدایت پر مدح اور اتباع ضلالت پر مذمت مذکور تھی آگے ہدایت اور ضلالت پر بعضے وعدے اور وعیدیں متعلق دنیا اور آخرت کے اور

درمیان میں ثبات علی الہدایت کے لئے بعض اوامر مذکور ہیں۔

ترتب بعضے مواعید دنیا و آخرت بر اطاعت و معصیت ☆ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ (الی قولہ تعالی) وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ (اے مجموعہ امت[1]) تم میں جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں (یعنی ہدایت کا کامل اتباع کریں) ان سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو (اس اتباع کی برکت سے) زمین میں حکومت عطا فرمادے گا جیسا ان سے پہلے (اہل ہدایت) لوگوں کو حکومت دی تھی (مثلاً بنی اسرائیل کو قبطیوں پر غالب کیا پھر عمالقہ پر غلبہ دیا اور مصر و شام کی حکومت دی) اور (مقصود اس حکومت دینے سے یہ ہوگا کہ) جس دین کو (اللہ تعالیٰ نے) ان کے لئے پسند کیا ہے (یعنی اسلام لقولہ تعالیٰ ورضیت لکم الاسلام دینا) اس کو ان کے (نفع آخرت کے) لئے قوت دے گا اور (ان کو جو دشمنوں سے طبعی خوف[2] ہے) ان کے اس خوف کے بعد اس کو مبدل بامن کر دے گا بشرطیکہ[3] میری عبادت (موافق امر کے) کرتے رہیں (اور) میرے ساتھ کسی قسم[4] کا شرک نہ کریں (نہ جلی نہ خفی جس کو ریاء کہتے ہیں یعنی وعدہ مقید ہے کمال ثبات فی الدین کے ساتھ اور یہ وعدہ تو دنیا میں ہے اور آخرت میں ایمان و عمل صالح پر جو ثمرہ مرتب و موعود ہے وہ جدا رہا) اور جو شخص بعد (ظہور) اس (وعدہ) کے ناشکری[5] کرے گا (یعنی دین کے خلاف طریقہ اختیار کرے گا اور قید بعد کی اس لئے ہے کہ اس وقت کا کفر وفسق زیادہ اشد ہے کہ صدق آیات کا اس وقت اظہر ہو گیا ورنہ اصل مدار حکم فسق و وعید کا صرف کفر ہے غرض جو ایسا کرے گا) تو (ایسے شخص کے لئے وعدہ استخلاف بالطریق المذکور کا نہیں کیونکہ) یہ لوگ بے حکم ہیں (اور وعدہ تھا حکم برداروں کے لئے جیسا اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ونیز يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ اس پر دال ہے بس ان سے دنیا میں یہ بھی وعدہ نہیں اور آخرت میں جو فسق پر وعید ہے وہ جدا رہی غرض اتباع ہدایت ایسی چیز ہے جس سے دارین میں معیت الہی ہوتی ہے اتباع ضلالت وہ چیز ہے جس سے دارین میں خذلان ہوتا ہے) اور (اے مسلمانو جب تم نے ایمان و عمل صالح کے ثمرات سن لئے تو تم کو چاہئے کہ خوب) نماز کی پابندی رکھو اور زکوۃ دیا کرو اور (باقی احکام میں بھی) رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کیا کرو تاکہ تم پر (کامل) رحم کیا جائے (جس کا کچھ ثمرہ اوپر وَعَدَ اللّٰهُ ...... میں بھی بیان ہوا ہے آگے کفر و معصیت کا ثمرہ مذکور ہوتا ہے یعنی اے مخاطب) کافروں کی نسبت یہ خیال مت کرنا کہ زمین (کے کسی حصہ) میں (بھاگ جاویں گے اور ہم کو) ہرا دیں گے (اور ہمارے قہر سے بچ جائیں گے نہیں بلکہ خود ہاریں گے مقہور و مغلوب ہوں گے یہ ثمرہ تو دنیا میں ہے) اور (آخرت میں) ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔ **ف**: اس آیت میں مجموعہ امت سے وعدہ ہے ایمان و عمل صالح پر حکومت دینے کا جس کا ظہور خود عہد نبوی سے شروع ہو کر خلافت راشدہ تک متصلاً ممتد رہا چنانچہ جزیرہ عرب آپ کے زمانہ میں اور دیگر ممالک زمانہ خلفائے راشدین میں فتح ہو گئے اور بعد میں بھی وقتاً فوقتاً گو اتصال نہ ہو دوسرے صلحاء ملوک و خلفاء کے حق میں اس وعدہ کا ظہور ہوتا رہا اور آئندہ بھی ہوتا رہے گا جیسا دوسری آیات میں ہے: اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ [المائدۃ: ۵۶] ونحوہ اور اس وعدہ کا حاصل مجموعہ ایمان و عمل صالح و عبادت خالصہ پر مجموعہ استخلاف و تمکین دین و تبدیل خوف بالامن کا مرتب ہونا ہے اور سیاق سے اس مرتب کا اختصاص بھی اس مرتب علیہ کے ساتھ معلوم ہوتا ہے پس فساق یا کفار کو احیاناً حکومت و سلطنت مل جانا محل اشکال نہیں کیونکہ وہاں مجموعہ مرتب نہیں ہوتا چنانچہ حکام فساق کے ہاتھوں دین کی کامل تمکین نہیں ہوئی ایک بوجہ قلت تائید من اللہ کے دوسرے خود فعل ملوک کا بھی خاص اثر ہوتا ہے پس جب خود ثبات کم ہے تو اس سے تثبیت بھی کم ہوگی گو حسب حدیث ان اللہ لیؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر من وجہ دین کی خدمت ان کے ہاتھ سے ہو جاوے اور اس اختصاص سے خلفائے راشدین کی مدح و صحت خلافت بھی صاف ظاہر ہے کیونکہ ان کے وقت میں دین کی تمکین کا کمال اظہر من الشمس ہے اور ثبوت اختصاص سے یہ وسوسہ بھی دفع ہو گیا آیت سے ایمان کامل کا ملزوم اور استخلاف مذکور کا لازم ہونا مفہوم ہوتا ہے اور وجود لازم مستلزم نہیں ہوتا وجود ملزوم کو پھر مدح کیونکر ثابت ہوئی۔ وجہ دفع ظاہر ہے کہ یہ لازم خاص ہے اور وہ ملزوم بھی خاص ہوتا ہے اور اگر شبہ ہو کہ ایمان و عمل صالح سے بھی احیاناً استخلاف متخلف ہوتا ہے جواب اس کا یہ ہے کہ یہاں بیان ہے اقتضاء کا اور تخلف لابتلاء منافی اقتضاء نہیں اور اس اقتضاء کی شرط عادی ظاہری مقابلہ بھی ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الخ یہی حال ہے خلافت باطنی کا یعنی منصب ارشاد ملک القلوب کا کہ وہ ایمان کامل و عمل کامل سے ہوتی ہے۔

ملحقات الترجمۃ: [1] قولہ قبل وعد ای مجموعۂ امت ولا یشکل سبب النزول وھو ما فی الدر عن البراء قال فینا نزلت ونحن فی خوف شدید وعن ابی العالیۃ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ یدعون الی اللہ وھم خائفون لا یؤمرون بالقتال حتی امروا بالھجرۃ فامرھم اللہ بالقتال کانوا بھا خائفین یمسون فی اصلاح ویصبحون فی السلاح ثم ان رجلا من اصحابہ قال یا رسول اللہ ابد الدھر نحن خائفون ھکذا فانزل اللہ وعد اللہ الخ فاظھر اللہ نبیہ علی جزیرۃ العرب فاٰمنوا ووضعوا السلاح ثم فی امارۃ ابی بکر وعمر وعثمان حتی وقعوا فیما وقعوا وکفروا النعمۃ فادخل اللہ علیھم الخوف مختصرا فان الظاھر منہ اختصاص الخطاب

بالحاضرين لان العبرة لعموم الالفاظ لا لخصوص السبب ۱۲۔ ۲ قوله فی خوفهم طبعی فلا يرد ان المؤمن الكامل لا يخاف الا الله تعالٰی ۱۲۔ ۳ قوله فی يعبدوننی بشرطیکہ اشارة الی كونه حالا كما فی المدارك ۱۲۔ ۴ قوله شيئا کسی قسم اشارة الی كونه مفعولا مطلقا ای شيئا من الاشراك كذا فی الروح ۱۲۔ ۵ قوله فی كفر ناشکری كذا فی الخازن ۱۲۔

اللغات: فی الروح التمكين فی الاصل جعل الشئ فی مكان ثم استعمل فی لازمه وهو التثبيت والمعنی ليجعلن دينهم ثابتا مقررا بان يعلی سبحانه شانه ويقوی بتائيده تعالٰی اركانه ويعظم اهله فی نفوس اعدائهم ۱۲۔

النحو: قوله ليستخلفنهم فی الروح اللام واقعة فی جواب القسم المحذوف ومفعول وعد الثانی محذوف دل عليه الجواب ای وعد الله الذين آمنوا استخلافهم واقسم ليستخلفنهم ويجوز ان ينزل وعده تعالٰی لتحقق انجازه لا محالة منزلة القسم واليه ذهب الزجاج ويكون ليستخلفنهم منزلة المفعول فلا حذف آه۔ قوله يعبدوننی حال من ضمير المفعول فی ليبدلنهم واليه اشير فی الترجمة فافهم ۱۲۔

البلاغة: قوله وعد الله الخ فی الروح فی الآية تنويع الخطاب حيث خاطب سبحانه المقسمين علی تقدير التولی ثم صرفه تعالٰی عنهم الی المؤمنين التائبين قوله وليمكنن فی الروح تاخيره عن الاستخلاف مع كونه اجل الرغائب الموعودة لما انه كالاثر للاستخلاف المذكور ۱۲۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ؕ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۸﴾ وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۹﴾ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِىْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۢ بِزِيْنَةٍ ؕ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۶۰﴾

اے ایمان والو (تمہارے پاس آنے کے لئے) تمہارے مملوکوں کو اور تم میں جو حد بلوغ کو نہیں پہنچے ان کو تین وقتوں میں اجازت لینا چاہئے (ایک تو) نماز صبح سے پہلے اور (دوسرے) جب (سونے لیٹنے کے لئے) دوپہر کو اپنے (بعض) کپڑے اتار دیا کرتے ہو اور (تیسرے) نماز عشاء کے بعد یہ تین وقت تمہارے پردوں کے (وقت) (اور) ان اوقات کے سوا نہ تم پر کوئی الزام ہے اور (بلا اجازت چلے آنے میں) ان پر کچھ الزام ہے (کیونکہ) وہ بکثرت تمہارے پاس آتے جاتے رہتے ہیں کوئی کسی کے پاس اور کوئی کسی کے پاس اسی طرح اللہ تم سے (اپنے) احکام صاف صاف بیان کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے اور جس وقت تم میں کے وہ لڑکے (جن کا حکم اوپر آیا ہے) حد بلوغ کو پہنچیں تو ان کو بھی اسی طرح اجازت لینا چاہئے جیسا کہ ان سے اگلے (یعنی ان سے بڑی عمر کے) لوگ اجازت لیتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ تم سے اپنے احکام صاف صاف بیان کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے اور بڑی بوڑھی عورتیں جن کو (کسی کے) نکاح (میں آنے) کی کچھ امید نہ رہی ہو ان کو (البتہ) اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے (زائد) کپڑے اتار رکھیں بشرطیکہ زینت (کے مواقع) کا اظہار نہ کریں اور (ہر چند کہ بڑی بوڑھیوں کو منہ کھولنے کی اجازت ہے لیکن اگر) اس سے بھی احتیاط رکھیں تو ان کے لئے اور زیادہ بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ (سب کچھ) سنتا ہے (سب کچھ) جانتا ہے۔

تفسیر ربط: اوپر شروع سورت سے رکوع چہارم تک کچھ احکام عملیہ بیان کئے گئے تھے کچھ احکام آگے آتے ہیں۔

حکم یازدہم استیذان وحکم دوازدہم مبالغہ در تستر تتمہ حکم پنجم وششم ☆ اوپر حکم پنجم میں استیذان واستتار کے کچھ احکام مذکور ہوئے ہیں ان سے یہ امور معلوم ہو چکے ہیں۔ اول: علت استیذان کی وجوب استتار یا کراہت اظہار ہے دوم: وجوب استتار میں یہ تفصیل ہے کہ عورتوں کو غیر محرم مردوں سے کل بدن کا چھپانا واجب ہے اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا بتفصیل گذشتہ اور محرم مردوں سے مَا ظَهَرَ مِنْهَا کے ساتھ مواقع زینت ساق وعضد وعنق وسر وغیرہ کا جس کی تفصیل گذر چکی نیز اظہار جائز ہے اور بقیہ بدن کا چھپانا واجب جیسے ظہر و بطن وزانو اور ان کے درمیان کے اعضا اور مرد دو کو زانو سے ناف تک مردوں اور عورتوں سب سے

چھپانا واجب ہے۔سوم: غیر مراہق لڑکا جس کو اَوِالطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا الخ سے تعبیر فرمایا گیا ہے حکم محارم میں ہے۔ چہارم: مملوکہ کا فرہ حکم محارم میں ہے پنجم: وجہ اور کفین ستر نہیں۔اب جاننا چاہئے کہ باعتبار اختلاف اشخاص واوقات کے مختلف حالتیں اور صورتیں پیدا ہوتی ہیں۔ صورت اول: بعض اشخاص وہ ہیں جو آزاد اور بالغ ہیں اور اس[1] لئے گھروں میں آنے کے لئے ہر بار اجازت لینا کسی حرج کا باعث نہیں ہے صورت دوم: بعض اشخاص وہ ہیں جو گھر والوں کے مملوک ہیں یا ایسے نابالغ جن پر لَمْ يَظْهَرُوْا الخ صادق آتا ہے اور اس مملوک کو بضرورت گھر والوں کے کاروخدمت کرنے کے گھر میں بار بار آنا پڑتا ہے اسی طرح نابالغ طبعی عادت کے موافق گو ضرورت نہ سہی گھر میں بار بار آتا ہے سو ان کے لئے اگر ہر بار اجازت لے کر آنے کا حکم کیا جاوے تو اس میں حرج عظیم اور کلفت ہے اور چونکہ ان کا اکثر آتا رہنا معلوم ہے اس لئے اعضائے مستترہ یا امور مخفیہ کے اظہار سے تحرز[2] بھی آسان ہے صورت سوم: بعض اوقات وہ ہیں جن میں آدمی کبھی قصداً کبھی بلا قصد بے پردہ ہو جاتا ہے جیسے صحبت کا وقت یا سورہنے کی حالت اور اگر بے پردہ بھی نہ ہو تب بھی بعض ایسے امور مباحہ کا ارتکاب کرتا ہے جس پر کسی کے مطلع ہونے کو گوارا نہیں کرتا جیسے بی بی سے بوس وکنار کا وقت تو اس میں اشخاص مذکورہ صورت دوم کا بلا اجازت چلا آنا محل استتار یا محتمل اظہار کسی امر ناگوار کا ہے اور اشتراط استیذان میں خاص ایسے اوقات کے اعتبار سے حرج وکلفت مذکورہ صورت دوم بھی نہیں ہے پس ان صورتوں میں سے صورت اول کا تو حکم پنجم میں صراحۃً معلوم ہو گیا لیکن صورت دوم وسوم کا حکم گو ان امور ثلثہ میں جو بھی حکم پنجم وششم کے حوالہ سے مذکور ہوئے ہیں غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے چنانچہ عنقریب اثنائے ترجمہ میں ان کے اثبات کی تقریر سے واضح ہو جاوے گا لیکن بادی النظر میں ظاہر نہیں ہوتا بلکہ ایک گونہ اشتباہ کا احتمال ہو سکتا ہے کیونکہ حکم پنجم یعنی استیذان کے اطلاق کا مقتضا تو بظاہر یہ ہے کہ اشخاص مذکورہ صورت دوم بھی ہر وقت اذن لیں اور اسی حکم پنجم کا خطاب بالغین کو ہونا مقتضی اس کو ہے کہ نابالغ صورت سوم میں بھی محتاج اذن نہ ہو اور یہ ظاہراً تعارض کی صورت ہے اس بناء پر یہ صورتیں محل اخفاء تردد ہو سکتیں تھیں چنانچہ بعضی بے احتیاطیاں جو سبب نزول آیت ہیں کما فی الدر بروایة ابی داؤد وابن المنذر وابن ابی حاتم وابن مردویه وسنن البیهقی عن ابن عباسؓ بعضے مملوکین وغیرہم سے واقع ہو گئیں اس لئے آگے آیت استیذان میں ان صورتوں کے حکم کی توضیح فرماتے ہیں پھر امر پنجم سے شبہ ہوتا ہے کہ وجہ اور کفین کا انکشاف ہر حال میں درست ہے اسی لئے آیت والقواعد الخ میں اس کی تحقیق ہے۔

آیت مع ترجمہ وتفسیر حکم یازدہم ☆ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ (الی قولہ)

حکم دوازدہم ☆ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِيْنَةٍ ؕ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۝ اے ایمان والو (تمہارے پاس آنے کے لئے) تمہارے مملوکوں اور تم میں جو حد بلوغ کو نہیں پہنچے ان کو تین وقتوں میں اجازت لینا چاہئے (ایک تو) نماز صبح سے پہلے اور (دوسرے) جب (سونے لیٹنے کے لئے) دوپہر کو اپنے (بعضے) کپڑے اتار دیا کرتے ہو اور (تیسرے) نماز عشاء کے بعد یہ تین وقت تمہارے پردے کے (وقت) ہیں (یعنی یہ اوقات چونکہ عادۃً اور غالباً تخلیہ اور استراحت کے ہیں ان میں اکثر آدمی بے تکلفی سے رہتے ہیں اس لئے اپنے مملوکین اور نابالغ بچوں کو سمجھا دو کہ بے اطلاع اور اجازت لئے ہوئے تمہارے پاس نہ آیا کریں یہ حکم ہے صورت سوم کا اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ وجوب استیذان کی علت اس میں پائی جاتی ہے اور) ان اوقات کے سوا نہ (تو بلا اجازت آنے دینے میں اور منع نہ کرنے میں) تم پر کوئی الزام ہے اور نہ (بلا اجازت چلے آنے میں) ان پر کچھ الزام ہے (کیونکہ وہ بکثرت تمہارے پاس آتے جاتے رہتے ہیں کوئی کسی کے پاس اور کوئی کسی کے پاس (مطلب اس کا موافق مذہب حنفیہ کے یہ ہے کہ غلام تو تمہارے پاس آتے جاتے رہتے ہیں نہ کہ عورتوں کے پاس کیونکہ غلام کا حکم غیر مرد کا سا ہے اور لونڈیاں عورتوں کے پاس بھی اور اسی طرح نابالغ بچے سب جگہ آتے ہیں پس ہر وقت اجازت لینے میں دقت ہے اور چونکہ یہ وقت پردہ کے نہیں ہیں اسی لئے ان میں اعضائے مستورہ کو چھپائے رکھنا کچھ مشکل نہیں پس مرد تو غلام کے سامنے ناف سے زانو تک چھپائے رکھے اور عورت کا فرلونڈی سے بجز مواقع زینت کے جس کی تفصیل امر دوم میں ہے باقی سب چھپائے رکھے اور مرد کو لونڈی سے اگر وہ اس کے لئے حلال ہے کسی بدن کا چھپانا ضرور نہیں اور اگر حرام ہے تو ناف سے زانو تک چھپائے رکھے اور عورت مسلمان لونڈی سے صرف ناف سے زانو تک چھپائے رکھے سو اس استتار میں کوئی دشواری نہیں لہٰذا بے اذن آنا جائز ہوا اور نابالغ بچہ کے روبرو مرد صرف زانو سے ناف تک اور عورت باستثناء مواقع زینت کے سب چھپائے رکھے یہ بھی دشوار نہیں اور ہر وقت اجازت لینے میں تنگی ہے کیونکہ اس کی آمد ورفت بھی بہت ہے یہ حکم ہے صورت دوم کا اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ اس میں علت وجوب استتار کی نہیں پائی جاتی اور انکشاف بتفصیل مذکور ان کے روبرو جائز ہی ہے جیسا امر دوم میں اس کی تصریح ہے اور ان تین وقتوں کے ماسوا بھی اگر کوئی عارض مانع ہو تو بھی استیذان واجب ہوگا پس تخصیص باعتبار اس وقت کی عادت کے ہے) اسی طرح (جیسا یہ حکم صاف صاف بیان کر دیا) اللہ تعالیٰ تم سے (اپنے) احکام صاف صاف بیان کرتا ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے (پس سب مصالح اور حکمتوں پر اس کی نظر ہے اور احکام میں ان کی رعایت فرماتا ہے) اور جس وقت تم میں کے (یعنی احرار میں کے) وہ لڑکے (جن کا

اوپر حکم آیا ہے) حد بلوغ کو پہنچیں (یعنی بالغ یا قریب بہ بلوغ ہو جائیں) تو ان کو بھی اسی طرح اجازت لینا چاہیئے جیسا ان سے اگلے (یعنی ان سے بڑی عمر کے) لوگ اجازت لیتے ہیں (جو کہ صورت اول ہے اور حکم پنجم میں اس کا حکم مذکور ہوا ہے) اسی طرح اللہ تعالیٰ تم سے اپنے احکام صاف صاف بیان کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے (اس کو مکرر اس لئے لایا گیا کہ قانون استیذان کی مصلحتیں نہایت واضح اور اس کے احکام نہایت قابل رعایت ہیں تکریر سے اہتمام ظاہر ہو گیا) اور (ایک یہ بات جاننا چاہیئے کہ حکم ششم کی تفصیل میں جو وجہ اور کفین کو وجوب استتار سے مستثنیٰ کیا ہے جیسا امر پنجم میں مذکور ہے اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ وہ بالذات ستر نہیں نہ یہ کہ عورتیں کھلی مہار اپنی صورت غیر مردوں کو دکھاتی پھرا کریں کیونکہ فتنہ کے احتمال سے یا بالغیر وہ بھی واجب الستر ہے البتہ جہاں احتمال فتنہ کا نہ ہو مثلاً جو) بڑی بوڑھی عورتیں (ہیں) جن کو (کسی کے) نکاح (میں آنے) کی کچھ امید نہ رہی ہو (یعنی اصلاً محل رغبت نہیں رہیں یہ تفسیر ہے بڑی بوڑھی ہونے کی) ان کو (البتہ) اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے (زائد) کپڑے (جس سے چہرہ وغیرہ چھپا رہتا ہے نامحرم کے روبرو) اتار رکھیں بشرطیکہ زینت (کے مواقع) کا اظہار نہ کریں) جن کا ظاہر کرنا نامحرم کے روبرو بالکل ہی ناجائز ہے جس کا بیان امر دوم میں ہوا ہے بس صرف وجہ اور کفین اور بقولے قدمین کا بھی اظہار جائز ہے بخلاف جوان عورت کے کہ بوجہ احتمال فتنہ کے اس کو چہرہ وغیرہ کا پردہ بھی ضروری ہے مگر بعذر شرعی جیسا سورۂ احزاب کے اخیر میں آوے گا: وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ [احزاب : ۵۹] جن کی تفسیر میں صاحب درمنثور نے محمد بن سیرین سے نقل کیا ہے کہ میں نے عبیدہ سلمانی سے اس کے معنی پوچھے تو انہوں نے چادر میں سر کے ساتھ چہرہ بھی چھپا لیا اور ایک آنکھ کھلی رہنے دی اور اس حکم کی جو علت وہاں مذکور ہے: ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ يُّعْرَفْنَ الخ [ایضاً] اس کا حاصل بھی خوف فتنہ ہے گو انواع فتنہ کے مختلف ہوں) اور (ہر چند کہ عجائز کو کشف وجہ کی اجازت ہے لیکن اس سے بھی احتیاط رکھیں تو ان کے لئے اور زیادہ بہتر ہے (کیونکہ اول تو ہر گندہ برے راگندہ خورے دوسرے بالکل ہی بے پردگی کا سد باب ہے) اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتا ہے سب کچھ جانتا ہے (بہتر یہ ہے کہ اس کی تفسیر میں یہ کہا جاوے کہ یہ تو پردے کا انتظام ہے اب اگر غیر مرد و عورت باہم ہمکلام ہوں یا باہم دل تعلق رکھیں تو اللہ تعالیٰ اس کلام اور اس تعلق سے بھی واقف ہے اگر ناجائز طریق سے ہوگا موجب گناہ ہے اور ممکن ہے کہ سمع اور علم مطلق افعال کے اعتبار سے مراد ہو) **ف**: کچھ تخصیص تین وقت کی نہیں اس وقت عادت اسی کے موافق تھی باقی جہاں جیسے ضرورت ہو وجود علت پر مدار ہے حکم معلول کا اور بلوغ حکم کو مراہقت کے لئے عام لینے کا یہ قرینہ ہے کہ پہلے طفل میں یہ قید لگائی ہے: لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ پس اگر یہ تفسیر نہ کی جاوے تو ایک واسطہ کا حکم غیر مذکور رہ جائے گا چنانچہ درمنثور میں سعید بن جبیر سے اطفال کی تفسیر میں صغار کہا ہے اور ثیاب کے ترجمہ میں جو زائد کہا ہے درمنثور میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی تفسیر میں جلباب کہا ہے جس کا ذکر اس آیت میں ہے: يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ۔ [احزاب : ۵۹]

ربط: اوپر استیذان کا بیان تھا جو گھروں میں جانے سے پہلے مشروع ہے آگے بعض ان امور کا بیان ہے جو گھروں میں جانے کے بعد ماذون فیہ یا مامور بہ ہیں خواہ متصل ہی جیسے سلام گھر والوں کو جس کا مامور بہ ہونا آخر آیت میں ارشاد ہے: فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا یا مع الفصل جیسے کھانا پینا جس کا ماذون فیہ ہونا اول آیت میں ارشاد ہے: لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى اور شاید مواکلت کی تقدیم اہتمام بیان رفع جرح مظنون و متوہم کے لئے ہے اور سلام کا استحسان چونکہ مخفی نہ تھا اس لئے اہتمام نہیں کیا گیا اور لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى الخ کے مجموعہ اسباب نزول سے جو کہ درمنثور میں منقول ہیں یہ مستفاد ہوتا ہے کہ پہلے اہل مدینہ میں موافق عادت اہل عرب کے کھانے پینے کے بارہ میں بہت بے تکلفی تھی کہ میں نے تمہارے گھر کھا لیا تم نے میرے گھر کھا لیا بلکہ کبھی دوسرے محتاج غریبوں کو بھی اپنے ساتھ لے جاتے اور کسی عزیز قریب یا دوست کے گھر اس کو بھی کھلا دیتے چونکہ اس بے تکلفی میں افراط زیادہ ہو گیا تھا کہ احیاناً ظلم و اتلاف حقوق کی نوبت آنے لگی تھی اس افراط کے روکنے کے لئے یہ آیت نازل ہوئی: **لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل** اس آیت کو سن کر صحابہ ڈر گئے اور بہت ہی مبالغہ کے ساتھ اس میں احتیاط کرنے لگے کہ جن کی یقینی رضا معلوم تھی اور جہاں شرعاً نہی نہ تھی تاہم بوجہ اذن صریح نہ ہونے کے احتیاط کرتے تھے اور کسی کے گھر نہ کھاتے تھے۔ اسی طرح محتاج۔ معذور۔ اندھے۔ لنگڑے۔ بیمار ایسے موقعوں پر جانے سے پرہیز کرنے لگے کہ پرائے گھر لے جا کر کھلانے کا اس شخص کو کیا حق ہے تو ہم کو بھی کھانا جائز نہ ہوگا اور اسی طرح مشترک طعام ساتھ کھانے میں بھی اور خصوصاً ان معذورین کے ساتھ اس لئے پرہیز کرنے لگے کہ مثلاً اندھے کو اچھا لقمہ اور کھانے کا موقع نہیں سوجھتا یہ اپنا حصہ پورا نہ لے سکے گا۔ اسی طرح لنگڑا تکلف سے بیٹھتا ہے اس لئے کھانے میں بھی اس کو تکلف ہوتا ہے اور ممکن ہے کہ مجمع میں کھانا شروع ہو جائے اور لنگڑا باوجود حاضر ہو جانے کے دسترخوان پر دیر میں پہنچ سکے اس وجہ سے اس کو بھی اس کا پورا حصہ نہ ملے گا اور مریض کا کم کھانا معلوم ہی ہے اسی طرح ساتھ کھانے میں کم و بیش سب جگہ ایسا احتمال ہے چونکہ اس درجہ کا تکلف و احتیاط بھی موجب تکلیف تھی اس لئے آیت آئندہ میں اس تنگی کو رفع فرماتے ہیں بعض کو لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى میں اور بعض کو لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ میں جیسا تقریر ترجمہ سے واضح ہوگا۔ و نیز درمنثور میں ہے کہ بعض لوگ غایت کرم سے تنہا کھانا نہ کھاتے تھے اگر کوئی ساتھ نہ ملتا تو فاقہ کرتے آخر آیت میں اس کا بھی جواب ہو گیا و نیز بعض روایات میں ہے کہ یہ معذورین اس

خیال سے تندرستوں کے ساتھ کھانے میں حرج سمجھتے تھے کہ شاید لوگ ہم سے نفرت کریں کما فی الروح من کتاب الزهرادی عن ابن عباس پس مجموعہ آیت میں اس کا جواب بھی ہوگیا کہ اعمٰی وغیرہ پر اکل میں حرج نہیں خواہ جمیعاً یا اشتاتاً اور ان سب اسباب نزول میں تنافی نہیں ہے۔

الحواشی: (۱) یعنی بوجہ آزاد اور بالغ ہونے کے کیونکہ آزاد ہونے کے سبب کسی کے خادم نہیں جو بار بار آنا پڑے اور بوجہ بالغ ہونے کے گھروں میں آنا ان کا امر طبعی نہیں بلکہ اپنے کام میں اکثر اوقات مشغول رہتے ہیں ۱۲ منہ۔ (۲) یعنی بوجہ اس کے کہ ہر وقت کا آنا معلوم ہے تستر کا اہتمام کر لیا جاتا ہے بخلاف ان کے جن کا آنا کم ہے چونکہ وہ دفعتاً آویں گے عین وقت پر تستر مشکل ہوتا اس لئے استیذان مناسب ہوا ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله فی توضیح لیستاذنکم سمجھا دو اشارة الی ان القصد هو الامر للمخاطبین لا للاولاد والمملوکین بان یامروهم بذلک فلا یرد ان الذین لم یبلغوا الحلم کیف کلفوا وان اشکل قوله تعالٰی ولا علیهم جناح الظاهر منه ثبوت الجناح علی الصغار فی عدم الاستیذان فازحه بان الجناح یراد به المعنی اللغوی لا الشرعی ای لاتبعة وهو اعم من الاثم وغیره ومعنی وکون التبعة علی الصغار استحقاقهم التادیب والزجر والسیاسة للاعتیاد لا للاثم کما ورد مروهم بالصلٰوة وهم ابناء سبع واضربوا هم وهم ابناء عشر ۱۲۔ ۲ قوله فی توضیح طوافون مطلب اس کا لان الخطاب فی یایها الذین آمنوا للرجال والنساء جمیعا وکذا قوله ما ملکت یعم العبید والنساء جمیعا فانفسهم البعض علی البعض کما فی الدر عن مقاتل ملکت ایمانکم من العبید والاماء وما فی الدر عن علیؓ فی قوله لیستاذنکم الذین ملکت ایمانکم قال النساء فان الرجال یستاذنون وکذا عن ابی عبدالرحمٰن السلمی قال هی فی النساء خاصة فالرجال یستاذنون علی کل حال باللیل والنهار فانما هذا التخصیص باعتبار الدخول علی النساء ومع ذلک فهو یؤید الحنفیة فی ان المملوکین لهم حکم الا جانب باعتبار سیدته وما فی الدر عن ابن عمرؓ قال هو علی الذکور دون الاناث فمعناه ان الاناث ای الاماء اللاتی هن حلال علی ساداتهم یباح لهم الدخول علیهم اذا لم یکونوا مع نسائهم ولیس معناه انهن یدخلن علی السیدات فی خلوتهن فافهم فحصل من المجموع التفصیل الذی اخترته التفسیر موافقا للمذهب الحنفی ۱۲۔

اللغات: الحلم بالضم الجماع فی النوم ولکون البلوغ جدیرا بان یقع فیه ذلک سمی به البلوغ ۱۲ التبرج اصله الظهور من البرج ای القصر ثم خص بتکشف المرأة للرجال والباء للتعدیته ۱۲۔

النحو: قوله طوافون الخ خبر مبتدا محذوف ای هم طوافون وقوله بعضکم علی بعض مبتدأ وخبر ای بعضکم طائف علی بعض ۱۲۔

البلاغۃ: قوله ثلث مرات ای ثلاثة اوقات والتعبیر عنها بالمرات للایذان بان مدار طلب الاستیذان مقارنة تلک الاوقات لمرور المستاذنین بالمخاطبین لا انفسها وقوله من قبل صلٰوة بدل مفصل من مجمل ومن الظهیرة بیان للحین والتصریح بمدار الامرا عنی وضع الثیاب فی هذا الحین دون ما قبل وما بعد لما ان التجرد عن الثیاب فیه لاجل القیلولة لقلة زمانها ووقوعها فی النهار الذی هو مظنة الورود والصدور لیس من التحقق والاطراد بمنزلة ما فی الوقتین المذکورین فان تحقق المدار فیهما امر معروف لا یحتاج الی التصریح به والمراد بالقبلیة والبعدیة طرفا اللیل المتصلان اتصالا عادیا بالصلاتین وعدم التعرض للامر بالاستیذان فی باقی اللیل لانفهامه من باب الاولی واما لندرة الوارد فیه جدا دون اعلام اهله لما فیه من التهمة ۱۲ قوله ثلٰث عورات فیه ایجاز بحذف المضاف ای هی اوقات عورات والجملة استیناف لبیان علة الاستیذان وقوله بعدهن والایراد بعنوان البعدیة مع ان کل وقت من الاوقات الباقیة قبل کل عورة من العورات کما انها بعد اخرٰی منهن لتوفیة حق التکلیف والترخیص الذی هو عبارة عن رفعه اذا لرخصة انما تتصور فی فعل یقع بعد زمان وقوع الفعل المکلف به هذا من الروح ۱۲۔

لَيْسَ عَلَى الْأَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى أَنْفُسِكُمْ أَنْ تَأْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ أُمَّهٰتِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ إِخْوَانِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ أَخَوٰتِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ أَعْمَامِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ أَخْوَالِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ أَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ أَوْ صَدِيْقِكُمْ ۭ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَأْكُلُوْا جَمِيْعًا أَوْ أَشْتَاتًا ۭ فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى

اَنۡفُسِكُمۡ تَحِيَّةً مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الۡاٰيٰتِ لَعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۶۱﴾

نہ تو اندھے آدمی کے لئے کچھ مضائقہ ہے اور نہ لنگڑے آدمی کے لئے کچھ مضائقہ ہے اور نہ بیمار آدمی کے لئے کچھ مضائقہ ہے اور نہ خود تمہارے لئے اس بات میں (کچھ مضائقہ ہے) کہ تم اپنے گھروں سے (جن میں بی بی اور اولاد کے گھر بھی آ گئے) کھانا کھالو یا اپنے باپ کے گھر سے یا اپنی ماؤں کے گھر سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا ان گھروں سے جن کی کنجیاں تمہارے اختیار میں ہیں یا اپنے دوستوں کے گھروں سے (پھر اس میں بھی) تم پر کچھ گناہ نہیں کہ سب مل کر کھاؤ یا الگ الگ (کھاؤ) پھر (یہ بھی معلوم کر رکھو کہ) جب تم اپنے گھروں میں جانے لگا کرو تو اپنے لوگوں کو سلام کر لیا کرو (جو کہ) دعا کے طور پر (ہے اور) جو خدا کی طرف سے مقرر ہے (اور) برکت والی عمدہ چیز ہے (خدا تعالیٰ نے جس طرح یہ احکام بتلائے) اسی طرح اللہ تعالیٰ تم سے (اپنے) احکام بیان فرماتا ہے تاکہ تم سمجھو (اور عمل کرو)۔

تفسیر: حکم سیزدہم جواز اکل از بعضے بیوت ☆ لَيۡسَ عَلَى الۡاَعۡمٰى حَرَجٌ ......

حکم چہارم امر بسلام بر اہل بیوت ☆ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الۡاٰيٰتِ لَعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۶۱﴾ (اگر تم کسی اندھے لنگڑے بیمار غریب کو اپنے کسی عزیز یا ملاقاتی کے گھر لے جا کر وقت تیقن رضا صاحب خانہ کے کچھ کھلا پلا دو یا خود کھا پی لو تو ان صورتوں میں) نہ تو اندھے آدمی کے لئے کچھ مضائقہ ہے اور نہ لنگڑے آدمی کے لئے کچھ مضائقہ ہے اور نہ بیمار آدمی کے لئے کچھ مضائقہ ہے اور نہ خود تمہارے لئے اس بات میں (کچھ مضائقہ ہے) کہ تم (لوگ خواہ خود یا تم اور وہ معذورین سب) اپنے گھروں سے (جن میں بی بی اور اولاد کے گھر بھی آ گئے) کھانا کھالو یا (ان گھروں سے جن کا ذکر آگے آتا ہے کھالو یعنی نہ تم کو خود کھانے میں گناہ ہے اور نہ ان معذورین کو کھلانے میں اسی طرح ان معذورین کو تمہارے کھلا دینے سے کھا لینے میں بھی گناہ نہیں اور وہ گھر یہ ہیں مثلاً) اپنے باپ کے گھر سے (کھا لو کھلا دو) یا (اسی طرح) اپنی ماؤں کے گھر سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا ان گھروں سے جن کی کنجیاں تمہارے اختیار میں ہیں یا اپنے دوستوں کے گھروں سے (اس میں اول کی دو تنگیاں منجملہ تین تنگیوں کے جن کا ذکر سبب نزول میں ہوا ہے، رفع کر دی گئیں آگے تیسری تنگی یعنی ساتھ کھانے کے متعلق رفع کی جاتی ہے یعنی پھر اس میں بھی) تم پر کچھ گناہ نہیں کہ سب مل کر کھاؤ یا الگ الگ (کھاؤ یعنی ایسے ضعیف وسوسے کہ شاید میں زیادہ کھاؤں تو پرایا حق کھالیا اور دوسرا کم کھائے تو اس کا حق رہ گیا شریعت کو مطمح نظر نہیں ہیں مخالطت میں ایسے دقائق کی تکلیف نہیں البتہ اگر کسی کے کھانے پر گھر والے کی رضا نہ صراحۃً قال سے معلوم ہو اور نہ دلالت حال سے اس وقت جائز نہیں اسی طرح جس مواکلت پر شریک باختیار راضی نہ ہو اس کی تقسیم ضروری ہے اور اگر شریک باختیار نہیں ہے جیسے یتیم باعتبار اپنے وصی وقیم کے کہ اس کی رضا عدم رضا بوجہ عدم بلوغ نامعتبر ہے وہاں بلا رضا بھی مخالطت درست ہے بشرط رعایت اس کے مصالح کے جس کا بیان سورۂ بقرہ آیت: وَاِنۡ تُخَالِطُوۡهُمۡ [البقرة: ۲۲] الخ میں گذر چکا ہے آگے حکم چہاردہم مذکور ہے یعنی) پھر (یہ بھی معلوم کر رکھو کہ) جب تم گھروں میں جانے لگا کرو تو اپنے لوگوں کو (یعنی وہاں جو مسلمان ہوں ان کو) سلام کر لیا کرو (جو کہ) دعا کے طور پر (ہے اور) جو (کہ) خدا کی طرف سے مقرر (اور مشروع) ہے اور (بوجہ اس پر ثواب ملنے کے) برکت والی (اور بوجہ مخاطب کے دل خوش کن ہونے کے) عمدہ چیز ہے (خدا تعالیٰ نے جس طرح یہ احکام بتلائے) اسی طرح اللہ تعالیٰ تم سے (اپنے) احکام بیان فرماتا ہے تاکہ تم سمجھو (اور عمل کرو) **ف**: چونکہ مدار اس حکم سیزدہم کا رضا پر ہے اس لئے نہ ان مواقع میں مطرد ہے اور نہ ان میں منحصر ہے پس عدم رضا کے وقت ان مواقع پر بھی یہ حکم ثابت نہ ہوگا اور رضا کے وقت دوسرے مواقع پر بھی ثابت ہو جاوے گا تخصیص بناء علی الغالب ہے کہ ان میں عادۃً رضا ہوتی ہے خصوصاً عرب میں کہ وہاں ہند کا سا بخل نہیں ہے۔ **ربط**: اوپر بہت سے اوامر ونواہی ارشاد فرمائے ہیں آگے خاتمہ سورت میں ایک حکم خاص مناسب اس وقت کے کہ حکم پانزدہم ہے ایسا ارشاد فرماتے ہیں جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غایت اطاعت کا وجوب ثابت ہوتا ہے جو کہ مؤکد ہے جمیع اوامر ونواہی مذکورہ کا بلکہ جمیع سعادات دنیویہ واخرویہ ظاہرہ وباطنہ کا چنانچہ اس حکم جزئی کے بعد کی آیت ہی میں کلیاً بھی وجوب اطاعت اور تحریم مخالفت کی تصریح مع وعید فرما دی گئی۔ اور سبب نزول اس کا دو امر ہیں ایک یہ کہ غزوۂ احزاب میں جب مدینہ کے گرد خندق کھودی گئی تو مسلمان تو بڑی محنت کرتے تھے اور اگر مدینہ جانے کا کچھ کام لگتا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر جاتے اور منافقین اول تو کام سے جی چراتے پھر جب کسی مسلمان کو جاتا ہوا دیکھتے تو اس کی آڑ میں لگے لگے خود بھی بے اطلاع کھسک جاتے اس پر آیت نازل ہوئی **اخرجه ابن اسحٰق وابن المنذر والبيهقي في الدلائل عن عروة ومحمد بن كعب القرظي** دوسرا امر جمعہ وغیرہ میں جب کبھی مسلمانوں کو کوئی ضرورت پیش آتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر جاتے اور اگر آپ خطبہ میں ہوتے تو انگلی کے اشارہ سے دریافت کر لیتے اور انکے جانے کے ساتھ منافقین بھی بوجہ اس کے کہ ان کو نماز اور خطبہ

گراں معلوم ہوتا تھا اور انکی آڑ میں چھپ کر کھسک جاتے اس پر آیت نازل ہوئی اخرجه ابو داود فی مرسیله عن مقاتل هذا كله من الدر المنثور۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ او صدیقکم یہ آیت اصل ہے اس کی جو بعض اہل طریق سے منقول ہے کہ انہوں نے مرید کے مال میں بدون ان کے ظاہری اذن کے اس قسم کا تصرف کیا کہ علاج نفس کیلئے ان کے خرچ کر ڈالنے کا حکم لازم کر دیا وجہ یہ کہ ان کو اذن بالقلب پر اعتماد تھا اور نہ شبہ میں یہ جائز نہیں۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله فی تاكلوا یا تم اور وہ اشارة الى ان فی الخطاب تغليبا ۱۲۔ ۲ قوله فی من بیوتکم بی بی اور اولاد بالحمل عليه اندفع ايراد ان الاول ان الاكل من بيت نفسه لاخفاء فيه فما معنى ذكره والثانی ان الازواج والاولاد اقرب انبساطا من غيرهم فما معنى عدم ذكره والاندفاع ظاهر ۱۲۔ ۳ قوله فی ما ملكتم ان گھروں سے اشارة الى ان المراد بالموصول البيوت وهو معطوف على بيوت فالمعطوف عليه البيوت المضاف والمعطوف البيوت موصوف ومن ثم لم يحتج الى زيادة البيوت بل لو زيد مضافا لم يصح ۱۲۔

۴ قوله فی فاذا دخلتم معلوم کر رکھو اشارة الى ان الفاء للتعقيب الذكرى لا للترتيب الوقوعى ۱۲۔ ۵ قوله فی على انفسكم مسلمان اشارة الى النكتة فی التعبير بالانفس وهی ان المسلمين كلهم كنفس واحدة ۱۲۔

النحو: تحية انتصابها على المصدرية ای سلموا تسليما واصل معناها الدعاء بالحيوٰة بان تقول حياك الله ثم عمم لكل دعاء ومن عند الله صفة ای مشروعة من عند الله ومباركة وطيبة صفتان لها ۱۲۔

البلاغۃ: قوله ولا على انفسكم لم يذكر الحرج فيه اكتفاء بذكره فيما مرو الا واخر محل الحذف ولم يكتف بحرج واحد بان يقال ليس على الاعمى والاعرج والمريض وانفسكم حرج ان تاكلوا التغاير الحرجين فانه فی المعذورين باعتبار الاكل فقط وفی الانفس تارة باعتبار الاكل وتارة باعتبار الاطعام ولم يقل عليكم بل افخم النفس اشارة الى عموم الحكم لمن هو فی مثل حال المخاطبين من المؤمنين قوله ملكتم مفاتحه هو كناية عن كون الشئ تحت يد شخص وتصرفه وان لم يكن ثم مفتاح والمفاتح جمع مفتح ومفتاح بمعنى واحد قوله صديقكم وهو من يصدق فی مودتك وتصدق فی مودته يقع على الواحد والجمع والمراد به ههنا الجمع وسر التعبير به دون اصدقائكم الاشارة الى قلة الاصدقاء او الى ان شان الصداقة رفع الاثنينية ۱۲۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَىٰ أَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوا حَتَّىٰ يَسْتَأْذِنُوهُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأْذَن لِّمَن شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٦٢﴾ لَّا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُم بَعْضًا ۚ قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ يَتَسَلَّلُونَ مِنكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٦٣﴾ أَلَا إِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ قَدْ يَعْلَمُ مَا أَنتُمْ عَلَيْهِ وَيَوْمَ يُرْجَعُونَ إِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا ۗ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٦٤﴾

ع ۹ ۱۵

بس مسلمان تو وہی ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں اور جب رسول ﷺ کے پاس کسی ایسے کام پر ہوتے ہیں جس کے لئے مجمع کیا گیا ہے (اور اتفاقاً وہاں سے جانے کی ضرورت پڑتی ہے) تو جب تک آپ سے اجازت نہ لیں نہیں جاتے اے پیغمبر جو لوگ آپ سے (ایسے مواقع پر) اجازت لیتے ہیں بس وہی اللہ پر اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں تو جب یہ اہل ایمان لوگ ایسے مواقع پر اپنے کسی (ضروری) کام کے لئے آپ سے (جانے کی) اجازت طلب کریں تو ان میں سے جس کے لئے آپ چاہیں اجازت دے دیا کریں اور (اجازت دے کر بھی) آپ ان کے لئے اللہ سے مغفرت کی دعا کیجئے بلاشبہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ تم لوگ رسول ﷺ کے بلانے کو ایسا (معمولی بلانا) مت سمجھو جیسا تم میں ایک دوسرے کو بلا لیتا ہے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو دوسرے کی آڑ میں ہو کر تم میں سے (مجلس نبوی سے) کھسک جاتے ہیں سو جو لوگ اللہ کے حکم کی (جو کہ بواسطہ رسول ﷺ پہنچا ہے) مخالفت کرتے ہیں ان کو اس سے ڈرنا چاہئے کہ ان پر (دنیا میں) کوئی آفت (نہ) آ پڑے یا ان پر (آخرت میں) کوئی دردناک عذاب نازل نہ ہو جائے اور یہ بھی یاد رکھو کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں (موجود) ہے سب خدا ہی کا ہے اللہ اس حالت کو بھی جانتا ہے جس پر تم (اب) ہو اور اس دن کو جس میں سب اس کے پاس (زندہ کر کے لائے جائیں گے پھر وہ ان کو سب جتلا دے گا جو کچھ انہوں نے کیا تھا اور اللہ تعالیٰ (تو)

سب کچھ جانتا ہے۔

تفسیر: حکم پانز دہم تحریم خروج مدعووین از مجلس رسول بلا اذن ☆ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ (الی قولہ تعالی) وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۶۴﴾ بس مسلمان تو وہی ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں اور جب رسول کے پاس کسی ایسے کام پر ہوتے ہیں جس کے لئے مجمع کیا گیا ہے (اور اتفاقاً وہاں سے جانے کی ضرورت پڑتی ہے) تو جب تک آپ سے اجازت نہ لیں (اور آپ اس پر اجازت نہ دے دیں مجلس سے اُٹھ کر) نہیں جاتے (اے پیغمبرؐ) جو لوگ آپ سے (ایسے مواقع پر) اجازت لیتے ہیں بس وہی اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں (یہ مکرر نہیں ہے بلکہ ایمان واستیذ ان میں جانبین سے تمیم تلازم کے لئے اس کو لائے ہیں۔ پس اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ کا حاصل تو یہ ہے کہ ایمان تو بدوں استیذ ان کے نہیں پایا جاتا کیونکہ ہر مؤمن اجازت لیتا تھا اور اِنَّ الَّذِيْنَ الخ کا حاصل یہ ہوا کہ استیذ ان بدوں ایمان کے نہیں پایا جاتا کیونکہ کوئی منافق اجازت نہ لیتا تھا اور سورۂ براءت کے نصف پر آیت: لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ (الی قولہ تعالی) اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ [التوبۃ: ۴۴ - ۴۵] سے شبہ عکس کا نہ کیا جاوے کیونکہ وہ استیذ ان اس کا ہے کہ ہم جہاد میں بالکل نہ جاویں تو یہ مؤمنین میں منفی تھا اور منافقین جب بدون اس کے کام چلتا نہ دیکھتے تھے پوچھ لیتے تھے پس جو استیذ ان علامت اطاعت کی ہے وہ مؤمن کے لئے ثابت اور منافق سے مخفی ہے اور جو استیذ ان علامت اعراض کی ہے وہ منافق کے لئے ثابت اور مؤمن سے مخفی ہے فلم یتعارضا یہاں تک تو اذن لینے کے متعلق مضمون تھا آگے اذن دینے کے متعلق فرماتے ہیں کہ جب آپ کو اختصاص استیذ ان کا اہل ایمان کے ساتھ معلوم ہو گیا) تو جب یہ (اہل ایمان) لوگ (ایسے مواقع پر) اپنے کسی (ضروری) کام کے لئے آپ سے (جانے کی) اجازت طلب کریں تو ان میں آپ جس کے لئے (مناسب سمجھ کر اجازت دینا) چاہیں اجازت دے دیا کریں (اور جس کو مناسب نہ سمجھیں اجازت نہ دیا کریں کیونکہ ممکن ہے کہ مستاذنین کے خیال میں وہ ضروری ہو مگر واقع میں ضروری نہ ہو یا واقع میں بھی ضروری ہو لیکن جانے میں اس سے کوئی زیادہ ضروری امر فوت ہوتا ہو تو اس سب کا فیصلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے مبارک پر مفوض ہے) اور (اجازت دے کر بھی) آپ ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کیا کیجئے (کیونکہ استیذ ان گو کسی قوی عذر کی وجہ سے ہو لیکن تاہم اس میں دنیا کی تقدیم دین پر تو لازم آئی اور اس میں ایک نقص کا شائبہ ہے کہ اس کی تلافی کے لئے استغفار کا امر ہوا پس استغفار جیسے تلافی ذنوب کے لئے ہوتا ہے اسی طرح تلافی نقص کے لئے بھی مفید ہے و نیز ممکن ہے کہ وہ عذر واقع میں قوی نہ ہو اور اس کے قوی سمجھنے میں مستاذن سے خطائے اجتہادی ہوئی اور وہ خطا ایسی ہو کہ تامل وخوف سے رفع ہو سکتی تھی مگر خوض وتامل نہ کیا ترک تامل باوجود قدرت کے ایک خفیف سا امر مکروہ ہے اور وہ امر مکروہ ممنوع ہوتا ہے اور ممنوعات سے استغفار ظاہر ہے) بلاشبہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے (چونکہ ان کی نیت اچھی تھی اس لئے ایسے دقائق پر مواخذہ نہیں فرماتا یہاں تک تو حرمت ترک استیذ ان کی بصورت جملہ خبریہ کے ارشاد فرمائی تھی آگے اس کی اصلی صورت یعنی صیغہ انشائیہ میں ارشاد ہے کہ) تم لوگ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بلانے کو (جب وہ کسی ضرورت اسلامیہ کے لئے تم کو جمع کریں) ایسا (معمولی بلانا) مت سمجھو جیسا تم میں ایک دوسرے کو بلا لیتا ہے (کہ چاہے آیا یا نہ آیا پھر آ کر بھی جب تک چاہا بیٹھا جب چاہا اُٹھ کر بے اجازت لئے چل دیا سو رسول کا بلانا ایسا نہیں ہے بلکہ اجابت واجب ہے اور بے اجازت جانا حرام اور گو بے اطلاع چلا جانا کسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخفی رہ جائے لیکن یہ یاد رکھو کہ) اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو (خوب) جانتا ہے جو (دوسرے کی) آڑ میں ہو کر تم میں سے (مجلس نبوی سے کھسک جاتے ہیں پس ان کو سزا دے گا اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے) سو جو لوگ اللہ کے حکم کی (جو کہ بواسطہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پہنچا ہے جس میں وجوب استیذ ان بھی داخل ہے) مخالفت کرتے ہیں ان کو اس (بات) سے ڈرنا چاہئے کہ ان پر (دنیا میں) کوئی آفت (نہ) آن پڑے یا ان پر (آخرت میں) کوئی دردناک عذاب نازل (نہ) ہو جائے (یہ تردید علی سبیل منع الخلو ہے یعنی ممکن ہے کہ دارین میں معاقب ہوں کیونکہ مخالفت امر موجب سخط ہے اور وہ مخالفت علم الٰہی سے مخفی بھی نہیں اور یہ بھی یاد رکھو کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں (موجود) ہے سب خدا ہی کا (مملوک) ہے (پس اختیار بھی اس کو کامل ہے غرض مامور کی طرف سے اس حالت میں مخالفت ہونا کہ آمر کا علم اور قدرت کامل ہو بیشک محل اندیشہ ہے اور یہ جو کہا گیا ہے کہ دو چیزوں کا اندیشہ ہے مصیبت دنیویہ کا اور عقاب اخروی کا تو وجہ اس کی یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ اس حالت کو بھی جانتا ہے جس پر تم (اب) ہو (اس سے تو احتمال ہے کہ شاید دنیا ہی میں تم کو سزا دے دے) اور (اللہ تعالیٰ) اس دن کو بھی (جانتا ہے کہ) جس میں سب اس کے پاس (دوبارہ زندہ کر کے) لائے جاویں گے سو وہ اُن کو سب جتلا دے گا جو جو کچھ انہوں نے کیا تھا (پس آخرت میں بھی سزا دینا مستبعد نہیں غرض جب دارین کے ساتھ اس کا علم متعلق ہے تو دارین میں احتمال سزا ہے) اور علم میں مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ اور وَيَوْمَ يُرْجَعُوْنَ کی کیا تخصیص ہے) اللہ تعالیٰ (تو) سب کچھ جانتا ہے۔ ف: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ سے استیذ ان کا شرائط ایمان سے ہونا معلوم ہوتا ہے حالانکہ کوئی امر واجب امور فرعیہ سے شرط یا شطر ایمان کا نہیں سو تحقیق یہ ہے کہ مقصود مطلق اشتراط نہیں بلکہ مستاذنین وغیر مستاذنین معینین کے اعتبار سے خاص واقعہ کا بیان ہے کہ ان لوگوں میں ایمان بدوں استیذ ان کے نہیں پایا جاتا نہ بایں معنی کہ اگر استیذ ان نہ رہے تو ایمان نہ رہے بلکہ بایں معنی

کہ واقع یوں ہی ہے کہ جن میں ایمان ہے وہ استیذان ضرور کرتے ہیں۔اور یہ وجوب[1] استیذان اس وقت ہے جب بلائے ہوئے آویں خواہ نماز کے لئے بذریعہ اذان کے یا کسی مشورہ وغیرہ کے لئے بذریعہ خاص اعلام یا عام اعلان کے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بارہا لوگ خود حاضر ہوئے اور خود چلے گئے اُن پر ملامت نہیں کی گئی اور اب امام المسلمین اگر لوگوں کو جمع کرے تو بے اجازت اُس کی جانا جائز نہیں اور مدار اس حکم کا وجوب اطاعت امام ہے مباحات میں بھی پس ظاہر ہے کہ لوگوں کا جمع ہونا مباح تھا مگر جب امام کا امر ہوا تو واجب ہو گیا اب چونکہ قرائن مقام سے یقینی ہے کہ اس جمع کرنے میں جیسا جمع ہونا مامور بہ من الامام ہے اسی طرح جمع رہنا بھی مامور بہ من الامام ہے ورنہ جمع کرنا ہی عبث ٹھہرے گا پس اشتراک علت کی وجہ سے دوسرا مامور بہ بھی واجب ہوا اور بے اجازت جانے میں اس واجب کا ترک ہے اس لئے حرام ہو گا رہا جمعہ وغیرہ میں جمع ہو کر بے اجازت امیر المؤمنین کے جانا سو جب علت اور مدار حکم معلوم ہو گیا تو اگر امیر المؤمنین حکم کر دے کہ بدون ہمارے اذن کے کوئی مسجد سے نہ نکلے تو پھر استیذان واجب ہو گا اور اگر قرینہ قویہ سے یا تصریحاً معلوم ہو جاوے کہ عدم خروج بلا استیذان مامور بہ من الامیر نہیں ہے تو بوجہ فقدان علت کے معلوم یعنی وجوب استیذان بھی مفقود ہو گا اور بلا اذن خروج جائز ہو گا اور یہ سب تفصیل اُس وقت ہے جب کہ مستاذن کو قیام فی المسجد جائز ہو اور اگر جائز نہ ہو جیسے عورت کو حیض آ جانا یا کسی شخص کو جنابت ہو جانا وہاں استیذان کی ضرورت نہیں فوراً باہر نکل جاوے صرح بہ فی الخازن والقواعد تشہد لہ اور لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ کی جو تفسیر اختیار کی گئی سردار قفال نے اسی کو اختیار کیا ہے **كذا فی الكبير والروح** اور بعض نے کہا ہے کہ بعضے لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر پکارتے تھے اس میں اُس کی ممانعت ہے کہ رسول کو اس طرح نہ پکارو پس تفسیر اول میں دُعَآءَ الرَّسُوْلِ مصدر مضاف الی الفاعل ہے اور دوسری تفسیر پر مصدر مضاف الی المفعول ہے اور اُس کے بعد لوگ اس طرح کہنے لگے یا رسول اللہ یا نبی اللہ درمنثور میں حضرت عباس سے یہی تفسیر منقول ہے اور اس تفسیر پر اس کا مضمون مدح استیذان وذم عدم استیذان کے بیچ میں آنا یا تو اس بناء پر ہے کہ استیذان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرنا ہو گا اس خطاب کا طریقہ بتلا دیا اور یا استیذان اور ندا بالالقاب دونوں میں وجہ جامع تعظیم رسول ہے وہ ارتباط اور یہ اشتراک تناسب کے لئے کافی ہے لیکن چونکہ تفسیر اول کا اوفق بالمقام ہونا ظاہر ہے اس لئے احقر نے اس کو اختیار کیا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول سبب نزول کی روایت نہیں جس کی متابعت واجب ہو بلکہ اجتہاد تفسیری اور ذرایت ہے جس کی متابعت واجب نہیں اور بعض روایات کے الفاظ سے جو سبب نزول ہونا مفہوم ہوتا ہے اس میں بھی یہ احتمال ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے قیاس واجتہاد ہی سے سبب نزول قرار دیا ہو اور اس احتمال کا صریح قرینہ یہ ہے کہ طبری وغیرہ میں ابن عباس سے اس آیت کی دوسری تفسیر بھی مروی ہے اگر اُن کے نزدیک شان نزول متعین ومنصوص ہوتی تو آیت کی مختلف تفسیریں نہ کرتے واللہ اعلم۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ : اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ الخ روح میں ہے کہ اس میں (یہ بھی) اشارہ ہے کہ مرید کو مستقل ہو کر کوئی کام نہ کرنا چاہئے قولہ تعالیٰ **فاذن لمن شئت** الخ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ شیخ کی خدمت سے دور ہونا گو باذن ہو مگر قدرے نقصان سے خالی نہیں۔قولہ تعالیٰ : **لا تجعلوا دعاء الرسول** اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ شیخ کا خاص ادب واحترام کرے اور دوسروں سے معاملات میں اس کو ممتاز رکھے۔

الحواشی: (۱) خلاصہ اس تمام تر تقریر کا یہ ہے کہ بلانا بھی عام ہے اور اذن بھی عام ہے ہر اذن کو خواہ صراحۃً ہو یا دلالۃً پس آیت اپنے عموم پر بھی رہی اور جن مواقع پر بدون اذن صریح چلا جانا بلا نکیر معمول ہے وہاں اشکال بھی واقع نہیں ہوتا ۱۲ محشی۔

اللغات: **التسلل الخروج من البين على التدريج والخفية لو اذا اى ملاوذة بان يستتر بعضهم ببعض حتى يخرج ۱۲۔**

النحو: **قوله ويوم يرجعون عطف على ما انتم عليه ۱۲۔**

البلاغۃ: **قوله امر جامع وصف الامر بالجمع مع انه سبب له للمبالغة والظاهر ان ذلك من المجاز العقلى ۱۲ قوله حتى يستاذنوه فيه ايجاز والمراد حتى يستاذنوه فياذن لهم فالغاية هى الاذن الحاصل بعد الاستيذان والاقتصار على الاستيذان لانه الذى يتم من قبلهم وهو المعتبر فى كمال الايمان لا الاذن ولا الذهاب المرتب عليه واعتباره فى ذلك لما انه كالمصداق لصحته والممير للخلص عن المنافق فان ديدنه التسلل للغراء قوله فاذا استاذنوك الفاء لترتيب ما بعدها على ما قبلها اى بعد ما تحقق ان الكاملين فى الايمان هم المستاذنون فاذا استاذنوك الخ قوله استغفرلهم وتقديم لهم للمبادرة الى ان الاستغفار للمستاذنين لا للآذن ۱۲۔ قوله ما انتم دخول المنافقين مع ان الخطاب فيما قيل للمؤمنين بطريق الصليب ۱۲۔ فينبئهم الفاء للتعقيب وبترتيب ما بعدها على ما قبلها فان الاعلام مرتب على الاعم ۱۲۔**

الحمد للہ کہ تاریخ ۲۹ ذی قعدہ روز سہ شنبہ ۱۳۲۴ھ کو تفسیر سورۂ نور مع الخیر ختم ہوئی یا الٰہی بقیہ تفسیر کو بھی مع الخیر ختم فرما اور وقت پر ہمارا بھی خاتمہ بالخیر فرما آمین۔

آمين وصلى الله تعالىٰ على خير خلقه محمد واله واصحابه اجمعين۔

وجوه المثانی جلد ۴

سورة الاعراف قوله تعالٰی قلیلا ما یتذکرون فیه ثلث ت الاولی بیاء قبل التاء وتخفیف الذال لابن عامر والثانیة بتخفیف الذال ولا یاقبل التاء لحفص وحمزة والکسائی والثالثة بتشدید الذال ولا یاء قبل التاء للباقین قوله تعالٰی منها تخرجون فیه تان الاولٰی بفتح التاء وضم الراء لابن ذکوان و حمزة والکسائی والثانیة بضم التاء وفتح الراء للباقین قوله تعالٰی و لباس التقوٰی فیه تان الاولٰی بنصب السین لنافع وابن عامر والکسائی عطفا علی لباسًا والثانیة بضم التاء وفتح الراء للباقین قوله تعالٰی ویحسبون فیه تان الاولی بفتح السین لابن عامر وعاصم وحمزة والثانیة بالکسر للباقین قوله تعالٰی خالصة فیه تان الاولی برفع الرتاء علی انه خبر بعد خبر لنافع والثانیة بالنسب علی الحال من الضمیر المستتر فی الجار والمجرور للباقین قوله تعالٰی ما لم ینزل فیه تان الاولی بالتخفیف لابن کثیر وابی عمرو والثانیة بالتشدید للباقین قوله تعالٰی جاء تهم رسلنا فیه تان الاولی بسکون السین لابی عمرو والثانیة بالضم للباقین قوله تعالٰی ولکن لا تعلمون فیه قراء تان الاولٰی بالیاء علی الغیبة لشعبة والثانیة بالتاء علی الخطاب للباقین قوله تعالٰی لا تفتح لهم فیه ثلث قراء ات الاولٰی بتاء التانیث قبل الفاء وسکون الفاء وتخفیف التاء بعدها لابی عمرو والثانیة بالیاء علی التذکیر وسکونَ الفاء وتخفیف التاء لحمزة والکسائی والثالثة بالتانیث وفتح الفاء وتشدید التاء للباقین قوله تعالٰی وما کنا فیه قراء تان الاولی بحذف الواو قبل ما لابن عامر والثانیة بالواو للباقین قوله تعالٰی قالوا نعم فیه قراء تان الاولی بکسر العین للکسائی والثانیة بالفتح للباقین والکسر لغة فیه نسبت الی کنانة وهذیل قوله تعالٰی ان لعنة الله فیه قراء تان الاولی بتشدیدان ونصب التاء للبزی وابن عامر وحمزة والکسائی والثانیة بتخفیف ان ورفع التاء للباقین قوله تعالٰی یغشی فیه قراء تان الاولی بفتح الغین وتشدید الشین لشعبة وحمزة والکسائی من التفعیل والثانیة بسکون الغین وتخفیف الشین للباقین من الافعال قوله تعالٰی والشمس والقمر والنجوم مسخرات فیه قراء تان الاولی برفع الاربعة لابن عامر والثانیة بالنصب للباقین الا ان مسخرات منصوب بالکسرة والرفع علی الابتداء والخبریة والنصب علی العطف علی السمٰوٰت والحالیة قوله تعالٰی خفیة فیه قراء تان الاولٰی بکسر الخاء لشعبة والثانیة بالضم للباقین وهما لغتان قوله تعالٰی یرسل الریح فیه قراء تان الاولی بالتوحید لابن کثیر وحمزة والکسائی والثانیة بالجمع للباقین قوله تعالٰی بشرا فیه اربع قراء ات الاولی بالباء الموحدة وسکون الشین لعاصم والثانیة بالنون مفتوحة وسکون الشین لحمزة والکسائی والثالثة بالنون مضمومة وسکون الشین لابن عامر والرابعة بضم النون والشین للباقین وهو علی الاولی مخفف بشرا بضمتین جمع بشیر ای مبشرات وعلی الثانیة مصدر فی موقع الحال بمعنی ناشرات او مفعول مطلق فان الارسال والنشر متقاربان وعلی الثالثة مخفف الرابعة وعلی الرابعة جمع نشور بفتح النون بمعنی ناشر قوله تعالٰی للبلد میت فیه قراء تان الاولی بتخفیف الیاء لابن کثیر وابی عمرو وابن عامر وشعبة والثانیة بالتشدید للباقین قوله تعالٰی من اله غیره۔ فیه قراء تان الاولی بخفض الراء والهاء للکسائی والثانیة برفع الراء وضم الهاء للباقین وهو علی الاول صفة لا لٰه باعتبار لفظه وعلی الثانی صفة له باعتبار محله قوله تعالٰی انی اخاف فیه قراء تان الاولی بفتح الیاء لنافع وابن کثیر وابی عمرو والثانیة بالسکون للباقین قوله تعالٰی تذکرون فیه قراء تان الاولی بتخفیف الذال لحفص وحمزة والکسائی والثانیة بالتشدید للباقین قوله تعالٰی ابلغکم فی الحرفین قراء تان الاولی بسکون الباء وتخفیف اللام لابی عمرو والثانیة بفتح الباء وتشدید اللام للباقین قوله تعالٰی بصطة قرأ نافع والبزی وشعبة والکسائی بالصاد وابو عمرو وهشام وقنبل وحفص وخلف بالسین واما ابن ذکوان وخلاد فقرء بالصاد والسین والمرسوم بالصاد قوله تعالٰی بیوتا فیه قراء تان الاولی بضم الباء لورش وابی عمر وحفص والثانیة بالکسر للباقین قوله تعالٰی مفسدین وقال الملأ فیه قراء تان الاولی بالواو قبل قال لابن عامر والثانیة بلا واو للباقین قوله تعالٰی من اله غیره۔ فیه ما تقدم قوله تعالٰی لفتحنا فیه قراء تان الاولی بتشدید التاء لابن عامر والثانیة بالتخفیف للباقین قوله تعالٰی او امن فیه قراء تان الاولی بسکون الواو عطفا علی امن السابق بالتردید لنافع وابن کثیر وابن عامر والثانیة بفتح الواو للباقینقوله تعالٰی حقیق علی ان لا اقول فیه قراء تان الاولی بتشدید الیاء والثانیة بالسکون للباقین ومعنی الاول ظاهر۔ وتوجیه الثانی ان علی بمعنی الباء وحقیق خبر مبتدأ محذوف ای انا جدیر بان لا اقول الخ قوله تعالٰی ارجه فیه ست قراء ات الاولی ارجئه بهمزة ساکنة وضم الهاء موصولة بواو لابن کثیر وهشام والثانیة اجئه بهمزه ساکنة وضم الهاء مختلسة لأبی عمرو والثالثة ارجئه بهمزة ساکنة وکسر الهاء مختلسة لابن ذکوان الرابعة ارجه بلا همز وبسکون الهاء لعاصم وحمزة الخامسة ارجه بلا همز وکسر الهاء مختلسة لقالون السادسة ارجه بلا همز وکسر الهاء موصولة بیاء لورش والکسائی وتوجیه الثلث الاول ظاهر فانه امر من الارجئا والضمیر منصوب متصل وضم الهاء وکسرها لغتان توجیه الثلث الاخر ان الهمزة حذفت تخفیفا ثم کسر الهاء ظاهر اما السکون فلتشبیه المنفصل بالمتصل وجعل ارجه وکابل فی اسکان وسطه قوله تعالٰی بکل سحر فیه قراء تان الاولی بتشدید الهاء مفتوحة والف بعدها ولا الف قبلها لحمزة والکسائی والثانیة بتخفیف الحاء مکسورة والف قبلها للباقین قوله تعالٰی نعم فیه قراء تان الاولی بکسر العین للکسائی والثانیة بالفتح للباقین۔ قوله تعالٰی تلقف۔ فیه قراء تان الاولی بسکون اللام وتخفیف القاف لحفص والثانیة بفتح اللام وتشدید القاف للباقین بحذف احدی التائین قوله تعالٰی سنقتل فیه قراء تان الاولی بفتح النون وسکون القاف وضم التاء مخففة لنافع وابن کثیر والثانیة بضم النون وفتح القاف وکسر التاء مشددة للباقین قوله تعالٰی یعرشون فیه قراء تان الاولی بضم الراء لابن عامر والثانیة بالکسر للباقین وهما لغتان قوله تعالٰی یعکفون۔ فیه قراء تان الاولی بکسر الکاف لحمزة والکسائی والثانیة بالضم للباقین وهما لغتان قوله تعالٰی انجینکم فیه قراء تان الاولی بحذف الیاء والنون لابن عامر والثانیة باثباتهما للباقین قوله تعالٰی یقتلون۔ فیه قراء تان الاولی بفتح الیاء وسکون القاف وضم التاء مخففة لنافع والثانیة بضم الیاء وفتح القاف وکسرا التاء مشددة للباقین قوله تعالٰی ووٰعدنا موسٰی۔فیه قراء تان الاولٰی بغیر الف قبل العین لابی عمرو والثانیة بالاف للباقین قوله تعالٰی برسالتی۔ فیه قراء تان الاولٰی بغیر الف بعد اللام علی التوحید لنافع وابن کثیر والثانیة بالاف بعد اللام علی الجمع للباقین قوله تعالٰی سبیل الرشد۔ فیه قراء تان الاولٰی بفتح الراء والشین لحمزة والکسائی والثانیة بالضم الراء

وسکون الشین للباقین وهما لغتان قوله تعالٰی من حلیهم۔ فیه قراء تان الاولٰی بکسر الحاء لحمزة والکسائی والثانیة بالضم للباقین والثانی اصل اللغة والاول فیه اتباع لکسر اللام قوله تعالٰی لم یرحمنا ربنا وتغفرلنا فیه قراء تان الاولٰی بالخطاب فی ترحمنا وغفرلنا ونصب باء ربنا لحمزة والکسائی والثانیة بالغیبة ورفع الباء للباقین والتوجیه ظاهر قوله تعالٰی اصرهم۔ فیه قراء تان الاولٰی بفتح الهمزة ممدودة والصاد والف بعد الصاد علی الجمع لابن عامر والثانیة بکسر الهمزة وسکون الصاد ولا الف بعدها علی التوحید للباقین قوله تعالٰی نغفرلکم۔ فیه قراء تان الاولٰی تغفر بضم التاء وفتح الفاء علی التانیث لنافع وابن عامر والثانیة بنون مفتوحة وکسر الفاء للباقین قوله تعالٰی خطیئتکم۔ فیه ثلث قراء ات الاولٰی بفتح الطاء وبعدها الف بعدها یاء بعدها الف علی وزن قضایاکم لابی عمرو والثانیة بکسر الطاء بعدها یاء بعدها همزة مفتوحة مقصورة علی التوحید لابن عامر والثالثة کذٰلک الا ان الهمزة ممدودة علی الجمع للباقین لکن نافعا منهم یضم التاء علی انه مفعول ما لم یسم فاعله والباقون یکسرون قوله تعالٰی معذرة۔ فیه قراء تان الاولٰی بالنصب لحفص والثانیة بالرفع للباقین والعامل علی الاول لعظ وعلی الثانی وعظنا قوله تعالٰی بعذاب بئیس۔ فیه اربع قراء ات الاولٰی بکسر الباء بعدها همزة سکنة لابن عامر وکان اصله بئس بباء مفتوحة وهمزة مکسورة کحذر سکن بعد نقل الحرکة الی الباء للتخفیف والثانیة بکسر الباء بعدها یاء ساکنة لنافع علی قلب الهمزة هی فی القراء ة الاولٰی یاء کما قلبت فی ذیب لسکونها وانکسار ما قبلها والثالثة بفتح الباء بعدها یاء سکنة وبعد الیاء همزة مفتوحة علی وزن فیعل کضیغم هو وجه لشعبة والرابعة بفتح الیاء وبعدها همزة مکسورة ممدودة کفعیل للباقین وهو وجه اخر لشعبة وکلها من البوس والباس بمعنی الشدة قوله تعالٰی افلا تعقلون فیه قراء تان بالتاء علی الخطاب لنافع و ابن عامر و حفص والثانیة بالیاء علی الغیبة للباقین قوله تعالٰی یمسکون فیه قراء تان الاولٰی باسکان المیم وتخفیف السین لشعبة والثانیة بفتح المیم وتشدید السین للباقین والاول من الامساک والثانیة من التمسیک قوله تعالٰی ذریتهم۔ فیه قراء تان الاولٰی بالف بعد الیاء وکسر التاء علی الجمع لنافع وابی عمرو وابن عامر والثانیة بغیر الف وفتح التاء علی التوحید للباقین قوله تعالٰی ان تقولوا او تقولوا فیه قراء تان الاولٰی بالیاء فیهم علی الغیبة لابی عمرو والثانیة بالتاء علی الخطاب للباقین قوله تعالٰی یلحدون۔ فیه قراء تان الاولٰی بفتح الیاء والحاء لحمزة والثانیة بضم الیاء وکسر الحاء للباقین قوله تعالٰی ویذرهم فیه ثلث قراء ات الاولٰی بالنون ورفع الراء لنافع وابن کثیر وابن عامر والثانیة بالیاء ورفع الراء لابی عمرو وعاصم والثالثة بالیاء وجزم الراء لحمزة والکسائی والرفع علی الاستیناف والجزم علی العطف علی محل الجملة الاسمیة الواقعة جواب الشرط کانه قیل من یضلل الله لا یهده احد ویذرهم قوله تعالٰی شرکاء فیه قراء تان الاولٰی بکسر الشین وسکون الراء بلا همز بعد الکاف علی المصدر لنافع وشعبة والثانیة بضم الشین وفتح الراء وبعد الکاف الف بعدها همزة جمع شریک للباقین قوله تعالٰی لا یتبعوکم۔ فیه قراء تان الاولٰی بسکون التاء وفتح الباء الموحدة لنافع والثانیة بفتح التاء مشددة وکسر الباء الموحدة للباقین قوله تعالٰی طیف فیه قراء تان الاولٰی بیاء ساکنة بعد الطاء لابن کثیر وابی عمرو والکسائی علی المصدر والثانیة بالالف بعد الطاء بعدها همزة مکسورة للباقین علی صیغة اسم الفاعل قوله تعالٰی یمدونهم فیه قراء تان الاولٰی بضم الیاء وکسر المیم لنافع والثانیة بفتح الیاء وضم المیم للباقین۔

﴿سورة الانفال﴾ قوله تعالٰی مردفین۔ فیه قراء تان الاولٰی بفتح الدال لنافع ووجه لقنبل والثانیة بالکسر للباقین ووجه اخر لقنبل قوله تعالٰی یغشیکم النعاس۔ فیه ثلث قراء ات الاولٰی بفتح الیاء والسین مع التخفیف والف بعدها ورفع السین من النعاس علی الفاعلیة لابن کثیر وابی عمرو والثانیة بضم الیاء وکسر الشین مخففة ونصب النعاس علی المفعولیة لنافع والثالثة بضم الیاء وفتح العین وکسر الشین مشددة ونصب السین للباقین قوله تعالٰی وینزل۔ فیه قراء تان الاولٰی بسکون النون وتخفیف الزاء لابن کثیر وابی عمرو والثانیة بفتح النون وتشدید الزاء للباقین قوله تعالٰی الرعب فیه قراء تان الاولٰی بضم العین لابن عامر والکسائی والثانیة بالسکون للباقین قوله تعالٰی ولکن الله قتلهم ولکن الله رمی۔ فیه قراء تان الاولٰی بکسر النون مخففة ورفع الهاء من اسم الله تعالٰی فیهما لابن عامر وحمزة والکسائی والثانیة بفتح النون مشددة ونصب الهاء للباقین قوله تعالٰی موهن کید فیه ثلث قراء ات الاولٰی بفتح الواو وتشدید الهاء وتنوین النون ونصب الدال علی المفعولیة لنافع وابن کثیر وابی عمرو والثانیة بسکون الواو وتخفیف الهاء مع تنوین النون ونصب الدال لابن کثیر وشعبة وحمزة والکسائی والثالثة بسکون الواو وتخفیف الهاء وعدم تنوین النون وخفض الدال علی الاضافة لحفص قوله تعالٰی وان الله مع المومنین فیه قراء تان الاولٰی بفتح الهمزة لنافع و ابن عامر و حفص والثانیة بالکسر للباقین والفتح تقدیر المبتدأ ای والامران الله والکسر علی الاستیناف قوله تعالٰی یمیمه فیه قراء تان الاولٰی بضم الیاء الاولٰی وفتح المیم و تشدید الیاء الثانیة مع الکسر حمزة والکسائی والثانیة بفتح الیاء الاولٰی وکسر المیم وسکون الیاء الثانیة للباقین قوله تعالٰی بالعدوة فی الموضعین فیه قراء تان الاولٰی بکسر العین لابن کثیر وابی عمرو والثانیة بالضم للباقین وهما لغتان قوله تعالٰی من حی۔ فیه قراء تان الاولٰی بیائین الاولٰی مکسورة بلا ادغام لنافع والبزی وشعبة والثانیة بیاء واحدة مشددة بالادغام للباقین قوله تعالٰی ترجع فیه قراء تان الاولٰی بفتح التاء وکسر الجیم لابن عامر وحمزة والکسائی والثانیة بضم التاء وفتح الجیم للباقین قوله تعالٰی یتوفی۔ فیه قراء تان الاولٰی بالتاء علی التانیث لابن عامر والثانیة بالیاء علی التذکیر للباقین قوله تعالٰی ولا یحسبن الذین کفروا۔ فیه ثلث قراء ات الاولٰی بالیاء علی الغیبة وفتح السین لابن عامر وحمزة وحفص والثانیة بتاء الخطاب والفتح لشعبة والثالثة بالتاء والکسر للباقین قوله تعالٰی انهم لا یعجزون۔ فیه قراء تان الاولٰی بفتح الهمزة والثانیة بالکسر للباقین والفتح بتقدیر لام التعلیل ای لانهم والکسر علی الاستیناف قوله تعالٰی للسلم۔ فیه قراء تان الاولٰی بکسر السین لشعبة والثانیة بالفتح للباقین وهما لغتان قوله تعالٰی وان یکن منکم مائة یغلبوا الفا۔ فیه قراء تان الاولٰی بالتاء علی التانیث لنافع وابن کثیر وابن عامر والثانیة بالیاء علی التذکیر للباقین۔ قوله تعالٰی ضعفاء۔ فیه قراء تان الاولٰی بفتح الضاد لعاصم وحمزة والثانیة بالضم للباقین قوله تعالٰی فان یکن منکم مائة صابرة۔ فیه قراء تان الاولٰی بالیاء علی التذکیر لعاصم وحمزة والکسائی والثانیة بالتاء علی التانیث للباقین قوله تعالٰی لنبی ان یکون فیه قراء تان الاولٰی بالتاء علی التانیث لابی عمرو والثانیة بالیاء علی التذکیر للباقین قوله تعالٰی من الاسرٰی۔ فیه قراء تان الاولٰی بضم الهمزة وفتح السین بعدها الف لابی عمرو والثانیة بفتح

الهمزة وسكون السين ولا الف بعدها للباقين قوله تعالىٰ من ولايتهم فيه قرائتان الاولىٰ بكسر الواو ولحمزة والثانية بالفتح للباقين وهما لغتان۔

﴿سُوْرَةُ التَّوْبَة﴾ قوله تعالىٰ لا ايمان لهم۔ فيه قرائتان الاولىٰ بكسر الهمزة لابن عامر والثانية بالفتح جمع يمين للباقين قوله تعالىٰ ان يعمروا مسجد الله فيه قرائتان الاولىٰ بسكون السين ولا الف بعدها على التوحيد لابن كثير وابى عمرو والثانية بفتح السين والف بعدها على الجمع للباقين قوله تعالىٰ يبشرهم۔ فيه قرائتان الاولىٰ بفتح الياء وسكون الباء الموحدة وضم الشين مخففة لحمزة والثانية بضم الياء وفتح الباء الموحدة وكسر الشين مع التشديد للباقين قوله تعالىٰ ورضوان۔ فيه قرائتان الاولىٰ بضم الراء لشعبة والثانية بالكسر للباقين قوله تعالىٰ وعشيرتكم۔ فيه قرائتان الاولىٰ بالف بعد الراء على الجمع لشعبة والثانية بغير الف على التوحيد للباقين قوله تعالىٰ عزير ابن الله۔ فيه قرائتان الاولىٰ بتنوين عزير لعاصم والكسائى والثانية بلا تنوين للباقين على العلمية والعجمة اما التنوين فعلى انه اسم عربى او اعجمى لكنه صرف لخفته بالصغير قوله تعالىٰ يضاهؤن۔ فيه قرائتان الاولىٰ بكسر الهاء وبعدها همزة مضمومة لعاصم والثانية بضم الهاء ولا همزة بعدها للباقين وقد جاء ضاهيت وضاهات بمعنى واحد قوله تعالىٰ يضل به فيه قرائتان الاولىٰ بضم الياء وفتح الضاد لحفص وحمزة والكسائى والثانية بالفتح الياء وكسر الضاد للباقين وكلاهما ظاهر قوله تعالىٰ كرها۔ فيه قرائتان الاولىٰ بضم الكاف لحمزة والكسائى والثانية بالفتح للباقين وهما لغتان قوله تعالىٰ ان تقبل فيه قرائتان الاولىٰ بالياء على التذكير لحمزة والكسائى والثانية بالتاء على التانيث للباقين قوله تعالىٰ هو اذن فيه قرائتان الاولىٰ بسكون الذال فيهما لنافع والثانية بالضم للباقين والسكون تخفيف الضم قوله تعالىٰ ورحمة للذين اٰمنوا۔ فيه قرائتان الاولىٰ بجر التاء لحمزة عطفا على خير والثانية بالرفع للباقين عطفا على اذن قوله تعالىٰ ان تنزل۔ فيه قرائتان الاولىٰ بسكون النون وتخفيف الزاى لابن كثير وابى عمرو والثانية بفتح النون وتشديد الزاء للباقين قوله تعالىٰ ان نعف وقوله نعذب طائفة فيه قرائتان الاولىٰ نعف بنون مفتوحة وضم الفاء ونعذب بنون مضمومة وكسر الذال وطائفة بالنصب لعاصم والثانية يعف بياء مضمومة وفتح الفاء وتعذب بتاء مضمومة وفتح الذال وطائفة بالرفع للباقين قوله تعالىٰ رسلهم۔ فيه قرائتان الاولىٰ بسكون السين لابى عمرو والثانية بضم للباقين قوله تعالىٰ رضوان۔ الاولىٰ بضم الراء لشعبة والثانية بالكسر للباقين قوله تعالىٰ علام الغيوب۔ فيه قرائتان الاولىٰ بكسر الغين لشعبة وحمزة والثانية بالضم للباقين قوله تعالىٰ دائرة السوء۔ فيه قرائتان الاولىٰ بضم السين لابن كثير وابى عمرو والثانية بفتح السين للباقين وهو بالضم اسم بمعنى العذاب وبالفتح مصدر قوله تعالىٰ قربة۔ فيه قرائتان الاولىٰ بضم الراء لورش والثانية بالسكون للباقين وهما لغتان قوله تعالىٰ تجرى تحتها۔ فيه قرائتان الاولىٰ بزيادة من وبجر التاء بعد الحاء لابن كثير والثانية بغير من وبفتح التاء للباقين قوله تعالىٰ ان صلاتك فيه قرائتان الاولىٰ بغير واو بعد اللام ونصب التاء على التوحيد لحفص وحمزة والكسائى والثانية بالواو وكسر التاء على الجمع للباقين قوله تعالىٰ مرجون۔ الاولىٰ بغير همز بين الجيم والواو لنافع وحفص وحمزة والكسائى والثانية بهمزة مضمومة بينهما للباقين وهما لغتان يقال ارجاته وارجيته قوله تعالىٰ والذين اتخذوا فيه قرائتان الاولىٰ بغير واو قبل الذين لنافع وابن عامر والثانية بالواو للباقين قوله تعالىٰ اسس بنيانه فى الموضعين فيه قرائتان الاولىٰ الهمزة وكسر السين الاولى مع التشديد ورفع النون لنافع وابن عامر والثانية بفتح الهمزة والسين مع التشديد ايضا ونصب النون قبل الهاء للباقين قوله تعالىٰ جرف فيه قرائتان الاولىٰ بسكون الراء لابن عامر وشعبة وحمزة والثانية بالرفع للباقين وهما لغتان قوله تعالىٰ تقطع فيه قرائتان الاولىٰ بفتح التاء لابن عامر وحفص وحمزة والثانية بالضم للباقين قوله تعالىٰ فيقتلون ويقتلون فيه قرائتان الاولىٰ بتقديم المقتولين قبل القاتلين لحمزة والكسائى والثانية بتقديم القاتلين قبل المقتولين للباقين قوله تعالىٰ اولا يرون۔ فيه قرائتان الاولىٰ بالتاء على الخطاب لحمزة والثانية بالياء على الغيبة للباقين۔

﴿سُوْرَةُ يُوْنُسَ﴾ قوله تعالىٰ لسحر مبين۔ فيه قرائتان الاولىٰ بكسر السين وسكون الحاء لنافع وابى عمرو وابن عامر والثانية بفتح السين والف بعدها وكسر الهاء للباقين قوله تعالىٰ افلا تذكرون فيه قرائتان الاولىٰ بتخفيف الذال لحفص وحمزة والكسائى والثانية بالتشديد للباقين قوله تعالىٰ ضياء۔ فيه قرائتان الاولىٰ بهمزة مفتوحة ممدودة بعد الضاد والثانية بياء مفتوحة بعدها للباقين قوله تعالىٰ يفصل الأيات۔ فيه قرائتان الاولىٰ بالياء لابن كثير وابن عمرو وحفص والثانية بالنون للباقين قوله تعالىٰ لقضى اليه اجلهم فيه قرائتان الاولىٰ بفتح القاف و الضاد والف بعد الضاد ونصب اللام من اجلهم والثانية بضم القاف وكسر الضاد وياء مفتوحة بعد الضاد ورفع اللام من اجلهم للباقين قوله تعالىٰ عما يشركون فيه قرائتان الاولىٰ بالتاء على الخطاب لحمزة والكسائى والثانية بالياء على الغيبة للباقين قوله تعالىٰ يسيركم فيه قرائتان الاولىٰ ينشركم بفتح الياء ونون ساكنة بعدها شين معجمة مضمومة لابن عامر من النشر والثانية بضم الياء الاولى وسين مهملة مفتوحة وبعدها ياء مكسورة مشددة من التيسير للباقين قوله تعالىٰ متاع الحيوة۔ فيه قرائتان الاولىٰ بنصب العين لحفص والثانية بالرفع للباقين والنصب على انه مصدر من الفعل المقدر اى تتمتعون متاع والرفع على تقدير هو قوله تعالىٰ قطعا۔ فيه قرائتان الاولىٰ بسكون الطاء لابن كثير والكسائى والثانية بفتحها للباقين وهو بالسكون اسم مفرد اواسم جنس وبالفتح جمع قطعة قوله تعالىٰ تبلوا۔فيه قرائتان الاولىٰ بتائين لحمزة والكسائى والثانية بعد التاء بباء موحدة للباقين والاول بمعنى تقرأ الصحف والثانى بمعنى تختبر العمل فتعائن جزائه قوله تعالىٰ من الميت ومخرج الميت۔ فيه قرائتان الاولىٰ بكسر الياء مع التشديد لنافع وحفص وحمزة والكسائى والثانية بسكون الياء للباقين قوله تعالىٰ حقت كلمت ربك۔ فيه قرائتان الاولىٰ بالف بعد الميم على الجمع لنافع وابن عامر والثانية بغير الف بعد الميم على الافراد للباقين قوله تعالىٰ امعن لا يهدى فيه خمس قراءت الاولى بفتح الياء واسكان الهاء وتخفيف الدال لحمزة والكسائى الثانية بكسر الياء والهاء وتشديد الدال لشعبة والثالثة بفتح الياء وكسر الهاء وتشديد الدال لحفص الرابعة بفتح الياء واخفاء فتحة الهاء وتشديد الدال لقالون وابى عمرو الخامسة بفتح الياء والهاء وتشديد الدال للباقين وعن قالون وجه اٰخر كالاولى واصله على الاربعة الخيرة يهتدى وكسر الهاء على الثانية والثالثة لا لتقاء الساكنين وكسر الياء على الثانية اتباع للهاء وفى الرابعة والخامسة نقلت فتحة التاء الى الهاء قبلها ثم قلبت دالا كالثانية والثالثة لقرب مخرجهما وادغمت فيها واختلاس الفتحة فى الرابعة تنبيه على ان الحركة عارضة فتامل وامن قوله تعالىٰ ولكن الناس فيه قرائتان الاولىٰ بكسر النون مخففة ورفع السين لحمزة

والکسائی والثانیة بفتح النون مشددة ونصب السین للباقین قوله تعالٰی یحشرهم فیه قراء تان الاولٰی بالیاء التحتیة لحفص والثانیة بالنون للباقین قوله تعالٰی مما یجمعون فیه قراء تان الاولٰی بالتاء علی الخطاب لابن عامر والثانیة بالیاء علی الغیبة للباقین قوله تعالٰی وما یعزب۔ فیه قراء تان الاولٰی بکسر الزای لکسائی والثانیة بالضم للباقین وهما لغتان قوله تعالٰی ولا اصغر من ذلك ولا اکبر۔ فیه قراء تان الاولٰی برفع الراء من اصغر واکبر لحمزة والثانیة بالنصب فیهما للباقین وهما علی الرفع مبتدأ ان وعلی النصب اسمان للا التی هی لنفی الجنس قوله تعالٰی ولا یحزنك فیه قراء تان الاولٰی بضم الیاء و کسر الزای لنافع والثانیة بفتح الیاء وضم الزای قوله تعالٰی بکل سحار علیم فیه قراء تان الاولٰی بغیر الف بعد السین وتشدید الحاء مفتوحة والف بعدها لحمزة والکسائی والثانیة بالف بعد السین وتخفیف الحاء مکسورة ولا الف بعدها قوله تعالٰی به السحر۔ فیه قراء تان الاولٰی بهمزتین الاولٰی همزة استفهام فهی مفتوحة والثانیة بهمزة وصل وفیها وجهان التسهیل والبدل لابی عمرو والثانیة بهمزة وصل فتسقط فی الوصل للباقین والمعنی علی الاول ای شئ جئتم به اهو السحر وعلی الثانی الذی جئتم به هو السحر قوله تعالٰی لیضلوا فیه قراء تان الاولٰی بضم الیاء لعاصم وحمزة والکسائی والثانیة بالفتح للباقین قوله تعالٰی ولا تتبعان فیه قراء تان الاولٰی بتخفیف النون لابن ذکوان فهی نفی بمعنی النهی کقوله تعالٰی لا تعبدون الا الله والثانیة بالتشدید للباقین قوله تعالٰی أمنت انه۔ فیه قراء تان الاولٰی بکسر همزة انه لحمزة والکسائی والثانیة بالفتح للباقین وجه الاول تقدیر القول ای وقال انه ووجه الثانی تقدیر الباء قوله تعالٰی کلمت ربك فیه ما تقدم فی هذه السورة قوله تعالٰی ویجعل الرجس فیه قراء تان الاولٰی بالنون لشعبة والثانیة بالیاء للباقین قوله تعالٰی ننج المؤمنین فیه قراء تان الاولٰی بسکون النون الثانیة و تخفیف الجیم لحفص والکسائی والثانیة بفتح النون و تشدید الجیم للباقین من الافعال والتفعیل۔

﴿سُوْرَۃُ هُوْدٍ﴾ قوله تعالٰی الا سحر مبین۔ فیه قراء تان الاولٰی بفتح السین والف بعدها وکسر الهاء لحمزة والکسائی والثانیة بکسر السین و سکون الحاء للباقین و المشار الیه علی الاول هو القائل و علی الثانی هو القول من الأیات قوله تعالٰی یضعف لهم فیه قراء تان الاولٰی بغیر الف بعد الضاد و تشدید العین لابن کثیر وابن عامر والثانیة بالالف بعد الضاد و تخفیف العین للباقین قوله تعالٰی افلا تذکرون فیه قراء تان الاولٰی بتخفیف الذال لحفص و حمزة والکسائی والثانیة بالتشدید للباقین قوله تعالٰی بادی الرای ۔ فیه قراء تان الاولٰی بهمزة مفتوحة بعد الدال لابی عمرو و الثانیة بیاء مفتوحة للباقین قوله تعالٰی فعمیت۔ فیه قراء تان الاولٰی بضم العین و تشدید المیم لحفص و حمزة والکسائی والثانیة بفتح العین و تخفیف المیم قوله تعالٰی افلا تذکرون هو مثل مامر انفا قوله تعالٰی من کل زوجین۔ فیه قراء تان الاولٰی بتنوین لام کل لحفص والثانیة بغیر تنوین للباقین و مفعول احمل علی الاول زوجین واثنین صفة له وعلی الثانی اثنین و زوجین مضاف الیه لکل قوله تعالٰی مجرٰها فیه ثلث قراء ات الاولٰی بفتح المیم وامالة الالف بعد الراء لحفص و حمزة والکسائی والثانیة بضم المیم والامالة لابی عمرو وورش الا ان ورشا یقرء بین اللفظین والثانیة بضم المیم و فتح الراء للباقین قوله تعالٰی مرسٰها فیه قراء تان الاولٰی بالامالة لابی لحمزة الکسائی وورش الا ان ورشا یقرّء بین اللفظین والثانیة بالفتح للباقین قوله تعالٰی یا بنی ارکب فیه قراء تان الاولٰی بفتح الیاء من بنی لعاصم والثانیة بالکسر فی الوصل للباقین والیاء هی لام الکلمة و اجتزئ فی الاول بالفتحة عن الالف المبدلة من یاء الاضافة فی قوله یا بینا و فی الثانی اقتصر بالکسر من کسر الاضافة قوله تعالٰی انه عمل غیر صالح فیه قراء تان الاولٰی بکسر المیم وفتح اللام بغیر تنوین و نصب الراء لکسائی والثانیة بفتح المیم ورفع اللام منونة رفع الراء للباقین والوجه ظاهر قوله تعالٰی فلا تسئلن۔ فیه ثلث قراء ت الاولٰی بفتح اللام و تشدید النون مع الفتح لابن کثیر والثانیة بفتح اللام و تشدید النون مع الکسر لنافع و ابن عامر والثالثة بسکون اللام و تخفیف النون مع الکسر والنون علی الاولین للتاکید مع حذف یاء المتکلم علی الثانی وفی الثالث النون للوقایة مع حذف الیاء قوله تعالٰی مالکم من اله غیره فی الموضعین فیه ماتقدم فی الاعراف قوله تعالٰی من خزی یومئذ فیه قراء تان الاولٰی بفتح میم یومئذ لنافع والکسائی والثانیة بالجر للباقین و فتح یوم لانه مضاف الی اذ وهو غیر متمکن۔ قوله تعالٰی :ان ثمودا فیه قراء تان الاولٰی بغیر تنوین لحفص و حمزة والثانیة بالتنوین للباقین وهو ان اول بالقبیلة فهو ممنوع عن الصرف وان اول بالحی لم یمنع قوله تعالٰی لثمود فیه قراء تان الاولٰی بتنوین ثمود مع الجر للکسائی والثانیة بغیر تنوین مع الفتح للباقین قوله تعالٰی قال سلم فیه قراء تان الاولٰی بکسر السین و سکون اللام ولا الف بعدها لحمزة والکسائی والثانیة بفتح السین واللام والف بعدها للباقین والاول ایضا لغة فی سلام قوله تعالٰی یعقوب قالت فیه قراء تان الاولٰی بنصب الباء لابن عامر و حفص و حمزة والثانیة بالرفع للباقین والنصب علی تقدیر وبشرنا مع باء الصلة او وهبنا والرفع علی الابتداء قوله تعالٰی فاسر فیه قراء تان الاولٰی بهمزة الوصل بعد الفاء لنافع وابی عمرو والثالثة بهمزة قطع للباقین قوله تعالٰی الا امرأتك فیه قراء تان الاولٰی برفع التاء لابن کثیر وابی عمرو والثانیة بالنصب للباقین قوله تعالٰی اصلوٰتك فیه قراء تان الاولٰی بلا الف بعد اللام علی الافراد لحفص و حمزة والکسائی والثانیة بالواو مفتوحة بعد اللام والف بعدها لفظیة علی الجمع للباقین قوله تعالٰی مکانتکم فی الموضعین فیه قراء تان الاولٰی بالجمع لشعبة والثانیة بالتوحید للباقین قوله تعالٰی یوم یأت فیه ثلث قراء ت الاولٰی باثبات الیاء بعد التاء وصلالا وقفا لنافع وابی عمرو والکسائی والثانیة اثباتها وصلا و وقفا لابن کثیر والثالثة حذفها وصلا وقفا للباقین قوله تعالٰی سعدوا فیه قراء تانِ الاولٰی بضم السین لحفص و حمزة والکسائی والثانیة بالفتح للباقین قال الجوهری سعد فهو سعید و سعد فهو مسعود قوله تعالٰی ان کلا لما فیه اربع قراء ات الاولٰی بتخفیف النون والمیم لنافع وابن کثیر والثانیة بتشدید هما لابن عامر و حفص و حمزة والثالثة بتخفیف الاول تشدید الثانی لشعبة والرابعة بتشدید الاول وتخفیف الثانی لابی عمرو والکسائی والتخیف والتشدید فی النون وجههما ظاهر ونصب کلا علی تخفیف النون لان المخففة یجواز اعمالها والغاء ها اما المیم فتشدیدها علی ان اصله لمن ما فهی مرکبة من اللام و من الموصولة او الموصوفة وما الزائدة فقلبت النون فیما للادغام فاجتمعت ثلث میمات فحذفت الوسطٰی مخمائم وغم المثلاه و تخفیفها علی ترکیبها من اردوم دما قوله تعالٰی عما یعملون فیه قراء تان الاولٰی باالتا علی الخطاب لنافع و ابن عامر حفص والثانیة بالیاء علی الغیبة للباقین تمت سورة هود لخمسة وعشر من رجبؔ ۱۳۲۶ھ۔

﴿سورة يوسف﴾ قوله تعالٰى يا نبی۔ فيه قراء تان فی الوصل الاولٰی بفتح الياء لحفص والثانية بالكسر والوجه قد ذكر فی هود فی قوله یا بنی ارکب قوله تعالٰی اٰية للسائلين۔ فيه قراء تان الاولی اٰية علی التوحيد لابن كثير والثانية ايات علی الجمع للباقين قوله تعالٰی غيابات فی الموضعين۔ فيه قراء تان الاولٰی بالف بين الياء والتاء علی الجمع لنافع والثانية بغير الف علی التوحيد للباقين قوله تعالٰی يرتع ويلعب۔ فيه قراء تان الاولٰی بالنون فيهما لابن كثير وابی عمرو وعامر والثانية بالياء للباقين وسكن العين ابو عمرو وابن عامر وعاصم وحمزة والكسائی من الرتع وكسرها الباقون من الارتعاء بمعنی المراعاة او الرعی ای يراعی بعضنا بعضا او نرعی مواشينا او هو تجوز عن اكلهم قوله تعالٰی ليحزننی۔ فيه قراء تان الاولٰی بضم الياء بعد اللام وكسر الزائ لنافع والثانية بفتح الياء وضم الزائ للباقين قوله تعالٰی يا بشری۔ فيه قراء تان الاولٰی بلا ياء بعد الالف لعاصم وحمزة والكسائی والثانية بالياء بعد الالف باضافة بشری الی ياء المتكلم للباقين قوله تعالٰی هيت لك فيه اربع قراء ات الاولی بكسر الهاء وسكون الياء وفتح التاء لنافع وابن ذكوان والثانية بكسر الهاء وسكون الهمزة والفتح والضم فی التاء لهشام والثالثة بفتح الهاء وسكون الياء وضم التاء لابن كثير والرابعة بفتح الهاء وسكون الياء وفتح التاء للباقين والقراء ات كلها لغات وهی فيها اسم فعل بمعنی هلم وليست التاء ضميرا قوله تعالٰی المخلصين۔ فيه قراء تان الاولی بكسر اللام بعد الخاء لابن كثير وابی عمرو وابن عامر والثانية بالفتح للباقين قوله تعالٰی دأبا فيه قراء تان الاولی بفتح الهمزة لحفص والثانية بسكونها للباقين وهما لغتان فی المصدر قوله تعالٰی يعصرون۔ فيه قراء تان الاولی بالتاء علی الخطاب لحمزة والكسائی والثانية بالياء عی الغيبة للباقين قوله تعالٰی قال لفتينه۔ فيه الاولی بالف بعد الياء المثناة وبعد الالف نون مكسورة لحفص وحمزة والكسائی والثانية بعد الياء المثناة تحت بتاء مثناة فوق مكسورة من غير الف للباقين وكلاهما جمع لفتی قوله تعالٰی نكتل۔ فيه قراء تان الاولٰی بالياء لحمزة والكسائی والثانية بالنون للباقين قوله تعالٰی حفظا فيه قراء تان الاولی بفتح الحاء والف بعدها وكسر الفاء لحفص وحمزة والكسائی والثانية بكسر الحاء وسكون الفاء للباقين قوله تعالٰی درجات من فيه قراء تان الاولی بتنوين التاء لعاصم وحمزة والكسائی والثانية بغير تنوين للباقين قوله تعالٰی وسئل القرية۔ فيه قراء تان الاولٰی بفتح السين ولا همزة بعدها لابن كثير والكسائی وكذا حمزة فی الوقف والثانية بسكون السين وهمزة مفتوحة بعدها للباقين قوله تعالٰی يوحی اليهم۔ فيه قراء تان الاولی بالنون قبل الواو وكسر الحاء لحفص والثانية بالياء وفتح الحاء للباقين قوله تعالٰی افلا تعقلون۔ فيه قراء تان الاولی بالتاء علی الخطاب لنافع وابن عامر وعاصم والثانية بالياء علی الغيبة للباقين قوله تعالٰی قد كذبوا۔ فيه قراء تان الاولی بتخفيف الذال لعاصم وحمزة والكسائی والثانية بالتشديد للباقين قوله تعالٰی فنجی۔ فيه قراء تان الاولی بنون مضمومة بعدها جيم مشددة وياء بعد الجيم مفتوحة لابن عامر وعاصم والثانية بنونين الاولی مضمومة والثانية ساكنة وتخفيف الجيم وسكون الياء للباقين۔

﴿سورة الرعد﴾ قوله تعالٰی يغشی۔ فيه قراء تان الاولی بفتح الغين وتشديد الشين لشعبة وحمزة والكسائی والثانية بسكون الغين وتخفيف الشين للباقين قوله تعالٰی وزرع ونخيل صنوان وغير صنوان۔ فيه قراء تان الاولی برفع زرع ونخيل وصنوان وغير لابن كثير وابی عمرو والثانية بالخفض فی الاربعة للباقين والاول بالعطف علی جنات والثانی علی اعناب من باب متقلدا سيفاً ورمحاً قوله تعالٰی يسقی فيه قراء تان الاولی بالياء علی التذكير لابن عامر وعاصم والثانية بالتاء علی التانيث للباقين قوله تعالٰی ونفضل فيه قراء تان الاولی بالياء لحمزة والكسائی والثانية بالنون للباقين وفی الاول رد علی يدبر ويفصل ويغشی قوله تعالٰی فی الاكل۔ فيه قراء تان الاولی بسكون الكاف لنافع وابن كثير والثانية بالضم للباقين وهما بمعنی ما يوكل قوله تعالٰی هل تستوی الظلمات۔ فيه قراء تان الاولی علی التذكير لشعبة وحمزة والكسائی والثانية علی التانيث للباقين قوله تعالٰی ومما يوقدون فيه قراء تان الاولی بالياء علی الغيبة لحفص وحمزة والكسائی والثانية بالتاء علی الخطاب للباقين قوله تعالٰی وصدوا فيه قراء تان الاولی بضم الصاد لعاصم وحمزة والكسائی والثانية بالفتح للباقين ولا يخفی وجههما قوله تعالٰی اكلها۔ فيه قراء تان الاولی بسكون الكاف لنافع وابن كثير وابی عمرو والثانية بضمها للباقين قوله تعالٰی ويثبت۔ فيه قراء تان الاولی بسكون الثاء وتخفيف الباء الموحدة لابن كثير وابی عمرو وعاصم والثانية بفتح الثاء وتشديد الباء الموحدة للباقين۔ قوله تعالٰی وسيعلم الكفر۔ فيه قراء تان الاولی علی الافراد كالفاجر لنافع وابن كثير وابی عمرو والثانية علی الجمع كالفجار للباقين۔

﴿سورة ابراهيم﴾ قوله تعالٰی الحميد الله۔ فيه قراء تان الاولی برفع الهاء لنافع وابن عامر علی الابتداء والثانية بالجر للباقين علی البدل قوله تعالٰی رسلهم فی ثلثة مواضع وسبلنا ولرسلهم فيها قراء تان الاولی باسكان السين والباء لابی عمرو والثانية بالضم للباقين قوله تعالٰی به الريح۔ فيه قراء تان الاولی الرياه بالجمع لنافع والثانية بالافراد للباقين قوله تعالٰی خلق السمٰوات والارض۔ فيه قراء تان الاولی بالف بعد الخاء وكسر اللام ورفع القاف باضافة الی السمٰوات لحمزة والكسائی والثانية بغير الف بعد الخاء وفتح اللام والقاف والسمٰوات مفعوله للباقين قوله تعالٰی اكلها فيه ما تقدم فی الرعد قوله تعالٰی ليضلوا فيه قراء تان الاولی بفتح الياء لابن كثير وابی عمرو والثانية بالضم للباقين قوله تعالٰی لا بيع فيه ولا خلال۔ فيه قراء تان الاولی بالفتح فيهما بلا تنوين لابن كثير وابی عمرو والثانية بالرفع والتنوين للباقين قوله تعالٰی لتزول۔ فيه قراء تان الاولی بفتح اللام الاولی ورفع الاخيرة للكسائی والثانية بكسر الاولی ونصب الثانية للباقين واللام الاولی علی الاول هی الفارقة وعلی الثانی للجحود۔

﴿سورة الحجر﴾ قوله تعالٰی ربما۔ فيه قراء تان الاولی بتخفيف الباء لنافع وعاصم والثانية بتشديدها للباقين وهما لغتان قوله تعالٰی ما ننزل الملئكة فيه ثلث قراء ت الاولی بضم التاء مع فتح الزائ ورفع الملئكة لشعبة والثانية بنونين الاولی مضمومة والثانية مفتوحة وكسر الزائ ونصب الملائكة لحفص وحمزة والكسائی والثالثة بالتاء مفتوحة مع فتح الزائ ورفع الملئكة بحذف احدی التائين للباقين۔ قوله تعالٰی سكرت فيه قراء تان الاولی بتخفيف الكاف لابن كثير والثانية بالتشديد للباقين قوله تعالٰی ارسلنا الريح۔ فيه قراء تان الاولی بلا الف بالافراد لحمزة والثانية بالجمع للباقين قوله تعالٰی منهم المخلصين۔ فيه قراء تان الاولی بكسر اللام لابن

كثير وابن ابى عمرو وابن عامر والثانية بالفتح للباقين۔ قوله تعالىٰ جزء۔ فيه قراء تان الاولى بضم الزائ لشعبة والثانية بالسكون للباقين قوله تعالىٰ عيون۔ فيه قراء تان الاولى بضم العين لنافع وابى عمرو وهشام وحفص والثانية بالكسر لمناسبة الياء للباقين قوله تعالىٰ انا نبشرك۔ فيه قراء تان الاولى بفتح النون والسكون الباء وضم الشين مخففة لحمزة والثانية بضم النون وفتح الباء وكسر الشين مشددة للباقين قوله تعالىٰ فبم تبشرون۔ فيه ثلث قراء ات الاولى بكسر النون مخففة لنافع والثانية بكسر النون مشددة لابن كثير والثالثة بفتح النون مخففة للباقين وتوجيه الاول حذف نون الرفع ودلالة ابقاء نون الوقاية على الياء وتوجيه الثانى ادغام نون الجمع فى نون الوقاية والاكتفاء بالكسرة عن الياء والثالث لا يحتاج الى البيان قوله تعالىٰ يقنط۔ فيه قراء تان الاولى بكسر النون لابى عمرو والكسائى والثانية بالفتح للباقين وهما لغتان قوله تعالىٰ لمنجوهم۔ فيه قراء تان الاولى بسكون النون و تخفيف الجيم لحمزة والكسائى والثانيةبفتح النون و تشديد الجيم للباقين قوله تعالىٰ قدرنا فيه قراء تان الاولى بتخفيف الدال لشعبة والثانية بالتشديد للباقين قوله تعالىٰ فاسر باهلك۔ فيه قراء تان الاولى بوصل الهمزة بعد الفاء لنافع وابن كثير والثانية بالقطع للباقين قوله تعالىٰ بيوتا۔ فيه قراء تان الاولى بضم الباء لورش وابى عمرو وحفص والثانية بالكسر لمناسبة الياء للباقين۔

﴿سورة النحل﴾ قوله تعالىٰ عما يشركون فى الموضعين فيه قراء تان الاولى بالتاء على الخطاب لحمزة والكسائى والثانية بالياء على الغيبة قوله تعالىٰ ينزل الملئكة فيه قراء تان الاولى بتخفيف الزائ لابن كثير وابى عمرو والثانية بالتشديد للباقين قوله تعالىٰ ينبت۔ فيه قراء تان الاولى بالنون لشعبة والثانية بالياء للباقين قوله تعالىٰ والشمس والقمر والنجوم مسخرات۔ فيه ثلث قراء ات الاولى برفع الاربعة لابن عامر والثانية بنصب الاولين ورفع الاخيرين لحفص والثالثة بنصب الاربعة للباقين قوله تعالىٰ افلا تذكرون۔ فيه قراء تان الاولى بتخفيف الذال لحفص وحمزة والكسائى والثانية الاولى بكسر النون لنافع والثانية بالفتح للباقين والكسر على حذف ياء المتكلم والاكتفاء بنون الوقاية قوله تعالىٰ تتوفهم فى الموضعين فيه قراء تان الاولى على التذكير لحمزة والثانية على التانيث للباقين قوله تعالىٰ يأتيهم۔ فيه قراء تان الاولى على التذكير لحمزة والكسائى والثانية على التانيث للباقين قوله تعالىٰ فان الله لا يهدى ۔ فيه قراء تان الاولى بفتح الياء وكسر الدال لعاصم و حمزة والكسائى والثناية بضم الياء وفتح الدال للباقين فمن على هذا نائب الفاعل والعائد محذوف اى من يضله والجملة خبر لان قوله تعالىٰكن فيكون فيه قراء تان الاولى بفتح النون لابن عامر والكسائى والثانية بالرفع للباقين وقد مر فى البقرة قوله تعالىٰ يوحى اليهم۔ فيه قراء تان الاولى بالنون وكسر الحاء لحفص والثانية بالياء وفتح الحاء للباقين قوله تعالىٰ اولم يروا۔ فيه قراء تان الاولى بالتاء على الخطاب لحمزة والكسائى والثانية بالياء على الغيبة للباقين قوله تعالىٰ تفيئو۔ فيه قراء تان الاولى بالتاء على التانيث لابى عمرو والثانية على التذكير للباقين قوله تعالىٰ مفرطون۔ فيه قراء تان الاولى بكسر الراء لنافع والثانية بالفتح للباقين والاول اسم فاعل من افرط اللازم اذا تجاوز والثانى اسم مفعول من افرطته قدمته قوله تعالىٰ نسقيكم۔ فيه قراء تان الاولى بفتح النون لنافع وابن عامر وشعبة والثانية بالضم للباقين قوله تعالىٰ بيوتا۔ فيه قراء تان الاولى بضم الباء لورش وابى عمرو وحفص والثانية بالكسر للباقين قوله تعالىٰ يعرشون فيه قراء تان الاولى بضم الراء لابن عامر وشعبة والثانية بالكسر للباقين وهما لغتان قوله تعالىٰ يجحدون فيه قراء تان الاولى بالتاء على الخطاب لشعبة والثانية بالياء على الغيبة للباقين قوله تعالىٰ الم يروا الى الطير۔ فيه قراء تان الاولىٰ بالتاء على الخطاب لابن عامر وحمزة والثانية بالياء على الغيبة للباقين قوله تعالىٰ ظعنكم۔ فيه قراء تان الاولى بفتح العين لنافع وابن كثير وابى عمرو والثانية بالسكون للباقين وهما لغتان قوله تعالىٰ تذكرون فيه قراء تان الاولى بتخفيف الذال لحفص وحمزة والكسائى والثانية بالتشديد للباقين قوله تعالىٰ ولنجزين۔ فيه قراء تان الاولى بلا نون قبل الجيم لابن كثير وعاصم وهو وجه لابن ذكوان والثانية بالياء للباقين وهو وجه اٰخر لابن ذكوان قوله تعالىٰ بما ينزل۔ فيه قراء تان الاولى بتخفيف الزائ لابن كثير وابى عمرو والثانية بالتشديد للباقين قوله تعالىٰ روح القدس۔ فيه قراء تان الاولى بسكون الدال لابن كثير والثانية بالضم للباقين قوله تعالىٰ يلحدون۔ فيه قراء تان الاولى بفتح الياء والحاء لحمزة والكسائى والثانية بضم الياء وكسر الحاء ولحد والحد لغتان قوله تعالىٰ فتنوا۔ فيه قراء تان الاولى بفتح الفاء والتاء على البناء للفاعل والثانية بضم الفاء وكسر التاء على البناء للمفعول قوله تعالىٰ فى ضيق۔ فيه قراء تان الاولى بكسر الضاد لابن كثير والثانية بالفتح للباقين وهما لغتان۔

﴿سورة بنى اسرائيل﴾ قوله تعالىٰ الا تتخذوا فى قراء تان الاولى بالياء على الغيبة لابى عمرو والثانية بالتاء على الخطاب للباقين قوله تعالىٰ ليسئوا۔ فيه ثلث قراء ات الاولى بنون مفتوحة بعد اللام على صيغة المتكلم للكسائى والثانية بياء مفتوحة وهمزة مفتوحة ولا مد على صيغة الواحد الغائب لابن عامر وشعبة وحمزة والثالثة بياء مفتوحة وهمزة مضمومة ومدها على صيغة الجمع الغائب للباقين والضمير على الثانية الى الله تعالىٰ وعلى الثالثة الى العباد قوله تعالىٰ ويبشر۔ فيه قراء تان الاولى بفتح الياء وسكون الباء الموحدة وضم الشين مخففة لحمزة والكسائى والثانية بضم الياء وفتح الموحدة وكسر الشين مشددة للباقين قوله تعالىٰ يلقاه۔ فيه قراء تان الاولى بضم الياء وفتح اللام و تشديد القاف لابن عامر والثانية بفتح الياء وسكون اللام وتخفيف القاف للباقين قوله تعالىٰ اما يبلغن فيه قراء تان الاولى بالف بعد الغين وكسر النون مشددة لحمزة والكسائى والثانية بغير الف وفتح النون مشددة للباقين واحدهما على القراء ة الاولىٰ بدل من الف الضمير لا فاعل قوله تعالىٰ اف فيه ثلث قراء ات فى الوصل الاولىٰ بالتنوين فى الفاء مع الكسر لنافع وحفص والثانية بفتح الفاء من غير تنوين لابن كثير وابن عامر والثالثة بكسر الفاء من غير تنوين للباقين قوله تعالىٰ خطاء فيه ثلث قراء ت الاولى بكسر الخاء وفتح الطاء ومد بعدها مدا متصلا لابن كثير والثانية بفتحهما ولا مد بعد الطاء لابن ذكوان والثالثة بكسر الخاء وسكون الطاء للباقين وكلها لغات قوله تعالىٰ فلا يسرف۔ فيه قراء تان الاولى بالتاء على الخطاب لحمزة والكسائى والثانية بالياء على الغيبة للباقين قوله تعالىٰ بالقسطاس۔ فيه قراء تان الاولى بكسر القاف لحفص وحمزة والكسائى والثانية بالضم للباقين وهما لغتان قوله تعالىٰ كان سيئه فيه قراء تان الاولى بفتح الهمزة وبالتاء منونة بالنصب لنافع وابن كثير وابى عمرو والثانية بضم الهمزة وبالهاء مضمومة من غير تنوين للباقين وهو على الاولىٰ خبر كان ومكروها صفته حملا على معنى سيئا قوله تعالىٰ ليذكروا۔ فيه قراء تان الاولى بسكون الذال وضم الكاف من غير تشديد لحمزة والكسائى

والثانية بفتح الذال والكاف مع تشديدهما للباقين قوله تعالىٰ كما تقولون۔ فيه قراء تان الاولى بالغيبة لابن كثير وحفص والثانية بالخطاب للباقين قوله تعالىٰ عما يقولون۔ فيه قراء تان الاولى بالخطاب لحمزة والكسائى والثانية بالغيبة للباقين قوله تعالىٰ تسبح له۔ فيه قراء تان الاولى بالتذكير لنافع وابن كثير وابن عامر وشعبة والثانية بالتانيث للباقين قوله تعالىٰ زبورا۔ فيه قراء تان الاولى بضم الزاى لحمزة والثانية بالفتح للباقين والاول مصدر والثانى اسم مفعول كالحلوب قوله تعالىٰ ورجلك فيه قراء تان الاولى بكسر الجيم لحفص والثانية بسكونها للباقين والاول مفرد والثانى اسم جمع راجل كركب وراكب قوله تعالىٰ ان يخسف۔ او يرسل۔ ان يعيدكم۔ فيرسل۔ فيغرقكم۔ فى هذه الخمسة قراء تان الاولى بالنون لابن كثير وابى عمرو والثانية بالتحتية للباقين قوله تعالىٰ خلفك فيه قراء تان الاولى بفتح الخاء وسكون اللام لنافع وابن كثير وابى عمرو وشعبة والثانية بكسر الخاء وفتح اللام وبعدها الف للباقين قوله تعالىٰ ننزل وقوله تعالىٰ حتى تنزل فيهما قراء تان الاولى بسكون النون وتخفيف الزاى لابى عمرو والثانية بفتح النون و تشديد الزاى للباقين قوله تعالىٰ ونائى۔ فيه قراء تان الاولى بالف ممدودة بعد النون وتاخير الهمزة لابن ذكوان والثانية بهمزة بعد النون والف بعدها والثانى بمعنى بعد والاول قيل مقلوب الثانى وقيل بمعنى نهض قوله تعالىٰ حتى تفجر فيه قراء تان الاولى بفتح التاء وسكون الفاء وضم الجيم مخففة لعاصم وحمزة والكسائى والثانية بضم التاء وفتح الفاء وكسر الجيم مشددة للباقين قوله تعالىٰ كسفا فيه قراء تان الاولى بفتح السين لنافع وابن عامر وعاصم والثانية بسكونها للباقين وهو مخفف من المفتوح كسدر وسدر قوله تعالىٰ قل سبحان۔ فيه قراء تان الاولى بصيغة الماضى لابن كثير وابن عامر والثانية بصيغة الامر للباقين قوله تعالىٰ فسئل۔ فيه قراء تان الاولى بفتح السين ولا همزة بعدها لابن كثير والكسائى والثانية بسكون السين وهمزة مفتوحة بعدها للباقين قوله تعالىٰ لقد علمت فيه قراء تان الاولى بضم التاء للكسائى والثانية بفتحها للباقين۔

﴿سورة الكهف﴾ قوله تعالىٰ يبشر فيه قراء تان الاولى بفتح التحتية وسكون الموحدة وضم الشين مخففة لحمزة والكسائى والثانية بضم التحتية وفتح الموحدة وكسر الشين مشددة للباقين قوله تعالىٰ مرفقا۔ فيه قراء تان الاولى بفتح الميم وكسر الفاء لنافع وابن عامر والثانية بكسر الميم وفتح الفاء ولا فرق بينهما معنى على ما حكاه الزجاج وثعلب قوله تعالىٰ تزاور۔ فيه ثلث قراء ات الاولى بتشديد الزاى وتخفيف الراء لنافع وابن كثير وابى عمرو والثانية بسكون الزاى ولا الف بعدها تشديد الراء على وز تحمر لابن عامر والثانية بتخفيف الزاى والراء للباقين قوله تعالىٰ تحسبهم فيه قراء تان الاولى بفتح السين لابن عامر وعاصم وحمزة والثانية بكسرها للباقين قوله تعالىٰ ولملئت فيه قراء تان الاولى بتشديد اللام بعد الميم لنافع وابن كثير والثانية بتخفيفها للباقين قوله تعالىٰ رعبا۔ فيه قراء تان الاولى بضم العين لابن عامر والكسائى والثانية بسكونها للباقين قوله تعالىٰ بورقكم فيه قراء تان الاولى بسكون الراء لابى عمرو وشعبة وحمزة والثانية بكسرها للباقين قوله تعالىٰ ثلث مائة سنين فيه قراء تان الاولى بغير تنوين فى الوصل لحمزة والكسائى والثانية بالتنوين للباقين والاولىٰ على الاضافة والثانية على البدلية قوله تعالىٰ ولا يشرك فيه قراء تان الاولى بالمثناة فوق قبل الشين وجزم الكاف لابن عامر والثانية بالتحتية ورفع الكاف للباقين قوله تعالىٰ بالغدوة فيه قراء تان الاولى بضم الغين المعجمة وسكون الدال وبعدها واو مفتوحة لابن عامر والثانية بفتح الغين والدال والالف بعدها للباقين قوله تعالىٰ اكلها۔ فيه قراء تان الاولى بسكون الكاف لنافع وابن كثير وابى عمرو والثانية بضمها للباقين قوله تعالىٰ ثمر وقوله تعالىٰ ثمره فيهما ثلث قراء ات الاولى بسكون الميم بعد ضم الثاء المثلثة لابى عمرو والثانية بفتح الثاء المثلثة والميم لعاصم والثالثة بضم الثاء والميم للباقين والاولى تخفيف الثالثة والثالثة جمع ثمار وهو جمع ثم مقرو فى الاولى قوله تعالىٰ خيرا منها فيه قراء تان الاولى بغير ميم بعد الهاء على التوحيد لابى عمرو والكوفيين اعنى عاصما وحمزة والكسائى والثانية بالميم على التثنية للباقين والمرجع على الاول جنة وعلى الثانى جنتين قوله تعالىٰ لكنا هو الله۔ فيه قراء تان وصلا الاولىٰ باثبات الالف بعد النون لابن عامر والثانية بحذفها للباقين والاول اتباع للمرسوم والثانية على ان اصله لكن انا بتقدير اقول قوله تعالىٰ ولم يكن له فيه قراء تان الاولى بالتحتية على التذكير لحمزة والكسائى والثانية بالفوقية على التانيث للباقين قوله تعالىٰ الولاية۔ فيه قراء تان الاولى بكسر الواو لحمزة والكسائى والثانية بفتحها للباقين قيل هما بمعنى واحد وقال الزمخشرى هى بالفتح النصرة وبالكسر السلطان قوله تعالىٰ عقبا۔ فيه قراء تان الاولى بسكون القاف لعاصم وحمزة والثانية بالضم للباقين والمعنى واحد قوله تعالىٰ تذروه الريح۔ فيه قراء تان الاولى بالتوحيد لحمزة والكسائى والثانية بالجمع للباقين قوله تعالىٰ نسير الجبال۔ فيه قراء تان الاولى بضم التاء الفوقانية وفتح الياء التحتية بعد السين ورفع الجبال لابن كثير وابى عمرو وابن عامر والثانية بالنون المضمومة وكسر الياء التحتية بعد السين ونصب الجبال قوله تعالىٰ ويوم يقول۔ فيه قراء تان الاولى بالنون لحمزة والثانية بالياء للباقين قوله تعالىٰ قبلا۔ فيه قراء تان الاولى بضم القاف والباء الموحدة للكوفيين اعنى عاصما وحمزة والكسائى والثانية بكسر القاف وفتح الموحدة للباقين والاول جمع قبيل وهو النوع او هو بمعنى الثانى اعنى عيانا ومقابلة قوله تعالىٰ لمهلكهم فيه ثلث قراء ات الاولى بفتح الميم واللام لشعبة والثانية بفتح الميم وكسر اللام لحفص والثالثة بضم الميم وفتح اللام للباقين وكلها مصادر قوله تعالىٰ وما انسانيه فيه قراء تان الاولى بضم الهاء لحفص والثانية بكسر الهاء للباقين قوله تعالىٰ نبغ۔ فيه ثلث قراء ت الاولى باثبات الياء وصلا لا وقفا لنافع وابن عمرو والكسائى والثانية باثبات الياء وصلا ووقفا لابن كثير والثالثة بالحذف وقفاً ووصلا وهذا الحذف للتخفيف قوله تعالىٰ تعلمنى۔ فيه ثلث قراء ت الاولى اثبات اليا وصلا لا وقفا لنافع وابى عمرو والثانية اثبات الياء وقفا ووصلا لابن كثير والثالثة بالحذف وقفا ووصلا للباقين قوله تعالىٰ مما علمت رشدا فيه قراء تان الاولى بفتح اللام وتشديد النون لنافع وابن عامر والثانية بسكون اللام وتخفيف النون للباقين وهما لغتان قوله تعالىٰ لتغرق اهلها۔ فيه قراء تان الاولى بالياء التحتية مفتوحة وفتح الراء ورفع اللام لحمزة والكسائى والثانية بالتاء الفوقية مضمومة وكسر الراء ونصب لام اهلها للباقين قوله تعالىٰ زكية فيه قراء تان الاولى بالالف بعد الزاى وتخفيف الياء التحتية لنافع وابن ذكوان وشعبة والثانية بسكونها للباقين وهما لغتان قوله تعالىٰ من لدنى۔فيه قراء تان الاولى بضم الدال وتخفيف النون وقرأ شعبة كذلك الا انه يشم الدال فتصير ساكنة قريبة من الضم والثانية بضم الدال وتشديد النون للباقين وهما لغتان قوله تعالىٰ لتخذت فيه قراء تان الاولى بتخفيف التاء بعد اللام وكسر الخاء لابن كثير وابى

عمرو والثانية بتشديد التاء وفتح الخاء للباقين واظهر الذال عند التاء ابن كثير وحفص وادغمها الباقون قوله تعالٰى ان يبدلهما۔ فيه قراء تان الاولى بفتح الباء الموحدة وتشديد الدال لنافع وابى عمرو والثانية بسكون الموحدة وتخفيف الدال للباقين قوله تعالٰى رحما۔ فيه قراء تان الاولى بضم الهاء لابن عامر والثانية بالسكون للباقين۔ قوله تعالٰى فاتبع ثم اتبع فى الثلاثة فيه قراء تان الاولٰى بتشديد التاء الفوقية ووصل الهمزة قبل الفوقية لنافع وابن كثير وابى عمرو والثانية بقطع الهمزة وسكون التاء الفوقية للباقين قوله تعالٰى حاميه۔ فيه قراء تان الاولى بالف بعد الحاء وياء مفتوحة بعد الميم لشعبة وحمزة والكسائى وابن عامر والثانية بغير الف بعد الهاء وبعد الميم همزة مفتوحة للباقين قوله تعالٰى جزاء الحسنى۔ فيه قراء تان الاولى بنصب الهمزة بعد الزائ منونة وتكسر فى الوصل لالتقاء الساكنين لحفص وحمزة والكسائى والثانية برفع الهمزة من غير تنوين للباقين قوله تعالٰى بين السدين۔ فيه قراء تان الاولى بفتح السين لابن كثير وابى عمرو وحفص والثانية بالضم للباقين قوله تعالٰى يفقهون فيه قراء تان الاولٰى بضم اليا و كسر القاف لحمزة والكسائى والثانية بفتحهما للباقين قوله تعالٰى يا جوج وماجوج فيه قراء تان الاولٰى بهمزة ساكنة بعد الياء والميم لعاصم والثانية بالالف للباقين قوله تعالٰى خرجًا فيه قراء تان الاولٰى بفتح الراء والف بعدها لحمزة والكسائى والثانية بسكون الراء الا الف بعدها قوله تعالٰى سدا فيه قراء تان الاولى بضم السين لنافع وابن عامر وشعبة والثانية بالفتح للباقين قوله تعالٰى ما مكنى فيه قراء تان الاولٰى بنون مفتوحة بعد الكاف و بعدها نون مكسورة لابن كثير والثانية بنون واحدة مكسورة مشددة على ادغام احد النونين فى الاخرٰى للباقين قوله تعالٰى ردما اتونى زبر فيه قراء تان الاولٰى بهمزة الوصل لشعبة والثانية بهمزة القطع للباقين وعلى الاولى بحذف همزة الوصل وتكون الهمزة التى هى فاء ساكنة والتنوين قبلها مكسورا فى حال الوصل وتكون الهمزة مكسورة و بعدها ياء مقلوبة من الهمزة الساكنة فى ايتونى فى حالة الابتداء وعلى الثانية تكون الهمزة مفتوحة ممدودة وصلا وابتداء قوله تعالٰى قال اتونى۔ فيه قراء تان الاولى بهمزة والوصل لشعبة وحمزة والثانية بهمزة القطع للباقين واحكام الوصل والقطع كما مر انفا الا التنوين قبل الهمزة قوله تعالٰى بين الصدفين۔ فيه ثلث قراء ات الاولى بضم الصاد والدال لابن كثير وابى عمرو وابن عامر والثانية بضم الصاد وسكون الدال لشعبة والثالثة بفتح الصاد والدال للباقين وكلها لغات قوله تعالٰى فما اسطاعوا فيه قراء تان الاولى بتشديد الطاء بادغام التاء فى الطاء لحمزة والثانية بالتخفيف بحذف تاء الافتعال حذرا عن تلاقى المتقاربين مخرجا للباقين وفى الاولى جمع بين الساكنين على غير حده وجوزه جماعة قوله تعالٰى دكاء۔ فيه قراء تان الاولى بهمزة مفتوحة بعد الكاف والالف للكوفين اعنى عاصما وحمزة والكسائى والثانية بالتنوين بغير همزة بعد الكاف للباقين قوله تعالٰى يحسبون۔ فيه قراء تان الاولى بفتح السين لابن عامر وعاصم وحمزة والثانية بالكسر للباقين قوله تعالٰى قبل ان تنفد۔ فيه قراء تان الاولى بالياء التحتية على التذكير لحمزة والكسائى والثانية بالفوقية على التانيث للباقين۔

﴿سورۃ مریم﴾ قوله تعالٰى يرثنى ويرث۔ فيه قراء تان الاولى بجز من الثاء المثلثة فيهما لابى عمرو والكسائى والثانية بالرفع فيهما للباقين والجزم على انه جواب الدعاء قوله تعالٰى انا نبشرك فيه قراء تان الاولى بفتح النون وسكون الباء الموحدة وضم الشين مخففة لحمزة والثانية بضم النون وفتح الموحدة وكسر الشين مشددة للباقين قوله تعالٰى عتيا۔ فى قراء تان الاولى بكسر العين لحفص وحمزة والكسائى والثانية بضمها للباقين والضم هو الاصل والكسر اتباع لما بعدها۔ قوله تعالٰى وقد خلقتك۔ فيه قراء تان الاولى بعد القاف بنون بعدها الف لحمزة والكسائى والثانية بعد القاف بتاء مضمومة للباقين قوله تعالٰى لاهب۔ فيه قراء تان الاولى ليهب لك بالياء لورش وابى عمرو و قالون بخلاف عنه والثانية بالهمزة للباقين۔ قوله تعالٰيمت۔ فيه قراء تان الاولى بكسر الميم لنافع وحفص وحمزة والكسائى والثانية بالضم للباقين والاول من مات يمات كخاف يخاف والثانى من مات يموت كقال يقول۔ قوله تعالٰى نسيا۔ فيه قراء تان الاولى بفتح النون لحفص وحمزة والثانية بالكسر وهما لغتان كالوتر والوتر قوله تعالٰى من تحتها۔ فيه قراء تان الاولى بكسرْ من وجر التاء من تحتها لنافع وحفص وحمزة والكسائى والثانية بفتح من ونصب تحتها للباقين فالفاعل لناذى على الاول هو الضمير المستتر فيه وعلى الثانى هو من الموصولة قوله تعالٰى تساقط۔ فيه ثلث قراء ات الاولى بفتح التاء والسين مخففة وفتح القاف لحمزة والثانية بضم التاء وفتح السين مخففة وكسر القاف لحفص والثالثة بفتح التاء وتشديد السين وفتح القاف للباقين والاول والاخير من التساقط مع حذف احدى التائين فى الاول وادغامها فى السين فى الاخير والثانى من المفاعلة بعمنى الاسقاط ونصب رطبا على الثانى على المفعولية وعلى الطرفين التمييز قوله تعالٰى قول الحق۔ فيه قراء تان الاولى بنصب النون لابن عامر والثانية بالرفع للباقين قوله تعالٰى وان الله۔ فيه قراء تان الاولى بكسر الهمزة لابن عامر والكوفيين اعنى عاصما وحمزة والكسائى والثانية بالفتح للباقين والكسر على انه عطف على انى عبدالله والفتح على انه خبر لمبتدأ اى الامر ان الله قوله تعالٰى ابراهيم فى الموضع الثلثة فيه قراء تان ابراهام بالاف بعد الهاء لهشام والثانية بالياء للباقين قوله تعالٰى يا ابت فى المواضع كلها من هذه السورة فيه قراء تان الاولى بفتح التاء لابن عامر والثانية بالكسر للباقين والاول على حذف الالف قوله تعالٰى مخلصًا فيه قراء تان الاولى وبفتح اللام لعاصم و حمزة والكسائى والثانية بالكسر للباقين قوله تعالٰى وبكيا۔ فيه قراء تان الاولى بكسر الباء لحمزة والكسائى والثانية بالضم للباقين اصله بكوى فالضم هو الاصل والكسر على الاتباع قوله تعالٰى يدخلون الجنة۔ فيه قراء تان الاولى بفتح الياء وضم الخاء لنافع وابن عامر وحفص وحمزة والكسائى والثانية بضم الياء وفتح الخاء للباقين قوله تعالٰى يذكر الانسان فيه قراء تان الاولى بسكون الذال وضم الكاف مخففة لنافع وابن عامر وعاصم والثانية بفتح الذال مشددة وكذا الكاف للباقين قوله تعالٰى جثيا۔ فيه قراء تان الأولى بكسر الجيم لحفص وحمزة والكسائى والثانية بضمها للباقين قوله تعالٰى صليا۔ فيه ما فى جثيا قوله تعالٰى ننجى۔ فيه قراء تان الاولى بسكون النون الثانية وتخفيف الجيم للكسائى والثانية بفتح النون الثانية وتشديد الجيم للباقين قوله تعالٰى مقاما۔ فيه قراء تان الاولى بضم الميم لابن كثير والثانية بالفتح ومعنى الاول موضع الاقامة والثانى موضع القيام قوله تعالٰى رئيا۔ فيه قراء تان الاولى بابدال الهمزة ياء وادغامها فى الياء لقالون وابن ذكوان والثانية باثبات الهمزة للباقين قوله تعالٰى ولدا فى جميع السورة۔ فيه قراء تان الاولى بضم الواو وسكون اللام لحمزة والكسائى والثانية

بفتحهما للباقين قوله تعالىٰ يكاد۔ فيه قراء تان الاولى بالياء على التذكير لنافع والكسائى والثانية بالتاء على التانيث للباقين قوله تعالىٰ يتفطرن۔ فيه قراء تان الاولى بعد الياء بنون ساكنة وكسر الطاء مخففة لابى عمر وابن عامر وشعبة وحمزة والثانية بعد الياء بتاء مفتوحة وفتح التاء مشددة للباقين قوله تعالىٰ لتبشر۔ فيه قراء تان الاولى بفتح التاء وسكون الباء الموحدة وضم الشين مخففة لحمزة والثانية بضم التاء وفتح الباء الموحدة وكسر الشين مشددة للباقين۔

﴿سُوْرَةُ طٰهٰ﴾ قوله تعالىٰ انى انا ربك۔ فيه قراء تان الاولى بفتح الحمزة من انى لابن كثير وابى عمرو والثانية بالكسر للباقين قوله تعالىٰ طوى۔ فيه قراء تان الاولى بغير تنوين لنافع وابن كثير وابى عمرو والثانية بتنوين للباقين والمؤمنون يأوله بمكان وغير المنون ببقعة قوله تعالىٰ وانا اخترتك۔ فى قراء تان الاولى بكسر الهمزة وبتشديد النون من انا واخترناك بنون بعدها الف بلفظ الجمع لحمزة والثانية وانا اخترتك بلفظ الواحد قوله تعالىٰ اخى اشدد به ازرى واشركه فيه قراء تان الاولى بهمزة مفتوحة من اشدد بهمزة مضمومة من اشركه على انهما صيغة متكلم لابن عامر والثانية بهمزة وصل من اشدد وفتح الهمزة من اشركه على انهما صيغة امر والفتح على تقدير حرف الجراى بانى او على تقدير العلم اى اعلم انى قوله تعالىٰ مهدا۔ فيه قراء تان الاولى بفتح الميم وسكون الهاء من غير الف لعاصم وحمزة والكسائى والثانية بكسر الميم وفتح الهاء والف بعدها للباقين قوله تعالىٰ مكانا سوى فيه قراء تان الاولى بضم السين لابن عامر وعاصم وحمزة والثانية بكسرها للباقين وهما لغتان قوله تعالىٰ فيسحتكم فيه قراء تان الاولى بضم الياء وكسر الحاء لحفص وحمزة والكسائى والثانية بفتحهما للباقين والاول لغة نجد وتميم والثانى لغة اهل الحجاز قوله تعالىٰ ان هذان۔ فيه اربع قراء ات الاولى بسكون النون من ان والالف فى هذان مع تخفيف النون لحفص والثانية بسكون النون من ان وبالالف من هذان مع تشديد النون لابن كثير والثالثة ان هذين بتشديد النون من ان وبالياء بعد الذال من هذين لابى عمرو والرابعة بتشديد النون من ان وبالف من هذان مع تخفيف النون للباقين والاول على كون ان مخففة اهملت عن العمل واللام فارقة او كون ان نافية واللام بمعنى الا والثانى على كون ان مخففة وكون التشديد على خلاف القياس والثالث ظاهر وجهه واستشكل الرابع واجود تخريجاته ان ان ناصبة وهذان اسمها واللام لام الابتداء وساحران خبرها ومجيئ اسم الاشارة بالالف مع انه منصوب جار على لغة بعض العرب من اجراء المثنى بالالف دائما وهى لغة لكنانة ولبنى الحرث خثعم وزبيد ولبنى العنبر وبنى الهجيم ومراد وعذرة وقال ابن الحاجب ان هذان مبنى وان قول الاكثرين هذين جرا ونصبا ليس اعرابا ايضًا وانما هو لغة مستقلة ايضا قوله تعالىٰ فاجمعوا فيه قراء تان الاولى بوصل الهمزة بين الفاء والجيم وفتح الميم لابى وعمرو والثانية بهمزة مقطوعة وكسر الميم للباقين قوله تعالىٰ يخيل۔ فيه قراء تان الاولى بالتاء الفوقية على التانيث لابن ذكوان والثانية بالياء التحتية للباقين قوله تعالىٰ قوله تعالىٰ تلقف۔ فيه ثلث قراء ات الاولى بسكون اللام وتخفيف القاف وجزم الفاء لحفص والثانية بفتح اللام وتشديد القاف ورفع الفاء البن ذكون والثالثة بفتح اللام وتشديد القاف وجزم الفاء للباقين والرفع على كون الجملة مستانفة قوله تعالىٰ كيد ساحر۔ فيه قراء تان الاولى بكسر السين وسكون الحاء لحمزة والكسائى والثانية بفتح السين وكسر الحاء والف بينهما للباقين قوله تعالىٰ ان اسر۔ فيه قراء تان الاولى بكسر النون وهمزة وصل بعدها لنافع وابن كثير والثانية بسكون النون وهمزة قطع بعدها للباقين قوله تعالىٰ لا تخف۔ فيه قراء تان الاولى بجزم الفاء ولا الف بينها وبين الخاء لحمزة والثانية برفع الفاء والف بينها وبين الخاء للباقين والاول على انه جواب الامر اعنى اسرو الثانى على انه حال ثم على الجزم قوله تعالىٰ لا تخشى استيناف اى وانت لا تخشى قوله تعالىٰ قد انجينكم وواعدناكم ما رزقناكم۔ فيها قراء تان الاولى بتاء مضمومة بعد التحتية وبعد الدال وبعد القاف لحمزة والكسائى والثانية بالنون والف بعدها فى الثلثة للباقين واسقط ابو عمرو والالف قبل العين من وعدناكم واثبتها لاباقون۔ قوله تعالىٰ فيحل۔ فيه قراء تان الاولى بضم الحاء للكسائى والثانية بكسرها للباقين وكذا قوله تعالىٰ ومن يحلل ضم اللام الاولى الكسائى وكسرها غيره وهو بالكسر بمعنى يجب و بالضم بمعنى ينزل قوله تعالىٰ بملكنا فيه ثلث قراء ات الاولى بفتح الميم لنافع وعاصم والثانية بضمها لحمزة والكسائى والثالثة بكسرها للباقين وكلها لغات معناها واحد قوله تعالىٰ حملنا فيه قراء تان الاولى بضم الحاء وكسر الميم مشددة لنافع وابن كثير وابن عامر وحفص والثالثة بفتح الحاء والميم مخففة للباقين قوله تعالىٰ لا تتبعن۔ فيه ثلث قراء ات الاولى اثبات الياء بعد النون وقفًا ووصلًا لابن كثير والثانية اثباتها وصلا لا وقفا لنافع وابى عمرو والثالثة حذفها وقفا ووصلا للباقين قوله تعالىٰ يبنؤم فيه قراء تان الاولى بفتح الميم لنافع وابن كثير وابى عمرو وحفص والثانية بكسرها للباقين وكان اصل الاول اما والثانى امى۔ قوله تعالىٰ بما لم يبصروا۔ فيه قراء تان الاولى بالتاء على الخطاب لحمزة والثانية بالياء على الغيبة للباقين۔ قوله تعالىٰ لن تخلفه۔ فيه قراء تان الاولى بكسر اللام لابن كثير وابى عمر والثانية بفتحها للباقين والاول من اخلفت الموعد اذا وجدته خلفا ومعنى الثانى لن يخلفك الله تعالىٰ ذلك الوعد قوله تعالىٰ ينفخ فيه قراء تان الاولى بنونين الاولى مفتوحة وضم الفاء لابى عمرو والثانية بياء مضمومة وفتح الفاء للباقين قوله تعالىٰ فلا يخاف۔ فيه قراء تان الاولى بجزم الفاء ولا الف بعد الخاء لابن كثير والثانية برفعها والف بعد الخاء والاول نهى قوله تعالىٰ وانك لا تظمؤ فيه قراء تان الاولى بكسر الهمزة من انك لنافع وشعبة والثانية بفتحها للباقين وهو فى الاول معطوف على ان لك وفى الثانى على ان لا تجوع قوله تعالىٰ اولم تاتهم۔ فيه قراء تان الاولى بالفوقية على التانيث لنافع وابى عمرو وحفص والثانية بالتحتية على التذكير للباقين۔

﴿سُوْرَةُ الْاَنْبِيَاۗءِ﴾ قوله تعالىٰ قل ربى۔ فيه قراء تان الاولى قال بصيغة الماضى لحفص وحمزة والكسائى والثانية قل بصيغة الامر للباقين قوله تعالىٰ نوحى اليهم فيه قراء تان الاولى بالنون مضمومة وكسر الحاء لحفص والثانية بالياء مضمومة وفتح الياء للباقين قوله تعالىٰ فسئلوا۔ فيه قراء تان الاولى بفتح السين ولا همزة بعدها لابن كثير والكسائى وكذا يفعل حمزة فى الوقف والثانية بسكون السين وهمزة مفتوحة بعدها للباقين قوله تعالىٰ يوحى اليه۔ فيه قراء تان كما فى يوحى اليهم الاولى لحفص وحمزة والكسائى والثانية للباقين قوله تعالىٰ اولم ير۔ فيه قراء تان الاولى الم بغير واو بين الهمزة واللام لابن كثير والثانية اولم بالواو بينهما للباقين قوله تعالىٰ افائن مت فيه قراء تان الاولى بكسر الميم لنافع وحفص وحمزة والكسائى والثانية بالضم للباقين قوله تعالىٰ هزوا۔ فيه ثلث قراء ات الاولى بضم

الزای وبعدها واو لحفص والثانیة بسکون الزای والهمزة لحمزة والثالثة بضم الزای وهمزة منصوبة للباقین هذا فی الوصل واما الوقف فحمزة یقف بالواو وغیره لا یفرق بینه وبین الوصل قوله تعالیٰ ولا تسمع الصم فیه قراء تان الاولی بالتاء الفوقیة مضمومة وکسر المیم ونصب میم الصم لابن عامر والثانیة بالیاء التحتیة مفتوحة وفتح المیم ورفع میم الصم للباقین قوله تعالیٰ وان کان مثقال فیه قراء تان الاولی برفع اللام لنافع والثانیة بالنصب للباقین قوله تعالیٰ ضیاءً۔ فیه قراء تان الاولی بهمزة بعد الضاد لقنبل والثانیة بالیاء للباقین قوله تعالیٰ جذاذا۔ فیه قراء تان الاولی بکسر الجیم للکسائی والثانیة بالضم للباقین وهما لغتان قوله تعالیٰ فسئلوهم فیه ما تقدم فی فسئلوا قوله تعالیٰ اف۔ فیه ما تقدم فی بنی اسرائیل قوله تعالیٰ لتحصنکم۔ فیه ثلث قراء ت الاولی بالنون لشعبة والثانیة بالفوقیة لابن عامر وحفص والثالثة بالتحتیة والتذکیر للفظ اللبوس والتانیث بتاویل الدرع قوله تعالیٰ ننجی۔ فیه قراء تان الاولی بنون واحدة مضمومة وتشدید الجیم لابن عامر وابی بکر والثالثة بنونین الثانیة ساکنة للباقین قوله تعالیٰ زکریا۔ فیه قراء تان الاولی بغیر همز لحفص وحمزة والکسائی والثانیة بالهمزة للباقین قوله تعالیٰ و حرام۔ فیه قراء تان الاولی بکسر الحاء و سکون الراء من غیر الف لشعبتو حمزة والکسائی والثانیة بفتح الحاء والراء والف بعدها وهما بمعنی واحد کحلال وحل قوله تعالیٰ فتحت فیه قراء تان الاولیٰ بتشدید التاء الاولی لابن عامر والثانیة بالتخفیف للباقین قوله تعالیٰ یاجوج وماجوج فیه ما تقدم فی الکهف قوله تعالیٰ للکتب۔ فیه قراء تان الاولی بالجمع لحفص وحمزة والکسائی والثانیة بالافراد للباقین قوله تعالیٰ الزبور۔ فیه ما تقدم فی بنی اسرائیل قوله تعالیٰ قال رب۔ فیه قراء تان الاولی بصیغة الماضی لحفص والثانیة بصیغة الامر للباقین۔

﴿سورة الحج﴾ قوله تعالیٰ سکری وما هم بسکری۔ فیه قراء تان الاولی بفتح السین وسکون الکاف فیهما لحمزة والکسائی والثانیة بضم السین وفتح الکاف وبعد الکاف الف للباقین قوله تعالیٰ لیضل۔فیه قراء تان الاولی بفتح الیاء لابن کثیر وابی عمرو والثانیة بالضم للباقین قوله تعالیٰ ثم لیقطع فیه قراء تان الاولی بسکر اللام لورش وابی عمرو وابن عامر والثانیة بسکونها للباقین والسکون علی تشبیه ثم باواو والفاء والکسر علی الاصل قوله تعالیٰ والصابئین۔ فیه قراء تان الاولی بالیاء التحتیة بعد الباء الموحدة لنافع والثانیة بهمزة مکسورة بعد الباء الموحدة قوله تعالیٰ هذان۔ فیه قراء تان الاولیٰ بتشدید النون لابن کثیر والثانیة بالتخفیف قوله تعالیٰ سواء فیه قراء تان الاولی بالنصب لحفص والثانیة بالرفع للباقین والنصب علی انه مفعول ثان لجعلنا والرفع علی انه خبر والعاکف مبتدأ قوله تعالیٰ والباد۔ فیه ثلث قراء ات الاولی باثبات الیاء بعد الدال وصلا لاوقفا لورش وابی عمرو والثانیة باثباتها وقفا ووصلا لابن کثیر والثالثة بحذفها وصلا ووقفا للباقین قوله تعالیٰ ثم لیقضوا۔ فیه ما تقدم فی لیقطع الا ان قنبلا ایضا یکسرها قوله تعالیٰ لیوفوا ولیطوفوا فیه قراء تان الاولی بکسر اللام فیهما لابن ذکوان والثانیة باسکانها للباقین وفتح ابوبکر الواو من ولیوفوا وشدا لفاء۔ قوله تعالیٰ فتخطفه۔ فیه قراء تان الاولی بفتح الخاء وتشدید الطاء لنافع والثانیة باسکان الخاء وتخفیف الطاء للباقین قوله تعالیٰ منسکا۔ فیه قراء تان الاولی بکسر السین لحمزة والکسائی والثانیة بالفتح للباقین وهما لغتان علی ما قال الازهری قوله تعالیٰ ان الله یدافع فیه قراء تان الاولی بفتح الیاء وسکون الدال وفتح الفاء لابن کثیر وابی عمرو والثانیة بضم الیاء وفتح الدال وبعدها الف وکسر الفاء للباقین قوله تعالیٰ اذن۔ فیه قراء تان الاولیٰ بضم الهمزة لنافع وابی عمرو وعاصم والثانیة بفتحها للباقین علی ان الفاعل هو الله تعالیٰ۔ قوله تعالیٰ یقاتلون فیه قراء تان الاولی بفتح التاء الفوقیة لنافع وابن عامر وحفص والثانیة بالکسر للباقین قوله تعالیٰ ولولا دفع فیه قراء تان الاولی بکسر الدال وفتح الفاء والف بعدها لنافع والثانیة بفتح الدال وسکون الفاء للباقین۔ قوله تعالیٰ لهدمت فیه قراء تان الاولی بتخفیف الدال لنافع وابن کثیر والثانیة بالتشدید للباقین قوله تعالیٰ اهلکنا فیه قراء تان الاولیٰ علی صیغة الواحدة لابی عمرو والثانیة علی صیغة الجمع للباقین قوله تعالیٰ مما تعدون فیه قراء تان الاولی علی الغیبة لابن کثیر وحمزة والکسائی والثانیة علی الخطاب للباقین قوله تعالیٰ معجزین فیه قراء تان الاولی من التفعیل لابن کثیر وابی عمرو والثانیة من المفاعلة للباقین قوله تعالیٰ ثم قتلوا فیه قراء تان الاولیٰ بالتشدید لابن عامر والثانیة بالتخفیف للباقین قوله تعالیٰ مدخلا۔ فیه قراء تان الاولی بفتح المیم لنافع والثانیة بالضم للباقین قوله تعالیٰ وان ما تدعون فیه قراء تان الاولی علی الخطاب لنافع وابن کثیر وابن عامر وشعبة والثانیة علی الغیبة للباقین قوله تعالیٰ منسکا ذکر قریبا قوله تعالیٰ ما لم ینزل فیل قراء تان الاولی من الافعال لابن کثیر وابی عمرو والثانیة من التفعیل للباقین قوله تعالیٰ ترجع الامور۔ فیه قراء تان الاولی بفتح التاء وکسر الجیم لابن عامر وحمزة والکسائی والثانیة بضم التاء وفتح الجیم للباقین۔

﴿سورة المؤمنون﴾ قوله تعالیٰ لامانتهم۔ فیه قراء تان الاولی علی الافراد لابن کثیر والثانیة علی الجمع للباقین قوله تعالیٰ صلوتهم فیه قراء تان الاولی علی التوحید لحمزة والکسائی والثانیة علی الجمع للباقین قوله تعالیٰ عظما والعظم فیه قراء تان الاولی بالتوحید لابن عامر وابی بکر والثانیة بالجمع للباقین قوله تعالیٰ سیناء فیه قراء تان الاولی بکسر السین لنافع وابن کثیر وابی عمرو والثانیة بالفتح للباقین والکسر لغة بنی کنانة والفتح لغة جمهور العرب قوله تعالیٰ تنبت فیه قراء تان الاولی من الافعال لابن کثیر وابی عمروا ولثانیة من نصر للباقین قوله تعالیٰ نسقیکم فیه ما تقدم فی النحل قوله تعالیٰ من اله غیره فیه الموضعین فیه ما تقدم فی الاعراف قوله تعالیٰ من کل زوجین فیه ما تقدم فی هود قوله تعالیٰ متم فیه ما تقدم فی مریم من قوله تعالیٰ یلیتنی مت قوله تعالیٰ رسلنا فیه ما فی الاعراف من قوله تعالیٰ حتی اذا جاء تهم رسلنا قوله تعالیٰ تترا۔ فیه قراء تان الاولی بتنوین الراء فی الوصل لابن کثیر وابی عمرو والثانیة بلا تنوین للباقین والتاء الاولی بدل من الواو کما فی تراث وعلی القراة الثانیة الفه للتانیث کالف دعوی و ذکری وهو مصدر فی موضع الحال قوله تعالیٰ ربوة فیه قراء تان الاولی بفتح الراء لابن عامر وعاصم والثانیة بضمها للباقین وهما لغتان قوله تعالیٰ وان هذه فیه ثلث قراء ات الاولی بکسر الهمزة وتشدید النون لعاصم وحمزة والکسائی والثانیة بالفتح والتخفیف لابن عامر والثالثة بالفتح والتشدید للباقین و توجیه الثالثة تقدیرا علموا والثانیة مخففة من الثالثة قوله تعالیٰ ایحسبون فیه قراء تان الاولی بفتح السین لابن عامر وعاصم وحمزة والثانیة بکسرها للباقین قوله تعالیٰ تهجرون۔ فیه قراء تان الاولی من الافعال لنافع والثانیة من نصر للباقین واللغتان بمعنی قوله تعالیٰ ام تسالهم خرجا۔ فیه قراء تان الاولی بفتح الراء وبعدها الف لحمزة والکسائی والثانیة بسکون الراء للباقین قوله تعالیٰ فخرج فیه قراء تان الاولی بسکون الراء لابن

عامر والثانية بفتحها والف بعدها للباقين قوله تعالىٰ افلا تذكرون۔ فيه قراء تان الاولى بتخفيف الذال لحفص وحمزة والكسائى والثانية بالتشديد للباقين قوله تعالىٰ سيقولون لله۔ فى الموضعين الاخيرين فيهما قراء تان الاولى بالف وصل تبتدأ بالفتح ورفع اللام لابى عمرو والثانية باللام والخفض للباقين ولم يختلف فى الاول والقرأة باللام على المعنى قوله تعالىٰ عالم الغيب فيه قراء تان الاولى برفع الميم لنافع وشعبة وحمزة والكسائى على انه خبر مبتدأ محذوف اى هو والثانية بالخفض للباقين قوله تعالىٰ شقوتنا۔ فيه قراء تان الاولى بفتح الشين والقاف وبعد القاف الف لحمزة والكسائى والثانية بكسر الشين وسكون القاف للباقين وكلاهما مصدر قوله تعالىٰ سخريا۔ فيه قراتان الاولى بضم السين لنافع وحمزة والكسائى والثانية بالكسر للباقين ومعناهما واحد قوله تعالىٰ انهم هم الفائزون فيه قراء تان الاولى بكسر الهمزة لحمزة والكسائى والثانية بالفتح للباقين والكسر على الاستيناف والفتح على انه مفعول ثان لجزيت قوله تعالىٰ قال كم لبثتم فيه قراء تان الاولى على صيغة الامر لابن كثير و حمزة والكسائى والثانية على صيغة الماضى للباقين قوله تعالىٰ فسئل العادين۔ فيه ما تقدم فى اول سورة الانبياء قوله تعالىٰ قال ان لبثتم۔ فيه ما فى كم لبثتم الا ان ابن كثير فيه مع الجمهور قوله تعالىٰ لا ترجعون۔ فيه قراء تان الاولى بفتح الفوقية وكسر الجيم لحمزة والكسائى والثانية بالضم والفتح للباقين۔

﴿سورة النور﴾ قوله تعالىٰ فرضناها۔ فيه قراء تان الاولى بتشديد الراء لابن كثير وابى عمرو والثانية بالتخفيف للباقين قوله تعالىٰ تذكرون۔ فى الموضعين فيه قراء تان الاولى بتخفيف الذال لحفص وحمزة والكسائى والثانية بالتشديد للباقين قوله تعالىٰ رأفة فيه قراء تان الاولى بفتح الهمزة لابن كثير والثانية بسكونها للباقين وهما لغتان۔ قوله تعالىٰ يرمون المحصنات فى الموضعين فيهما قراء تان الاولى بكسر الصاد للكسائى والثانية بالفتح للباقين قوله تعالىٰ اربع شهادات الاول فيه قراء تان الاولى برفع العين لحفص وحمزة والكسائى والثانية بالنصب للباقين والرفع على الخبرية عن الاربع والنصب على المصدرية والخبر محذوف اى واجبة۔ قوله تعالىٰ ان لعنت الله فيه قراء تان الاولى بتخفيف ان ساكنة ورفع لعنة لنافع والثانية بتشديد النون منصوبة ونصب لعنت للباقين۔ قوله تعالىٰ والخامسة الاخير فيه قراء تان الاولى بالنصب لحفص والثانية بالرفع للباقين والنصب على العطف على اربع والرفع على الابتداء قوله تعالىٰ ان غضب الله فيه قراء تان الاولى بتخفيف النون ساكنة وكسر الضاد ورفع الهاء من الاسم الجليل لنافع والثانية بتشديد النون مفتوحة وفتح الضاد وخفض الهاء للباقين۔ قوله تعالىٰ لا تحسبوه وتحسبونه هينا فيهما قراء تان الاولى بفتح السين لابن عامر وحفص وحمزة والثانية بالكسر للباقين قوله تعالىٰ رؤف فيه قراء تان الاولى بمد الهمزة لنافع وابن كثير وابن عامر وحفص والثانية بقصرها للباقين۔ قوله تعالىٰ خطوات فى الموضعين فيه قراء تان الاولى بضم التاء لقنبل وابن عامر وحفص والكسائى والثانية بالسكون للباقين۔ قوله تعالىٰ يوم تشهد۔ فيه قراء تان الاولى بالتحتية لحمزة والكسائى والثانية بالفوقية للباقين۔ قوله تعالىٰ بيوتا وبيوتكم وبيوت فى جميع السورة فيها قراء تان الاولى بضم الموحدة لورش وابى عمرو وحفص والثانية بكسرها للباقين قوله تعالىٰ تذكرون ذكر اول السورة قوله تعالىٰ جيوبهن فيه قراء تان الاولى بضم الجيم لنافع وابى عمرو وهشام وعاصم والثانية بكسرها للباقين والضم هو الاصل والكسر لمناسبة الياء۔ قوله تعالىٰ غير اولى الاربة فيه قراء تان الاولى بنصب راء غير لابن عامر وشعبة والثانية بكسرها للباقين والنصب على الحال والاستثناء والكسر على البدلية قوله تعالىٰ مبينات فيه قراء تان الاولى بكسر التحتية لابن عامر وحفص وحمزة والكسائى والثانية بالفتح للباقين قوله تعالىٰ درى۔ فيه ثلث قراء ات الاولى بكسر الدال وهمزة بعد المد لابى عمرو والكسائى والثانية بضم الدال وهمزة بعد المد لشعبة وحمزة والثالثة بضم الدال وبغير همز للباقين والاول والثانى فعيل بكسر الفاء او فعيل بضمها من الدرء بمعنى الدفع لدفعه الظلام والثالثة فعلى منسوب الى الدر فى الضوء۔ قوله تعالىٰ توقد۔ فيه ثلث قراء ات الاولى بفتح التاء الفوقية والواو وتشديد القاف على وزن تفعل لابن كثير وابى عمرو والثانية بضم الفوقية وتخفيف القاف لابى بكر وحمزة والكسائى والثالثة بضم التحتية وتخفيف القاف للباقين قوله تعالىٰ يسبح فيه قراء تان الاولى بفتح الموحدة لابن عامر وشعبة والثانية بالكسر للباقين وعلى الاول قوله تعالىٰ رجال فاعل للفعل المقدر۔ قوله تعالىٰ سحاب ظلمت۔ فيه ثلث قراء ات الاولى سحاب بلا تنوين وجر ظلمات والثانية بتنوين سحاب وجر ظلمات لقنبل والثالثة بالرفع فيهما والتنوين و ظلمات على لا خير خبر مبتدأ محذوف اى هى وعلى الاولين هى بدل من ظلمات الاولى ثم على لاول الاضافة بيانية وعلى لثانية سحاب بدل من ظلمات۔ قوله تعالىٰ وينزل فيه قراء تان الاولى من الافعال لابن كثير وابى عمرو والثانية من التفعيل للباقين قوله تعالىٰ خلق كل دابة فيه قراء تان الاولى بالف بعد الخاء وكسر اللام ورفع القاف وكسر لام كل لحمزة والكسائى والثانية بفتح اللام والقاف ولا الف قبلها ونصب لام كل للباقين۔ قوله تعالىٰ مبينات فيه ما تقدم قريبا قوله تعالىٰ ويتقه۔ فيه اربع قراء ات الاولى بسكون الهاء لابى عمرو وشعبة وخلاد بخلاف عنه والثانية باختلاس كسرة القاف والهاء لقالون والثالثة بسكون القاف وقصّر كسرة الهاء لحفص والرابعة بكسر الكاف واشباع كسر الهاء للباقين وجه الاشباع ان الاصل فى هاء الضمير اذا كان ما قبلها متحركا ان تشبع حركتها كما فى يوته ويؤده ووجه عدم الاشباع ان ما قبل الضمير ساكن تقديرا لكونه جزاءً ولا اشباع بحركته فيما اذا سكن ما قبله كفيه ووجه اسكان الهاء انها هاء والسكت وهى تسكن فى كلامهم وقيل هى هاء الضمير لكن اجريت مجرى هاء السكت فسكنت وكثيرا ما يجرى الوصل مجرى الوقف ووجه قراء ة حفص انه اعطى يتقه حكم كتف لكونه على وزنه فخفف بسكون وسطه لجعله ككلمة واحدة۔ قوله تعالىٰ كما استخلف۔ فيه قراء تان الاولى بضم التاء الفوقية وكسر اللام لابى بكر والثانية بفتح التاء واللام للباقين۔ قوله تعالىٰ ليبدلنهم فيه قراء تان الاولى من الابدال لابن كثير وابى بكر والثانية من التبديل للباقين قوله تعالىٰ لا تحسبن۔ فيه ثلث قراء ات الاولى بالغيبة وفتح السين لابن عامر وحمزة والثانية بالخطاب وفتح السين لعاصم والثالثة بالخطاب وكسر السين للباقين۔ قوله تعالىٰ ثلث عورات۔ فيه قراء تان الاولى بنصب ثلاث لابى بكر وحمزة والكسائى والثانية بالرفع للباقين والنصب على كونه بدلا من ثلث مرات والرفع على كونه خبر مبتدأ محذوف اى هن۔ قوله تعالىٰ امهاتكم۔ فيه ثلث قراء ات الاولى بكسر الهمزة والميم لحمزة والثانية بكسر الهمزة وفتح الميم للكسائى والثالثة بضم الهمزة وفتح الميم للباقين والكل لغات۔